جلد: 2

اِحیاءُ العُلوم

(مُترجَم)

مُصنِّف

حُجّۃُ الاسلام حضرتِ سیّدُنا امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)
شعبہ تراجم کتب

لوگوں سے میل جول اور معاملات کے احکام اور ان کی خوبیوں کا بیان

اِحْیَاءُ الْعُلُوم مُتَرجَم (جلد:2)

مُصَنِّف

حُجَّةُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا اِمام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْکَافِی (اَلْمُتَوفّٰی ۵۰۵ھ)

پیش کش: مجلس اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیَه

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصۡحٰبِکَ یَا حَبِیۡبَ اللہ

نام کتاب : اِحۡیَاءُ الۡعُلُوم مترجم (جلد:2)

مُؤَلِّف : حُجَّۃُ الۡاِسۡلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡکَافِی (اَلۡمُتَوَفّٰی ۵۰۵ھ)

مُتَرۡجِمِیۡن : مَدَنی عُلَما (شعبہ تراجم کتب)

پہلی بار : رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ بمطابق جولائی 2013ء

تعداد : 5000 (پانچ ہزار)

تصدیق نامہ

تاریخ: ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ حوالہ نمبر: ۱۸۶

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب "اِحۡیَاءُ الۡعُلُوۡم" (مترجم جلد:2 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلس تفتیشِ کُتُب ورسائل کی جانب سے نظر ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کُفریہ عِبارات، اَخلاقیات، فِقہی مسائل اور عَربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کِتابت کی غَلَطیوں کا ذِمّہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کُتُب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

22-06-2013

بسم اللہ الرحمن الرحیم مجلس تفتیش کتب و رسائل

WWW.dawateislami.net, E.mail:ilmia@dawateislami.net

یادداشت

دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی۔

ضمنی فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
اس کتاب کو پڑھنے کی نیتیں	05
اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کا تعارف (از امیر اہلسنت دَامَ ظِلُّہ)	06
پہلے اسے پڑھ لیجئے!	07
آداب طعام کا بیان	09
باب نمبر1: تنہا کھانے کے آداب	10
باب نمبر2: مل کر کھانے کے آداب	25
باب نمبر3: ملاقات کے لئے آنے والے اسلامی بھائیوں کو کھانا کھلانے کے آداب	29
پہلی فصل: کھانا پیش کرنے کی فضیلت	29
دوسری فصل: کسی کے ہاں جانے کے آداب	32
تیسری فصل: کھانا پیش کرنے کے آداب	35
باب نمبر4: ضیافت و مہمان نوازی کے آداب	41
پہلی فصل: دعوت دینے کے آداب	43
دوسری فصل: دعوت قبول کرنے کے آداب	45
تیسری فصل: دعوت میں شرکت کے آداب	52
چوتھی فصل: کھانا حاضر کرنے کے آداب	54
پانچویں فصل: واپسی کے آداب	62
چھٹی فصل: متفرق طبی و شرعی آداب و مناہی	66
آداب نکاح کا بیان	74
باب نمبر1: نکاح کی رغبت اور اس سے روکنے کا بیان	75
پہلی فصل: نکاح کی رغبت دلانا	76
دوسری فصل: نکاح نہ کرنا	84
تیسری فصل: نکاح کے فوائد	85
چوتھی فصل: نکاح کی تین آفات	117
باب نمبر2: بوقتِ نکاح خیال رکھے جانے والے آداب کا بیان	126
پہلی فصل: نکاح کے ارکان و شرائط	126
دوسری فصل: کن عورتوں سے نکاح حرام ہے	129
تیسری فصل: عمدہ خصائل کی حامل منکوحہ	134
باب نمبر3: مرد و عورت پر لازم اُمور کا بیان	152
پہلی فصل: آداب معاشرت اور شوہر پر بیوی کے حقوق	152
عزل کا بیان	189
تین طلاقیں اکٹھی دینے کا نقصان	210
دوسری فصل: بیوی پر شوہر کے حقوق	214
سوگ کا بیان	225
کسب و معاش کے آداب کا بیان	227
باب نمبر1: کسب کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان	228
باب نمبر2: خرید و فروخت، سود، بیع سلم، اجارہ، مضاربت، شرکت کے اعتبار سے کام کاج کرنے کے علم اور کاسب کے مدار کی حیثیت رکھنے والے ان تصرفات کی دُرُستی کے لئے شریعت کی مقرر کردہ شرائط کا بیان	240
پہلا عقد: خرید و فروخت	241
دوسرا عقد: سود	259
تیسرا عقد: بیع سلم اور اس کی 10 شرائط	264
چوتھا عقد: اجارہ	267
پانچواں عقد: مضاربت	271
چھٹا عقد: شرکت	275
باب نمبر3: معاملات میں عدل، اور ظلم سے اجتناب	278
باب نمبر4: معاملات میں احسان کرنے کا بیان	307
باب نمبر5: تاجر کا اپنے دین اور آخرت کے معاملے میں ڈرنے کا بیان	321

عنوان	صفحہ
حلال وحرام کا بیان	341
باب نمبر1: حلال کی فضیلت، حرام کی مذمت، ان کی صفات ودرجات کا بیان	343
پہلی فصل: حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت	343
حلال وحرام سے متعلق اسلافِ کرام کی اِحتیاطیں اور حِکایات واَقوال	348
دوسری فصل: حلال کی اقسام اور مقامات	354
پہلی قسم اور اس کی تفصیل	355
دوسری قسم اور اس کی تفصیل	358
تیسری فصل: حلال وحرام کے درجات	361
حرام سے بچنے کے درجات	361
چوتھی فصل: حرام سے بچنے کے چار درجات کی مثالیں	364
مُتَّقِین کی حِکایات	367
باب نمبر2: شبہات کے مراتب، مقامات اور حلال وحرام سے ان کے امتیاز کا بیان	376
شبہ کے چار مقامات	378
شبہ کا پہلا مقام	378
شبہ کا دوسرا مقام	389
شبہ کا تیسرا مقام	414
شبہ کا چوتھا مقام	429
باب نمبر3: حلال وحرام کی تحقیق، سوال، غفلت وغیرہ اور ان کے مقامات کا بیان	438
پہلا مقام	438
دوسرا مقام	448
باب نمبر4: مالی حقوق سے خلاصی کا بیان	467
باب نمبر5: بادشاہوں کے وظائف وانعامات میں حلال وحرام کا بیان	491
پہلی بحث: بادشاہ کی آمدنی کے ذرائع	491
دوسری بحث: مال لینے کی مقدار اور لینے والے کی کیفیت کا بیان	508
باب نمبر6: ظالم بادشاہوں سے میل جول کی حلت وحرمت، ان کی مجالس میں حاضری اور ان کی تعظیم بجالانے کے احکام کا بیان	515
پہلی فصل: ظالم بادشاہوں سے میل جول	515
دوسری فصل: اسلاف کا بادشاہوں کے پاس جانے کا طریقہ	531
تیسری فصل: لاحق ہونے والے احوال کے مسائل	539
سلف صالحین کا بادشاہوں کے ساتھ رویہ	546
باب نمبر7: مختلف ضروری مسائل کا بیان	553
صوفیا کے بارے میں چند مسائل	555
تحفہ اور رشوت میں فرق کا بیان	559
اُلفت وبھائی چارے اور صحبت ومعاشرت کے آداب کا بیان	568
باب نمبر1: اُلفت وبھائی چارہ کی فضیلت، اس کی شرائط ودرجات اور فوائد کا بیان	569
پہلی فصل: اُلفت وبھائی چارے کی فضیلت	569
دوسری فصل: اُخُوَّت ومحبت کب رضائے الٰہی کے لئے اور کب دنیا کے لئے؟	582
تیسری فصل: رضائے الٰہی کے لئے کسی سے بغض رکھنا	600
نافرمانوں کی اقسام اور ان سے معاملات کی کیفیات	609
چوتھی فصل: صحبت اختیار کرنے کی شرائط	616
باب نمبر2: صحبت وبھائی چارے کے حقوق	626
ایثار وبھائی چارے کے متعلق بزرگانِ دین کے 14 اَقوال وواقعات	629

عنوان	صفحہ
باب نمبر3: عام مسلمانوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، غلاموں کے حقوق اور معاشرت کے آداب	699
پہلی فصل: مسلمانوں کے حقوق	702
حقوق کی تفصیل	704
دوسری فصل: پڑوسیوں کے حقوق	768
تیسری فصل: رشتہ داروں کے حقوق	777
چوتھی فصل: والدین اور اولاد کے حقوق	780
پانچویں فصل: غلاموں کے حقوق	789
گوشہ نشینی کے آداب	797
باب نمبر1: مختلف مذاہب کے اقوال اور ان کے دلائل کا بیان	798
پہلی فصل: گوشہ نشینی کی طرف مائل حضرات کے اقوال	799
دوسری فصل: میل جول کی طرف مائل حضرات کے دلائل اور ان کے ضعف کا بیان	803
تیسری فصل: گوشہ نشینی کی فضیلت کی طرف میلان رکھنے والوں کے دلائل	810
باب نمبر2: گوشہ نشینی کے فوائد وخامیوں کی روشنی میں حق سے پردہ اٹھانے کا بیان	816
پہلی فصل: گوشہ نشینی کے دینی ودنیوی فوائد	816
دوسری فصل: گوشہ نشینی کی آفات	855
تیسری فصل: گوشہ نشینی کی نیتیں اور آداب	881
آداب سفر کا بیان	885
باب نمبر1: سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک کے آداب، سفر کی نیت اور اس کے فوائد کا بیان	888
پہلی فصل: سفر کی فضیلت وفوائد اور نیت کا بیان	888
دوسری فصل: سفر پر روانگی سے لے کر واپسی تک کے 11 آداب	912
باب نمبر2: سفر کی رخصتوں، سمتِ قبلہ اور اوقات سے متعلق مسائل کا بیان	935
پہلی فصل: سفر کی رخصتوں کے علم کا بیان	937
دوسری فصل: سفر کے سبب نئی چیزوں کا اضافہ	956
سماع اور وجد کے آداب کا بیان	971
باب نمبر1: سماع کے بارے میں فقہائے کرام کے اَقوال اور قولِ راجح	973
پہلی فصل: سماع کے متعلق فقہا کی آراء	973
دوسری فصل: سماع کے جائز ہونے پر دلائل	980
تیسری فصل: قائلین حرمتِ سماع کے دلائل اور ان کے جوابات	1023
باب نمبر2: سماع کے متعلق روایات و آداب	1034
پہلا مقام: مسموع کو سمجھنا	1034
دوسرا مقام: وجد کرنا	1047
تیسرا مقام: آداب سماع اور آثارِ وجد	1080
اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْی عَنِ الْمُنْکَر کا بیان	1094
باب نمبر1: اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْی عَنِ الْمُنْکَر کا وجوب، اس کی فضیلت اور اسے ترک کرنے کی مذمت کا بیان	1096
باب نمبر2: اِحْتِساب کے اَرکان وشرائط کا بیان	1114
پہلا رکن: مُحْتَسِب	1114
دوسرا رکن: اس بات کے متعلق جس پر احتساب کیا جائے	1152
تیسرا رکن: اس کا تعلق مُحْتَسَب عَلَیْہ سے ہے	1162
چوتھا رکن: اِحْتِساب کے درجات و آداب	1167
مُحْتَسِب کے آداب	1180
باب نمبر3: مروّجہ برائیوں کا بیان	1188
پہلی فصل: مساجد میں پائی جانے والی برائیاں	1188

عنوان	صفحہ
دوسری فصل: بازاروں میں پائی جانے والی برائیاں	1198
تیسری فصل: راستوں میں پائی جانے والی برائیاں	1200
چوتھی فصل: حماموں میں پائی جانے والی برائیاں	1202
پانچویں فصل: ضیافت سے متعلقہ برائیاں	1203
چھٹی فصل: عام برائیاں	1209
باب نمبر4: اُمَرا اور سلاطین کو اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہی عَنِ الْمُنْکَر کرنا	1211
اُمَراوسلاطین کو وعظ ونصیحت کرنے سے متعلق 18 حکایات	1213
آدابِ مَعِیْشت اور اَخلاقِ نُبُوَّت کا بیان	1259
باب نمبر1: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بذریعۂ قرآنِ کریم ادب سکھانے کا بیان	1261
باب نمبر2: حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے جامع اخلاقِ حسنہ کا بیان	1268
باب نمبر3: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عُمُومی اَخلاق و آداب کا بیان	1277
باب نمبر4: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گفتگو اور مسکراہٹ کا بیان	1284
باب نمبر5: حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے کھانا تناوُل فرمانے کا بیان	1289
باب نمبر6: لباس کی سنتوں اور آداب کا بیان	1299
حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیرِ استعمال بعض چیزیں	1302
باب نمبر7: حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے عفوودرگزر کا بیان	1306
باب نمبر8: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ناپسندیدہ باتوں سے چشم پوشی کرنے کا بیان	1311
باب نمبر9: حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی جود وسخاوت کا بیان	1313
باب نمبر10: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شجاعت کا بیان	1316
باب نمبر11: حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی تواضع اور عاجزی کا بیان	1317
باب نمبر12: حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے حلیہ شریف کا بیان	1320
باب نمبر13: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جامع معجزات اور آپ کے سچے ہونے کی نشانیوں کا بیان	1327
حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علمِ غیب کا بیان	1333
فہرست حکایات	1344
متروکہ عربی عبارات	1346
تفصیلی فہرست	1347
ماخذ ومراجع	1384
اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کی کتب کا تعارف	1388
❁ ... ❁ ... ❁	❁ ❁

❁ ... ❁ ... ❁ ... ❁ ... ❁

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

"فیضانِ احیاء العلوم" کے 16 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی "16 نِیّتیں"

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۸۵/۶، الحدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول: (۱) بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

(۲) جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(۱) ہر بار حمد و صلوٰۃ اور تَعَوُّذ و تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے اس پر عمل ہو جائے گا)۔ (۲) رِضائے الٰہی کے لئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا۔ (۳) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا۔ (۴) قرآنی آیات اور اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا۔ (۵) جہاں جہاں "**اللہ**" کا نام پاک آئے گا وہاں **عَزَّوَجَلَّ** اور جہاں جہاں "**سرکار**" کا اِسْمِ مبارَک آئے گا وہاں **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** اور جہاں جہاں کسی صحابی یا بزرگ کا نام آئے گا وہاں **رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ** اور **رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ** پڑھوں گا۔ (۶) اس کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مؤلِّف کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ (۷) (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضرورت خاص خاص مقامات انڈر لائن کروں گا۔ (۸) (اپنے ذاتی نسخے کے) "یادداشت" والے صَفْحَہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۹) اولیا کی صفات کو اپناؤں گا۔ (۱۰) اپنی اصلاح کے لئے اس کتاب کے ذریعے علم حاصل کروں گا۔ (۱۱) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (۱۲) اس حدیثِ پاک "تَهَادَوْا تَحَابُّوْا" ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ۴۰۷/۲، الحدیث: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔ (۱۳) اس کتاب کے مطالَعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا۔ (۱۴) **اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش** کے لئے روزانہ فکرِ مدینہ کرتے ہوئے **مَدَنی انعامات** کا رسالہ پُر کیا کروں گا اور ہر مدنی (اسلامی) ماہ کی 10 تاریخ تک اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروا دیا کروں گا اور (۱۵) عاشقانِ رسول کے **مَدَنی قافلوں** میں سفر کیا کروں گا۔ (۱۶) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرْف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

المدينة العلميه

از: شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال **محمد الیاس عطّار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبلیغ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ'' بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلما و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللہُ السَّلَام پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(١) شعبۂ کتبِ اعلیٰحضرت (٢) شعبۂ تراجم کتب (٣) شعبۂ درسی کُتُب

(٤) شعبۂ اصلاحی کتب (٥) شعبۂ تفتیش کتب (٦) شعبۂ تخریج

''اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ **''دعوتِ اسلامی''** کی تمام مجالس بَشُمُول ''اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ١٤٢٥ھ

پہلے اِسے پڑھ لیجئے!

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل واِحسان سے ہمارا پیارا دِینِ اِسلام ہے۔ یہ دینِ فطرت اپنی وُسعتوں اور حکمتوں کے لحاظ سے عالمگیر مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کی ہر سطح، ہر وقت اور ہر مقام پر راہ نمائی کرتا ہے۔ اِسلام نے دِین و دُنیا دونوں کے اَحکامات بیان فرمائے ہیں۔ یہ ایک طرف فرد کی اِصلاح پر زور دیتے ہوئے **مسجد بھرو تحریک** پر اُبھارتا ہے تو دوسری طرف معاشرے کی اصلاح کا سامان کرتے ہوئے لوگوں کے ساتھ میل جول اور اُن کے ساتھ مُعاملات کی دُرُستی کا حکم دیتا ہے۔ گویا کہ ہمارے پیارے دِین نے ہمیں یہ مقصد دیا ہے کہ **مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔**

پانچویں اور چھٹی صدی کی عظیم علمی ورُوحانی شخصیت حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے اپنی کُتُب میں مقاصدِ شریعت کو اُجاگر کرتے ہوئے اسلام کے روحانی پہلو کو ترجیح دی اور شریعت کی واقعی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ آپ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ایک "مسلمان" مسجد میں ہو یا بازار میں، سفر میں ہو یا حضر میں، خلوت میں ہو یا جلوت میں ہمہ وقت اسے درست روحانی غذا کی ضرورت ہے، یہی اس کی ترقی ومعراج کی ضامن ہے اور اسی سے دنیا وآخرت کی کامیابیاں وابستہ ہیں۔ اس دعویٰ پر جہاں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی دیگر کتب دلالت کرتی ہیں وہاں "اِحْیَاءُ الْعُلُوْم" کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! **دعوتِ اسلامی** کے تحقیقی واِشاعتی ادارے "اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ" کے حصے میں یہ سعادت آئی کہ اس نے "اِحْیَاءُ الْعُلُوْم" کی پہلی جلد کا آسان اور عام فَہم ترجمہ کیا، جس کی امتیازی خُصُوصِیات میں تفصیلی وضِمنی فہرستیں، کم وبیش 2300 حوالہ جات، مفید وضروری حواشی، کمپیوٹر کمپوزنگ، مستقِل وذیلی عُنوانات، دارُالافتا اہلسنت سے شرعی تفتیش اور حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کا تفصیلی تعارف وغیرہ شامل ہیں۔ ربیعُ الثّانی ۱۴۳۳ھ بمطابق فروری 2012ء میں پہلی جلد کا ترجمہ جوں ہی طبع ہوا عوام وخواص نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ قلیل عرصے میں اس کے دو ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ پیشِ نظر کتاب "اِحْیَاءُ الْعُلُوْم" کی دوسری جلد کا ترجمہ ہے۔ اس جلد کا اکثر حصہ لوگوں کے ساتھ معاملات، معاشرتی اُمُور اور ان کے بارے میں دینی تعلیمات

کی حکمتوں پر مشتمل ہے۔ یہ جلد درج ذیل 10 ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) آدابِ طعام کا بیان (۲) نکاح کا بیان (۳) روزگار کے احکام کا بیان (۴) حلال وحرام کا بیان (۵) آدابِ صحبت کا بیان (۶) گوشہ نشینی کا بیان (۷) آدابِ سفر کا بیان (۸) وَجد و سماع کا بیان (۹) اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کا بیان (۱۰) آدابِ زندگی کا بیان۔

اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیَه سے کسی بھی عربی کتاب کا ترجمہ کم و بیش 16 مراحل سے گزر کر آپ تک پہنچتا ہے، جن میں ترجمہ، تقابل، نظر ثانی، تقابل آیات و ترجمہ، فارمیٹنگ، پروف ریڈنگ، تخریج، تفتیشِ تخریج، مفید و ناگزیر حواشی، آیاتِ قرآنیہ کی پیسٹنگ، شرعی تفتیش، مشکل الفاظ کی تسہیل و اعراب اور فائنل پروف ریڈنگ وغیرہ ایسے کٹھن اور جاں سوز مراحل شامل ہیں، پیش نظر ترجمہ کو آپ تک پہنچانے کے لئے شعبہ تراجم کتب (عربی سے اُردو) اور "اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیَه" کے جن مَدَنی عُلَمائے کرام نے مذکورہ مراحل طے کرنے کے لئے مسلسل کوششیں اور کاوشیں کی ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ابو واصِف محمد آصف اقبال عطاری اَلمدنی، ابو محمد محمد عمران الٰہی عطاری اَلمدنی، محمد گل فراز عطاری اَلمدنی، ابوالقیس محمد اُویس عطاری اَلمدنی، محمد امجد خان عطاری اَلمدنی، فاروق احمد عطاری اَلمدنی، ابووہاب محمد آفتاب عطاری اَلمدنی، ابو عمیر محمد شہباز عطاری المدنی سَلَّمَهُمُ الْغَنِی۔ نیز اس کتاب کی شرعی تفتیش دارُ الافتا سے متعلق مَدَنی عالم محمد کفیل عطاری المدنی زِیْدَ عِلْمُهُ نے فرمائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس کتاب کو پڑھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسرے اسلامی بھائیوں بالخصوص مفتیانِ عظام اور علمائے کرام کی خدمتوں میں تحفۃً پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور **ہمیں اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنے کے لئے مَدَنی انعامات پر عمل اور مَدَنی قافلوں** میں سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی تمام مجالس بشمول مجلس "اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیَه" کو دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجم کتب (مَجلِس اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیَه)

آداب طعام کا بیان[1]

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے کائنات کی بہترین تدبیر فرمائی، زمین وآسمان کو پیدا فرمایا، بادلوں سے میٹھا پانی نازل فرما کر اس سے کھانا اور سبزہ اگایا، رزق وغذا کو مقدَّر فرمایا، غذا کے ذریعے حیوانات کے اجسام کی حفاظت فرمائی اور رزقِ حلال کے ذریعے نیکی اور بھلائی کے کاموں پر اعانت فرمائی اور روشن معجزات والے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ہر لمحہ بار بار درود اور خوب سلام ہو۔

عقل مندوں کا مقصدِ حقیقی جنت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات (اور اس کا دیدار) ہے اور اس سے ملاقات کے لئے علم وعمل کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں اور علم وعمل پر استقامت بدن کی سلامتی کے ساتھ ہی ممکن ہے اور جسم کی سلامتی مختلف اوقات میں بقدرِ ضرورت کھانے پر موقوف ہے، اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا: ''اِنَّ الْاَکْلَ مِنَ الدِّیْن یعنی کھانا دین سے ہے۔'' اسی کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اشارہ فرمایا: كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ (پ۱۸، المؤمنون: ۵۱، ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔) پس جو علم وعمل اور تقویٰ پر قوت حاصل کرنے کے لئے کھانا چاہے تو اسے چاہئے کہ اپنے نفس کو چراگاہ میں چرنے والے جانوروں کی طرح یونہی کھلا نہ چھوڑ دے کہ کھانے میں بالکل بے تکلف ہو جائے۔ چونکہ کھانا دین کے قیام کا ذریعہ ووسیلہ ہے تو چاہئے کہ اس پر دین کے انوار ظاہر ہوں اور اس کے انوار وہ آداب واحکام ہیں جن پر بندے کو عمل کا پابند بنایا جاتا ہے اور متقی وپرہیزگار ہی پابندی سے ان پر عمل کرتا ہے۔ پس جب خواہش کے وقت کھانے یا نہ کھانے کو شریعت کے ترازو میں تولا جاتا ہے تو اس کے سبب کھانے کا بوجھ کم ہو جاتا اور اجر وثواب کی صورت بن جاتی ہے اگرچہ اس میں نفس کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔

---

[1]... کھانے کی سنتیں اور آداب سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل شیخ طریقت، امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف فیضانِ سُنَّت جلد اوّل کے باب آدابِ طعام کا مطالعہ کیجئے!

گھر والوں کو کھلانے پر اجر:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ الرَّجُلَ لَیُؤْجَرُحَتّٰی فِی اللُّقْمَۃِ یَرْفَعُھَا اِلٰی فِیْہِ وَاِلٰی فِی امْرَاَتِہٖ یعنی بندے کو اس لقمے پر بھی اجر ملتا ہے جو وہ خود کھاتا یا اپنی زوجہ کو کھلاتا ہے۔''[1]

اس پر اجر و ثواب کا استحقاق اسی صورت میں ہو گا کہ شرعی حدود اور سنن و آداب کی رعایت کرتے ہوئے کھانا کھایا جائے، لہٰذا ہم کھانے کے متعلق دین کے اَحکام یعنی کھانے کے فرائض، سنتیں، آداب، صفات اور اس کا طریقہ چار ابواب اور ایک فصل میں بیان کریں گے:

(۱)...تنہا کھانے کے آداب (۲)...مل کر کھانے کے آداب (۳)...ملاقات کے لئے آئے ہوئے اسلامی بھائیوں کو کھانا کھلانے کے آداب (۴)...ضیافت و مہمان نوازی وغیرہ کے آداب۔

باب نمبر1: تنہا کھانے کے آداب

تنہا کھانے والے کو تین امور پیش نظر رکھنے چاہئیں: (۱)...کھانے سے پہلے کے آداب (۲)...کھاتے وقت کے آداب (۳)...کھانے کے بعد کے آداب۔

﴿1﴾... کھانے سے پہلے کے سات آداب:

(1)...کھانا حلال ہو، کمانے کا طریقہ بھی جائز ہو: سنت اور تقویٰ و پرہیز گاری کے مطابق کمایا گیا ہو نہ کہ ناجائز طریقے سے، نیز خواہشِ نفس کی وجہ سے بھی نہ کمایا گیا ہو اور نہ ہی مُدَاھَنَت فِی الدِّیْن[2] مقصود ہو جیسا کہ ''حلال و حرام کے بیان'' میں آئے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ''طیِّب'' یعنی حلال کھانے کا حکم دیا اور حرام کھانے کی ممانعت کو قتل کی ممانعت پر اس لئے مقدَّم کیا تاکہ حرام کھانے سے بچنے کی اہمیت اور رزقِ حلال کی عظمت ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ، ارشادِ

1...صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث البنات، ۳۱۶/۴، الحدیث: ۶۷۳۳

2...''مُدَاھَنَت'' سے مراد یہ ہے کہ کسی برائی کو دُور کرنے پر قادر ہونے کے باوجود اسے دُور نہ کرنا، نیز اس کی وجہ سے دینی معاملات میں سستی اور برائی کا ارتکاب کرنے والے کی حفاظت ہو۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۵۴/۷)

باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا(۲۹) (پ۵، النسآء: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

کھانے میں اصل حلت (یعنی حلال ہونا) ہے اور یہ بات فرائض واصولِ دین میں سے ہے۔

کھانے کا وضو محتاجی دور کرتا ہے:

(2)...ہاتھ دھونا: حضور نبیِّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ یَنْفِی الْفَقْرَ وَ بَعْدَهٗ یَنْفِی اللَّمَم یعنی کھانے سے پہلے وُضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا) فقر کو دور کرتا اور بعد میں دھونا دیوانگی (یعنی پاگل پن) کو دور کرتا ہے۔“[1]

ایک روایت میں ہے: ”یَنْفِی الْفَقْرَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهٗ یعنی کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا) محتاجی کو دُور کرتا ہے۔“[2]

چونکہ کام کاج کی وجہ سے عموماً ہاتھ میلے ہو جاتے ہیں، لہٰذا کھانے سے پہلے انہیں دھو لینے میں صفائی ستھرائی زیادہ ہے، نیز دینی امور پر مدد حاصل کرنے کی نیت سے کھانا عبادت ہے تو مناسب ہے کہ اس سے پہلے وہ کام کیا جائے جو نماز سے پہلے کیا جاتا (یعنی وضو وغیرہ کر کے طہارت حاصل کرنا) ہے۔

(3)...کھانا زمین پر بچھے دستر خوان پر رکھ کر کھایا جائے: یہ طریقہ میز پر کھانے کی بنسبت سنت سے زیادہ قریب ہے کہ جب کھانا حاضر کیا جاتا تو پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے زمین پر رکھتے[3]

---

1 ...مسند الشھاب، باب الوضوء قبل الطعام... الخ، ۱/۲۰۵، الحدیث: ۳۱۰

2 ...المعجم الاوسط، ۵/۲۳۱، الحدیث: ۷۱۶۶

3 ...الزھد للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲، ص۲۸

کہ یہ عاجزی و انکساری کے زیادہ قریب ہے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ایسے دستر خوان پر کھائے جسے سُفرہ کہا جاتا ہے کہ اس سے سفر کا تصور قائم ہو گا اور سفر کے تصوُّر سے سفر آخرت کی فکر اور اس کے لئے زادِ راہ (یعنی تقویٰ و پرہیز گاری اور اعمالِ صالحہ) ذخیرہ کرنے کا ذہن بنے گا۔

ٹیبل کرسی پر کھانا سنت نہیں:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خوان پر کھانا کھایا نہ ہی چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں۔"[1] پوچھا گیا: "آپ حضرات کس چیز پر کھاتے تھے؟" فرمایا: "(زمین پر بچھے) دستر خوان پر[2]۔"

سب سے پہلی بدعتیں:

منقول ہے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلے چار بدعتیں ظاہر ہوئیں: (۱)...چھلنی (۲)...اُشنان (ایک قسم کی بوٹی جو صابن کی مثل صفائی کا کام دیتی ہے) (۳)...اونچے دستر خوان (یعنی ٹیبل

---

[1]...صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ۳/۵۳۲، الحدیث: ۵۴۱۵

[2]...دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت جلد سوم، صفحہ 369 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ مبارکہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: خوان تپائی کی طرح اونچی چیز ہوتی ہے، جس پر امراء کے یہاں کھانا چنا جاتا ہے تاکہ کھاتے وقت جھکنا نہ پڑے، اس پر کھانا کھانا متکبرین کا طریقہ تھا۔ جس طرح بعض لوگ اس زمانہ میں میز پر کھاتے ہیں، چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کھانا کھانا بھی امراء کا طریقہ ہے کہ ان کے یہاں مختلف قسم کے کھانے ہوتے ہیں، چھوٹے چھوٹے برتنوں میں رکھے جاتے ہیں۔

نیز مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 13 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: دستر خوان کپڑے کا، چمڑے کا اور کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا۔ ان تینوں قسم کے دستر خوانوں پر کھانا حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے کھایا ہے، دستر خوان بھی نیچے زمین پر بچھتا تھا، اور خود سرکار (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) بھی زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے، صحابہ کرام (رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِین) کے ساتھ کھانا ملاحظہ فرماتے تھے، یہاں (صاحب) مرقاۃ نے فرمایا کہ میز پر کھانا بدعت جائزہ ہے، اور دستر خوان پر کھانا سنت ہے۔

وغیرہ)اور(۴)...پیٹ بھر کر کھانا۔

❀...**تنبیہ:** یاد رہے! دستر خوان پر کھانا کھانا اگرچہ اَولیٰ ہے مگر ٹیبل، کرسی پر کھانا ناجائز یا مکروہ نہیں۔

یہ جو کہا گیا ہے کہ چار چیزیں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد پیدا ہوئیں تو اس سے ان کا ممنوع ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ ''وہ بدعت (نیا کام) منع ہے جو ثابت شدہ سُنَّت کے خلاف اور شریعت کے کسی کام کو ختم کرنے والا ہو جبکہ اس کا سبب باقی ہو۔'' بعض اوقات جب اَسباب بدل جائیں تو نیا کام شروع کرنا واجب ہوتا ہے اور میز پر کھانا صرف اس لئے رکھا جاتا ہے کہ کھانا اونچا ہو جائے تاکہ کھانے میں آسانی رہے اور اس طرح کے کاموں میں کراہیت نہیں ہوتی۔

مذکورہ اشیاء کا استعمال:

مذکورہ اشیاء جنہیں بدعت کہا گیا ہے سب ایک سی نہیں بلکہ اُشنان کا استعمال اچھا ہے کیونکہ صفائی کے لئے دھونا مستحب ہے اور اشنان سے صفائی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ رہا یہ کہ اس وقت اشنان استعمال نہ کیا جاتا تھا تو اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں: ❀...اس زمانہ میں اس کی عادت نہ تھی ❀...یا مُیَسَّر نہ تھا ❀...یا وہ ایسے کاموں میں مشغول تھے جو صفائی میں مبالغہ سے زیادہ اہم تھے اسی لئے وہ حضرات ہاتھ تلووں سے صاف کرلیا کرتے تھے اور ان کا ایسا کرنا دھونے کے مستحب ہونے کو مانع نہیں۔

آٹا چھان کر پکانے سے کھانے کو اچھا کرنا مقصود ہے اور یہ مباح ہے جب تک زیادہ عیش وعشرت کی طرف نہ جایا جائے۔ ٹیبل پر کھانا بھی مباح ہے جبکہ غُرور وتکبُّر سے نہ ہو اور پیٹ بھر کر کھانا یہ ان میں سب سے سخت ہے کیونکہ یہ خواہشات میں ہیجان اور دوا کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ پس غور وفکر کرنے والا ان میں فرق کو جان لے گا۔

کھانا کھاتے وقت بیٹھنے کا سُنَّت طریقہ:

(4)...**دستر خوان پر شروع سے آخر تک اچھے انداز پر بیٹھنا:** مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّم کبھی گھٹنوں کے بل بیٹھتے، کبھی پاؤں کے بل، کبھی دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھتے[1] اور فرماتے: لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ وَاَشْرَبُ کَمَا یَشْرَبُ الْعَبْدُ یعنی میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا[2]، میں بندہ ہوں، اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح پیتا ہوں جس طرح بندہ پیتا ہے۔[3]

ٹیک لگا کر کھانے پینے کا حکم:

لیٹ کر اور ٹیک لگا کر کھانا پینا مکروہ ہے اور معدہ کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔ البتہ چند دانے کھانے میں حرج نہیں۔ منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے چت لیٹے ڈھال پر رکھ کر کیک کھایا اور ایک قول ہے کہ پیٹ کے بل لیٹ کر کھایا اور اہلِ عرب ایسا کرتے تھے۔

کھانا کھانے کی نیت:

(5)... کھانا عبادت پر قوت حاصل کرنے کی نیت سے کھایا جائے: تاکہ کھانا بھی عبادت ہو محض لذت مقصود نہ ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن شیبان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: ''میں نے 80 برس سے کوئی بھی چیز فقط لذتِ نفس کی خاطر نہیں کھائی۔''

کم کھانے کی نیت بھی ہو کہ عبادت پر قوت حاصل کرنے کی نیت جبھی سچی ہو گی کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے سے عبادت میں الٹا رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، نیز اس سے قوت نہیں ملتی۔ پس نیت کا تقاضا یہ ہے کہ خواہشات کو ختم کیا جائے اور کم پر قناعت کو ترجیح دی جائے۔

1... سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الاکل متکئا، ۴/۱۱، الحدیث: ۳۲۶۳
صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب تواضع الاکل وصفة قعوده، الحدیث: ۲۰۴۴، ص ۱۱۳۰

2... صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب الاکل متکئا، ۳/۵۲۸، الحدیث: ۵۳۹۸

3... الزهد للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲، ص ۲۸

کھانا کتنا کھانا چاہئے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ صحت نشان ہے: ”آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرتا، انسان کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی (۱/۳) کھانے کے لئے، تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے ہو۔“[1]

نیت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ بغیر بھوک کے کھانا شروع نہ کیا جائے، بھوک لگی ہو تبھی کھایا جائے اور ابھی بھوک باقی ہو تو ہاتھ روک لیا جائے کہ اس سے کبھی طبیب کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کم کھانے کے فوائد اور بتدریج کھانے میں کمی کی کیفیت کا بیان اسی کتاب میں ”**کھانے کی خواہش توڑنے کے بیان**“ میں آئے گا[2]۔

(6)... قناعت پسندی اختیار کی جائے: یعنی جو چیز موجود ہو اسی پر قناعت کی جائے لذیذ اور زیادہ کی خواہش نہ ہو۔ روٹی کی تعظیم اسی میں ہے کہ سالن کا انتظار نہ کیا جائے، نیز اس کی عزت و تعظیم کا ہی حکم ہے[3]، بلکہ ہر وہ چیز جو عبادت پر قوت دے وہ سب سے بہتر ہے، لہٰذا اس کی بے حرمتی مناسب نہیں حتی کہ اگر نماز کے وقت میں کھانا آجائے اور وقت میں وسعت ہو تو پہلے کھانا کھایا جائے۔

نماز اور کھانا دونوں جمع ہو جائیں تو کیا کریں؟

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب رات کا کھانا اور نمازِ عشا دونوں جمع ہوں تو پہلے کھانا کھالو۔“[4] [5]

1... السنن الکبری للنسائی، کتاب آداب الاکل، باب ذکر القدر یستحب۔۔۔ الخ، ۴/۱۷۷، الحدیث: ۶۷۶۹

2... کم کھانے کے فوائد اور زیادہ کھانے کے نقصانات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل شیخ طریقت، امیر اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطار** قادری رضوی مَدَّظِلُّہُ الْعَالِی کی مایہ ناز تصنیف **فیضانِ سُنَّت جلد اوّل** کے باب **پیٹ کا قفلِ مدینہ** کا مطالعہ کیجئے!

3... سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب النهی عن القاء الطعام، ۴/۴۹، الحدیث: ۳۳۵۳

المعجم الکبیر، ۲۲/۳۳۵، الحدیث: ۸۴۰

4... صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب کراهة الصلاة بحضرة۔۔۔ الخ، الحدیث: ۵۵۷، ص ۲۸۰

5... **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب ...بقیہ اگلے صفحہ پر...

حضرتِ سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بعض اوقات رات کے کھانے کے دوران امام کی قراءَت سنتے لیکن کھانا چھوڑ کے نماز کے لئے تشریف نہ لے جاتے۔ البتہ اگر نفس کو کھانے کی خواہش نہ ہو اور کھانے میں تاخیر کرنے میں حرج بھی نہ ہو تو پہلے نماز پڑھنا بہتر ہے اور اگر کھانا حاضر ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے اور وقت میں وسعت بھی ہو اور کھانا ٹھنڈا ہو جانے کا خطرہ یا کوئی اور تشویش ہو تو پہلے کھانا کھالیا جائے خواہ بھوک زیادہ ہو یا کم کیونکہ حدیثِ پاک عام (یعنی بھوک زیادہ ہونے کی قید کے بغیر) ہے نیز عموماً ایسا ہوتا ہے کہ اگر کھانا تیار ہو تو توجہ اسی جانب مبذول رہتی ہے (اس لئے پہلے کھانا کھالیا جائے تاکہ نماز میں خشوع و خضوع حاصل رہے)۔

(7)... کھانا مل کر کھایا جائے: کوشش کرنی چاہئے کہ کھانے پر زیادہ ہاتھ پڑیں یعنی مل کر کھائے اگرچہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ کھائے۔

مل کر کھانے کی فضیلت پر مشتمل تین روایات:

﴿1﴾... اِجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ یُبَارَکْ لَکُمْ فِیْہِ یعنی مل کر کھایا کرو کہ کھانے میں برکت ہوگی۔[1]

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَا یَاْکُلُ وَحْدَہٗ یعنی رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تنہا نہ کھاتے تھے۔[2]

﴿3﴾... خَیْرُ الطَّعَامِ مَا کَثُرَتْ عَلَیْہِ الْاَیْدِیْ یعنی بہترین کھانا وہ ہے جس پر کئی ہاتھ پڑیں (یعنی جو مل کر کھایا جائے)۔[3]

...**بہارِ شریعت جلد اوّل صفحہ 457** پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد امجد علی اعظمی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: جس بات سے (نمازی کا) دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو اسے بے دفع کئے ہر نماز مکروہ ہے مثلاً پاخانے یا پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو مگر جب وقت جاتا ہو تو پڑھ لے پھر پھیرے۔ یوں ہیں کھانا سامنے آگیا اور اس کی خواہش ہو غرض کوئی ایسا امر درپیش ہو جس سے دل بٹے خشوع میں فرق آئے ان وقتوں میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

1 ...سنن ابی داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی الاجتماع علی الطعام، ۳/۴۸۶، الحدیث: ۳۷۶۴

2 ...مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی اطعام الطعام... الخ، ۱/۳۳۱، الحدیث: ۳۱۷

3 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند جابر بن عبد اللہ، ۲/۲۸۸، الحدیث: ۲۰۴۱

﴿2﴾... کھاتے وقت کے آداب:

کھانے والا ابتدا میں بِسْمِ الله اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰه پڑھے، ❀... ہر لقمے کے ساتھ بِسْمِ الله کہنا اچھا ہے تاکہ کھانے کی حرص ذِکْرُ الله سے غافل نہ کرے، ❀... پہلے لقمہ کے ساتھ بِسْمِ الله، ❀... دوسرے کے ساتھ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰن ❀... اور تیسرے لقمہ کے ساتھ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھے، ❀... بِسْمِ الله بلند آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے، ❀... دائیں ہاتھ سے کھائے، ❀... اوّل و آخر نمک (یا نمکین چیز) کھائے، ❀... چھوٹے چھوٹے لقمے لے اور اچھی طرح چبا کر کھائے، ❀... جب تک پہلا لقمہ نگل نہ لے تب تک دوسرے لقمے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے کیونکہ کھانے میں جلد بازی حرص کی علامت ہے، ❀... کھانے میں عیب نہ نکالے کہ مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانے میں عیب نہ نکالتے اگر پسند ہوتا تو کھالیتے ورنہ ہاتھ روک لیتے۔[1]

❀... اپنے سامنے سے کھائے، البتہ اگر (مختلف قسم کے) پھل ہوں تو اِدھر اُدھر ہاتھ بڑھانے میں حرج نہیں۔ چنانچہ، مروی ہے کہ رسولوں کے سالار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کُلْ مِمَّا یَلِیْكَ یعنی اپنے آگے سے کھاؤ۔"[2] پھر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دَستِ پُر انوار پھلوں پر گھومنے لگا (یعنی مختلف اطراف سے پھل کھانے لگے) اس کے متعلق عرض کی گئی تو ارشاد فرمایا: "لَیْسَ هُوَ نَوْعًا وَاحِدًا یعنی یہ ایک قسم کا کھانا نہیں۔"[3]

❀... پیالے میں کھانے کی بلند سطح اور درمیان سے نہ کھائے، ❀... کنارے علیحدہ کر کے روٹی درمیان سے نہ کھائے بلکہ کناروں سمیت کھائے، ❀... کھانے والے زیادہ ہوں اور روٹی کم ہو تو روٹی کے ٹکڑے کر لئے جائیں تاکہ کھانے میں آسانی رہے، ❀... روٹی اور پکے ہوئے گوشت کو چھری سے نہ کاٹے[4] کہ اس

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما عاب النبی طعاما، ۳/۵۳۱، الحدیث: ۵۴۰۹

2 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب التسمیة علی الطعام... الخ، ۳/۵۲۱، الحدیث: ۵۳۷۶

3 ...سنن الترمذی، کتاب الاطعمه، باب ما جاء فی التسمیة، ۳/۳۳۵، الحدیث: ۱۸۵۵

4 ...المعجم الکبیر، ۲۳/۲۸۵، الحدیث: ۶۲۴

سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ، سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔“[1]

❀…پیالہ یا کوئی اور چیز روٹی پر نہ رکھے، البتہ! جس چیز کے ساتھ کھا رہا ہو اسے روٹی پر رکھ سکتا ہے (جیسے اچار وغیرہ) کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَکْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّ اللہَ تَعَالٰی اَنْزَلَہٗ مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَاءِ یعنی روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔“[2]

❀…ہاتھ روٹی سے نہ پونچھے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اُٹھا لے اور اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو صاف کرے (اور کھالے)، اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑ دے اور جب تک اُنگلیاں چاٹ نہ لے کپڑے وغیرہ سے صاف نہ کرے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔“[3]

❀…کھانا گرم ہو تو ٹھنڈا کرنے کے لئے پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے[4] بلکہ کھانے کے قابل ہو جانے کا انتظار کرے، ❀…کھجوریں وغیرہ کھائے تو طاق عدد میں کھائے: مثلاً سات یا گیارہ یا اکیس یا جتنی مُیَسَّر ہوں (لیکن ہوں طاق)، ❀…کھجوریں اور گٹھلیاں ایک ہی برتن میں نہ رکھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ میں جمع کرے بلکہ الٹے ہاتھ میں لے کر پھینک دے۔ یہی طریقہ ہر اس چیز کا ہے جس کا بیج یا رَدّی حصہ بچ جائے، ❀…جس چیز کے کھانے کو اچھا نہ سمجھے اسے پیالے میں ہی نہ رہنے دے بلکہ رَدّی حصے کے ساتھ رکھے تاکہ غلطی سے کوئی دوسرا نہ کھالے۔

---

1 …السنن الکبری للنسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی محمد بن ابی یعقوب... الخ، ۲/۹۶، الحدیث: ۲۵۵۱

2 …نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل التاسع والتسعون والمائۃ، ۲/۷۴۸، الحدیث: ۱۰۱۹

3 …صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع... الخ، الحدیث: ۲۰۳۳، ص ۱۱۲۳

4 …المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/۶۶۲، الحدیث: ۲۸۱۸

پانی پینے کے آداب:

کھانے کے دوران زیادہ پانی نہ پئے، ہاں! اگر لقمہ اٹک جائے یا واقعی پیاس ہو تو پی لے۔ منقول ہے کہ یہ طب کا پسندیدہ طریقہ ہے اور اس سے معدہ کو تقویت ملتی ہے، ❀...بِسْمِ اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے پئے۔

جگر کی بیماری سے حفاظت:

پانی چوس کر پئے، ❀...بڑے بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "پانی سانس لے کر پیو، ایک سانس میں نہ پیو کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔"[1]

❀... کھڑے کھڑے اور لیٹ کر نہ پئے کہ حدیثِ مبارکہ میں اس سے منع کیا گیا ہے۔[2] اور جس حدیثِ پاک میں یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا تو وہ عذر پر محمول ہے۔ ❀...ایسے برتن میں پانی پئے جس کے نچلے حصے میں کوئی سوراخ وغیرہ نہ ہو تاکہ پانی کے قطرے نہ ٹپکیں، ❀...پینے سے پہلے پانی کو اچھی طرح دیکھ لے، ❀...گلاس ہی میں ڈکار یا سانس نہ لے بلکہ پانی کا برتن منہ سے ہٹا کر حمدِ الٰہی بجالائے اور پھر بِسْمِ اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے۔

پانی پینے کے بعد کی دُعا:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پانی نوش فرمانے کے بعد یہ دعا پڑھتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا یعنی تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے (یعنی پانی کو) میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہماری خطاؤں کے سبب اسے کھاری اور کڑوا نہیں بنایا۔"[3]

1...السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصداق، باب الشرب بثلاثۃ انفاس، ۷/ ۴۶۴، الحدیث: ۱۴۶۵۹

2...صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھیۃ الشرب قائمًا، الحدیث: ۲۰۲۴، ص۱۱۱۹

3...کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول عند الفراغ من الطعام والشراب، الحدیث: ۸۹۹، ص۲۸۰

دائیں ہاتھ والے کو مُقَدَّم کیا جائے:

جب پانی یا کوئی بھی مشروب دوسروں کو پلایا جائے تو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ ایک بار حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دودھ نوش فرمایا، حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بائیں جانب تشریف فرما تھے جبکہ دائیں جانب ایک اَعرابی بیٹھے تھے، حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی حاضر خدمت تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ابو بکر کو عطا فرمایئے۔'' لیکن اِمامُ الْعادِلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَعرابی کو عطا فرما کر ارشاد فرمایا: ''اَلْاَیْمَنُ فَالْاَیْمَن یعنی پہلے دائیں کا حق ہے پھر اس کا دایاں۔''[1]

❀...پانی تین سانس میں پیے[2]، ❀...ہر سانس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد بجالائے[3] ❀...اور ابتدا میں بِسْمِ اللہ شریف پڑھے۔[4] ❀...پہلی بار سانس لے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، ❀...دوسری بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ❀... اور تیسری بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کہے۔

(3)... کھانا کھانے کے بعد کے آداب:

کھانے والے کو چاہیے کہ ابھی کچھ بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لے۔ اُنگلیاں چاٹ لے پھر رومال سے صاف کرے پھر دھو لے، ❀...اگر دستر خوان پر روٹی کے ٹکڑے وغیرہ گرے ہوں تو چُن کر کھا لے۔

1...صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن... الخ، الحدیث: ۲۰۲۹، ص ۱۱۲۰
مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الاشربۃ، باب من کان اذا شرب ماءبدأ بالایمن، ۵/ ۵۲۴، الحدیث: ۳

2...صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھیۃ التنفس فی نفس الاناء... الخ، الحدیث: ۲۰۲۸، ص ۱۱۲۰
صحیح البخاری، کتاب المساقات، باب فی الشرب ومن رای... الخ، ۲/ ۹۵، الحدیث: ۲۳۵۲

3...المعجم الاوسط، ۱/ ۲۴۵، الحدیث: ۸۴۰

4...المعجم الاوسط، ۵/ ۱۹، الحدیث: ۶۴۵۲

رزق میں وسعت کا نسخہ:

سیِّدُ الْمُتَوَكِّلِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان مشکبار ہے: ''مَنْ اَكَلَ مَا يَسْقُطُ مِنَ الْمَائِدَةِ عَاشَ فِيْ سِعَةٍ وَّعُوْفِيَ فِيْ وُلْدِهٖ یعنی جو شخص دستر خوان سے کھانے کے گرے ہوئے ٹکڑوں کو اٹھا کر کھائے فراخی کی زندگی گزارتا ہے اور اس کی اولاد میں عافیت رہتی ہے۔''[1]

❀... کھانے کے بعد خِلال کرے، ❀... خلال کے ذریعے دانتوں سے جو کچھ نکلے اسے نہ نگلے اور زبان کی حرکت سے دانتوں کی جڑوں سے جو کچھ نکلے اسے نگل لے، ❀... خلال سے جو کچھ نکلے اسے پھینک دے، ❀... خلال کے بعد کلی کرے کہ اس کے متعلق اہلِ بیت عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے روایت منقول ہے، ❀... برتن چاٹ لے اور دھو کر اس کا پانی پی لے[2]۔ منقول ہے کہ ''جو کھانے کا برتن چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور گرے ہوئے لقمے اُٹھانا حوروں کا مہر ہے۔''

جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے کھلایا اس پر دل سے شکر ادا کرے اور کھانے کو نعمت جانے۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ (پ۲، البقرۃ: ۱۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو۔

---

[1] ...عیون الاخبار لابن قتیبۃ الدینوری، کتاب الطعام، آداب الاکل والطعام، ۳/۲۴۳
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۱۵

[2] ...دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب فیضانِ سُنَّت جلد اوّل صفحہ 278 پر شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ برتن دھو کر پینے کے طبی فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ کوئی سُنَّت خالی از حکمت نہیں۔ جدید سائنس بھی اب اعتراف کرتی ہے کہ حَیاتیات یعنی وٹامنز خُصُوصاً ''وٹامن بی کمپلیکس'' کھانے کے اُوپری حصّے میں کم اور برتن کے پیندے میں زیادہ ہوتے ہیں نیز غذا میں موجود معدنی نمکیات صِرف پیندے میں ہوتے ہیں جو کہ برتن کو چاٹنے یا دھو کر پی لینے سے کئی اَمراض کے اِنْسداد (اِن۔سِ۔داد) یعنی روک تھام کا باعث بنتے ہیں۔

حلال غذا کھانے کے بعد کی دعا:

جب ایسا کھانا کھائے جو یقینی طور پر حلال ہو تو یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ، اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْنَا طَيِّبًا وَّاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا یعنی تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکات نازل ہوتی ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں رزقِ حلال عطا فرما اور نیک کام کی توفیق دے۔[1]

مشتبہ چیز کھانے کے بعد یہ پڑھے:

اگر ایسا کھانا کھائے جس میں شبہ ہو تو یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً لَّنَا عَلٰی مَعْصِيَتِكَ یعنی ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لئے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس (کھانے) کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔[2]

کھانے کے بعد سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش پڑھے۔

کسی کے ہاں کھائے تو یہ پڑھے:

جب تک دستر خوان نہ اٹھالیا جائے تب تک نہ اٹھے[3]۔ اگر کسی کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ خَيْرَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا رَزَقْتَهٗ وَيَسِّرْ لَهٗ اَنْ يَّفْعَلَ فِيْهِ خَيْرًا وَّقَنِّعْهُ بِمَا اَعْطَيْتَهٗ وَاجْعَلْنَا وَاِيَّاهُ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کی خیر کو زیادہ کر اور اسے عطا کردہ رزق میں برکت دے اور اس کے لئے نیکی کرنا آسان فرما اور اسے عطا کردہ پر قناعت کی توفیق دے اور ہمیں اور اسے شکر کرنے والوں میں سے بنا۔

1... سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب فضل الحامدین، ۴/ ۲۵۰، الحدیث: ۳۸۰۳، دون قول ''تنزل البرکات''
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۳۰۳

2... سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب فضل الحامدین، ۴/ ۲۵۰، الحدیث: ۳۸۰۳، دون قول ''اللھم لاتجعلہ قوۃ... الخ''
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۳۰۳

3... سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب النھی ان یقام عن الطعام... الخ، ۴/ ۲۴، الحدیث: ۳۲۹۵

افطار پارٹی کے بعد کی دعا:

اگر کسی کے ہاں افطار کرے تو یہ دعا پڑھے: اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ یعنی تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔[1]

اگر شبہ والا کھانا کھالے تو اس پر بکثرت آنسو بہائے اور اِسْتِغْفار کرے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آنسوؤں اور اِسْتِغْفار کی برکت سے جہنم کی تپش کو ٹھنڈا کر دے جو اس کھانے کی وجہ سے اسے پہنچنی تھی کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے: "ہر وہ گوشت جس کی نشو و نما حرام سے ہو آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔"[2] کھا کر رونے والا اور لہو ولعب میں مشغول ہونے والا برابر نہیں ہو سکتے۔

دودھ پینے کے بعد کی دعا:

دودھ پیئے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَزِدْنَا مِنْہُ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو رزق تو نے ہمیں دیا اس میں ہمیں برکت دے اور اس میں اور اضافہ فرما۔[3]

اگر دودھ کے علاوہ کچھ اور کھائے پیئے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَارْزُقْنَا خَیْرًا مِنْہُ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو کچھ تو نے ہمیں عطا فرمایا اس میں ہمیں برکت دے اور ہمیں اس سے بہتر عطا فرما۔[4] ماقبل دودھ پینے کی جو دعا ذکر کی گئی اسے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دودھ کے ساتھ خاص فرمایا ہے کیونکہ دودھ کے مَنافع عام (یعنی بقیہ غذاؤں کی بنسبت زیادہ) ہیں۔

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی الدعاء لرب... الخ، ۳/۵۱۴، الحدیث: ۳۸۵۴

2 ...سنن الترمذی، کتاب السفر، باب ماذکر فی فضل الصلاة، ۲/۱۱۸، الحدیث: ۶۱۴

المعجم الکبیر، ۱۹/۱۶۲، الحدیث: ۳۶۱

3 ...سنن ابی داود، کتاب الاشربة، باب مایقول اذا شرب اللبن، ۳/۴۷۶، الحدیث: ۳۷۳۰

4 ...سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اللبن، ۴/۳۶، الحدیث: ۳۳۲۲

کھانے کے بعد کی دعا:

کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا، سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا یَا کَافِیَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَّلَا یَکْفِیْ مِنْهُ شَیْءٌ اَطْعَمْتَ مِنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنْتَ مِنْ خَوْفٍ فَلَکَ الْحَمْدُ، اٰوَیْتَ مِنْ یَّتِیْمٍ وَّهَدَیْتَ مِنْ ضَلَالَةٍ وَّاَغْنَیْتَ مِنْ عَیْلَةٍ فَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا دَائِمًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ کَمَا اَنْتَ اَهْلُهٗ وَمُسْتَحِقُّهٗ، اَللّٰهُمَّ اَطْعَمْتَنَا طَیِّبًا فَاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا وَّاجْعَلْهُ عَوْنًا لَّنَا عَلٰی طَاعَتِکَ وَنَعُوْذُ بِکَ اَنْ نَّسْتَعِیْنَ بِهٖ عَلٰی مَعْصِیَتِکَ.

یعنی تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی، ٹھکانا دیا اور وہ ہمارا سردار ومالک ہے۔ اے وہ ذات جو سب سے زیادہ کفایت کرنے والی ہے اور جس کے علاوہ کفایت کرنے والا کوئی نہیں! تونے ہمیں بھوک میں کھلایا اور خوف میں امن دیا پس تیرے لئے حمد ہے، تونے یتیمی سے پناہ دی، گمراہی سے ہدایت دی، محتاجی سے مالداری عطا کی، لہٰذا تیرے لئے کثیر، دائمی، پاک، برکت دی ہوئی حمد ہے، ویسی حمد جس کا تو اہل و مستحق ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تونے ہمیں حلال کھلایا پس ہمیں نیک کام کی توفیق دے اور اسے اپنی عبادت پر مدد کا سبب بنا اور تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ اس کے ذریعے تیری نافرمانی پر مدد چاہیں۔[1]

کھانے کے بعد وضو کا طریقہ:

اشنان کو بائیں ہاتھ میں لے کر پہلے دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں دھوئے پھر اُنگلیوں کو خشک اشنان پر مار کر اپنے ہونٹوں کو ملے پھر انگلیوں سے منہ کا اندرونی حصہ صاف کرے اور دانتوں کا ظاہری اور اندرونی حصہ، زبان اور تالو کو اچھی طرح مل کر صاف کرے، پھر پانی سے اپنی انگلیاں دھوئے اور بقیہ خشک اشنان سے انگلیوں کے پیٹ اور پشت کو دھوئے، منہ کو دوبارہ اشنان سے دھونے کی حاجت نہیں۔

---

1 ...مسند البزار، مسند عبد الرحمن بن عوف، ۳/۲۵۵، الحدیث: ۱۰۴۶

صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة، باب مایقول عند النوم... الخ، الحدیث: ۲۷۱۵، ص ۱۴۵۵

صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب مایقول اذا فرغ من طعامه، ۳/۵۴۳، الحدیث: ۵۴۵۸، ۵۴۵۹

قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۰۶

باب نمبر2:
مل کر کھانے کے آداب

مل کر کھانے کے سات آداب:

(1)...اجتماعی دعوت میں ہو: تو اس وقت تک کھانا شروع نہ کرے جب تک وہ شخص ابتدا نہ کرے جو عمر یا کسی اور وجہ سے مستحقِ تعظیم ہو (مثلاً عالم دین ہو)۔ البتہ! خود اس کی اتباع کی جاتی ہو تو جب لوگ جمع ہو کر کھانے کے لئے تیار ہو جائیں تو لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کروائے بلکہ جلد شروع کر دے۔

(2)... کھانے والے کھانے کے دوران خاموش نہ رہیں: کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے، بلکہ کھانے کے دوران اچھی اچھی باتیں (یعنی سنتیں اور آداب بیان) کریں اور کھانے سے متعلق صالحین کے قصے بیان کرتے رہیں۔

(3)...اپنے دوست کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے: عادت سے زیادہ کھانے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اگر کھانا مشترک (یعنی پیسے ملا کر خریدا گیا) ہے تو رفیق کی رضا کے بغیر ایسا کرنا حرام ہے، اِیثار کرے (یعنی کھانا دوسروں کے لئے چھوڑ دے) کہ مستحب ہے۔ دو کھجوریں اکٹھی نہ کھائے، ہاں! اگر اس کا رواج ہو یا دوستوں کی اجازت ہو تو حرج نہیں۔ اگر رفیق نے کم کھایا ہو تو مزید کھانے کی دعوت دے مگر تین مرتبہ سے زیادہ نہ کہے کہ یہ اصرار کرنا اور حد سے بڑھنا ہے کیونکہ بارگاہِ رِسالت میں جب کوئی بات عرض کی جاتی تو تین بار سے زیادہ نہ دہرائی جاتی۔[1] نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود بھی کسی کلام کو تین بار تک دہراتے۔[2] لہٰذا تین بار سے زیادہ کرنا مستحب نہیں اور کھانے کے لئے قسم دینا بھی منع ہے۔ چنانچہ، نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''کھانا کوئی قابلِ قدر چیز نہیں (یعنی اس کی شان نہیں) کہ اس پر قسم دی جائے۔''

1...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی حدرد الاسلمی، ۵/۲۷۷، الحدیث: ۱۵۴۸۹
المعجم الاوسط، ۳/۲۵۷، الحدیث: ۴۵۱۲

2...صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثًا لیفهم عنه، ۱/۵۲، الحدیث: ۹۴، ۹۵

(4)... دوست کو بار بار یہ کہنے کی زحمت نہ دے کہ کھاؤ: بعض ادیبوں کا قول ہے کہ بہترین کھانے والا وہ ہے جس کے دوست کو اسے کھانے میں مشغول کرنے میں مشقت نہ ہو اور اپنے بھائی سے بار بار کہنے کی مشقت اٹھالے (یعنی بار بار نہ کہنا پڑے کہ کھاؤ کھاؤ)۔ اپنی پسندیدہ چیز کو اس لئے نہ چھوڑدے کہ فلاں دیکھ رہا ہے کیونکہ یہ بناوٹ ہے بلکہ اپنی عادت کے مطابق کھائے۔ تنہائی میں بھی اپنی کسی عادت کو نہ چھوڑے بلکہ نفس کو تنہائی میں بھی حسنِ ادب کا عادی بنائے تاکہ اجتماع میں بناوٹ نہ کرنی پڑے، ہاں! اگر اپنے بھائیوں کے لئے ایثار کی نیت سے کم کھائے تو اچھا ہے اور اگر اس لئے زیادہ کھائے کہ دوسرے بھی کھانے لگیں یا کھاتے رہیں تو بہتر ہے۔

حکایت: ہر گٹھلی کے عوض ایک درہم:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ عمدہ کھجوریں اپنے بھائیوں کو کھانے کے لئے پیش کرتے اور فرماتے: جو زیادہ کھائے گا میں اسے ہر گٹھلی کے بدلے ایک درہم دوں گا، پھر گٹھلیاں گنتے اور جس نے زیادہ کھائی ہوتیں اسے ہر گٹھلی کے بدلے ایک درہم دیتے اور ایسا آپ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ ان کی جھجک دور کرنے اور انہیں چست کرنے کے لئے کرتے۔

پسندیدہ شخص:

حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الصَّمَد فرماتے ہیں: مسلمان بھائیوں میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو زیادہ کھانے والا اور بڑے بڑے لقمے بنانے والا ہے اور وہ شخص مجھے بوجھ لگتا ہے جسے بار بار کہنا پڑے کہ کھاؤ کھاؤ۔

ان روایات میں عادت کے مطابق کھانے اور بناوٹ نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الصَّمَد مزید فرماتے ہیں: کسی کی اپنے بھائی سے محبت اس کے گھر میں اچھے طریقے پر (یعنی بے تکلّف ہو کر) کھانے سے ظاہر ہوتی ہے۔

(5)...(کھانے کے بعد) برتن میں ہاتھ دھونے میں حرج نہیں: اگر اکیلا کھا رہا ہو تو اس میں کلی کر سکتا ہے اور اگر مل کر کھا رہے ہوں تو ایسا کرنا مناسب نہیں۔ اگر کوئی شخص تعظیماً اس کی طرف برتن بڑھائے تو قبول کرلے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا انس بن مالک اور حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اکٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھانے کا برتن ان کے آگے کر دیا تو حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی رک گئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جب کوئی تمہیں عزت دے تو اسے قبول کرو، رد نہ کرو کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عزت کرنا ہے (کہ مسلمان کی تعظیم گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اکرام ہے)۔

سیِّدُنا ابو معاویہ ضریر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی ہارون الرشید کو دُعا:

منقول ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ ضریر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَدِیْر کی دعوت کی تو ان کے ہاتھ خود دھلائے، فراغت کے بعد پوچھا: ''اے ابو معاویہ! معلوم ہے کہ آپ کے ہاتھ کس نے دھلائے؟'' فرمایا: ''نہیں۔'' کہا: ''خلیفہ ہارون الرشید نے۔'' حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ ضریر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَدِیْر نے فرمایا: ''اے خلیفہ! آپ نے علم کا اِکرام کیا ہے، لہٰذا جس طرح آپ نے علم اور اہل علم کا اکرام کیا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو عزت و بزرگی سے نوازے گا۔''

اگر مل کر کھانے والے تھال میں ایک ہی بار اکٹھے ہاتھ دھولیں تو بھی حرج نہیں کہ اس میں تواضع زیادہ اور انتظار کم کرنا پڑتا ہے اور اگر ایسا نہ کریں تو پھر ہر کوئی الگ الگ ہاتھ دھو کر پانی نہ بہاتا پھرے بلکہ جہاں تک ممکن ہو تمام لوگوں کا پانی تھال میں جمع کر لیا جائے (اور آخر میں بہا دیا جائے)۔ منقول ہے کہ اس حدیثِ پاک ''اِجْمَعُوْا وَضُوْءَكُمْ جَمَعَ اللہُ شَمْلَكُمْ یعنی اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے بکھرے ہوئے کام جمع فرمادے گا''[1] سے یہی مراد ہے۔

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے مختلف شہروں کے عُمّال کو لکھا کہ ''(کھانے کے

---

1 ...شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، ۵/۷۱، الحدیث: ۵۸۱۹

بعد) لوگ برتن میں ہاتھ دھوئیں تو برتن ان کے درمیان سے اسی وقت اٹھایا جائے جب بھر جائے اور عجمیوں سے مشابہت اختیار نہ کرو۔"

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "ایک ہی برتن میں ہاتھ دھوؤ اور عجمیوں کے طریقہ پر نہ چلو۔"

ہاتھ دھلانے والا کھڑا رہے یا بیٹھ کر ہاتھ دھلائے؟

بعض علما کے نزدیک ہاتھ دھلانے والے کے لئے کھڑا رہنا مکروہ ہے، بہتر ہے کہ وہ بیٹھ جائے کیونکہ یہ تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ بعض کے نزدیک بیٹھ کر ہاتھ دھلانا مکروہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک خادم بیٹھ کر کسی کے ہاتھ دھلانے لگا تو وہ صاحب کھڑے ہوگئے، ان سے پوچھا گیا: "آپ کھڑے کیوں ہوگئے؟" کہا: "ہم میں سے ایک کے لئے کھڑا رہنا بہتر ہے اور اس طرح (یعنی میرے کھڑے رہنے اور خادم کے بیٹھنے میں) دھونے و دھلانے میں آسانی اور دھلانے والے کے لئے عاجزی زیادہ ہے۔"

اگر خادم اچھی (یعنی اہل فضل حضرات کی خدمت کی) نیت سے ہاتھ دھلائے گا تو اس کے دل سے تکبر نکل جائے گا کیونکہ عرف میں یہی طریقہ رائج ہے۔

برتن سے متعلق آداب:

جس برتن میں ہاتھ دھوئے جائیں اس کے سات آداب ہیں: ❀...ہاتھ دھونے والا (مل کر کھانے کی صورت میں ہاتھ دھوتے وقت) برتن میں کلی نہ کرے، ❀...بزرگوں کو مُقدَّم کیا جائے، ❀...ہاتھ دھونے کے لئے برتن پیش کیا جائے تو قبول کرے، ❀...دائیں طرف سے گھمایا جائے، ❀...سب اکٹھے ہاتھ دھوئیں، ❀...برتن میں پانی کو جمع کیا جائے (یعنی سب لوگوں کے دھونے کے بعد پانی کو گرایا جائے) اور، ❀...ہاتھ دھلانے والا کھڑا ہو۔ نیز ہاتھ دھوتے اور کلی کرتے وقت نرمی سے پانی گرائے تاکہ فرش اور لوگوں پر چھینٹے نہ پڑیں۔ میزبان خود مہمان

کے ہاتھ دھلائے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی جب پہلی بار مدینہ منورہ میں حضرت سیِّدُنا امام مالک بن انس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ہاں تشریف لائے تو (کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد) آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے خود ان کے ہاتھ دھلائے اور فرمایا: ''گھبرایئے مت! مہمان کی خدمت کرنا فرض ہے۔''

(6)...مل کر کھانے کی صورت میں نہ تو اپنے رفقا کی طرف دیکھے اور نہ ہی ان کے لقمے تاڑے: کیونکہ اس سے وہ ہچکچائیں گے بلکہ اپنی نظریں جھکائے رکھے اور اپنے کام میں مشغول رہے۔ اگر اندیشہ ہو کہ اس کے کھانا چھوڑ دینے سے باقی لوگ بھی چھوڑ دیں گے تو ان کے سیر ہونے تک تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے۔ اگر کم کھانے کا عادی ہو تو ابتدا سے ہی تھوڑا تھوڑا کھائے تاکہ آخر تک ان کے ساتھ شامل رہے کہ اکثر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا طریقہ یہی تھا۔ اگر کسی وجہ سے ان کے ساتھ نہ کھا سکے تو معذرت کرلے تاکہ وہ شرمندہ نہ ہوں۔

(7)...ایسا کام نہ کرے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں: مثلاً: برتن میں ہاتھ نہ جھاڑے، منہ میں لقمہ لیتے وقت سر برتن کے اوپر نہ کرے، جب منہ سے کوئی چیز (ہڈی وغیرہ) نکالے تو منہ دوسری طرف پھیر لے اور اسے بائیں ہاتھ سے پکڑے، نہ چکنائی والے لقمے کو سرکے میں ڈالے اور نہ ہی سرکے کو چکنائی میں ڈالے کہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں، اگر بڑا لقمہ لے تو دانتوں سے توڑنے کے بعد بقیہ کو شوربے یا سرکے میں نہ ڈالے (کہ لوگ اسے بھی معیوب سمجھتے ہیں) اور ایسی چیزوں کا ذکر نہ کرے جن سے گھن آتی ہو۔

باب نمبر3: ملاقات کے لئے آنے والے اسلامی بھائیوں کو کھانا کھلانے کے آداب

(یہ تین فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: کھانا پیش کرنے کی فضیلت

اپنے مسلمان بھائیوں کو کھانا کھلانے کے بے شمار فضائل ہیں۔

حساب و کتاب سے مستثنٰی لمحات:

حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد فرماتے ہیں: ”جب تم دسترخوان پر اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھو تو زیادہ دیر بیٹھو کیونکہ یہ ساعتیں تمہاری عمر میں شمار نہیں ہوتیں (یعنی ان کا حساب نہیں ہوگا)۔“

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”بندہ جو کچھ اپنے اوپر، اپنے ماں باپ پر اور دوسروں پر خرچ کرتا ہے اس کا بروزِ قیامت حساب لیا جائے گا۔ البتہ، جو کچھ وہ اپنے بھائیوں کی دعوت پر خرچ کرتا ہے (اس کا حساب نہ ہوگا) اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بارے میں سوال کرنے سے حیا فرماتا ہے۔“

کھانا کھلانے کے فضائل پر مشتمل احادیث واقوال:

﴿1﴾... ”لَا تَزَالُ الْمَلَائِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَا دَامَتْ مَائِدَتُہٗ مَوْضُوْعَۃٌ بَیْنَ یَدَیْہِ حَتّٰی تُرْفَعَ یعنی فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لئے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں جب تک اس کا دسترخوان اس کے سامنے ہو یہاں تک کہ اسے اٹھا لیا جائے۔“[1]

﴿2﴾... علمائے خُراسان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے سامنے کھانا وافر مقدار میں رکھتے یعنی اتنا کہ وہ سارا نہ کھاسکتے اور (اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرماتے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ”جب بھائی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیں تو ان کا بچا ہوا کھانا کھانے والے سے حساب نہیں ہوگا۔“[2] لہٰذا ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ اپنے بھائی کے سامنے کھانا زیادہ رکھیں تاکہ باقی کھانا ہم کھائیں۔

﴿3﴾... ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ”بندے سے اس کھانے کا حساب نہ لیا جائے گا جو وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کھائے۔“[3]

---

1 ...المعجم الاوسط، ۳/۳۲۴، الحدیث: ۴۷۲۹ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۰۶

2 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۰۶

3 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۰۶

یہی وجہ ہے کہ بعض اسلاف جب مل کر کھاتے تو زیادہ کھاتے اور جب تنہا کھاتے تو کم کھاتے۔

﴿4﴾... حدیثِ پاک میں ہے کہ ”تین کھانے ایسے ہیں جن پر حساب نہیں: (۱)... سحری کا کھانا (۲)... افطار کا کھانا اور (۳)... جو کھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کھایا جائے۔“[1]

﴿5﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: کھانے کے ایک صاع[2] پر اپنے بھائیوں کو جمع کرنا مجھے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُما فرمایا کرتے تھے: سفر میں حلال کھانا اور اپنے بھائیوں پر خرچ کرنا بندے کی بزرگی کی علامات میں سے ہے۔

﴿7﴾... صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن فرمایا کرتے تھے کہ مل کر کھانا حسنِ اخلاق سے ہے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اکٹھے ہو کر قرآن مجید پڑھتے اور کچھ نہ کچھ کھا کر الگ ہوتے تھے۔

﴿8﴾... منقول ہے کہ محبت و الفت میں مسلمانوں کا کفایت کرنے والی چیز پر جمع ہونا دنیا سے نہیں (بلکہ دین سے ہے)۔

﴿9﴾... حدیثِ مبارکہ میں ہے: روز قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے ارشاد فرمائے گا: ”اے ابن آدم! میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟“ بندہ عرض کرے گا: ”میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”تیرا مسلمان بھائی بھوکا تھا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اسے کھلاتا تو گویا مجھے کھلاتا۔“[3]

﴿10﴾... ”جب تمہارے ہاں مہمان آئے تو اس کی عزت کرو۔“[4]

---

[1]... فردوس الاخبار للدیلمی، ۱/۳۱۹، الحدیث: ۲۳۲۴ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۰۶

[2]... ایک صاع 4 کلو میں سے 160 گرام کم۔ (ماخوذ از نیکی کی دعوت، ص۱۸۷)

[3]... صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل عیادة المریض، الحدیث: ۲۵۶۹، ص۱۳۸۹

[4]... سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ، ۴/۲۰۸، الحدیث: ۳۷۱۲

مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ما جاء فی اکرام الضیف والاحسان الیه، ۱/۳۱۵، الحدیث: ۳۰۲

﴿11﴾... ''جنت میں ایسے بالاخانے (یعنی کمرے) ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ یہ ان کے لئے ہیں جو نرمی سے گفتگو کرتے، کھانا کھلاتے اور رات کے وقت نماز پڑھتے ہیں جبکہ لوگ سوئے ہوتے ہیں۔''[1]

﴿12﴾... ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو کھانا کھلاتا ہے۔''[2]

﴿13﴾... ''جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کھانا کھلایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گیا اور پانی پلایا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جہنم سے سات خندقوں کی مسافت دور کر دے گا، ہر دو خندقوں کے درمیان 500 سال کی مسافت ہے۔''[3]

دوسری فصل: کسی کے ہاں جانے کے آداب

ایسی قوم کے پاس نہ جائے جو کھانے کے انتظار میں ہو کہ یہ اچانک جانا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔

چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُۙ

(پ۲۲، الاحزاب: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اِذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔

حدیثِ مبارکہ میں ہے: ''مَنْ مَشٰى اِلٰى طَعَامٍ لَمْ یُدْعَ اِلَیْهِ مَشٰى فَاسِقًا وَاَكَلَ حَرَامًا یعنی جو شخص بن بلائے دعوت میں گیا فاسق بن کر گیا اور اس نے حرام کھایا۔''[4]

جان بوجھ کر ایسا نہ کرے۔ البتہ، اگر اتّفاقاً کھانے کے وقت پہنچ جائے تو جب تک دعوت نہ دی جائے نہ

1... سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة غرف الجنة، ۴/۲۳۷، الحدیث: ۲۵۳۵

2... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث صهیب، ۹/۲۴۱، الحدیث: ۲۳۹۸۴

3... المعجم الکبیر، ۱۳/۳۹، الحدیث: ۱۳۵

4... مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۲۳۳۲، ص ۳۰۶

کھائے اور جب دعوت دی جائے تو دیکھے کہ اگر واقعی محبتاً کھلانا چاہتے ہیں تو شریک ہو جائے اور اگر محسوس کرے کہ تکلُّفاً کہتے ہیں تو شریک نہ ہو بلکہ معذرت کرلے۔ہاں! اگر بھوکا ہو تو کھانے کے لئے اپنے کسی بھائی کے پاس جاسکتا ہے اگرچہ کھانے کا وقت نہ ہو کہ ایک بار حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کھانا کھانے کے لئے حضرت سیِّدُنا ابو ہیثم بن تیہان اور حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے گھر کا ارادہ کیا کیونکہ انہیں کھانے کی حاجت تھی۔[1] نیز اس طرح جانا اپنے مسلمان بھائی کی کھانا کھلانے کے ثواب پر مدد کرنا اور بزرگوں کا طریقہ ہے۔ چنانچہ،

❀...منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عون بن عبد اللہ مسعودی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے 360 دوست تھے آپ سال بھر میں ان کے ہاں جاتے۔

❀...ایک بزرگ کے 30 دوست تھے وہ مہینے بھر میں ان کے ہاں جاتے۔

❀...ایک بزرگ کے سات دوست تھے وہ ہفتے بھر میں ان کے ہاں جاتے اور وہ عمدہ طریقے سے ان کی مہمان نوازی کرتے۔ نیز ان حضرات کا اپنے دوستوں کے ہاں برکت کے لئے ٹھہرنا عبادت تھا۔

اگر صاحبِ خانہ گھر پر نہ ہو تو؟

اگر کوئی شخص اپنے دوست کے ہاں جائے اور وہ گھر پر نہ ہو اور اِسے یقین ہو کہ وہ اس کے کھانے سے خوش ہو گا تو بغیر اجازت کھانے میں حرج نہیں کیونکہ اجازت سے مراد صاحبِ خانہ کی رضا ہے بالخصوص کھانے وغیرہ میں کہ اس معاملے میں بڑی وسعت ہے یعنی بہت سے لوگ کھانے کی بظاہر اجازت دے دیتے اور قسم بھی اٹھالیتے ہیں لیکن دل سے خوش نہیں ہوتے ایسے لوگوں کا کھانا کھانا مکروہ ہے جبکہ کچھ لوگ غائب

---

[1]...سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی، ۴/۱۶۳، الحدیث: ۲۳۷۶

صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعۃ غیرہ الی دار من یثق... الخ، الحدیث: ۲۰۳۸، ص ۱۱۲۵

ہوتے ہیں اور بظاہر ان کی اجازت بھی نہیں ہوتی (لیکن دلی طور پر خوش ہوتے ہیں) ایسوں کا کھانا کھانا پسندیدہ ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوْ صَدِیْقِكُمْ ؕ (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنزالایمان: یا اپنے دوست کے یہاں۔

نیز پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سَیِّدَتُنا بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ہاں تشریف لائے اوران کی غیر موجودگی میں ان کے ہاں کھانا تناول فرمایا وہ کھانا انہیں صدقہ کیا گیا تھا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بَلَغَتِ الصَّدَقَةُ مَحَلَّهَا یعنی صدقہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا (کہ وہ اُس کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے)۔“[1] اور ایسا اس لئے کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان کی رضاو خوشی کا علم تھا۔

لہٰذا اگر پہلے سے اجازت حاصل ہو تو دوبارہ اجازت لئے بغیر کسی کے گھر جانے میں حرج نہیں اور اگر پہلے سے اجازت نہ ہو تو داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے۔

اَسلاف کے واقعات:

حضرت سَیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور آپ کے احباب حضرت سَیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی کے گھر تشریف لاتے اور جو کچھ ملتا بغیر اجازت کھا لیا کرتے۔ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب گھر تشریف لاتے اور اس بات کا علم ہوتا تو خوش ہوتے اور فرماتے: ”ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔“

مروی ہے کہ ایک بار حضرت سَیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی بازار میں ایک بقّال (خشک میوہ جات فروخت کرنے والے) کے سامان سے کھانے لگے کبھی ایک ٹوکری سے انجیر اٹھاتے اور کبھی دوسری سے خشک کھجور۔ یہ منظر دیکھ کر ہشام نے کہا: ”اے ابو سعید! آپ اتنے متقی و پرہیزگار ہو کر بھی دوسرے کا مال بلا اجازت کھا رہے ہیں۔“ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”اے احمق! میرے سامنے کھانے کے متعلق آیت تلاوت کرو۔“ چنانچہ، انہوں نے سورۂ نور کی آیت نمبر 61 ”اَوْ صَدِیْقِكُمْ ؕ“ تک تلاوت کرنے کے بعد پوچھا: ”اے ابو

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اباحة الهدية للنبی... الخ، الحدیث: ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ص ۵۴۱

سعید! صدیق کون ہے؟'' آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''جس سے نفس راحت پائے اور دل مطمئن ہو۔''

ایک بار کچھ لوگ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے گھر آئے، آپ کو گھر میں نہ پایا تو دروازہ کھولا اور دستر خوان نکال کر کھانا شروع کر دیا، اسی دوران حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی تشریف لے آئے اور یہ منظر دیکھ کر فرمانے لگے: ''تم نے اسلاف کی یاد تازہ کر دی، وہ ایسا ہی کرتے تھے۔''

ایک تابعی بزرگ کے پاس کچھ مہمان آئے لیکن ان کے پاس انہیں کھلانے کے لئے کچھ نہ تھا، لہٰذا وہ اپنے دوست کے گھر گئے، انہیں گھر میں نہ پایا، اندر جا کر دیکھا تو سالن پکا ہوا تھا اور روٹی بھی تیار تھی۔ چنانچہ، سب کچھ لا کر مہمانوں کے سامنے رکھ کر فرمایا: ''کھاؤ۔'' جب مالک مکان گھر آئے اور سب کچھ غائب پایا تو پوچھنے پر بتایا گیا کہ ''آپ کا فلاں دوست مہمانوں کے لئے سب کچھ لے گیا۔'' فرمایا: ''اس نے اچھا کیا۔'' چنانچہ، جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو فرمایا: ''اگر مہمان دوبارہ آ جائیں تو پھر لے جایئے گا۔''

تیسری فصل: کھانا پیش کرنے کے آداب

(1)...**میزبان:** کو چاہئے کہ تَکَلُّف نہ کرے جو کچھ موجود ہو کھانے کے لئے پیش کر دے۔ اگر کچھ نہ ہو اور (خریدنے کے لئے) پیسے وغیرہ بھی نہ ہوں تو قرض لے کر تشویش میں نہ پڑے۔ اگر کوئی ایسی چیز موجود ہو جس کی خود اسے ضرورت ہو اور پیش کرنے کو بھی دل نہ مانے تو پیش نہ کرے۔ منقول ہے کہ کچھ لوگ کسی زاہد (یعنی دنیا سے کنارا کش شخص) کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب وہ کھانا کھا رہے تھے۔ وہ فرمانے لگے: ''اگر میں نے یہ کھانا قرض لے کر نہ لیا ہوتا تو تمہیں کھانا کی دعوت ضرور دیتا۔''

تَکَلُّف کی تعریف:

بعض بزرگ فرماتے ہیں: ''**تکلف** یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کو وہ کھلائے جو تو خود نہیں کھاتا بلکہ اس سے بھی عمدہ اور قیمتی کھانا کھلانے کا ارادہ کرے۔''

تکلُّف اور اَسلاف کا طرزِ عَمَل:

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگوں نے تکلف کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیا کہ ان میں سے ایک اپنے بھائی کی دعوت کرتا اور تکلف سے کام لیتا جس کی وجہ سے وہ دوبارہ اس کے پاس نہ آتا۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ”مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میرے بھائیوں میں سے میرے پاس کون آتا ہے کیونکہ میں ان کے لئے تکلف نہیں کرتا کھانے کو جو کچھ ہوتا ہے پیش کر دیتا ہوں، اگر میں ان کے لئے تکلف سے کام لوں تو ان کا آنا مجھے برا لگے۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں اپنے ایک دوست کے پاس جایا کرتا تھا وہ میرے لئے تکلف کیا کرتا، میں نے اس سے کہا: ”عام حالات میں نہ تو تم ایسا کھانا کھاتے ہو اور نہ ہی میں تو پھر ہم اکٹھے ایسا کھانا کیوں کھائیں؟ یا تو تم یہ تکلف چھوڑ دو یا میں تم سے ملنا چھوڑ دوں۔“ چنانچہ، اس نے تکلف چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ہم ہمیشہ اکٹھے رہے۔

یہ بھی تکلف ہے کہ سب کچھ مہمان کے آگے رکھ دے اور اہل و عیال کو پریشان کرے اور ان کے دل کو اِذِیَّت دے۔ مروی ہے کہ کسی نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو کھانے کی دعوت دی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”میں تین شرائط کے ساتھ تمہاری دعوت قبول کروں گا: (۱)...تم بازار سے کوئی نئی چیز نہیں لاؤ گے (۲)...گھر میں جو کچھ ہو وہ سارا پیش نہیں کرو گے اور (۳)...اپنے اہل و عیال کو بھوکا نہیں رکھو گے۔“

بعض بزرگ گھر میں موجود کھانے کی ہر چیز اپنے بھائی کے سامنے پیش کر دیتے۔

تکلُّف سے مُمانَعَت پر اَحادیث و آثار:

بعض بزرگ فرماتے ہیں: ہم حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو انہوں نے ہمیں روٹی اور سرکہ پیش کرکے فرمایا: ''اگر ہمیں تکلف سے منع نہ کیا گیا ہوتا تو میں ضرور تمہارے لئے تکلف کرتا۔''[1]

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اگر کوئی تم سے ملنے آئے تو کھانے کے لئے جو کچھ ہو پیش کردو تکلف میں نہ پڑو اور اگر تم خود کسی کو بلاؤ تو کچھ بھی باقی نہ چھوڑو (یعنی جو کچھ اسے کھلا سکتے ہو کھلاؤ)۔

حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں حکم دیا کہ جو چیز ہمارے پاس نہیں اس کے بارے میں ہم مہمان کے لئے تکلف نہ کریں اور جو کچھ موجود ہو پیش کردیں۔''[2]

حضرت سیِّدُنا یونس عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں منقول ہے کہ کچھ لوگ آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے ملنے آئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے سامنے روٹی کے ٹکڑے اور وہ سبزی جس کی آپ عَلَیْہِ السَّلَام کاشت کرتے تھے رکھ کر فرمایا: ''کھاؤ! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ فرمائی ہوتی تو میں تمہارے لئے ضرور تکلف کرتا۔''

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک اور دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں مروی ہے کہ وہ خشک روٹی کے ٹکڑے اور ردی کھجوریں مہمان کے سامنے رکھ کر فرماتے: ''ہم نہیں جانتے کہ دونوں میں سے کس کا گناہ زیادہ ہے اس کا جو پیش کی گئی چیز کو حقیر جانے یا اس کا جو اپنے پاس موجود چیز پیش کرنے کو حقیر جانے۔''

مخصوص کھانے کی فرمائش کرنا کیسا؟

(2)... **مہمان:** کو چاہئے کہ کسی مخصوص کھانے کی فرمائش نہ کرے کہ بسا اوقات اسے پیش کرنا میزبان پر

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب مایکرہ من کثرۃ السوال... الخ، ۴/۵۰۳، الحدیث: ۷۲۹۳

2 ...التاریخ الکبیر للبخاری، باب الحاء، باب حسین، ۲/۳۷۵، الرقم: ۲۸۶۷: حسین بن الرماس العبدی

مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی اکرام الضیف والاحسان الیہ، ۱/۳۱۸، الحدیث: ۳۰۵

دشوار ہوتا ہے۔ اگر میزبان دو قسم کے کھانوں میں اختیار دے تو مہمان اسے اختیار کرے جس کا پیش کرنا میزبان پر آسان ہو کہ یہی سنت ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ جب بھی مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا۔[1]

حکایت: اگر تم قناعت کرتے تو...!

حضرت سیِّدُنا ابو وائل شقیق بن سلمہ اسدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زیارت کے لئے گیا، انہوں نے جو کی روٹی اور پیسے ہوئے نمک سے ہماری میزبانی کی۔ میرے دوست نے کہا: ''اگر اس میں پودینہ بھی ہوتا تو زیادہ اچھا تھا۔'' چنانچہ، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ باہر گئے اور اپنا لوٹا گروی رکھ کر پودینہ لے آئے۔ جب ہم کھا چکے تو میرے دوست نے کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَنَّعَنَا بِمَا رَزَقَنَا یعنی تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں عطا کردہ رزق پر قناعت کی توفیق دی۔'' تو حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اگر تم موجود رزق پر قناعت کرتے تو میرا لوٹا گروی نہ ہوتا۔''[2]

مخصوص کھانے کی فرمائش اس صورت میں منع ہے جب میزبان پر مطلوبہ چیز پیش کرنا دشوار ہو یا اسے ناگوار گزرے۔ البتہ، اگر یقین ہو کہ میزبان فرمائش سے خوش ہو گا اور مطلوبہ چیز پیش کرنا اس کے لئے آسان ہے تو پھر فرمائش کرنے میں حرج نہیں۔

حکایت: مہمان کی فرمائش پر خوشی کا اظہار:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی جب بغداد معلّٰی میں حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے ہاں تشریف لائے تو حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی روزانہ کھانوں کی فہرست بنا کر اپنی

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للاثام ... الخ، الحدیث: ۲۳۲۷، ص ۱۲۷۰، ۱۲۷۱

2 ...المستدرک، کتاب الاطعمۃ، باب کرامۃ الخبز ان لاینتظر بہ، ۵/۱۶۹، الحدیث: ۷۲۲۸

باندی (خادمہ) کو دے دیا کرتے۔ ایک دن حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے وہ فہرست لے کر ایک کھانے کا نام اپنے ہاتھ سے اس میں بڑھا دیا۔ حضرت سیِّدُنا امام زعفرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے ایک کھانا زائد تیار دیکھ کر کہا: ''میں نے تو اس کا حکم نہیں دیا تھا؟'' تو باندی نے وہ رقعہ جس میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی تحریر تھی ان کی طرف بڑھا دیا۔ جب نظر ان کی تحریر پر پڑی تو بہت خوش ہوئے اور خوشی و مسرت میں باندی کو آزاد کر دیا۔

نفلی حج سے افضل عمل:

حضرت سیِّدُنا ابو بکر کَتّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ چُوری لے کر آئے اور آدھی دوسرے پیالے میں ڈالنے لگے، میں نے عرض کی: ''یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ میں تو اسے ایک مرتبہ میں ہی کھا جاؤں گا۔'' حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مسکرا دیئے اور فرمایا: ''یہ (یعنی مسلمان بھائی کے دل میں خوشی داخل کرنا) تیرے لئے (نفلی) حج سے افضل ہے۔''

بعض بزرگ فرماتے ہیں: ''کھانا تین طرح سے کھایا جائے تو اچھا ہے: (۱)... فقرا کے ساتھ ایثار کرتے ہوئے کھانا (۲)... اپنے بھائیوں کے ساتھ خوشی و فراخ دستی سے کھانا (۳)... دنیا داروں کے ساتھ ادب سے کھانا۔''

(3)... **میزبان:** مہمان سے اس کی خواہش پوچھے اور فرمائش کا کہے کیونکہ بعض اوقات فرمائش پوری کرنے سے اس کا دل خوش ہوتا ہے اور یہ اچھا عمل ہے، نیز اس کا اجر و ثواب بہت ہے۔ چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''مَنْ صَادَفَ مِنْ اَخِیْہِ شَہْوَۃً غُفِرَ لَہٗ وَمَنْ سَرَّ اَخَاہُ الْمُؤْمِنَ فَقَدْ سَرَّ اللہَ تَعَالٰی یعنی جس نے اپنے بھائی کی خواہش پوری کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی مغفرت فرما دے گا[1] اور

---

[1] ...مسند البزار، مسند ابی الدرداء، ۱۰/۴۷، الحدیث ۴۱۱۰، صادف: بدلہ: وافق

جس نے اپنے مسلمان بھائی کو خوش کیا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کیا۔"[1]

کسی کی جائز خواہش پوری کرنے کا اجر و ثواب:

حضرت سَیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے: "جو اپنے بھائی کی خواہش کے مطابق اسے لذت پہنچاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 10 لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اس کے 10 لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے 10 لاکھ درجات بلند فرماتا ہے اور اسے تین جنتوں جنت الفردوس، جنتِ عَدن اور جنتِ خُلد سے کھلائے گا[2]۔"[3]

(4)...میزبان: مہمان سے یہ نہ پوچھے کہ کھانا لاؤں؟ بلکہ اگر مُیَسَّر ہو تو پیش کر دے کہ حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب تمہارا بھائی تم سے ملنے آئے تو اس سے یہ نہ پوچھو کہ "کھانا کھاؤ گے؟" اور نہ ہی یہ پوچھو کہ "کھانا لاؤں؟" بلکہ کھانا پیش کر دو اگر کھالے تو ٹھیک ورنہ اٹھالو۔

اگر میزبان مہمانوں کو کھانا نہ کھلانا چاہتا ہو تو ان کے سامنے کھانا ظاہر کرنا یا اس کے اوصاف بیان کرنا مناسب نہیں کہ حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب تم اپنے اہل و عیال کو وہ چیز نہ کھلانا چاہو جو خود کھاؤ تو نہ تو ان کے سامنے اس چیز کا ذکر کرو اور نہ ہی اہل و عیال وہ چیز تمہارے پاس دیکھیں۔

بعض صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: "جب فقرا تمہارے پاس آئیں تو انہیں کھانا پیش کرو اور جب فقہائے کرام آئیں تو ان سے مسائل دریافت کرو اور جب قراء آئیں تو محراب کی طرف ان کی رہنمائی کرو۔"

﴿ صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﴾

1...الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/ ۱۱۳، الرقم: ۱۲۲۹: عمر بن شاکر

2...اس روایت کو علما نے موضوع قرار دیا ہے، لہٰذا اسے بیان نہ کیا جائے۔

3...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۳۰۵ ...... المعجم الکبیر، ۶/ ۲۴۱، الحدیث: ۶۱۰۷

باب نمبر4:
ضِیافت و مہمان نوازی کے آداب
(یہ چھ فصلوں پر مشتمل ہے)

(۱)...دعوت دینے کے آداب (۲)...دعوت قبول کرنے کے آداب (۳)...دعوت میں جانے کے آداب (۴)...کھانا پیش کرنے کے آداب (۵)...کھانا کھانے کے آداب (۶)...واپسی کے آداب۔

مہمان نوازی کی فضیلت پر مشتمل 9 روایات:

﴿1﴾...مہمان کے لئے تکلف نہ کرو کیونکہ اس طرح تم اس سے نفرت کرنے لگو گے اور جو مہمان سے نفرت کرتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بغض رکھتا ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بغض رکھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ناپسند کرتا ہے۔[1]

﴿2﴾...لَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یُضِیْفُ یعنی جو مہمان نواز نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں۔[2]

﴿3﴾...مروی ہے کہ ایک بار حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کے پاس بہت سے اونٹ اور بکریاں تھیں لیکن اس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مہمان نوازی نہ کی اور ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کے پاس چند چھوٹی بکریاں تھیں، اس نے ایک بکری ذبح کر کے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مہمان نوازی کی تو حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ان دونوں کو دیکھو، بے شک اخلاق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قدرت میں ہیں وہ جسے حسنِ اَخلاق سے نوازنا چاہے نواز دیتا ہے۔"[3]

﴿4﴾...مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آزاد کردہ غلام حضرت سیِّدُنا ابورافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

1...شعب الایمان للبیهقی، باب فی اکرام الضیف، ۷/ ۹۴، الحدیث: ۹۵۹۹، مختصراً

2...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عقبة بن عامر الجهنی، ۶/ ۱۴۲، الحدیث: ۱۷۴۲۴

3...مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، الحدیث: ۳۱، ص۳۸

شعب الایمان للبیهقی، باب فی اکرام الضیف، ۷/ ۹۳، الحدیث: ۹۵۹۷

عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار بارگاہِ رسالت میں ایک مہمان حاضرِ خدمت ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''فلاں یہودی سے کہو کہ میرے پاس مہمان آیا ہے، لہٰذا ماہِ رجب المرجب تک کے لئے مجھے کچھ آٹا اُدھار دے دو۔'' یہودی نے کہا: ''بخدا! میں رہن[1] کے بغیر نہیں دوں گا۔'' حضرت سیِّدُنا ابو رافع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے حاضرِ خدمت ہو کر اس کی گفتگو عرض کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آسمان وزمین میں امین ہوں، اگر وہ مجھے دے دیتا تو میں ضرور ادا کر دیتا، میری زِرہ لے جاؤ اور اس کے پاس رہن رکھ دو۔''[2]

﴿5﴾... حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم خلیلُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب کھانے کا ارادہ فرماتے تو ایک یا دو میل تک مہمان کی تلاش میں نکل جاتے[3]، آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو ابُوالضَّیفان (بہت زیادہ مہمان نواز) اسی وجہ سے کہا جاتا ہے[4]۔ نیز سچی نیت کی برکت سے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے مَشْہد مبارک (غارِ حَبرُون) میں اب بھی ضِیافت جاری ہے اور کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ وہاں 3 سے 10 بلکہ 100 کی جماعت کھانا نہ کھاتی ہو۔ خادمین کا کہنا ہے کہ آج تک کوئی رات مہمان سے خالی نہیں گئی۔

﴿6﴾... بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ''ایمان کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''کھانا کھلانا اور سلام کو عام کرنا۔''[5]

﴿7﴾... کھانا کھلانا اور رات کے وقت نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں مغفرت اور بلندیٔ درجات کے

1... دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعے سے اپنے حق کو کلًا یا جزءً حاصل کرنا ممکن ہو۔ کبھی اس چیز کو بھی رہن کہتے ہیں جو رکھی گئی ہے۔ (بہار شریعت، ۳/ ۶۹۶)

2... مسند البزار، مسند ابی رافع مولی رسول اللّٰہ، ۹/ ۳۱۵، الحدیث: ۳۸۶۳

المعجم الکبیر، ۱/ ۳۳۱، الحدیث: ۹۸۹

3... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب قری الضیف، ۸/ ۳۶۱، الحدیث: ۹

4... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب قری الضیف، ۸/ ۳۶۱، الحدیث: ۷

5... صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، ۱/ ۱۶، الحدیث: ۱۲

اسباب میں سے ہیں۔"[1]

﴿8﴾... بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: "حجِ مبرور (مقبول حج) کی مانند کونسی نیکی ہے؟" ارشاد فرمایا: "کھانا کھلانا اور اچھی گفتگو کرنا۔"[2]

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جس گھر میں مہمان نہیں آتا اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

ان کے علاوہ بھی مہمان نوازی اور کھانا کھلانے کے فضائل میں کثیر احادیث وارد ہیں۔ اب ہم ضیافت (مہمان نوازی) کے آداب ذکر کرتے ہیں۔

پہلی فصل: دعوت دینے کے آداب

دعوت کرنے والے کو چاہئے کہ نیک لوگوں کی دعوت کرے نہ کہ فُسّاق وفُجّار کی۔ چنانچہ، ایک بار کسی نے نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعوت کا شرف حاصل کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے یہ دعا دی: اَکَلَ طَعَامَکَ الْاَبْرَار یعنی تیرا کھانا نیک لوگ کھائیں۔[3]

ایک روایت میں ہے کہ ارشاد فرمایا: "لَا تَاْکُلْ اِلَّا طَعَامَ تَقِیٍّ وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ یعنی تم صرف متقی شخص کا کھانا کھاؤ اور تمہارا کھانا بھی متقی ہی کھائے۔"[4]

بالخصوص فقرا کی دعوت کرے نہ کہ اغنیا (مالداروں) کی۔

برا کھانا:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی

1... سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۵/۱۵۸، الحدیث: ۳۲۴۴

2... مسند ابی داود الطیالسی، ما اسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث: ۱۷۱۸، ص ۲۳۸

3... سنن ابی داود، کتاب الاطعمۃ، باب ما جاء فی الدعاء لرب... الخ، ۳/۵۱۴، الحدیث: ۳۸۵۴

4... سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی صحبۃ المؤمن، ۴/۱۷۸، الحدیث: ۲۴۰۳
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۱۸۵

اِلَيۡهَا الۡاَغۡنِيَاءُ دُوۡنَ الۡفُقَرَآءِ یعنی برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے، جس میں مال دار لوگ بلائے جاتے ہیں اور فقرا چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔"[1]

اپنے قرابتداروں کو دعوت میں بلانا نہ بھولے ورنہ ان کے دل میں نفرت پیدا ہو گی، نیز یہ قَطعِ رِحمی کا باعث بھی ہے۔ اسی طرح دوستوں اور جان پہچان والوں میں ترتیب کا لحاظ بھی رکھے کیونکہ بعض کو بلاوجہ ترجیح دینا دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث ہے۔ دکھاوے کی نیت سے دعوت نہ کرے بلکہ مسلمان بھائیوں کے دلوں کو مائل کرنے، ان کے دلوں میں خوشی داخل کرنے اور سُنَّتِ رسول پر عمل کی نیت سے دعوت کرے۔ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کے لئے آنا مشکل ہو گا اسے دعوت نہ دے اور نہ ہی ایسے شخص کو دعوت دے جس کے آنے سے دوسروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، مناسب ہے کہ صرف اسے ہی بلائے جس کا آنا خود اسے (یعنی میزبان کو) بھی پسند ہو۔ چنانچہ، حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں: جس نے کسی کو دعوت پر بلایا حالانکہ اس کے آنے کو پسند نہیں کرتا تو اس پر ایک گناہ ہے اور اگر وہ آگیا تو اس پر دو گناہ ہیں کیونکہ اس نے ناپسند ہونے کے باوجود اسے کھانے کی ترغیب دلائی، اگر اسے اس بات کا علم ہوتا تو وہ ہرگز نہ کھاتا۔ (ماقبل میں جو ہم نے نیک اور فقرا کی تخصیص کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ) فقرا اور صالحین کو کھلانا نیکی پر مدد کرنا ہے جبکہ فاسق وفاجر کو کھلانا اسے فسق وفجور پر قوت دینا ہے۔

تُو تو خود ظالم ہے:

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ سے ایک درزی نے پوچھا کہ "میں بادشاہوں کے کپڑے سیتا ہوں تو کیا میں ظالموں کی مدد کرنے والا ہوں؟" فرمایا: "نہیں، ظالموں کی مدد کرنے والے تو وہ ہیں جو تیرے ہاتھ سوئی اور دھاگہ بیچتے ہیں، تُو تو خود ظالموں میں سے ہے۔"

[1] ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی...الخ، ۳/۴۵۵، الحدیث: ۵۱۷۷

دعوت قبول کرنے کا حکم:

(عام طور پر) دعوت قبول کرنا سنّتِ مؤکدہ ہے۔ البتہ، بعض مواقع پر واجب بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَوْدُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُھْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ یعنی اگر مجھے بکری کے پائے کی بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا اور اگر مجھے بکری کا بازو بھی تحفۃً دیا جائے تو میں قبول کروں گا۔“[1]

دوسری فصل: دعوت قبول کرنے کے آداب

(1)...دعوت: قبول کرنے میں امیر و غریب کا فرق ملحوظِ خاطر نہ ہو کہ یہ تکبر ہے جو کہ ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے سرے سے ہی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: ”شوربے کا انتظار ذلت ہے۔“ بعض نے کہا کہ ”اگر میں اپنا ہاتھ دوسرے کے پیالے میں ڈالوں تو گویا میں نے اس کے سامنے اپنی گردن جھکا دی۔“ بعض متکبرین صرف اغنیا کی دعوت قبول کرتے ہیں فقرا کی نہیں یہ خلافِ سنت ہے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غلام و مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے۔[2]

نواسۂ رسول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی عاجزی:

منقول ہے کہ چند مساکین راستہ میں بیٹھے مانگ رہے تھے اور ریت پر پھیلائے روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے کہ حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خچر پر سوار قریب سے گزرے، آپ نے انہیں سلام کیا تو وہ جواب دے کر عرض گزار ہوئے: ”اے نواسۂ رسول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ! آئیے کھانا کھائیے!“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”ہاں! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑائی چاہنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللّٰہُ

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من اجاب الی کراع، ۳/۴۵۵، الحدیث: ۵۱۷۸

[2] ...سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب رقم: ۳۲، ۲/۳۱۱، الحدیث: ۱۰۱۹

قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۱۲

تَعَالٰی عَنْہ خچر سے نیچے اترے اور زمین پر بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا پھر انہیں سلام کیا اور سوار ہو کر فرمایا: ”میں نے تمہاری دعوت قبول کی تم بھی میری دعوت قبول کرو۔“ انہوں نے عرض کی: ”جی ہاں!“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے ایک وقتِ معلوم کا وعدہ (یعنی دعوت کا وقت مقرر) کرلیا جب وہ آئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کے سامنے عمدہ کھانا رکھا اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔

بعض نے اس قول ”**اگر میں اپنا ہاتھ دوسرے کے پیالے میں ڈالوں تو گویا میں نے اس کے سامنے اپنی گردن جھکا دی**“ کو خلافِ سُنَّت قرار دیا ہے لیکن یہ خلافِ سُنَّت اس وقت ہے جب بلانے والا دعوت قبول کئے جانے پر خوش نہ ہو اور (قبول کرنے پر) اس کا احسان مند نہ ہو یا دعوت کر کے احسان جتائے۔ چنانچہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (امیر و غریب) ہر ایک کی دعوت قبول فرماتے تھے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو علم تھا کہ دعوت کرنے والا آپ کا احسان مند ہو گا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کو دونوں جہاں میں عزت و شرف اور اجر و ثواب کا باعث سمجھے گا۔

یہ معاملہ حالات کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے۔ پس اگر گمان ہو کہ بلانے والے پر کھانا کھلانا بھاری ہو گا یا یہ کہ وہ نمود و نمائش کی خاطر دعوت کرنا چاہتا ہے یا تکلف کرتا ہے تو ایسے کی دعوت قبول کرنا سنت نہیں[1] بلکہ کوئی عذر کرلینا بہتر ہے۔

کس کی دعوت قبول کرنا سنت ہے؟

بعض صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”صرف اس شخص کی دعوت قبول کرنا سنّت ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ کھانے والے نے تو اپنا رزق کھایا ہے میں نے تو اس کی امانت اس کے سپرد کی ہے جو میرے پاس تھی اور اس پر وہ احسان مند بھی ہو۔“

حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”مجھے ایسے لقمہ کی تلاش ہے جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

---

[1] ...سنن ابی داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی طعام المتبارِیین، ۳/۴۸۳، الحدیث: ۳۷۵۴

کی نافرمانی اور مخلوق کا احسان نہ ہو۔“

اگر مدعو کو (یعنی جسے دعوت دی گئی ہے اسے) علم ہو کہ احسان نہیں جتلایا جائے گا تو اسے چاہئے کہ دعوت قبول کرلے۔

حضرت سیِّدُنا ابو تراب نخشبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”ایک بار مجھے کھانے کے لئے کچھ دیا گیا لیکن میں نے انکار کر دیا تو اس کی وجہ سے میں 14 دن بھوکا رہا۔“

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے عرض کی گئی: ”(کیا وجہ ہے کہ) آپ کو جو بھی دعوت دیتا ہے آپ اس کی طرف چلے جاتے ہیں؟“ فرمایا: ”میں مہمان ہوں لوگ جہاں بھی مجھے بلاتے ہیں چلا جاتا ہوں۔“

(2)...جس طرح دعوت دینے والے: کے فقر اور کم مرتبہ ہونے کی وجہ سے انکار کرنا منع ہے ایسے ہی سفر زیادہ ہونے کی وجہ سے دعوت قبول کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اگر عادتاً یہ سفر ممکن ہو تو انکار کرنا مناسب نہیں۔

بعض آسمانی کتابوں میں مذکور ہے کہ ”ایک میل چل کر مریض کی عیادت کرو، دو میل چل کر جنازہ میں شرکت کرو، تین میل چل کر دعوت میں جاؤ اور چار میل چل کر (رضائے الٰہی کے لئے) اپنے مسلمان بھائی کی زیارت (اور اس سے ملاقات) کرو۔“

دعوت قبول کرنے اور ملاقات کرنے کو مریض کی عیادت کرنے اور جنازے میں حاضر ہونے پر فضیلت دی گئی ہے کیونکہ اس میں زندہ کے حق کو پورا کرنا ہے جو کہ میّت سے اولیٰ ہے۔ چنانچہ،

محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”لَوْدُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعِ الْغَمِیْمِ لَاَجَبْتُ یعنی اگر مجھے مقامِ غَمِیْم میں بھی بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔“[1]

”غَمِیْم“ مدینہ سے کئی میل دور ایک جگہ کا نام ہے۔[2] رمضان المبارک (فتح مکہ کے سال) آپ صَلَّی اللہُ

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من اجاب الی کراع، ۳/ ۴۵۵، الحدیث: ۵۱۷۸

2 ...صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم و الفطر فی... الخ، الحدیث: ۱۱۱۴، ص ۵۶۳

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب اس جگہ پہنچے تو روزہ نہ رکھا اور نماز قصر کی۔[1]

نفل روزہ توڑنے کی رخصت:

(3)...**روزہ دار:** ہونے کی وجہ سے دعوت میں شرکت سے انکار نہ کرے بلکہ چلا جائے اگر دعوت کرنے والے کو اس کے روزہ افطار کرنے سے خوشی ہو تو افطار کردے (یعنی روزہ توڑ دے) اور اپنے مسلمان بھائی کے دل میں خوشی داخل کرنے کی نیت سے اسی ثواب کی امید رکھے جس کی حالت روزہ میں تھی، بلکہ اس سے بھی زیادہ کی امید رکھے اور یہ (یعنی افطار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار) نفل روزے میں ہے[2]۔ اگر اس کی خوشی ثابت نہ بھی ہو پھر بھی ظاہر کی تصدیق کرتے ہوئے افطار کردے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ تکلف کرتا ہے تو روزہ نہ توڑے بلکہ کوئی عذر کرلے۔

مروی ہے کہ کسی نے دعوت پر روزے کا عذر کیا تو حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تیرے بھائی نے تیرے لئے اہتمام کیا اور تو کہتا ہے میں روزہ دار ہوں۔''[3]

1...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مقام النبی بمکۃ زمن...الخ، ۳/۱۰۶، الحدیث: ۴۲۹۷، ۴۲۹۸

2...**دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب **فیضانِ سُنَّت جلد اوّل صفحہ 1078** پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی** دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: **نَفْل** روزہ بِلا عذر توڑ دینا ناجائز ہے۔ مہمان کے ساتھ اگر میزبان نہ کھائے گا تو اُسے ناگوار ہو گا یا مہمان اگر کھانا نہ کھائے گا تو میزبان کو اَذِیَّت ہو گی تو نَفْل روزہ توڑ دینے کے لئے یہ عذر ہے۔ (سُبْحٰنَ اللہ شریعت کو اِحترامِ مسلم کا کس قدر لحاظ ہے) بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ اِس کی قضا رکھ لے گا اور **ضَحْوَۂ کُبریٰ** سے پہلے توڑ دے بعد کو نہیں۔ **دعوت** کے سبب **ضَحْوَۂ کُبریٰ** سے پہلے روزہ توڑ سکتا ہے جبکہ دعوت کرنے والا محض اس کی موجودگی پر راضی نہ ہو اور اس کے نہ کھانے کے سبب ناراض ہو بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ بعد میں رکھ لے گا، لہٰذا اب روزہ توڑ لے اور اس کی قضا رکھے۔ لیکن اگر دعوت کرنے والا محض اس کی موجودگی پر راضی ہو جائے اور نہ کھانے پر ناراض نہ ہو تو روزہ توڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ **نَفْل** روزہ زَوال کے بعد ماں باپ کی ناراضگی کے سَبَب توڑ سکتا ہے۔ اور اِس میں عَصْر سے پہلے تک توڑ سکتا ہے بعدِ عَصْر نہیں۔

3...سنن الدارقطنی، کتاب الصیام، باب رقم: ۳، ۲/۲۲۴، الحدیث: ۲۲۲۰

افضل نیکی:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”اپنے دوستوں کی خاطر (نفل) روزہ توڑنا افضل نیکیوں میں سے ہے۔“

پس اس نیت سے روزہ توڑنا عبادت اور حُسنِ خُلق ہے، لہٰذا اس کا ثواب روزے کے ثواب سے زیادہ ہے۔ البتہ اگر وہ افطار نہ کرے تو اُس کی مہمان نوازی خوشبو، انگیٹھی اور اچھی گفتگو ہے۔ ایک قول ہے کہ سرمہ اور تیل بھی مہمان نوازی میں سے ایک ہے۔

دعوت قبول نہ کرنے کی صورتیں:

(4)...اگر کھانا شبہ والا ہو: یا دعوت مغصوبہ (غصب کی گئی) زمین میں ہو یا بچھائی جانے والی چٹائی حلال نہ ہو یا اُس جگہ کوئی ناجائز کام ہو۔ مثلاً: چٹائی کی جگہ ریشم کا کپڑا بچھایا گیا ہو یا برتن چاندی کے ہوں یا چھت یا دیوار میں جاندار کی تصویر لگی ہو یا موسیقی کی محفل سجی ہو یا ناجائز کھیل تماشا ہو یا جھوٹ، غیبت، چغلی اور بہتان وغیرہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی بھی ناجائز کام ہو تو ان سب صورتوں میں دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے۔ یہ تمام کام دعوت کو مستحب ہونے سے نکال کر حرام و مکروہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ یونہی اگر دعوت دینے والا ظالم، بدعتی، فاسق یا شریر ہو یا فخر و مباہات کے طور پر دعوت کرتا ہو تو بھی دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے۔

دعوت قبول کرنے کی اچھی اچھی نیتیں:

(5)...دعوت قبول کرنے سے: مقصود صرف پیٹ کی خواہش پوری کرنا نہ ہو کہ اس طرح یہ دنیاوی کام ہو گا بلکہ چاہئے کہ کوئی اچھی نیت کر لے تاکہ یہ بھی دینی کام ہو جائے۔ مثلاً:

❀...سنّت پر عمل کی نیت سے دعوت قبول کرے کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ یعنی اگر مجھے بکری کے پائے کی بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔"[1]

❀...اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی سے بچنے کی نیت کرے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ فَقَدْ عَصَی اللہَ وَرَسُوْلَہٗ یعنی جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔"[2]

❀...اپنے مسلمان بھائی کی بات مان کر اس کے اِکرام کی نیت کرے کہ مصطفٰے جان رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ اَکْرَمَ اَخَاہُ الْمُؤْمِنَ فَکَاَنَّمَا اَکْرَمَ اللہَ یعنی جس نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کی گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اکرام کیا۔"[3]

❀...اپنے مسلمان بھائی کے دل میں خوشی داخل کرنے کی نیت سے دعوت قبول کرے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَرَّ مُؤْمِنًا فَقَدْ سَرَّ اللہَ یعنی جس نے کسی مسلمان کو خوش کیا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کیا۔"[4]

❀...اس کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی کی زیارت کی نیت کرے تاکہ رضائے الٰہی کی خاطر محبت کرنے والوں میں ہو جائے کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس (یعنی کسی سے ملاقات کے معاملے) میں دو چیزوں کو شرط قرار دیا ہے: (۱)...رضائے الٰہی کی خاطر ہو اور (۲)...مال وغیرہ خرچ کرنا پایا جائے۔[5] چنانچہ،

1...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من اجاب الی کراع، ۳/۴۵۵، الحدیث: ۵۱۷۸

2...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ، الحدیث: ۱۴۳۲، ص ۷۵۰

3...المعجم الاوسط، ۶/۲۴۲، الحدیث: ۸۶۴۵

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۲/۲۳۰، الرقم: ۲۸۷، بحر بن کنیز السقاء

4...حلیۃ الاولیاء، ۳/۲۶، الحدیث: ۳۱۸۸

کتاب المجروحین لابن حبان، ۲/۲۹۷، الرقم: ۹۷۷، محمد بن اسحاق العکاشی

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/۱۱۳، الرقم: ۱۲۲۹، عمر بن شاکر

5...الموطا امام مالک، کتاب الشعر، باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ، ۲/۴۳۹، الحدیث: ۱۸۲۸

دعوت میں شرکت کی صورت میں ایک جانب سے خرچ کرنا اور دوسری جانب سے ملاقات کرنا پایا جارہا ہے۔

❀...دوسروں کو اپنے بارے میں بدگمانی سے بچانے کی نیت سے دعوت قبول کرے اور (انکار کرکے) یہ کہنے کا موقع نہ دے کہ یہ متکبِّر، بداخلاق یا مسلمان کو حقیر جانتا ہے۔

جتنی نیتیں زیادہ اتنا ثواب بھی زیادہ:

اگر کوئی شخص دعوت قبول کرتے وقت بیان کردہ نیتوں میں سے ایک نیت بھی کرلے گا تو اس کا یہ عمل نیکی بن جائے گا اور اگر سب نیتیں کرلے تو نہ جانے کتنا ثواب حاصل ہوگا؟ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے: ''میں چاہتا ہوں کہ ہر عمل میں کوئی نہ کوئی اچھی نیت کرلوں حتی کہ کھانے اور پینے میں بھی۔'' اسی کی مثل حدیثِ مبارکہ میں بھی ارشاد ہوا۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے:

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس نے اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہے اور جس نے دنیا پانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔**[1]

نیت کن کاموں میں کارآمد ہے؟

نیت صرف مباح اور نیک کام میں اثر انداز ہوتی ہے مُنْہِیَّات میں نہیں (یعنی ناجائز کام اچھی نیت سے جائز نہیں ہوگا) **مثلاً:** اگر کوئی شراب پینے پر مدد کرنے یا کسی اور حرام کام سے اپنے بھائی کو خوش کرنے کی نیت

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النیة فی الایمان، ۴/ ۲۹۹، الحدیث: ۶۶۸۹
سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فیما عنی بہ الطلاق والنیات، ۲/ ۳۸۱، الحدیث: ۲۲۰۱

کرے تو یہ نیت اسے کچھ فائدہ نہیں دے گی اور وہ اسے اچھا ثابت کرنے کے لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ ''**اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے**'' بلکہ اگر کوئی شخص جہاد سے فخر ومباہات یا مال حاصل کرنے کی نیت کرے تو اب یہ نیکی نہ رہے گا۔ اسی طرح وہ جائز کام جو نیکی اور برائی دونوں کا احتمال رکھتا ہو اس میں اچھی نیت سے وہ نیکی قرار پائے گا، لہٰذا نیت مباحات وطاعات میں ہی اثر انداز ہوتی ہے مُنْہِیَّات میں نہیں۔

تیسری فصل: دعوت میں شرکت کے آداب

❀...گھر میں داخل ہو کر کسی نمایاں جگہ پر نہ بیٹھے بلکہ عاجزی اپنائے۔

❀...اہلِ خانہ کو نہ تو زیادہ انتظار کرائے اور نہ ہی تیاری سے قبل حاضر ہو۔

❀...زیادہ لوگ ہوں تو بیٹھتے وقت حاضرین پر جگہ تنگ نہ کرے (بلکہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے)۔

❀...اگر میزبان کسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کرے تو وہیں بیٹھے کیونکہ بسا اوقات اس نے اپنے ذہن میں ہر ایک کی جگہ مقرر کی ہوتی ہے تو اس کی بات نہ ماننے سے اسے تشویش ہو گی۔

❀...اگر بعض مہمان عزت کرتے ہوئے اسے بلند جگہ بیٹھنے کا اشارہ کریں تو تواضع کرے کیونکہ حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ ''مجلس میں ادنیٰ جگہ پر بیٹھنا بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے عاجزی کرنا ہے۔''[1]

❀...عورتوں کے کمرے کے دروازے یا پردے کے سامنے نہ بیٹھے۔

❀...جس طرف سے کھانا لایا جا رہا ہو اس جانب بار بار نہ دیکھے کہ یہ حرص کی علامت ہے۔

❀...جب بیٹھے تو قریب والے کو سلام کرے اور خیریت دریافت کرے۔

❀...اگر مہمان رات گزارنے کے لئے آئے تو میزبان اسے قبلہ، قضائے حاجت اور وضو کی جگہ بتا دے کہ حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْخَالِق نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔

❀...(میزبان کو چاہئے کہ کھانے سے قبل دیگر لوگوں سے پہلے اور بعد میں سب سے آخر میں ہاتھ دھوئے کہ) حضرت

1...المعجم الکبیر، ۱/۱۱۴، الحدیث: ۲۰۵

سیّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْخَالِق نے کھانے سے قبل باقی لوگوں سے پہلے ہاتھ دھوئے اور فرمایا: ”کھانے سے قبل سب سے پہلے میزبان کا ہاتھ دھونا بہتر ہے۔“ کیونکہ وہ لوگوں کو اپنے کرم کی طرف بلاتا ہے تو مناسب ہے کہ وہ ہاتھ بھی سب سے پہلے دھوئے اور کھانے کے بعد سب سے آخر میں دھوئے تاکہ اگر کوئی کھانے والا آجائے تو اس کے ساتھ کھا سکے۔

❀...اگر وہاں کوئی ناجائز کام دیکھے تو ہو سکے تو اسے ہاتھ سے بدل دے ورنہ زبان سے روک کر واپس آجائے۔ **مثلاً:** فرش پر ریشم کا بچھا ہونا، سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال، دیواروں پر (جانداروں کی) تصاویر، گانے باجے سننا، بے پردہ عورتوں کا سامنے آنا وغیرہ وغیرہ۔

سیّدُنا امام احمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد کے چند اقوال:

❀...”اگر وہاں کوئی سرمہ دانی دیکھے جس کے سرے پر چاندی لگی ہو تو مناسب ہے کہ لوٹ آئے۔“ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے وہاں بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ البتہ، اگر دروازے کے دستے یا کنڈی میں چاندی لگی ہو تو حرج نہیں۔

❀...”اگر دیکھے کہ وہاں باریک پردے لٹکائے گئے ہیں تو مناسب ہے کہ وہاں سے چلا جائے۔“ کیونکہ یہ تکلف ہے، ایسے پردوں کا کوئی فائدہ نہیں کہ نہ تو یہ گرمی سردی سے بچا سکتے ہیں اور نہ ہی پردے کا فائدہ دیتے ہیں۔

❀...” اگر دیکھے کہ دیواروں کو ریشم کے پردوں سے اس طرح ڈھانپا گیا ہے جیسے کعبہ کو ڈھانپا جاتا ہے تو بھی وہاں سے لوٹ آئے۔“

❀...”اگر کوئی شخص ایسا مکان کرائے پر لے یا ایسے حمام میں داخل ہو جس میں جاندار کی تصویر لگی ہو تو اسے مٹادے اگر ایسا نہ کر سکے تو وہاں سے لوٹ آئے۔“

حضرت سیّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے جو کچھ فرمایا بالکل درست ہے۔ البتہ، (یہ یاد رہے

کہ) باریک کپڑے کی طرف نظر کرنا یا دیواروں کو ریشمی کپڑے سے مزین کرنا حرام نہیں کیونکہ ریشم مردوں کو (پہننا) حرام ہے۔ چنانچہ، نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ھٰذَانِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ حِلٌّ لِّاِنَاثِھَا یعنی یہ دونوں (سونا اور ریشم) میری امت کے مردوں پر حرام[1] اور عورتوں پر حلال ہیں۔“[2] اور جو دیوار پر ہے وہ مردوں کی طرف منسوب نہیں۔ اگر یہ (یعنی دیواروں پر کپڑا لٹکانا) حرام ہو تو پھر کعبہ پر لٹکانا بھی حرام ہو گا۔ بلکہ اس ارشاد باری تعالیٰ: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ[3] کی وجہ سے اسے مباح کہا جائے گا بالخصوص اس وقت جب زینت کی نیت سے ہو کیونکہ عادتاً اسے تفاخر کی نیت سے استعمال نہیں کیا جاتا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر یہ کہا جائے کہ مردوں کا ریشم کے پردوں کی طرف دیکھنا ہی ان کا نفع اٹھانا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردوں کے لئے اس کی طرف دیکھ کر نفع حاصل کرنا حرام نہیں جہاں تک عورتوں کا معاملہ ہے تو وہ انہیں پہن سکتی ہیں اور دیواریں عورتوں کے حکم میں ہیں کیونکہ وہ مردانہ صفات سے مُتَّصِف نہیں۔

چوتھی فصل: کھانا حاضر کرنے کے آداب

(1)... کھانا حاضر کرنے میں جلدی کی جائے: کہ یہ مہمان کے اکرام سے ہے۔ چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ

---

[1]... مُفَسِّرِ شہیر، حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 74** پر اس حدیثِ پاک ”نہ پہنو باریک ریشم نہ موٹا ریشم“ کے تحت فرماتے ہیں: جس کپڑے کا تانا بانا (یعنی وہ دھاگے جو کپڑا بننے میں عرض و طول میں دیئے جاتے ہیں وہ) یا صرف بانا (یعنی وہ دھاگا جو چوڑائی میں دیا جاتا ہے) ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے، عورت کو حلال اور جن کا تانا (یعنی وہ دھاگا جو لمبائی میں دیا جاتا ہے) ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اُون کا، اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے۔ دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباج نہیں۔

[2]... سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس الحریر والذھب للنساء، ۴/۱۵۸، الحدیث: ۳۵۹۵

[3]... ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس نے حرام کی **اللہ** کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی۔ (پ۸، الاعراف: ۳۲)

ضَیْفَهٗ یعنی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے۔“[1]

اگر ایک یا دو مہمان وقت پر نہ پہنچیں جبکہ دیگر لوگ پہنچ چکے ہوں تو حاضرین کو کھانا پیش کر دینا اولیٰ ہے۔ البتہ، اگر لیٹ ہو جانے والے فقیر ہوں یا ان کے بغیر کھا لینے کی صورت میں ان کی دل آزاری ہو گی تو انتظار کرنے میں حرج نہیں۔

مہمانوں کی عزت اور کھانا جلد پیش کرنے پر آیاتِ قرآنی:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۴﴾ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

اس آیت مبارکہ کی ایک تفسیر یہ ہے کہ انہیں مُكْرَمِیْن (معزز) اس وجہ سے کہا گیا کہ حضرت سیِّدُنا ابرہیم خَلِیْلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں کھانا پیش کرنے میں جلدی کی۔ اس پر دلیل یہ آیاتِ مبارکہ ہیں: ❀... فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ﴿۶۹﴾[2]۔ ❀... فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾[3]۔

آیت میں مذکور لفظ ”راغ“ کی وضاحت:

رَاغَ کا مصدر رَوْغَان ہے جس کا معنی ہے: ”جلدی جلدی جانا۔“ بعض نے کہا اس کا مطلب ہے: ”خفیہ طور پر جانا۔“ ایک قول یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام ایک ران لائے تھے اسے عِجْل نام اس لئے دیا گیا کیونکہ آپ عَلَیْهِ السَّلَام یہ ران کہیں رکے بغیر (بلا تاخیر) جلد لے آئے تھے۔

پانچ کاموں میں جلدی کرنی چاہئے:

حضرت سیِّدُنا حاتم اصم عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: ”جلد بازی شیطان کا کام ہے مگر پانچ چیزوں میں

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایاه بنفسه، ۴/۱۳۶، الحدیث: ۶۱۳۵

2 ...ترجمۂ کنزالایمان: پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بھنا لے آئے۔ (پ۱۲، ھود: ۶۹)

3 ...ترجمۂ کنزالایمان: پھر اپنے گھر گیا تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا۔ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۶)

جلدی کرنا سنت ہے: (۱)... مہمان کو کھانا کھلانے میں (۲)... میت کو دفن کرنے میں (۳)... کنواری لڑکی کا نکاح کرنے میں (۴)... قرض کی ادائیگی میں اور (۵)... گناہوں سے توبہ کرنے میں۔"[1]

❀...ولیمہ میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ منقول ہے کہ شب زفاف کے بعد پہلے دن ولیمہ کرنا سنت ہے، دوسرے دن معروف (اچھا) اور تیسرے دن ریا (دکھاوا) ہے۔

پھل پہلے کھائے جائیں یا بعد میں؟

(2)... کھانوں میں ترتیب رکھی جائے: یعنی اگر پھل ہوں تو پہلے وہ پیش کئے جائیں کہ طبی لحاظ سے ان کا پہلے کھانا زیادہ موافق ہے، یہ جلد ہضم ہو جاتے ہیں، لہٰذا ان کو معدے کے نچلے حصہ میں ہونا چاہئے اور قرآن پاک سے بھی پھل کے مقدم (یعنی پہلے) ہونے پر آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ (پ۲۷، الواقعۃ: ۲۰، ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میوے جو پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔

(گوشت سے پہلے پھلوں کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پھل پہلے کھائے جائیں۔) پھلوں کے بعد (اگر مُیَسَّر ہو تو) کھانے میں گوشت اور ثرید[2] کو مقدم کرنا افضل ہے۔ چنانچہ، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ یعنی عائشہ کی بزرگی (فضیلت) تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر۔"[3]

❀...اگر آخر میں میٹھی چیز میسر ہو جائے تو تحقیق اس نے تمام پاکیزہ کھانوں کو جمع کر لیا۔ گوشت سے مہمان کا اکرام (یعنی مہمان نوازی) کرنے پر حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فعل دلالت

1...طبقات الصوفیۃ للسلمی، الرقم: ۱۱: حاتم الاصم، ص۸۷

سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی التانی والعجلۃ، ۳/۴۰۷، الحدیث: ۲۰۱۹

2...ایک قسم کا کھانا جو شوربے وغیرہ میں روٹی کا مالیدہ بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔

3...صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضل عائشۃ، ۲/۵۵۱، الحدیث: ۳۷۷۰

کرتا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بھنا ہوا بچھڑا پیش فرمایا۔ حَنِیْذ اس گوشت کو کہتے ہیں جو خوب پکایا گیا ہو۔ گوشت سے مہمان نوازی کرنا بھی مہمان کی تعظیم کی ایک صورت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پاکیزہ کھانوں کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ (پ۱، البقرة:۵۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور تم پر من اور سلویٰ اُتارا۔

مَن سے مراد شہد اور سلویٰ سے مراد گوشت ہے۔

گوشت کو سلویٰ کہنے کی وجہ:

اسے سلویٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے سالن کی حاجت نہیں رہتی اور کوئی دوسرا کھانا اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سَیِّدُ الْاِدَامِ اللَّحْمُ یعنی گوشت کھانوں کا سردار ہے۔“[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے من و سلویٰ کے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا:

كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (پ۲، البقرة:۱۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔

تو گوشت اور میٹھا پاکیزہ چیزوں میں سے ہیں۔

❀...حضرت سَیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”پاکیزہ چیزیں کھانا رضائے الٰہی کا باعث ہیں۔“ اور یہ پاکیزہ چیزیں، کھانے کے دوران ٹھنڈا پانی پینے اور کھانے کے بعد نیم گرم پانی کے ساتھ ہاتھ دھونے سے مکمل ہوجاتی ہیں۔

❀...مامون عبداللہ بن ہارون کا قول ہے کہ ”برف ملا (ٹھنڈا) پانی پینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شکر کو خالص کردیتا ہے۔“

❀...بعض ادیبوں کا قول ہے کہ ”جب تو اپنے بھائیوں کی دعوت کرے اور انہیں حِصْرِمِیّہ (کچے انگوروں سے تیار کی

1...المعجم اوسط، ۵/۳۲۲، الحدیث: ۷۴۷۷

سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اللحم، ۴/۲۹، الحدیث: ۳۳۰۵

ہوئی سبزی یا غذا)، بُورَانِیَّه (بینگن کے ساتھ بھنا ہوا گوشت) اور ٹھنڈا پانی پیش کرے تو تو نے ضیافت کو مکمل کر دیا۔"

ضیافت کے لئے یہی کافی ہے:

کسی نے دعوت میں بہت مال خرچ کیا تو ایک دانا (عقل مند) شخص نے کہا: "تجھے دعوت میں اتنا مال خرچ کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب تیری روٹی عمدہ، پانی ٹھنڈا اور سرکہ اچھا ہو تو ضیافت کے لئے یہی کافی ہے۔"

مختلف اقسام کے کھانوں سے بہتر:

بعض بزرگ فرماتے ہیں: "کھانے کے بعد میٹھا کھانا مختلف اقسام کے کھانوں سے بہتر ہے اور دسترخوان پر سب کو کھانا پہنچ جانا زیادہ کھانوں سے بہتر ہے۔"

دسترخوان پر ملائکہ کی حاضری:

منقول ہے کہ "جس دسترخوان پر سبزی ہو اس دسترخوان پر ملائکہ تشریف لاتے ہیں۔" لہٰذا دسترخوان پر سبزی کا ہونا مستحب ہے۔ نیز اس میں سبز رنگ سے زینت حاصل کرنا بھی ہے (جو کہ پسندیدہ عمل ہے)۔

بنی اسرائیل پر نازل ہونے والا دسترخوان:

مروی ہے کہ "بنی اسرائیل پر جو دسترخوان اترا تھا اس میں گندنا (پیاز نما ایک بدبودار سبزی) کے علاوہ سب سبزیاں موجود تھیں۔ اس پر ایک مچھلی تھی جس کے سر کی جانب سرکہ اور دُم کی جانب نمک تھا، سات روٹیاں تھیں ہر روٹی پر زیتون اور انار کے دانے تھے۔" تو اگر دسترخوان پر یہ سب چیزیں جمع ہو جائیں تو اچھا ہے کہ اُس کے ساتھ موافقت ہو جائے گی۔

مختلف اقسام کے کھانے ہوں تو کیا کِیا جائے؟

(3)...نرم (اور عمدہ ولذیذ) کھانا پہلے پیش کیا جائے: تا کہ کھانے والوں میں سے جو چاہے اسی سے سیر ہو جائے اور بعد میں زیادہ نہ کھائے۔ بعض مالدار لوگ سخت کھانا پہلے رکھتے ہیں تا کہ بعد میں نرم (ولذیذ) کھانا

دیکھ کر دوبارہ خواہش پیدا ہو۔ یہ خلافِ سنّت اور زیادہ کھانے کا ایک حیلہ (بہانہ) ہے۔

❀...اسلاف کا طریقہ تھا کہ وہ تمام اقسام کے کھانے اور پیالے ایک بار میں ہی دستر خوان پر چُن دیا کرتے تھے تاکہ ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق کھائے۔

❀...اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہو تو مہمانوں کو بتادیا جائے تاکہ وہ اسی سے سیر ہو جائیں اور اس سے عمدہ کے انتظار میں نہ رہیں۔

❀...بعض صاحبِ مروت لوگوں سے منقول ہے کہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ایک کاغذ پر لکھ کر مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے۔

❀...ایک بزرگ فرماتے ہیں: ملکِ شام میں ایک شیخ نے مجھے ایک کھانا پیش کیا۔ میں نے کہا: "ہمارے ہاں عراق میں یہ کھانا آخر میں دیا جاتا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہمارے ہاں شام میں بھی ایسا ہی ہے۔" ان کے پاس اور کچھ نہ تھا، لہٰذا مجھے اپنی بات پر بڑی شرمندگی ہوئی۔

❀...ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: ہم چند لوگ کسی کے ہاں مہمان تھے کہ ہمارے سامنے بھنے ہوئے اور پکائے ہوئے سر اور خشک گوشت کے ٹکڑے رکھے گئے۔ ہم اس انتظار میں رہے کہ کسی اور قسم کا کھانا بھی آئے گا، لہٰذا ہم نے سیر ہو کر نہ کھایا حتی کہ وہ ہاتھ دھلانے کے لئے تھال لے آیا، دوسرا کوئی کھانا نہ لایا۔ ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ہم میں سے ایک خوش طبع صاحب کہنے لگے: "بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بدنوں کے بغیر سر پیدا کرنے پر قادر ہے۔" راوی کا بیان ہے کہ "وہ رات ہم نے سحری کے انتظار میں بھوکے رہ کر گزاری۔"

ان تمام اقوال و واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام کھانے دستر خوان پر اکٹھے رکھ دیئے جائیں یا جو کچھ موجود ہو اس کے متعلق مہمانوں کو بتادیا جائے۔

(4)... کھانا اٹھانے میں جلدی نہ کی جائے: یعنی جب تک کہ کھانے والے کھانے سے ہاتھ نہ کھینچ لیں تب تک دستر خوان نہ اٹھایا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی کو بچے ہوئے کھانے کی خواہش باقی ہو یا کوئی ابھی

مزید کھانا چاہتا ہو تو جلدی اٹھا لینے سے بدمزگی ہوگی۔ بزرگوں کے قول **"دستر خوان پر سب کو کھانا پہنچ جانا زیادہ کھانوں سے بہتر ہے"** کا یہی مطلب ہے (کہ برتن اٹھانے میں جلدی نہ کی جائے)۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مکان کی وُسعت مراد ہو (تاکہ مہمانوں کو بیٹھنے میں کسی قسم کی تنگی نہ ہو)۔

حکایت: خوش طبع مہمان اور بخیل میزبان:

خوش طبع صوفی بزرگ حضرت سیِّدُنا ابو عبد اللہ سُتوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ایک بار کسی دنیادار بخیل شخص کے دستر خوان پر تشریف فرما تھے، اس نے بھنا ہوا بچھڑا آپ کے آگے رکھا، جب اس نے لوگوں کو بچھڑے کے ٹکڑے کرتے دیکھا تو تنگ دل ہو کر اپنے غلام سے کہا: "یہ بچوں کے لئے لے جاؤ۔" غلام اسے اٹھا کر گھر کے اندر جانے لگا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس کے پیچھے ہو لئے۔ عرض کی گئی: "آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟" فرمایا: "میں بچوں کے ساتھ کھاؤں گا۔" یہ سن کر میزبان بڑا شرمندہ ہوا اور غلام کو بچھڑا واپس لانے کا کہا۔

❀...میزبان کو چاہئے کہ لوگوں سے پہلے کھانے سے ہاتھ نہ روکے کہ شرمندہ ہو کر وہ بھی کھانا چھوڑ دیں گے بلکہ ان کے ساتھ آخر تک کھاتا رہے۔

❀...بعض بزرگ لوگوں کو تمام کھانوں کے بارے میں بتا دیتے اور خود ان کے ساتھ نہ کھاتے جب وہ سیر ہونے کے قریب ہوتے تو خود گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بِسْمِ اللہ پڑھ کر کھانے لگتے اور فرماتے: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں برکت دے میری مدد کرو۔" اسلاف اس طرزِ عمل کو اچھا سمجھتے تھے۔

مہمان کے سامنے کھانا کتنا رکھا جائے؟

(5)...**کم از کم بکفایت کھانا رکھا جائے:** کیونکہ کفایت سے کم رکھنا مروت کے خلاف ہے اور ضرورت سے زیادہ بناوٹ و دکھاوا ہے بالخصوص اس وقت جب میزبان کے دل میں کھٹکا ہو کہ مہمان سارے کا سارا کھانا کھا جائیں گے۔ البتہ، اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہو بلکہ مہمانوں کے تمام کھانا کھا لینے پر خوش ہو اور اگر کچھ بچ

جائے تو اسے تبرک سمجھے تو زیادہ رکھنے میں حرج نہیں کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ”اس (یعنی مہمانوں کا بچا ہوا کھانا) کھانے پر حساب نہ ہو گا۔“[1]

حکایت: کھانے میں اسراف نہیں:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے دستر خوان پر بہت سا کھانا رکھا تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے کہا: ”اے ابو اسحاق! آپ اس کے اسراف (ضائع) ہونے کا خوف نہیں کرتے؟“ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”کھانے میں اسراف نہیں۔“

❀...اگر مہمانوں کے بچے ہوئے کھانے سے تبرک حاصل کرنے کی نیت نہ ہو تو زیادہ کھانا پیش کرنا تکلف ہے۔

فخر و مباہات والی دعوت قبول کرنا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”ہمیں ایسے شخص کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے جو فخر و مباہات کی نیت سے دعوت کرتا ہو۔“[2]

❀...صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ایک گروہ نے فخریہ کھانے کو ناپسند کیا ہے، اسی طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے سے کبھی بچا ہوا کھانا نہیں اٹھایا گیا[3] کیونکہ ان مقدس ہستیوں کے سامنے کھانا بقدر ضرورت ہی رکھا جاتا تھا اور وہ سیر ہو کر بھی نہیں کھاتے تھے۔

❀...گھر والوں کے لئے کھانا پہلے ہی الگ کر لے تاکہ ان کی نظریں بقیہ کی طرف نہ لگی رہیں۔ نیز ممکن ہے کہ کچھ بھی واپس نہ آئے یوں ان کا دل تنگ ہو گا اور وہ مہمانوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کریں

---

1 ...فردوس الاخبار للدیلمی، باب التاء، ۱/۳۱۹، الحدیث: ۲۳۲۴
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۰۶

2 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۰۶

3 ...سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الشواء، ۴/۳۱، الحدیث: ۳۳۱۰

گے۔ تو یہ مہمانوں کو ایسا کھانا کھلانا ہوا جس کے پیچھے ناپسندیدگی ہو اور یہ ان کے حق میں خیانت ہوگی۔

مہمان کو بچا ہوا کھانا لے جانا کیسا؟

مہمانوں کو بچا ہوا کھانا لے جانے کی اجازت نہیں۔ صوفیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام (دین میں) اسے لغزش شمار کرتے ہیں۔ البتہ، اگر صاحبِ خانہ بخوشی اجازت دے دے یا ایسا قرینہ پایا جائے جس سے اجازت سمجھی جا رہی ہو تو لے جا سکتے ہیں اور اگر گمان ہو کہ اسے ناپسند ہو گا تو لے جانا مناسب نہیں اگرچہ اس نے اجازت دے دی ہو۔ اگر میزبان کی رضامندی معلوم ہو تو بھی اپنے رفقا کے ساتھ عدل و انصاف ضروری ہے کہ جب تک دوسرا رفیق اپنا حصہ نہ نکال لے اس وقت تک نہ لے، اگر وہ خوش دلی سے اجازت دے تو لے سکتا ہے اور اگر شرم و حیا کی وجہ سے اجازت دے تو لینے میں پہل نہ کرے۔

پانچویں فصل:

واپسی کے آداب

(1)... مہمان کو رخصت کرنے کے لئے دروازے تک جائے کہ یہ سنت ہے: نیز اس میں مہمان کا اِکرام بھی ہے اور مہمان کے اِکرام کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ، محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهُ یعنی جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے۔“[1]

❀... حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ”مہمان نوازی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ میزبان مہمان کو رخصت کرنے لئے دروازے تک جائے۔“[2]

❀... حضرت سیِّدُنا ابو قتادہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه بیان کرتے ہیں کہ نَجاشی بادشاہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایاہ بنفسه، ٤/١٣٦، الحدیث: ٦١٣٥

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الضیافة، ٤/٥٢، الحدیث: ٣٣٥٨

مکارم الاخلاق للخرائطی، باب ما یستحب ان یشیع الضیف الی باب الدار، ١/٣٤٠، الحدیث: ٣٢٣

تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود ان کی خدمت فرمائی۔ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے عرض کی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم کافی ہیں۔“ ارشاد فرمایا: ”نہیں! انہوں نے میرے صحابہ کا اکرام کیا تھا، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ خود اس کا بدلہ دوں۔“[1]

❀...مہمان کا پورا اکرام یہ ہے کہ آتے جاتے اور دستر خوان پر اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات کی جائے اور اچھی گفتگو کی جائے۔ حضرت سَیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: ”کون سا کام مہمان کی تعظیم ہے؟“ فرمایا: ”خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا اور اچھی بات کرنا۔“

❀...یزید بن ابی زیاد کا کہنا ہے کہ ”میں جب بھی حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے اچھی بات کی اور عمدہ کھانا کھلایا۔“

(2)...مہمان کے حق میں: اگرچہ کوتاہی ہوئی ہو لیکن پھر بھی اسے چاہئے کہ خوشی خوشی واپس لوٹے کہ یہ حسن اخلاق اور عاجزی کی علامت ہے۔ چنانچہ،

❀...حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ الرَّجُلَ لَیُدْرِکُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَۃَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ یعنی بے شک بندہ حسنِ اخلاق کے ذریعے دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔“[2]

حکایت: بزرگ مہمان کی عاجزی مرحبا!

منقول ہے کہ ایک بزرگ کو دعوت میں بلانے کے لئے قاصد بھیجا گیا لیکن بزرگ سے قاصد کی ملاقات نہ ہو سکی، جب انہیں علم ہوا تو تشریف لے آئے تب تک لوگ کھانا کھا کر جا چکے تھے۔ میزبان نے کہا:

1...شعب الایمان للبیہقی، باب فی رد السلام، ۶/۵۱۸، الحدیث: ۹۱۲۵

2...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ۴/۳۳۲، الحدیث: ۴۷۹۸

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/۵۵۵، الحدیث: ۲۵۵۹۴

''لوگ تو جا چکے ہیں۔'' پوچھا: ''کچھ بچا ہے ؟'' عرض کی: ''نہیں۔'' پوچھا: ''روٹی کا کوئی ٹکڑا؟'' عرض کی: ''نہیں۔'' فرمایا: ''ہنڈیا چاٹ لوں گا۔'' میزبان نے عرض کی: ''اسے تو ہم دھو چکے ہیں۔'' چنانچہ، وہ بزرگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتے ہوئے لوٹ آئے۔ ان سے اس بارے میں عرض کی گئی تو فرمایا: ''اس شخص نے ہمیں اچھی نیت سے بلایا اور اچھی نیت سے لوٹا دیا۔'' عاجزی اور حسن خلق یہی ہے کہ مہمان کے دل میں میزبان کے لئے کدُورَت پیدا نہ ہو۔

حکایت: بچے کا دل خوش ہو گا:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو القاسم جنید رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اُستاذ حضرت سیِّدُنا ابنُ الکَرَنْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی کو ایک بچے نے اپنے باپ کے کہنے پر چار مرتبہ دعوت دی اور باپ نے ہر بار (بغیر کچھ کھلائے پلائے) انہیں واپس لوٹا دیا۔ آپ بلانے پر ہر بار آجاتے کہ بچے کا دل خوش ہو گا اور (بغیر کچھ کھائے پیئے) لوٹ جانے سے اس کے باپ کا دل خوش ہو گا۔

یہ وہ نُفُوسِ قُدْسِیَہ تھے کہ جنہوں نے رضائے الٰہی کے لئے عاجزی کرتے ہوئے ذِلَّت برداشت کی اور توحید پر مطمئن رہے اور انہوں نے ہر قبول و انکار کو اپنے اور رب عَزَّوَجَلَّ کے معاملات کے درمیان عبرت خیال کیا۔ جس طرح وہ لوگوں کی طرف سے ملنے والی عزت پر خوش نہ ہوئے اسی طرح لوگوں کی طرف سے ملنے والی ذلت پر شکستہ دل بھی نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے یہی ذہن رکھا کہ سب کچھ (یعنی عزت وذلت) **اللہ** واحد وقہار عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔

❀... ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''میں دعوت صرف اس لئے قبول کرتا ہوں کہ اس کے ذریعے جنتی کھانا یاد کروں یعنی وہ کھانا بھی ہمیں بغیر محنت ومشقت کے ملے گا اور اس پر حساب بھی نہیں ہو گا۔''

مہمان کے لئے کتنے دن ٹھہرنا سنت ہے؟

(3)... مہمان کو چاہئے کہ میزبان کی اجازت کے بغیر واپس نہ لوٹے اور وہاں رکنے میں بھی اس کے دل کی

رعایت رکھے (کہ اگر وہ دلی طور پر خوش ہو اور مکان وسیع ہو تو ٹھہرے ورنہ لوٹ جائے)۔ نیز جب بھی کسی کے ہاں بطورِ مہمان جائے تو تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے کہ بعض اوقات زیادہ رکنے میں میزبان کو پریشانی ہوتی ہے اور وہ اسے نکالنے پر مجبور ہو جاتا ہے (یعنی کوئی ایسا حیلہ اختیار کرتا ہے کہ مہمان چلا جائے)۔ نیز مہمان نوازی تین دن تک ہی سنت ہے۔ چنانچہ،

❀... محسنِ کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلضِّیَافَۃُ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا زَادَ فَصَدَقَۃٌ یعنی مہمان نوازی تین دن تک ہے اور جو اس سے زائد ہو وہ صدقہ ہے۔"[1]

البتہ، اگر میزبان خلوصِ دل سے رکنے کے لئے کہے تو بلا خوف و خطر رُک جائے اور مستحب ہے کہ میزبان کے پاس مہمان کے لئے بستر ہو (خاص طور پر سردیوں میں)۔

گھر میں کتنے بستر ہوں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِلْمَرْأَۃِ وَفِرَاشٌ لِلضَّیْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّیْطَانِ یعنی ایک بستر مرد کا ہو، ایک عورت کا اور تیسرا مہمان کا اور چوتھا شیطان کا ہوگا[2]۔"[3]

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ۴/۴۳، الحدیث: ۱۱۱۵۹
صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمتہ ایاہ بنفسہ، ۴/۱۳۶، الحدیث: ۶۱۳۵

2 ...مُفَسِّرِ شہیر، حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 93** پر اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: اہل عرب فخریہ طور پر بہت سے بستر بناتے اور ان سے گھر سجاتے تھے جیسے پنجاب کے اہل دیہات بہت زیادہ برتنوں سے گھر سجاتے اس پر فخر کرتے ہیں۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ صرف تین قسم کے بستر رکھو، اپنے لئے، بیوی بچوں کے لئے اور بقدر ضرورت مہمانوں کے لئے، یہاں بستر کی قسمیں مراد ہیں نہ کہ تعداد۔ لہٰذا جس کے دو چار بچے ہوں، دو چار مہمان روزانہ آتے جاتے ہوں تو وہ انہیں کے مطابق بستر رکھے۔ چوتھے سے مراد چوتھی قسم کا بستر ہے یعنی بلا ضرورت، محض فخر اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے رکھا جائے، خواہ ایک ہو یا زیادہ چونکہ اس قسم کا بستر تکبر و شیخی کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا محرک شیطان ہوتا ہے۔ اس لئے اسے شیطان کی طرف نسبت دی گئی۔

3 ...صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب کراھۃ مازاد علی الحاجۃ... الخ، الحدیث: ۲۰۸۴، ص ۱۱۵۴

چھٹی فصل:

متفرق طبی و شرعی آداب و مناھی

﴾1﴿...بازار میں کھانا پینا:

...حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے مروی ہے کہ ”بازار میں کھانا برا ہے۔“[1]

...حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے اس کے خلاف بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”ہم رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں چلتے پھرتے کھالیا کرتے اور کھڑے کھڑے پی لیا کرتے تھے[2]۔“[3]

...ایک صوفی بزرگ کو بازار میں کھاتے دیکھ کر پوچھا گیا تو فرمایا: ”تیری خرابی! کیا میں بازار میں بھوکا رہوں اور گھر میں کھاؤں؟“ عرض کی گئی: ”مسجد میں چلے چلئے۔“ فرمایا: ”میں اس بات سے حیا کرتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر (مسجد) میں صرف کھانے کے لئے جاؤں۔“

مذکورہ روایات میں تطبیق:

بعض صورتوں میں بازار میں کھانا عاجزی اور ترکِ تکلُّف ہے اس صورت میں اچھا ہے اور بعض صورتوں میں مروّت کے خلاف ہے اس صورت میں مکروہ ہے اور یہ شہروں کے معمول اور لوگوں کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا کاروباری حضرات کے علاوہ کے حق میں یہ خلافِ مروت اور

---

1 ...المعجم الکبیر، ٨/٢٤٩، الحدیث: ٧٧٦٧

2 ...مُفَسِّرِ شہیر، حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 76 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ یہ چلتے پھرتے کھانا، کھڑے کھڑے پینا کسی مجبوری و معذوری سے ہو۔ جیسے جہاد میں بارہا چلتے پھرتے کھانا پڑتا ہے۔ یا ایسی چیز کھائی ہو جو عموماً چلتے پھرتے کھائی جاتی ہے۔ جیسے دانے یا کھجوریں۔ ورنہ کھڑے کھڑے یا چلتے پھرتے روٹی چاول وغیرہ کھانا ممنوع ہے خصوصاً جبکہ فیشن کے طور پر ہو۔ جیسے آج کل مغرب زدہ مسلمانوں کا حال ہے کہ جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھاتے ہیں محض عیسائیوں کی نقالی کرتے ہوئے۔

3 ...سنن الترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فی النھی عن الشرب قائمًا، ٣/٣٥٠، الحدیث: ١٨٨٧

حرص پر محمول ہو گا اور شہادت میں مانع ہو گا۔ البتہ، جو لوگ رزق حلال کی طلب میں بازروں کا رخ کرتے ہیں ان کے حق میں یہ ترکِ تکلُّف پر محمول اور تواضع ہو گا۔

﴿2﴾... سیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی نصیحتیں:

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ❀...جو کھانے کی ابتدا نمک (یا نمکین چیز) سے کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے 70 بیماریاں دور فرما دیتا ہے۔ ❀...جو روزانہ سات عجوہ کھجوریں کھالیا کرے اس کے پیٹ کے کیڑے مر جائیں گے۔ ❀...جو روزانہ 21 دانے سرخ کشمش کے کھالیا کرے اپنے جسم میں کوئی ناپسندیدہ چیز نہ دیکھے گا۔ ❀... گوشت گوشت پیدا کرتا ہے۔ ❀...ثرید اہلِ عرب کا کھانا ہے۔ ❀...بِسْقَارجات (یعنی گوشت کے شوربے سے بنایا ہوا سالن) پیٹ کو بڑھاتا اور سرین کو نرم کرتا ہے۔ ❀... گائے کا گوشت بیماری، اس کا دودھ شفا اور گھی دوا ہے۔ ❀...چربی اپنی مثل بیماری نکال دیتی ہے۔ ❀...نفاس والی عورت کے لئے تر کھجوروں سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ ❀... مچھلی جسم کو پگھلا (دبلاو لاغر کر) دیتی ہے۔ ❀...تلاوتِ قرآن اور مسواک سے بلغم دور ہوتی ہے۔ ❀...جو لمبی عمر چاہے وہ ناشتہ جلد (صبح سویرے) کرے، شام کا کھانا کم اور تاخیر سے کھائے اور جوتا پہنے۔ انسان کے لئے گھی سے بہتر کوئی دوا نہیں۔ عورتوں سے میل جول کم رکھے اور چادر ہلکی رکھے یعنی قرض نہ لے۔[1]

﴿3﴾... ایک طبیب کی نصیحتیں:

حَجَّاج نے ایک طبیب سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جسے میں اختیار کروں اور اس سے تجاوز نہ کروں۔ طبیب نے کہا: ❀...جوان عورت سے نکاح کرو، ❀...جوان جانور کا گوشت کھاؤ، ❀... کسی چیز کو اس وقت تک نہ کھاؤ جب تک وہ اچھی طرح پک نہ جائے، ❀...بغیر بیماری کے دوا نہ پیو، ❀... پھل خوب پکا ہوا

---

[1]...عیون الاخبار لابن قتیبۃ الدینوری، کتاب الطعام، باب القدور والجفان، ۳/ ۲۹۳

کھاؤ، ❀... کھانا اچھی طرح چبا کر کھاؤ، ❀... کھانا اپنی پسند کا کھاؤ، ❀... کھانے کے بعد پانی نہ پیو، ❀... اگر پانی پی لو تو اس کے بعد کچھ نہ کھاؤ، ❀... پیشاب پاخانہ نہ روکو، ❀... دن میں کھاؤ تو سو جاؤ ❀... اور رات کو کھانے کے بعد کچھ چہل قدمی کر لو اگرچہ 100 قدم ہی ہو۔[1]

عربوں کے مقولے: "تَغَدَّ تَمَدَّ تَعَشَّ تَمَشَّ یعنی دن کا کھانا کھا کر سو جاؤ اور شام کا کھانا کھا کر کچھ دیر چل لو" کا یہی مطلب ہے۔

پیشاب نہ روکو!

منقول ہے کہ جس طرح نہر میں بند لگا کر پانی کو بہنے سے روک دیا جائے تو وہ اپنے کناروں کے گرد و پیش کو خراب کر دیتی ہے ایسے ہی پیشاب کا روکنا جسم کو خراب کر دیتا (یعنی بیماری کا باعث) ہے۔

﴿4﴾... ناشتہ اور رات کا کھانا نہ چھوڑو:

حدیثِ پاک میں ہے: "رگوں کو کاٹنا بیمار کرتا ہے اور رات کا کھانا چھوڑنا بوڑھا کرتا ہے۔"[2]

❀... اہل عرب کا قول ہے کہ صبح کا کھانا چھوڑنا سرین کی چربی پگھلاتا ہے۔

❀... کسی حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ "جب تک بردباری نہ لے لو گھر سے نہ نکلو۔" یعنی جب تک ناشتہ نہ کر لو گھر سے نہ نکلو کیونکہ ناشتہ کرنے سے بردباری باقی رہتی اور غصہ زائل ہوتا ہے اور یہ بازار کی اشیاء کی خواہش کو بھی کم کرتا ہے۔

❀... ایک حکیم نے کسی موٹے شخص سے کہا: "تمہاری صحت کا راز کیا ہے؟" اس نے کہا: "اس لئے کہ میں خالص گندم کی روٹی اور بھیڑ کا گوشت کھاتا، بنفشہ کا تیل لگاتا اور سوتی کپڑا پہنتا ہوں۔"

1... عیون الاخبار لابن قتیبة الدینوری، کتاب الطعام، باب القدور والجفان، ۳/ ۲۹۲

2... فردوس الاخبار للدیلمی، ۲/ ۱۶۰، الحدیث: ۴۶۷۶

سنن الترمذی، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی فضل العشاء، ۳/ ۳۳۹، الحدیث: ۱۸۶۳

﴿5﴾... پرہیز:

تندرُست شخص کے لئے پرہیز اسی طرح نقصان دہ ہے جس طرح بیمار کا پرہیز نہ کرنا۔ بعض (اطبا) کا قول ہے کہ ”جس کو بیماری کا یقین اور عافیت کا شک ہو تو اس کا تندرستی کی حالت میں بھی پرہیز کرنا اچھا ہے۔

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا صُہَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کھجور کھاتے دیکھا حالانکہ ان کی ایک آنکھ میں تکلیف تھی تو ارشاد فرمایا: ”تم کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ میں تکلیف ہے۔“ عرض کی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں دوسری جانب سے کھا رہا ہوں یعنی جو آنکھ درست ہے اس طرف والی داڑھ سے کھا رہا ہوں۔“ یہ سن کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکرا دیئے۔[1]

﴿6﴾... اہلِ میت کی طرف کھانا بھیجنا:

میِّت کے گھر والوں کی طرف کھانا بھیجنا مستحب ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی موت کی خبر آئی تو غمخوارِ امت، محسنِ انسانیت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آلِ جعفر، جعفر کے وصال کی وجہ سے کھانا نہیں بنا سکے، لہٰذا ان کی طرف کھانا بھیجو۔“[2]

پس یہ سنت ہے۔ اگر یہ کھانا مجمع کی طرف بھیجا جائے تو سب کے لئے اس کا کھانا حلال ہے اور اگر رونے اور پیٹنے والی عورتوں یا ان کی مدد کرنے والوں کے لئے لایا جائے تو دیگر کو ان کے ساتھ نہیں کھانا چاہئے۔

﴿7﴾... ظالم کا کھانا کھانے سے بچنا:

ظالم کا کھانا کھانے سے بچا جائے اور جو مجبور ہو اسے چاہئے کہ تھوڑا کھائے اور عمدہ اشیاء نہ کھائے۔ چنانچہ، منقول ہے کہ ایک قاضی (جسٹس) نے بادشاہ کا کھانا کھانے والے شخص کی گواہی قبول نہ کی، اس نے

---

1 ...سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب الحمية، ۴/۹۱، الحديث: ۳۴۴۳

الطبقات الكبرى لابن سعد، ۳/۱۷۲، الرقم: ۴۸: صهيب بن سنان

2 ...سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء في الطعام يبعث الى اهل الميت، ۲/۲۷۴، الحديث: ۱۶۱۰، ۱۶۱۱

کہا: ”مجھے مجبور کیا گیا تھا۔“ قاضی نے کہا: ”میں نے دیکھا کہ تو عمدہ چیزوں کی طرف ہاتھ بڑھاتا اور بڑے بڑے لقمے بناتا تھا کیا تجھے اس پر بھی مجبور کیا گیا تھا؟“ (ایک مرتبہ) بادشاہ نے اس قاضی کو کھانے پر مجبور کیا تو اس نے کہا کہ ”میں ایک کام کر سکتا ہوں: یا تو یہ کھانا کھالوں اور عہدۂ قضا چھوڑ دوں یا کھانا چھوڑ دوں اور عہدۂ قضا پر فائز رہوں۔“ چنانچہ، بادشاہ نے اس کی قابلیت کی وجہ سے عہدۂ قضا کو ضروری سمجھتے ہوئے اسے کھانے پر مجبور نہ کیا۔

حکایت: کمال درجے کا تقویٰ:

منقول ہے کہ (کسی بات پر انکار کی وجہ سے) حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو قید کر دیا گیا تو آپ نے قید خانہ میں کئی دن تک کچھ نہ کھایا ان کی ایک منہ بولی بہن نے اپنی حلال وطیب کمائی سے کھانا خرید کر دارغۂ جیل (جیلر) کے ہاتھ (کئی بار) ان کی طرف بھجوایا لیکن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ بعد میں عورت نے آپ سے اس بات کا شکوہ کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”کھانا تو حلال تھا لیکن ظالم کے برتن میں آیا تھا (اس لئے نہیں کھایا)۔“ اس سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مراد جیل کے نگران کے ذریعے آنا تھا اور یہ کمال درجے کا تقویٰ ہے۔

﴿8﴾... مہمان نوازی کے چند آداب:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا فتح مَوْصِلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی زیارت کے لئے آئے تو انہوں نے اپنے خادم احمد جلاء کو ایک درہم دے کر فرمایا: ”عمدہ کھانا اور اچھا سالن خرید کر لاؤ۔“ احمد جلاء فرماتے ہیں: ”میں نے عمدہ روٹی خریدی اور اس نیت سے دودھ خریدا کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں یہ دعا نہ فرمائی: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس میں ہمیں برکت دے اور اس میں اور اضافہ فرما۔[1] نیز کچھ عمدہ کھجوریں خرید کر خدمت میں

---

[1] ...سنن ابی داود، کتاب الاشربۃ، باب مایقول اذاشرب اللبن، ۳/۴۷۶، الحدیث: ۳۷۳۰

حاضر کر دیں۔" چنانچہ، انہوں نے کچھ کھایا اور کچھ رکھ لیا۔ پھر حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے حاضرین سے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ میں نے عمدہ کھانا خرید کر لانے کو کیوں کہا؟ (پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے فرمایا:) اس لئے کہ عمدہ کھانا خالص شکر لاتا (یعنی خالص شکر کا باعث) ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ حضرت سیِّدُنا فتح مَوْصِلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے مجھ سے کھانے کے لئے کیوں نہیں کہا؟ اس لئے کہ مہمان کو اجازت نہیں کہ وہ صاحبِ خانہ سے کہے کہ آپ بھی کھائیے۔ کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے باقی کھانا کیوں محفوظ کر لیا؟ اس لئے کہ جب توکُّل کامل ہو تو آئندہ کے لئے کچھ رکھ لینے میں حرج نہیں۔"

حکایت: جو چراغ غیرُ اللہ کے لئے ہو اسے بجھادو!

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو علی روذباری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے ایک بار دعوت کا اہتمام کیا جس میں ہزار چراغ جلائے، کسی نے عرض کی: "آپ نے اسراف کیا۔" آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اندر جاؤ اور جو چراغ میں نے غیر اللہ کے لئے جلایا ہو اسے بجھادو۔" چنانچہ، وہ شخص چراغ بجھانے کے لئے اندر گیا لیکن ایک بھی چراغ نہ بجھاپایا، لہٰذا اعتراض سے باز آگیا۔

انہی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بہت سی شکر خرید کر حلوائیوں سے اس کی دیوار بنوائی، اس پر کنگرے، محراب اور عمدہ نقوش بنوائے پھر صوفیائے کرام کو دعوت دی تو وہ آئے اور اسے توڑ کر لے گئے۔

﴿9﴾... سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے چند مفید اَقوال:

کھانا کھانے کے چار مختلف طریقے: ایک انگلی سے کھانا ناپسندیدہ ہے، دو سے کھانا تکبُّر، تین سے کھانا سنّت [1] اور چار یا پانچ اُنگلیوں سے کھانا حرص کی علامت ہے۔

---

[1]... صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع... الخ، الحدیث: ۲۰۳۲، ص ۱۱۲۲

بدن کو تقویت دینے اور سست کرنے والی چیزیں:

چار چیزیں بدن کو تقویت دیتی ہیں:(۱)... گوشت کھانا(۲)... خوشبو سونگھنا(۳)... غسل فرض ہونے کے علاوہ بکثرت نہانا اور(۴)... سوتی کپڑا پہننا۔ چار چیزیں بدن کو سست کرتی ہیں:(۱)...جماع کی کثرت (۲)...زیادہ غمزدہ رہنا(۳)...نہار منہ زیادہ پانی پینا اور(۱)... کھٹی چیزیں زیادہ کھانا۔

نظر کو تیز کرنے اور کمزور کرنے والی چیزیں:

چار چیزیں نظر کو تیز کرتی ہیں:(۱)... قبلہ رو بیٹھنا(۲)...رات کو سوتے وقت سرمہ لگانا(۳)... سبزہ کی طرف دیکھنا اور(۴)... لباس صاف ستھرا رکھنا۔ چار چیزیں نظر کو کمزور کرتی ہیں:(۱)... گندگی کی طرف دیکھنا(۲)...سُولی پر چڑھائے ہوئے شخص کی طرف نظریں جمائے رکھنا(۳)...جماع کے وقت قَصْد و ارادے سے عورت کی شرم گاہ کی طرف نظر کرنا اور(۴)... بیٹھتے وقت قبلہ کی جانب پیٹھ کرنا۔

قوتِ باہ میں اضافے کا باعث چیزیں:

چار چیزیں قوت باہ(جماع) میں اضافے کا باعث ہیں:(۱)...چڑیا کھانا(۲)...اِطْرِیْفَلِ اکبر[1] کھانا(۳)... پستہ کھانا اور(۴)... جرجیر (ایک قسم کی ترکاری) کھانا۔

سونے کے چار مختلف طریقے:

(۱)...گُدِّی کے بل سونا، یہ انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا طریقہ ہے کہ وہ زمین و آسمان کی تخلیق میں غور و خوض کرتے ہیں۔(۲)...دائیں کروٹ سونا، یہ علمائے کرام اور عبادت گزار لوگوں کا طریقہ ہے۔(۳)... بائیں کروٹ سونا، یہ بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ اس سے ان کا کھانا ہضم ہو جاتا ہے اور(۴)...منہ کے بل سونا، یہ شیطان کا طریقہ ہے۔

---

[1]...یہ ایک قسم کی معجون ہے جو ہڑ، بہیڑا اور آملہ سے بنائی جاتی ہے۔(فیروز اللغات، ص ۶۴)

عقل میں اضافے اور تقویت کا باعث:

چار کام عقل میں اضافے اور تقویت کا باعث ہیں:(۱)...فضول کلام ترک کر دینا(۲)...مسواک کرنا (۳)...نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا اور (۴)...علمائے کرام سے میل جول رکھنا۔

چار کام عبادت سے ہیں:

(۱)... ہر قدم باوضو چلنا(یعنی ہر وقت باوضو رہنا)(۲)... کثرت سے سجدے کرنا(۳)...زیادہ وقت مسجد میں گزارنا اور (۴)... تلاوتِ قرآن کی کثرت کرنا۔

مجھے اس پر تعجب ہے:

❀...جو نہار منہ حمام میں جائے اور غسل کے بعد کھانا تاخیر سے کھائے مجھے اس پر تعجب ہے کہ وہ مرتا کیوں نہیں؟اور جو پچھنے لگوانے کے بعد کھانا جلد کھائے اس پر بھی تعجب ہے کہ وہ مرتا کیوں نہیں؟

❀...مزید فرماتے ہیں:میں نے وبا(بیماری) میں بنفشہ سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں دیکھی اس سے مالش کی جاتی اور اسے پیا جاتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے آداب طعام کا بیان مکمل ہوا

غیبت کی تعریف

کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا۔(بہارِ شریعت،۳/ ۵۳۲)

چغلی کی تعریف

کسی کی بات ضرر(یعنی نقصان) پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا چغلی ہے۔

(عمدۃ القاری،۲/ ۵۹۴،تحت الحدیث:۲۱۶)

آدابِ نکاح کا بیان

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی عجیب صنعتوں میں وہم وگمان کے تیر نہیں چل سکتے، اس کے عجائبات کی ابتدا سے ہی عقل لوٹ آتی اور حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ تمام جہانوں پر اس کی لطیف نعمتوں کی بارش مسلسل برستی رہتی ہے اور تمام مخلوق خواہی نخواہی اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہورہی ہے۔ اس کی انوکھی نعمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے انسان کو پانی (نطفہ) سے پیدا فرمایا، پھر اس کے نسبی اور سسرالی رشتے بنائے اور مخلوق پر شہوت کو سوار کر کے اسے نکاح پر مجبور کر دیا اور اس کے ذریعے ان کی نسلوں کو زبردستی باقی رکھا، پھر نسبوں کو عظمت عطا فرما کر قدر و منزلت والا بنایا، اس کے سبب زنا کو حرام قرار دیا، اس کی شدید مذمت فرمائی اور اس کے ارتکاب کو بہت بڑا جرم قرار دیا جبکہ نکاح کی ترغیب دلائی اور اسے مستحب قرار دیا۔

پاک ہے وہ ذات جس نے بندوں پر موت کو لازم کر کے ان کے غرور و تکبر کو ختم کرنے کا سبب بنایا۔ رحموں کی زمین پر نطفوں کا بیج پھیلا کر مخلوق کو پیدا کیا، پھر موت کے ذریعے اسے ختم کر دیا اور اس بات پر آگاہ فرمایا کہ مخلوق کو جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے خواہ وہ نفع و نقصان، خیر و شر، تنگی و آسانی، روکنا اور جاری رکھنا ہو سب کچھ تقدیرِ الٰہی سے ہوتا ہے۔

ہمارے بشیر و نذیر آقا و مولیٰ حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی آل و اصحاب پر بے شمار و بے انتہا درود و سلام ہو۔

نکاح دین پر مددگار، شیاطین کو ذلیل و رسوا کرنے والا اور دشمن خدا کے مقابلے میں مضبوط قلعہ اور کثرتِ اُمَّت کا سبب ہے جس کے ذریعے سیِّدُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام انبیا (اور امتوں) کے سامنے فخر فرمائیں گے، لہٰذا اس کے اسباب میں غور و فکر کرنا، اس کی سنتوں اور آداب کی رعایت رکھنا، اس کے مقصد و ضرورت کی وضاحت کرنا اور اس کی فصلوں اور ابواب کو بیان کرنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ، نکاح کے اہم احکام تین ابواب میں بیان کئے جائیں گے:

(۱)...نکاح کی ترغیب اور اس سے روکنے کا بیان (۲)...ان آداب کا بیان جن کی رعایت رکھنا عقد و عاقدین کے مابین ضروری ہے اور (۳)...عقد سے لے کر جدائی تک آپس میں رہنے کے آداب۔

باب نمبر1: نکاح کی رغبت اور اس سے روکنے کا بیان

(یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے)

نکاح افضل ہے یا گوشہ نشینی؟

نکاح کی افضلیت کے بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض نے مبالغہ کرتے ہوئے اسے عبادت کے لئے گوشہ نشینی سے بھی افضل قرار دیا ہے جبکہ بعض نے اس کی افضلیت کو تو تسلیم کیا ہے لیکن گوشہ نشینی کو اس پر مقدم قرار دیا ہے جب تک کہ نفس نکاح کا اس قدر خواہش مند نہ ہو کہ طبیعت میں ہیجان پیدا ہو اور جماع کی رغبت ہو۔ بعض علما نے کہا ہے کہ "پہلے زمانے میں اگرچہ نکاح کرنا افضل تھا لیکن ہمارے زمانے[1] میں نکاح نہ کرنا افضل ہے اس لئے کہ پہلے کمائی ناجائز نہیں ہوتی تھی اور عورتیں برے اخلاق والی نہ تھیں (جبکہ اِس وقت حالات مختلف ہیں)۔"[2] چنانچہ، اوّلاً ہم نکاح کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں (آیات و) روایات ذکر کریں گے، پھر نکاح کے فوائد و نقصانات بیان کریں گے تاکہ جو اس کے نقصانات سے بچ سکے اس کے حق میں نکاح کرنے اور جو نہ بچ سکے اس کے حق میں نکاح چھوڑنے کی فضیلت واضح ہو جائے۔

1...اس سے حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۹)

2...احناف کے نزدیک غلبۂ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب اور حالتِ اعتدال میں سنتِ مؤکدہ ہے اور یہ نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے: "صحیح قول کے مطابق غلبۂ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے اور حالتِ اعتدال میں سنتِ مؤکدہ ہے جبکہ بندہ وطی، مہر اور نفقہ (یعنی خرچ وغیرہ) پر قادر ہو اور نوافل میں مشغول ہونے سے نکاح کرنا افضل ہے اور نکاح ترک کرنے والا گناہ گار ہے کیونکہ سُنَّتِ مؤکَّدہ کا ترک گناہ ہے اور اگر نکاح سے اپنے آپ کو اور عورت کو حرام سے بچانے کی نیت اور اولاد کا ارادہ ہو تو نکاح کرنا اجر و ثواب کا مُوجِب ہے۔ اسی طرح سنت پر عمل اور حکم الٰہی بجالانے کی نیت ہو تو اجر و ثواب ملے گا لیکن اگر محض شہوت پوری کرنے اور حصولِ لذت کی نیت ہو تو کوئی ثواب نہیں۔"

(رد المحتار مع الدر المختار، ۴/ ۷۲ تا ۷۴)

پہلی فصل: **نکاح کی رغبت دلانا**

نکاح کی ترغیب پر مشتمل 4 فرامین باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ (پ۱۸، النور: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔

اس آیتِ مقدسہ میں نکاح کا حکم ہے۔

﴿2﴾...

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ (پ۲، البقرۃ: ۲۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں۔

اس آیتِ طیبہ میں نکاح سے روکنے سے منع کیا گیا ہے۔

﴿3﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رُسُل عَلَیْہِمُ السَّلَام کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةً (پ۱۳، الرعد: ۳۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیبیاں اور بچے کئے۔

اس آیتِ مبارکہ میں احسان جتانے اور اظہارِ فضل کا بیان فرمایا۔

﴿4﴾... اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی دعا پر مقامِ مدح میں ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ (پ۱۹، الفرقان: ۷۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں صرف ان انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا ذکر فرمایا جو اہل و عیال والے ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی نکاح فرمایا تھا

لیکن جماع نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے نکاح کی فضیلت پانے اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے طریقے کو جاری رکھنے کی نیت سے نکاح کیا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ پریشان نظری سے بچنے کے لئے نکاح فرمایا تھا۔ جہاں تک حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں مروی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام قربِ قیامت میں جب زمین پر نزول فرمائیں گے تو نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔

نکاح کی ترغیب پر مشتمل 11 احادیثِ مبارکہ:

﴿1﴾... اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَقَدْ رَغِبَ عَنِّیْ یعنی نکاح میری سنت ہے تو جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس نے مجھ سے روگردانی کی۔[1]

﴿2﴾... اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ یعنی نکاح میری سنت ہے تو جو شخص میری فطرت (اسلام) سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت کو اپنائے۔[2]

﴿3﴾... تَنَاکَحُوْا تَکْثُرُوْا فَاِنِّیْ اُبَاهِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی بِالسِّقْطِ یعنی نکاح کر کے اولاد کی کثرت کرو کہ میں قیامت کے دن تمہارے سبب دوسری امتوں پر فخر کروں گا حتی کہ نامکمل پیدا ہونے والے بچے پر بھی۔[3]

﴿4﴾... مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِی النِّکَاحُ فَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ یعنی جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں[4] اور بے شک نکاح بھی میری سنت ہے تو جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ میری سنت پر عمل کرے۔[5]

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب ما جاء فی فضل النکاح، ۲/۴۰۶، الحدیث: ۱۸۴۶، مفهومًا
صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۳/۴۲۱، الحدیث: ۵۰۶۳، بتغیر قلیل

2 ...مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب وجوب النکاح وفضله، ۶/۱۳۵، الحدیث: ۱۰۴۱۸

3 ...مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب وجوب النکاح وفضله، ۶/۱۳۸، الحدیث: ۱۰۴۳۲
معرفة السنن والآثار للبیهقی، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۵/۲۲۰، الحدیث: ۴۰۵۰

4 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۳/۴۲۱، الحدیث: ۵۰۶۳

5 ...مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب وجوب النکاح وفضله، ۶/۱۳۵، الحدیث: ۱۰۴۱۸، بتقدم وتاخر

﴿5﴾ ... مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخَافَةَ الْعَيْلَةِ فَلَيْسَ مِنَّا یعنی جس نے مفلسی کے خوف سے نکاح ترک کر دیا وہ ہم میں سے نہیں۔[1]

اس حدیث مبارکہ میں نکاح نہ کرنے کی وجہ یعنی مفلسی کے خوف کو برا کہا گیا ہے نہ کہ نکاح نہ کرنے کو۔

﴿6﴾ ... مَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَتَزَوَّجْ یعنی تم میں سے جو مال و دولت میں وسعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ نکاح کرے۔[2]

﴿7﴾ ... مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَا فَلْيَصُمْ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ یعنی تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہ نیچی رکھنے والا اور شرم گاہ کا محافظ ہے اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزے لازم کرے کہ یہ اس کی حفاظت (ڈھال) ہیں۔[3]

یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نکاح کی ترغیب کا سبب آنکھ اور شرم گاہ میں فساد کا خوف ہے۔ حدیث میں مذکور لفظ "وِجَاءٌ" کا معنی ہے: "نر کے خصیے نکال کر اس کی نروالی (جماع کی) صلاحیت کو ختم کر دینا، یہاں روزے کے سبب جماع سے کمزوری مراد ہے (نہ کہ حقیقتاً خصی ہونا)۔

﴿8﴾ ... إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَأَمَانَتَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ یعنی جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جن کی دینداری اور امانتداری تمہیں پسند ہو تو ان سے (بیٹیوں کے) نکاح کرو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ پیدا ہو گا اور بہت بڑا فساد برپا ہو گا[4]۔[5]

---

1 ... فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، ۲/ ۲۵۷، الحدیث: ۵۷۶۵

2 ... سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح، الحدیث: ۳۲۰۳، ص ۵۲۲

3 ... سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح، الحدیث: ۳۲۰۵، ۳۲۰۶، ص ۵۲۲

4 ... سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب اذا جاء کم من ترضون... الخ، ۲/ ۳۴۴، الحدیث: ۱۰۸۶

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/ ۱۴۰، الرقم: ۱۲۵۱: عمار بن مطر العنبری الرھاوی، پ ۱۰، الانفال: ۷۳

5 ... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان **مراٰۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 8** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اگر مالدار کے انتظار میں لڑکیوں کے نکاح نہ کئے گئے تو ادھر تو لڑکیاں بہت کنواری بیٹھی رہیں گی اور ادھر لڑکے بہت سے بے شادی رہیں گے جس سے زنا پھیلے گا اور زنا کی وجہ سے لڑکی والوں کو عار و ننگ ہو گی، نتیجہ یہ ہو گا کہ خاندان آپس میں لڑیں گے قتل و غارت ہوں گے جس کا آج کل ظہور ہونے لگا ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ میں ترغیبِ نکاح کی وجہ، فساد کا خوف ہے۔

﴿9﴾... مَنْ نَكَحَ لِلّٰهِ وَ اَنْكَحَ لِلّٰهِ اِسْتَحَقَّ وِلَايَةَ اللهِ یعنی جو رضائے الٰہی کے لئے اپنا نکاح کرے یا دوسرے کا نکاح کرائے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ولایت کا مستحق ہو جاتا ہے۔[1]

﴿10﴾... مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدْ اَحْرَزَ شَطْرَ دِيْنِهٖ فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي الشَّطْرِ الثَّانِي یعنی جس نے نکاح کیا بے شک اس نے اپنا آدھا دین بچا لیا اب باقی آدھے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے۔[2]

اس حدیثِ پاک میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ نکاح کی فضیلت کا سبب فساد کو روکنا اور مخالفت سے بچنا ہے کیونکہ بندے کے دین کی خرابی کا باعث عام طور پر شرم گاہ اور پیٹ ہی بنتے ہیں تو نکاح ان میں سے ایک (یعنی شرم گاہ) کے لئے کافی ہو گا۔

﴿11﴾... كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يَنْقَطِعُ اِلَّا ثَلَاثٌ: وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْلَهٗ ... اَلْحَدِيْث یعنی سوائے تین اعمال کے ابنِ آدم کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے: (ان میں سے ایک یہ ہے) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔[3]

اور اولاد نکاح کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

نکاح کی ترغیب پر مشتمل 13 اقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾... خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''نکاح سے صرف دو چیزیں ہی روکتی ہیں: (۱)...عاجز ہونا اور (۲)... گناہ۔'' یہاں اس بات کی صراحت ہے کہ دین نکاح سے نہیں روکتا۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نکاح سے روکنے کو دو مذموم چیزوں میں منحصر فرمایا۔

1...سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب رقم: ۶۰، ۴/۲۳۳، الحدیث: ۲۵۲۹
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۹۶

2...المعجم الاوسط، ۱/۲۷۹، الحدیث: ۹۷۲ ...... المعجم الاوسط، ۵/۳۷۲، الحدیث: ۷۶۴۷

3...صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب مایلحق الانسان... الخ، الحدیث: ۱۶۳۱، ص ۸۸۶

﴿2﴾... حِبْرُ الْاُمَّہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: "عبادت گزار کی عبادت اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک وہ نکاح نہ کرے۔" اس قول میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے نکاح کو عبادت اور اس کے لئے تکمیل قرار دیا ہو لیکن ظاہراً مراد یہ ہے کہ عبادت میں کامل مشغولیت اسی صورت میں حاصل ہو گی جب دل غلبۂ شہوت کی وجہ سے آنے والے خیالات سے پاک وصاف ہو اور غلبۂ شہوت سے خلاصی نکاح ہی سے ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب اپنے غلام عِکْرِمَہ اور کُرَیْب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا وغیرہ میں بلوغت کے آثار دیکھے تو انہیں جمع کر کے فرمایا: "اگر تم چاہو تو میں تمہارا نکاح کر دوں کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے۔"

﴿3﴾... صَاحِبُ النَّعْلَیْنِ وَالْوِسَادَہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے: "اگر میری عمر کے دس دن باقی ہوں تو میں پسند کروں گا کہ نکاح کر لوں تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حالتِ عَزَب میں نہ ملوں (یعنی ایسی حالت میں نہ ملوں کہ میری کوئی بیوی نہ ہو)۔"

﴿4﴾... منقول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی دو بیویاں مرضِ طاعون کی وجہ سے انتقال کر گئیں، آپ خود بھی طاعون میں مبتلا تھے، اس کے باوجود آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "میرا نکاح کر دو میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حالتِ عَزَب میں ملنے کو ناپسند کرتا ہوں۔"

مُؤَخَّرُ الذِّکر دونوں قول اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود اور حضرت سَیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مطلقاً نکاح کی فضیلت کے قائل تھے خواہ غلبۂ شہوت ہو یا نہ ہو۔

﴿5﴾... امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بکثرت نکاح کرتے اور فرماتے: "میں صرف اولاد کے حصول کے لئے نکاح کرتا ہوں۔"

﴿6﴾... مروی ہے کہ ایک صحابی ہر وقت پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں رہتے، رات بھی یہیں گزارتے کہ اگر کسی چیز کی حاجت ہو تو پیش کر سکوں۔ (ایک مرتبہ) حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: ”تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟“ عرض کی: ”میں فقیر ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ نیز اگر نکاح کرلوں تو اس سعادت سے محروم ہو جاؤں گا۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ (کچھ عرصہ بعد) پھر وہی سوال کیا تو صحابی نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر دل میں سوچا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں میرے لئے کون سی چیز فائدہ مند ہے اور کون سی چیز مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کر سکتی ہے، لہٰذا اگر اب کی بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی ارشاد فرمایا تو میں ضرور نکاح کرلوں گا۔ چنانچہ، جب تیسری بار ارشاد فرمایا کہ ”تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟“ تو صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ”یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا نکاح کر دیجئے!“ ارشاد فرمایا: ”بنی فلاں کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو۔“ عرض کی: ”یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے ارشاد فرمایا: ”اپنے بھائی کے لئے گٹھلی بھر سونا جمع کرو۔“ چنانچہ، وہ سونا جمع کر کے انہیں بنی فلاں کی طرف لے گئے اور ان کا نکاح کر دیا۔ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: ”ولیمہ کرو!“ تو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے ان کے ولیمہ کے لئے ایک بکری کے پیسے جمع کئے۔[1]

پس نبیِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بار بار نکاح کے لئے فرمانا نفسِ نکاح کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان میں نکاح کی ضرورت محسوس کی ہو۔

﴿7﴾... منقول ہے کہ پچھلی امتوں میں ایک شخص (تنِ تنہا رہتا اور) عبادت میں دوسروں پر فوقیت رکھتا تھا۔ اس وقت کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں اس کی عمدہ عبادت کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”وہ مزید اچھا ہوتا اگر اس نے ایک سنت کو نہ چھوڑا ہوتا۔“ جب اسے اس بات کا علم ہوا تو بڑا غمگین ہوا اور خدمت میں

---

[1]... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ بن کعب الاسلمی، ۵/۵۶۹، الحدیث: ۱۶۵۷۷

حاضر ہو کر اس کے بارے میں پوچھا تو نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”تو نے نکاح کو ترک کیا ہوا ہے۔“ عابد نے عرض کی: ”میں اسے حرام نہیں سمجھتا، لیکن میں فقیر ہوں اور میرا خرچ بھی کسی اور کے ذمہ ہے۔“ نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں۔“ چنانچہ، انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دیا۔

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا بشر بن حارِث حافی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ”حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل مجھ پر تین وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں: (۱)...وہ رزقِ حلال اپنے لئے بھی طلب کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی جبکہ میں صرف اپنے لئے طلب کرتا ہوں (۲)...وہ نکاح کی وسعت رکھتے ہیں جبکہ میں نہیں رکھتا اور (۳)... وہ عام لوگوں کے امام ہیں۔“

﴿9﴾... منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے اپنے بیٹے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی والدہ کی وفات کے دوسرے دن ہی نکاح کر لیا اور فرمایا: ”میں ایسی حالت میں رات گزارنا ناپسند کرتا ہوں کہ میری کوئی بیوی نہ ہو۔“

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا بِشر بن حارِث حافی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی سے جب کہا گیا کہ لوگ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے سُنَّتِ نکاح کو ترک کیا ہوا ہے تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”لوگوں سے کہہ دو کہ بشر تارکِ سنت نہیں بلکہ وہ تو فرض کی ادائیگی میں مشغول ہے۔“ ایک بار جب آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو نکاح نہ کرنے کی وجہ سے برا بھلا کہا گیا تو فرمایا: مجھے نکاح سے صرف یہ فرمانِ باری تعالیٰ روکے ہوئے ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۪ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے جب اس بارے میں ذکر کیا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”بِشر کی مثل کہاں ہے وہ تو تلوار کی دھار پر بیٹھے ہیں۔“ لیکن اس کے باوجود آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: ”مَا فَعَلَ اللہُ بِکَ؟ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟“ تو فرمایا: ”جنت

میں میرے درجے بلند ہوئے اور مجھے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا سا مرتبہ عطا ہوا لیکن میں شادی شدہ لوگوں کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکا۔" جبکہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی بندہ میری بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہو کہ اس کی کوئی زوجہ نہ ہو۔" راوی فرماتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا: "ابو نصر تمار کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟" فرمایا: "انہیں مجھ سے 70 درجے بلندی عطا کی گئی۔" میں نے عرض کی: "کس سبب سے حالانکہ ہم تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بلند مرتبہ سمجھتے تھے۔" فرمایا: "بیٹیوں اور اہل وعیال کے معاملے پر صبر کی وجہ سے۔"

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: بیویوں کی کثرت دنیا سے نہیں ہے کیونکہ امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن میں سے سب سے زیادہ زاہد (یعنی دنیا سے بے رغبت) تھے اس کے باوجود آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی چار ازواج[1] اور 17 باندیاں تھیں۔ پس نکاح قدیم سنت اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اخلاق میں سے ایک خُلق ہے۔

﴿12﴾... منقول ہے کہ کسی نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم سے عرض کی: "آپ نے نکاح نہ کر کے عبادت کے لئے فراغت حاصل کی بہت اچھا کیا۔" آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اہل وعیال کے سبب تمہاری ایک پریشانی میری تمام تر کیفیت سے بہتر ہے۔" پوچھا: "پھر کون سی چیز آپ کو نکاح سے روکے ہوئے ہے؟" فرمایا: "مجھے عورت کی حاجت نہیں اور میں نہیں چاہتا کہ اپنی طرف سے کسی عورت کو دھوکا دوں (یعنی جب مجھے عورتوں میں دلچسپی نہیں تو کسی کو نکاح کے ذریعے اپنی قید میں کیوں رکھوں)۔"

---

[1]... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے شہزادیٔ کونین حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے وصال کے بعد جن خوش نصیب عورتوں کو شرف زوجیت سے نوازا ان کے اسما یہ ہیں: اسماء بنتِ عُمَیْس خثعمیہ، خولہ بنت جعفر بن قیس، ایک قبیلہ بنی ثعلب اور ایک بنی کلاب کی عورت، لیلٰی بنت سعد اور ام سعید بنت عروہ بن مسعود (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ)۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مختلف اوقات میں 10 عورتوں سے شادی کی تھی اور آپ کے وصال کے وقت چار موجود تھیں۔ (اتحاف السادة المتقین، ۶/ ۲۱)

﴿13﴾... منقول ہے کہ شادی شدہ کو غیر شادی شدہ پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی جہاد کرنے والے کو گھر بیٹھ رہنے والے پر اور شادی شدہ کی ایک رکعت غیر شادی شدہ کی 70 رکعتوں سے افضل ہے۔

دوسری فصل: **نکاح نہ کرنا**

نکاح نہ کرنے سے متعلق 3 روایات:

﴿1﴾... خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ الْمِائَتَیْنِ الْخَفِیْفُ الْحَاذُ الَّذِیْ لَا اَھْلَ لَہٗ وَلَا وَلَدَ یعنی 200 سال بعد لوگوں میں بہترین خَفِیْفُ الْحَاذ (ہلکی کمر والا) ہو گا، (پوچھا گیا: خَفِیْفُ الْحَاذ کون ہے؟ ارشاد فرمایا:) جس کے اہل وعیال نہ ہوں۔[1]

﴿2﴾... لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ بندہ اپنے بیوی، بچوں اور والدین کی وجہ سے ہلاک ہو گا، یوں کہ وہ اسے فقر پر عار دلائیں گے اور اسے ایسی بات کا پابند کریں گے جو اس کے بس میں نہیں تو وہ ایسے کاموں میں پڑ جائے گا کہ اس کا ایمان جاتا رہے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔[2]

﴿3﴾... اولاد کی کمی دو آسانیوں میں سے[3] ایک جبکہ کثرت دو فقروں میں سے ایک ہے۔[4]

سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے چار اقوال:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے نکاح کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "عورتوں سے دوری برداشت کرنا ان کی باتیں برداشت کرنے سے بہتر ہے اور ان کی باتیں برداشت کرنا جہنم برداشت

---

1 ...شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، ٧/٢٩٢، الحدیث: ١٠٣٥٠، بلفظ "خیر الناس فی المائتین"
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ٤/١١٥، الرقم: ٦٨٤: رواد بن الجراح، بلفظ "خیر الناس فی المائتین"

2 ...الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی ترک الدنیا ومخالفۃ النفس والھوی، الحدیث: ٤٣٩، ص ١٨٣

3 ...غِنٰی (مال داری) کی دو قسمیں ہیں: (١) ...مال ودولت کے ذریعے غنی ہونا (٢) ...کسی چیز کی حاجت نہ ہونے کے سبب اس سے بے پروا ہونا، یہی حقیقی غنا وتونگری ہے اور (اولاد کی کمی دو آسانیوں میں ایک آسانی اس لئے ہے کہ) اولاد کم ہو تو زیادہ محنت و مشقت کی حاجت نہیں ہوتی۔ (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، المقصد الثالث، الفصل الاول، ٥/ ٣٧٦)

4 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، الجزء الاول، ٨/٣٦، الحدیث: ١٠٣
قوت القلوب لابی طالب المکی، ٢/٣٩٧

کرنے سے بہتر ہے۔''

﴿2﴾... عمل کا جو مزہ غیر شادی شدہ شخص پا سکتا ہے وہ شادی شدہ نہیں پا سکتا۔

﴿3﴾... میں نے اپنے دوستوں میں کوئی بھی ایسا نہ پایا جو نکاح کے بعد پہلے والی حالت پر قائم رہا ہو۔

﴿4﴾... تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس نے انہیں طلب کیا وہ دنیا میں مشغول ہو گیا:(۱)...طلبِ معاش (۲)...نکاح اور (۳)... فضول باتوں پر مشتمل کتابیں۔

کون سا اہل و عیال اور مال نحوست ہے؟

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اہل و مال میں مشغول نہیں فرماتا۔'' حضرت سیِّدُنا احمد بن ابی حواری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام اس قول میں غور و فکر کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ ''اس سے یہ مراد نہیں کہ اہل و مال ہی نہ ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ اہل و مال تو ہو لیکن یہ بندے کو آخرت سے غافل نہ کرے۔'' اور یہ حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ ''وہ اہل و عیال اور مال جو تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل کر دے تجھ پر نحوست ہے۔''

فیصلۂ امام غزالی:

حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: نکاح سے اعراض کی احادیث شرط کے ساتھ ملی ہوئی ہیں جبکہ نکاح کی ترغیب پر مشتمل احادیث مشروط بھی ہیں اور غیر مشروط بھی۔

تیسری فصل:

نکاح کے فوائد

نکاح کے پانچ فائدے ہیں:(۱)...اولاد حاصل ہونا (۲)... شہوت ختم ہونا (۳)...گھر کے معاملات کو چلانا (۴)...خاندان میں اضافہ ہونا اور (۵)...عورتوں کے ساتھ رہنے کے ذریعے مجاہدۂ نفس کرنا۔

(1)... اولاد کا حصول:

نکاح کا پہلا فائدہ اولاد کا حصول ہے اور یہ اصل فائدہ ہے، اسی کے لئے نکاح وضع ہوا، نیز مقصودِ اصلی بھی نسل انسانی کو باقی رکھنا ہے تا کہ دنیا انسانوں سے خالی نہ رہے، شہوت تو اولاد کے حصول پر ابھارنے والا ایک سبب ہے کہ مرد کی پیٹھ سے (مادۂ منویہ کی صورت میں) بیج نکال کر عورت کے رحم میں ڈالا جاتا ہے جس سے دونوں لطف اندوز ہوتے ہوئے جماع کے سبب کوشش سے بچہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے پرندے کو جال میں پھنسانے کے لئے اس کی پسند کا بیج پھیلا دیا جائے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی قدرتِ اَزَلِیَہ سے اس بات پر قادر ہے کہ بغیر جماع اور نکاح کے بندوں کی تخلیق فرمادے لیکن حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ مُسَبَّب اور اسباب کے درمیان ترتیب قائم رہے (کہ مسبَّب سبب کے بعد پایا جائے) اگرچہ ذات باری تعالیٰ کو اسباب کی کوئی حاجت نہیں لیکن قدرت کے اظہار اور صنعت کے عجائب کو مکمل کرنے، نیز وہ جس چیز کے وجود کا فیصلہ فرما چکا اور قلم چل چکا اسے ثابت کرنے کے لئے اس نے ایسا کیا۔

حصولِ اولاد کے لئے نکاح کرنے کی چار صورتیں:

اولاد کے حصول کا زریعہ نکاح ہے اور یہ چار صورتوں میں مُوجِب ثواب ہے جبکہ شہوت کے فساد سے امن ہو، حتی کہ اسلاف میں سے کسی نے بھی غیر شادی شدہ حالت میں بارگاہِ الٰہی میں حاضری کو ناپسند جانا: (۱)... جنس انسانی کو باقی رکھنے کی نیت سے حصولِ اولاد کی کوشش کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پسند سے موافقت کرنا (۲)... محبّتِ رسول کے حصول کی نیت سے نکاح کرنا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کثرتِ امت کے سبب تمام انبیا اور امتوں پر فخر فرمائیں گے (۳)... موت کے بعد نیک اولاد کی دعا سے برکت حاصل کرنا اور (۴)... چھوٹی عمر میں فوت ہونے والے بچے کی شفاعت طلب کرنا۔

مذکورہ چار صورتوں کی تفصیل:

پہلی صورت: یہ عام لوگوں کی سمجھ سے دور اور بالاتر ہے، لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صنعت کے عجائبات اور

اس کی حکمتوں میں بصیرت رکھنے والوں کے نزدیک یہ سب سے زیادہ حق اور قوی ہے۔ اسے اس مثال سے سمجھئے کہ آقا اپنے غلام کو قابل کاشت زمین میں کاشت کاری کے لئے کھیتی باڑی کے آلات دے اور نگرانی کے لئے ایک شخص کو مقرر کردے اور غلام کاشت پر قادر بھی ہو، اس کے باوجود وہ سستی کرے، کھیتی باڑی کا سامان بیکار کردے، بیج ضائع کردے اور نگرانی پر مقرر شخص کے سامنے حیلے بہانے کرتا رہے حتی کہ سب کچھ ضائع ہو جائے تو یقیناً غلام آقا کی طرف سے سزا و ناراضی کا مستحق ہو گا۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی مرد و عورت کو پیدا فرمایا، آلہ تناسُل اور خُصیَتَین پیدا فرمائے، (مرد کی) پیٹھ میں نطفہ پیدا فرمایا اور اس کے لئے خصیتین میں رگیں اور شریانیں پیدا کیں، رحم کو نطفہ کا ٹھکانا بنایا اور شہوت کو مرد و عورت پر مُسَلَّط کیا تو یہ افعال و آلات صاف صاف اپنے خالق عَزَّوَجَلَّ کی مراد کی گواہی دے رہے اور ذَوِی الْعُقُول کو اپنی تخلیق کا مقصد بتارہے ہیں۔ یہ بھی اس صورت میں تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی آخر الزمان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ حق ترجمان سے اس مقصد کو ظاہر نہ کیا ہوتا لیکن چونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس ارشاد حقیقت بنیاد: "تَنَاکَحُوْا تَنَاسَلُوْا یعنی نکاح کرو اور نسلوں کو بڑھاؤ۔"[1] سے اس مقصد کو واضح کرکے پوشیدہ بات کو ظاہر فرما دیا تو نکاح نہ کرنے والا کھیتی سے اعراض کرنے والا، بیج ضائع کرنے والا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بنائے ہوئے آلہ کو معطل (بیکار) کرنے والا، فطرت اور اس حکمت کی خلاف ورزی کرنے والا ہے جو اُن شواہد سے سمجھی جاتی ہے جو اِن اعضاء پر خطِ الٰہی سے لکھے گئے ہیں انہیں حروف و اصوات کی ضرورت نہیں، انہیں ہر وہ شخص پڑھ سکتا ہے جسے حکمتِ اَزَلیہ کی باریکیوں کے ادراک کے لئے بصیرتِ رَبَّانِیہ حاصل ہے۔ اسی لئے شریعتِ اسلامیہ نے اولاد کو قتل کرنے اور زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ بھی نسل انسانی کے وجود میں ایک رکاوٹ ہے اور جس نے یہ کہا کہ "**عزل زندہ درگور کرنے کی ایک صورت ہے**" اس نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

1... الشفاء بتعریف حقوق المصطفی لابی فضل عیاض، الباب الثانی... الخ، فصل والضرب الثانی... الخ، ۱/۸۷
مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب وجوب النکاح وفضلہ، ۶/۱۳۸، الحدیث: ۱۰۴۳۲

پس نکاح کرنے والا اس چیز کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے جسے پورا کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے اور نکاح سے اعراض کرنے والا اس چیز کو ضائع اور معطل (بیکار) کرنے والا ہے جس کا ضِیاع اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہے۔ چونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو انسانی جانوں کی بَقا محبوب ہے اس لئے اس نے کھانا کھلانے کا حکم ارشاد فرمایا اور اس پر ابھارا اور اسے قرض سے تعبیر فرمایا۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا ترجمۂ کنزالایمان: ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسن دے۔

(پ۲، البقرۃ: ۲۴۵)

ایک سوال اور اس کا جواب:

آپ کے قول "**نسل انسانی اور نفس انسان کی بقا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو محبوب ہے**" سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کا فنا ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو محبوب نہیں، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف نسبت کے اعتبار سے موت اور حیات کے مابین فرق ہے، حالانکہ یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ ہر کام اس کی مَشِیَّت سے ہوتا ہے اور وہ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے تو اس کے نزدیک ان کی موت ان کی حیات سے اور ان کی بقا ان کی فنا سے کیسے ممتاز ہو سکتی ہے؟ تو جان لو کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے لیکن اس سے معنیٰ غلط مراد لیا گیا ہے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس بات کے منافی نہیں کہ تمام کائنات کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے کی طرف ہے خواہ خیر ہو یا شر، نفع ہو یا نقصان۔ محبت اور کراہت آپس میں دو متضاد چیزیں ہیں یہ دونوں ارادے کے مقابل نہیں آتیں، کیونکہ بسا اوقات مراد مکروہ (ناپسند) ہوتی ہے اور بسا اوقات محبوب۔ مثلاً: گناہ مکروہ (ناپسندیدہ) ہیں حالانکہ یہ کراہت کے باوجود مراد ہیں اسی طرح طاعات بھی مراد ہوتی ہے لیکن وہ محبوب و پسندیدہ ہوتی ہیں۔ البتہ! کفر و شرک کے بارے میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ محبوب و پسندیدہ ہیں، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مراد ہیں، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود ان کی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا یَرۡضٰی لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ[1] تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور کراہت کی طرف

---

[1]... ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں۔ (پ۲۳، الزمر: ۷)

نسبت کے اعتبار سے فنا بقا کی طرح کیسے ہو سکتی ہے؟ حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”مجھے کسی چیز میں اتنا تردُّد نہیں ہوتا جتنا مسلمان بندے کی رُوح قبض کرنے میں ہوتا ہے وہ مرنا نہیں چاہتا اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا مگر موت بھی اس کے لئے ضروری ہے[1]۔“[2]

مذکورہ حدیثِ مبارکہ کا جز ”موت اس کے لئے ضروری ہے“ اُس اِرادے اور سابق تقدیر کی طرف اشارہ ہے جو ان فرامین باری تعالیٰ میں مذکور ہے: ❀...نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ[3] ❀...اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ[4]۔

---

❶...صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/۲۴۸، الحدیث: ۶۵۰۲

نوادر الاصول فی احادیث الرسول للحکیم الترمذی، الاصل الرابع والستون والمائۃ، ۱/۶۴۲، الحدیث: ۹۰۰

❷...مُفَسِّرِ شہیر، حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان **مرآۃ المناجیح، جلد3، صفحہ 309** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: سبحان اللہ! کیا نازو انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلے میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تأمُّل، جو چاہوں حکم کروں، مگر ایک موقع پر ہم توقف و تأمُّل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقتِ موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے، تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے اولاً موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں، جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دیکھا دیتے ہیں، اور بیماریاں، پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے مُتنفِّر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خود آنا چاہتا ہے اور خوش خوش ہنستا ہوا ہمارے پاس آتا ہے، یہاں تردُّد کے معنی حیرانی پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ اس سے پاک ہے، بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا، موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اپنے اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور یارِ خنداں رَوَد بجانبِ یار (محب اپنے محبوب کی طرف خوشی خوشی جاتا ہے) کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں: شعر:

نِشانِ مردِ مومن باتُو گویَم　　چُوں قَضاء آید تَبَسُّم بَرلَبِ اُوْسَت

(میں تمہیں مردِ مومن کی نشانی بتاتا ہوں، جب موت آتی ہے تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آجاتی)

غرض ہماری موت تو چھوٹنے کا دن ہے اور اولیاء انبیاء (عَلَیْہِمُ السَّلَام) کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لئے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ، مشیت، رضا، کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسندہ ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں۔

❸...ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا۔ (پ۲۷، الواقعۃ: ۶۰)

❹...ترجمۂ کنزالایمان: وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی۔ (پ۲۹، الملک: ۲)

نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان: نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ اور اَنَا اَکْرَہُ مَسَآءَتَہٗ[1] میں کوئی تضاد نہیں۔ البتہ! اس میں حق کی وضاحت کے لئے اِرادہ، محبت اور کراہت کے معانی کی تحقیق اور ان کی حقیقتوں کا بیان ضروری ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِرادہ، محبت اور کراہت کی وضاحت:

عام طور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اور مخلوق کے ارادے، محبت اور کراہت میں مناسبت سمجھی جاتی ہے، لیکن صفاتِ باری تعالیٰ اور بندوں کی صفات کے درمیان اسی طرح فرق ہے جس طرح ذات باری تعالیٰ اور بندوں کے درمیان فرق ہے۔ بندوں کی ذات جوہر وعرض ہے جبکہ ذات باری تعالیٰ جوہر وعرض[2] سے پاک ہے، تو جو جوہر وعرض نہیں وہ جوہر وعرض کے مشابہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی طرح اس کی صفات بھی بندوں کی صفات کے مشابہ نہیں ہو سکتیں۔ یہ باریک باتیں علم مُکاشفہ میں داخل ہیں اور ان کے پیچھے تقدیر کا وہ راز ہے جسے (عام لوگوں کے سامنے) بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا ہم اسے ظاہر نہیں کریں گے، اس وقت ہم فقط اپنے موضوع ومقصود کے بیان پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور وہ نکاح کرنے اور نہ کرنے کے مابین فرق بیان کرنا ہے۔ تو نکاح نہ کرنے والا اس نسل کو ضائع کرنے والا ہے جس کا وجود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر قیامت تک یکے بعد دیگرے باقی رکھا۔ پس یہ اس وجود کو ختم کرنے والا ہے جس کی بقا محبوب ہے اور یہ بے اولاد مرنا چاہتا ہے، لہٰذا اگر نکاح کا باعث صرف شہوت پوری کرنا ہوتا تو حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حالتِ طاعون میں یہ نہ فرماتے کہ ”میرا نکاح کر دو میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ایسی حالت میں ملنے کو ناپسند کرتا ہوں کہ میری کوئی بیوی نہ ہو۔“

ایک سوال اور اس کا جواب:

جب حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اس وقت اولاد کی صلاحیّت نہیں رکھتے تھے تو پھر ان کے

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۴/۲۴۸، الحدیث: ۶۵۰۲

2 ...اہلسنت کے نزدیک جوہر سے مراد وہ جزء ہے جو تقسیم نہ ہو سکے اور عرض وہ ہے جو بذاتِ خود قائم نہ رہ سکتا ہو بلکہ کسی محل کا محتاج ہو۔ (الحدیقۃ الندیہ، ۱/۲۴۷)

نکاح میں رغبت رکھنے کی کیا وجہ ہے ؟تو یاد رکھیئے کہ اولاد کے حصول کا سبب جماع ہے اور جماع کا باعث شہوت ہے اور یہ بندے کے اختیار میں نہیں، اس کے اختیار میں تو صرف شہوت ابھارنے والی چیز کو لانا ہے اور اس کی امید ہر حال میں ہوتی ہے۔ نکاح کرنے سے بندے نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور جہاں تک شہوت کا معاملہ ہے تو وہ اس کے اختیار میں نہیں۔ اسی لئے عِنِّیْن (نامرد)[1] کے لئے بھی نکاح کرنا مستحب ہے[2] کیونکہ شہوت کا بھڑکنا خفیہ معاملہ ہے اس پر کسی کو اطلاع نہیں اور خصی (جس کے خصیے نکال دیئے گئے ہوں یا مقطوعُ الذَّکَر یعنی جس کا عضوِ تناسُل کاٹ دیا گیا ہو) کے لئے بھی نکاح کرنا مستحب ہے جیسا کہ (احرام سے نکلنے کے لئے) گنجے کے لئے سر پر استرا پھروانا مستحب ہے تاکہ دوسروں کی اقتدا اور سلف صالحین سے مشابہت ہو جائے اور جیسا کہ حج میں رَمَل[3] اور اِضْطِباع[4] اب بھی مستحب ہے حالانکہ شروع میں اس کا مقصد کفار کے سامنے بہادری ظاہر کرنا تھا لیکن بعد والوں کے لئے اُن کی مشابہت سنّت قرار پائی جنہوں نے بہادری کا مظاہرہ کیا۔

اگرچہ جماع پر قادر شخص کے مقابلے میں عنین، خصی (اور مقطوعُ الذَّکَر) کے حق میں یہ کم درجے کا مستحب ہے اور بعض اوقات استحباب اس سے بھی کم درجے میں چلا جاتا ہے جبکہ عورت کو بیکار چھوڑنا اور ضائع کرنا پایا جائے اور اس کی حاجت بھی پوری نہ ہو، یہ صورت خطرے سے خالی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ شہوت کی کمی کے باعث شادی سے شدید انکار کرتے ہیں۔

---

1 ... عنین اس شخص کو کہتے ہیں کہ اس کا عضوِ مخصوص تو ہو مگر اپنی بیوی سے آگے کے مقام میں دخول نہ کر سکے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۲۲۸)

2 ... **احناف کے نزدیک:** اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان و نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔ (بہار شریعت، ۲/ ۵)

3 ... اکڑ کر شانے (کندھے) ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے قدرے (یعنی تھوڑا) تیزی سے چلنا۔ (رفیق الحرمین، ص۵۷)

4 ... احرام کی اوپر والی چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر اس طرح الٹے کندھے پر ڈالنا کہ سیدھا کندھا کھلا رہے۔ (رفیق الحرمین، ص۵۷)

دوسری صورت: جس بنا پر پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دیگر انبیا و امتوں پر فخر فرمائیں گے اس میں اضافہ کر کے محبت ورضائے رسول کے حصول کی کوشش کرنا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اولاد کے حصول کی اہمیت پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بکثرت نکاح کرتے اور فرماتے: "میں صرف اولاد کے حصول کے لئے نکاح کرتا ہوں۔" اس کے علاوہ وہ تمام روایتیں بھی اولاد کے حصول کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں جن میں بانجھ عورت کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

بہترین عورت کی فضیلت پر مشتمل 3 فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾... اَلْحَصِیْرُ فِیْ نَاحِیَۃِ الْبَیْتِ خَیْرٌ مِّنْ اِمْرَاَۃٍ لَّا تَلِدُ یعنی گھر کے کونے میں پڑی چٹائی بچہ نہ جننے والی عورت سے بہتر ہے۔[1]

﴿2﴾... خَیْرُ نِسَائِکُمُ الْوَلُوْدُ الْوَدُوْدُ یعنی تمہاری بیویوں میں سے بہتر وہ ہے جو زیادہ بچے جننے والی، زیادہ محبت کرنے والی ہے۔[2]

﴿3﴾... سَوْدَاءُ وَلُوْدٌ خَیْرٌ مِّنْ حَسْنَاءَ لَّا تَلِدُ یعنی بچے جننے والی کالی عورت بچے نہ جننے والی حسین عورت سے بہتر ہے۔[3]

حصولِ اولاد کے لئے نکاح کرنا افضل ہے:

مذکورہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حصولِ اولاد کی نیت سے نکاح کرنا شہوت پوری کرنے کے لئے نکاح کرنے سے افضل ہے کیونکہ حسین عورت سے نکاح کرنا پاک دامنی حاصل کرنے، آنکھوں کو جھکانے اور شہوت ختم کرنے کے لئے ہے۔

تیسری صورت: نیک اولاد چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوگا تو وہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرے گی۔

---

❶...سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، ۴/۲۶، الحدیث: ۳۹۲۲، موقوفاً عن عمر

کتاب المجروحین لابن حبان، ۱/۵۳۸، الرقم: ۵۶۹: عبد اللہ بن وھب النسوی

❷...السنن الکبری للبیھقی، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج بالودود الولود، ۷/۱۳۱، الحدیث: ۱۳۴۷۸، موقوفاً عن عمر

❸...المعجم الکبیر، ۱۹/۴۱۶، الحدیث: ۱۰۰۴

چنانچہ، حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ ”مرنے کے بعد ابنِ آدم کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے کہ مرنے کے بعد بھی اسے ان کا ثواب پہنچتا رہتا ہے: (۱)... صدقۂ جاریہ (۲)... علم نافع اور (۳)... نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔“[1]

ایک روایت میں ہے کہ ”(زندوں کی) دعائیں نور کے طَباق میں رکھ کر مردوں پر پیش کی جاتی ہیں۔“[2]

ایک سوال اور اس کا جواب:

نکاح کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر اولاد نیک ہو گی تو دعائے مغفرت کرے گی لیکن بعض اوقات اولاد نیک نہیں ہوتی (تو اس صورت میں اس سے کیسے نفع ہو گا)؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دین دار مومن کی اولاد عام طور پر نیک ہی ہوتی ہے بالخصوص جب اس کی تربیت قرآن و حدیث کے مطابق ہوئی ہو[3]۔ بہر حال مومن اولاد خواہ نیک ہو یا بد اس کی دعا والدین کے لئے فائدہ مند ہی ہوتی ہے اس لئے کہ والد کو اولاد کی دعاؤں اور نیکیوں پر ثواب ملتا ہے کیونکہ یہ اسی کی کمائی (یعنی اولاد کی نیکیاں والد کی تربیت ہی کا اثر) ہے۔ البتہ، اولاد (اگر خود سے برائی میں مبتلا ہو والد کی تربیت کا کوئی دخل نہ ہو تو اس) کی برائی سے والد پر کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ (پ۲۲، فاطر: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

جبکہ اولاد نیک ہو تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ (پ۲۷، الطور: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔

1... صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان... الخ، الحدیث: ۱۶۳۱، ص ۸۸۶

2... کتاب المجروحین لابن حبان، ۱/ ۱۱۳، الرقم: ۲۹: ابراهیم بن هدبة

3... قرآن و حدیث کے مطابق درست انداز میں اولاد کی تربیت کرنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 188 صفحات پر مشتمل کتاب ”تربیت اولاد“ کا مطالعہ کیجئے!

یعنی ایسا نہیں ہے کہ اولاد کو جنت میں والدین کے ساتھ ملا دیا تو والدین کے اعمال میں سے کمی کر لیں بلکہ اولاد کو والدین کی نیکیوں میں اضافے کا ذریعہ بنایا(اور اولاد کے درجات اپنے فضل و کرم سے بلند کئے)۔

چوتھی صورت: چھوٹی (نابالغی کی) عمر میں مرنے والی اولاد قیامت کے دن والدین کی شفاعت کرے گی۔

نابالغ بچے کے شفاعت کرنے سے متعلق 6 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... اِنَّ الطِّفْلَ یَجُرُّ بِاَبَوَیْہِ اِلَی الْجَنَّۃِ یعنی بچہ اپنے والدین کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔[1]

﴿2﴾... ایک روایت میں ہے کہ ”بچہ اپنے والدین کے کپڑے پکڑے گا جیسا کہ میں اب تمہارے کپڑے پکڑے ہوئے ہوں۔“[2]

﴿3﴾... قیامت کے دن بچے سے کہا جائے گا کہ ”جنت میں داخل ہو جا۔“ تو وہ جنت کے دروازے پر کھڑا ہو کر غصے میں بھرا ہوا عرض کرے گا: ”میں اس وقت تک داخل نہ ہوں گا جب تک کہ میرے والدین بھی میرے ساتھ داخل نہ ہوں۔“ تو حکم ہو گا کہ ”اس کے والدین کو بھی اس کے ساتھ جنت میں داخل کر دو۔“[3]

﴿4﴾... بروز قیامت مخلوق کو حساب کے لئے لایا جائے گا تو بچے ایک جگہ جمع ہوں گے، فرشتوں کو حکم ہو گا کہ انہیں جنت کی طرف لے جاؤ بچے جنت کے دروازے پر کھڑے ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا: ”مرحبا! اے مسلمانوں کے بچو! جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی حساب نہیں۔“ وہ پوچھیں گے: ”ہمارے ماں باپ کہاں ہیں؟“ جنت کے دربان فرشتے فرمائیں گے: ”تمہارے ماں باپ تمہاری طرح نہیں، وہ خطاکار و گناہ گار ہیں ان سے حساب و کتاب ہو گا۔“ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بچے غصے میں بھرے ہوئے بلند آواز سے چیخ و پکار کریں گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پوچھے گا: حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے

1... سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء فيمن اصيب بسقط، ۲/۲۷۳، الحديث: ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، الطفل: بدله: السقط

2... صحيح مسلم، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، الحديث: ۲۶۳۵، ص ۱۴۱۶

3... سنن النسائى، كتاب الجنائز، باب من يتوفى له ثلاثة، الحديث: ۱۸۷۳، ص ۳۱۹، بتغير قليل

المعجم الكبير، ۱۹/۴۱۶، الحديث: ۱۰۰۴، بتغير قليل

کہ ”یہ شور کیسا ہے؟“ تو فرشتے عرض کریں گے: ”اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! مسلمانوں کے بچے کہتے ہیں: ہم اپنے والدین کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”مجمع میں جاؤ اور ان کے والدین کا ہاتھ پکڑ کر انہیں بھی جنت میں داخل کر دو۔“[1]

《5》... مَنْ مَاتَ لَهُ اِثْنَانِ مِنَ الْوُلْدِ فَقَدِ احْتَظَرَ بِحِظَارٍ مِّنَ النَّارِ یعنی جس کے دو بچے (چھوٹی عمر میں) فوت ہو گئے تو اس نے اپنے لئے جہنم سے آڑ بنالی۔[2]

《6》... جس کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مر گئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و رحمت سے اسے بچوں کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔ عرض کی گئی: ”یا رَسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر دو ہوں تو؟“ ارشاد فرمایا: ”دو ہوں تو بھی (یہی اجر و ثواب ہے)۔“[3]

حکایت: بچے کی شفاعت کی طلب میں نکاح:

منقول ہے کہ ایک بزرگ کو لوگ ایک مدّت تک نکاح کا کہتے رہے لیکن وہ انکار کرتے رہے۔ ایک دن وہ نیند سے بیدار ہوئے تو فرمانے لگے: ”میرا نکاح کر دو! میرا نکاح کر دو!“ لوگوں نے ان کا نکاح کر دیا اور ان سے اس تبدیلی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”ممکن ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے بچہ عطا فرمائے پھر اس کی روح قبض کرلے تو وہ آخرت میں میرا پیش رو (یعنی بارگاہِ الٰہی میں میرا سفارشی) ہو گا۔“ پھر فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور میں لوگوں کے ساتھ میدانِ محشر میں ہوں۔ تمام لوگوں کی طرح مجھے بھی شدت کی پیاس محسوس ہوئی، قریب تھا کہ میں ہلاک ہو جاتا، اچانک میں نے دیکھا کہ چند بچے صفیں چیرتے

1... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب النبی، ۹/۴۱، الحدیث: ۱۶۹۶۸
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۰۲

2... صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل من یموت لہ ولد فیحتسبہ، الحدیث: ۲۶۳۴تا۲۶۳۶، ص ۱۴۱۶
المعجم الکبیر، ۵/۲۷۳، الحدیث: ۵۳۰۷

3... صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات لہ ولد فاحتسب، ۱/۴۲۴، الحدیث: ۱۲۴۸، ۱۲۴۹
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلیم، ۱۰/۴۰۱، الحدیث: ۲۷۴۹۹

ہوئے مجمع میں آئے ، ان کے سروں پر نور کے رومال، ہاتھوں میں چاندی کے کٹورے اور سونے کے کوزے تھے۔ وہ مجمع میں تلاش کرتے ہوئے بعض کو پانی پلاتے، بعض کو نہ پلاتے، میں نے بھی ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "مجھے شدت کی پیاس لگی ہے مجھے بھی پانی پلاؤ۔" تو ایک بچے نے کہا: " ہم میں کوئی آپ کا بیٹا نہیں ہم میں سے ہر ایک اپنے والد کو پانی پلائے گا۔" میں نے پوچھا: "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا: "ہم مسلمانوں کے وہ بچے ہیں جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔"

ماقبل نکاح کے فضائل میں اولاد سے متعلق جتنی بھی گفتگو ہوئی ہے اس کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے: فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ[1] اس کا ایک معنی چھوٹے بچوں کو آخرت کی طرف بھیجنا بھی کیا گیا ہے۔

پس مذکورہ چار وجوہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ نکاح کی زیادہ فضیلت کا ایک سبب اولاد کا حصول بھی ہے۔

﴿2﴾... شہوت کا خاتمہ:

نکاح کا دوسرا فائدہ شیطان سے بچنا، خواہشات کو ختم کرنا، شہوت کے مفاسد کو دُور کرنا، نظر و شرم گاہ کی حفاظت کرنا ہے۔ ان فرامین مصطفٰے میں اسی جانب اشارہ ہے۔ چنانچہ، پیارے مصطفٰے صَلَّى اللہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ نَكَحَ فَقَدْ حَصَّنَ نِصْفَ دِيْنِهٖ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الْاٰخَرِ یعنی جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیا تو باقی آدھے کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے۔"[2]

ایک روایت میں ہے: "عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ یعنی تم پر نکاح لازم ہے (کہ یہ نگاہ نیچی رکھنے والا اور شرم گاہ کا محافظ ہے) تو جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ روزے رکھے کہ روزہ اس کے لئے

[1]... ترجمۂ کنزالایمان: تو آؤ اپنے کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو۔ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۳)

[2]... المعجم الاوسط، ۱/۲۷۹، الحدیث: ۹۷۲ ...... المعجم الاوسط، ۵/۳۷۲، الحدیث: ۷۶۴۷

حفاظت (ڈھال) ہے۔"[1]

پہلے اور دوسرے فائدے میں فرق:

ماقبل نکاح کے فضائل میں ہم نے جتنی بھی روایات ذکر کی ہیں ان میں سے اکثر میں اسی فائدے (یعنی نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت) کی طرف اشارہ ہے اور یہ پہلے فائدے سے کم اہمیت کا حامل ہے کیونکہ شہوت تو محض اولاد کے حصول کا تقاضا کرنے کے لئے رکھی گئی ہے اور اس کے لئے نکاح کافی ہے جو اس کے شر کو پھیرنے اور دور کرنے والا ہے، لہٰذا اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی رضاجوئی حاصل کرنے کے لئے اس کے حکم پر عمل کرنے والا اور صرف شہوت سے چھٹکارا پانے کے لئے اس کے حکم پر عمل کرنے والا دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ شہوت اور اولاد تقدیر کے دو فیصلے ہیں اور ان کے درمیان آپس میں ربط ہے، لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جماع سے حاصل ہونے والی لذت ہی مقصود بالذات ہے (نہ کہ) اولاد کہ وہ تو اسے لازم ہے جیسا کہ کھانے سے قضائے حاجت لازم ہے بلکہ فطرت وحکمت کی رو سے مقصودِ اصلی اولاد ہے نہ کہ لذت، شہوت تو اس پر ابھارنے والی ہے۔

دنیاوی نعمتوں کا ایک فائدہ:

میری زندگی کی قسم[2]! شہوت میں اولاد کے علاوہ ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ اس کے ذریعے جنت کی لذتوں کو یاد کیا جائے کیونکہ اگر یہ لذت دائمی ہوتی تو کوئی نعمت اس کے برابر نہ ہوتی اور یہ ان لذتوں کی خبر دیتی ہے جن کا جنت میں ملنے کا وعدہ ہے، نیز جس لذت کا ذائقہ ہی معلوم (ومحسوس) نہ ہو اس کی ترغیب دلانا بے فائدہ ہے۔ جیسے نامرد کو جماع کی اور بچے کو سلطنت وبادشاہی کی ترغیب دلانا بے فائدہ ہے (کہ انہیں ان

1...سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل التزویج...الخ، ۲/۳۴۳، الحدیث: ۱۰۸۳

2...مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان مراٰۃ المناجیح، جلد4، صفحہ 337 پر فرماتے ہیں: لَعَمْرِیْ (یعنی میری عمر کی قسم) قسم شرعی نہیں، وہ تو صرف خدا کے نام کی ہوتی ہے، بلکہ قسم لغوی ہے جیسے رب (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے: وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ (پ۳۰، التین: ۱) انجیر اور زیتون کی قسم۔ لہٰذا یہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ غیر خدا کی قسم نہ کھاؤ۔

چیزوں کی لذت ہی معلوم نہیں)۔ نیز دنیاوی نعمتوں کا ایک فائدہ اخروی دائمی نعمتوں کی طرف رغبت ہے کہ اس سے عبادت کا جذبہ پیدا ہوگا۔

ایک شہوت کے تحت دو زندگیوں کی نشوونما:

بندے کو چاہئے کہ سب سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت، پھر اس کی رحمت اور پھر ترتیب و تیاری کی طرف نظر کرے کہ کس طرح اس نے ایک شہوت کے تحت دو زندگیوں کو ترتیب دیا، **ایک ظاہری زندگی اور ایک باطنی۔ ظاہری زندگی** تو وہ ہے جو نسل انسانی کے ذریعے بندے کی بَقا کا سَبَب ہے اور یہ وجود کے دَوام کی ایک صورت ہے۔ **باطنی زندگی** سے مراد اخروی زندگی ہے اور شہوت ناقص اور جلد ختم ہو جانے والی لذت ہونے کے باوجود باطنی (اخروی) زندگی کا سبب اس لئے ہے کہ یہ دوام والی کامل لذت کی طرف راغب کرتے ہوئے عبادت پر ابھارتی ہے جو کامل و دائمی لذت کے حصول کا ایک سبب ہے، لہٰذا بندہ جنتی نعمتوں کی طرف لے جانے والے اعمال پر خوش دلی کے ساتھ ہمیشگی اختیار کرتا ہے۔

نکتہ: بدنِ انسانی میں ظاہراً و باطناً کوئی ذرہ ایسا نہیں بلکہ زمین و آسمان کی بادشاہی میں کوئی ذرّہ ایسا نہیں جس میں حکمت کے ایسے لطائف و عجائب نہ ہوں کہ عقلیں دنگ رہ جائے۔ لیکن یہ پاکیزہ دلوں پر ان کی چمک، نیز دنیا، اس کے دھوکے اور مفاسد سے بے رغبتی کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔

جو قدرت رکھتا ہو اس کے لئے نکاح کرنا ہی بہتر ہے:

نکاح چونکہ شہوت کے مفاسد کو ختم کرنے والا ہے، اس لئے یہ اس شخص کے لئے ایک اہم کام ہے جو عاجز یا نامرد نہ ہو اور اکثر لوگ نکاح پر قادر ہی ہوتے ہیں کیونکہ جب شہوت غالب آتی ہے اور قوتِ تقویٰ اس کا مقابلہ نہیں کر پاتی تو یہ انسان کو فحش کاموں کی طرف لے جاتی ہے۔ اس فرمان باری تعالیٰ میں اس جانب بھی اشارہ ہے:

اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِى الۡاَرۡضِ وَ فَسَادٌ كَبِيۡرٌ ؕ﴿۷۳﴾ (پ۱۰، الانفال: ۷۳) ترجمۂ کنزالایمان: ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

اور اگر انسان کو تقویٰ کی لگام دی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اعضاء کو شہوت کا جواب دینے سے روک دے گی، لہٰذا نکاح نظر کو جھکائے گا اور شرم گاہ کی حفاظت کرے گا۔ باقی رہا دل کو شیطانی وساوس سے بچانا تو یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اس کا نفس ہمیشہ اسے بہکاتا رہے گا اور اس کے دل میں جماع کا خیال ڈالتا رہے گا اور یہ ان خیالات سے نہیں بچ سکتا حتی کہ کبھی نفس اسے نماز کی حالت میں بھی جماع وغیرہ کی ایسی سوچیں دلائے گا کہ اگر یہ کسی گھٹیا ترین شخص کے سامنے ان کا تذکرہ کرے تو وہ بھی حیا کرے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ دلوں کے حال جانتا ہے اور دل اس کے حق میں ایسا ہی ہے جیسا کہ مخلوق کے حق میں زبان اور راہِ آخرت پر چلنے والے کے امور میں سے سب سے اہم اس کا دل ہے۔ جہاں تک روزوں کا تعلق ہے (کہ اس سے شہوت کو ختم کیا جائے تو) ہمیشہ روزے رکھنا بھی اکثر کے حق میں وسوسہ کو ختم کرنے والا نہیں۔ البتہ، اس سے بدن کمزور ہو جائے گا اور مزاج بگڑنے کا بھی اندیشہ ہے، اسی لئے حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”عبادت گزار کی عبادت نکاح ہی سے مکمل ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی عام مشقت ہے جس سے بہت کم لوگ خلاصی پاتے ہیں۔“

تین آیاتِ مبارکہ کی تفاسیر:

حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس فرمان باری تعالیٰ: وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ[1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اس سے غُلْمَہ یعنی شدید شہوت مراد ہے۔“

حضرت سَیِّدُنا عکرمہ اور حضرت سَیِّدُنا مجاہد رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمَا اس فرمانِ باری تعالیٰ: خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا ﴿۲۸﴾[2]

---

1 ...ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (طاقت) نہ ہو۔ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۶)

2 ...ترجمۂ کنزالایمان: آدمی کمزور بنایا گیا۔ (پ۵، النسآء: ۲۸)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے "**عورتوں سے دوری پر صبر نہ کرسکنا**" مراد ہے۔

حضرت سیِّدُنا فیاض بن نجیح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جب مرد کا عضوِ مخصوص حالتِ اِنْتِشار میں ہوتا ہے تو اس کی دو تہائی عقل جاتی رہتی ہے۔" بعض کا قول ہے کہ "اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے۔"

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اس فرمانِ باری تعالیٰ: **وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾**[1] کی ایک تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ اس سے "**حالتِ اِنْتِشار میں عضوِ مخصوص کے شر سے پناہ مانگنا**" مراد ہے۔

شیطان کا قوی ترین ہتھیار:

شہوت ایک ایسی غالب آزمائش ہے کہ جب آتی ہے تو عقل اور دین اس کا مقابلہ نہیں کر پاتے، حالانکہ یہ دو (ظاہری و باطنی) زندگیوں پر ابھارنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس کے باوجود یہ بنی آدم پر غالب آنے کے لئے شیطان کا قوی ترین ہتھیار ہے۔ حدیثِ پاک میں اسی جانب اشارہ ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں سے ارشاد فرمایا: "مَارَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِیْنٍ اَغْلَبَ لِذَوِی الْاَلْبَابِ مِنْکُنَّ یعنی میں نے عقل و دین میں ناقص[2] ہونے کے باوجود عقل والوں پر غالب آنے والا تم سے زیادہ کوئی نہ دیکھا۔"[3] [4]

---

[1] ...ترجمۂ کنزالایمان: اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔ (پ۳۰، الفلق: ۳)

[2] ..."**عقل میں ناقص**" تو یوں کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے آدھی ہے یعنی عام حالات میں یا دو مرد گواہ ہوتے ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں بعض صورتوں میں عورت کی گواہی مطلقاً نہیں مانی جاتی جیسے حدود اور قصاص۔ "**دین میں ناقص**" ہونے سے مراد یہ ہے کہ حالتِ حیض میں عورت روزہ نماز ادا نہیں کرسکتی کہ کچھ عرصہ نماز کے ثواب اور ادائے روزہ کی برکتوں سے محروم رہتی ہے خیال رہے کہ حیض و نفاس کے زمانے کی نمازیں بالکل معاف ہیں، اور روزوں کی ادا معاف قضا واجب اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کی زیادتی کمی دین کے کمال و نقصان کا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ مسافر و بیمار نماز و روزہ کے اہل ہیں۔ لیکن حائضہ اور نفسا ان کی اہل ہی نہیں لہٰذا وہ دونوں (مسافر و بیمار) ناقص نہیں۔ (ماخوذ از مراٰۃ المناجیح، ۱/ ۴۲)

[3] ...سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی استکمال الایمان... الخ، ۴/ ۲۷۸، الحدیث: ۲۶۲۲

[4] ...مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد1، صفحہ 41** پر اس کے تحت... بقیہ اگلے صفحہ پر ...

اور یہ شہوت کے جوش مارنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔اسی لئے حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (تعلیم امت کے لئے) یوں دعا مانگتے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شَرِّ سَمۡعِیۡ وَبَصَرِیۡ وَقَلۡبِیۡ وَشَرِّ مَنِیِّیۡ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں کان، آنکھ، دل اور مادۂ منویہ کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''[1]

ایک روایت میں ہے کہ یوں عرض کرتے: اَسۡئَلُکَ اَنۡ تُطَھِّرَ قَلۡبِیۡ وَتُحَفِّظَ فَرۡجِیۡ یعنی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا دل پاک فرما اور میری شرم گاہ کی حفاظت فرما۔''[2]

لٰہذا جس چیز سے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پناہ مانگی ہو دوسروں کو تو بدرجہ اولیٰ اس سے پناہ مانگنی چاہئے۔

حکایت: 40سال سے دل پر گناہ کا خیال نہیں گزرا:

منقول ہے کہ ایک بزرگ کثرت سے نکاح کرتے حتی کہ دو یا تین بیویاں تو ان کے نکاح میں رہتی ہی تھیں۔ بعض صوفیا نے اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا: ''کیا تمہیں کوئی ایسی گھڑی معلوم ہے (یعنی کبھی ایسا ہوا ہے کہ عالَم تصور میں) تم بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو اور تمہارے دل میں کوئی شہوانی خیال نہ گزرا ہو؟'' کہا: ''نہیں، بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے (کہ دل میں کوئی نہ کوئی خیال آ ہی جاتا ہے)۔'' فرمایا: '' ایک لمحے میں تمہاری جو کیفیت ہوتی ہے یہی کیفیت اگر زندگی میں ایک بار بھی میری ہوتی اور میں اسے اچھا سمجھتا تو کبھی نکاح نہ کرتا، لیکن میرے دل میں جب بھی کوئی خیال گزرتا ہے تو میں اسے کر گزرتا ہوں تاکہ اس سے راحت پاؤں اور میرے معمولات میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ (میری حالت یہ ہے کہ) 40سال سے میرے دل پر گناہ کا خیال نہیں گزرا۔''

... فرماتے ہیں: اس میں عورتوں کے تین عیب بیان کئے گئے عقل میں کمی، دین پر عمل میں کوتاہی اور مرد کو بیوقوف بنانا یہ عورتوں کی عام حالت ہے اگرچہ بعض بیبیاں اس سے پاک ہیں خیال رہے کہ جنسِ مرد جنسِ عورت سے افضل ہے اگرچہ بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہیں۔ حضرت (سیِّدَتُنا) آمنہ خاتون، (حضرت سیِّدَتُنا) عائشہ صدیقہ، (حضرت سیِّدَتُنا) فاطمہ زہرہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُنَّ) ہم جیسے کروڑوں مردوں سے افضل۔

[1]...سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۷۴، ۵/۲۹۷، الحدیث: ۳۵۰۳

[2]...المعجم الاوسط، ۴/ ۳۵۳، الحدیث: ۶۲۱۸، باختصار

حکایت: نکاح نگاہ اور شرم گاہ کا محافظ ہے:

منقول ہے کہ کسی نے صوفیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے حال پر اعتراض کیا تو ایک دیندار شخص نے اس سے پوچھا: ”تمہیں ان کی کون سی بات بری لگتی ہے؟“ اس نے کہا: ”وہ کھاتے بہت ہیں۔“ دیندار شخص نے کہا: ”جیسی بھوک انہیں لگتی ہے اگر تمہیں لگتی تو تم بھی انہیں کی طرح کھاتے۔“ کہا: ”وہ نکاح بہت کرتے ہیں۔“ دیندار شخص نے کہا: ”اگر ان کی طرح تم بھی اپنی نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت کے خواہاں ہوتے تو تم بھی کثرت سے نکاح کرتے۔“

رزق کی طرح نکاح بھی ضروری ہے:

سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْهَادِی فرماتے ہیں: ”مجھے جماع کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح رزق کی۔“

حقیقتاً بیوی بھی رزق ہی ہے اور یہ دلوں کی طہارت کا سبب ہے۔ اسی لئے مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہر اس شخص کو کہ جس کی نظر کسی غیر محرم عورت پر پڑے اور دل میں اس کی خواہش پیدا ہو اسے یہ حکم دیا کہ وہ اپنی زوجہ سے ہم بستری کرے[1] کیونکہ یہ دل سے وسوسوں کو دور کرنے والا ہے۔

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ انصاری رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ ایک بار مالک کون ومکان صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی نظر ایک عورت پر پڑی تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اپنی زوجہ محترمہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کے پاس گئے اور حاجت پوری فرما کر تشریف لائے اور فرمایا: عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطانی صورت میں آتی ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کی نظر غیر محرم عورت پر پڑے اور وہ اسے اچھی لگے تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس آجائے کیونکہ اس کے پاس بھی وہی کچھ ہے جو

---

[1] ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی کبشۃ الانماری، ۶/ ۲۹۸، الحدیث: ۱۸۰۵۰

اس کے پاس ہے[1]۔"[2]

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ہمزاد مسلمان ہو گیا:

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جن عورتوں کے خاوند غائب ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے خون کے دوران کے ساتھ گردش کرتا ہے۔" عرض کی گئی: "اور آپ کے بھی؟" ارشاد فرمایا: "میرے بھی لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس پر مدد دی۔ چنانچہ، وہ مسلمان ہو گیا[3]۔"

---

1 ...مُفَسِّر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 16** پر حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک کے جز "**نظر ایک عورت پر پڑی**" کے تحت فرماتے ہیں: "یہ نظر اچانک پڑی تھی دیدہ و دانستہ نہ تھی۔ اور "**حاجت پوری فرمائی**" کے تحت فرماتے ہیں: "غالب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے اندازاً یہ واقعہ معلوم کر لیا ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے خود بیان فرمایا ہو چونکہ اس واقعہ میں مسلمانوں کو تقویٰ کی تعلیم کی ہے لہٰذا اس کا بیان کر دینا خلافِ غیرت نہیں یونانی طبیب تجربہ کے لئے پوشیدہ باتیں بتاتے بھی ہیں کر کے دکھاتے بھی ہیں۔" اور آخری جز "**اس کے پاس بھی وہی ہے جو اس کے پاس ہے**" کے تحت فرماتے ہیں: "سبحان اللہ! کیسے نفیس طریقہ سے سمجھایا کہ لذتِ جماع تو اپنی قوت پر مبنی ہے جس قدر منی غلیظ ہو گی اور مرد میں طاقت زیادہ ہو گی اسی قدر لذت محسوس ہو گی عورت کے حسن کو اس لذت میں دخل نہیں جو لذت اس دیکھی ہوئی عورت سے صحبت کرنے میں ہونی ہو وہ ہی اپنی بیوی سے صحبت کرنے میں ہے پھر حرام کاری سے منہ کالا کیوں کرتے ہو۔

2 ...سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی الرجل یری المرأۃ تعجبہ، ۲/۳۸۵، الحدیث: ۱۱۶۱

3 ...مُفَسِّر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 21** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یہاں اس سے مراد قرین شیطان ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے اور اَسْلَمَ کے یہ ہی معنی ٹھیک ہیں کہ وہ اسلام لے آیا اب وہ میری اطاعت ہی کرتا ہے یعنی میرا قرین شیطان میری صحبت کی برکت سے مسلمان ہو گیا۔ سبحان اللہ! پارس کے پاس رہنے سے لوہا سونا بن جاتا ہے نبی کے ساتھ رہنے سے شیطان مسلمان بن گیا گویا اس کی حقیقت ہی بدل گئی اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) سایہ کی طرح حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے ساتھ رہنے کے باوجود مومن نہ ہو سکے، ارے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی صحبت تو حقیقت بدل دیتی ہے، **بعض** لوگوں نے اسے اُسَلَّم پڑھا ہے مضارع مجہول متکلم یعنی میں اس کے شر سے محفوظ و سلامت رکھا جاتا ہوں مگر پہلے معنی بہت ہی قوی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اَسْلَمَ'' کا معنی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس سے محفوظ وسلامت رکھا، کیونکہ شیطان اسلام نہیں لاتا۔[1]

دل کو تمام تر وساوس سے پاک کر کے عبادت کرو!

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن میں سب سے زیادہ زاہد اور عالم تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں منقول ہے کہ کبھی جماع سے ہی روزہ افطار کر لیتے اور کبھی مغرب سے پہلے جماع کرتے پھر غسل کر کے نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور ایسا اس لئے کرتے تا کہ شیطانی وسوسوں سے بچتے ہوئے خشوع و خضوع سے عبادت کر سکیں۔ منقول ہے کہ ایک بار آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ماہِ رمضان میں عشا سے پہلے اپنی تین لونڈیوں سے جماع کیا۔

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں۔''[2]

لونڈی سے نکاح کرنا زنا میں پڑنے سے بہتر ہے:

اہلِ عرب کے مزاج میں چونکہ شہوت غالب تھی اس لئے اکثر صالحین زیادہ نکاح کرتے تھے اور اگر زنا میں پڑنے کا خوف ہو تو فراغِ قلبی کے لئے لونڈی سے نکاح کو بھی مباح قرار دیا گیا ہے، باوجود اس کے کہ لونڈی سے نکاح میں اپنی اولاد کو غلامی پر پیش کرنا ہے اور یہ ہلاک کرنے کی ایک صورت ہے، اسی لئے جو آزاد عورت سے نکاح کی صلاحیت رکھتا ہو اس کے لئے لونڈی سے نکاح جائز نہیں، لیکن اولاد کو غلام بنانا دین کے ہلاک کرنے سے ہلکا ہے کہ اس میں صرف بچہ کی زندگی کو ایک عرصہ تک بدمزہ کرنا ہے، جبکہ زنا کا ارتکاب کرنے میں اخروی زندگی کو برباد کرنا ہے جس کے ایک دن کے مقابلے میں دنیا کی لمبی لمبی عمریں بھی کم ہیں (لہٰذا زنا میں مبتلا ہونے سے لونڈی سے نکاح کرنا بہتر ہے)۔

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب رقم: ۱۷، ۲/۳۹۱، الحدیث: ۱۱۷۵

2 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ۳/۴۲۳، الحدیث: ۵۰۶۹

لونڈی سے نکاح کرنا مشت زنی سے بہتر ہے:

مروی ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی مجلس علم سے لوگ اٹھ کر چلے گئے، لیکن ایک نوجوان بیٹھا رہا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے پوچھا: "کیا تمہیں کوئی کام ہے؟" اس نے عرض کی: "جی ہاں! مجھے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ایک سوال پوچھنا ہے، لیکن پہلے مجھے لوگوں سے حیا تھی اور اب آپ کی ہیبت مجھ پر طاری ہے (اس لئے پوچھ نہیں پا رہا)۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "عالم بمنزلہ باپ کے ہے، لہٰذا جو بات تم اپنے والد کے سامنے کر سکتے ہو میرے سامنے بھی کہہ دو۔" اس نے عرض کی: "میں جوان ہوں اور شادی شدہ نہیں اس لئے بعض اوقات جب زنا کا خوف ہوتا ہے تو میں مشت زنی کر لیتا ہوں، کیا یہ گناہ ہے؟" حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: "افسوس، لونڈی سے نکاح کرنا مشت زنی سے بہتر ہے اور مشت زنی زنا سے بہتر ہے۔"

یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ نکاح نہ کرنے والا ان تین مسائل میں سے ایک میں مبتلا ہوتا ہے۔ ان میں سے سب سے ہلکا لونڈی سے نکاح کرنا ہے، اس میں اپنی اولاد کو غلامی پر پیش کرنا ہے اور اس سے سخت تر مشت زنی ہے اور سب سے بدتر زنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ان میں سے کسی چیز کو بھی مطلقاً مباح قرار نہیں دیا کیونکہ یہ دونوں (لونڈی سے نکاح اور مشت زنی) ممنوع ہیں۔ ان کی اجازت صرف اس صورت میں دی گئی ہے جبکہ ان سے بھی برے کام (زنا) میں پڑنے کا اندیشہ ہو، جیسا کہ جان جانے کا خوف ہو تو مردار کھانے کی اجازت دی جاتی ہے، لہٰذا ان دونوں کو (زنا پر) ترجیح دینا مطلق مباح اور مطلق بھلائی کے معنی میں نہیں جیسا کہ سڑے ہوئے ہاتھ کو کٹوا دینا اچھا نہیں اگرچہ اس میں جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی نکاح افضل ہے (کہ یہ مطلقاً مباح ہے) لیکن یہ فضیلت ہر ایک کے حق میں نہیں بلکہ اکثر کے اعتبار سے ہے۔ بہت سے لوگوں کی شہوت بڑھاپے یا مرض وغیرہ کے سبب کم ہو جاتی ہے تو ان کے حق میں یہ فضیلت نہ رہے گی، باقی رہا اولاد کے حصول کا حکم تو وہ عام ہے سوائے نامرد (یا خصی) کے۔

ایک سے زائد نکاح کرنے کی رخصت کیوں؟

(مرد کو ایک وقت میں ایک سے زائد نکاح کرنے کی رخصت اس وجہ سے ہے کہ) **بعض طبیعتوں پر شہوت اس قدر غالب ہوتی ہے کہ ایک عورت انہیں پاک دامن نہیں رکھ سکتی** (یعنی ایک عورت سے ان کی شہوت پوری نہیں ہوتی) **تو ان کے لئے ایک سے زائد چار تک بیویاں رکھنا جائز ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ان سے مَوَدَّت و محبت سے خوش کر دے تو فبہا ورنہ بدلنا مستحب ہے** (یعنی ان میں سے ایک کو طلاق دے کر عدت گزرنے کے بعد کسی اور سے نکاح کر سکتا ہے)۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے شہزادیٔ کونین حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی وصیت کے مطابق ان کے وصال کے سات دن بعد حضرت سیِّدَتُنا اسماء بنت عُمَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح کر لیا تھا۔

200 سے زائد عورتوں سے نکاح:

منقول ہے کہ نوجوانانِ جنت کے سردار، نواسۂ رسول حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بہت زیادہ نکاح کرتے تھے، حتی کہ آپ نے 200 سے زائد عورتوں سے نکاح کیا، کبھی ایک وقت میں چار چار عورتوں سے ایک ساتھ عقد کیا اور کبھی چاروں کو ایک ہی وقت میں طلاق دے دی اور (بعد عدت) دوسری عورتوں سے نکاح کر لیا۔

شبیہِ مصطفٰے:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ''اَشْبَہْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ یعنی اے حسن! تم سیرت و صورت میں میرے مشابہ ہو۔''[1]

---

1 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۰۹

ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ”حَسَنٌ مِنِّیْ وَحُسَیْنٌ مِّنْ عَلِیٍّ یعنی حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے۔“[1]

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کا کثرت سے نکاح کرنا بھی ان اخلاق میں سے ایک ہے جن میں آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه پیارے مصطفٰے صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے مشابہ تھے۔

80 عورتوں سے نکاح:

حضرت سیِّدُنا مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے 80 عورتوں سے نکاح فرمایا اور کئی صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن ایسے تھے جن کی تین تین چار چار بیویاں تھیں اور جن کی دو بیویاں تھیں ان کا تو شمار ہی نہیں۔

بعض اوقات شہوت کا باعث (یعنی شہوت میں اضافے کا سبب) معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اسے دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ چونکہ نکاح کا مقصد ”تسکین نفس“ ہے تو کم یا زیادہ نکاح کرنے میں اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے (یعنی اگر ایک بیوی سے خواہش پوری ہو جائے تو ایک ہی ورنہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے چار تک کر سکتا ہے)۔

(3)... گھر کے معاملات کو چلانا:

نکاح کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ بیوی کی صحبت اختیار کرکے، اس کی طرف دیکھ کر اور اس کے ساتھ کھیل کر نفس و دل کو راحت و اُنسیَّت حاصل ہو تاکہ عبادت میں دل لگے کیونکہ نفس اکتاہٹ کا شکار ہونے اور حق سے بھاگنے والا ہے، اگر اسے ہمیشہ اس کی طبیعت کے خلاف کام کرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ سرکش ہو جائے گا اور اگر کبھی کبھی اسے لذت والے کام سے راحت دی جائے تو قوی و چست ہو جائے گا اور عورتوں سے اُنسیَّت حاصل کرنے میں ایسی راحت ہے جو کَرب کو دور کرتی اور دل کو سکون بخشتی ہے، لہٰذا متقین کے لئے اپنے نفوس کو قابو میں رکھنے کے لئے مباح چیزوں سے راحت حاصل کرنا ضروری ہے، اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۸۹) ترجمۂ کنزالایمان: کہ اس سے چین (آرام) پائے۔

---

[1] ...سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی جلوس النمور والسباع، ۴/ ۹۳، الحدیث: ۴۱۳۱

دل کو راحت پہنچانے سے متعلق 5 روایات:

﴿1﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ”دل کو ایک ساعت سکون پہنچاؤ کیونکہ جب اس پر جبر کیا جاتا ہے تو یہ اندھا ہو جاتا ہے۔“

﴿2﴾... حدیثِ پاک میں ہے کہ ”عقل مند پر لازم ہے کہ اس کے لئے تین ساعتیں ہوں: (۱)...ایک وہ ساعت جس میں وہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرے (۲)...ایک وہ جس میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور (۳)...ایک وہ ساعت جس میں وہ اپنے کھانے پینے کی ضروریات کے لئے علیحدہ ہو۔ یہ (تیسری) ساعت پہلی دو ساعتوں پر مددگار ہے۔“[1]

﴿3﴾... ایک روایت میں ہے کہ ”عقل مند شخص کو تین چیزوں کی حرص ہوتی: (۱)... آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کرنے (۲)... طلبِ معاش اور (۳)... حلال سے لذّت حاصل کرنے کی۔“[2]

﴿4﴾... حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لِكُلِّ عَامِلٍ شِرَّةٌ وَّلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ اِلٰى سُنَّتِيْ فَقَدِ اهْتَدٰى یعنی ہر عمل کرنے والے کے لئے مشقت ہے اور ہر مشقت والے کے لئے راحت ہے تو جس کی راحت میری سنت (پر عمل میں) ہو تحقیق وہ ہدایت پا گیا[3]۔“[4]

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: ”کچھ دیر کھیل کود سے میں اپنے نفس کو راحت و سکون پہنچاتا ہوں تاکہ اس کے سبب بعد میں حق پر قوی ہو جاؤں۔“[5]

---

[1]... صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعات وثوابھا، ۱/۲۸۸، الحدیث: ۳۶۲

[2]... صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعات وثوابھا، ۱/۲۸۸، الحدیث: ۳۶۲

[3]... حدیثِ پاک میں مذکور لفظ ”شِرَّۃٌ“ کا معنی ہے: ”محنت کرنا اور کسی کام کے لئے مشقت جھیلنا“ اور یہ ارادہ کی ابتدا میں ہوتا ہے اور ”فَتْرَۃٌ“ کا معنی ہے: ”استراحت کے لئے ٹھہرنا“ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب نفس اکتاہٹ کا شکار ہو یا نقصان کا اندیشہ ہو۔ (از مصنف مع اتحاف السادۃ المتقین، ۶/۵۷)

[4]... مسند البزار، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۶/۳۳۷، الحدیث: ۲۳۴۵

[5]... یہاں ایک حدیث اور اس کی وضاحت کا ترجمہ نہیں دیا گیا اس کی عربی عبارت کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

محبوبِ خدا کی 3 محبوب چیزیں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلَاۃِ یعنی مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں پسند ہیں: (۱)...خوشبو (۲)...عورتیں اور (۳)...میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''[1]

تو جسے اذکار واوراد اور دوسرے کاموں میں تھکاوٹ کا تجربہ ہو گا وہ ہرگز اس فائدے کا انکار نہیں کرے گا۔ یہ فائدہ سابقہ دونوں فائدوں (اولاد کے حصول اور شہوت کے خاتمہ) سے خارج ہے حتی کہ یہ نامرد، خصی اور مقطوعُ الذَّکر کے حق میں بھی ثابت ہے۔ البتہ، اس فائدے میں نکاح کی فضیلت اس (یعنی گھر کے معاملات کے انتظام وانصرام کی) نیت کی بنا پر ہے، لہٰذا اس فضیلت کا حقدار وہی قرار پائے گا جس کی یہ نیت ہو مگر بہت کم لوگ ہیں جو نکاح سے یہ بھی نیت کرتے ہیں، اکثر لوگوں کا مقصود شہوت پوری کرنا یا اولاد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو عورتوں سے کھیل یا بات چیت کی حاجت نہیں ہوتی، وہ جاری پانی، سبزہ اور خوش نما مناظر دیکھ کر راحت حاصل کر لیتے ہیں، لہٰذا اس میں فضیلت کا دارومدار اشخاص واحوال کے اختلاف کے اعتبار سے ہے۔

﴿4﴾...خاندان میں اضافہ:

نکاح کا چوتھا فائدہ یہ ہے کہ خاندان میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے گھر کے کام کاج، مثلاً: کھانا پکانے، جھاڑو لگانے، بستر بچھانے، برتن دھونے اور دیگر گھریلو معاملات سے دل کو فراغت حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ انسان کو اگر جماع کی خواہش نہ بھی ہو تب بھی گھر میں اکیلے رہنا دشوار ہو گا، نیز اگر گھر کے تمام کام کاج یہ خود ہی کرے گا تو بہت سا وقت ضائع ہو گا اور علم وعمل کے لئے وقت نہ مل پائے گا، تو اس اعتبار سے گھر کے کام کاج کی نگرانی کرنے والی نیک عورت دین پر مددگار ہے اور یہ (مذکورہ) اسباب دل کو مشغول کرتے، تشویش میں مبتلا کرتے اور زندگی کو بدمزہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ،

---

[1]...سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، الحدیث: ۳۹۴۵، ص ۶۴۴

نیک بیوی دین پر مدد گار ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: ”نیک بیوی دنیا سے نہیں بلکہ یہ تو تمہیں آخرت کے کاموں کے لئے فارغ کر دیتی ہے۔“ اس کے فارغ کرنے سے مراد گھر کے کام کاج اور قضائے شہوت دونوں ہیں۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن کَعب قُرَظی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی اس آیتِ مبارکہ: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً [1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”اس سے مراد نیک عورت ہے۔“

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لِیَتَّخِذْ اَحَدُکُمْ قَلْبًا شَاکِرًا وَّلِسَانًا ذَاکِرًا وَّزَوْجَةً مُّؤْمِنَةً صَالِحَةً تُعِیْنُهٗ عَلٰی اٰخِرَتِهٖ یعنی چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور نیک بیوی اختیار کرے جو آخرت کے معاملے میں اس کی مدد گار ہو۔“[2]

غور کیجئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کس طرح ذکر و شکر اور نیک بیوی کو جمع فرمایا۔

نیز اس فرمانِ باری تعالیٰ: فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ [3] کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ ”اس سے مراد نیک بیوی ہے۔“

نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: ”بندے کو ایمان کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی ان میں سے بعض ایسی غنیمت ہیں جن کا بدل نہیں اور بعض گلے کا طوق (ہار) ہیں کہ کسی قیمت پر بھی ان سے رہائی پانا ممکن نہیں۔“

---

1 ...ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے۔ (پ۲، البقرۃ: ۲۰۱)

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب افضل النساء، ۲/۴۱۳، الحدیث: ۱۸۵۶

3 ...ترجمۂ کنزالایمان: تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جِلائیں گے۔ (پ۱۴، النحل: ۹۷)

دو خصائصِ مصطفےٰ:

نبیوں کے تاجدار، حبیبِ پروردگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام پر دو خصلتوں کی بنا پر فضیلت حاصل ہے: (١)...ان کی زوجہ (حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) لغزش پر ان کی مدد گار ہوئی جبکہ میری ازواج (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ) طاعت پر میری مدد گار ہیں (٢)...ان کا شیطان کافر تھا جبکہ میرا شیطان مسلمان ہے جو مجھے صرف بھلائی کا ہی کہتا ہے۔“[1]

بیوی کو نیکی پر مدد گار کہنا اس کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے، لہٰذا خاندان میں اضافہ کی نیت سے نکاح کرنا (تاکہ روزمرہ کے کاموں اور دیگر اسباب زندگی کی تیاری میں آسانی رہے یہ) بھی ایک ایسا فائدہ ہے جس کا قصد نیک لوگ کرتے ہیں لیکن یہ صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جن کا ان معاملات میں کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو۔ نیز یہ فائدہ اس بات کا بھی مُتقاضی (تقاضا کرتا) ہے کہ دو بیویاں نہ ہو کیونکہ بسا اوقات دو عورتوں کو جمع کرنا زندگی کو بد مزہ کر دیتا ہے اور گھر کے کام بھی بے ترتیب ہو جاتے ہیں۔ نیز عورت کے خاندان کا ساتھ ملنے سے قوت و کثرت کا حصول بھی ان مقاصد میں سے ایک مقصد ہے اور کثرت و قوت ایک ایسی چیز ہے کہ شر دور کرنے اور سلامتی کی طلب میں اس کی حاجت پیش آتی ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ”جس کا کوئی مدد گار نہیں وہ ذلیل و رسوا ہوا“ اور جسے کوئی ایسا رفیق مل جائے جو اس سے شر کو دور کر دے تو اس کا حال سلامت ہو گیا اور دل عبادت کے لئے فارغ ہو گیا کیونکہ ذلت دل کو تشویش میں ڈالتی ہے جبکہ کثرت عزت کا سبب ہے جو ذلت سے چھٹکارے کا باعث ہے۔

(5)... مجاہدۂ نفس:

نکاح کا پانچواں فائدہ گھر والوں کے ساتھ رعایت، ان کی ولایت (دیکھ بھال) اور ان کے حقوق پورے کرکے، ان کے اخلاق پر اور ان کی طرف سے ایذا پہنچنے کے احتمال پر صبر کرکے، ان کی اصلاح، دین کی

---

[1]...دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ما جاء فی تحدث رسول اللّٰہ... الخ، ۵/۴۸۸، بتقدم و تاخر

طرف ان کی رہنمائی، ان کے لئے رزقِ حلال کی تلاش اور (قرآن و سنت کے مطابق) اولاد کی تربیت کر کے نفس سے مجاہدہ اور ریاضت کرنا ہے۔ یہ تمام کام بڑی فضیلت والے ہیں کیونکہ یہ رعایت وولایت ہیں اور بیوی بچے رَعِیَّت (ماتحت) ہیں اور رعایت (ماتحتوں کا خیال رکھنے اور نگہبانی کرنے) کی بڑی فضیلت ہے۔ اس سے وہی احتراز کرے گا جسے یہ خوف ہو کہ وہ حقوق پورے ادا نہ کر سکے گا۔ احادیثِ مبارکہ میں اس کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ،

ایک دن 70 سالہ عبادت سے افضل:

اِمَامُ الْعَادِلِيْن، سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "يَوْمٌ مِّنْ وَّالٍ عَادِلٍ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةً". ثُمَّ قَالَ: "اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ" یعنی "عادل (عدل کرنے والے) امام کا ایک دن 70 سال کی عبادت سے افضل ہے۔"[1] پھر فرمایا: "خبر دار! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت (ماتحتوں) کے بارے میں سوال ہونا ہے۔"[2]

جو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی کوشش میں بھی مشغول ہو وہ اس جیسا نہیں جو صرف اپنی اصلاح کی کوشش میں مشغول ہو اور نہ ہی اذیت پر صبر کرنے والا اس جیسا ہے جس نے اپنے نفس کو وسعت وراحت میں مشغول کر رکھا ہو، لہٰذا اہل و عیال کے لئے مشقت میں پڑنا راہِ خدا میں جہاد کی طرح ہے۔

حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْكَافِی نے فرمایا: "حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْاَوَّل کو مجھ پر تین وجہوں سے فضیلت حاصل ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے لئے بھی رزق حلال تلاش کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی (جبکہ میں صرف اپنے لئے تلاش کرتا ہوں)۔"

نیز سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ

---

1 ...المعجم الكبير، ۱۱/۲۶۷، الحديث: ۱۱۹۳۲، ستين بدله سبعين

2 ...صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الامام العادل... الخ، الحديث: ۱۸۲۹، ص ۱۰۱۶

فَهُوَ صَدَقَةٌ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيُؤْجَرُ فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ اِمْرَاَتِهٖ یعنی بندہ جو کچھ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور بندے کو اس لقمہ پر بھی اجر دیا جاتا ہے جو وہ اپنی زوجہ کے منہ میں ڈالتا ہے۔"[1]

ابدال کے اعمال:

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی عالم سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے ہر عمل سے حصہ عطا فرمایا ہے۔ پھر اس نے اپنی عبادات کا ذکر کیا یہاں تک کہ حج اور جہاد وغیرہ عبادات گنوائیں۔ عالم صاحب نے فرمایا: "آپ کے اعمال ابدال جیسے کہاں؟" اس نے پوچھا: "وہ کیا اعمال ہیں؟" عالم صاحب نے فرمایا: "حلال کمانا اور اہل وعیال پر خرچ کرنا۔"

جہاد سے افضل عمل:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ایک بار ایک غزوہ میں اپنے دوستوں سے فرمایا: "جو عمل ہم کر رہے ہیں (یعنی جہاد) کیا تم اس سے افضل عمل جانتے ہو؟" انہوں نے کہا: "نہیں۔" فرمایا: "میں جانتا ہوں۔" پوچھا: "وہ کون سا عمل ہے؟" آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: "عیال دار پاک دامن شخص جو رات کے کسی حصے میں بیدار ہو اور اپنے سوئے ہوئے بچوں کی طرف دیکھے، ان پر سے لحاف اترا ہوا ہو تو وہ ان پر لحاف ڈال دے اور انہیں اپنے کپڑے سے ڈھانپ دے تو اس کا یہ عمل ہمارے اس عمل (یعنی جہاد) سے افضل ہے۔"

کثرتِ اہل وعیال کی فضیلت پر مشتمل 5 فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾... مَنْ حَسُنَتْ صَلَاتُهٗ وَكَثُرَ عِيَالُهٗ وَقَلَّ مَالُهٗ وَلَمْ يَغْتَبِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ یعنی جس شخص کی نماز اچھی، کنبہ زیادہ اور مال کم ہو اور وہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے تو وہ جنت میں میرے ساتھ ایسے ہو گا جیسے یہ دو (اور آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا)۔[2]

---

[1]... صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الاهل، ۳/۵۱۲، الحدیث: ۵۳۵۴

[2]... مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی سعید الخدری، ۱/۴۲۸، الحدیث: ۹۸۶

﴿2﴾ ... اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ سوال سے بچنے والے عیال دار فقیر کو پسند فرماتا ہے۔[1]

﴿3﴾ ... اِذَا کَثُرَتْ ذُنُوْبُ الْعَبْدِ اِبْتَلَاهُ اللہُ بِھَمِّ الْعِیَالِ لِیُکَفِّرَھَا عَنْهُ یعنی جب بندوں کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں (پرورشِ) عیال کی آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے سبب ان کے گناہ مٹا دے۔[2]

اسلافِ کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: "بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں صرف اولاد کا غم ہی مٹا سکتا ہے۔"

﴿4﴾ ... مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبٌ لَا یُکَفِّرُھَا اِلَّا الْھَمُّ بِطَلَبِ الْمَعِیْشَةِ یعنی بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں صرف طلبِ معاش کا غم ہی مٹا سکتا ہے۔[3]

﴿5﴾ ... جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ ان پر خرچ کرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے حتی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں اس سے بے نیاز کر دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور اس کے لئے جنت واجب فرمادے گا مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا عمل کرے جس کی بخشش نہیں۔[4]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے تو ارشاد فرماتے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ نہایت عجیب اور عمدہ حدیث ہے۔"

حکایت: نکاح کی فضیلت:

منقول ہے کہ ایک عابد و زاہد بزرگ اپنی زوجہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ زوجہ کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان سے کہا: نکاح کر لیجئے! لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا: "تنہائی میرے دل کو راحت دیتی اور میری سوچ کو منتشر نہیں ہونے دیتی۔" چنانچہ، ایک بار انہوں (نکاح کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے) فرمایا: میں نے

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب الزھد، باب فضل الفقراء، ۴/ ۴۳۲، الحدیث: ۴۱۲۱

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، ۹/ ۵۰۰، الحدیث: ۲۵۲۹۱

3 ...المعجم الاوسط، ۱/ ۴۲، الحدیث: ۱۰۲

4 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابن عباس، ۲/ ۴۳۸، الحدیث: ۲۴۵۱

اپنی زوجہ کی وفات کے ایک ہفتہ بعد خواب دیکھا گویا کہ آسمان کے دروازے کھولے گئے اور لوگ اترنے لگے اور ان میں سے بعض بعض کے پیچھے ہوا میں چلنے لگے، جب بھی کوئی اترتا تو میری طرف دیکھتا اور اپنے پیچھے والے سے کہتا: "یہ منحوس ہے۔" دوسرا کہتا: "ہاں!" تیسرا اور چوتھا بھی اسی طرح گفتگو کرتے۔ لیکن میں ان سے ہیبت کی وجہ سے اس بارے میں کچھ پوچھ نہ سکا، آخر میں ایک لڑکا میرے پاس آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ "یہ منحوس کون ہے جس کی طرف تم اشارہ کرتے ہو؟" اس نے کہا: "آپ۔" میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا: "ہم تمہارا نامۂ اعمال راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے اعمال ناموں کے ساتھ اٹھاتے تھے، لیکن ایک ہفتہ سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ ہم اسے پیچھے رہ جانے والوں میں رکھیں۔ ہم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کیا؟" یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا: "میرا نکاح کر دو!" اس کے بعد وہ دو یا تین بیویاں رکھنے لگے۔

حکایت: تمہاری سزا فلاں کی بیٹی ہے:

منقول ہے کہ کچھ لوگ حضرت سیِّدُنا یونس عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آئے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کی مہمان نوازی فرمائی، جب بھی آپ گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے تو زوجہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اذیت دیتی اور زبان درازی کرتی، لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام خاموش رہتے۔ اس پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: "تعجب نہ کرو! میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی کہ اگر آخرت میں تو نے مجھ پر کوئی عتاب فرمانا ہو تو اس کے عوض مجھے دنیا میں ہی آزمائش میں ڈال دے۔" تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "تمہاری آزمائش فلاں کی بیٹی ہے، اس سے نکاح کر لو!" لہٰذا میں نے اس سے نکاح کر لیا اور اس کا رویہ جو تم دیکھ رہے ہو میں اس پر صبر کرنے والا ہوں۔

بیوی کی اذیت پر صبر کرنے کی برکتیں:

بیوی کی اذیت پر صبر کرنے میں ریاضتِ نفس، غصے کو ختم کرنا اور اخلاق کو اچھا کرنا ہے کیونکہ غیر شادی شدہ یا نیک بیوی والے سے نفسِ باطنہ کی برائیاں ظاہر نہیں ہوتیں اور نہ ہی اس کے باطنی عیوب ظاہر ہوتے

ہیں، لہٰذا راہِ حق کے مسافر پر لازم ہے کہ بطورِ تجربہ وہ اپنے نفس کو اس طرح کی (تکلیف دہ) باتوں پر پیش کر کے اسے ان پر صبر کا عادی بنائے تاکہ اس کے اخلاق معتدل (بہتر) ہوں اور نفس بری صفات سے پاک و صاف ہو، نیز اہل وعیال پر صبر کرتے ہوئے ان کی پرورش کے لئے تگ و دو کرنا جہاں ریاضت و مجاہدۂ نفس ہے وہیں ان کی کفالت کرنے، ان کے معاملات کو حل کرنے کے ساتھ ساتھ ذاتی طور پر بھی عبادت ہے، تو نکاح کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے، لیکن دو میں سے ایک شخص ہی اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے:

اجتماعی فائدے پر مشتمل عمل افضل ہے:

(۱)...وہ جو ریاضت و مجاہدۂ نفس اور اخلاق سنوارنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن ابھی راہِ سُلوک کی ابتدا میں ہے تو کوئی بعید نہیں کہ (اہل وعیال پر صبر کی صورت میں) اسے ایسے مجاہدہ کا طریقہ معلوم ہو جائے جو اسے ظاہر سے حال کی طرف لے جائے اور اس کا نفس پاک ہو جائے۔ (۲)...وہ جو عبادت گزار ہے لیکن اسے باطن کی سیر اور فکر و قلب کی حرکت (یعنی مراقبہ وغیرہ) حاصل نہیں بلکہ وہ صرف ظاہری اعمال جیسے نماز، روزہ اور حج وغیرہ پر عمل پیرا ہے تو اس کا اپنے اہل وعیال کے لئے رزقِ حلال کمانا اور ان کی تربیت کرنا (فرائض وواجبات کے علاوہ دیگر) بدنی عبادات سے افضل ہے کیونکہ بدنی عبادت کا فائدہ کسی اور کو نہیں پہنچتا، لہٰذا وہ شخص جس کے اخلاق فطری طور پر مُہَذَّب ہوں یا زمانہ ماضی میں کئے ہوئے مجاہدہ کے سبب اخلاق سنور گئے ہوں اور باطنی سیر اور علومِ مُکاشَفہ میں قلب کی فکر کے باعث اسے مزید حرکت حاصل ہو تو اس کے لئے اس (ریاضت و مجاہدۂ نفس کی) غرض سے نکاح کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسے بقدر کفایت ریاضت حاصل ہے۔ باقی رہا اہل وعیال کے لئے رزق حلال کمانا تو اگرچہ یہ عبادت ہے لیکن علم حاصل کرنا اس سے افضل ہے کیونکہ یہ بھی ایک عمل ہے اور اس کا فائدہ کسبِ حلال سے زیادہ ہے اس لئے کہ یہ عام اور تمام مخلوق کو پہنچتا ہے، بخلاف کسبِ حلال کے کہ اس کا فائدہ صرف اہل وعیال تک محدود ہے۔

یہ نکاح کے وہ دینی فوائد ہیں جن کی بنا پر نکاح کی فضیلت کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

چوتھی فصل:

نکاح کی تین آفات

(1)... حلال کے حصول سے عاجز آنا:

یہ سب سے قوی آفت ہے کیونکہ رزق حلال ہر ایک کو بآسانی حاصل نہیں ہوتا بالخصوص ہمارے زمانہ میں کہ مَعِیْشَت میں اِضْطراب وفساد ہے، لہٰذا نکاح وسیع رزق کی طلب میں حرام کھلانے کا سبب بنے گا اور اپنی ہلاکت کے ساتھ ساتھ اہل وعیال کی ہلاکت کا باعث بھی ہوگا، جبکہ غیر شادی شدہ (کسی حد تک) اس سے امن میں رہتا ہے۔ الغرض نکاح کرنے والا اپنی زوجہ کی خواہشات کی پیروی کر کے اکثر برائی میں مبتلا ہو جاتا اور دنیا کے عوض اپنی آخرت بیچ ڈالتا ہے۔ چنانچہ،

مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

مروی ہے کہ "ایک بندے کو میزان عمل پر کھڑا کیا جائے گا اس کے نامۂ اعمال میں پہاڑ کی مثل نیکیاں ہوں گی، اس سے اپنے اہل وعیال کی رعایت اور ان کے حقوق کے بارے میں پوچھا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ حتی کہ یہ مطالبات اس کے تمام اعمال کو گھیر لیں گے تو اس کی کوئی نیکی باقی نہ بچے گی، تو ایک مُنادی ندا کرے گا کہ یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں دنیا میں اس کے اہل وعیال نے کھالیں اور آج یہ اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھا گیا ہے۔"[1]

بارگاہِ خداوندی میں اہل وعیال کا شِکْوہ:

منقول ہے کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے اس کے اہل وعیال لپٹیں گے اور اسے بارگاہِ الٰہی میں کھڑا کر کے عرض کریں گے: "اے ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ! اس سے ہمارا حق دلوا کہ اس نے ہمیں ضروری احکام نہ سکھائے اور ہمیں حرام کھلاتا تھا جبکہ ہمیں علم نہ تھا۔" چنانچہ، اس سے ان کا بدلہ دلوایا جائے گا۔

---

[1]...سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب فی القیامة، ۴/۱۸۸، الحدیث: ۲۴۲۵، باختصار
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۵

ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو دنیا میں اس پر انیاب (اہل وعیال) کو مُسَلَّط کر دیتا ہے جو اسے نوچتے ہیں۔"

حدیثِ پاک میں ہے کہ "بندہ بارگاہِ الٰہی میں سب سے بڑا گناہ یہ لے کر حاضر ہوتا ہے کہ اس کے اہل وعیال جاہل ہوں۔"[1]

تو یہ (یعنی حرام میں پڑنا) عام آفت ہے بہت کم لوگ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ البتہ، وہ شخص کہ جسے مال وراثت حاصل ہوا ہو یا اس نے اپنے اور اہل وعیال کے لئے بقدرِ کفایت حلال کمایا ہو اور اسے قناعت کی دولت بھی حاصل ہو جو زیادہ طلب سے مانع ہو تو وہی اس آفت سے چھٹکارا پا سکتا ہے، یا پھر وہ شخص جو پیشہ ور ہو یا لکڑیوں کی کٹائی یا شکار وغیرہ مباح کاموں سے رزق حاصل کرنے پر قادر ہو یا وہ جو ایسا کام کرتا ہو جس میں بادشاہوں سے کسی قسم کا کوئی لین دین نہ ہو اور اس بات پر قادر ہو کہ اہلِ خیر (یعنی نیک لوگوں) سے معاملہ کر سکے اور اس کا ظاہر سلامت اور مال میں حلال غالب ہو۔

سیِّدُنا ابن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کا فرمان:

حضرت سیدنا ابو الحسن علی بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم سے نکاح کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "یہ ہمارے زمانے میں اس شخص کے لئے افضل ہے جس میں گدھے جیسی شہوت ہو کہ جب وہ مؤنث کو دیکھتا ہے تو مار کر بھی اسے اس سے نہیں روکا جا سکتا اور وہ اپنے اوپر قابو بھی نہیں رکھتا (تو جس انسان کی ایسی حالت ہو اس کے لئے نکاح افضل ہے) اور جو اپنے نفس پر قابو رکھ سکتا ہو اس کے لئے نکاح نہ کرنا افضل ہے۔"

(2)... عورتوں کے حقوق میں کوتاہی وغیرہ:

عورتوں کے حقوقِ واجبہ میں کوتاہی، ان کی بداخلاقی پر بے صبری اور ان کی طرف سے ایذا پہنچنے کا احتمال، پہلی آفت کی بنسبت یہ کم درجے کی ہے، کیونکہ پہلی کے مقابلہ میں اس پر قدرت آسان ہے۔ دنیا کی

---

[1] ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۵

خوبصورتی عورتوں کے ساتھ ہی ہے اور ان کے حصے (وحقوق) پورے کرنا طلب حلال سے ہلکا ہے، لیکن اس میں بھی خطرہ ہے کیونکہ وہ نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا(ماتحتوں) کے بارے میں سوال ہونا ہے اور پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضِیْعَ مَنْ یَّعُوْلُ یعنی بندے کا یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے عیال (زیرِ کفالت لوگوں) کو ضائع کردے۔''[1]

نیز مروی ہے کہ اپنے عیال سے بھاگنے والا بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے کہ اس کی نہ کوئی نماز قبول نہ روزہ[2] حتی کہ لوٹ آئے اور ان کے پاس رہتے ہوئے جو ان کے حقوق پورے نہیں کرتا وہ معناً بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ ہم انہیں بھی جہنم (کی آگ) سے بچائیں۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (پ۲۸، التحریم: ۶) ترجمۂ کنزالایمان: اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

بسا اوقات انسان اپنے نفس کا حق پورا کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر نکاح کرلے گا تو اس پر دگنا حق ہو جائے گا اور اس کے اپنے نفس کے ساتھ ایک اور نفس شامل ہو جائے گا اور نفس تو برائی کا ہی حکم دیتا ہے تو جتنے نفس زیادہ ہوں گے برائی کا حکم بھی اتنا ہی زیادہ ہو گا۔ اسی لئے منقول ہے کہ کسی نے نکاح سے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا: میں اپنے نفس کے سبب ہی آزمائش میں مبتلا ہوں تو اس کے ساتھ ایک اور نفس کیسے ملالوں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ،

لَنْ یَّسَعَ الْفَارَةُ فِیْ جُحْرِهَا عُلِّقَتِ الْمِكْنَسُ فِیْ دُبُرِهَا

ترجمہ: چوہے کی پشت پر جھاڑو باندھ دیا جائے تو وہ اپنے بل میں رہنے کی وسعت نہ پائے۔

---

[1] ...السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب اثم من ضیع عیالہ، ۵/ ۳۷۴، الحدیث: ۹۱۷۶

[2] ...مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۱۷۶۳، ص ۹۳ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۴۱۵

سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کا فرمان:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے نکاح سے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''میں اپنے نفس کی وجہ سے کسی عورت کو دھوکا نہیں دینا چاہتا مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں۔''یعنی میں ان کے حقوق پورے کرنے، انہیں پاک دامن رکھنے اور انہیں مال و متاع دینے سے عاجز ہوں۔

سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا فرمان:

حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے نکاح سے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ آیتِ مُقَدَّسہ مجھے نکاح سے روکے ہوئے ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ [1]۔'' نیز آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''اگر میں ایک مرغی کی کفالت کروں تو خوف ہے کہ کہیں پُلِ صراط پر جلّاد شُمار نہ کیا جاؤں۔''

کیا کسی عیال دار کو فلاح پاتے دیکھا؟

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بادشاہ کے دروازے پر دیکھ کر پوچھا گیا: ''آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟'' فرمایا: ''کیا کسی عیال دار کو فلاح پاتے دیکھا ہے؟'' آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے:

یَا حَبَّذَا الْعُزْبَةُ وَالْمِفْتَاحُ وَمَسْکَنٌ تُخْرِقُهُ الرِّیَاحُ

لَا صَخَبَ فِیْهِ وَلَا صِیَاحُ

ترجمہ: کتنی اچھی زندگی ہے جبکہ بندہ غیر شادی شدہ ہو اور گھر کی چابی صرف اپنے پاس ہو اور گھر ایسا ہو جسے ہوا توڑ دے اور اس میں کسی قسم کا شور و غل اور چیخ و پکار نہ ہو۔

اس آفت سے بچنے والا:

یہ آفت بھی عام ہے اگرچہ اس کا عموم پہلی آفت (رزقِ حلال) سے کم ہے، اس سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جو دانش مند، عاقل، اچھے اخلاق کا مالک، عورتوں کی عادات کا تجربہ کار، ان کی زبان درازی پر صبر کرنے والا،

---

[1]...ترجمۂ کنزالایمان: اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے۔ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۸)

ان کی (ناجائز) خواہشات پوری نہ کرنے والا، ان کے حقوق پورے کرنے پر حریص، ان کی لغزشوں سے صرفِ نظر کرنے والا اور اپنی عقل سے ان کے اخلاق کا مقابلہ کرنے والا ہو۔ لیکن فی زمانہ لوگوں پر بیوقوفی، شدّت، کم عقلی، بداخلاقی اور ناانصافی غالب ہے اگرچہ اپنے لئے انصاف طلب کرتے ہیں۔ چونکہ ایسی چیزوں کا فساد نکاح کے بعد بڑھتا ہے تو انسان کے لئے نکاح نہ کرنے میں ہی سلامتی ہے۔

(3)...ذکرِ الٰہی سے غفلت کا باعث:

تیسری آفت یہ ہے کہ اہل و عیال ذکرِ الٰہی سے غفلت کا باعث بنتے ہیں۔ یوں کہ بندہ اولاد کی وجہ سے طلبِ دنیا، مال و دولت جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کی طرف مائل ہو جاتا اور فخر و تکبر کا شکار ہو جاتا ہے اور **"ہر وہ چیز جو بندے کو ذکرِ الٰہی سے غافل کر دے وہ اس کے لئے نُحُوسَت ہے"** اس سے مراد یہ نہیں کہ یہ چیزیں اسے کسی حرام و ممنوع کام کی طرف لے جاتی ہیں کہ یہ تو پہلی اور دوسری آفت کے تحت ذکر کیا جا چکا بلکہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں مباح چیزوں کے ساتھ ناز و نعم میں زندگی بسر کرنے، عورتوں کے ساتھ کھیل کود، ان سے بات چیت کر کے انسیت حاصل کرنے اور ان سے نفع اٹھانے میں مبالغہ کرنے کی طرف لے جاتی ہیں۔ الغرض نکاح سے کئی قسم کی مشغولیات پیدا ہو جاتی ہیں، لہٰذا بندے کا دل ان میں مصروف ہو جاتا ہے اور اس کے شب و روز اس طرح گزرتے ہیں کہ آخرت کی تیاری کے لئے اسے وقت ہی نہیں مل پاتا۔ اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: "جو شخص عورتوں کی رانوں (یعنی کثرتِ جماع) کا عادی ہو جائے تو وہ کچھ نہیں کر پاتا (یعنی درجہ کمال تک ترقی نہیں پا سکتا)۔"

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: "جس نے نکاح کیا وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔" یعنی نکاح اسے دنیا کی طرف مائل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

خلاصۂ کلام:

یہ نکاح کے فوائد اور نقصانات ہیں جنہیں ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے، لہٰذا کسی شخص کے لئے یہ حکم لگانا کہ

مطلقاً اس کے لئے نکاح کرنا افضل ہے یا تنہا رہنا تو یہ ایسا معاملہ ہے کہ مذکورہ بالا امور جمع ہونے کی صورت میں اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان فوائد و آفات کو معیار و میزان بنایا جائے اور جو شخص نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ خود کو اس معیار پر پیش کرے، اگر اس کے حق میں آفات ختم اور فوائد جمع ہو جائیں یوں کہ اس کا مال حلال اور اخلاق اچھے ہوں اور دین کے معاملے میں اس طرح کوشش کرنے والا ہو کہ نکاح اسے ذِکْرُ اللہ سے غافل نہ کر سکے، اس کے ساتھ ساتھ وہ جوان بھی ہو کہ اسے تسکین شہوت کی حاجت ہو، تنہا ہو کہ گھریلو معاملات کی تدبیر کرنے اور خاندان کی حفاظت کی حاجت ہو تو اس کے حق میں نکاح کی افضلیت میں کوئی شک نہیں کہ نکاح کرنے میں حصولِ اولاد کی کوشش بھی ہے۔ البتہ! اگر مذکورہ فوائد نہ پائے جائیں اور آفات جمع ہو جائیں تو اس کے لئے نکاح نہ کرنا ہی افضل ہے۔ اگر فوائد و آفات ایک دوسرے کے مقابل آجائیں اور عام طور پر یہی صورت پائی جاتی ہے تو نکاح کرنے کی صورت میں دینی معاملات میں جو فائدہ حاصل ہوگا اور جو نقصان ہوگا انہیں انصاف کے ترازو میں تولے اور جب کسی ایک کے ترجیح پانے کا ظن غالب ہو جائے تو اسی کے مطابق فیصلہ کرے۔

نکاح کے دو واضح فائدے اور دو آفات:

نکاح کے سب سے واضح دو فائدے ہیں: (۱)...اولاد کا حصول اور (۲)...تسکین شہوت۔ اسی طرح سب سے واضح آفات بھی دو ہیں: (۱)...حرام مال کمانے کی حاجت اور (۲)...ذِکْرُ اللہ سے غفلت۔

فیصلۂ امام غزالی:

ہم ان امور (یعنی فوائد و نقصانات) کو ایک دوسرے کے مقابل فرض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جسے نکاح نہ کرنے کی صورت میں شہوت کے سبب کسی قسم کی اذیت نہ ہو، وہ صرف اس فائدے کے لئے نکاح کرے کہ اولاد حاصل ہو لیکن اگر نکاح کی وجہ سے حرام مال کمانے کی حاجت اور ذِکْرُ اللہ سے غفلت پیدا ہو تو ایسے شخص کے لئے نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ جو چیز ذِکْرُ اللہ سے غافل کر دے اس میں کوئی بھلائی نہیں اور نہ ہی حرام کمائی میں کوئی بھلائی ہے اور حصول اولاد کا فائدہ ان نقصانات و آفات کی کمی کو پورا نہیں کرتا، اس لئے

کہ اولاد کے حصول کے لئے نکاح کرنا ایسی اولاد کی زندگی طلب کرنے کی کوشش کرنا ہے جس کی زندگی یقینی نہیں جبکہ دینی نقصان یقینی ہے، لہٰذا اپنی زندگی اور اسے ہلاکت سے بچانے کے لئے دین کی حفاظت کرنا اولاد کے حصول کی کوشش کرنے سے زیادہ اہم ہے کہ اولاد نفع جبکہ دِین اصل مال ہے اور دِین میں فساد کی صورت میں اخروی زندگی باطل ہو جائے گی اور راسُ المال (دِین) بھی چلا جائے گا، لہٰذا یہ (یعنی حصولِ اولاد کا) فائدہ ان آفتوں میں سے کسی ایک کے مدِمقابل بھی نہیں ہو سکتا۔

اگر اولاد کے حصول کے ساتھ دوسری حاجت شہوت کو توڑنا بھی مل جائے اور شہوت اس حد تک تنگ کرے کہ نفس نکاح کی خواہش کرنے لگے تو غور کرے، اگر سر میں تقویٰ کی لگام مضبوط نہ ہو اور زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو تو نکاح کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ وہ دو چیزوں کے درمیان مُتَرَدِّد ہے کہ یا تو زنا جیسے خطرناک گناہ میں پڑے یا پھر حرام کھائے اور حرام مال کمانا، زنا کرنے کی بنسبت آسان ہے (یعنی زنا کی بنسبت حرام مال کمانے کا گناہ کم ہے)۔

اگر اسے خود پر بھروسا ہو کہ زنا میں تو نہیں پڑے گا لیکن اپنی نگاہوں کو حرام سے نہیں بچا سکے گا تو پھر بھی نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ بدنگاہی اور ناجائز طریقے سے مال کمانا دونوں حرام ہیں لیکن حرام کمانا ہمیشہ ہو گا، نیز کمانے والا اور اس کے گھر والے دونوں گناہ گار ہوں گے جبکہ بدنگاہی کبھی کبھار ہی ہو گی ہے اور اس میں وہ خود ہی گناہ گار ہو گا اور یہ ختم ہو جانے کے بھی زیادہ قریب ہے۔ نظرِ حرام اگرچہ آنکھ کا زنا ہے لیکن جب شرم گاہ سے اس کی تصدیق نہ ہو تو یہ حرام کھانے کی نسبت معافی کے زیادہ قریب ہے۔ البتہ، اگر اس کی وجہ سے شرم گاہ کے گناہ میں پڑ جانے کا خوف ہو تو پھر اس کا حکم زنا کا خوف ہونے کے حکم کی طرف لوٹ جائے گا (یعنی اس صورت میں بھی اس کے لئے نکاح کرنا ہی بہتر ہو گا)۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو تیسری حالت یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھنے پر تو قادر ہے لیکن ان فکروں کو دور کرنے پر قادر نہیں جو دل کو غافل کرتی ہیں تو پھر بھی اس کے لئے نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہو گا کیونکہ دل کا عمل

معافی کے زیادہ قریب ہے، نیز دل سے فکروں کو دور کرنے کا مقصد اسے عبادت کے لئے فارغ کرنا ہے اور حرام کمانے، کھانے اور کھلانے کی صورت میں عبادت مکمل نہیں ہو سکتی تو چاہئے کہ اسی طرح ان آفات اور فوائد کا موازنہ کیا جائے اور پھر اس کے مطابق حکم لگایا جائے تو جو شخص ہمارے مذکورہ بالا بیان کا احاطہ کرے گا اس پر اس سلسلے میں کوئی اشکال باقی نہ رہے گا جو ہم نے نکاح کی ترغیب اور اس سے اِعراض کے بارے میں اسلاف کے اقوال نقل کئے ہیں کیونکہ یہ احوال کے مطابق درست ہیں۔

سوال جواب:

جسے نکاح کی آفات سے امن ہو اس کے لئے عبادت کی غرض سے تنہا رہنا افضل ہے یا نکاح کرنا؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ وہ عبادت اور نکاح دونوں کو جمع کرے کیونکہ نکاح محض ایک عقد ہونے کی حیثیت سے عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں لیکن کمانے کی حاجت ہونے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اگر حلال کمانے پر قادر ہو تو نکاح افضل ہے کیونکہ اس صورت میں رات اور دن کے بقیہ اوقات میں عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرنا ممکن ہے جبکہ آرام کئے بغیر لگاتار عبادت میں مصروف رہنا ممکن نہیں اور اگر فرض کر لیا جائے کہ فرائض وواجبات، سونے، کھانے پینے اور قضائے حاجت کے اوقات کے علاوہ اس کا تمام تر وقت حلال کمانے میں گزر جاتا ہے تو اگر وہ ایسا ہے جو نوافل، حج اور ان کے قائم مقام دیگر اعمال بدنیہ کے ذریعے راہِ آخرت پر چلتا ہے تو بھی اس کے لئے نکاح افضل ہے کیونکہ حلال کمانے، اہل و عیال کی خدمت کرنے، اولاد کے حصول کی کوشش کرنے اور عورتوں کی بداخلاقی پر صبر کرنے میں طرح طرح کی عبادات ہیں جن کی فضیلت نفلی عبادت سے کم نہیں اور اگر وہ علم دین، غور و فکر اور سیر باطنی (مراقبہ وغیرہ) کے ذریعے عبادت کرتا ہے اور مال کمانا اسے تشویش میں مبتلا کرتا ہے تو اس کے لئے نکاح نہ کرنا افضل ہے۔

سوال: نکاح کی فضیلت کے باوجود حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے نکاح کیوں

نہ کیا؟اور اگر عبادت کے لئے تنہائی افضل ہے تو پھر آقائے عیسیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کثرت سے نکاح کیوں فرمائے؟**جواب** جان لیجئے کہ جو شخص غالب قدرت رکھتا ہو اور اس کی ہمت بلند ہو جس کی وجہ سے کوئی چیز اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے غافل نہ کرسکتی ہو تو اس کے حق میں نکاح اور عبادت دونوں کو جمع کرنا ہی افضل ہے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کوئی چیز ذِکْرُ اللہ سے غافل نہ کرتی:

چونکہ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو غالب قوت و قدرت اور بلند ہمت حاصل تھی، لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عبادت اور نکاح دونوں کی فضیلت کو جمع کیا اور 9 ازواج ہونے کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عبادت کے لئے تنہائی اختیار فرمایا کرتے تھے۔[1] نکاح کے ذریعے حاجت پوری کرنا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حق میں حاضریٔ بارگاہِ الٰہی کی راہ میں رکاوٹ نہ تھی جیسے وہ لوگ جو دنیاوی معاملات میں مشغول ہوں تو قضائے حاجت ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی حتی کہ ظاہری طور پر تو وہ قضائے حاجت میں مصروف ہوتے ہیں لیکن ان کے دل اہم معاملات سے غافل ہوئے بغیر اپنے مقاصد میں مُسْتَغْرَق (ڈوبے) ہوتے ہیں۔ چونکہ حضور نبیِّ کریم، رءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مقام و مرتبہ بہت بلند و بالا ہے اس لئے دنیاوی معاملات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بارگاہِ الٰہی میں حضورِ قلب سے مانع نہیں، لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اس وقت بھی وحی کا نزول ہوا کرتا تھا جب زوجہ مطہرہ کے بستر میں ہوتے[2] اور اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی یہ منصب و مرتبہ فرض کرلیا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ جو چیز بڑے سمندر کو مُتَغَیِّر نہیں کرسکتی وہ چھوٹی چھوٹی ندیوں کو متغیر کردے، لہٰذا دوسروں کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

1...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ۳/۴۲۳، الحدیث: ۵۰۶۸

2...صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضل عائشۃ، ۲/۵۵۲، الحدیث: ۳۷۷۵

سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے نکاح نہ کرنے میں حکمت:

جہاں تک حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے نکاح نہ کرنے کا معاملہ ہے تو انہوں نے قوّت کی بجائے حَزم واِحتیاط کو اختیار فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی حالت ایسی ہو کہ اہل و عیال میں مشغول ہونا اس میں اثر انداز ہو یا طلبِ حلال مشکل ہو یا نکاح کرنے کی صورت میں عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرنا دشوار ہو، لہٰذا آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرنے کو ترجیح دی، نیز آپ عَلَیْہِ السَّلَام اپنے باطنی احوال، طلبِ حلال اور عورتوں کے اخلاق کی اپنے زمانے کے اعتبار سے زیادہ معرفت رکھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ نکاح کرنے والے کو کن کن آفات سے گزرنا پڑتا ہے اور اسے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں (اس لئے نکاح نہ کیا) اور جب احوال مختلف ہوں کہ بعض صورتوں میں نکاح کرنا افضل ہو اور بعض میں نہ کرنا تو ہمارا حق یہ ہے کہ ہم انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے احوال کو ہر حال میں افضل پر ہی محمول کریں۔ وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَم (اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے)

باب نمبر2: بوقتِ نکاح خیال رکھے جانے والے آداب کا بیان (یہ تین فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: نکاح کے ارکان و شرائط

عقدِ نکاح کے ارکان و شرائط جن سے نکاح منعقد ہوتا اور عورت مرد کے لئے حلال ہو جاتی ہے چار ہیں[1]:

---

[1]... احناف کے نزدیک: نکاح کے رکن دو: ایجاب اور قبول ہیں۔ جبکہ شرائط آٹھ ہیں: (۱)...عاقل ہونا (۲)...بلوغ (۳)...گواہ ہونا (۴)...ایجاب و قبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا (۵)...قبول، ایجاب کے مخالف نہ ہو، مثلاً اس نے کہا ہزار روپے مہر پر تیرے نکاح میں دی، اس نے کہا، نکاح تو قبول کیا اور مہر قبول نہیں تو نکاح نہ ہوا (۶)...لڑکی بالغہ ہے تو اس کا راضی ہونا شرط ہے (۷)...کسی زمانۂ آئندہ کی طرف نسبت نہ کی ہو، نہ کسی شرطِ نامعلوم پر معلق کیا ہو (۸)...نکاح کی اضافت کل کی طرف ہو یا ان اعضا کی طرف جن کو بول کر کل مراد لیتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۶ تا ۱۹)

نوٹ: نکاح کے فضائل و مسائل سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **دعوت اسلامی** کے...بقیہ اگلے صفحہ پر...

(1)...ولی کی اجازت ہو، اگر ولی نہ ہو تو سلطانِ اسلام کی اجازت ہو[1]۔

(2)...عورت کی رضامندی، یہ اس وقت ہے جب عورت ثَیِّبَہ[2] بالِغَہ ہو اور اگر باکِرہ[3] بالغہ ہو اور باپ دادا کے علاوہ کوئی اور اس کا نکاح کرے تو اس کی رضامندی ضروری ہے[4]۔

(3)... ایسے دو گواہوں کا موجود ہونا جن کا عادل ہونا ظاہر ہو اور اگر ان کا حال پوشیدہ ہو تو ہم ضرورت کی وجہ سے انعقادِ نکاح کا حکم لگائیں گے[5]۔

(4)...ایجاب و قبول کا ایک ساتھ پایا جانا[6] اور یہ دونوں لفظِ "انکاح" یا "تزویج" یا ان الفاظ کے ساتھ ہوں جو ان دونوں کے معنی میں ہر زبان کے ساتھ خاص ہیں[7] اور ایجاب و قبول ایسے دو افراد سے صادر ہوں جو

...اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1182 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت جلد دوم** سے حصہ 7 کا مطالعہ کیجئے!

❶...**احناف کے نزدیک:** حرہ بالغہ عاقلہ (عورت) نے بغیر (اجازت) ولی کفو سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہو گیا۔ کفو کے یہ معنی ہیں کہ مرد عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح عورت کے اولیا کے لئے باعثِ ننگ و عار (بے عزتی و رسوائی کا سبب) ہو، کفائت (حسب و نسب میں ہم پلہ ہونا) صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے، عورت اگرچہ کم درجہ کی ہو اس کا اعتبار نہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۴۶، ۵۳)

❷...جو عورت کو آری (کنواری) نہ ہو اس کو ثیب کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۵۰)

❸...باکرہ وہ عورت ہے جس سے نکاح کے ساتھ وطی نہ کی گئی ہو۔ (بہار شریعت، ۲/ ۵۰)

❹...**احناف کے نزدیک:** عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اس کا باپ نہ بادشاہِ اسلام، کو آری ہو یا ثیب۔ (بہار شریعت، ۲/ ۴۷)

❺...**احناف کے نزدیک:** ایجاب و قبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہوں۔ گواہ آزاد، عاقل، بالغ ہوں۔ گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں فاسق ہوں تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (بہار شریعت، ۲/ ۱۱، ۱۳)

❻...پہلے جو کہے وہ ایجاب ہے اور اس کے جواب میں دوسرے کے الفاظ کو قبول کہتے ہیں۔ یہ کچھ ضروری نہیں کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کی طرف سے قبول بلکہ اس کا الٹا بھی ہو سکتا ہے۔ **احناف کے نزدیک:** ایجاب کے بعد فوراً قبول کرنا شرط نہیں۔ البتہ، مجلس کا ایک ہونا ضروری ہے، جب تک مجلس نہ بدلی ہو قبول کیا جا سکتا ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۶، ۷، ۱۸)

❼...الفاظِ نکاح کی دو اقسام ہیں: ایک صریح، یہ صرف دو لفظ ہیں۔ نکاح و تزوُّج، باقی کنایہ ہیں۔ **احناف کے نزدیک:** الفاظِ کنایہ میں اُن لفظوں سے نکاح ہو سکتا ہے جن سے خود شے مِلک میں آجاتی ہے، مثلاً ہبہ، تملیک، صدقہ، عطیہ، بیع، شرا مگر ان میں قرینہ کی ضرورت ہے کہ گواہ اسے نکاح سمجھیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۸)

شریعت کے مکلَّف ہوں اور ان میں کوئی عورت نہ ہو خواہ وہ خاوند یا ولی یا ان دونوں کے وکیل ہوں۔

نکاح کے مُسْتَحَبّات[1]:

(1)... نکاح سے پہلے عورت کے ولی کو نکاح کا پیغام دینا، اگر عورت مُعْتَدَّہ (عدت والی) ہے تو حالتِ عدت میں نکاح کا پیغام نہ دیا جائے بلکہ عدّت گزر جانے کے بعد دیا جائے اور اگر پہلے کسی اور نے نکاح کا پیغام دے دیا ہو تو بھی پیغام نہ دیا جائے کیونکہ پیغامِ نکاح پر نکاح کا پیغام دینا منع ہے۔[2]

(2)... نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا۔

(3)... ایجاب وقبول کے ساتھ تَحْمِیْد (یعنی حمد وثنا) کا ملا ہونا۔ مثلاً: نکاح کرانے والا یوں کہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ، میں نے اپنی فلاں بیٹی کا نکاح تجھ سے کیا۔" خاوند (قبول کرنے والا) کہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ، میں نے اس کا نکاح اتنے مہر پر قبول کیا۔" مہر معلوم اور ہلکا (کم) ہونا چاہئے۔ یوں ہی خطبہ سے پہلے بھی تحمید مستحب ہے۔

(4)... خاوند کا حال عورت کے کان میں ڈال دیا جائے اگرچہ باکرہ ہو کیونکہ یہ باہمی محبت واُلفت کے لئے زیادہ بہتر اور زیادہ لائق ہے، اسی وجہ سے نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لینا مستحب ہے کہ یہ آپس میں محبت واِتفاق کا باعث ہے۔

---

1 ... **احناف کے نزدیک:** نکاح میں یہ امور مستحب ہیں: (۱)... علانیہ ہونا (۲)... نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا (۳)... مسجد میں ہونا (۴)... جمعہ کے دن (۵)... گواہانِ عادل کے سامنے (۶)... عورت عمر، حسب، مال، عزت میں مرد سے کم ہو اور (۷)... چال چلن اور اخلاق وتقویٰ میں بیش (زیادہ) ہو (۸)... جس سے نکاح کرنا ہو اسے کسی معتبر عورت کو بھیج کر دکھوالے اور عادت واطوار و سلیقہ (ہنر، کام، صلاحیت) وغیرہ کی خوب جانچ کرلے کہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں (۹)... کو آری عورت سے اور جس سے اولاد زیادہ ہونے کی امید ہو نکاح کرنا بہتر ہے۔ سِن رسیدہ (زیادہ عمر والی) اور بدخُلق (برے اخلاق والی) اور زانیہ سے نکاح نہ کرنا بہتر (۱۰)... عورت کو چاہئے کہ مرد دیندار، خوش خُلق (اچھے اخلاق والے)، مال دار، سخی سے نکاح کرے، فاسق بدکار سے نہیں اور (۱۱)... یہ بھی نہ چاہئے کہ کوئی اپنی جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح کردے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۵، ۶)

2 ... صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح اوید ع، ۳/ ۴۴۶، الحدیث: ۵۱۴۴

(5)...انعقادِ نکاح کے رکن دو عادل گواہوں کے علاوہ نیک لوگوں کی جماعت کا موجود ہونا بھی مستحب ہے۔

(6)...نکاح اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ ہو۔ مثلاً: ادائیگیٔ سنت، نگاہوں کی حفاظت، حصولِ اولاد اور اُن تمام فوائد کی نیت ہو جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ محض خواہشِ نفس کی اتباع اور جماع وغیرہ کے ذریعے فائدہ اُٹھانے کی نیت نہ ہو کیونکہ اس صورت میں نکاح اعمالِ دنیا سے مُتَصَوَّر ہوگا۔ اچھی اچھی نیتیں خواہشاتِ نفس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گیں کہ بارہا حقِ شرعی نفسانی خواہش کے موافق ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں: ”جب حق خواہش کے موافق ہو جائے تو وہ عمدہ قسم کی کھجور کے افضل حصہ کی مانند ہے۔“

نیز خواہشِ نفس اور حقِ شرعی میں سے ہر ایک کا بیک وقت نکاح کا باعث بننا محال نہیں۔

(7، 8)...نکاح کا مسجد میں اور شوالُ المکرم کے مہینے میں ہونا بھی مستحب ہے۔

ماہِ شوال میں نکاح ورخصتی:

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طَیِّبَہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شوالُ الْمُکَرَّم میں مجھ سے نکاح فرمایا اور شوال میں ہی میری رخصتی ہوئی۔“[1]

منکوحہ عورت (یعنی جس عورت سے نکاح کیا جائے اس) میں دو قسم کی باتوں کا اعتبار کیا جائے گا، ایک کا تعلق اس کے حلال ہونے سے ہے اور دوسری کا اچھی طرح زندگی گزارنے اور مقاصد کے حصول سے ہے۔

دوسری فصل:

کن عورتوں سے نکاح حرام ہے

پہلی قسم: کسی بھی عورت کے حلال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نکاح میں حائل 19 رکاوٹوں سے بری ہو۔

1...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال... الخ، الحدیث: ۱۴۲۳، ص۷۳۹

(1)... عورت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں ہو۔

(2)... دوسرے شخص کی عدت میں ہو خواہ "عدّتِ وفات" ہو یا "عدّتِ طلاق" یا "وطی بالشبہ کی عدت" ہو یا غلامی سے آزاد ہونے کے بعد استبرائے رحم کے زمانے میں ہو۔

(3)... اپنی زبان سے کلمۂ کفر کہہ کر دین سے پھر گئی (یعنی مرتدہ ہو گئی) ہو۔

(4)... مجوسیہ (یعنی آگ کی پوجا کرنے والی) ہو۔

(5)... بت پرست یا زندیق ہو یعنی کسی نبی اور کتاب کی طرف منسوب نہ ہو اور وہ عورتیں بھی انہی میں سے ہیں جو حرام چیزوں کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتی ہیں، لہٰذا ان سے بھی نکاح کرنا حلال نہیں اور یہی حکم ہر اس عورت کا ہے جو کسی ایسے فاسد مذہب کا اعتقاد رکھتی ہو جس کا اعتقاد رکھنے والے پر حکم کفر ہے۔

(6)... اہل کتاب سے ہو لیکن اس نے یہ دین تبدیل و تحریف یا پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبعوث ہونے کے بعد اختیار کیا ہو، اس کے ساتھ ساتھ وہ بنی اسرائیل کے نسب سے بھی نہ ہو اگر یہ دونوں خصلتیں (یعنی اہل کتاب کا دین تبدیل و تحریف یا بعثت کے بعد اختیار کرنا اور بنی اسرائیل کے نسب سے نہ ہونا) معدوم ہوں تو اس سے نکاح حلال نہیں اور اگر صرف نسب معدوم ہو تو اس (سے نکاح حلال ہونے یا نہ ہونے) میں اختلاف ہے[1]۔

(7)... عورت باندی ہو اور نکاح کرنے والا آزاد ہو اور آزاد عورت سے نکاح پر قادر ہو یا اسے زنا میں پڑنے کا خوف نہ ہو[2]۔

1... کتابیہ سے نکاح کے سلسلے میں صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے مگر چاہئے نہیں کہ اس میں بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے مگر یہ جواز اسی وقت تک ہے جب کہ اپنے اُسی مذہبِ یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کی یہودی نصرانی ہوں اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہوں، جیسے آج کل کے عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہو سکتا، نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے یہاں تو ذبیحہ ہوتا بھی نہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۳۱)

2... احناف کے نزدیک: اگر حُرَّہ (آزاد) نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے اگرچہ اتنی استطاعت ہو... بقیہ اگلے صفحہ پر...

(8)...عورت کلی یا جزی طور پر نکاح کرنے والے کی مِلک میں ہو۔

(9)...عورت، مرد کی قریبی رشتے دار ہو بایں طور پر کہ وہ اس کے اصول و فروع میں سے ہو یا اصولِ اوّل کی فرع ہو یا ہر اس اصل کی پہلی فرع ہو جس کے بعد بھی اصل ہو۔

اُصُول و فروع کی وضاحت:

اصول سے مراد مائیں اور دادیاں ہیں۔ **فروع** سے مراد اولاد اور پوتے نواسے وغیرہ ہیں۔ **اصولِ اول کی فرع** سے بہنیں اور ان کی اولاد مراد ہے اور **ہر اس اصل کی پہلی فرع جس کے بعد بھی اصل ہو** سے مراد پھوپھیاں اور خالائیں ہیں، ان کی اولاد اس میں داخل نہیں۔

(10)...عورت رضاعت (یعنی دودھ کے رشتے) کی وجہ سے حرام ہو، اصول و فروع میں سے جو رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رَضاعت کے سبب بھی حرام ہیں۔ حرمتِ رَضاعت پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے اس سے کم میں ثابت نہیں ہوتی[1]۔

(11)...عورت مُصاہَرت[2] (سسرالی رشتے) کی وجہ سے حرام ہو۔ مثلاً: نکاح کرنے والے نے اس کی بیٹی یا

...کہ آزاد عورت سے نکاح کرلے۔ (البتہ، اگر) آزاد عورت نکاح میں ہے اور باندی سے نکاح کیا صحیح نہ ہوا۔ پہلے باندی سے نکاح کیا پھر آزاد سے تو دونوں صحیح ہوگئے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۳۲، ۳۳)

[1] **...احناف کے نزدیک:** ڈھائی برس کے اندر تھوڑا یا زیادہ دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ ایک ہی گھونٹ کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ علامہ علاؤالدّین حصکفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے (یعنی حرمت رضاعت ثابت ہونے) کے لئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی، حرمتِ نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمتِ رضاعت ثابت نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔“
(الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ۴/ ۳۸۷ تا ۳۸۹، ملخصًا)

[2] **...احناف کے نزدیک:** حرمتِ مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے، یوہیں بشہوت چھونے اور بوسہ لینے اور فرجِ داخل کی طرف نظر کرنے اور گلے لگانے اور دانت سے کاٹنے اور مباشرت، یہاں تک کہ سر پر جو بال ہوں انہیں... بقیہ اگلے صفحہ پر...

دادی سے نکاح کیا ہو یا کسی عقد یا شبہ عقد سے ان کا مالک ہوا ہو یا عقد میں ان سے وطی بالشبہ کی ہو یا عقد یا شبہ عقد میں اس کی ماں یا کسی دادی سے وطی کی ہو۔ کسی عورت سے صرف نکاح کرنے سے ہی اس کی مائیں اس پر حرام ہو جاتی ہیں لیکن فروع اس وقت حرام ہوتی ہیں جب وطی بھی کی ہو۔ یا اس سے پہلے اس کے بیٹے یا باپ نے اس عورت سے نکاح کیا ہو تو بھی وہ اس پر حرام ہو گی۔

(12)... یہ عورت اس مرد کی پانچویں منکوحہ ہو کہ اس سے پہلے چار عورتیں اس کے نکاح میں ہوں خواہ چاروں نفس نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں اور اگر طلاقِ بائنہ کی عدت میں ہوں تو پھر پانچویں سے نکاح کرنا جائز ہے[1]۔

(13)... اس شخص کے نکاح میں اس عورت کی بہن، پھوپھی یا خالہ ہو تو (بھی وہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا کہ) اس طرح یہ ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنے والا ہو گا اور **قاعدہ کلیہ** ہے کہ وہ دو عورتیں جن کے درمیان ایسی قرابت داری ہو کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے اور دوسری کو عورت تو ان کا آپس میں نکاح ناجائز ہو تو ایسی عورتوں کو کسی شخص کا بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔

(14)... اس شخص نے پہلے اس عورت کو تین طلاقیں دی ہوں تو جب تک کوئی دوسرا شخص نکاحِ صحیح کے ساتھ اس سے وطی نہ کرلے تب تک وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہو گی۔

(15)... مرد نے اس عورت سے لعان[2] کیا ہو (تو بھی یہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا) کیونکہ لعان کے بعد وہ اس پر

... چھونے سے بھی حرمت ہو جاتی ہے اگرچہ کوئی کپڑا بھی حائل ہو مگر جب اتنا موٹا کپڑا حائل ہو کہ گرمی محسوس نہ ہو۔ یوہیں بوسہ لینے میں بھی اگر باریک نقاب حائل ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ خواہ یہ باتیں جائز طور پر ہوں، مثلاً منکوحہ کنیز ہے یا ناجائز طور پر۔ جو بال سر سے لٹک رہے ہوں انہیں بشہوت چھوا تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوئی۔ (بہار شریعت، ۲/ ۲۳)

[1] ...**احناف کے نزدیک:** اگرچہ طلاق بائن کی عدت میں ہو تب بھی پانچویں سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

(الھدایۃ، ج۱، الجزء الاول، ص۱۹۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

[2] ... مرد نے اپنی عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس طرح پر کہ اگر اجنبیہ عورت کو لگاتا تو حدِ قذف (تہمت زنا کی حد) اس پر لگائی جاتی یعنی عورت عاقلہ، بالغہ، حرہ، مسلمہ، عفیفہ (پاک دامن، پارسا) ہو تو لعان کیا جائے گا اس کا طریقہ یہ ... بقیہ اگلے صفحہ پر...

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی[1]۔

(16)...عورت یا مرد دونوں میں سے کسی نے حج یا عمرے کا احرام باندھا ہوا ہو تو جب تک یہ احرام سے فارغ نہ ہو جائیں اس وقت تک ان کا نکاح منعقد ہی نہ ہو گا[2]۔

(17)...عورت ثَیِّبَہ صغیرہ جب تک بالغہ نہ ہو جائے اس کا نکاح درست نہیں[3]۔

(18)...یتیم بچی جب تک بالغہ نہ ہو جائے اس کا نکاح درست نہیں[4]۔

...ہے کہ قاضی کے حضور پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے یعنی کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس میں خدا کی قسم! میں سچا ہوں پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اُس پر خدا کی لعنت اگر اس امر میں کہ اس کو زنا کی تہمت لگائی جھوٹ بولنے والوں سے ہو اور ہر بار لفظ "اس" سے عورت کی طرف اشارہ کرے پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں خدا کی قسم! اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے، اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اُس پر **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کا غضب ہو، اگر یہ اُس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی۔ لعان میں لفظ شہادت شرط ہے اگر یہ کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سچا ہوں، لعان نہ ہوا۔ لعان کے لئے چند شرطیں ہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۲۲۰)

❶...**احناف کے نزدیک:** لعان و تفریق کے بعد پھر اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک دونوں اہلیت لعان رکھتے ہوں اور اگر لعان کی کوئی شرط دونوں یا ایک میں مفقود ہو گئی تو اب باہم دونوں نکاح کر سکتے ہیں مثلاً شوہر نے اس تہمت میں اپنے کو جھوٹا بتایا اگرچہ صراحۃً یہ نہ کہا ہو کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی مثلاً وہ بچہ جس کا انکار کر چکا تھا مر گیا اور اس نے مال چھوڑا ترکہ لینے کے لئے یہ کہتا ہے کہ وہ میرا بچہ تھا تو حدِ قذف قائم ہو گی اور اس کا نکاح اس عورت سے اب ہو سکتا ہے اور اگر حدِ قذف نہ لگائی گئی جب بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ یوہیں اگر بعدِ لعان و تفریق کسی اور پر تہمت لگائی اور اس کی وجہ سے حدِ قذف قائم ہوئی یا عورت نے اس کی تصدیق کی یا عورت سے وطی حرام کی گئی اگرچہ زنا نہ ہو مگر تصدیق زَن (عورت) سے نکاح اس وقت جائز ہو گا جبکہ چار بار ہو اور حد و لعان ساقط ہونے کے لئے ایک بار تصدیق کافی ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۲۲۵)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **1182** صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت جلد دوم صفحہ 218 تا 227** کا مطالعہ کیجئے!

❷...**احناف کے نزدیک:** مرد و عورت دونوں کو حالتِ احرام میں نکاح کرنا حلال ہے۔ البتہ، جماع کرنا جائز نہیں۔

(الهداية، ج ۱، الجزء الاول، ص ۱۸۹، دار احياء التراث العربي بيروت)

❸...**احناف کے نزدیک:** ثیبہ صغیرہ کا نکاح اس کے بالغ ہونے سے پہلے بھی ہو سکتا ہے۔

(ماخوذ از الهداية، ج ۱، الجزء الاول، ص ۱۹۳، دار احياء التراث العربي بيروت)

❹...**احناف کے نزدیک:** یتیم بچی کا نکاح درست ہے جبکہ قریب کا ولی کرے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۴۴)

(19)... حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جن ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے قربت فرمائی یا جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وصال فرمایا تو وہ نکاح میں تھیں ان سے کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ مؤمنین کی مائیں ہیں۔ یہ صورت ہمارے زمانے میں نہیں پائی جاتی۔

یہ وہ رکاوٹیں ہیں جن کی وجہ سے کسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے۔

تیسری فصل: عمدہ خصائل کی حامل منکوحہ

دوسری قسم: خوش گوار زندگی گزارنے کے لئے آٹھ عمدہ خصائل کی حامل عورت سے نکاح کیا جائے تاکہ عقدِ نکاح دائمی ہو اور زیادہ سے زیادہ مقاصد حاصل ہوں: (۱)... دین دار ہو (۲)... اخلاق اچھے ہوں (۳)... خوبصورت ہو (۴)... مہر کم ہو (۵)... بانجھ نہ ہو (۶)... باکرہ ہو (۷)... مُہَذَّب خاندان سے ہو اور (۸)... قریبی رشتہ دار نہ ہو۔

﴿1﴾... نیکوکاری ودینداری:

عورت نیک ودیندار ہو، یہ بنیادی بات ہے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ اگر وہ اپنی ذات اور شرم گاہ کے معاملے میں باعتبارِ دین کمزور ہوگی تو اپنے شوہر کو ذلیل ورسوا کرے گی، لوگوں میں اس کا منہ کالا کرے گی، لہٰذا غیرت کی وجہ سے اس شخص کا دل تشویش میں مبتلا رہے گا اور اس کی زندگی مُکَدَّر (بدمزہ) ہو جائے گی، اگر وہ اس کے ساتھ غیرت وحمیت کی راہ چلے تو ہمیشہ مصیبت وپریشانی میں مبتلا رہے گا اور اگر غفلت کی راہ چلے تو دین وعزت کے اعتبار سے سست کہلائے گا اور غیرت وحمیت کی قلت کی طرف منسوب ہوگا۔ اس خرابی کے ساتھ ساتھ اگر عورت خوبصورت بھی ہو تو آزمائش زیادہ سخت ہے کہ اس صورت میں شوہر نہ تو اس سے جدائی اختیار کرکے صبر کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ رہ کر صبر کر سکتا ہے۔ چنانچہ، یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''یا رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میری بیوی کسی چھونے والے کا ہاتھ رد نہیں کرتی۔'' ارشاد فرمایا: ''اسے طلاق دے دے۔'' عرض

کی: ”میں اس سے محبت کرتا ہوں۔“ ارشاد فرمایا: ”پھر اسے روک رکھ[1]۔“[2]

مُعَلِّم کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے روک رکھنے کا حکم اس لئے ارشاد فرمایا کہ اس کی طرف سے یہ اندیشہ تھا کہ اگر وہ اسے طلاق دے دیتا تو دل کے اس کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے اس کے پیچھے لگا رہتا اور اس کے ساتھ یہ بھی خراب ہو جاتا، لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے دل کی تنگی کے باوجود نکاح کو باقی رکھتے ہوئے اس سے خرابی کا دور رہنا بہتر سمجھا (کیونکہ اس میں نقصان کم ہے)۔

اگر دینی اعتبار سے عورت میں یہ خرابی ہو کہ وہ مال کو ہلاک کر دیتی ہو یا کوئی دوسری صورت ہو تو اس کے ساتھ زندگی گزارنا ہمیشہ تشویش کا باعث رہے گا کیونکہ اگر شوہر خاموشی اختیار کرے اور اس پر اعتراض نہ کرے تو گناہ میں وہ بھی اس کا برابر کا شریک اور اس فرمانِ باری تعالیٰ کا مخالف قرار پائے گا:

قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (پ۲۸، التحریم: ۶) ترجمۂ کنزالایمان: اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

---

[1]... مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 140** پر حدیثِ مبارکہ کے جز ”**ہاتھ رد نہیں کرتی**“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی فاجرہ زانیہ ہے کہ جو بدمعاش اس سے زنا کرنا چاہے اسے منع نہیں کرتی کرالیتی ہے۔ یا جو کوئی میرے مال کو ہاتھ لگائے اسے روکتی نہیں مال لے جانے دیتی ہے گھر کی حفاظت نہیں کرتی، عام شارحین نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے غالباً صاحبِ مشکوٰۃ نے بھی حدیث کے یہی معنی سمجھے ہیں اسی لئے یہ حدیث بابُ اللِّعان میں لائے لیکن دوسرے معنی کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہ تو اس کو لعان کا حکم دیا نہ اسے حد قذف یعنی تہمت کی سزا دی اگر وہ زنا کا الزام دیتا تو ان دونوں چیزوں میں اسے کچھ کرنا پڑتا۔“ اور ”**اسے طلاق دے دے**“ کے تحت فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ فاسقہ بدکار بی بی کو طلاق دے دینا بہتر ہے اسی طرح جو عورت گھر کو نہ سنبھال سکے اسے طلاق دے دینا بہتر ہے۔“ اور ”**محبت کرتا ہوں**“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یا اس کے حسن جمال کی وجہ سے یا اس لئے کہ اس سے میرے بچے ہیں اسے علیحدہ کر دینے سے بچے برباد ہونگے مجھے اپنے متعلق خطرہ ہے کہ گناہ میں پھنس جاؤں۔“ اور ”**اسے روک رکھ**“ کے تحت فرماتے ہیں: یعنی اسے بدکاری یا لاپرواہی گھر برباد کرنے سے روک اور طلاق نہ دے معلوم ہوا کہ فاسقہ عورت کو طلاق دے دینا واجب نہیں خصوصاً جبکہ خاوند اس کے بغیر صبر نہ کر سکے اس کو طلاق دے دینے پر اپنے فسق و فجور میں مبتلا ہو جانے کا قوی خطرہ ہو۔

[2]... سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الخلع، الحدیث: ۳۴۶۲، ص ۵۶۴

اگر اعتراض کرے اور اس سے جھگڑا کرے تو اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نکاح کی ترغیب دلائی اور مبالغہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''دین دار عورت کو اختیار کرو!'' چنانچہ،

دین والی کو اختیار کرو!

محسن انسانیت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ لِمَالِھَا وَجَمَالِھَا وَحَسَبِھَا وَدِیْنِھَا فَعَلَیْكَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ یعنی عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے (نکاح میں ان کا لحاظ ہوتا ہے): (۱)... اس کے مال (۲)... خوبصورتی (۳)... حسب ونسب اور (۴)... دین کی وجہ سے۔ تم دین والی کو اختیار کرو گرد آلود ہوں تمہارے ہاتھ۔''[1] [2]

مال اور جمال کے سبب نکاح نہ کرو!

سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ نَکَحَ الْمَرْأَۃَ لِمَالِھَا وَجَمَالِھَا

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین، الحدیث: ۷۱۵، ۱۴۶۶، ص ۷۷۲

سنن الدارمی، کتاب النکاح، باب تنکح المرأۃ علی أربع، ۲/ ۱۷۹، الحدیث: ۲۱۷۰

[2] ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 3 تا 4** پر اس حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: عام طور پر لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں دین لازوال دولت، نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے، ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا:

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں　　　معدن زرمعدن فولاد بن سکتی نہیں

ماں فاطمہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا) جیسی ہو تو اولاد حسنین (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا) جیسی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر (اقبال) صاحب فرماتے ہیں:

بَتُولے بَاش پِنْہَاں شَوْ اَزِیْں عَصْر　　　کِہ دَرْ آغوش شَبِّیْرے بگیری

(ترجمہ: سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا جیسی پردہ نشیں ہو جا پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تیری گود بھی حسین جیسے بیٹے سے بھر دے گا)

اور ''**گرد آلود ہوں تمہارے ہاتھ**'' کے تحت فرماتے ہیں: اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل نہ کرو تو پریشان ہو جاؤ گے فرمایا نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہ جو عورت کا صرف مال دیکھ کر نکاح کرے گا وہ فقیر رہے گا۔ جو صرف خاندان دیکھ کر نکاح کرے گا وہ ذلیل ہو گا اور جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی، مال ایک جھٹکے میں، جمال ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے۔

حُرِمَ جَمَالَهَا وَ مَالَهَا وَمَنْ نَكَحَ لِدِيْنِهَا رَزَقَهُ اللهُ مَالَهَا وَ جَمَالَهَا یعنی جس نے کسی عورت سے اس کے مال اور جمال کی وجہ سے نکاح کیا تو وہ اس کے مال اور جمال سے محروم کر دیا جائے گا اور جس نے اس کے دین کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس کا مال اور جمال بھی عطا فرمادے گا۔"[1]

ایک روایت میں ہے: "لَا تَنْكِحِ الْمَرْاَةَ لِجَمَالِهَا فَلَعَلَّ جَمَالَهَا يُرْدِيهَا وَلَا لِمَالِهَا فَلَعَلَّ مَالَهَا يُطْغِيهَا وَانْكِحِ الْمَرْاَةَ لِدِيْنِهَا یعنی عورت سے اس کے حسن وجمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو ہو سکتا ہے کہ اس کا حسن اسے پھسلا دے اور نہ ہی اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرو ممکن ہے کہ اس کا مال اسے سرکش بنادے۔ عورت سے صرف اس کے دین کی وجہ سے نکاح کرو۔"[2]

دین دار عورت سے نکاح کرنے کا فائدہ:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دین پر برانگیختہ کرنے میں مبالغہ اس وجہ سے فرمایا کہ دین دار عورت دینی معاملات میں شوہر کی مددگار بنتی ہے اور اگر دین دار نہ ہو تو دین سے غافل کرنے اور تشویش کا باعث بنتی ہے۔

(2)... حُسنِ اَخلاق:

جو شخص فراغت اور دینی معاملات میں مدد حاصل کرنے کا خواہش مند ہو وہ اچھے اخلاق کی حامل عورت سے نکاح کرے کیونکہ اگر عورت زبان دراز، طَعن و تشنیع کرنے والی، بد اخلاق اور نعمتوں کی ناشکری کرنے والی ہوگی تو اس سے پہنچنے والا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہوگا۔ عورتوں کی زبان درازی پر صبر کرنا ایسا عمل ہے جس سے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کو آزمایا جاتا ہے۔

---

1 ...المعجم الاوسط، ۲/۱۸، الحدیث: ۲۳۴۲ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۳

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب تزویج ذات الدین، ۲/۴۱۵، الحدیث: ۱۸۵۹، بتغیر
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۳

6 قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو!

عرب کے کسی دانا(عقل مند) کا قول ہے کہ:"چھ قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو!(۱)...اَنّانہ (۲)...مَنّانہ (۳)...حَنّانہ (۴)...حدّاقہ (۵)...بَرّاقہ اور(۶)...شَدّاقہ۔"

وضاحت:

اَنَّانَہ: وہ عورت جو بہت زیادہ کراہنے اور گلہ شکوہ کرنے والی ہو اور ہر وقت اپنے سر کو(کپڑے وغیرہ سے) باندھے رکھتی ہو(گویا سر میں درد ہو ایسی عورت سے نکاح نہ کرو) کہ بہت زیادہ بیمار ہونے والی اور خود ساختہ بیمار بننے والی عورت میں کوئی بھلائی نہیں۔ **مَنَّانَہ:** وہ عورت جو اپنے شوہر پر احسان جتلاتی رہتی ہو کہ میں نے تمہارے لئے یہ کیا وہ کیا(اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے)۔ **حَنَّانَہ:** وہ عورت جو اپنے پہلے خاوند اور اس کی اولاد پر فریفتہ ہو، اس عورت سے بھی اجتناب بہت ضروری ہے۔ **حَدَّاقَہ:** وہ عورت جو ہر چیز کو دیکھ کر اس کی خواہش کرے اور اسے خریدنے کے لئے شوہر کو تکلُّف کرنا پڑے۔ **بَرَّاقَہ:** اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:(۱)...وہ عورت جو دن کا طویل حصہ بناؤ سنگھار اور زیب زینت میں مصروف رہے تاکہ اس سے حاصل شدہ بناوٹی چمک سے چہرہ کھل کھلا اٹھے۔ (۲)...وہ عورت جو ہر کھانے پر روٹھ جائے، اکیلی کھائے اور ہر چیز میں سے ملنے والے حصے کو کم سمجھے۔ یہ معنی یمنی لغت کے مطابق ہے کہ جب کوئی عورت یا بچہ کھانے کے وقت روٹھ جاتا تو اہل یمن کہتے: بَرَقَتِ الْمَرْأَۃُ وَبَرَقَ الصَّبِیُّ الطَّعَامَ۔ **شَدَّاقَہ:** وہ عورت جو باچھیں کھول کر بہت زیادہ گفتگو کرے(ایسوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ناپسند فرماتا ہے)۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسندیدہ لوگ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:"اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُبْغِضُ

الثَّرْثَارِیْنَ الْمُتَشَدِّقِیْنَ یعنی بے شک زیادہ بولنے والے منہ پھٹ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ناپسند فرماتا۔"[1]

4 قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو!

منقول ہے کہ ایک اُردنی سیاح کی دورانِ سیاحت حضرت سیِّدُنا الیاس عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ملاقات ہوئی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے نکاح کا مشورہ دیتے ہوئے تنہا زندگی گزارنے سے منع کیا اور فرمایا: "چار قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرنا: (۱)... مختلعہ (۲)... مباریہ (۳)... عاہرہ اور (۴)... ناشزہ۔"

وضاحت:

مُخْتَلِعہ: وہ عورت جو ہر گھڑی بغیر کسی سبب کے خلع کا مطالبہ کرتی رہے۔ **مُبَارِیَہ:** وہ عورت جو دنیوی اسباب کی وجہ سے دوسروں پر فخر کرتی رہے۔ **عَاہِرَہ:** وہ فاسقہ عورت جو اپنے آشناؤں اور اجنبیوں کے ساتھ جانی جاتی ہو۔ اسی صفت کی حامل عورت کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ (پ۵، النسآء: ۲۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ یار بناتی۔" **نَاشِزَہ:** وہ عورت جو اپنے قول و فعل کے ذریعے شوہر پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی ہو۔

عورتوں کی تین اچھی خصلتیں:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرمایا کرتے تھے: تین عادتیں مردوں میں بری مگر عورتوں میں اچھی ہیں: (۱)... بخل (۲)... خود پسندی اور (۳)... بزدلی۔ **وضاحت:** کیونکہ عورت بخیل ہو گی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی۔ خود پسند ہو گی تو ہر کسی سے نرم اور فریفتہ کرنے والی گفتگو ناپسند کرے گی اور بزدل ہو گی تو ہر شے سے گھبرائے گی، لہٰذا گھر سے باہر نہیں نکلے گی اور اپنے شوہر کے ڈر سے تہمت کی جگہوں سے بچے گی۔"

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی الفصاحۃ والبیان، ۳۸۸/۴، الحدیث: ۲۸۶۲، بتغیر
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۴۲۱/۲

یہ حکایات ان جامع اخلاق کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جو نکاح (اور منکوحہ) کے سلسلے میں مطلوب ہوتے ہیں۔

(3)... حسن وجمال:

یہ بھی مطلوب ہے کہ اس کے ذریعے انسان کو حفاظت (فرج اور قناعتِ نفس) حاصل ہوتی ہے کیونکہ انسانی طبیعت اکثر اوقات قبیح و بد صورت عورت پر اکتفا نہیں کرتی۔ نیز اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو خوبصورت ہو اس کی سیرت بھی اچھی ہوتی ہے۔ ماقبل میں ذکر کردہ "دین دار عورت سے نکاح کرنے پر برانگیختہ والی اور عورت سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کیا جائے" روایات اس سے منع نہیں کرتیں کہ حسن و جمال کا بالکل ہی لحاظ نہ رکھا جائے بلکہ یہ اس بات پر زَجر و توبیخ کرتی ہیں کہ عورت کے دین میں خرابی کے باوجود محض حسن و جمال کی وجہ سے اس سے نکاح کیا جائے کیونکہ حسن و جمال عام طور پر نکاح میں رغبت دلاتا ہے لیکن دین کے معاملے میں سستی پیدا کرتا ہے۔

جس سے نکاح کا ارادہ ہو اسے دیکھنے کی اجازت:

حسن و جمال کا لحاظ رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ باہمی محبت واُلفت اکثر اسی سے حاصل ہوتی ہے اور شریعت نے اُلفت و محبت پیدا کرنے والے اَسباب کو مستحب قرار دیا ہے اسی وجہ سے نکاح سے پہلے ایک نظر دیکھ لینا مستحب ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِذَا اَوْقَعَ اللہُ فِیْ نَفْسِ اَحَدِكُمْ مِّنْ اِمْرَاَةٍ فَلْیَنْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّهٗ اَحْرٰی اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَهُمَا یعنی جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم میں سے کسی کے دل میں کسی عورت (سے نکاح) کا خیال ڈالے تو اسے چاہئے کہ اس عورت کو دیکھ لے[1] کیونکہ یہ آپس میں دائمی محبت کا ذریعہ ہے۔"[2]

---

1 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 12** پر فرماتے ہیں: دیکھنے سے مراد چہرہ دیکھنا ہے کہ حسن و قبح چہرے ہی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ ہی صورت ہے جو ابھی عرض کی گئی یعنی کسی بہانہ سے دیکھ لینا یا کسی معتبر عورت سے دکھوا لینا، نہ کہ باقاعدہ عورت کا انٹرویو (Interveiw) جیسا کہ آج کل کے بے دینوں نے سمجھا۔

2 ...سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب النظر الى المرأة اذا اراد ان يتزوجها، ۲/۴۱۸، الحديث: ۱۸۶۴، ۱۸۶۵

ایک روایت میں ہے، ارشاد فرمایا: ”اِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّتَزَوَّجَ مِنْھُنَّ فَلْیَنْظُرْ اِلَیْھِنَّ یعنی بے شک انصار کی آنکھوں میں کچھ ہے تو جب تم میں سے کوئی ان میں سے کسی سے نکاح کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ اسے دیکھ لے[1]۔“[2]

منقول ہے کہ بیماری کی وجہ سے اکثر اوقات ان کی آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں چھوٹی تھیں۔

بعض متقی حضرات شریف زادیوں سے بھی اس وقت تک نکاح نہ کرتے جب تک انہیں دیکھ نہ لیتے تاکہ دھوکے سے محفوظ رہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو بکر سلیمان بن مہران اعمش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ہر نکاح جو بغیر دیکھے ہو اس کا نتیجہ غم و پریشانی ہوتا ہے۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ دیکھنے سے سیرت، دین اور مال کا علم نہیں ہوتا اس سے تو صرف حسن و جمال یا بد صورتی کا پتا چلتا ہے۔

سیاہ خضاب لگانا[3] دھوکا ہے:

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت میں ایک شخص

---

1 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ** 12 پر اس حدیثِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: یا تو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انصار کی عورتوں کو ان کے مردوں پر قیاس کیا کہ مردوں کی آنکھیں نیلگوں تھیں تو عورتوں کی بھی ایسی ہی ہوں گی، یا کسی نے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے یہ عرض کیا ہوگا یا اس لئے کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہر کھلے چھپے سے خبردار ہیں۔

2 ...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ندب النظر الی وجہ المرأۃ... الخ، الحدیث: ۱۴۲۴، ص ۷۳۹

3 ...**دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1197 **صفحات** پر مشتمل کتاب **بہارِ شریعت، جلد سوم، صفحہ** 597 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: مرد کو داڑھی اور سر وغیرہ کے بالوں میں خضاب لگانا جائز بلکہ مستحب ہے مگر سیاہ خضاب لگانا منع ہے ہاں مجاہد کو سیاہ خضاب بھی جائز ہے کہ دشمن کی نظر میں اس کی وجہ سے ہیبت بیٹھے گی۔

نے نکاح کیا، وہ خضاب لگایا کرتا تھا۔ جب اس کا خضاب اترا تو اس کے سسرال والوں نے بارگاہِ فاروقی میں مدد طلب کرتے ہوئے عرض کی: ''ہم نے تو اسے نوجوان سمجھا تھا۔'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے کوڑے لگوائے اور فرمایا: ''تم نے لوگوں کو دھوکا دیا۔''

سچائی نے ہمارا نکاح کروادیا:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا بلال اور حضرت سیِّدُنا صُہَیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے عرب کے ایک قبیلہ میں جاکر نکاح کا پیغام دیا تو ان سے پوچھا گیا: ''آپ کون ہیں؟'' حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں بلال ہوں اور یہ میرے بھائی حضرت صُہَیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہیں۔ ہم گمراہی کے اندھیروں میں تھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی، ہم غلام تھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں آزادی کی نعمت سے سرفراز فرمایا، ہم تنگدست تھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں مالدار کر دیا، لہٰذا اگر تم ہمارے پیغامِ نکاح کو قبول کرلو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور اگر رد کر دو تو سُبْحٰنَ اللہ۔'' قبیلہ والوں نے جواب دیا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! تمہارا پیغام قبول کرلیا گیا۔'' حضرت سیِّدُنا صُہَیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہا: ''اگر آپ، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ غزوات میں شرکت کرنے اور اسلام میں سبقت کرنے کا ذکر کر دیتے تو اچھا ہوتا۔'' حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''خاموش رہو! میں نے سچ بولا تو سچائی نے ہمارا نکاح کروادیا۔''

نکاح سے پہلے دیکھنے کی اجازت کیوں دی گئی؟

(چونکہ) دھوکا صورت و سیرت دونوں میں ہوتا ہے، لہٰذا شکل و صورت میں دھوکا کھانے سے دیکھنے کے ذریعے بچا جاسکتا ہے اور سیرت میں دھوکا کھانے سے عورت کے رشتہ داروں سے اس کے اوصاف معلوم کرکے بچا جاسکتا ہے، لہٰذا یہ تمام معلومات نکاح سے پہلے لے لی جائے۔ نیز عورت کے اخلاق اور حسن و جمال کے بارے میں ایسے شخص سے معلومات لی جائے جو صاحبِ بصیرت، سچا اور ظاہر و باطن سے خبردار ہو اور عورت کی طرف مائل نہ ہو اور نہ ہی اس سے حسد کرتا ہو کیونکہ مائل ہونے کی صورت میں اس کے اوصاف

بیان کرنے میں بہت زیادہ مبالغہ کرے گا اور حسد کی صورت میں اوصاف بیان کرنے میں کوتاہی کرے گا اور طبیعتیں فطری طور پر نکاح کے معاملے میں عورت کے اوصاف بیان کرنے میں افراط و تفریط کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو سچ بولتے اور میانہ روی سے کام لیتے ہیں بلکہ حیلہ سازی اور دھوکا دہی بہت زیادہ ہے۔ جس شخص کو اپنے نفس پر اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کا اندیشہ ہو تو اسے اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

حسن و جمال سے اعراض کرنا بھی زُہد ہے:

جو شخص نکاح سے صرف ادائیگیٔ سنت، اولاد اور گھریلو معاملات کی تدبیر کا ارادہ رکھتا ہو اگر وہ حسن و جمال کے بارے میں پوچھنے سے اعراض کرے تو یہ زہد (دنیا سے کنارہ کشی) کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حسن و جمال کی رغبت رکھنا بہر حال امورِ دنیا سے ہے اگرچہ بعض کے حق میں یہ دینی معاملات میں مددگار ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”زہد ہر چیز میں پایا جاتا ہے حتی کہ بیوی میں بھی کہ آدمی دنیا سے بے رغبتی کو ترجیح دیتے ہوئے بوڑھی عورت سے نکاح کرے۔“

یتیم و نادار عورت سے نکاح کرنے کا فائدہ:

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرمایا کرتے تھے: تم یتیم نادار بچی کے ساتھ نکاح کرنے سے کتراتے ہو حالانکہ اس سے نکاح کرنے میں اجر و ثواب بھی ہے اور اگر تھوڑی سی محنت کر کے تم اسے کھلاؤ پلاؤ تو وہ آسانی سے راضی ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس تم مالداروں کی بیٹیوں سے نکاح میں رغبت رکھتے ہو حالانکہ (اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے) وہ تم سے مطالبات کرتے ہوئے کہتی ہیں: ”مجھے ایسے ایسے کپڑے پہناؤ۔“

عقل مندی کو ترجیح دو نہ کہ حسن و جمال کو!

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے ایسی عورت کو اختیار فرمایا جس کی ایک آنکھ میں نقص تھا جبکہ اس کی حسین و جمیل بہن کو اختیار نہ کیا (اس کی وجہ یہ تھی کہ) آپ نے پوچھا: ”ان میں سے کون

زیادہ عقل مند ہے؟" بتایا گیا: "جس کی آنکھ میں نقص ہے۔" چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "میرا نکاح اسی سے کر دو۔"

یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جو نکاح کے ذریعے حصولِ لذت کا ارادہ نہیں کرتے اور جس شخص کو حصولِ لذت کے بغیر اپنے دین کے معاملے میں امن نہ ہو تو اسے حسن وجمال بھی تلاش کرنا چاہئے کہ اس صورت میں مباح شے سے لذت حاصل کرنا اس کے دین کے لئے محفوظ قلعہ ہے۔

حور عین کے مشابہ:

منقول ہے کہ خوبصورت، اچھے اخلاق والی، سیاہ آنکھوں اور بالوں والی، بڑی بڑی آنکھوں والی، سفید رنگت والی، خاوند سے محبت کرنے والی اور اپنی نگاہوں کو صرف اسی تک محدود رکھنے والی عورت حور عین کی صورت پر ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنتی عورتوں کی یہی صفات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی۔

خَیْرٰتٌ سے مراد اچھے اخلاق ہیں۔ ایک جگہ فرمایا:

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (پ۲۷، الرحمٰن: ۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ (پ۲۷، الواقعۃ: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں۔

عُرُوْب، حُوْر، حَوْراء اور عَیْنَاء:

عُرُوْب اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے شوہر سے محبت کرتی، جماع کی خواہش رکھتی اور اسی سے لذت پوری ہوتی ہو۔ **حُوْر** سفید رنگت والی کو کہتے ہیں۔ **حَوْرَاء** اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھوں کی سفیدی زیادہ

اور ان کی سیاہی بالوں کی سیاہی کی مانند ہو اور عَیْنَاء بڑی بڑی آنکھوں والی کو کہتے ہیں۔

بہترین بیوی:

حضور انور، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: خَیْرُ نِسَآئِکُمْ مَنْ اِذَا نَظَرَ اِلَیْھَا زَوْجُھَا سَرَّتْہُ وَاِذَا اَمَرَھَا اَطَاعَتْہُ وَاِذَا غَابَ عَنْھَا حَفِظَتْہُ فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِہٖ یعنی بہترین بیوی وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کرے، جب کسی کام کا کہے تو اطاعت کرے اور شوہر کی غیر موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔“[1]

شوہر اس کی طرف دیکھ کر اسی صورت میں خوش ہو گا جب وہ اس سے محبت کرتی ہو گی۔

(4)... مہر کی کمی:

نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”خَیْرُ النِّسَآءِ اَحْسَنُھُنَّ وُجُوْھًا وَّاَرْخَصُھُنَّ مُھُوْرًا یعنی بہترین عورت وہ ہے جو چہرے کے اعتبار سے خوبصورت اور مہر کے اعتبار سے زیادہ رخصت دینے والی ہو (یعنی اس کا مہر کم ہو)۔“[2]

نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مہر میں غلو کرنے (یعنی مہر زیادہ رکھنے) سے منع فرمایا۔[3]

10 درہم اور گھریلو سامان پر نکاح:

مروی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بعض ازواجِ مطہرات (یعنی ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) سے 10 درہم[4] اور گھریلو سامان پر نکاح فرمایا اور گھریلو سامان ہاتھ کی

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال، ۲/۱۷۶، الحدیث: ۱۶۶۴، دون قول ”خیر نسائکم“
سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب افضل النساء، ۲/۴۱۴، الحدیث: ۱۸۵۷

2 ...الکامل فی ضعفاء الرجل لابن عدی، ۳/۲۳۸، الرقم: ۴۹۳: الحسین بن المبارک، مفھومًا

3 ...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب صداق النساء، ۲/۴۳۱، الحدیث: ۱۸۸۷، فیه ذکر قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه

4 ...مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۲۰۲۲، ص ۲۷۰

چکی، گھڑا اور چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کے خشک پتے بھرے ہوئے تھے۔[1] بعض ازواج کا دُوْ مُد جو سے ولیمہ کیا اور بعض ازواج کا دُوْ مُد جو اور دُوْ مُد ستو سے ولیمہ فرمایا۔[2]

مہر میں زیادتی نہ کرو!

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مہر میں زیادتی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے 400 درہم سے زیادہ مہر پر نہ تو خود نکاح فرمایا اور نہ ہی اپنی کسی شہزادی کا نکاح کیا[3] اگر عورتوں کے مہروں میں زیادتی کرنا عزت و شرف کا باعث ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی طرف ضرور سبقت فرماتے[4]۔

ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے پر نکاح فرمایا۔ کہا جاتا ہے اس کی قیمت پانچ درہم تھی۔[5]

حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی بیٹی کا حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دو درہم مہر پر نکاح کیا اور رات کے وقت خود ہی اپنی بیٹی کو رخصت کیا اور شوہر کے گھر چھوڑ کر لوٹ آئے پھر سات دن بعد آکر اپنی بیٹی کو سلام کیا۔ حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اگر اختلافِ علما سے بچنے

---

1 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ام سلمة، ۶/ ۸۳، الحدیث: ۶۸۷۲

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب الولیمة، ۲/ ۴۴۳، الحدیث: ۱۹۰۹، بتغیر

3 ...سنن النسائی، کتاب النکاح، باب القسط فی الاصدقة، الحدیث: ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ص ۵۴۴، ۵۴۵

4 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 68** پر فرماتے ہیں: رب تعالٰی کا فرمان: اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا (پ ۴، النسآء: ۲۰، ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو) بیان جواز کے لئے ہے اور جنابِ عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کا فرمان بیانِ استحباب کے لئے لہٰذا یہ فرمان قرآنِ کریم کے خلاف نہیں یا یہاں زیادہ مہر مقرر نہ کرنے کا ذکر ہے اور قرآنِ مجید میں زیادہ مہر جو ادا کر دیا جائے واپس نہ لینے کا ذکر لہٰذا دونوں میں تعارض نہیں۔

5 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب قول الرجل لاخیه: انظر ای زوجتی... الخ، ۳/ ۴۲۴، الحدیث: ۵۰۷۲

السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصداق، باب ما یجوز ان یکون مهرا، ۷/ ۳۸۸، الحدیث: ۱۴۳۶۶

کے لئے اپنے بیٹی کا دس درہم مہر پر نکاح کرتے تو بھی کوئی حرج نہیں تھا[1]۔

سب سے زیادہ برکت والی عورت:

حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ عورت کی برکت میں سے یہ ہے کہ اس کی شادی جلد ہو، اس کے اولاد جلد پیدا ہو اور اس کا مہر آسان (یعنی کم) ہو۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ عورتوں میں سب سے زیادہ برکت والی وہ ہے جس کا مہر سب سے کم ہے۔[3]

جس طرح عورت کی طرف سے مہر میں زیادتی کرنا مکروہ ہے ایسے ہی شوہر کی طرف سے عورت کے مال کے بارے میں سوال کرنا مکروہ ہے، نیز عورت سے مال و دولت کی لالچ کی وجہ سے نکاح نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب کوئی شخص نکاح کرتا ہے اور کہتا ہے: "عورت کے پاس کیا کچھ ہے؟" تو جان لو کہ وہ چور ہے۔

سسرالیوں سے تحائف کا تبادلہ:

مرد سسرال والوں کی طرف اس نیت سے کوئی تحفہ نہ بھیجے کہ وہ اس سے اعلیٰ اس کی طرف بھیجیں اسی طرح سسرال والے اس نیت سے اس کی طرف کچھ نہ بھیجیں۔ الغرض زیادہ طلب کرنے کی نیت سے کسی کو کچھ دینا "نیتِ فاسدہ" ہے۔ بہر حال ایک دوسرے کو تحفہ دینا مستحب ہے کہ یہ محبت کا سبب ہے۔ چنانچہ،

تاجدارِ دوعالَم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تَهَادَوْا تَحَابُّوْا یعنی ایک دوسرے کو تحفہ

---

[1] ...احناف کے نزدیک: مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے۔ نکاح میں دس درہم یا اس سے کم مہر باندھا گیا، تو دس درہم واجب اور زیادہ باندھا گیا ہو تو جو مقرر ہوا واجب۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۶۴، ۶۵) دس درہم چاندی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ کے برابر ہوتی ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول، ۱/ ۷۱۲، مطبوعہ: شبیر برادرز)

[2] ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۳۵۵، الحدیث: ۲۴۵۳۲
السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصداق، باب مایستحب من القصد فی الصداق، ۷/ ۳۸۵، الحدیث: ۱۴۳۵۶، ۱۴۳۵۷

[3] ...الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۳/ ۲۳۸، الرقم: ۴۹۳: الحسین بن المبارک، مفہومًا
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۴۱۴

دو آپس میں محبت بڑھے گی۔"[1]

البتہ تحفہ دے کر اس پر زیادتی طلب کرنا ان فرامین باری تعالیٰ کے تحت داخل ہے:

وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۟ (پ۲۹، المدثر: ٦) ترجمۂ کنزالایمان: اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو۔

یعنی کسی کو اس نیت سے کوئی چیز دو کہ اس سے زیادہ طلب کرو۔

وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۟ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ (پ۲۱، الروم: ۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں[2]۔

"ربا" کا لغوی معنی "زیادتی" ہے اور ان تمام صورتوں میں زیادتی کا طلب کرنا پایا جاتا ہے اگرچہ یہ سودی اموال میں سے نہیں، لہٰذا نکاح کے سلسلے میں یہ سب مکروہ و بدعت اور تجارت و جوئے کے مشابہ ہیں، نیز اس سے مقاصد نکاح خراب ہو جاتے ہیں۔

(5)... کثیر الاولاد عورت:

اگر تمہیں عورت کا بانجھ ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے نکاح نہ کرو کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (ایک شخص کو بانجھ عورت کے ساتھ نکاح سے منع کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: "عَلَیْکُمْ بِالْوَلُوْدِ الْوَدُوْدِ یعنی تم پر زیادہ بچے جننے والی اور زیادہ محبت کرنے والی عورت کو اختیار کرنا لازم ہے۔"[3]

---

[1]...موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی المهاجرة، ۲/۴۰۷، الحدیث: ۱۷۳۱

[2]...صدرُ الاَفاضل حضرت علامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی اس کے تحت فرماتے ہیں: لوگوں کا دستور تھا کہ وہ دوست احباب اور آشناؤں کو یا اور کسی شخص کو اس نیت سے ہدیہ دیتے تھے کہ وہ انہیں اس سے زیادہ دے گا یہ جائز تو ہے لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور اس میں برکت نہ ہو گی کیونکہ یہ عمل خالصاً لِلّٰہ تعالیٰ نہیں ہوا۔ (خزائن العرفان، ص ۷۵۴، مکتبۃ المدینہ)

[3]...سنن النسائی، کتاب النکاح، باب کراهية تزويج العقيم، الحدیث: ۳۲۲۴، ص ۵۲۶

جس سے نکاح کا ارادہ ہے اگر پہلے اس کا کوئی شوہر نہ ہو (یعنی وہ طلاق یافتہ یا بیوہ نہ ہو) اور اس کا بانجھ ہونا بھی معلوم نہ ہو سکے تو اس کی صحت اور جوانی کا لحاظ رکھا جائے کیونکہ ان دو صفات کی حامل عورت اکثر اوقات زیادہ بچے جننے والی ہوتی ہے۔

(6)... باکرہ عورت:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عنہ نے ثیبہ عورت سے نکاح کیا تو مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: "ھَلَّا بِکْرًا تُلَاعِبُھَا وَتُلَاعِبُکَ یعنی تم نے کنواری سے کیوں نکاح نہ کیا کہ تم اس سے پوری اُلفت کرتے اور وہ تم سے پوری محبت کرتی[1]۔"[2]

باکرہ عورت کے تین فائدے:

(۱)...باکرہ عورت اپنے شوہر سے محبت واُلفت رکھتی ہے تو یہ چیز محبت کے معنی میں اثر انداز ہوتی ہے اور حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم پر زیادہ محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرنا لازم ہے۔"[3]

نیز طبیعتِ انسانی کی یہ فطرت ہے کہ اسے پہلے پہل جس سے محبت ہو جاتی ہے وہ اسی سے مانوس ہوتی ہے اور وہ عورت جس نے کئی مردوں سے نکاح کیا ہو اور ان کی آزمائش کی ہو اور مختلف اَحوال سے گزر چکی ہو تو بارہا وہ ایسے اوصاف پر راضی نہیں ہوتی جو اس شخص کے مخالف ہوتے ہیں جس سے وہ مانوس ہے، لہٰذا وہ شوہر سے

---

1 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 7** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: بہتر تھا کہ تم کسی کنواری عورت سے نکاح کرتے کیونکہ بیوہ عورت کے دل میں پہلے خاوند اور پہلی سسرال کا خیال رہتا ہے ذرا سی تکلیف میں ان لوگوں کو یاد کرتی ہے اس لئے خاوند سے اُلفت جیسی کنواری عورت کو ہوتی ہے ویسی بیوہ کو نہیں ہوتی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خود آپ بیوگان سے نکاح فرمانا دوسری مصلحتوں کی بنا پر تھا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سوائے عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا) سے کسی کنواری بیوی سے نکاح نہ کیا۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا مستحب ہے یہ ہی فقہا فرماتے ہیں دوسرے یہ کہ اپنی عورت سے مُلاعبت وخوش طبعی بہتر ہے کہ اس میں صدہا حکمتیں ہیں۔

2 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تستحد المغیبۃ وتمتشط، ۳/۴۷۶، الحدیث: ۵۲۴۷

3 ...سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب النھی عن تزویج من لم یلد...الخ، ۲/۳۱۹، الحدیث: ۲۰۵۰

نفرت کرنے لگتی ہے۔

(۲)... باکرہ عورت سے شوہر کو کمال درجہ محبت ہوتی ہے کیونکہ طبیعتِ انسانی اس عورت سے کچھ نہ کچھ نفرت ضرور کرتی ہے جسے اس کے علاوہ کسی اور نے بھی چھوا ہو اور جب بھی یہ یاد آئے گا تو طبیعت پر بوجھ ہو گا، بعض طبیعتیں تو اس سلسلے میں بہت سخت نفرت کرنے والی ہوتی ہیں۔

(۳)... باکرہ عورت پہلے شوہر سے زیادہ محبت کرتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس سے پہلے محبت ہو وہ زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

﴿7﴾... خاندان مُہَذَّب ہو:

اس سے مراد یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہے وہ نیک اور دیندار گھرانے سے ہو کیونکہ ایسی عورت اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دیتی ہے اس کے برعکس اگر عورت خود ہی باادب نہ ہو تو اپنی اولاد کی بھی تربیت اچھی نہیں کرپاتی۔ اسی وجہ سے حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”خَضْرَاءُ الدِّمَن سے بچو۔“ عرض کی گئی: ”خَضْرَاءُ الدِّمَن کیا ہے؟“ ارشاد فرمایا: وہ خوبصورت عورت جس کی پرورش برے ماحول میں ہوئی ہو۔“[1]

ایک روایت میں ہے کہ ”اپنے نطفہ کے لئے عمدہ خصائل کی حامل عورت اختیار کرو کیونکہ رگ کھینچنے والی ہے۔“[2]

﴿8﴾... قریبی رشتہ دار نہ ہو:

جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہے وہ قریبی رشتہ دار نہ ہو کیونکہ یہ چیز شہوت کو کم کرتی ہے، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَنْكِحُوا الْقَرَابَةَ الْقَرِيْبَةَ فَاِنَّ الْوَلَدَ

---

1 ...مسند الشھاب للقضاعی، باب ایاکم وخضراء الدمن، ۲/ ۹۶، الحدیث: ۹۵۷

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب الاکفاء، ۲/ ۴۷۴، الحدیث: ۱۹۶۸

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۸/ ۳۴۹، الرقم: ۱۹۹۵: الولید بن محمد الموقری

یُخْلَقُ ضَاوِیًا یعنی قریبی رشتہ دار سے نکاح نہ کرو کیونکہ اس سے بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے۔"[1]

شہوت کی کمی کی وجہ سے بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے اور قریبی رشتہ داری شہوت کی کمی کا باعث ہے کیونکہ شہوت دیکھنے اور چھونے کے ذریعے احساس کی قوت سے پیدا ہوتی ہے اور احساس تب قوی ہوتا ہے جب معاملہ اجنبی اور نیا ہو، اس کے برعکس جو معلوم ہو اور جس پر ایک مدت تک نظر رہی ہو تو یہ چیز حِس کے ادراک کی تکمیل اور اس کے اثر کو کمزور کر دیتی ہے اور اس سے شہوت میں بھی کمی آجاتی ہے۔

یہ وہ عادات ہیں جو شادی کے معاملے میں عورتوں میں پسند کی گئی ہیں۔ نیز عورت کے ولی پر بھی لازم ہے کہ وہ شوہر کی عادات کو مدِ نظر رکھے اور اپنی بچی پر شفقت کرتے ہوئے ان چیزوں کو دیکھے، لہٰذا ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جس کی صورت یا سیرت بری ہو یا وہ دین کے معاملے میں کمزور ہو یا اس کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والا ہو یا حسب و نسب کے اعتبار سے اس کا کفو نہ ہو۔ چنانچہ،

نکاح غلامی ہے:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلنِّکَاحُ رِقٌّ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ اَیْنَ یَضَعُ کَرِیْمَتَہٗ یعنی نکاح غلامی ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو غور کرنا چاہئے کہ وہ اپنی پیاری شے کو کہاں رکھتا ہے۔"[2]

عورت کے حق میں احتیاط کرنا زیادہ اہم ہے کیونکہ وہ نکاح کے ذریعے (ایک طرح سے) کنیز بن جاتی ہے کہ اس سے چھٹکارا نہیں پاسکتی اور شوہر تو ہر حالت میں طلاق دے سکتا ہے تو جب کسی نے ظالم، فاسق، بدعتی یا شرابی سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو وہ دینی اعتبار سے مجرم اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا مستحق ہے کیونکہ اس نے حق رحم قطع کیا اور اپنے اختیار کو غلط استعمال کیا۔

1...النہایۃ فی غریب الاثر، حرف الضاد، باب الضاد مع الواو، ۳/۲۲۸

2...السنن الکبری للبیہقی، کتاب النکاح، باب الترغیب فی التزویج۔۔۔ الخ، ۷/۱۳۳، الحدیث: ۱۳۴۸۱، قول اسماء بنت ابی بکر
العقد الفرید لابن عبد ربہ الاندلسی، کتاب المرجانۃ الثانیۃ فی النساء وصفاتھن، ۷/۸۹، قول عائشۃ صدیقہ

منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عرض کی: ”لوگوں نے میری بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا ہے تو میں اپنی بیٹی کا نکاح کس سے کروں؟“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”اس سے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے، ایسا شخص اگر اس سے محبت کرے گا تو اس کی عزت کرے گا اور اگر اسے ناپسند کرے گا تو بھی اس پر ظلم نہیں کرے گا۔“

نیز حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ زَوَّجَ کَرِیْمَتَہُ مِنْ فَاسِقٍ فَقَدْ قَطَعَ رَحِمَہَا یعنی جس نے کسی فاسق سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تحقیق اس نے قطع رحمی کی۔“[1]

باب نمبر3: مرد و عورت پر لازم اُمور کا بیان

(یہ دو فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: آداب معاشرت اور شوہر پر بیوی کے حقوق

شوہر پر 12 امور میں میانہ روی اور ادب کا خیال رکھنا ضروری ہے: (۱)...ولیمہ (۲)...اچھا برتاؤ کرنا (۳)...خوش طبعی کرنا (۴)...سیاست (یعنی معاملات چلانا اور تدبیر و انتظام کرنا) (۵)...غیرت (۶)...نفقہ (۷)...تعلیم (۸)...تقسیم (۹)...نافرمان عورت کو ادب سکھانا (۱۰)...جماع (۱۱)...بچوں کی پیدائش اور (۱۲)...طلاق کے ذریعے جدائی۔

(1)...ولیمہ:

ولیمہ کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ اکرم، رسولِ محتشم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر زرد رنگ کا اثر دیکھ کر استفسار فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”میں نے ایک گٹھلی کھجور برابر سونے پر ایک

---

[1]...کتاب المجروحین لابن حبان، ۱/۲۸۸، الرقم: ۲۱۷: الحسن بن محمد البلخی، فیہ ھذا الحدیث قول الشعبی ورفعہ باطل

عورت سے نکاح کر لیا ہے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بَارَکَ اللہُ لَکَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں برکت عطا فرمائے! ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری کے ساتھ ہو۔"(1)

نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا صفیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرمایا تو کھجور اور ستو کے ساتھ ولیمہ فرمایا۔(2)

ولیمے کا کھانا:

پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "(ولیمہ میں شبِ زفاف کے بعد) پہلے دن کا کھانا حق، دوسرے دن کا سنت اور تیسرے دن کا ریاکاری اور دکھاوا ہے اور جو شخص شہرت کے لئے ایسا کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رسوا کرے گا۔"(3)

دولہا کو مبارک باد دینے کا طریقہ:

دولہا کو مبارک باد دینا مستحب ہے، لہٰذا جو دولہا کے پاس آئے وہ اس طرح کہے: "بَارَکَ اللہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں برکت عطا فرمائے اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو بھلائی پر اکٹھا رکھے۔"(4)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

علانیہ نکاح کرنا:

علانیہ نکاح کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ، مُعَلِّمِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق، الحدیث: ۱۴۲۷، ص۷۴۱

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب الولیمة، ۲/۴۴۳، الحدیث: ۱۹۰۹

3 ...سنن الترمذی، کتاب النکح، باب ماجاء فی الولیمة، ۲/۳۴۹، الحدیث: ۱۰۹۹

4 ...سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایقال للمتزوج، ۲/۳۵۱، الحدیث: ۲۱۳۰

فرمایا: ”فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ یعنی (نکاح میں) حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے والی شے آواز اور دف ہے۔“[1]

ایک روایت میں ہے: ”اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ یعنی نکاح کا اعلان کرو، اسے مساجد میں منعقد کرو اور اس موقع پر دف بجاؤ[2]۔“[3]

حضرت سیِّدَتُنا رُبَیِّع بنتِ مُعَوِّذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری رخصتی کی صبح میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے، کچھ نابالغہ بچیاں دف بجاتے ہوئے میرے آباء و اجداد کا ذکر کرنے لگیں جو بدر میں شہید ہو گئے تھے، ان میں سے ایک نے یہ پڑھا:

وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَّعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ

ترجمہ: ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ **تو آپ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **نے ان سے ارشاد فرمایا:**

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح، ۲/۳۴۶، الحدیث: ۱۰۹۰

2 ... مُفَسِّر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 39** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: فقہا فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ نکاح جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں تمام نمازیوں کے سامنے ہو تاکہ نکاح کا اعلان بھی ہو جائے اور ساتھ ہی جگہ اور وقت کی برکت بھی حاصل ہو جائے نیز نکاح عبادت ہے اور عبادت کے لئے عبادت خانہ یعنی مسجد موزوں ہے۔ نکاح کے وقت نکاح کی جگہ دف بجانا بہتر ہے لیکن اگر نکاح مسجد میں ہو تو مسجد کے دروازے کے باہر دف بجائی جائے یا خارج مسجد میں نہ کہ داخل مسجد میں لہٰذا اس حدیث کی وجہ سے مسجدوں میں دف وغیرہ بجانے کی حلت کا قول بالکل درست نہیں (مرقات)۔ فقہا فرماتے ہیں کہ باجوں میں جھانجھ حرام بعینہ ہے کہ کسی طرح جائز نہیں اس کے سوا دوسرے باجے اگر کھیل کود کے لئے ہوں تو حرام، اگر اعلان وغیرہ صحیح مقصد کے لئے ہوں، تو حلال۔

نیز **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد سوم، صفحہ 510** پر شادی بیاہ کے موقع پر دف بجانے کے جواز کی شرائط ذکر کرتے ہوئے صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: عید کے دن اور شادیوں میں دف بجانا جائز ہے جبکہ سادے دف ہوں، اس میں جھانجھ نہ ہوں اور قواعدِ موسیقی پر نہ بجائے جائیں یعنی محض ڈھپ ڈھپ کی بے سری آواز سے نکاح کا اعلان مقصود ہو۔

3 ...سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح، ۲/۳۴۷، الحدیث: ۱۰۹۱

یہ نہ کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہو[1]۔"[2]

(2)... اچھا برتاؤ کرنا:

عورتوں کے ساتھ حسنِ اَخلاق سے پیش آئے، ان کی طرف سے اذیت پہنچنے پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے کیونکہ وہ ناقص العقل ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ (پ۴، النسآء:۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے اچھا برتاؤ کرو۔

اور عورتوں کے حق کی عظمت کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

---

1 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 31** پر حدیثِ مبارکہ کے جز "**میرے بستر پر بیٹھ گئے**" کے تحت فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) اس وقت باپردہ ہوں گی اور گھر مہمانوں سے بھرا ہوگا کیونکہ رخصت کا دن تھا اور اگر بے پردہ بیٹھی ہوں تو یا یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) کی خصوصیات سے ہے کہ عورتوں پر آپ (صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) سے پردہ نہیں۔" اور "**بچیاں دف بجانے لگیں**" کے تحت فرماتے ہیں: "یہ بچیاں نابالغہ اور غیر مراہقہ تھیں اور صرف دف بجاکر گاتی تھیں جھانج وغیرہ کوئی باجہ نہ تھا اشعار گندے نہ تھے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح یا رخصت پر ننھی بچیوں کا ایسا گانا درست ہے۔" اور "**ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں**" کے تحت فرماتے ہیں: "یہ شعر نہ تو کسی کافر کا ہے، کہ کافر کو حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) کی نعت سے کیا تعلق نہ ان بچیوں کا کہ بچیاں اشعار بنانا نہیں جانتیں یقیناً کسی صحابی کا ہے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین) حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) کے علم غیب کے مُعْتَقِد تھے، حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) کی ازواج پاک نے پوچھا تھا کہ آپ کے بعد ہم میں سب سے پہلے کون آپ کے پاس پہنچے گی، شہیدوں کی مائیں پوچھتی تھیں کہ میرا بچہ کہاں ہے، کس حال میں ہے؟ بہر حال صحابہ (کرام علیہم الرضوان) علم غیب کے مُعْتَقِد (اعتقاد رکھنے والے) تھے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس شاعر کو مشرک یا کافر نہ فرمایا نہ اس شعر کو برا کہا۔" اور "**یہ چھوڑ دو**" کے تحت فرماتے ہیں: "کیوں چھوڑ دو یا اس لئے دف اور کھیل کے دوران نعت شریف نہ چاہئے کہ اس میں نعت کی بے ادبی ہے (اشعہ) یا اس لئے کہ مرثیہ کے دوران نعت نہ پڑھو نعت و مرثیہ ملانا اچھا نہیں، یا اس لئے کہ ہمارے سامنے ہماری تعریف کیوں کرتی ہو یا علم غیب کی نسبت ہماری طرف نہ کرو اگرچہ ہم کو رب تعالیٰ نے علم غیب دیا مگر ہم کو عالمُ الغیب وغیرہ نہ کہو (از مرقات)۔"

2 ...سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح، ۲/۳۴۷، الحدیث: ۱۰۹۲

وَ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ (پ۴، النسآء:۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔

﴿اور وہ کلمۂ نکاح ہے جس سے فرج (یعنی عورت سے وطی) حلال ہوتی ہے۔﴾

وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ (پ۵، النسآء:۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور کروٹ کے ساتھی۔

منقول ہے کہ "کروٹ کے ساتھی سے مراد بیوی ہے۔

عورتوں کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو!

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آخری وصیت تین باتوں پر مشتمل تھی اور بار بار انہیں ہی دہرا رہے تھے حتی کہ زبان میں تتلاہٹ اور کلام مبارک میں آہستگی آگئی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ ارشاد فرما رہے تھے: "نماز کو لازم پکڑو! نماز کو لازم پکڑو! اور جن کے تم مالک ہو (یعنی لونڈی غلام) ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو! عورتوں کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو! عورتوں کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو کہ یہ تمہارے ہاتھوں میں قیدی ہیں، تم نے انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔"[1]

صبر اَیُّوب و آسیہ عَلَیْہِمَا السَّلَام کے اَجر کی مثل ثواب:

نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے اپنی بیوی کے برے اخلاق پر صبر کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام کے مصیبت پر صبر کرنے کی مثل اجر عطا فرمائے گا اور اگر عورت اپنے شوہر کے برے اخلاق پر صبر کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے فرعون کی بیوی آسیہ کے ثواب کی مثل اجر عطا فرمائے گا۔"[2]

---

[1] ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حق المملوک، ۴/۴۳۷، الحدیث: ۵۱۵۶

المسند للامام امام احمد بن حنبل، حدیث عم ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ، ۷/۳۷۶، الحدیث: ۲۰۷۲۰

شعب الایمان للبیہقی، باب فی الامانات، ۴/۳۲۲، الحدیث: ۵۲۶۲

[2] ...الکبائر للذہبی، الکبیرۃ السابعۃ والاربعون، ص ۲۰۶

عورتوں کے ساتھ حُسنِ اَخلاق کیا ہے؟

جاننا چاہئے کہ عورت کے ساتھ حسن اخلاق یہ نہیں کہ اس سے اذیت وتکلیف کو دُور کر دیا جائے بلکہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرتے ہوئے بیوی کی طرف سے اذیت برداشت کرنا اور اس کی حالتِ طیش وغضب میں بردباری اختیار کرنا حسن اَخلاق ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ بعض ازواج مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ گفتگو کے دوران آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جواب دے دیا کرتی تھیں، ایک زوجہ مطہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے تو ایک بار رات تک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے گفتگو نہ کی۔[1]

بیٹی کو بارگاہِ رسالت کے آداب سکھائے:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجۂ محترمہ نے ایک مرتبہ دورانِ گفتگو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جواب دیا تو آپ نے فرمایا: اے لَکِیْعَہ! تم مجھے جواب دیتی ہو۔" انہوں نے عرض کی: "رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات بھی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کبھی جواب دے دیا کرتی ہیں، حالانکہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بہتر ہیں۔" امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "حفصہ خائب و خاسر ہو اگر وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جواب دے۔ پھر آپ نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: سیِّدہ عائشہ صدیقہ طَیِّبَہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آجانا کیونکہ ان سے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم محبت فرماتے ہیں۔"[2] یوں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی بیٹی کو بارگاہِ اقدس میں جواب دینے سے خوف دلایا۔

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۴۷۹، ص۷۸۸

2 ...صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ التحریم، باب تبتغی مرضاۃ ازواجک، ۳/۳۵۹، الحدیث: ۴۹۱۳، دون "یالئیمۃ"

صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرھن، الحدیث: ۱۴۷۹، ص۷۸۶تا۷۸۸

مروی ہے کہ ایک زوجۂ مطہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سینۂ مبارکہ پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کی جانب ہٹایا تو ان کی والدہ نے انہیں جھڑکا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اسے چھوڑ دو کہ بیویاں تو اس سے بھی زیادہ (برابرتاؤ) کرتی ہیں۔“[1]

عاشقِ اکبر کا عشقِ رسول:

ایک مرتبہ حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ طَیِّبَہ طاہِرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے درمیان کسی بات پر بحث ہوگئی تو انہوں نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اپنے درمیان حَکَم (یعنی جج) بناکر فیصلہ کرنے کو کہا، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے عائشہ! تم گفتگو کروگی یا میں کروں؟“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ”آپ ہی کیجئے! مگر سچ کہیے گا۔“ تو حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کے منہ پر اس زور کا طمانچہ مارا کہ آپ کا چہرہ خون آلود ہوگیا اور فرمایا: ”اے اپنی جان کی دشمن! کیا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خلافِ واقع بات کرتے ہیں؟“ ام المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے خَلق کے حاجت روا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پناہ لی اور پیٹھ کے پیچھے جاکر بیٹھ گئیں، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ”ہم نے تمہیں اس لئے نہیں بلایا اور نہ ہی ہم تم سے یہ چاہتے تھے۔“[2]

مروی ہے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے غصہ کی حالت میں کہا: ”آپ ہی ہیں کہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہایت بردباری و شفقت سے اسے برداشت کیا اور مسکرا دیئے۔[3]

---

1 ...التاریخ الکبیر للبخاری، باب الیاء، ۸، ۱۲۳۵۸/ ۳۰۲۰: یحیی بن عبد اللہ بن ابی قتادۃ السلمی الانصاری، ۸/ ۱۶۶
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۴۱۷

2 ...تاریخ بغداد، الرقم: ۵۹۸۵: عمر بن عبد العزیز بن محمد بن دینار، ۱۱/ ۲۳۹
موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب ملاعبۃ الرجل اھلہ، الجزء الثانی، ۸/ ۱۲۶، الحدیث: ۵۶۲

3 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عائشۃ، ۴/ ۱۸۱، الحدیث: ۴۶۵۱، دون ”حلمًا وکرمًا“

سیِّدہ عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی رضامندی وناراضی کی علامت:

حضورانور، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: میں تمہاری غصہ اور رضامندی کی حالت کو جان لیتا ہوں۔" عرض کی: "کیسے جان لیتے ہیں؟" ارشاد فرمایا: "جب تم راضی ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو: محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے رب کی قسم! نہیں۔ جب ناخوش ہوتی ہو[1] تو یوں کہتی ہو: ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَام) کے رب کی قسم! نہیں۔" عرض کی: "آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سچ فرمایا، میں صرف آپ کا نام مبارک ہی ترک کرتی ہوں۔"[2]

محبوبۂ محبوبِ خدا:

منقول ہے کہ اسلام میں (ہجرت کے بعد) حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سب سے پہلی محبت ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کی۔[3] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سے فرمایا کرتے تھے: "اے عائشہ! میں تمہارے ساتھ ایسے ہوں جیسے ابوزَرْع، اُمِّ زَرْع کے لئے تھا لیکن میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا۔"[4]

ایک روایت میں ہے کہ شبِ اسرا کے دولہا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے فرمایا کرتے تھے: تم عائشہ کے معاملے میں مجھے تکلیف نہ دو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! عائشہ کے سوا تم میں سے کسی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔"[5]

---

[1] ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ90 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یہ ناراضی ناز کی ہے نہ کہ نفرت کی ورنہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ناراض ہونا تو کفر ہے، محبوبوں کی یہ ناراضی بھی پیاری ہوتی ہے:

نازنینِ حق نبی ہیں تم نبی کی نازنین　　　نازبرداری تمہاری کیوں نہ فرمائے خدا

[2] ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب غیرۃ النساء ووجدھن، ۳/۴۷۱، الحدیث: ۵۲۲۸

[3] ...تاریخ بغداد، الرقم: ۱۹۵۲ احمد بن اسحاق بن ابراھیم، ۴/۲۵۴

[4] ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب حسن المعاشرۃ مع الاھل، ۳/۴۵۹، الحدیث: ۵۱۸۹
المعجم الکبیر، ۲۳/۱۷۳، الحدیث: ۲۷۰

[5] ...صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضل عائشۃ، ۲/۵۵۲، الحدیث: ۳۷۷۵

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عورتوں اور بچوں پر سب سے زیادہ رحم فرمانے والے تھے۔“[1]

(3)... خوش طبعی کرنا:

(شوہر) عورتوں کی طرف سے اذیت برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ کھیل کود اور خوش طبعی بھی کرے کہ اس سے عورتوں کے دل خوش ہوتے ہیں کہ سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے اور اعمال و اخلاق میں کبھی کبھار ان کی عقلوں کے مرتبہ میں اتر آتے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو ایک دن وہ سبقت لے گئیں اور ایک دن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سبقت لے گئے اور فرمایا: ”یہ اس کا بدلہ ہو گیا۔“[2] مروی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی ازواج کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ خوش طبعی فرمانے والے تھے۔[3]

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طَیِّبَہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: میں نے عاشورا کے روز حبشہ کے کچھ لوگوں کی آوازیں سنیں جو کھیل رہے تھے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”کیا تم ان کا کھیل دیکھنا پسند کرو گی؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں!“ چنانچہ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بلوا لیا، وہ حاضر ہو گئے، آپ دونوں دروازوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور اپنی ہتھیلی مبارک دروازے پر رکھ کر ہاتھ پھیلا دیا، میں اپنی ٹھوڑی ہاتھ مبارک پر رکھ کر ان کا کھیل دیکھنے لگی، (کچھ دیر

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمتہ الصبیان والعیال... الخ، الحدیث: ۲۳۱۶، ص۱۲۶۷
تاریخ دمشق لابن عساکر، باب ذکر تواضعہ لربہ ورحمتہ لأمتہ ورأفتہ بصحبہ، ۴/۸۸

2 ...سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی السبق علی الرجل، ۳/۴۲، الحدیث: ۲۵۷۸

3 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۸

بعد) مجھ سے فرمانے لگے: ”کافی ہے۔“ تو میں نے دو یا تین مرتبہ عرض کی: ”آپ خاموش رہئے۔“ (کچھ دیر بعد) پھر ارشاد فرمایا: ”اے عائشہ! کافی ہے؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں!“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُنہیں اشارہ کیا تو وہ واپس چلے گئے۔[1]

کامل مومن کون؟

حسن اخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَّاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ یعنی مؤمنین میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں اور وہ اپنے گھر والوں پر زیادہ مہربان ہو۔“[2]

ایک روایت میں ہے: ”خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِنِسَآئِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِنِسَآئِیْ یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والا ہے اور اپنی ازواج کے ساتھ میں تم سب سے زیادہ بھلائی کرنے والا ہوں۔“[3]

گھر میں بچے اور قوم میں مرد بن کر رہو!

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سخت مزاج ہونے کے باوجود فرمایا: ”آدمی کو اپنے گھر میں بچے کی طرح رہنا چاہئے اور جب اس سے دینی امور میں سے کوئی چیز طلب کی جائے جو اس کے پاس ہو تو اسے مرد پایا جائے۔“

حضرت سیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”عقل مند کو چاہئے کہ گھر میں بچے کی طرح اور لوگوں میں مردوں کی طرح رہے۔“

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، ١/٣٢٧، الحدیث: ٩٥٠، دون ”ذکر یوم العاشورۃ“ بتغیر قلیل

2 ...سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب استکمال الایمان وزیادتہ ونقصانہ، ٤/٢٧٨، الحدیث: ٢٦٢١
السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب لطف الرجل اھلہ، ٥/٣٦٤، الحدیث: ٩١٥٤

3 ...سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی، ٥/٤٧٥، الحدیث: ٣٩٢١
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ٥/١٠٥، الرقم: ٩١٨: صالح بن موسی الطلحی

مروی ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْجَعْظَرِیَّ الْجَوَّاظَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سخت مزاج متکبر کو ناپسند فرماتا ہے۔[1]

اس کی شرح میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو متکبر اور اہل و عیال پر سختی کرنے والا ہو۔ نیز فرمانِ باری تعالیٰ: عُتُلٍّ (پ۲۹، القلم: ۱۳) کا ایک معنی یہی کہ عُتُلٍّ وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے لئے سخت زبان اور سخت دل ہو۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ یعنی تم نے کسی باکرہ سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔''[2]

ایک اَعرابیہ (دیہات کی رہنے والی) کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس نے اپنے شوہر کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ ایسا شخص تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتا تو اہل و عیال کے ساتھ ہنستا مسکراتا رہتا، جب گھر سے نکلتا تو خاموش رہتا، جو کچھ موجود ہوتا کھا لیتا اور جو نہ ہوتا اس کے بارے میں سوال نہ کرتا۔''

﴿4﴾... سیاست (مُعامَلات و امور کا انتظام):

(مرد) خوش طبعی، حسنِ اَخلاق اور عورت کی خواہشات کی پیروی میں اس حد تک بھی بے تکلّف نہ ہو جائے کہ عورت کے اَخلاق خراب ہو جائیں اور اس کے نزدیک شوہر کی ہیبت بالکل ہی ختم ہو جائے بلکہ اس سلسلے میں میانہ روی کی رعایت رکھے کہ جب کسی برائی کو دیکھے تو ہیبت اور اظہارِ ناراضی کو بالکل ہی ترک نہ کر دے اور نہ ہی برائیوں پر تعاوُن کرنے کا دروازہ کھولے بلکہ جب کوئی خلافِ شرع اور خلافِ مروت کام دیکھے تو غضب ناک ہو جائے۔

اوندھے منہ جہنم میں:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جو شخص بھی اس حال میں صبح

---

1 ...صحیح ابن حبان، کتاب العلم، باب الزجر عن العلم بامر الدنیا... الخ، ۱/۱۴۵، الحدیث: ۷۲

2 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تستحد المغیبۃ وتمتشط، ۳/۴۷۶، الحدیث: ۵۲۴۷

کرے کہ عورت کی خواہشات میں اس کا فرمانبردار ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔"

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "عورتوں کی مخالفت کرو کیونکہ ان کے خلاف میں برکت ہے۔"

کہا گیا ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو، پھر ان کی مخالفت کرو۔

بیوی کا غلام ہلاک ہوا:

سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تَعِسَ عَبْدُ الزَّوْجَۃِ یعنی بیوی کا غلام ہلاک ہوا۔"[1]

شرحِ حدیث:

یہ بات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس لئے ارشاد فرمائی کہ جب بندے نے بیوی کی خواہشات میں اس کی اطاعت کی تو وہ اس کا غلام بن گیا اور ہلاک ہو گیا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تو اسے عورت کا مالک بنایا لیکن اس نے عورت کو اپنا مالک بنالیا تو اس نے معاملے کو الٹ دیا اور قضیے کو پلٹ دیا اور شیطان کی پیروی کی کہ اس نے کہا تھا (جسے قرآن مجید میں بیان کیا گیا):

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے۔

گھر کا افسر:

مرد کا حق تو یہ ہے کہ عورت اس کی پیروی کرے نہ کہ یہ عورت کی پیروی کرنے لگے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مردوں کو عورتوں کا افسر و حاکم قرار دیا اور شوہر کو سیِّد "(یعنی سردار) کا نام دیا ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے: وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ[2] تو جب مالک مملوک (یعنی غلام) بن جائے تو اس نے نعمت الٰہی کی ناشکری کی۔ عورت کا

---

[1] ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۲۰

[2] ...ترجمۂ کنز الایمان: اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا۔ (پ۱۲، یوسف: ۲۵)

نفس تمہارے نفس کی مثل ہے کہ اگر تم اس کی لگام کو تھوڑی دیر کے لئے ڈھیلا چھوڑو گے تو وہ لمبے عرصے تک تم سے سرکشی کرے گی، اگر تم اس کی لگام کو ایک بالشت ڈھیلا کرو گے تو وہ تمہیں ایک ہاتھ کھینچ لے گی لیکن اگر تم نے اس کی لگام کھینچ کر رکھی اور سختی کے مقام میں اس پر اپنی گرفت مضبوط رکھی تو تم اس کے مالک بن جاؤ گے۔

سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا فرمان:

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: "تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ اگر تم ان کی عزت کرو گے تو وہ تمہاری اہانت کریں گے اور اگر تم ان کی اہانت کرو گے تو وہ تمہاری عزت کریں گے: (۱)... عورت (۲)... خادم اور (۳)... نَبَطِی (کھیتی باڑی کرنے والا دیہاتی)۔" یعنی اگر تم صرف اور صرف ان کی عزت کرو گے اور نرمی کے ساتھ سختی اور ڈھیل کے ساتھ غصہ نہیں ملاؤ گے تو وہ تمہاری اہانت کریں گے۔

عورت کا گدھا:

عرب کی عورتیں اپنی بیٹیوں کو شوہروں کو آزمانے کے طریقے سکھایا کرتی تھیں۔ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہا کرتی تھی: شوہر پر پیش قدمی اور جرأت کرنے سے پہلے اسے اس طرح آزمالو کہ اس کے نیزے کا پھل اتار دو اگر وہ خاموش رہے تو اس کی ڈھال پر گوشت کاٹو اگر پھر بھی چپ رہے تو اس کی تلوار کے ساتھ ہڈیاں توڑو اگر پھر بھی نہ بولے تو اس کی پیٹھ پر پالان رکھ کر اس پر سوار ہو جاؤ کہ وہ تمہارا گدھا ہے۔

بہرحال عدل کے ساتھ آسمان وزمین قائم ہیں تو جو کوئی اپنی حدود سے تجاوز کرے گا اس کا مُعاملہ الٹ جائے گا، لہٰذا مخالفت اور موافقت میں تمہیں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہئے اور تمام معاملات میں حق کی پیروی کرنی چاہئے تاکہ عورتوں کے شر سے سلامت رہو کیونکہ ان کا مکر وفریب بہت بڑا اور ان کا شر ظاہر ہے اور بداخلاقی وکمزوریٔ عقل ان پر غالب ہے۔ ان سے میانہ روی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ان کے ساتھ ایسی نرمی کی جائے جو سیاست وتدبیر سے مخلوط ہو۔

عورتوں میں نیک عورت کی مثال:

حضور نبیِّ اکرم، رسولِ محتشم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَثَلُ الْمَرْأَۃِ الصَّالِحَۃِ فِی النِّسَآءِ کَمَثَلِ الْغُرَابِ الْاَعْصَمِ بَیْنَ مِائَۃِ غُرَابٍ یعنی عورتوں میں نیک عورت کی مثال ایسے ہے جیسے 100 کوّوں میں سفید پیٹ والا ایک کوّا۔"(1)

بد اخلاق عورت بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہے:

حضرت سیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ "اے بیٹے! بد اخلاق عورت سے بچنا کیونکہ وہ تمہیں بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے گی اور شریر (فسق وفجور میں مبتلا اور شوہروں کے آگے زبان درازی کرنے والی) عورتوں سے بھی بچنا کہ وہ بھلائی کی طرف نہیں بلاتیں اور نیک عورتوں سے بھی خوف زدہ رہنا۔"

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ریڑھ کی ہڈی توڑ دینے والی تین مصیبتوں سے پناہ طلب کرو۔(2) ان میں سے ایک بد اخلاق عورت ہے کہ یہ بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہے۔(3)

ایک روایت میں ہے کہ "اگر تم ان کے پاس جاؤ تو وہ تمہیں اذیت پہنچائیں اور اگر ان کے پاس سے چلے جاؤ تو تمہارے معاملے میں خیانت کریں۔"(4)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی بہترین ازواج سے ارشاد فرمایا کہ "تم حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہو۔"(5) یعنی تمہارا ابو بکر صدیق کو امامت کے مصلّٰی پر کھڑا کرنے کے لئے کہنے سے منع کرنا تمہارا حق سے خواہش کی طرف میلان ہے۔

---

1 ...المعجم الکبیر، ۸/۲۰۱، الحدیث: ۷۸۱۷ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۹۷

2 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی اکرام الجار، ۷/۸۲، الحدیث: ۹۵۵۴

التاریخ الکبیر للبخاری، باب العین، باب عمارۃ، ۶/۲۷۸، الرقم: ۳۰۹۶/۹۱۶۷: عمارۃ بن قیس مولی ابن الزبیر

3 ...المعجم الاوسط، ۴/۳۴۱، الحدیث: ۶۱۸۰، فیہ ذکر دعاء داؤد علیہ السلام

4 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی اکرام الجار، ۷/۸۲، الحدیث: ۹۵۵۴

التاریخ الکبیر للبخاری، باب العین، باب عمارۃ، ۶/۲۶۷، الرقم: ۳۰۹۶/۹۱۶۷: عمارۃ بن قیس مولی ابن الزبیر

5 ...صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الرجل یاتم بالامام... الخ، ۱/۲۵۵، الحدیث: ۷۱۳

ازواج مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ نے جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے راز کو ظاہر کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ (پ۲۸، التحریم: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

یعنی حق سے خواہش کی طرف مائل ہو گئے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بہترین ازواج (حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ اور حضرت سیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا) کے بارے میں ارشاد فرمایا۔[1]

ناکام و نامراد قوم:

خیر خواہِ امت، محبوبِ ربُّ العزت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَا يُفْلِحُ الْقَوْمُ تَمْلِكُهُمْ اِمْرَأَةٌ یعنی وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہو گی جن کی حکمران عورت ہو۔“[2] [3]

---

❶...صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء... الخ، الحدیث: ۱۴۷۹، ص۷۸۸

❷...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسری وقیصر، ۳/۱۵۱، الحدیث: ۴۴۲۵

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث بن کلدۃ، ۷/۳۱۹، الحدیث: ۲۰۴۶۰

❸... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 355** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: جس قوم کی سلطان یا حاکم عورت ہو وہ قوم ناکام نامراد رہے گی، یہاں (صاحب) اشعہ نے فرمایا کہ عورت ولایت اور اَمارت کے لائق نہیں، (صاحب) مرقات نے فرمایا کہ عورت امام یا قاضی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ عہدے کامل عقل اور آزادی چاہتے ہیں عورت ناقص العقل بھی ہے اور گھر میں مقید بھی، خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جن چیزوں میں عورت کی گواہی درست ہے ان میں عورت کی قضا بھی درست ہے، قضا سے مراد پنچ ہے نہ کہ جج یعنی عورت خاص شخصوں کی پنچ بن سکتی ہے وہ ناقص کہ جہاں اس کی گواہی درست نہیں وہاں وہ پنچ نہیں بن سکتی لہٰذا احناف کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں، ۱۳۸۴ھ ۱۹۶۵ء کے جنوری کے پاکستانی صدر کے انتخاب میں اس حدیث کا معجزہ دیکھا گیا کہ یہاں تمام وہابی روافض وغیرہ بدمذہبوں نے ایک عورت کو صدارتِ پاکستان کے لئے کھڑا کیا اور ان تمام جماعتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا صرف اہل سنت اس کے خلاف رہے، اہل سنت کی دلیل یہی حدیث تھی اللہ تعالٰی نے صرف اس حدیثِ پاک کی برکت سے اہل سنت کو فتح مبین عطا فرمائی کہ ملک عورت کی صدارت اور مخالفین ملک کی شرارت سے محفوظ رہا اور عورت کامیاب نہ ہو سکی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ صَاحِبِ اللِّوَاءِ الْمَعْقُوْدِ وَصَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّم بہر حال اسلام میں سلطان اور حاکم کے لئے مرد ہونا شرط ہے چنانچہ شرح عقائد نسفی ص ۲۲۴ میں فرماتے ہیں کہ... بقیہ اگلے صفحہ پر...

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجہ نے آپ کو جواب دیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: ''تم گھر کے کونے میں پڑے ہوئے کھلونے کے سوا کچھ نہیں، اگر ہمیں تم سے کوئی حاجت ہوئی تو ٹھیک ورنہ جیسی ہو ویسے ہی بیٹھی رہو۔''

ماہر طبیب کی نشانی:

پس جب عورتوں میں شر اور کمزوری دونوں چیزیں ہیں تو شر کا علاج تدبیر و حکمت عملی اور سختی جبکہ کمزوری کا علاج خوش طبعی اور شفقت ہے۔ ماہر طبیب وہ ہوتا ہے جو بیماری کے مطابق علاج تجویز کرتا ہے، لہٰذا آدمی کو چاہئے کہ پہلے تجربہ کے ذریعہ عورت کے اخلاق کو جانچے پھر اس کی حالت جس کا تقاضا کرتی ہے اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرے۔

(5)... غیرت میں اعتدال:

اس سے مراد یہ ہے کہ ان ابتدائی اُمور میں غفلت نہ برتے جن کے باعث عورت کے فساد کا اندیشہ ہو۔ نیز بدگمانی، عیبوں کی تلاش اور باطنی حالات کے تجسس میں پڑنے میں مبالغہ نہ کرے کہ نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہ میں پڑنے سے منع فرمایا۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کے عیوب تلاش کرنے سے منع فرمایا۔

...حاکم مسلمان آزاد عاقل بالغ اور مرد چاہئے عورتیں ناقص العقل بھی ہیں اور ناقص دین بھی، تفسیرات احمدیہ میں مولانا احمد جیون فرماتے ہیں کہ نبوت، خلافت، اذان، خطبہ مردوں کے لئے خاص ہے، بلقیس کا زمانۂ سلیمان میں بادشاہ ہونا ایسا ہی تھا جیسے عیسائیوں میں ملکہ وکٹوریہ یا ملکہ الزبتھ بادشاہ ہوئیں، اسلام کے یہ خلاف ہے، سرکار کے لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ فرمانے میں دو عجیب اشارے ہیں ایک یہ کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں ہوگی مگر عورت کو حاکم بنانے کی سزا دنیا میں بھی ملے گی آخرت میں بھی، دوسرے یہ کہ دوسرے گناہوں کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہوتا ہے کہ احکامِ اسلامی ان پر ہی جاری ہوتے ہیں مگر عورت کو سرداری دینے کی شامت ایسی ہے کہ کفار بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں غرض کہ یہ جرم بہت سخت ہے۔

1...المعجم الاوسط، ۱/۴۹۶، الحدیث: ۱۸۳۳، بتغیر قلیل

صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الطروق... الخ، الحدیث: ۱۸۴۔(۷۱۵)، ص ۱۰۶۵، بتغیر

مروی ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مدینہ مُنَوَّرہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا میں داخل ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا: ”(سفر سے واپسی پر) عورتوں کے پاس رات کے وقت مت جاؤ۔“[1] دو افراد نے اس فرمان عالی کی مخالفت کی اور پہلے ہی چلے گئے تو دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے گھر میں ناپسندیدہ بات دیکھی۔

عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہے:

مشہور حدیث میں ہے: اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ قَوَّمْتَهُ كَسَرْتَهُ فَدَعْهُ تَسْتَمْتِعْ بِهٖ عَلٰى عِوَجٍ یعنی عورت پسلی کی طرح (ٹیڑھی) ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے، لہٰذا اسے چھوڑ دو اور ٹیڑھے پن کی حالت میں ہی اس سے فائدہ اٹھاؤ۔“[2] اس میں عورت کے اخلاق کو سنوارنا بھی ہے۔

ناپسندیدہ غیرت:

حضور نبیِّ اکرم، رسول محتشم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک غیرت ایسی ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ ناپسند فرماتا ہے اور وہ مرد کا اپنی بیوی پر بغیر کسی شک وشبہ کے غیرت کھانا ہے۔“[3]

کیونکہ یہ غیرت بدگمانی کے تحت داخل ہے اور بدگمانی سے منع کیا گیا ہے کہ ”بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔“

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ”اپنی زوجہ پر اتنی زیادہ غیرت بھی نہ کھاؤ کہ تمہاری وجہ سے اسے برائی کی تہمت لگائی جائے۔“

بہر حال جو غیرت اپنے محل میں ہو وہ ضروری اور قابل تعریف ہے۔

---

1 ...سنن الدارمی، المقدمة، باب تعجیل عقوبة من بلغه عن النبی، ۱/۱۲۹، الحدیث: ۴۴۵، دون ذکر: غزوة تبوك
کتاب المغازی للواقدی، ذکر عائشة واصحاب الافک، ۲/۴۴۰، دون ذکر: غزوة تبوك

2 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المداراة مع النساء، ۳/۴۵۷، الحدیث: ۵۱۸۴

3 ...سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی الخیلاء فی الحرب، ۳/۶۹، الحدیث: ۲۶۵۹

اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے زیادہ غیور ہے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَغَارُ وَ الْمُؤْمِنُ یَغَارُ وَغَیْرَۃُ اللہِ اَنْ یَّاْتِیَ الرَّجُلُ مَاحُرِّمَ عَلَیْہِ یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ غیرت فرماتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی غیرت یہ ہے کہ بندہ وہ کام کرے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس پر حرام کئے ہیں [1]۔“[2]

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں سعد سے بڑھ کر غیرت مند ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے، غیرت ہی کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظاہر و باطن فحش چیزیں حرام فرمادیں [3] اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کسی کو معذرت پسند نہیں اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ڈرانے والے اور بشارت دینے والے بھیجے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ تعریف بھی کسی کو پسند نہیں اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنّت کا وعدہ فرمایا۔“[4]

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا جنّتی محل:

شبِ اسریٰ کے دولہا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میں نے جنت میں ایک محل دیکھا، اس کے صحن میں ایک عورت تھی، میں نے پوچھا: ”یہ محل کس کے لئے ہے؟“ بتایا گیا: ”عمر کے لئے۔“ چنانچہ، میں نے صحن میں موجود عورت کی طرف

---

1 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 135** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: بندہ گناہ کرتا ہے رب (عَزَّوَجَلَّ) کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولیٰ کو غیرت آتی ہے لہٰذا بندہ ہرگز گناہ پر دلیری نہ کرے۔

2 ...صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ وتحریم الفواحش، الحدیث: ۲۷۶۱، ص ۱۴۷۶

3 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 134** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: ربّ تعالیٰ کی غیرت کے یہ ہی معنی ہیں (یعنی ظاہر و باطن فحش چیزوں کو حرام فرمانا) ورنہ اللہ تعالیٰ شرم غیرت کے ظاہری معنی سے پاک ہے ایسے الفاظ میں ربّ تعالیٰ کے لئے ان کے نتائج مراد ہوتے ہیں۔

4 ...صحیح مسلم، کتاب اللعان، الحدیث: ۱۴۹۹، ص ۸۰۵

دیکھنے کا ارادہ کیا تو اے عمر! مجھے تمہاری غیرت یاد آگئی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے روتے ہوئے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میں آپ پر بھی غیرت کروں گا؟“[1]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کیا تم اپنی عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دو گے کہ وہ بازاروں میں کافروں کے ساتھ تنگ ہو کر گزریں، (اس معاملے میں) غیرت نہ کرنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ ناپسند فرماتا ہے۔“

پسندیدہ وناپسندیدہ غیرت وناز:

تاجدارِ انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بعض شرم وہ ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے اور بعض وہ ہیں جنہیں ناپسند فرماتا ہے۔ بعض ناز (تکبر) وہ ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے اور بعض وہ ہیں جنہیں ناپسند فرماتا ہے۔ وہ شرم جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے وہ مشکوک چیزوں میں شرم ہے اور جسے ناپسند فرماتا ہے وہ غیر مشکوک چیز میں شرم ہے۔ وہ ناز (تکبر) جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے وہ بندے کا جہاد اور پہلے صدمہ (وصدقہ) کے وقت ناز کرنا (اترانا) ہے اور وہ ناز جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ ناپسند فرماتا ہے وہ بندے کا باطل پر اترانا ہے۔“[2] [3]

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمر بن الخطاب، ۲/ ۵۲۵، الحدیث: ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، بتغیر قلیل

2 ...سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب الاختیال فی الصدقۃ، الحدیث: ۲۵۵۵، ص ۴۲۰

3 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 142، 143** پر حدیثِ مبارکہ کے جز ”**بعض شرم وہ ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ناپسند فرماتا ہے**“ کے تحت فرماتے ہیں: یعنی مومن کی بعض شرم وحیا رب (عَزَّوَجَلَّ) کو پیاری ہیں اس پر اسے ثواب ملے گا اور بعض غیرتیں رب تعالٰی کو ناپسند ہیں جن سے بندہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ حیاء ایمان کا رکن ہے یعنی رب تعالٰی کو پیاری حیاء رکنِ ایمانی ہے۔“ اور ”**پسندیدہ شرم مشکوک چیزوں میں شرم ہے**“ کے تحت فرماتے ہیں: ”تہمت وشک کی جگہ جانے سے غیرت کرنا اس کا انجام اعلٰی درجہ کا تقوٰی ہے مثلاً غیر مرد کا گھر میں آنا اپنی بیوی کو اس سے کلام کرتے دیکھنا اس پر غیرت کھا جانا قوت ایمانی کی دلیل ہے اسی طرح خود اجنبی عورت سے خلوت کرنے پر غیرت کرنا کہ اس سے دوسروں کو ہم پر شبہ ہو سکتا ہے یہ غیرت خدا کی پیاری ہے۔“ ...بقیہ اگلے صفحہ پر...

مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِنِّیْ لَغَیُوْرٌ وَّمَا مِنْ اِمْرِئٍ لَّا یُغَارُ اِلَّا مَنْکُوْسُ الْقَلْبِ یعنی بے شک میں غیور ہوں اور جو شخص غیرت مند نہیں اس کا دل اُلٹا ہوا ہے۔“[1]

عورتوں کی بہتری کس میں ہے؟

غیرت سے بے پروا کر دینے والا طریقہ یہ ہے کہ نہ تو مرد عورت کے پاس آئیں اور نہ ہی عورت بازار جائے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شہزادیٔ کونین حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے استفسار فرمایا: ”عورت کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟“ عرض کی: ”نہ تو عورت غیر مردوں کو دیکھے اور نہ ہی غیر مرد اسے دیکھیں۔“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے جواب کو پسند فرماتے ہوئے انہیں سینے سے لگالیا اور یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

...اور ”ناپسندیدہ شرم غیر مشکوک چیزوں میں شرم ہے“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی بلاوجہ کسی پر بدگمانی کرنا غیرت نہیں بلکہ فتنہ وفساد کی جڑ ہے بعض خاوندوں کو اپنی بیویوں پر بلاوجہ بدگمانی رہتی ہے جس سے ان کے گھروں میں دن رات جھگڑے رہتے ہیں یہ غیرت رب تعالٰی کو ناپسند ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (پ۲۶، الحجرات: ۱۲، ترجمۂ کنزالایمان: بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے)۔“ اور ”وہ کسی کا ناز کرنا ہے جہاد کے وقت“ کے تحت فرماتے ہیں: اس طرح کے کفار کے مقابل جہاد میں اپنے کو بہت بہادر سمجھے اور اپنے مقابل کافر کو حقیر و ذلیل و کمزور جانے اور اس کے سامنے اپنی بہادری قول و عمل سے ظاہر کرے (امیر المؤمنین) حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہ جہاد میں کفار سے فرماتے تھے: اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرًا میں وہ جس کا نام اس کی ماں نے حیدرِ کرار رکھا ہے حیدر معنی شیر کرّار معنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوہ حنین میں کفار کو للکار کر فرمایا: اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب میں جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبد المطلب کا پوتا ہوں یہ ناز و فخر رب تعالٰی کو پیارا ہے۔ خیرات خصوصاً چندہ دیتے وقت اپنے کو بہت امیر سمجھنا اور جو کچھ دے رہا ہے اسے کم سمجھنا اور خوش ہو کر شکر کرتے ہوئے دینا یہ صدقہ کے وقت کا فخر ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (پ۱۱، یونس: ۵۸، ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں)۔ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ گھمنڈ کی، گھمنڈ کے لئے فرماتا ہے: لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (پ۲۰، القصص: ۷۶) شیخی نہ مارو اللہ تعالٰی شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔“

[1] ...مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب النکاح، باب فی غیرۃ وماذکر فیھا، ۳/۴۶۷، الحدیث: ۷

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ (پ۳، اٰل عمران: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔[1]

مروی ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن دیواروں میں سوراخ اور روشن دان بنانے سے منع فرماتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کی طرف نہ جھانکیں۔

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی زوجہ کو روشن دان سے جھانکتے دیکھا تو انہیں سزا دی۔ ایک بار دیکھا کہ زوجہ نے تھوڑا سا سیب کھانے کے بعد بقیہ غلام کو دے دیا تو اس پر بھی انہیں سزا دی۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: عورتوں کو (لباس زینت وفخر) سے خالی رکھو تو وہ گھروں کو لازم پکڑ لیں گی۔" آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بات اس لئے فرمائی کیونکہ عورتیں پرانے کپڑوں میں گھر سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتیں (لہٰذا گھر میں ہی بیٹھی رہیں گی)۔

نیز آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اپنی عورتوں کو "نہ" کہنے کی عادت بناؤ۔"

عورتوں کی مسجد میں حاضری:

مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کو مسجد میں حاضری کی اجازت عطا فرمائی تھی[2]۔ حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: اب (یعنی میرے زمانہ میں) درست یہی ہے کہ بوڑھی عورتوں کے سوا بقیہ تمام کو مسجد کی حاضری سے منع کیا جائے بلکہ زمانۂ صحابہ میں ہی اسے درست سمجھا جانے لگا تھا، حتی کہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: "جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں اگر رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان باتوں کو ملاحظہ فرماتے تو مسجد میں آنے سے انہیں ضرور منع فرما دیتے۔"[3] [4]

---

1 ...مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ۲/۱۵۹، الحدیث: ۵۲۶ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۸

2 ...صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب استئذان المراۃ زوجھا بالخروج الی المسجد، ۱/۳۰۱، الحدیث: ۸۷۵

3 ...صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، ۱/۳۰۰، الحدیث: ۸۶۹

4 ...اب تو عورتوں کی عریانیت اور ان کی آزادی بہت بڑھ چکی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ ...بقیہ اگلے صفحہ پر...

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے جب یہ حدیثِ پاک بیان فرمائی کہ ''لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللہِ مَسَاجِدَ اللہِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی باندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو۔''(1) تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بیٹے (حضرت سیِّدُنا بلال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے عرض کی: ''کیوں نہیں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم ضرور روکیں گے۔'' تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے انہیں سزا دی اور غضبناک ہو کر فرمایا: ''میں حدیث بیان کر رہا ہوں کہ نہ روکو اور تم کہتے ہو کہ روکیں گے۔'' بیٹے نے مخالفت کی جرأت تغیرِ زمانہ کی وجہ سے کی تھی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ناراضی کا اظہار اس وجہ سے فرمایا کہ انہوں نے ظاہری طور پر کسی عذر کا اظہار کئے بغیر مطلقاً مخالفت کی تھی۔

اسی طرح سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کو خاص عید کے موقع پر عید گاہ کی طرف نکلنے

...اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عورتوں کا حال دیکھ کر انہیں مسجد میں آنے سے منع فرما دیا حالانکہ اِس زمانہ میں اگر ایک عورت نیک ہے تو اُن کے زمانۂ مبارکہ میں ہزاروں عورتیں نیک تھیں اور اُن کے زمانہ میں اگر ایک عورت فاسقہ تھی تو اب ہزاروں عورتیں فاسقہ ہیں اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے تھے کہ عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ کے قریب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجد سے باہر نکالتے اور حضرت سیِّدُنا امام ابراہیم نَخَعِی تابعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اپنی مستورات کو جمعہ اور جماعت میں نہیں جانے دیتے تھے اور حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور دیگر متقدمین نے اگرچہ بوڑھی عورتوں کو فجر، مغرب اور عشاء کی جماعتوں میں شرکت کو جائز ٹھہرایا تھا لیکن متاخرین نے بوڑھی ہو یا جوان ہر عمر کی عورتوں کو سب نمازوں کی جماعت میں دن کی ہو یا رات کی شرکت سے منع فرما دیا اور ممانعت کی وجہ فتنہ کا خوف ہے جو حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہوتی ہے وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب فسادِ زمانہ کے سبب اب سے سیکڑوں برس پہلے مسجدوں میں حاضر ہونے اور جماعتوں میں شرکت کرنے سے عورتیں روک دی گئیں حالانکہ ان دونوں باتوں کی شریعت میں بہت سخت تاکید ہے تو اس زمانہ میں جب کہ فتنہ و فساد بہت بڑھ چکا ہے بھلا عورتوں کا بے پردگی کے ساتھ سڑکوں، پارکوں اور بازاروں میں گھومنا پھرنا اور نامحرموں کو اپنا بناؤ سنگار دکھانا کیونکر جائز و درست ہو سکتا ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ فیض الرسول، ۲/ ۶۳۵ تا ۶۳۶)

1 ...صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب رقم: ۱۳، ۱/ ۳۱۰، الحدیث: ۹۰۰

کی بھی اجازت عطا فرمائی تھی۔[1] اس کے باوجود وہ شوہروں کی اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلا کرتی تھیں۔ اب بھی پاکدامن عورت کو شوہر کی اجازت سے نکلنا جائز ہے لیکن گھر بیٹھے رہنے میں ہی زیادہ سلامتی ہے اور چاہئے کہ کسی اہم کام کے علاوہ باہر نہ نکلے کیونکہ نظارے (سیر و تفریح) اور غیر اہم کاموں کے لئے باہر نکلنا مقام و مرتبہ کو گرادیتا ہے اور بعض اوقات فساد کی طرف بھی لے جاتا ہے۔

عورت کا غیر مرد کو دیکھنا:

عورت گھر سے باہر نکلے تو اسے چاہئے کہ اپنی نظروں کو جھکائے رکھے، ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق میں عورت (یعنی چھپانے کی چیز) ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے حق میں عورت ہے بلکہ مرد کا چہرہ عورت کے حق میں ایسے ہے جیسے امرد (یعنی قابل شہوت لڑکے) کا چہرہ مرد کے حق میں کہ اسے دیکھنا صرف اس وقت حرام ہے جب فتنہ کا اندیشہ ہو، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو حرام نہیں (یوں ہی عورت کا مرد کی طرف دیکھنا اس وقت حرام ہے جب فتنہ کا اندیشہ ہو ورنہ نہیں)[2]۔ کیونکہ مردوں کے چہرے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں جبکہ عورتیں چہروں پر ہمیشہ نقاب رکھتی ہیں اور اگر مردوں کا چہرہ بھی عورتوں کے حق میں عورت (چھپانے کی چیز) ہوتا تو ان کو بھی نقاب کا حکم دیا جاتا یا عورتوں کی طرح انہیں بھی بغیر ضرورت گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا جاتا۔

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب ذکر اباحۃ خروج النساء... الخ، الحدیث: ۸۹۰، ص ۴۴۰

2 ...**دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **397 صفحات** پر مشتمل کتاب **پردے کے بارے میں سوال جواب** صفحہ **24 تا 25** پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری** رضوی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں: **سوال:** عورت غیر مرد کو دیکھ سکتی ہے یا نہیں؟ **جواب:** نہ دیکھنے میں عافیت ہی عافیت ہے۔ البتّٰہ دیکھنے میں جواز کی صورت بھی ہے مگر دیکھنے سے قبل اپنے دِل پر خوب خوب اور خوب غور کر لے کہیں یہ دیکھنا گناہوں کے غار میں نہ دھکیل دے۔ **فقہائے کرام** رحمہم اللہ السلام جواز کی صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**عورت کا مردِ اجنبی کی طرف نظر کرنے کا** وہی حکم ہے جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ عورت کو یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کی طرف نظر کرنے سے شہوت نہیں پیدا ہو گی اور اگر اس کا شُبہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے۔"

﴾6﴿ ... نفقہ میں اعتدال:

مرد کو چاہئے کہ نہ تو تنگی کرے اور نہ اسراف کرے (کہ حد سے تجاوز کر جائے) بلکہ میانہ روی اختیار کرے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو۔

(پ۸، الاعراف: ۳۱)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے۔

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہے۔''[1]

گھر والوں پر خرچ کرنے میں دگنا اجر:

ایک روایت میں ہے، ارشاد فرمایا: ''ایک دینار وہ ہے جسے تم نے راہِ خدا (یعنی حج و جہاد وغیرہ) میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جسے تم نے کسی غلام کو آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جسے تم نے کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا، ان تمام میں سب سے زیادہ اجر والا وہ ہے جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا[2]۔''[3]

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی، ۵/ ۴۷۵، الحدیث: ۳۹۲۱

2 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراٰۃ المناجیح، جلد3، صفحہ 117 پر اس کے تحت فرماتے ہیں: گھر والوں پر خرچ ان سب خیراتوں سے یا تو اس لئے بہتر ہے کہ وہ خیراتیں نفل تھیں اور یہ خرچ فرض ہے، اکثر فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے یا اس لئے کہ اس خرچ دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اہل قرابت کے حق کی ادائیگی، اور دو نیکیاں ایک نیکی سے افضل ہے۔

3 ...صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک... الخ، الحدیث: ۹۹۵، ص۴۹۹

منقول ہے کہ خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجہَہُ الْکَرِیْم کی چار ازواج تھیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان میں سے ہر ایک کے لئے ہر چار دن میں ایک درہم کا گوشت خرید ا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام گھریلو معاملات میں (گھر والوں پر) وُسعت فرماتے اور اثاثہ جات ولباس وغیرہ کے معاملے میں کمی فرماتے۔"

حضرتِ سیِّدُنا امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: "مرد کے لئے مستحب ہے کہ وہ ہر جمعہ اپنے گھر والوں کے لئے فالودہ بنائے اور اسی طرح حلوہ اگرچہ یہ چیزیں ضروری نہیں لیکن انہیں بالکل ہی ترک کر دینا تنگی کی عادت میں شامل ہے۔"

گھر امن کا گہوارہ:

شوہر کو چاہئے کہ گھر والوں کو بچا ہوا کھانا صدقہ کرنے کا کہے، اسی طرح وہ کھانا بھی جو زیادہ دیر پڑا رہنے سے خراب ہو سکتا ہے، یہ بھلائی کا سب سے کم درجہ ہے، حالات کے اعتبار سے (جب تک شوہر کی طرف سے حکم ممانعت نہ آئے تو) عورت شوہر کی صریح اجازت کے بغیر بھی ایسا کھانا صدقہ کر سکتی۔ شوہر کو چاہئے کہ عمدہ کھانے پر خود کو ترجیح نہ دے کہ انہیں اس میں سے کچھ نہ کھلائے کیونکہ یہ چیز سینوں میں کینہ اور مل جل کر اچھی زندگی گزارنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، لیکن اگر اس نے ایسا کرنا ہی ہے تو ایسی جگہ چھپ کر کھائے کہ گھر والوں کو معلوم نہ ہو سکے اور جو کھانا وہ انہیں کھلانا نہ چاہے ان کے سامنے اس کا تذکرہ بھی نہ کرے۔ نیز کھانے کے وقت گھر کے تمام افراد دستر خوان پر جمع ہو کر کھائیں۔ چنانچہ،

مل کر کھانا باعثِ برکت ورحمت ہے:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ہمیں خبر پہنچی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فرشتے اُن گھر والوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو جماعت کی صورت میں (اکٹھے ہو کر) کھاتے ہیں۔"

شوہر پر سب سے اہم، واجب نفقہ کا خیال رکھنا ہے کہ انہیں حلال مال سے کھلائے اور ان کی وجہ سے بری

اور تہمت کی جگہوں میں نہ جائے کہ یہ ان کی وجہ سے گناہ میں پڑنا ہے نہ کے ان کے حق کی رعایت کرنا، اس کے متعلق مروی روایات ہم **آفاتِ نکاح** کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں۔

(7)... تعلیم و تَعَلُّم:

نکاح کرنے والے کو چاہئے کہ حیض[1] کے احکام اور جن چیزوں سے احتراز کرنا واجب ہے، ان کا علم سیکھے اور اپنی زوجہ کو نماز کے احکام سکھائے اور یہ بتائے کہ ایامِ حیض میں کس نماز کی قضا کی جائے گی اور کس کی نہیں[2] کیونکہ شوہر کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ وہ اپنی زوجہ کو بھی جہنم کی آگ سے بچائے۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (پ۲۸، التحریم: ۶) ترجمۂ کنزالایمان: اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

شوہر بیوی کو صحیح عقائد کی تلقین کرے:

شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کو عقائدِ اہلسنّت کی تلقین کرے اور اگر بیوی نے کسی بدعت پر کان لگائے ہوں تو اسے اس کے دل سے ختم کرے، اگر وہ دین کے معاملے میں سستی کرے تو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خوف دلائے۔

شوہر بیوی کو حیض واِستحاضہ کے وہ اَحکام سکھائے جن کی اسے حاجت ہو اور اِستحاضہ کے احکام بہُت زیادہ ہے۔ بہرحال حیض کے معاملات میں سے عورتوں کو جن چیزوں کا علم سکھانا ضروری ہے وہ پانچوں نمازوں کا بیان ہے جن کی قضا کی جائے گی۔ چنانچہ،

---

[1]...بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو تو اُسے حَیض کہتے ہیں اور بیماری سے ہو تو اِستحاضہ اور بچہ ہونے کے بعد ہو تو نِفاس کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ۱/ ۳۷۱)

[2]...**احناف کے نزدیک:** ان (یعنی حیض کے) دنوں میں نمازیں مُعاف ہیں ان کی قضا بھی نہیں اور روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔ (بہارِ شریعت، ۱/ ۳۸۰)

نوٹ: حیض و نفاس سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد اول**، حصہ دوم، **صفحہ 369 تا 384** کا مطالعہ کیجئے!

❀...**مسئلہ:** اگر مغرب سے تھوڑی دیر پہلے خون منقطع ہو جائے جس میں ایک رکعت پڑھ سکتی ہو تو اس پر ظہر وعصر کی قضا بھی لازم ہے اور اگر نمازِ فجر سے پہلے منقطع ہوا جس میں ایک رکعت پڑھی جاسکتی ہے تو اس پر مغرب وعشا کی قضا بھی لازم ہے[1]۔ یہ وہ چیز ہے جس کی عورتیں بہت کم رعایت کرتی ہیں۔

مسائل سیکھنے کے لئے عورت کا گھر سے باہر نکلنا:

❀...**مسئلہ:** اگر شوہر عورت کو ضروری مسائل سکھا سکتا ہو تو عورت کو مسائل پوچھنے کے لئے علما کے پاس جانے کی اجازت نہیں، اگر نہیں سکھا سکتا لیکن اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے کہ اس کی طرف سے مفتی سے پوچھ کر عورت کو جواب بتا دے تو تب بھی اسے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں، اگر ان میں سے کوئی بھی صورت نہ ہو تو مسائل پوچھنے کے لئے باہر نکل سکتی ہے بلکہ اس پر لازم ہے (کہ گھر سے باہر جا کر ان مسائل کا علم سیکھے) اور اگر شوہر منع کرے گا تو گناہ گار ہو گا۔ البتہ، جب وہ اتنا علم سیکھ لے جو اس پر فرض تھا تو پھر شوہر کی اجازت کے بغیر علم کی مجلس میں جانے کے لئے نہیں نکل سکتی اور نہ ہی مزید علم سیکھنے کے لئے جا سکتی ہے اور اگر عورت نے حیض واستحاضہ کے احکام میں سے کوئی حکم نہ سیکھا اور نہ ہی شوہر نے اسے سکھایا تو عورت کے ساتھ ساتھ شوہر بھی سیکھے کہ گناہ میں وہ بھی برابر کا شریک ہے۔

﴿8﴾... تقسیم:

❀...**مسئلہ:** اگر کسی شخص کی متعدد بیویاں ہوں تو اسے چاہئے کہ ان سب میں عدل قائم کرے (بظاہر) کسی ایک کی طرف مائل نہ ہو۔

❀...**مسئلہ:** اگر سفر میں جاتے ہوئے کسی ایک کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ کرے تو ان کے درمیان قرعہ

---

[1]...**احناف کے نزدیک:** حیض پورے دس دن پر اور نفاس پورے چالیس دن پر ختم ہوا اور نماز کے وقت میں اگر اتنا بھی باقی ہو کہ اَللّٰہُ اَکْبَر کا لفظ کہے تو اس وقت کی نماز اس پر فرض ہو گئی، نہا کر اس کی قضا پڑھے اور اگر اس سے کم میں بند ہوا اور اتنا وقت ہے کہ جلدی سے نہا کر اور کپڑے پہن کر ایک بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ سکتی ہے تو فرض ہو گئی قضا کرے ورنہ نہیں (بہر صورت صرف اُسی وقت کی نماز فرض ہو گی، اس سے پہلے والی نماز کی قضا لازم نہیں)۔ (بہارِ شریعت، ۱/ ۳۸۱)

اندازی کرے کہ امامُ العادِلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔[1]

باری کے معاملے میں بیویوں سے عدل کا حکم:

❀...مسئلہ: اگر کوئی شخص عورت پر ظلم کرے بایں طور کہ اس کی رات دوسری کے پاس گزارے تو اگلی رات اس کی قضا کرے (یعنی پہلی کے پاس گزارے) کیونکہ اس پر قضا واجب ہے کہ معلم کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں پھر وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو جائے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ پھر وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوئی ہو گی۔[3]

کس میں عدل ضروری ہے اور کس میں نہیں؟

عدل و مساوات صرف عطا (کچھ دینے) اور رات گزارنے میں ہے محبت اور جماع میں نہیں کیونکہ یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ (پ۵، النسآء: ۱۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو۔

اس سے مراد یہ ہے کہ دلی خواہش (و محبت) اور میلانِ نفس میں برابر نہیں رکھ سکتے، جماع کے سلسلے میں بھی اس تفاوت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ، امامُ العادِلین، محبوب ربِ العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو عطا کرنے اور رات گزارنے میں انصاف فرماتے تھے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے: "اَللّٰھُمَّ ھٰذَا جُھْدِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ وَلَا طَاقَةَ لِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ" یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ میری کوشش ہے اس میں

1...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل عائشة، الحدیث: ۲۴۴۵، ص ۱۳۲۷

2...سنن النسائی، کتاب عشرة النساء، باب میل الرجل الی بعض نسائه دون بعض، الحدیث: ۳۹۴۸، ص ۶۴۴

3...سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی التسویة بین الضرائر، ۲/ ۳۷۵، الحدیث: ۱۱۴۴

جس کا میں مالک ہوں اور جس کا تو مالک ہے، میں مالک نہیں (یعنی محبت) اس میں میری کوئی طاقت نہیں[1]۔"[2] ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طَیِّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام ازواجِ مُطَہَّرات سے زیادہ محبوب تھیں اور یہ بات تمام ازواج کو معلوم تھی۔[3]

حضور نے آخری راتیں سیِّدہ عائشہ کے پاس گزاریں:

مروی ہے کہ مرضِ وصال میں ہر دن اور رات حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اٹھا کر ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے پاس لے جایا جاتا تو ہر زوجہ مطہرہ کے پاس رات گزارتے اور فرماتے: "کل میں کہاں ہوں گا؟" ایک زوجہ مطہرہ سمجھ گئیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے دن کے بارے میں استفسار فرماتے ہیں۔ چنانچہ، ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ نے عرض کی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہماری طرف سے اجازت ہے کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس ہی رہیں کیونکہ ہر رات اٹھانے کی وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے تو حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم سب اس پر راضی ہو؟" انہوں نے عرض کی: "جی ہاں!" ارشاد فرمایا: "تو پھر مجھے عائشہ کے گھر لے چلو۔"[4]

❀...**مسئلہ:** اگر ایک بیوی اپنی باری کی رات دوسری کو ہبہ کر دے اور شوہر بھی راضی ہو تو دوسری کا حق ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ،

1...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 84** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی برتاوے میں تو ہر طرح برابری کرتا ہوں رہا میلان قلبی اور دلی محبت وہ حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ ہے، دل تیرے قبضہ میں ہے اور زیادتی میلان تیری طرف ہے، اس میں مجھ پر عتاب نہ فرمانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاوند پر برتاوے اور ادائے حقوق میں برابری کرنا لازم ہے، میلانِ قلبی اگر کسی بیوی کی طرف زیادہ ہو تو اس کا گناہ نہیں۔

2...سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب میل الرجل الی بعض نسائہ... الخ، الحدیث: ۳۹۴۹، ص ۶۴۴، بتغیر قلیل

3...صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی: لو کنت متخذ اخلیلا، ۲/۵۱۹، الحدیث: ۳۶۶۲، باختصار

4...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، ۳/۱۵۷، الحدیث: ۴۴۵۰

قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۰۸، ۴۰۷

مروی ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ازواجِ مطہرات میں باریاں مقرر فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا سودہ بنتِ زَمْعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا وہ کبرسنی کو پہنچ چکی تھیں تو انہوں نے اپنی باری کی رات ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ہبہ کر دی اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ”مجھے اپنی زوجیت میں رکھیں تاکہ بروزِ قیامت مجھے بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواج کے زمرے میں اٹھایا جائے۔“(1)

پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حُسنِ عدل اور قوت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ جب کبھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نفس کسی زوجہ کی خواہش کرتا اور اس کی باری نہ ہوتی تو اس سے مقاربت فرماتے اور اس دن یارات بقیہ تمام ازواج کے پاس بھی تشریف لے جاتے۔ چنانچہ،

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ ”نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک رات اپنی تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔“(2)

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ”حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (ایک مرتبہ) چاشت کے وقت اپنی نو ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔“(3)

﴿9﴾... نافرمان عورت کو ادب سکھانا:

شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جائے اور معاملہ درست نہ ہو تو اگر جھگڑا دونوں کی طرف سے ہو یا صرف شوہر کی طرف سے تو عورت شوہر پر مُسَلَّط نہیں ہو سکتی اور ایسی کوئی صورت نہ ہو کہ شوہر اصلاح کر سکے

1... صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المرأۃ تھب یومھا من زوجھا... الخ، ۳/۴۶۶، الحدیث: ۵۲۱۲
سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، ۲/۳۵۳، الحدیث: ۲۱۳۵
السنن الکبری للبیھقی، کتاب النکاح، باب مایستدل بہ علی ان النبی فی سوی... الخ، ۷/۱۱۹، الحدیث: ۱۳۴۳۵
2... صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، ۳/۴۲۳، الحدیث: ۵۰۶۸
3... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ۴/۴۷۶، الحدیث: ۱۳۵۰۵

تو دو حَکَم (یعنی فیصلہ کرنے والوں) کا ہونا ضروری ہے، ایک بیوی کی طرف سے اور ایک شوہر کی طرف سے تاکہ وہ ان کے معاملے میں غور و خوض کر کے ان کی صلح کرا دیں۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَاؕ ترجمۂ کنز الایمان: یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل (موافقت پیدا) کر دے گا۔ (پ۵، النسآء: ۳۵)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک شخص کو میاں بیوی کی طرف حَکَم بنا کر بھیجا، وہ شخص واپس لوٹ آیا اور ان کے درمیان صلح نہ ہو سکی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس پر درّہ اٹھالیا اور فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَاؕ ترجمۂ کنز الایمان: یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل (موافقت پیدا) کر دے گا۔ (پ۵، النسآء: ۳۵)

چنانچہ، وہ شخص دوبارہ اچھی نیت کے ساتھ گیا اور دونوں سے نرمی کے ساتھ گفتگو کی تو ان میں صلح ہو گئی۔

بیوی نماز نہ پڑھتی ہو تو...!

اگر سرکشی خاص طور پر عورت کی طرف سے ہو تو مرد افسر ہے عورت پر، اسے اختیار ہے کہ وہ اس کو ادب سکھائے اور زبردستی اسے اطاعت پر مجبور کرے، اسی طرح اگر عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو بھی مرد کو اختیار ہے کہ اسے زبردستی نماز پڑھنے پر مجبور کرے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اسے بتدریج (یعنی آہستہ آہستہ) ادب سکھائے۔

ادب سکھانے کا احسن طریقہ:

پہلے اسے وعظ و نصیحت کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف دلائے، اگر نفع نہ ہو تو لیٹنے میں اس کی طرف چہرہ نہ کرے یا اس سے بستر الگ کر لے اور اس سے قطع تعلق کر لے لیکن گھر کے اندر ہی ہو اور ایسا زیادہ سے زیادہ تین رات تک کرے اگر پھر بھی معاملہ نہ سلجھے تو اسے ہلکا پھلکا مارے یوں کہ صرف تکلیف پہنچے نہ تو

ہڈی ٹوٹے اور نہ ہی جسم سے خون نکلے اور چہرے پر بھی نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ،

شوہر پر بیوی کا حق:

کسی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جب کھائے تو اسے بھی کھلائے، لباس پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کی برائی بیان نہ کرے، ہلکی پھلکی مار ہی مارے، چہرے پر نہ مارے اور قطع تعلقی بھی گھر کے اندر ہی کرے (نہ کہ باہر)۔''[1]

تین دن سے زیادہ بیوی سے قطع تعلقی کرنا:

اگر بیوی کسی امر شرعی کی مخالفت کرے تو شوہر کو اختیار ہے کہ اس پر غضبناک ہو اور اس سبب سے دس بیس دن یا پورا مہینہ اس سے قطع تعلقی کرلے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ایسا کیا تھا جب آپ نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا زینب بنتِ جَحْش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی طرف کوئی تحفہ بھیجا تو انہوں نے اسے لوٹا دیا۔ اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس زوجہ مطہرہ کے گھر میں تھے انہوں نے عرض کی: ''زینب نے ہدیہ واپس لوٹا کر بے ادبی کی ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری بے قدری کرنے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تم سب کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔''[2] چنانچہ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سب پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور ایک ماہ بعد ان کے پاس تشریف لائے۔

(10)... آدابِ جماع:

❀... مستحب ہے کہ ''بِسْمِ اللہ'' شریف سے ابتدا کرے اور ❀... پہلے ''قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ ۚ ①'' (سورۂ اخلاص) پڑھے، ❀... پھر اَللہُ اَکْبَر اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھے۔

---

1 ...سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق المراۃ علی الزوج، ۲/۴۰۹، الحدیث: ۱۸۵۰

2 ...الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر المراتین اللتین تظاھرتا علی رسول... الخ، ۸/۱۵۲، ۱۵۳

جماع سے پہلے کی دعا:

❀...پھر یہ دعا پڑھے: ”بِسْمِ اللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنْ کُنْتَ قَدَّرْتَ اَنْ تَخْرُجَ ذٰلِكَ مِنْ صُلْبِیْ یعنی عظمت وبلندی والے رب عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تو کسی کو میری پشت سے پیدا کرنے کا فیصلہ فرما چکا ہے تو اسے پاک وصالح پیدا فرما۔“ (یہ دعائیں برہنہ ہونے سے پہلے پڑھے)

اولاد کو شیطان کے ضرر سے محفوظ رکھنے کی دعا:

❀...حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے ہوئے یہ کلمات پڑھ لے: اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِی الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس سے دور رکھ جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ تو اگر ان سے کوئی اولاد ہوئی تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“[1]

اِنزال کے وقت کی دعا:

❀...اِنزال کے وقت ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر دل میں یہ پڑھے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا یعنی سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے پانی (یعنی نطفہ) سے بنایا آدمی۔“

بعض مُحَدِّثین کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام (جماع سے پہلے) اتنی بلند آواز سے تکبیر کہتے کہ گھر کے تمام افراد سن لیتے۔

❀...پھر قبلہ کی طرف سے شمالاً یا جنوباً رخ پھیر لے کہ قبلہ کی تعظیم وتکریم کی وجہ سے جماع کرتے وقت اس کی طرف رخ نہ ہو (اور نہ پیٹھ ہو) اور ❀...دورانِ جماع خود کو اور اہلیہ کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب صحبت کا ارادہ فرماتے تو اپنے سرِ انور کو چادر سے ڈھانپ لیتے، آواز کو پست فرما لیتے اور زوجہ مطہرہ سے فرماتے: ”تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے۔“[2]

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب مایقول الرجل اذا اتی اھلہ، ۳/۴۵۲، الحدیث: ۵۱۶۵

2 ...المعجم الکبیر، ۲۲/۸۳، الحدیث: ۲۰۰ ...... تاریخ بغداد، ۵/۳۷۰، الرقم ۲۹۲۳: احمد بن محمویہ

جماع کے وقت بالکل برہنہ نہ ہوں:

❀...ایک روایت میں ہے: اِذَا جَامَعَ اَحَدُکُمْ اَھْلَہٗ فَلَا یَتَجَرَّدَانِ تَجَرُّدَ الْعَیْرَیْنِ یعنی جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ سے جماع کرے تو دونوں، گدھوں کی طرح بالکل برہنہ نہ ہوں۔"(1)

جماع سے پہلے کے افعال:

❀...جماع سے پہلے گفتگو اور بوس وکنار کے ذریعے لطف اندوز ہو کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ پر جانوروں کی طرح نہ جا پڑے بلکہ پہلے دونوں میں کچھ پیغام رساں ہونے چاہئے۔" عرض کی گئی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! پیغام رساں کیا ہیں؟" ارشاد فرمایا: "بوس وکنار اور گفتگو۔"(2)

مرد کے عاجز ہونے کی تین علامات:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مرد میں تین خصلتیں اس کے عاجز ہونے کی علامت ہیں: (۱)...وہ ایسے شخص سے ملاقات کرے جس سے جان پہچان اسے پسند ہے، پھر اس کا نام ونسب پوچھنے سے پہلے ہی اس سے جدا ہو جائے (۲)...کوئی شخص اِس کی عزّت کرے اور یہ اُس کی عزت کو اُسے واپس لوٹا دے اور (۳)...(صحبت کے ارادے سے) اپنی لونڈی یا بیوی کے پاس جائے اور گفتگو، موانست اور اس کے ساتھ لیٹنے سے پہلے ہی اس سے جماع کر لے اور عورت کی حاجت پوری ہونے سے پہلے ہی اس سے اپنی حاجت پوری کر لے۔"(3)

1...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب التستر عند الجماع، ۲/۴۴۹، الحدیث: ۱۹۲۱
مصنف ابن ابی شیبة، کتاب النکاح، باب ماقالوا فی الاستتار اذا جامع الرجل اهله، ۳/۴۵۶، الحدیث: ۲

2...حیاة الحیوٰن الکبریٰ للدمیری، باب العین المهملة، العیر، ۲/۲۲۹، بتغیر قلیل

3...تزیین الاسواق فی اخبار العشاق للداود الانطاکی، خاتمة، فصل فی النوادر الحکم، فائدة، ص ۱۹۵
علل الحدیث لابن ابی حاتم، علل اخبار رویت فی الادب والطب، ۲/۳۰۸، الحدیث: ۲۴۳۷، بتغیر قلیل

کن راتوں میں جماع کرنا مکروہ ہے؟

مہینے میں تین راتیں ایسی ہیں جن میں جماع کرنا مکروہ ہے:(۱)... مہینے کی پہلی رات (۲)... مہینے کی آخری رات اور(۳)... مہینے کی پندرھویں رات۔ منقول ہے کہ ”ان راتوں میں (جماع کرنے سے) جماع کے وقت شیطان مردود موجود ہوتا ہے۔“ ایک قول یہ بھی ہے کہ ”ان راتوں میں شیاطین جماع کرتے ہیں۔“

کراہت کا یہ قول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ اور حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے مروی ہے۔

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے شب جمعہ اور روزِ جمعہ جماع کرنے کو مستحب جانا ہے اور ایسا اس فرمانِ عالیشان کی ایک تاویل کی بنا پر فرمایا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”رَحِمَ اللهُ مَنْ غَسَّلَ وَ اغْتَسَلَ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جو نہائے اور نہلائے[1]۔“[2]

❀... شوہر جب اپنی حاجت پوری کرلے تو کچھ دیر ٹھہرا رہے حتی کہ بیوی بھی اپنی حاجت پوری کرلے کیونکہ بعض اوقات عورت کو اِنزال دیر سے ہوتا ہے تو اس کی شہوت جوش مارتی ہے ایسی صورت میں اس سے ہٹنا اسے ایذا دینا ہے۔ اِنزال میں طبعی طور پر اختلاف باہمی نفرت کا باعث ہے جبکہ مرد کو عورت سے پہلے انزال ہو اور وقتِ انزال میں موافقت عورت کے لئے زیادہ لذّت کا باعث ہے تاکہ مرد خود بخود اس سے الگ ہوجائے کیونکہ بعض اوقات عورت حیا کرتی ہے (اور انزال ہونے یا نہ ہونے کا اظہار نہیں کرتی)۔

بیوی سے جماع میں عدل:

❀... مرد کو چاہئے کہ ہر چار راتوں میں ایک مرتبہ عورت سے صحبت کرے اس میں زیادہ عدل ہے

---

[1]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد2، صفحہ 337** پر فرماتے ہیں: یعنی نماز سے پہلے بیوی سے صحبت کرے تاکہ وہ بھی نہائے اور یہ بھی نہائے اور جمعہ کے وقت دل میں سکون رہے نگاہیں نیچی رہیں۔

[2]... سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الغسل یوم الجمعۃ، ۱/۱۵۸، الحدیث: ۳۴۵، بتغیر

کیونکہ بیویوں کی (ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ) تعداد چار ہے تو اس حد تک تاخیر جائز ہے اور اس مدت میں عورت کی حاجت کے مطابق کمی بیشی بھی کی جاسکتی ہے تاکہ اسے پاکدامنی حاصل رہے کیونکہ مرد پر اسے پاکدامن رکھنا واجب ہے، اگرچہ جماع کا مطالبہ کرنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کا مطالبہ اور پھر اسے پورا کرنا مشکل ہے۔

کس حالت میں جماع کرنا جائز نہیں؟

❀...حالت حیض میں جماع نہ کرے اور ایام حیض گزر جانے کے بعد عورت کے غسل کرنے سے پہلے بھی جماع نہ کرے[1] کیونکہ اس کی حرمت پر نص وارد ہے۔ منقول ہے کہ حالتِ حیض میں جماع کرنے سے اولاد میں جذام[2] کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

حائضہ کے بدن سے نفع اٹھانا:

❀...شوہر کے لئے حائضہ عورت کے تمام بدن سے نفع اٹھانا جائز ہے[3] مگر لواطت (پچھلے مقام میں دخول)

1...احناف کے نزدیک: اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں: (۱)...(اگر حیض) پورے دس دن پر ختم ہوا تو پاک ہوتے ہی اس سے جماع جائز ہے، اگرچہ اب تک غسل نہ کیا ہو، مگر مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد جماع کرے۔(۲)... دس دن سے کم میں پاک ہوئی مگر عادت کے دن پورے ہوگئے تو تاوقتیکہ غسل نہ کرلے یا وہ وقتِ نماز جس میں پاک ہوئی گزر نہ جائے جماع جائز نہیں اور اگر وقت اتنا نہیں تھا کہ اس میں نہا کر کپڑے پہن کر اَللہُ اَکْبَر کہہ سکے تو اس کے بعد کا وقت گزر جائے یا غسل کرلے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔(۳)... عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہوگیا تو اگرچہ غسل کرلے جماع ناجائز ہے تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہولیں، جیسے کسی کی عادت چھ دن کی تھی اور اس مرتبہ پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع کردے مگر جماع کے لئے ایک دن اور انتظار کرنا واجب ہے۔(بہارشریعت،۱/ ۳۸۳)

2...**جذام** (کوڑھ) ایک مرض جس میں بدن سفید ہوجاتا ہے مرض کی شدت میں اعضا بھی گل جاتے ہیں۔(اردو لغت،۶/ ۵۵۴)

3...**احناف کے نزدیک:** اس (یعنی حیض کی) حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں، جب کہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شہوت سے ہو یا بے شہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو حرج نہیں۔ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یوہیں بوس و کنار بھی جائز ہے۔ (بہارشریعت،۱/ ۳۸۲)

نہ کرے کہ جب حائضہ سے اذیت کی وجہ سے جماع حرام ہے تو لواطت میں تو اذیت ہمیشہ ہوتی ہے، لہٰذا اس کی حرمت حیض کی حالت میں جماع کرنے سے بھی زیادہ سخت ہوگی اور اس فرمانِ باری تعالیٰ: فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ [(1)] سے مراد یہ ہے کہ جس وقت چاہو آؤ (یہ مراد نہیں ہے کہ قُبُل و دُبُر میں جہاں چاہو جماع کرو)۔

(حالتِ حیض میں) شوہر کے لئے عورت کے ہاتھ سے مادۂ منویہ خارج کرانا جائز ہے اور تہبند کے نیچے سے اس سے جو چاہے نفع اٹھائے مگر جماع نہیں کرسکتا[(2)]۔ عورت کو چاہئے کہ حالت حیض میں کوکھ سے لے کر گھٹنوں تک ازار بند باندھے رہے کہ یہ آداب میں سے ہے۔ مرد حائضہ عورت کے ساتھ کھاپی سکتا اور اس کے ساتھ لیٹ بھی سکتا ہے، ایسی حالت میں اس سے اجتناب کرنا (یعنی دور رہنا) ضروری نہیں۔

❀...اگر ایک مرتبہ جماع کے بعد (اسی وقت) دوسری مرتبہ جماع کا ارادہ ہو تو پہلے اپنی شرم گاہ کو دھو لے اور اگر احتلام ہوا ہو تو شرم گاہ کو دھونے اور پیشاب کرنے سے پہلے جماع نہ کرے۔

رات کے ابتدائی حصہ میں جماع کرنا مکروہ ہے:

❀...رات کے ابتدائی حصے میں جماع کرنا مکروہ ہے تاکہ پوری رات بغیر غسل کے ہی نہ سویا رہے، ❀...اور (جماع کے بعد) اگر سونے یا کھانا کھانے کا ارادہ ہو تو پہلے نماز کا سا وضو کرلے کہ یہ سنت ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟" ارشاد فرمایا: "ہاں! جب وضو کرلے۔"[(3)]

البتہ! حالتِ جنابت میں وضو و غیر کئے بغیر سونے کی رخصت بھی ہے۔ چنانچہ، اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طَیِّبَہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حالتِ جنابت میں آرام

---

❶...ترجمۂ کنزالایمان: تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو۔ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۳)

❷...یہ شوافع کے نزدیک ہے احناف کا موقف ماقبل حاشیہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔

❸...صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب الجنب یتوضا ثم ینام، ۱/۱۱۸، الحدیث: ۲۸۹، فیہ: استفتی عمر رضی اللہ عنہ

فرماہو جاتے اور پانی کو ہاتھ بھی نہ لگاتے (یعنی وضو غیرہ کئے بغیر ہی آرام فرما ہو جاتے)۔[1]

❀...(بعد جماع) جب اپنے بستر کی طرف لوٹے تو بستر پر ہاتھ پھیر لے یا اسے جھاڑ لے اس لئے کہ یہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد اس کے بستر میں کیا ہوا ہے۔

❀...حالتِ جنابت میں سر منڈانا، ناخن کاٹنا، موئے زیر ناف مونڈنا، خون نکالنا یا جسم کا کوئی حصہ جدا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ آخرت میں یہ تمام اجزا اس کی طرف لوٹیں گے تو حالت جنابت میں ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر بال اپنی جنابت کا مطالبہ کرے گا۔

عزل[2] کا بیان

جماع کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مرد عزل نہ کرے بلکہ پانی کو اس کی کھیتی کی جگہ بہائے اور وہ "رحم" ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جس جان کے وجود کا ارادہ فرمایا ہے وہ ہر صورت میں پورا ہو گا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی طرح فرمایا ہے۔[3]

عزل کا حکم:

عزل کے جائز و ناجائز ہونے میں علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا اختلاف ہے اور اس بارے میں چار مذہب ہیں: (۱)... بعض اسے مطلقاً ہر حال میں جائز کہتے ہیں۔ (۲)... بعض ہر حالت میں حرام کہتے ہیں۔ (۳)... بعض کے نزدیک اگر عورت بھی راضی ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز، گویا ان حضرات کے نزدیک عزل حرام نہیں بلکہ عورت کو تکلیف دینا حرام ہے اور (۴)... بعض لونڈی سے جماع کی صورت میں جائز کہتے ہیں اور آزاد عورت سے ناجائز[4]۔

1...سنن الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی الجنب ینام قبل ان یغتسل، ۱/۱۶۸، الحدیث: ۱۱۸

2...جماع کرتے وقت جب منی نکلنے لگے تو بیوی سے علیحدہ ہو کر مادہ منویہ کو باہر خارج کر دینے کو عزل کہتے ہیں۔

3...صحیح البخاری، کتاب العتق، باب من ملک من العرب رقیقا... الخ، ۲/۱۵۷، الحدیث: ۲۵۴۲

صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الرقیق، ۲/۵۳، الحدیث: ۲۲۲۹

4...**احناف کے نزدیک: عزل اور فیملی پلاننگ کا حکم:** آپریشن کے ذریعے بچہ دانی نکلوا دینا ناجائز و حرام ہے...بقیہ اگلے صفحہ پر...

فیصلۂ امام غزالی:

ہمارے نزدیک درست یہ ہے کہ یہ مباح ہے اور جہاں تک مکروہ کا تعلق ہے تو اس کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے: (۱)... مکروہ تحریمی (۲)... مکروہ تنزیہی اور (۳)... ترکِ فضیلت اور یہاں پر مکروہ تیسرے (یعنی ترکِ فضیلت کے) معنی میں ہے یعنی اس کا ارتکاب کرنے سے صرف فضیلت ترک ہوگی۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ جو شخص مسجد میں ہو اس کے لئے نماز یا ذکر وغیرہ میں مشغول ہوئے بغیر فارغ بیٹھنا مکروہ ہے اور مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا میں رہنے والے کے لئے ہر سال حج نہ کرنا مکروہ ہے۔ ان مثالوں میں بھی مکروہ سے مراد صرف اولیٰ کو چھوڑنا اور فضیلت کو ترک کرنا ہے اور یہ بات ثابت ہے جیسا کہ ہم اولاد کی فضیلت کے بیان میں ذکر چکے ہیں۔ چنانچہ،

عزل نہ کرنے کا فائدہ:

مروی ہے کہ حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی شخص اپنی

... کہ اس میں ایک عضو کو ضائع کر دیا جاتا ہے اور یہ مُثلہ ہے اور مُثلہ حرام، (کیونکہ) سرکار دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے: ”سِیْرُوْا بِسْمِ اللہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللہِ قَاتِلُوْا مَنْ کَفَرَ بِاللہِ وَلَا تَمْثُلُوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا“ یعنی چلو خدا (عَزَّوَجَلَّ) کا نام لے کر، خدا (عَزَّوَجَلَّ) کی راہ میں جہاد کرو خدا (عَزَّوَجَلَّ) کے منکروں سے اور نہ مثلہ کرو نہ بدعہدی نہ خیانت نہ بچے کا قتل۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب وصية الامام، ۳/ ۳۸۸، الحدیث: ۲۸۵۷، دار المعرفة بیروت)

بچہ دانی کا منہ رِنگ کے ذریعہ بند کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس عمل میں عورت کی شرم گاہ غیر کے سامنے کھولنا اور اس کا چھونا ضروری ہوتا ہے اگرچہ وہ غیر عورت ہی کیوں نہ ہو اور بلا ضرورتِ شرعیہ عورت کا اپنی شرم گاہ کسی غیر مرد خواہ عورت کو دکھانا ناجائز و حرام ہے، ہاں! اگر عورت کا شوہر یہ کام انجام دے تو حرج نہیں یونہی مانع حمل ادویات اور غبارے کا استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ یہ دونوں عزل (مرد کا اپنی منی عورت کی شرم گاہ سے باہر خارج کرنے) ہی کے حکم میں ہے اور یہ عورت کی اجازت سے جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ”نَھٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَنْ یُّعْزَلَ عَنِ الْحُرَّۃِ اِلَّا بِاِذْنِھَا“ یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آزاد عورت کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، ۶/ ۳۵۱، دار الفکر بیروت) بعض فقہا نے عورت کی اجازت کے بغیر بھی عزل کی اجازت دی ہے۔ نیز یہ یاد رہے کہ جہاں جہاں منصوبہ بندی کی اجازت ہے وہاں اگر فقر کے خوف کی وجہ سے ہے تو ممنوع ہے۔ (دار الافتا اہلسنت کراچی پاکستان)

بیوی سے جماع کرتا ہے تو اس کے لئے اس جماع کے بدلے ایک بچے کا ثواب لکھا جاتا ہے جو راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے۔“[1]

یہ بات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس لئے ارشاد فرمائی کہ اگر اس کے ہاں اس طرح کا کوئی بچہ پیدا ہو تو اس شخص کو اس بچہ کی پیدائش کا سبب ہونے کی وجہ سے ثواب ملے گا اگرچہ اسے پیدا کرنے والی، زندہ رکھنے والی اور جہاد پر قدرت دینے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہے لیکن چونکہ اس کا فعل یعنی جماع کرنا اس بچہ کی پیدائش کا سبب بنا (اس لئے اسے ثواب ملے گا) اور یہ اسی صورت میں ہو گا جبکہ یہ شخص مادۂ منویہ کو عورت کے رحم میں ڈالے۔

مکروہ کو خلافِ اولیٰ پر محمول کرنے کی وجہ:

اور ہم نے مکروہ سے خلافِ اولیٰ اس لئے مراد لیا ہے کہ مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی صرف اس وقت ثابت کیا جاسکتا ہے جب اس کے بارے میں کوئی نص وارد ہو یا پھر اسے کسی منصوص علیہ[2] مسئلے پر قیاس کیا گیا ہو اور یہاں پر نہ تو کوئی نص ہے اور نہ ہی کوئی ایسا منصوص علیہ مسئلہ ہے جس پر اسے قیاس کیا جائے۔ بلکہ یہاں ایک اصل ہے جس پر اسے قیاس کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یا تو سرے سے نکاح ہی نہ کیا جائے یا نکاح کرنے کے بعد جماع نہ کیا جائے یا پھر جماع تو کیا جائے لیکن دخول کے بعد انزال نہ ہو اور یہ تینوں اُمور محض ترکِ فضیلت وخلافِ اولیٰ ہیں، ان سے کسی ممنوعہ فعل کا ارتکاب نہیں ہوتا اور ان تینوں امور میں کوئی فرق نہیں کیونکہ بچہ اس وقت بنتا ہے جب نطفہ رحم میں جائے اور اس کے چار اسباب ہیں: نکاح، پھر جماع، پھر جماع کے بعد انزال ہونے تک صبر اور پھر ٹھہرے رہنا تاکہ نطفہ رحم میں چلا جائے۔ ان میں سے بعض اسباب بعض کی نسبت زیادہ

---

1 ...صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب العزل، ۶/۱۹۷، الحدیث: ۴۱۸۰، بتغیر

2 ...یعنی مطلوبہ مسئلہ کے بارے میں تو کوئی نص نہ ہو لیکن کسی دوسرے مسئلے پر قیاس کرکے اس کا مکروہ تحریمی وغیرہ ہونا ثابت کیا جائے اور اس دوسرے مسئلہ میں کوئی نص وارد ہو۔

قریب ہیں، لہٰذا چوتھے سبب سے باز رہنا ایسے ہی ہے جیسے تیسرے سبب سے باز رہا، ایسے ہی تیسرے سبب سے باز رہنا دوسرے سبب سے باز رہنے کی طرح ہے اور دوسرے سے باز رہنا پہلے سے باز رہنے کی مثل ہے۔

عزل اِسقاطِ حمل اور زندہ درگور کرنے کی مثل نہیں:

یہ (یعنی عزل وغیرہ کا عمل) زندہ درگور کرنے اور اِسقاطِ حمل کی مثل نہیں کیونکہ یہ دونوں امور حاصل و موجود شے کو قتل کرنے کی طرح ہیں اور موجود حاصل شے پر ظلم کرنے کی متعدد صورتیں ہیں: وجود کی سب سے پہلی صورت یہ ہے کہ ❀...نطفہ رحم میں جاکر عورت کے نطفہ سے مل جائے اور زندگی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو اب اسے خراب کرنا جرم ہے۔ ❀...اگر نطفہ خون اور گوشت کا لوتھڑا بن گیا ہو تو یہ پہلے جرم سے بڑا جرم ہے۔ ❀...اگر اس میں جان پڑ گئی ہو اور اعضاء بھی بن گئے ہوں تو یہ پہلے دونوں جرموں سے بڑا جرم ہے۔ ❀...اس جرم کی آخری حد یہ ہے کہ بچہ زندہ حالت میں پیدا ہو چکا ہو (اور پیدا ہو چکنے کے بعد تلف کرنا سب سے بڑا گناہ ہے)۔

ہم نے جو یہ کہا ہے کہ "وجود کے سبب کی ابتدا نطفہ کے رحم میں داخل ہونے سے ہوتی ہے نہ کہ عضوِ تناسل سے نکلنے سے" اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ صرف مرد کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ مرد و عورت دونوں سے پیدا ہوتا ہے اس طرح کہ یا تو مرد و عورت کے پانی (منی) سے پیدا ہوتا ہے یا پھر مرد کے نطفہ اور حیض کے خون سے۔

حیض کا خون جمنے کے لئے مرد کا نطفہ شرط ہے:

بعض شارحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن نے کہا ہے کہ "مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) تقدیرِ الٰہی سے حیض کے خون سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے لئے خون کی حیثیت ایسے ہے جیسے دہی کے لئے دودھ کی اور حیض کے خون کے گاڑھا ہونے اور جمنے کے لئے مرد کا نطفہ شرط ہے جیسے دودھ کے لئے (دہی کی) جاگ ہوتی ہے کہ دودھ اسی کے ساتھ جمتا ہے۔"

خیر کوئی بھی صورت ہو عورت کی منی نطفہ کے جمنے کے لئے رکن ہے، لہٰذا مرد و عورت کا نطفہ عقود میں

وجودِ حکمی کے اعتبار سے ایجاب وقبول کے قائم مقام ہے کہ ایجاب کرنے والے نے اگر قبول کرنے سے پہلے ہی رجوع کر لیا تو وہ عقد توڑنے اور فسخ کرنے والا مجرم نہیں کہلائے گا۔ البتہ، ایجاب وقبول جمع ہونے کے بعد رجوع کرنا عقد کو توڑنا اور فسخ کرنا ہو گا، لہٰذا جس طرح نطفہ جب تک مرد کی پیٹھ میں رہتا ہے تب تک اس سے بچہ پیدا نہیں ہوتا اسی طرح عضوِ تناسل سے نکل کر جب تک عورت کے نطفہ یا خون سے نہیں ملتا تب تک اس سے بچہ پیدا نہیں ہوتا (لہٰذا ثابت ہوا کہ عزل، زندہ در گور کرنے اور اسقاط حمل کی طرح نہیں)۔ یہ روشن وواضح قیاس ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر اولاد سے بچنے کی وجہ سے عزل مکروہ نہ بھی ہو تو بھی کچھ بعید نہیں کہ یہ اس نیت کی وجہ سے مکروہ ہو جو اس (یعنی اولاد سے دور رہنے) پر اکساتی ہے کیونکہ اس پر اکسانے والی نیت ''نیتِ فاسدہ'' ہے اور اس میں شرک خفی کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عزل پر اکسانے والی نیتیں پانچ ہیں (تفصیل ملاحظہ ہو)۔

عزل پر اُکسانے والی 5 نیتیں:

(1)...لونڈیوں سے عزل کرنا: اس صورت میں عزل کرنے سے مقصود اپنی مملوکہ شے کو ہلاکت سے بچانا ہے کہ (بچہ پیدا ہونے کی صورت میں) وہ آزادی کی مستحق ہو جائے گی جبکہ اس کی نیت اسے آزاد نہ کر کے اپنی ملک میں باقی رکھنا ہے، لہٰذا اس کے اسباب کو دور کرنا منع نہیں۔

(2)...یا پھر عورت کے حسن وجمال اور موٹاپے کو قائم رکھنا چاہتا ہے تاکہ اس سے دائمی فائدہ اٹھا سکے اور دردِ زِہ کے خطرے سے ڈرتے ہوئے عورت کو زندہ رکھنا چاہتا ہے، یہ صورت بھی ممنوع نہیں۔

(3)...یا پھر کثرتِ اولاد کے سبب زیادہ حرج کے خوف، کسب معاش میں تھکنے کی حاجت اور بری جگہوں میں جانے سے بچتے ہوئے عزل کرتا ہے۔ یہ صورت بھی ممنوع نہیں کہ حرج کی کمی دینی معاملات میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ البتہ، فضل وکمال اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرنے اور اس کے ذمہ پر اعتماد رکھنے کی صورت میں ہی حاصل ہو گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذِمّۂ کرم پر نہ ہو۔ (پ۱۲،ھود:۶)

اور کمال کے درجے سے اترنے اور فضیلت ترک کرنے میں کوئی جرم نہیں۔ اسی طرح امور کے انجام، مال کی حفاظت اور اسے ذخیرہ کرنے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ امور مکروہ ہیں، حالانکہ یہ سب توکل کے خلاف ہے۔

(4)...یا پھر مؤنث اولاد (لڑکی کی پیدائش) کے خوف سے عزل کرتا ہے کہ ان کی شادی کرنے میں عار کا اعتقاد رکھتا ہے جیسا کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ بچیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے تو یہ نیت "نیتِ فاسدہ" ہے، اگر اس نیت کی وجہ سے سرے سے نکاح ہی کو ترک کرے یا جماع ہی نہ کرے تو بھی گناہ گار ہو گا، نکاح اور وطی کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس نیت فاسدہ کی وجہ سے گناہ گار ہو گا اور عزل میں بھی یہی صورتیں ہیں۔

(یاد رکھیئے!) سنتِ رسول یعنی نکاح میں (مؤنث اولاد کو) عار جاننے کی اعتقادی خرابی بہت ہی بری ہے اور یہ ایسی عورت کی طرح ہے جو اس بات کو عار جانتے ہوئے نکاح نہ کرے کہ کوئی مرد اس سے جماع کرے گا گویا وہ مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہے تو اس نیت سے نکاح نہ کرنا عورت کے حق میں برا ہے، نکاح نہ کرنا ہی برا ہو ایسا نہیں ہے (یعنی بغیر کسی نیت فاسدہ کے اگر مطلقاً کوئی نکاح نہ کرے تو کوئی برائی نہیں بلکہ بری نیت کی وجہ سے برا ہے)۔

(5)...یا پھر عورت خود تفاخر و صفائی میں مبالغہ کرتی اور دردِ زہ، نفاس اور دودھ پلانے سے بچتے ہوئے انزال سے منع کرتی (اور عزل کا کہتی) ہے، یہ خارجی[1] عورتوں کی عادت تھی کیونکہ وہ پانی کے استعمال میں بہت زیادہ مبالغہ کرتی تھیں حتی کہ حیض کے دنوں کی نمازیں بھی قضا (یعنی بعد فراغت ادا) کرتی تھیں، یہاں تک کہ وہ بیت الخلا میں بھی ننگی ہو کر جاتی تھیں۔ یہ بدعت ہے جو خلافِ سنت ہے اور یہ نیت "نیتِ فاسدہ" ہے۔

---

[1]...خارجی: وہ فرقہ ہے جو اپنے سینوں میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم اور نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت سیِّدُنا امام حسن اور حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے بغض و کینہ رکھتے ہیں۔ (بہار شریعت، ۱/ ۲۶۱، حاشیہ)

سیِّدہ عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہَا کی خوارج سے نفرت:

مروی ہے کہ "ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا جب **بصرہ** تشریف لائیں تو خارجی عورتوں میں سے ایک عورت نے خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا نے اجازت نہ دی۔"

پس خرابی نیت میں ہے نہ کہ اولاد سے بچنے میں۔

چند سوالات و جوابات:

سوال: حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ "جس نے اولاد (یا محتاجی) کے خوف سے نکاح نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں، یہ بات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین بار ارشاد فرمائی۔"[1] (عزل بھی تو گویا نکاح نہ کرنا ہی ہے؟)۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ عزل نکاح نہ کرنے ہی کی طرح ہے لیکن حدیثِ پاک کے الفاظ کہ "وہ ہم میں سے نہیں" سے مراد یہ ہے کہ وہ سنت پر عمل کرکے ہماری موافقت نہیں کر رہا اور ہمارا طریقہ و سنت یہ ہے کہ افضل کام کیا جائے۔

سوال: صحیح حدیث میں ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عزل کے بارے میں ارشاد فرمایا: ذَاكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ یعنی یہ زندہ در گور کرنے کی پوشیدہ صورت ہے اور یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىٕلَتْ ۪ۙ(۸) (پ۳۰، التکویر: ۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے۔[2]

اس کا **جوب** یہ ہے کہ عزل کے جواز کے بارے میں بھی صحیح حدیث مروی ہے۔[3] نیز یہ فرمان: اَلْوَأْدُ

---

1 ...فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، ۲/۲۵۷، الحدیث: ۵۷۶۵

2 ...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلۃ۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۴۴۲، ص۷۵۸

3 ...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، الحدیث: ۱۴۳۸، ص۷۵۴

اَلْخَفِیُّ ایسے ہی ہے جیسے یہ فرمانِ عالیشان: اَلشِّرْکُ الْخَفِیُّ[1] اوراس سے کراہت بمعنی خلافِ اَولیٰ ثابت ہوتی ہے نہ کہ تحریمی۔

سوال: حضرتِ سیِّدُناعبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”عزل، زندہ درگور کرنے کا چھوٹا درجہ ہے کیونکہ اس سے اَولاد کے وجود کو روکا جاتا ہے، لہٰذا یہ زندہ دفن کرنے کا چھوٹا درجہ ہوا۔“ اس **کاجواب** یہ ہے کہ حضرت سیِّدُناعبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے وجود کے روکنے کو وجود کے ختم کرنے پر قیاس فرمایا ہے جو کہ ضعیف ہے، اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے جب یہ بات سنی تو انکار کرتے ہوئے فرمایا: ”زندہ دفن کرنا سات امور یعنی بچہ کے سات مراحل سے گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ آیتِ مقدسہ تلاوت فرمائی جس میں ان سات مراحل کا ذکر ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۲ تا ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی۔

یعنی اس میں روح پھونکی۔ پھر یہ آیتِ طیبہ تلاوت کی:

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىٕلَتْ ﴿۸﴾ (پ۳۰، التکویر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے۔“

پس جب تم قیاس کے طریقے کے سلسلے میں ہمارے گزشتہ بیان میں غور کروگے تو معانی میں غوطہ خوری اور علوم و معارف کی پہچان کے معاملے میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ اور حضرت سیِّدُنا

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، ۴/ ۴۷۰، الحديث: ۴۲۰۴

عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے منصب میں موجود فرق تم پر ظاہر ہو جائے گا اور عزل کیونکر جائز نہ ہو حالانکہ مُتَّفَق عَلَیہ (یعنی بخاری و مسلم کی) حدیث میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''ہم زمانۂ رسالت میں عزل کیا کرتے تھے حالانکہ قرآنِ کریم نازل ہو رہا تھا۔''[1] (لہٰذا اگر یہ حرام وناجائز ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حرمت کا حکم نازل فرما دیتا۔)

ایک روایت میں ہے کہ ''ہم عزل کیا کرتے تھے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک اس کی خبر پہنچی لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں اس سے منع نہ فرمایا۔''[2]

جس نے پیدا ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا:

حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''میری ایک لونڈی ہے، وہ ہمیں پانی پلاتی اور ہمارے درختوں کو سیراب کرتی ہے، میں اس سے جماع کرتا ہوں لیکن اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں کرتا۔'' رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر چاہو تو اس سے عزل کرو، جو اس کی تقدیر میں ہے عنقریب وہ ہو کر رہے گا۔'' چنانچہ، جتنا عرصہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا وہ ٹھہرا رہا پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: ''میری لونڈی حاملہ ہو گئی ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تم سے کہا تھا کہ جو تقدیر میں ہے عنقریب وہ ہو کر رہے گا۔''[3]

﴿11﴾... اولاد کی پیدائش سے متعلق 5 آداب:

پہلا ادب: خوشی منانا:

لڑکا ہو یا لڑکی اس کی پیدائش پر خوشی منائی جائے، ایسا نہ ہو کہ لڑکا پیدا ہو تو بہت خوشی منائے اور لڑکی ہو

1 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب العزل، ۳/۴۶۲، الحدیث: ۵۲۰۹

2 ...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، الحدیث: ۱۴۴۰، ص۷۵۷

3 ...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل، الحدیث: ۱۴۳۹، ص۷۵۶

تو غم و حزن کا اظہار کرے کیوں کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے لئے ان میں سے کس میں بھلائی ہے، بہت سے بیٹے والے خواہش کرتے ہیں کہ ان کی اولاد ہی نہ ہوتی یا لڑکے کی جگہ لڑکی ہوتی۔ نیز لڑکیوں کی طرف سے سلامتی زیادہ اور ان میں ثواب بھی زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

بہن، بیٹی کی اچھی پرورش سے متعلق 6 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... جس کی ایک بیٹی ہو، وہ اسے اچھی طرح ادب سکھائے، اچھی غذا کھلائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے بیٹی کو بھی دے تو وہ قیامت کے دن دوزخ کے دائیں بائیں آڑ بن کر اسے (یعنی اپنے پرورش کرنے والے کو) جنت کی طرف لے جائے گی۔[1]

﴿2﴾... مَا مِنْ اَحَدٍ یُّدْرِكُ اِبْنَتَیْنِ فَیُحْسِنُ اِلَیْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ اِلَّا اَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ یعنی جس کسی کی بھی دو بیٹیاں ہوں اور جب تک وہ اس کے پاس رہیں وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے تو یہ دونوں اسے جنت میں داخل کریں گی۔[2]

﴿3﴾... مَنْ كَانَتْ لَهُ اِبْنَتَانِ اَوْ اُخْتَانِ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِی الْجَنَّةِ كَهَاتَیْنِ یعنی جس کی دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور جب تک وہ اِس کے پاس رہیں یہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو میں اور وہ جنت میں ایسے ہوں گے (جیسے شہادت کی اور درمیان والی انگلی)۔[3]

﴿4﴾... جو شخص مسلمانوں کے بازار میں سے کسی بازار کی طرف گیا اور کوئی شے خرید کر گھر لایا پھر صرف بیٹیوں کو وہ شے دی بیٹوں کو نہ دی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور جس کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ نظر رحمت فرمائے گا اسے عذاب نہ دے گا۔[4]

---

❶... الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۵/۱۷۹، الرقم: ۹۵۵: طلحة بن زید الرقی
المعجم الکبیر، ۱۰/۱۹۷، الحدیث: ۱۰۴۴۷، بتغیر قلیل
❷... سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالد و الاحسان الی البنات، ۴/۱۸۹، الحدیث: ۳۶۷۰
❸... موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب فی الاحسان الی البنات، ۸/۳۸، الحدیث: ۱۱۵
مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الادب، باب فی العطف علی البنات، ۶/۱۰۳، الحدیث: ۳
❹... مکارم الاخلاق للخرائطی، باب العطف علی البنات و الاحسان الیهن، ۲/۱۴۶، الحدیث: ۶۰۶

﴿5﴾... جو شخص بازار سے کوئی عمدہ چیز خرید کر اپنی اولاد کے لئے لایا گویا اس نے انہیں صدقہ دیا، وہ چیز جب انہیں کھلائے تو بیٹوں سے پہلے بیٹیوں کو کھلائے کیونکہ جس نے بیٹیوں کو خوش کیا گویا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے رویا اور جو خوفِ خدا سے روئے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے جسم کو (جہنم کی) آگ پر حرام فرمادے گا۔[1]

﴿6﴾... جس شخص کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کی مشکلات و سختیوں پر صبر کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر رحم کرنے کے سبب اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ ایک شخص نے عرض کی: اگر دو ہوں تو؟ ارشاد فرمایا: دو ہوں تو بھی۔ عرض کی: اگر ایک ہو تو؟ ارشاد فرمایا: ایک ہو تو بھی (یہی فضیلت ہے)۔[2]

دوسرا اَدَب: نومولود کے کان میں اذان دینا:

بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دی جائے کہ سنت ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا رافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: جب خاتونِ جنت، شہزادیٔ کونین حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ولادت ہوئی تو میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ نے ان کے کان میں اذان کہی۔[3]

اُمُّ الصِّبْیَان[4] بیماری سے حفاظت:

مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ وُلِدَ لَہٗ مَوْلُوْدٌ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُسْرٰی دُفِعَتْ عَنْہُ اُمُّ الصِّبْیَان یعنی جس کے گھر بچہ کی پیدائش ہو اور وہ اس کے دائیں کان

---

❶... الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۵/ ۳۹۶، الرقم: ۱۰۶۸: عبد اللہ بن ضرار بن عمرو، بتغیر قلیل

❷... کنز العمال، کتاب النکاح، الباب السابع، ۱۶/ ۱۸۸، الحدیث: ۴۵۳۸۵

مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، باب فی العطف علی البنات، ۶/ ۱۰۴، الحدیث: ۷

❸... سنن الترمذی، کتاب الاضاحی، باب الاذان فی اذن المولود، ۳/ ۱۷۳، الحدیث: ۱۵۱۹، عن عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیہ

❹... اُمُّ الصِّبْیَان: ایک قسم کی مرگی ہے جو اکثر بچوں کو بلغم کی زیادتی اور معدے کی خرابی سے لاحق ہوتی ہے جس سے بچوں کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو جاتے اور منہ سے جھاگ نکلنے لگتا ہے۔ (فرہنگ آصفیہ، ۱/ ۲۲۱)

میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے تو اس سے اُمُّ الصِّبْیان دور ہو جائے گی۔"[1]

مستحب ہے کہ جب نومولود بولنا شروع کرے تو سب سے پہلے اسے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کی تلقین کی جائے تاکہ یہ اس کا سب سے پہلا کلام ہو اور ساتویں دن اس کا ختنہ کیا جائے کہ حدیثِ پاک میں اسی طرح آیا ہے۔[2]

تیسرا اَدَب: اچھا نام رکھنا:

اولاد کا ایک حق یہ ہے کہ بچے کا اچھا نام رکھا جائے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِذَا سَمَّیْتُمْ فَعَبِّدُوْا یعنی جب تم نام رکھو تو ایسا رکھو جس میں عبودیت کا اظہار ہو (یعنی ایسا نام رکھو جس میں لفظ "عبد" آتا ہو جیسے عبد اللہ وغیرہ)۔"[3]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پیارے نام:

مروی ہے کہ حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَحَبُّ الْاَسْمَآءِ اِلَی اللہِ عَبْدُ اللہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰن یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زیادہ پیارے نام عبدُ اللہ و عبد الرحمٰن ہیں۔"[4] [5]

---

1 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند الحسین بن علی ابن ابی طالب، ۶/ ۳۲، الحدیث: ۶۷۴۷
شعب الایمان للبیہقی، باب فی حقوق الاولاد و الاہلین، ۶/ ۳۹۰، الحدیث: ۸۶۱۹

2 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب الختان، ۸/ ۱۳۱، الحدیث: ۵۸۲

3 ...المعجم الکبیر، ۲۰/ ۱۷۹، الحدیث: ۳۸۳

4 ...صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب النھی عن التکنی بابی القاسم... الخ، الحدیث: ۲۱۳۲، ص ۱۱۷۸

5 ...حدیث میں جو ان دونوں ناموں کو تمام ناموں میں خدا تعالیٰ کے نزدیک پیارا فرمایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنا نام عبد کے ساتھ رکھنا چاہتا ہو تو سب سے بہتر عبد اللہ و عبد الرحمٰن ہیں، وہ نام نہ رکھے جائیں جو جاہلیت میں رکھے جاتے تھے کہ کسی کا نام عبد شمس اور کسی کا عبد الدار ہوتا۔ لہٰذا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ دونوں نام **محمد** و **احمد** سے بھی افضل ہیں، کیونکہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اسم پاک **محمد** و **احمد** ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں نام خود **اللہ** تعالیٰ نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے منتخب فرمائے، اگر یہ دونوں نام خدا کے نزدیک بہت پیارے نہ ہوتے تو اپنے محبوب کے لیے پسند نہ فرمایا ہوتا۔ (بہار شریعت، ۳/ ۶۰۱)

نوٹ: نام رکھنے سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت**، **جلد سوم**، **صفحہ 597 تا 605** کا مطالعہ کیجئے!

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سَمُّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تَکَنَّوْا بِکُنْیَتِیْ یعنی میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت (اَبُوالْقَاسِم) کے ساتھ اپنی کنیت نہ کرو[1]۔''[2]

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نام اور کنیت جمع کرنے کا حکم:

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: یہ حکم حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ مبارکہ میں تھا کیونکہ اس وقت کنیت کے ساتھ (یَا اَبَا الْقَاسِم) کہہ کر پکارا جاتا تھا، اب کوئی حرج نہیں۔ البتہ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نام اور کنیت کو جمع نہ کیا جائے کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے: ''لَا تَجْمَعُوْا بَیْنَ اِسْمِیْ وَکُنْیَتِیْ یعنی میرے نام اور میری کنیت کو جمع نہ کرو۔''[3] کہا گیا ہے کہ کنیت پر کنیت رکھنے کا حکم بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ خاص تھا۔

ابو عیسیٰ کہنا کیسا؟

مروی ہے کہ ایک شخص کو ''ابو عیسیٰ'' کہا جاتا تھا، مصطفٰے جان رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ عِیْسٰی لَا اَبَ لَہٗ یعنی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا کوئی باپ نہیں تھا۔'' پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس نام کو ناپسند فرمایا۔

---

[1]...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 406** پر حدیثِ پاک ''**میں قاسم بنایا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں**'' کے تحت فرماتے ہیں: بعض علما فرماتے ہیں کہ یہ (یعنی نام اور کنیت کو جمع کرنے کی) ممانعت حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی حیات شریف میں تھی بعد وفات ہر طرح اجازت ہے خواہ حضور انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا نام رکھے یا آپ کی کنیت یا دونوں جمع کر دے کہ نام رکھے **محمد** کنیت رکھے **ابو القاسم** اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں یہ ہی قول قوی ہے جو ہم نے عرض کیا کہ یہ حکم حیات شریف میں تھا (مرقات و اشعہ) حضرت علی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بعد اپنے بیٹے کا نام **محمد** کنیت **ابو القاسم** رکھی جنہیں **محمد ابن حنفیہ** کہا جاتا ہے اور انہوں نے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے پہلے پوچھا تھا کہ کیا میں آپ کے بعد اپنے کسی بیٹے کا نام **محمد** کنیت **ابو القاسم** رکھ سکتا ہوں فرمایا تھا: ہاں۔

[2]...صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب النھی عن التکنی بابی القاسم... الخ، الحدیث: ۲۱۳۱، ص۱۱۷۸

[3]...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۴۲۸، الحدیث: ۹۶۰۴

کچے بچے کا بھی نام رکھا جائے:

جو کچا بچہ گر جائے اس کا بھی نام رکھنا چاہئے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن یزید بن مُعاویہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچا گرا ہوا بچہ قیامت کے دن اپنے باپ کے پیچھے چلائے گا اور کہے گا: تم نے مجھے ضائع کر دیا اور بغیر نام کے ہی چھوڑ دیا۔" امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْعَزِیْز نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی؟" حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان نے جواب دیا: اُن ناموں میں سے کوئی نام رکھے جو لڑکا و لڑکی دونوں کے لئے بولے جاتے ہیں: جیسے حمزہ، عمارہ، طلحہ اور عُتبہ۔"

بروزِ قیامت باپ کے نام سے پکارا جائے گا:

نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَآئِکُمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَآئِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَآئَکُمْ یعنی قیامت کے دن تمہیں تمہارے اور تمہارے آبا (باپوں) کے ناموں سے پکارا جائے گا لہٰذا اپنے نام اچھے رکھو۔"[1]

ناپسندیدہ نام ہو تو...!

ناپسندیدہ نام تبدیل کر دینا مستحب ہے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے "عاص" نام کو "عبداللہ" سے بدل دیا۔[2]

حضرت سیِّدَتُنا زینب بنتِ ابی سلمہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا[3] کا نام "بَرَّہ" تھا، آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1]...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء، ۴/۳۷۴، الحدیث: ۴۹۴۸

[2]...مسند البزار، مسند عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی، ۹/۲۴۶، الحدیث: ۳۷۸۹، عاص بدله عاصی

[3]...یہ زینب حضور انور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی سوتیلی بیٹی ہیں جو اپنی والدہ جناب ام سلمہ رَضِیَ اللهُ عَنْہَا کے ساتھ حضور اقدس (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے گھر میں آئیں اور حضور انور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی پرورش میں رہیں اور زینب بنتِ خدیجۃ الکبریٰ (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) حضور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی سگی بیٹی ہیں جو ابو العاص کے... بقیہ اگلے صفحہ پر...

ارشاد فرمایا: "تم اپنا تزکیہ بیان کرتی ہو (یعنی اپنی بڑائی اور تعریف کرتی ہو)۔" چنانچہ، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کا نام "زینب" رکھ دیا۔[1]

اسی طرح اَفْلَح، یَسار، نافِع اور بَرَکت نام رکھنے کے بارے میں بھی ممانعت آئی ہے۔[2] کیونکہ اگر کسی کا نام برکت ہو اور پوچھا جائے کہ برکت ہے تو کہا جائے گا: "نہیں۔"

چوتھا اَدَب: عقیقہ کرنا:

بچہ کی پیدائش پر اس کی طرف سے عقیقہ[3] کیا جائے کہ سنت ہے۔ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک، اس میں کوئی حرج نہیں کہ نر ہو یا مادہ۔ چنانچہ، اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: میرے سر تاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لڑکے کی ولادت پر ایک جیسی دو بکریوں اور لڑکی کی ولادت پر ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کرنے کا حکم فرمایا۔[4]

نیز مروی ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا اِمام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی۔[5] لہٰذا یہ روایت عقیقہ میں ایک بکری پر اکتفا کرنے کی رخصت پر دلیل ہے۔

...نکاح میں رہیں۔ زینب کے بہت معنی ہیں زنب بمعنی موٹاپا تندرستی زینب موٹی و تندرست عورت یا زنب وہ درخت جو خوبصورت خوشبودار ہو یا یہ لفظ بنا ہے **زین** اور **اب** سے یعنی اچھے باپ کی بیٹی یہ تیسرے معنی نہایت موزوں ہے (مرقات) واقعی ان سے بڑھ کر اچھے باپ والی بیٹی کون ہو گی۔ (مراۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۹، ۴۱۰)

1 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب تحویل الاسم الی اسم، ۴/ ۱۵۳، الحدیث: ۶۱۹۲

2 ...صحیح مسلم، کتاب الآدب، باب کراھۃ التسمیۃ بالاسماء القبیحۃ، الحدیث: ۲۱۳۶، ۲۱۳۸، ص۱۱۸۰، ۱۱۸۱

3 ...عقیقہ سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد سوم**، صفحہ 353 تا 357 اور شیخ طریقت، امیر اہلسنت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطار قادری** رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا تحریر کا کردہ 32 صفحات پر مشتمل مطبوعہ رسالے **"عقیقہ کے بارے میں سوال جواب"** کا مطالعہ کیجئے!

4 ...سنن الترمذی، کتاب الاضاحی، باب ماجاء فی العقیقۃ، ۳/ ۱۷۲، الحدیث: ۱۵۱۸

5 ...سنن الترمذی، کتاب الاضاحی، باب الاذان فی اذن المولود، ۳/ ۱۷۳، الحدیث: ۱۵۱۹

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبیِّ رحمت، شفیع امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَتُہٗ فَاَھْرِیْقُوْا عَنْہُ دَمًا وَّ اَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی یعنی لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے خون بہاؤ (یعنی جانور ذبح کرو) اور اس سے اذیت کو دور کرو (یعنی اس کا سر مونڈ دو)۔''[1]

بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو!

سنَّت یہ ہے کہ بچے کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کی جائے۔ چنانچہ، سرکار مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ولادت کے ساتویں دن خاتون جنت، شہزادیٔ کونین حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حکم فرمایا کہ ان کے بال مونڈے جائیں اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے۔[2]

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں۔''

پانچواں اَدَب: گھٹی دینا:

سنَّت یہ ہے کہ کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر نومولود کے منہ میں ڈالی جائے (اسے تَحْنِیْک گھٹی دینا کہتے ہیں)۔ چنانچہ، حضرت سیِّدَتُنا اسماء بنتِ ابی بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتی ہیں: عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی (مقام) قبا میں ولادت ہوئی تو میں انہیں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک گود میں رکھ دیا، آپ نے ایک کھجور منگائی اور چبا کر لعابِ دہن ان کے منہ میں ڈالا تو سب سے پہلی چیز جو عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پیٹ میں گئی وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مبارک لعاب تھا، پھر کھجور ان کے منہ میں ڈالی اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ بعد ہجرت اسلام میں سب سے پہلے حضرت

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب العقیقۃ، باب اماطۃ الاذی عن الصبی...الخ، ٣/٥٤٨، الحدیث: ٥٤٧٢

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی رافع، ١٠/ ٣٤٣، الحدیث: ٢٧٢٦٦

سیِّدُنا عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ولادت ہوئی[1] اور ان کی پیدائش پر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بہت زیادہ خوش ہوئے، کیونکہ ان سے کہا جاتا تھا کہ یہودیوں نے تم پر جادو کر دیا ہے جس کے سبب تمہارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوگی۔

(12)... طلاق[2] کے ذریعے جدائی:

طلاق دینا مباح (جائز) ہے، لیکن یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک جائز امور میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ امر ہے اور یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس میں باطل طور پر ایذا نہ پہنچے۔ طلاق دینے میں گویا ایک طرح کی ایذا دینا ہے اور کسی کو اس وقت تک ایذا دینا جائز نہیں جب تک اس سے کوئی جرم سرزد نہ ہو یا خود اس شخص کو کوئی شدید ضرورت لاحق نہ ہو۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ (پ۵، النسآء: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔

یعنی جدائی کا کوئی حیلہ بہانہ تلاش نہ کرو۔

...اگر والد بیٹے کی بیوی کو ناپسند کرتا ہو تو بیٹے کو چاہئے کہ اسے طلاق دے دے۔ چنانچہ،

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الآدب، باب استحباب تحنیک المولود... الخ، الحدیث: ۲۱۴۶، ص ۱۱۸۴

2 ...طلاق وغیرہ سے متعلق تفصیلی مسائل جاننے کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1182 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت، جلد دوم، حصہ 8، صفحہ 107 تا 282 کا مطالعہ کیجئے!

والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا(1):

❶... احناف کے نزدیک: والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینے کا حکم: بلاوجہ شرعی والدین بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب نہیں۔ حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن ارشاد فرماتے ہیں: اگر بیوی کی طرف سے کوئی زیادتی اور قصور نہیں ہے ماں صرف اپنی بیٹی کا بدلہ لینے کے لئے، بیٹے کو طلاق دینے کا کہتی ہے تو والدہ کے اس حکم کی فرمانبرادری بیٹے پر واجب نہیں ماں کو سمجھائے کہ ترش روئی اور سخت کلامی سے اجتناب کرے یونہی آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ علماء فرماتے ہیں: اگر والدین حق پر ہوں تو ان کے کہنے سے طلاق دینا واجب ہے۔ اگر بیوی حق پر ہے جب بھی ماں کی رضامندی کے لئے طلاق دینا جائز ہے۔ (وقار الفتاویٰ، ۳/ ۲۵۰، ۲۵۲، بزم وقار الدین)

علامہ مولانا ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی اس حدیث مبارکہ "وَلَا تَعُقَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ" (یعنی اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اپنے گھر بار اور مال سے نکل جانے کا حکم کریں) کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ باعتبار اصل طلاق جائز ہے، لہٰذا اپنی بیوی کو طلاق دینا واجب نہیں ہے اگرچہ اس کو طلاق نہ دینے میں والدین کو تکلیفِ شدید ہو کیونکہ طلاق دینے میں اس کو نقصان ہو گا پس والدین کی وجہ سے اس کا مکلَّف نہیں کیونکہ والدین کے مشفق ہونے کی شان یہ ہے کہ مشفق ہوتے ہوئے وہ طلاق کا حکم نہ دیں، لہٰذا اگر وہ بیٹے پر شفقت بھی کریں اور طلاق کا حکم بھی دیں تو یہ ان کی حماقت ہے جس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی: اَمَّا بِاعْتِبَارِ اَصْلِ الْجَوَازِ فَلَا يَلْزَمُهُ طَلَاقُ زَوْجَةٍ اَمَرَاهُ بِفِرَاقِهَا وَاِنْ تَاَذِّيَا بِبَقَائِهَا اِيْذَاءً شَدِيْدًا لِاَنَّهُ قَدْ يَحْصُلُ لَهُ ضَرَرٌ بِهَا فَلَا يُكَلِّفُهُ لِاَجْلِهِمَا اِذْ مِنْ شَاْنِ شَفَقَتُهُمَا اَنَّهُمَا لَوْ تَحَقَّقَا ذٰلِكَ لَمْ يَاْمُرَاهُ بِهِ فَاِلْزَامُهُمَا مَعَ ذٰلِكَ حُمْقٌ مِّنْهُمَا وَلَا يُلْتَفَتُ اِلَيْهِ۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ، ۱/ ۳۳۵، دار الفکر بیروت)

اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اسی حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: یہ حکم استحبابی ہے والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دے دینا مستحب ہے (حضرت سیِّدُنا) اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت (سیِّدُنا) ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا اشارہ پاکر طلاق دے دی یہ مستحب پر عمل تھا مگر باپ کے حکم سے بیوی یا بچوں پر ظلم نہ کرے۔ ظلم سے بچنا اللہ و رسول (عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کا حکم ہے ان کا حکم ماں باپ کے حکم پر مقدم ہے ایسے ہی اگر ماں باپ کفر یا معصیت کا حکم دیں تو نہ مانے رب (عَزَّوَجَلَّ ارشاد) فرماتا ہے: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (پ۲۱، لقمٰن: ۱۵، ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان)۔

(مراٰۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ۱/ ۷۹، ضیاء القراٰن)

سیِّدِی و مولائی، صَدْرُ الشَّرِیعہ، بدرُ الطَّرِیقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع ہے اور وجہ شرعی ہو تو مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب، مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۱۱۰، مکتبۃ المدینہ کراچی پاکستان)

علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی فرماتے ہیں کہ طلاق میں اصل ممنوع ہے مگر کسی ضرورت کی بنا پر مباح ہے، ...بقیہ اگلے صفحہ پر...

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میری ایک بیوی تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا جبکہ میرے والد اسے ناپسند کرتے اور مجھے طلاق دینے کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ، میں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے ابن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔“[1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ والد کا حق مقدّم ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ والد اس عورت کو محض ناپسند کرتا ہو، کسی غرض فاسد کی وجہ سے (طلاق دینے کا) نہ کہتا ہو۔ جیسے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے ناپسند کرتے تھے۔

اگر عورت سسرال والوں کو برا بھلا کہتی ہو تو...!

❀...اگر عورت شوہر کو اذیت دے اور اس کے گھر والوں کو برا بھلا کہے تو وہ خود مجرم ہوگی، ❀...اسی طرح جب اس کے اخلاق برے ہوں یا دینی اعتبار سے اس میں کوئی خرابی ہو (تو بھی وہ مجرم ہوگی)۔ چنانچہ، اللہ

... لہٰذا بغیر ضرورت اور سبب کے طلاق دینا حماقت، بے وقوفی، محض ناشکری اور عورت اور اس کے اہل وعیال کو تکلیف دینا ہے، اسی لئے فقہا فرماتے ہیں کہ اخلاق کا جدا ہونا اور ایسے بغض سے جس کی وجہ سے حُدُوْدُ اللہ قائم نہ رہ سکیں یہ ضرورت طلاق کا سبب یونہی بڑھاپے اور شک وشبہ بلکہ اس قسم کی اور کوئی ضرورت ہو تو طلاق مباح ہے: اَمَّا الطَّلَاقُ فَاِنَّ الْاَصْلَ فِیْہِ الْحَظْرُ بِمَعْنٰی اَنَّہٗ مَحْظُوْرٌ اِلَّا لِعَارِضٍ یُبِیْحُہٗ وَھُوَ مَعْنٰی قَوْلِھِمْ ”اَلْاَصْلُ فِیْہِ الْحَظْرُ“ وَالْاِبَاحَۃُ لِلْحَاجَۃِ اِلَی الْخَلَاصِ فَاِذَا کَانَ بِلَا سَبَبٍ اَصْلًا لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ حَاجَۃٌ اِلَی الْخَلَاصِ بَلْ یَکُوْنُ حُمْقًا وَ سَفَاھَۃَ رَأْیٍ وَ مُجَرَّدَ کُفْرَانِ النِّعْمَۃِ وَاِخْلَاصِ الْاِیْذَآءِ بِھَا وَ بِاَھْلِھَا وَاَوْلَادِھَا وَلِھٰذَا قَالُوْا: اِنَّ سَبَبَہُ الْحَاجَۃُ اِلَی الْخَلَاصِ عِنْدَ تَبَایُنِ الْاَخْلَاقِ وَ عُرُوْضِ الْبَغْضَآءِ الْمُوْجِبَۃِ عَدَمَ اِقَامَۃِ حُدُوْدِ اللہِ تَعَالٰی فَلَیْسَتِ الْحَاجَۃُ مُخْتَصَّۃً بِالْکِبَرِ وَالرِّیْبَۃِ کَمَا قِیْلَ، بَلْ ھِیَ اَعَمُّ۔ (فتاویٰ شامی، ۴/ ۴۱۵، دار المعرفۃ بیروت)

سَیِّدِی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دِین ومِلّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاوی شامی کی اس عبارت کے حاشیے، جد الممتار، جلد4، صفحہ 1 پر ارشاد فرماتے ہیں: وَمِنْھَا اَنْ یَّاْمُرَکَ اَحَدُ وَالِدَیْکَ بِطَلَاقِ عِرْسِکَ کَمَا دَلَّ عَلَیْہِ حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَغَیْرِہٖ وَکَانَتْ وَاقِعَۃُ سَیِّدِنَا اِسْمَاعِیْلَ الذَّبِیْحِ عَلَیْہِ السَّلَام یعنی یہ بھی مباح ہے کہ ماں باپ میں سے کوئی اگر تمہیں اپنی بیوی کو طلاق کا حکم دے تو طلاق دے دو جیسا کہ حضرت (سَیِّدُنا) عبد اللہ ابن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کی حدیثِ مبارکہ اور حضرت (سَیِّدُنا) اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کا واقعہ دلالت کرتا ہے۔“ (دار الافتاء اہلسنت کراچی پاکستان)

[1]...سنن الترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی الرجل یسالہ... الخ، ۲/ ۴۰۳، الحدیث: ۱۱۹۳

عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ (پ۲۸، الطلاق:۱)

ترجمۂ کنزالایمان: نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ جب عورت شوہر کے گھر والوں کو برا بھلا کہتی ہو تو وہ فاحشہ (بے حیائی کی بات لانے والی) ہے اگرچہ مراد اس سے عدت کے دنوں میں نکالنا ہے لیکن یہاں مقصود پر تنبیہ مطلوب ہے۔

عورت کس صورت میں خلع لے سکتی ہے؟

❀...اگر اذیت دینا شوہر کی طرف سے ہو تو عورت کو اختیار ہے کہ وہ بطور فدیہ مال دے کر چھٹکارا حاصل کرلے (یعنی خلع لے لے) اور مرد نے عورت کو جتنا مال بطور مہر دیا تھا اُس سے زیادہ لینا مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں عورت کو ہلاک کرنا، اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا اور شرم گاہ کی تجارت ہو گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔

پس جتنا عورت نے مرد سے لیا ہے اتنا یا اس سے کم فدیہ کے لائق ہے۔

خوشبوئے جنت سے محروم عورت:

❀...اگر عورت بلاوجہ طلاق مانگے تو وہ گناہ گار ہو گی۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَیُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَیْرِ مَا بَاْسٍ لَمْ تَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ یعنی جو عورت بلاوجہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے گی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گی۔"[1] ایک روایت میں

1...سنن الترمذی، کتاب الطلاق و اللعان، باب ماجاء فی المختلعات، ۲/۴۰۲، الحدیث: ۱۱۹۰

ہے: ”فَالْجَنَّةُ عَلَيْهَا حَرَامٌ یعنی اس پر جنت حرام ہے۔“[1] ایک روایت میں ہے: ”اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ یعنی (بغیر کسی عذر کے) خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔“[2]

طلاق میں پیش نظر رکھے جانے والے امور:

شوہر کو چاہئے کہ طلاق دینے میں چار امور کو ملحوظ خاطر رکھے:

(1)......ایسے طہر (پاکی کی حالت) میں طلاق دے جس میں عورت سے جماع نہ کیا ہو: کیونکہ حالت حیض یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں جماع کیا ہو، بدعت و حرام ہے اگرچہ طلاق واقع ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت کی عدت لمبی ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر کسی نے ایسا کیا ہو (یعنی اس حالت میں ایک یا دو طلاق رجعی دی ہوں) تو اسے چاہئے کہ رجعت[3] کر لے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق دی تو غمخوارِ امت، محسن انسانیت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ”اپنے بیٹے کو رجوع کا حکم دو حتی کہ عورت پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے پھر اگر چاہے تو طلاق دے دے اور چاہے تو روک رکھے (یعنی طلاق نہ دے)، یہ وہ عدت ہے جس کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، ۲/ ۴۰۲، الحدیث: ۱۱۹۱، بتغیر قلیل

2 ...سنن الترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی المختلعات، ۲/ ۴۰۲، الحدیث: ۱۱۹۰

3 ...**دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1182 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد دوم، صفحہ 170** پر صَدْرُ الشَّرِیْعَه، بَدْرُ الطَّرِیْقَه حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: رجعت کے یہ معنی ہیں کہ جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو، عدت کے اندر اُسے اُسی پہلے نکاح پر باقی رکھنا۔ رجعت اُسی عورت سے ہو سکتی ہے جس سے وطی کی ہو، اگر خلوت صحیحہ ہوئی مگر جماع نہ ہوا تو رجعت نہیں ہو سکتی اگرچہ اُسے شہوت کے ساتھ چھُوا یا شہوت کے ساتھ فرجِ داخل (عورت کی شرمگاہ کے اندرونی حصے) کی طرف نظر کی ہو۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے **بہار شریعت** کے مذکورہ مقام کا صفحہ **170 تا 177** کا مطالعہ کیجئے!

دیا کہ عورتوں کو اس لحاظ سے طلاق دی جائے[1]۔[2]

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رجوع کرنے کے بعد دو طہروں تک صبر کرنے کا حکم اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ رجوع کرنے کا مقصد صرف طلاق دینا ہی نہ ہو۔

(2)......ایک طلاق پر ہی اکتفا کیا جائے تین طلاقیں اکٹھی نہ دی جائیں: کیونکہ ایک طلاق عدت گزرنے کے بعد مقصود کا فائدہ دیتی ہے اور اگر وہ شخص پشیمان ہو تو عدت گزرنے سے پہلے رجوع بھی کر سکتا ہے اور اگر عدت گزر جانے کے بعد ندامت و پشیمانی ہو تو نئے سرے سے نکاح بھی کر سکتا ہے۔

تین طلاقیں اکٹھی دینے کا نقصان:

❀...اگر تین طلاقیں دینے کے بعد ندامت ہوئی تو اس سے دوبارہ نکاح کے لئے حلالہ کی ضرورت پیش آئے گی، ❀... ایک مقررہ مدت تک صبر بھی کرنا پڑے گا اور ❀... محض حلالہ کی نیت سے عقد کرنا ممنوع ہے[3] جبکہ ❀... یہ اس میں کوشش کرنے والا ہے، ❀...اس صورت میں اس کا دل دوسرے کی بیوی اور اس

---

[1]...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 109** پر حدیث پاک کے جز "**حتی کہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے**" کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی طلاق والے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق نہ دیں بلکہ اس طہر کے بعد حیض آئے پھر اس دوسرے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق دے بعض علما کا یہ ہی مذہب ہے کہ حیض میں دینے والا اس طلاق سے رجوع کرے پھر اگر طلاق دینا چاہے تو اس کے متصل طہر میں بھی طلاق نہ دے یہ طہر اس طلاق والے حیض کے تابع ہے اگر طہر میں طلاق دے گا تو گویا حیض ہی میں طلاق دے رہا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس کے متصل طہر میں طلاق دے سکتا ہے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا فرمان عالی اس لئے تھا کہ شاید اس طہر میں ساتھ رہنے بسنے سے دل مل جائے اور پھر طلاق کی ضرورت پیش نہ آئے یہ مشورہ مصلحت کی بنا پر ہے۔" اور **صفحہ 10** پر اس جز "**اس لحاظ سے طلاق دی جائے**" کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی قرآن کریم جو فرماتا ہے: **فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ** (پ۲۸، الطلاق: ۱، ترجمۂ کنز الایمان: تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو) اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ طلاق طہر میں دو، اور طہر بھی وہ ہیں جس میں صحبت نہ کی ہو۔"

[2]...صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض بغیر... الخ، الحدیث: ۱۴۷۱، ص ۷۷۶

[3]...**دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1182 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد دوم، صفحہ 180** پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل ...بقیہ اگلے صفحہ پر...

کی طلاق میں معلق رہے گا یعنی بطور حلالہ نکاح کرنے کی صورت میں یہ عورت دوسرے کی بیوی اور پہلے کی غیر ہوگئی، ❀... پھر اس (حلالہ کے) عمل سے عورت کے لئے دل میں نفرت بھی پیدا ہو جاتی ہے، یہ سب تین طلاقیں اکٹھی دینے اور سنت کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس ایک طلاق مقصود کے حصول (عورت سے پیچھا چھوڑانے) کے لئے کافی ہے اور اس میں اس طرح کی کوئی خرابی بھی نہیں ہوتی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا حرام ہے لیکن ان وجوہات کی بنا پر مکروہ ہے اور مکروہ سے مراد یہ ہے کہ اپنے فائدے کے لئے ایسا کرنا چھوڑ دے۔

(3)......طلاق دینے میں نفرت وحقارت کا اظہار نہ ہو: بلکہ طلاق دینے کی وجہ بیان کرنے میں عورت کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، اس سے نفرت وحقارت کا اظہار نہ کرے اور جدائی کی اذیت سے عورت کو جو صدمہ پہنچایا ہے اسے دور کرے کہ عورت کو بطورِ مُتعہ (تین کپڑوں کا ایک جوڑا) ہدیہ وغیرہ دے کر اس کے دل کو راحت و تسکین پہنچائے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "وَمَتِّعُوْهُنَّ" (پ۲، البقرة: ۲۳۶، ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کو کچھ برتنے کو دو۔") اور اگر عقد نکاح کے وقت مہر بالکل ہی نہ باندھا گیا ہو تو اس وقت یہ (یعنی تین کپڑوں کا ایک جوڑا دینا) واجب ہے[1]۔

حکایت: نواسۂ رسول رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے عورتوں کی محبت:

نواسۂ رسول حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بہت زیادہ نکاح کرنے والے اور بہت زیادہ

...فرماتے ہیں: "نکاح بِشَرْطِ التَّحْلِیْل (حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح) جس کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی ہے وہ یہ ہے کہ عقدِ نکاح یعنی ایجاب و قبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے زوجِ اوّل و ثانی (پہلا شوہر جس نے طلاق دی اور دوسرا جس سے نکاح کیا) اور عورت تینوں گناہگار ہوں گے مگر عورت اس نکاح سے بھی بشرائط حلالہ شوہر اوّل کے لئے حلال ہو جائے گی اور شرط باطل ہے۔ اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں۔ اور اگر عقد میں شرط نہ ہوا گرچہ نیت میں ہو تو کراہت اصلاً نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحق اجر ہے۔" **نوٹ:** مزید تفصیل کے لئے **بہار شریعت** کے مذکورہ مقام کا صفحہ 177 تا 182 کا مطالعہ کیجئے!

[1]...جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس کو قبل دخول طلاق دی ہو اس کو تو جوڑا دینا واجب ہے اور اس کے سوا ہر مطلقہ کے لئے مستحب ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورة البقرة، تحت الآیة: ۲۳۶)

طلاق دینے والے تھے۔ ایک دن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے کسی رفیق کو اپنی دو بیویوں کو طلاق دینے کے لئے بھیجا اور فرمایا: "ان سے کہو کہ اپنی عدت پوری کرو اور دونوں میں سے ہر ایک کو 10،10 ہزار درہم دو۔" اس نے ایسے ہی کیا، جب وہ واپس لوٹا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے استفسار فرمایا: "انہوں نے کیا کیا؟" اس نے عرض کی: ایک نے تو اپنا سر جھکا لیا اور اسے قبول کر لیا جبکہ دوسری زور زور سے روتے ہوئے کہنے لگی: محبوب سے جدائی کے مقابلہ میں یہ سامان بہت تھوڑا ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا سرِ انور جھکا لیا اور اس پر رحم کرتے ہوئے فرمایا: "طلاق دینے کے بعد اگر میں کسی عورت سے رجوع کرتا تو اسی سے کرتا۔"

حکایت: نواسۂ رسول رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی محبت میں کمی گوارا نہیں:

ایک روز نواسۂ رسول حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ، رئیس وفقیہِ مدینہ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن حارث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث کے پاس تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں ان کی مثل کوئی نہیں تھا۔ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا ان کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: اگر میں اپنے اس (یعنی بصرہ کے) سفر پر نہ جا رہی ہوتی تو مجھے یہ زیادہ پسند تھا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت میں سے عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام جیسے 16 اشخاص میرے پاس ہوتے۔" چنانچہ، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب پہنچے تو حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن حارث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث نے ان کی بہت تعظیم و توقیر کی، انہیں اپنی نشست گاہ پر بٹھایا اور عرض کی: "حضور مجھے بلوا لیا ہوتا، میں خدمت میں حاضر ہو جاتا۔" حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "ضرورت مجھے تھی۔" عرض کی: "ارشاد فرمایئے! کیا ضرورت ہے؟" فرمایا: "میں آپ کی بیٹی کے نکاح کا پیغام لے کر آیا ہوں۔" حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن حارث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث نے سر جھکا لیا پھر سر اٹھا کر عرض کی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! زمین پر چلنے والا کوئی فرد ایسا نہیں جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو لیکن آپ جانتے ہیں کہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے رنجیدہ کرتی ہے مجھے بھی رنجیدہ کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرتی ہے مجھے بھی خوش کرتی ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

بہت زیادہ طلاق دینے والے ہیں، مجھے خوف ہے کہ آپ اسے طلاق دے دیں گے، آپ نے ایسا کیا تو اندیشہ ہے کہ میرے دل میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جو محبت اور مقام و مرتبہ ہے اس میں تغیُّر آجائے گا اور آپ سے محبت میں کمی آئے یہ مجھے گوارا نہیں کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسم کے ٹکڑے ہیں، لہٰذا اگر آپ طلاق نہ دینے کی شرط منظور کر لیں تو اپنی بیٹی کا نکاح میں آپ سے کر دیتا ہوں؟" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش ہو گئے اور اٹھ کر تشریف لے گئے۔ فقیہِ مدینہ کے گھر والوں میں سے کسی نے کہا: میں نے نواسۂ رسول رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو واپس جاتے ہوئے یہ فرماتے سنا کہ "عبد الرحمٰن بن حارث اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق بنانا چاہتے ہیں۔"

حکایت: اہلِ ہمدان کی نواسۂ رسول رَضِیَ اللہُ عَنْہ سے محبت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم (عورتوں کے اولیا سے حیا کے سبب) حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کثرت سے طلاق دینے کو ناپسند کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کی طرف سے عذر بیان کرتے ہوئے بر سرِ منبر خطبہ میں فرمایا: "میرا بیٹا حَسَن بہت زیادہ طلاق دینے والا ہے، لہٰذا اس سے نکاح نہ کرو۔" چنانچہ، بنی ہمدان کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: "اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ جتنی عورتوں سے نکاح کرنا چاہیں ہم ان کے نکاح میں دیں گے، پھر اگر وہ چاہیں تو روک رکھیں اور چاہیں تو چھوڑ دیں۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

لَوْ كُنْتُ بَوَّابًا عَلٰى بَابِ جَنَّةٍ   لَقُلْتُ لِهَمْدَانَ اُدْخُلِيْ بِسَلَامِ

ترجمہ: اگر میں جنت کے دروازے پر دربان ہوتا تو اہلِ ہمدان سے کہوں گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اس حکایت سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص اہل و عیال میں سے اپنے کسی پیارے پر حیا کی کسی قسم کی وجہ سے طعن کرے تو اس میں اس کی موافقت نہیں کرنی چاہئے کہ یہ موافقت بُری ہے بلکہ ادب یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی مخالفت کرے کیونکہ یہ چیز اس کے دل کے لئے باعث مسرت اور اس کی باطنی

بیماری کی دوا ہے۔

اس بیان سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ طلاق دینا جائز ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نکاح و جدائی (یعنی طلاق) دونوں صورتوں میں غنی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ (پ۱۸، النور: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖؕ (پ۵، النسآء: ۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا۔

(4)......مرد عورت کے راز فاش نہ کرے: نہ نکاح میں ہوتے ہوئے اور نہ ہی طلاق دینے کے بعد کہ صحیح حدیث میں عورتوں کے راز فاش کرنے کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔[1]

حکایت: میرا کسی غیر عورت سے کیا تعلق:

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو ان سے پوچھا گیا: ”زوجہ کے بارے میں آپ کو کس چیز نے شک میں ڈالا؟“ انہوں نے فرمایا: ”عقل مند آدمی اپنی بیوی کی پردہ دری نہیں کرتا۔“ جب انہوں نے اس عورت کو طلاق دے دی تو پھر پوچھا گیا: ”آپ نے اسے طلاق کیوں دی؟“ فرمایا: ”میرا کسی غیر عورت سے کیا تعلق (یعنی میں کیوں کسی اجنبی عورت کے بارے میں کچھ کہوں)؟“

دوسری فصل:

بیوی پر شوہر کے حقوق

اس سلسلے میں قولِ شافی یہ ہے کہ نکاح غلامی کی ایک قسم ہے، اس میں عورت گویا شوہر کی لونڈی ہوتی

[1]...صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المراۃ، الحدیث: ۱۴۳۷، ص ۷۵۳

ہے، لہٰذا عورت پر اس کے نفس کے معاملے میں گناہ کے علاوہ شوہر جس چیز کا مطالبہ کرے اس میں مطلقاً اس کی اطاعت لازم ہے، کہ عورت پر شوہر کے حقوق کی عظمت کے بارے میں کثیر احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ،

شوہر کی اطاعت سے متعلق 12 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... اَیُّمَا امْرَأَةٍ مَّاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ یعنی جس عورت کا اس حال میں انتقال ہوا کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔[1]

﴿2﴾... مروی ہے کہ ایک شخص نے سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی سے عہد لیا کہ وہ اوپر والی منزل سے نیچے نہیں اترے گی، نچلی منزل میں عورت کا باپ رہتا تھا، وہ بیمار ہوا تو عورت نے بارگاہِ رسالت میں پیغام بھیج کر باپ کے پاس جانے کی اجازت چاہی تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنے شوہر کی اطاعت کر۔" چنانچہ، باپ کا انتقال ہو گیا، اس نے پھر اجازت طلب کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی فرمایا کہ "اپنے شوہر کی اطاعت کر۔" جب اس کے باپ کو دفنا دیا گیا تو حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ "تمہارے اپنے شوہر کی اطاعت کرنے کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے والد کی مغفرت فرما دی ہے۔"[2]

﴿3﴾... اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا دَخَلَتْ جَنَّةَ رَبِّهَا یعنی اگر عورت (پابندی سے) پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان المبارک کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جنت میں داخل ہو گی۔"[3]

اس روایت کے مطابق خاوند کی اطاعت اسلام کے بنیادی امور میں سے ہے۔

1... سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج... الخ، ۲/۳۸۶، الحدیث: ۱۱۶۴

2... المعجم الاوسط، ۵/۳۷۲، الحدیث: ۷۶۴۸

3... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن عوف الزھری، ۱/۴۰۶، الحدیث: ۱۶۶۱، بتغیر قلیل

﴿4﴾...حَامِلَاتٌ وَّالِدَاتٌ مُّرْضِعَاتٌ رَّحِيْمَاتٌ بِاَوْلَادِهِنَّ لَوْلَا مَا يَاْتِيْنَ اِلٰى زَوْجِهِنَّ دَخَلَ مُصَلِّيَاتِهِنَّ الْجَنَّةَ یعنی حاملہ، بچے جننے والی، اپنی اولاد پر رحم کرنے والی عورتیں اگر شوہروں کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں تو ان میں سے نمازی عورتیں جنت میں داخل ہوں گی[1]۔"[2]

﴿5﴾...اِطَّلَعْتُ فِى النَّارِ فَاِذَا اَكْثَرُ اَهْلِهَا النِّسَآءُ فَقُلْنَ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ يُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَيَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ یعنی میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثر عورتوں کو پایا۔ عورتوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کس سبب سے؟ ارشاد فرمایا: وہ لعن طعن زیادہ کرتی اور خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔[3]

﴿6﴾...اِطَّلَعْتُ فِى الْجَنَّةِ فَاِذَا اَقَلُّ اَهْلِهَا النِّسَآءُ فَقُلْتُ اَيْنَ النِّسَآءِ فَقُلْنَ شَغَلَهُنَّ الْاَحْمَرَانِ الذَّهَبُ وَ الزَّعْفَرَانِ یعنی میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں عورتوں کو کم پایا، تو پوچھا: عورتیں کہاں ہیں؟ بتایا گیا: انہیں دو سرخ چیزوں سونے اور زعفران نے غافل کر رکھا ہے۔[4]

سونے سے مراد زیورات اور زعفران سے مراد زرد رنگ سے کپڑوں کا رنگنا ہے۔

﴿7﴾...ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ایک عورت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں جوان ہوں، مجھے نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے لیکن میں نکاح کو ناپسند کرتی ہوں، (ارشاد فرمایئے کہ) عورت پر شوہر کا کیا حق ہے؟" میرے

---

❶...اس روایت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ بے نمازی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔ ایسا نہیں ہے یہاں "مُصَلِّيَاتِهِنَّ" زجر وتوبیخ کے طریقہ پر وارد ہوا ہے کیونکہ ہر وہ شخص کہ جس کا اسلام پر خاتمہ ہو بالآخر وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا۔
(اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۲۲۶)

❷...سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فی المراۃ توذی زوجھا، ۲/ ۴۹۸، الحدیث: ۲۰۱۳، دون ذکر "مرضعات"
المعجم الکبیر، ۸/ ۲۵۲، الحدیث: ۷۹۸۵

❸...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب کفران العشیر...الخ، ۳/ ۴۶۳، الحدیث: ۵۱۹۷، ۵۱۹۸
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات...الخ، الحدیث: ۷۹، ص ۵۶

❹...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/ ۲۸۹، الحدیث: ۲۲۲۹۵، بتغیر
قوت القلوب لابی طالب المکی ۲/ ۴۱۶

سر تاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر شوہر کی سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں تک پیپ ہو اور عورت اسے چاٹ لے تب بھی شوہر کا شکر ادا نہیں کر سکتی۔“ اس نے عرض کی: ”تو کیا میں شادی نہ کروں؟“ ارشاد فرمایا: ”کیوں نہیں، تم شادی کرو کہ یہ بہتر ہے۔“(1)

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں غیر شادی شدہ ہوں، میرا شادی کرنے کا ارادہ ہے، لہٰذا (ارشاد فرمایئے کہ عورت پر) شوہر کا کیا حق ہے؟“ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”شوہر کا عورت پر ❀... ایک حق یہ ہے کہ شوہر عورت کا ارادہ کرے اور اس سے جماع کا طلب گار ہو وہ اسے منع نہ کرے اگرچہ اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہو، ❀... ایک حق یہ ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کسی کو کوئی چیز نہ دے اگر اس نے ایسا کیا تو گناہ گار ہو گی جبکہ شوہر کو ثواب ملے گا، ❀... ایک حق یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے اگر اس نے ایسا کیا تو بھوکی پیاسی رہی لیکن اس کا روزہ قبول نہ ہوا اور ❀... ایک حق یہ ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اگر اس نے ایسا کیا تو واپس لوٹنے یا توبہ کرنے تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔“(2)

﴿9﴾... لَوْ اُمِرْتُ اَحَداً اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عَظَمِ حَقِّهٖ عَلَيْهَا یعنی اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا) کسی کو سجدہ کرے تو عورت پر شوہر کا جو حق ہے اس کی عظمت کی وجہ سے عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔(3)

1... المستدرک، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی زوجته، ۲/۵۴۷، الحدیث: ۲۸۲۲، بتغیر قلیل
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۶

2... مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۱۹۵۱، ص ۲۶۳
السنن الکبری للبیهقی، کتاب القسم والنشوز، باب ماجاء فی بیان حقه علیها، ۷/۴۷۷، الحدیث: ۱۴۷۱۳

3... سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المراۃ، ۲/۴۱۱، الحدیث: ۱۸۵۲، دون ”من عظم حقه علیها“
السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حق الرجل علی المراۃ، ۵/۳۶۳، الحدیث: ۹۱۴۷

﴿10﴾... عورت اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصے میں ہو[1] اور عورت کا اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے[2] اور کمرے میں نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔[3]

کمرے کے اندر سامان وغیرہ رکھنے کے لئے جو چھوٹا سا کمرہ بنایا جاتا ہے اسے مَخْدَع (کوٹھڑی) کہتے ہیں اور وہاں نماز پڑھنا کمرے میں نماز پڑھنے سے اس لئے افضل ہے کہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

﴿11﴾... اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطٰنُ یعنی عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ (گھر سے) نکلتی ہے تو شیطان اسے گھورتا (یا لوگوں کی نگاہ میں اسے بھلی کر دیتا) ہے۔[4]

﴿12﴾... لِلْمَرْأَةِ عَشْرُ عَوْرَاتٍ فَاِذَا تَزَوَّجَتْ سَتَرَ الزَّوْجُ عَوْرَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا مَاتَتْ سَتَرَ الْقَبْرُ الْعَشْرَ یعنی عورت کے لئے دس بے پردگیاں ہیں، جب وہ شادی کرتی ہے تو شوہر ایک بے پردگی کو ڈھانپ لیتا ہے اور جب اس کا انتقال ہوتا ہے تو قبر 10 کی 10 بے پردگیوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔[5]

بیوی کے ذمہ دو اہم امور:

بیوی کے ذمہ شوہر کے کئی حقوق ہیں لیکن دو امور زیادہ اہمیت کے حامل ہیں: (۱)... حفاظت و پردہ کرنا (کہ جہاں تک ہو سکے خود کو غیر محرموں کی نظروں سے بچائے اور ان سے پردہ کرے)۔ (۲)... غیر ضروری چیزوں کا مطالبہ کرنے سے بچنا اور اگر شوہر کی کمائی حرام ہو تو اس سے بھی بچے۔

1... مسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/۴۲۷، الحدیث: ۲۰۶۱

2... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام حمید، ۱۰/۳۱۰، الحدیث: ۲۷۱۵۸

3... سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلک (ای خروج النساء الی المسجد)، ۱/۲۳۵، الحدیث: ۵۷۰، بتغیر قلیل
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۷

4... سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب رقم: ۱۸، ۲/۳۹۲، الحدیث: ۱۱۷۶

5... فردوس الاخبار للدیلمی، باب اللام، ۲/۱۹۰، الحدیث: ۵۰۱۴

جہنم کی آگ برداشت نہیں:

گزشتہ زمانے میں عورتوں کی یہی عادت تھی کہ مرد گھر سے نکلنے لگتا تو اس کی بیوی یا بیٹی اس سے کہتی: حرام کمائی سے بچتے رہنا، ہم بھوک وتکلیف تو برداشت کرسکتے ہیں لیکن جہنم کی آگ برداشت نہیں کرسکتے۔

حکایت: مُتَوَکِّلہ عورت:

منقول ہے کہ اسلاف میں سے ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا تو اس کے پڑوس کی عورتوں نے اس کے سفر کو ناپسند کرتے ہوئے اس کی بیوی سے کہا: "تم اس کے سفر پر جانے میں کیوں راضی ہوگئی حالانکہ اس نے تمہارے لئے کوئی نفقہ وغیرہ بھی نہیں چھوڑا؟" بیوی نے کہا: "میں نے جب سے اپنے شوہر کو جانا ہے تو کھلانے والا ہی جانا ہے نہ کہ رزق دینے والا، رزق عطا کرنے والی ذات تو رب عَزَّوَجَلَّ کی ہے، کھلانے والا چلا گیا لیکن رزق عطا فرمانے والا موجود ہے۔"

حکایت: سیِّدَتُنا رابعہ بنتِ اسماعیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا کی شان ولایت:

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بنتِ اسماعیل عَلَیْہَا رَحْمَۃُ اللہِ الْوَکِیْل نے حضرت سیِّدُنا احمد بن ابی حواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی کو نکاح کا پیغام دیا، چونکہ آپ عبادت میں مشغول رہتے تھے اس لئے اسے ناپسند کیا اوران سے فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اپنی حالت میں مشغولیت کی وجہ سے میرا عورتوں سے نکاح کا کوئی ارادہ نہیں۔" انہوں نے کہا: "میں اپنی حالت میں آپ سے زیادہ مشغول ہوں اور مجھے بھی کوئی خواہش نہیں ہے لیکن پہلے شوہر کی وراثت سے مجھے کثیر مال حاصل ہوا ہے، میں چاہتی ہوں کہ آپ اسے اپنے بھائیوں پر خرچ کریں تاکہ آپ کے ذریعے نیک لوگوں کی معرفت حاصل کرکے میں بارگاہِ الٰہی تک رسائی پالوں۔" حضرت سیِّدُنا احمد بن ابی حواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے فرمایا: "میں اپنے استاذِ محترم سے اجازت لے لوں پھر جواب دوں گا۔" چنانچہ، آپ اپنے استاذِ محترم حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی خدمت میں حاضر گئے۔ فرماتے ہیں:

میرے استاذ محترم مجھے شادی سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: "ہمارے اصحاب میں سے جس نے بھی شادی کی اس کا حال تبدیل ہو گیا۔" لیکن جب انہوں نے ان کا کلام سنا تو فرمایا: "اس سے شادی کر لو کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ولیہ ہے اور ایسا کلام صدیقین کا ہوا کرتا ہے۔" چنانچہ، میں نے ان سے شادی کر لی، ہمارے گھر میں چونے سے بنی ایک کوٹھڑی تھی جو کھانے کے بعد جلدی نکلنے والوں کے ہاتھ دھونے اور اشنان کے ساتھ ہاتھ دھونے والے لوگوں کی وجہ سے خراب ہو گئی تھی۔ ان سے نکاح کے بعد میں نے تین اور عورتوں سے شادی کی تو حضرت رابعہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا مجھے اچھا کھانا کھلا کر اور خوشبو لگا کر کہتی: "نشاط اور قوت کے ساتھ اپنی ازواج کے پاس جاؤ۔" حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بنتِ اسماعیل عَلَیْہَا رَحْمَۃُ اللہِ الْوَکِیْل ملکِ شام میں ایسی تھیں جیسی حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ عَدَوِیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا بصرہ میں۔

بیوی شوہر کے مال کی محافظ ہو:

❀...بیوی پر لازم ہے کہ شوہر کے مال کو کم نہ کرے بلکہ اس کی حفاظت کرے۔ چنانچہ، مُعَلِّم کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ بلا اجازت شوہر کے گھر میں سے کسی کو کچھ کھلائے۔ البتہ، تازہ کھانا جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اسے شوہر کی صریح اجازت کے بغیر صدقہ کر سکتی ہے، اس پر اگر شوہر نے رضامندی کا اظہار کیا تو جتنا ثواب شوہر کو ہو گا اسے بھی ہو گا اور ناراضی کی صورت میں شوہر تو ثواب کا مستحق ہو گا لیکن عورت پر گناہ ہو گا۔"[1]

دلہن کے لئے حکمت بھرے مدنی پھول:

❀...والدین پر لازم ہے کہ اپنی بیٹیوں کو حسن معاشرت اور شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے آداب سکھائیں۔ چنانچہ، مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا اسماء بن خارجہ فزاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اس سے فرمایا: جس گھر میں تم پیدا ہوئی تھی اس سے ایسے بستر کی طرف جا رہی ہو جسے تم نہیں پہچانتی اور

---

[1]...مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۱۹۵۱، ص ۲۶۳ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۱۶، ۴۱۵

ایسے رفیق کے پاس جا رہی ہو جس سے تم مانوس نہیں ہو، لہٰذا تم اس کے لئے زمین بن جانا وہ تمہارے لئے آسمان بن جائے گا، تم اس کے لئے بستر بن جانا وہ تمہارے لئے ستون بن جائے گا، تم اس کی باندی (غلام) بن جانا وہ تمہارا غلام بن جائے گا۔ نہ تو اس سے اتنا زیادہ قریب ہونا کہ وہ تم سے نفرت کرنے لگے اور نہ ہی اتنا زیادہ دور ہونا کہ وہ تمہیں بھول جائے، اگر وہ تمہارے قریب ہو تو تم بھی اس کے قریب ہو جانا اور اگر تم سے دور ہو تو تم بھی اس سے دور رہنا، اس کے ناک، کان اور آنکھ کی حفاظت کرنا کہ وہ تم سے صرف خوشبو ہی سونگھے، اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ سنے اور خوبصورتی کے علاوہ کچھ نہ دیکھے۔

نصیحتوں بھرے اشعار:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا:

خُذِی الْعَفْوَ مِنِّی تَسْتَدِیْمِیْ مَوَدَّتِیْ ۔۔۔ وَلَا تَنْطِقِیْ فِیْ سُوْرَتِیْ حِیْنَ اَغْضَب

وَلَا تَنْقِرِیْنِیْ نَقْرَكِ الدُّفَّ مَرَّةً ۔۔۔ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِیْنَ كَیْفَ الْمُغَیَّب

وَلَا تَكْثُرِی الشِّكْوٰی فَتَذْهَبُ بِالْهَوٰی ۔۔۔ وَیَاْبَاكِ قَلْبِیْ وَالْقُلُوْبُ تُقَلَّب

فَاِنِّیْ رَأَیْتُ الْحُبَّ فِی الْقَلْبِ وَالْاَذٰی ۔۔۔ اِذَا اجْتَمَعَا لَمْ یَلْبَثِ الْحُبُّ یَذْهَب

ترجمہ: (۱)... مجھ سے درگزر کر کے میری دائمی محبت کو پالے اور میرے غصہ کی حالت میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا۔

(۲)... مجھے کبھی بھی ڈھول کی طرح نہ بجانا کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ اندر کیا چھپا ہوا ہے۔

(۳)... زیادہ شکوہ و شکایت مت کرنا کہ اس سے دلی محبت چلی جائے گی اور میرا دل تمہارا انکار (یعنی تم سے نفرت) کرے گا اور دل بدلتے رہتے ہیں۔

(۴)... میرا مشاہدہ ہے کہ جب ایک دل میں محبت و اذیت (نفرت) دونوں جمع ہو جاتی ہیں تو محبت چلی جاتی (جبکہ نفرت باقی رہتی) ہے۔

عورت کے آداب کے متعلق جامع مضمون:

عورت کے آداب کے بارے میں ایک مختصر اور جامع قول یہ ہے کہ ❀... عورت گھر کے اندرونی کمرے

میں بیٹھ کر چرخہ کاتنے کو لازم پکڑ لے، ❀...نہ تو کثرت سے چھت پر چڑھے اور نہ ہی (دوسروں کے) گھروں میں جھانکے، ❀...پڑوسیوں سے بات چیت کم کرے اور سوائے ضرورت کے ان کے گھر نہ جائے، ❀...خاوند کی موجودگی وغیر موجودگی میں اس کی حفاظت کرے، ❀...تمام امور میں اس کی خوشی ورضا کی متلاشی رہے، ❀...اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے، ❀...شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور اگر اجازت سے نکلے تو بھی پردے میں معمولی وحقیر حالت میں نکلے، ❀...بازاروں اور عام راستوں پر نہ چلے بلکہ خالی جگہوں کو تلاش کرے، ❀...اس بات سے بچتی رہے کہ کوئی اجنبی اس کی آواز سنے یا حلیے سے اسے پہچانے، ❀...اپنی حاجات کے وقت بھی شوہر کے دوست کو اپنی پہچان نہ کرائے بلکہ جس شخص کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ اسے جانتا ہے یا یہ اسے جانتی ہے تو اس کے سامنے اجنبی بن جائے، ❀...اس کا مقصد اپنی حالت کی اصلاح اور گھر کی تدبیر کرنا ہو، ❀...نماز وروزہ کی طرف متوجہ رہے، ❀...اگر شوہر کا کوئی دوست گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرے اور شوہر گھر پر نہ ہو تو خود پر اور شوہر پر غیرت کھاتے ہوئے نہ تو اس سے کچھ پوچھے اور نہ ہی جواب دے، ❀...اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے شوہر کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اسی پر قناعت کرے، ❀...شوہر کے حق کو خود پر اور اپنے تمام عزیز واقربا کے حق پر مقدم جانے، ❀...اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھے، ❀...ہر حال میں اس بات کے لئے تیار رہے کہ اگر شوہر اس سے نفع اٹھانا چاہے تو اٹھالے، ❀...اپنی اولاد پر شفقت کرے، ❀...ان کے رازوں کی حفاظت کرے، ❀...اولاد کو گالیاں دینے اور شوہر کو جواب دینے سے اپنی زبان کو روکے رکھے۔ چنانچہ،

جنت میں پہلے جانے والی خوش نصیب عورت:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (ایسی عورت کے بارے میں) ارشاد فرمایا: "میں اور وہ عورت جس کے رخسار سرخی مائل سیاہ ہو گئے ہوں، جنت میں اتنا قریب ہوں گے جیسے

شہادت اور درمیان کی انگلی۔ یہ وہ عورت ہے جس کا شوہر فوت ہو گیا اور اس نے اپنے بچوں کے لئے خود کو روکے رکھا حتی کہ وہ اس سے جدا ہو گئے یا مر گئے۔"[1]

بِاذنِ پروَرْدْگار دوعالم کے مالک و مختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر شخص پر مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونا حرام فرمادیا ہے سوائے اس کے کہ میں نے اپنے سیدھی جانب ایک عورت کو دیکھا جو جنت کے دروازے کی طرف مجھ پر سبقت کر رہی تھی تو میں نے کہا: "یہ مجھ پر سبقت کیوں کر رہی ہے؟" مجھے سے کہا گیا: "اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ حسین و جمیل تھی، اس کے پاس اس کی یتیم بچیاں تھیں، اس نے ان پر صبر کیا (اپنے نفس کو روکے رکھا) حتی کہ ان کا معاملہ جہاں پہنچنا تھا پہنچ گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اُس عمل کی یہ جزا عطا فرمائی ہے۔"[2]

عورت اپنے حسن وجمال پر فخر نہ کرے:

❀...ایک ادب یہ ہے کہ نہ تو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے شوہر پر فخر کرے اور نہ ہی شوہر کی بدصورتی کی وجہ سے اسے حقیر جانے۔

خوبصورت وعقل مند صابرہ، شاکرہ عورت:

حضرت سیِّدُنا امام عبد الملک بن قریب اَصْمَعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں ایک قبیلہ میں گیا تو وہاں میں نے لوگوں میں سے سب سے خوبصورت عورت کو سب سے بدصورت شخص کے نکاح میں دیکھا، میں نے اس عورت سے کہا: "کیا تو اپنے لئے اس بات پر راضی ہے کہ تو اس طرح کے شخص کے نکاح میں ہو؟" اس نے جواب دیا: "خاموش ہو جاؤ! تم نے غلط بات کی ہے، ہو سکتا ہے اس نے کوئی نیکی کی ہو جس کی جزا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا مجھ سے نکاح کر دیا، یا ہو سکتا ہے کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہو جس کے عقاب میں اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عوف بن مالک الاشجعی الانصاری، ۹/ ۲۶۵، الحدیث: ۲۴۰۶۳
سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیما، ۴/ ۴۳۵، الحدیث: ۵۱۴۹

2 ...جمع الجوامع، حرف الحاء، ۴/ ۲۰۰، الحدیث: ۱۱۲۳۴

نے میرا اس سے نکاح کر دیا ہو تو کیا اب بھی میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی نہ رہوں؟" اس طرح اُس عورت نے مجھے خاموش کرا دیا۔

سرخ قمیص اور ہاتھ میں تسبیح:

انہی سے منقول ہے، فرماتے ہیں: میں نے ایک دیہات میں سرخ رنگ میں ملبوس ایک عورت کو دیکھا، اس نے مہندی لگائی ہوئی تھی اور ہاتھ میں تسبیح پکڑ رکھی تھی، میں نے اس سے کہا: "سرخ لباس پہن کر اور مہندی کا خضاب کر کے ہاتھ میں تسبیح پکڑنا کتنا عجیب ہے؟" تو اس نے جواب دیا:

لِلّٰهِ مِنِّیْ جَانِبٌ لَّا اُضِیْعُهٗ　　وَلِلَّهْوِ مِنِّیْ وَالْبَطَالَةِ جَانِبٌ

ترجمہ: میری ایک جانب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے جسے میں ضائع نہیں کرتی اور دوسری جانب یعنی کھیل کود زیبائش شوہر کے لئے ہے۔

فرماتے ہیں: "یہ سن کر میں نے جان لیا کہ یہ نیک اور شادی شدہ عورت ہے اور اپنے شوہر کے لئے خود کو مُزَیَّن کئے ہوئے ہے۔"

❀... ایک ادب یہ بھی ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں نیکی وسکون کو لازم پکڑے اور موجودگی میں کھیل کود، فرحت اور لذّت کے اسباب کی طرف رجوع کرے اور کوشش کرے کہ کسی بھی حال میں شوہر کو اس سے تکلیف نہ پہنچے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو حور عین میں سے اس کی بیوی (بننے والی) کہتی ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے ہلاک کرے، اسے تکلیف نہ دے، یہ تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔"[1]

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب رقم: ۱۹، ۲/۳۹۲، الحدیث: ۱۱۷۷

سوگ[1] کا بیان

❀... نکاح کے سلسلے میں عورت پر لازم حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ اگر اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اس پر چار مہینے دس دن سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اس مدت میں خوشبو اور زینت سے اجتناب کرے۔

کسی کے مرنے پر کتنے دن سوگ کیا جائے؟

حضرت سیِّدَتُنا زینب بنت ابی سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتی ہیں: جب ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ حبیبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے والد حضرت سیِّدُنا ابو سفیان بن حرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا انتقال ہوا تو میں ان کے پاس حاضر ہوئی، انہوں نے پیلے رنگ کی خوشبو منگوائی، اسے ایک لونڈی کے سر پر لگایا پھر اپنے رخساروں پر مل کر فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہ تھی مگر میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: جو عورت اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ، شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ کر سکتی ہے۔[2]

❀... عورت کے لئے ضروری ہے کہ عدت ختم ہونے تک وہیں رہے جہاں اس کی سکونت تھی، نہ تو اپنے گھر والوں (میکے) کی طرف جائے اور نہ ہی بلا ضرورت وہاں سے باہر نکلے۔

❀... عورت پر نکاح کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ حسب استطاعت گھر کے کام کاج کرتی رہے۔ چنانچہ،

سیِّدَتُنا اسماء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی گھریلو زندگی:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا اسماء بنت ابی بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتی ہیں: حضرت سیِّدُنا زبیر رَضِیَ

1... سوگ سے متعلق تفصیلی مسائل جاننے کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1182 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت، جلد دوم، صفحہ 240 تا 247 کا مطالعہ کیجئے!

2... صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنہا زوجہا اربعۃ اشھر وعشرا، ۳/۵۰۲، الحدیث: ۵۳۳۴

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک گھوڑے اور پانی لانے والی اونٹنی کے سوا نہ تو کوئی مال تھا اور نہ ہی کوئی غلام، میں ان کے گھوڑے کو چارہ کھلاتی، ان کی خوراک کا انتظام کرتی، ان کی دیکھ بھال کرتی اور ان کی اونٹنی کے لئے کھجور کی گٹھلیاں کوٹتی، اسے چارہ کھلاتی، پانی پلاتی، ڈول سیتی، آٹا گوندھتی تھی اور میں دو فرسخ (ایک فرسخ تین میل کا فاصلہ ہوتا ہے، یعنی کم و بیش چھ میل کی مسافت) سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتی حتی کہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے میرے پاس ایک باندی (خادمہ) بھیجی تو اس نے مجھے گھوڑے کی دیکھ بھال سے فارغ کر دیا گویا اس نے مجھے آزاد کر دیا۔ "ایک مرتبہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے میری اس حال میں ملاقات ہوئی کہ میرے سر پر کھجور کی گٹھلیاں تھیں، صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی ہمراہ تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اونٹ سے اِخ، اِخ فرمایا تاکہ اونٹ بیٹھ جائے اور مجھے اپنے پیچھے سوار فرمالیں، تو میں نے مردوں کے ساتھ چلنے میں حیا محسوس کی اور مجھے حضرت سَیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور ان کی غیرت یاد آگئی، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے محسوس کیا کہ میں شرما رہی ہوں تو تشریف لے گئے۔ چنانچہ، میں نے حضرت سَیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آکر سارا ماجرا بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میرے لئے تمہارا اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لانا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ عار کا باعث ہے۔"[1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے آدابِ نکاح کا بیان مکمل ہوا

﴿ صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﴾

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب السلام، باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیۃ... الخ، الحدیث: ۲۱۸۲، ص ۱۲۰۰، باختصار

کسب و معاش کے آداب کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہم اس موحد کی طرح کرتے ہیں جو ہر شے سے جدا ہو کر واحد برحق کی یکتائی میں گم ہو گیا اور اس کی بزرگی اس بندے کی طرح بیان کرتے ہیں جو بغیر کسی استثناء کے واضح طور پر کہتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر شے باطل ہے۔ بے شک زمین وآسمان کی تمام مخلوق مل کر بھی ایک مکھی یا پروانہ بھی پیدا نہیں کر سکتی۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آسمان کو اوپر اٹھا کر اپنے بندوں کے لئے چھت بنایا اور زمین کو بچھا کر ان کے لئے بستر کر دیا اور اُسی نے رات کو دن پر لپیٹ کر اسے پردہ بنا دیا اور دن کو روزگار کا ذریعہ بنایا تاکہ بندے باری تعالیٰ کے فضل یعنی رزق کی تلاش میں پھیل جائیں اور اس کے ذریعے اپنی حاجتوں کو پورا کریں اور ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بکثرت درود وسلام بھیجتے ہیں کہ جن کے حوض کوثر پر مومن بندے آئیں گے تو پیاسے مگر جائیں گے سیراب ہو کر اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آل و اصحاب پر بھی درود بھیجتے ہیں کہ جنہوں نے ہر موقع پر دین کی مدد کی۔

حصولِ رزق میں لوگوں کی اقسام:

بے شک تمام پرورش کرنے والوں کو پالنے والے اور تمام اسباب کو پیدا فرمانے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آخرت کو ثواب اور عقاب کا گھر جبکہ دنیا کو مشقت و پریشانی اور عمل و مہلت کا گھر بنایا ہے...... دنیا میں صرف عمل ہی آخرت کے لئے خاص نہیں بلکہ معاش (یعنی روزی ورزق) بھی آخرت کی طرف ذریعہ اور اس پر مددگار ہے، لہٰذا دنیا آخرت کی کھیتی اور اس تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ دنیا میں لوگوں کی تین اقسام ہیں: (۱)...وہ جسے حصولِ روزق نے آخرت سے غافل کر رکھا ہے۔ ایسا شخص ہلاک ہونے والوں میں سے ہے۔ (۲)...وہ جسے آخرت نے طلب رزق سے غافل کر دیا ہے۔ ایسا شخص کامیاب لوگوں میں سے ہے۔ (۳)...وہ جو رزق کے حصول میں اپنی آخرت کی خاطر مشغول ہوتا ہے۔ ایسا شخص اعتدال و میانہ روی اختیار کرنے والوں میں سے ہے اور اعتدال کا مرتبہ وہی شخص پا سکتا ہے جو روزی کی طلب میں درست راہ پر چلے اور دنیا کو وہی شخص آخرت کے لئے وسیلہ اور ذریعہ بنا سکتا ہے جو اس کی طلب میں آدابِ شریعت کا خیال رکھے۔

کسب کی اقسام اور تجارت وکاریگری کے آداب

اب ہم تجارت وکاریگری کے آداب، کسب کی اقسام اور اس کے طریقے بیان کریں گے جن کی تفصیل وتشریح درج ذیل پانچ ابواب میں ہوگی:

(۱)...کسب کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان (۲)... خرید وفروخت اور مُعاملات کے صحیح ہونے کا بیان (۳)... معاملات میں عدل کرنے کا بیان (۴)... معاملات میں احسان کرنے کا بیان (۵)... تاجر کا اپنے ساتھ خاص دینی امور میں ڈرنے کا بیان۔

باب نمبر1:

کسب کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان

قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں کسب کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ،

کسب کی فضیلت پر مشتمل 5 فرامین باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ (پ۳۰، النبا:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کو روزگار کے لئے بنایا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ کو اپنے عظیم احسانات اور اپنی بڑی نعمتوں کے بیان میں ارشاد فرمایا ہے۔

﴿2﴾...

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۱۰﴾ (پ۸، الاعراف:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ طَیِّبہ میں رزق کے حصول اور زندگی کے اسباب کو نعمت قرار دیا اور اس پر شکر ادا کرنے کا مطالبہ فرمایا۔

﴿3﴾...

لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ؕ (پ۲، البقرة:۱۹۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

﴿4﴾...

وَ اٰخَرُوۡنَ یَضۡرِبُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ یَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ ۙ (پ۲۹، المزمل:۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے۔

﴿5﴾...

فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ ابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ (پ۲۸، الجمعة:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

کسب کی فضیلت پر مشتمل 13 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... مِنَ الذُّنُوۡبِ ذُنُوۡبٌ لَّا یُکَفِّرُهَا اِلَّا الۡهَمُّ فِیۡ طَلَبِ الۡمَعِیۡشَةِ یعنی گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے ہیں جن کو حصولِ رزق میں پہنچنے والا رنج و غم ہی مٹا سکتا ہے۔[1]

﴿2﴾... اَلتَّاجِرُ الصَّدُوۡقُ یُحۡشَرُ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ مَعَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّهَدَآءِ یعنی قیامت کے دن سچے تاجر کا حشر صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا۔[2]

﴿3﴾... مَنۡ طَلَبَ الدُّنۡیَا حَلَالًا وَّ تَعَطُّفًا عَنِ الۡمَسۡئَلَةِ وَسَعۡیًا عَلٰی عِیَالِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهٖ لَقِیَ اللّٰهَ وَوَجۡهُهٗ کَالۡقَمَرِ لَیۡلَةَ الۡبَدۡرِ یعنی جس نے خود کو سوال سے بچانے، اپنے بال بچوں کے لئے بھاگ دوڑ کرنے اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لئے حلال مال طلب کیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو گا۔[3]

---

1 ...المعجم الاوسط، ۱/۴۲، الحدیث: ۱۰۲

2 ...سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار وتسمیة النبی ایاھم، ۳/۵، الحدیث: ۱۲۱۳

3 ...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع والاقضیة، باب فی التجارة والرغبة فیھا، ۵/۲۵۸، الحدیث: ۷

﴿4﴾...ایک دن صبح سویرے حضور سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایک طاقتور اور مضبوط جسم والے نوجوان کو روزگار کے لئے بھاگ دوڑ کرتے دیکھ کر کہا: کاش! اس کی جوانی اور طاقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صرف ہوتی۔ "تو رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ایسامت کہو! کیونکہ اگر وہ محنت وکوشش اس لئے کرتا ہے کہ خود کو سوال کرنے سے بچائے اور لوگوں سے بے پرواہو جائے تو وہ یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے اور اگر وہ اپنے ضعیف والدین اور کمزور اولاد کے لئے محنت کرتا ہے تاکہ انہیں لوگوں سے بے پروا کر دے اور انہیں کافی ہو جائے تو بھی وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے اور اگر وہ فخر کرنے اور مال کی زیادہ طلبی کے لئے بھاگ دوڑ کرتا ہے تو وہ شیطان کی راہ میں ہے۔[1]

﴿5﴾...اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ یَتَّخِذُ الْمِهْنَةَ لِیَسْتَغْنِیَ بِهَا عَنِ النَّاسِ وَیُبْغِضُ الْعَبْدَ یَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ یَتَّخِذُهٗ مِهْنَةً یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو اس لئے کام کاج کرتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے لوگوں سے بے نیاز ہو جائے اور اس بندے کو ناپسند فرماتا ہے جو علم سیکھتا ہے تاکہ اسے پیشہ (یعنی مال کمانے کا ذریعہ) بنائے۔[2]

﴿6﴾...اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پیشہ ور (کام کاج کرنے والے) مومن کو پسند فرماتا ہے۔"[3]

﴿7﴾...اَحَلُّ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَكُلِّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ یعنی سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو آدمی اپنے ہاتھ کی کمائی اور دھوکا وخیانت سے محفوظ تجارت سے کھائے۔[4]

﴿8﴾...اَحَلُّ مَا اَكَلَ الْعَبْدُ مِنْ يَدِ الصَّانِعِ اِذَا نَصَحَ یعنی سب سے زیادہ حلال کھانا وہ ہے جو بندہ اپنے ہنر کی کمائی سے کھائے

1...المعجم الاوسط، ۵/۱۳۷، الحدیث: ۶۸۳۵ ...... المعجم الصغیر، باب المیم، ۲/۶۰

2...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، باب عمل الید، ۷/۴۷۳، الحدیث: ۳۱۶

3...المعجم الاوسط، ۶/۳۲۷، الحدیث: ۸۹۳۴

4...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رافع بن خدیج، ۶/۱۱۲، الحدیث: ۱۷۲۶۶

صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ۲/۱۱، الحدیث: ۲۰۷۲

جبکہ وہ دیانت داری سے کام کرے۔[1]

﴿9﴾...عَلَیْکُمْ بِالتِّجَارَۃِ فَاِنَّ فِیْھَا تِسْعَۃَ اَعْشَارِ الرِّزْقِ یعنی تم تجارت کیا کرو کہ رزق کے 10 حصوں میں سے 9 حصے تجارت میں ہیں۔[2]

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک شخص کو دیکھ کر استفسار فرمایا: ”تم کیا کرتے ہو؟“ اس نے عرض کی: ”میں عبادت کرتا ہوں۔“ استفسار فرمایا: ”تمہاری کفالت کون کرتا ہے؟“ عرض کی: ”میرا بھائی۔“ ارشاد فرمایا: ”تمہارا بھائی تم سے بڑا عبادت گزار ہے۔“

﴿10﴾... ”میں جس چیز کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ تمہیں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی ہے تو تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور جس چیز کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ تمہیں جنت سے دور اور جہنم کے قریب کرنے والی ہے تو تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ بے شک رُوح الامین حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی جان اس وقت تک نہیں مرے گی جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے اگرچہ وہ اس کو دیر سے ملے۔ پس تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور رزق کا حصول اچھے طریقے سے کرو۔“ آخر میں ارشاد فرمایا: ”رزق میں سے کسی شے کا دیر سے ملنا تمہیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کر کے رزق تلاش کرنے لگو کیونکہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے (یعنی ثواب وغیرہ) اس تک اس کی نافرمانی سے نہیں پہنچا جا سکتا۔[3]

اس روایت میں حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رزق کے حصول میں اچھا طریقہ اختیار کرنے کا فرمایا نہ کہ رزق کی طلب کو چھوڑنے کا۔

1...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرہ، ۳/۲۳۲، الحدیث: ۸۴۲۰

2...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، باب الاحتراف، ۷/۴۵۱، الحدیث: ۲۱۳، بتغیر

3...مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ماذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، ۸/۱۲۹، الحدیث: ۳۱

سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ، ۳/۹، الحدیث: ۲۱۴۴

﴿11﴾... اَلْاَسْوَاقُ مَوَائِدُ اللهِ تَعَالٰی فَمَنْ اَتَاهَا اَصَابَ مِنْهَا یعنی بازار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستر خوان ہیں تو جو ان میں آئے گا ان میں سے حصہ پائے گا۔[1]

﴿12﴾... لِاَنْ یَّاْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَهٗ فَیَحْتَطِبَ عَلٰی ظَهْرِهٖ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّاْتِیَ رَجُلًا اَعْطَاهُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَیَسْئَلَهٗ اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهٗ یعنی تم میں سے کوئی شخص رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں جمع کر کے لائے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کے پاس جاکر دستِ سوال دراز کرے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔ وہ چاہے تو اسے عطا کرے، چاہے تو منع کر دے۔[2]

﴿13﴾... مَنْ فَتَحَ عَلٰی نَفْسِهٖ بَابًا مِّنَ السُّؤَالِ فَتَحَ اللهُ عَلَیْهِ سَبْعِیْنَ بَابًا مِّنَ الْفَقْرِ یعنی جو خود پر سوال (یعنی مانگنے) کا ایک دروازہ کھولے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر محتاجی کے 70 دروازے کھول دے گا۔[3]

کسب کی فضیلت اور اس کی ترغیب کے متعلق سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے کثیر اقوال و آثار مروی ہیں، چند ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ،

کسب کی فضیلت پر مشتمل 15 اقوالِ بزرگانِ دین:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے! حلال کمائی کے ذریعے محتاجی سے نجات حاصل کر کیونکہ جو بھی محتاج ہوتا ہے اسے تین باتیں پہنچتی ہیں: (۱)... اس کے دین میں نرمی اور (۲)... عقل میں کمزوری آجاتی ہے اور (۳)... مروت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ان تینوں سے بڑھ کر یہ کہ لوگ اسے حقیر جانتے ہیں۔

﴿2﴾... خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی

---

[1] ...عیون الاخبار لابن قتیبة الدینوری، کتاب السؤدد، التجارة والبیع والشراء، ۱/۳۵۸، من قول حسن البصری

[2] ...الموطا امام مالک، کتاب الصدقة، باب ماجاء فی التعفف عن المسئلة، ۲/۴۷۵، الحدیث: ۱۹۳۴

[3] ...سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر، ۴/۱۴۵، الحدیث: ۲۳۳۲، بتغیر

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۹/ ۱۷۹، الرقم: ۲۱۸۳: یغنم بن سالم بن قنبر

رزق کی تلاش چھوڑ کر یہ نہ کہتا پھرے کہ "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے رزق عطا فرما۔" کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان سونا، چاندی نہیں برساتا۔

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا زید بن مسلمہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی زمین میں درخت لگا رہے تھے، خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: تم ٹھیک کر رہے ہو۔ لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ کہ یہ تمہارے دین کی زیادہ حفاظت کرنے والا اور لوگوں پر تمہارے لئے زیادہ شرف و عزت والا ہے۔ جیسا کہ تمہارے رفیق اُحَیْحَہ بن جُلاح نے کہا ہے:

فَلَنْ اَزَالَ عَلَی الزَّوْرَآءِ اَعْمُرُهَا　　　اِنَّ الْكَرِيْمَ عَلَی الْاِخْوَانِ ذُوْالْمَالِ

ترجمہ: میں ہمیشہ مقامِ زوراء پر کام کرتا رہتا ہوں کیونکہ اپنے بھائیوں پر مہربان وہی ہوتا ہے جو مالدار ہو۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں کسی شخص کو بھی فارغ دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ نہ تو وہ اپنے دنیوی معاملات میں مصروف ہو اور نہ ہی اپنی آخرت کے معاملات میں مشغول ہو۔

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن یزید نَخَعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی سے پوچھا گیا کہ "آپ کے نزدیک سچا تاجر زیادہ پسندیدہ ہے یا پھر وہ شخص جس نے خود کو عبادت کے لئے فارغ کر رکھا ہے؟" فرمایا: "میرے نزدیک سچا تاجر زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ وہ جہاد کر رہا ہوتا ہے کہ ناپ تول اور لین دین کے راستے میں اس کے پاس شیطان آتا ہے تو یوں وہ اس کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی کا اس معاملہ میں موقف دوسرا ہے[1]۔

﴿6﴾... خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "مجھے ایسی جگہ موت آنا زیادہ پسند ہے جہاں میں اپنے گھر والوں کے لئے خرید و فروخت کر رہا ہوں۔"

1... حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "خود کو عبادت کے لئے فارغ کرنے والا بھی ہمیشہ جہاد میں رہتا ہے۔ شیطان اپنے وسوسوں کے ساتھ اس کے پاس ہر راستے سے آتا ہے تو وہ اس سے جہاد کرتا ہے۔" یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "تجارتوں کے معاملات میں دین محفوظ نہیں رہتا۔" (اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۲۵۸)

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا ھَیْثَم بن جمیل بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ”جب کبھی مجھے کسی شخص کے بارے میں پتا چلتا ہے کہ وہ میری برائی کرتا ہے تو میں اس سے اپنا بے نیاز ہونا یاد کرتا ہوں۔ پس وہ معاملہ (برداشت کرنا) میرے لئے آسان ہو جاتا ہے۔“

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا ایوب سختیانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک کام کاج کرکے کچھ مل جانا لوگوں سے سوال کرنے (یعنی مانگنے) سے زیادہ پسندیدہ ہے۔“

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ اچانک زور کی ہوا چلنے لگی تو کشتی والوں نے ان سے عرض کی: ”کیا آپ ہوا کی یہ سختی نہیں دیکھ رہے؟“ تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”یہ کیا سختی ہے! سختی تو لوگوں کا محتاج ہو جانا ہے۔“

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا ایوب سَخْتِیَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابوقِلابہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھ سے فرمایا: ”بازار کو لازم پکڑ لو کیونکہ تونگری عافیت سے ہے۔“

یہاں تونگری سے مراد لوگوں سے بے نیازی ہے۔

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے عرض کی گئی: آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے اور یہ کہتا ہو: ”میں کوئی کام نہیں کروں گا حتی کہ میرا رزق خود میرے پاس آئے؟“ تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب دیا: ایسا شخص علم سے کورا ہے، کیا اس نے یہ فرمانِ مصطفٰے نہیں سنا کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا ہے۔“[1] اور ایک بار پرندے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتا ہے۔“[2] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کو بیان فرمایا کہ پرندہ بھی صبح کے وقت رزق کی تلاش میں نکلتا ہے۔ پھر یہ کہ

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ما قیل فی الرماح، ۲/۲۸۵

2 ...سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، ۴/۱۵۴، الحدیث: ۲۳۵۱

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن خشکی اور سمندر میں تجارت کیا کرتے اور اپنے باغوں میں کام کیا کرتے تھے اور پیروی انہی کی ہے۔

﴿12﴾... حضرت سیِّدُنا ابو قلابہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک شخص سے فرمایا: ”میں تمہیں رزق کی تلاش میں دیکھنا مسجد کے کونے میں دیکھنے سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔“

﴿13﴾... حضرت سیِّدُنا امام اَوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی گردن پر لکڑیوں کا گٹھا دیکھ کر فرمایا: ”اے ابو اسحٰق! ایسا کب تک ہو گا؟ حالانکہ آپ کے بھائی آپ کو کافی ہیں۔“ تو حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: اے ابو عمرو! آپ اس بات کو رہنے دیجئے! کیونکہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ ”جو رزقِ حلال کی تلاش میں ذلت کی جگہ کھڑا ہوتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔“

﴿14﴾... حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: ”ہمارے نزدیک عبادت یہ نہیں کہ تم اپنے دونوں قدم ملائے رکھو اور دوسرے لوگ تمہیں روزی دیں، بلکہ پہلے تم دو روٹیاں جمع کرو پھر عبادت کرو۔“

﴿15﴾... حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ قِیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اس کے ناپسندیدہ لوگ کہاں ہیں؟“ تو مسجدوں میں مانگنے والے کھڑے ہوں گے۔

ان آیات، احادیث اور اقوال میں شریعت کی طرف سے مانگنے اور غیروں کی کفایت پر بھروسا کرنے کی مَذمت ہے اور جسے وراثت میں مال نہ ملا ہو تو اسے کام کاج اور تجارت ہی سوال کرنے سے نجات دے سکتی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ پر اس چیز کی وحی نازل نہیں فرمائی کہ میں مال جمع کر کے تاجروں میں سے ہو جاؤں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ پر یہ وحی فرمائی کہ

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ (پ۱۴، الحجر: ۹۸، ۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔[1] نیز حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے لوگوں نے عرض کی: "ہمیں وصیت فرمائیے!" تو انہوں نے فرمایا: "تم میں سے جس سے ہوسکے وہ حاجی، غازی یا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی مسجد آباد کرنے کی حالت میں مرے اور تم ہرگز تجارت اور خیانت کرنے کی حالت میں نہ مرنا۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ ماقبل احادیث وروایات اور اِن احادیث واخبار میں تطبیق (مطابقت) حالتوں کی تفصیل کے اعتبار سے ہوسکتی ہے، لہٰذا ہم یہ نہیں کہتے کہ تجارت کرنا مطلقاً ہر شے سے افضل ہے بلکہ اس کے ذریعے یا تو بقدرِ کفایت رزق طلب کیا جائے گا یا مالداری کے لئے طلب کیا جائے گا یا پھر بقدرِ کفایت پر زیادتی مطلوب ہوگی........ اگر تجارت سے بقدرِ کفایت پر زیادتی مطلوب ہو، اس لئے نہیں کہ اسے خیرات وصدقات میں خرچ کرے بلکہ اس لئے کہ مال وذخیرہ اندوزی میں اضافہ ہوجائے تو یہ مذموم ہے کیونکہ یہ دنیا کی طرف متوجہ ہونا ہے جس کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ وہ ظالم اور خائن (یعنی خیانت کرنے والا) بھی ہو تو یہ ظلم وفسق ہے۔ یہی وہ صورت ہے جو حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس قول سے مراد ہے کہ "تم ہرگز تجارت اور خیانت کرنے کی حالت میں نہ مرنا۔" اور یہاں وہ تاجر مراد ہے جو تجارت کے ذریعے مال میں زیادتی کو طلب کرتا ہے۔

اگر وہ تجارت کے ذریعے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے بقدرِ کفایت رزق طلب کرتا ہے حالانکہ مانگ کر بھی بقدرِ کفایت کمانے پر قادر ہے تو اس صورت میں سوال سے بچتے ہوئے تجارت کرنا افضل ہے اور اگر اسے سوال کرنے کی حاجت نہ پڑتی ہو اور لوگ بغیر سوال کے ہی اسے دیتے ہوں تو بھی کمانا افضل ہے کیونکہ وہ اسے بغیر سوال کے اس لئے دیتے ہیں کہ وہ زبانِ حال سے سوال کرنے (یعنی مانگنے) والا اور اپنی محتاجی کے

---

[1]...اخلاق النبی وآدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، باب ذکر زھدہ صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۸۰۷، ص ۱۵۴

ذریعے لوگوں کو پکارنے والا ہے، لہٰذا اس کے لئے بیکار بیٹھنے بلکہ (نفلی) عبادات بدنیہ میں مشغول ہونے سے کام کاج کرکے اپنے فقر و تنگدستی پر پردہ ڈالنا بہتر ہے۔

کسب ترک کرنا کس کے حق میں افضل ہے؟

کسب ترک کرنا یعنی کام کاج نہ کرنا چار طرح کے لوگوں کے لئے افضل ہے: (۱)...عابد جو بدنی عبادات میں مصروف رہتا ہے[1]۔ (۲)...وہ شخص جو احوال و مکاشفات کے علوم میں قلبی عمل و باطنی سیر میں مصروف ہو۔ (۳)...وہ عالم جو ظاہری علم کی تربیت (یعنی دینی طالب علموں کو تعلیم دینے) میں مصروف ہو جس سے لوگوں کو ان کے دین کے سلسلے میں نفع ہوتا ہے جیسے مفتی، مُفَسِّر اور مُحَدِّث وغیرہ۔ (۴)...وہ شخص جو مسلمان کے مَصالح (مُعاملات کی اصلاح) میں مصروف ہو کہ اس نے مسلمانوں کے مُعاملات کی ذمہ داری لی ہوئی ہو جیسے بادشاہ، قاضی (جسٹس) اور گواہ۔

تارکینِ کسب کی کفالت کہاں سے ہو؟

مذکورہ لوگوں کی کفالت اس مال سے کی جائے جو مسلمانوں کے مصالح کے لئے مقرر ہے (یعنی بیتُ المال) یا پھر اوقاف کے اموال سے۔ پس اس صورت میں ان لوگوں کا بیان کردہ اعمال میں مصروف رہنا کام کاج میں مشغولیت سے افضل ہے۔ اسی وجہ سے تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف وحی فرمائی گئی کہ "اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو۔" اور یہ وحی نہیں کی گئی کہ "تاجروں میں سے ہو۔"[2] کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مذکورہ چاروں صفات کے جامع تھے بلکہ اس سے کہیں زیادہ صفات کے حامل تھے جنہیں بیان کرنا ممکن نہیں اور یہی وجہ تھی کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ

1...یعنی ایسا عابد کہ اگر کسب میں مشغول ہوگا تو عبادت چھوڑ بیٹھے گا کیونکہ کسب تو صبح شام کی مشغولیت چاہتا ہے۔ (اتحاف السادة المتقين، ۶/ ۲۶۳)

2...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبهانی، باب ذکر زھدہ صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۸۰۷، ص ۱۵۴

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلیفہ بنے تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے انہیں تجارت ترک کرنے کا کہا کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے اور تجارت کی مشغولیت آپ کو مسلمانوں کے مصالح سے ہٹا دیتی، لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے (اور اپنے اہل وعیال کے) لئے بقدرِ کفایت مصالح عامہ کے مال سے لیا کرتے تھے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے لیناہی بہتر سمجھا پھر جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اتنامال بیت المال میں جمع کرنے کی وصیت فرمائی لیکن ابتدا میں اسے لیناہی بہتر سمجھا۔

چار لوگوں کی دو حالتیں:

ما قبل مذکور چار قسم کے لوگوں کی دو حالتیں ہیں:

❀...**پہلی حالت:** یہ ہے کہ جب انہوں نے کام کاج ترک کر دیا ہو اور ان کی ضروریات لوگوں کے ہاتھوں اور ان کے زکوٰۃ وصدقات سے پوری ہو جاتی ہوں اور انہیں سوال کرنے (یعنی مانگنے) کی حاجت نہ پڑے تو ایسی صورت میں انہیں کام کاج چھوڑ کر اُن چیزوں (یعنی بدنی عبادات، قلبی اعمال وباطنی سیر اور تعلیم دین وغیرہ) میں ہی مشغول رہنا بہتر ہے کیونکہ یہ بھلائی کے کاموں پر لوگوں کی مدد کرنا ہے اوران کا لوگوں سے کچھ قبول کرنا اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کی طرف سے خود پر لازم فرائض کو انجام دیتے ہیں اور ان پر فضل واحسان کرتے ہیں۔

❀...**دوسری حالت:** یہ ہے کہ انہیں سوال کرنے (یعنی مانگنے) کی حاجت پڑے۔ یہ صورت محلِ نظر ہے۔ وعید اور مذمت پر مشتمل ہماری بیان کردہ روایات ظاہر میں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سوال سے بچنا ہی بہتر ہے لیکن اس سلسلے میں احوال اور اشخاص کا لحاظ کئے بغیر مطلقاً ''بہتر ہونے'' کا قول مشکل ہے بلکہ یہ معاملہ بندے کے اپنے گہرے غور وفکر اور اپنے نفس پر نگاہ رکھنے کے سپرد ہے۔ اس طرح کہ سوال کرنے میں جو ذلت، مروت کی پردہ دری اور گریہ وزاری اور سختی اُٹھانی پڑتی ہے اس کا مقابلہ اس کے ساتھ کرے جو اس کے علم وعمل میں مشغولیت کے سبب خود کو اور دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کے علم وعمل میں مشغول ہونے سے خود ان کو اور دوسروں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے اور سوال کے سلسلے میں تھوڑی

سی توجُّہ کرنے سے انہیں بقدرِ کفایت رزق حاصل ہو جاتا ہے جبکہ بعض لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے اور بعض اوقات مطلوب اور ممنوع ایک دوسرے کے مقابل آجاتے ہیں یعنی بعض لوگوں کے لئے دونوں طرف کا معاملہ برابر ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں بندے کو اپنے دل سے فتویٰ لینا چاہئے اگرچہ فتویٰ دینے والے اسے فتویٰ دیں۔ کیونکہ ظاہری فتاویٰ مختلف صورتوں کی تفصیلات اور احوال کی باریکیوں کا احاطہ نہیں کرتے۔

اسلاف میں سے ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے 360 دوست تھے، وہ ہر دوست کے گھر ایک رات قیام فرماتے تھے اور ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے 30 دوست تھے (وہ مہینے میں ہر دوست کے گھر ایک رات ٹھہرتے)۔ یہ حضرات فکر معاش سے آزاد عبادت میں مصروف رہتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ "ان عبادات و بھلائیوں میں مشغولیت کے باعث ہمارا ان کی خدمت قبول کرلینا یہ لوگ اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔" پس ایسے لوگوں کا خدمت قبول کرنا بھی عبادات کے علاوہ ایک کارِ خیر ہے، لہٰذا ان امور میں باریک بینی سے کام لینا چاہئے کیونکہ لینے والے کا اجر دینے والے کی طرح ہے جبکہ لینے والا اس کے ذریعے دین پر مدد طلب کرے اور دینے والا خوش دلی سے دے۔

الغرض جو شخص ان معانی پر مطلع ہو جاتا ہے وہ اپنی حالت اور وقت کے اعتبار سے اپنے نفس کی حالت کو پہچان سکتا ہے اور اس کے دل سے ظاہر ہو جائے گا کہ اس کے حق میں کون سی شے افضل ہے۔ پس یہ حصولِ روزگار اور کام کاج کرنے کی فضیلت ہے مگر جس عقد کے ذریعے کمایا جاتا ہے اس کے لئے چار باتیں ضروری ہیں: (۱)... صحت (یعنی درستیٔ معاملہ) (۲)... عدل کرنا (۳)... احسان کرنا اور (۴)... دین پر شفقت (یعنی عمل) کرنا۔ ہم ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ سے ایک باب باندھیں گے اور آنے والے باب نمبر 2 میں خرید و فروخت وغیرہ کی درستی کے اسباب بیان کرنے کے ساتھ ان کا آغاز کرتے ہیں۔

﴿ صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ﴾ ﴿ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﴾

باب نمبر2: خرید وفروخت، سود، بیع سلَم، اجارہ، مُضاربت، شرکت کے اعتبار سے کام کاج کرنے کے علم اور کاسب کے لئے مدار کی حیثیت رکھنے والے ان تصرُّفات کی درستی کے لئے شریعت کی مُقَرَّر کردہ شرائط کا بیان

جاننا چاہئے کہ اس باب کا علم حاصل کرنا ہر کمانے والے مسلمان پر فرض ہے کیونکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور وہ علم حاصل کرنا فرض ہے جس کی حاجت ہو اور کام کاج کرنے والا کسب کا محتاج ہوتا ہے (تو اس پر اس کا علم حاصل کرنا فرض ہوا) اور جب اسے یہ علم حاصل ہو جائے گا تو وہ مُعاملات کو خراب کرنے والی چیزوں سے واقف ہو جائے گا، پس وہ ان سے بچے گا اور جب کسی مسئلے میں اسے کوئی مشکل درپیش ہو گی تو وہ اس کے سبب میں غور کرے گا اور کسی علم والے سے سوال کرنے تک اس بارے میں تَوَقُّف کرے گا اور اگر اسے خرابی پیدا کرنے والے اسباب کا اجمالی طور پر علم نہیں ہو گا تو وہ یہ نہیں جان سکے گا کہ کب اسے توقف کرنا اور کب سوال کرنا واجب ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی یہ کہے کہ میں ابھی علم حاصل نہیں کرتا اور اس وقت تک رُکا رہتا ہوں جب تک مجھے کوئی واقعہ درپیش نہ آئے، جب کوئی واقعہ پیش آئے گا تو علم حاصل کرلوں گا اور فتویٰ لے لوں گا۔ تو ایسے شخص کو یہ **جواب** دیا جائے گا کہ جب تمہیں عقود کو فاسد کرنے والی چیزوں کا اجمالی طور پر علم حاصل نہیں ہو گا تو کسی واقعہ کے درپیش ہونے کا علم کیسے ہو گا؟ وہ تصرفات کرتا رہے گا اور انہیں درست سمجھتا رہے گا، لہٰذا اسے اتنی مقدار میں علم تجارت سیکھنا ضروری ہے جس سے وہ جائز و ناجائز اور مشکل و واضح مقامات میں فرق کر سکے۔ اسی وجہ

سے خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بازار میں تشریف لے جاتے اور بعض تاجروں کو درّے مار کر فرماتے: "ہمارے بازاروں میں وہی خرید و فروخت کرے جو خرید و فروخت (کے مسائل) جانتا ہے ورنہ نہ خواہی وہ سود کھائے گا۔

عقود یعنی معاملات کی چھ اقسام:

عقود یعنی معاملات کا علم بہت زیادہ ہے لیکن چھ عقد ایسے ہیں کہ کام کاج کرنے والا ان سے جدا نہیں ہو سکتا: (۱)... بیع (خرید و فروخت) (۲)... رِبا (سود) (۳)... بیع سَلَم (۴)... اجارہ (۵)... مُضاربت اور (۶)... شرکت۔

اب ہم ان کی شرائط کی تفصیلات بیان کرتے ہیں۔

پہلا عقد: خرید و فروخت

بیع کے ارکان:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بیع یعنی خرید و فروخت کو حلال قرار دیا ہے۔ اس کے تین ارکان ہیں: (۱)... عقد کرنے والا (۲)... وہ شے جس پر عقد کیا جائے اور (۳)... وہ الفاظ جن سے عقد کیا جائے[1]۔

پہلا رکن:

بیع کا پہلا رکن عقد کرنے (یعنی بیچنے یا خریدنے) والا ہے۔ تاجر کو چاہئے کہ چار قسم کے لوگوں سے خرید و فروخت کا معاملہ نہ کرے: (۱)... بچہ (۲)... مجنون (پاگل) (۳)... غلام اور (۴)... نابینا۔

بچہ و مجنون کا خرید و فروخت کرنا:

بچہ اور مجنون سے ممانعت اس لئے ہے کہ وہ مکلَّف نہیں اور ان دونوں کی بیع باطل ہے[2]، لہٰذا حضرت

1... احناف کے نزدیک: بیع کے دو رکن ہیں: (۱)... ایجاب۔ (۲)... قبول۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۶۱۵)

2... احناف کے نزدیک: بیع کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں، لہٰذا سمجھ دار نابالغ بچے کی بیع صحیح ہے۔ (ملخصًا رد المحتار علی الدر المختار، ۷/ ۱۳، دار المعرفۃ بیروت) ہاں! ناسمجھ بچے کی بیع باطل ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۶۹۶)

سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے نزدیک بچے کی بیع درست نہیں اگرچہ ولی (سرپرست) نے اجازت دے دی ہو۔

مسئلہ: لہٰذا اگر کوئی شخص بچے یا پاگل سے کچھ لے گا (یعنی خریدے گا) وہ اس کا ضامن قرار پائے گا (کہ اگر ضائع ہو گیا تو اسے تاوان دینا پڑے گا) اور اگر کسی شخص نے بذریعہ تجارت کچھ ان کے سپرد کیا اور وہ ان کے قبضے میں ضائع ہو گیا تو وہ اسی شخص کا ہے (یعنی انہیں کو تاوان نہیں دینا پڑے گا)۔

عاقل غلام کا خرید و فروخت کرنا:

عاقل غلام کی بیع اپنے آقا کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں، لہٰذا سبزی فروش، نانبائی اور قصّاب وغیرہ پر لازم ہے کہ وہ غلام سے اس وقت تک (خرید و فروخت کا) معاملہ نہ کریں جب تک ان کے آقا اجازت نہ دے دیں۔ اجازت کی دو صورتیں ہیں: (۱)... تاجر نے خود سنا ہو (۲)... یا پھر کسی شہر میں یہ بات مشہور ہو کہ فلاں غلام کو اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت کی اجازت ہے۔

مسئلہ: غلام کے حق میں بیع کے لئے مشہور ہونے پر اعتماد کیا جائے گا یا پھر ایک عادل شخص کے قول پر اعتماد کیا جائے گا جو معاملہ کرنے والے کو آقا کی اجازت کی خبر دے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے آقا کی اجازت کے بغیر غلام سے (خرید و فروخت کا) معاملہ کیا تو یہ عقد باطل ہو گا اور اس نے جو کچھ غلام سے لیا ہے وہ اس کے ذمہ غلام کے آقا کے لئے مضمون عَلَیْہِ ہو گا (یعنی اگر ہلاک ہو جائے تو اس کا تاوان دینا ہو گا) اور غلام کو اس نے جو کچھ دیا ہے وہ اگر اس کے پاس ہلاک ہو گیا تو وہ غلام کی گردن پر ہے نہ ہی آقا پر اس کا تاوان ہے بلکہ یہ صرف اسی وقت مطالبہ کر سکتا ہے جب غلام آزاد ہو جائے۔

نابینا کا خرید و فروخت کرنا:

نابینا چونکہ بغیر دیکھے چیز کی خرید و فروخت کرتا ہے، لہٰذا اس کی خرید و فروخت درست نہیں[1]۔

---

[1]... احناف کے نزدیک: اندھے کی بیع بھی درست ہے۔ (الدر المختار معہ رد المحتار، ۷/ ۱۵۷، دار المعرفۃ بیروت)

مسئلہ: نابینا کو حکم دیا جائے کہ وہ کسی دیکھنے والے شخص کو اپنا وکیل بنائے تاکہ وہ اس کے لئے خرید و فروخت کرے۔

مسئلہ: نابینا کا وکیل بنانا صحیح ہے اور وکیل کا خرید و فروخت کرنا بھی صحیح ہے۔

مسئلہ: اگر تاجر کسی کو اپنا وکیل بنائے بغیر خود ہی اس نابینا شخص کے ساتھ (خرید و فروخت کا) معاملہ کرے گا تو یہ معاملہ فاسد ہوگا اور اس نے جو کچھ اس سے لیا ہے اس کی قیمت کا تاوان دینا پڑے گا اور اسی طرح یہ اس کو جو کچھ دے گا تو اُس کو بھی اس کی قیمت کا تاوان دینا پڑے گا۔

کافر کے ساتھ خرید و فروخت:

کافر کے ساتھ خرید و فروخت کے معاملات کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: کافر کو قرآن کریم اور مسلمان غلام نہ بیچا جائے۔

مسئلہ: کافر جبکہ اہل حرب ہو (یعنی مسلمانوں سے جنگ کرنے والا ہو) تو اسے ہتھیار نہ بیچے جائیں۔

مسئلہ: جو معاملات کافر کے ساتھ منع ہیں اگر کسی نے کئے تو وہ مردود ہوں گے اور اس سبب سے یہ شخص اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے والا قرار پائے گا۔

حرام مال والے کے ساتھ خرید و فروخت:

جہاں تک ترکی، ترکمانی، عربی اور کردی سپاہی کا تعلق ہے اور چور، خائن (خیانت کرنے والے)، سود خور، ظالم اور ہر وہ شخص جس کا اکثر مال حرام ہوتا ہے ان کے پاس جو مال و متاع ہے اس میں سے کسی شے کا مالک نہیں بننا چاہئے کیونکہ وہ حرام ہے مگر جب کسی خاص چیز کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ حلال ہے تو اس کا مالک بنا جا سکتا ہے اور عنقریب اس کی تفصیل "حلال و حرام کے بیان" میں آئے گی۔

دوسرا رکن:

مَعْقُوْد عَلَیْہ یعنی جس چیز پر عقد کیا جائے۔ اس سے مراد وہ مال ہے جسے ایک عاقد (یعنی عقد کرنے والے)

سے دوسرے عاقد کی طرف منتقل کرنا مقصود ہوتا ہے خواہ وہ مال، ثمن[1] ہو یا ثمن کے قائم مقام۔ اس میں چھ شرائط کا اعتبار کیا جائے گا۔

مَعقُود عَلَیہ کی چھ شرائط

پہلی شرط:

مَعْقُود عَلَیْہ لِعَیْنِہٖ (بذات خود) نَجِس نہ ہو، لہٰذا کتے اور خنزیر کی بیع جائز نہیں[2] اور نہ ہی گوبر اور پاخانے کی بیع جائز ہے۔ نیز ہاتھی دانت اور ان سے بنے ہوئے برتنوں کی بیع بھی جائز نہیں[3] کیونکہ موت سے ہڈی ناپاک ہو جاتی ہے اور ہاتھی ذَبح کرنے سے بھی پاک نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی ہڈی ذَبح سے پاک ہوتی ہے[4]۔

اسی طرح شراب اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان سے نکلی ہوئی چربی چونکہ ناپاک ہے، لہٰذا

---

1 ...خریدار اور بیچنے والا آپس میں شے کی جو قیمت مقرر کر لیں وہ ثمن کہلاتا ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، ۷/ ۱۱۷، بیروت)

2 ...احناف کے نزدیک: کتا نَجِسُ الْعَیْن نہیں ہے اور اس کی بیع کرنا جائز ہے۔ (الھدایۃ، ۳/ ۷۷، دار احیاء التراث العربی)

3 ...احناف کے نزدیک: ہاتھی دانت اور اس سے بنی ہوئی چیزوں کی بیع جائز ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، ۷/ ۲۶۷، بیروت)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبیِّ مکرم، رسولِ محتشم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت سیِّدُنا ثَوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''یَا ثَوْبَانُ اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِّنْ عَصَبٍ وَّسِوَارَیْنِ مِنْ عَاجٍ یعنی اے ثوبان! فاطمہ کے لئے عصب کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ۔ (سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب فی الانتفاع بالعاج، ۴/ ۱۱۸، الحدیث: ۴۲۱۳)

مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 179** پر اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: سوائے سور اور انسان کے باقی تمام حرام جانوروں کی ہڈی جو پاک ہو، پاک ہے۔

4 ...احناف کے نزدیک: جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ذَبح شرعی سے ان کا گوشت اور چربی اور چمڑا پاک ہو جاتا ہے مگر خنزیر کہ اس کا ہر جز نَجِس ہے اور آدمی اگرچہ طاہر ہے اس کا استعمال تعظیم کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، ۹/ ۵۱۳، ۵۱۴، دار المعرفۃ بیروت)

ان جانوروں کی چربی وغیرہ کو اگر کھانے کے سوا خارجی طور پر استعمال کرنا چاہیں تو ذَبح کر لیں کہ اس صورت میں اس کے استعمال سے بدن یا کپڑا نجس نہیں ہوگا اور نجاست کے استعمال کی قباحت سے بھی بچنا ہوگا۔ (بہار شریعت، ۲/ ۳۲۷)

اس کی بیع جائز نہیں اگرچہ یہ چراغ جلانے اور کشتیوں میں ملے جانے کی صلاحیت رکھتی ہے[1]۔

مسئلہ: جو تیل لعینہٖ پاک ہو لیکن کسی نجاست کے پڑنے یا اس میں چوہا گر کر مرنے کی وجہ سے ناپاک ہو گیا ہو تو اس کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے کھانے کے علاوہ دیگر ذرائع سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے کہ یہ لعینہٖ نجس نہیں۔

مسئلہ: اسی طرح میرے (حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کے) نزدیک ریشم کے کپڑے کی خرید و فروخت میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ایسے حیوان کی اصل ہے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس کو انڈے کے مشابہ قرار دینا جو کہ ایک حیوان کی اصل ہے، لید کے مشابہ قرار دینے سے زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: نیز مشکِ نافہ[2] کی خرید و فروخت بھی جائز ہے اور جب یہ حالتِ حیات میں ہرنی سے جدا ہو جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم دیا جائے گا[3]۔

دوسری شرط:

مَعْقُوْد عَلَیْہ (جس شے پر عقد ہوا اُس) سے نفع اٹھایا جا سکتا ہو۔

مسئلہ: لہٰذا حشرات الارض (کیڑے مکوڑوں)، چوہے اور سانپ کی خرید و فروخت جائز نہیں اور اس میں شعبدہ بازوں کو سانپ سے نفع ہوتا ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اسی طرح مداری کو جو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ کوئی چیز ایک ٹوکری سے نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اس کا بھی اعتبار نہیں ہو گا۔

مسئلہ: بلی، شہد کی مکھی، شیر اور چیتے کی خرید و فروخت جائز ہے اور ہر اس جانور کو بیچنا جائز ہے جو شکار کی

---

1 ...**احناف کے نزدیک:** ذبح شرعی سے ان جانوروں کی چربی پاک ہو جاتی ہے، لہٰذا ان کی چربی کو کھانے کے علاوہ خارجی طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ذبح شرعی کی تفصیلی معلومات کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب **بہارِ شریعت، جلد سوم، صفحہ 312 تا 320** کا مطالعہ کیجئے!

2 ...ہرن کے پیٹ کی وہ تھیلی جس میں مشک ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۳۱۳)

3 ...**احناف کے نزدیک:** یہ ہر حال میں پاک ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، ۱/ ۴۰۴، دار المعرفۃ بیروت)

صلاحیت رکھتا ہو یا اس کی کھال سے نفع اٹھایا جاتا ہو۔

مسئلہ: بوجھ اٹھانے کے لئے ہاتھی کی خرید و فروخت جائز ہے۔

خوبصورت پرندوں کی خرید و فروخت:

مسئلہ: اسی طرح اچھی آواز والے طوطے، مور اور خوبصورت پرندوں کی خرید و فروخت بھی جائز ہے اگرچہ انہیں کھایا نہیں جاتا لیکن (ان کی بیع اس وجہ سے جائز ہے کہ) ان کی آوازوں اور ان کی طرف دیکھنے سے تفریح کرنے کی غرض و مقصد شرعاً مباح ہے۔

مسئلہ: کتے کی خرید و فروخت (بغیر کسی غرض صحیح کے) صرف ظاہری صورت کو ناپسند کرتے ہوئے جائز نہیں کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسے کتے کو رکھنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

آلاتِ موسیقی اور تصویر والی اشیاء کی خرید و فروخت:

مسئلہ: سارنگی[2]، صنج[3]، مزامیر اور دیگر آلاتِ لہو ولعب کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے کیونکہ شرعاً ان کا کوئی فائدہ نہیں۔

مسئلہ: مٹی سے بنائی ہوئی مورتوں کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں جیسے (مٹی سے بنائے گئے) ان جانوروں کی مورتیں جنہیں عید وغیرہ کے موقع پر بچوں کے کھیلنے کے لئے بیچا جاتا ہے کیونکہ شرعاً ان کا توڑنا واجب ہے۔

مسئلہ: درختوں کی تصویریں بنانے کی اجازت ہے۔

مسئلہ: جن کپڑوں اور پلیٹوں پر جانوروں کی تصویریں ہوں ان کو بیچنا بھی درست ہے اسی طرح ان پردوں کو (بیچنا بھی جائز ہے جن پر جانداروں کی تصویریں ہوں)۔ چنانچہ، ایسے کپڑے کے متعلق حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب الامر بقتل الکلاب... الخ، الحدیث: ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ص۸۴۸، ۸۴۹

2 ...ایک قسم کا ساز ہے جس میں تار لگے ہوتے ہیں اور اسے گز سے بجایا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص۸۰۷)

3 ...پیتل کی دو پلیٹیں جو ایک دوسرے پر مار کر بجائی جاتی ہیں۔ (لسان العرب، ج۱، جز۲، ص۲۲۴۵)

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ”اِتَّخِذِیْ مِنْہَا نَمَارِقَ یعنی ان کے بچھونے بنالو۔“[1]

مسئلہ: نصب کرنے (یعنی لٹکانے) کے ذریعے ان کا استعمال کرنا درست نہیں۔ البتہ! بچھا کر انہیں استعمال کرنا جائز ہے، لہٰذا جس صورت میں ان کا استعمال جائز ہے اس اعتبار سے ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔

تیسری شرط:

مُتَصَرَّف فِیْہ (جس چیز کی بیع کی جارہی ہے وہ) اس عقد کرنے والے کی ملک میں ہو یا پھر مالک کی طرف سے اسے اجازت ہو اور غیر مالک سے اس نیت سے کوئی چیز خریدنا جائز نہیں کہ بعد میں مالک سے اجازت لے لیں گے بلکہ اگر بعد میں مالک راضی ہو بھی گیا تب بھی نئے سرے سے عقد کرنا پڑے گا[2]۔

غیرِ مالک سے کچھ خریدنا:

شوہر کا مال اس کی بیوی سے نہ خریدا جائے اور نہ ہی بیوی کا مال اس کے شوہر سے خریدا جائے، اسی طرح بیٹے کا مال اس کے باپ سے اور باپ کا مال اس کے بیٹے سے نہ خریدا جائے کہ اس کی سوچ یہ ہو کہ جب اسے علم ہوگا تو وہ اس پر راضی ہو جائے گا کیونکہ جب بیع سے پہلے مالک کی رضامندی نہیں پائی جائے گی تو بیع درست نہیں ہوگی اور بازاروں میں اس طرح کی بہت ساری صورتیں رائج ہیں، دیندار شخص کو ان سے بچنا چاہئے۔

چوتھی شرط:

مَعْقُوْد عَلَیْہ کو شرعی و حسی طور پر سپرد کرنے پر قادر ہو، لہٰذا جسے حسی طور پر سپرد کرنے پر قادر نہیں

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب المظالم والغصب، باب ھل تکسر الدنان... الخ، ۲/ ۱۳۸، الحدیث: ۲۴۷۹، مفھومًا

2 ...احناف کے نزدیک: اگر دوسرے کی چیز بغیر اس کی اجازت کے بیچ دی تو وہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، ۷/ ۲۴۵، دارالمعرفۃ بیروت) اور اگر مالک نے فضولی کی بیع کو جائز کر دیا تو ثمن جو فضولی لے چکا ہے مالک کا ہوگیا اور فضولی کے ہاتھ میں بطورِ امانت ہے اور اب وہ فضولی بمنزلہ وکیل کے ہوگیا۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۲۸)

اس کی بیع درست نہیں جیسے بھاگے ہوئے غلام اور پانی میں مچھلیوں، پیٹ میں بچے اور نر جانور کے نطفہ کی بیع کرنا (مثلاً اس طرح بیع کی جائے کہ یہ نر کو مادہ پر چھوڑے گا)۔

مسئلہ: اسی طرح جانور کی پیٹھ پر اُون اور تھن میں دودھ کی بیع بھی جائز نہیں کیونکہ مبیع (بیچی ہوئی چیز) کے غیر مبیع (جسے بیچا نہیں گیا) کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے اُن کو سپرد کرنا مشکل ہے۔

مسئلہ: جس چیز کو باعتبار شریعت سپرد نہ کیا جاسکتا ہو جیسے مرہون (وہ چیز جو رہن رکھی گئی ہو)، وقف کی ہوئی شے اور اُمِّ ولد[1] ان کی بیع بھی درست نہیں۔

مسئلہ: یوں ہی جب بچہ چھوٹا ہو تو اس کے بغیر اس کی ماں (لونڈی) کی بیع کرنا یا ماں کے بغیر بچہ کی بیع کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں مبیع (بیچی ہوئی چیز) کو سپرد کرنے میں ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈالنا لازم آئے گا اور یہ حرام ہے، لہٰذا (کسی ایک کو) بیچ کر ان دونوں میں جدائی ڈالنا درست نہیں۔

پانچویں شرط:

عینِ مبیع (یعنی جس چیز کو بیچا جا رہا ہے بذاتِ خود وہ شے)، اس کی مقدار اور اس کا وصف معلوم ہونا چاہئے۔ عین (یعنی بیچی جانے والی چیز کی ذات) کا معلوم ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ بالکل اسی شے کی طرف اشارہ کیا جاسکے، لہٰذا اگر کسی نے کہا: "میں نے اس ریوڑ سے ایک بکری بیچی۔" یا کہا: "یہ جو کپڑے آپ کے سامنے ہیں ان میں سے ایک کپڑا بیچا۔" یا کہا: "اس کپڑے میں سے ایک گز بیچا جس طرف سے چاہو لے لو۔" یا کہا: "اس زمین میں سے دس ذراع بیچے اور جس طرف سے چاہو لے لو۔" تو (ایسی تمام صورتوں میں) بیع باطل ہے اور یہ ان چیزوں میں سے ہیں جن میں دین میں سستی کرنے والے لوگوں کی عادت ہے۔ البتہ! اگر حصّے کے اعتبار سے بیع کی مثلاً آدھا حصہ یا دسواں حصہ وغیرہ بیچا تو یہ صورت جائز ہے۔

---

[1] ...اُمِّ ولد اُس لونڈی کو کہتے ہیں جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۲۹۴)

مبیع کی مقدار کا علم ہونا ضروری ہے:

مقدار کا علم ماپنے، تولنے یا اس شے کو دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے اس طرح کہا: ”میں نے یہ کپڑا اتنے مال کے بدلے بیچا جتنے کے بدلے فلاں نے بیچا۔“ اور دونوں کو معلوم نہ ہو کہ اس نے کتنے کے بدلے بیچا ہے تو یہ بیع باطل ہے[1]۔

مسئلہ: اگر اس طرح کہا: ”میں نے تجھ سے اس پتھر کے وزن کے برابر بیع کی۔“ اور اس پتھر کا وزن معلوم نہ ہو تو یہ بیع بھی باطل ہو گی[2]۔

مسئلہ: اگر یہ کہا: ”میں نے گندم کا یہ ڈھیر تمہیں بیچا۔“ تو یہ بیع بھی باطل ہے[3]۔

مسئلہ: اگر اس طرح کہا: ”میں نے درہموں کے اس ڈھیر کے بدلے تم سے بیع کی۔“ یا: ”سونے کے اس ٹکڑے کے بدلے تم سے بیع کی۔“ اور وہ اسے دیکھ بھی رہا ہے تو یہ بیع صحیح ہو گی اور اسے دیکھ کر اندازہ لگا لینا مقدار کو جاننے کے لئے کافی ہو گا۔

مبیع میں وصف کا اعتبار:

مسئلہ: وصف کا علم ذاتِ شے کو دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور غائب شے کی بیع کرنا درست نہیں مگر جبکہ اسے

---

❶... **احناف کے نزدیک:** یہ بیع فاسد ہے۔ جب بیع کا کوئی رکن مفقود ہو یا وہ چیز بیع کے قابل ہی نہ ہو تو وہ بیع باطل ہوتی ہے اور اگر اس کے علاوہ کوئی خرابی ہو تو وہ بیع فاسد ہو گی۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۹۶، ملخصًا) بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری (خریدنے والے) نے بائع (بیچنے والے) کی اجازت سے مبیع (بیچی گئی چیز) پر قبضہ کر لیا تو مبیع کا مالک ہو گیا اور جب تک قبضہ نہ کیا ہو مالک نہیں۔ لیکن بیع فاسد کے ذریعے حاصل ہونے والی ملک ”ملکِ خبیث“ ہوتی ہے جس کا واپس کرنا واجب ہوتا ہے اور مشتری کو اس میں تصرُّف کرنا منع ہوتا ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۱۳، ملخصًا)

❷... **احناف کے نزدیک:** یہ بیع جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ وقت عقد (یعنی جب اس پتھر کے وزن کے برابر سودا طے ہوا اس وقت سے لے کر) تولنے کے وقت تک زیادہ دیر نہ ہوئی ہو کیونکہ زیادہ زمانہ گزرنے میں ممکن ہے کہ وہ پتھر گم ہو جائے پھر کس چیز سے تولیں گے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۲۹)

❸... **احناف کے نزدیک:** یہ صورت بھی صحیح ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۲۸)

اتنی مدت پہلے دیکھا ہو کہ اس میں تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو (تو اس کی بیع صحیح ہو گی)۔ وصف دیکھنے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ یہ (فقہا کے) دو مذہبوں میں سے ایک مذہب (موقف) ہے۔

مسئلہ: جو کپڑا کھڈی (کپڑا بننے کی مشین) میں ہو اس پر بنے ہوئے نقش و نگار پر اعتماد کرتے ہوئے بیع کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: نہ ہی گندم کی بیع اس کے خوشوں میں جائز ہے[1]۔

مسئلہ: چاولوں کی بیع اس کے چھلکے میں کرنا جس کے ساتھ چاولوں کو ذخیرہ کیا جاتا ہے، جائز ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اخروٹ اور بادام کو اس کے اندرونی چھلکوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے مگر دونوں چھلکوں کے ساتھ بیع کرنا جائز نہیں[2]۔

مسئلہ: ضرورت کی وجہ سے کچا لوبیا اس کے دونوں چھلکوں سمیت بیچنا جائز ہے۔

مسئلہ: کشمش کا شربت بیچنے میں چشم پوشی کی جاتی ہے کیونکہ اس پر پہلے والوں کی عادت جاری ہے لیکن ہم اس کو کسی عوض کے بدلے جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر کسی نے آگے بیچنے کے لئے خریدا تو قیاس کا تقاضا اس کے باطل ہونے کا ہے کیونکہ یہ اپنی پیدائش کے اعتبار سے پوشیدہ نہیں اور اس سے چشم پوشی کرنا بھی بعید نہیں کیونکہ اسے باہر نکالنے سے یہ خراب ہو جاتا ہے جیسے انار اور جو چیز اپنی پیدائش کے اعتبار سے پوشیدہ ہو اس کا یہی حکم ہے۔

چھٹی شرط:

مبیع بائع (بیچنے والے) کے قبضے میں ہو جبکہ بائع مُعاوضہ دے کر اس شے کا مالک بنا ہو۔ یہ خاص شرط ہے کیونکہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شے کو بیچنے سے منع فرمایا جو قبضے میں نہ

---

[1]...احناف کے نزدیک: گندم کی بیع اس کی بالیوں میں کرنا جائز ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۹۷)

[2]...احناف کے نزدیک: اخروٹ و بادام کو اس کے دونوں چھلکوں میں بیع کرنا بھی جائز ہے۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں: (۱)...اگر چھلکوں سمیت بیع نہیں کی تو یہ بائع کے ذمہ ہے کہ وہ ان کو چھلکوں سے نکال کر دے اور (۲)...اگر چھلکوں سمیت بیع کی ہے تو نکال کر دینا بائع کے ذمہ نہیں ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۹۷، ۶۹۸، ملخصًا)

ہو۔[1]۔اس معاملے میں زمین اور منقولی اشیاء(یعنی جو منتقل کی جاسکتی ہوں)دونوں برابر ہیں، لہٰذا ہر وہ شے جسے بائع کے قبضے سے پہلے خرید ایا آگے بیچا جائے تو یہ بیع باطل ہے۔

مبیع پر قبضے کی صورت:

مسئلہ: منقولی شے پر قبضہ منتقل کرنے سے اور زمین پر قبضہ اسے خالی کرا لینے سے ہو گا۔

مسئلہ: جس شے کو ماپنے کی شرط پر خریدا ہے جب تک اسے ماپ نہ لیا جائے قبضہ مکمل نہیں ہو گا۔

مسئلہ: میراث، وصیت، امانت اور ہر وہ شے کہ بغیر معاوضے کے جس کا مالک ہوا ہے، اسے قبضے سے پہلے بیچنا جائز ہے۔

تیسرا رکن:

بیع(خرید وفروخت) کا تیسرا رکن عقد کے الفاظ ہیں جن سے بیع منعقد ہوتی ہے(یعنی ایجاب وقبول)۔ انعقادِ بیع کے لئے ایجاب اور اس کے متصل ہی قبول کا پایا جانا ضروری ہے[2]اور ایجاب وقبول دونوں ایسے الفاظ ہوں جو مقصود پر دلالت کرتے ہوں اور ان سے بیع سمجھی جاتی ہو خواہ وہ الفاظ صریح ہوں یا کنایہ۔

لہٰذا اگر کسی نے ”بِعْتُكَ یعنی میں نے یہ شے تمہیں بیچی“ کے بجائے ”اَعْطَیْتُكَ ھٰذَا بِذَاكَ یعنی میں نے یہ شے اس چیز کے بدلے میں تمہیں عطا کی“ کہا اور دوسرے شخص نے ”قَبِلْتُهٗ یعنی میں نے قبول کیا“ کہہ دیا اور ان الفاظ سے دونوں کی نیت بیع کی تھی تو بیع منعقد ہو جائے گی کیونکہ یہ الفاظ اُدھار کا بھی احتمال رکھتے ہیں جبکہ انہیں دو کپڑوں یا دو جانوروں کے بارے میں استعمال کیا جائے مگر نیت (اُدھار کے) احتمال کو ختم کر دیتی ہے۔

صریح الفاظ جھگڑے کو زیادہ ختم کرنے والے ہوتے ہیں لیکن مختار قول کے مطابق الفاظِ کِنایہ بھی ملک

---

[1]...صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، الحدیث: ۱۵۲۵، ص۸۱۸

[2]...**احناف کے نزدیک:** جب ایک فریق نے ایجاب کیا تو جب تک مجلس تبدیل نہ ہو جائے تب تک دوسرا فریق قبول کر سکتا ہے۔(الھدایۃ، ۳/ ۲۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور حلت کا فائدہ دیتے ہیں (یعنی آدمی اس شے کا مالک بن جاتا اور وہ شے اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے)۔

بیع میں شرط کا حکم:

بیع میں ایسی شرط نہیں لگانی چاہئے جو عقدِ بیع کے تقاضے کے خلاف ہو۔ اگر اس پر کوئی ایسی شرط کی زیادتی کر دی، مثلاً: یہ شرط لگائی کہ مبیع کو اس کے گھر تک اٹھا کر لائے یا اس شرط پر لکڑی خریدی کہ اسے خریدار کے گھر پہنچائے تو اس صورت میں بیع فاسد ہو گی۔ البتہ! اگر گھر پہنچانے کا اجرتِ معلومہ پر اجارہ کر لیا اور یہ "اجارہ" بیع سے علیٰحدہ ہے تو پھر یہ بیع درست ہو گی۔

بیع تعاطی کی تفصیل:

جب بائع و مشتری کے درمیان صرف لین دین ہی ہوا[1]، زبان سے ایجاب و قبول نہ کیا تو حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْکَافِی کے نزدیک سرے سے بیع منعقد ہی نہ ہو گی اور حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے نزدیک اگر یہ لین دین معمولی چیزوں میں ہوا ہو تو بیع منعقد ہو جائے گی لیکن معمولی چیزوں کا شمار کرنا مشکل ہے[2]۔

بیع تعاطی اور لوگوں کی عادات:

اگر معاملہ لوگوں کی عادات پر چھوڑا جائے تو لوگ تو بیع تعاطی کرنے میں معمولی چیزوں سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثلاً: دلال (broker) کپڑا فروش کے پاس آکر اس سے ریشم کا قیمتی کپڑا 10 دینار کی قیمت پر لیتا ہے اور اٹھا کر خریدار کے پاس لے جاتا ہے اور پھر واپس آکر دکاندار کو کہتا ہے کہ خریدار کپڑے اور قیمت پر راضی

---

1 ...زبان سے تلفظ کئے بغیر محض چیز لے لینا اور اس کی قیمت دے دینا بیع تعاطی کہلاتا ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۲۳)

2 ...احناف کے نزدیک: یہ (بیع تعاطی) صرف معمولی اشیاء ساگ ترکاری وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ بیع ہر قسم کی چیز نفیس و خسیس سب میں ہو سکتی ہے اور جس طرح ایجاب و قبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے یہاں بھی ثمن دیدینے اور چیز لے لینے کے بعد بیع لازم ہو جائے گی کہ بغیر دوسرے کی رضامندی کے رد کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۲۳)

ہے تو دکاندار دلال سے کہتا ہے کہ (اس سے)10 درہم لے لو تو وہ خریدار سے 10 درہم لے کر کپڑا اٹھا کر اسے دے دیتا ہے اور 10 درہم کپڑا فروش کے حوالے کر دیتا ہے۔ کپڑا فروش اسے لے لیتا ہے اور اس میں تصرف کرتا ہے اور خریدار کپڑے کو کاٹتا ہے لیکن ان دونوں میں ایجاب و قبول بالکل نہیں ہوتا۔

اسی طرح جب متعدد جہیز دینے والے کسی بیچنے والے کی دُکّان پر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو دُکّاندار ان کے سامنے قیمتی سامان، مثلاً: 100 دینار کا سامان رکھتا ہے۔ ایک کہتا ہے: یہ 90 دینار میں مجھے فروخت کر دو۔ دوسرا کہتا ہے: مجھے 95 دینار میں فروخت کر دو۔ تیسرا کہتا ہے: مجھے 100 دینار میں دے دو۔ تو دُکّاندار اس سے کہتا ہے: دینار تول کر دے دو۔ خریدار دینار تول کر اس کے سپرد کرتا ہے اور سامان لے لیتا ہے اور ان دونوں میں کوئی ایجاب و قبول نہیں ہوتا، اس پر بھی لوگوں کی عادات جاری و ساری ہیں اور یہ ان مشکلات میں سے ہے جن کا علاج نہیں۔

بیع تعاطی اور تین احتمالات:

بیع تعاطی کی مشکلات کو دیکھا جائے تو یہاں تین احتمالات پائے جاتے ہیں:

پہلا احتمال:

معمولی و غیر معمولی شے میں مطلقاً بیع تعاطی کا دروازہ کھول دیا جائے اور یہ ناممکن ہے کیونکہ اس میں غیر کی ملک کو بیع پر دلالت کرنے والے لفظ کے بغیر منتقل کرنا ہے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بیع کو حلال کیا ہے اور بیع نام ہے "ایجاب و قبول" کا اور محض چیز لے لینے اور قیمت دے دینے کو بیع نہیں کہتے تو کس سبب سے دونوں فریقوں کی طرف سے ملک کے منتقل ہونے کا حکم لگایا جائے گا؟ خاص طور پر لونڈیوں، غلاموں، زمین، قیمتی جانوروں اور جن چیزوں میں بہت زیادہ لڑائی جھگڑا ہوتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ "میں پشیمان ہوں اور میں نے بیع تو کی نہیں تھی کیونکہ میں نے یہ چیز محض آپ کے حوالے کی تھی ایجاب و قبول تو نہیں کیا تھا اور (بغیر ایجاب و قبول کے) محض چیز حوالے کر دینا بیع نہیں۔"

دوسرا احتمال:

بیع تعاطی کا دروازہ بالکل ہی بند کر دیا جائے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے (بیع تعاطی کی صورت میں مطلقاً) عقد کو باطل قرار دیا مگر اس پر دو وجہ سے اعتراض ہوتا ہے:

❀...**پہلی وجہ:** یہ شبہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے مبارک زمانے میں معمولی چیزوں میں بیع تعاطی کا پایا جانا عام رائج تھا اور اگر وہ سبزی فروش، نانبائی اور قصاب کے ساتھ ایجاب وقبول کا تکلُّف کرتے تو ان پر یہ کام مشکل ہو جاتا اور یہ بات ان سے نقل کی جاتی اور اس عادت سے مکمل طور پر اعراض کر لینے کا وقت مشہور ہوتا کیونکہ اس طرح کی باتوں میں زمانے مختلف ہیں۔

❀...**دوسری وجہ:** اب لوگوں کا بیع تعاطی میں انہماک ہو گیا ہے۔ انسان کھانے وغیرہ میں سے کوئی چیز بھی خریدتا ہے تو اسے یہ بات معلوم ہے کہ بائع نے محض تعاطی (چیز لے لینے اور اس کی قیمت دے دینے) کے ساتھ ہی اسے اس کا مالک بنا دیا ہے۔ جب معاملہ ایسا ہے تو پھر زبان کے ساتھ عقد کرنے کا کیا فائدہ رہ گیا؟

تیسرا احتمال:

معمولی اور غیر معمولی (مہنگی) اشیاء کے درمیان تفصیل کی جائے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا ہے۔ مگر اس پر دو اشکال وارد ہوتے ہیں: (۱)...اس صورت میں معمولی چیزوں کو شمار کرنا مشکل ہو گا۔ (۲)... بیع پر دلالت کرنے والے لفظ کے بغیر ملک کے منتقل ہونے کی وجہ بیان کرنے میں مشکل ہو گی۔ حضرت سیِّدُنا امام ابن سُرَیج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا ایک قول ایسا بھی بیان کیا ہے جو حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے قول کے موافق ہے۔

یہ تیسرا احتمال تمام احتمالات میں سے اعتدال کے زیادہ قریب ہے، لہٰذا اگر ہم اس کی طرف مائل ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی ضرورت بھی ہے اور یہ مخلوق میں عام رائج بھی ہے۔ نیز ظن غالب بھی یہی ہے کہ یہ پہلے زمانوں میں بھی رائج تھا۔

تیسرے احتمال پر وارد اشکالات کا جواب:

تیسرے احتمال پر وارد ہونے والے اشکالات کا جواب یہ ہے کہ ہم معمولی اور غیر معمولی اشیاء میں فرق کرنے اور انہیں شمار کرنے کے پابند نہیں کیونکہ یہ ناممکن ہے بلکہ اس کی دو واضح اطراف ہیں: (۱)... سبزی، تھوڑے سے پھل، روٹی اور تھوڑا سا گوشت خریدنا اُن معمولی چیزوں میں سے ہے جن کے لین دین میں بیع تعاطی رائج ہے اور ان چیزوں میں ایجاب و قبول کا مطالبہ کرنے والا کمتر جانا جاتا ہے اور اس کے اس تکلُّف کو بوجھ شمار کیا جاتا ہے اور اس کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ فلاں شخص معمولی چیزوں کو بھی تولتا ہے حالانکہ اس کی کوئی ضروت نہیں۔ یہ حقارت کی صورت ہے۔ (۲)... جانور، غلام، زمین اور قیمتی کپڑے اُن اشیاء میں سے ہیں جن میں ایجاب و قبول کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

ان دونوں اطراف کے درمیان کچھ ایسی اشیاء ہیں جن کے بارے میں شک ہے۔ یہ اشیاء محلِّ شُبہ میں ہیں، لہٰذا دین دار آدمی کو چاہئے کہ وہ ان میں احتیاط کی راہ اختیار کرے اور شریعت کے وہ تمام قواعد جن کی پہچان رسم و رواج سے ہوتی ہے وہ دونوں واضح طرفوں اور درمیان والی مشتبہ صورتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

بیع تعاطی میں ملکیت منتقل ہونے کا سبب:

رہا دوسرا اعتراض کہ بیع تعاطی کی صورت میں ملکیت منتقل ہونے کا سبب کیا چیز ہو گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ہاتھ کا عمل، چیز لے کر اس کی قیمت دے دینا، ملکیت منتقل ہونے کا سبب ہے اور یہ لعینہٖ سبب ہے کہ (ایجاب و قبول کے) الفاظ بذاتہٖ سبب نہیں بلکہ یہ اس پر دلالت کرتے ہیں اور یہ (ہاتھ کا عمل) بیع کے مقصود پر ایسی دلالت کرتا ہے جو کہ لوگوں میں عام رائج ہے۔ پھر لوگوں کو اس کی ضرورت، سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کی عادت اور تمام عادات کا اسی طرز و نہج پر رہنا بھی اس کے ساتھ مل گیا ہے کہ تحائف بغیر ایجاب و قبول کے قبول کر کے ان میں تصرف بھی کیا جاتا ہے اور پھر ان تحائف کا عوض ہونے یا نہ ہونے

میں کیا فرق ہے ؟[1] کیونکہ ہبہ میں (عوض ہو یا نہ ہو بہر صورت) ملکیت تو منتقل ہو جاتی ہے۔

ہاں! بیع اور تحفہ میں فرق یہ ہے کہ تحفہ کے سلسلے میں عادت یہ چلی آ رہی ہے کہ معمولی اور غیر معمولی چیزوں میں فرق نہیں کیا جاتا بلکہ چیز جیسی بھی ہو اس میں ایجاب و قبول کا مطالبہ کرنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور بیع کی صورت میں غیر معمولی چیزوں میں ایجاب و قبول کا مطالبہ معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ اس احتمال کی بنیاد دیگر دونوں احتمالات سے زیادہ اعتدال پر ہے۔

بیع تعاطی اور متقی شخص:

دیندار اور متقی شخص کو چاہئے کہ وہ اختلافِ ائمہ کے باعث شبہ سے نکلنے کے لئے (معمولی اور غیر معمولی اشیاء میں) ایجاب و قبول کو ترک نہ کرے۔ یہ نہ ہو کہ وہ بیع ہی کو چھوڑ دے یہ سوچ کر کہ ہو سکتا ہے بائع (بیچنے والے) نے اس شے کو ایجاب و قبول کے بغیر خریدا ہو کیونکہ اسے اس بات کی تحقیق نہیں اور کئی دفعہ ایجاب و قبول کے ساتھ بھی خریدا جاتا ہے اور اگر یہ بائع کے اس شے کو خریدتے وقت اس کے پاس موجود تھا یا خود بائع نے ایجاب و قبول کے ساتھ خریدنے کا اقرار کیا تو یہ اس سے نہ خریدے بلکہ کسی اور سے خرید لے، اگرچہ وہ چیز معمولی ہو اور اسے اس کی ضرورت بھی ہو تب بھی ایجاب و قبول کرے کیونکہ اس طرح مستقبل میں پیدا ہونے والا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے کہ صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے رجوع کرنا ناممکن ہے اور محض لے لینے اور دے دینے کے عمل سے رجوع ممکن ہے (اور یہ جھگڑے کی طرف لے جاتا ہے)۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

خریداری کی صورت میں تو یہ بات ہو سکتی ہے لیکن جب کوئی متقی شخص کسی دعوت یا دستر خوان پر موجود ہو اور اسے معلوم بھی ہو کہ یہ (دعوت کا اہتمام کرنے والے) لوگ خرید و فروخت میں لین دین پر ہی اکتفا

---

[1] ... یہ اِستفہامِ اِنکاری ہے یعنی خواہ عوض ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی یہاں فرماتے ہیں: اس فرق کو نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ یہ غیر موثر ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۳۰۵)

کرتے ہیں یا اس نے خود ان سے سنا یا انہیں دیکھا ہو تو کیا اس پر کھانا کھانے سے باز رہنا واجب ہے؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ اس شے کو خریدنے سے باز رہنا اس پر اس وقت واجب ہے جبکہ وہ شے قیمتی اشیاء کی مقدار کو پہنچ چکی ہو معمولی اشیاء میں سے نہ ہو بہر حال اس کے کھانے سے باز رہنا واجب نہیں کیونکہ اگر ہمیں محض ہاتھ کے عمل کا ملکیت منتقل ہونے پر دلالت کرنے کے بارے میں شک ہے تو یہ بات درست نہیں کہ ہم اس (ہاتھ کے عمل) کو کھانے کے مباح و جائز ہونے پر دلالت کرنے والا نہ بنائیں کیونکہ اباحت کا معاملہ بہت زیادہ وسیع ہے جبکہ ملکیت منتقل ہونے کا معاملہ (اس کی نسبت) تنگ ہے۔

کھانے میں بیع تعاطی:

ہر وہ کھانا جس میں بیع تعاطی کی گئی ہو تو بیچنے والے کا اسے خریدار کے سپرد کر دینا اس کی طرف سے کھانے کی اجازت ہے اور یہ بات قرینۂ حال کی وجہ سے معلوم ہو گی۔ جیسا کہ حمام میں داخل ہونے والے کے لئے حمام کے مالک کی طرف سے اجازت ہوتی ہے اور کھانے کی یہ اجازت اس شخص کے لئے ہو گی جسے خریدار کھلانا چاہے گویا یہ بائع (بیچنے والے) کے اس قول کے قائم مقام ہے: ''میں نے یہ کھانا تمہارے اور جسے تم کھلانا چاہو اس کے لئے مباح کیا۔'' لہٰذا اس کے لئے کھانا کھانا جائز ہو گا اور اگر وہ واضح الفاظ کے ساتھ اس طرح کہے: ''یہ کھانا کھاؤ اور پھر مجھے اس کا عوض دے دینا۔'' تو اب کھانا حلال ہو گا اور اس کا تاوان (عوض) کھانے کے بعد واجب ہو گا۔

(حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) میرے نزدیک یہ فقہی قیاس ہے لیکن بیع تعاطی کے بعد کھانے والا اس کا مالک ہو جائے گا اور اسے تلف کرنے کی وجہ سے اس پر اس شے کا تاوان دینا لازم ہو گا اور یہ تاوان اسی کے ذمے ہے اور وہ ثمن جو اس نے ادا کیا تھا اگر اس کھانے کی قیمت کے برابر ہے تو حقدار اپنے حق کے مطابق اسے لے لے اور اُسے اس کا مالک بن جانا جائز ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب یہ اُس سے مطالبہ کرنے سے عاجز ہو جس کے ذمے اس کا حق ہے لیکن جب یہ اُس سے مطالبہ کرنے پر قادر ہو تو جو کچھ

اِسے اُس کی ملک سے حاصل ہوا ہے یہ اُس کا مالک نہیں بن سکتا کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مالک اس مُعَیَّن شے پر راضی نہیں ہوتا کہ حقدار اس میں اپنے حق کے سلسلے میں تصرف کرے، لہٰذا اس پر اس شے کو لوٹانا لازم ہو گا۔ البتہ! یہاں سپرد کرنے کے قرینے کی وجہ سے اس کی رضا معلوم ہو گئی، لہٰذا یہاں عمل کو اس کے راضی ہونے پر دلالت کرنے والا بنانا کچھ بعید نہیں، اس طور پر کہ خریدار نے جو مال اس کے سپرد کیا ہے یہ اس میں سے اپنا قرض لے کر اپنا حق لے لے مگر تمام احوال میں بیچنے والے کی جانب گہرائی پائی جاتی ہے کیونکہ جو مال اس نے خریدار سے لیا ہے خریدار خود اس میں تصرف کرنا چاہتا ہے، لہٰذا جب تک وہی کھانا خریدار کے پاس ہلاک نہ ہو جائے تب تک یہ اس کے مال کا مالک نہیں بن سکتا۔

بعض اوقات بائع (بیچنے والے) کو نئے سرے سے مالک بننا پڑتا ہے اور کبھی محض اس رضا سے ہی مالک بن جاتا ہے جو قول کے بغیر صرف عمل سے حاصل ہوتی ہے (اور بیچنے والے کی طرف زیادہ گہرائی پائے جانے کا بھی یہی مطلب ہے)۔ لیکن جو شخص کھانا خریدتا ہے اور اسے کھانے کا ہی ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لئے آسانی ہے کیونکہ کھانا مباح کرنے سے مباح ہو جاتا ہے اور یہ مباح کرنا قرینۂ حال سے معلوم ہوتا ہے مگر بعض اوقات (جب یہ دعوت کرتا ہے تو) اس کے دعوت کرنے کی وجہ سے یہ لازم آتا ہے کہ مہمان جو کھانا کھاتے ہیں وہ اس کے ضامن ہیں پھر جب بیچنے والا خریدار سے لئے ہوئے مال کا مالک ہو جاتا ہے تو ضمان بھی ساقط ہو جاتا ہے، لہٰذا وہ اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو اس کا قرض خود ادا کرتا ہے اور اس کا بوجھ اٹھاتا ہے۔

بیع تعاطی کی باریکیوں کے لحاظ سے اس کے قاعدہ و قانون کے بارے میں ہم نے اپنی رائے لکھ دی ہے۔ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰہ یعنی اور حقیقی علم تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے پاس ہے اور جو ہم نے بیان کیا ہے وہ گمان و احتمالات ہیں۔ مگر فتوے کی بنیاد انہی احتمالات پر رکھی جائے گی۔ رہا تقویٰ و پرہیز گاری تو ایسے شخص کو اپنے دل سے فتویٰ لینا چاہئے اور شبہ والے مقامات سے بچتے رہنا چاہئے۔

دوسرا عقد:

سود

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سود کو حرام فرمایا اور اس کے متعلق بہت سخت حکم فرمایا[1]، لہٰذا سونے چاندی اور غلّے کا کاروبار کرنے والوں پر اس سے بچنا فرض ہے کیونکہ سود صرف سونے چاندی اور کھانے والی اشیاء میں ہوتا ہے[2]۔

---

❶...اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰواۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰواؕ (پ۳، البقرة: ۲۷۵) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو سُود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سُود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سُود۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (پ۳، البقرة: ۲۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود، اگر مسلمان ہو۔

❷...احناف کے نزدیک: سود کی تعریف یہ ہے: "عقدِ مُعاوَضہ میں جب دونوں طرف مال ہو اور ایک طرف زیادتی ہو کہ اس کے مقابل میں دوسری طرف کچھ نہ ہو یہ سود ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۶۹) سود ہر اس چیز میں پایا جاتا ہے جو ماپ یا تول سے بکتی ہو جب اُس کو اپنی جنس سے بدلا جائے مثلاً گندم کے بدلے میں گندم، جَو کے بدلے میں جَو لیے اور ایک طرف زیادہ ہو حرام ہے اور اگر وہ چیز ماپ یا تول کی نہ ہو یا ایک جنس کو دوسری جنس سے بدلا ہو تو سود نہیں۔ عمدہ اور خراب کا یہاں کوئی فرق نہیں یعنی تبادلہ جنس میں ایک طرف کم ہے مگر یہ اچھی ہے، دوسری طرف زیادہ ہے مگر وہ خراب ہے، جب بھی سود اور حرام ہے، لازم ہے کہ دونوں ماپ یا تول میں برابر ہوں۔ (الھدایة، ۲/ ۶۰، ۶۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1182 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت، جلد دوم، صفحہ 769، 770 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ القَوِی رِبا الْفَضْل اور رِبا النَّسِیْئَہ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: "قدر و جنس دونوں موجود ہوں تو کمی بیشی بھی حرام ہے (اس کو رِبا الفضل کہتے ہیں) اور ایک طرف نقد ہو دوسری طرف اُدھار یہ بھی حرام (اس کو ربا النسیئہ کہتے ہیں) مثلاً گیہوں کو گیہوں، جَو کو جَو کے بدلے میں بیع کریں تو کم و بیش حرام اور ایک اب دیتا ہے دوسرا کچھ دیر کے بعد دے گا یہ بھی حرام اور دونوں (قدر اور جنس) میں سے ایک ہو ایک نہ ہو تو کمی بیشی جائز ہے اور ادھار حرام مثلاً گیہوں کو جَو کے بدلے میں یا ایک طرف سیسہ ہو ایک طرف لوہا کہ پہلی مثال میں ماپ اور دوسری میں وزن مشترک ہے، مگر جنس کا دونوں میں اختلاف ہے۔ کپڑے کو کپڑے کے بدلے میں، غلام کو غلام کے بدلے میں بیع کیا اس میں جنس ایک ہے مگر قدر موجود نہیں۔ لہٰذا یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک تھان دے کر دو تھان یا ایک غلام کے بدلے میں دو غلام خرید لے مگر ادھار بیچنا حرام اور سود ہے اگرچہ کمی بیشی نہ ہو اور دونوں (قدر اور جنس) نہ ہوں تو کمی بیشی بھی جائز اور ادھار بھی جائز۔ مثلاً گیہوں اور جَو کو روپیہ سے خریدیں یہاں کم و بیش ہونا تو ظاہر ہے کہ ایک روپیہ کے عوض میں جتنے من چاہو خریدو کوئی حرج نہیں اور ادھار بھی جائز ہے کہ آج خریدو، روپیہ مہینے میں سال میں دوسرے کی مرضی سے جب چاہو دو، جائز ہے کوئی خرابی نہیں۔"

صرّاف (یعنی سنار) پر واجب ہے کہ وہ اُدھار اور کمی بیشی کرنے سے بچے۔ اُدھار سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سونے چاندی میں سے کوئی چیز سونے چاندی کے بدلے میں صرف ہاتھوں ہاتھ ہی بیچے کہ مجلس میں ہی دونوں طرف سے قبضہ ہو جائے۔ یہ اُدھار سے بچنا ہے[1]۔

سنار "دار الضرب" (یعنی درہم و دینار بنانے کے کارخانے) میں سونا دے کر اس سے بنے ہوئے دینار خریدے یہ حرام ہے کیونکہ یہ معاملہ اُدھار ہی کی صورت میں ہوتا ہے۔ نیز اکثر اوقات اس میں کمی بیشی بھی پائی جاتی ہے، اس لئے کہ یہ دینار اس سونے کے وزن کے برابر واپس نہیں آتے۔

تین اشیاء میں زیادتی سے احتراز:

تین اشیاء میں زیادتی سے احتراز کیا جائے: (۱)...**ٹوٹی ہوئی چیز، صحیح وسالم چیز کے عوض بیچنا:** اس صورت میں بھی یہ بیع صرف اس وقت جائز ہو گی جبکہ دونوں چیزیں برابر برابر ہوں۔ **(۲)...اچھی چیز کو رَدّی کے بدلے**

---

1 ...(یہ مسئلہ بیع صرف کے متعلق ہے اور بیع صرف یہ ہے کہ) ثمن کو ثمن کے بدلے بیچنا۔ (بیع) صرف میں کبھی جنس کا جنس سے تبادلہ ہوتا ہے جیسے روپے (چاندی کے سکّے) سے چاندی خریدنا یا چاندی کی ریز گاریاں (سکّے کے حصّے یعنی اٹھنّی، چوّنی وغیرہ) خریدنا، سونے کو اشرفی (سونے کے سکّے) سے خریدنا اور کبھی غیر جنس سے تبادلہ ہوتا ہے جیسے روپے سے سونا یا اشرفی خریدنا۔
(بہار شریعت، ۲/ ۸۲۰)

بیع صرف کے جائز ہونے کی صورتیں: **احناف کے نزدیک:** بیع صرف چند شرائط کے ساتھ جائز ہے: (۱)...دونوں طرف ایک ہی جنس (مثلاً چاندی کے بدلے چاندی یا سونے کے بدلے سونا) ہے تو شرط یہ ہے کہ دونوں وزن میں برابر ہوں اور اسی مجلس میں دست بدست قبضہ ہو یعنی ہر ایک دوسرے کی چیز اپنے فعل سے قبضہ میں لائے، اگر عاقدین نے ہاتھ سے قبضہ نہیں کیا بلکہ فرض کرو عقد کے بعد وہاں اپنی چیز رکھ دی اور اس کی چیز لے کر چلا آیا یہ کافی نہیں اور اس طرح کرنے سے بیع ناجائز ہو گئی بلکہ سود ہوا۔ (۲)...اتحادِ جنس کی صورت میں کھرے کھوٹے ہونے کا کچھ لحاظ نہ ہو گا یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ جدھر کھرا مال ہے ادھر کم ہو اور جدھر کھوٹا ہو زیادہ ہو کہ اس صورت میں کمی بیشی سود ہے۔ (۳)...اس کا لحاظ نہیں ہو گا کہ ایک میں صنعت ہے اور دوسرا چاندی کا ڈھیلا ہے یا ایک سکہ ہے دوسرا ویسا ہی ہے اگر ان اختلافات کی وجہ سے کم وبیش کیا تو حرام و سود ہے۔ (۴)...اگر دونوں جانب ایک جنس نہ ہو بلکہ مختلف جنسیں ہوں (مثلاً روپے کے بدلے سونا یا اشرفی ہو) تو کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں مگر تقابُضِ بدلَین (یعنی ثمن و مبیع پر قبضہ) ضروری ہے اگر تقابُضِ بدلَین سے قبل مجلس بدل گئی تو بیع باطل ہو گئی۔
(ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۸۲۱، ۸۲۲)

میں بیچنا: رَدّی چیز کو اچھی چیز کے بدلے اس طرح نہ خریدا جائے کہ وہ وزن میں کم ہو اور نہ ہی اس طرح بیچا جائے کہ وزن میں زیادہ ہو۔ یعنی جب سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچے (تو کمی بیشی جائز نہیں اگرچہ ایک طرف کھوٹا سونا چاندی ہو اور دوسری طرف خالص) لیکن جب دونوں کی جنسیں مختلف ہو جائیں تو کمی بیشی کے ساتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ **(۳)... سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء:** جو چیزیں سونے اور چاندی سے مرکب ہوں مثلاً سونا اور چاندی ملا کر بنائے گئے دینار (وغیرہ) میں اگر سونے کی مقدار مجہول ہو تو ان کے ساتھ معاملہ (لین دین) کرنا سرے سے جائز ہی نہیں مگر جب کسی شہر میں اس طرح کی نقدی رائج ہو جائے تو پھر ان کے ساتھ معاملہ کرنے کی رخصت ہے اور یہ رخصت اس صورت میں ہو گی جب ان کے مقابلے میں کسی اور نقدی سے لین دین نہ ہوتا ہو۔

اگر دراہم میں تانبے کی ملاوٹ ہو تو...!

اسی طرح جن دراہم میں تانبے کی ملاوٹ کی گئی ہو اگر شہر میں ان کے ساتھ لین دین کرنے کا رواج نہ ہو تو ان پر معاملہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں ان سے مقصود چاندی کا حصول ہو گا اور اس کی مقدار مجہول ہے اور اگر یہ نقدی شہر میں رائج ہو تو پھر اس معاملے میں رخصت ہو گی کیونکہ اس کی حاجت ہے۔ نیز اب اس صورت میں ان (دراہم) سے چاندی نکالنا مقصود نہیں ہوتا مگر چاندی کے مقابلے میں ان کی بیع کرنا بالکل جائز نہیں (کیونکہ تانبے کی ملاوٹ والے دراہم میں چاندی کی مقدار مجہول ہے)۔

سونا چاندی ملا کر بنائے گئے زیورات:

مسئلہ: یوں ہی وہ تمام زیورات جو سونا اور چاندی ملا کر بنائے گئے ہیں انہیں سونا یا چاندی کسی سے بھی خریدنا جائز نہیں۔ بلکہ اگر اس میں سے سونے کی مقدار معلوم ہو تو اسے کسی اور سامان کے ذریعے خریدنا چاہئے۔

مسئلہ: اگر چاندی کے اوپر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو کہ اسے آگ سے پگھلا کر سونا حاصل نہ ہو تو اس کو اس کے برابر چاندی سے بیچنا جائز ہے اور اسی طرح چاندی کے علاوہ دیگر چیزوں کے عوض بھی بیچا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: اسی طرح صرّاف کے لئے جائز نہیں کہ سونے کے بدلے ایسا ہار خریدے جس میں سونا اور موتی ہوں اور نہ ہی اس کو بیچنا جائز ہے بلکہ اگر اس میں چاندی نہ ہو تو اس کو چاندی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ (نقد) بیچے۔

مسئلہ: جس کپڑے کو سونے سے بنا گیا ہو اور اس میں اتنی مقدار میں سونا ہو کہ اسے آگ پر رکھنے سے مقصود سونا حاصل ہو سکے تو اسے بھی سونے کے ساتھ خریدنا جائز نہیں۔ ہاں! چاندی وغیرہ کے ساتھ خریدنا جائز ہے۔

غلے کے بیوپاری کے لئے حکم:

غلے کا کاروبار کرنے والوں پر مجلس ہی میں قبضہ کر لینا لازم ہے چاہے خریدے اور بیچے جانے والے کھانے کی جنس ایک ہو یا مختلف اور اگر جنس بھی ایک ہو تو ان پر دو چیزیں ضروری ہوں گی: (۱)... مجلس میں ہی قبضہ کرنا[1]۔ (۲)... مقدار برابر ہونا۔

قصاب، نانبائی، تیلی اور گوالے کے لئے احکام:

مسئلہ: اس سلسلے میں قصّاب کا معاملہ یہ رائج ہے کہ اسے بکری دے کر اس کے عوض اس سے نقد یا اُدھار گوشت خریدا جاتا ہے یہ حرام ہے[2]۔

مسئلہ: اسی طرح خباز (نانبائی) کا معاملہ ہے کہ اسے آٹا دے کر اس سے نقد یا اُدھار روٹیاں خریدی جاتی ہیں، یہ بھی حرام ہے[3]۔

مسئلہ: تیل نکالنے والوں کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ انہیں بیج، تل اور زیتون دیئے جاتے ہیں تاکہ ان کے

---

❶... **احناف کے نزدیک:** جب غلّہ کی بیع اپنی جنس یا غیر جنس سے ہو تو اس میں تقابض (باہم قبضہ کرنا) شرط نہیں۔ مگر یہ اس وقت ہے کہ جب دونوں جانب مُعَیَّن ہو۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۷۵)

❷... **احناف کے نزدیک:** گوشت کو جانور کے بدلے میں بیع کر سکتے ہیں، وہ گوشت اُسی جنس کے جانور کا ہو مثلاً بکری کے گوشت کے عوض میں بکری خریدی یا دوسری جنس کا ہو مثلاً بکری کے گوشت کے بدلے میں گائے خریدی۔ یہ گوشت اُتنا ہی ہو جتنا اُس جانور میں گوشت ہے یا اُس سے کم یا زیادہ بہر حال جائز ہے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۷۲)

❸... **احناف کے نزدیک:** روٹی کو آٹے یا گندم کے بدلے میں بیچنا جائز ہے۔ (الھدایۃ، ۳/ ۶۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

بدلے ان سے تیل لیا جائے، یہ صورت بھی حرام ہے[1]۔

مسئلہ: اسی طرح گوالے کو دودھ دیا جاتا ہے تاکہ اس کے عوض اس سے گھی، پنیر، مکھن اور دودھ کی دیگر اشیاء لی جائیں، یہ بھی حرام ہے[2]۔

مسئلہ: غلّے کو جب اس کی جنس کے علاوہ کسی اور جنس کے ساتھ بیچا جائے تو نقد ہی بیچا جائے اور اسی کی جنس سے بیچا جائے تو نقد اور برابر برابر بیچا جائے۔

اشیاء کو اپنی اصل کے عوض فروخت کرنا:

ہر وہ چیز جسے کسی کھانے والی چیز سے نکالا گیا ہو تو اسے اس اصل کے ساتھ کسی بھی طرح بیچنا جائز نہیں، نہ برابر برابر اور نہ ہی کمی بیشی کے ساتھ، لہٰذا گندم کے بدلے آٹا، روٹی اور ستو نہیں بیچے جاسکتے۔ اسی طرح انگور کے بدلے انگور کا شیرہ، سرکہ اور اس کا جوس نہیں بیچا جاسکتا اور نہ ہی دودھ کے بدلے پنیر، گھی، مکھن، کھویا اور لسی کی بیع ہوسکتی ہے[3]۔

---

❶... **احناف کے نزدیک:** تلوں کو ان کے تیل کے بدلے میں یا زیتون کو رَوغنِ زیتون کے بدلے میں اُس وقت بیچنا جائز ہے کہ ان میں جتنا تیل ہے اس کے مقابلے وہ تیل زیادہ ہو جس کے بدلے میں اس کو بیع کر رہے ہیں یعنی کھلی (تیل یا سرسوں کا پھوک) کے مقابلہ میں تیل کا کچھ حصہ ہونا ضروری ہے ورنہ ناجائز۔ یوہیں سرسوں کو کڑوتے تیل کے بدلے میں یا السی (چھوٹی چھوٹی نازک پتیوں کا ایک پودا اور اس کے بیج جن سے تیل نکالا جاتا ہے) کو اس کے تیل کے بدلے میں بیع کرنے کا حکم ہے غرض یہ کہ جس کھلی کی کوئی قیمت ہوتی ہے اُس کے تیل کو جب اُس سے بیع کیا جائے تو جو تیل مقابل میں ہے وہ اُس سے زیادہ ہو جو اس میں ہے۔ (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب الربا، ۷/ ۴۴۰)

❷... **احناف کے نزدیک:** دودھ کو پنیر کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ بیچ سکتے ہیں۔ کھوئے کے بدلے میں دودھ بیچنے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ مقاصد میں مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف جنس ہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۷۳)

❸... **احناف کے نزدیک:** کمی بیشی کے سود ہونے کے لئے قدر (دونوں چیزوں کا مکیلی یا موزونی ہونا) اور جنس کا ایک ہونا شرط ہے۔ (الھدایۃ، ۲/ ۶۰، ۶۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)......دونوں چیزوں کا ایک نام اور ایک کام ہو تو ایک جنس سمجھئے اور نام و مقصد میں اختلاف ہو تو دو جنس جانئے جیسے گیہوں اور جو۔ کپڑے کی قسمیں ململ لٹھا، گبرون، چھینٹ وغیرہ اجناس مختلفہ ہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۶۹)......پھر گندم، آٹا اور ستو ایک ہی جنس ہے۔ اب چونکہ ان کو برابر برابر ماپ کر... بقیہ اگلے صفحہ پر ...

نوٹ: جب کھانے والی چیزیں ذخیرہ ہونے والی اشیاء میں سے نہ ہوں تو برابر برابر ہونا ان کے جائز ہونے کے لئے کوئی فائدہ نہیں دے گا، لہٰذا تر کھجور کو تر کھجور کے بدلے میں اور انگور کو انگور کے بدلے میں بیع نہیں کیا جا سکتا خواہ برابر برابر ہوں یا کم و بیش[1]۔

یہ چند جملے بیع کی تعریف اور تاجروں کو فساد کے مقامات سے آگاہ کرنے کے لئے کافی ہیں تاکہ ان میں سے کسی چیز کے بارے میں انہیں شک ہو اور ان پر التباس پیدا ہو جائے تو وہ ان (فساد والے مقامات) کے بارے میں فتویٰ لے سکیں اور اگر وہ اسے بھی نہ جان سکیں تو وہ سوال والے مقامات کو نہیں جان سکیں گے (کہ کہاں سوال کرنا ہے) اور سود و حرام میں پڑ جائیں گے اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی۔

تیسرا عقد: بیع سلَم[2] اور اس کی 10 شرائط

بیع سلم کے حوالے سے تاجر کو 10 شرائط کا لحاظ رکھنا چاہئے:

(1)...رَأْسُ الْمَال[3]: کی مثل معلوم ہو تاکہ اگر **مُسلَم فِیْہ**[4] سپرد کرنا مشکل ہو تو **رأس المال** کی قیمت کی

... کر بیع کرنا ممکن نہیں رہا لہٰذا انہیں ایک دوسرے کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہو گا۔(الهداية، ۲/ ۶۳، دار احياء التراث العربي بيروت) البتہ گندم، آٹا یا ستو کے بدلے میں روٹی کو بیچا جا سکتا ہے جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔(الهداية، ۲/ ۶۵، دار احياء التراث العربي بيروت) اور انگور کے بدلے اس کا جوس وغیرہ بیچنے کا حکم یہ ہے کہ یہ جوس انگوروں سے نکلنے والے جوس کی نسبت زیادہ ہو تو پھر بیع جائز ہو گی اور اگر اس سے کم یا برابر ہو تو بیع جائز نہیں ہو گی۔ (الهداية، ۲/ ۶۵، دار احياء التراث العربي بيروت)......**احناف کے نزدیک:** دودھ کے بدلے پنیر، گھی، مکھن اور کھویا کی بیع جائز ہے جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔(بہار شریعت، ۲/ ۷۷۳)

[1] ...**احناف کے نزدیک:** تر کھجور کو تر یا خشک کھجور کے بدلے میں بیع کرنا جائز ہے جبکہ دونوں جانب کی کھجوریں ماپ میں برابر ہوں۔ اسی طرح جو پھل خشک ہو جاتے ہیں ان کے تر کو خشک کے عوض بھی بیچنا جائز ہے اور تر کے بدلے میں بھی۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۷۲، ملخصاً)

[2] ...وہ بیع جس میں ثمن (خریدار اور بیچنے والے کے درمیان طے ہونے والی قیمت) فوراً ادا کرنا ضروری ہو اور مبیع (فروخت شدہ چیز) کو بعد میں خریدار کے حوالہ کرنا بیچنے والے پر لازم ہو۔(ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۷۹۵)

[3] ...بیع سلم میں ثمن کو **رأسُ المال** کہتے ہیں۔(بہار شریعت، ۲/ ۷۹۵)

[4] ...جس چیز پر بیع سلم ہو اسے "مُسلَم فِیْہ" کہتے ہیں۔(ماخوذ از درمختار، ۷/ ۴۷۹، دار المعرفة بيروت)

طرف رجوع کرنا ممکن ہو، لہٰذا اگر کسی نے ایک کُر[1] گندم کے لئے اندازے سے ایک مٹھی درہم دیئے تو ایک قول کے مطابق بیع صحیح نہیں ہوگی۔

(2)... رَأْسُ الْمَال: کو مجلسِ عقد میں ہی جدا ہونے سے پہلے پہلے (بیچنے والے کے) سپرد کردیا جائے، لہٰذا اگر قبضہ کرنے سے پہلے باہم عقد کرنے والے جدا ہوگئے تو بیع سلم فسخ ہوجائے گی۔

(3)...مُسْلَم فِیْہ: ان چیزوں میں سے ہو جن کے اوصاف کی پہچان ممکن ہو، مثلاً: غلہ، جانور[2]، معدنیات، روئی، اُون، ریشم، دودھ، گوشت اور عطر فروشوں کا سامان اور اسی طرح کی دیگر اشیاء۔

مسئلہ: معجون، مرکب اور جن اشیاء کے اجزا مختلف قسم کے ہوتے ہیں ان میں بیع سلم جائز نہیں، مثلاً: عجمی کمانیں، تیر، موزے، وہ جوتے جن کے اجزا اور بناوٹ مختلف ہو اور جانوروں کی کھالیں۔

مسئلہ: روٹی اور جن اشیاء کو کم یا زیادہ پکانے کی وجہ سے ان میں پانی اور نمک کی مقدار مختلف ہوتی ہے ان میں بیع سلم جائز ہے اور اس بارے میں چشم پوشی کی جائے گی۔

(4)... قابلِ اوصاف امور کے وصف بیان کردیئے جائیں: حتی کہ کوئی ایسا وصف بیان کرنے سے نہ رہ جائے جس کی وجہ سے قیمت میں اتنا زیادہ تفاوت ہو کہ لوگ اتنا نقصان نہیں اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ "سلم" میں یہ وصف بیان کرنا "بیع" (خرید و فروخت) میں دیکھنے کے قائم مقام ہے۔

(5)... مدت مقرر ہو: اگر کچھ مدت بعد مُسْلَم فِیْہ سپرد کرنا طے کیا ہو تو مدت مقرر ہونی چاہیے۔ کھیتی کے کٹنے یا پھلوں کے پکنے تک کی مدت نہ ہو بلکہ مہینوں اور دنوں کے حساب سے مدت مقرر ہو کیونکہ پھل کبھی دیر سے پکتے ہیں اور کبھی جلدی پک جاتے ہیں۔

(6)...مُسْلَم فِیْہ: ایسی شے ہو جسے مقررہ میعاد پر ادا کرنے پر قادر ہو اور عام طور پر وہ شے پائی جاتی ہو معدوم نہ ہو، لہٰذا انگوروں میں اتنی میعاد کے لئے بیع سلم کرنا جس میں وہ پائے نہ جائیں، جائز نہیں۔ اسی طرح تمام

---

[1]... یہ اہل عراق کے ایک پیمانے کا نام ہے۔

[2]... احناف کے نزدیک: بیع سلم کسی حیوان میں درست نہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۸۰۰)

پھلوں کا معاملہ ہے۔

مسئلہ: اگر وہ شے عام طور پر پائی جاتی ہو لیکن جب مقررہ وقت آئے تو کسی آفت وغیرہ کے سبب وہ اسے سپرد کرنے سے عاجز ہو جائے تو **رَبُّ السَّلَم** "(خریدار) کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو وہ **مُسلَم اِلَیْہ** (بیچنے والے) کو مہلت دے دے اور اگر چاہے تو عقد توڑ دے اور رأسُ المال (طے شدہ قیمت) واپس لے لے۔

(7)...مُسلَم فِیْہ سپرد کرنے کا مقام بیان کر دیا جائے: جن اشیاء میں مکان کے اعتبار سے اغراض مختلف ہوتی ہیں ان میں ادائیگی کی جگہ کو بیان کر دیا جائے تا کہ جھگڑا پیدا نہ ہو۔

(8)...مُسلَم فِیْہ: کو کسی مُعَیَّن شے پر مُعَلَّق نہ کرے، مثلاً: اس طرح کہنا: اس کھیتی کی گندم یا اس باغ کے پھل۔ کیونکہ یہ (یعنی معین شے پر معلق کرنا) دَین (ادھار ہونے) کو باطل کر دیتا ہے[1]۔ ہاں! اگر کسی شہر یا بڑے دیہات کی طرف نسبت کی تو کچھ حرج نہیں۔

(9)...ایسی قیمتی اشیاء جو نادِرُ الوُجُود ہوں ان میں بیع سلم نہیں ہو سکتی: مثلاً: ایسا موتی بیان کیا جائے جس کی مثل بہت کم پایا جاتا ہے یا خوبصورت لونڈی جس کا بچہ بھی ہو اور ان کے علاوہ وہ اشیاء جن کی ادائیگی پر عام طور پر قدرت نہیں ہوتی۔

(10)...رَأْسُ الْمال: اگر غذا ہو تو پھر غذا میں بیع سلم نہ کی جائے خواہ وہ رأسُ المال کی جنس سے ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح اگر رأسُ المال نقدی ہو تو پھر نقدی میں بیع سلم نہ کی جائے اور ہم نے اسے "**سود کے بیان**" میں ذکر کر دیا ہے۔

---

[1] **...احناف کے نزدیک:** اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر معین کر دیا کہ فلاں گاؤں کے گیہوں یا فلاں درخت کے پھل تو سلم فاسد ہے کیونکہ بہت ممکن ہے اس کھیت یا گاؤں میں گیہوں پیدا نہ ہوں اس درخت میں پھل نہ آئیں اور اگر اس نسبت سے مقصود بیانِ صفت ہے یہ مقصد نہیں کہ خاص اسی کھیت یا گاؤں کا غلہ اسی درخت کے پھل تو درست ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی ملک کی طرف انتساب ہو تو سلم صحیح ہے۔ مثلاً پنجاب کے گیہوں کہ یہ بہت بعید ہے کہ پورے پنجاب میں گیہوں پیدا ہی نہ ہوں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۸۰۱، ملخصاً)

چوتھا عقد:

اجارہ[1]

عقدِ اجارہ کے دورُکن:

عقدِ اجارہ کے دو رکن ہیں: (۱)...اُجرت (۲)... نفع۔

مُوجر، مُستاجِر[2] اور عقدِ اجارہ کے الفاظ کے سلسلے میں انہیں باتوں کا اعتبار ہو گا جنہیں ہم **"خرید و فروخت کے بیان"** میں ذکر کر چکے ہیں۔

پہلا رکن: اُجرت:

اجارہ میں "اجرت" قیمت کی طرح ہے، لہٰذا اجرت معلوم اور ان تمام شرائط سے موصوف ہونی چاہئے جنہیں ہم **"خرید و فروخت کے بیان"** میں ذکر کر چکے ہیں۔ یہ اس وقت ہے جب کہ اجرت "نقد" ہو اور اگر "ادھار" ہو تو اس کی صفت اور مقدار معلوم ہونی چاہئے۔

اجارہ کی باطل صورتیں:

"عقد اجارہ" میں ان تمام امور سے بچا جائے جو عام طور پر رائج ہیں، مثلاً: "گھر کو اس کی تعمیر کے عوض کرایہ پر دینا" کہ یہ باطل ہے کیونکہ تعمیر کی مقدار مجہول ہے...... اور اگر "دراہم" مقرر کئے اور شرط یہ ٹھہرائی کہ کرایہ دار انہیں تعمیر میں خرچ کرے گا تو پھر بھی جائز نہیں کیونکہ تعمیر میں خرچ کرنے میں کرایہ دار کا کام مجہول ہے...... اسی طرح کھال اتارنے کا اس شرط پر اجارہ کرنا کہ اتارنے کے بعد مُستاجِر کھال کو لے لے گا یا مردار کو اٹھانے والا اس کی کھال اجرت کے طور پر لے لے گا...... اور آٹا پیسنے والا اس کا بھوسہ یا آٹے کا کچھ حصہ اجرت کے طور پر لے لے گا۔ یہ تمام صورتیں باطل ہیں اور اسی طرح ہر وہ شے جس کا حصول اور

---

[1]... کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا "اجارہ" ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۱۰۷)

[2]... اس عقد میں جو مالک ہوتا ہے اس کو "موجِر" اور کرایہ دار کو "مستاجِر" کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۱۰۷)

جدا ہونا ''اجیر''[1] کے عمل پر موقوف ہو اسے ''اجرت'' ٹھہرانا جائز نہیں۔

دُکّان یا مکان کا اجارہ:

اسی طرح مکانوں اور دکانوں کے اجارے میں اجرت کی ایک مقدار مقرر کرلینا لیکن اجارے کے مہینے مقرر نہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر کسی نے اس طرح کہا: ''ہر مہینے کے لئے ایک دینار ہے۔'' مگر مہینے مقرر نہ کئے تو مدت مجہول ہونے کی وجہ سے ''عقد اجارہ'' منعقد نہیں ہو گا[2]۔

دوسرا رُکن: نفع:

اجارے کا دوسرا رکن نفع ہے جو اجارے سے مقصود ہوتا ہے اور یہ صرف عمل ہوتا ہے۔ اس میں قاعدہ یہ ہے کہ ''ہر وہ عملِ مباح جس میں کام کرنے والے کو مشقت پہنچے اور لوگ احساناً ایک دوسرے کی طرف سے کر بھی دیں تو اس پر اجارہ کرنا جائز ہے۔''

اس باب کے تمام مسائل اسی ضابطے کے تحت داخل ہے لیکن ہم ان کی شرح کر کے کلام کو طویل نہیں کریں گے کیونکہ ہم نے اسے ''فقہیات'' میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ یہاں ہم صرف ان مسائل کی طرف اشارہ کریں گے جن میں لوگ عام طور پر مبتلا ہیں۔

پانچ اُمور کی رعایت:

نفع کے لحاظ سے عمل اجارہ میں پانچ امور کی رعایت کرنی چاہئے:

(1)... نفع مُتَقَوِّم ہو:

نفع متقوم ہو، یوں کہ اس میں مشقت و تھکاوٹ ہو، لہٰذا اگر غلہ کو اس غرض سے اجارہ پر لیا کہ اس سے

1... ''اجرت'' پر کام کرنے والے کو ''اجیر'' کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۱۰۷)

2... احناف کے نزدیک: اگر کسی نے کوئی مکان اس طرح کرایہ پر لیا کہ ہر مہینہ کا کرایہ ایک روپیہ ہو گا لیکن کل مدت بیان نہ کی تو یہ عقد ایک مہینے میں صحیح ہو گا اور بقیہ مہینوں میں فاسد ہو گا۔ پھر اگر کرایہ دار دوسرے مہینہ میں سے ایک ساعت بھی مکان میں ٹھہرا رہا تو اس مہینے میں بھی ''عقد اجارہ'' صحیح ہو جائے گا۔ (الھدایۃ، ۲/ ۲۳۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)

دکان کو مُزَیَّن کرے، یا درختوں کو اجارہ پر لیا تاکہ ان پر کپڑے سکھائے، یا دراہم کو اجارے پر لیا تاکہ ان سے دکان کو مزین کرے تو یہ اجارے جائز نہیں ہوں گے، کیونکہ ان منافع پر اجارہ کرنا تل یا گندم کے ایک دانے کی خرید و فروخت کرنے کے قائم مقام ہے اور ایسی خرید و فروخت جائز نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کے آئینہ میں چہرہ دیکھنا، کسی کے کنویں سے پانی پینا، کسی کی دیوار سے سایہ لینا اور کسی دوسرے کی جلائی ہوئی آگ سے تپش حاصل کرنا۔

باتوں کی کمائی:

اگر کسی بیچنے والے نے اس بات کی اجرت لی کہ وہ اپنے کلام کے ذریعے اس کے سامان کو بازار میں رواج دے گا تو یہ جائز نہیں۔ اسی طرح بیچنے والے لوگ اپنی جاہ و حشمت اور مقبولیت کی وجہ سے دوسروں کے سامان کو رواج دینے کے بدلے میں جو اجرت لیتے ہیں یہ بھی حرام ہے، کیونکہ ان سے تو صرف ایک کلمہ ہی صادر ہوا ہے جس میں نہ تو تھکاوٹ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی قیمت ہے۔ ان کے لئے اس بات کی اجرت صرف اس صورت میں حلال ہوگی جبکہ اس معاملے میں نرمی پیدا کرنے کے لئے کثرت سے اور بار بار بات چیت کرنے کی وجہ سے وہ تھک جائیں۔ لیکن اس صورت میں بھی یہ اُجرتِ مثل[1] کے ہی حقدار ہوں گے۔ بہرحال فروخت کروانے والوں کا اس پر ڈٹے رہنا ظلم ہے اور یہ مال کو ناحق لینا ہے۔

﴿2﴾... عین مقصود شے نہ لی جائے:

اجارے کے ضمن میں عینِ مقصود شے نہ لی جائے۔

مسئلہ: انگور کی پیداوار حاصل کرنے کے لئے اس کی بیل کو اجارہ پر لینا جائز نہیں۔

مسئلہ: مویشیوں کو ان کا دودھ حاصل کرنے کے لئے کرایہ پر لینا اور باغوں کا ان کے پھلوں کے حصول کے لئے اجارہ کرنا بھی جائز نہیں۔

1... کسی شخص کو کسی کام کی وہ اجرت دینا جو اس کام کرنے والے کو عام طور پر دی جاتی ہے۔ (ردالمحتار، ۹/ ۷۵، دار المعرفۃ بیروت)

مسئلہ: دودھ پلانے والی عورت سے اجارہ کرنا جائز ہے اور دودھ اس کے تابع قرار دیا جائے گا کیونکہ اسے الگ کرنا ممکن نہیں۔

مسئلہ: اسی طرح کاتب کے لئے سیاہی اور درزی کے لئے دھاگے کے سلسلے میں بھی چشم پوشی کی جائے گی کیونکہ یہ دونوں اشیاء اپنی حالتوں پر مقصود نہیں ہوتیں۔

(3)... عمل قابلِ سپردگی ہو:

وہ عمل حسی و شرعی طور پر سپردگی کے قابل ہونا چاہئے۔

مسئلہ: کسی بوڑھے شخص سے ایسے کام پر اجارہ کرنا جو اس کی طاقت سے باہر ہے، جائز نہیں۔

مسئلہ: گونگے سے تعلیم دینے کی شرط پر اجارہ کرنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: جو فعل حرام ہے وہ شرعی اعتبار سے سپردگی کے قابل نہیں ہے، مثلاً: صحیح سلامت دانت کے اکھاڑنے پر اجارہ کرنا یا کسی ایسے عضو کے کاٹنے پر اجارہ کرنا جسے کاٹنے کی شریعت رخصت نہیں دیتی یا حائضہ عورت سے مسجد کی صفائی پر اجارہ کرنا یا معلّم سے جادو اور فحش کلامی سکھانے پر اجارہ کرنا یا کسی دوسرے کی بیوی سے اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر دودھ پلانے پر اجارہ کرنا یا تصویر ساز سے حیوانات کی تصاویر بنانے پر اجارہ کرنا یا کسی برتن بنانے والے سے سونے اور چاندی کے برتن بنانے پر اجارہ کرنا، یہ تمام اجارے باطل ہیں۔

(4)... عمل واجب ہو نہ اس میں نیابت ہو:

وہ عمل اجیر پر واجب نہ ہو اور نہ ہی وہ ایسا عمل ہو کہ اس میں مستاجر کی طرف سے نیابت جاری نہ ہوتی ہو، لہٰذا جہاد اور وہ تمام عبادات جن میں نیابت نہیں ہوتی ان کے کرنے پر اجرت لینا جائز نہیں کیونکہ یہ عمل مستاجر کی طرف سے واقع نہیں ہوتا۔

مسئلہ: حج، غسلِ میت، دفنِ میت، قبر کھودنے اور جنازے کو اٹھانے پر اجرت لینا جائز ہے۔

مسئلہ: نمازِ تراویح کی امامت، اذان، تدریس اور قرآن پاک پڑھانے کی اجرت لینے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

مسئلہ سکھانے کی اجرت جائز ہے:

کسی خاص شخص کو کوئی خاص مسئلہ یا کوئی خاص سورت سکھانے پر اجرت لینا جائز ہے۔

(5)... عمل و نفع معلوم ہو:

عمل یعنی کام اور نفع دونوں معلوم ہونے چاہئیں، لہٰذا درزی کو معلوم ہو کہ اس نے کپڑے میں کیا کام کرنا ہے اور معلِّم کو خاص سورت اور اس کی مقدار کے سلسلے میں اپنا عمل معلوم ہو اور جانور پر بوجھ لادنے والا بوجھ اور سفر کی مقدار جانتا ہو۔ یوں ہی ہر وہ چیز جس سے عادتاً جھگڑا پیدا ہوتا ہو اسے مجہول رکھنا جائز نہیں۔

اس کی تفصیل بہت طویل ہے، یہاں ہم نے جس قدر ذکر کیا ہے وہ اس لئے ہے تاکہ واضح احکام معلوم کئے جاسکیں اور مشکل مقامات کی سمجھ بوجھ حاصل ہو تو ان کے بارے میں سوال کیا جائے کیونکہ چھان بین کرنا مفتی کی شان ہے نہ کہ عوام کی۔

پانچواں عقد:

مُضارَبت[1]

مضاربت کے ارکان:

مضاربت میں تین ارکان کی رعایت کرنی چاہئے: (۱)... رَأْسُ الْمال (۲)... نفع اور (۳)... عمل۔

(1)... رَأْسُ الْمال[2]:

اس کے لئے شرط ہے کہ یہ نقد ہو، معلوم ہو اور مضارِب کے سپرد کر دیا گیا ہو۔

مسئلہ: سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے رائج سکّوں اور عروض (سازوسامان مثلاً گندم کپڑا وغیرہ) پر مضاربت جائز نہیں کیونکہ ان میں تجارت کرنا مشکل ہے۔

1... یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام۔ (بہار شریعت، ۳/ ۱)

2... (مضاربت میں) مال دینے والے کو رَبُّ الْمال اور کام کرنے والے کو **مُضارِب** اور مالک (رَبُّ الْمال) نے جو (مال) دیا اسے **رَأْسُ الْمال** کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ۳/ ۱)

مسئلہ: درہموں کی ایک تھیلی (جس میں دراہم کی تعداد معلوم نہ ہو اس) پر بھی مضاربت کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں نفع کی مقدار واضح نہیں۔

مسئلہ: اگر رَبُّ الْمال (مالک) نے اپنا قبضہ شرط ٹھہرا لیا تو مضاربت جائز نہیں کیونکہ اس میں تجارت کا راستہ تنگ کرنا ہے۔

(2)... نفع:

نفع جزئیت (فیصد/percentage) کے لحاظ سے معلوم ہو۔ اس طرح کہ ایک تہائی یا نصف یا جو چاہیں حصہ مقرر کرلیں اور اگر اس طرح کہا کہ "مجھ پر نفع میں سے تمہیں 100 درہم دینا لازم ہے اور باقی میرے ہوں گے۔" تو مضاربت جائز نہیں کیونکہ بسا اوقات 100 درہم سے زیادہ نفع ہوتا ہی نہیں، لہٰذا اسے کسی معین مقدار کے ساتھ مقرر کرلینا جائز نہیں بلکہ مقدارِ شائع کے ساتھ حصہ مقرر کیا جائے۔

(3)... عمل:

مضاربت کا تیسرا رکن عمل ہے جو مضارِب پر لازم ہوتا ہے۔ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ جگہ یا وقت مُعَیَّن کرکے مضارِب پر تجارت کا راستہ تنگ نہ کیا گیا ہو[1]۔

مضاربت کی ناجائز صورتیں:

مسئلہ: اگر یہ شرط ٹھہرائی کہ وہ اس مال سے کوئی چوپایہ خریدے تاکہ اس کی نسل حاصل ہو اور پھر اسے دونوں باہم تقسیم کرلیں گے یا اس مال سے گندم خرید کر روٹیاں پکائے پھر اس سے حاصل ہونے والا نفع دونوں آپس

---

[1]... **احناف کے نزدیک:** مضاربت کبھی مطلق ہوتی ہے جس میں زمان و مکان اور قسمِ تجارت کی تعیین نہیں ہوتی اور کبھی مضاربت مقید بھی ہوتی ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۳/ ۶) (اگر) رب المال نے شہر یا وقت یا قسمِ تجارت کی تعیین کردی ہو یعنی کہہ دیا ہو کہ اس شہر میں یا اس زمانہ میں خرید و فروخت کرنا یا فلاں قسم کی تجارت کرنا تو مضارِب پر اس کی پابندی لازم ہے اس کے خلاف نہیں کرسکتا۔ (بہار شریعت، ۳/ ۱۰)

میں بانٹ لیں گے تو یہ مضاربت صحیح نہیں کیونکہ مضاربت میں تجارت کی اجازت ہوتی ہے اور تجارت صرف خرید و فروخت اور ان سے متعلق ضروری چیزوں کا نام ہے جبکہ روٹی پکانا اور مویشی چرانا تجارت سے ہٹ کر ہے۔

مسئلہ: اگر مضارب پر تنگی کرتے ہوئے یہ شرط ٹھہرائی گئی کہ "وہ فلاں شخص سے ہی خریدے گا" یا "صرف سرخ ریشم کی تجارت کرے گا" یا پھر ایسی شرط ٹھہرائی گئی جو تجارت کی راہ میں تنگی واقع کرتی ہے تو یہ عقدِ مضاربت فاسد ہو جائے گا۔

مسئلہ: جب عقدِ مُضاربت منعقد ہو جائے تو مضارِب ربُّ المال کا وکیل ہو گا پس وہ اس کی ترقی کے لئے وُکلا کی طرح اس میں تَصَرُّف کرے گا۔

عقدِ مضاربت کا فسخ:

اگر مالک عقدِ مضاربت کو فَسخ کرنا (یعنی توڑنا) چاہے تو اسے اختیار ہے۔

مسئلہ: اگر ایسی حالت میں عقد فسخ کیا کہ تمام کا تمام مال نقد کی صورت میں ہو تو پھر اس میں تقسیم کا طریقہ مخفی نہیں۔

مسئلہ: اگر مال سامان کی صورت میں ہو اور اس میں نفع نہ ہوا ہو تو پھر تمام کا تمام مال مالک کو لوٹا دیا جائے گا اور مالک کو اس بات کا اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ مضارب کو اس بات کا مُکلَّف بنائے کہ وہ دوبارہ اس کو نقد کی صورت میں تبدیل کر کے دے کیونکہ عقد فسخ ہو گیا ہے اور اس نے اپنے ذمے کوئی شے لازم نہیں کی[1]۔

مسئلہ: اگر مضارِب نے ربُّ المال سے کہا کہ "میں اسے بیچتا ہوں" لیکن اُس نے انکار کیا تو اس صورت میں ربُّ المال کی رائے ہی معتبر ہو گی۔ البتہ، اگر مضارِب کوئی ایسا خریدار پائے جس کے سبب رأسُ المال پر نفع

---

❶...**احناف کے نزدیک:** (اگر) مضارب معزول ہوا اور مال، سامان کی شکل میں ہے تو مضارب ان چیزوں کو بیچ کر روپیہ جمع کرے اور جو روپیہ آتا جائے ان سے پھر چیز خریدنی جائز نہیں۔ مالک کو یہ اختیار نہیں کہ مضارب کو اس صورت میں سامان بیچنے سے روک دے بلکہ یہ بھی نہیں کر سکتا کہ کسی قسم کی قید اس کے ذمہ لگائے۔ (بہار شریعت، ۳/ ۱۷، ملتقطاً)

ہونا ظاہر ہو تو مضارب کی رائے پر عمل کیا جائے گا۔

مسئلہ: جب نفع ہو تو مضارب پر لازم ہے کہ وہ رأسُ المال کے برابر مال رأسُ المال کی جنس سے ہی بیچے کسی دوسری نقدی سے نہ بیچے تاکہ واضح ہو جائے کہ جو باقی بچا ہے وہ نفع ہے تو اس میں دونوں شریک ہو جائیں اور ان پر رأسُ المال سے باقی بچے ہوئے مال کی بیع کرنا لازم نہیں۔

مسئلہ: جب سال کا آخر آجائے تو عقد مضاربت کرنے والوں پر مال کی قیمت کا جاننا ضروری ہے تاکہ وہ اس کی زکوٰۃ ادا کر سکیں۔ اگر کچھ نفع حاصل ہوا ہو تو قیاس کے زیادہ قریب یہی ہے کہ مضارِب کے حصے کی زکوٰۃ مضارِب پر فرض ہو گی، کیونکہ نفع کے ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ اپنے حصے کا مالک ہو گیا ہے۔

مسئلہ: مضارب، ربُّ المال کی اجازت کے بغیر مالِ مضاربت کو سفر میں نہیں لے جا سکتا ہے پھر بھی اگر اس نے ایسا کیا تو اس کے تصرفات صحیح ہوں گے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ سامان اور قیمت دونوں کا ضامن ہو گا (یعنی ہلاک ہونے کی صورت میں اسے تاوان دینا پڑے گا) کیونکہ مال کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی وجہ سے زیادتی مال منقول سے قیمت کی طرف بھی متعدی ہو گی[1]۔

مسئلہ: اگر ربُّ المال نے سفر نہ کرنے وغیرہ کی قید لگا دی تو مضارِب اس کی شرط کا خلاف نہیں کر سکتا اور اسے مُضارَبتِ مُقَیَّدہ کہیں گے۔

مسئلہ: اگر اس نے مالک کی اجازت سے سفر کیا تو جائز ہے اور مال کو منتقل کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کا خرچ مالِ مضاربت پر ہو گا جیسے مال ناپنا، تولنا اور اٹھانا عام طور پر تاجر لوگ خود نہیں کرتے ہیں، اس کے اخراجات مالِ مضاربت پر ہوتے ہیں۔ بہر حال کپڑے کو پھیلانا، لپیٹنا اور وہ ہلکے کام جو عام طور پر تاجروں کی

---

1 ...جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا کہ احناف کے نزدیک مضاربت کی دو قسمیں ہیں: (۱)... مضاربتِ مطلقہ۔ (۲)... مضاربتِ مقیدہ۔ مضاربتِ مطلقہ کی صورت میں مضارب کو دریا اور خشکی کا سفر کرنے کا بھی اختیار ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۳/ ۶) (لیکن) یہ سفر اس وقت کر سکتا ہے جب کہ بظاہر خطرہ نہ ہو اور اگر راستہ خطرناک ہو، لوگ اس راستہ سے ڈر کی وجہ سے نہیں جاتے تو مضارب بھی مال لے کر اس راستہ سے نہیں جا سکتا۔ (بہار شریعت، ۳/ ۷)

عادت میں شامل ہیں، مضارِب کو ایسے کاموں پر خرچ کرنے کا اختیار نہیں۔

مسئلہ: مضارب کا اپنا خرچہ اور رہائش خود اسی کے ذمہ ہے اور دکان کی اجرت مضارب پر نہیں۔

مسئلہ: اگر وہ محض مالِ مضاربت کے لئے ہی سفر کرے تو اس کے اپنے سفری اخراجات مالِ مضاربت پر ہوں گے۔ جب واپس لوٹے تو اس پر لازم ہے کہ سفر کا بقیہ سامان مثلاً: لوٹا اور دستر خوان وغیرہ واپس لوٹا دے[1]۔

چھٹا عقد:

شِرکت

شرکت کی چار اقسام ہیں۔ ان میں سے تین باطل ہیں: (۱)...شرکتِ مُفاوَضَہ (۲)...شرکتِ اَبدان (۳)...شرکتِ وُجُوہ اور (۴)...شرکتِ عِنان۔

(1)... شرکتِ مفاوضہ:

شرکتِ مفاوضہ کی صورت یہ ہے کہ ایسے دو شخص جن کے مال الگ الگ ہوں وہ اس طرح کہیں: "ہم نے آپس میں شرکت مفاوضہ کی تاکہ ہم دونوں اپنے تمام نفع و نقصان میں ایک دوسرے کے شریک ہوں۔" یہ شرکت باطل ہے[2]۔

---

[1]...**احناف کے نزدیک:** مضارِب کے اخراجات کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب تک مضارِب اپنے شہر میں کام کرتا ہے کھانے پینے اور دیگر مصارف مالِ مضاربت میں نہیں ہوں گے بلکہ تمام اخراجات کا تعلق مضارِب کی ذات سے ہوگا اور اگر پردیس جائے گا تو کھانا پینا کپڑا سواری اور عادۃً جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے متعلق تاجروں کا عرف ہو یہ سب مَصارِف مالِ مضاربت میں سے ہوں گے دوا وعلاج میں جو کچھ صرف ہوگا وہ مضاربت سے نہیں ملے گا یہ اس صورت میں ہے کہ مضاربت صحیح ہو اور اگر مضاربت فاسد ہو تو پردیس جانے کے بعد بھی مَصارِف اس کی ذات پر ہوں گے مالِ مضاربت سے نہیں لے سکتا۔ (بہار شریعت، ۳/ ۲۲)

[2]...**احناف کے نزدیک:** شرکت مفاوضہ جائز ہے۔ شرکت مفاوضہ میں یہ ضروری ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں اور تصرف و دَین میں بھی مساوات ہو۔ (بہار شریعت، ۲/ ۴۹۱) تفصیل کے لئے بہار شریعت کے صفحہ 491 تا 498 کا مطالعہ کیجئے!

﴿2﴾...شرکتِ ابدان:

شرکتِ ابدان یہ ہے کہ دو شخص اپنے کام کی اجرت میں ایک دوسرے کا شریک ہونا شرط ٹھہرا لیں۔ یہ شرکت بھی باطل ہے[1]۔

﴿3﴾...شرکتِ وُجوہ:

شرکتِ وجوہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو آدمیوں میں سے ایک کو جاہ و حشمت حاصل ہو اور لوگوں میں اس کی بات مانی جاتی ہو تو وہ مال دِلائے اور دوسرا کام کرے۔ یہ شرکت بھی باطل ہے[2]۔

﴿4﴾...شرکتِ عِنان:

صرف چوتھی شرکت ہی صحیح ہے جسے "شرکت عنان" کا نام دیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دو شخصوں کے مال آپس میں ایسے مل جائیں کہ ان کو تقسیم کئے بغیر فرق کرنا مشکل ہو اور ہر شخص اپنے ساتھی کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار دے دے[3]۔

---

❶...اس کو شرکت بالعمل، شرکت تقبل اور شرکت صنائع بھی کہتے ہیں۔(بہار شریعت، ۲/ ۵۰۵) **احناف کے نزدیک:** یہ شرکت بھی جائز ہے۔

❷...شوافع کے نزدیک اس کی وضاحت و تشریح دو طرح سے کی گئی ہے: (۱)...مال تو گمنام آدمی کا ہو اور وجاہت و مرتبے والا شخص اس کو بکوادے اس طرح کہ مال تو اسی گمنام کے قبضے میں ہو اور وہ ذی مرتبہ کے حوالے بھی نہ کرے اور وہ صرف بات کر کے بِکوادے اور نفع دونوں میں تقسیم ہو جائے (2)...وجاہت و مرتبے والا شخص گمنام آدمی کا مال زیادہ نفع پر اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ نفع میں سے کچھ حصہ اسے بھی ملے۔(ماخوذ از اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۳۵۲) **احناف کے نزدیک:** یہ شرکت بھی جائز ہے مگر اس کی صورت کچھ مختلف ہے۔ چنانچہ، بہار شریعت میں ہے: شرکت وجوہ یہ ہے کہ دونوں بغیر مال عقدِ شرکت کریں کہ اپنی وجاہت اور آبرو کی وجہ سے دوکانداروں سے ادھار خرید لائینگے اور مال بیچ کر اُن کے دام دیدینگے اور جو کچھ بچے گا وہ دونوں بانٹ لینگے۔(بہار شریعت، ۲/ ۵۰۹)

❸...بہار شریعت میں "شرکت عنان" کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ دو شخص کسی خاص نوع کی تجارت یا ہر قسم کی تجارت میں شرکت کریں مگر ہر ایک دوسرے کا ضامن نہ ہو صرف دونوں شریک آپس میں ایک دوسرے کے وکیل ہوں گے، لہٰذا شرکت عنان میں یہ شرط ہے کہ ہر ایک ایسا ہو جو دوسرے کو وکیل بنا سکے۔(بہار شریعت، ۲/ ۴۹۸)

شرکتِ عنان کا حُکم:

اس کا حکم یہ ہے کہ ان میں نفع ونقصان ان کے مالوں کے حساب سے تقسیم ہو گا اور یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شرط مقرر کر کے اس حکم کو تبدیل کر دیا جائے [1]۔

مسئلہ: اگر دونوں میں سے کوئی ایک معزول ہو جائے تو اس کو تصرف کرنا منع ہو جاتا ہے۔ اس میں ایک کی مِلک دوسرے کی مِلک سے تقسیم کے ذریعے جدا ہوتی ہے۔

مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ عقدِ شرکت خریدے ہوئے سامان پر بھی جائز ہے اور اس میں نقد (یعنی سونا چاندی پیسہ کا) ہونا شرط نہیں ہے بخلاف عقدِ مضاربت کہ اس کے لئے نقد ہونا شرط ہے۔

اتنی مقدار سیکھنا واجب ہے:

فقہی مسائل میں سے اتنی مقدار کا سیکھنا جو بیان ہوئے ہر کام کاج کرنے والے پر واجب ہے، وگرنہ وہ اس طرح حرام میں پڑے گا کہ اسے پتا بھی نہیں چلے گا۔ قصائی، نانبائی اور سبزی فروش سے معاملات پر غور کیجئے کہ کوئی شخص کام کاج کرتا ہو یا نہ کرتا ہو بہر صورت وہ ان سے مستغنی نہیں۔ ان معاملات میں تین وجوہ سے خَلَل واقع ہوتا ہے: (۱)... خرید و فروخت کی شرائط سے جاہل ہونا (۲)... "بیع سَلَم" کی شرائط نہ جاننا اور (۳)... صرف بیع تَعاطِی (یعنی چیز لے لینے اور دام دے دینے) پر اکتفا کرنا۔ کیونکہ اس معاملے میں لوگوں کی یہ عادت رائج ہے کہ وہ روز مَرَّہ ضرورت کی چیزیں (بیچنے والوں سے) لاتے رہتے ہیں اور انہیں رجسٹر پر لکھ دیا جاتا ہے، پھر ایک مدت (مثلاً مہینے) بعد اس کا حساب کر لیا جاتا ہے پھر قیمت وہ مقرر ہوتی ہے جس پر دونوں کی رضامندی ہوتی ہے۔

---

[1]... شرکت عنان میں یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں کے مال کم و بیش ہوں برابر نہ ہوں اور نفع برابر ہو یا مال برابر ہوں اور نفع کم و بیش ہو۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۴۹۹)

حاجت کی بنا پر جواز کا حکم:

یہ اُن مسائل میں سے ہے جس کے لئے حاجت کی بنا پر مفتیانِ کرام نے جواز کا حکم دیا ہے اور ان کا عوض کے انتظار میں ضرورت کی اشیاء دے ڈالنے کو اِباحت پر محمول کیا جائے گا، لہٰذا خریدار کے لئے ان کا کھانا حلال ہے مگر اسے کھانے سے ضمان لازم ہو گا اور ضمان میں چیز کے تَلَف ہونے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ پس یوں خریدار کے ذمے یہ قیمتیں جمع ہوتی رہیں گی پھر جس مقدار پر بھی خریدار اور بیچنے والے کی رضامندی واقع ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ اس سارے حساب سے مطلقاً براءت طلب کی جائے تاکہ قیمت میں تَفاوُت ہونے کی وجہ سے اس کے ذمہ کچھ بھی باقی نہ رہے[1]۔ اس طریقہ کار پر قَناعَت کرنا واجب ہے کیونکہ ہر دن، ہر گھڑی میں ہر حاجت کے لئے ثمن (خریدار و بیچنے والے کے درمیان طے ہونے والی قیمت) کو ادا کرنے میں بہت زیادہ تکلیف ہے۔ اسی طرح ایجاب و قبول کرنے کی تکلیف اور ہر چھوٹی چھوٹی چیز کے لئے ثمن مقرر کرنے میں بہت دشواری ہے اور جب ہر قسم کی اشیاء کثیر ہوں تو ان کی قیمت مقرر کرنا آسان ہوتا ہے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّق یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے والا ہے۔

باب نمبر 3: معاملات میں عدل، اور ظلم سے اجتناب

جاننا چاہیے کہ معاملہ کبھی اس طور پر واقع ہوتا ہے کہ مفتی تو اس کے صحیح اور منعقد ہونے کا فتویٰ دیتا ہے مگر وہ ایسے ظلم پر مشتمل ہوتا ہے جس کے سبب صاحبِ معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کو دعوت دیتا ہے۔ کیونکہ کسی کام کی ممانعت اس کے فاسد ہونے کا تقاضا نہیں کرتی (یعنی معاملہ شرعاً درست ہو جائے گا اگرچہ اس میں ایک طرح کی ممانعت پائی جاتی ہو)۔

---

[1] ...مثلاً: رضامندی کے ساتھ طے ہونے والی قیمت ادا کرتے ہوئے خریدار یہ کہہ دے: "میں نے گزشتہ مدت میں جو جو اشیاء لیں اب وہ میرے ذمے نہیں۔" (اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۳۵۸)

معاملات میں ظلم کی اقسام:

ظلم جس کا مطلب ہے دوسروں کو نقصان پہنچانا اس کی دو قسمیں ہیں:(۱)...جس کا نقصان عام اور (۲)...جس کا نقصان صرف صاحبِ معاملہ کے ساتھ خاص ہو۔

﴿1﴾...عام نقصان والا ظلم:

وہ ظلم جس کا ضَرَر و نقصان عام ہو اس کی چند اقسام ہیں:(۱)...اِحتکار یعنی ذخیرہ اندوزی[1] اور (۲)...نقدی میں کھوٹے سکوں کو رواج دینا۔

غلہ بیچنے والا غلہ کو ذخیرہ کرکے نرخ کے بڑھنے کا انتظار کرے، یہ عام ظلم ہے اور ایسا کرنے والوں کی شریعت میں مذمت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ،

ذخیرہ اندوزی کی مذمت پر مشتمل 7 احادیث و آثار:

﴿1﴾...''مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ تَكُنْ صَدَقَتُهٗ كَفَّارَةً لِاحْتِكَارِهٖ یعنی جس نے 40 دن تک غلہ کو ذخیرہ کیا پھر اسے صدقہ کر دیا تو یہ اس کی ذخیرہ اندوزی کرنے کا کفّارہ نہیں بنے گا۔''[2]

﴿2﴾...''مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللهِ وَبَرِئَ اللهُ مِنْهُ یعنی جس نے 40 دن تک غلہ کو ذخیرہ کئے رکھا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بری ہے۔''[3]

---

❶...**دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ **1197 صفحات** پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد سوم، صفحہ 482** پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد امجد علی اعظمی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: احتکار ممنوع ہے۔ احتکار کے یہ معنی ہیں کہ کھانے کی چیز کو اس لئے روکنا کہ گراں ہونے پر فروخت کرے گا۔ احادیث میں اس بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

❷...الترغیب والترھیب، کتاب البیوع، الترھیب من الاحتکار، ۲/۳۶۴، الحدیث:۶

کتاب الضعفاء للعقیلی، ۴/۱۵۶۲، الرقم: یغنم بن سالم بن قیس، بتغیر قلیل

❸...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، ۲/۲۷۰، الحدیث:۴۸۸۰

﴿3﴾... منقول ہے کہ ذخیرہ کرنے والے نے گویا کہ پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔[1]

﴿4﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے: ”مَنِ احْتَکَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا قَسَا قَلْبُہٗ یعنی جو شخص 40دن تک غلہ ذخیرہ کئے رکھے تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔“

﴿5﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے غلہ کو آگ لگادی تھی۔

﴿6﴾... ذخیرہ اندوزی کو ترک کرنے کی فضیلت کے بارے میں حضور نبیِّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ جَلَبَ طَعَامًا فَبَاعَہٗ بِسِعْرِ یَوْمِہٖ فَکَاَنَّمَا تَصَدَّقَ بِہٖ یعنی جس شخص نے غلہ حاصل کرکے اسی دن کے نرخ کے مطابق اسے بیچ دیا تو گویا اس نے اُسے صدقہ کیا۔[2]

ایک روایت میں ہے: ”فَکَاَنَّمَا اَعْتَقَ رَقَبَۃً یعنی گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا[3]۔“[4]

﴿7﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۵﴾ (پ۱۷، الحج: ۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اس آیتِ مبارکہ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ ”بے شک احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی بھی ظلم ہے اور اس

---

[1] ...پ۶، المائدۃ: ۳۲

[2] ...تاریخ بغداد، ۱۳/ ۴۴۷، الرقم: ۷۳۱۸: الولید بن صالح ابو محمد الضبی النخاس، بتغیر
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۴۳۸

[3] ...اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ عدل اور تعاون کرنا باعث فضیلت ہے اور خاص خوراک کی صورت میں تعاون کرنے والے کے لئے تو مرتبہ شہادت کی بشارت آئی ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ جَلَبَ طَعَامًا اِلٰی مِصْرٍ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِیْنَ کَانَ لَہٗ اَجْرُ شَہِیْدٍ یعنی جو مسلمانوں کے کسی شہر میں خوراک لے کر آئے اُس کے لئے شہید کا اجر ہے۔“
(کنز العمال، کتاب البیوع، الباب الثالث فی الاحتکار والتسعیر، ۴/ ۴۲، الحدیث: ۹۷۳۶)

[4] ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۴۳۸

وعید کے تحت داخل ہے۔“

حکایت: تھوڑے سے نفع پر آخرت قربان نہ کرو!

ایک بزرگ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ”واسِط“ کے مقام پر تھے۔ انہوں نے گندم سے بھری ایک کشتی بصرہ شہر کی طرف بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھا: ”جس دن یہ کھانا بصرہ پہنچے اسی دن اسے بیچ دینا اور اگلے دن تک مُؤَخَّر نہ کرنا۔“ اتفاقاً وہاں پر بھاؤ (rate) کم تھا تو تاجروں نے ان کے وکیل کو مشورہ دیا کہ ”اگر آپ اسے جمعہ کے دن تک مؤخر کریں تو اس میں دُگنا نفع ہو گا۔“ چنانچہ، اس نے جمعہ تک کے لئے فروخت کرنا مُؤَخَّر کر دیا تو اس میں کئی گنا فائدہ ہوا۔ وکیل نے یہ واقعہ مالک کو لکھ کر بھیجا تو انہوں نے وکیل کو خط لکھا کہ ”اے فلاں! ہم اپنے دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے نفع پر ہی قناعت کر لیا کرتے ہیں مگر تم نے اس کے خلاف کیا۔ ہمیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہمیں اس سے کئی گنا نفع ہو لیکن اس کے بدلے ہمارے دین میں سے کوئی شے چلی جائے۔ تم نے ہم پر ایک جرم لاگو کر دیا ہے، لہٰذا جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو تمام مال لے کر بصرہ کے فقرا پر صدقہ کر دینا۔ شاید کہ میں ذخیرہ اندوزی کے گناہ سے برابر برابر نجات پاسکوں کہ نہ تو میرا نقصان ہو اور نہ ہی فائدہ۔

احتکار کہاں منع اور کہاں جائز؟

جان لیجئے کہ ذخیرہ اندوزی کی ممانعت مطلق ہے اور اس میں نظر کرنا دو چیزوں کے ساتھ ہے: (۱)...وقت اور (۲)... جنس۔

(1)... جنس:

اس کے لحاظ سے ممانعت تمام ”غذائی اجناس“ میں جاری ہوتی ہے، لہٰذا جو اشیاء غذائی اجناس میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی غذا پر مددگار ہوتی ہیں، مثلاً: دوائیں، بُوٹیاں اور زعفران وغیرہ ان میں ذخیرہ اندوزی کی

ممانعت نہیں اگرچہ یہ کھائی جاتیں ہیں اور جو چیزیں غذا پر مُعِیْن و مددگار ہوتی ہیں، مثلاً: گوشت، پھل اور ان کے قائم مقام وہ اشیاء جو بعض حالتوں میں غذائی اجناس سے بے نیاز کر دیتی ہیں اگرچہ ان پر مداومت (ہمیشگی اختیار) کرنا ممکن نہ ہو، ان کے بارے میں ممانعت کا حکم محل نظر ہے۔ بعض علمانے گھی، شہد، تل کا تیل، پنیر، زیتون اور ان کے قائم مقام دیگر اشیاء میں بھی اس کی حرمت کو عام رکھا ہے[1]۔

(۲)...وقت:

یہ بھی ممانعت کے تمام اوقات میں عام ہونے کا احتمال رکھتا ہے۔ اس پر ماقبل مذکور بزرگ والی حکایت دلالت کرتی ہے کہ غلہ جب بصرہ پہنچا تو وہاں کا بھاؤ کم تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حکم اس وقت کے ساتھ خاص ہو جب غذائی اجناس کی قِلّت ہو اور لوگوں کو اس کی حاجت بھی ہو حتی کہ ان چیزوں کو تاخیر سے بیچنے کی وجہ سے لوگوں کو نقصان ہو۔ مگر جب غذائی اجناس کی کثرت ہو اور لوگوں کو اس کی حاجت بھی نہ ہو اور وہ تھوڑی سی قیمت سے ہی اس کی طرف رغبت کریں تو غلہ کا مالک بھاؤ بڑھنے کا انتظار کر سکتا ہے، ایسا کرنے میں لوگوں کا کوئی نقصان نہیں۔ لیکن قحط پڑنے کا انتظار نہ کرے اور اگر زمانہ قحط کا شکار ہو، شہد اور تل کا تیل وغیرہ ذخیرہ کرنے سے لوگوں کو ضرر و نقصان پہنچتا ہو تو پھر اس کی حرمت کا ہی حکم ہو گا[2]۔

جائز یا ناجائز کا مدار ضرر پر ہے:

مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ ذخیرہ اندوزی میں حرمت کی نفی (یعنی جائز ہونے) اور اثبات (یعنی ناجائز

---

[1]...دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت، جلد سوم، صفحہ 482 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: اِحتکار انسان کے کھانے کی چیزوں میں بھی ہوتا ہے، مثلاً: اناج اور انگور، بادام وغیرہ اور جانوروں کے چارہ میں بھی ہوتا ہے جیسے گھاس، بھوسا۔

[2]...دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت، جلد سوم، صفحہ 484 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: احتکار وہیں کہلائے گا جبکہ اس کا غلہ روکنا وہاں والوں کے لئے مضر ہو یعنی اس کی وجہ سے گرانی ہو جائے یا یہ صورت ہو کہ سارا غلہ اسی کے قبضہ میں ہے، اس کے روکنے سے قحط پڑنے کا اندیشہ ہے، دوسری جگہ غلہ دستیاب نہ ہو گا۔

ہونے) کا دارو مدار ضرر پر ہے کیونکہ غذائی اجناس کی تخصیص کرنے سے قطعی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو بھی غذائی اجناس کو ذخیرہ کرنا کراہیت سے خالی نہ ہو گا کیونکہ اس صورت میں غلے کا مالک ضرر کے آغاز کا انتظار کرتا ہے اور وہ بھاؤ کا بڑھ جانا ہے اور ضرر کے آغاز کا انتظار کرنا بھی منع ہے جیسے خود ضرر کا انتظار کرنا منع ہے مگر یہ ضرر کے آغاز کا انتظار کرنے سے کم درجہ ہے پھر ضرر کا انتظار بھی ضرر پہنچانے سے کم درجہ ہے، لہٰذا ضرر و نقصان کے درجات کے اعتبار سے کراہت و حرمت کے درجات بھی مختلف ہیں۔

نامناسب تجارت:

غذائی اجناس کی تجارت کرنا مستحب و مناسب نہیں کیونکہ تجارت "نفع طلب کرنے" کو کہتے ہیں اور غذائیں انسان کے قائم رہنے کے لئے اصل ہیں جبکہ نفع اصل پر زائد ہوتا ہے، لہٰذا نفع بھی انہیں چیزوں سے حاصل کیا جانا چاہئے جو زوائد کے طور پر پیدا کی گئیں ہیں اور مخلوق کو جن کی حاجت نہیں ہوتی۔

حکایت: دو تجارتیں اور دو پیشے:

ایک تابعی بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کسی شخص کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اپنے بیٹے کو دو تجارتوں اور دو پیشوں میں نہ لگانا: (۱)... کھانے اور (۲)... کفنوں کی تجارت۔ کیونکہ کھانے کی تجارت کرنے والا مہنگائی اور کفنوں کی تجارت کرنے والا لوگوں کے مرنے کا خواہش مند رہتا ہے اور دو پیشے یہ ہیں: (۱)... قصاب کا پیشہ اور (۲)... سنار کا پیشہ۔ کیونکہ قصاب کے پیشے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سنار کے پیشے والا دنیا کو سونے اور چاندی سے آراستہ کرتا ہے۔

نقدی میں کھوٹے سکوں کو رواج دینا:

نقدی میں کھوٹے سکوں کو رواج دینا بھی عام ظلم ہے کیونکہ اس صورت میں اگر معاملہ کرنے والے کو اس کا علم نہ ہو تو اسے ضرر پہنچے گا اور اگر وہ کھوٹا ہونا جانتا ہے تو وہ اسے آگے دوسرے شخص کو دے گا پھر دوسرا تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو اور یوں وہ کھوٹا سکہ مختلف ہاتھوں میں گھومتا رہے گا اور اس کا ضرر عام اور فساد

بڑھتا رہے گا اور ہر ایک کا بوجھ اور وبال پہلے شخص پر ہو گا کیونکہ اس برائی کا دروازہ اسی نے کھولا ہے۔ چنانچہ،

برا طریقہ ایجاد کرنے کا وبال:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعُمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَمِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا لَا یَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئًا یعنی جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس کا گناہ اس طریقہ ایجاد کرنے والے پر ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ کی مثل گناہ بھی اس پر ہو گا جبکہ ان کے گناہوں سے کچھ کمی نہ ہو گی۔''[1]

حکایت: 100 درہم چوری کرنے سے زیادہ سخت:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک کھوٹا درہم (سکہ) خرچ کرنا 100 درہم چوری کرنے سے زیادہ سخت ہے کیونکہ چوری کا گناہ ایک ہے اور وہ مکمل ہو گیا جبکہ کھوٹے سکے کو خرچ کرنا ایک بدعت اور برا طریقہ ہے جسے اس نے دین میں ظاہر کیا۔ پس اس کی موت کے بعد اس کے بعد والے 100 یا 200 سال تک اس پر عمل کرتے رہیں گے حتی کہ وہ فنا ہو جائے تو ان سب کا گناہ اس پر ہو گا اور اس پر اس کا بھی گناہ ہو گا جو اس کے اس برے طریقے کی وجہ سے لوگوں کے اموال میں فساد آیا ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے کہ مرنے کے ساتھ ساتھ اس کے تمام گناہ بھی منقطع ہو جائیں اور بڑی ہلاکت ہے اس کے لئے کہ جو خود تو مر جائے لیکن اس کے گناہ 100، 200 سال یا اس سے بھی زیادہ مدت تک باقی رہیں اور اسے قبر میں ان کے سبب عذاب دیا جاتا رہے اور ان کے ختم ہونے تک اس سے پوچھ گچھ ہوتی رہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ط (پ۲۲، یٰسٓ: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے۔

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ... الخ، الحدیث: ۱۰۱۷، ص ۵۰۸

مطلب یہ کہ جیسا ہم نے وہ لکھا ہے جو انہوں نے آگے بھیجا اسی طرح ہم وہ بھی لکھ رہے ہیں جو وہ اپنے اعمال کے اثر پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔

اسی کی مثل یہ فرمانِ عالیشان ہے:

یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿۱۳﴾ (پ۲۹، القیامۃ:۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا جتا دیا جائے گا۔

انہوں نے اپنے پیچھے اپنے اعمال کا برا اثر چھوڑا اور وہ برا طریقہ ہے جس پر دوسروں نے عمل کیا۔

کھوٹا سکہ اور پانچ اہم باتیں

کھوٹے سکے کے حوالے سے پانچ اہم باتیں پیش نظر رکھنی چاہیں:

(1)... جعلی سکہ ملے تو کیا کریں؟

اگر کسی کو کوئی کھوٹا سکہ حاصل ہو تو اسے چاہیے کہ اس سکے کو کنویں میں پھینک دے تاکہ اس تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچ سکے اور اسے کسی دوسرے عقد میں خرچ کرنے سے بچے اور اگر اس کو اس طرح خراب کر دے کہ اس کے ساتھ لین دین نہ ہو سکے تو یہ بھی جائز ہے۔

(2)... تاجر پر سکے پرکھنے کا علم واجب ہے:

تاجر پر سکے (یعنی درہم و دینار اور نوٹ کرنسی وغیرہ) کو پرکھنے کا علم سیکھنا واجب ہے۔ اس لئے نہیں کہ اپنے فائدے کے لئے اس کی جانچ پڑتال کر سکے بلکہ اس لئے سیکھے تاکہ لاعلمی میں کسی مسلمان کو کھوٹا سکہ نہ دے دے، لہٰذا یہ شخص اس علم کے سیکھنے میں کوتاہی کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔ پس ہر عمل کے لئے اس کا علم بھی ہوتا ہے جس کے ساتھ ہی مکمل طور پر مسلمانوں کی خیر خواہی ہو سکتی ہے، لہٰذا اس علم کا حاصل کرنا واجب ہے۔ اسی مقصد کے لئے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین ظاہری طور پر سکوں کو پرکھنے کا علم سیکھتے تھے اور ان کا اس علم کو حاصل کرنا اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہوتا تھا نہ کہ دنیوی نفع کے لئے۔

(3)... لوگ کھوٹے سکے کیوں لیتے ہیں؟

اگر یہ اس کھوٹے سکے کو آگے چلائے اور جس کے ساتھ یہ معاملہ کر رہا ہے اسے بھی معلوم ہو کہ یہ سکہ کھوٹا ہے تو پھر بھی یہ گناہ گار ہو گا کیونکہ دوسرا شخص اُسے اسی لئے لے گا کہ وہ اس کو آگے کسی بے خبر شخص کو دے دے گا اور اگر اس کا یہ ارادہ نہ ہوتا تو پھر اسے اس کھوٹے سکے کو لینے میں بالکل بھی رغبت نہ ہوتی اور یہ صرف اسی ضرر کے گناہ سے خلاصی پائے گا جس کا تعلق معاملہ کرنے والے کے ساتھ ہے۔

(4)... اچھی نیت سے کھوٹا سکہ لینا:

کھوٹا سکہ اس لئے لیا تاکہ اس فرمانِ مصطفٰے پر عمل کر سکے: ''رَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَھْلَ الْبَیْعِ سَھْلَ الشِّرَآءِ سَھْلَ الْقَضَآءِ سَھْلَ الْاِقْتِضَآءِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت اور لین دین میں آسانی پیدا کرتا ہے۔''[1]

پس وہ شخص بھی اس دعا کی برکت میں شامل ہو گا جبکہ اس کا ارادہ اس کھوٹے سکے کو لے کر کنویں میں پھینک دینے کا ہو اور اگر اس کا ارادہ یہ ہو کہ یہ اسے لے کر آگے کسی معاملہ میں چلا دے گا تو یہ وہ برائی ہے جسے شیطان نے اس پر نیکی کی جگہ میں رواج دیا ہے، لہٰذا یہ قرض وغیرہ کی وصولیابی میں آسانی پیدا کرنے والوں میں داخل نہیں ہو گا۔

(5)... کھوٹا سکہ کسے کہتے ہیں؟

کھوٹے درہم سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس میں چاندی بالکل بھی نہ ہو بلکہ صرف چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو یا اگر دینار ہیں تو ان میں سونا بالکل نہ ہو۔ البتہ، جس سکے میں کچھ نہ کچھ چاندی ہو لیکن تانبے کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور شہر میں بھی یہی نقدی رائج ہو تو ان سے معاملہ کرنے کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک جبکہ شہر میں یہی نقدی رائج ہو تو پھر اس میں رخصت ہونی چاہئے، خواہ چاندی کی مقدار کا علم ہو یا نہ ہو اور اگر وہ شہر میں رائج نہ ہو تو پھر جب تک اس میں چاندی کی مقدار معلوم نہ ہو اس وقت تک اس کے

---

[1] ...مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث رجل غیر مسمی، ۶/ ۵۰، الحدیث: ۶۷۹۵، بتغیر قلیل

ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں۔

اگر کسی کے مال میں چاندی کا ایسا ٹکڑا ہو جس کی مقدار اس شہر میں رائج نقدی سے کم ہو تو اس پر لازم ہے کہ یہ اس کے بارے میں اُسے بتادے جس کے ساتھ یہ معاملہ کر رہا ہے اور ان سکوں کے ذریعے صرف اسی شخص کے ساتھ معاملہ کرے جو اس کو دیگر نقدی میں ملا کر دھوکا دہی کے طریقے سے آگے چلانا ناجائز سمجھتا ہے اور جو شخص اس کو جائز سمجھتا ہو اسے یہ سکے دینا گویا کہ اسے فساد پر مُسَلَّط کرنا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اس شخص کو انگور بیچنا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا اور یہ (یعنی ایسے کو انگور بیچنا) جائز نہیں کہ برائی پر اس کی مدد کرنا اور اس کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

سچا تاجر عبادت گزار سے افضل ہے:

تجارت میں راہِ حق پر چلنا نفلی عبادات پر مُواظَبت (ہمیشگی اختیار) کرنے اور اس کے لئے گوشہ نشینی سے زیادہ سخت ہے، اس لئے ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ”اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ اَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ مِنَ الْمُتَعَبِّد یعنی سچا تاجر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عبادت گزار سے افضل ہے۔“

ہمارے اسلاف رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی اس سلسلے میں بہت زیادہ احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ،

حکایت: مجاہد، گھوڑا اور کھوٹا سکہ:

راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ایک مجاہد بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک بار میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا تاکہ ایک موٹے اور طاقتور کافر کو قتل کروں لیکن میرے گھوڑے نے کوتاہی کی تو میں واپس لوٹ آیا، پھر وہ موٹا طاقتور کافر میرے قریب ہوا تو میں نے پھر اس پر حملہ کیا لیکن اس بار بھی گھوڑے نے کوتاہی کی۔ پس میں واپس لوٹ آیا، جب میں نے تیسری بار حملہ کیا تو میرا گھوڑا مجھ سے بھاگ گیا حالانکہ اس کی یہ عادت نہ تھی۔ چنانچہ، میں غمگین ہو کر واپس لوٹا اور شکستہ دل سر جھکا کر بیٹھ گیا کیونکہ وہ کافر شخص میرے ہاتھوں قتل ہونے سے رہ گیا تھا۔ نیز گھوڑے کی ایسی عادت میں نے کبھی نہ دیکھی

تھی تو میں نے خیمہ کے ستون پر اپنا سر رکھا جبکہ میرا گھوڑا کھڑا تھا۔ پس میں نے ایک خواب دیکھا گویا کہ میرا گھوڑا مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرو! تم نے تین مرتبہ ارادہ کیا کہ تم میری پیٹھ پر سوار ہو کر کافر کو پکڑو حالانکہ کل جو تم نے میرے لئے چارہ خریدا تھا اس کی قیمت میں کھوٹا درہم دیا تھا۔ تو یہ (یعنی مجھ پر سوار ہو کر کافر کو مارنا) ہرگز نہیں ہو سکتا۔'' فرماتے ہیں: میں گھبرا کر بیدار ہوا اور اس چارہ بیچنے والے کے پاس جا کر وہ درہم تبدیل کیا۔

یہ حکایت اس ظلم کی مثال ہے جس کا ضرر ونقصان عام ہے تو دیگر مثالوں کو اسی پر قیاس کرلو۔

(2)... خاص نقصان والا ظلم:

جس کا نقصان صرف صاحبِ معاملہ کے ساتھ خاص ہو یہ ظلم کی دوسری قسم ہے۔ ہر وہ بات جس کے سبب معاملہ کرنے والے کو ضرر پہنچے، ظلم ہے اور عدل یہ ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو نقصان نہ پہنچائے۔

قاعِدہ کُلِّیَہ:

اس سلسلے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ''مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے'' لہٰذا ہر وہ معاملہ جو اپنے ساتھ ہوتا تو شاق گزرتا اور دل پر بوجھ بنتا تو چاہیے کہ ایسا معاملہ کسی دوسرے کے ساتھ بھی نہ کرے بلکہ بندے کے نزدیک اپنے اور دوسرے کے درہم برابر ہونے چاہئیں۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو ایک درہم کے بدلے ایسی شے بیچی جو ایک درہم کی نہیں تھی کہ اگر اپنے لئے خریدتا تو پانچ دانق[1] سے زیادہ میں نہ خریدتا، تو معاملات میں جس خیر خواہی کا حکم دیا گیا ہے اس نے اسے ترک کر دیا اور اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کی جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

---

[1] ...چاندی کا ایک قدیم سکہ جو درہم کے چھٹے حصے کے برابر ہوتا ہے۔ (لسان العرب، باب الدال، الجزء الثانی، ۱/ ۱۳۲۲)

خاص ظلم کی تفصیل:

مذکورہ گفتگو ظلم کی اِس قسم کا اجمالی بیان ہے اور اس کی تفصیل میں چار امور ہیں: (۱)... سامان کی ایسی خوبی یا تعریف نہ کرے جو اس میں موجود نہیں ہے۔(۲)...اس کے عیوب اور اس کی پوشیدہ خامیوں میں سے کچھ بھی نہ چھپائے۔(۳)...اس کے وزن اور مقدار کے سلسلے میں کسی چیز کو نہ چھپائے اور(۴)...اس کے اس بھاؤ کو نہ چھپائے کہ اگر وہ خریدار کو معلوم ہو جائے تو وہ اسے نہ خریدے گا۔

(1)...سامان کی جھوٹی تعریف:

اگر سامان کی کوئی ایسی صفت وخوبی بیان کی جو اس میں نہیں ہے تو یہ جھوٹ ہے۔ اگر خریدار نے اسے قبول کر لیا تو یہ جھوٹ ہونے کے ساتھ ساتھ دھوکا دہی اور ظلم بھی ہے اور اگر قبول نہ کیا تو یہ جھوٹ اور بے مروتی ہے کیونکہ وہ جھوٹ جو کسی شے کو رواج دے وہ ظاہری مُرَوَّت پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے اور اگر اس نے سامان کی ایسی صفات بیان کیں جو اس میں پائی جاتی ہیں (اور ظاہر سے ہی معلوم ہو جاتی ہیں) تو یہ ہذیان اور فضول گوئی ہے اور قیامت کے دن زبان سے صادر ہونے والے ہر کلمے کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی کہ یہ کلام کیوں کیا ہے؟ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، قٓ:۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

سامان کی کیسی تعریف کر سکتے ہیں؟

البتہ، اگر سامان کی ایسی صفات بیان کیں کہ اگر انہیں بیان نہ کرے گا تو خریدار کو معلوم نہیں ہوں گی، مثلاً: غلام، لونڈیوں اور جانوروں کی پوشیدہ صفات کو بیان کرے تو مبالغہ اور طوالت کے بغیر صرف اتنی مقدار بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں جتنی ان میں پائی جاتی ہیں اور اس سے اس کی یہی نیت ہونی چاہئے کہ

اس کا مسلمان بھائی اگر اس کو جان لے گا تو اسے اس میں رغبت ہو گی اور اس کے سبب اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔

خرید و فروخت میں جھوٹی قسم:

سامان بیچنے کے لئے ہر گز قسم نہ کھائے کیونکہ اگر قسم جھوٹی ہو گی تو یہ "یمین غموس"[1] ہو گی اور یہ قسم ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو شہروں کو برباد کر چھوڑتے ہیں اور اگر یہ قسم سچی ہے تو اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنی قسموں کا نشانہ بنایا اور اس میں اس نے برا کیا کیونکہ دنیا حقیر ہے اور اس لائق نہیں کہ بغیر ضرورت کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عالی مرتبہ نام ذکر کر کے اس (دنیا) کو رواج دینے کا ارادہ کیا جائے۔

جھوٹی قسم کی مذمت پر مشتمل 3 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... وَيْلٌ لِّلتَّاجِرِ مِنْ بَلٰى وَاللهِ وَلَا وَاللهِ، وَوَيْلٌ لِّلصَّانِعِ مِنْ غَدٍ وَّبَعْدَ غَدٍ یعنی تاجر کے لئے ان الفاظ میں ہلاکت ہے "کیوں نہیں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم" اور "نہیں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم" اور کاریگر کے لئے ان لفظوں میں ہلاکت ہے "کل" اور "پرسوں" (یعنی کل یا پرسوں آجانا)۔"[2]

---

[1] ...صَدْرُ الشَّرِیْعَه، بَدْرُ الطَّرِیْقَه حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی قسم کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قسم کی تین قسمیں ہیں: (۱)... غموس (۲)... لغو (۳)... منعقدہ۔ اگر کسی ایسی چیز کے متعلق قسم کھائی جو ہو چکی ہے یا اب ہے یا نہیں ہوئی ہے یا اب نہیں ہے مگر وہ قسم جھوٹی ہے مثلاً: قسم کھائی فلاں شخص آیا اور وہ اب تک نہیں آیا ہے یا قسم کھائی کہ نہیں آیا اور وہ آگیا ہے یا قسم کھائی کہ فلاں شخص یہ کام کر رہا ہے اور حقیقۃً وہ اس وقت نہیں کر رہا ہے یا قسم کھائی کہ یہ پتھر ہے اور واقع میں وہ پتھر نہیں، غرض یہ کہ اس طرح جھوٹی قسم کی دو صورتیں ہیں جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً: جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا ہے تو ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں اور اگر اپنے خیال سے تو اس نے سچی قسم کھائی تھی مگر حقیقت میں وہ جھوٹی ہے مثلاً: جانتا تھا کہ نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں وہ آگیا ہے تو ایسی قسم کو لغو کہتے ہیں۔ اور اگر آئندہ کے لیے قسم کھائی مثلاً: خدا کی قسم میں یہ کام کروں گا یا نہ کروں گا تو اس کو منعقدہ کہتے ہیں۔ "یمین غموس" کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص سخت گنہگار ہوا، استغفار و توبہ فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں اور لغو میں گناہ بھی نہیں اور منعقدہ میں اگر قسم توڑے گا کفارہ دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہو گا۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۲۹۹)

[2] ...کتاب الضعفاء للعقیلی، ۱/ ۱۶۰، الرقم: ۱۷۲: بشر بن الحسین الاصبھانی، بشطر الثانی

﴾2﴿... اَلْیَمِیْنُ الْکَاذِبَۃُ مَنْفَقَۃٌ لِّلسِّلْعَۃِ مَمْحَقَۃٌ لِّلْبَرَکَۃِ یعنی جھوٹی قسم سامان کو تو بکوا دیتی ہے لیکن برکت مٹا دیتی ہے۔[1]

﴾3﴿... ثَلَاثَۃٌ لَّا یَنْظُرُ اللہُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ: عُتُلٌّ مُّسْتَکْبِرٌ وَّمَنَّانٌ بِعَطِیَّتِہٖ وَمُنْفِقٌ سِلْعَتَہٗ بِیَمِیْنِہٖ یعنی قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ تین قسم کے لوگوں کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا: (۱)... سخت مزاج متکبر (۲)... دے کر احسان جتانے والا اور (۳)... اپنا سامان قسم کے ذریعے بیچنے والا۔[2]

غور کیجئے! جب سامان کی سچی تعریف کرنا ناپسندیدہ ہے کہ یہ فضول ہے، اس سے رزق میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا تو قسم کے معاملے کی شدت پوشیدہ نہیں ہونی چاہئے۔

حکایت: حضرت سیِّدُنا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ان سے کسی نے خریدنے کے لئے ریشم کا کپڑا طلب کیا تو ان کے غلام نے گاہک کے سامنے ریشمی کپڑا پھیلا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا الْجَنَّۃَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں جنت عطا فرما۔'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے غلام سے فرمایا: ''کپڑے کو اس کی جگہ پر واپس رکھ دو۔'' اور آپ نے اس خوف سے وہ کپڑا نہ بیچا کہ کہیں غلام کے الفاظ سامان کی تعریف کے زمرے میں نہ آجائیں۔

یہ ان لوگوں کی مثالیں ہیں جنہوں نے دنیا میں تجارت تو کی مگر تجارت میں اپنے دین کو ضائع نہیں کیا بلکہ انہوں نے جان لیا کہ دنیاوی نفع کی بنسبت اُخروی نفع طلب کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(2)... تمام عُیُوب بیان کر دیئے جائیں:

بیچی جانے والی شے کے پوشیدہ و ظاہر تمام عیوب بیان کر دینا اور ان میں سے کچھ نہ چھپانا واجب ہے۔ اگر کوئی اس کے عیب کو چھپائے گا تو ظالم اور دھوکا باز قرار پائے گا اور دھوکا دہی حرام ہے، نیز وہ معاملہ میں

1... صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب یمحق اللہ الربا... الخ، ۲/۱۵، الحدیث: ۲۰۸۷
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۱۹، الحدیث: ۷۲۱۱

2... صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار... الخ، الحدیث: ۱۰۶، ۱۰۷، ص ۶۷، ۶۸، بتغیر قلیل
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۴۶، بتغیر قلیل

مسلمان کی خیر خواہی ترک کرنے والا قرار پائے گا حالانکہ مسلمان کی خیر خواہی واجب ہے۔

مسئلہ: اگر اس نے کپڑے کی اچھی جانب کو دکھایا اور دوسری کو چھپایا تو بھی دھوکا باز ہو گا۔

مسئلہ: یوں ہی اندھیری جگہ میں کپڑا دکھایا یا موزے یا جوتے کی جوڑی میں سے اچھا پاؤں دکھایا تو بھی یہی حکم ہے۔

دھوکا دینا حرام ہے:

دھوکا دہی کے حرام ہونے پر یہ حدیثِ پاک دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شخص کے قریب سے گزرے جو غلہ بیچ رہا تھا۔ آپ کو وہ غلہ پسند آیا، لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دست مبارک اس میں داخل فرمایا تو اسے اندر سے گیلا پاکر استفسار فرمایا: ”مَا ھٰذَا یعنی یہ کیا ہے؟“ اس نے عرض کی: ”اَصَابَتْہُ السَّمَآءُ یعنی اس تک بارش کا پانی پہنچ گیا ہے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”فَھَلَّا جَعَلْتَہٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰی یَرَاہُ النَّاسُ مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا یعنی تو پھر تم نے گیلے غلے کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔ جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔“[1]

مسلمان کی خیر خواہی واجب ہے:

فروخت کی جانے والی چیز کے عیب ظاہر کرکے مسلمان کی خیر خواہی کرنا واجب ہے۔ اس پر یہ حدیثِ مبارکہ دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ، حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جَرِیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دینِ اسلام پر بیعت لی۔ جب وہ واپس جانے لگے تو ان کا کپڑا کھینچ کر ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کو بھی (اسلام پر بیعت کی) شرط قرار دیا۔[2] اس کے بعد حضرت سیِّدُنا جریر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کوئی سامان بیچنے کا ارادہ فرماتے تو اس کے عیب بیان فرما کر خریدار کو اختیار دیتے ہوئے فرماتے: ”اگر چاہو تو لے لو اور چاہو تو چھوڑ دو۔“ ان سے کہا گیا کہ ”اگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایسے ہی کرتے رہے تو آپ کی کوئی بیع نافذ

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی من غشنا فلیس منا، الحدیث: ۱۰۱، ۱۰۲، ص ۶۵، بتغیر قلیل

2 ...المسند للامام احمد حنبل، حدیث جریر بن عبد اللہ، ۷/ ۵۵، الحدیث: ۱۹۱۷۳، دون ذکر: جر الثوب

نہیں ہو گی۔‘‘ آپ نے فرمایا:’’ہم نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کی شرط پر بیعت کی ہے۔[1]

100درہم کم کروادیئے:

حضرت سیِّدُنا واثلہ بن اَسْقَع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک جگہ قیام فرما تھے۔ وہاں ایک شخص نے 300 درہم کے بدلے اپنی اونٹنی بیچی۔ اس وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی توجہ نہیں تھی اور خریدار اونٹنی لے کر روانہ ہو گیا۔ جب توجہ ہوئی تو خریدار کے پیچھے دوڑے اور پکارنے لگے:’’اے فلاں! تم نے یہ اونٹنی گوشت کے لئے خریدی ہے یا سواری کے لئے؟‘‘ اس نے عرض کی:’’سواری کے لئے۔‘‘ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا:’’میں نے اس کے پاؤں میں ایک سوراخ دیکھا تھا جس کے سبب یہ مسلسل چل نہیں سکتی۔‘‘ چنانچہ، وہ شخص واپس آیا اور مالک کو اونٹنی واپس کر دی۔ یہ دیکھ کر اونٹنی کے مالک نے اس کی قیمت سے 100 درہم کم کر دیئے اور حضرت سیِّدُنا واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کہنے لگا:’’رَحِمَكَ اللّٰهُ اَفْسَدْتَّ عَلَیَّ بَیْعِیْ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! آپ نے تو میرا سودا خراب کر دیا۔‘‘ اس پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا:’’اِنَّا بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ یعنی ہم نے رسولِ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے کی شرط پر بیعت کی تھی۔‘‘ پھر فرمایا: میں نے دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا:’’لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَبِيْعُ بَيْعًا اِلَّا اَنْ يُّبَيِّنَ اٰفَتَهٗ وَلَا يَحِلُّ لِمَنْ يَّعْلَمُ ذٰلِكَ اِلَّا تَبْيِيْنُهٗ یعنی جو بھی شخص کوئی شے بیچے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے سامان کے عیوب بیان کر دے اور جو شخص اس میں موجود عیب کو جانتا ہو اس پر بھی اسے ظاہر کرنا واجب ہے۔‘‘[2]

---

1 ...المعجم الکبیر، ۳۵۹/۲، الحدیث: ۲۵۱۰

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ، الحدیث: ۵۶، ص۴۸

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث واثلۃ بن الاسقع، ۴۲۱/۵، الحدیث: ۱۶۰۱۳، بتغیر قلیل

خیر خواہیٔ مسلم سے مراد:

صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن نے ”خیر خواہیٔ مسلم“ سے یہی سمجھا تھا کہ ”وہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کریں۔“ اور وہ اسے فضائل اور بلندیٔ درجات میں شمار نہیں کرتے تھے بلکہ اسے دین اسلام پر بیعت میں داخل شرائط میں سے سمجھتے تھے۔

گوشہ نشینی اختیار کرنے کی وجہ:

لوگوں کی ایک تعداد ہے جن کے لئے یہ (مذکورہ معاملہ) دشوار تھا تو انہوں نے عبادت کے لئے تنہائی اور لوگوں سے جدائی اختیار کرلی کیونکہ لوگوں کے ساتھ میل جول اور لین دین کے ہوتے ہوئے حُقُوقُ الله کی ادائیگی بہت مشکل کام ہے جو صرف صِدِّیقِیْن ہی بجالا سکتے ہیں۔

دو باتوں کا پختہ یقین:

بندے کے لئے یہ کام اسی وقت آسان ہو گا جب وہ ان دو باتوں کا پختہ یقین رکھے: (۱)... عیب دار شے کو بیچنا رزق کو نہیں بڑھاتا اور (۲)... آخرت کا نفع دنیوی نفع سے بہتر ہے۔

(۱)... عیب دار شے کو بیچنا رزق نہیں بڑھاتا:

بندے کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ عیبوں کو چھپا کر سامان بیچنا اس کے رزق میں کچھ زیادتی نہیں کرے گا بلکہ یہ فعل اس کے رزق کو کم کرتا اور برکت کو لے جاتا ہے اور یہ جو دولت دھوکا دہی سے تھوڑی تھوڑی کرکے جمع کرتا ہے الله عَزَّوَجَلَّ اسے ایک بار میں ہی ہلاک فرما دیتا ہے۔

دودھ میں ملاوٹ کی تباہ کاری:

منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گائے تھی وہ اس کا دودھ دوہتا اور اس میں پانی ملا کر بیچا کرتا تھا۔ ایک دن سیلاب آیا اور اس کی گائے کو بہا کرلے گیا تو اس کے ایک بیٹے نے کہا: ”یہ وہی متفرق پانی ہے جسے آپ نے

دودھ میں ملایا تھا پس وہ اکٹھا ہو کر یکبارگی آیا اور گائے کو بہا لے گیا۔“

اور یہ کیسے نہ ہوتا حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ حقیقت بنیاد ہے: ”اَلْبَیِّعَانِ اِذَا صَدَقَا وَنَصَحَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَاِذَا كَتَمَا وَكَذِبَا نُزِعَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا یعنی تاجر و خریدار جب سچ بولیں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں تو ان کے سودے میں برکت رکھ دی جاتی ہے اور اگر عیوب کو چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔“[1]

ایک روایت میں ہے: ”یَدُ اللهِ عَلَى الشَّرِيْكَيْنِ مَا لَمْ يَتَخَاوَنَا فَاِذَا تَخَاوَنَا رَفَعَ يَدَهُ عَنْهُمَا یعنی دو شریکوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دستِ رحمت رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں اور جب خیانت کرتے ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنا دست رحمت ان سے اٹھالیتا ہے۔“[2]

پس جیسے صدقہ سے مال میں کمی نہیں ہوتی ویسے ہی خیانت سے مال میں زیادتی نہیں ہوتی۔

تنبیہ:

جو شخص کمی زیادتی کو صرف ماپ تول میں ہی سمجھتا ہے وہ اس حدیث کی تصدیق نہیں کرے گا (یعنی اس کے دل میں اس حدیث کے معنی کی تصدیق نہیں آئے گی) اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ کبھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک درہم میں اتنی برکت عطا فرماتا ہے کہ وہ انسان کے لئے دین و دنیا میں سعادت مندی کا سبب بن جاتا ہے اور کبھی ہزاروں میں سے برکت کھینچ لیتا ہے کہ وہ اپنے مالک کی ہلاکت کا سبب بن جاتے ہیں حتی کہ وہ ان کے نہ ہونے کی تمنا کرتا ہے اور بعض احوال میں ان سے محرومی کو اپنے لئے بہتر خیال کرتا ہے۔ تو اس حقیقت کو جاننے والا ہماری اس بات کا مطلب سمجھ جاتا ہے کہ ”خیانت سے مال میں زیادتی نہیں ہوتی اور صدقہ سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔“

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اذا بیّن البیعان ولم یکتما ونصحا، ۲/ ۱۳، الحدیث: ۲۰۷۹

2 ...سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فی الشرکۃ، ۳/ ۳۵۰، الحدیث: ۳۳۸۳

(۲)... آخرت کا نفع دنیوی نفع سے بہتر ہے:

مسلمان کی خیر خواہی میں آسانی اور اس کی تکمیل کے لئے جس دوسری بات کا یقین رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بندہ اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ آخرت کا نفع دنیوی نفع سے بہتر ہے اور دنیوی مال و دولت کے فوائد عمر کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتے ہیں لیکن اس کے مظالم اور گناہ باقی رہتے ہیں تو پھر عقل مند آدمی اس بات کو کیسے روا رکھ سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ کے بدلے میں ادنیٰ کو طلب کرے جبکہ تمام کی تمام خیر دین کی سلامتی میں ہے۔ چنانچہ،

رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَزَالُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تُدْفِعُ عَنِ الْخَلْقِ سَخَطَ اللہِ مَالَمْ یُؤْثِرُوْا صَفْقَۃَ دُنْیَاھُمْ عَلٰی اٰخِرَتِھِمْ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمیشہ مخلوق سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب کو دور کرتا رہے گا جب تک کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات کو اپنی آخرت پر ترجیح نہ دیں۔“[1]

ایک روایت میں ہے: مَالَمْ یُبَالُوْا مَانَقَصَ مِنْ دُنْیَاھُمْ بِسَلَامَۃِ دِیْنِھِمْ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ وَقَالُوْا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ قَالَ اللہُ تَعَالٰی: کَذَبْتُمْ لَسْتُمْ بِھَا صَادِقِیْنَ یعنی (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمیشہ مخلوق سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب کو دور کرتا رہے گا) جب تک وہ اپنے دین کی سلامتی کے سبب اپنے دنیاوی نقصان کی پروا نہیں کریں گے۔ پھر اگر پروا کریں گے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ بھی پڑھیں گے تو باری تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم جھوٹے ہو، اس کلمہ میں سچے نہیں۔[2]

کلمہ میں اخلاص کیا ہے؟

ایک حدیثِ پاک میں ہے: مَنْ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا جنت میں داخل ہوگا۔ عرض کی گئی: اس کا اخلاص کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اَنْ یُّحْجِزَہٗ عَمَّا حَرَّمَ اللہُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ اشیاء سے خود کو بچائے۔[3]

1... کتاب الزھد لابن ابی عاصم، الحدیث: ۲۸۸، ص ۱۱۵، بتغیر قلیل

2... نوادر الاصول فی احادیث الرسول للحکیم الترمذی، الاصل الخامس عشر والمائتان، ۲/۷۸۴، الحدیث: ۱۰۹۱، بتغیر

3... المعجم الاوسط، ۱/۳۴۰، الحدیث: ۱۲۳۵، بتغیر قلیل

نیز تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ یعنی جس نے قرآن کریم کی حرام کردہ اشیاء کو حلال جانا وہ قرآن پاک پر ایمان ہی نہیں لایا۔"[1]

اُخروی تجارت میں رَاْسُ المال:

جو شخص یہ جان لے گا کہ یہ امور اس کے ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں اور اس کا ایمان اس کی اُخروی تجارت میں راْسُ المال کی حیثیت رکھتا ہے تو وہ اپنی نہ ختم ہونے والی زندگی کے لئے تیار راْسُ المال کو ایسے نفع کی خاطر ضائع نہیں کرے گا جس سے صرف گنتی کے چند دن ہی نفع اٹھایا جا سکتا ہے۔

حکایت: سب سے بہتر اور سب سے بُرا:

ایک تابعی بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر میں لوگوں سے بھری ہوئی کسی مسجد میں داخل ہوں اور مجھ سے پوچھا جائے کہ "ان میں سے بہتر کون ہے؟" تو میں یہ سوال کروں گا کہ "ان میں سے مسلمانوں کا سب سے زیادہ خیر خواہ کون ہے؟" جب مجھے بتایا جائے گا کہ "یہ ہے۔" تو میں کہوں گا کہ "ان میں سے سب سے بہتر یہی شخص ہے۔" اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ "ان میں سب سے زیادہ برا کون ہے؟" تو میں سوال کروں گا کہ "ان میں سے مسلمانوں کو زیادہ دھوکا دینے والا کون ہے؟" جب بتایا جائے گا کہ "یہ ہے۔" تو میں جواب دوں گا: "ان میں سب سے زیادہ برا یہی شخص ہے۔"

ہر سودے اور پیشے میں دھوکا حرام ہے:

دھوکا دینا ہر قسم کی خرید و فروخت اور پیشوں میں حرام ہے۔ کاریگر کو چاہئے کہ وہ اپنے کام میں ایسی سستی نہ کرے کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس کے کام میں ایسی سستی کرتا تو یہ اسے پسند نہ کرتا بلکہ اُسے چاہئے کہ وہ اچھے طریقے سے اور پختہ کام کرے اور اگر اس میں کوئی عیب ہو تو اسے بیان کر دے تو اس طرح یہ نجات حاصل کر لے گا۔

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، ۴/۴۲۱، الحدیث: ۲۹۲۷

ایک موچی کا سوال:

ایک موچی نے حضرت سیِّدُنا ابوالحسن علی بن سالم بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے سوال کیا: "میں جوتوں کی خرید و فروخت میں سلامتی کس طرح حاصل کر سکتا ہوں؟" تو انہوں نے فرمایا: "اس کے دونوں رُخ برابر رکھ، دائیں جوتے کو بائیں پر فضیلت نہ دے، بھرائی اچھی طرح کرتا کہ ایک مکمل شے معلوم ہو، سلائی کو قریب قریب کر اور ایک جوتے کو دوسرے کے اوپر نہ رکھ۔"

"رَفُو" کیا ہوا کپڑا بیچنا:

حضرت سیِّدُنا امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے بھی غیر واضح رفو[1] کے بارے میں اسی قسم کا سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "بیچنے والے کے لئے اسے چھپانا جائز نہیں۔ رفوگر کے لئے رفو کو چھپانا صرف اس وقت جائز ہے جب کہ اسے معلوم ہو کہ دوسرا شخص (یعنی گاہک) صرف اس کو جاننا چاہتا ہے یا وہ اسے خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر انسان پر مبیع (بیچی جانے والی چیز) کے عیوب کو ظاہر کرنا واجب ہو تو پھر تو کوئی معاملہ طے نہیں پائے گا۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ ایسا بالکل نہیں ہے کیونکہ جب تاجر یہ شرط ٹھہرا لے (یعنی خود پر لازم کرلے) گا کہ وہ تجارت کے لئے اچھی چیز ہی خریدے گا کہ اگر وہ اسے اپنے پاس رکھنا چاہے تو اسے پسند ہو، پھر اسے بیچنے میں تھوڑے نفع پر قناعت کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس میں برکت عطا فرمائے گا اور اسے دھوکا دہی کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ یہ مشکل ضرور ہے کیونکہ لوگ تھوڑے نفع پر قناعت نہیں کرتے، جبکہ زیادہ نفع بغیر دھوکے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس جس شخص کی یہ عادت ہو گی تو وہ عیب زدہ شے کو بالکل نہیں خریدے گا اور اگر

---

[1] ...پھٹے ہوئے کپڑے کی دھاگوں سے مرمت کرنے کو "رفو" کہتے ہیں اور جو شخص "رفو" کرتا ہے اس کو "رفوگر" کہا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۷۵۴)

کبھی اس کے پاس کوئی عیب دار چیز آجائے تو اِسے اُس کا عیب بتا کر اس کی قیمت پر ہی قناعت کر لینی چاہیے۔

عیب دار شے کی فروخت اور طریقۂ سلف صالحین:

حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے ایک بکری بیچتے وقت خریدار سے کہا: ”میں اس میں پائے جانے والے عیب کے معاملہ میں تجھ سے بَری ہوں اور وہ عیب یہ ہے کہ یہ چارے کو پاؤں سے الٹ دیتی ہے۔“

حضرت سیِّدُنا حسن بن صالح ہمدانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے ایک لونڈی بیچی تو خریدار سے کہا: ”ہمارے پاس ایک دفعہ اس کی ناک سے خون نکلا تھا۔“

دین دار لوگوں کی سیرت اسی طرح کی تھی، لہٰذا جو شخص اس پر قادر نہ ہو اسے چاہئے کہ معاملات کرنا ترک کر دے یا پھر خود کو آخرت کے عذاب کے لئے تیار کر لے۔

(3)... چیز کی مقدار و وزن میں سے کچھ نہ چھپائے:

خاص ظلم سے بچنے کے سلسلے میں تیسری بات یہ ہے کہ بیچی جانے والی شے کی مقدار اور وزن میں سے کچھ بھی نہ چھپائے۔ یہ اسی صورت میں ہو گا جبکہ ترازو برابر ہو اور ماپ تول میں احتیاط سے کام لے۔ اسے چاہئے کہ جس طرح خود دوسروں سے ماپ کر چیزیں لیتا ہے دوسروں کو بھی اسی طرح ماپ کر دے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ۫﴿۲﴾ وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ (پ۳۰، المطففین: ۱تا۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ (ناپ کر) لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ یا تول کر دیں کم کر دیں۔

الغرض اس ظلم سے نجات کی صورت یہی ہے کہ جب کوئی شے دے تو زیادہ دے اور جب خود لے تو کم کرے کیونکہ حقیقی برابری تو بہت کم متصوَّر ہو سکتی ہے، لہٰذا بندے کو زیادتی اور کمی کے ظاہر ہونے میں احتیاط

سے کام لینا چاہئے کہ جو شخص اپنا حق پورا پورا لینا چاہے قریب ہے کہ وہ زیادہ لے لے گا۔

"وَیل" نہیں خرید سکتا:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ایک دانے کے بدلے میں "ویل"[1] نہیں خرید سکتا، لہٰذا جب وہ کوئی شے لیتے تو نصف دانا کم لیتے اور جب دیتے تو ایک دانہ زیادہ دیتے اور فرمایا کرتے: خرابی ہے اس کے لئے جو ایک دانے کے بدلے اس جنت کو بیچتا ہے جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں اور کتنے خسارے میں ہے وہ شخص جو "ویل" کے بدلے "طوبٰی"[2] کو بیچتا ہے۔

ان حضرات نے اس سے بچنے میں خوب مبالغہ فرمایا حتی کہ خود کو شبہات سے بھی بچایا، کیونکہ یہ حقوق العباد سے متعلق ایسے گناہ ہیں جن سے توبہ ممکن نہیں کیونکہ وہ ان دانوں کے مالکوں کو نہیں جانتا کہ ان کو جمع کرکے ان کے حقوق واپس کردے۔

رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب کچھ خریدتے:

رحمتِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کوئی چیز خرید فرماتے اور "وَزَّان" (درہم ودینار تولنے والا) آپ کے سکے تولنے لگتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے ارشاد فرماتے: "زِنْ وَاَرْجِحْ یعنی تولو اور (سکوں والا پلڑا) جھکا ہوا رکھو۔"[3]

---

[1]... "ویل" سے مراد عذاب کی شدت ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جہنم میں ایک وادی ہے، اگر اس میں دنیا کے پہاڑ ڈال دیئے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں، یہ ان لوگوں کا ٹھکانا ہوگی جو نماز کو ہلکا جانتے ہیں یا وقت گزار کر پڑھتے ہیں مگر یہ کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرلیں اور اپنی کوتاہیوں پر نادم ہوں۔

(جہنم میں لے جانے والے اعمال، ۱/ ۴۳۶، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

[2]... "طوبٰی" ایک جنتی درخت کا نام ہے۔ حدیث پاک میں اسے "اخروٹ" کے درخت کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔

(جنت میں لے جانے والے اعمال، ص ۷۲۲، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

[3]...سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الرجحان فی الوزن، ۳/ ۵۲، الحدیث: ۱۳۰۹

دو حج اور 20 عمروں سے افضل:

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب نے اپنے بیٹے کو دیکھا، جو خرچ کرنے کے ارادے سے دینار کو دھو رہا تھا تاکہ اس کا میل کچیل صاف ہو جائے، کہیں اس کی وجہ سے اس کا وزن زیادہ نہ ہو جائے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بیٹے سے فرمایا: ”یَابُنَیَّ فِعْلُكَ ھٰذَا اَفْضَلُ مِنْ حَجَّتَیْنِ وَعِشْرِیْنَ عُمْرَۃً یعنی بیٹا! تمہارا یہ عمل دو حج اور 20 عمروں سے افضل ہے۔“

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”مجھے تاجر اور بیچنے والے پر تعجب ہے کہ وہ نجات کیسے پائے گا؟ دن بھر وزن کرتے ہوئے قسمیں کھاتا رہتا اور رات کو سویا رہتا ہے۔“

حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا: ”بیٹا! جیسے ایک دانہ دو پتھروں کے درمیان داخل ہو جاتا ہے ایسے ہی دو لین دین کرنے والوں کے درمیان خطا داخل ہو جاتی ہے۔“

لینے کا ترازو اور دینے کا اور:

ایک نیک بندے نے کسی ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھی تو ان سے کہا گیا: ”یہ فاسق تھا۔“ یہ سن کر وہ خاموش رہے۔ جب یہی بات دوبارہ کہی گئی تو فرمایا: ”گویا کہ تم مجھ سے یہ کہہ رہے ہو کہ اس شخص کے پاس دو ترازو تھے، ایک کے ساتھ لیتا تھا اور دوسرے کے ساتھ دیتا تھا۔“

وضاحت: انہوں نے اپنے اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا فسق ایسا ظلم ہے جو اس کے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے جبکہ لین دین میں کمی بیشی کرنا بندوں پر ظلم ہے اور جو ظلم بندوں پر ہوتا ہے اُس سے چشم پوشی اور معافی زیادہ بعید ہے اور ماپ تول کے معاملے میں سختی بہت زیادہ ہے اور اس سختی سے ایک یا نصف دانے کے ذریعے نجات پائی جاسکتی ہے (یوں کہ لیتے وقت کم لے اور دیتے وقت زیادہ دے)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ﴿۸﴾ وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ﴿۹﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۸،۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ ترازو (ترازو) میں بے اعتدالی (ناانصافی) نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قراءت میں "بِالْقِسْطِ" کی جگہ "بِاللِّسَانِ" ہے یعنی ترازو کی زبان (ترازو کے دستے کی سوئی) کے ساتھ تول قائم کرو کیونکہ کمی بیشی اس کے جھکاؤ سے ظاہر ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسرے سے اپنے لئے انصاف کا امیدوار ہے چاہے ایک ہی کلمہ کا معاملہ ہو مگر جس انصاف کی وہ اپنے لئے تمنا رکھتا ہے لیکن خود نہیں کرتا تو ایسا شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کے تحت داخل ہے:

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾ (پ۳۰، المطففین: ۱تا۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ (ناپ کر) لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ یا تول کر دیں کم کر دیں۔

مَکِیْلِی (ماپی جانے والی) اشیاء میں کمی کے حرام ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ مَکِیْلِی ہیں بلکہ اس کی حرمت کی وجہ اس کا مقصود بالذات ہونا ہے کہ اس نے ان میں عدل و انصاف کو ترک کیا حالانکہ عدل و انصاف تمام اعمال میں جاری ہوتا ہے۔ پس صاحِبُ الْمِیزان (ترازو والا) جہنم کے خطرے میں ہے اور ہر مکلَّف شخص اپنے افعال، اقوال اور دلی خیالات کے اعتبار سے "صاحب میزان" ہے، لہٰذا اس کے لئے ہلاکت ہے اگر اس نے عدل سے روگردانی کی اور صِراطِ مستقیم سے ہٹا اور اگر اس پر عمل کرنا مشکل اور محال نہ ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ یوں ارشاد نہ فرماتا:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ﴿۷۱﴾ ۚ (پ۱۶، مریم: ۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گذر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

لہٰذا ہر وہ شخص جو محفوظ نہ ہو راہِ حق سے دوسری جانب ضرور مائل ہوتا ہے۔ البتہ، اس میلان کے

درجات میں بہت زیادہ تفاوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے جہنم میں ٹھہرنے کی مدت اور اس سے نجات پانے میں بھی تفاوت ہے حتی کہ بعض لوگ (قرآن کریم میں وارد) قسم پورا ہونے کی مقدار ہی جہنم میں ٹھہریں گیں (یعنی دوزخ پر سے صرف ان کا گزر ہوگا) اور بعض لوگ ہزارہا سال تک جہنم میں رہیں گے۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عدل واستقامت کے قریب رہنے کا سوال کرتے ہیں کیونکہ (افراط و تفریط سے بچتے ہوئے) ادھر ادھر مائل ہوئے بغیر "صراطِ مستقیم" پر استقامت کے ساتھ قائم رہنے کی امید نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ "صراط مستقیم" بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی (بلکہ صراط مستقیم آسان راستہ ہوتا) تو "صراط مستقیم" پر استقامت رکھنے والا اُس "پل صراط" پر سے گزرنے کی استطاعت نہ رکھتا جو جہنم کے اوپر وسط میں پھیلایا گیا ہے اور اس کی صفت یہ ہے کہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے اور دنیا میں اس "صراط مستقیم" پر استقامت کی مقدار کے اعتبار سے بروزِ قیامت بندے کو "پل صراط" پر سے گزرتے وقت خوف ہوگا۔

ناپ تول میں کمی کرنے والے:

جو شخص سامان میں مٹی وغیرہ ملا کر ناپتا ہے وہ "مُطَفِّفِیْنَ فِی الْکَیْل یعنی ناپ میں کمی کرنے والوں" کے زمرے میں شامل ہے۔ جو قصاب گوشت کے ساتھ ایسی ہڈیاں تولے کہ عموماً ان ہڈیوں کو گوشت کے ساتھ تولنے کا رواج نہ ہو تو وہ بھی "مُطَفِّفِیْنَ فِی الْوَزْن یعنی تول میں کمی کرنے والوں" کے زمرے میں آئے گا۔ باقی تمام ناپ تول والی اشیاء کو اسی پر قیاس کرلو حتی کہ وہ "گز" جسے کپڑا فروش استعمال کرتا ہے کہ جب کپڑا خریدتا ہے تو ناپتے وقت کپڑے کو ڈھیلا چھوڑتا ہے اور اسے کھینچتا نہیں اور جب بیچتا ہے تو کھینچ کر ناپتا ہے تاکہ کپڑے کی مقدار میں فرق پایا جائے۔ یہ تمام صورتیں ان کاموں میں سے ہیں جو اپنے کرنے والے کو جہنم میں لے جاتی ہیں۔

(4)... موجودہ نرخ (یعنی بھاؤ) بتانے میں سچ بولے اور اسے نہ چھپائے:

خاص ظلم سے بچنے کے سلسلے میں چوتھی بات یہ ہے کہ موجودہ نرخ بتانے میں جھوٹ سے کام نہ لے کہ

محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تَلَقِّیِ رُکبان[1] اور نَجْش سے منع فرمایا ہے۔[2]

تَلَقِّیِ رُکبان کیا ہے؟

تَلَقِّیِ رُکبان یہ ہے کہ کوئی شخص باہر سے آنے والے قافلے کو شہر سے باہر جا کر ملے اور شہر کے نرخ کے بارے میں جھوٹ بول کر ان سے سامان خرید لے، یہ منع ہے۔ چنانچہ،

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَاتَتَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ یعنی (شہر سے باہر نکل کر) قافلوں سے ملاقات نہ کرو۔''[3]

مسئلہ: اگر کسی شخص نے شہر سے باہر نکل کر قافلے والوں سے سامان خرید لیا تو بازار میں داخل ہونے کے بعد سامان کے مالک کے لئے اختیار ہے یعنی یہ خرید وفروخت منعقد ہو جائے گی لیکن اگر خریدار کا جھوٹ بولنا ثابت ہوا تو بیچنے والے کو اختیار ہو گا (چاہے تو سودا برقرار رکھے یا منسوخ کر دے) اور اگر خریدار نے سچ بولا تو پھر بیچنے والے کے لئے اختیار کے ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے کیونکہ دھوکا دہی کے ختم ہو جانے کے باوجود اَحادیث مبارکہ کے عموم میں تعارُض پایا جاتا ہے۔

شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا:

یوں ہی میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شہری کو دیہاتی کے لئے بیع کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔[4] اس سے مراد یہ ہے کہ دیہاتی اپنے ساتھ غذائی اشیاء لے کر شہر آئے اور اس کا ارادہ اُنہیں جلدی بیچنے کا ہو تو شہری اسے کہے: ''یہ میرے پاس چھوڑ جاؤ میں اس کا بھاؤ بڑھنے کا اِنتظار کر کے

1 ...صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، الحدیث: ۱۵۲۱، ص۸۱۶

2 ...صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۵۱۶، ص۸۱۵

3 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۵۶۹، الحدیث: ۱۰۵۲۱

صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ھل یبیع حاضر لباد بغیر اجر۔۔۔ الخ، ۲/۳۴، الحدیث: ۲۱۵۸

4 ...صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب من کرہ ان یبیع حاضر لباد باجر، ۲/۳۴، الحدیث: ۲۱۵۹

اسے مہنگے داموں فروخت کر دوں گا۔“

مسئلہ: غذائی اشیاء میں یہ فعل حرام ہے جبکہ دیگر سازو سامان میں اختلاف ہے اور زیادہ ظاہر یہی ہے کہ دیگر سازو سامان میں بھی یہ بات حرام ہے کیونکہ ممانعت عام ہے اور بیچنے میں تاخیر کرنا لوگوں پر تنگی کرنا ہے، مزید یہ کہ اس میں تاخیر و تنگی کرنے والے شخص کا بھی کوئی فائدہ نہیں[1]۔

نجش کیا ہے؟

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نَجْش سے بھی منع فرمایا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کچھ خریدنے کا ارادہ کرتا ہے تو دوسرا شخص زیادہ قیمت لگا کر وہ سامان طلب کرے حالانکہ اس کا خریدنے کا ارادہ نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف سامان میں خریدار کی رغبت بڑھانا چاہتا ہے[2]۔

مسئلہ: اگر اس فعل میں بیچنے والے کے ساتھ سازباز نہ کی ہو تو وہ فعلِ حرام اسی شخص کی طرف منسوب ہوگا جس نے ایسا کیا جبکہ بیع منعقد ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر بیچنے والے کی رضامندی بھی شامل ہو تو پھر خریدار کے لئے اختیار کے ثابت ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے اختیار حاصل ہو کیونکہ اُسے ایسے فعل کے ذریعے دھوکا ہوا ہے جو مُصَرَّاۃ[3]

1... حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا: کہ شہری آدمی دیہاتی کے لئے بیع کرے۔ یعنی دیہاتی کوئی چیز فروخت کرنے کے لئے بازار میں آتا ہے مگر وہ ناواقف ہے سستی بیچ ڈالے گا۔ شہری کہتا ہے: تو مت بیچ، میں اچھے داموں بیچ دوں گا، یہ دلال بن کر بیچتا ہے اور حدیث کا مطلب بعض فقہا نے یہ بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں مبتلا ہوں، ان کو خود غلہ کی حاجت ہو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں کر کے بیع کرنا ممنوع ہے کہ اس سے اہل شہر کو ضرر پہنچے گا اور اگر یہاں والوں کو احتیاج نہ ہو تو بیچنے میں مضایقہ نہیں، ہدایہ میں اسی تفسیر کو ذکر فرمایا۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۲۴)

2... اس کی ممانعت اس وقت ہے جب خریدار واجبی قیمت دینے کے لئے تیار ہے اور یہ دھوکا دے کر زیادہ کرنا چاہے۔ اور اگر خریدار واجبی قیمت سے کم دے کر لینا چاہتا ہے اور ایک شخص غیر خریدار اس لئے دام بڑھا رہا ہے کہ اصلی قیمت تک خریدار پہنچ جائے یہ ممنوع نہیں کہ ایک مسلمان کو نفع پہنچاتا ہے بغیر اس کے کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۲۳)

3... مصراۃ یہ ہے کہ جانور کے تھن میں دودھ کو روکا جائے اور کچھ دنوں تک دوہا نہ جائے۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب النھی للبائع، ۲/ ۳۲) تاکہ خریدار اسے زیادہ دودھ دینے والا گمان کر کے اس میں رغبت کرے۔

اور تَلَقِّیِ رُکبان کے مشابہ ہے۔

موجودہ نرخ میں سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہو:

مذکورہ ممانعت اس بات کی دلیل ہے کہ موجودہ نرخ کے بارے میں خریدار اور بیچنے والے پر کچھ بھی پوشیدہ نہ ہو اور ایسا کوئی معاملہ ان سے نہ چھپایا جائے کہ اگر وہ اسے جان لیتے تو خرید و فروخت نہ کرتے تو اس طرح کا فعل دھوکا دہی اور حرام ہو گا جو خیر خواہیٔ مسلم کی ضد ہے۔

حکایت: 30ہزار نفع واپس لوٹا دیا:

ایک تابعی بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بصرہ میں رہتے تھے جبکہ ان کا ایک غلام ”سُوس“ میں رہا کرتا تھا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ شکر خرید کر اس کی طرف بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اس غلام نے آپ کی طرف خط لکھا کہ ”اس سال گنّے کی فصل کو آفت پہنچی ہے، لہٰذا آپ بہت سی شکر خرید لیں۔“ پھر وقت آنے پر ان بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو 30 ہزار کا نفع ہوا۔ جب وہ اپنے گھر واپس ہوئے تو ساری رات سوچتے رہے اور فرمایا: میں نے 30 ہزار کا نفع تو حاصل کر لیا ہے لیکن ایک مسلمان کی خیر خواہی کو ترک کر دیا۔ چنانچہ، جب صبح ہوئی تو شکر بیچنے والے کے پاس گئے اور اسے نفع کے 30 ہزار دیتے ہوئے کہا: ”بَارَکَ اللہُ لَکَ فِیْھَا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائے۔“ اس نے کہا: ”یہ میرے کہاں سے ہو گئے؟“ فرمایا: ”میں نے تم سے حقیقت حال چھپائی تھی اور اب اس وقت شکر مہنگی ہو گئی ہے۔“ اس نے عرض کی: ”رَحِمَکَ اللہُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! مگر اب تو آپ نے مجھ بتا دیا ہے، لہٰذا میں نے یہ اپنی خوشی سے آپ کو دیئے۔“ چنانچہ، وہ بزرگ نفع لے کر دوبارہ گھر لوٹ آئے اور پھر پوری رات سوچتے ہوئے گزار دی اور دل میں سوچا: ”میں نے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی، ہو سکتا ہے کہ اس نے مجھ سے حیا کرتے ہوئے یہ نفع مجھے دے دیا ہو۔“ لہٰذا اگلے دن صبح سویرے پھر شکر بیچنے والے کے پاس گئے اور فرمایا: ”عَافَاکَ اللہُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں عافیت عطا فرمائے! تم اپنا مال لے لو اسی میں میری دلی خوشی ہے۔“ چنانچہ، اس نے وہ 30 ہزار لے لئے۔

ممانعت کی یہ روایات اور حکایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ موقع کو غنیمت جانے اور سامان کے مالک کی غفلت سے فائدہ اٹھائے اور بیچنے والے سے بھاؤ کا زیادہ ہونا یا خریدار سے بھاؤ کا کم ہونا پوشیدہ رکھے اور اگر اس نے ایسا کیا تو وہ ظالم اور خیر خواہیٔ مسلم اور عدل و انصاف کو ترک کرنے والا قرار پائے گا۔

بیع مُرابحہ کے بعض مسائل:

مسئلہ: جب کوئی شخص "بیع مرابحہ" کرے بایں طور کہ بیچنے والا اس طرح کہے: "یہ چیز مجھے جتنے میں پڑی ہے یا میں نے جتنے کی خریدی ہے اتنے میں ہی تمہیں بیچتا ہوں[1]۔ تو اس میں بیچنے والے پر لازم ہے کہ سچ بولے اور اس پر یہ بھی واجب ہے کہ چیز خریدنے کے بعد اس میں اگر کوئی نیا عیب پیدا ہو گیا ہے یا کوئی کمی واقع ہوئی ہے تو وہ بھی بتادے۔

مسئلہ: اگر اس نے کسی خاص مدت تک کے لئے وہ شے خریدی ہے تو اسے بھی ذکر کر دے۔

مسئلہ: اگر اس نے (عیوب سے) چشم پوشی کرتے ہوئے اپنے دوست یا بیٹے سے خریدی ہے تو اسے ذکر کرنا بھی اس پر واجب ہے کیونکہ اس کے ساتھ معاملہ کرنے والا جانچ پڑتال کے سلسلے میں اس کی عادت پر ہی اعتماد کرے گا کہ وہ اپنے لئے کوئی چیز بغیر غور و فکر کے نہیں خریدتا، تو اگر اس نے کسی سبب سے اس میں غور و فکر کو ترک کر دیا تو اس پر واجب ہے کہ اس کے بارے میں بتادے کیونکہ خریدار اس سلسلے میں اس کی امانتداری پر اعتماد کرتا ہے۔

باب نمبر 4: معاملات میں احسان کرنے کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عدل اور احسان دونوں کا حکم فرمایا ہے اور عدل تو محض نجات کا سبب ہے اور وہ تجارت میں "رأسُ المال" کی طرح ضروری ہے جبکہ احسان کامیابی اور سعادت مندی کو پانے کا سبب ہے اور وہ

---

[1]... احناف کے نزدیک: "بیع مرابحہ" کی صورت یہ ہے کہ کوئی چیز خریدی اور اس پر کچھ اخراجات کئے پھر قیمت اور اخراجات کو ظاہر کر کے اس پر نفع کی ایک مقدار بڑھا کر اس کو فروخت کر دینے کو "بیع مرابحہ" کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۷۳۹)

تجارت میں "نفع" کی مثل ضروری ہے۔ دنیوی معاملات میں جو شخص صرف راسُ المال پر ہی اکتفا کرتا ہے اسے عقل مند شمار نہیں کیا جاتا، یوں ہی اُخروی معاملہ ہے، لہٰذا دیندار شخص کو ظلم سے اجتناب کرتے ہوئے صرف عدل پر اکتفا کر کے "احسان" کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

احسان کی اہمیت و فضیلت پر مشتمل 3 آیاتِ مبارکہ:

﴿1﴾...

وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ (پ۲۰، القصص: ۷۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔

﴿2﴾...

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی (کا)۔

﴿3﴾...

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ (پ۸، الاعراف: ۵۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

احسان سے کیا مراد ہے؟

"احسان" سے ہماری مراد ایسا فعل ہے جس سے معاملہ کرنے والے کو نفع پہنچتا ہے اور یہ اس پر واجب نہیں ہے لیکن یہ اس کی جانب سے واجب سے ایک امر زائد ہے کیونکہ واجب تو عدل و انصاف اور ظلم ترک کرنے کے باب میں داخل ہے جسے ہم ماقبل ذکر کر چکے ہیں۔

مرتبۂ اِحسان کے حصول کے ذرائع:

مرتبۂ احسان تک اِن چھ امور میں سے کسی ایک کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے: (۱)...بیچتے ہوئے نفع کم

لے (۲)... خریدتے وقت رقم زیادہ دے (۳)... قیمت اور باقی قرضوں کی وصولی میں احسان کرے (۴)... قرض کی ادائیگی پوری پوری کرے (۵)... اِقالہ[1] کے خواہش مند کے ساتھ اِقالہ کرے اور (۶)... فقرا کو ادھار دینے کا ارادہ کرے۔

(1)... بیچتے ہوئے نفع کم لے:

خریدار سے نفع اتنا زیادہ نہیں لینا چاہیے کہ عمومی طور پر اتنا زیادہ نفع لینے کا رواج نہ ہو۔ بہر حال اصل زیادتی کی اجازت ہے کیونکہ تجارت کا مقصد نفع لینا ہوتا ہے اور وہ کچھ نہ کچھ زیادتی کے بغیر ممکن نہیں۔ مگر اس میں عرف وعادت کی رعایت کرنی چاہیے کیونکہ خریدار جو عادت سے زیادہ نفع دیتا ہے یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اسے وہ چیز بہت زیادہ پسند ہے یا پھر اسے فی الحال اس شے کی بہت زیادہ حاجت ہے، لہٰذا بیچنے والے کو چاہیے کہ اتنا زیادہ نفع نہ لے کہ یہ "احسان" میں سے ہے۔

مسئلہ: اگر اس میں خریدار کو دھوکا نہیں دیا جا رہا تو یہ زیادتی ظلم بھی نہیں ہوگی۔

مسئلہ: بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ کسی شے کی تہائی قیمت سے زیادہ نفع لینے کی صورت میں خریدار کے لئے اختیار ثابت ہوگا اور ہم اس چیز کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن "احسان" یہ ہے کہ اتنا زیادہ نفع نہ لیا جائے۔

حکایت: احسان کی عظیم مثال:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا یونس بن عُبَید بَصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس مختلف اقسام اور مختلف قیمتوں کے حُلے (چادریں / جبے) تھے۔ ان میں سے ایک قسم ایسی تھی کہ ہر حُلّے کی قیمت 400 درہم تھی اور ایک قسم ایسی تھی کہ ہر حُلّہ 200 درہم کا تھا۔ نماز کا وقت ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھتیجے کو دکان پر چھوڑ کر خود نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں ایک اَعرابی (یعنی دیہاتی) آیا اور اس نے "400 درہم" کا حلہ

---

[1]... دو شخصوں کے مابین جو عقد ہوا اس کے اٹھا دینے کو اقالہ کہتے ہیں، اقالہ میں دوسرے کا قبول کرنا ضروری ہے تنہا ایک شخص اقالہ نہیں کر سکتا۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۳۴)

طلب کیا، بھتیجے نے اس کے سامنے "200درہم" والا حلہ پیش کیا، اسے وہ اچھا لگا اور اس نے400درہم پر راضی ہو کر اسے خرید لیا۔ اَعرابی حلہ ہاتھ میں لئے واپس جا رہا تھا کہ حضرت سیِّدُنا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اس کا سامنا ہو گیا۔ انہوں نے اپنے حلہ کو پہچان کر اُس سے پوچھا: "یہ حلہ کتنے میں خریدا ہے؟" اس نے جواب دیا: "400درہم میں۔" آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "یہ200درہم سے زیادہ کا نہیں ہے، تم جا کر اسے واپس کر دو۔" اس نے کہا: "ہمارے شہر میں یہ حلہ500درہم کا ہے نیز مجھے یہ پسند بھی ہے۔" آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: "واپس پلٹ جاؤ کہ دین میں خیر خواہی دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس) سے بہتر ہے۔" چنانچہ، آپ اسے واپس دکان پر لائے اور200درہم واپس کر دیئے۔ پھر اپنے بھتیجے کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: "تمہیں شرم نہیں آئی! کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتے کہ شے کی قیمت کے برابر نفع لیتے ہو اور مسلمان کی خیر خواہی کو ترک کرتے ہو؟" بھتیجے نے جواب دیا: "میں نے اس کے راضی ہونے پر ہی اتنا زیادہ نفع لیا تھا۔" آپ نے فرمایا: "کیا تم نے اس کے حق میں وہ چیز پسند کی جو اپنے لئے پسند کرتے ہو؟"

مسئلہ: اتنا زیادہ نفع لینے کی صورت میں اگر بھاؤ کو چھپایا جائے اور دھوکا دیا جائے تو یہ ظلم کے باب سے ہے جس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: "غَبْنُ الْمُتَرَسِّلِ حَرَامٌ یعنی اعتماد کرنے والے شخص کو دھوکا دینا حرام ہے۔"[1]

حضرت سیِّدُنا زبیر بن عدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرمایا کرتے تھے: میں نے 18 صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو ایسا (سادہ لوح) پایا کہ ان میں سے کوئی بھی ایک درہم کا گوشت بھی اچھی طرح سے نہیں خرید پاتا تھا، لہٰذا اس قسم کے سادہ لوح اعتماد کرنے والے لوگوں سے زیادہ لینا ظلم ہے اور اگر زیادہ لینے کی صورت میں بھی دھوکا و فریب نہ ہو تو یہ "احسان" کو ترک کرنا ہے اور زیادہ نفع لینے کا عمل اس وقت تک انجام نہیں پاتا جب تک کچھ نہ کچھ دھوکا نہ ہو اور موجودہ نرخ کو چھپایا نہ جائے۔

---

1 ...المعجم الکبیر، ۱۲۷/۸، الحدیث: ۷۵۷۶

حکایت: سیِّدُنا سَری سقطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور احسان:

احسان محض وہ ہے جو حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے منقول ہے کہ انہوں نے باداموں کا ایک "کُر"[1] 60 دینار میں خریدا اور اپنے روزنامچے (ہر روز کے حساب لکھنے کی کتاب) میں اس کا نفع تین دینار لکھ دیا گویا کہ انہوں نے ہر دس دینار پر صرف آدھا دینار نفع لینا بہتر خیال فرمایا۔ کچھ ہی دنوں میں باداموں کا ایک "کُر" 90 دینار کا ہو گیا۔ دلال (کمیشن ایجنٹ/Commission Ajent) آیا اور اس نے بادام طلب کئے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "لے لو۔" اس نے پوچھا: "کتنے کے؟" فرمایا: "63 دینار کے۔" دلال بھی نیک لوگوں میں سے تھا، اس نے کہا: "اس وقت یہ بادام 90 دینار کے ہو چکے ہیں۔" آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "میں نے ایک عہد کیا ہے جسے میں ہرگز نہیں توڑ سکتا، لہٰذا میں انہیں 63 دینار میں ہی فروخت کروں گا۔" دلال نے جواب دیا: "میں نے بھی اپنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مابین اس بات کا عہد کر رکھا ہے کہ کسی مسلمان کو دھوکا نہیں دوں گا۔ اس لئے میں آپ سے یہ بادام 90 دینار میں ہی خریدوں گا۔

اس حکایت کے ناقل کہتے ہیں: نہ تو دلال آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بادام (90 دینار میں) خرید سکا اور نہ ہی آپ نے دلال کو بادام (63 دینار سے زیادہ میں) بیچے۔ یہ صورت دونوں طرف سے خالص احسان کی تھی کیونکہ حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو حقیقت حال (موجودہ بھاؤ) کا علم تھا (اس کے باوجود بھی آپ نے تین دینار سے زیادہ نفع لینا بہتر خیال نہ فرمایا)۔

حکایت: سیِّدُنا ابن منکدر رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کے وسیلہ سے بارش:

حضرت سیِّدُنا محمد بن مُنْکَدِر قرشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے پاس کچھ جبے تھے، بعض کی قیمت پانچ درہم تھی اور بعض کی 10 درہم۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی غیر موجودگی میں آپ کے

---

[1]... "کُر" ایک پیمانہ کا نام ہے جو 60 قفیز کا ہوتا ہے اور ایک قفیز 8 "مکاکیک" کا اور ایک "مکوک" ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے۔
(اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۳۹۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غلام نے پانچ درہم والا جُبَّہ 10 درہم میں بیچ دیا۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ دن کا ایک طویل حصہ اس خریدار اَعرابی کو تلاش کرتے رہے حتی کہ اسے پالیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: "غلام نے غلطی سے پانچ درہم والا جبہ دس درہم میں بیچ دیا۔" اَعرابی نے کہا: "اے فلاں! کوئی بات نہیں، میں راضی ہوں۔" آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اگرچہ آپ راضی ہیں مگر جس بات کو میں اپنے حق میں ناپسند کرتا ہوں اسے آپ کے حق میں بھی ناپسند کرتا ہوں، لہٰذا تم تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو: (۱)...اپنے دراہم کے بدلے 10 درہم والا جبہ لے لو (۲)...یا میں آپ کو پانچ درہم واپس کر دیتا ہوں (۳)...یا تم میرا جبہ واپس کر دو اور اپنے درہم لے لو۔" اس نے کہا: "مجھے پانچ درہم واپس کر دیں۔" چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے پانچ درہم واپس کر دیئے۔ اعرابی نے واپس جاتے وقت لوگوں سے پوچھا: "یہ بزرگ کون ہیں؟" بتایا گیا: "یہ حضرت سیِّدُنا محمد بن مُنْکَدِر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہیں۔" اس نے کہا: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ! یہ وہ ہیں کہ جب ہمارے دیہات میں قحط پڑتا ہے تو ہم ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں۔"

الغرض احسان یہ ہے کہ 10 درہم پر صرف آدھا یا ایک درہم نفع حاصل کیا جائے جو اس طرح کے سامان میں ان جگہوں میں عام طور پر رائج ہے اور جو شخص تھوڑے نفع پر قناعت کرتا ہے اس کا کاروبار زیادہ ہوتا ہے اور کاروبار کی زیادتی کی وجہ سے اسے ڈھیر سارا نفع حاصل ہوتا ہے۔ نیز اس میں برکت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

تھوڑا نفع مت ٹھکراؤ:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم دُرّہ لے کر کوفہ کے بازار کا دورہ کرتے اور فرماتے: "اے گروہِ تُجَّار! اپنا حق لو اور دوسروں کا حق دو، سلامتی میں رہو گے اور تھوڑے نفع کو مت ٹھکراؤ کہ پھر کثیر نفع سے محروم ہو جاؤ گے۔"

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی گئی: "آپ کی مالداری کا سبب کیا ہے؟" فرمایا: "اس کے تین اسباب ہیں: (۱)...میں نے نفع کو کبھی نہیں ٹھکرایا (۲)...جب بھی مجھ سے کوئی

جانور طلب کیا جاتا ہے تو میں اسے بیچنے میں تاخیر نہیں کرتا اور (۳)... میں ادھار نہیں بیچتا۔"

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک موقع پر ایک ہزار اونٹیاں بیچیں لیکن نفع میں انہیں صرف ان کی رسیاں ہی حاصل ہوئیں تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ہر رسی ایک درہم میں بیچی، یوں آپ نے ایک ہزار درہم کا نفع حاصل کیا اور ایک ہزار درہم اونٹنیوں کے اس دن کے چارے سے بھی بچ گیا۔

﴿2﴾... خریدتے وقت زیادہ رقم دے:

اگر کسی کمزور (جیسے غلام، عورت یا بوڑھے وغیرہ) سے غلہ خریدے یا کسی فقیر (یعنی غریب ومحتاج) سے کوئی شے خریدے تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ زیادہ رقم کو برداشت کرے اور آسانی پیدا کرے، اس صورت میں بھی یہ "احسان کرنے والا" قرار پائے گا اور اس فرمانِ مصطفٰے کا مصداق ٹھہرے گا: "رَحِمَ اللہُ اِمْرَأً سَهَّلَ الْبَيْعَ سَهَّلَ الشِّرَاءَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید وفروخت میں آسانی پیدا کرے۔"[1] اور اگر کسی مالدار تاجر سے خریداری کرے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ نفع طلب کرے تو اسے زیادہ قیمت دینا پسندیدہ نہیں بلکہ یہ اجر وثواب اور کسی تعریف کے بغیر مال کو ضائع کرنا ہو گا۔

اہل بیتِ اطہار عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ایک حدیث پاک میں ہے: "اَلْمَغْبُوْنُ فِی الشِّرَاءِ لَا مَحْمُوْدٌ وَّلَا مَاجُوْرٌ یعنی خریدنے میں نقصان اٹھانے والا نہ تو قابل تعریف ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی اجر ہے۔"[2]

حضرت سیِّدُنا ایاس بن مُعاوِیَہ بن قُرَّہ مُزَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی بصرہ کے قاضی اور کامل عقل والے تابعی بزرگ تھے۔ انہوں نے فرمایا: میں دھوکے باز نہیں ہوں اور دھوکے باز شخص مجھے اور حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ البتہ، میرے والد (حضرت سیِّدُنا معاویہ بن قرہ) اور حضرت سیِّدُنا

---

[1]... مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث رجل غیر مسمی، ۲/ ۵۰، الحدیث: ۱۷۹۵

[2]... مسند ابی یعلی الموصلی، مسند الحسین بن علی بن ابی طالب، ۶/ ۳۲، الحدیث: ۶۷۵۰

امام حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

نقصان اٹھائے نہ نقصان پہنچائے:

کمال اس میں ہے کہ بندہ نہ تو نقصان اٹھائے اور نہ ہی نقصان پہنچائے جیسا کہ بعض حضرات نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا ہے: ”کَانَ اَکْرَمَ مِنْ اَنْ یَّخْدَعَ وَاَعْقَلَ مِنْ اَنْ یُّخْدَعَ یعنی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شان یہ تھی کہ کسی کو دھوکا نہیں دیتے تھے اور اتنے زیادہ عقل مند تھے کہ کوئی انہیں دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔

سردارانِ نوجوانانِ جنت حضرات حسنین کریمین اور بعض دیگر جید صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن خریداری میں بہت زیادہ چھان بین بھی کرتے اور ساتھ ہی بہت سامال بھی عطا فرما دیتے۔ ان میں سے کسی سے عرض کی گئی کہ ”آپ معمولی سی شے کی خریداری میں اتنی زیادہ چھان بین کرتے ہیں پھر کثیر مال دے دیتے ہیں اور اس کی کوئی پروا نہیں کرتے؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”دینے والا اپنا فضل دیتا ہے جبکہ دھوکا کھانے والا اپنی عقل کو نقصان پہنچاتا ہے۔“ انہی میں سے کسی نے فرمایا: ”میں خود ہی اپنی عقل و بصارت کو نقصان پہنچاتا ہوں، کوئی دھوکے باز مجھے دھوکا نہیں دے سکتا، جب میں دیتا ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ہی دیتا ہوں اور اس کے بدلے میں کچھ زیادتی طلب نہیں کرتا۔“

(3)... قیمت اور باقی قرضوں کی وصولی میں احسان:

ان میں احسان کبھی تو چشم پوشی کرکے اور کچھ رقم معاف کرکے ہوتا ہے اور کبھی مہلت دے کر اور دیر سے وصول کرکے ہوتا ہے اور کبھی اچھے سکے لینے میں سہولت دے کر ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں مستحب ہیں اور ان کی ترغیب دی گئی ہے۔

احسان کی فضیلت پر مشتمل 8 فرامین مصطفٰے:

(1)... رَحِمَ اللہُ اِمْرَأً سَھْلَ الْبَیْعَ سَھْلَ الشِّرَآءَ سَھْلَ الْقَضَآءَ سَھْلَ الْاِقْتِضَآءَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جو

خرید و فروخت اور لین دین میں آسانی کرتا ہے[1]

لہٰذا پیارے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری پیاری دعا کو غنیمت جاننا چاہئے۔

﴿2﴾... اِسْمَحْ یُسْمَحْ لَکَ یعنی درگزر کرو تو تم سے بھی درگزر کیا جائے گا۔[2]

﴿3﴾... مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ تَرَکَ لَہٗ حَاسَبَہُ اللّٰہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا یعنی جو کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا دَین معاف کر دے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے حساب میں آسانی فرمائے گا۔[3]

﴿4﴾... اَظَلَّہُ اللّٰہُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ یعنی (جو کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے تو) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس دن عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا کہ جس دن عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔[4]

﴿5﴾... حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو اپنی جان پر ظلم کیا کرتا تھا (یعنی گناہ گار تھا)۔ جب اس سے حساب لیا گیا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ تھی تو اس سے کہا گیا: ”ھَلْ عَمِلْتَ خَیْرًا قَطُّ یعنی کیا تم نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”لَا اِلَّا اِنِّیْ کُنْتُ رَجُلًا اُدَایِنُ النَّاسَ فَاَقُوْلُ لِفِتْیَانِیْ: سَامِحُوا الْمُوْسِرَ وَانْظِرُوا الْمُعْسِرَ یعنی نہیں! البتہ، میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا تو اپنے ملازموں سے کہتا تھا: خوشحال سے چشم پوشی کرو اور تنگدست کو مہلت دو۔“ ایک روایت میں ہے: ”تَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ یعنی تنگدست سے درگزر کرو۔“ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِکَ مِنْکَ یعنی درگزر کرنے کے تجھ سے زیادہ ہم حقدار ہیں۔“ پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس سے درگزر فرمایا اور اس کی مغفرت فرما دی۔[5]

﴿6﴾... مَنْ اَقْرَضَ دِیْنَارًا اِلٰی اَجَلٍ فَلَہٗ بِکُلِّ یَوْمٍ صَدَقَۃٌ اِلٰی اَجَلِہٖ فَاِذَا حَلَّ الْاَجَلُ فَاَنْظَرَہٗ بَعْدَہٗ فَلَہٗ بِکُلِّ یَوْمٍ مِثْلُ ذٰلِکَ

---

1 ...مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث رجل غیر مسمی، ۶/ ۵۰، الحدیث: ۶۷۹۵، بتغیر

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، ۱/ ۵۳۵، الحدیث: ۲۲۳۳

3 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۴۴۳

سنن ابن ماجه، کتاب الصدقات، باب انظار المعسر، ۳/ ۱۴۷، الحدیث: ۲۴۱۷، بتغیر

4 ...سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی انظار المعسر و الرفق به، ۳/ ۵۲، الحدیث: ۱۳۱۰

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفان، ۱/ ۱۵۸، الحدیث: ۵۳۲

5 ...صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل انظار المعسر، الحدیث: ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ص ۸۴۳، ۸۴۴، بتغیر قلیل

الدَّیْنِ صَدَقَۃٌ یعنی جو شخص ایک مدت تک کے لئے ایک دینار بطور قرض دے تو اس کے لئے اس مدت تک ہر دن ایک صدقے کا ثواب ہے، پھر جب مدت پوری ہو جائے اور وہ مزید مہلت دے دے تو اس کے بعد اس کے لئے روزانہ اس قرض کی مثل صدقہ کا ثواب ہے۔[1]

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن میں ایسے لوگ بھی تھے جو اس حدیثِ پاک کی وجہ سے اپنے مقروض سے قرض واپس لینا پسند نہیں کرتے تھے تاکہ وہ روزانہ اتنا مال صدقہ کرنے والے کی طرح ہو جائیں[2]۔

﴿7﴾... رَاَیْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْباً: اَلصَّدَقَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِ عَشْرَۃَ یعنی میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب اس کی مثل دس گنا ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ملتا ہے۔[3]

اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ صدقہ محتاج اور غیر محتاج دونوں کے ہاتھ میں جاتا ہے لیکن قرضہ لینے کی ذلت صرف محتاج ہی برداشت کرتا ہے۔

﴿8﴾... میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو دیکھا جو قرض کی وجہ سے ایک

---

[1] ...سنن ابن ماجه، کتاب الصدقات، باب انظار المعسر، ۳/۱۴۷، الحدیث: ۲۴۱۸، بتغیر

[2] ...اس سلسلے میں ولیٔ کامل، مُجَدِّدِ اعظم، فقیہ اَفْخَم سَیِّدِی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا عمل مبارک ملاحظہ فرمایئے۔ چنانچہ، **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 561 صفحات پر مشتمل کتاب **"ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت"** صفحہ 91تا92 پر ہے: **عرض:** حضور میرے کچھ روپے ایک شخص پر ہیں وہ نہیں دیتے؟ **ارشاد:** اس زمانہ میں قرض دینا اور یہ خیال کرنا کہ وصول ہو جائے گا، ایک مشکل خیال ہے۔ میرے پندرہ سو روپے لوگوں پر قرض ہیں۔ جب قرض دیا، یہ خیال کر لیا کہ دے دے تو خیر ورنہ طلب نہ کروں گا۔ جن صاحبوں نے قرض لیا دینے کا نام نہ لیا (پھر خود ہی فرمایا) جب یوں قرض دیتا ہوں تو ہبہ کیوں نہیں کرتا (یعنی تحفہ کیوں نہیں دے دیتا)؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا: جب کسی کا دوسرے پر دَین (یعنی قرض) ہو اور اس کی میعاد گزر جائے تو ہر روز اسی قدر روپیہ کی خیرات کا ثواب ملتا ہے جتنا دَین (یعنی قرض) ہے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عمران بن حسین، ۷/ ۲۲۴، الحدیث: ۱۹۹۹۷) اِس ثوابِ عظیم کے لئے میں نے قرض دیئے ہبہ نہ کئے کہ پندرہ سو روپے روز میں کہاں سے خیرات کرتا۔ (سُبْحٰنَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! کیا پیارا انداز ہے حدیث شریف پر عمل کا)

[3] ...سنن ابن ماجه، کتاب الصدقات، باب القرض، ۳/۱۵۴، الحدیث: ۲۴۳۱

دوسرے شخص کے پیچھے پڑا ہوا تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قرض خواہ کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ آدھا قرض معاف کر دے تو اس نے معاف کر دیا پھر مقروض سے ارشاد فرمایا: ''اٹھ! اور اس کا قرض ادا کر۔''[1]

ہر وہ شخص جس نے کوئی شے بیچی اور فی الحال اس کی قیمت وصول نہ کی اور نہ ہی اسے لینے میں جلدی کی تو وہ قرض دینے والے کی طرح ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے 400 درہم میں ایک خچر بیچا، جب آپ نے درہم طلب کئے تو خریدار نے کہا: ''اے ابو سعید! کچھ رعایت فرمایئے!'' آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں نے تجھے 100 درہم معاف کئے۔'' اس نے پھر کہا: ''اے ابو سعید! احسان فرمایئے!'' فرمایا: ''میں نے 100 اور معاف کر دیئے۔'' یوں آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے حق میں سے صرف 200 درہم وصول کئے۔ عرض کی گئی: ''اے ابو سعید! یہ تو آدھی قیمت ہے۔'' تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''احسان اسی طرح ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔''

حدیثِ مبارکہ میں ہے: ''خُذْ حَقَّكَ فِيْ كَفَافٍ وَّعَفَافٍ وَّافٍ اَوْ غَيْرَ وَافٍ يُّحَاسِبُكَ اللّٰهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا یعنی ناپسندیدہ قول و فعل سے بچتے ہوئے اپنا حق وصول کرو خواہ پورا وصول ہو یا نہ ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے حساب میں آسانی فرمائے گا۔''[2]

﴿4﴾... قرض کی ادائیگی پوری کرے:

قرض لوٹانے میں احسان اچھے طریقے سے ادائیگی کرنا ہے۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

(1)... یہ خود حق والے کے پاس چل کر جائے اسے تکلیف نہ دے کہ وہ اس کے پاس چل کر آئے اور اپنا قرض وصول کرے، جیسا کہ محسن کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خَيْرُكُمْ

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین، الحدیث: ۱۵۵۸، ص ۸۴۲

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب الصدقات، باب حسن المطالبة واخذ الحق فی عفاف، ۳/۱۴۸، الحدیث: ۲۴۲۲

قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۴۳

اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً یعنی تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اچھی طرح سے ادائیگی کرتا ہے۔"[1]

(2)...جب قرض ادا کرنے پر قادر ہو جائے تو جلدی کرے اگرچہ ابھی ادائیگی کا وقت نہ آیا ہو اور جو ان کے درمیان طے تھا اس سے اچھی اور بہتر چیز دے اور اگر قرض ادا کرنے سے عاجز ہو تو یہ نیت کرے کہ جب قادر ہو گا تو قرض ادا کر دے گا۔ چنانچہ،

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "مَنِ ادَّانَ دَیْنًا وَّهُوَیَنْوِیْ قَضَاءَهٗ وَکَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَائِکَةً یَّحْفَظُوْنَهٗ وَیَدْعُوْنَ لَهٗ حَتّٰی یَقْضِیَهٗ یعنی جو شخص واپس کرنے کی نیت سے قرض لے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ساتھ فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو قرض ادا کرنے تک اس کی حفاظت کرتے اور اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔"[2]

بعض سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن اس حدیث شریف کی وجہ سے بغیر کسی حاجت کے قرض لیا کرتے تھے۔

(3)...جب قرض خواہ ڈرانے دھمکانے والا کلام کرے تو اسے چاہئے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرتے ہوئے اسے برداشت کرے اور لطف و احسان کے ساتھ اس کا جواب دے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ ایک شخص مدت پوری ہونے پر اپنا قرض وصول کرنے کے لئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس وقت ادائیگی نہیں کر سکتے تھے، وہ شخص سخت کلامی سے پیش آیا، صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن نے اس پر سختی کرنا چاہی تو رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا یعنی اسے چھوڑ دو کہ حق دار کو بولنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔"[3]

(4)...اگر مقروض اور قرض خواہ کے درمیان بحث ہو تو احسان یہ ہے کہ تیسرے شخص کا زیادہ میلان مقروض کی طرف ہو کیونکہ قرض خواہ غنی ہونے کی وجہ سے قرض دیتا ہے جبکہ مقروض محتاج ہونے کی وجہ سے قرض

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب من استسلف شیئا فقضی خیرا منه... الخ، الحدیث: ۱۶۰۱، ص ۸۶۶

2 ...صحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض، باب من اخذ اموال الناس یرید... الخ، ۲/۱۰۵، الحدیث: ۲۳۸۷
المعجم الاوسط، ۴/۲۴، الحدیث: ۵۲۲۲

3 ...صحیح البخاری، کتاب فی الاستقراض، باب لصاحب الحق مقال، ۲/۱۰۹، الحدیث: ۲۴۰۱

لیتا ہے۔یوں ہی خرید و فروخت میں خریدار کی مدد کی طرف زیادہ میلان ہونا چاہئے کیونکہ بیچنے والا سامان سے اعراض کئے ہوئے ہوتا ہے (یعنی اسے سامان کی حاجت نہیں ہوتی) اور وہ اسے بیچنے کے درپے ہوتا ہے جبکہ خریدار اس کا محتاج ہوتا ہے۔ احسن یہی ہے کہ قرض میں زیادہ میلان مقروض اور خرید و فروخت میں خریدار کی طرف ہو۔البتہ! اگر مقروض اپنی حد سے تجاوز کر جائے تو اُسے ظلم سے روکنے کے لئے قرض خواہ کی طرفداری کرے، کیونکہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت بنیاد ہے: اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا، فَقِيْلَ: كَيْفَ تَنْصُرُهٗ ظَالِمًا فَقَالَ: مَنْعُكَ اِيَّاهُ مِنَ الظُّلْمِ نُصْرَتُكَ لَهٗ یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کی گئی: ”ظالم ہونے کی صورت میں ہم اس کی مدد کیسے کریں؟“ ارشاد فرمایا: ”تمہارا اُسے ظلم سے روکنا اس کی مدد ہے۔“[1]

(5)... جو اِقالہ کرنا چاہتا ہو اس کے ساتھ اِقالہ کرے:

مرتبہ احسان پانے کی پانچویں صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اقالہ کرنا چاہے تو اس کے ساتھ اقالہ کرے۔ وجہ یہ ہے کہ اقالہ وہی شخص کرنا چاہے گا جو اپنی خرید و فروخت پہ نادِم ہو اور اسے اس سے ضرر ہو اور کسی شخص کو یہ پسند نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کو نقصان پہنچانے کا سبب بنے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ اَقَالَ نَادِمًا صَفْقَتَهٗ اَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس نے کسی پشیمان شخص سے اس کے عقد پر اقالہ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی لغزشوں کو معاف فرمائے گا۔“[2]

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اعن اخاک ظالما او مظلوما، ۲/۱۲۷، الحدیث: ۲۴۴۴

سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب رقم ۶۸، ۴/۱۱۲، الحدیث: ۲۲۶۲

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الاقالة، ۳/۳۷، الحدیث: ۲۱۹۹

صحیح ابن حبان، کتاب البیوع، باب الاقالة، ۷/۲۴۳، الحدیث: ۵۰۰۷

(5)... فقرا کو ادھار دینے کا ارادہ کرے:

احسان کی چھٹی صورت یہ ہے کہ فقرا کے ساتھ معاملہ کرنے کی صورت میں ادھار دینے کا ارادہ کرے نیز اس بات کا عزم کرے کہ اگر انہیں قیمت کی ادائیگی مُیَسَّر نہ ہوئی تو ان سے مطالبہ نہیں کرے گا۔

حقیقی احسان یہ ہے:

بعض سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن ایسے بھی تھے کہ ان کے پاس حساب کے دو رجسٹر تھے: ایک بلا عنوان ہوتا تھا۔ اس میں ان ضعیف وناتواں لوگوں کے نام درج تھے جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ اگر کوئی محتاج شخص کوئی کھانا یا پھل دیکھتا اور اس کی خواہش کرتے ہوئے کہتا: ''مجھے اس کے حصول کے لئے پانچ رِطل درکار ہیں مگر ابھی میرے پاس اس کی قیمت نہیں ہے۔'' تو تاجر اس سے کہتا: ''تم یہ لے جاؤ اور جب آسانی ہو اس کی قیمت ادا کر دینا۔'' (ہے تو یہ بھی احسان کی صورت مگر) ایسے دکانداروں کو بھی بہترین لوگوں میں شمار نہیں کیا جاتا تھا بلکہ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن ایسے تاجر کو بہترین لوگوں میں شمار کرتے تھے جو سرے سے کسی رجسٹر میں نام لکھتا تھا نہ ہی اسے بطورِ قرض دیتا تھا بلکہ یہ کہتا تھا: ''جو تم چاہتے ہو لے لو پھر اگر تمہیں آسانی ہو تو اس کی قیمت ادا کر دینا ورنہ یہ تمہارے لئے حلال ہے۔''

یہ سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے تجارت کرنے کے طریقے ہیں جو اب مٹ چکے ہیں اور اب اس پر عمل پیرا ہونے والا اس سنت (طریقہ) کو زندہ کرنے والا ہوگا۔

دین وورع کو آزمانے کی کسوٹی:

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ تجارت مردوں کے لئے ایک ایسی کسوٹی ہے جس کے ذریعے آدمی کے دین اور ورع کو آزمایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

لَایَغُرَّنَّکَ مِنَ الْمَرْءِ قَمِیْصٌ رَّقَّعَه ... اَوْ اِزَارٌ فَوْقَ کَعْبِ السَّاقِ مِنْ رَّفْعِه

اَوْ جَبِیْنٌ لَّاحَ فِیْهِ اَثَرٌ قَدْ قَلَعَه ... وَلَدَی الدِّرْهَمِ فَانْظُرْ غَیَّهٗ اَوْ وَرْعَه

ترجمہ: کسی شخص کی پیوند لگائی ہوئی قمیص، ٹخنوں سے اوپر پنڈلیوں پر تہ بند، پیشانی کی چمک اور ماتھے پر سجدوں کا نشان تجھے دھوکا نہ دے بلکہ درہم و دینار کے وقت اس کی سرکشی یا ورع کو آزما۔

اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ ”جب کسی کے حالتِ اقامت کے پڑوسی، حالت سفر کے ساتھی اور بازاروں میں اس کے ساتھ خرید و فروخت کرنے والے اس کی تعریف کریں تو اس کی نیکی میں شک نہ کرو۔“

خلیفۂ دُوُم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے کسی نے گواہی دی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”میرے پاس کسی ایسے شخص کو لاؤ جو تمہیں پہچانتا ہو۔“ تو وہ ایک شخص کو لے کر آیا جس نے اس کی تعریف کی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم اس کے قریبی پڑوسی ہو جو اس کے آنے جانے کو پہچانتے ہو؟“ اس نے جواب دیا: ”نہیں۔“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پوچھا: کیا تم کسی سفر میں اس کے ساتھی رہے ہو جس کے سبب اس کے اچھے اخلاق پر استدلال کرتے ہو؟“ عرض کی: ”نہیں۔“ پھر پوچھا: ”کیا تم نے اس کے ساتھ درہم و دینار کا کوئی معاملہ کیا ہے جس کی وجہ سے تم پر اس شخص کی پارسائی ظاہر ہوئی ہو؟“ اس نے عرض کی: ”نہیں۔“ تو خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”میرا گمان ہے کہ تم نے اسے کسی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا ہو گا کہ یہ اس میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے کبھی سر کو جھکاتا ہو گا اور کبھی بلند کرتا ہو گا؟“ اس نے عرض کی: ”جی ہاں! ایسا ہی ہے۔“ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”تم چلے جاؤ! تم اسے نہیں جانتے۔“ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پھر اس گواہ سے فرمایا کہ ”میرے پاس ایسے شخص کو لاؤ جو تمہیں پہچانتا ہے۔“

باب نمبر5: تاجر کا اپنے دین اور آخرت کے معاملے میں ڈرنے کا بیان

ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ رزق کا حصول تاجر کو آخرت سے غافل کر دے کہ اس طرح اس کی عمر ضائع ہو گی اور اس کی تجارت باعثِ خسارہ ہو گی۔ نیز اس کی وجہ سے جو اُخروی نفع حاصل ہونے سے رہ جائے گا دنیوی

نفع اس کے برابر نہیں ہو سکتا ہے، لہٰذا ایسے بندے کا شمار ان لوگوں میں ہو گا جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدتے ہیں۔ بلکہ عقل مند کو چاہیے کہ اپنے نفس کو ڈرائے اور اس کا اپنے نفس کو ڈرانا یہ ہے کہ اپنے رَأْسُ الْمال (اصل سرمایہ) کی حفاظت کرے اور اس کا اصل سرمایہ اس کا دِین اور اس میں تجارت ہے۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: عقل مند کے لئے وہ چیز زیادہ بہتر ہے جس کی اسے فی الحال زیادہ حاجت ہے اور اسے فی الحال زیادہ حاجت اس شے کی ہے جو آخرت میں اس کے انجام کے اعتبار سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی وصیت میں فرمایا: "تیرے لئے دنیا سے حصہ پانا بھی ضروری ہے لیکن تو اُخروی حصے کا زیادہ محتاج ہے۔ اس لئے اُخروی حصہ سے ابتدا کرتے ہوئے اسے پالے تو تُو اپنے دنیوی حصے کو بھی پالے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا (پ۲۰، القصص:۷۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول۔

یعنی دنیا میں اپنے اخروی حصے کو نہ بھول جانا کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اسی میں نیکیاں کمائی جاتی ہیں۔

تاجر اپنے دینی معاملے میں سات امور کو پیش نظر رکھے

(۱)... نیت اور سوچ کا اچھا ہونا (۲)... کسی ایک فرضِ کفایہ کو قائم کرنے کی نیت کرنا (۳)... دنیوی بازار کا اُخروی بازار سے نہ روکنا (۴)... صرف صبح وشام ذکر الٰہی پر اکتفانہ کرنا (۵)... بازار اور تجارت کی بہت زیادہ لالچ نہ ہونا (٦)... شبہات کی جگہوں سے اجتناب کرنا اور (۷)... معاملات کی نگرانی کرنا۔

(1)... نیت اور سوچ کا اچھا ہونا:

تجارت کی ابتدا میں نیت اور سوچ اچھی ہو۔ پس تاجر کو چاہیے کہ تجارت کے ذریعے سوال سے بچنے، حلال مال کے ذریعے مالدار ہو کر لوگوں کے مال میں طمع کرنے سے محفوظ رہنے، اپنے کمائے ہوئے مال سے

دین پر مدد حاصل کرنے اور بال بچوں کی کفالت کرنے کی نیت کرے تاکہ یہ شخص بھی مجاہدین کے زمرے میں شامل ہو جائے۔ نیز تجارت کے ذریعے مسلمان کی خیر خواہی اور دوسروں کے لئے بھی وہی چیز پسند کرنے کی نیت کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ معاملات میں عدل و احسان کے راستے پر چلنے کی بھی نیت کرے، جیسا کہ ہم نے اسے بیان کر دیا ہے۔ نیز بازار میں جو کچھ دیکھے اس میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر (نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے) کی نیت بھی کرے۔ لہٰذا اگر تاجر کے دل میں یہ سوچیں اور نیتیں موجود ہوں گی تو وہ بھی راہِ آخرت کا مسافر قرار پائے گا پھر اگر اسے مال بھی حاصل ہو گیا تو یہ مزید انعام ہے اور اگر دنیا میں نقصان بھی اٹھانا پڑا تو آخرت میں نفع ضرور پائے گا۔

(2)... کسی ایک فرض کفایہ کو قائم کرنے کی نیت کرنا:

اپنے پیشے یا تجارت میں فرض کفایہ میں سے کسی ایک فرض کو قائم کرنے کی نیت کرے کہ اگر تمام پیشوں اور تجارتوں کو ترک کر دیا جائے تو معیشت باطل ہو کر رہ جائے اور اکثر مخلوق ہلاک ہو جائے، لہٰذا تمام لوگوں کے معاملات کا انتظام باہمی تعاون اور ہر فریق کے ایک مخصوص کام کی ذمہ داری اٹھانے سے ممکن ہوتا ہے اور اگر تمام لوگ ایک ہی پیشے کی طرف متوجہ ہو جائیں تو باقی پیشے معطل ہو کر رہ جائیں گے اور لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ بعض حضرات نے اِس فرمانِ مصطفےٰ کو اسی معنی پر محمول کیا ہے: ''اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ یعنی میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔''[1] مطلب یہ ہے کہ مختلف صنعتوں اور پیشوں کے معاملے میں ان کے ارادوں کا مختلف ہونا رحمت ہے۔

ممنوع و ناپسندیدہ پیشے:

بعض پیشے اہم و ضروری ہیں اور بعض غیر ضروری کیونکہ ان کا تعلُّق صرف دنیاوی خوشحالی اور زیب و

---

1 ...جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر الجزری، الرکن الاول فی المبادی، الباب الرابع فی ذکر الائمۃ الستۃ، الامام مالک، ۱/۱۲۱

زینت سے ہوتا ہے، لہٰذا ایسے پیشے میں مشغول ہونا چاہئے جو اہم وضروری ہو تاکہ اسے قائم کرکے وہ مسلمانوں کو اس سے بے نیاز کردے اور دین میں اہمیت کا حامل ہو۔ چنانچہ، نقش نگاری، زرگری (زیور بنانے کا پیشہ)، چونے سے عمارتوں کی تزئین اور ہر اس پیشے سے بچنا چاہئے جس سے دنیا کی آرائش وزیبائش کی جاتی ہے، ان تمام پیشوں کو دیندار لوگوں نے ناپسند کیا ہے۔

مسئلہ: تھیٹر وتماشے دکھانے اور لہو ولعب کے آلات جن کا استعمال حرام ہے انہیں بنانے کے پیشے سے اجتناب کرنا گویا کہ ظلم کو ترک کرنا ہے۔

مسئلہ: انہیں کاموں میں سے درزی کا مردوں کے لئے ریشم کا لباس سینا، سنار کا سونے کی کاٹھیاں بنانا اور مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھیاں تیار کرنا ہے، یہ سب گناہ ہیں اور اُن پر لی ہوئی اجرت حرام ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے ان (مردوں کے لئے تیار کی گئی انگوٹھیوں) میں زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے، اگرچہ ہم (عورتوں کے لئے تیار کئے گئے) زیورات میں زکوٰۃ لازم قرار نہیں دیتے[1] کیونکہ جب ان کو مردوں کی نیت سے بنایا جائے تو یہ حرام ہے اور ان کا عورتوں کے لئے مہیا ہونا انہیں مباح زیورات کے حکم میں نہیں کردے گا جب تک اس سے عورتوں کی نیت نہ کی جائے، لہٰذا اس کے جائز وناجائز ہونے کا حکم ارادہ ونیت کے اعتبار سے ہوگا۔

مسئلہ: ہم بیان کرچکے ہیں کہ غلے اور کفنوں کی تجارت مکروہ ہے کیونکہ کفنوں کا تاجر لوگوں کے مرنے اور غلہ کا تاجر اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ لوگ مہنگے بھاؤ خریدنے کے محتاج ہوں۔

---

[1]... یہ شوافع کا موقف ہے احناف کے نزدیک: سونا چاندی جب کہ بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکوٰۃ فرض ہے خواہ وہ ویسے ہی ہوں یا ان کے سکے جیسے روپے اشرفیاں یا ان کی کوئی چیز بنی ہوئی خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لئے زیور، مرد کے لئے چاندی کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی یا سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن یا استعمال ناجائز ہو جیسے چاندی سونے کے برتن، گھڑی، کہ ان کا استعمال مرد وعورت سب کے لئے حرام ہے، غرض جو کچھ ہو زکوٰۃ سب کی واجب ہے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۹۰۳)

مسئلہ : قصاب کا پیشہ بھی مکروہ ہے کیونکہ اس سے دل سخت ہوتا ہے۔ اسی طرح حجامہ (یعنی پچھنے لگانے)[1] اور خاکروب (بھنگی) کا کام بھی مکروہ ہے کیونکہ ان میں نجاست سے آلودہ ہونا پڑتا ہے، نیز دباغت وغیرہ کے پیشے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ : حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن نے دلالی (یعنی Commission پر کام) کو بھی مکروہ جانا ہے اور حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دلالی کی اُجرت کو مکروہ جانتے تھے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس پیشے میں جھوٹ سے بہت کم بچا جاتا ہے اور سامان کو بیچنے کے لئے اس کی حد سے زیادہ تعریف کی جاتی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں کام کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے کیونکہ کبھی زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے اور کبھی کم۔ نیز اس میں اُجرت کی مقدار کے سلسلے میں کام کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا بلکہ کپڑے وغیرہ کی قیمت کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے، دلالی کرنے والوں (Commission Agents) کی یہی عادت ہے اور یہ ظلم ہے، بلکہ اس پیشے میں اپنی محنت کی مقدار کو مدِ نظر رکھنا چاہئے۔

مسئلہ : علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے تجارت کے لئے جانوروں کی خریداری کو بھی مکروہ جانا ہے اس لئے خریدار اس میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے کو ناپسند کرتا ہے اور وہ فیصلہ "موت" ہے جو لامحالہ (یقینی طور پر) آکر ہی رہے گی کیونکہ جانور بھی مرنے ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ (شاید اسی وجہ سے) کہا گیا ہے کہ جانوروں کو بیچ کر بے جان چیزوں کو خرید لے۔

مسئلہ : فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے "بیع صَرْف"[2] کو بھی ناپسند جانا ہے کیونکہ اس میں سود کی باریکیوں

---

❶... جسم سے فاسد خون نکالنے کا ایک قدیم طریقہ علاج، اس کا حدیث شریف میں بھی ذکر ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا ابو کبشہ انماری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے سرِ مبارک اور دونوں کاندھوں کے درمیان پچھنے لگوایا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ "جس نے ان خونوں میں سے بہایا تو اسے کسی بیماری کے لئے دوا نہ کرنا مضر نہیں۔" (سنن ابی داود، کتاب الطب، باب ماجاء فی موضع الحجامۃ، ۴/ ۷، الحدیث: ۳۸۵۹)

❷... بیع صرف یعنی ثمن کو ثمن کے بدلے بیچنا۔ یہاں ثمن سے مراد عام ہے چاہے ثمن خِلقی ہو جیسے سونا چاندی یا غیر خِلقی جیسے پیسہ، نوٹ وغیرہ۔ (بہار شریعت، ۲/ ۷۹۴، ۸۲۰)

سے بچنا بہت مشکل ہے اور اس میں صفات کی باریکیوں کو طلب کیا جاتا ہے، بذاتِ خود سونا یا چاندی مقصود نہیں ہوتا ہے اور اس میں صرف سونے چاندی کو رواج دینے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس میں صراف (سکے تبدیل کرنے والے) کو نفع اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ اسے دوسرے فریق کے سونے چاندی کو پرکھنے میں جاہل ہونے کا اعتماد ہو۔ لہٰذا اصراف احتیاط کے باوجود بہت کم سود سے محفوظ رہ پاتا ہے۔

مسئلہ: صَرَّاف و غیر صَرَّاف دونوں کے لئے صحیح درہم اور صحیح دینار کو توڑنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر اس کے اچھا ہونے یا نہ ہونے میں شک ہو یا کوئی اور ضرورت ہو تو توڑا جا سکتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں: تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے صحیح درہم و دینار کو پگھلا کر زیورات وغیرہ بنانے میں ممانعت وارد ہے اور میں انہیں توڑنا مکروہ جانتا ہوں۔" انہی سے منقول ہے، فرماتے ہیں: "پہلے دیناروں سے درہموں کو خریدے پھر درہموں سے سونا خریدے اور پھر اس سے زیورات بنائے۔"[1]

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی پسندیدہ تجارت:

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کپڑے کی تجارت کو پسند فرماتے تھے۔ جلیل القدر تابعی بزرگ حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "میرے نزدیک کپڑے کی تجارت سے زیادہ پسندیدہ تجارت کوئی نہیں جب تک اس میں قسمیں نہ ہوں۔"

مروی ہے کہ "خَیْرُ تِجَارَتِکُمُ الْبَزُّ وَخَیْرُ صِنَاعَتِکُمُ الْخَرْزُ یعنی تمہاری سب سے بہتر تجارت کپڑے کی تجارت ہے اور تمہارا سب سے بہتر پیشہ موزے سینے کا پیشہ ہے۔"[2]

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب النهي عن کسر الدراهم والدنانير، ۳/۶۷، الحديث: ۲۲۶۳
المعجم الاوسط، ۲/۴۱، الحديث: ۲۴۳۵ ...... قوت القلوب لابي طالب المکی، ۲/ ۴۵۳

2 ...فردوس الاخبار للديلمی، باب الخاء، ۱/ ۳۶۵، الحديث: ۲۷۰۱

جنتیوں اور جہنمیوں کی تجارت:

ایک روایت میں ہے: "لَوِ اتَّجَرَ اَهْلُ الْجَنَّةِ لَا تَّجَرُوْا فِی الْبَزِّ وَلَوِ اتَّجَرَ اَهْلُ النَّارِ لَا تَّجَرُوْا فِی الصَّرْفِ یعنی اگر جنتی کوئی تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے اور اگر جہنمی کوئی تجارت کرتے تو سونے چاندی کی کرتے۔"[1]

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے پیشے:

اکثر بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن درج ذیل 10 قسم کے کام کیا کرتے تھے: (۱)...موزے سینا (۲)... تجارت کرنا (۳)...سامان اٹھانا (۴)... کپڑے سلائی کرنا (۵)...جوتوں کے تلے بنانا اور ان کی مرمت کرنا (۶)... دھوبی کا پیشہ (۷)...لوہے کا کام (۸)...کاتنے کا پیشہ (۹)... خشکی و سمندر میں شکار کرنا اور (۱۰)...کتابت۔

کاتب کو نصیحت:

حضرت سیِّدُنا عبد الوہاب وراق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے مجھ سے پوچھا: "تم کیا کام کرتے ہو؟" میں نے عرض کی: "کتابت کرتا ہوں۔" فرمایا: "حصولِ رزق کا پاکیزہ طریقہ ہے، اگر میں بھی اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرتا تو یہی کام کرتا۔" پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "جب بھی لکھو صفحہ کے درمیان میں ہی لکھو، اس کے حواشی اور دوسری طرف کی جگہ خالی چھوڑ دو۔"

عقل کمزور کرنے والے پیشے:

لوگوں کے نزدیک چار پیشہ ور لوگ کمزور عقل والے شمار ہوتے ہیں: (۱)...جولاہے (کپڑا بننے والے) (۲)...روئی دھننے والے (۳)...کاتنے والے اور (۴)...مدرسوں میں بچوں کو پڑھانے والے۔

ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ ان کا میل جول اکثر اوقات عورتوں اور بچوں سے ہوتا ہے اور جس طرح

---

[1]...فردوس الاخبار للدیلمی، باب اللام، ۲/۲۰۳، الحدیث: ۵۱۷۲ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۳۷

عقل مندوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح کمزور عقل والوں سے میل جول رکھنا عقل کو کمزور کر دیتا ہے۔

جولاہوں کے خلاف ایک ولیہ کی دعا:

جلیل القدر تابعی بزرگ حضرت سیِّدُنا مجاہد بن جبر مخزومی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تلاش میں ایک جولاہے کے قریب سے گزریں اور اس سے راستے کے بارے میں پوچھا تو اس نے اُنہیں غلط راستہ بتادیا اور آپ راستہ بھول گئیں تو انہوں نے جولاہوں کے خلاف یہ دعا کر دی: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ! ان کے پیشے سے برکت ختم فرما دے اور انہیں حالتِ فقر میں موت دے اور انہیں لوگوں کی نظروں میں حقیر کر دے۔“ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدَتُنا مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی دعا قبول فرمالی۔

فرضِ کفایہ اعمال پر اجرت:

ہر وہ عمل جس کا تعلق عبادات یا فرضِ کفایہ سے ہو اس پر اُجرت لینے کو سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن مکروہ جانتے تھے۔ مثلاً: میت کو غسل دینا اور دفن کرنا وغیرہ۔ یہی حکم اذان اور نماز تراویح کا ہے، اگرچہ ان پر اجرت لینا درست ہے۔ اسی طرح قرآن پاک اور احکامِ شرع سکھانے پر اجرت لینا بھی درست ہے۔ اسلاف اسے اس لئے مکروہ جانتے تھے کہ ان اعمال کا حق یہ ہے کہ ان میں آخرت کے لئے تجارت کی جائے لیکن ان پر اجرت لینا آخرت کو دنیا سے تبدیل کرنا ہے اور یہ مستحب نہیں ہے۔

﴿3﴾... دنیوی بازار کا اُخروی بازار سے نہ روکنا:

تاجر کے لئے جن سات امور کی رعایت ضروری ہے ان میں سے تیسرا یہ ہے کہ دنیوی بازار تاجر کو اُخروی بازار سے نہ روکے اور آخرت کے بازار مسجدیں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ (پ۱۸، النور: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوۃ دینے سے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ (پ۱۸، النور: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے۔

تاجر کے لئے دن کا ابتدائی حصہ:

تاجر کو چاہئے کہ بازار میں داخل ہونے سے پہلے جو دن کا ابتدائی حصہ ہے اسے اپنی آخرت کے لئے خاص کرلے، اس میں مسجد کو لازم پکڑلے اور اَوراد و وظائف پر ہمیشگی اختیار کرے۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تاجروں سے فرمایا کرتے تھے: "اپنے دن کے ابتدائی حصے کو آخرت کے لئے اور اس کے بعد والے کو اپنی دنیا کے لئے خاص کرلو۔"

ہمارے اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اپنے دن کے پہلے اور آخری حصے کو آخرت کے لئے اور درمیانی حصے کو تجارت کے لئے خاص کر رکھا تھا۔ اسی وجہ سے صبح کے وقت ہریسہ اور سری پائے صرف بچے اور اہلِ کتاب ذمی ہی بیچا کرتے تھے کیونکہ مسلمان تاجر اس وقت مساجد میں ہوا کرتے تھے۔

حدیثِ پاک میں ہے: "اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ اِذَا صَعِدَتْ بِصَحِیْفَةِ الْعَبْدِ وَفِیْهَا فِیْ اَوَّلِ النَّهَارِ وَفِیْ اٰخِرِهٖ ذِكْرُ اللّٰهِ وَخَیْرٌ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا بَیْنَهُمَا مِنْ سَیِّءِ الْاَعْمَالِ یعنی بے شک جب فرشتے بندے کا اعمال نامہ لے کر اوپر جاتے ہیں اور اس میں دن کے پہلے اور آخری حصے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر اور نیک کام ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے کی ان دونوں حصوں کے درمیان کی بُرائیاں مٹا دیتا ہے۔"[1]

---

1 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، ۳/۲۷۲، الحدیث: ۳۵۹۹
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۴۸

ایک روایت میں ہے: طلوعِ فجر اور نمازِ عصر کے وقت دن اور رات کے ملائکہ اکٹھے ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے استفسار فرماتا ہے حالانکہ وہ ان کی حالت کو خوب جانتا ہے: ''کَیۡفَ تَرَکۡتُمۡ عِبَادِیۡ یعنی تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں: ''تَرَکۡنَاهُمۡ وَهُمۡ یُصَلُّوۡنَ وَجِئۡنَاهُمۡ وَهُمۡ یُصَلُّوۡنَ یعنی ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز کی حالت میں تھے۔'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اُشۡهِدُکُمۡ اِنِّیۡ قَدۡ غَفَرۡتُ لَهُمۡ یعنی تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان کی مغفرت فرمادی۔''[1]

تاجر دن کے درمیانی حصے میں کیا کرے؟

تاجر جب دن کے درمیان میں ظہر اور عصر کی اذان سنے تو کسی کام میں مصروف نہ ہو اور اسے چاہئے کہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور جو کچھ بھی کر رہا ہے اسے چھوڑ دے کہ جس کی اول وقت میں امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ فوت ہو جائے تو دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ) بھی اس کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے اور جو شخص (بِلا عذرِ شرعی) باجماعت نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتا تو بعض عُلَما کے نزدیک (ترکِ واجب کے سبب) وہ گناہگار ہوگا۔[2]

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن اذان کے وقت مسجد کی طرف آنے میں جلدی کرتے اور بازاروں کو بچوں اور اہلِ کتاب ذمیوں کے لئے خالی چھوڑ دیا کرتے تھے اور انہوں نے اوقاتِ نماز میں دکانوں کی حفاظت کے لئے ان سے اجارہ کیا ہوا تھا اور یہ ان بچوں اور ذمیوں کا روزگار تھا۔

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، ۱/ ۲۰۳، الحدیث: ۵۵۵

2 ...دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 499 صفحات پر مشتمل کتاب نماز کے احکام، صفحہ 267 تا 268 پر شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَه نقل فرماتے ہیں: عاقل، بالغ، آزاد اور قادر پر مسجد کی جماعتِ اُولیٰ واجب ہے بِلا عُذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحقِ سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسِق مَرۡدُوۡدُ الشَّهَادَۃ (یعنی اُس کی گواہی قابلِ قبول نہیں) اور اس کو سخت سزا دی جائے گی اگر پڑوسیوں نے سُکوت کیا (یعنی خاموشی اختیار کی) تو وہ بھی گنہگار ہوئے (درمختار و ردالمحتار، ۲/ ۲۸۷) بعض فُقہائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ ''جو شخص اذان سن کر گھر میں اِقامت کا انتظار کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا اور اُس کی شہادت (یعنی گواہی) قبول نہیں۔ (البحر الرائق، ۱/ ۴۵۱، ۶۰۴)

اسلاف کے نزدیک نماز کی اہمیت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (پ۱۸، النور: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد (سے)۔

اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں وارد ہے کہ پہلے کے لوگوں میں سے جو لوہار اور خراز (جوتے سینے والے) تھے جب ان میں سے کوئی لوہار اپنا ہتھوڑا اوپر اٹھاتا یا خراز سُتاری (جوتا سینے والی سوئی) کو جوتے میں داخل کرتا اور اسی اثنا میں اس کے کانوں میں اذان کی آواز پڑتی تو خراز سُتاری کو باہر نہ نکالتا اور لوہار ہتھوڑے کو مطلوبہ جگہ پر نہ مارتا بلکہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا جاتا۔

4... صرف صبح و شام ذکر الٰہی پر اکتفا نہ کرنا:

تاجر کے لئے جن سات امور کی رعایت ضروری ہے ان میں سے چوتھا یہ ہے کہ وہ صرف صبح اور شام کے وقت ہی ذکر الٰہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ بازاروں میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہوئے تسبیح و تہلیل (سُبْحٰنَ الله، اَلْحَمْدُلِلّٰه) میں مشغول رہے کیونکہ بازاروں میں غافلوں کے درمیان ذِکْرُ الله کرنا افضل ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ذَاكِرُ اللهِ فِي الْغَافِلِيْنَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّيْنَ وَكَالْحَيِّ بَيْنَ الْاَمْوَاتِ یعنی غافلوں کے درمیان اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والا لوگوں کے جنگ سے بھاگنے کے بعد بھی لڑنے والے اور مُردوں کے درمیان زندہ کی طرح ہے۔“[1]

ایک روایت ہے: ”كَالشَّجَرَةِ الْخَضْرَاءِ بَيْنَ الْهَشِيْمِ یعنی (غافلوں کے درمیان اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والا) سوکھی گھاس کے درمیان سرسبز درخت کی مانند ہے۔“[2]

---

1 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبة الله، ۱/۴۱۲، الحدیث: ۵۶۷
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۳۶

2 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی محبة الله، ۱/۴۱۱، الحدیث: ۵۶۵
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/۱۶۷، الرقم: ۱۲۶۹: عمران بن مسلم مکی

10 لاکھ نیکیاں:

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص بازار میں داخل ہو کر یہ کلمات پڑھے: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے نامۂ اعمال میں 10 لاکھ نیکیاں درج فرماتا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر، حضرت سیِّدُنا سالم بن عبد اللہ اور حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن صرف ان کلمات کی فضیلت کو پانے کے لئے بازار میں داخل ہوا کرتے تھے۔

بازار والوں کی تعداد کے برابر مغفرت:

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "بازار میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والا روزِ محشر اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے لئے چاند کے نور کی طرح ایک نور اور سورج کی روشنی کی طرح ایک روشنی ہو گی اور جو شخص بازار میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بازار والوں کی تعداد کے برابر اُس کے گناہ بخش دیتا ہے۔"

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی بازار میں دعا:

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بازار میں داخل ہوتے تو یوں کہتے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفُسُوْقِ وَمِنْ شَرِّ مَا اَحَاطَتْ بِہِ السُّوْقُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ یَّمِیْنٍ فَاجِرَۃٍ وَّصَفْقَۃٍ خَاسِرَۃٍ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں کفر اور فسق اور بازار میں پائے جانے والے ہر شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں جھوٹی قسم اور نقصان دہ معاملات سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔"

---

[1]... ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اس کے لئے حمد ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

[2]... سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا دخل السوق، ۵/ ۲۷۰، الحدیث: ۳۴۳۹

حضرت سیِّدُنا ابو جعفر فرغانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت سیِّدُنا ابو القاسم جنید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس حاضر تھے کہ دورانِ گفتگو ان لوگوں کا ذکر چھڑا جو مسجدوں میں بیٹھ کر صوفیاء کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں مگر مسجد کے لازمی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور بازاروں میں داخل ہونے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ تو حضرت سیِّدُنا ابو القاسم جنید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”بازاروں میں داخل ہونے والے بہت سے لوگ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ مسجدوں میں آئیں اور یہاں بیٹھنے والوں کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیں اور خود ان کی جگہ پر بیٹھ جائیں اور میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو بازار بھی جاتا ہے اور ہر دن 300 رکعتیں پڑھتا اور 30 ہزار تسبیح کا ورد کرتا ہے۔“ حضرت سیِّدُنا ابو جعفر فرغانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”میرا خیال ہے کہ 300 رکعات پڑھنے اور 30 ہزار تسبیح کا ورد کرنے والے سے مراد خود حضرت سیِّدُنا ابو القاسم جنید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ذاتِ گرامی ہے۔

یہ اس شخص کی تجارت ہے جو بقدر کفایت روزی کی تلاش کے لئے تجارت کرتا ہے نہ کہ دنیوی عیش و آرام کے لئے کیونکہ جو شخص دنیا اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعے آخرت پر مدد حاصل کرے وہ اُخروی نفع کو کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ بازار، مسجد اور گھر تینوں کا ایک ہی حکم ہے اور نجات کا دارومدار صرف تقویٰ پر ہے۔

دین دار لوگوں کی عیش و عشرت:

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ یعنی جہاں بھی رہو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہو۔“[1]

خالص دین دار لوگوں کے دنیاوی حالات جیسے چاہے بدلتے رہیں مگر ان کا تقویٰ پر عمل کبھی نہیں چھوٹتا کیونکہ ان کی حیات اور عیش و عشرت تقویٰ ہی میں ہے اور وہ اسی میں اپنی تجارت اور نفع دیکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے:

مَنْ اَحَبَّ الدُّنْیَا طَاشَ   وَ   مَنْ اَحَبَّ الْاٰخِرَۃَ عَاشَ

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس، ۳/۳۹۷، الحدیث: ۱۹۹۴

وَ الْاَحْمَقُ يَغْدُوْ وَ يَرُوْحُ فِيْ لَاشٍ　　　وَّ الْعَاقِلُ عَنْ عُيُوْبِ نَفْسِهٖ فَتَّاشٌ

ترجمہ: جس نے آخرت سے محبت کی زندہ رہا اور جس نے دنیا سے محبت کی اس کی عقل و فکر زائل ہو گئی اور بے وقوف اپنے صبح و شام فضول کاموں میں گزارتا ہے جبکہ عقل مند اپنے عیبوں کو تلاش کرتا ہے۔

﴿5﴾... بازار اور تجارت کی بہت زیادہ لالچ نہ ہونا:

تاجر کے لئے جن سات امور کی رعایت ضروری ہے ان میں سے پانچواں یہ ہے کہ تاجر کو بازار میں جانے اور تجارت کرنے کی بہت زیادہ لالچ نہ ہو یعنی یہ نہ ہو کہ سب سے پہلے بازار میں داخل ہو اور سب کے بعد وہاں سے نکلے اور تجارت کے سلسلے میں سمندر تک کا سفر کرے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں۔ منقول ہے کہ ”جس نے سمندر کا سفر کیا وہ طلب رزق میں انتہا کو پہنچ گیا۔“

حدیثِ مبارکہ میں ہے: ”لَا يُرْكَبُ الْبَحْرُ اِلَّا بِحَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ اَوْ غَزْوٍ یعنی حج، عمرہ یا جہاد میں شرکت کے علاوہ سمندری سفر نہ کیا جائے۔“[1]

شیطان کے انڈے اور بچے دینے کی جگہ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”تم بازار میں سب سے پہلے داخل ہونے والے اور سب سے آخر میں نکلنے والے نہ بنو کیونکہ بازار میں شیطان انڈے اور بچے دیتا ہے[2]۔

شیطانی لشکر بازار میں:

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے مروی ہے کہ

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی رکوب البحر فی الغزو، ۳/ ۱۰، الحدیث: ۲٤۸۹

2 ... صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”اگر تم سے ہو سکے تو بازار میں سب سے پہلے داخل ہونے والے اور سب سے آخر میں نکلنے والے نہ ہونا کیونکہ یہ شیطان کے فساد برپا کرنے کی جگہ ہے اور یہیں وہ اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔“ (اتحاف السادة المتقین، ٦/ ٤۳۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

شیطان اپنے چیلے "زلنبور"[1] سے کہتا ہے کہ تم اپنے لشکروں کو لے کر بازار والوں کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے جھوٹ، قسم کھانے، مکر و فریب اور خیانت کو بنا سنوار کر پیش کرو اور اس کے ساتھ رہو جو سب سے پہلے بازار میں داخل ہوتا اور سب سے آخر میں نکلتا ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے: "شَرُّ الْبِقَاعِ الْاَسْوَاقُ وَشَرُّ اَهْلِهَا اَوَّلُهُمْ دُخُوْلًا وَّ اٰخِرُهُمْ خُرُوْجًا یعنی سب سے بری جگہیں بازار ہیں اور بازار والوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جو سب سے پہلے بازار میں داخل ہوتا اور سب سے بعد میں نکلتا ہے۔"[2]

بازاری شیاطین سے بچاؤ کی صورت:

بازاری شیاطین اور ان کے ہتھکنڈوں سے مکمل بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ بقدر کفایت رزق کے حاصل ہونے تک بازار میں ٹھہرا رہے اور جب بقدر کفایت مل جائے تو اس پر قناعت کرتے ہوئے اسی وقت وہاں سے نکل جائے اور آخرت کی تجارت میں مشغول ہو جائے۔ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کی تجارت ایسی ہی ہوا کرتی تھی۔ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جب انہیں ایک دانق (یعنی درہم کے چھٹے حصے کی مقدار) نفع حاصل ہو جاتا تو اسی پر قناعت کرتے ہوئے گھر پلٹ آتے۔ حضرت سیِّدُنا حماد بن سَلَمہ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه عورتوں کے نقاب ٹوکری میں رکھ کر بیچا کرتے تھے۔ جب انہیں درہم میں سے جَو کے دو دانوں کے برابر نفع ہو جاتا تو اپنی ٹوکری اٹھا کر پلٹ جاتے۔

لالچی محروم اور ناتواں تونگر:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن بشار عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْغَفَّار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْاَکْرَم کو بتایا کہ "میں آج کے دن مٹی گارے کا کام کروں گا۔" تو انہوں نے فرمایا: "اے ابنِ بشار!

---

1 ...شیطان کی اولاد سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 262 صفحات پر مشتمل کتاب **"قوم جنات اور امیر اہلسنّت"** کے صفحہ 15 اور 49 نیز **"وسوسے اور ان کا علاج"** کے صفحہ 20 تا 21 کا مطالعہ کیجئے!

2 ...المستدرک، کتاب العلم، باب خیر البقاع المساجد وشر البقاع الاسواق، ۱/۲۷۹، الحدیث: ۳۱۳

تم طالب بھی ہو مطلوب بھی، تمہیں وہ طلب کرتا ہے جس سے تم بچ نہیں سکتے اور تم وہ طلب کرتے ہو جس سے تمہیں کفایت کی گئی ہے۔ کیا تم نے کسی لالچی شخص کو محروم اور کمزور وناتواں کو رزق دیا ہوا نہیں دیکھا؟'' میں نے عرض کی: ''میرا ایک دانق سبزی فروش کے پاس ہے۔'' انہوں نے فرمایا: ''تمہاری یہ بات مجھ پر اور بھی زیادہ گراں گزری ہے کہ تم ایک دانق کے مالک ہو پھر بھی کام کرتے ہو؟''

بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیۡن میں سے بعض ظہر کے بعد اور بعض عصر کے بعد واپس آجاتے تھے اور بعض تو پورے ہفتے میں صرف ایک دو دن کام کیا کرتے اور اسی پر اکتفا کرتے تھے۔

﴿6﴾... شبہات کی جگہوں سے اجتناب کرنا:

جن سات امور کی رعایت ضروری ہے ان میں سے چھٹا یہ ہے کہ تاجر صرف حرام سے اجتناب کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ شبہات کے مواقع سے بھی بچے، فتووں کی طرف نظر نہ کرے (یعنی صرف یہ نہ دیکھے کہ اس کے جائز ہونے پر فتویٰ ہے) بلکہ اپنے دل سے پوچھے اگر اس میں کسی قسم کی خلش پائے تو اس سے پرہیز کرے اور جب اس کے پاس کوئی ایسا سامان لایا جائے جس کے معاملے میں اسے شک ہو تو اس کے بارے میں سوال کرے حتی کہ اُسے اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو شُبہ کا مال کھائے گا۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں دودھ پیش کیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: ''مِنۡ اَیۡنَ لَکُمۡ ھٰذَا یعنی تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا؟'' لوگوں نے عرض کی: ''مِنَ الشَّاۃِ یعنی یہ بکری سے حاصل کیا ہے۔'' پھر استفسار فرمایا: ''مِنۡ اَیۡنَ لَکُمۡ ھٰذِہِ الشَّاۃُ یعنی تمہارے پاس یہ بکری کہاں سے آئی؟'' عرض کی گئی: ''مِنۡ مَّوۡضَعِ کَذَا'' فلاں جگہ سے۔'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دودھ نوش فرما کر ارشاد فرمایا: ''اِنَّا مَعَاشِرَ الۡاَنۡبِیَاءِ اُمِرۡنَا اَنۡ لَّا نَاۡکُلَ اِلَّا طَیِّبًا وَّلَا نَعۡمَلَ اِلَّا صَالِحًا یعنی ہم گروہِ انبیا کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم صرف حلال وطیب چیز

ہی کھائیں اور نیک اعمال ہی کریں۔"[1] اور ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مؤمنین کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا رُسُل عَلَیْہِمُ السَّلَام کو حکم فرمایا ہے اور یہ آیتِ مقدسہ تلاوت فرمائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (پ۲، البقرۃ: ۱۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔[2]

اس حدیثِ پاک میں حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شے کی اصل پھر اصل کی اصل کے بارے میں استفسار فرمایا مگر اس سے آگے کچھ نہ پوچھا کیونکہ جو اس سے اوپر ہے اس کی معرفت مشکل ہے اور جن جگہوں میں سوال کرنا واجب ہے، اسے ہم عنقریب "**حلال و حرام کے بیان**" میں ذکر کریں گے کیونکہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلَاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر پیش کی جانے والے چیز کے بارے میں سوال نہیں فرماتے تھے۔[3]

کس کے ساتھ خرید و فروخت منع ہے؟

شبہات کی جگہوں سے بچنے کے معاملے میں تاجر پر جو واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ جس کے ساتھ (لین دین کا) معاملہ کر رہا ہے اس کی حالت کو پیش نظر رکھے، لہٰذا ہر وہ شخص جس کی طرف ظلم، خیانت، چوری یا سود کی نسبت کی گئی ہو اس کے ساتھ معاملہ نہ کرے۔ یوں ہی سپاہیوں اور ظالم لوگوں کے ساتھ بھی قطعاً معاملہ نہ کرے اور نہ ہی ان کے ساتھیوں اور مددگاروں سے معاملہ کرے کیونکہ وہ ظلم پر اس کے مددگار ہیں۔

ظالم کی بقا کو پسند کرنا بھی منع ہے:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کسی سرحد کی حفاظت کے لئے دیوار کی تعمیر پر نگران مقرر کیا گیا، وہ

---

1 ...المعجم الکبیر، ۲۵/ ۱۷۴، الحدیث: ۴۲۸

2 ...صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتها، الحدیث: ۱۰۱۵، ص ۵۰۶

3 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/ ۱۲۴، الحدیث: ۱۴۷۹۱

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ۳/ ۱۶۶، الحدیث: ۸۰۲۰

فرماتے ہیں: میں نے اس کے بارے میں اپنے دل میں کچھ شک پایا، اگرچہ یہ نیک کام تھا بلکہ فرائض اسلام میں سے تھا لیکن اس جگہ کا جو حکمران تھا وہ ظالم تھا تو میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں فرمایا: ”تم تھوڑی یا زیادہ کسی شے پر بھی ان کے مددگار نہ ہونا۔“ میں نے عرض کی: ”مگر یہ دیوار تو راہِ خدا میں مسلمانوں (کی حفاظت) کے لئے بنائی جارہی ہے۔“ فرمایا: ”ہاں! مگر کم از کم تم میں یہ بات داخل ہو جائے گی کہ تم ان ظالم لوگوں کی بَقا کو پسند کرو گے تاکہ وہ تمہاری اُجرت ادا کریں تو اس طرح تم اُن لوگوں کے باقی رہنے کو پسند کرو گے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

ظالم کی طرفداری کی مذمت پر مشتمل 3 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَآءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ یُّعْصَى اللہُ فِیْ اَرْضِہٖ یعنی جس نے کسی ظالم کی بَقا کے لئے دعا کی تو یقیناً اس نے یہ پسند کیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اس کی نافرمانی کی جائے۔[1]

﴿2﴾... اِنَّ اللہَ لَیَغْضَبُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ یعنی جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور غضب فرماتا ہے۔[2]

﴿3﴾... مَنْ اَکْرَمَ فَاسِقًا فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ یعنی جس نے کسی فاسق کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کو ڈھادینے پر مدد دی۔[3]

بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی حق گوئی:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی خلیفہ مہدی کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک خالی کاغذ تھا، اس نے کہا: ”اے سفیان! مجھے دوات دیجئے تاکہ میں اس کاغذ پر کچھ لکھوں۔“ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ”پہلے مجھے بتاؤ کہ کیا لکھو گے اگر وہ حق ہوا تو ہی میں تمہیں دوات دوں گا۔“

1... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب الغیبۃ التی یحل لصاحبہا الکلام بہا، ۷/۱۵۴، الحدیث: ۲۳۱

2... المرجع السابق، الحدیث: ۲۳۰

3... المعجم الاوسط، ۵/۱۱۸، الحدیث: ۶۷۷۲ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۳۵

کچھ عُلَما ایک حکمران کی قید میں تھے، اس نے ان میں سے کسی ایک کو بلایا تاکہ ان سے مٹی منگوا کر خط کے اوپر مہر لگائے، تو اُن عالم صاحب نے فرمایا: ”پہلے مجھے خط دیجئے تاکہ میں دیکھوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔“

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِين ظالموں کی مدد کرنے سے اسی طرح احتراز کیا کرتے تھے۔ ظالموں کے ساتھ لین دین کرنا مدد کرنے کی سب سے بدترین قسم ہے، لہٰذا دین دار آدمی کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے ان سے اجتناب ہی کرے۔

ساری گفتگو کا **خلاصہ** یہ ہے کہ تاجر کے نزدیک لوگوں کی دو قسمیں ہونی چاہئیں: (۱)...وہ جن سے لین دین کا معاملہ کرنا ہے اور (۲)...وہ جن سے معاملہ نہیں کرنا ہے۔ پھر اس زمانے میں کم سے کم لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرے۔

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آیا تھا کہ ایک شخص بازار میں داخل ہو کر پوچھتا کہ ”لوگوں میں سے کس کے ساتھ معاملہ کرنا تم میرے حق میں بہتر خیال کرتے ہو؟“ اس سے کہا جاتا: ”جس سے چاہو معاملہ کر لو۔“ پھر ایسا زمانہ آیا کہ لوگ کہتے تھے: ”جس سے چاہو معاملہ کر لو مگر فلاں فلاں شخص سے معاملہ نہ کرنا۔“ اس کے بعد ایسا زمانہ آگیا کہ کہا جاتا تھا: ”فلاں فلاں شخص کے سوا کسی سے معاملہ نہ کرنا۔“ اور اب میں ایسے زمانے کے آنے سے ڈرتا ہوں کہ یہ بھی چلے جائیں۔

یہ بزرگ جس زمانے سے ڈراتے تھے شاید وہ زمانہ اب آچکا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ [1]

(7)...معاملات کی نگرانی کرنا:

دین اور خوفِ آخرت کے حوالے سے جن سات امور کی رعایت تاجر پر لازم ہے ان میں سے آخری یہ ہے کہ تاجر جن جن کے ساتھ معاملہ کرتا ہے ان کے ساتھ اپنے معاملے کے تمام حالات کی نگرانی کرے کیونکہ اس کی بھی نگرانی کی جاتی ہے اور اس کا بھی حساب لیا جائے گا، لہٰذا اسے حساب و کتاب اور عذاب کے

1...ترجمۂ کنزالایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ (پ۲، البقرۃ: ۱۵۶)

دن جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ اُس دن اس سے ہر قول و فعل کے متعلق پوچھا جائے گا کہ یہ کیوں کیا؟ اور کس کے لئے کیا؟

منقول ہے کہ روزِ محشر تاجر کو ہر اس شخص کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جس کو اس نے کوئی چیز بیچی ہو گی اور جتنے لوگوں سے اس نے لین دین کے معاملات کئے ہوں گے ان کی تعداد کے برابر ہر ایک کے بارے میں اس سے حساب لیا جائے گا۔

50ہزار رجسٹر:

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: میں نے ایک تاجر کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''مَاذَا فَعَلَ اللهُ بِكَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' جواب دیا: میرے سامنے 50 ہزار رجسٹر کھول دیئے گئے۔ میں نے پوچھا: ''کیا یہ تمام گناہ تھے؟'' جواب دیا: ''نہیں! بلکہ یہ وہ سارے معاملات تھے جو میں نے دنیا میں لوگوں سے کئے تھے اور جتنے لوگوں سے معاملات کئے تھے ان کی تعداد کے برابر ہر ایک کا ایک علیحدہ رجسٹر تھا۔ نیز ہر رجسٹر میں میرے اور دوسرے شخص کے مابین ہونے والے تمام معاملات اول تا آخر درج تھے۔''

حرفِ آخر:

یہ باتیں اس پر لازم ہیں جو اپنے عمل میں عدل و احسان کرنے والا اور دین کے معاملے میں خوف رکھنے والا ہے۔ اگر کوئی شخص فقط عدل پر ہی اکتفا کرے تو وہ صالحین میں سے ہو گا اور اگر عدل کے ساتھ ساتھ احسان بھی کرے تو ایسے شخص کا شمار مقربین میں ہو گا اور اگر عدل و احسان کے ساتھ ساتھ دین کے ان تمام ذمہ داریوں کا بھی خیال رکھے جنہیں ہم نے پانچویں باب میں بیان کیا تو ایسا بندہ صدیقین میں سے ہو گا۔

وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب (اور درست بات تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰه! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے کسب معاش کے آداب کا بیان مکمل ہوا

حلال وحرام کابیان

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے انسان کو چکنے والی خشک مٹی سے پیدا فرمایا، پھر اسے اچھی صورت عطا فرمائی اور اسے نہایت اعتدال پر رکھا، پھر اس کی ابتدائی نشو ونما گوبر وخون کے درمیان سے نکلنے والے دودھ کے ذریعے کی کہ وہ پانی کی طرح آسانی کے ساتھ حلق سے اتر جاتا ہے، پھر اسے پاکیزہ رزق عطا فرما کر کمزوری اور ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رکھا، پھر غلبہ کرنے والی اس کی دشمن شہوت کو قید کیا اور بندے پر حلال غذا کی طلب فرض کر کے اُس شہوت کو قابو میں رکھا اور شہوت کو توڑ کر گمراہ کرنے کے لئے مستعد شیطانی لشکر کو بھگا دیا اور یہ حقیقت ہے کہ شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، لہٰذا حلال کی قوت وغلبہ اس کے راستوں کو تنگ کر دیتا ہے کیونکہ غلبہ وآزادی کی طرف مائل شہوت ہی اسے رگوں کی گہرائیوں میں پھیلاتی ہے۔ پس اگر ان شہوات کو حلال کی لگام ڈال دی جائے تو شیطان ذلیل ورسوا ہو گا اور اس کا کوئی مددگار اور حمایتی نہ رہے گا اور گمراہی سے نکالنے والی ہستی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی بہترین آل پر درود اور خوب سلام ہو۔

مشکل سے سمجھ میں آنے والا فرض:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ قاسم نعمت، مالکِ جنت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی رزق حلال حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“[1]

تمام فرائض میں سے یہ فرض ایسا ہے جس کا سمجھنا عقلوں کے لئے بہت دشوار اور اس کا بجالانا اعضاء پر بہت بھاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا بالکل ختم ہو چکا ہے اور اس پر عمل کے ختم ہونے کا سبب اس کے علم کا پیچیدہ ہونا ہے کیونکہ جاہل لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ”حلال چیز حاصل کرنا مفقود ہو گیا اور اس تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو گئے اور نہروں کے پانی اور بنجر وویران زمین میں اگنے والی

---

1 ...المعجم الاوسط، ۶/۲۳۱، الحدیث: ۸۶۱۰ ...... المعجم الکبیر، ۱۰/۷۴، الحدیث: ۹۹۹۳، بتغیر قلیل

گھاس کے علاوہ کوئی حلال چیز باقی نہیں رہی اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے اسے ظالموں نے خراب اور برے معاملات نے فاسد کر دیا۔ پس جب زمینی پیداوار میں گھاس پر قناعت کرنا مشکل ہو گیا تو حرام کے ارتکاب کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔"

افسوس! جاہلوں نے دین کے مرکز کو بالکل چھوڑ دیا۔ انہوں نے نہ تو حلال و حرام میں تمیز کی اور نہ ہی حلال کی فضیلت کو سمجھا حالانکہ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت سے مشتبہ امور (مشکوک معاملات) ہیں۔ حالات جیسے بھی ہو جائیں یہ تینوں اقسام باقی رہیں گی۔ چونکہ یہ ایک بدعتِ قبیحہ تھی جس کا نقصان دین میں عام ہو گیا اور لوگوں میں اس کی خرابیاں پھیل گئیں، لہٰذا حلال و حرام اور مشتبہ امور کے درمیان تحقیق و وضاحت کے ذریعے فرق بیان کر کے اس بدعتِ قبیحہ کی خرابیوں کو بے نقاب کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ ہم درج ذیل سات ابواب میں اس کی وضاحت کریں گے:

(1)... حلال کی فضیلت، حرام کی مذمت اور ان کی صفات و درجات کا بیان۔ (2)... شبہات کے درجات، مواضع اور انہیں حلال و حرام چیزوں سے جدا کرنے کا بیان۔ (3)... حلال و حرام کی تحقیق، سوال کرنا، ہجوم، غفلت اور ان کے مقامات کا بیان۔ (4)... مالی حقوق سے توبہ کرنے کا طریقہ۔ (5)... بادشاہوں کے وظائف و انعامات اور ان میں سے کون سے حلال ہیں اور کون سے حرام؟ (6)... بادشاہوں سے ملاقات اور ان سے میل جول کا بیان۔ (7)... مختلف مسائل کا بیان۔

معاف کرو معافی پاؤ

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: رحم کیا کرو تم پر رحم کیا جائے گا اور معاف کرنا اختیار کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں معاف فرما دے گا۔ (مسند امام احمد، ۲/ ۶۸۲، الحدیث: ۷۰۶۲، دار الفکر بیروت)

باب نمبر1: حلال کی فضیلت، حرام کی مذمت، ان کی صفات و درجات کا بیان (یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت

حلال و حرام سے متعلق 6 فرامین باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ (پ۱۸، المؤمنون:۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اعمال بجالانے سے پہلے پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ "اَلطَّیِّبٰتِ" سے مراد حلال چیزیں ہیں۔

﴿2﴾...

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (پ۲، البقرۃ:۱۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

﴿3﴾...

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۠ (۱۰) (پ۴، النسآء:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (بھڑکتی آگ) میں جائیں گے۔

﴿4﴾...

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۲۷۸) (پ۳، البقرۃ:۲۷۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود، اگر مسلمان ہو۔

﴿5﴾...

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ۚ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِكُمۡ ۚ (پ۳، البقرۃ:۲۷۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو۔

﴿6﴾...

وَمَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷۵﴾ (پ۳، البقرۃ:۲۷۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اب ایسی حرکت کرے گا وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

سود کھانے والے کو پہلے (آیت نمبر5: میں) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جنگ کا یقین دلایا گیا اور پھر (آیت نمبر6: میں) دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونے والا بتایا گیا۔ حلال وحرام کے بارے میں وارد آیاتِ طیبہ بہت ہیں ہم نے بعض کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

حلال وحرام سے متعلق 18 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی رزق حلال حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔[1]

حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا: "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"[2] بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے فرمایا کہ اس سے مراد حلال اور حرام کا علم حاصل کرنا ہے۔ انہوں نے دونوں حدیثوں سے ایک ہی معنی مراد لیا۔

﴿2﴾... مَنْ سَعٰی عَلٰی عِیَالِہٖ مِنْ حِلِّہٖ فَھُوَ كَالْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا فِیْ عِفَافٍ كَانَ فِیْ دَرَجَۃِ الشُّھَدَآءِ یعنی جو اپنے اہل وعیال کے لئے رزق حلال کی تلاش کرے تو وہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور

---

1 ...المعجم الاوسط، ۲۳۱/۶، الحدیث: ۸۶۱۰ ...... المعجم الکبیر، ۷۴/۱۰، الحدیث: ۹۹۹۳، بتغیر قلیل

2 ...سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب فضل العلم والحث علی طلب العلم، ۱۴۶/۱، الحدیث: ۲۲۴

جو بقدرِ کفایت دنیا کی حلال چیزیں حاصل کرے تو وہ شہدا کے درجے میں ہے۔[1]

﴿3﴾... مَنْ اَكَلَ الْحَلَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نَوَّرَ اللهُ قَلْبَهُ وَ اَجْرٰى يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلٰى لِسَانِهِ یعنی جو 40 دن تک حلال کھاتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا دل روشن فرما دیتا اور اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری فرما دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا سے بے رغبت کر دیتا ہے۔[2]

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے بارگاہِ رسالت میں گزارش کی کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں دعا کیجئے کہ "وہ مجھے مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات (یعنی جس کی دعائیں قبول ہوں) بنا دے۔" تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنے کھانے کو پاکیزہ بناؤ تمہاری دعائیں قبول ہوں گی۔"[3]

﴿5﴾... جب حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دنیا پر مرمٹنے والے کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بکھرے بال، گرد آلود چہرے اور سفر کی مشقت برداشت کرنے والا شخص اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے اور دعا کرتا ہے: "اے میرے رب! اے میرے رب!" اس کی دعا کیسے قبول کی جائے گی؟ جبکہ اس کا کھانا حرام، لباس حرام اور غذا حرام ہے۔[4]

﴿6﴾... اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا عَلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ يُنَادِىْ كُلَّ لَيْلَةٍ مَّنْ اَكَلَ حَرَامًا لَّمْ يُقْبَلْ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ یعنی بیت المقدّس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر رات ندا دیتا ہے کہ جس نے حرام کھایا اس کے نفل قبول ہیں نہ فرض۔[5]

منقول ہے کہ "صَرْف" سے مراد نفل اور "عَدْل" سے مراد فرض ہے۔

---

1 ...السنن الکبری للبیهقی، کتاب السیر، باب الرجل لایجد ماینفق، ۹/ ۴۳، الحدیث: ۱۷۸۲۴، بتغیر
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۴۷۰

2 ...الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/ ۵۳۳، الرقم: ۱۴۵۷: عبد الملک بن مهران الرفاعی، بتغیر
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۴۷۰

3 ...المعجم الاوسط، ۵/ ۳۴، الحدیث: ۶۴۹۵

4 ...صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها، الحدیث: ۱۰۱۵، ص ۵۰۶، بتغیر قلیل

5 ...الکبائر للذهبی، الکبیرة الثامنة والعشرون، ص ۱۳۴

﴿7﴾... مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمِ وَفِيْ ثَمَنِهٖ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَّمْ يُقْبِلِ اللّٰهُ صَلَاتَهٗ مَادَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ شَيْئٌ یعنی جس شخص نے دس درہم میں کپڑا خریدا اور اس کی قیمت میں ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس (کے جسم) پر ہو گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔[1]

﴿8﴾... كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ الْحَرَامِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ یعنی ہر وہ گوشت (جسم) جو حرام سے پروان چڑھے آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔[2]

﴿9﴾... مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ اَيْنَ اِكْتَسَبَ الْمَالَ لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ اَيْنَ اَدْخَلَهُ النَّارَ یعنی جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اس نے کہاں سے مال کمایا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اس بات کی پروا نہیں کہ وہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کرے۔[3]

﴿10﴾... اَلْعِبَادَةُ عَشَرَةُ اَجْزَاءٍ تِسْعَةٌ مِّنْهَا فِيْ طَلَبِ الْحَلَالِ یعنی عبادت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے طلبِ حلال میں ہیں۔[4]

﴿11﴾... مَنْ اَمْسٰى وَانِيًا مِنْ طَلَبِ الْحَلَالِ بَاتَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ وَاَصْبَحَ وَاللّٰهُ عَنْهُ رَاضٍ یعنی جس نے رزق حلال کی تلاش میں تھک کر شام کی وہ اس حال میں رات گزارے گا کہ بخش دیا گیا ہو گا اور صبح اس حال میں کرے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہو گا۔[5]

﴿12﴾... مَنْ اَصَابَ مَالًا مِّنْ مَّاْثَمٍ فَوَصَلَ بِهٖ رَحِمًا اَوْ تَصَدَّقَ بِهٖ اَوْ اَنْفَقَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جَمَعَ اللّٰهُ ذٰلِكَ جَمِيْعًا ثُمَّ قَذَفَهٗ فِيْ

1... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، ۲/۴۱۷، الحدیث: ۵۷۳۶

2... سنن الترمذی، کتاب السفر، باب ما ذکر فی فضل الصلاۃ، ۲/۱۱۸، الحدیث: ۶۱۴

المعجم الکبیر، ۱۹/۱۶۲، الحدیث: ۳۶۱

شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، ۵/۵۶، الحدیث: ۵۷۶۰

3... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۷۵

اخبار اصبہان لابی نعیم الاصبہانی، باب الحاء، باب السین، ۵/۸۲، الرقم: ۱۳۰۵

4... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۷۲، العبادۃ: بدلہ: الجہاد

جزء الاصبہانی (لابی جعفر محمد بن عاصم الثقفی)، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید المقرئ، الرقم ۵۴، ص ۱۴۴

5... المعجم الاوسط، ۵/۳۳۷، الحدیث: ۷۵۲۰

موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب اصلاح المال، باب الاحتراف، ۷/۴۵۰، الحدیث: ۲۱۰

النَّار یعنی جس نے کسی گناہ کے ذریعے مال حاصل کیا پھر اس سے صلہ رحمی کی یا صدقہ کیا یا راہِ خدا میں خرچ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس تمام کو جمع کرکے جہنم میں پھینک دے گا۔[1]

﴿13﴾... خَیْرُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ یعنی تمہارا بہترین دین پرہیز گاری ہے۔[2]

﴿14﴾... مَنْ لَّقِیَ اللہَ وَرِعًا اَعْطَاہُ اللہُ ثَوَابَ الْاِسْلَامِ کُلِّہٖ یعنی جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پرہیز گار ہو کر ملے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے سارے اسلام کا ثواب عطا فرمائے گا۔

﴿15﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی بعض الہامی کتابوں میں ارشاد فرمایا: وَاَمَّا الْوَرِعُوْنَ فَاَنَا اَسْتَحْیِ اَنْ اُحَاسِبَھُمْ یعنی پرہیز گاروں سے حساب لینے میں مجھے حیا آتی ہے۔

﴿16﴾... دِرْھَمٌ مِّنْ رِّبًا اَشَدُّ عِنْدَ اللہِ مِنْ ثَلَاثِیْنَ زَنْیَۃً فِی الْاِسْلَامِ یعنی سود کا ایک درہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک حالتِ اسلام میں 30 بار زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔[3]

﴿17﴾... اَلْمِعْدَۃُ حَوْضُ الْبَدَنِ وَالْعُرُوْقُ اِلَیْھَا وَارِدَۃٌ فَاِذَا صَحَّتِ الْمِعْدَۃُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالصِّحَّۃِ وَاِذَا سَقُمَتْ صَدَرَتْ بِالسُّقْمِ یعنی معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کے پاس جاتی ہیں پس اگر معدہ صحیح ہو گا تو رگیں بھی صحیح رہیں گی اور اگر معدہ بیمار ہو گا تو وہ بھی بیمار ہوں گی۔[4]

لقمے کی مثال دِین میں ایسے ہی ہے جیسے عمارت کے لئے بنیادیں، اگر بنیادیں مضبوط اور پختہ ہوں گی تو عمارت پختہ اور بلند ہو گی اور اگر بنیاد کمزور یا ٹیڑھی ہو گی تو عمارت زمین میں دھنس جائے گی۔

---

1 ...الزھد لابن المبارک، باب فی طلب الحلال، الحدیث: ۶۲۵، ص ۲۲۱
مراسیل ابی داود ملحق سنن ابی داود، باب زکوۃ الفطر، ص ۹

2 ...مسند البزار، مسند حذیفہ بن الیمان، ۷/ ۳۷۱، الحدیث: ۲۹۶۹

3 ...سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، ۳/ ۱۹، الحدیث: ۲۸۲۱
المعجم الاوسط، ۲/ ۱۰۸، الحدیث: ۲۶۸۲، فیہ: ستۃ وثلاثین زنیۃ

4 ...المعجم الاوسط، ۳/ ۲۰۶، الحدیث: ۴۳۴۳
کتاب الضعفاء للعقیلی، باب الالف، ۱/ ۶۱، الرقم ۳۸: ابراھیم بن جریج الرھاوی

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: توکیا جس نے اپنی بنیاد رکھی اللہ سے ڈر اور اس کی رضا پر وہ بھلا یا وہ جس نے اپنی نیو چُنی (بنیاد رکھی) ایک گراؤ گڑھے کے کنارے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

(پ۱۱، التوبۃ: ۱۰۹)

﴿18﴾... مَنِ اکْتَسَبَ مَالًا مِّنْ حَرَامٍ فَاِنْ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ یُقْبَلْ مِنْهُ وَاِنْ تَرَكَهٗ وَرَآءَهٗ كَانَ زَادَهٗ اِلَى النَّارِ یعنی جس نے حرام مال کمایا اور صدقہ کر دیا تو قبول نہ ہو گا اور اگر اسے پیچھے چھوڑ گیا تو دوزخ کا سامان ہو گا۔[1]

ہم نے "کسب و معاش کے آداب" کے بیان میں جتنی بھی احادیث مبارکہ نقل کی ہیں وہ کسب حلال کی فضیلت کو واضح کرتی ہیں۔

حلال وحرام سے متعلق اسلاف کرام کی احتیاطیں اور حکایات واقوال

حکایت: شان صدیق اکبر:

﴿1﴾... خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے غلام کی کمائی سے دودھ نوش فرمایا (یا کوئی چیز کھائی)، پھر غلام سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے عرض کی: "میں نے ایک قوم کے لئے کہانت کی تھی (یعنی فال کھولی تھی) تو انہوں نے بطورِ اجرت مجھے یہ دودھ دیا۔" یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی انگلی منہ میں ڈال کر قے کر دی[2]۔[3] راوی کہتے ہیں: آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اتنی شدت سے قے

1... کتاب الضعفاء للعقیلی، باب الصاد، ۲/ ۵۹۹، الرقم ۷۵۱: صباح بن محمد الاحمسی، بتغیر قلیل

2... صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاہلیۃ، ۲/ ۵۷۱، الحدیث: ۳۸۴۲

3... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراٰۃ المناجیح، جلد4، صفحہ 241 پر فرماتے ہیں:...بقیہ اگلے صفحہ پر...

کی کہ میں سمجھا آپ کی جان نکل جائے گی۔ پھر آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو کچھ رگوں نے روک لیا اور آنتوں میں مل گیا میں اس سے تیری بارگاہ میں معذور ہوں۔“

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ بات بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ صدیق اپنے پیٹ میں پاکیزہ شے ہی ڈالتا ہے۔“[1]

﴿2﴾... ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے غلطی سے صدقہ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تو (معلوم ہونے پر) انگلی ڈال کر زبردستی قے کر دی۔

﴿3﴾... ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”بے شک تم افضل عبادت سے بے خبر ہو اور وہ پرہیز گاری ہے۔“

عبادت کب قبول ہوگی؟

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”اگر تم نماز پڑھتے رہو یہاں تک کہ کمان کی طرح ہو جاؤ (یعنی کمر میں جھکاؤ آجائے) اور روزے رکھتے رہو حتی کہ کمان کی تانت (تاگے) کی طرح (کمزور) ہو جاؤ تو یہ عبادتیں اسی صورت میں قبول ہوں گی کہ تنہائی میں بھی گناہوں سے بچتے رہو۔“

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: ”بلند رُتبہ اسی کو ملا جس نے اپنے پیٹ کو سوچ سمجھ کر بھرا۔“

... خلاصہ یہ ہے کہ یہ مٹھائی دو طرح سے حرام تھی ایک یہ کہ کہانت یعنی فال کھولنے کی اجرت ہے اور فال کھولنا بھی حرام ہے اس کی اجرت بھی حرام، دوسرے یہ کہ دھوکا کی شیرنی ہے، جیسے کوئی غیر طبیب کسی کو دھوکا دے کر طبیب بنے، اس کی اجرت لے، یہ حرام ہے، غالب یہ ہے کہ غلام نے دیدہ دانستہ یہاں جرم کی نیت نہ کی تھی بلکہ اسے دھوکا یہ لگا کہ میں نے یہ کہانت اسلام سے پہلے کی تھی جب مجھ پر احکام شرعی جاری نہ تھے، کیونکہ یہ اسی کا معاوضہ ہے اس لئے حلال ہے اب مسلمان ہو کر نہ کہانت کروں گا نہ اجرت لوں گا، اسی خیال پر اس نے جناب صدیق اکبر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کو پہلے بتایا بھی نہیں۔

1 ... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، باب الورع فی البطن، ۱/ ۲۱۴، الحدیث: ۱۱۸

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا قاضی فُضَیْل بن عِیاض مالکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”جو شخص یہ جان گیا کہ اسے اپنے پیٹ میں کیا داخل کرنا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے صدیق لکھ دیتا ہے۔ اے مسکین! غور کر کہ تو کس کے ہاں افطار کرتا ہے۔“

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم سے عرض کی گئی: ”آپ آبِ زمزم کیوں نہیں پیتے؟“ فرمایا: ”اگر میرے پاس اپنا ڈول ہوتا تو پی لیتا۔“

پیشاب سے کپڑے پاک کرنے والا:

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں حرام مال خرچ کیا تو یہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ناپاک کپڑے کو پیشاب سے پاک کیا حالانکہ ناپاک کپڑے صرف پانی ہی پاک کرتا ہے اور گناہ کو صرف حلال ہی مٹاتا ہے۔“

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے فرمایا: ”اطاعت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور اس کی چابی دعا ہے جس کے دندانے حلال لقمے ہیں۔“

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کے پیٹ میں حرام لقمہ ہو۔“

ایمان کی حقیقت پانے کا نسخہ:

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”جس میں یہ چار خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کی حقیقت کو پالے گا: (۱)... سنت کے مطابق فرائض کی ادائیگی (۲)... پرہیز گاری کے ساتھ حلال کھانا (۳)... ظاہر و باطن میں ممنوعات سے بچنا اور (۴)... اِن سب پر موت تک صبر کرنا (یعنی قائم رہنا)۔“

مزید فرماتے ہیں: ”جو شخص چاہتا ہو کہ اس پر صدیقین کے حالات ظاہر ہوں تو وہ صرف حلال کھائے اور سنت کی ادائیگی اور ضروری کام کے علاوہ کچھ نہ کرے۔“

﴿12﴾... منقول ہے کہ جس شخص نے 40 دن شبہ والی چیزیں کھائیں اس نے اپنا دل تاریک کر لیا۔ اس فرمان باری تعالیٰ کے یہی معنیٰ ہیں:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، المطففین: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

﴿13﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''شبہ کا ایک درہم کا لوٹا دینا مجھے کئی لاکھ درہم صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''

﴿14﴾... ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''بے شک انسان ایک ایسا لقمہ کھاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دل بگڑ جاتا ہے جیسے کھال بگڑ جاتی ہے۔ پھر اپنی حالت پر کبھی نہیں آتا۔''

﴿15﴾... حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ''جو شخص حرام کھاتا ہے وہ چاہے یا نہ چاہے اور اسے علم ہو یا نہ ہو اس کے اعضاء گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جب حلال کھانا کھاتا ہے تو اس کے اعضاء فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور اسے اعمالِ خیر کی توفیق دی جاتی ہے۔''

﴿16﴾... بعض بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: ''مسلمان جب حلال کھانے کا پہلا لُقمہ کھاتا ہے تو اُس کے پہلے کے گناہ مُعاف کر دیئے جاتے ہیں اور جو شخص رزقِ حلال کی طلب میں ذلّت کی جگہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑتے ہیں۔''

کس مبلغ کا بیان سننا منع ہے؟

﴿17﴾... سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا: ''جب کوئی مبلغ لوگوں کو سمجھانے بیٹھے تو اس میں تین باتوں کا جائزہ ضرور لو: (۱)... اگر وہ کسی خلافِ شرع بدعت کا عقیدہ رکھتا ہو تو اس کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہے (۲)... اگر وہ حرام کھاتا ہو تو خواہشاتِ نفسانی کی زبان سے بولتا ہے اور (۳)... اگر وہ دانا (عقل مند) نہیں ہے تو اس کی فضول گفتگو اچھی باتوں سے زیادہ ہو

گی، لہٰذا ایسے کے پاس نہ بیٹھو۔

﴿18﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور دیگر حضرات سے منقول مشہور روایات میں یہ بھی ہے کہ "بے شک دنیا کے حلال پر حساب اور اس کے حرام پر عذاب ہے۔" بعض نے یہ اضافہ کیا کہ "اس کی شبہ والی چیزوں پر عتاب ہے۔"

حکایت: خوفِ خدا ختم کرنے والا کھانا:

﴿19﴾... ایک نیک آدمی کسی ابدال کے پاس کھانا لے کر گیا مگر انہوں نے نہ کھایا۔ اُس نے وجہ پوچھی تو فرمایا: "ہم صرف حلال کھاتے ہیں، اسی وجہ سے ہمارے دل سیدھے رہتے ہیں اور ہم ہمیشہ ایک حالت میں رہتے ہیں اور غیبی دنیا کے سربستہ راز ظاہر کرتے ہیں اور آخرت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر ہم تین دن تک وہ کھانا کھالیں جو تم کھاتے ہو تو عِلْمُ الْیَقِیْن کے جس مقام پر ہم فائز ہیں اس پر برقرار نہیں رہیں گے اور ہمارے دلوں سے خوفِ خدا اور مشاہدہ ختم ہو جائے گا۔" اس شخص نے عرض کی: "میں ہمیشہ روزے رکھتا ہوں اور ہر ماہ 30 قرآن پاک ختم کرتا ہوں۔" تو ابدال نے اپنے پاس موجود جنگلی ہرن کے دودھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ مشروب جو تم دیکھ رہے ہو اسے میں رات کو پیتا ہوں، یہ مجھے تمہارے 300 رکعات نماز میں 30 بار قرآن کریم ختم کرنے سے زیادہ پسند ہے۔"

حکایت: کھانا دِین سے ہے:

﴿20﴾... حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مَعِین اور حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا (ایک سفر میں) کئی سال تک ساتھ رہے۔ ایک بار حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے انہیں یہ کہتے سنا کہ "میں کسی سے کوئی سوال نہیں کروں گا اور اگر بادشاہ کوئی چیز دے گا تو کھالوں گا۔" تو وہ ان سے الگ ہو گئے حتی کہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مَعِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے معذرت کی اور کہا: "میں تو مذاق کر رہا تھا۔" آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: آپ دین سے مذاق کرتے ہیں! کیا آپ نہیں جانتے کہ کھانا کھانا دین سے ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ

نے اسے نیک اعمال پر مقدم فرمایا ہے۔ پھر یہ آیتِ مقدسہ تلاوت فرمائی:

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

(پ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

﴿21﴾... توریت شریف میں ہے کہ جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کرے گا۔

﴿22﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے متعلق مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خلیفۂ سوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت اور شہر کے لٹ جانے کے بعد شبہ سے بچنے کے لئے صرف وہی کھانا تناول فرماتے جس پر مہر لگی ہوتی۔

حکایت: عظیم الشان تقویٰ:

﴿23﴾... حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض، حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ اور حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن ایک دفعہ مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس جمع تھے۔ انہوں نے پکی ہوئی تازہ کھجور کا ذکر کیا تو حضرت سیِّدُنا وُہَیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: "مجھے یہ بہت زیادہ پسند ہے مگر میں کھاتا نہیں ہوں کیونکہ مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کی کھجوروں کے باغات زبیدہ خاتون اور دیگر لوگوں کے باغات کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔" حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: "اگر آپ اس طرح دیکھیں گے تو آپ پر روٹی کھانا بھی دشوار ہو جائے گا۔" پوچھا: "وہ کیوں؟" تو جواب دیا: "اصل زمینیں بادشاہوں کی زمینوں سے مل گئی ہیں۔" تو حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن ورد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بے ہوش ہوگئے۔ اس پر حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: "آپ نے انہیں مار ڈالا۔" حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: "میں تو ان کی آسانی کے لئے کہہ رہا تھا۔" جب انہیں کچھ افاقہ ہوا تو کہنے لگے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھ پر لازم ہے کہ میں کبھی روٹی نہ کھاؤں حتی کہ

اپنے خالق حقیقی عَزَّوَجَلَّ سے جاملوں۔"

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ صرف دودھ پیتے تھے۔ ایک دن اُن کی والدہ محترمہ دودھ لے کر آئیں تو انہوں نے دودھ کے متعلق پوچھا۔ والدہ نے بتایا کہ "یہ فلاں قبیلے والوں کی بکری کا دودھ ہے۔" پھر انہوں اُس کی قیمت کے بارے میں پوچھا اور یہ کہ اُن کے پاس یہ بکری کہاں سے آئی؟ والدہ نے وہ بھی بتادیا۔ پس جب انہوں نے دودھ منہ کے قریب کیا تو کہنے لگے: "ایک بات رہ گئی کہ یہ بکری چرتی کہاں پر ہے؟" اس سوال پر والدہ محترمہ خاموش رہیں تو آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے وہ دودھ نوش نہ فرمایا کیونکہ وہ اس جگہ سے چرتی تھی جہاں مسلمانوں کا حق تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے کہا: "دودھ پی لو! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں معاف فرمائے گا۔" تو آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "مجھے یہ پسند نہیں کہ میں نے یہ دودھ پی رکھا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے معاف فرمائے تو یوں میں گناہ کے بدلے بخشش حاصل کرلوں۔"

﴿24﴾... حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْکَافِی بہت پرہیز گار تھے۔ ان سے عرض کی گئی: "آپ کیا تناول فرماتے ہیں؟" فرمایا: "جو تم کھاتے ہو مگر کھا کر رونے والا کھا کر ہنسنے والے کی طرح نہیں ہوتا۔ میرا ہاتھ دوسروں کی بنسبت چھوٹا ہے اور میرا لقمہ دوسروں کی بنسبت چھوٹا ہے۔"

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللهُ الْمُبِیْن شبہ والی چیزوں سے اسی طرح بچتے تھے۔

دوسری فصل: حلال کی اقسام اور مقامات

حلال و حرام کا علم سیکھنے کی ضرورت:

جان لیجئے کہ حلال اور حرام کا تفصیلی بیان فقہ کی کتابوں میں موجود ہے اور اُس مرید (یعنی دُرُست نیت کے ساتھ راہ حق پر چلنے والے) کو حلال و حرام کی طویل ابحاث میں پڑنے کی حاجت نہیں جس کا کھانا مقرر ہو اور وہ شریعت کی رُو سے اُس کے حلال ہونے کو جانتا ہو، نیز وہ اس کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو اور جو بندہ مختلف جگہوں سے کھانا کھاتا ہو اسے حلال و حرام کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، جیسا کہ ہم نے فقہ کی کتابوں (جیسے

البسیط، الوسیط، الوجیز، الخلاصۃ وغیرہ) میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حرام ہونے کے لحاظ سے مال کی اقسام:

یہاں سے ہم مال کی تقسیم کے تناظر میں اس کی حرمت کی طرف اشارہ کریں گے اور وہ یہ ہے کہ مال دو طرح سے حرام ہوتا ہے: (۱)...اپنی ذات میں پائی جانے والی کسی "خرابی" کے سبب (۲)...یا پھر حصول کے طریقہ میں کسی "خلل" کے پیدا ہونے کے سبب حرام ہوتا ہے۔

پہلی قسم اور اس کی تفصیل

پہلی قسم کہ مال اپنی ذات میں پائی جانے والی کسی خرابی کے سبب حرام ہو جیسے شراب اور خنزیر وغیرہ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ روئے زمین پر کھائی جانے والی چیزوں کی تین اقسام ہیں: (۱)...معدنیات جیسے نمک، مٹی وغیرہ (۲)...نباتات اور (۳)...حیوانات۔

﴿1﴾... معدنیات اور اُن کے احکام:

معدنیات زمین کے اجزا کو کہتے ہیں۔ وہ تمام چیزیں جو زمین سے نکلتی ہیں اُن کا کھانا حلال ہے جب تک نقصان پہنچانے کی حد تک نہ کھایا جائے۔ ان میں سے بعض تو زہر کی طرح ہوتی ہیں۔ روٹی بھی اگر ضرر کا باعث بنے تو اس کا کھانا بھی حرام ہے اور جس مٹی کے کھانے کی لوگوں کو عادت ہوتی ہے وہ بھی نقصان نہ پہنچانے کی حد تک حلال ہے۔ ہمارا یہ کہنا کہ مٹی حلال ہے باوجود یہ کہ وہ کھائی نہیں جاتی اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر مٹّی شوربے یا سالن میں گر جائے تو سالن حرام نہیں ہوگا۔

﴿2﴾... نباتات اور اُن کے احکام:

نباتات زمین سے اگنے والی چیزوں کو کہتے ہیں۔ یہ حلال ہیں جب تک عقل زائل نہ کریں یا جب تک ان سے موت واقع نہ ہو یا صحت میں بگاڑ پیدا نہ کریں۔ عقل کو زائل کرنے والی اشیاء بھنگ، شراب اور تمام نشہ

آور چیزیں ہیں، مار ڈالنے والی چیز زہر ہے اور صحت کو خراب کرنے والی چیز نامناسب وقت پر دوا کھانا ہے۔ ان تمام چیزوں میں قدر مشترک ضرر (نقصان پہنچانا) ہے (لہٰذا حرام ہیں)۔ البتہ! شراب اور کوئی بھی نشہ آور چیز اتنی کم مقدار میں پینا جو نشہ نہ لائے وہ بھی حرام ہے کیونکہ یہ اپنی ذات اور صفت دونوں کے اعتبار سے حرام ہیں اور زہر اگر کم ہو یا دوسری چیز میں ملا دیا جائے اور نقصان دہ نہ ہو تو حرام نہیں ہے۔

(3)... حیوانات اور اُن کے احکام:

حیوانات کی دو اقسام ہیں: (۱)... جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ (۲)... جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

ان کی تفصیل "کھانے کے آداب" کے بیان میں مذکور ہے۔ اس کی تفصیل میں غور و فکر طول پکڑ جاتا ہے بالخصوص نادر و نایاب پرندوں اور خشکی و تری کے جانوروں کے بارے میں۔ پھر جن کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ بھی اس وقت حلال ہوں گے جب ان کو شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیا جائے اور اس میں ذبح کرنے والے، چھری اور جانور کی شرائط کا لحاظ رکھا جائے، یہ تمام باتیں شکار اور ذبح کرنے سے تعلق رکھتی ہیں اور جو شریعت کے مطابق ذبح نہ کیا جائے یا (ویسے ہی) مر جائے وہ حرام ہے۔

مسئلہ: دو مردار مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں اور وہ جو اِن جیسے ہیں جن سے کھانے کو بچانا محال ہے جیسے سیب، سرکہ اور پنیر کا کیڑا۔ کیونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے (اس لئے کہ عموماً ان چیزوں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں اور ان کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے) اور اگر ان کو جدا کر لیا جائے اور کھایا جائے تو ان کا حکم مکھی، بھونرے اور بچھو کے حکم کی طرح ہے۔

جن جانوروں میں بہتا خون نہیں ہوتا ان کا حکم:

جن جانوروں میں بہنے والا خون نہیں ہوتا ان کے حرام ہونے کی وجہ ان کے گندے پن کی وجہ سے طبیعت کا ان سے نفرت کرنا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ان میں کراہیت بھی نہ ہوتی لیکن اگر کسی شخص کی طبیعت ایسی چیزوں سے نفرت نہ کرے تو اس کے لئے یہ چیزیں حلال نہیں ہوں گی کیونکہ عمومی طور پر گھن پائے جانے کی

وجہ سے انہیں اُن کے ساتھ ملادیا گیا جن کا کھانا منع ہے، لہٰذا ان کا کھانا مکروہ ہے جیسے اگر کوئی رینٹ جمع کر کے کھالے تو یہ مکروہ ہے۔ان جانوروں کی کراہت ان کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ صحیح یہی ہے کہ یہ مرنے سے ناپاک نہیں ہوتے۔اس لئے کہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم فرمایا کہ ”اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو اُسے غوطہ دے دیا جائے۔“[1]

کیونکہ بعض اوقات کھانا گرم ہوتا ہے تو ان کیڑوں کی موت کا سبب بن جاتا ہے، لہٰذا اگر کھانے میں چیونٹی یا مکھی گر جائے تو کھانے کو بہادینا واجب نہیں کیونکہ ان کا جسم قابل نفرت ہونے کی وجہ سے ناپاک ہے، یہ ناپاکی ایسی نہیں کہ کھانا حرام ہو جائے۔یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی حرمت نفرت کی وجہ سے ہے۔اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ اگر ہانڈی میں مردہ آدمی کا کوئی عضو گر جائے اگرچہ ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) ہو تو اس کا کھانا حرام ہے لیکن یہ حرمت اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ آدمی موت سے ناپاک نہیں ہوتا، نہ اس لئے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے بلکہ شرف انسانی کی وجہ سے ہے۔

وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو شرعی طریقے سے ذبح کرنے سے تمام اعضاء حلال نہیں ہو جائیں گے بلکہ ان کا خون، گوبر اور ہر وہ عضو جس کے ناپاک ہونے کا حکم دیا گیا ہے حرام رہے گا اور نجاست کھانا تو مطلقاً حرام ہے۔

مسئلہ: حیوانات کے علاوہ کوئی حرام شے نجس نہیں ہے۔

مسئلہ: سبزیوں میں صرف نشہ آور چیزیں حرام ہیں نہ کہ وہ جو عقل کو زائل کرتی ہیں اور نشہ نہیں لاتیں جیسے بھنگ، لہٰذا نشہ آور چیزوں کی نجاست کا حکم ان سے اجتناب میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ہے کیونکہ اِن سے نشہ پیدا ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے۔

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب الطب، باب اذا وقع الذباب فی الاناء، ۴/۴۴، الحدیث: ۵۷۸۲
السنن الکبری للبیہقی، کتاب الطہارۃ، باب مالا نفس لہ سائلۃ...الخ، ۱/۳۸۳، الحدیث: ۱۱۹۲

مسئلہ: اگر نجاست کا ایک قطرہ یا ٹھوس نجاست کا ایک جز شوربے، کھانے یا تیل میں پڑ جائے تو سارے کا سارا کھانا حرام ہے۔ کھانے کے علاوہ ان سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: ناپاک تیل سے چراغ جلانا اور کشتیوں اور جانوروں کو ملمّع کرنا جائز ہے۔

یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو اپنی ذات میں پائی جانے والی خرابی کے سبب حرام ہیں۔

دوسری قسم اور اس کی تفصیل

دوسری قسم یہ ہے کہ مال کی حرمت حصول کے طریقے میں کسی "خلل" کے پیدا ہو جانے کی وجہ ہو۔ یہ قسم بہت وسیع اور تفصیل کی محتاج ہے۔

حصولِ مال کی چھ اقسام اور ان کے احکام:

مال کا لینا یا تو اختیار سے ہوتا ہے یا اختیار کے بغیر۔ پس جو اختیار کے بغیر حاصل ہوتا ہے اس کی مثال "وراثت" ہے اور جو اختیار سے حاصل ہوتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: (۱)...اس کا کوئی مالک نہیں ہوگا جیسے معدنیات (۲)... یا اس کا کوئی مالک ہوگا۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں: (۱)...مالک سے زبردستی لیا ہوگا (۲)...یا رضامندی سے۔ زبردستی کے اعتبار سے پھر دو صورتیں ہیں: (۱)...اس مال سے مالک کی عصمت زائل ہو چکی ہو گی، جیسے مالِ غنیمت (۲)...یا اس کے لینے کا حق تھا جیسے زکوۃ اور واجب الاد انفقات نہ دینے والوں سے لینا۔

رضامندی سے لینے کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱)...کسی چیز کے بدلے میں ہو جیسے خرید و فروخت، مہر اور اجرت (۲)...یا کسی چیز کے بدلے میں نہ ہو جیسے ہبہ اور وصیت۔ اس طرح سے یہ چھ اقسام بن گئیں۔

پہلی قسم اور اس کا حکم:

وہ مال جس کا کوئی مالک نہ ہو جیسے معدنیات کا حاصل ہونا، مردہ زمین کو کاشت کاری کے لائق بنانا، شکار کرنا، لکڑیاں اکٹھی کرنا، نہروں سے پانی حاصل کرنا، گھاس کاٹنا وغیرہ۔ یہ ساری چیزیں حلال ہیں اس شرط پر کہ حاصل شدہ شے کسی آدمی کی ملک نہ ہو۔ تو جب اس کی خصوصی ملکیت سے جدا ہو جائیں تو یہ لے سکتا ہے۔ اس

کا تعلق غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے سے ہے جو کتب فقہ میں بالتفصیل مذکور ہے۔

دوسری قسم اور اس کا حکم:

وہ مال جو ایسے مالک سے زبردستی لیا جائے جس کا مال اور جان محترم نہ ہو، اس میں خراج، غنیمت اور اسلام و مسلمین سے جنگ کرنے والے کفّار کے تمام اموال داخل ہیں۔ یہ مسلمانوں کے لئے حلال ہیں جبکہ ان میں سے پانچواں حصہ نکال دیں اور انصاف کے ساتھ مستحقین میں بانٹ دیں۔

مسئلہ: اس کافر کے اموال نہیں لئے جائیں گے جس کے لئے مسلمانوں کی طرف سے امان اور ذِمہ ہو۔ ان شرائط کی تفصیل "کِتابُ السِّیَر" کے "کِتابُ الْفَیْءِ وَالْغَنِیْمَہ" اور "کِتابُ الْجِزْیَہ" میں مذکور ہے۔

تیسری قسم اور اس کا حکم:

مستحق کا ایسے شخص سے زبردستی مال لینا جس پر اس مال کو مستحق اَفراد میں صَرف کرنا واجب تھا۔ اگر وہ شخص دینے سے انکار کرے تو اب اس کی رضامندی کے بغیر اس سے لیا جائے گا۔ اس کا لینا حلال وجائز ہے جبکہ استحقاق کا سبب پورا ہو جائے، مستحق میں استحقاق کا وصف تام ہو اور اسی قدر پر اکتفا کیا جائے جتنا حق بنتا ہے اور وہ شخص اسے پورا پورا وصول کرے جسے لینے کا حق ہے یعنی قاضی، بادشاہ یا مستحق۔ اس کی تفصیل "کِتابُ تَفْرِیْقِ الصَّدَقَات" نیز "کِتابُ الْوَقْف" اور "کِتابُ النَّفَقَات" میں مذکور ہے کیونکہ اس میں زکوۃ، وقف اور نفقہ کے مستحق لوگوں کی صفات اور دوسرے حقوق کے بارے میں بحث ہوتی ہے۔
الغرض جب مکمّل شرائط پائی جائیں تو ان کا لینا حلال ہوتا ہے۔

چوتھی قسم اور اس کا حکم:

وہ مال جو رضامندی کے ساتھ کسی چیز کے بدلے میں لیا جائے۔ یہ حلال ہے جبکہ دونوں عوضوں کی شرط، دونوں عقد کرنے والوں کی شرط اور دونوں طرف کے الفاظ یعنی ایجاب و قبول کی شرائط کا لحاظ رکھا جائے اور جن شروطِ فاسدہ سے شریعت نے بچنے کا حکم دیا ہے ان سے بچا جائے۔ اس کی تفصیل " بیع، سَلَم،

اِجارہ، حوالہ، ضمان، قرض، شرکت، مُساقاۃ، شُفْعہ، صُلْح، خُلَع، کتابت، مہر اور تمام معاوضات کے بیان میں مذکور ہے۔

پانچویں قسم اور اس کا حکم:

وہ مال جو رضامندی کے ساتھ بغیر کسی عوض کے لیا جائے۔ یہ حلال ہے جبکہ اس میں معقود علیہ (یعنی جس پر عقد کیا جائے) عاقِدَین اور عقد کی شرائط کا لحاظ رکھا جائے اور اس طرح مال لینے سے وارث یا کسی اور کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کا ذکر "کِتَابُ الْھِبَات" نیز "کِتَابُ الْوَصَایَا" اور "کِتَابُ الصَّدَقَات" میں مذکور ہے۔

چھٹی قسم اور اس کا حکم:

وہ مال جو بغیر اختیار کے حاصل ہو جیسے میراث۔ یہ حلال ہے جبکہ وراثت میں چھوڑا گیا مال مذکورہ پانچ طریقوں سے کسی ایک حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو اور یہ قرض کی ادائیگی، وصیت کے نفاذ، ورثاء میں انصاف کے ساتھ تقسیم، واجب ہونے کی صورت میں زکوۃ، حج اور کفارہ کی ادائیگی کے بعد ہو۔ اس کا بیان "کِتَابُ الْوَصَایَا" اور "کِتَابُ الْفَرَائِض" میں مذکور ہے۔

یہ حلال و حرام کے راستے ہیں جن کی طرف ہم نے اشارہ کر دیا ہے تاکہ حق کا پیروکار جان لے کہ اگر اس کا کھانا مختلف ذرائع سے ہے اور کسی ایک مقررہ طریقے سے نہیں ہے تو وہ ان باتوں کا علم سیکھنے سے بے نیاز نہیں ہے، لہٰذا جو آدمی ان میں سے کسی طریقے پر کچھ بھی کھائے اسے چاہئے کہ علم والے سے پوچھے اور جہالت کے ساتھ آگے نہ بڑھے کیونکہ جیسے اہل علم سے پوچھا جائے گا کہ اپنے علم پر عمل کیوں نہیں کیا اسی طرح جاہل سے پوچھا جائے گا کہ تم جہالت پر کیوں قائم رہے اور کیوں نہ سیکھا حالانکہ بتادیا گیا تھا کہ "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"[1]

---

[1] ...سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ۱/۱۴۶، الحدیث: ۲۲۴

تیسری فصل:

حلال وحرام کے درجات

جان لیجئے کہ تمام حرام چیزیں خبیث ہیں لیکن ان میں سے بعض بعض سے زیادہ خبیث ہیں اور تمام حلال چیزیں پاک ہیں مگر ان میں سے بعض بعض سے زیادہ پاک اور صاف ہیں جیسے حکیم تمام میٹھی چیزوں پر گرم ہونے کا حکم لگاتا ہے لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ ''بعض چیزیں گرم ہونے میں پہلے درجے میں ہیں جیسے شکر، بعض دوسرے میں ہیں جیسے گڑ، بعض تیسرے درجے کی گرم ہیں جیسے شیرہ اور بعض چوتھے درجے میں ہیں جیسے شہد۔'' ایسے ہی حرام چیزوں کا معاملہ ہے کہ کچھ پہلے درجے کی ہیں، کچھ دوسرے، تیسرے اور کچھ چوتھے درجے کی۔ یوں ہی صفات اور پاکیزگی کے لحاظ سے حلال چیزوں کے مختلف درجات ہیں۔ پس ہم طبیبوں کی اصطلاح کے مطابق اسے تقریباً چار درجات میں تقسیم کریں گے اگرچہ یہ تقسیم تحقیق کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے کیونکہ ایک درجے کے افراد میں بھی تفاوت ہوسکتا ہے جیسا کہ ایک قسم کی شکر دوسری شکر سے گرمی میں زیادہ ہوسکتی ہے۔

حرام سے بچنے کے درجات

بیان کردہ تفصیل کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حرام سے بچنے کے درج ذیل چار درجات ہیں: (١)...عادل لوگوں کا بچنا (٢)...نیک لوگوں کا بچنا (٣)...متقین کا بچنا (٤)...صدیقین کا بچنا۔

(1)...عادل لوگوں کا بچنا:

یہ وہ درجہ ہے کہ جس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے اور اس کا عادل ہونا ختم ہوجاتا ہے۔ نیز اس کی وجہ سے عاصی کا نام پانے اور عذابِ نار میں جانے کا حقدار بن جاتا ہے۔ یہ ان امور سے بچنا ہے جن کے حرام ہونے کا فتویٰ فقہائے کرام نے دیا ہے۔

(2)...نیک لوگوں کا بچنا:

یہ وہ درجہ ہے جس میں ان چیزوں سے بھی بچا جاتا ہے جن میں حرام ہونے کا صرف احتمال ہوتا ہے لیکن

مفتیانِ کرام نے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے اس کا کھانا جائز قرار دیا ہو۔ یہ صورت شبہ کا محل ہے، ایسی چیزوں سے بچنے کو ہم نیک لوگوں کا بچنا کہتے ہیں اور اس کا دوسرا درجہ ہے۔

(3)... متقین کا بچنا:

یہ وہ درجہ ہے جس کے حرام ہونے کا نہ تو فتویٰ دیا گیا ہو اور نہ ہی اس کے کھانے میں شبہ ہو لیکن اس کے ارتکاب سے حرام میں پڑ جانے کا خوف ہو۔ یہ حرج میں پڑ جانے کے خوف سے اس شے کو چھوڑنا ہے جس میں حرج نہیں ہوتا اور یہ متقی لوگوں کا بچنا ہے۔

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے: "لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ مَخَافَةَ مَابِهٖ بَأْسٌ یعنی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اسے نہ چھوڑ دے جس کے کرنے سے حرام میں پڑ جانے کا خوف ہے۔"[1]

(4)... صدیقین کا بچنا:

یہ وہ درجہ ہے جس میں بالکل حرج نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ خوف ہوتا ہے کہ اس کا ارتکاب حرج کی طرف لے جائے گا لیکن یہ غَيْرُ الله کو شامل ہوتا ہے اور عبادت پر قوت پانے کی نیت کو شامل نہیں ہوتا یا اس کے حصول کے اسباب کی طرف کراہت یا گناہ راہ پاتے ہوں۔ اس سے بچنا صدیقین کا مرتبہ ہے۔

یہ اجمالی طور پر حلال کے درجات ہیں جن کی تفصیل ہم مثالوں اور شواہد سے بیان کریں گے۔

خباثت میں حرام کے درجات

ماقبل پہلے درجے میں جس حرام کا ذکر ہوا اُس میں عدالت[2] قائم رکھنے کے لئے اور فاسق کہلوانے سے

---

1 ...سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الورع والتقوى، ۴/۴۷۵، الحديث: ۴۲۱۵

2 ...لغت میں عدالت کہتے ہیں "استقامت" کو اور شریعت میں عدالت سے مراد یہ ہے کہ "شرعی طور پر ممنوع باتوں سے بچتے ہوئے راہِ حق پر قائم رہنا۔" (كتاب التعريفات، ص۱۰۵) اور اتحاف السادة المتقين، ج6، ص480 پر ہے: "عدالت وہ صفت ہے جس کی رعایت ظاہری مروت میں خلل ڈالنے والی باتوں سے اجتناب کو لازم کرتی ہے۔"

بچنے کے لئے (ممنوعات سے) اجتناب شرط ہے۔ خباثت کے اعتبار سے اس حرام کے مختلف درجات ہیں۔ پس عقدِ فاسد سے لیا گیا مال جیسے ان چیزوں میں بیع تعاطی کرنا جن میں بیع تعاطی نہیں ہوتی حرام ہے مگر یہ حرام زبردستی مال غصب کرنے کے درجے میں نہیں بلکہ غصب کرنا زیادہ بُرا ہے کیونکہ غصب کی صورت میں دو خرابیاں ہیں: (۱)...حاصل کرنے کا طریقہ شریعت کے مطابق نہیں اور (۲)... دوسرے کو تکلیف پہنچانا۔ جبکہ بیع تعاطی میں ایک خرابی ہے اور وہ: شرعی طریقہ کار کو ترک کرنا ہے اس میں دوسرے کو کوئی تکلیف دینا نہیں ہے۔ پھر بیع تعاطی میں شریعت کا طریقہ ترک کرنا سود کی نسبت نچلے درجے میں ہے۔

اس فرق کا علم بعض گناہوں میں شریعت کے سخت احکام، وعید اور تاکید سے ہوگا جیسا کہ عنقریب توبہ کے باب میں آئے گا جہاں صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق کا بیان ہے بلکہ وہ مال جو فقیر، نیک شخص یا یتیم سے ظلماً لیا ہو وہ اُس مال سے زیادہ برا ہے جو طاقتور، امیر یا فاسق سے لیا گیا ہو کیونکہ جس کو ایذا پہنچائی گئی ہے اس کے حالات مختلف ہونے کی وجہ سے ایذا کے درجات مختلف ہو جاتے ہیں۔

یہ باریک باتیں جو خبائث کی تفصیل میں ہیں راہِ حق کے مسافر کو ان سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر گناہ گاروں کے درجات مختلف نہ ہوتے تو دوزخ کے درجات بھی مختلف نہ ہوتے۔ پس جب تم نے سختی کے مقامات پہچان لئے تو اسے تین یا چار درجات میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک طرح کی زبردستی اور مَن مانی ہوگی یعنی ان مقامات کو محدود کرنا جو کہ غیر محدود ہیں اور خباثت میں حرام کے مختلف مراتب پر تمہیں اس باب میں راہ نمائی ملے گی جو عنقریب ممنوعات کے تعارض اور بعض کو بعض پر ترجیح دینے کے حوالے سے آئے گا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مردار کھانے یا غیر کا مال کھانے یا حرم کا شکار کھانے پر مجبور کیا جائے تو ہم بعض کو بعض پر مقدم کریں گے۔

﴿ صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب   صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﴾

چوتھی فصل: حرام سے بچنے کے چار درجات کی مثالیں

پہلا درجہ:

یہ عادل لوگوں کا بچنا ہے۔ پس بیان کردہ چھ مقامات جنہیں ہم نے کسی ایک شرط (یا رکن) کے نہ پائے جانے کے سبب حرام کے مقامات کے طور پر بیان کیا تھا ان میں سے ہر وہ شے کہ فتویٰ اس کے حرام ہونے کا تقاضا کرے وہ حرام مطلق ہے۔ یہ ایسا حرام ہے جس کے کرنے والے کو فسق یا گناہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور حرامِ مطلق سے یہی ہماری مراد ہے اور یہ مثالوں اور شواہد کا محتاج نہیں ہے۔

دوسرا درجہ:

دوسرے درجے کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے: ہر وہ شبہ جس سے بچنا واجب نہ ہو مگر اس سے بچنا مستحب ہو جیسا کہ عنقریب شبہات کے باب میں آئے گا کیونکہ کچھ شبہات ایسے ہوتے ہیں جن سے بچنا واجب ہوتا ہے اور وہ حرام کے زُمرے میں آتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن سے بچنا مکروہ ہوتا ہے، لہٰذا ان سے بچنا وسوسہ میں پڑنے والوں کی پرہیز گاری ہے جیسے ایک شخص اس خوف سے شکار نہ کرے کہ ہو سکتا ہے جانور کسی ایسے شخص سے چھوٹ کر بھاگا ہو جو پکڑنے کے سبب اس کا مالک بن گیا ہو، یہ فقط وسوسے ہیں۔

بعض شبہات وہ ہیں جن سے بچنا واجب تو نہیں مگر مستحب ہے۔ یہ وہ ہیں جن کے متعلق تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَایُرِیْبُکَ یعنی اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔''[1] ہم اس حدیث پاک کو مکروہِ تنزیہی پر محمول کریں گے۔ یوں ہی حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (تیر سے شکار کے متعلق) ارشاد فرمایا: ''کُلْ مَا اَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَیْتَ یعنی جو جانور تمہارے سامنے مرے اسے کھاؤ اور جو تم سے غائب ہو جائے اسے چھوڑ دو۔''[2]

---

1 ...سنن النسائی، کتاب الاشربة، باب الحث علی ترک الشبھات، الحدیث: ۵۷۲۲، ص ۹۰۰

2 ...المعجم الکبیر، ۱۲/ ۲۲، الحدیث: ۱۲۳۷۰

حدیث شریف میں وارد لفظ "أنبیت "لفظ "انماء" سے بنا ہے جس کا معنی ہے: شکار زخمی ہو جائے اور آنکھوں سے اوجھل ہو جائے پھر مردہ حالت میں ملے۔ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ وہ گر کر یا کسی اور وجہ سے مرا ہو اور جو ہمارے (یعنی شوافع کے) نزدیک مختار ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا وہ یہ ہے کہ وہ جانور حرام نہیں ہے مگر اس کو چھوڑ دینا صالحین کی پرہیزگاری ہے اور یہ فرمانِ مصطفےٰ: "دَعْ مَا یُرِیْبُكَ یعنی اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے۔"[1] استحباب کے درجہ میں ہے (وجوب کے درجے میں نہیں) کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے: "کُلْ مِنْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْكَ مَالَمْ تَجِدْ فِیْهِ اَثَرًا غَیْرَ سَهْمِكَ یعنی کھاؤ اگرچہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جائے جب تک اس میں اپنے تیر کے علاوہ کوئی اور زخم نہ دیکھ لو۔"[2]

اور اسی لئے دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه کے سکھائے ہوئے کتے کے بارے میں ارشاد فرمایا: "وَاِنْ اَكَلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّكُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰی نَفْسِهٖ یعنی اگر وہ شکار میں سے کھالے تو تُو مت کھا مجھے اندیشہ ہے کہ اس نے اسے اپنے ہی لئے پکڑا ہو۔"[3] اور یہ ممانعت اندیشہ کے سبب تنزیہی ہے کیونکہ محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ابو ثعلبہ خُشَنِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه سے ارشاد فرمایا: "اس میں سے کھالو۔" انہوں نے عرض کی: "اگرچہ اس میں سے کتّے نے کھایا ہو؟" ارشاد فرمایا: "اگرچہ اس نے کھایا ہو۔"[4]

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سیِّدُنا ابو ثعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه غریب تھے اور شکار کے ذریعے روزی حاصل کرتے تھے، لہٰذا وہ اس درجے کی پرہیزگاری کے مُتَحَمِّل نہ تھے جبکہ حضرت سیِّدُنا عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه اس کی قوت رکھتے تھے۔

---

1 ...سنن النسائی، کتاب الاشربة، باب الحث علی ترک الشبهات، الحدیث: ۵۷۲۲، ص ۹۰۰

2 ...صحیح مسلم، کتاب الصید، باب الصید بالکلاب المعلمة، الحدیث: (۱۹۲۹)، ص ۱۰۶۷، بتغیر قلیل

3 ...صحیح مسلم، کتاب الصید، باب الصید بالکلاب المعلمة، الحدیث: ۱۹۲۹، ص ۱۰۶۵

4 ...سنن ابی داود، کتاب الصید، باب فی الصید، ۳/ ۱۴۸، الحدیث: ۲۸۵۲

حکایت: شبہ کی وجہ سے چار ہزار درہم نہ لئے:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے اپنے کاروباری شریک کے لئے چار ہزار درہم چھوڑ دیئے کیونکہ ان کے دل میں کوئی شے کھٹکی تھی حالانکہ علما کا اتفاق تھا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس درجہ کی مثالیں ہم شبہ کے درجات بیان کرتے ہوئے ذکر کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ شبہ جس سے بچنا واجب نہ ہو وہ اس درجہ کی مثال ہے۔

تیسرا درجہ:

یہ متقین کی پرہیزگاری ہے۔ یہ فرمانِ مصطفےٰ اس پر گواہ ہے: ''لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَۃَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِہٖ مَخَافَۃَ مَابِہٖ بَأْسٌ یعنی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اسے نہ چھوڑ دے جس کے کرنے سے حرام میں پڑ جانے کا خوف ہے۔''[1]

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''ہم حلال کے 10 حصوں میں سے نو حصے اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائیں۔''

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''یہ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول ہے۔''

تقویٰ کی تکمیل:

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''یہ تقویٰ کی تکمیل سے ہے کہ انسان ذرّہ بھر مقدار میں بھی پرہیزگاری اختیار کرے حتی کہ حرام کے خوف سے اس بعض کو چھوڑ دے جسے وہ حلال سمجھتا ہے، تاکہ وہ اس کے اور جہنم کے درمیان حجاب (یعنی روک) بن جائے۔''

اپنا حق چھوڑ دیتے:

منقول ہے کہ بعض سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن ایسے تھے کہ اگر ان کے کسی پر 100 درہم ہوتے اور

---

1 ...سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الورع والتقوی، ۴/۴۷۵، الحدیث: ۴۲۱۵

جب وہ دینے آتا تو وہ حضرات اس سے 99 درہم لیتے اور زیادتی کے خوف سے بچتے ہوئے ایک درہم نہ لیتے۔

بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین اتنا زیادہ بچتے تھے کہ لیتے وقت کچھ دانے کم لیتے اور دیتے وقت کچھ بڑھا دیتے تا کہ وہ دوزخ سے حجاب بن جائے۔

اس درجے میں ان چیزوں سے بچنا بھی داخل ہے جن میں لوگ چشم پوشی کر جاتے ہیں اگرچہ فتویٰ کی رُو سے وہ حلال ہوتی ہیں لیکن خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کے غیر میں پڑ جانے کا دروازہ نہ کھل جائے کیونکہ نفس تو یہی پسند کرتا ہے کہ آسانیاں اپنائے اور پرہیز گاری چھوڑ دے۔

مُتَّقِین کی حِکایات

دیوار کی مٹی کی وُقعت:

حضرت سَیِّدُنا علی بن مَعْبَد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْاَحَد بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن صبح کے وقت اپنے گھر میں بیٹھا تھا۔ میں نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ دیوار کی مٹی سے اسے خشک کروں۔ میں نے دل میں کہا: یہ دیوار تو میری نہیں ہے۔ تو نفس نے کہا کہ دیوار کی مٹی کی کیا وقعت ہے؟ چنانچہ، میں نے ضرورت کے مطابق مٹی لے لی۔ جب رات کو سویا تو خواب میں ایک شخص میرے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا کہ ”اے علی بن مَعْبَد! کل اس شخص کو پتا چل جائے گا جو یہ کہتا ہے کہ ”دیوار کی مٹّی کی کیا وقعت ہے؟“

ممکن ہے اس کا یہ مطلب ہو کہ ایسا کہنے والا کل دیکھ لے گا کہ کیسے اس کا مرتبہ کم کیا جائے گا کیونکہ تقویٰ کے بھی درجات ہوتے ہیں جو متقین سے تقویٰ کے فوت ہونے کی صورت میں زائل ہو جاتے ہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ایسا کرنے پر عذاب کے مستحق ہو گئے۔

سَیِّدُنا فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللهُ عَنْه کی احتیاط:

مروی ہے کہ ایک بار بحرین سے خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کی

خدمت میں کَستُوری بھیجی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”میں چاہتا ہوں کہ کوئی خاتون اس کا وزن کر لے تا کہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔“ چنانچہ، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سَیِّدَتُنا عاتکہ بنت زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ”میں اچھی طرح وزن کر لیتی ہوں۔“ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں کوئی جواب دیئے بغیر اپنی بات دُہرائی۔ زوجہ نے پھر وہی کہا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ تم اسے ترازو کے پلڑے میں باقی چھوڑ دو، پھر یہ کہتے ہوئے کہ ” اس میں کستوری کا غبار ہے۔“ خوشبو اپنی گردن پر لگا لو اور تمہیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مل جائے۔

سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کی احتیاط:

حضرت سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کی موجودگی میں مسلمانوں کے لئے کستوری تولی جا رہی تھی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی سانس روک لی تا کہ اس کی خوشبو نہ پہنچ جائے اور اس سے دور ہوتے ہوئے فرمایا: ”اس سے تو خوشبو حاصل کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔“

ایک بار کا واقعہ ہے کہ نواسۂ رسول حضرت سَیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بچپن میں صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھالی تو سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشا فرمایا: ”کَخ کَخ یعنی اسے پھینک دو۔“[1]

ورثاء کا حق شامل ہو گیا:

مروی ہے کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کسی قریب المرگ شخص کے پاس موجود تھے۔ رات میں جس وقت وہ فوت ہوا تو انہوں نے فرمایا: ”چراغ بجھا دو کہ اب اس کے تیل میں وُرَثاء کا حق شامل ہو گیا ہے۔“

مسلمانوں کی خوشبو:

حضرت سَیِّدَتُنا نعیمہ عطارہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا بیان کرتی ہیں کہ خلیفۂ دُوُم امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب مایذکر فی الصدقۃ للنبی، ۱/۵۰۳، الحدیث: ۱۴۹۱

فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنی زوجہ کو مسلمانوں کی خوشبو بیچنے کے لئے دیا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے مجھے خوشبو بیچی اور وزن کرتے وقت کم زیادہ کرنے کے لئے دانتوں سے کاٹا جس سے کچھ خوشبو اُن کی انگلی سے لگ گئی تو انہوں نے اسے دوپٹے سے مَل لیا۔ اتنے میں امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے تو فرمایا کہ "یہ خوشبو کیسی ہے؟" زوجہ نے بتایا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ "تم نے مسلمانوں کی خوشبو استعمال کی ہے۔" پھر ان سے دوپٹہ لیا اور پانی کا ایک گھڑا لے کر اس پر پانی بہانے لگے پھر مٹی سے رگڑتے پھر سونگھتے، پھر پانی ڈالتے پھر مٹی سے رگڑتے پھر سونگھتے یہاں تک کہ اس کی خوشبو ختم ہو گئی۔ حضرت سیِّدَتُنا نعیمہ عطارہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا کہتی ہیں: "میں دوبارہ آئی تو دیکھا کہ جب وہ وزن کرتیں اور ان کی انگلیوں میں کچھ خوشبو لگ جاتی تو وہ انگلیاں منہ میں ڈال کر مٹی سے رگڑ لیتیں۔"

یہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تقویٰ تھا کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ اس میں بے احتیاطی کہیں اور نہ لے جائے ورنہ دوپٹہ دھو دینے سے خوشبو مسلمانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی مگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سختی و تنبیہ کرتے ہوئے ان سے خوشبو کو ضائع فرما دیا تاکہ معاملہ حلال سے حرام کی طرف نہ چلا جائے۔

سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کے تین اہم فتاویٰ

(1)... حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو ایسی مسجد میں ہو جہاں بادشاہ کے لئے انگیٹھی میں عود (خوشبودار سیاہ لکڑی) سلگائی جاتی ہے اور وہ مسجد میں پھیل جاتی ہے (تو وہ شخص کیا کرے؟)۔ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اسے مسجد سے نکل جانا چاہئے کیونکہ عود سے صرف خوشبو ہی کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور یہ (یعنی غیر کی خوشبو کا نفع لینا) حرام سے قریب کرنے والا ہے کیونکہ وہ مقدار جو اس کے کپڑوں سے لگے گی اس کے بارے میں فیّاضی بھی کی جا سکتی ہے اور کنجوسی بھی اور اسے

معلوم نہیں ہے کہ خوشبو کا مالک اُس سے صرفِ نظر کرے گا یا نہیں۔

(2)... حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کا کاغذ کہیں گر گیا جس میں کچھ احادیث تحریر تھیں پھر وہ کاغذ کسی دوسرے شخص کو ملا تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس سے نقل کر کے لکھ لے، پھر مالک کو واپس کر دے؟ فرمایا: ''نہیں! بلکہ پہلے اس سے اجازت لے پھر لکھے۔''

کیونکہ کاغذ کے مالک کا اس پر راضی ہونا یا نہ ہونا مشکوک ہے۔ پس جو بات شک کی جگہ واقع ہو اور اس کی اصل حرام ہو تو وہ حرام ہے اور اس کا ترک کرنا پہلے درجے کا پرہیز ہے۔ متقین کی پرہیزگاری میں سے یہ بھی ہے کہ زیب و زینت کو ترک کیا جائے کیونکہ اس سے ڈر ہوتا ہے کہ یہ گناہ کی طرف نہ لے جائے اگرچہ فی نفسہٖ زینت اختیار کرنا مباح (یعنی جائز) ہے۔

(3)... حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے بغیر بالوں کے جوتے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''میں تو اسے استعمال نہیں کرتا۔ البتہ! اگر کیچڑ سے حفاظت کے لئے ہو تو اُمید کرتا ہوں کہ اس پر گرفت نہ ہو اور اگر زینت مقصود ہو تو استعمال نہ کرے۔''

حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلیفہ بنے تو اپنی ایک محبوب زوجہ کو اس خوف سے طلاق دے دی کہ کہیں وہ کسی ناجائز کام میں سفارش نہ کر دے اور آپ اس کی رضاجوئی کے لئے اس کی بات نہ مان لیں۔ یہ وہ درجہ ہے جس میں حرج (یعنی گناہ) میں پڑنے کے خوف سے ایسی چیز کو چھوڑ دیا جاتا ہے جس میں حرج نہیں ہوتا۔

گناہ کی طرف لے جانے والی چیزیں:

اکثر جائز چیزیں گناہوں کی طرف لے جانے والی ہوتی ہیں، مثلاً زیادہ کھانا اور غیر شادی شدہ کے لئے خوشبو استعمال کرنا کیونکہ یہ شہوت کو بھڑکاتی ہیں پھر شہوت خیال کو دعوت دیتی ہے اور خیال دیکھنے پر ابھارتا ہے اور دیکھنا گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح امیر لوگوں کے گھروں اور ان کی خوبصورتی کو دیکھنا جائز

ہے مگر یہ اس کا مثل حاصل کرنے کے لئے حرص کو ابھارتا ہے اور پھر اسے حاصل کرنے کے لئے حرام میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح تمام جائز چیزوں کا معاملہ ہے جبکہ حاجت کے وقت ان کے نقصانات پہچان کر اور پھر ان سے عملی طور پر بچ کر بقدرِ ضرورت انہیں اختیار نہ کیا جائے کیونکہ ان کا انجام خطرے سے بہت کم خالی ہوتا ہے اور ایسے ہی ہر وہ چیز جو خواہش کے سبب حاصل کی جائے وہ خطرے سے کم ہی خالی ہوتی ہے، اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل دیواروں پر چونا کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ،

مسجدوں کی زینت:

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے فرمایا: ”زمین کو چونا کرنے سے مٹی نہیں اڑے گی (یعنی فائدے کی وجہ سے جائز ہے) اور دیواروں کو چونا کرنے میں زینت ہے، لہٰذا بے فائدہ ہے۔“ حتی کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مسجدوں میں چونا کرنے اور ان کی زیب و زینت سے بھی منع فرمایا ہے[1] اور دلیل کے طور پر یہ فرمانِ مصطفےٰ پیش کرتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ”کیا مسجد کو پلستر (سے مزین) کیا جائے؟“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَا عَرِیْشٌ کَعَرِیْشِ مُوْسٰی یعنی کوئی چھت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام

---

[1] ... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے مسجدوں کی ٹیپ ٹاپ (زیب و زینت) کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔“ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ”تم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسجدوں کو سنوارو گے۔“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۱/ ۱۵۱، الحدیث: ۷۱۸) مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 443** پر اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”اس سے مراد ناجائز آراستگی ہے جیسے فوٹوؤں اور تصویروں سے سجانا یا فخریہ آرائش مراد ہے جو **اللہ** تعالیٰ کے لیے نہ ہو بہر حال جائز زینت جو اخلاص کے ساتھ ہو باعث ثواب ہے۔“ کچھ آگے ارشاد فرماتے ہیں: ”مسجد کی زینت سنتِ صحابہ ہے۔ چنانچہ، (سیِّدُنا) عمر فاروق (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے مسجد نبوی شریف کو مزین کیا پھر (سیِّدُنا) عثمان غنی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے اس کی دیواریں چونے گچ سے خوب نقشیں بنائیں چھت میں ساگوان لکڑی لگائی حضرت (سیِّدُنا) سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے بیت المقدس میں اتنی روشنی کی تھی کہ اس میں عورتیں تین میل تک چرخہ کات لیتی تھیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاءَ الحق میں دیکھو۔

کی چھت کی طرح نہیں۔"[1] اور وہ سرمے کی طرح ایک چیز ہوتی ہے جس کے ذریعے چمکایا اور پالش کیا جاتا ہے۔ پس میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی رخصت نہیں دی۔

خواہشات میں چشم پوشی کی عادت:

ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن باریک کپڑوں کو بھی ناپسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "جس کے کپڑے پتلے (باریک) ہوں گے وہ دِین میں کمزور ہو گا۔" یہ تمام باتیں اس لئے ہیں کہ جائز کاموں کی خواہشات کو پورا کرنے سے ناجائز کاموں میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے کیونکہ نفس جائز اور ناجائز دونوں کی ایک جیسی خواہش کرتا ہے اور جب نفس خواہشات میں چشم پوشی کا عادی بن جائے تو وہ آگے بڑھتی ہیں، اس لئے تقویٰ ان تمام سے اجتناب کا تقاضا کرتا ہے۔ پس ہر وہ حلال جو اس خوف سے جدا ہو وہ تیسرے درجے کا حلال اور طیب ہے اور اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جس کے کرنے سے گناہ کا خوف بالکل نہ ہو۔

چوتھا درجہ:

یہ صدیقین کی پرہیزگاری ہے۔ ان کے نزدیک حلال وہ ہے جس کے اسباب کو عمل میں لانے کے لئے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرنا پڑے، نہ اس سے گناہ پر مدد حاصل ہو سکے اور نہ ہی اس سے موجودہ وقت یا مستقبل میں کسی نفسانی خواہش کا قصد ہو بلکہ وہ محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر قوت حاصل کرنے اور زندہ رہنے کے لئے ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نہیں وہ حرام ہے۔ اس فرمانِ باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے:

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ (پ۷، الانعام: ۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں کھیلتا۔

---

[1] ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، ۳/۳۶۵، الحدیث: ۲۸۶، مفہومًا
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۶۲

یہ مُوَحِّدِین کا رتبہ ہے جو خواہشاتِ نفسانی سے خالی ہوتے ہیں اور ہر کام صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے کرتے ہیں۔ بے شک جو بندہ اس چیز سے بچتا ہے جس تک گناہوں کے ذریعے پہنچا جاتا ہے یا اس پر گناہوں سے مدد لی جاتی ہے تو وہ اس شے سے بھی ضرور بچتا ہے جس کے حصول کا کوئی سبب کسی گناہ یا کراہت سے جُڑا ہو۔ چنانچہ، ایسی ہستیوں کے حالات ملاحظہ فرمایئے:

30سال سے اپنا محاسبہ:

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن یحییٰ بن بکر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۲۲۴ھ) نے دوا کھائی تو ان کی زوجہ عرض گزار ہوئیں کہ "اگر آپ گھر میں تھوڑا سا چل پھر لیں تو دوا اثر کرنا شروع کر دے گی۔" فرمایا: "میں اس چلنے کو بہتر نہیں جانتا حالانکہ میں 30 سال سے اپنا محاسبہ کر رہا ہوں۔" گویا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک اس چلنے میں دینی نیت نہیں تھی، لہٰذا اس پر عمل جائز نہ سمجھا۔

سرسبز گھاس اور پانی:

حضرت سیِّدُنا سری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں پہاڑ پر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں سرسبز گھاس تھی اور ساتھ ہی پانی بہہ رہا تھا۔ میں نے کچھ گھاس کھائی اور پانی پیا اور دل میں کہا: "اگر میں نے کسی دن حلال وطیب کھایا ہے تو وہ آج کا دن ہے۔" تو غیب سے آواز آئی کہ "جس طاقت و قوت نے تمہیں اس جگہ پہنچایا ہے وہ کہاں سے آئی؟" پس میں نے اپنی بات سے رجوع کیا اور نادم ہوا۔

ظالم کا تھال:

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی قید میں تھے اور بھوکے تھے۔ ایک نیک خاتون نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں داروغۂ جیل کے ہاتھ کھانا بھیجوایا مگر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کھانا تناول نہ فرمایا پھر نہ کھانے کا عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وہ کھانا میرے پاس ظالم کے تھال میں آیا تھا۔" یعنی جس قوت کے ذریعے کھانا میرے پاس آیا تھا وہ پاک نہ تھی۔ یہ انتہا درجے کی پرہیزگاری ہے۔

اُجرتِ حرام سے کھودی گئی نہروں کا پانی:

حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی ان نہروں سے پانی نہیں پیا کرتے تھے جو امیر لوگ کھدواتے تھے کیونکہ نہر پانی کے جاری ہونے اور ان تک پہنچنے کا سبب ہے اگرچہ پانی فی نفسہٖ مباح ہے لیکن پھر بھی وہ ایسی نہر سے فائدہ اٹھانے والے ٹھہریں گے جو مال حرام سے اجرت دے کر کھدوائی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے انگوروں کی حلال بیل سے حلال انگور کھانے سے منع فرمادیا اور انگور کی بیل کے مالک سے فرمایا: "تم نے اسے ظالموں کی کھودی ہوئی نہروں سے پانی دے کر خراب کر دیا۔" یہ پانی پینے سے بھی بڑھ کر تقویٰ ہے کیونکہ اس میں ان انگوروں سے بھی بچنا پایا گیا جنہیں وہ پانی دیا گیا تھا۔ بعض بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن حج پر جاتے ہوئے ایسے حوضوں سے پانی نہیں پیتے تھے جو ظالموں نے بنوائے ہوتے حالانکہ پانی مباح تھا مگر چونکہ وہ پانی اس حوض میں محفوظ رہا جو حرام مال سے بنایا گیا تھا، گویا کہ یہ اس سے ہی نفع اٹھانا تھا۔

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا جیل کے داروغہ کے ذریعے سے پہنچنے والا کھانا نہ کھانا ان سب سے بڑھ کر تقویٰ ہے کیونکہ داروغہ کے ہاتھ کو حرام سے مُتَّصِف نہیں کیا جاسکتا بخلاف اس کھانے کے جو غصب کئے ہوئے تھال میں دیا جائے مگر چونکہ وہ کھانا اس قوت سے پہنچا تھا جو حرام غذا سے حاصل ہوئی تھی، لہٰذا نہ کھایا۔ اسی وجہ سے (اپنے غلام کا کہانت کے ذریعے کمایا ہوا) دودھ پینے کے بعد خلیفہ بلافَصل امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس خوف سے قے کر دی کہ حرام نے اس میں قوت نہ پیدا کر دی ہو، حالانکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ لاعلمی میں پیا تھا جس کا نکالنا ان پر واجب نہ تھا لیکن پیٹ کو بری چیزوں سے خالی رکھنا صدیقین کی پرہیزگاری ہے۔

بے مثال احتیاطیں:

چوتھے درجہ میں سے یہ بھی ہے کہ درزی اس حلال سے بچے جو مسجد میں کپڑے سی کر کمایا جاتا ہے کیونکہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل (سلائی کے لئے) درزی کے مسجد میں بیٹھنے کو مکروہ کہا

کرتے تھے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہی سے سوال کیا گیا کہ ”اگر کوئی شخص بارش کے ڈر سے قبرستان کے قبوں میں بیٹھ کر سوت کاتے تو کیا حکم ہے؟“ فرمایا: ”قبریں تو آخرت سے تعلق رکھتی ہیں۔“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس عمل کو ناپسند فرمایا۔ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے چراغ کو اس لئے بجھا دیا کہ غلام نے اسے ایسے لوگوں کے چراغ سے جلایا تھا جن کا مال مکروہ تھا اور انہوں نے روٹی لگانے کے لئے اس تنّور کو روشن کرنے سے منع فرمادیا جس میں مکروہ لکڑی کی چنگاری باقی تھی۔ بعض حضرات نے بادشاہ کی شمع سے جوتے کا تسمہ درست کرنے سے منع فرمایا۔

گفتگو کا خلاصہ:

تقویٰ کی یہ باریک باتیں اُن کے لئے ہیں جو آخرت کے راستے پر گامزن ہیں۔ اس میں تحقیق یہ ہے کہ تقویٰ کی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔ ابتدائی درجہ کا تقویٰ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بچا جائے جو فتویٰ کی رو سے حرام ہے اور یہ عادل لوگوں کا تقویٰ ہے اور اس کی جو انتہا ہے وہ صدیقین کا تقویٰ ہے اور وہ ہر اس چیز سے بچنا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نہ ہو جیسے نفسانی خواہش سے کچھ حاصل کیا جائے یا اسے پانے کے لئے کسی مکروہ کو اختیار کرنا پڑے یا اس کے حصول کا سبب کسی مکروہ پر مشتمل ہو۔ ان سب سے بچنا انتہائی درجے کا تقویٰ ہے اور ان دونوں درجوں کے درمیان احتیاط کے درجات ہیں۔ الغرض انسان اپنے نفس پر جتنی سختی کرے گا قیامت کے دن اس کی کمر اتنی ہی ہلکی ہوگی، وہ پل صراط کو جلد عبور کرلے گا اور اس کی نیکیوں کا پلڑا گناہوں کے پلڑے سے بھاری ہو جائے گا۔ آخرت کی منزلیں پرہیزگاری کے ان درجات کے مختلف ہونے سے مختلف ہوں گی جیسے خباثت میں حرام کے درجات مختلف ہونے کی وجہ سے گناہ گاروں کے حق میں دوزخ کے طبقات مختلف ہوں گے۔ پس جب تم نے اصل حقیقت کو پہچان لیا تو تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو زیادہ احتیاط کرو اور چاہو تو رخصت پر عمل کرو۔ اگر احتیاط کرو گے تو تمہارا فائدہ ہے اور رخصت پر عمل کرو گے تو تمہارا نقصان ہے اور سلامتی ماننے والے کے لئے ہے۔

باب نمبر2: شبہات کے مراتب، مقامات اور حلال و حرام سے ان کے امتیاز کا بیان

حلال اور حرام واضح ہے:

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ”اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَّبَیْنَھُمَا اُمُوْرٌ مُّشْتَبِھَاتٌ لَّا یَعْلَمُھَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُھَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِہٖ وَدِیْنِہٖ وَمَنْ وَّقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ وَقَعَ الْحَرَامَ کَالرَّاعِیْ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ یعنی حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے تو جو ان شبہات سے بچا اس نے اپنی عزت اور دین کو بچالیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا جیسے کوئی چرواہا (اپنا ریوڑ ممنوعہ) چراگاہ کے ارد گرد چراتا ہے تو قریب ہے کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں جا پڑیں۔[1]

یہ حدیث تین اقسام (حلال، حرام اور شبہات) کے ثبوت کے لئے نص ہے اور حلام و حرام کی درمیانی شبہات والی قسم مشکل ہے جسے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اسے بیان کرنا اور اس سے پردے اٹھانا ضروری ہے کیونکہ جس بات کو کثیر لوگ نہیں جانتے اسے قلیل لوگ ضرور جانتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں:

مطلق حلال اور حرام محض:

مطلق حلال وہ ہے جس کی ذات میں وہ صفات نہ ہوں جو اسے حرام کر دیں اور وہ ایسے اسباب سے خالی ہو جو اسے حرام یا مکروہ کی طرف لے جائیں۔ اس کی مثال بارش کا وہ پانی ہے کہ جسے کوئی انسان کسی کی ملک میں جانے سے پہلے اپنی زمین میں خواہ کسی مباح زمین میں کھڑا ہو کر حاصل کرلے اور حرام محض وہ ہے جس میں حرام کرنے والی ایسی صفت پائی جائے جس میں کوئی شک نہ ہو جیسے شراب میں صفتِ نشہ اور پیشاب میں نجاست پائی جاتی ہے یا وہ قطعی طور پر ممنوع سبب سے حاصل ہو جیسے ظلم، سود اور اس کی مثل اسباب سے حاصل کی جانے والی شے۔ یہ دونوں طرفیں (مطلق حلال اور حرام محض) بالکل ظاہر ہیں۔

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه، ۱/۳۳، الحدیث: ۵۲

مطلق حلال میں داخل حلال:

مطلق حلال میں وہ بھی داخل ہے جس کا حلال ہونا ثابت ہو مگر اس میں غیر کا احتمال ہو اور ایسا کوئی سبب نہ پایا جائے جو اس غیر پر دلالت کرتا ہو۔ مثلاً خشکی اور پانی کا جانور حلال ہے، لہٰذا اگر کسی نے ہرن پکڑا تو اس میں یہ احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کوئی شکاری اس کا مالک بن گیا ہو اور یہ اس سے بھاگ گیا ہو۔ یوں ہی مچھلی کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ شکاری کے ہاتھ یا جال میں آنے کے بعد پھسل گئی ہو۔ اس طرح کا احتمال بارش کے پانی میں نہیں ہوتا جبکہ اسے فضا میں سے ہی براہ راست حاصل کیا گیا ہو لیکن یہ شکار بارش کے پانی کے حکم میں ہے اور اس سے بچنا صرف وسوسے کی بنیاد پر ہے اور ہم اس فن کا نام وَرَعُ الْمُوَسْوَسِیْن یعنی وسوسہ والوں کا تقویٰ رکھتے ہیں اور یہ اس لئے کہ یہ محض وہم ہوتا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ اگر اس پر کوئی دلیل پائی جائے تو اگر وہ دلیل قطعی ہو جیسا کہ اگر ہرن کے کان میں مثل حلقہ کے کوئی چھلّا یا کڑا پایا جائے یا مچھلی میں سوراخ ہو یا پھر وہ دلیل قابل احتمال ہو جیسا کہ اگر ہرن کو زخمی حالت میں پایا گیا تو اس میں احتمال ہے کہ وہ داغا گیا ہوگا اور کوئی اسے پکڑ لینے کے بعد ہی ایسا کر سکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ زخمی ہو گیا ہو پس یہ تقویٰ کا مقام ہے اور اگر احتمال کی دلیل کا ہر اعتبار سے خاتمہ ہو جائے تو وہ اس احتمال کی طرح ہو جائے گا جو فی نفسہٖ معدوم ہو۔

اسی قسم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے عاریتاً مکان لے اور مالک مکان کہیں چلا جائے تو مکان لینے والا گھر سے نکل کر کہنے لگے: "شاید اس کا انتقال ہو گیا ہے اور وارثین کا حق اس مکان سے وابستہ ہو گیا۔" یہ محض وہم رہے گا جب تک اس شخص کی موت پر پختہ یا مشکوک دلیل نہ ہو کیونکہ ممنوعہ شبہ وہ ہے جو محض شک سے پیدا ہوا ہو اور شک نام ہے ان دو عقیدوں کا جو ایک دوسرے کے مخالف ہوں اور دو الگ الگ سببوں سے پیدا ہوئے ہوں، لہٰذا جس کا کوئی سبب نہیں ہوگا اس کا عقیدہ بھی دل میں ثابت نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنے مقابل عقیدے کے برابر ہو کر شک قرار پائے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جسے شک ہوا کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو وہ تین کو اختیار کرے

کیونکہ اصل زیادہ نہ ہونا ہے۔ اگر کسی انسان سے پوچھا جائے کہ آج سے دس سال پہلے تم نے جو ظہر پڑھی تھی وہ تین رکعتیں تھیں یا چار؟ تو وہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ اس نے چار رکعات پڑھی تھیں اور جب وہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا تو یہ بھی ممکن ہے کہ تین پڑھی ہوں مگر یہ امکان شک نہیں ہو گا کیونکہ یہاں کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو تین کے اعتقاد کو لازم کر رہا ہو۔ پس تمہیں شک کی حقیقت کو سمجھنا چاہئے تاکہ شک، وہم اور امکان بلا دلیل کے ساتھ مشتبہ نہ ہو جائے۔ الغرض یہ قسم بھی مطلق حلال میں داخل ہے۔

حرام محض میں داخل حرام:

حرام محض کے ساتھ وہ ملے گا جس کا حرام ہونا ثابت ہو اگرچہ کسی حلال کا بھی احتمال ہو لیکن اس پر کوئی سبب دلالت نہ کر رہا ہو جیسے کسی شخص کے پاس اس کے ایسے مُورِث کا کھانا ہو جس کا اس کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور وہ مورث غائب ہو جائے تو وارث کہے کہ "شاید وہ مر گیا ہے اور ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی ہے۔" اور کھانا کھالے تو ایسا کرنا حرام محض کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ ایسے احتمال کی کوئی بنیاد نہیں، لہٰذا اس قسم کی باتوں کو شبہات کی اقسام میں شمار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ شبہ سے مراد تو وہ ہوتا ہے جس کا معاملہ ہم پر مشتبہ ہو جائے، یوں کہ ہمارے لئے دو نظریے ٹکرا جائیں جو ایسے دو سببوں سے پیدا ہوں جو دو الگ الگ نظریوں کو چاہتے ہیں۔

شبہ کے چار مقامات

شبہ کا پہلا مقام اور اس کی چار اقسام:

حلال اور حرام کرنے والے سبب میں شک: یہ شک دو طرح سے ہو سکتا ہے: (۱)...دونوں احتمال برابر ہوں گے (۲)...یا ایک دوسرے پر غالب ہو گا۔ اگر دونوں احتمال برابر ہوں تو حکم استصحاب[1] کے مطابق ہو گا اور شک کی بنا پر ترک نہیں کیا جائے گا اور اگر ایک احتمال دوسرے پر غالب ہو اس طرح کہ اس کا غلبہ معتبر

1...وہ حکم جو گزشتہ زمانے میں ثابت تھا موجودہ یا آئندہ زمانہ میں بھی اسے موجود ماننا استصحاب کہلاتا ہے، احناف کے نزدیک یہ حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے۔ (کشف الاسرار، ۳/ ۴۵۴، دار الکتب العلمیة)

دلالت سے ثابت ہو تو جو احتمال غالب ہو گا وہی حکم ہو گا اور اس بات کو مثالوں اور شواہد ہی سے واضح کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ہم انہیں چار اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلی قسم:

اس کی حرمت پہلے سے معلوم ہو پھر اسے حلال کرنے والے سبب میں شک واقع ہو جائے تو یہ ایسا شبہ ہے جس سے بچنا واجب ہے اور اس پر عمل حرام ہے۔ جیسے کوئی شخص شکار کو تیر مارے اور وہ زخمی ہو کر پانی میں گر جائے پھر اسے مردہ حالت میں ملے اور پتا نہ چلے کہ شکار ڈوبنے کی وجہ سے مرا ہے یا زخمی ہونے سے تو یہ حرام ہے کیونکہ اصل حرام ہونا ہے۔ مگر اس وقت حرام نہ ہو گا جب حلال طریقے پر مرے۔ اگر اس خاص طریقے میں شک واقع ہو تو یقین کو چھوڑ کر شک پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ جیسے طہارتوں، نجاستوں اور نماز کی رکعتوں وغیرہ کا معاملہ ہے (کہ ان میں یقین کو چھوڑ کر شک پر عمل نہیں کیا جاتا) اور حضور سیِّدِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حضرت سیِّدُنا عدی بن حاتم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ فرمانا: ''لَاتَاْکُلْهُ فَلَعَلَّهٗ قَتَلَهٗ غَيْرُ كَلْبِكَ یعنی اسے نہ کھاؤ ہو سکتا ہے کہ اسے تمہارے کتے کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہو۔''[1] اسی پر محمول کیا جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اگر بارگاہِ رسالت میں کوئی پوشیدہ حال چیز پیش کی جاتی یعنی معلوم نہ ہوتا کہ صدقہ ہے یا ہدیہ تو اس کے بارے میں استفسار فرماتے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کیا ہے؟[2]

مروی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک رات حالتِ اضطراب میں گزاری تو امہات المؤمنین میں سے کسی نے عرض کی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ حالتِ اضطراب میں رہے؟'' ارشاد فرمایا: ہاں! مجھے ایک کھجور ملی تھی اور مجھے خوف ہے کہ وہ صدقہ نہ ہو۔''[3]

---

1. ...سنن النسائی، کتاب الصید و الذبائح، باب الکلب یاکل من الصید، الحدیث: ۴۲۸۰، ص ۶۹۷
2. ...سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ لاتحل للنبی، الحدیث: ۲۶۱۰، ص ۴۳۰
3. ...صحیح البخاری، کتاب فی اللقطۃ، باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق، ۲/ ۱۲۲، الحدیث: ۲۴۳۲، باختصار و تغیر

ایک روایت میں ہے کہ "میں نے ایک کھجور کھالی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔"[1]

نیز اسی سے متعلق ایک صحابی (حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن حسنہ) رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے حدیث مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ سفر میں تھے۔ ہمیں بھوک محسوس ہوئی تو ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں گوہ بکثرت پائی جاتی تھی۔ ابھی وہ ہانڈیوں میں پک رہی تھیں کہ رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بنی اسرائیل میں سے ایک اُمت مسخ کردی گئی تھی (یعنی ان کی شکل وصورت بگاڑدی گئی تھی) مجھے ڈر ہے کہ یہ گوہ وہی قوم نہ ہو۔" چنانچہ، ہم نے ہانڈیاں الٹ دیں۔[2] پھر اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بتادیا کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کوئی ایسی مخلوق مسخ نہیں فرمائی جس کی نسل باقی رکھی ہو۔"[3] حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پہلے منع فرمانا اس لئے تھا کہ اشیاء میں اصل حلال نہ ہونا ہے[4] اور اس بارے میں شک تھا کہ ذبح کرنا اسے حلال کرے گا یا نہیں۔

دوسری قسم:

اس کا حلال ہونا معلوم ہو مگر حرام کرنے والے سبب میں شک ہو۔ اس میں اصل حلت کا حکم رہے گا جیسا کہ دو مردوں نے دو عورتوں سے نکاح کیا۔ ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا تو ان میں سے ایک نے کہا: "اگر یہ کوا ہو تو میری بیوی کو طلاق۔" اور دوسرے نے کہا: "اگر یہ کوا نہ ہو تو میری بیوی کو طلاق۔" پرندے کا حال واضح نہ ہوا (یعنی پتا نہیں چلا کہ وہ کوا تھا یا نہ تھا) تو ان دونوں میں سے کسی کی عورت پر بھی حرام ہونے (یعنی طلاق) کا حکم

---

1 ... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/ ۶۰۶، حدیث: ۶۷۳۲

2 ... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن حسنة، ۶/ ۲۲۷، الحدیث: ۱۷۷۷۴

صحیح ابن حبان، کتاب الاطعمة، باب مایجوز اکلہ ومالایجوز، ۷/ ۳۴۰، الحدیث: ۵۲۴۲

3 ... صحیح مسلم، کتاب القدر، باب بیان ان الآجال والارزاق ... الخ، الحدیث: ۲۶۶۳، ص ۱۴۳۱

4 ... یہ بعض علمائے کرام کا قول ہے جبکہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی، حضرت سیِّدُنا امام کرخی، متاخرین احناف، صاحبِ ہدایۃ اور مجدد اعظم سیِّدی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن کے نزدیک یہ ہے کہ "ہر چیز اصل میں مباح وجائز ہے جب تک کہ اس کے ناجائز یا حرام ہونے پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۳/ ۱۰۷۱)

نہیں لگایا جائے گا اور نہ ہی مردوں کے لئے عورتوں سے بچنا لازم ہو گا لیکن تقویٰ یہ ہے کہ ان سے بچیں اور طلاق دے دیں تا کہ وہ دوسروں کے لئے حلال ہو جائیں۔ حضرت سیِّدُنا فقیہ ابو عبداللہ مکحول شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی نے اس مسئلہ میں اجتناب کا حکم دیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عامر بن شراحیل شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فتویٰ دیا کہ "اگر دو مردوں میں جھگڑا ہو جائے اور ایک دوسرے سے کہے: "تو بڑا حاسد ہے۔" اور دوسرا کہے: " ہم میں سے جو بڑا حاسد ہے اس کی بیوی کو تین طلاق۔" پہلے نے کہا: "ٹھیک ہے۔" تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گا کہ زیادہ حسد کون کرتا ہے، لٰہذا دونوں مرد اپنی بیویوں سے اجتناب کریں۔"

اگر حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی اس اجتناب سے مراد ازرُوئے تقویٰ بچنا ہے تو صحیح ہے اور اگر انہوں نے حرمت مراد لی ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ پانیوں، نجاستوں، طہارتوں اور نمازوں کے معاملہ میں یہ مسئلہ ثابت ہے کہ یقین کو شک کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس مسئلہ میں بھی وہی حکم ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ان دونوں مسائل میں کیا مناسبت ہے؟ **جواب:** جان لیجئے کہ اس میں مناسبت کی ضرورت نہیں کیونکہ بعض صورتوں میں حکم مناسبت کے بغیر بھی لازم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ کبھی پانی کے پاک ہونے کا یقین ہوتا ہے پھر اس کے ناپاک ہونے میں شک ہو جاتا ہے تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور وضو جائز ہے تو اس کا پینا کیسے ناجائز ہو گا؟ اور جب اس کا پینا جائز قرار دیا گیا تو یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ "یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔"

مگر اس جگہ ایک باریک بات ہے کہ پانی کے مسئلہ کے موافق یہ مسئلہ ہے کہ اگر اس معاملے میں شک واقع ہو جائے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں؟ تو کہا جائے گا کہ اصل یہ ہے کہ اس نے طلاق نہیں دی جبکہ پرندے کے مسئلہ کے موافق یہ مسئلہ ہے کہ پانی کے دو برتنوں میں سے ایک کا ناپاک ہونا

ثابت ہو جائے لیکن معلوم نہ ہو کہ وہ کون سا ہے تو غور و فکر کئے بغیر کسی کا استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ یقینی نجاست کے مقابلے میں یقینی طہارت ہے۔ اس وجہ سے استصحابِ حال پر عمل درست نہ ہو گا۔ اسی طرح وہاں بھی دونوں بیویوں میں سے ایک پر طلاق کا واقع ہو جانا یقینی ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ کسے ہوئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پانی کے دو مختلف برتنوں کے مسئلہ میں شافعی حضرات کے تین مختلف اقوال ہیں: (۱)... کچھ حضرات کہتے ہیں: "غور و فکر کئے بغیر اس سے وضو کرنا جائز ہے۔" (۲)... بعض فرماتے ہیں: "یقینی طہارت کے مقابلے میں یقینی نجاست کے آجانے کے بعد بچنا واجب ہے اور غور و فکر فائدہ نہیں دے گا۔" (۳)... بعض شوافع فرماتے ہیں کہ "وہ غور و فکر کرے۔" اور یہی قول صحیح ہے۔

لیکن اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کی زینب اور عمرہ نامی دو بیویاں ہوں تو وہ اڑتے ہوئے پرندے کو دیکھ کر کہے: "اگر یہ کوا ہے تو زینب کو طلاق اور اگر کوا نہیں ہے تو عمرہ کو طلاق۔" تو اب سابقہ حالت کے پیش نظر اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی ایک سے جماع کرے اور نہ ہی اجتہاد (یعنی غور و فکر) جائز ہے کیونکہ اجتہاد کی یہاں کوئی دلیل موجود نہیں اور ہم مرد پر دونوں عورتوں کو حرام قرار دیں گے کیونکہ اگر وہ ان سے جماع کرے گا تو یقینی طور پر حرام کا مرتکب ہو گا اور اگر ان میں سے ایک سے ہم بستری کرے اور کہے کہ "میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔" تو وہ کسی ترجیح کے بغیر تعیُّن کرنے والا ہو گا۔

اس مسئلہ سے ایک اور دو آدمیوں کے حکم کے درمیان فرق معلوم ہو گیا کیونکہ ایک شخص پر حرمت ثابت ہے جبکہ دو افراد کے بارے میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک عورت کے اپنے اوپر حرام ہونے کے بارے میں شک کرتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر دو برتن دو افراد کے ہوں تو یہاں غور و فکر کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے برتن سے وضو کرنے کی اجازت ہونی چاہئے کیونکہ وہ اپنے برتن کی طہارت پر یقین رکھتے ہیں۔ شک تو ان

میں اب واقع ہوا ہے (کیونکہ آپ بیان کر چکے ہیں کہ دو برتن جب ایک شخص کے ہوں تو اس کے بارے میں وارد تین اقوال میں سے یہ قول درست ہے کہ ''وہ غور و فکر کرے۔'')

جواب: ہم کہتے ہیں کہ فقہ میں اس کا احتمال ہے مگر میرے خیال میں ممانعت زیادہ راجح ہے۔ اس مسئلہ میں افراد کا متعدد ہونا ایک فرد ہی کی طرح ہے کیونکہ وضو کے دُرست ہونے کے لئے پانی کا اپنی ملک میں ہونا شرط نہیں بلکہ حدث کو دور کرنے کے لئے دوسرے کے پانی سے وضو کر لینا بھی اپنی ملک کے پانی سے وضو کرنے کی طرح ہے، لہٰذا اپنے یا دوسرے کے پانی سے وضو کرنا ایک ہی بات ہے۔ بخلاف کسی اور کی بیوی سے جماع کرنے کے کیونکہ وہ حلال نہیں ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نجاستوں میں علامات کا عمل دخل ہے اور اس میں غور و فکر ممکن ہے جبکہ طلاق میں ایسا نہیں ہے تو استصحاب (یعنی گزشتہ حکم) کو (اب بھی ثابت ماننے کے لئے) کسی علامت کے ساتھ تقویت دینا ضروری ہے تاکہ اس سے یقینی نجاست کی قوت زائل ہو جائے جو یقینی طہارت کے مقابلے میں ہے۔ استصحاب اور ترجیحات کے ابواب فقہ کی گہرائیوں اور باریکیوں میں سے ہیں کتبِ فقہ میں ہم نے اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور یہاں ہمارا مقصد صرف ان قواعد کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

تیسری قسم:

اصل حرام ہو مگر اس پر کوئی ایسی چیز طاری ہو جائے جو غالب گمان کی وجہ سے اس کے حلال ہونے کو واجب کرتی ہو تو یہ ایسی قسم ہے جس میں شک ہے اور غالب یہی ہے کہ یہ حلال ہے۔ پس اس میں غور کیا جائے اگر غالب گمان کسی ایسے سبب کی وجہ سے ہے جو شرعاً معتبر ہے تو ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ وہ حلال ہے اور اس سے بچنا تقویٰ ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے شکار کی طرف تیر پھینکا اور شکار غائب ہو گیا پھر مردہ حالت میں ملا اور تیر کے علاوہ اس پر کسی زخم کا نشان نہیں مگر یہ احتمال ضرور ہے کہ وہ گر کر یا کسی اور وجہ سے مرا ہو۔ اب

اگر اس پر کسی چوٹ یا زخم کے نشان ہوں تو یہ پہلی قسم کے ساتھ مل جائے گا[1] اور اگر اس پر کوئی اور نشان نہ ہو تو اس میں حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے اقوال مختلف ہیں مگر راجح یہی ہے کہ وہ شکار حلال ہے کیونکہ زخمی ہونا ظاہری سبب ہے اور ثابت شدہ ہے اور اصل یہ ہے کہ اس پر کوئی دوسری بات طاری نہیں ہوئی، لہٰذا اس کا طاری ہونا مشکوک ہوا اور یقین کو شک کی وجہ سے زائل نہیں کیا جا سکتا۔

سوال:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''کُلْ مَا اَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَیْتَ یعنی (شکار کیا گیا) جو جانور تمہارے سامنے مرے اسے کھاؤ اور جو تم سے غائب ہو جائے اسے چھوڑ دو۔''[2] اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں خرگوش لے کر حاضر ہوا اور عرض کی: ''اسے میں نے مارا ہے میں اس میں اپنے تیر کو پہچانتا ہوں۔'' تو میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَصْمَیْتَ اَوْ اَنْمَیْتَ یعنی یہ تمہارے سامنے مرا ہے یا غائب ہو گیا تھا؟'' عرض کی: ''غائب ہو گیا تھا۔'' ارشاد فرمایا: ''رات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے، اس کا اندازہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، ہو سکتا ہے کہ اس کے قتل پر کسی اور شے نے مدد کی ہو۔''[3] یوں ہی حضور نبیِّ اکرم، شفیعِ معظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سکھائے ہوئے شکاری کتے کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''وَاِنْ اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِہٖ یعنی اگر وہ شکار میں سے کھالے تو تُو مت کھا مجھے اندیشہ ہے کہ اس نے اسے اپنے ہی لئے پکڑا ہو۔''[4] اور غالب یہی ہے کہ سکھایا ہوا

---

1. ...پہلی قسم یہ ہے کہ اس کی حرمت پہلے سے معلوم ہو پھر اسے حلال کرنے والے سبب میں شک واقع ہو جائے تو یہ ایسا شبہ ہے جس سے بچنا واجب ہے اور اس پر عمل حرام ہے۔
2. ...المعجم الکبیر، ۱۲/۲۲، الحدیث: ۱۲۳۷۰
3. ...مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصید، باب الرجل یرمی الصید... الخ، ۴/۶۱۳، الحدیث: ۱، عن ابی رزین
4. ...صحیح مسلم، کتاب الصید، باب الصید بالکلاب المعلمۃ، الحدیث: ۱۹۲۹، ص ۱۰۶۵

کتا اپنی عادت نہیں بھولتا اور شکار کو اپنے مالک ہی کے لئے پکڑتا ہے۔ اس کے باوجود پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں منع فرمایا اور تحقیق یہ ہے کہ حلت اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے جب سبب مکمل ہو جائے اور سبب کی تکمیل یہ ہے کہ وہ موت کی طرف اس طرح لے جائے کہ دوسری بات اس پر طاری نہ ہوتی ہو حالانکہ اس میں شک کیا گیا ہے اور یہ شک سبب کے پورا ہونے میں ہے اور یہ بات مشتبہ ہو گئی ہے کہ اس کی موت حلت پر ہے یا حرمت پر؟ تو جس کی موت اسی وقت حلت پر ہوئی پھر اس میں شک واقع ہوا اس کی وجہ سے جو اس پر طاری ہوئی تو وہ اس حکم میں نہیں ہے۔

(سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ ایسا شکار حلال ہے جبکہ ان روایات میں ممانعت ہے؟)

جواب:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا منع فرمانا تقویٰ اور کراہتِ تنزیہی پر محمول ہے اور اس کی دلیل مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالی ہے: ”كُلْ مِنْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْكَ مَا لَمْ تَجِدْ فِيْهِ اَثَرًا غَيْرَ سَهْمِكَ یعنی اسے کھاؤ اگرچہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جائے جب تک اس میں اپنے تیر کے علاوہ کوئی اور زخم نہ دیکھ لو۔“[1] یہ اسی بات پر آگاہ کرنا ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ اگر اس میں کوئی دوسرا زخم پائے تو ظن کے تعارض کی وجہ سے دونوں سببوں میں تعارض واقع ہو جائے گا اور اگر اس کے زخم کے علاوہ کوئی اور زخم نہ ہو تو ظن غالب حاصل ہو جائے گا اور استصحاب کے مطابق حکم لگایا جائے گا (یعنی پہلی حالت پر باقی رکھا جائے گا) جیسا کہ خبر واحد، قیاسِ ظنی اور عام ظنیات وغیرہ کے وقت استصحاب پر حکم لگایا جاتا ہے۔

سائل کا یہ کہنا کہ شکار فوراً مر جائے تو اس کی موت حلت پر ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا سبب میں شک واقع ہو گیا تو ایسا نہیں ہے بلکہ سبب ثابت ہے کیونکہ زخم ہونا موت کا سبب ہے کسی دوسری چیز کے طاری ہونے میں

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الصید، باب الصید بالکلاب المعلمة، الحدیث: ۶ (۱۹۲۹)، ص ۱۰۶۷، بتغیر قلیل

شک ہے اور اس مسئلے کے صحیح ہونے پر وہ اجماع دلالت کرتا ہے جو اس بات پر ہے کہ اگر کوئی شخص زخمی ہوا پھر غائب ہو گیا اور مردہ حالت میں ملا تو اسے زخمی کرنے والے پر قِصاص واجب ہے بلکہ اگر وہ شخص غائب نہ بھی ہو تو پھر بھی یہ احتمال موجود ہے کہ وہ کسی اندرونی بیماری کی وجہ سے مرا ہو جیسا کہ انسان اچانک مر جاتا ہے تو ہونا تو یہ چاہئے کہ قصاص صرف گردن کٹنے یا ایسے زخم کی وجہ سے ہو جو جلدی اثر کرتا ہے کیونکہ باطنی مُہلک اسباب سے امن نہیں ہے اور انہی کی وجہ سے تندرست انسان اچانک مر جاتا ہے اور باوجود یہ کہ قِصاص کی بنیاد شبہ پر ہو اُس بات (یعنی قصاص واجب نہ ہونے) کا کوئی بھی قائل نہیں۔

یوں ہی ذبح کیے ہوئے جانور کے پیٹ سے نکلنے والا بچہ حلال ہے حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ اصل (یعنی ماں) کو ذبح کرنے سے پہلے ہی مر گیا ہو نہ کہ اسے ذبح کرنے کی وجہ سے یا اس میں روح ہی نہ پھونکی گئی ہو (یعنی جان نہ پڑی ہو) اور (کسی جرم وخطا کے سبب) پیٹ میں مر جانے والے بچے کا تاوان واجب ہے، حالانکہ یہ ممکن ہے کہ اس میں جان نہ پڑی ہو یا اس جرم وخطا سے پہلے کسی اور وجہ سے مر گیا ہو مگر ان تمام مسائل کی بنیاد ظاہری اسباب پر ہے، اس لئے کہ اس میں دوسرا احتمال جب تک کسی معتبر دلیل سے ثابت نہ ہو تو یہ وہم اور وسوسے کے ساتھ مل جائے گا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

جہاں تک اس فرمانِ مصطفٰے کا تعلق ہے کہ "اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِہٖ یعنی مجھے اندیشہ ہے کہ اس نے اسے اپنے ہی لئے پکڑا ہو۔"[1] تو اس میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے دو قول ہیں اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ سبب میں تعارض ہے۔ اس لئے کہ سکھایا ہوا کتا آلہ اور وکیل کی طرح ہے کہ اپنے مالک کے لئے پکڑتا ہے تو وہ حلال ہو جاتا ہے اور اگر وہ کتا مالک کے کہنے کے بغیر چلا جائے اور پکڑ لے تو وہ شکار مالک کے لئے حلال نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے اپنے لئے شکار کیا ہو، لہٰذا جب کتا مالک کے اشارے سے چلا جاتا ہے پھر پکڑ کر کھالیتا ہے تو شروع میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مالک کے لئے آلہ کی طرح ہے اور اس

---

[1]...صحیح مسلم، کتاب الصید، باب الصید بالکلاب المعلمة، الحدیث: ۱۹۲۹، ص ۱۰۶۵

کے وکیل اور نائب کی حیثیت سے کوشش کر رہا ہے پھر جب وہ کھانا شروع کر دیتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ اس نے اپنے لئے شکار کیا تھا، مالک کے لئے نہیں۔ پس دلالت کرنے والے سبب میں تعارض آگیا تو احتمال بھی متعارض ہو گیا اور اصل حرمت ہے تو استصحابِ حال پر حکم لگایا جائے گا اور حرمت شک کی وجہ سے زائل نہیں ہو گی۔

یہ مسئلہ اسی طرح ہے کہ ایک شخص نے کسی کو وکیل بنایا کہ میرے لئے لونڈی خریدو تو اس نے خرید لی مگر یہ بات ظاہر کرنے سے پہلے مر گیا کہ آیا وہ لونڈی اس نے اپنے لئے خریدی ہے یا اس شخص کے لئے جس نے اسے وکیل بنایا تھا۔ اس صورت میں وکیل بنانے والے کو اس لونڈی سے جماع کرنا حلال نہیں کیونکہ وکیل اپنے لئے یا مُوَکِّل دونوں کے لئے لونڈی خریدنے میں بااختیار اور قادر ہے اور یہاں ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہیں اور اصل حرمت ہے، لہٰذا اسے پہلی قسم کے ساتھ ملایا جائے گا نہ کہ تیسری کے ساتھ۔

چوتھی قسم:

چوتھی قسم یہ ہے کہ حلال ہونا معلوم ہو مگر اُس پر غلبہ ظن کے لئے شرعاً معتبر سبب کے ذریعے حرام کرنے والی بات کے طاری ہونے کا گمان غالب ہو جائے تو استصحاب اٹھ جائے گا اور حرام ہونے کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ ہم پر یہ بات ظاہر ہو چکی کہ استصحاب ضعیف ہے اور غالب گمان کی وجہ سے اس کا حکم باقی نہیں رہتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کا غور و فکر پانی کے دو برتنوں میں سے ایک کی نجاست کی طرف لے جائے ایک مُعَیَّن دلیل پر اعتماد کرتے ہوئے جو غالب گمان کو واجب کرتی ہے تو اس کا پینا حرام ہو گا جیسے اس سے وضو کرنا ممنوع ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کہے: اگر زید عمرو کو تنہا قتل کرے یا زید تنہا شکار کو مارے تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ چنانچہ، اس نے اُسے زخمی کر دیا اور وہ غائب ہو گیا پھر مردہ حالت میں ملا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس نے شکار کو تنہا مارا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا: ''اگر کسی نے حوض میں ایسا پانی پایا جس کی حالت متغیر تھی تو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنے کی وجہ سے بدبُو پیدا ہو گئی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ

نجاست پڑنے کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہو پھر بھی اُسے استعمال کر سکتا ہے اور اگر اس نے دیکھا کہ ہرن نے اس میں پیشاب کیا ہے پھر پانی میں تبدیلی دیکھی اور یہ احتمال ہے کہ پیشاب کی وجہ سے آئی ہے یا زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے تو اس کو استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ پیشاب جو دیکھا گیا ایسی دلیل ہے جو نجاست کے احتمال کو غالب کرتی ہے اور یہ ہمارے بیان کردہ کی مثال ہے اور یہ اس غالب گمان کی صورت ہے جس کو ایسی علامت کی طرف منسوب کیا جائے جو کسی عین شے کے متعلق ہو۔

البتہ! غالب گمان جو ایسی علامت کی طرف منسوب نہ ہو جو کسی عین شے کے متعلق ہو تو اس میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے اقوال میں اختلاف ہے کہ آیا اصل حلت اس سے زائل ہو جائے گی یا نہیں کیونکہ مشرکین اور عادی شرابی کے برتنوں سے وضو کرنے اور کُھدی ہوئی قبروں اور راستے کے کیچڑ میں نماز پڑھنے کے بارے میں ان کے اقوال مختلف ہیں اور کیچڑ سے مراد اتنی مقدار ہے جس سے بچنا مشکل ہو۔

شافعی علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں کہ جب اصل اور غالب میں تعارض ہو تو اعتبار کس کا ہو گا؟ اور یہ قاعدہ عادی شرابی اور مشرکین کے برتنوں سے پینے کے حلال ہونے میں جاری ہو گا کیونکہ نجس کا پینا حلال نہیں ہے تو نجاست اور حلت (یعنی حلال ہونے کا) ماخذ ایک ہے اور ان میں سے ایک میں تردد دُوسرے میں تردد کو ثابت کرتا ہے اور مختار یہ ہے کہ اعتبار اصل کا ہے اور اگر علامت کا تعلق شے کی ذات سے نہ ہو تو اصل کا ارتفاع ثابت نہ ہو گا۔ عنقریب اس کا بیان دلیل کے ساتھ شبہ کے دوسرے مقام میں آئے گا اور وہ حلال و حرام کے اختلاط کا شبہ ہے۔ اس سے اس حلال کا حکم بھی واضح ہو گیا جس میں کسی سببِ مُحرِّم کے طاری ہونے کا شک یا ظنِ غالب ہو اور اس حرام کا حکم بھی ظاہر ہو گیا جس میں کسی حلال کرنے والی بات کے طاری ہونے کا شک یا ظنِ غالب ہو۔ نیز یوں ہی عین شے میں موجود علامت کی طرف منسوب ظن اور غیر منسوب ظن میں فرق ظاہر ہو گیا۔

ان چاروں اقسام میں جن کے بارے میں ہم نے حلال ہونے کا حکم لگایا وہ پہلے درجے کی حلال ہیں اور

احتیاط ترک کرنے میں ہے، لہٰذا ان پر عمل کرنے والا صالحین اور متّقین کے زُمرے میں نہیں آئے گا بلکہ اُن عادل لوگوں میں سے ہو گا جو شرعی فتویٰ کی رُو سے نہ تو فاسق ہیں اور نہ ہی گناہ گار اور نہ ہی اُخروی سزا کے مستحق۔ البتہ! جسے ہم نے وسوسوں کے ساتھ ملایا ہے اُس سے بچنا تقویٰ میں ہر گز داخل نہیں۔

شبہ کا دوسرا مقام:

شبہ کا دوسرا مقام یہ ہے کہ حلال اور حرام کے اختلاط (یعنی باہم مل جانے) سے شک پیدا ہو جائے اور معاملہ مشتبہ ہو جائے اور دونوں جدا نہ ہو سکیں تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱)...دونوں طرف سے تعداد اتنی زیادہ ہو کہ شمار نہ ہو سکے (۲)...کسی ایک طرف کی تعداد شمار نہ ہو سکے (۳)...دونوں طرف کی تعداد قابل شمار ہو۔

اختلاط کی تیسری صورت کی پھر دو اقسام ہیں: (۱)...اختلاط ایسا گڈ مڈ ہو جائے کہ اشیاء کو اشارے کے ساتھ جدا نہ کیا جا سکے جیسا کہ مائعات (بہنے والی چیزوں) کا باہم مل جانا۔ (۲)...اختلاط مبہم ہو مگر باہم ملنے والی اشیاء کو اشارے کے ساتھ جدا کیا جا سکے جیسے غلاموں، مکانوں اور گھوڑوں کا آپس میں مل جانا۔

دوسری قسم کی پھر دو صورتیں ہیں: (۱)...باہم مل جانے والی اشیاء سے ان کی ذات مقصود ہو جیسے سامان، اسباب۔ (۲)...ان اشیاء سے ذات مقصود نہ ہو جیسے رائج الوقت نقدی۔

دوسرے مقام کی تین قسمیں:

مذکورہ تقسیم سے تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں: (۱)...کوئی مخصوص چیز قابل شمار اشیاء میں مل جائے (۲)...قابل شمار حرام چیز نا قابل شمار حلال چیز میں مل جائے اور (۳)...نا قابل شمار حرام چیز نا قابل شمار حلال چیز میں مل جائے۔

پہلی قسم:

کوئی مخصوص چیز قابل شمار اشیاء میں مل جائے جیسے کوئی مردار کسی ذبح شدہ ایک بکری یا دس بکریوں میں مل جائے یا رضاعی بہن دس نامحرم عورتوں میں مل جائے یا دو بہنوں میں سے ایک سے نکاح کیا پھر شبہ ہو گیا (کہ

دونوں میں سے کس سے نکاح کیا ہے؟) تو ان شبہات سے بچنا بالاجماع لازم ہے کیونکہ اس میں غور و فکر اور علامات کا کوئی دخل نہیں، پھر جب اختلاط قابل شمار عدد میں ہوا ہے تو تمام اشیاء ایک شے کی طرح ہو جائیں گی کیونکہ یقینی حرمت یقینی حلت کے مقابل آگئی ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ پہلے حِلّت ثابت ہو پھر حرام کے ساتھ اختلاط ہو جائے جیسے کہ پرندے کے مسئلے میں اس نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک پر طلاق واقع کی یا حلت ثابت ہونے سے قبل حرام کے ساتھ اختلاط ہو جیسا کہ کسی اجنبیہ کے ساتھ رضاعی بہن کا اختلاط ہو گیا اور اب وہ ایک کو حلال کرنا چاہتا ہے اور اس میں حُرمت کے طاری ہونے میں شک واقع ہو گیا جیسا کہ دو میں سے ایک بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ ہے جیسا کہ استصحاب کے لحاظ سے گزر چکا ہے اور ہم نے وہاں اس کے جواب پر متنبہ بھی کر دیا تھا کہ یقینی حرمت یقینی حلت کے مقابلے میں آگئی اور استصحاب ضعیف ہو گیا اور شریعت کی نظر میں خطرہ کی جانب زیادہ غالب ہوتی ہے، لہٰذا یقینی حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب قابل شمار حلال قابل شمار حرام میں مل جائے اور اگر قابل شمار حلال ناقابل شمار حرام میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اجتناب کا وجوب اولیٰ ہو گا۔

دوسری قسم:

دوسری قسم یہ ہے کہ قابل شمار حرام ناقابل شمار حلال میں مل جائے جیسے ایک یا دس دودھ شریک بہنیں کسی بڑے شہر کی عورتوں میں مل کر مشتبہ ہو جائیں تو اس وجہ سے تمام شہر کی عورتوں سے نکاح کرنے سے بچنا لازم نہیں آئے گا بلکہ اس کے لئے جائز ہے کہ ان میں سے جس سے چاہے نکاح کرے اور یہ جائز نہیں کہ یہاں کثرتِ حلال کو جائز ہونے کی علّت بنایا جائے کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ "اگر ایک ایسی عورت جس سے نکاح حرام ہو اس کا نو حلال عورتوں سے اختلاط ہو جائے تو سبھی سے نکاح جائز ہو گا۔" حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں بلکہ علّت غلبہ اور حاجت دونوں ہیں کیونکہ جس کا کوئی رضاعی یا قریبی یا مصاہرت وغیرہ اسباب سے بننے والا محرَم گُم ہو جائے تو اس پر نکاح کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کرنا ممکن نہیں ہے۔

یوں ہی جسے معلوم ہو کہ دنیا میں پایا جانے والا مال حرام کی آمیزش سے قطعاً خالی نہیں ہے تو اس کے لئے خرید و فروخت اور کھانا چھوڑ دینا ضروری نہیں کیونکہ اس سے حرج لازم آئے گا اور دین میں کوئی حرج (یعنی تنگی) نہیں اور اس کا پتا یوں چلتا ہے کہ جب حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ اقدس میں ایک ڈھال چوری ہو گئی[1] اور کسی نے خیانت کرتے ہوئے مالِ غنیمت میں سے ایک عبا لے لی[2] تو اُس وقت دنیا میں کوئی بھی ڈھال اور عبا خریدنے سے نہیں رکا۔ یہی معاملہ کسی شے کے چوری ہونے کا تھا اور اسی طرح یہ بھی معلوم تھا کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو درہم و دینار میں سودی لین دین کرتے ہیں مگر حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے درہم و دینار کو بالکل ترک نہیں کیا[3] (بلکہ ان سے کاروبار کرتے رہے) الغرض دنیا حرام سے اسی صورت میں پاک ہو سکتی ہے جب تمام مخلوق گناہ چھوڑ دے اور یہ محال ہے، لہٰذا ایسا اجتناب جب "دنیا" میں شرط نہیں تو کسی ایک شہر میں بدرجۂ اولیٰ شرط نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ! ایسا اختلاط قابل شمار تعداد میں ہو تو بچنے میں حرج نہیں اور اس دوسری قسم میں اجتناب کرنا (بچنا) انہی لوگوں کا تقویٰ ہو سکتا ہے جنہیں وسوسے آتے ہوں کیونکہ ایسا اجتناب کرنا حضور سیِّدِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے منقول نہیں اور نہ ہی ایسا کرنا کسی قوم اور کسی زمانے میں ممکن ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

تمام اعداد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں قابل شمار ہیں تو پھر قابل شمار عدد کی حد سے کیا مراد ہے اور اگر کوئی شخص شہر کے تمام لوگوں کو شمار کرنا چاہے تو ممکنہ صورت میں کر سکتا ہے؟ تو جان لیجئے کہ ایسے امور کی حد بندی

---

1. ...صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقة ونصابها، الحدیث: ۱۶۸۶، ص ۹۲۶
2. ...صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب القلیل من الغلول، ۲/ ۳۳۲، الحدیث: ۳۰۷۴
   صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول... الخ، الحدیث: ۱۱۴، ص ۷۱
3. ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۶۴۲، الحدیث: ۲۷۲۴

فقط اندازے سے ہی ہوتی ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ تعداد جو کسی جگہ جمع ہو اور دیکھنے والے کے لئے فقط دیکھنے سے ان کو شمار کرنا مشکل ہو جیسے ایک ہزار اور دو ہزار وغیرہ تو وہ تعداد غیر محصور شمار ہوگی اور جس کو شمار کرنا آسان ہو جیسے 10 یا 20 وغیرہ تو وہ تعداد محصور ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہو وہ متشابہ ہے جسے ظن کے ذریعے دونوں میں سے ایک کے ساتھ ملایا جائے گا (یعنی کبھی محصور کے ساتھ تو کبھی غیر محصور کے ساتھ) اور جن میں شک واقع ہو جائے تو اپنے دل سے فتویٰ لے کیونکہ گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور ایسی ہی صورت کے بارے میں حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا وابصہ بن مَعْبَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا تھا: ''اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنِ افْتَوْكَ وَ افْتَوْكَ وَ افْتَوْكَ یعنی اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں۔''[1]

یوں ہی وہ چاروں اقسام جنہیں ہم نے شبہ کے مقامِ اوّل میں ذکر کیا ہے ان میں سے کچھ اطراف ایک دوسرے کے مقابل نفی و اثبات میں واضح ہیں اور کچھ درمیانی مُتَشابِہات ہیں اور مفتی ظن پر فتویٰ دے گا جبکہ مستفتی (فتویٰ لینے والے) کو چاہئے کہ دل سے فتویٰ لے، لہٰذا اگر دل میں کھٹکنے کے باوجود عمل کیا تو وہ اپنے نزدیک اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں گناہ گار ٹھہرے گا اور آخرت میں مفتی کا فتویٰ نجات نہیں دلائے گا کیونکہ مفتی تو ظاہر کے مطابق فتویٰ دیتا ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ باطنی حالات اور دل کے بھیدوں سے باخبر ہے۔

تیسری قسم:

تیسری قسم یہ ہے کہ ناقابلِ شمار حرام ناقابلِ شمار حلال میں مل جائے جیسا کہ ہمارے زمانہ کے اموال ہیں۔ احکام کو صورتوں سے اخذ کرنے والا گمان کرتا ہے کہ غیر محصور کی غیر محصور کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسی محصور کی محصور کے ساتھ نسبت ہے تو جس طرح ہم نے وہاں حُرمت کا حکم لگایا تھا تو یہاں بھی ہمیں حرمت کا حکم لگانا چاہئے مگر ہم جو اختیار کرتے ہیں وہ اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ اس اختلاط سے کوئی

---

[1]... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث وابصة بن معبد الاسدی، ۶/ ۲۹۳، الحدیث: ۱۸۰۲۸

مُعَیَّن چیز حرام نہیں ہوتی بلکہ وہ حلال اور حرام دونوں کا احتمال رکھتی ہے، سوائے یہ کہ اس معین شے کے ساتھ کوئی ایسی علامت ملی ہوئی ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ وہ معین شے حرام ہے اور اگر کسی معین شے میں کوئی ایسی علامت موجود نہ ہو جو اس کی حرمت پر دلالت کر رہی ہو تو اسے چھوڑ دینا تقویٰ اور استعمال کرنا حلال ہے اور اس کا کھانے والا فاسق نہیں کہلائے گا۔ اس کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ چیز ظالم حکمران کے ذریعے سے پہنچی ہو۔ مزید علامات عنقریب بیان کی جائیں گی۔

تیسری قسم کے حکم پر دلائل:

تیسری قسم کا یہ جو حکم بیان کیا گیا ہے اس پر روایات وآثار اور قیاس دلالت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ زمانۂ نبوی میں اور پھر خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن کے دور میں شراب کی قیمتیں اور ذمّیوں سے حاصل ہونے والے سودی دراہم عام اموال میں مل جاتے تھے۔ یہی حال عام مالوں اور مالِ غنیمت میں خیانت کا تھا۔ جس وقت حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سود سے منع کرکے ارشاد فرمایا تھا کہ "اَوَّلُ رِبًا اَضَعُہُ رِبَا العَبَّاسِ یعنی پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں وہ حضرت عباس بن عبدُ المُطَّلِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا سود ہے۔"[1] اس وقت سے تمام لوگوں نے سود کا لین دین، شراب پینا اور تمام گناہوں کو بالکل نہیں چھوڑ دیا تھا حتی کہ کسی صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شراب فروخت کی تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "فلاں شخص پر لعنت ہو[2]، وہ پہلا ہے جس نے شراب بیچنے کو رواج دیا۔" ان کے شراب فروخت کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے شراب کی حرمت سے اس کی قیمت کا حرام ہونا نہیں سمجھا تھا۔

یوں ہی پیارے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ فُلَانًا یُجَرُّ فِی النَّارِ عَبَاءَۃً قَدْ

---

❶...صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، الحدیث: ۱۲۱۸، ص ۶۳۶

سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی، ۲/ ۲۶۸، الحدیث: ۱۹۰۵

❷... یہاں لعنت کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ صرف خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے سختی میں زیادتی ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۵۲۱)

غَلَّھَا یعنی فلاں شخص دوزخ میں ایک چادر گھسیٹ رہا ہے جسے اس نے (مسلمانوں کے مال غنیمت سے) خیانت کر کے لیا تھا۔“[1] ایسے ہی کسی غزوہ میں ایک شخص قتل ہوا تو اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو اس میں سے یہودیوں کی مہروں میں سے ایک مہر نکلی جو دو درہم کی بھی نہ تھی اور اس نے وہ خیانت کر کے لی تھی۔[2] اسی طرح صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے ظالم حکمرانوں کا زمانہ پایا مگر کوئی بھی مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں لوٹ مار کی وجہ سے بازار میں خرید وفروخت سے نہ رکا حالانکہ یزید پلید عَلَیْہِ مِنَ اللہِ مَا یَسْتَحِقُّہٗ کے کارندوں نے تین دن تک مدینہ شریف زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کو لوٹا تھا (اَلْعِیَاذُ بِاللہ) اور جو ایسے اموال سے بچتا رہا تقویٰ میں اس کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا مگر اکثر لوگ اختلاط اور لوٹے ہوئے مال کی کثرت کے باوجود ظلم کے دنوں میں خرید وفروخت سے نہ رکے۔

اسلاف کی مخالفت پاگل پن ہے:

جو شخص خود پر ایسی بات لازم کرے جو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے واجب نہ کی اور یہ گمان کرے کہ اس نے شریعت کی وہ بات سمجھ لی جو اَسلاف کو سمجھ نہیں آئی تھی تو ایسا شخص وہمی اور پاگل ہے اور اگر ایسی باتوں میں اسلاف سے بڑھ جانے کو جائز قرار دیا جائے تو وہ مسائل جن میں اسلاف کے اجماع واتفاق کے علاوہ کوئی سند نہیں ان میں بھی مخالفت جائز ٹھہرے گی۔ جیسے اس بات پر اسلاف کا اجماع ہے کہ دادی کا حکم حرمت میں ماں کی طرح ہے اور پوتا بیٹے کی طرح ہے اور خنزیر کے بال اور اس کی چربی کا حکم اس کے گوشت کی طرح ہے کہ اس کے گوشت کی حرمت قرآن مجید میں آئی ہے اور سود چھ چیزوں کے علاوہ میں بھی جاری ہو گا۔ حالانکہ ان تمام مسائل میں ان کی مخالفت محال ہے کیونکہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن بعد والوں سے زیادہ دین کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔

---

[1]...صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب القلیل من الغلول، ۲/۳۳۲، الحدیث: ۳۰۷۴، بتغیر
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول...الخ، الحدیث: ۱۱۴، ص۷۱، بتغیر

[2]...سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی تعظیم الغلول، ۳/۹۱، الحدیث: ۲۷۱۰

قیاس سے دلائل:

اگر تیسری قسم والے مال کو لینے کا دروازہ بند کر دیا جائے تو تمام تصرُّفات کا دروازہ بند ہو جائے گا اور دنیاوی نظام درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ لوگوں میں فسق غالب ہے، جس کی وجہ سے کاروبار میں شریعت کی شرائط کا لحاظ رکھنے میں سستی کرتے ہیں اور یہ باتیں حلال و حرام کے اختلاط کو جنم دیتی ہیں۔

سوال جواب:

سوال: آپ حدیث شریف نقل کر چکے ہیں جس میں گوہ کھانے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اَخْشٰی اَنْ یَکُوْنَ مِمَّا مَسَخَہُ اللہُ یعنی مجھے خوف ہے کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مسخ کی جانے والے مخلوق میں سے نہ ہو؟"[1] اور یہ ناقابل شمار کی قابل شمار کے ساتھ اختلاط کی صورت ہے۔ **جواب:** اس حدیث مبارکہ کو تقویٰ اور کراہتِ تنزیہی پر محمول کیا جائے گا (یعنی گوہ کھانا مکروہ تنزیہی ہے)[2] یا ہم یہ کہیں گے کہ گوہ حیوانات

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن حسنة، ۶/ ۲۲۷، الحدیث: ۱۷۷۷۴
صحیح ابن حبان، کتاب الاطعمة، باب مایجوز اکله ومالایجوز، ۷/ ۳۴۰، الحدیث: ۵۲۴۲

2 ...مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس گیا تو ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ پائی تو انہوں نے گوہ بارگاہ رسالت میں پیش کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے گوہ سے اپنا ہاتھ اٹھالیا۔ میں نے عرض کی: کیا گوہ حرام ہے؟ تو ارشاد فرمایا: نہیں، لیکن میری قوم کی زمین میں نہ تھی (یعنی میری پرورش جناب حلیمہ کے ہاں ہوئی ہے وہاں گوہ نہ ہوتی تھی) لہٰذا میں اپنے کو گِھن کرتا پاتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے گوہ کو کھینچ لیا اور کھانے لگا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے دیکھتے رہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایاکل حتی یسمی... الخ، ۳/ ۵۲۶، الحدیث: ۵۳۹۱)۔ مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 662** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس حدیث کی بنا پر (حضرت سیِّدُنا) امام شافعی و دیگر ائمۂ دین رِضْوَانُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے فرمایا کہ گوہ حلال ہے۔ (حضرت سیِّدُنا) امام اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ کے نزدیک ممنوع۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر حرام ہوتی تو حضور انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے سامنے نہ کھائی جاتی۔ امام اعظم (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ حدیث آگے آرہی ہے (جو یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن شِبْل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ "رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا" سنن ابی داود، کتاب الاطعمة، باب فی اکل الضب، ۳/ ۴۹۶، الحدیث: ۳۷۹۶)۔ جب اباحت اور ممانعت میں تعارض ہو تو ترجیح ممانعت کو ہوتی ہے۔

میں اجنبی صورت یعنی عجیب و غریب جانور ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گوہ مسخ شدہ مخلوق میں سے ہے۔ تو یہ عین شے میں دلالت ہے۔

سوال: ٹھیک ہے کہ زمانہ نبوی اور دورِ صحابہ میں سود، چوری، لوٹ مار، امانت میں خیانت وغیرہ موجود تھے لیکن حلال کے مقابلے میں بہت کم تھے، جبکہ اس زمانے میں معاملات کی خرابی، شریعت کی شرائط کی پامالی اور کثرت سود اور ظالم حکمرانوں کے اموال کی وجہ سے اکثر مال حرام ہے۔ پس اگر کسی کو ایسا مال ملے جس میں اس کی حرمت پر کوئی خاص علامت نہ ہو تو حلال ہوگا یا حرام؟ **جواب:** وہ مال حرام نہیں ہے اگرچہ تقویٰ اس سے بچنے میں ہی ہے۔ یہ تقویٰ اس تقویٰ سے زیادہ اہم ہے جو مال حرام کے قلیل ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ مگر اس کا حقیقی جواب یہ ہے کہ سائل کا یہ کہنا: "اکثر اموال حرام ہیں۔" یہ بالکل غلط ہے اور غلطی کی بنیاد کثیر اور اکثر میں فرق کا لحاظ نہ رکھنا ہے۔ اکثر لوگ بلکہ فقہا کا خیال ہے کہ جو چیز نادر (یعنی کم پائی جانے والی) نہ ہو وہ اکثر ہے اور ان کا یہ خیال ہے کہ نادر اور اکثر ایک دوسرے کی ضد ہیں ان کے درمیان کوئی تیسری قسم نہیں ہے حالانکہ ایسا بالکل نہیں بلکہ اس کی تین اقسام ہیں: (۱)...نادر (۲)...کثیر (۳)...اکثر۔

نادر، کثیر اور اکثر میں فرق:

مذکورہ اقسام کی مثالیں مُلاحظہ فرمایئے: خنثیٰ (ہیجڑا) عوام میں نادر ہے جبکہ اس کی بنسبت مریض کثیر ہیں۔ یونہی سفر کا معاملہ ہے حتی کہ کہا جاتا ہے: "مرض اور سفر عمومی عذر ہیں جبکہ استحاضہ نادر عذر ہے۔" حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ مرض نادر نہیں ہوتا اور اکثر بھی نہیں ہوتا بلکہ کثیر ہوتا ہے، لہٰذا فَقِیہ جب آسانی کے پیشِ نظر سفر اور مرض کو غالب یا عذرِ عام کہتا ہے تو اس کی مراد ہوتی ہے کہ وہ نادر نہیں ہے۔ اگر یہ مراد نہ لیں تو ان کا قول غلط ہوگا کیونکہ صحیح یہ ہے کہ مقیم و تندرست اکثر اور مسافر و مریض کثیر اور مستحاضہ و خنثیٰ نادر ہیں۔ جب آپ نے یہ جان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ سائل کا یہ قول باطل ہے کہ "اکثر مال حرام ہے" کیونکہ اس نے یہ بات تین میں سے کسی ایک وجہ سے کہی ہے: (۱) ظالم حکمرانوں اور سپاہیوں کی کثرت کی

وجہ سے (۲) یا سود اور فاسد معاملات کی کثرت کی وجہ سے (۳) یا پھر آج کے دور میں موجود اموال پر ملکیت کی کثرت کی وجہ سے جو شروع اسلام سے ہمارے زمانے (یعنی پانچویں صدی ہجری کے آخر) تک بدلتی رہی ہے۔

❀...**پہلی وجہ:** اکثر مالوں کو حرام کہنے کی پہلی وجہ باطل ہے۔ اس لئے کہ ظالم کثیر ہیں اکثر نہیں کیونکہ یہ ظلم سپاہیوں کے ذریعے سے کیا جاتا ہے اور کوئی بھی شخص غلبہ و دبدبہ کے بغیر ظلم نہیں کر سکتا اور جب ان سپاہیوں کی نسبت ساری دنیا کی طرف کی جائے تو دسواں حصہ بھی نہ ہوں گے۔ مثال کے طور پر جس بادشاہ کی فوج ایک لاکھ ہوگی تو اس کی رعایا بھی دس لاکھ یا زیادہ ہوگی اور یہ ممکن ہے کہ بادشاہ کی مملکت کے ایک شہر کی تعداد اس کی تمام فوج کی تعداد سے زیادہ ہو اور اگر بادشاہ رعایا سے زیادہ ہوں گے تو سب ہلاکت و تباہی کا شکار ہو جائیں گے کیونکہ پھر رعایا کے ہر فرد پر ضروری ہوگا کہ وہ دس دس بادشاہوں کی شاہانہ زندگی کے باوجود ان کی خدمت کرے اور اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ ایک بادشاہ کی خدمت ایک ہزار تو کیا اس سے زیادہ بھی لوگ نہیں کر سکتے (جیسا کہ عام مشاہدہ ہے)۔ یہی صورتِ حال چوروں کی ہے کیونکہ بڑے شہروں میں وہ تھوڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔

❀...**دوسری وجہ:** اکثر مالوں کو حرام کہنے کی دوسری وجہ سود اور معاملات فاسدہ کی کثرت ہے۔ یہ بھی کثیر ہیں نہ کہ اکثر، کیونکہ اکثر مسلمان شریعت کی مقررہ شرائط کی پاسداری کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد دوسروں سے زیادہ ہے اور جو سود وغیرہ کے معاملات کرتے ہیں اگر صرف ان کے معاملات شمار کئے جائیں تو ان میں سے صحیح معاملات فاسد سے زیادہ ہوں گے۔ ہاں! اگر شہر میں کوئی خاص بددین و خبیث شخص چن لیا جائے جس کے فاسد معاملات زیادہ ہوں تا کہ کہا جا سکے کہ اس کے فاسد معاملات اکثر ہیں تو یہ نادر صورت ہے۔ نیز اگر اس کے تمام معاملات فاسد ہوں پھر بھی کثیر تو ہو سکتے ہیں مگر اکثر نہیں ہوں گے۔ پھر اس کے تمام معاملات فاسد کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ اس کے اتنے صحیح معاملات بھی ہوتے ہیں جو فاسد کے برابر یا ان سے زیادہ ہوں گے۔

یہ بات صحیح غور و فکر کرنے والے کے لئے بالکل یقینی ہے۔ البتہ! دلوں پر اس کا غلبہ اس لئے ہے کہ یہ فساد کو بہت بڑا اور زیادہ شمار کرتے ہیں اور اس سے دوری چاہتے ہیں اگرچہ فساد نادر ہو حتی کہ بعض دفعہ یہ گمان ہوتا ہے کہ سود اور شراب خوری مال حرام کی طرح پھیل گئے ہیں اور یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے اکثر ہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ وہ اپنی کثرت کے باوجود تھوڑے ہیں۔

حصولِ مال کی تین صورتیں:

❀... **تیسری وجہ:** اکثر مالوں کو حرام کہنے کی تیسری وجہ موجودہ اموال میں تبدیل ہوتی ملکیت کی کثرت ہے۔ یہ عقل میں زیادہ آنے والی ہے کہ یوں کہا جائے کہ مال کے حصول کی تین صورتیں ہیں: (۱)... معدنیات (۲)... نباتات (۳)... حیوانات۔

نباتات و حیوانات تو افزائش نسل سے حاصل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر بکری کو دیکھیں جو سال میں ایک بچہ دیتی ہے تو اس کے اصول (یعنی آباء و اجداد) کی تعداد (زمانۂ غزالی سے) زمانہ نبوی تک تقریباً 500 بنتی ہے اور ان میں سے کسی اصل میں غصب یا فاسد معاملے کا دخل ہونا ممکن ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اصول ہمارے زمانے تک باطل کے تصرف سے محفوظ رہے ہیں۔ یہی حال گندم اور پھلوں کے بیج کا ہے۔ مثال کے طور پر وہ بھی شروعِ زمانہ تک 500 یا ہزار اصول کے محتاج ہیں اور وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوں گے جب تک ان کی اصل اور اصل کی اصل اسی طرح زمانہ نبوت تک حلال نہ ہو۔

جہاں تک معدنیات (سونے چاندی وغیرہ کی کانوں) کا تعلق ہے تو انہیں ابتدا میں حاصل کرنا ممکن ہے اور یہی وہ مال ہے جو سب سے کم حاصل ہوتا معدنیات میں سے جو زیادہ استعمال ہوتے ہیں وہ درہم و دینار ہیں اور وہ صرف دارُالضَّرب (یعنی سونے چاندی سے سکے بنانے کے کارخانے) ہی میں تیار ہو کر نکلتے ہیں اور معدنیات کی طرح دارالضرب بھی ظالموں کے قبضے میں ہوتا ہے جو لوگوں کو معدنیات سے روکتے ہیں اور سخت محنت کروا کے غریب لوگوں سے سکے بنواتے اور پھر ان سے چھین لیتے ہیں۔ پس اگر اس بات کو سامنے رکھا جائے تو

معلوم ہو جائے گا کہ ایسے کسی ایک دینار کا حُصُول بھی بعید، نادر اور محال ہے جس میں نہ تو عقد فاسد ہوا ہو اور نہ ہی اسے کان سے نکالتے وقت، نہ ہی ٹکسال میں بناتے وقت اور نہ ہی اس میں بیع صرف اور سودی معاملات کے وقت ظلم ہوا ہو۔ لہٰذا ایسی صورت میں حلال صرف شکار، جنگل کی گھاس، لاوارث زمینیں اور مباح لکڑیاں ہی رہ جائیں گی۔ پھر جو شخص یہ چیزیں حاصل کرلے وہ ان کو کھا نہیں سکتا تو لامحالہ وہ اس سے بیج اور جانور خریدنے کا محتاج ہوگا جو کہ صرف افزائش نسل اور کاشت ہی سے حاصل ہوتے ہیں تو یہ حلال کو حرام کے مقابلہ میں خرچ کرنا ہوگا۔ یہ صورت پہلی دو سے زیادہ عقل میں آنے والی ہے۔

مذکورہ گفتگو کے بعد جواب یہ ہے کہ یہ غلبہ حلال کے ساتھ مل جانے والے حرام کی کثرت سے پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ اس قسم سے نکل جائے گا جو زیر بحث ہے اور یہ (استصحاب کی وضاحت کے متعلق) اس (چوتھی قسم) کے ساتھ مل جائے گا جو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اور وہ اصل اور غالب کے باہم تعارض کا بیان ہے کیونکہ ان اموال میں اصل ان کا تصرفات کو قبول کرنا اور ان پر باہم رضامندی کا جائز ہونا ہے اور کبھی اس کے مقابل کوئی غالب سبب آکر اسے سابقہ صلاحیت سے نکال دیتا ہے۔ پس یہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے نجاستوں کے حکم کے بارے میں دو اقوال کے مشابہ ہوگیا۔ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ شارع عام میں نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ وہاں نجاست نہ ہو کیونکہ راستوں کی کیچڑ پاک ہوتی ہے اور مشرکین کے برتنوں سے وضو کرنا جائز ہے اور اکھاڑی گئی قبروں پر نماز پڑھنا جائز ہے، لہٰذا ہم پہلے ان مسائل کو ثابت کریں گے پھر زیر بحث موضوع (مال کے حلال ہونے) کو اس پر قیاس کریں گے۔

مذکورہ مسائل کے اثبات پر دلیل:

مذکورہ مسائل کے اثبات پر حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مُشْرِکہ عورت کے توشہ دان سے [1] اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو

[1]... صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ، الحدیث: ۶۸۲، ص ۳۴۵

فرمانا دلالت کرتا ہے حالانکہ وہ شراب پیتے اور خنزیر کھاتے تھے اور ان چیزوں سے نہیں بچتے جو ہماری شریعت نے نجس فرمائی ہیں تو پھر ان کے ہاتھ برتنوں میں کیونکر نہ پڑتے ہوں گے؟ بلکہ ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن دباغت کی ہوئی (کھال کی) پوستین، رنگے ہوئے اور دھوبی کے ہاں سے دھلے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ اگر کوئی دباغت کرنے والوں، رنگریزوں اور دھوبیوں کے حالات پر غور کرے گا تو جان لے گا کہ ان پر نجاست غالب ہوتی ہے اور یہ کہ ان کے ہاں کپڑوں کا پاک رہنا محال ہے یا کم از کم نادر ہے۔

بلکہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ لوگ گندم اور جو کو دھوئے بغیر ان کی روٹی کھالیتے تھے حالانکہ ان کو گائے وغیرہ جانوروں سے گاہا جاتا ہے جو اس پر پیشاب اور گوبر کر دیا کرتے ہیں اور اس سے بچاؤ بہت کم ہوتا ہے۔ نیز وہ جانوروں پر سواری کرتے تھے جبکہ جانور پسینہ میں شرابور ہوتے تھے اور وہ انہیں نجاست میں کثرت کے ساتھ لوٹنے کے باوجود دھوتے نہیں تھے بلکہ ہر جانور جب اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اس پر ناپاک رطوبتیں لگی ہوتی ہیں جن کو کبھی بارش زائل کر دیتی ہے اور کبھی نہیں کرتی اور وہ لوگ ان سے بھی احتراز نہیں کرتے تھے اور وہ راستوں میں ننگے پاؤں اور جوتوں کے ساتھ چلتے تھے، جوتوں سمیت نماز پڑھ لیتے تھے[1]، کپڑا بچھائے بغیر مٹی پر بیٹھ جاتے اور شدید حاجت کے بغیر کیچڑ میں چل لیا کرتے تھے مگر پیشاب اور ناپاک چیزوں پر نہ چلتے اور نہ ان پر بیٹھتے تھے بلکہ ان سے بچتے تھے۔ حالانکہ کتوں اور چوپایوں کی کثرت کے سبب راستے ان کے بول وبراز سے کہاں محفوظ تھے۔ پھر ہمیں یہ گمان بھی نہیں کرنا چاہئے کہ شہروں اور زمانوں کا حال جدا گانہ ہے تاکہ یہ خیال کرلیں کہ "ان کے زمانے میں راستے دھوئے جاتے تھے یا وہ جانوروں

---

[1]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 469** پر اس حدیث پاک کہ "یہود کی مخالفت کرو وہ نہ جوتوں میں نماز پڑھتے ہیں نہ موزوں میں" کے تحت فرماتے ہیں: یعنی یہود جوتے یا موزے میں نماز جائز نہیں سمجھتے تم جائز سمجھو، خیال رہے کہ موزوں میں نماز ادا کرنا سنت ہے لیکن جوتے اگر پاک ہوں اور اتنے نرم کہ سجدہ میں حرج واقع نہ ہو کہ پاؤں کی انگلیاں بخوبی مڑ کر قبلہ رو ہو سکیں تو ان میں نماز جائز ہے ہمارے ملک کی جوتیاں نماز کے قابل نہیں، نیز اب لوگ صحابۂ کرام (عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان) جیسے باادب نہیں اگر انہیں جوتوں میں نماز کی اجازت دے دی جائے، تو مصلے اور مسجدیں گندگی سے بھر دیں گے اس لئے اب جوتے اتار کر ہی مسجدوں میں آنا اور نماز پڑھنا چاہئے (از مرقاۃ وشامی)۔

سے محفوظ ہوتے تھے" اور ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس کا عادۃً محال ہونا معلوم ہے۔

مذکورہ گفتگو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہمارے سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن صرف نظر آنے والی نجاستوں سے بچتے تھے یا اس نجاست سے بچتے تھے جس پر کوئی علامت دلالت کر رہی ہوتی تھی اور وہ اس ظن غالب کا اعتبار نہیں کرتے تھے جو خیال کو حالات پر دوڑانے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْكَافِی کے نزدیک ہے۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی رائے یہ ہے کہ "قلیل پانی اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس میں کوئی ایسی تبدیلی واقع نہ ہو جو اس کے اوصاف کو بدل دے" کیونکہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن حماموں میں جاتے اور حوضوں میں وضو کرتے تھے حالانکہ ان میں قلیل پانی ہوتا ہے جس میں ہمیشہ مختلف قسم کے ہاتھ پڑتے ہیں اور زیرِ بحث معاملے میں اس کی حیثیت قطعی ویقینی ہے اور جب نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کا جواز ثابت ہو گیا تو اس کے پینے کا جواز بھی ثابت ہو گیا اور حِلَّت (حلال ہونے) کا حکم نجاست کے حکم کے ساتھ مل گیا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

حلت کو نجاست پر قیاس کرنا جائز نہیں کیونکہ اَسلاف طہارت کے معاملے میں وسیع النظر ہوتے تھے جبکہ حرام کے شبہ سے بھی انتہا درجے کا پرہیز کرتے تھے تو پھر حلت کو نجاست پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر اس سے یہ مراد لی جائے کہ وہ ناپاکی کی حالت میں ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ اس طرح نماز پڑھنا گناہ ہے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے تو پھر یہ بدگمانی قرار پائے گی بلکہ واجب ہے کہ ہم ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ ہر اس نجاست سے بچتے تھے جس سے بچنا واجب ہے اور جس سے بچنا واجب نہیں وہ اس میں چشم پوشی کرتے اور ان کی چشم پوشی کا محل یہی صورت ہے جس میں اصل اور غالب میں تعارض واقع ہوتا ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ جس متعین شے میں غور ہو رہا ہے اگر اس سے متعلقہ کوئی علامت ظن غالب میں نہ

پائی جائے تو ایسے ظن غالب کو چھوڑ دیا جائے گا اور اسلاف کا حلال سے پرہیز کرنا تقویٰ کی بنا پر تھا اور تقوی یہی ہوتا کہ ہے حرج میں ڈالنے والی چیزوں سے بچنے کے لئے حرج میں نہ ڈالنے والی چیزوں کو بھی چھوڑ دیا جائے کیونکہ اموال کا معاملہ خطرناک ہے۔ اگر نفس پر قابو نہ پایا جائے تو فطری طور پر اس کا میلان مال کی طرف ہی ہوتا ہے۔ جبکہ طہارت کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ ہمارے اسلاف میں سے ایک گروہ صرف اس ڈر سے حلال کو چھوڑ دیتا تھا کہ کہیں وہ دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ کر دے، منقول ہے کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دریا کے پانی سے وضو نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ محض پاک ہوتا ہے۔

لہٰذا ان دونوں یعنی حِلّت اور نجاست کے حکم کا مختلف ہونا ہماری غرض کے خلاف نہیں ہے۔ نیز ہم اس تیسری وجہ کا جواب اس طرح بھی دے سکتے ہیں جیسے پچھلی دو وجہوں کا جواب دیا ہے، یوں کہ ہم ان کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ "اکثر اموال حرام ہیں" کیونکہ اگرچہ مال کے اصول کثیر ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر اصول تک حرام پہنچا ہو بلکہ بعض اموال تک ظلم پہنچا ہے اور بعض تک نہیں پہنچا۔ جیسے موجودہ دور میں غصب کیا ہوا مال چوری و غصب سے محفوظ مال سے مقدار میں کم ہوتا ہے۔ یہی ہر زمانے کے ہر مال کا حکم ہے اور ہر ایک کے لئے ایک اصل ہے، لہٰذا ہر زمانے میں چھینا ہوا اور فساد کے ذریعے کھایا جانے والا مال دیگر اموال کے مقابلے میں مقدار میں کم ہوتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ یہ خاص فرع کس قسم سے تعلق رکھتی ہے۔

اسی لئے ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ حرمت کا حکم غالب ہو گا کیونکہ جیسے چھینا ہوا مال بڑھتا ہے اسی طرح بغیر چھینا ہوا مال بھی بڑھتا ہے، کیونکہ ہر زمانے میں اکثر کی فرع اکثر ہی ہو گی بلکہ عام طور پر غصب کیا ہوا مال کھانے کے لئے چھینا جاتا ہے نہ کہ بیج بونے کے لئے۔ یوں ہی غصب شدہ جانور بھی اکثر کھائے جاتے ہیں انہیں افزائش نسل کے لئے نہیں رکھا جاتا تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "حرام کی فروع اکثر ہیں؟" جبکہ ہمیشہ حلال کے اصول حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہیں۔ راہِ ہدایت کے مسافر کو یہاں "اکثر" کی پہچان کو سمجھنا چاہیے کیونکہ یہاں اکثر قدم پھسل جاتے ہیں اور اکثر علما بھی اس میں غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں تو عوام کیسے نہ

ہو گی؟ یہ حیوانات اور نباتات سے بڑھنے والی چیزوں سے متعلق بحث تھی۔

معدنیات مباح اموال سے ہیں:

جہاں تک معدنیات (سونے چاندی وغیرہ کی کانوں) کا تعلق ہے تو یہ مباح اموال میں سے ہیں۔ ترکی اور دیگر شہروں میں جو چاہتا ہے وہ انہیں لے لیتا ہے مگر کبھی بادشاہ بھی ان میں سے لے لیتے ہیں اور زیادہ نہ سہی کم پر تو قبضہ کر ہی لیتے ہیں اور پھر جو بادشاہ کسی معدن (کان) پر قبضہ کر لیتا ہے وہ لوگوں کو اس سے روکنے کے لئے ظلم کرتا ہے۔ البتہ! جو شخص بادشاہ سے لیتا ہے وہ بطورِ اجرت لیتا ہے اور یہ صحیح ہے کہ مباح چیزوں پر قبضہ کرنے کے لئے کسی کو نائب بنایا جا سکتا ہے اور اس کے لئے کسی سے اجارہ کرنا بھی جائز ہے۔

جیسا کہ اگر کسی سے پانی بھروانے پر اجارہ کیا اور اجیر نے مباح پانی پر قبضہ کر لیا تو وہ پانی اس شخص کی ملک میں داخل ہو جائے گا جس کے لئے بھرا گیا ہے اور اجیر اجرت کا مستحق ہو گا۔ یہی معاملہ معدنیات کا ہے (کہ لوگوں کے قبضے سے معدنیات بادشاہ کی ملک میں داخل ہو جائیں گی)۔ جب ہم نے اس مسئلہ پر فقہ کا ایک جزئیہ بیان کر دیا تو سونے کو حرام قرار نہیں دیں گے مگر یہ کہ اس کے ظلم کا اندازہ کام کی اجرت میں کمی سے لگائیں گے اور یہ زیادہ ظلم کے مقابلے میں قلیل ہے پھر یہ معاملہ بعینہٖ سونے کے حرام ہونے کو لازم نہیں بلکہ وہ اپنے ذمے اجرت باقی رہنے کی وجہ سے ظالم ہو گا۔

جہاں تک دارُالضَّرب (یعنی سونے چاندی سے سکے بنانے کے کارخانے) کا تعلق ہے تو اس کا سونا بعینہٖ وہی سونا نہیں ہوتا جو بادشاہ غصب کر کے اس کے ذریعے لوگوں پر ظلم کرتا ہے بلکہ تاجر ان کے پاس خام سونا یا کھوٹے سکے لے کر جاتے ہیں اور کاریگروں سے ڈھالنے اور سکہ بنانے کا اجارہ کرتے ہیں، پھر جتنا انہوں نے کاریگروں کے سپرد کیا ہوتا ہے اتنے وزن کی مثل واپس لیتے ہیں، صرف تھوڑی سے مقدار بطورِ اجرت چھوڑ دیتے ہیں اور ایسا کرنا جائز ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ بادشاہ کے سونے سے ڈھلے ہوئے دینار تاجروں کے مال سے کم ہیں تو یہ یقینی بات ہے۔ البتہ! بادشاہ دارالضرب کے مزدوروں پر ظلم کرتا ہے کہ ان سے (تاجروں کے لئے ڈھالے گئے

سکوں کی) اجرت (کا کچھ حصہ) لے لیتا ہے، اس لئے کہ اس نے اس کام کے لئے تمام لوگوں میں سے انہیں متعین کیا ہے حتی کہ بادشاہ کی جاہ و حشمت کے سبب ان کے پاس (تاجروں کی طرف سے دیا گیا) مال وافر مقدار میں ہو جاتا ہے تو بادشاہ اپنی جاہ و حشمت کے عوض ان سے جو کچھ لیتا ہے وہ بھی ایک طرح کا ظلم ہے اور یہ دارُالضَّرب سے نکلنے والے مال کے مقابلے میں کم ہی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دارالضرب والوں اور بادشاہ کو 100 کے پیچھے ایک روپیہ بچتا ہے تو یہ اکثر کیسے ہو گیا۔ الغرض یہ غلط باتیں ہیں جو وہم کی وجہ سے دلوں پر غلبہ کرتی ہیں۔ بعض کمزور دین والوں نے اسے بہت پھیلایا حتی کہ پرہیز گاری کو بُرا جانتے ہوئے اس کا دروازہ بند کر دیا اور جو شخص مختلف مالوں میں امتیاز کرتا ہے اسے بھی یہ ناپسند کرتے ہیں اور یہ بدعت و گمراہی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر حرام کے غلبہ کو فرض کیا جائے اور ناقابل شمار میں ناقابل شمار مل جائے تو پھر آپ کھائی جانے والی چیز کے بارے میں کیا کہیں گے جبکہ اس میں کوئی خاص علامت بھی نہ پائی جائے؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ ہماری رائے کے مطابق اسے چھوڑنا تقویٰ اور استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ اصل حلت ہے اور وہ کسی خاص علامت کی وجہ سے ہی دور ہو سکتی ہے جیسے راستوں کی مٹی اور ایسی دیگر مثالیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر حرام ساری دنیا پر غالب آجائے حتی کہ یقین سے معلوم ہو جائے کہ دنیا میں حلال باقی نہیں رہا تو میں کہتا ہوں کہ اس وقت ہم نئی شرائط مرتب کریں گے اور جو گزر گیا اسے ترک کر دیں گے اور ہم کہیں گے کہ جو اپنی حد سے گزر جائے وہ اپنے عکس کی طرف لوٹ جاتا ہے تو جس وقت ہر چیز حرام ہو جائے گی تو اس وقت ہر چیز حلال ہو جائے گی۔ دلیل یہ ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو اس میں درج ذیل پانچ احتمالات ہوں گے۔

پانچ احتمالات:

اگر دنیا میں حلال کے باقی نہ رہنے کا یقین ہو جائے تو زندگی گزارنے کے لئے پانچ احتمالات بنیں گے:

(۱)...لوگ کھانا چھوڑ دیں، آخر کار مر جائیں۔ (۲)...وہ جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت مقدار پر اکتفا کریں

اور موت تک ایسے ہی زندگی گزاریں۔(۳)...وہ چوری کریں یا چھین کر یا مالک کی رضامندی سے جیسے چاہیں حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر بقدر ضرورت کھائیں۔(۴)...شریعت کی شرائط کی پابندی کریں اور بقدر ضرورت پر اکتفا کیے بغیر شریعت کے قواعد از سرِ نو مرتب کریں۔(۵)...شریعت کی شرائط پر عمل کرتے ہوئے قدرِ کفایت پر اکتفا کریں۔

احتمالات کی وضاحت اور حکم:

پہلے احتمال کا باطل ہونا ظاہر ہے جبکہ **دوسرا احتمال** بھی قطعی طور پر باطل ہے کیونکہ اگر لوگ ضرورت کی مقدار پر اکتفا کریں گے اور زندگی کے اوقات کمزوری میں گزاریں گے تو ان پر موت چھا جائے گی اور کام کاج اور کاروبار وغیرہ سب بالکل تباہ ہو جائیں گے اور دنیا برباد ہو جائے گی اور دنیا کی خرابی سے دین میں بھی خرابی لازم آتی ہے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ خلافت، فیصلے اور سیاست بلکہ فقہ کے اکثر احکام جن کا مقصد دنیاوی مفاد کی حفاظت ہے تاکہ اس کے ذریعے دین کے فوائد کو حاصل کیا جاسکے سب تباہ ہو جائیں گے۔

اگر **تیسرے احتمال** کو ترجیح دی جائے تو یہ فساد برپا کرنے والوں کے لئے شریعت کی بنائی ہوئی رکاوٹ کو ختم کرنا ہوگا جو ان کے اور فساد کی مختلف قسموں کے درمیان کھڑی ہے۔ پھر لوگوں کے ہاتھ غصب، چوری اور ظلم کی مختلف اقسام کے ذریعے سے آگے بڑھیں گے اور انہیں روکنا ناممکن ہوگا کیونکہ وہ کہیں گے کہ "قبضہ کرنے والا ہم سے زیادہ مستحق نہیں ہے کیونکہ وہ اس پر ایسے ہی حرام ہے جیسے ہم پر حرام ہے اور قبضہ کرنے والے کو صرف ضرورت کے مطابق جائز ہے اور اگر وہ اس کا محتاج ہے تو ہم بھی محتاج ہیں اور اگر ہم نے اپنا حق ضرورت سے زیادہ لیا ہے تو ہم نے اس مال میں سے چوری کیا ہے جو اس کی یومیہ ضرورت سے زائد تھا تو جب اس نے یومیہ یا سال کی ضرورت کا اندازہ نہیں لگایا تو ہم کیسے اندازہ لگائیں اور کیسے شمار کریں۔" یہ بات شریعت کے نظم ونسق اور تدبیر کو فساد کی طرف لے جاتی اور فساد پر ابھارتی ہے۔

پس **چوتھا احتمال** ہی باقی بچے گا جس کی وضاحت یہ ہے کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہی اس کا زیادہ مستحق

ہے اور اس سے چوری یا غصب کے ذریعے حاصل کرنا جائز نہیں بلکہ اس سے رضامندی کے ساتھ لیا جاسکتا ہے اور یہی شریعت کا طریقہ ہے۔جب رضامندی کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو شریعت میں اس کے لئے طریقے مقرر ہیں جس سے مصالح واحکام وابستہ ہیں، لہٰذا اگر اس کا اعتبار نہ کیا جائے تو اصل رضامندی معین نہ ہو گی اور اس کی تفصیل معطل ہو جائے گی۔

مسافرِ آخرت کے لئے بہتر طریقہ:

پانچواں احتمال یہ ہے کہ مالکوں سے شریعت کے مطابق ضرورت کی مقدار حاصل کرنے پر اکتفا کیا جائے۔ہماری رائے میں راہِ آخرت کے مسافر کے لئے یہ طریقہ بہتر ہے لیکن یہ تمام لوگوں پر واجب نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے عام فتویٰ میں داخل کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس وجہ سے ظالموں کے ہاتھ اس مال کی طرف بڑھیں گے جو لوگوں کے پاس ضرورت سے زائد ہے۔اسی طرح چور بھی کریں گے اور جو غالب ہو گا وہ چھین لے گا۔جسے موقع ملے گا وہ چوری کرلے گا اور کہے گا کہ ”اس کا حق صرف ضرورت کی مقدار پر ہے اور میں محتاج ہوں۔“پس یہی ایک صورت بچے گی کہ بادشاہ قابض لوگوں سے ضرورت سے زائد مال لے اور حاجت والوں کے سپرد کردے اور تمام لوگوں کے لئے یومیہ یا سالانہ وظیفہ مقرر کردے۔اس صورت میں بہت زیادہ تکلیف اور مال کو ضائع کرنا ہے۔بہت زیادہ تکلیف اس طرح کہ بادشاہ مخلوق کی کثرت کی وجہ سے یہ نظام نہیں بناسکتا بلکہ اس کا تو بالکل تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور مال کا ضیاع یوں کہ جو پھل، گوشت اور غلہ ضرورت سے زائد ہو گا اسے یا تو دریا میں پھینک دیا جائے گا یا پڑا رہنے دیا جائے حتی کہ بدبودار ہو جائے گا۔

نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے پھل اور غلہ انسانی وسعت سے زائد اور وافر پیدا فرمایا ہے تو یہاں حاجت کی مقدار کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔پھر جب لوگ صرف ضرورت کی مقدار کے مالک ہوں گے تو حج، زکوۃ، تمام مالی کفارے اور ہر وہ عبادت جو لوگوں کے غنی ہونے سے تعلق رکھتی ہے ساقط ہو جائے گی حالانکہ یہ بہت قبیح ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر ایسے زمانے میں کوئی نبی آئے تو ان پر واجب ہو گا کہ نیا نظام بنائیں، نئے سرے سے ملکیتوں کے

اسباب کا تعین کریں خواہ رضامندی سے یا کسی اور طریقے سے اور وہ کچھ کریں جو اس وقت کرتے جب تمام مالوں کو بغیر فرق کے حلال پاتے اور میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان پر اس صورت میں واجب ہو گا جبکہ وہ لوگوں کی دینی و دنیوی مصلحتوں کے لئے مبعوث فرمائے جائیں کیونکہ مصلحت صرف ضرورت اور حاجت کے مطابق دے دینے سے پوری نہیں ہوتی اور اگر وہ اس لئے مبعوث نہ کئے جائیں تو ان پر یہ واجب بھی نہیں ہو گا، کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی سبب سے تمام مخلوق کو ہلاک فرمادے اور ان کی دنیا ختم کر دے اور انہیں دین سے بھی دور رکھے کیونکہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جاری طریقے کے مطابق ہمارا یہی نظریہ ہے کہ وہ لوگوں کے دین و دنیا کی اصلاح کے لئے ہی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرماتا ہے۔

بعثتِ نبوی کے وقت اموال کی حیثیت:

مجھے یہ بات فرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو میں نے کہا اس کی مثال موجود ہے اور وہ خاتم الانبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دنیا میں تشریف آوری ہے جو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آمد رُک جانے کے بعد تشریف لائے جبکہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانہ مبارک کو تقریباً 600 سال گزر چکے تھے اور لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے تھے کچھ یہودی اور بت پرست بن کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تکذیب کر رہے تھے اور کچھ ایسے تھے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی تصدیق تو کرتے تھے مگر ان میں بھی فِسْق و فُجُور اس قدر عام ہو گیا تھا جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہے اور شریعت کی فروعات میں کفار بھی مخاطب ہوتے ہیں۔ نیز اس وقت مال جھٹلانے والوں اور تصدیق کرنے والوں کے ہاتھ میں تھا۔ جھٹلانے والے شریعتِ عیسوی کا لحاظ کئے بغیر معاملات کیا کرتے تھے جبکہ تصدیق کرنے والے تصدیق کے باوجود سستی سے کام لیتے تھے، جیسے آج کل کے مسلمان کرتے ہیں حالانکہ دورِ نبوت سے یہ زمانہ زیادہ قریب ہے۔

الغرض زمانہ عیسوی سے دوری کے سبب تمام مال یا اکثر یا اس میں سے کثیر حرام ہو چکا تھا لیکن حضور نبیِّ

کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے اعراض فرمایا جو ہو چکا تھا اور مال جن لوگوں کے قبضہ میں تھا انہیں کو مالک قرار دے دیا اور شریعت کے اصول و قوانین مرتب فرمائے۔ جس شے کو کسی شریعت میں حرام قرار دے دیا جائے وہ کسی رسول عَلَیْہِ السَّلَام کی تشریف آوری سے حلال نہیں ہو جاتی جیسا کہ اگر کوئی مسلمان ہو جائے اور کسی حرام کا مالک ہو تو وہ حلال نہیں ہو جائے گا۔ ہم ذمی کافروں سے اس مال میں جزیہ نہیں لیتے جس میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ شراب یا سود کا مال ہے۔ پس اس زمانے میں ان کے مال اس طرح تھے جیسے آج کل ہمارے اموال ہیں اور عرب کا معاملہ اس سے سخت ہے کیونکہ وہاں لوٹ مار اور غارت گری زیادہ تھی۔ ظاہر ہوا کہ فتویٰ کے لئے چوتھا احتمال معین ہے جبکہ پانچواں احتمال تقویٰ کی راہ ہے بلکہ کمال تقویٰ یہ ہے کہ مباح پر بھی بقدرِ ضرورت اِکتفا کیا جائے اور دنیا کی عیش و عشرت کو یکسر ترک کر دیا جائے اور یہی آخرت کا راستہ ہے۔

اس موضوع پر فقہی لحاظ سے گفتگو:

اب ہم فقہ کے لحاظ سے گفتگو کرتے ہیں جس پر مخلوق کے دینی و دنیوی مفاد کا دارومدار ہے۔ ظاہر پر فتویٰ کے لئے مصلحتوں کے تقاضے کے مطابق ایک حکم اور راستہ ہوتا ہے اور دین کے راستے پر تو بہت کم لوگ چلتے ہیں اور اگر تمام مخلوق آخرت کے راستہ پر گامزن ہو جائے تو نظام باطل ہو جائے اور دنیا کا نظام خراب ہو جائے کیونکہ آخرت کے راستہ پر چلنے کا مقصد بڑی سلطنت کو حاصل کرنا ہے جس طرح اگر ساری مخلوق دنیا کی سلطنت کو طلب کرنے لگے اور چھوٹے کاموں اور ہلکی صنعتوں کو چھوڑنے لگ جائے تو نظام باطل ہو جائے گا پھر اس کے سبب بادشاہت بھی ختم ہو جائے گی۔ پس کاریگر و صنعت کار اس لئے مُسَخَّر ہیں تاکہ بادشاہوں کی بادشاہی چلتی رہے، یوں ہی دنیا کی طرف مائل لوگ اس لئے مُسَخَّر ہیں تاکہ دین داروں کے لئے دین کا راستہ محفوظ ہو جائے اور یہ آخرت کی بادشاہی ہے اور اگر دنیا کی طرف متوجہ لوگ نہ ہوتے تو دین داروں کا دین بھی محفوظ نہ ہوتا تو ان کے لئے دین کی سلامتی کی شرط یہ ہے کہ اکثر لوگ ان کے راستہ سے اعراض کریں اور دنیا کے کاموں میں مشغول رہیں۔ یہ وہ تقسیم ہے جو ازلی مشیت کے مطابق ہے۔ اسی کی طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

قرآن مجید میں اشارہ فرمایا ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ (پ۲۵، الزخرف: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے ان میں ان کی زیست (زندگی گزارنے) کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا[1] اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے[2]۔

چند سوالات و جوابات:

سوال: یہ صورت فرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ حرام اتنا عام ہو جائے حتی کہ حلال باقی نہ رہے کیونکہ اس کا غیر واقع ہونا یقینی ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ بعض مال حرام ہے پھر یہ بعض کم ہے یا اکثر؟ اس میں کلام ہے اور آپ نے جو بیان کیا کہ بعض حرام مال کل کی طرف نسبت کرتے ہوئے کم ہے، یہ ظاہر ہے لیکن اس کے لئے کسی ایسی دلیل کا ہونا ضروری ہے جو اس بات کو ثابت کرے کہ کل کی بنسبت حرام کم ہے اور وہ دلیل مَصالحِ مُرسَلَہ (فرضی اُمور) میں سے نہ ہو جبکہ آپ کی بیان کردہ تقسیمات مَصالحِ مُرسَلَہ میں سے ہیں، لہٰذا اس پر کسی معین شاہد کا ہونا ضروری ہے جس پر قیاس کیا جاسکے اور وہ دلیل بالاتفاق مقبول ہو

1... اس آیتِ مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: توکسی کو غنی کیا، کسی کو فقیر، کسی کو قوی، کسی کو ضعیف۔ مخلوق میں کوئی ہمارے حکم کو بدلنے اور ہماری تقدیر سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا تو جب دنیا جیسی قلیل چیز میں کسی کو مجالِ اعتراض نہیں تو نبوّت جیسے منصبِ عالی میں کیا کسی کو دم مارنے کا موقع ہے؟ ہم جسے چاہتے ہیں غنی کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں مخدوم بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں خادم بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں نبی بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں اُمّتی بناتے ہیں، امیر کیا کوئی اپنی قابلیّت سے ہو جاتا ہے؟ ہماری عطا ہے جسے جو چاہیں کریں۔

2... یعنی مالدار فقیر کی ہنسی کرے، یہ قرطبی کی تفسیر کے مطابق ہے۔ اور دوسرے مفسّرین نے سُخْرِیًّا ہنسی بنانے کے معنی میں نہیں لیا ہے بلکہ اعمال و اشغال کے مسخّر بنانے کے معنی میں لیا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے دولت و مال میں لوگوں کو متفاوت کیا تاکہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعہ خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط ہو، غریب کو ذریعۂ معاش ہاتھ آئے اور مالدار کو کام کرنے والے بہم پہنچیں تو اس پر کون اعتراض کرسکتا ہے کہ فلاں کو کیوں غنی کیا اور فلاں کو فقیر اور جب دنیوی امور میں کوئی شخص دم نہیں مار سکتا تو نبوّت جیسے رتبۂ عالی میں کسی کو کیا تابِ سخن و حقِ اعتراض؟ اس کی مرضی جس کو چاہے سرفراز فرمائے۔ (خزائن العرفان)

کیونکہ بعض علما مَصالحِ مُرسَلہ کو نہیں مانتے؟

جواب: اگر حرام مال کا کم ہونا تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے لئے زمانہ نبوی اور دورِ صحابہ بطورِ دلیل کافی ہیں کیونکہ اس دور میں سود، چوری، خیانت اور ڈکیتی موجود تھی اور اگر ایسا زمانہ فرض کیا جائے جس میں حرام اکثر ہو تو بھی لین دین جائز ہو گا، اس کی دلیل تین باتیں ہیں:

❀...**پہلی بات:** یہ ہے کہ جو تقسیم ہم نے بیان کی ہے ان میں سے چار کو باطل قرار دیا ہے جبکہ پانچویں قسم کو ثابت کیا ہے۔ جب یہ صورت اس میں جاری ہوتی ہے جس میں تمام مال حرام ہو تو پھر اُس صورت میں تو زیادہ بہتر طور پر جاری ہو گی جس میں حرام مال کم یا اکثر ہو اور کہنے والے کا اسے مَصلَحتِ مُرسَلہ کہنا اس کے پاگل پن اور خبط کی دلیل ہے کیونکہ یہ اس کی خیالی باتوں میں سے ایک خیالی بات ہے اور جو ہم کہہ رہے ہیں وہ قطعی بات ہے۔ اس لئے کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ شریعت کو دین اور دنیا کی مَصلَحت مطلوب ہے اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے محض گمان نہیں ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ تمام لوگوں کو بقدرِ ضرورت یا بقدر حاجت یا گھاس اور شکار کی طرف پھیرنا پہلے دنیا کو پھر اس کے ذریعے دین کو خراب کرنا ہے، لہٰذا جس بات میں شک نہ ہو وہ کسی ایسی دلیل کی محتاج نہیں ہوتی جو اس پر گواہی دے بلکہ گواہی تو ان خیالات پر ہوتی ہے جو ظنی ہوں اور خاص لوگوں کے متعلق ہوں۔

❀...**دوسری بات:** یہ ہے کہ اس کی علت اصل کی طرف لوٹنے والے ایک ایسے آزاد قیاس سے بیان کی جائے کہ قیاساتِ جزئیہ سے مانوس فقہائے کرام اس پر متفق ہوں اگرچہ اربابِ تحصیل کے نزدیک جزئیاتِ حقیر اس امرِ کلی کے مقابل حقیر ہیں جو ہم نے ذکر کی ہے اور وہ حرام مال کے عام ہونے کے زمانے میں کسی نبی کی بعثت ہے، حتی کہ اگر وہ بھی اسے چھوڑ کر حکم جاری کریں تو دنیا کا نظام خراب ہو جائے اور جزئی قیاس کی صورت یہ ہو گی کہ جن ناقابل شمار امور سے عین شے کو ثابت کرنے والی علامات منقطع ہو جائیں ان کی اصل اور غالب میں تعارض ہو جائے تو اس صورت میں اصل پر حکم لگایا جائے گا نہ کہ غالب پر اور اسے قیاس کریں

گے راستوں کے کیچڑ، عیسائی عورت کے گھڑے اور مشرکین کے برتنوں پر اوراسے ہم صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن کے افعال سے پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں۔ یہاں ہم نے دو باتیں کہیں:(۱)ثابت کرنے والی علامات کا منقطع ہونا(۲) امور کا نا قابل شمار ہونا۔ پہلی بات سے ان برتنوں سے احتراز ہو گیا جن میں غور وفکر کیا جاتا ہے اور دوسری سے مردار اور ذَبح شدہ جانوروں کے باہمی اختلاط اور دودھ شریک بہن کے اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط والی صورتوں سے احتراز ہو گیا۔

سوال: پانی کا یقینی طور پر پاک ہونا اصل ہے لیکن یہ کون تسلیم کرے گا کہ امور میں اصل حلال ہونا ہے بلکہ ان میں اصل تو حرام ہونا ہے ؟(اس کے دو جواب ہیں:)

پہلا جواب: وہ امور جو شراب اور خنزیر کی طرح کسی ذاتی صفت کی وجہ سے حرام نہیں ہیں انہیں ایسی صفت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے جو رضامندی کے ساتھ کئے گئے معاملات کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جیسا کہ پانی کو وضو کی صلاحیت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور کبھی اس صلاحیت کے بطلان میں شک واقع ہو جاتا ہے تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ وہ اموال ظلم کی وجہ سے رضامندی کے ساتھ معاملات کو قبول کرنے کی صلاحیت سے نکل جاتے ہیں جیسے پانی نجاست کے گر جانے کی وجہ سے وضو کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے اور دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب: قبضہ ملکیت پر دلالت کرنے والی ظاہری علامت ہے جو اِستِصحاب کے قائم مقام ہے اور اس سے قوی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے استصحاب کو قبضہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ مثلاً اگر کسی پر قرض کا دعویٰ کیا گیا تو اُسی کا قول مانا جائے گا کیونکہ اصل ذمہ سے فارغ ہونا ہے اور اسے اِستِصحاب کہتے ہیں۔ ایسے ہی اگر کسی کے قبضے میں موجود شے پر دعویٰ کیا گیا تو قبضے کو استصحاب کے قائم مقام کر کے اُسی کا قول معتبر ہو گا۔ الغرض جو چیز انسان کے قبضہ میں پائی جائے تو اصل یہ ہے کہ وہ چیز اس کی ملک میں ہے جب تک اس کے خلاف کوئی مُعَیَّن دلیل نہ پائی جائے۔

❀...**تیسری بات:** یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو غیر محدود جنس پر دلالت کرے اور مُعَیَّن چیز پر دلالت نہ کرے اس کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ وہ قطعی ہو۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ جب ظن کی صورت میں دلالت کرے تو بدرجۂ اولیٰ اس کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں معلوم ہو کہ مثلاً زید کی ملک ہے تو اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کو اس میں تصرف کا اختیار نہیں اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ دنیا میں اس کا کوئی مالک ہو گا لیکن اس کا اور اس کے وارثوں کا پتا چلنا ممکن نہ ہو تو وہ مال مسلمانوں کی بھلائی کے لئے رکھا جائے گا اور اس میں مَصلَحَت کے تحت تصرف کرنا جائز ہو گا۔ اگر یہ بات معلوم ہو کہ اس کا مالک دس، بیس شخصوں میں سے ایک ہے تو اب مصلحت کے مطابق اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ بہر حال وہ صورت جس میں شک ہو کہ اس مال کا قابِض (یعنی جس کے قبضہ میں ہو) کے علاوہ کوئی مالک ہے یا نہیں تو اس کا حکم اس مال سے زائد نہیں ہو گا جس کے بارے میں یقین سے معلوم ہو کہ اس کا کوئی مالک ہے مگر مالک معین نہیں ہے، لہٰذا اس میں مصلحت کے مطابق تصرف کرنا جائز ہو گا اور مصلحت کے متعلق باتیں ہم نے اقسام خمسہ میں بیان کر دی ہیں۔ یہ اصل اس کی شاہد ہے اور کیسے نہ ہو کیونکہ ہر وہ مال جو ضائع ہونے والا ہے اور اس کا مالک نامعلوم ہے تو بادشاہ اسے مصلحت کے مطابق استعمال کرے گا اور مصالح میں سے فقیر اور اس کے علاوہ شامل ہیں، اگر فقیر پر خرچ کیا جائے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا اور اس میں اس کا تصرف نافذ ہو جائے گا پھر اگر کوئی چور اس سے چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہاں غیر کی ملک میں تصرف کا نفاذ صرف اس وجہ سے ہے کہ مصلحت اس بات کا تقاضا کر رہی ہے کہ ہم ملکیت کی تبدیلی کا فیصلہ کریں تو پس ہم نے مصلحت کے مطابق حکم لگایا۔

سوال: یہ صرف سلطان کے ساتھ خاص ہے (یعنی بادشاہ کے علاوہ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا)۔

جواب: بادشاہ کے لئے بھی غیر کی اجازت کے بغیر اس کی ملک میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے تصرف کا سبب صرف مصلحت ہے اور مصلحت یہ ہے کہ اگر اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ ضائع ہو جائے گا تو یہ دو باتوں کے درمیان ہو گیا یا تو اسے چھوڑ کر ضائع کر دیا جائے یا امر ضروری میں صرف کر دیا جائے اور

ضائع کرنے کے بجائے خرچ کرنا بہتر ہے، لہٰذا اسی جہت کو ترجیح ملے گی۔ وہ مصلحت جس میں شک ہو اور اس کا حرام ہونا معلوم نہ ہو تو اس صورت میں قبضہ کی دلالت کے مطابق حکم دیا جائے گا اور قابض لوگوں کے پاس چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ شک کی بنا پر ان سے لے لینا اور انہیں ضرورت کے اکتفا پر چھوڑ دینا ایک ایسے نقصان کی طرف لے جائے گا جو ہم نے ذکر دیا ہے۔

مصلحت کی صورتیں:

مصلحت کی مختلف صورتیں ہیں کیونکہ بادشاہ کا کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ مصلحت اس مال سے پل بنانے میں ہے اور کبھی وہ مصلحت اسلام کے سپاہیوں پر خرچ کرنے میں دیکھتا ہے اور کبھی فقرا میں تو وہ مصلحت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ایسی صورت میں فتویٰ یہی ہے کہ مصلحت کے مطابق عمل کیا جائے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جن مالوں میں کسی دلالت کے بغیر فقط ظن وگمان پایا جائے یعنی کسی خاص معین آدمی کی ملک پر کوئی دلالت نہ ہو اس میں تصرف کی وجہ سے لوگوں سے مواخذہ نہیں ہوگا جیسے بادشاہ اور فقیروں سے مواخذہ نہیں ہوگا جن کو معلوم ہے کہ مال کا کوئی نہ کوئی مالک ہے مگر کوئی معین شخص نہیں جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔ تو اس معنیٰ میں عین مالک اور عین مال میں کوئی فرق نہیں رہے گا (یعنی اختلاط کی صورت میں دونوں کا حکم ایک جیسا ہوگا)۔

یہ اختلاط کی وجہ سے پیدا ہونے والے شبہ کا بیان تھا۔ اب صرف ایک بات باقی ہے کہ جب ایک مالک کے پاس بہنے والی چیزوں، پیسوں اور سامان میں اختلاط واقع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ وہ عنقریب "بَابُ تَفْصِيْلِ طَرِيْقِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَظَالِم" (یعنی حقوق سے خلاصی کے تفصیلی طریقہ کے بیان) میں آئے گا۔

﴿ تُوْبُوْا اِلَى الله   اَسْتَغْفِرُ الله ﴾

﴿ صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب   صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد ﴾

شبہ کا تیسرا مقام

حلال کرنے والے اسباب کا گناہ سے اختلاط:

گناہ یا تو اس کے ساتھ متّصل ہو گا یا اس سے پہلے یا بعد میں ہو گا یا پھر اس کے عوض میں آئے گا اور گناہ ایسا ہو جس سے نہ تو عقد فاسد ہوتا ہو اور نہ ہی حلال کرنے والا سبب باطل ہوتا ہو۔

اسباب سے متصل گناہ کی مثالیں:

جمعہ کے دن اذان کے وقت خرید و فروخت کرنا اور چھینی ہوئی چھری سے جانور ذَبح کرنا، چھینے ہوئے کلہاڑے سے لکڑیاں کاٹنا، دوسرے کے سودے پر سودا کرنا اور دوسرے کی بولی پر بولی لگانا۔ یہاں ہر نہی (یعنی ممانعت) عقدوں کے متعلق آئی ہے اور عقد کے فاسد ہونے پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ ان تمام سے باز رہنا تقویٰ ہے اور ان اسباب کی وجہ سے عقود پر حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اس کا نام شبہ رکھنے میں چشم پوشی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ غالب طور پر شبہ اشتباہ اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور یہاں کوئی اشتباہ نہیں بلکہ دوسرے کی چھری سے ذبح کرنے کا گناہ ہونا بھی معلوم ہے اور جانور کا حلال ہونا بھی معلوم لیکن کبھی شبہ مشابہ سے مشتق ہوتا ہے اور اس طرح کے امور سے کراہت پیدا ہوتی ہے اور کراہت حرام کے مشابہ ہوتی ہے۔ اگر شبہ سے یہ معنی مراد لیا جائے تو اسے شبہ کا نام دینے کی کوئی وجہ ہو گی ورنہ مناسب یہی ہو گا کہ اس کا نام کراہت رکھا جائے نہ کہ شبہ۔ جب اس کا معنی معلوم ہو گیا تو اس کا نام رکھنے میں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نام رکھنے میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔

کراہت کے درجات:

جان لیجئے کہ کراہت کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ حرام کے قریب ہوتا ہے اور اس سے بچنا ضروری ہے اور آخری درجہ میں اتنا مبالغہ ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ وسوسہ میں مبتلا لوگوں کے تقویٰ تک پہنچ جائے

اور ان دونوں کے درمیان درجات ہوتے ہیں جو دونوں طرفوں سے مل جاتے ہیں۔ پس غصب شدہ کتے سے شکار کرنے کی کراہت غصب شدہ چھری یا غصب شدہ تیر سے شکار کرنے سے زیادہ ہے کیونکہ کتے کو اختیار ہوتا ہے اور اس بات میں فقہا کا اختلاف ہے کہ غصب کئے ہوئے کتے کا شکار کتّے کے مالک کا ہو گا یا شکار پر چھوڑنے والے کا۔

غصب شدہ زمین میں اپنا بیج بونا:

اسی مسئلہ سے ملتا جلتا مسئلہ غصب شدہ زمین میں بوئے ہوئے بیج کا ہے کیونکہ کھیتی بیج کے مالک کی ہو گی لیکن اس میں شبہ ہے اور اگر ہم یہ ثابت کریں کہ زمین کے مالک کو کھیتی روکنے کا حق حاصل ہے تو یہ حرام مال کی طرح ہو گا لیکن مناسب یہی ہے کہ اس کے لئے روکنے کا حق ثابت نہ کیا جائے جیسا کہ کوئی شخص چھینی ہوئی چکی سے آٹا پیسے اور غصب کئے ہوئے جال سے شکار کرے کیونکہ اس شکار کے ساتھ جال کے مالک کا کوئی حق متعلق نہیں ہے۔ غصب شدہ کلہاڑے سے لکڑیاں کاٹنا اسی سے تعلق رکھتا ہے۔

پھر اپنی ملکیت کے جانور کو غصب شدہ چھری سے ذبح کرنے کا معاملہ ہے کہ کسی نے بھی ذبح شدہ جانور کے حرام کا حکم نہیں دیا (اگرچہ اُس چھری سے ذبح ناجائز ہے)۔

اذانِ جمعہ کے وقت بیع کا حکم:

جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ مقصودِ عقد سے اس کا تعلق کمزور ہے اگرچہ بعض علمائے کرام (جیسے حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل اور مالکی حضرات) رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی نے عقد کو فاسد کہا ہے ۔کمزور تعلق کی وجہ یہ ہے کہ اس میں صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ نماز کی طرف سعی کرنے کے واجب سے غافل ہو کر بیع میں مشغول ہو گا۔ اگر اس قسم کی بیع فاسد ہوتی تو ہر اس شخص کی بیع فاسد ہو جاتی جس کے ذمہ زکوٰۃ کا ایک درہم بھی باقی ہے یا ایسی قضا نماز جس کا ادا کرنا اس پر فوری طور پر واجب ہے یا اس کے ذمہ دوسرے کا ناحق ایک بھی دانق (درہم کا چھٹا حصہ / ایک قدیم چاندی کا سکہ) ہو کیونکہ بیع میں مشغول ہونا اس کے

لئے کئی واجبات کی ادائیگی سے رکاوٹ ہے۔ پس نمازِ جمعہ کے لئے سعی اذان کے بعد واجب ہے اور یہ بات تو یہاں تک پہنچادے گی کہ ظالم لوگوں کی اولاد اور ہر اس شخص سے نکاح درست نہ ہو جس کے ذمہ ایک بھی روپیہ باقی ہو کیونکہ وہ نکاح میں مشغول ہونے کی وجہ سے واجب کے تارک ہوئے۔ مگر چونکہ جمعہ کے متعلق خاص طور پر نہی وارد ہوئی ہے اس لئے ذہنوں میں اس کا تصور فوری طور پر ہوتا ہے تو اس کی کراہت زیادہ سخت ہوگی اور اس سے ڈرانے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ! کبھی ایسا معاملہ وسوسوں کی طرف لے جاتا ہے حتی کہ بندہ ظالموں کی بیٹیوں سے نکاح کرنے اور ان سے دیگر معاملات کرنے میں حرج سمجھتا ہے (خلاصہ یہ کہ اذانِ جمعہ کے وقت خرید وفروخت تو ممنوع ہے مگر بیع نافذ ہو گی)۔

پرہیز گاری میں مبالغہ کی حد:

منقول ہے کہ ایک پرہیز گار و متقی شخص نے کسی سے کوئی چیز خریدی پھر سنا کہ اس نے جمعہ کے دن خریدی تھی تو اس نے محض اس خوف سے کہ کہیں یہ چیز اذانِ جمعہ کے وقت نہ خریدی گئی ہو واپس کر دی۔ یہ انتہا درجے کا مبالغہ ہے کیونکہ انہوں نے شک کی وجہ سے لوٹائی۔ اگر ایسا وہم مفسدات یا منہیات (یعنی جن سے منع کیا گیا ہے) میں معتبر ہو تو یہ ہفتہ اور باقی دنوں میں بھی ہو گا۔ پرہیز گاری اچھی چیز ہے اس میں مبالغہ کرنا بہتر ہے مگر ایک معلوم حد تک۔ چنانچہ، فرمان مصطفےٰ ہے: ”هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ یعنی مبالغہ کرنے والے ہلاک ہو گئے۔“[1]

لہٰذا اس طرح کے مبالغوں سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ اگرچہ مبالغہ کرنے والے کو نقصان نہیں پہنچائے گا مگر بعض اوقات دوسرے لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ یہ اہم بات ہے پھر وہ اس سے بھی آسان بات سے عاجز آکر اصل پرہیز گاری کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے زمانے کے اکثر لوگ اس بات کو دلیل بناتے ہیں، جب ان پر راستہ تنگ ہو جائے تو وہ اس سے مایوس ہو جاتے اور اس راستے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ طہارت میں شک کرنے والے طہارت سے عاجز آجاتے اور طہارت کو چھوڑ دیتے ہیں اسی طرح بعض حلال میں شک کرنے

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب العلم، کتاب هلك المتنطعون، الحدیث: ٢٦٧٠، ص ١٤٣٤

والے اس وہم کی وجہ سے کہ دنیا کا تمام مال حرام ہے وہ وسیع راستہ اختیار کرتے اور حلال وحرام کی تمیز کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ عین گمراہی ہے۔

اسباب کے بعد پائے جانے والے گناہ کی مثالیں:

کبھی گناہ کا اختلاط حلال کرنے والے اسباب کے بعد پایا جاتا ہے یعنی ہر وہ تصرف جو گناہ کی طرف لے جائے۔ اس میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ صورتیں شراب بنانے والے لوگوں کو انگور بیچنا، اغلام بازی (یعنی مردوں سے بدکاری) میں مشہور لوگوں کو امرد غلام (یعنی خوبصورت غلام) فروخت کرنا اور راہزنوں (ڈاکوؤں اور لٹیروں) کو تلوار (یا کوئی اور اسلحہ) بیچنا۔ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا اس بیع (یعنی سودے) کے صحیح ہونے اور اس کی قیمت کے حلال ہونے میں اختلاف ہے۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ بیع صحیح ہو اور مال حلال ہو اور بندہ اس عقد کی وجہ سے گناہ گار ہو گا جیسا کہ غصب شدہ چھری سے ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوتا ہے مگر آدمی گناہ گار۔ اس میں فروخت کرنے والا گناہ پر مدد کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ اس گناہ کا عین عقد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس اس کا مال بہت زیادہ مکروہ تو ہے مگر حرام نہیں ہے اور اس سے بچنا بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اسی سے ملتا جلتا مسئلہ اس شخص کو انگور بیچنا ہے جو شراب پینے کا عادی ہے لیکن شراب بناتا نہیں۔ نیز اس شخص کو تلوار بیچنا جو جہاد بھی کرتا ہے اور ظلم بھی کرتا ہے کیونکہ اس میں دونوں کا احتمال موجود ہے اور ہمارے اسلاف رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے فتنہ وفساد کے وقت تلوار کی بیع سے منع فرمایا ہے اس خوف سے کہ کوئی ظالم نہ خرید لے۔ یہ پہلے سے بڑھ کر تقویٰ ہے اور اس فعل کی کراہت مذکورہ افعال سے کم ہے۔

مبالغہ پر مبنی افعال:

اسی سے ملحق وہ افعال ہیں جو مبالغہ پر مبنی ہیں اور قریب ہے کہ وہ وسوسوں کے ساتھ مل جائیں۔ ایک گروہ اسی کا قائل ہے، ان کے نزدیک کاشت کاروں کو زرعی آلات نہیں بیچنے چاہئیں کیونکہ وہ ان کے ذریعے زراعت کرکے ظالم لوگوں کو غلہ بیچتے ہیں، لہٰذا ان کو بیل، ہل اور زرعی آلات نہ بیچیں جائیں۔ یہ شک والی

پرہیز گاری ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کاشتکاروں کو کھانا نہ بیچا جائے کیونکہ وہ اس سے کاشت کاری پر قوت حاصل کرے گا اور وہ اپنی زمین کو عام پانی سے سیر اب نہ کرے (کہ اس قوت اور سیر ابی سے پیدا ہونے والا غلہ ظالم خریدے گا) اور آہستہ آہستہ نوبت اُس مبالغے تک پہنچ جائے گی جس کی ممانعت ہے۔

ہر وہ شخص جو اچھی نیت سے کسی کام کا ارادہ کرے اگر علم یقینی اسے نہ روکے تو وہ ضرور حد سے تجاوز کر جائے اور بعض دفعہ تو وہ دین میں ایسی بدعت کا ارتکاب کرتا ہے جس کی وجہ سے بعد میں آنے والوں کو نقصان پہنچتا ہے حالانکہ وہ اپنے گمان میں اسے نیک عمل سمجھ رہا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور نبیِّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنٰی رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت میرے ادنی صحابی پر۔''[1] اور مبالغہ کرنے والوں کے متعلق خوف ہے کہ وہ بھی اس آیت طیبہ میں داخل لوگوں میں سے ہوں:

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾

ترجمۂ کنزالایمان: جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

(پ۱۶، الکھف: ۱۰۴)

الغرض انسان کو تقویٰ کی باریکیوں میں نہیں پڑنا چاہیے۔ ہاں! اگر کسی محقّق عالم (جو اصول و فروع میں پختہ، معارف ربانی کا ماہر اور مرشدِ کامل ہو، اس) سے پوچھ لے تو ٹھیک ہے کیونکہ جب وہ اپنی سمجھ سے تجاوز کرے گا اور کسی سے پوچھے بغیر ذہن سے کام لے گا تو جو وہ کرے گا اس کی خرابیاں اس کی اچھائیوں سے زیادہ ہو جائیں گی۔ مروی ہے کہ ''حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا انگوروں کا ایک باغ اس خوف سے جلا دیا کہ کہیں اس کے انگوروں کو ایسا شخص نہ خرید لے جو شراب بناتا ہو۔'' اگر باغ کو جلانے کا کوئی اور خاص سبب نہیں تھا تو مجھے اس کے جلانے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی[2] کیونکہ اُن سے بڑے صحابہ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ

1 ...سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادۃ، ۴/ ۳۱۳، الحدیث: ۲۶۹۴

2 ...حضرت سیِّد محمد بن محمد مرتضٰی حسینی زبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۱۲۰۵ھ) اس کے تحت فرماتے ہیں: ''...بقیہ اگلے صفحہ پر ...

اَجْمَعِیْن نے ایسا کام نہیں کیا اور اگر ایسا کرنا جائز ہو تو زنا کے خوف سے آلۂ تناسل کو کاٹنا اور جھوٹ کے خوف سے زبان کو کاٹنا جائز ہو گا (حالانکہ ایسا کرنا جائز نہیں)۔

اسباب سے پہلے پائے جانے والے گناہ کی مثالیں:

کبھی گناہ کا اختلاط حلال کرنے والے اسباب سے پہلے پایا جاتا ہے۔ اس کے تین درجے ہیں:

❀...**پہلا درجہ:** جس میں کراہت زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ معصیت کا اثر حاصل کی گئی چیز میں باقی رہے۔ جیسے ایسی بکری کا گوشت کھانا جس نے غصب کئے ہوئے چارے میں سے کھایا یا حرام چراگاہ میں چری ہو۔ کیونکہ یہ (غصب شدہ چارے اور حرام چراگاہ سے چرنا بکری کے مالک کے حق میں) گناہ ہے اور یہ چارہ اس کے باقی رہنے کا سبب ہے اور ممکن ہے کہ اس کا خون، گوشت اور اس کے اعضاء کی بقا اسی گھاس سے ہو۔ یہ تقویٰ بہت اہم ہے اگرچہ واجب نہیں ہے اور سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے گروہ سے اس تقویٰ پر عمل منقول ہے۔ چنانچہ،

اپنی بکری جنگل میں کیوں چھوڑی؟

حضرت سیِّدُنا ابو عبد اللہ طوسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے پاس ایک بکری تھی، آپ اس کا دودھ پیا کرتے تھے۔ آپ روزانہ اُسے گردن پر اٹھا کر جنگل میں چھوڑ دیتے۔ وہ چرتی رہتی اور آپ نماز پڑھنے میں مصروف رہتے۔ ایک دن تھوڑی دیر کے لئے آپ اس سے غافل ہو گئے تو اس نے جنگل سے متصل ایک باغ کے کنارے انگور کی بیل کے پتّے کھا لئے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے وہیں چھوڑ دیا اور اپنے ساتھ لے جانا روا (مناسب) نہ سمجھا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر اور حضرت سیِّدُنا عبید اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے کچھ

...شاید وہ سبب خاص ہو، ممکن ہے کہ باغ سے انگور اتارتے وقت ہر سال شرابی انگور خریدنے آجاتے ہوں تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُسے جلانے ہی میں مصلحت سمجھی ہو۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۵۵۳)

اونٹ خریدے اور انہیں چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ موٹے تازے ہو گئے۔ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے استفسار فرمایا: "تم نے انہیں چراگاہ میں چرایا ہے؟" عرض کی: "جی ہاں!" تو امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے نصف اونٹ لے لئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک وہ گوشت جو گھاس سے پیدا ہوا وہ گھاس والے کا ہے، لہٰذا اِسے حرام ہونا چاہئے نہ کہ مکروہ؟ **جواب:** ایسا نہیں ہے کیونکہ "گھاس" کھانے سے ختم ہو جاتی ہے اور گوشت نئی چیز ہے نہ کہ عین گھاس تو شرعی طور پر گھاس والے کا کوئی حق نہیں ہو گا لیکن خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے گھاس کی قیمت کا تاوان لیا تھا اور اسے نصف اونٹوں کے برابر خیال کیا تو اجتہاد کرتے ہوئے ان سے نصف اونٹ لے لئے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کوفہ سے تشریف لائے تو ان سے نصف مال لے لیا۔ یوں ہی حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے نصف مال لے لیا تھا کیونکہ آپ نے خیال کیا کہ عامل تمام مال کا مستحق نہیں ہوتا اور اس کے کام کے لئے آدھے مال کو کافی سمجھا اور یہ نصف مقدار بھی اجتہاد کی وجہ سے تھی۔

تقویٰ کے چند واقعات:

❀...**دوسرا درجہ:** کراہت کا دوسرا درجہ وہ ہے جو حضرت سیِّدُنا ابو نصر بِشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی سے منقول ہے کہ انہوں نے اس نہر سے پانی نوش نہ فرمایا جو ظالموں کی کھدوائی ہوئی تھی کیونکہ نہر ہی اس پانی کو یہاں تک پہنچانے والی تھی اور اسے کھودنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی ہوئی تھی۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اس باغ کے انگور نہ کھائے جو ظالموں کی کھودی ہوئی نہر سے سیراب ہوتا تھا۔ یہ پہلے تقویٰ سے اوپر ہے اور اس میں مبالغہ زیادہ ہے۔

ایک اور بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے راستوں پر بادشاہوں کے بنائے ہوئے چشموں سے پانی نہ پیا تھا۔

اِن تمام سے بڑھ کر حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا تقویٰ ہے کہ انہوں نے داروغۂ جیل (یعنی جیلر) کے ہاتھوں پہنچنے والا حلال کھانا نہیں کھایا اور فرمایا: ''میرے پاس یہ کھانا ظالم کے ہاتھوں سے پہنچا ہے۔'' اس درجہ کے مراتب بے شمار ہیں۔

تقویٰ میں وسوسہ اور مبالغہ:

❀...**تیسرا درجہ:** کراہت کا یہ درجہ وسوسے اور مبالغہ کے قریب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حلال سے بچا جائے جو ایسے شخص کے واسطے اس تک پہنچا جس نے زنا یا قَذف (یعنی تہمتِ زنا) کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی ہو۔ اس کا حال ایسا نہیں ہے جو حرام غذا کھا کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے والے کا ہے کیونکہ اس کو پہنچانے والی قوت حرام غذا سے حاصل ہوئی ہے جبکہ زنا اور قذف سے ایسی قوت حاصل نہیں ہوتی جو اٹھانے پر مدد دے بلکہ کافر کے ہاتھ آئے ہوئے حلال کھانے سے بچنا بھی وسوسہ ہے اور حرام کھانا اس کے برعکس ہے کیونکہ ''کفر'' کا کھانا اٹھانے سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اسے پرہیز گاری کہا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ جو شخص غیبت کرکے یا جھوٹ بول کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرے اس کے ہاتھ کا کھانا بھی نہ لیا جائے اور یہ انتہا درجے کا مبالغہ اور اسراف ہے۔ یہاں اس بات کا خیال رکھا جائے جو حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری اور حضرت سیِّدُنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے تقویٰ میں ملتی ہے اور وہ یہ کہ پہنچانے والے سبب میں گناہ ہو جیسے نہر اور حرام غذا سے حاصل ہونے والی قوت سے پرہیز کیا جائے۔ البتہ! اگر کوئی ایسے پیالے سے پانی پینے سے خود کو روک لے جسے اس کمہار نے بنایا ہو جس نے ایک دن کسی کو مار کر یا گالی دے کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی تھی تو وہ بچنے والا وسوسوں کا شکار ہے اور اگر کسی کو اس بکری کے گوشت سے روک دیا جائے جس کو حرام کھانے والا ہانک کر لایا تھا تو یہ بھی وسوسہ والی پرہیز گاری ہے کیونکہ داروغۂ جیل کے ہاتھوں سے پہنچنے والے کھانے سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے کیونکہ کھانا لانے میں داروغۂ جیل کی قوت صرف ہوتی ہے جبکہ بکری خود چلتی ہے اور ہانکنے والا فقط اسے راستہ بھٹکنے سے روکتا ہے۔

صالحین و متقین کے لئے فتویٰ:

غور کیجئے کہ جن باتوں کا یہاں تقاضا ہے ہم نے انہیں کس طرح درجہ بدرجہ بیان کر دیا ہے۔ جان لیجئے کہ یہ درجات علمائے ظاہر کے فتویٰ سے خارج ہیں کیونکہ فقیہ کا فتویٰ درجہ اول کے ساتھ خاص ہے جس کا عام مخلوق کو مکلَّف (یعنی پابند) بنایا گیا ہے۔ اگر تمام لوگ اس پر عمل کرنے لگیں تو دنیا کا نظام خراب نہ ہو گا جبکہ متقین اور صالحین کا معاملہ ایسا نہیں ہے جس پر علمائے ظاہر کا فتویٰ لگ سکے۔ ان کے لئے فتویٰ وہ ہے جو تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا وابِصہ بن مَعْبَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ”اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنِ افْتَوْكَ وَ افْتَوْكَ وَ افْتَوْكَ یعنی اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں۔“[1]

اور اس کی پہچان کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اَلْاِثْمُ حَزَّازُ الْقُلُوْبِ یعنی گناہ دلوں کا کھٹکنا ہے۔“[2]

دل پر ظلم اور وسوسہ والے پر سختی:

ان تمام اسباب میں سے اگر کوئی سبب راہِ طریقت کے مسافر کے دل میں کھٹکے اور باوجود دل میں کھٹکنے کے اس پر عمل کرے تو اس سے نقصان اٹھائے گا اور کھٹکے کے مطابق اپنے دل پر ظلم کرے گا بلکہ اگر وہ کسی ایسی بات کو حلال گمان کرتے ہوئے عمل میں لائے جو علم الٰہی میں حرام ہو تو یہ دل کی سختی کے معاملہ میں اثر انداز نہیں ہو گی اور اگر ایسی بات پر عمل کرے جو علمائے ظاہر کے فتویٰ کے مطابق حلال ہو مگر دل میں کھٹکے تو یہ اس کے لئے نقصان دہ ہے اور یہ جو ہم نے مبالغہ سے ممانعت کے متعلق بیان کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ صاف و معتدل دل وہ ہے جو ان جیسے امور میں کھٹکا نہ پائے کیونکہ اگر وسوسہ میں مبتلا شخص کا دل اس اعتدال سے پھر جائے اور کھٹکا پائے، اگر وہ اس پر عمل کرے تو یہ اس کے حق میں نقصان دہ ہے کیونکہ جو

---

1. ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث وابصة بن معبد الاسدی، ٦/ ٢٩٣، الحدیث: ١٨٠٢٨
2. ...المعجم الکبیر، ٩/ ١٤٩، الحدیث: ٨٧٤٨

معاملہ اس کے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے اس میں اس کے دل کا فتویٰ معتبر ہے اور اس سے اس کے بارے میں مواخذہ ہوگا۔ اسی لئے وسوسہ کرنے والے پر وضو اور نماز کی نیت میں سختی کی گئی ہے کہ وسوسہ کے غلبہ کی وجہ سے اگر اسے غالب گمان ہو کہ پانی تین مرتبہ تمام اعضاء کے تمام حصوں تک نہیں پہنچا تو اس پر واجب ہے کہ چوتھی مرتبہ پانی بہائے اور یہ حکم اس کے حق میں خاص ہے اگرچہ وہ اس بارے میں غلطی کا شکار ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر سختی کردی جیسا کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر سختی کی گئی جب انہوں نے گائے کے متعلق سوال کی کثرت کی۔ اگر وہ پہلی بار ہی لفظ "بقرہ" پر عمل کرتے اور کسی بھی گائے کو ذبح کردیتے تو کافی ہوتا (یہ واقعہ قرآن کریم کے پارہ ۱، سورۂ بقرہ کی آیت ۶۷ تا ۷۳ میں مذکور ہے)[1]۔ الغرض اُن باریکیوں سے غفلت اختیار نہیں کرنی چاہئے جنہیں ہم نے نفی اور اثبات کے لحاظ سے بار بار ذکر کیا ہے کیونکہ جو کلام کی حقیقت کو نہیں جانتا اور اس کے مضامین نہیں سمجھتا وہ اس کے مقاصد دریافت کرنے میں لغزش کا شکار رہتا ہے۔

اسباب کے عوض میں گناہ کی مثالیں:

کبھی گناہ کا اختلاط حلال کرنے والے اسباب کے عوض میں ہوتا ہے۔ عوض میں گناہ کے بہت سے درجات ہیں:

❀...**پہلا درجہ:** جس میں بہت زیادہ کراہت ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز ادھار خریدے اور اس کا ثمن[2] غصب یا حرام مال سے ادا کرے۔ پس اگر بیچنے والے نے ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے خوشدلی کے ساتھ کھانا مشتری کے حوالے کردیا اور مشتری (یعنی خریدار) نے ثمن ادا کرنے سے پہلے اس میں سے کھالیا تو اس کا کھانا حلال ہے اور اس کا ترک بالاجماع واجب نہیں یعنی ثمن کی ادائیگی سے قبل ایسی چیز کو نہ کھانا کسی کے

1... قرآنی واقعات و عجائبات سے متعلق دلچسپ معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 420 صفحات پر مشتمل کتاب "عجائب القرآن مع غرائب القرآن" کا مطالعہ کیجئے!

2... خریدار اور بیچنے والا آپس میں شے کی جو قیمت مقرر کریں اُسے ثمن کہتے ہیں۔ (ردالمحتار، ۷/ ۱۱۷)

نزدیک واجب نہیں ہے اور نہ ہی یہ وہ تقویٰ ہے جس کی تاکید کی گئی ہے۔ پھر اگر وہ کھانے کے بعد ثمن کی ادائیگی مالِ حرام سے کرے تو گویا اس نے ثمن ادا ہی نہیں کیا اور جب اس نے بالکل ثمن ادا ہی نہیں کیا تو وہ بیچنے والے کا حق جو اس کے ذمے ہے ادا نہ کرنے کی وجہ سے ظالم قرار پائے گا مگر وہ مال حرام نہیں ہو گا۔

کھانے کا عوض حرام مال سے دینے کا حکم:

اگر وہ حرام مال سے اس کا ثمن ادا کرے اور بیچنے والے کو اس کا مالِ حرام ہونا بتا دے تو وہ ذمہ سے فارغ ہو جائے گا۔ اب اس پر صرف حرام مال کو تصرّف میں لانے کا وبال باقی ہے جو اس نے بیچنے والے کو دینے کی صورت میں کیا۔ اگر بیچنے والا یہ سمجھ کر خریدار کو بری کرے کہ جو ثمن اس نے وصول کیا ہے وہ حلال ہے تو خریدار بری نہ ہو گا کیونکہ بیچنے والا تو اس اعتبار سے بری الذمہ قرار دے رہا ہے کہ اس نے اپنا حق وصول کر لیا ہے جبکہ مالِ حرام تو اس لائق ہی نہیں کہ اس سے حق کی ادائیگی ہو، لہٰذا اس خریدنے والے پر کھانے کا حکم اور ذمہ کا حکم ہے۔

عوضِ حرام دینے سے قبل قبضے کا حکم:

اگر بیچنے والے نے بخوشی کھانا حوالے نہ کیا بلکہ خریدار نے وہ خود بخود لے لیا تو اس نے حرام کھایا۔ اب یہ برابر ہے کہ اس نے حرام مال سے ثمن ادا کرنے سے پہلے کھایا یا بعد میں کیونکہ فتویٰ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بیچنے والے کو روکنے کا حق حاصل ہے یہاں تک کہ ثمن پر قبضہ کر کے ملک متعین ہو جائے جیسا کہ خریدنے والے کی ملک متعین ہوتی ہے۔ بیچنے والے کے لئے روکنے کا حق دو صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے: (۱) وہ اسے ثمن معاف کر دے (۲) یا ثمن وصول کر لے۔ یہاں ان میں سے کوئی صورت نہیں پائی گئی لیکن اس نے اپنی ملکیت سے کھایا ہے تو وہ اس طرح گناہ گار ہو گا جیسے راہن (اپنی رہن رکھی گئی چیز) مُرتَہِن کی اجازت کے بغیر کھائے[1]۔ اس صورت میں اور بغیر اجازت کسی غیر کا کھانا کھانے میں فرق ہے لیکن اصل حرام

---

[1]...جو شخص اپنی چیز کسی کے پاس گروی رکھتا ہے اسے راہن کہتے ہیں اور جس شخص کے پاس کوئی چیز رہن رکھی جائے وہ مرتہن کہلاتا ہے۔ (بہار شریعت، ۳/ ۶۹۶)

ہونے میں دونوں برابر ہیں اور یہ اس وقت ہے جب قیمت ادا کرنے سے پہلے قبضہ کرے خواہ بائع کی خوشی سے یا بغیر خوشی کے۔

عوضِ حرام کی مزید صورتیں:

اگر اس نے پہلے حرام مال سے ثمن ادا کیا پھر قبضہ کیا۔ پس اگر بیچنے والا جانتا ہے کہ ثمن حرام ہے اور اس کے باوجود چیز پر قبضہ دے دیتا ہے تو اس کا روکنے کا حق باطل ہو جائے گا اور خریدار کے ذمہ اس کا ثمن باقی رہے گا کیونکہ بیچنے والے نے جو عوض لیا ہے وہ ثمن نہیں ہے اور ثمن باقی رہنے کی وجہ سے مبیع (یعنی خریدی گئی شے) کا کھانا حرام بھی نہیں ہو گا اور اگر اسے معلوم نہ ہو کہ عوض مالِ حرام سے دیا گیا ہے اور حالت یہ ہو کہ اگر وہ جانتا تو راضی نہ ہوتا اور چیز کو قبضے میں نہ دیتا، لہٰذا اس دھوکا کی وجہ سے اس کا روکنے کا حق باطل نہیں ہو گا اور اس صورت میں اس کا کھانا حرام ہو گا جیسے رہن رکھی گئی شے کا مرتہن کی اجازت کے بغیر کھانا۔ ہاں! بیچنے والا اسے معاف کر دے یا خریدار مالِ حلال سے ثمن ادا کر دے یا بیچنے والا حرام مال پر راضی ہو کر اسے معاف کر دے تو اس کا معاف کرنا صحیح ہو گا مگر حرام پر راضی ہونا صحیح نہیں ہو گا۔

یہ فقہ کا تقاضا اور پہلے درجے میں حلال اور حرام کے حکم کا بیان ہے اور اس سے پرہیز کرنا بڑا تقویٰ ہے کیونکہ جب کسی چیز تک پہنچانے والے سبب میں گناہ جگہ بنا لے تو اس کی کراہت سخت ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور پہنچانے والے اسباب میں زیادہ قوی سبب ثمن ہے اور اگر حرام ثمن نہ ہوتا تو بیچنے والا اپنی چیز خریدار کے سپرد کرنے پر راضی نہ ہوتا لیکن بائع (یعنی بیچنے والے) کا ثمن پر راضی ہونا مبیع کو شدید قسم کے مکروہ ہونے سے خارج نہیں کرے گا۔ البتہ! اس وجہ سے اس کی عدالت ختم نہیں ہوتی مگر اس کے تقویٰ اور پرہیز گاری میں کمی آجائے گی۔ مثال کے طور پر کسی بادشاہ نے کپڑا یا زمین ادھار خریدی اور بائع کی رضامندی سے قیمت ادا کرنے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا اور اسے کسی عالم یا کسی اور کو بطورِ تحفہ یا صلہ رحمی کے دے دیا اور بائع کو یہ شک ہے کہ بادشاہ اس کی قیمت حلال مال سے ادا کرے گا یا حرام سے تو یہ کم درجہ کی کراہت ہے کیونکہ اسے

قیمت میں گناہ کے داخل ہونے کا شک ہوا ہے اور بادشاہ کے مالِ حرام کے قلیل یا کثیر ہونے کی بنا پر کراہت میں تخفیف (کمی) بھی مختلف ہوتی ہے یا غلبۂ ظن سے اس کا حال معلوم ہوگا اور بعض صورتیں بعض سے زیادہ سخت ہوں گی اور اس معاملے میں دل کے کھٹکے کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

جب عوض گناہ کا سبب بنے!

❀...دوسرا درجہ: عوض میں گناہ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ عوض نہ غصب کا ہو اور نہ ہی حرام ہو لیکن وہ گناہ کا سبب بن سکتا ہو جیسے شرابی سے انگور کے عوض یا ڈاکو سے تلوار کے عوض کوئی شے خریدنا۔ اس سے مبیع حرام نہیں ہو جاتی لیکن اس میں کراہت ہے جو غصب کی کراہت سے کم ہے۔ یہاں بھی ثمن پر قبضہ کرنے والے کے گناہ کے غلبہ اور کمی کے سبب درجات مختلف ہیں اور جب بھی عوض حرام ہوگا اس کا خرچ کرنا بھی حرام ہوگا اور اگر عوض کے حرام ہونے کا احتمال ہو مگر ساتھ ہی اس کے جائز ہونے کا گمان بھی ہو تو اس کا خرچ کرنا مکروہ ہوگا۔ میرے نزدیک حجامہ (یعنی پچھنے لگانے) والے کی کمائی اسی سطح کی کراہت میں داخل ہے کیونکہ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (حضرت سیِّدُنا مَحَیِّصَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو) اس سے کئی بار منع فرمایا ہے پھر یہ حکم دیا کہ "اس سے اپنے پانی لانے والے اونٹ کو چارہ کھلا دے۔"[1]

یہاں ذہن میں وہم پیدا ہوتا ہے کہ اس کے مکروہ ہونے کی وجہ نجاست اور گندگی سے آلودہ ہونا ہے تو یہ فاسد ہے کیونکہ اس سے چمڑہ رنگنے والے اور جھاڑو دینے والے کی کمائی میں بھی کراہت لازم آئے گی حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں اور اگر اس کا قول کیا جائے تب بھی قصاب کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس کی کمائی کیسے مکروہ ہو سکتی ہے حالانکہ وہ گوشت کا بدل ہے اور گوشت فی نفسہٖ مکروہ نہیں حالانکہ قصاب فصد لگانے (یعنی رگ کھولنے) والے اور پچھنے لگانے والے سے زیادہ نجاست میں ملوث ہوتا ہے کیونکہ پچھنے لگانے والا آلے سے خون نکال کر روئی سے صاف کر دیتا ہے۔

---

1 ...سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب کسب الحجام، ۳/۲۱، الحدیث: ۲۱۶۶

حجامہ بوقتِ ضرورت جائز ہے:

مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ فصد اور پَچھنے لگانے میں کراہت نجاست سے ملوث ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں ذی روح (یعنی انسان یا جانور) کی ساخت کو خراب کرنا اور اس کا خون نکالنا ہے جبکہ اس کی زندگی اسی سے قائم ہے اوراس فعل میں اصل حرام ہونا ہے اوراس کا جائز ہونا صرف ضرورت کی وجہ سے ہے اور ضرورت وحاجت کا پتا اندازے اور غوروفکر سے چلتا ہے۔ بندہ بعض اوقات اسے فائدہ مند گمان کرتا ہے حالانکہ وہ نقصان دہ ہوتا ہے پس یوں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں حرام ٹھہرتا ہے لیکن اس کے جواز کا حکم گمان اور اندازے سے دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پَچھنے لگانے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ولی (یعنی سرپرست) اور طبیب کی اجازت کے بغیر بچے، غلام یا نیم پاگل کو پَچھنے لگائے۔ پھر اگر یہ ظاہر میں حلال نہ ہوتا تو پیارے آقا، میٹھے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پَچھنے لگوانے کی اجرت نہ دیتے[1] اور اگر اس کے حرام ہونے کا احتمال نہ ہوتا تو ہرگز اس سے منع نہ فرماتے۔ لہٰذا اجرت دینے اور اس سے منع فرمانے میں تطبیق اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ بیان کردہ معنی مراد لیا جائے اور مناسب یہ تھا کہ ہم اس صورت کو اسباب سے متصل گناہ کی مثالوں میں بیان کرتے کیونکہ یہ ان سے زیادہ قریب ہے۔

وسوسے والوں کا درجہ:

❀... **تیسرا درجہ:** سب سے نچلا تیسرا درجہ وسوسوں کے شکار لوگوں کا ہے۔ جیسے کوئی شخص اس بات کی قسم کھائے کہ ” وہ اپنی ماں کے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا نہیں پہنے گا۔ “ پھر اس سوت کے عوض کپڑا خرید لے تو اس میں کوئی کراہت نہیں اور اس سے بچنا وسوسہ ہے۔ مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا مُغِیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے بارے میں ناجائز ہونے کا فرمایا اور سیِّدِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان سے استدلال کیا: ”لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَیْھِمُ الْخُمُوْرُ فَبَاعُوْھَا وَاَکَلُوْا اَثْمَانَھَا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ یہودیوں پر لعنت فرمائے

---

[1]... صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب خراج الحجام، ۲/ ۷۰، الحدیث: ۲۲۷۹

کہ ان پر شراب کو حرام کیا گیا تو انہوں نے شراب بیچ کر اس کا ثمن کھالیا۔"[1]

یہ استدلال درست نہیں کیونکہ شراب فروخت کرنا باطل ہے اس لئے کہ شریعت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور بیع باطل کا ثمن (عوض) حرام ہے جبکہ سوت بیچنے کی صورت شراب بیچنے کی طرح نہیں بلکہ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی لونڈی کا مالک بنے جو اس کی رضاعی بہن ہو تو وہ اس کے عوض کوئی اجنبی لونڈی خریدلے تو اب اِس خریدی ہوئی لونڈی سے پرہیز نہیں ہے اور اس مسئلہ کو شراب کی خرید و فروخت سے تشبیہ دینا غایت درجہ کی نظر اندازی ہے۔ بلاشبہ ہم نے اس سلسلے میں تمام درجات اور ان کے درجہ بدرجہ مراحل کی پہچان کرادی ہے اور اگرچہ ان درجات کا اختلاف تین چار یا کسی عدد میں محدود نہیں مگر یہاں تعداد بیان کرنے سے ہمارا مقصد سمجھنے میں آسانی پیدا کرنا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

(تو پھر اس حدیث شریف کا جواب کیا ہوگا کہ) حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَنِ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ فِيْهَا دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةً مَّا كَانَ عَلَيْهِ یعنی جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا جن میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس پر رہے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔"[2] پھر حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اپنے کانوں میں انگلیاں داخل کرکے فرمایا کہ "اگر میں نے یہ بات حضور رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہ سنی ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔" **اس کا جواب** یہ ہے کہ اس حدیث پاک کو اس پر محمول کیا جائے گا جب وہ کپڑا معین درہموں کے عوض خریدے نہ کہ ادھار جبکہ ادھار والی اکثر صورتوں میں ہم نے حرمت کا حکم دیا ہے۔ پس اسے اسی پر محمول کرنا چاہئے اور ملکیت کی ایسی بہت سی صورتیں ہیں کہ سبب میں کسی گناہ کے پائے جانے کی وجہ سے ان صورتوں میں بھی نماز کے قبول نہ ہونے کی وعید ہے اگرچہ عقد کے فاسد ہونے پر دلالت نہیں ہوتی، جیسا کہ اذانِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت وغیرہ۔

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، ۳/۳۸۷، الحدیث: ۳۴۸۸، الخمور: بدلہ: الشحوم

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، ۲/ ۴۱۶، الحدیث: ۵۷۳۶

شبہ کا چوتھا مقام

دلائل میں اختلاف:

بے شک یہ اختلاف سبب میں اختلاف کی طرح ہے کیونکہ سبب حلال و حرام ہونے کے حکم کا ذریعہ ہے اور دلیل حلت و حرمت کی پہچان کا سبب ہے۔ پس وہ معرفت کے حق میں سبب ہے اور جو غیر کی معرفت میں ثابت نہ ہو تو فی نفسہٖ اس کے ثبوت کا کوئی فائدہ نہیں، اگرچہ اس کا سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہے۔

دلائل میں اختلاف کی اقسام:

دلائل میں اختلاف کی تین اقسام ہیں: (۱)...اختلاف شریعت کے دلائل میں تعارض کی وجہ سے ہو گا (۲)...یا دلالت کرنے والی علامات میں تعارض کی وجہ سے ہو گا (۳)...یا پھر مشابہت میں تعارض کی وجہ سے ہو گا۔

دلائل میں اختلاف کی پہلی قسم:

اختلاف شریعت کے دلائل میں تعارض (یعنی ایک دوسرے کے مقابل ہونے) کی وجہ سے ہو گا جیسے قرآن کریم یا سنت کے دو عمومی احکام یا دو قیاسوں یا ایک قیاس اور ایک عمومی حکم کا باہم متعارض ہونا۔ ان تمام صورتوں سے شک پیدا ہوتا ہے اور اس میں کسی ایک کے راجح نہ ہونے کی صورت میں استصحاب یا پہلے سے معلوم اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اگر ترجیح ممانعت کی طرف ظاہر ہوئی تو اسے اختیار کیا جائے گا اور حلت کی جانب ترجیح ہو تو اسے اختیار کرنا جائز ہے لیکن اس سے بچنے میں تقویٰ ہے۔

مفتی و مُقلِّد کے لئے تقویٰ:

تقویٰ کے باب میں مفتی (یعنی مجتہد) اور مقلد (یعنی کسی امام کی پیروی میں قرآن و سنت پر عمل کرنے والے) کے لئے اختلاف کی جگہوں سے بچنا بڑی اہمیت کا حامل ہے اگرچہ مقلد کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کا فتویٰ اختیار کرے جسے وہ شہر کا سب سے افضل عالم خیال کرتا ہے اور یہ بات دوسروں سے سن کر معلوم ہوتی ہے (یعنی لوگوں کے درمیان اس کی شہرت ہو اور وہ ایک دوسرے سے اس کا تذکرہ کرتے ہوں) جیسے شہر کے بڑے طبیب (یعنی

ڈاکٹر) کو شہرت اور قرائن سے پہچانا جاتا ہے اگرچہ وہ اچھی طرح علاج نہ کر سکتا ہو۔ سائل کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ جس مذہب (یعنی کسی مسئلہ کے بارے میں موقف) میں وسعت دیکھے اسے اختیار کرلے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے موقف کو تلاش کرے جو اس کے غالب گمان کے مطابق افضل ہو پھر اس کی پیروی کرے اور ہر گز اس کی مخالفت نہ کرے۔ہاں! اگر اپنے امام نے کسی چیز کے متعلق فتویٰ دیا اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو اس اختلاف سے بچتے ہوئے مُتَّفَق عَلَیْہ قول اختیار کرنا ایسا تقویٰ ہے جس کی تاکید آئی ہے۔ یوں ہی اگر مجتہد کے ہاں دلائل میں تعارض واقع ہو اور حلت کی جانب اندازے اور ظن سے راجح ہو تو تقویٰ اس سے بچنا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ مفتیان کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کسی چیز کی حلت کا فتویٰ دیتے تھے لیکن خود تقویٰ کی بنا پر اور شبہ سے بچنے کے لئے اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

پہلی قسم کے تین مراتب:

ہم اسے بھی درج ذیل تین مراتب میں تقسیم کرتے ہیں:

❀...**پہلا مرتبہ:** جس سے بچنا کمال درجے کا مستحب ہے اور یہ وہ ہے جس میں مخالف کی دلیل قوی ہو اور مذہب کی ترجیح کی وجہ مخفی ہو اور دوسری وجہ ظاہر ہو، لہٰذا شکاری کتا اگر اپنے شکار میں سے کھالے تو اس سے بچنا انتہائی اہم تقویٰ ہے اگرچہ مفتی اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دے کیونکہ اس میں ترجیح مخفی ہے اور ہم نے اس بارے میں حرمت کا قول اختیار کیا اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے دو اقوال میں سے یہ قول ازروئے قیاس زیادہ قوی ہے اور جب بھی حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا قول جدید (یعنی دوسرا قول) حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یا کسی دوسرے امام کے مذہب کے مطابق ہو تو مقامِ تقویٰ میں اس کی اتباع اہمیت کی حامل ہے اگرچہ مفتی دوسرے قول کا فتویٰ دے۔

اگر بوقتِ ذبح بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی تو!

اس کی دوسری مثال اس جانور کے کھانے سے بچنا ہے جس پر بوقتِ ذبح بسم اللّٰہ نہ پڑھی گئی ہو۔ اگرچہ

اس میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا قول مختلف نہیں ہے کیونکہ آیتِ مبارکہ بوقتِ ذبح بسم اللہ پڑھنے کو واجب کرنے میں ظاہر ہے اور اس بارے میں کئی متواتر احادیثِ طَیِّبَہ ہیں۔ بے شک محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ الْمُعَلَّمَ وَ ذَکَرْتَ عَلَیْہِ اِسْمَ اللہِ فَکُلْ یعنی اگر تم نے اپنے سکھائے ہوئے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا تھا تو (شکار کو) کھالو۔“[1] اور یہ بات تکرار کے ساتھ منقول ہے اور بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا مشہور ہے۔[2] یہ تمام باتیں بسم اللہ پڑھنے کے وجوب کو قوی کرتی ہیں مگر یہ فرمانِ مصطفٰے درست ہے: ”اَلْمُؤْمِنُ یَذْبَحُ عَلٰی اِسْمِ اللہِ تَعَالٰی سَمّٰی اَوْ لَمْ یُسَمِّ یعنی بندۂ مومن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کے ساتھ ذبح کرتا ہے، نام لے یا نہ لے۔“[3] اور اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ عام ہو اور آیاتِ مُقَدَّسہ اور احادیث مبارکہ کو ان کے ظاہر سے پھیرنے والا ہو اور یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ بسم اللہ بھولنے والے کے ساتھ خاص ہو اور باقی نصوص کو ظاہر پر رکھا جائے اور کوئی تاویل نہ کی جائے اور اسے بھول کر بسم اللہ نہ پڑھنے کا عذر قبول کرتے ہوئے بھولنے والے پر محمول کرنا ممکن بھی ہے اور آیت طیبہ کی تاویل کرنا اور حدیث پاک کو عام رکھنا زیادہ ممکن ہے تو ہم نے اسی کو ترجیح دی اور ہم اس کے مقابل احتمال کا انکار نہیں کرتے۔ پس ان مقامات پر تقویٰ بڑی اہمیت کا حامل ہے جو کہ پہلے درجے میں واقع ہے۔

جنین اور گوہ کھانے میں تقویٰ:

❀...**دوسرا مرتبہ:** یہ وسوسوں کے شکار لوگوں کے درجہ کے مقابلے میں آتا ہے۔ یوں کہ کوئی شخص جنین کے کھانے سے پرہیز کرے جو کہ ذبح شدہ جانور کے پیٹ میں پایا جاتا ہے اور گوہ کھانے سے پرہیز کرے حالانکہ صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ”جَنِیْن کا ذبح اس کی ماں کو ذبح کرنا ہے۔“[4] اس حدیث شریف

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الصید، باب الصید بالکلاب المعلمة، الحدیث: ١٩٢٩، ص ١٠٦٥

2 ...صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب جواز الذبح بکل ما انھر الدم... الخ، الحدیث: ١٩٦٨، ص ١٠٨٧

3 ...مراسیل ابی داود ملحق سنن ابی داود، باب فی الضحایا والذبائح، ص ١٦

4 ...سنن ابی داود، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی ذکاۃ الجنین، ٣/١٣٨، الحدیث: ٢٨٢٧

کی صحت ایسی ہے کہ نہ تو اس کے متن میں کوئی احتمال ہے اور نہ ہی اس کی سند میں کوئی کمزوری ہے۔ اسی طرح ایک صحیح حدیث ہے کہ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دستر خوان پر گوہ کھائی گئی تو حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس بارے میں پوچھا: ''اَحَرَامٌ ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ یعنی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا یہ حرام ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''لَا وَلٰکِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ بِاَرْضِ قَوْمِیْ فَاَجِدُنِیْ اَعَافُہٗ یعنی نہیں! مگر یہ جانور ہماری زمین میں نہیں ہوتا اس بنا پر میں اس سے کراہت پاتا ہوں۔'' اور حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے کھایا جبکہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں دیکھ رہے تھے۔[1]

یہ حدیث شریف صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو یہ حدیث شریف نہیں پہنچی کیونکہ اگر انہیں یہ حدیث پہنچی ہوتی تو وہ بھی بصورتِ انصاف اسی کے قائل ہوتے[2] اور اگر اس میں کوئی انصاف پسند انصاف سے کام نہ لے تو اس کا اختلاف غلط ہوگا جس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی اس سے کوئی شبہ پیدا ہوگا جیسا کہ اگر کوئی چیز خبر واحد سے

---

❶...صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الشواء، ۳/۵۲۸، الحدیث: ۵۴۰۰

❷...علامہ سیِّد محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اِتْحَافُ السَّادَۃِ الْمُتَّقِیْن، ج6، ص577 پر فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ یہ بعید ہے اور اس مسئلہ میں حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تنہا نہیں بلکہ ان کے علاوہ کوفہ کے کئی فقہائے کرام کا یہی قول ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ بطّال اور حضرت سیِّدُنا ابنِ مُنْذِر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے اور ابن حزم نے حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اسے حکایت کیا ہے اور ایسے بڑے لوگوں تک اِن احادیث شریفہ کا نہ پہنچنا بعید ہے نیز گوہ کی کراہت یا حرمت کے قائلین حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن شبل اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی بیان کردہ احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن شبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الضب، ۳/ ۴۹۶، الحدیث: ۳۷۹۶) اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں کسی نے گوہ کا تحفہ دیا تو میں نے اسے حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے تناول نہ فرمایا تو میں نے عرض کی: ''کیا ہم یہ کسی سائل کو کھلا دیں؟'' تو ارشاد فرمایا: ''ہم سائلوں کو وہ شے نہیں کھلاتے جو خود نہیں کھاتے۔''

(السنن الکبری للبیہقی، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی الضب، ۹/ ۵۴۶، الحدیث: ۱۹۴۲۷)

ثابت ہو اور اس میں کوئی اختلاف نہ کرے۔

ایسا تقویٰ منقول نہیں:

❀... تیسرا مرتبہ: مسئلے میں اختلاف بالکل مشہور نہ ہو لیکن اس کا حلال ہونا خبر واحد سے ثابت ہو۔ جیسے کوئی کہنے والا کہے کہ "لوگوں نے خبر واحد میں اختلاف کیا ہے اور بعض نے اسے قبول نہیں کیا، لہٰذا میں (خبرِ واحد سے ثابت فلاں حلال سے) پرہیز کرتا ہوں کیونکہ اس کو نقل کرنے والے اگرچہ عادل ہوں ان میں بھی غلطی کا امکان ہے اور کسی پوشیدہ غرض کی وجہ سے جھوٹ بھی ممکن ہے کیونکہ عادل بھی کبھی کبھار جھوٹ بول لیتا ہے اور ان سے وہم بھی ممکن ہے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کہنے والے کا الٹ سن لیا ہو یا اُلٹ سمجھ لیا ہو۔" پس یہ ایسا تقویٰ ہے جو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے منقول نہیں ہے بلکہ جب وہ کسی عادل سے بات سنتے تو ان کے نفوس کو اس پر اطمینان ہوتا۔

خبر واحد میں اختلاف معتبر نہیں:

بہر حال اگر شبہ کسی خاص سبب اور کسی معین دلالت کی وجہ سے راوی کے حق میں پیدا ہو جائے تو اس صورت میں اپنی بیان کردہ روایت پر عمل میں توقف کی ایک ظاہر وجہ ہے اگرچہ فی نفسہٖ وہ عادل ہے اور اخبار آحاد میں اختلاف کرنے والے کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ نظام مُعتزِلی کے اصل اجماع میں اختلاف کی طرح ہے، وہ کہتا ہے کہ "اجماع حجت نہیں ہے" اگر ایسا تقویٰ جائز ہوتا تو انسان دادا کی میراث لینے سے بھی پرہیز کرتا اور کہتا کہ قرآن کریم میں صرف بیٹوں کا ذکر ہے اور پوتے کو بیٹے کے ساتھ اجماعِ صحابہ کی وجہ سے ملایا گیا ہے اور صحابہ معصوم نہیں ہیں، ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ نظام معتزلی نے اس اجماع کی مخالفت کی ہے اور یہ ہوس و خبط ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو کچھ قرآنِ پاک کے عمومی احکام سے ثابت ہے اسے چھوڑ دیا جائے کیونکہ بعض متکلمین کے نزدیک "عموم کا کوئی صیغہ نہیں۔ البتہ! صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے جن عمومات کو قرائن اور دلالتوں کے ذریعے سمجھا ہے وہ قابل حجت ہیں۔" اور یہ تمام وسوسے ہیں

کیونکہ شبہات کے اطراف میں سے کوئی طرف وجانب ایسی نہیں جو مبالغہ اور اسراف سے خالی ہو۔ پس اسے لازمی سمجھنا چاہئے۔

مشکل کے وقت دل سے فتویٰ لیجئے!

جب ایسے امور میں مشکل پیش آئے تو دل سے فتویٰ لینا چاہئے اور مشکوک کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرنا چاہئے۔ دل کے وسوسوں اور سینے کے کھٹکوں کو چھوڑ دینا چاہئے اور یہ امر لوگوں اور واقعات کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے لیکن وسوسہ پیدا کرنے والی چیزوں سے دل کو محفوظ رکھنا چاہئے تاکہ صرف حق بات پر حکم لگایا جاسکے اور جہاں وسوسوں کا گمان ہو وہاں دل میں کوئی کھٹکا پیدا نہ ہو اور جہاں کراہت کا مقام ہو وہاں دل کھٹکے سے خالی نہ ہو اور ایسی کیفیت کا حامل دل کم ہی پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہر کسی کو دل سے فتویٰ لینے کا حکم ارشاد نہیں فرمایا۔ یہ بات صرف حضرت سَیِّدُنا وابِصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمائی کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کا حال جان چکے تھے۔

دلائل میں اختلاف کی دوسری قسم:

دلائل میں اختلاف کی دوسری قسم حلت اور حرمت پر دلالت کرنے والی علامات میں تعارض ہونا ہے جیسے بعض اوقات کوئی سامان چوری ہو جاتا ہے اور چوری کے بغیر ایسا ہونا نادر ہوتا ہے۔ پھر وہ چیز کسی نیک شخص کے پاس دیکھی گئی تو اس کا نیک ہونا چیز کے حلال ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ایسے سامان کا حصول بغیر لوٹ مار کے نہ ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حرام ہے تو دونوں باتوں میں تعارض واقع ہو گیا۔ یوں ہی کوئی عادل خبر دے کہ یہ شے حرام ہے اور دوسرا کہے کہ حلال ہے یا دو فاسقوں کی گواہی میں تعارض آجائے یا بچے اور بالغ کی گواہی میں تعارض واقع ہو جائے۔ پس اس صورت میں اگر ترجیح ظاہر ہو تو اس کے مطابق حکم ہوگا اور اس سے بچنا تقویٰ کہلائے گا اور اگر ترجیح ظاہر نہ ہو تو اس میں توقف واجب ہوگا۔ عنقریب اس کی تفصیل ''بابُ التَّعَرُّف وَ الْبَحْث وَالسُّوَال'' میں آئے گی۔

دلائل میں اختلاف کی تیسری قسم:

تیسری قسم یہ ہے کہ ایسی صفات میں اسباب کا تعارض ہو جائے جن پر احکام کا دار و مدار ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص علما کے لئے مال کی وصیت کرے تو واضح ہے کہ فقہ کا فاضل اس میں داخل ہے اور وہ طالب علم جسے علم حاصل کرتے ہوئے ابھی چند دن یا کچھ ماہ ہوئے ہیں وہ اس میں داخل نہیں ہے اور ان دونوں کے مابین بے شمار درجات ہیں جن میں شک واقع ہوتا ہے، لہٰذا مفتی اپنے ظن کے مطابق فتویٰ دیتا ہے اور اس سے بچنا تقویٰ ہے۔

حیرت میں ڈالنے والے مقامات:

یہ شبہ کے باریک مقامات ہیں کیونکہ ان میں کئی صورتیں ایسی ہیں جس میں مفتی انتہائی حیرت میں پڑ جاتا ہے اور اسے اس میں کوئی تدبیر سمجھ نہیں آتی کیونکہ جو شخص دو باہم مخالف درجوں کے درمیان متوسط درجے میں کسی صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے تو اس کا کسی ایک طرف میلان ظاہر نہیں ہوتا۔ اسی طرح محتاجوں کے لئے مقرر صدقات کا معاملہ ہے کیونکہ جس کے پاس کوئی چیز نہیں اس کا محتاج ہونا واضح ہے اور جس کے پاس بہت سارا مال ہے تو اس کا مالدار ہونا معلوم ہے۔ البتہ! ان دونوں کے درمیان والوں کے حق میں بڑے باریک مسائل ہیں، جیسا کہ کسی کے پاس گھر، مال، دینی کتابیں اور کپڑے ہوں۔ پس اگر یہ چیزیں بقدر حاجت (یعنی اس کی حاجت اصلیہ میں داخل) ہوں تو صدقہ لینے سے رکاوٹ نہیں ہوں گی (یعنی وہ شخص صدقہ واجبہ لے سکتا ہے) اور اگر حاجت سے زائد ہوں تو ضرور رکاوٹ ہوں گی۔ پھر حاجت کوئی محدود چیز نہیں ہے اور اس کا ادراک اندازے سے ہوتا ہے۔ نیز گھر کی کشادگی، اس کی عمارت، اس کی قیمت، اس کا شہر کے درمیان میں ہونا اور ایک گھر پر اکتفا کرنا وغیرہ امور کو دیکھا جائے گا، اسی طرح گھر کا ساز و سامان دیکھا جائے گا جبکہ پیتل کا ہونا کہ مٹی کا اور پھر ان کی تعداد اور قیمت پر نظر دوڑائی جائے گی۔ یوں ہی روزمرہ کی ضرورت کی اشیاء اور وہ چیزیں جن کی سال بعد ضرورت پیش آتی ہے جیسے سردیوں کے بستر وغیرہ اور وہ جن کی ضرورت سالوں بعد پڑتی ہے (ان سب کو دیکھا جائے گا) اور ان میں سے کسی شے کی کوئی حد نہیں ہے۔ ایسے معاملات کا وہی حکم ہے جو سیِّدِ عالَم،

نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دَعْ مَا یَرِیْبُكَ اِلٰی مَالَا یَرِیْبُكَ یعنی جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرو۔''(1)

مشتبہ مقامات میں تقویٰ کا تقاضا:

یہ تمام چیزیں شک کی جگہ واقع ہیں۔ اگر مفتی اس میں توقف کرے تو اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اگر مفتی اندازے یا ظن سے فتویٰ دے تو اس میں تقویٰ توقف کرنا ہے اور یہ تقویٰ کا اہم مقام ہے اور ایسے ہی اہل وعیال اور قریبی رشتہ داروں کا نفقہ اور بیویوں کے لباس جو بقدرِ کفایت انسان پر واجب ہے اور فقہا و علما کے لئے بیتُ المال سے بقدرِ کفایت مقدار کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں دو طرفیں ہیں اور معلوم ہے کہ ان میں سے ایک کم اور دوسری زائد ہے مگر ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں جو اشخاص اور حالات کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں اور ان حاجات کو جاننے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہے اور انسان کے لئے ان کی حدود کا جاننا ممکن نہیں۔ اسے مثال سے سمجھئے کہ ایک موٹے شخص کے لئے ایک دن اور رات میں آدھا کلو سے کم خوراک حاجت سے کم ہے اور ڈیڑھ کلو کفایت سے زیادہ ہے اور جو درمیانی درجہ ہے اس کے لئے کوئی حد ثابت نہیں ہے۔ پس تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ مشکوک چیزوں کو ترک کر کے غیر مشکوک کو اختیار کیا جائے۔

معانی کی حد بندی نہیں ہے:

یہ ہر اس حکم میں جاری ہوتا ہے جس کا کسی سبب پر دارو مدار ہو اور وہ سبب عربی الفاظ سے پہچانا جاتا ہو کیونکہ عرب اور تمام اہل لغت نے لغات کے معانی کو ایسی حدود سے محدود نہیں کیا جس سے دو مختلف معانی جدا جدا ہو جائیں جیسے ''سِتَّۃ یعنی چھ'' کا لفظ ہے، یہ کم یا زیادہ کا احتمال نہیں رکھتا اور حساب اور مقادیر کے الفاظ کا یہی حکم ہے مگر لغوی الفاظ کا یہ معاملہ نہیں ہے۔ یوں ہی قرآن کریم اور سنتِ نبوی میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کے درمیانی درجوں میں ان کے تقاضوں کے لحاظ سے شک واقع نہ ہوتا ہو اور وہ اپنے اطراف کے درمیان

---

(1)...سنن النسائی، کتاب الاشربۃ، باب الحث علی ترک الشبہات، الحدیث: ٥٧٢٢، ص٩٠٠

گھومتانہ ہو۔ اسی وجہ سے وصایا اور اوقاف میں اس فن کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر صوفیا پر وقف کیا جائے تو یہ وقف شرعاً درست ہے اور اس لفظ کے مصداق میں کئی باریکیاں داخل ہیں۔ اسی طرح تمام الفاظ ہیں۔ مثلاً علما، فقہا وغیرہ۔ عنقریب ہم خاص طور پر لفظ صوفیا کے حکم کی طرف اشارہ کریں گے تاکہ الفاظ میں تصرف کا طریقہ معلوم ہو جائے ورنہ ان تمام الفاظ کا ذکر کرنا ممکن نہیں۔ یہ شبہات متعارض علامات سے پیدا ہوتے ہیں جو دو مقابل جہتوں کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اگر غالب گمان یا استصحاب کی دلالت کی وجہ سے حلال ہونے کی "جانب" ترجیح نہ پائے تو اس فرمانِ مصطفٰے: "دَعْ مَا يَرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يَرِيْبُكَ"[1] اور ماقبل مذکور دلائل پر عمل کرتے ہوئے ان تمام شبہات سے بچنا ضروری ہے۔

یہ شبہات کے مقامات ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے زیادہ سخت ہیں۔ اگر کسی چیز میں مختلف شبہات ظاہر ہوں تو معاملہ زیادہ سخت ہو جائے گا۔ جیسے کسی شخص نے اذانِ جمعہ کے بعد شراب بیچنے والے سے انگوروں کے عوض ایسا کھانا لیا جس میں اختلاف تھا اور بیچنے والے کے مال میں حرام ملا ہوا تھا اگرچہ زیادہ نہ تھا بہر حال یہ سارا کھانا مشتبہ ہو جائے گا اور بعض اوقات شبہات کا جمع ہونا اس کام پر عمل کو دشوار بنا دیتا ہے۔

کس دل کا فتویٰ قابلِ اِعتبار ہے؟

ہم نے ان درجات پر آگاہ ہونے کا طریقہ واضح کر دیا ہے اور اس کی حد بندی کرنا طاقتِ انسانی سے باہر ہے پس جو اس تشریح وتفصیل سے واضح ہوا اسے اختیار کرنا چاہئے اور جس میں شک ہو اس سے بچنا چاہئے کیونکہ گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکتا ہے اور ہم نے دل سے فتویٰ لینے کے متعلق جو کہا ہے اس سے مراد وہ ہے جسے مفتی مباح قرار دے اور اگر مفتی نے اسے حرام قرار دیا ہو تو اس سے رکنا واجب ہے۔ پھر اس میں ہر دل کا اعتبار نہیں کیونکہ وسوسوں کے شکار بعض لوگ ہر چیز سے بھاگتے ہیں اور سستی کے شکار بعض لوگ ہر چیز پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ پس ایسوں کے دلوں کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اعتبار صرف اس توفیق یافتہ علم والے کے دل

---

[1] ...سنن النسائی، کتاب الاشربة، باب الحث علی ترک الشبہات، الحدیث: ۵۷۲۲، ص ۹۰۰

کا ہے جو احوال کی باریکیوں پر نگاہ رکھتا ہے اور وہ ایسا معیار ہے جس کے ذریعے پوشیدہ امور کا امتحان ہوتا ہے۔ ایسا دل کتنا معزّز ہے؟ اور جسے اپنے دل پر یقین نہ ہو وہ اس صفت والے دل سے نور حاصل کرے اور اس کے سامنے اپنا حال بیان کرے۔

زبور شریف میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ "آپ بنی اسرائیل سے فرما دیجئے کہ میں تمہاری نمازوں اور روزوں کی طرف نہیں بلکہ میں اس کی طرف دیکھتا ہوں جو کسی چیز میں شک کرے اور اس کو میری خاطر چھوڑ دے تو یہی ہے جس کی طرف میں نظر رحمت فرماتا ہوں اور اپنی مدد کے ساتھ اس کی تائید کرتا اور اپنے فرشتوں کے سامنے اس پر فخر فرماتا ہوں۔"

باب نمبر3: حلال و حرام کی تحقیق، سوال، غفلت وغیرہ اور ان کے مقامات کا بیان

جان لیجئے کہ ہر وہ شخص جو آپ کو کھانا یا کوئی چیز ہدیہ (یعنی تحفہ) دیتا ہے یا آپ اس سے خریدنا چاہتے ہیں یا اس سے ہدیہ قبول کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے ضروری نہیں کہ اس سے پُوچھ گچھ کریں، اس کے بارے میں سوال کریں اور یہ کہہ دیں کہ اس کے حلال ہونے کے بارے میری تحقیق نہیں ہے، لہٰذا میں یہ نہیں لوں گا بلکہ اس کی جانچ پڑتال کروں گا۔ نیز ایسا بھی نہیں ہے کہ آپ بالکل ہی تحقیق نہ کریں اور ہر اس چیز کو قبول کر لیں جس کا حرام ہونا آپ کے نزدیک یقینی نہ ہو بلکہ سوال کرنا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی حرام، کبھی مستحب اور کبھی مکروہ، لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہے۔ اس بارے میں جامع بات یہ ہے کہ سوال وہاں کیا جاتا ہے جہاں شک ہو اور شک کے مقامات یا تو مال کے متعلق ہوں گے یا مال کے مالک کے متعلق۔

پہلا مقام

مالکِ مال کی تین حالتیں:

تمہارے لئے پہچان کے اعتبار سے اس کی تین حالتیں ہیں: (۱)...اس کا مالک مجہول ہو گا (۲)...یا اس میں

شک ہوگا(۳)...یا ایسے ظن سے معلوم ہو جس پر کوئی دلیل قائم ہو۔

پہلی حالت:

پہلی حالت یہ ہے کہ مالکِ مال کا حال مجہول ہو۔ مجہول سے مراد یہ ہے کہ کوئی قرینہ اس کے فساد اور ظلم پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے سپاہیوں کا لباس وغیرہ اور نہ ہی اس کے نیک ہونے پر کوئی چیز دلالت کرے جیسے صوفیا، علما اور تاجروں کا لباس وغیرہ۔ پس جب آپ کسی ایسی بستی میں داخل ہوں جس سے آپ واقف نہ ہوں اور وہاں آپ نے کسی ایسے شخص کو دیکھا جس کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے اور اس میں کوئی ایسی نشانی نہیں جس سے آپ جان سکیں کہ وہ نیک ہے یا فسادی تو اسے مجہول کہیں گے۔ اگر آپ کسی اجنبی شہر میں جائیں اور بازار میں داخل ہوں اور وہاں نان بائی، قصاب وغیرہ کو دیکھیں اور اس میں کوئی ایسی نشانی نہ ہو جس سے معلوم ہو کہ وہ مشکوک یا خیانت کرنے والا ہے اور نہ ہی کوئی چیز ان کی نفی پر دلالت کرے تو وہ مجہول کہلائے گا جس کی حالت معلوم نہیں ہے اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ وہ مشکوک ہے کیونکہ شک کو دو مقابل عقیدوں سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے دو سبب ہوں اور ایک دوسرے کے مقابلے میں ہوں۔ اکثر فقہا نامعلوم اور مشکوک میں فرق سے بے خبر ہیں اور آپ یہ جان چکے ہیں کہ جس کے متعلق بندہ نہیں جانتا اسے چھوڑ دینا تقویٰ ہے۔

30سال تک دل کے کھٹکے:

حضرت سیدنا یوسف بن اسباط رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ 30 سال سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میرے دل میں کھٹکی ہو اور میں نے اسے چھوڑا نہ ہو۔

منقول ہے کہ ایک گروہ نے مشکل ترین عمل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ تقویٰ ہے تو وہاں موجود حضرتِ سیِّدُنا حسان بن ابی سنان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْمَنَّان نے ان سے فرمایا: ”میرے نزدیک تقویٰ سے بڑھ کر آسان کوئی چیز نہیں اور جب میرے دل میں کسی چیز کے متعلق کھٹکا ہوتا ہے تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔“

یہ تقویٰ کی شرط ہے اور اب ہم اس کا ظاہری حکم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: اگر کسی مجہول شخص نے آپ کو کھانا دیا یا آپ کے پاس ہدیہ لایا یا یہ کہ آپ نے اس کی دکان سے کچھ خریدنا چاہا تو آپ کے لئے اس کے بارے میں پوچھنا لازم نہیں بلکہ چیز کا اس کے قبضہ میں ہونا اور اس کا مسلمان ہونا دو ایسی نشانیاں ہیں جو اس سے چیز لینے کے لئے کافی ہیں اور نہ ہی تمہیں یہ کہنا لازم ہے کہ ”فساد اور ظلم لوگوں پر غالب ہے۔“ لہٰذا یہ وسوسہ اور ایک معین مسلمان پر بدگمانی ہے، بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور اس مسلمان کا اسلام کی وجہ سے آپ پر یہ حق ہے کہ آپ اس سے بدگمان نہ ہوں اور اگر دوسروں میں فساد پائے جانے کی وجہ سے آپ نے کسی معین شخص کے بارے میں بدگمانی کی تو آپ نے جرم کا ارتکاب کیا اور بلاشبہ اسی وقت گناہ گار ہوئے اور اگر آپ نے بدگمانی کے ساتھ وہ مال لے لیا تو وہ ایسا حرام ہوگا جو مشکوک ہے۔

مستورُ الحال لوگوں سے معاملات:

مستورُ الحال لوگوں (یعنی جن کا حال معلوم نہ ہو) سے معاملات کرنے کی دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اپنے غزوات اور سفر میں دیہاتوں میں پڑاؤ ڈالتے اور مہمان نوازی کو رد نہیں کرتے تھے اور شہروں میں داخل ہوتے تو بازاروں سے کنارہ کشی نہیں کرتے تھے حالانکہ ان کے زمانے میں بھی حرام موجود تھا اور ان سے صرف شک والی چیز کے بارے میں سوال منقول ہے کیونکہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہونے والی ہر شے کے بارے میں میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم استفسار نہیں فرماتے تھے بلکہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا تشریف لائے تو شروع شروع میں جو چیز بارگاہِ اقدس میں پیش کی جاتی اس کے متعلق استفسار فرماتے تھے کہ ”یہ صدقہ ہے یا ہدیہ؟“[1] کیونکہ فقرا مہاجرین صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا ہجرت کرکے مدینہ منوّرہ آنا قرینہ حالیہ تھا، چونکہ وہ مہاجرین تھے، لہٰذا

---

[1] ...المعجم الکبیر، ٦ /٢٣١، الحدیث: ٦٠٧٦
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ٣ /١٦٦، الحدیث: ٨٠٢٠

غالب گمان یہی تھا کہ ”جو کچھ بھی انہیں پیش کیا جاتا ہے وہ صدقہ ہے۔“ پھر دینے والے کا مسلمان ہونا اور چیز کا اس کے قبضے میں ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا تھا کہ وہ صدقہ نہیں۔

نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دعوتوں پر بلایا جاتا تو قبول فرما لیتے اور یہ نہ پوچھتے کہ صدقہ ہے یا کچھ اور؟ [1] کیونکہ عادتاً صدقہ کے مال سے مہمان نوازی نہیں کی جاتی تھی جیسا کہ حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعوت کی [2] اور ایک درزی نے بھی دعوت کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں کھانا پیش کیا جس میں کدّو شریف تھا۔ [3]

سیِّدہ عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے ساتھ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت:

ایک فارسی شخص نے حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھانے کی دعوت پیش کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں اور عائشہ (دونوں آئیں گے)۔“ اس نے کہا: ”نہیں۔“ ارشاد فرمایا: ”مجھے قبول نہیں۔“ تو وہ مان گیا۔ چنانچہ، پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس کے ہاں تشریف لے گئے تو انہیں کھانے میں چربی پیش کی گئی۔ [4] اس موقع پر بھی کھانے کے متعلق کسی قسم کا سوال منقول نہیں (کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ ہے)۔

شک کی بنیاد پر شیخین کریمین کا سوال:

خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شک ہونے پر اپنے غلام سے اس

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب ما یفعل الضیف... الخ، الحدیث: ۲۰۳۶، ص ۱۱۲۴

2 ...صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب ما یذکر فی الفخذ، ۱/۱۴۸، الحدیث: ۳۷۱

3 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب من ناول اوقدم الی صاحبه... الخ، ۳/۵۳۸، الحدیث: ۵۴۳۹

4 ...صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب ما یفعل الضیف... الخ، الحدیث: ۲۰۳۷، ص ۱۱۲۵

کی کمائی کے بارے میں سوال کیا۔یوں ہی خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے شک ہونے پر اس شخص سے سوال کیا جس نے صدقہ کی اونٹنیوں کا دودھ آپ کو پلا دیا تھا اور وہ دودھ آپ کو بہت پسند آیا کیونکہ وہ ایسا نہیں تھا جیسا آپ روزانہ نوش فرماتے تھے۔یہ شک کے اسباب ہیں۔

زیادہ مال دیکھ کر حرام کی بد گمانی نہ کریں:

اگر کوئی ایسا شخص دعوت کرے جس کا حال معلوم نہ ہو تو بغیر تفتیش کے اس کی دعوت قبول کر لینے سے وہ گناہ گار نہ ہو گا۔بلکہ اگر وہ اس کے گھر میں زیب وزینت اور بہت سامال دیکھے تو یہ نہ کہے کہ حلال تو کم ہوتا ہے جبکہ یہ تو بہت زیادہ ہے، اتنا حلال کہاں سے جمع ہو گیا؟ بلکہ اس شخص کے متعلق احتمال ہے کہ اسے مال وراثت میں ملا ہو یا اس نے کمایا ہو۔تو وہ شخص حسنِ ظن کا مستحق ہے بلکہ ہم اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ اسے یہ حق نہیں کہ اس سے سوال کرے اور اگر وہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اپنے پیٹ میں وہی چیز داخل کرتا ہے جس کے متعلق اسے علم ہو کہ کہاں سے آیا ہے تو بہتر ہے کہ اسے احسن انداز سے چھوڑ دے۔اگر اسے کھانا ضروری ہو تو بغیر سوال کے کھالے کیونکہ سوال کرنے سے اسے تکلیف ہو گی اور اس کا پردہ فاش ہو گا اور اسے پریشانی میں ڈالنا ہو گا اور یہ باتیں یقیناً حرام ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ممکن ہے کہ پوچھنے سے اسے تکلیف نہ ہوتی ہو تو پوچھنے میں کیا حرج ہے؟ **جواب:** مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اسے تکلیف ہوتی ہو اور تم "شاید" سے ڈرتے ہوئے ہی سوال کرتے ہو، لہٰذا اگر تم نے "شاید" پر قناعت کیا تو شاید اس کا مال حلال ہو اور کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانے کا گناہ حرام اور شبہ والے کھانے سے کم نہیں۔غالب طور پر لوگ تفتیش کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں نیز یہ بھی جائز نہیں کہ کسی دوسرے سے اس کے بارے میں اس طرح پوچھے کہ اسے پتا چل جائے کیونکہ اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس طرح پوچھے کہ اسے پتا نہ چلے تو اس صورت میں بد گمانی اور پردہ فاش کرنا ہے اور اس میں تَجَسُّس اور غیبت کا ارتکاب ہو گا اگرچہ ایسا

صریح طور پر نہ ہو اور ان سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ (پ٢٦، الحجرات: ١٢)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

جاہل زاہدوں کی تفتیش:

کئی جاہل زاہد تفتیش کر کے لوگوں کے دلوں میں وحشت پیدا کرتے اور سخت تکلیف دہ کلام کرتے ہیں۔ شیطان ان کے لئے اس بات کو مزیّن کر دیتا ہے تا کہ وہ حلال کھانے میں مشہور ہو جائیں۔ اگر اس کی وجہ محض دین ہوتا تو اسے اپنے پیٹ میں نامعلوم چیز داخل کرنے کے خوف سے زیادہ خوف مسلمان کے دل کو ایذا پہنچانے کا ہوتا کیونکہ نامعلوم چیز کھانے میں اس پر مواخذہ نہیں ہے اس لئے کہ وہاں کوئی ایسی علامت نہیں جو اجتناب کو لازم کر رہی ہو۔ پتا چلا کہ تقویٰ کا راستہ کھانا چھوڑ دینا ہے نہ کہ تجسُّس کرنا (یعنی عیب ڈھونڈنا) اور اگر کھانا ضروری ہو تو تقویٰ یہ ہے کہ حسنِ ظن رکھتے ہوئے کھالینا چاہئے۔ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا یہی طریقہ تھا اور جو اس تقویٰ میں ان مقدس حضرات پر زیادتی چاہے وہ گمراہ اور بدعتی ہے نہ کہ صحابہ کا پیروکار اور ہر گز کوئی شخص ان کے ایک مُد (پیمانے کا نام) یا نصف مُد کو نہیں پہنچ سکتا اگرچہ زمین کی تمام چیزیں خرچ کر دے۔

ان کے لئے صدقہ، ہمارے لیے ہدیہ:

اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سیِّدَتُنا بَرِیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا کھانا تناول فرمایا تو عرض کی گئی کہ "یہ صدقہ ہے۔" تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔"[1] اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1]... صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب اذا تحولت الصدقۃ، ١/ ٥٠٤، الحدیث: ١٤٩٥

صدقہ دینے والے کے بارے میں دریافت نہیں کیا حالانکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صدقہ دینے والے کو نہیں جانتے تھے پھر بھی کھانا کھانے سے اجتناب نہیں فرمایا۔

دوسری حالت:

دوسری حالت یہ ہے کہ مالکِ مال کسی شک پیدا کرنے والی دلالت کی وجہ سے مشکوک ہو گیا ہو، لہٰذا پہلے ہم شک کی صورت پھر اس کا حکم بیان کریں گے۔ شک کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس کے حرام ہونے پر اس شخص کی شکل وصورت، وضع قطع (لباس وغیرہ) یا اس کے قول یا فعل سے دلالت ہو رہی ہو۔ **شکل وصورت** کے لحاظ سے یوں کہ اس کی شکل ترکیوں یا دیہاتیوں جیسی ہو یا ان جیسی ہو جو ظلم کرنے اور ڈاکا ڈالنے میں مشہور ہوتے ہیں یا یہ کہ بڑی بڑی مونچھوں والا ہو یا فسادیوں کی طرح اس کے سر پر بکھرے ہوئے لمبے بال ہوں۔ **وضع قطع** کے اعتبار سے اس طرح کہ جبہ، ٹوپی اور ظالم سپاہیوں کی طرح لباس ہو [1]۔ **قول وفعل** کے اعتبار سے یوں کہ قول یا فعل سے تعلق رکھنے والی حرام چیزوں کا ارتکاب کرتے ہوئے پایا جائے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مال میں بھی ایسے ہی سستی کرتا ہو گا اور حرام مال لے لیتا ہو گا۔ یہ شک کے مقامات ہیں۔

جب کوئی شخص ایسے آدمی سے کچھ خریدنے کا ارادہ کرے یا اس سے تحفہ لے یا اس کی دعوت قبول کرے اور وہ اسے نہ جانتا ہو اور وہ اس کے نزدیک مجہول ہو اور اسے صرف یہی علامات معلوم ہوں تو یہ کہنے کا احتمال موجود ہے کہ چیز پر مالک کا قبضہ ملکیت کی دلیل ہے اور یہ علامات ضعیف ہیں، لہٰذا یہ اقدام جائز ہے مگر اس سے بچنا تقویٰ ہے اور یہ کہنے کا بھی احتمال ہے کہ قبضہ کی دلالت ضعیف ہے اور اس کے مقابلے میں دیگر علامتیں پائی جا رہی ہیں تو اس میں شک پیدا ہو گیا، لہٰذا اقدام جائز نہیں اور اسی کو ہم پسند کرتے ہیں اور اس

---

1 ... شکل وصورت اور لباس کے حوالے سے جو بھی ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کے زمانے کے لحاظ سے ہے جبکہ بعد کے زمانوں میں ان چیزوں میں کافی تبدیلیاں آ گئیں، لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے جس زمانے میں جو علامات خاص ہوں گی انہیں کا اعتبار ہو گا۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ٦/ ٥٩٥)

کا فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”دَعْ مَا یَرِیْبُكَ اِلٰی مَالَا یَرِیْبُكَ یعنی جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر غیر مشکوک چیز کو اختیار کرو۔“[1]

اس حدیثِ پاک میں صیغہ امر (حکم یعنی چھوڑدو) آیا ہے جو بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے اگرچہ اس میں استحباب کا بھی احتمال موجود ہے کیونکہ فرمانِ مصطفٰے ہے کہ ”اَلْاِثْمُ حَزَّازُ الْقُلُوْبِ یعنی گناہ دل کا کھٹکا ہے۔“[2] اور مذکورہ صورت میں جو کھٹکا دل میں پیدا ہوتا ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور اس لئے بھی کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا کہ ”یہ صدقہ ہے یا ہدیہ؟“ نیز خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے غلام سے اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دودھ پلانے والے سے سوال کیا ہے اور یہ سب شک کے مواقع تھے۔

اگرچہ اسے تقویٰ پر محمول کرنا ممکن ہے مگر قیاس حکمی کے بغیر اس پر محمول نہیں کر سکتے اور قیاس اس کے حلال ہونے کی گواہی نہیں دیتا کیونکہ قبضہ اور اسلام کی دلالت کے مقابلے میں جب یہ دلالتیں آئیں تو اس میں شک پیدا ہو گیا تو جب دونوں دلالتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں تو اس کو حلال قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں اور قبضے اور استصحاب کا حکم ایسے شک کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا جس پر کوئی دلیل نہ ہو جیسا کہ ہم پانی کی حالت کو تبدیل پائیں تو اس میں یہ احتمال ہے کہ تبدیلی زیادہ دیر ٹھہرا رہنے کی وجہ سے ہو اور اگر ہم نے کسی ہرن کو اس میں پیشاب کرتا دیکھ لیا تھا پھر اس وجہ سے تبدیلی کا احتمال پیدا ہو جائے تو ہم استصحاب کو چھوڑ دیں گے اور یہی صورت اس کے زیادہ قریب ہے۔ لیکن ان دلالتوں کے درمیان فرق ہے کیونکہ مونچھوں کا لمبا ہونا، جبوں کا پہننا اور سپاہیوں والی شکل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مال ظلماً لیا ہو گا۔

---

1 ...سنن النسائی، کتاب الاشربۃ، باب الحث علی ترک الشبہات، الحدیث: ۵۷۲۲، ص ۹۰۰

2 ...المعجم الکبیر، ۹/۱۴۹، الحدیث: ۸۷۴۸

قول وفعل کب دلیل ہوں گے؟

قول وفعل کا معاملہ یہ ہے کہ اگر خلافِ شرع قول وفعل مال کے ظلم سے متعلق ہوں تو یہ (اس مال کے ظلماً لینے پر) واضح دلیل ہے جیسے کسی کو دیکھے کہ وہ غصب یا ظلم کا حکم دیتا ہے اور سود کا کاروبار کرتا ہے (اس سے اس کے مال کا پتا چل جائے گا) اور اگر اسے غصے کی حالت میں گالیاں بکتے دیکھے یا پاس سے گزرتی ہوئی عورت کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا پائے تو یہ (مال سے متعلق) کمزور دلالت ہے۔ کتنے ہی ایسے انسان ہیں جو مال حاصل کرنے میں تنگی برداشت کرتے ہیں پھر بھی حلال ہی کماتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ غصے اور شہوت کے وقت اپنے نفس پر قابو نہیں پاسکتے، لہٰذا اس فرق کا خیال رکھنا چاہئے اور اس کی کوئی حد نہیں جس سے اس کا احاطہ کیا جاسکے۔ ایسی صورتِ حال میں انسان کو اپنے دل سے فتویٰ لینا چاہئے۔

(حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب یہ سب کسی مجہول شخص سے سرزد ہوتا دیکھے اور اگر کسی ایسے شخص سے دیکھے جو طہارت، نماز اور تلاوتِ قرآن کریم میں تقویٰ و پرہیزگاری سے معروف ہو تو اس کا حکم اور ہے۔ پھر جب دونوں طرح کی دلالتیں مال کی طرف نسبت کرتے ہوئے متعارض ہو گئیں تو دونوں ساقط ہو گئیں اور آدمی مجہول کی طرح ہو گیا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دلالت خاص طور پر مال سے مناسبت نہیں رکھتی۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو مال کے معاملے میں تو احتیاط کرتے ہیں مگر مال کے علاوہ میں نہیں کرتے اور کتنے ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اچھے طریقے سے نماز، وضو اور تلاوتِ قرآن کرتے ہیں لیکن انہیں جہاں سے ملتا ہے کھالیتے ہیں تو ان مقامات کا حکم وہی ہے کہ جس کی طرف دل کا میلان ہو کیونکہ یہ بندے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان معاملہ ہے، لہٰذا کوئی بعید نہیں کہ اس کا دارومدار ایسے پوشیدہ سبب پر ہو جس پر اس شخص اور رَبُّ الْعٰلَمِیْن عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی مطلع نہ ہو اور دل کے کھٹکے کا یہی حکم ہے۔ پھر اس کی دوسری باریکی کو بھی مدِّ نظر رکھنا چاہئے۔ وہ یہ کہ دلالت ایسی ہو جو اس کے اکثر مال حرام ہونے پر دلالت کرے، مثلاً وہ سپاہی ہو یا بادشاہ کا عامل ہو یا نوحہ کرنے والی یا گانے والی ہو۔ اگر اس بات پر

دلالت کرے کہ اس کا کم مال حرام ہے تو اس سے سوال کرنا ضروری نہیں بلکہ سوال کرنا تقویٰ میں سے ہو گا۔

تیسری حالت:

تیسری حالت یہ ہے کہ مالک کا حال کسی خبر یا تجربہ وغیرہ سے اس طرح معلوم ہو کہ اس کے مال کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں ظنّ غالب ہو جائے۔ جیسے کسی مرد کا بظاہر نیک ہونا، دیانت دار ہونا اور عادل ہونا معلوم ہو اور ہو سکتا ہے کہ اس کا باطن اس کے خلاف ہو تو اس سے سوال کرنا نہ ضروری ہے اور نہ ہی جائز۔ جیسا کہ مجہول کا حکم ہے۔ بلکہ یہاں سوال کرنا مجہول سے سوال کرنے سے بدرجہ اولیٰ ناجائز ہے اور یہاں مال لینے کے لئے سبقت کرنا اس شبہ سے بہت بعید ہے جو مجہول الحال شخص کے کھانے کی طرف اقدام کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ مجہول الحال شخص کے کھانے کی طرف اقدام کرنا تقویٰ سے زیادہ دور ہے اگرچہ حرام نہیں۔ مگر نیک لوگوں کے کھانے میں سے کھانا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیائے کاملین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی عادت کریمہ ہے۔ چنانچہ،

متقی لوگوں کو کھانا کھلاؤ:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "لَا تَاْکُلْ اِلَّا طَعَامَ تَقِیٍّ وَّلَا یَاْکُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ یعنی تم صرف متقی لوگوں کا کھانا کھاؤ اور تمہارا کھانا بھی صرف متقی کھائیں۔"[1]

جب تجربے سے معلوم ہو گیا کہ وہ سپاہی ہے یا گلوکار یا سود خور اور شکل و صورت اور کپڑوں سے استدلال کی ضرورت نہ ہو تو اس جگہ سوال کرنا یقیناً واجب ہے جیسا کہ شک کی جگہ پر تھا بلکہ یہاں زیادہ ضروری ہے۔

﴿ صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ﴾ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﴿

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس، ۴/۳۴۱، الحدیث: ۴۸۳۲، باختصار
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۴۸۰

دوسرا مقام

مال کے سبب میں شک:

دوسرا مقام وہ ہے جس میں مال کے سبب میں شک ہوتا ہے نہ کہ مالک کے حال میں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ حلال حرام کے ساتھ مل جائے جیسے اگر بازار میں غذائی اجناس کی غصب شدہ بوریاں آئیں اور بازار والوں نے وہ خرید لیں تو اس شہر یا بازار میں خریداری کرنے والے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اس چیز کے بارے میں سوال کرے مگر جب واضح ہو کہ ان کا اکثر مال حرام ہے تو سوال کرنا واجب ہے اور اگر اکثر مال حرام نہ ہو تو سوال کرنا تقویٰ کہلائے گا نہ کہ واجب اور بڑے بازار کا وہی حکم ہے جو شہر کا ہے۔

سوال واجب نہ ہونے کی دلیل:

جب اکثر مال حرام نہ ہو تو خریدار پر سوال کرنا واجب نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بازار میں خرید و فروخت ترک نہیں کرتے تھے حالانکہ اس میں سودی درہم اور غنیمت میں خیانت وغیرہ کا مال بھی ہوتا تھا اور ہر خریداری میں سوال بھی نہیں کرتے تھے اور بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے بعض صورتوں میں جو سوال کرنا منقول ہے وہ نادر ہے اور وہ شخصِ معین کے مال میں شک کی وجہ سے تھا۔ یوں ہی وہ حضرات کفار سے اس مالِ غنیمت کو لے لیتے تھے جو کفار نے مسلمانوں سے لڑ کر لیا ہوتا اور بعض دفعہ کفار پر غلبہ پا کر ان کے اموال کو لے لیتے اور اس مالِ غنیمت میں احتمال ہوتا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کفار نے مسلمانوں سے حاصل کی ہو اور ایسی چیز کا بلا عوض لے لینا بالاتفاق ناجائز ہے بلکہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْکَافِی کے نزدیک مال اس کے مالک کی طرف لوٹایا جائے گا اور حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک اس کا مالک اس کی قیمت کا زیادہ حقدار ہے۔ اس سلسلے میں پوچھ گچھ کرنا کسی سے منقول نہیں۔

آذر بائیجان والوں کو نصیحت:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آذر بائیجان والوں کی طرف خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ ”تم ایسے شہروں میں رہتے ہو جہاں مرداروں کے چمڑے رنگے جاتے ہیں تو ذبیحہ (یعنی شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا جانور) اور مردار (کی کھال) میں فرق کر لیا کرو۔“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے سوال کی اجازت اور حکم پایا گیا لیکن ان دراہم کے متعلق تفتیش کرنے کا نہ فرمایا جو ان کی قیمت تھی کیونکہ ان کے اکثر دراہم چمڑوں کا عوض نہیں ہوتے تھے اگرچہ انہیں بھی بیچا جاتا تھا اور ان کی اکثر کھالوں کا یہی حال تھا۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”تم ایسے شہروں میں رہتے ہو جہاں قصابوں کی اکثریت مجوسی ہے تو ذبیحہ اور مردار کا خیال رکھا کرو۔“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سوال کرنے کے حکم کو اکثر کے ساتھ خاص فرمایا۔

فرضی مسائل سے وضاحت:

اس باب کا مقصد اس وقت واضح ہو گا جب ہم چند صورتوں اور فرضی مسائل کو ذکر کریں جو عادتاً کثیر الوقوع ہیں، لہٰذا ہم فرض کرتے ہیں کہ کسی شخص مُعَیَّن کے مال میں حرام مل گیا جیسے کسی دکان پر چھینا ہوا یا لوٹ مار کا مال بیچا جاتا ہو یا مثال کے طور پر کسی قاضی، رئیس، عامل یا فقیہ کو کسی ظالم کے ہاں سے وظیفہ بھی ملتا ہے اور اس کے پاس وراثت یا کاشتکاری یا تجارت سے حاصل شدہ مال بھی ہے یا کوئی ایسا تاجر ہے جو درست معاملات بھی کرتا ہے اور سود بھی کھاتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اگر اس کا اکثر مال حرام ہو تو تفتیش کے بعد ہی اس کی ضیافت اور ہدیہ یا صدقہ وغیرہ قبول کرنا جائز ہو گا اگر یہ بات ظاہر ہو کہ صدقہ وغیرہ حلال مال سے تھا تو جائز ہے ورنہ ترک کر دے۔

اگر ضیافت مشتبہ مال سے ہو تو؟

اگر حرام مال کم ہو مگر ہبہ، صدقہ، ضیافت وغیرہ مشتبہ مال سے ہو تو یہ بات قابلِ غور ہے کیونکہ یہ بات دو

درجوں کے درمیان ہے۔ کیونکہ ہم پہلے یہ حکم لگا چکے ہیں کہ اگر 10 مردار بکریوں میں شرعی طور پر ذبح کی ہوئی ایک بکری مل کر مشتبہ ہو جائے تو تمام سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ یہ مسئلہ ایک لحاظ سے اس کے مشابہ ہے کہ فرد واحد کا مال "قابل شمار" کی مانند ہے بالخصوص جب مال زیادہ نہ ہو جیسے بادشاہ کے پاس ہوتا ہے اور ایک لحاظ سے اس کے مخالف بھی ہے کیونکہ مردار کا وجود فی الحال یقینی طور پر معلوم ہے جبکہ اپنے مال کے ساتھ مل جانے والے حرام میں یہ احتمال ہے کہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہو اور فی الحال موجود نہ ہو۔ البتہ! اگر مال قلیل ہو اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ حرام فی الحال موجود ہے تو یہ مسئلہ اور مردار کے اختلاط کا مسئلہ دونوں ایک ہی ہیں۔

اگر مال کثیر ہو اور یہ احتمال ہو کہ حرام فی الحال موجود نہیں تو یہ پہلی صورت کی بنسبت خفیف ہے اور ایک لحاظ سے "حرام کے ناقابل شمار حلال میں مل جانے" کے مشابہ بھی ہے جیسا کہ بازاروں اور شہروں میں حرام کے مل جانے سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ صورت ناقابل شمار کے اختلاط سے سخت ہے کیونکہ یہ ایک شخص معین کے ساتھ خاص ہے۔ اس بات میں شک نہیں کہ اس پر عمل کرنا تقویٰ سے بہت دور ہے لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ کیا یہ وہ فسق ہوگا جو عدالت کے منافی ہے یا نہیں؟ یہ بات عقلی طور پر بہت باریک ہے کیونکہ اس میں اِدھر اُدھر کھینچا تانی ہوتی ہے اور نقلی طور پر بھی بہت باریک ہے کیونکہ اس معاملے میں صحابۂ کرام یا تابعین عظام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن سے جو اجتناب منقول ہے اسے تقویٰ پر محمول کرنا ممکن ہے اور اس میں حرمت پر کوئی نص موجود نہیں اور بعض صحابۂ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان سے جو اس طرح کا کھانا کھانا منقول ہے جیسے حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کے دستر خوان سے کھانا کھایا، اس میں اگر یہ فرض کیا جائے کہ ان کی ملکیت میں جو کچھ تھا وہ حرام تھا تب بھی یہ احتمال موجود ہے کہ ان کا کھانا کھانا تفتیش اور جستجو کے بعد ہوا ہو گا یعنی جو کھا رہے تھے وہ مباح طریقے سے حاصل کیا گیا تھا۔

اس بارے میں افعال کی دلالت کمزور ہے اور علمائے متاخرین کی آراء مختلف ہیں یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ "اگر بادشاہ مجھے کوئی چیز دے تو میں لے لوں گا۔" اور انہوں نے اکثر مال حرام ہونے کی صورت میں

بھی مباح کو عام رکھا ہے اور یہ اُس صورت میں ہے کہ جب تک اس معین چیز کے بارے میں معلوم نہ ہو اور اس کے حلال ہونے کا احتمال بھی ہو۔ ان کی دلیل بعض بُزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللهُ الْمُبِیْن کا بادشاہوں سے تحفے تحائف لینے کا جواز ہے جیسا کہ "بَابُ بَیَانِ اَموالِ السَّلاطِیْن یعنی بادشاہوں کے اموال کے بیان" میں آئے گا۔

اگر حرام مال کم ہو اور اس کے فی الحال موجود ہونے کا احتمال بھی ہو تو اس کا کھانا حرام نہ ہو گا اور اگر اس کا وجود فی الحال متحقق ہو جیسا کہ ذبح شدہ بکریوں کے مردار بکریوں میں مل جانے کے مسئلہ میں ہوتا ہے تو میں نہیں جانتا کہ اس کے متعلق کیا کہوں؟ یہ ان متشابہات میں سے ہے جن کے بارے میں مفتی بھی حیران رہ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ قابل شمار اور ناقابل شمار کے ساتھ مشابہت میں متردَّد ہے۔ نیز اگر دودھ شریک بہن کسی بستی میں 10 عورتوں میں مل کر مشتبہ ہو جائے تو تمام سے بچنا واجب ہے اور اگر شہر میں 10 ہزار عورتیں ہوں تو بچنا واجب نہیں اور ان دونوں کے درمیان مزید اعداد بھی ہیں اگر ان کے متعلق کوئی مجھ سے پوچھے تو میں کہوں گا کہ میں نہیں جانتا کہ اس کے متعلق کیا کہوں؟ علمائے کرام نے ایسے بہت سے مسائل میں توقُّف کیا یعنی خاموشی اختیار فرمائی ہے جو اس سے زیادہ واضح ہیں۔ چنانچہ،

کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو "لَااَعْلَمُ" کہہ دو:

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَوَّل سے پوچھا گیا کہ کسی شخص نے شکار پر تیر چلایا اور شکار دوسرے کی زمین میں جا گرا تو وہ شکار تیر پھینکنے والے کا ہو گا یا زمین کے مالک کا؟ تو انہوں نے فرمایا: "لَااَعْلَمُ یعنی میں نہیں جانتا۔" یہ مسئلہ کئی بار پوچھا گیا مگر آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہی فرمایا: "میں نہیں جانتا۔"

ہم نے بزرگانِ دین کے حوالے سے اسی طرح کی کئی حکایتیں "کِتَابُ الْعِلْم یعنی علم کے بیان" میں ذکر کی ہیں۔ پس مفتی کو چاہئے کہ تمام صورتوں کا حکم معلوم کرنے میں اپنی طمع (خواہش) کو ختم کر دے۔

سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْہ کا فتویٰ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ان کے ایک بصری شاگرد نے ان لوگوں کے

ساتھ معاملات کرنے کے بارے میں پوچھا جو بادشاہوں کے ساتھ لین دین کرتے ہیں تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ ”اگر وہ صرف بادشاہوں سے لین دین کرتے ہیں تو ان سے لین دین نہ کرو اور اگر بادشاہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ساتھ بھی لین دین کرتے ہیں تو ان سے معاملات کرسکتے ہو۔“ یہ قول کم میں اجازت پر دلالت کرتا ہے اور اکثر میں بھی اجازت کا احتمال رکھتا ہے۔

الغرض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے کسی سے منقول نہیں کہ انہوں نے اس بنا پر قصاب، نانبائی یا تاجر سے مکمل طور پر لین دین ترک کر دیا ہو کہ ”اس نے ایک بار عقدِ فاسد کیا تھا۔“ یا ”ایک مرتبہ حاکم سے لین دین کیا تھا۔“ اس میں معاملات کو مقرر کرنا بعید ہے اور یہ مسئلہ ذاتی طور پر مشکل ہے۔

اِشکال:

درج ذیل روایات سے اس مسئلہ پر اشکال وارد ہوتا ہے:

﴿1﴾... مروی ہے کہ خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے اس معاملہ میں رخصت دی اور ارشاد فرمایا کہ ”جو تمہیں بادشاہ دے لے لو کیونکہ وہ جو تمہیں دیتا ہے وہ حلال ہے اور وہ حرام سے زیادہ حلال لیتا ہے۔“

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ایک سائل نے پوچھا کہ ”میرا ایک پڑوسی ہے جسے میں خبیث ہی جانتا ہوں، وہ ہماری دعوت کرتا ہے اور بوقتِ ضرورت ہم اس سے قرض لیتے ہیں۔“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”جب وہ تمہیں دعوت دے تو قبول کرلو اور جب تمہیں ضرورت ہو تو قرض لے لو کہ وہ مال لینا تمہارے لئے جائز ہے اور گناہ تو اسی پر ہے۔“

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی ایسا ہی ایک فتویٰ دیا ہے۔

یہاں خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے حلال مال کی کثرت کو علَّت (جائز ہونے کی وجہ) قرار دیا جبکہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اشارتاً اس بات کو علَّت

قرار دیا کہ گناہ تو اسی پر ہے کیونکہ وہ اسے جانتا ہے اور تمہارے لئے مال لینا جائز ہے کیونکہ تم نہیں جانتے۔

﴿4﴾... مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے کسی شخص نے عرض کی کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو سود کھاتا ہے اور ہمیں کھانے کی دعوت دیتا ہے تو کیا ہم اس کی دعوت میں جائیں؟ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''ہاں۔'' حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اس مسئلہ میں کثیر روایات مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہیں۔

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا امام شافعی اور حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے بادشاہوں سے نذرانے لینے کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہوں کے مال میں حرام کی آمیزش ہے۔

جواب:

جہاں تک خلیفۂ چہارم حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے فرمان کا تعلق ہے تو ان کے زہد اور تقویٰ کے بارے میں جو مشہور ہے یہ اس کے خلاف ہے کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیتُ المال سے کچھ نہیں لیتے تھے یہاں تک کہ بوقتِ ضرورت اپنی تلوار بیچ دیتے تھے اور آپ کے پاس صرف ایک قمیص ہوتی تھی حتی کہ غسل کے بعد پہننے کے لئے دوسری قمیص نہیں ہوتی تھی۔ میں اس کا انکار نہیں کرتا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا رخصت دینا جواز کے لئے واضح دلیل ہے اور آپ کا عمل تقویٰ کا اِحتمال رکھتا ہے لیکن اگر آپ سے اس قول کا مروی ہونا صحیح ہو تو بادشاہ کے مال کا حکم دوسرا ہو گا کیونکہ اس کا مال کثرت کی وجہ سے نا قابل شمار سے مل جائے گا۔ اس کا بیان عنقریب آئے گا اور سلطان کا مال قبول کرنے کے حوالے سے حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی اور حضرت سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کی یہی دلیل ہے۔ اس کا حکم عنقریب آئے گا اور ہم یہاں سلطان نہیں بلکہ عام لوگوں کی بات کر رہے ہیں جن کا مال قابلِ شمار ہوتا ہے۔

رہا حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان تو اسے جوّاب بن عبد اللہ تیمی نے نقل کیا ہے جس کا حافظہ کمزور تھا۔ پھر حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں جو مشہور ہے وہ تو ان کے

شبہات سے بچنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ ''مجھے خوف ہے اور میں اُمید رکھتا ہوں کیونکہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان مشتبہ اُمور ہیں، لہٰذا مشکوک چیز کو ترک کر کے غیر مشکوک کو اختیار کرو۔'' اور فرمایا: ''دل کے کھٹکوں سے بچو انہی میں گناہ پوشیدہ ہیں۔''[1]

ایک سوال اور اس کا جواب:

آپ نے کیوں کہا کہ جب اکثر مال حرام ہو تو اس کا لینا جائز نہیں ہوتا حالانکہ مال میں کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی جو بالخصوص اس کے حرام ہونے پر دلالت کرے اور قبضہ ملکیت پر دلالت کرتا ہے حتی کہ اگر کسی نے ایسے شخص کا مال چوری کیا تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور مال کا زیادہ ہونا بھی ایسے گمان کو واجب کرتا ہے جو عین مال کے متعلق نہیں ہوتا تو چاہئے کہ اس کا حکم راستے کے کیچڑ میں غلبۂ ظن کی طرح ہو اور اس ظن غالب کی طرح جو قابل شمار میں اختلاط کے وقت ہوتا ہے جبکہ اکثر مال حرام ہو اور اس فرمانِ مصطفٰے: ''دَعْ مَا یَرِیْبُكَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُكَ یعنی مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرو۔''[2] کے عموم سے اس پر استدلال کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ بالاتفاق بعض مقامات کے ساتھ خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ عین ملک میں کسی علامت کی وجہ سے شک پیدا ہو جائے کیونکہ اگر ناقابل شمار حلال میں تھوڑا حرام مل جائے تو یہ شک کو لازم کرتا ہے۔ اس کے باوجود آپ نے اس کے حرام نہ ہونے پر جزم کیا ہے۔

جواب: استصحاب کی طرح قبضہ ضعیف دلالت ہے اور یہ دلالت اس وقت مؤثر ہے جب اس کے مقابلے میں کوئی مضبوط دلیل نہ ہو۔ پس جب ہمیں اختلاط کا یقین ہو گیا اور یہ بھی یقین ہو گیا کہ ملنے والا حرام مال فی الحال موجود ہے اور دوسرا مال اس سے خالی نہیں ہے اور اس بات کا بھی یقین ہو گیا کہ اس میں اکثر مال حرام ہے اور یہ تمام ایک ایسے خاص شخص کے متعلق ہے جس کا مال قابلِ شمار ہے تو قبضے کے تقاضے سے

---

1 ...سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم باتفاق اھل العلم، الحدیث: ٥٤٠٨، ص ٨٥٤

2 ...سنن النسائی، کتاب الاشربۃ، باب الحث علی ترک الشبہات، الحدیث: ٥٧٢٢، ص ٩٠٠

اعراض کرنا واجب ہو گا۔ اگر اس فرمانِ مصطفٰے: ”دَعْ مَایَرِیْبُکَ اِلٰی مَالَایَرِیْبُکَ۔“[1] کو اس پر محمول نہیں کریں گے تو اور کوئی محمل ہی نہیں بچے گا کیونکہ اسے ناقابل شمار حلال میں معمولی حرام کے اختلاط کی صورت پر محمول کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ یہ صورت حال زمانہ نبوی میں موجود تھی اور حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے ترک نہیں فرمایا تھا اور حدیث شریف کو جس مقام پر محمول کیا جائے یہ اسی معنی میں ہو گی اور اسے کراہت تنزیہی پر محمول کرنا بغیر قیاس کے ظاہر سے پھیرنا ہو گا، کیونکہ اس کی حرمت علامات اور استصحاب کے قیاس سے بعید نہیں ہے اور ظن کو ثابت کرنے میں کثرت کی بھی تاثیر ہے اسی طرح مال کا محدود ہونا بھی تاثیر رکھتا ہے تو ثبوتِ ظن کے لئے یہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں یہاں تک کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: ”برتنوں میں تحرّی[2] اسی صورت میں کیا کرو جب اکثر پاک ہوں۔“

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے استصحاب اور اجتہاد کے اجتماع کو علامت اور کثرت کی طاقت کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے اور جنہوں نے کہا کہ بغیر غور و فکر کے جو برتن چاہے لے سکتا ہے تو انہوں نے استصحاب کو بنیاد بنا کر یہ کہا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک اس میں پینا بھی جائز ہے اور پینے کا جواز فقط قبضہ کی جہت سے لازم آیا۔ ہاں! یہ حکم اس پیشاب میں جاری نہیں ہو گا جو پانی کے ساتھ مل کر مشتبہ ہو گیا ہو کیونکہ اس میں کوئی استصحاب نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس حکم کو اس مردار جانور میں جاری کریں گے جو ذبح شدہ کے ساتھ مل کر مشتبہ ہو گیا ہو کیونکہ مردار میں کوئی استصحاب نہیں ہوتا اور قبضہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ مردار نہیں ہے۔ جبکہ یہی قبضہ مباح کھانے میں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ کھانا اس کی ملکیت ہے۔

یہاں چار متعلقات ہیں: (۱)... استصحاب (۲)... اختلاط والی شے کی قلت یا کثرت (۳)... اس کا قابل شمار یا ناقابل شمار ہونا اور (۴)... عین شے میں خاص علامت کا ہونا جس سے غور و فکر کا تعلق ہو۔

---

1 ...سنن النسائی، کتاب الاشربۃ، باب الحث علی ترک الشبہات، الحدیث: ۵۷۲۲، ص ۹۰۰

2 ...دو کاموں میں سے زیادہ لائق و بہتر کام کی طلب کو تحری کہتے ہیں (دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ” دو باتوں میں غور کرنا اور جس پر دل جمے اس پر عمل کرنا“)۔ (التعریفات، ص ۴۰)

پس جو ان چاروں سے غافل ہے یعنی انہیں نہیں جانتا وہ اکثر خطا کر بیٹھتا ہے جس کے نتیجے میں بعض مسائل کو ان بعض مسائل کے مشابہ کر دیتا ہے جو اس سے مشابہ نہیں ہوتے۔

ہماری مذکورہ گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ کسی ایک شخص کی ملک میں اختلاط والے مال میں حرام زیادہ ہو گا یا کم پھر دونوں صورتوں میں ہر ایک کا علم یقینی ہو گا یا ظنی اور ظن کسی علامت سے پیدا ہو گا یا محض وہم سے۔ ان میں سے دو صورتوں میں سوال کرنا واجب ہے اور وہ یہ کہ اکثر مال یقین یا گمان کے ساتھ حرام ہو جیسا کہ کسی اجنبی ترکی کو دیکھے اور احتمال ہو کہ اس کا تمام مال غنیمت سے حاصل کیا ہوا ہے اور اگر حرام کا کم ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہو (کہ وہ حرام ہے) تو یہ توقُّف کا مقام ہے۔ اکثر بُزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کی سیرت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ نیز حالات کے تقاضوں کا میلان بھی رخصت کی طرف ہے۔ باقی تین اقسام میں سوال کرنا بالکل بھی واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کے پاس اس کا کھانا حاضر ہو اور وہ جانتا ہے کہ اس کے قبضے میں حرام مال ہے جو اس نے بادشاہ سے حاصل کیا یا کسی اور حرام طریقے سے حاصل کیا لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ ابھی اس کے پاس وہ مال باقی ہے یا نہیں تو اس کے لئے کھانا جائز ہے، تفتیش کرنا ضروری نہیں۔ اس میں تفتیش کرنا صرف تقویٰ کے لئے ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ اس کے پاس وہ مال ابھی باقی ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کم ہے یا زیادہ تو اس کے لیے جائز ہے کہ اسے اقل سمجھتے ہوئے لے لے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ کم مال کا معاملہ مشکل ہوتا ہے اور یہ بھی اس کے قریب ہی ہے۔

مُتَوَلّی کا دیا ہوا مال:

مسئلہ: اگر متولی کے قبضہ میں خیرات یا وقف یا وصیت کے دو قسم کے مال ہوں جن میں سے ایک مال کا ایک شخص مستحق ہے مگر دوسرے مال کا وہ مستحق نہیں ہے کیونکہ اس میں وہ صفات نہیں پائی جا رہی ہیں جو اس مال کے حصول کے لئے ضروری تھیں تو ایسی صورت میں جو مال اسے متولی نے دیا کیا وہ اسے لے سکتا ہے یا نہیں؟

اس میں غور و فکر کرنا ہو گا۔ اگر وہ صفت ظاہر ہے جس کو متولی بھی جانتا ہے اور متولی ظاہری طور پر عادل ہے تو وہ بغیر تفتیش کے اس سے لے سکتا ہے کیونکہ متولی کے متعلق یہی گمان ہو گا کہ اس نے صرف وہی مال اسے دیا ہے جس کا وہ مستحق ہے اور اگر وہ صفت پوشیدہ ہے یا متولی کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ مال کو آپس میں ملا دینے والوں میں سے ہے اور کوئی پروا نہیں کرتا تو اس صورت میں سوال کرے گا کیونکہ یہاں پر کوئی قبضہ نہیں اور نہ ہی استصحاب ہے جس پر اعتماد کیا جائے۔ بوقتِ تردد حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقہ اور ہدیہ کے متعلق سوال کرنے کی یہی صورت تھی کیونکہ قبضہ اور استصحاب کے ساتھ ہدیہ اور صدقہ کی کوئی خصوصیت نہیں۔

لہٰذا سوال کرنے کے علاوہ خلاصی کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ ہم نے صرف اسی صورت میں مجہول شخص کے بارے میں سوال کرنے سے روکا ہے جہاں قبضہ اور اسلام کی علامت پائی جائے یہاں تک کہ اگر وہ مجہول شخص کے متعلق نہیں جانتا کہ وہ مسلمان ہے یا کافر اور اس کے قبضہ میں موجود ذبح شدہ جانور کا گوشت لینا چاہتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ ہو سکتا ہے وہ مجوسی ہو تو جب تک معلوم نہ ہو کہ وہ مسلمان ہے اس وقت تک اس سے لینا جائز نہیں۔ کیونکہ قبضہ سے مردار پر دلالت نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی صورت سے مسلمان ہونا معلوم ہوتا ہے مگر یہ کہ شہر کے اکثر لوگ مسلمان ہوں تو جس شخص میں کوئی کفر کی علامت نہیں اسے مسلمان خیال کیا جائے گا اگرچہ اس میں غلطی کا اِمکان ہے۔ پس ان مقامات کو جن میں قبضہ اور حال گواہی دیں، ان سے نہیں ملانا چاہئے جہاں قبضہ اور حال گواہی نہیں دیتے۔

شہر میں گھر خریدنے کے لئے تفتیش:

مسئلہ: کسی شخص کے لئے شہر میں گھر خریدنا جائز ہے اگرچہ اسے معلوم ہو کہ شہر میں غصب شدہ گھر بھی ہیں کیونکہ یہ ناقابل شمار میں اختلاط ہے لیکن اس کے بارے میں سوال کرنا تقویٰ اور احتیاط پر مبنی ہے اور اگر کسی گلی یا محلہ میں 10 گھر ہوں اور ان میں سے ایک غصب شدہ ہو یا وقف کا ہو تو اسے خریدنا جائز نہیں جب تک

چھینا ہوا گھر ممتاز نہ ہو جائے اور اس کے بارے میں تفتیش ضروری ہے۔

وقف سے فائدہ اٹھانے میں احتیاط:

جو شخص کسی شہر میں داخل ہوا اور اس میں کافی سرائے ہیں جنہیں مختلف فقہی مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے لئے وقف کیا گیا ہے اور اس کا تعلق بھی ایک خاص فقہ سے ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ جس سرائے میں چاہے سکونت اختیار کرے اور بغیر سوال کے جس کے وقف سے چاہے کھائے کیونکہ یہ محصور یعنی قابل شمار کے اختلاط کی صورتوں میں سے ہے، لہٰذا اسے ممتاز کرنا ضروری ہے اور شک کے ہوتے ہوئے کسی پر عمل کر لینا جائز نہیں کیونکہ شہر میں گنتی کے سرائے اور مدارس ہوتے ہیں۔

زیرِ کفالت لوگوں سے ضرور سوال کرے:

مسئلہ: جہاں ہم نے سوال کرنے کو تقویٰ میں شمار کیا ہے اگر وہاں کھانے یا مال کے مالک کے غصے کا ڈر ہو تو سوال نہ کرے۔ ہم نے سوال کو اس صورت میں لازم کہا ہے جب اکثر مال کے حرام ہونے کا یقین ہو اور اس وقت اس کے غصہ کی بھی پروا نہ کرے کیونکہ ظالم تو اس سے زیادہ تکلیف کا مستحق ہے اور غالب یہی ہے کہ ایسا شخص سوال سے غصہ میں نہیں آتا۔ بالخصوص جب وہ مال اپنے وکیل، غلام، شاگرد یا کسی رشتہ دار سے لے جو اس کی کفالت میں ہو تو شک کی صورت میں سوال کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس کے سوال کرنے سے غصّہ نہیں کریں گے اور یہاں اس پر سوال کرنا اس لئے بھی لازم ہے تا کہ انہیں حلال کے طریقے سکھائے۔

یہی وجہ تھی کہ خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے غلام سے استفسار فرمایا اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص سے سوال کیا جس نے آپ کو صدقہ کی اُونٹنیوں کا دودھ پلا دیا تھا اور جب حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت سا مال لے کر حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے بھی پوچھا کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے کیا یہ تمام مال پاک ہے؟'' کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو مال کے زیادہ ہونے کے باعث تعجب ہوا۔ نیز

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اُن کی رعایا میں سے تھے اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سوال کے الفاظ میں انتہائی نرمی فرمائی۔

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک حکمران کے عدل وانصاف اور نرمی سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں اور اس کے ظلم اور تُرش رُوئی سے بڑھ کر ناپسندیدہ چیز کوئی نہیں۔''

سیِّدُنا حارث محاسبی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا موقف:

مسئلہ: حضرت سیِّدُنا حارِث مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کا دوست یا بھائی اس کے سوال کرنے کی وجہ سے غصہ نہ بھی کرے تب بھی اسے تقویٰ کی وجہ سے سوال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے اس پر وہ چیزیں ظاہر ہو جائیں جو اس سے پوشیدہ تھیں تو اس کا سوال کرنا اس کی پردہ دری کا سبب بنے گا جو دشمنی کا باعث بن سکتا ہے۔'' (حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) انہوں نے بہت اچھی بات کہی ہے کیونکہ جب سوال کرنا تقویٰ میں سے ہو، واجب نہ ہو تو ایسی صورتوں میں پردہ دری اور دشمنی سے بچنا زیادہ ضروری ہے۔ پھر حضرت سیِّدُنا حارِث محاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے مزید فرمایا: ''اگر اسے کسی وجہ سے شک ہو پھر بھی سوال نہ کرے اور یہ گمان کرے کہ وہ اسے حلال و پاکیزہ مال میں سے کھلاتا ہے اور خبیث مال کو اس سے دور رکھتا ہے۔ پھر اگر دل مطمئن نہ ہو تو نرمی اور حسنِ اخلاق کے ساتھ کھانے سے اِجتناب کرے اور سوال کر کے اس کی پردہ دری نہ کرے کیونکہ میں نے کسی عالمِ دِین کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔''

زہد و تقویٰ میں مشہور ہونے کے باوجود آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا یہ ارشاد فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر مال میں قلیل حرام مل جائے تو چشم پوشی سے کام لیا جائے جبکہ یہ بات وہم سے معلوم ہوئی ہو نہ کہ تحقیق سے کیونکہ رَیب یعنی شک کا لفظ وہم پر دلالت کرتا ہے اور یقین کو واجب نہیں کرتا۔ الغرض سوال کرتے وقت ان باریک باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

مسئلہ: بعض اَوقات کوئی کہتا ہے کہ اس شخص سے سوال کرنے کا کیا فائدہ جس کا بعض مال حرام ہو اور جو حرام مال کو حلال سمجھتا ہے تو وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ اگر اس کی امانت پر یقین ہو تو حلال مال میں بھی اس کی دیانت پر بھروسا ہونا چاہئے۔

میں کہتا ہوں کہ بعض اوقات کسی شخص کے مال میں حرام مل جانے کا علم ہوتا ہے اور تمہارے اس کی دعوت میں جانے اور اس کا تحفہ قبول کرنے میں اس کی کوئی غرض چھپی ہوتی ہے تو اس کے قول پر اعتماد نہیں رہتا اس لئے اس سے سوال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لہٰذا اس کے علاوہ کسی اور سے سوال کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص چیزیں بیچنے میں ماہر ہو اور وہ نفع کے حصول کے لئے خرید و فروخت میں دلچسپی دلا رہا ہو تو اس کے یہ کہنے سے یقین حاصل نہیں ہو گا کہ یہ مال حلال ہے اور اس سے سوال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ کسی دوسرے سے سوال کرے۔

سوال سے قبضہ والے پر تہمت نہ لگے:

پھر قبضہ والے سے اسی صورت میں سوال کیا جائے جب اس پر کوئی تہمت نہ آتی ہو جیسا کہ متولی سے اس مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا جو اس کے سپرد کیا گیا ہے کہ وہ کس جہت سے ہے۔ جیسے مصطفٰے جانِ رحمت، شمعِ بزمِ ہدایت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہدیہ اور صدقہ کے بارے میں سوال کیا کیونکہ اس سے قبضہ والے کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور نہ ہی قائل پر کوئی تہمت لگائی جاتی ہے۔ اسی طرح جب اس پر تہمت لگائی گئی کہ وہ حلال کمائی کا طریقہ نہیں جانتا تو جب اس نے کسبِ حلال کے صحیح طریقے کی خبر دے دی تو اسے اس قول (یعنی یہ مال حلال ہے) میں تہمت نہیں لگائی جائے گی۔ اسی طرح وہ اپنے غلام اور خادم سے سوال کرے تاکہ وہ کمانے کا طریقہ جان لے۔ یہاں سوال کا فائدہ ہو گا۔

تہمت زدہ سے سوال کا معاملہ:

جب کوئی مالدار شخص اپنے نزدیک تہمت زدہ ہو تو کسی دوسرے سے سوال کرنا چاہئے۔ پھر اگر کسی ایک

عادل شخص نے اس کا حال بتا دیا تو اس کی خبر مانی جائے گی اور اگر کسی فاسق نے خبر دی ہو جس کا حال کسی قرینے سے معلوم ہو رہا ہو کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا کیونکہ اس میں اس کی کوئی غرض وابستہ نہیں تو اس کی خبر کو قبول کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہ معاملہ اس کے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے اور مقصد دل کا اطمینان ہے اور بعض اوقات فاسِق کے قول سے ایسا یقین حاصل ہو جاتا ہے جو عادل کے قول سے حاصل نہیں ہوتا۔ ضروری نہیں کہ ہر فاسق جھوٹ بولتا ہو اور بظاہر عادل نظر آنے والا شخص سچا ہی ہو۔ گواہی کا دارومدار ظاہری عدالت پر محض حکم کی ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ باطن پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اور حضرتِ سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فاسق کی گواہی کو قبول فرمایا۔ نیز کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہیں تم جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ وہ گناہ کرتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں کسی چیز کے بارے میں بتاتے ہیں تو تم ان کی بات کا یقین کر لیتے ہو۔ یوں ہی اگر کوئی سمجھدار بچہ جسے تم جانتے ہو کسی چیز کی خبر دے تو تمہیں اس کی بات سے یقین حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا اس پر اعتماد کرنا درست ہے۔

لیکن جب کوئی اجنبی شخص جس کے حالات بالکل معلوم نہیں وہ خبر دے تو یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے قبضے میں موجود کھانا ہم نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ قبضہ اس کے مالک ہونے پر ظاہری دلالت ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مسلمان ہونا اس کے سچے ہونے پر ظاہری دلالت ہے۔ یہ مسئلہ قابل غور ہے اور اس کی بات دل میں کچھ نہ کچھ اثر کرتی ہے یہاں تک کہ اگر اس طرح کے کئی لوگ جمع ہو جائیں تو اس سے قوی ظن حاصل ہو جائے گا مگر ایک شخص کے قول کی تاثیر اس معاملہ میں انتہائی کمزور ہے، لہٰذا دل میں اس تاثیر کی حد پر غور کرنا چاہئے کیونکہ ایسی جگہ دل ہی مفتی ہوتا ہے اور دل ایسے پوشیدہ قرینوں کی طرف توجہ کرتا ہے جس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ پس اس میں غور کرنا چاہئے۔ چنانچہ،

حضرتِ سیِّدُنا عُقْبہ بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت کردہ حدیث شریف دل کے قرائن کی طرف توجہ کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: "میں

نے ایک عورت سے نکاح کیا تو ایک سیاہ فام لونڈی آئی اور اس کا خیال ہے کہ اس نے ہم دونوں کو دودھ پلایا ہے حالانکہ وہ جھوٹی ہے۔" تو حضور نبیِّ اکرم، شفیعِ معظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اس عورت کو چھوڑ دو۔" عرض کی: "وہ سیاہ فام ہے۔"[1] یہ کہہ کر انہوں نے اس کی شان کم کرنا چاہی تو حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اب تم اس عورت کے ساتھ کیسے رہ سکتے ہو جبکہ لونڈی کا گمان ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ تمہارے لئے اس عورت میں کوئی بھلائی نہیں، لہٰذا اسے چھوڑ دو۔"[2]

بعض اوقات اجنبی شخص کا جھوٹ معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی علامت ظاہر ہوتی ہے جس سے اس کی غرض کا اندازہ ہو سکے ایسی صورت میں اس کی بات کا دل میں اثر ضرور ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بچنے کے حکم میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے، لہٰذا دل اگر اس پر مطمئن ہو گیا تو اس سے بچنا یقینی طور پر واجب ہے۔

جب دو اقوال میں تعارض ہو تو...!

مسئلہ: جہاں سوال کرنا ضروری ہو وہاں اگر دو عادل لوگوں کا قول ایک دوسرے کے مقابل آجائے تو دونوں قول ساقط ہو جائیں گے اور یہی حکم دو فاسقوں کے قول کا ہے اور یہ جائز ہے کہ اس کا دل دونوں عادلوں یا دونوں فاسقوں میں سے ایک کے قول کو ترجیح دے اور یہ بھی جائز ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک جانب کو کثرت یا تجربہ اور مہارت کی وجہ سے ترجیح دے۔ اس طرح کی صورتیں اکثر پیش آتی ہیں۔

اگر غصب شدہ مال کسی کے پاس ملے تو...!

مسئلہ: اگر کوئی مخصوص مال لوٹ لیا گیا، پھر اسی قسم کا مال کسی انسان کے پاس ملے اور کوئی اسے خریدنا چاہتا ہو اور احتمال ہو کہ وہ چھینا ہوا مال نہیں ہے تو اگر بیچنے والا نیکی میں مشہور ہے تو اس سے خرید سکتا ہے اور نہ خریدنا تقویٰ ہے اور اگر وہ شخص مجہول ہے اور خریدار اس کے بارے میں نہیں جانتا تو اس صورت میں اگر وہ مال ایسا

1...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب شهادة المرضعة، ۳/۴۳۳، الحدیث: ۵۱۰۴
سنن الدارقطنی، کتاب الرضاع، ۴/۲۱۰، الحدیث: ۴۳۲۷

2...صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الرحلة فی المسألة النازلة وتعلیم اهله، ۱/۵۰، الحدیث: ۸۸

ہے کہ غصب کے علاوہ بھی کثرت سے مل جاتا ہے تو خرید لے اور اگر وہ مال اس علاقہ میں بہت کم ملتا ہو مگر لوٹ مار کی وجہ سے زیادہ ہو گیا تو صرف قبضہ ہی اس کے حلال ہونے پر دلالت کر سکتا ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں ایک خاص علامت یعنی مال کی شکل اور اس کی قسم آگئی ہے، لہٰذا اس کو نہ خریدنا بہت بڑا تقویٰ ہے لیکن اس اجتناب کو واجب قرار دینے میں غور و فکر کی ضرورت ہے کیونکہ اس میں علامت ایک دوسرے کے مقابلے میں ہے۔

(حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) میں اس کے متعلق حکم نہیں دے سکتا مگر اسے فتویٰ طلب کرنے والے کے دل کی طرف لوٹا سکتا ہوں تاکہ وہ غور کرے کہ اس کے نزدیک زیادہ قوی کیا ہے؟ اگر اس کے نزدیک زیادہ قوی مال کا چھینا ہوا ہونا ہو تو اس کے لئے ترک کرنا ضروری ہے ورنہ اسے خریدنا جائز ہے اور ایسے مقامات میں اکثر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ تو یہ ان متشابہات میں سے ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جس نے خود کو ان سے بچا لیا اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچا لیا اور جو ان میں مبتلا ہوا وہ ممنوعہ چراگاہ میں داخل ہو گیا اور خود کو خطرے میں ڈال دیا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

بارگاہِ رسالت میں پیش کئے گئے دودھ کے متعلق حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا تو عرض کی گئی کہ "بکری کا دودھ ہے۔" پھر بکری کے بارے میں پوچھا کہ "بکری کہاں سے آئی؟" تو عرض کر دیا گیا۔ پھر استفسار نہیں فرمایا۔[1] تو کیا مال کی اصل (بنیاد و جڑ) کے بارے میں سوال کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو کیا ایک اصل یا دو یا تین کے بارے میں سوال کرنا واجب ہے یعنی اس میں کیا قاعدہ ہے؟

جواب: اس میں کوئی قاعدہ یا اندازہ نہیں ہے بلکہ اس شک کو دیکھا جائے گا جو وجوبی طور پر یا بر بنائے تقویٰ سوال کا تقاضا کرتا ہے اور سوال کی کوئی انتہا نہیں جہاں شک ختم ہو جاتا ہے وہاں سوال بھی ختم ہو

---

[1]...المعجم الکبیر، ۲۵/۱۷۴، الحدیث: ۴۲۸، بتغیر قلیل

جاتا ہے اور یہ شبہ حالات کے مختلف ہونے کی وجہ سے تبدیل ہوتا ہے۔ اگر تہمت اس طرح ہو کہ چیز جس کے قبضہ میں ہے اسے حلال کمائی کا طریقہ نہیں آتا تو اگر اس نے کہا کہ "میں نے خریدا ہے۔" پس ایک سوال سے ہی شک ختم ہو جائے گا اور اگر کہے کہ "یہ میری بکری کا دودھ ہے۔" تو بکری کے بارے میں شک واقع ہو گیا تو جب اس نے کہا کہ "بکری میں نے خریدی ہے۔" تو شک ختم ہو گیا اور اگر شک ظلم کی وجہ سے ہو یعنی وہ اس میں سے ہو جو عرب لوگوں کے قبضہ میں ہے اور ان کے پاس غصب شدہ کی افزائشِ نسل ہوتی ہے تو صرف اتنا کہہ دینے سے شک ختم نہیں ہو گا کہ "یہ میری بکری کا دودھ ہے۔" اور نہ ہی اتنا کہنے سے کہ "اس بکری کو میری بکری نے جنا ہے۔" اور اگر وہ اسے باپ کی وراثت کی طرف منسوب کرے اور باپ کی حالت معلوم نہ ہو تو سوال ختم ہو جائے گا۔ اگر وہ جانتا ہے کہ اس کے باپ کا تمام مال حرام تھا تو اس کا حرام ہونا واضح ہے اور اگر معلوم ہے کہ اس کا اکثر مال حرام تھا تو اس کی افزائشِ نسل کا زیادہ ہونا، طویل زمانے کا گزرنا اور وراثت کے جاری ہونے سے اس کا حکم تبدیل نہیں ہو گا۔ ان مسائل میں غور و فکر کرنا چاہئے۔

وقف کے متعلق ایک سوال:

مسئلہ: صوفیائے کرام کی خانقاہ میں رہنے والے ایک گروہ کے بارے میں مجھ سے سوال کیا گیا کہ انہیں کھانا پیش کرنے والے خادم کے پاس دو قسم کا مال ہوتا ہے ایک وہ جو اس گروہ پر وقف کیا گیا ہے اور دوسرا وہ جو کسی اور جہت سے ان کے علاوہ خانقاہ کے دیگر افراد پر وقف ہے اور خادم ان سب کو ملا دیتا ہے اور دونوں قسم کے لوگوں پر خرچ کرتا ہے تو اس طرح کا کھانا حلال ہے یا حرام یا پھر اس میں شبہ ہے؟

سات اصولوں کے ذریعے جواب:

میں نے جواب دیا کہ اس کے بارے میں درج ذیل سات اصولوں کی طرف توجہ کی جائے گی:

❀...**پہلا اُصول:** یہ ہے کہ ان کو پیش کیا جانے والا کھانا غالب طور پر بیع تعاطی کے ذریعے خریدا جاتا ہے اور ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ بیع تعاطی جائز ہے خاص طور پر کھانے والی چیزوں میں اور ان چیزوں میں جن

کی مالیت کم ہوتی ہے۔ اس اصل کے اعتبار سے تو صرف اختلاف کا شبہ ہے۔

❀...**دوسرا اُصول:** یہ ہے کہ غور کیا جائے گا کہ خادم وہ کھانا اسی حرام مال سے خریدتا ہے یا اُدھار لیتا ہے۔ اگر وہ اسی حرام مال سے لیتا ہے تو وہ حرام ہے اور اگر معلوم نہیں تو غالب گمان یہی ہے کہ وہ اُدھار لیتا ہے اور غالب گمان کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔ اس اصل کے اعتبار سے بھی اس چیز کا حرام ہونا لازم نہیں آتا بلکہ احتمالِ بعید کا شبہ ہے اور وہ احتمال اس کا اسی مالِ حرام سے خریدنا ہے۔

❀...**تیسرا اُصول:** یہ ہے کہ اس نے کہاں سے خریدا ہے؟ اگر اس جگہ سے خریدا ہے جہاں اکثر مال حرام ہوتا ہے تو جائز نہیں اور اگر کم مال حرام ہوتا ہے تو یہ قابلِ غور ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس صورت کو اختیار کرنا جائز ہوگا کہ اس نے ایسے شخص سے خریدا ہوگا جس کا مال حلال ہے یا جس کا حال خریدار کو یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو جیسے مجہول شخص اور جس کا حال مجہول ہو اس سے خریدنے کا جواز پہلے بیان ہو چکا ہے کیونکہ یہی غالب ہے، لہٰذا اس سے اس چیز کا حرام ہونا لازم نہیں آتا بلکہ ایک احتمال کا شبہ ہوتا ہے۔

❀...**چوتھا اُصول:** یہ ہے کہ اس نے وہ چیز اپنے لئے خریدی ہے یا لوگوں کے لئے کیونکہ متولی اور خادم نائب کی طرح ہوتے ہیں۔ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ لوگوں کے لئے خریدے یا اپنے لئے لیکن یہ فرق نیت کے ساتھ ہوگا یا واضح الفاظ کے ساتھ۔ تو جب خریدنا تعاطی کے ساتھ ہو تو اس میں صریح الفاظ یعنی ایجاب و قبول جاری نہیں ہوتے اور غالب گمان یہی ہے کہ اس نے بیع تعاطی کے وقت دوسروں کے لیے خریدنے کی نیت نہیں کی ہوتی اور قصاب اور نانبائی اور جن کے ساتھ یہ معاملات کرتا ہے وہ اسی پر اعتماد کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ بیع کا ارادہ کرتے ہیں نہ کہ ان لوگوں سے جو حاضر نہیں ہیں تو بیع اسی کی طرف سے جاری ہوتی ہے اور اسی کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس اصل کے اعتبار سے بھی نہ تو اس میں کوئی حرمت کا پہلو ہے اور نہ ہی کوئی شبہ لیکن یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ صوفیا خادم کی ملکیت سے کھانا کھاتے ہیں۔

❀...**پانچواں اُصول:** یہ ہے کہ خادم ان کو کھانا پیش کرتا ہے، لہٰذا اسے ضیافت یا بغیر عوض کے ہدیہ قرار

نہیں دیا جاسکتا کیونکہ وہ اس بات پر راضی نہیں ہو گا۔ وہ تو اس لئے کھانا پیش کرتا ہے کہ اسے وقف کے مال میں سے عوض ملنے کا اعتماد ہوتا ہے، لہٰذا یہ معاوضہ ہو گا لیکن یہ بیع یا قرض نہیں ہو گا کیونکہ اگر وہ ان سے ثمن کا مطالبہ کرے گا تو یہ بات مروت کے خلاف سمجھی جائے گی اور قرینہ حالیہ بھی اس پر دلالت نہیں کرتا تو اس حالت کو ہبہ بشرط عوض پر محمول کیا جائے گا یعنی ایسا ہدیہ جس پر کوئی لفظ دلالت نہیں کر رہا اور ایسے شخص کی طرف سے ہے جس کا قرینہ حالیہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ عوض کا متمنی ہے۔ ایسا ہدیہ درست ہے اور عوض لازم ہے اور یہاں خادم کو کھانا پیش کرنے سے کسی اور عوض کی طمع نہیں سوائے صوفیا کے اس حق کے جو ان کا وقف میں ہے تاکہ اس کے ساتھ نانبائی، قصاب اور سبزی فروش کا قرض ادا کرے۔ پس اس اصل میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ہدیہ میں کسی لفظ کی شرط نہیں ہوتی اور نہ ہی کھانا پیش کرنے میں اگرچہ اس کو عوض کا انتظار ہو۔ جو لوگ ہبہ بشرطِ عوض کو درست قرار نہیں دیتے ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

❀...**چھٹا اُصول:** یہ ہے کہ وہ عوض جو ہدیہ میں لازم آتا ہے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ادنیٰ مال جتنا ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہدیہ کی قیمت کے برابر ہونا چاہئے اور ایک قول یہ ہے کہ جتنی قیمت پر ہبہ کرنے والا راضی ہو جائے حتیٰ کہ اسے حق ہے کہ دوگنا قیمت پر بھی راضی نہ ہو اور صحیح یہی ہے کہ عوض ہدیہ کرنے والے کی رضا کے تابع ہو گا اگر وہ راضی نہ ہو تو عوض واپس کر دے۔ اس صورت میں خادم راضی ہے اس مال پر جسے وہ مقیم لوگوں کے حق میں سے وصول کرتا ہے۔ پس اگر ان کا حق اتنا ہی ہے جتنا وہ کھاتے ہیں تو معاملہ تمام ہو گیا۔ اگر کم ہے اور خادم راضی ہو جائے تو بھی درست ہے۔ اگر معلوم ہو کہ خادم راضی نہیں ہو گا جب تک اس کے قبضہ میں کوئی دوسرا وقف نہ آجائے جو وہ انہی مقیم لوگوں کی غذا کے سبب حاصل کرتا ہے۔ تو گویا وہ عوض کی ایسی مقدار پر راضی ہو گیا جس کا بعض حصہ حلال ہے اور بعض حرام اور حرام ان مقیم لوگوں کے پاس نہیں پہنچا تو یہ صورت ثمن میں خلل واقع ہونے کے مشابہ ہو گئی اور اس کا حکم ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ وہ کب حرمت کا تقاضا کرے گا اور کب شبہ کا، لہٰذا یہ صورت بھی حرمت کا تقاضا نہیں کرتی

جیسا کہ ہم نے تفصیل سے بیان کر دیا۔ پس ہدیہ کی وجہ سے اگر ہدیہ دینے والا حرام تک پہنچے تو ہدیہ حرام میں تبدیل نہیں ہو جائے گا۔

❀...**ساتواں اُصول:** یہ ہے کہ خادم دونوں وقفوں کی آمدنی سے نانبائی، قصاب یا سبزی فروش کا قرض ادا کرے۔ پس وہ مال جو صوفیاء کے حق میں سے لیا گیا اگر وہ ان کو کھلائے گئے کھانے کی قیمت کے برابر ہو تو معاملہ ٹھیک ہو گیا اور اگر کم ہو لیکن قصاب اور نانبائی کو جو بھی دیا جائے خواہ حلال سے ہو یا حرام سے وہ راضی ہو جائیں تو یہ ایک ایسا خلل ہے جو کھانے کی قیمت میں داخل ہو گیا۔ تو اب اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے جسے ہم نے اُدھار خریدنے میں ذکر کر دیا ہے۔ یعنی ادھار خرید کر پھر قیمت حرام مال سے دینا۔ یہ صورت تب ہو گی جبکہ وہ جانتا ہو کہ مشتری حرام مال سے ادا کر رہا ہے۔ پس اگر اس کا بھی احتمال ہو اور اس کے علاوہ کا بھی تو شبہ کم ہو گا۔

جواب کا خلاصہ:

اس گفتگو کا خلاصہ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا کھانا حرام نہیں ہے لیکن کھانے میں شبہ ہے جو کہ تقویٰ سے بہت دور ہے۔ کیونکہ یہ اصول اگر زیادہ ہوں اور ہر ایک میں شبہ کا احتمال پایا جائے تو کثرتِ احتمال کی وجہ سے حرام کا احتمال نفس میں پختہ ہو جائے گا جیسا کہ جب حدیث کی سند طویل ہو تو جھوٹ اور غلطی کا امکان قوی ہو جاتا ہے بہ نسبت اس کے جس کی سند میں راوی کم ہوں۔ پس یہ اس واقعہ کا حکم ہے اور یہ فتاویٰ میں سے ایک ہے۔ ہم نے اسے یہاں اس لئے بیان کیا تا کہ پیچیدہ اور مشکوک مسائل کا حل نکالنے کی پہچان ہو جائے اور اس لئے کہ مسائل کو اصول کی طرف کیسے پھیرا جائے کیونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اکثر مفتی اس سے عاجز ہیں۔

باب نمبر4: مالی حقوق سے خلاصی کا بیان

جان لیجئے کہ اگر توبہ کرنے والے کے پاس حرام اور حلال کے اختلاط والا مال ہو تو اس کے لئے اولاً حلال اور حرام کو الگ کرنا ضروری ہے اور دوسرا یہ کہ اسے کہاں استعمال کرنا ہے۔ ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا لازم ہے۔

پہلی بحث

حرام مال کو الگ کرنے کا طریقہ:

جان لیجئے کہ جو شخص توبہ کرے اور اس کے پاس غصب، امانت یا اس کے علاوہ کوئی حرام مال ہو تو اس کا معاملہ آسان ہے۔ اس کے لئے حرام کو الگ کرنا ضروری ہے اور اگر وہ مال اختلاط والا ہو یا مشکوک ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱)...اس کا مال ایسے مال میں ملا ہوا ہو گا جس کا تعلق ذوات الامثال سے ہے یعنی جس کی مثل مل سکتی ہو جیسے غلہ، روپے اور تیل۔ (۲)...وہ ذوات الامثال سے نہیں ہو گا جیسے غلام، مکانات اور کپڑے۔

اگر حرام کا اختلاط مثلی چیزوں میں ہے اور حرام تمام مال میں ملا ہوا ہے جیسے کسی شخص نے تجارت کے ذریعے مال کمایا اور وہ جانتا ہے کہ اس نے حصولِ نفع کی خاطر بعض مال کو بیچتے وقت جھوٹ بولا ہے اور بعض میں سچ یا کسی شخص نے تیل غصب کر کے اپنے تیل میں ملا دیا یا اسی طرح کا معاملہ غلہ یا روپے پیسے میں کیا تو اس کی دو صورتیں ہوں گی، اس کی مقدار معلوم ہو گی یا نہیں۔ اگر مقدار معلوم ہو جیسے وہ جانتا ہے کہ اس کے تمام مال میں سے آدھا حرام ہے تو اس کے لئے نصف الگ کر دینا ضروری ہے اور اگر مقدار مجہول ہو تو اس کے دو طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ ہے کہ یقین پر عمل کرے دوسرا یہ کہ غالب گمان پر بنا کرے۔ نماز کی رکعات میں شک ہونے کی صورت میں علمائے کرام نے یہ دونوں طریقے بیان فرمائے ہیں اور ہم نماز کے معاملے میں یقین پر عمل کرنے کو ہی اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ اصل ذمہ کا مشغول ہونا ہے تو استصحاب پر عمل کیا جائے گا اور اس میں بغیر کسی قوی علامت کے تبدیلی نہیں ہو گی جبکہ رکعات کو شمار کرنے میں کوئی ایسی علامات نہیں ہیں جن پر یقین کیا جاسکے۔

جہاں تک مال کا تعلق ہے تو یہاں ایسا کہنا ممکن نہیں ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو اس کے قبضہ میں ہے وہ حرام ہے بلکہ وہ مشتبہ ہے، لہٰذا غور و فکر کر کے اسے غلبۂ ظن پر عمل کرنا جائز ہے لیکن یقین پر عمل کرنا تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ اختیار کرنے کا ارادہ کرے تو طریقہ یہ ہے کہ صرف اتنی مقدار اپنے لئے بچا رکھے جس کے

حلال ہونے کا یقین ہو اور اگر غالب گمان پر عمل کا ارداہ ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر اس کے قبضہ میں تجارت کا مال ہو جس میں سے بعض فاسد ہو اور یقین ہو کہ نصف حلال ہے اور مثلاً تہائی حرام ہے تو چھٹا حصہ باقی رہ گیا جس میں شک ہے تو اس میں غالب گمان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔یہی ہر مال میں تحری کا طریقہ ہے اور وہ یہ کہ حلال و حرام دونوں طرفوں میں سے جو مقدار یقینی ہے اس کو الگ کر دے اور وہ مقدار جس میں شک ہے اگر اس کے غالب گمان میں وہ حرام ہے تو اسے بھی الگ کر دے اور اگر غالب گمان کے مطابق حلال ہے تو اسے رکھنا جائز ہے اور تقویٰ الگ کرنے میں ہی ہے اور اگر اس میں شک ہو تو اسے رکھنا جائز ہے اور الگ کر دینا تقویٰ۔

دوسری صورت پہلی سے زیادہ تاکیدی ہے کیونکہ یہ مال مشکوک ہے اور اس کو اپنے پاس روک لینا جائز ہے اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ وہ اس کے قبضہ میں ہے۔تو اس صورت میں حلت اس پر غالب ہو جائے گی اور حرام کے اختلاط کا یقین ہو جانے کے بعد یہ اعتماد ضعیف ہو گیا اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اصل حرام ہونا ہے، لہٰذا وہی لے گا جس کے حلال ہونے کا غالب گمان ہو اور جانبین میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے اور مجھے فی الحال کسی میں ترجیح کی صورت نظر نہیں آتی اور یہ صورت مشتبہات میں سے ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہ ٹھیک ہے کہ اس نے یقین پر عمل کیا لیکن جو مقدار اس نے نکالی ہے اس کے حرام ہونے کا اس کو یقینی علم نہیں ہے۔ہو سکتا ہے حرام اس کے قبضہ میں ہو تو اس پر پیش قدمی کیسے کی جائے گی۔اگر یہ صورت جائز ہو تو یہ کہنا بھی جائز ہو گا کہ اگر ایک مردار شرعی طریقے پر ذبح کئے ہوئے نو جانوروں میں مل جائے اور یہ مردار دسواں ہو تو اسے اختیار ہے کہ ان میں سے جس ایک کو چاہے نکال دے اور باقی کو اپنے پاس رکھے اور اسے حلال سمجھے۔اس کا **جواب** یہ دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے مردار ان باقی ماندہ میں ہو بلکہ اگر وہ نو کو پھینک دے اور ایک باقی رکھ لے تو پھر بھی اس کے لئے حلال نہیں کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہی حرام ہو جو اس نے رکھا تو

دونوں مسئلوں میں وجہ فرق کیا ہے؟

جواب: یہ موازنہ اس وقت درست ہوتا جبکہ عوض نکال دینے سے مال حلال نہ ہوتا (حالانکہ مال بدل نکالنے سے حلال ہو جاتا ہے) کیونکہ معاوضہ مال میں جاری ہوتا ہے اور جہاں تک مردار کا تعلق ہے تو اس میں معاوضہ جاری نہیں ہوتا، لہٰذا دونوں مسئلے الگ الگ ہو گئے نیز اس اشکال سے پردہ ایک مثال کے ذریعے اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ ایک شخص کے پاس دو درہم ہیں ان میں سے ایک حرام ہو اور وہ دوسرے درہم کے ساتھ مل کر مشتبہ ہو گیا۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے ایسے ہی مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "تمام کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کے لئے ظاہر ہو جائے کہ کون سا حلال ہے اور کون سا حرام۔"

سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا تقویٰ:

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے ایک برتن قرض کے بدلے رہن رکھا تھا۔ پھر جب آپ نے قرض ادا کیا تو مرتہن (یعنی جس کے پاس رہن رکھا تھا اس) نے دو برتن اٹھا کر دے دیئے اور کہنے لگا: مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے آپ کا برتن کون سا ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دونوں برتن چھوڑ دیئے۔ اس پر مرتہن نے کہا کہ "یہ برتن آپ کا ہے میں تو صرف آپ کا امتحان لے رہا تھا۔" مگر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قرض ادا کرنے کے باوجود وہ برتن نہ لیا۔

یہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا تقویٰ تھا مگر ہم کہتے ہیں کہ ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔ ہم اس مسئلہ میں فرض کرتے ہیں کہ ایک درہم کا مالک معین ہے اور حاضر ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اگر قبضہ والے نے اس معیّن و حاضر شخص کو دو درہموں میں سے ایک لوٹا دیا اور وہ حقیقت حال جاننے کے باوجود راضی ہو گیا تو قبضہ والے شخص کے لیے دوسرا درہم حلال ہو گیا کیونکہ اس کی دو صورتیں ہیں: مالک کو لوٹایا جانے والا درہم وہی تھا جو اس سے لیا گیا تھا پھر تو مقصود حاصل ہو گیا اور اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا درہم ہے تو اس صورت میں ان میں سے ہر ایک کا

درہم دوسرے کے پاس چلا گیا۔ اب احتیاط اس میں ہے کہ دونوں الفاظ کے ساتھ بیع کرلیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو فقط بیع تعاطی سے ایک دوسرے کے حقوق کا تدارُک ہو جائے گا اور اگر مالک کا درہم غاصب (یعنی جس نے چھینا ہے اس) کے پاس سے جاتا رہے اور بعینہٖ اس تک پہنچنا مشکل ہو تو اب مالک کو ضمان دیا جائے گا۔ پس جب مالک نے غاصب کی طرف سے درہم لے لیا تو فقط اس کے قبضہ کر لینے سے غاصب ضمان سے بری ہو جائے گا۔

مسئلہ کی یہ صورت مالک کی جانب سے بالکل واضح ہے کیونکہ جس کے لئے ضمان لیا جاتا ہے وہ بغیر الفاظ کے صرف قبضہ سے ضمان کا مالک بن جاتا ہے۔ اشکال تو دوسری جانب میں ہے، وہ یہ کہ (درہم اپنا نہ ہونے کی صورت میں وہ) غاصب کی ملک میں داخل نہیں ہوگا، لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنا درہم مالک کو دے دیا تو اس کا بھی ایک درہم دوسرے کے قبضہ میں چلا گیا جس کی واپسی ممکن نہیں تو یہ کھو جانے والے درہم کی طرح ہو گیا۔ اگر علمِ الٰہی میں معاملہ یوں ہی ہے تو یہ اس کا بدل ہو جائے گا اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ایسے ہی ایک دوسرے کا بدل ہو جائے گا جس طرح کہ اگر دو آدمی ایک دوسرے کا ایک ایک درہم ضائع کر دیں تو وہ اَدلا بدلا (یعنی اَدَل بَدَل) ہو جاتا ہے اور کسی پر تاوان لازم نہیں ہوتا۔ بلکہ بعینہٖ ہمارے اس مسئلے میں کہ اگر ان میں سے ہر ایک جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے دریا میں پھینک دے یا آگ میں ڈال دے تو یہ تلف کرنے کی طرح ہی ہے تو کسی پر بھی دوسرے کی طرف سے تاوان لازم نہیں ہوگا اور اگر تلف نہ پایا جائے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس حکم کا قول کرنا یہ کہنے سے بہتر ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک حرام درہم دوسرے شخص کے ایک لاکھ درہم میں ڈال دیا تو تمام مال اس کے لئے ممنوع ہو جائے گا اور اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہوگا۔

یہ مؤقف تو یہاں تک پہنچتا ہے۔ البتہ! جو بعد میں ہے اس پر غور کرنا چاہئے اور جو صورت ہم نے ذکر کی ہے اس میں صرف بیع کے الفاظ کو چھوڑنا پایا گیا ہے حالانکہ تعاطی (بغیر الفاظ کے لین دین کرنا) بھی بیع ہے اور جو لوگ اسے بیع قرار نہیں دیتے وہ اس وقت ہے جب تلفظ کرنا ممکن ہو اور اس میں احتمال ہو کیونکہ فعل اس

کی دلالت کو کمزور کر دیتا ہے اور اس مسئلہ میں ایک دوسرے کے سپرد کرنا قطعی طور پر بدل کے لئے ہے اور بیع ناممکن ہے کیونکہ مبیع کی طرف نہ تو اشارہ پایا گیا اور نہ ہی اس کا علم ہے اور بعض صورتیں ایسی ہیں جو بیع کو قبول نہیں کرتیں جیسے ایک رطل آٹا دوسرے کے ہزار رطل میں مل جائے۔ اسی طرح خشک اور تر کھجوروں کا حکم ہے اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس کا بعض حصہ دوسرے بعض کے مقابلے میں نہیں بیچا جاتا۔

سوال جواب:

مذکورہ صورت میں آپ نے دوسرے شخص کے حق کی بقدر سپرد کر دینے کو جائز قرار دیا ہے اور اسے بیع قرار دیا ہے؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ ہم نے اسے بیع قرار نہیں دیا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو اس کے قبضہ سے نکل گیا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا جیسے وہ شخص مالک ہو جاتا ہے جس کی کھجوریں ضائع کر دی جائیں اور اتنی مقدار تلف کرنے والے کی کھجوریں پالے۔ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب مال کا مالک اس کی موافقت کرے۔ اگر مال کا مالک اس کی موافقت نہ کرے اور اس پر مصرّ ہو کہ میں صرف اپنی ملک والا درہم ہی لوں گا اگر وہ گھل مل گیا ہے تو میں چھوڑتا ہوں لیکن تمہیں ہبہ بھی نہیں کرتا اور میں تمہارے مال کو تم پر بیکار کر دوں گا۔

میں کہتا ہوں کہ قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کا نائب بن کر اس کے مال پر قبضہ کرے تا کہ بقیہ مال دوسرے کے لئے حلال ہو جائے کیونکہ یہ محض ہٹ دھرمی اور مسلمانوں پر تنگی کرنا ہے اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ پس اگر قاضی نہ مل سکے تو پھر کسی نیک آدمی کو کہے کہ وہ صاحبِ حق کی طرف سے قبضہ کر لے۔ اگر ایسا شخص بھی نہ مل سکے تو خود اس کا متولی بن جائے اور اس کو ایک درہم دینے کی نیت سے الگ کر دے۔ یہ ایک درہم اس کے لئے متعین ہو جائے گا اور باقی اس کے لئے پاک ہو جائے گا اور یہ بات بہنے والی چیزوں کے باہم مل جانے کی صورت میں زیادہ واضح اور لازم ہے۔

سوال: مناسب تو یہ ہے کہ اسے لینا جائز ہو اور دوسرے شخص کا حق اس کے ذمہ دَین ہو جائے، لہٰذا باقی

مال میں تصرف کرنے کے لئے پہلے اسے علیحدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟اس کا **جواب** یہ ہے کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حرام کی مقدار باقی بچنے تک اس کے لئے لینا حلال ہے جبکہ کل مال لینا اس کے لئے جائز نہیں ہے، اگر لے گا تو ناجائز کا مرتکب ہوگا اور بعض علما فرماتے ہیں کہ اس کو مال لینا اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک توبہ اور بدل کی نیت سے حرام کی مقدار مال کو جدا نہ کرے جبکہ بعض کے نزدیک اس کو لے کر تصرف کرنا جائز ہے مگر اسے دینا جائز نہیں، اگر دے گا تو وہ گناہ گار ہوگا نہ کہ لینے والا اور کسی نے بھی کل مال لینے کو جائز قرار نہیں دیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر مالک ظاہر ہو جائے تو اس کو تمام مال میں سے اپنا حق لینے کا اختیار ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ مجھے دیا گیا شاید وہ ہی میرا حق ہو۔ جبکہ غیر کے حق کو معیّن کر دینے اور اپنے مال سے نکال کر جدا کر دینے سے یہ احتمال دور ہو جائے گا، لہٰذا اس احتمال کی وجہ سے یہ مال دوسرے پر ترجیح پا جائے گا اور جو حق کے زیادہ قریب ہو وہ مقدم ہوتا ہے جیسا کہ مثل کو قیمت پر مقدم کیا جاتا ہے اور عین شے کو مثل پر مقدم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس میں مثل کی طرف لوٹنے کا احتمال ہو تو وہ مقدم ہوتا ہے اس سے جس میں قیمت کی طرف لوٹنے کا احتمال ہو اور جس میں عین کی طرف لوٹنے کا احتمال ہو تو یہ اس سے مقدم ہوتا ہے جس میں مثل کی طرف لوٹنے کا احتمال ہو۔

پھر اگر قبضے والے کے لئے ایسا کہنا جائز ہے تو دوسرے درہم کے مالک کے لئے بھی یہ جائز ہونا چاہئے کہ وہ دونوں درہم لے کر ان میں تصرف کرے اور کہے کہ تمہارے حق کی ادائیگی کسی دوسری جگہ سے مجھ پر لازم ہے۔ کیونکہ اختلاط دونوں طرف سے ہے اور دونوں میں سے کسی کی ملک ایسی نہیں کہ اسے فوت شدہ مان کر دوسرے کو اس پر ترجیح دی جائے۔ ہاں ایک صورت ہے کہ کم کی طرف دیکھا جائے اور فرض کیا جائے کہ یہی زیادہ میں مل کر فوت ہو گیا ہے یا جس نے ملایا اس کی طرف نظر کی جائے اور اس کے فعل کو دوسرے کا حق ضائع کرنے والا قرار دیا جائے اور یہ دونوں صورتیں بہت بعید ہیں۔ یہ معاملہ مثلی چیزوں میں واضح ہے کیونکہ کسی کا مال ضائع کرنے کی صورت میں مثلی چیزیں بغیر عقد کے ہی بدل بن جاتی ہیں۔

لیکن جب ایک مکان کئی مکانات میں مل جائے یا ایک غلام کئی غلاموں میں مل جائے تو مصالحت اور رضامندی کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر صاحبِ حق بعینہٖ اپنا حق لینے پر مصر ہو جبکہ قابض اس پر قادر نہ ہو اور صاحبِ حق اس کی تمام ملک ضائع کرنا چاہتا ہو۔ ایسی صورت میں اگر تمام مکانات کی قیمت برابر ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی تمام مکانات بیچ دے اور بقدرِ حصّہ ان کی قیمت مالکوں میں تقسیم کر دے اور اگر ان کی قیمت مختلف ہو تو قاضی بیع کے طالب سے سب سے عمدہ گھر کی قیمت لے لے اور انکار کرنے والے کو ادنیٰ گھر کی قیمت دے دے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس پر بیان ہونے تک یا صلح ہونے تک توقف کرے کیونکہ یہ مشکل صورت ہے۔

اگر قاضی نہ ملے تو جو شخص حرام سے خود کو بچانا چاہتا ہے اور تمام مال اس کے قبضہ میں ہے تو وہ خود اس امر کا متولی بن جائے، اسی میں بہتری ہے اور جو اس کے علاوہ احتمالات ہیں وہ ضعیف ہیں، ہم انہیں اختیار نہیں کریں گے۔ گزشتہ گفتگو سے اس علت پر بھی تنبیہ ہوگئی جو مذکورہ احتمال کی ترجیح کا تقاضا کر رہی تھی اور یہ بات گندم کے اختلاط میں ظاہر ہے اور روپوں میں اس سے کم ظاہر ہے اور سامان میں پیچیدہ ہے کیونکہ بعض بعض کا بدل نہیں بنتا، اسی وجہ سے بیع کی حاجت پڑتی ہے اور اب ہم کچھ مسائل بیان کرتے ہیں جس کے ذریعے اس اصل کا بیان مکمل ہو جائے گا۔

تکمیل بحث کے لئے چند مسائل:

مسئلہ: اگر کوئی شخص کئی لوگوں کے ساتھ کسی کا وارث بنا اور بادشاہ نے مورث (یعنی فوت ہونے والے) کی زمین چھین لی تھی اور اس وارث کو زمین کا ایک معیّن ٹکڑا واپس کیا تو وہ تمام وارثوں کے لئے ہوگا اور اگر اس نے نصف زمین واپس دے دی تو اس میں بھی تمام وارثین بقدرِ حصہ شریک ہوں گے کیونکہ اس کا نصف حصہ ممتاز نہیں ہے تاکہ کہا جائے کہ یہی حصہ لوٹایا گیا ہے اور باقی غصب شدہ ہے اور اگر بادشاہ اپنی نیت اور ارادے سے چھینی ہوئی زمین دوسروں کے حصہ میں منحصر کر دے تو بھی اس کا حصہ ممتاز نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کے قبضہ میں ظالم بادشاہ سے لیا ہوا مال ہو پھر شخص مذکور توبہ کرلے اور وہ مال زمین ہے اور اس سے آمدنی بھی حاصل ہوئی تھی تو چاہئے کہ وہ اس پوری مدت کے مطابق اُجرتِ مثل کا حساب لگا کر مالک کو دے۔ یہی حکم ہر اس غصب شدہ مال کا ہے جس سے اس نے کوئی نفع اٹھایا یا جس سے کوئی زیادتی حاصل ہوئی تو اس وقت تک اس کی توبہ قبول نہ ہوگی جب تک وہ غصب شدہ کی اجرت کو الگ نہ کرلے۔ یہی حکم ہر اس زیادتی کا ہے جو غصب شدہ مال سے حاصل ہوئی ہے اور غلاموں، کپڑوں، برتنوں اور وہ چیزیں جن کو کرایہ پر دینے کی عادت نہیں ہوتی ان کے کرائے کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ یہ فقط غور وفکر اور اندازے سے ہی ممکن ہے اور یوں ہی ہر قیمت غور وفکر اور اندازے سے لگائی جاتی ہے اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اجرت زیادہ سے زیادہ لگائی جائے۔

بادشاہ سے مال پانے والے شخص نے جو ادھار بیع کرکے اور پھر غصب شدہ مال سے ثمن کی ادائیگی کرنے کی صورت میں نفع حاصل کیا ہے وہ اس کی ملک ہے لیکن اس میں شبہ ہے کیونکہ اس کی قیمت حرام مال سے ادا کی گئی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اگر اس نے مالِ غصب ہی سے تجارت کی تو یہ بیع فاسد ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مصلحت کے پیش نظر وہ تجارت مالک کی اجازت سے مکمل ہو جائے گی اور مالک ہی اس کا زیادہ حق دار ہے جبکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ بیع فسخ کرکے قیمت واپس کردی جائے اور مبیع کو لوٹا دیا جائے۔ اگر معاملات زیادہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کرسکتا ہو تو جو مال اس کے قبضہ میں ہے وہ سب حرام ہے اور مالک کو اصل مال کے مطابق دے دیا جائے گا اور زیادتی حرام ہے جس کا الگ کرکے صدقہ کرنا ضروری ہے۔ زیادتی کا لینا نہ غصب کرنے والے کے لئے حلال ہے اور نہ ہی (اصل مال کے) مالک کے لئے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو کسی آدمی کے قبضہ میں حرام مال ہونے کا ہوتا ہے۔

مسئلہ: جو کسی مال کا وارث ہوا اور یہ معلوم نہیں کہ اس مال کے مورث (یعنی فوت ہونے والے) نے کہاں سے مال کمایا تھا حلال ذرائع سے یا حرام سے اور کوئی علامت بھی موجود نہیں ہے تو علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ

وہ حلال ہے۔ اگر جانتا ہے کہ اس میں حرام موجود ہے لیکن اس کی مقدار میں شک ہے تو غور و فکر کر کے حرام کی مقدار کو نکال دے اور اگر حرام ہونے کا بھی علم نہیں لیکن جانتا ہے کہ اس مال کا مورث بادشاہوں کے پاس کام کرتا تھا اور یہ احتمال ہے کہ اس نے اس کام پر کوئی معاوضہ نہیں لیا تھا یا لیا تھا لیکن کافی عرصہ گزر جانے کی وجہ سے اس میں سے اس کے پاس کوئی چیز نہیں بچی۔ پس یہ وہ شبہ ہے جس میں بچنا بہتر ہے لیکن واجب نہیں اور اگر وہ شخص جانتا ہے کہ اس کا بعض مال ظلم سے حاصل کیا ہوا ہے تو اس کے لئے اتنی مقدار غور و فکر کر کے نکالنا ضروری ہے۔

بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: ضروری نہیں ہے اور گناہ مورث پر ہو گا اور اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک شخص جو بادشاہ کے ہاں کام کرتا تھا مر گیا تو کسی صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ ”اب اس کا مال وارث کے لئے پاک ہو گیا۔“ یہ استدلال کرنا ضعیف ہے کیونکہ اس میں صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا نام بیان نہیں کیا گیا[1] اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے نرمی و سہولت سے کام لیا ہو اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے بعض ایسا کیا کرتے تھے لیکن صحابیت کے احترام کی وجہ سے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے[2] اور کسی شخص کی موت ایسے مال کو کیسے مباح کر سکتی ہے جس میں مال حرام کے اختلاط کا یقین ہو اور اس مسئلے کا ماخذ کیا ہے؟

ہاں! اگر وارث کو اس کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ وہ جس کے بارے میں نہیں جانتا اس کے متعلق مواخذہ نہیں ہو گا تو مال اس وارث کے لئے حلال ہو جائے گا جسے معلوم نہیں کہ اس میں یقینی طور پر حرام ہے۔

---

1 ...ان کا نام مجہول ہے یعنی معلوم نہیں مگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا معاملہ یہ ہے کہ ان کا نام معلوم نہ ہو تو یہ کوئی نقصان دہ بات نہیں کیونکہ صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ٦/ ١٣٤)

2 ...یہ قابل غور مقام ہے کیونکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تمام کے تمام عادل ہیں اور ان سے صادر ہونے والے تفردات جنہیں تساہل یعنی نرمی و سہولت خیال کیا جاتا ہے وہ ان کا اجتہاد ہے جس میں اولاً تاویل کی جائے گی۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ٦/ ١٣٤)

دوسری بحث

(اپنے مال سے حرام کو الگ کرنے کے بعد اس کا مصرف)

مال حرام کی تین حالتیں:

جب کوئی شخص حرام مال الگ کرے تو اس کی تین حالتیں ہوں گی:

(1)... اس کا مالک معین ہو گا تو اسے واپس دینا واجب ہے اور مالک کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے وارث کو دے اور اگر مالک غائب ہے تو اس کے حاضر ہونے کا انتظار کرے یا ممکن ہو تو اس تک پہنچانے کی کوشش کرے اور اگر اس مال میں زیادتی ہوئی ہے یا نفع حاصل ہوا ہے تو اس کے آنے تک ان کو جمع رکھے۔

(2)... اس کا مالک غیر معین ہو اور اس تک رسائی کی کوئی امید نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی وارث بھی ہے یا نہیں۔ اس صورت میں مالک کو لوٹانا ممکن نہیں ہے اور معاملہ واضح ہونے تک مال کو روکے رہے گا۔ بعض اوقات حق داروں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے مال کو لوٹانا ممکن نہیں ہوتا جیسے تقسیم سے قبل مالِ غنیمت سے بطورِ خیانت لیا گیا مال کیونکہ مجاہدین کو اپنے اپنے شہروں کی طرف لوٹ جانے کے بعد جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر جمع کرنا ممکن بھی ہو تو ایک دینار کو مثال کے طور پر ایک یا دو ہزار پر کیسے تقسیم کیا جائے گا تو چاہئے کہ ایسے مال کو صدقہ کر دے۔

(3)... وہ مال فَیْئ[1] ہو گا اور ان اموال میں سے ہو گا جو تمام مسلمانوں کے مصالح کے لئے ہوتا ہے تو ایسا مال پل، مساجد، سرائے یا مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کے راستوں میں چشموں کی تعمیر میں خرچ کیا جائے یا اس طرح کے دیگر امور میں لگا دیا جائے جس سے ہر وہ مسلمان فائدہ اٹھائے جو وہاں سے گزرے۔

---

[1]... اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے دین والوں کو جو اموال ان کے دینی مخالفین سے بغیر جنگ کے دلا دے اسے مال فَیْئ کہتے ہیں جیسے جلاوطنی یا صلح کے ذریعے جزیہ وغیرہ (دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کو کفار سے جنگ کئے بغیر حاصل ہونے والا مال)۔ (التعریفات، ص ١٢٠)

تینوں حالتوں کے حکم کی تفصیل:

پہلی حالت کے حکم میں کوئی شبہ نہیں ہے اور جہاں تک (دوسری حالت میں) صدقہ کرنے اور (تیسری حالت میں) پُل بنانے کا تعلق ہے تو اس صورت میں چاہئے کہ اگر کوئی دیندار قاضی ملے تو وہ اس کا متولی بنے اور مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔ اگر قاضی ایسا ہے جو حرام کو حلال سمجھتا ہے تو ایسے قاضی کو مال دینے کی صورت میں دینے والے پر ضمان ہو گا جبکہ ابتدا میں کوئی ایسی چیز دے جس میں ضمان نہیں ہوتا۔ جب اس پر ضمان مقرر ہو گیا تو کیسے ساقط ہو سکتا ہے بلکہ ایسی صورت میں معاملہ شہر کے کسی دیندار عالم کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ کسی کو ثالث بنانا اکیلے فیصلہ کرنے سے بہتر ہے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو خود ہی متولی بن جائے کیونکہ مقصد مال کو مصرف میں خرچ کرنا ہے اور خاص صرف کرنے والے کا مطالبہ اس لئے ہے کہ وہ باریک کاموں میں مصلحت کو جانتا ہے، لہٰذا ماہر خرچ کرنے والا نہ ملنے کی صورت میں خرچ کرنا نہیں چھوڑا جائے گا۔ ہاں اگر تجربہ کار صرف کرنے والا مل جائے تو بہتر ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

حرام کو صدقہ کرنے کے جواز کی کیا دلیل ہے؟ اور اس مال کو کیسے صدقہ کر سکتے ہیں جس کا وہ مالک نہیں ہے۔ علمائے کرام کے ایک گروہ کے نزدیک مال حرام کو صدقہ کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب کے پاس دو درہم تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ درست طریقے سے حاصل نہیں ہوئے تو آپ نے وہ درہم پتھروں میں پھینک کر ارشاد فرمایا: "پاک مال ہی صدقہ کروں گا اور جسے میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا اسے دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔"

جواب: ٹھیک ہے اس کی ایک وجہ اور احتمال ہے جبکہ ہم نے حدیث، اثر اور قیاس کی وجہ سے اس کے برعکس مؤقف کو اختیار کیا۔ چنانچہ،

احادیث مبارکہ سے تائید:

﴿1﴾... حدیث شریف میں ہے کہ بارگاہِ رسالت میں ایک بھنی ہوئی بکری پیش کی گئی، اس بکری نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کلام کیا کہ ”وہ حرام ہے۔“ تو حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اَطْعِمُوْھَا الْاُسَارٰی یعنی اسے قیدیوں کو کھلا دو۔“[1]

﴿2﴾... جب آیت مبارکہ ”الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾“[2] نازل ہوئی تو مشرکین نے رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جھٹلایا اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے کہنے لگے: ”تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے صاحب کیا کہتے ہیں؟ ان کا خیال ہے کہ عنقریب روم غالب ہو جائے گا۔“ تو حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اجازت سے شرط رکھی۔ پس جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچائی کو ثابت کر دکھایا تو حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شرط میں جیتی ہوئی چیزیں لے کر حاضر خدمت ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یہ حرام ہے، لہٰذا اسے صدقہ کر دو۔“ اور مسلمان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مدد فرمانے پر بہت خوش ہوئے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کفّار کے ساتھ شرط لگانے کی اجازت ملنے کے بعد جوئے کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔[3]

آثارِ شریفہ سے تائید:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں ہے کہ آپ نے ایک لونڈی خریدی

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل، ۸/۳۵۵، الحدیث: ۲۲۵۷۲

2 ...ترجمۂ کنزالایمان: رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ (پ۲۱، الروم: ۱تا۳)

3 ...الدر المنثور، سورۃ الروم، تحت الآیۃ: ۱تا۶، ۶/۴۷۹، ۴۸۰

سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الروم، ۵/۱۳۳، الحدیث: ۳۲۰۴

مگر اس وقت قیمت ادا نہ کرسکے۔ بعد میں اسے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس لونڈی کی قیمت صدقہ کر دی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ اس کی طرف سے ہے اگر وہ راضی ہے تو ٹھیک ورنہ مجھے اس کا ثواب عطا فرما۔“

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کی توبہ اور اس مال کے بارے میں سوال پوچھا گیا جو لشکر کے منتشر ہونے کے بعد اس سے وصول کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”اسے صدقہ کر دیا جائے۔“

﴿3﴾... مروی ہے کہ ایک شخص نے نفس کے بہکاوے میں آکر مال غنیمت کے 100 دینار چوری کر لئے پھر وہ اپنے امیر کے پاس دینار لوٹانے آیا تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ”لوگ تو منتشر ہو گئے۔“ پھر وہ حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بھی لینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ، وہ ایک عبادت گزار کے پاس آیا اور اسے صورتِ حال سے آگاہ کیا تو اس نے کہا کہ ”اس میں سے پانچواں حصہ حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دے دو اور باقی صدقہ کر دو۔“ جب حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس بات کا علم ہوا تو افسوس کرنے لگے کہ ”یہ بات ان کے دل میں کیوں نہ آئی۔“

نوٹ: حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل، حضرت سیِّدُنا حارث مُحاسِبی اور پرہیز گاروں رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کے ایک گروہ نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔

قیاس سے تائید:

قیاس کے اعتبار سے یوں کہا جائے کہ یہ مال دو حال سے خالی نہیں یا تو اسے ضائع کر دیا جائے یا پھر کسی کارِ خیر میں صرف کر دیا جائے کیونکہ مالک کے ملنے کی امید نہیں۔ تو اگر ہم اسے دریا میں ڈال کر ضائع کر دیں تو ہم نے خود کو بھی اس سے محروم کیا اور مالک کو بھی اور اس سے کوئی فائدہ بھی حاصل نہ ہوا اور اگر ہم وہ درہم کسی فقیر کے ہاتھ میں تھما دیں تو وہ مالک کے لئے دعا کرے گا اور مالک کو اس دعا کی برکت پہنچے گی اور ساتھ ہی ساتھ

ساتھ فقیر کی حاجت بھی پوری ہو گی اور مالک کو بغیر اختیار کے صدقہ کا ثواب مل جانے کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ صحیح حدیث شریف میں ہے: ”اِنَّ لِلزَّارِعِ وَالْغَارِسِ اَجْرًا فِیْ کُلِّ مَا یُصِیْبُهُ النَّاسُ وَالطُّیُوْرُ مِنْ ثِمَارِهٖ وَزَرْعِهٖ یعنی بے شک کسان اور درخت لگانے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے جو ان کے پھل اور کھیتی سے انسانوں اور پرندوں نے نفع اٹھایا۔“[1] حالانکہ یہ نفع اٹھانا اس کے اختیار کے بغیر ہوتا ہے۔

قائل کا یہ کہنا کہ ”ہم صرف حلال ہی صدقہ کریں گے۔“ تو یہ اس وقت درست ہو گا جب ہم اپنے لئے اجر کے طالب ہوں اور یہاں تو ہم معصیت سے چھٹکارا چاہتے ہیں نہ کہ اجر کے طالب ہیں، لہٰذا ہم مال کو ضائع کرنے اور صدقہ کرنے کے درمیان مُتَرَدِّد ہو گئے اور ہم نے صدقہ کی جانب کو ضائع کرنے پر ترجیح دی۔ نیز قائل کا یہ قول کہ ”جسے ہم اپنے لئے پسند نہیں کرتے اسے دوسرے کے لئے بھی پسند نہیں کریں گے۔“ تو یہ اسی طرح ہے مگر ایسا مال ہمارے لئے حرام ہے کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں جبکہ فقیر کے لئے حلال ہے کیونکہ شرعی دلیل نے اسے حلال قرار دیا ہے۔ اگر مَصلَحَتِ شَرعِیَہ اس کے حلال ہونے کا تقاضا کرے تو اسے حلال جاننا واجب ہے اور جب فقیر کو وہ مال لینا حلال ہو گیا تو ہم نے اس کے لئے حلال ہی پسند کیا اور ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ فقیر ہے تو اس کو اختیار ہے چاہے وہ اسے اپنے اوپر خرچ کرے یا اپنے اہل و عیال پر صرف کرے۔ جہاں تک اس کے اہل و عیال کا تعلق ہے تو ان پر صدقہ کرنے کا معاملہ مخفی نہیں ہے کیونکہ اس کے اہل و عیال میں داخل ہونے کی وجہ سے فقر ان سے منتفی نہیں ہو گیا بلکہ وہ صدقہ کئے جانے کے زیادہ مستحق ہیں اور جہاں تک اس کی اپنی ذات کا تعلق ہے جو خود فقیر ہے تو اسے بھی بقدرِ ضرورت لینا جائز ہے کہ جب وہ کسی دوسرے فقیر کو صدقہ کر سکتا ہے تو خود پر بھی خرچ کر سکتا ہے۔

مذکورہ ضابطے کے متعلق چند مسائل:

ابھی جو ہم نے ضابطہ بیان کیا اس کے متعلق ہم کچھ مسائل بیان کرتے ہیں:

مسئلہ: اگر کسی کے پاس بادشاہ کے قبضہ کا مال آئے تو ایک جماعت کا کہنا ہے کہ وہ بادشاہ کو واپس کر دے کیونکہ

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، الحدیث: ١٥٥٢، ص٨٣٩، بتغیر

بادشاہ زیادہ جانتا ہے کہ اسے کہاں خرچ کرے، لہٰذا صدقہ کرنے کے بجائے اسے واپس کرنا زیادہ بہتر ہے۔ حضرت سیِّدُنا حارث مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے اسی کو اختیار کیا اور فرمایا کہ "وہ کیسے صدقہ کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کا کوئی معین مالک ہو۔ اگر ایسے مال کو صدقہ کرنا جائز ہو تو یہ بھی جائز ہونا چاہئے کہ بادشاہ کا مال چوری کر کے صدقہ کر دیا جائے۔" اور ایک گروہ کے نزدیک جب اسے معلوم ہو جائے کہ بادشاہ مالک کو واپس نہیں کرے گا تو اس مال کو صدقہ کر دے کیونکہ اسے واپس کرنا ظالم کی مدد اور ظلم کے اسباب کو بڑھانا ہے۔ پس بادشاہ کو لوٹانا مالک کے حق کو ضائع کرنا ہے۔

مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ بادشاہ کی عادت جانتا ہے کہ وہ مالک کو مال واپس نہیں کرے گا تو مالک کی طرف سے صدقہ کر دے۔ اگر اس کا کوئی مالک معین ہو تو اس کی طرف سے صدقہ کر دینا باشاہ کو لوٹانے کی بنسبت مالک کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور بعض اوقات مالک معین نہیں ہوتا تو وہ مسلمانوں کا حق ہوتا ہے، لہٰذا اسے بادشاہ کو واپس کر دینا مال ضائع کرنا ہو گا۔ اگر مالک معین ہو تو بادشاہ کو واپس کرنا مال کو ضائع کرنا، ظالم بادشاہ کی مدد کرنا اور مالک کو فقیر کی دعا کی برکت سے محروم کرنا ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔

اور اگر اس کے قبضے میں بادشاہ کی وراثت کا مال ہو اور بادشاہ سے لینے میں اس نے کوئی زیادتی نہیں کی تو یہ اس لقطہ (یعنی گم شدہ مال) کے مشابہ ہے جس کے مالک تک رسائی کی امید ختم ہو چکی ہو کیونکہ اسے اختیار نہیں ہوتا کہ وہ مالک کی طرف سے اسے صدقہ کر دے لیکن وہ مالک بن سکتا ہے [1] اگرچہ وہ دولت مند ہو اس لحاظ

---

[1]... حضرت سیِّدُنا امام مالک اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے نزدیک تمام گری پڑی چیزوں یعنی گم شدہ اموال اٹھانے والا ان کا مالک بن جاتا ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور وہ چیز پیسے ہوں یا اموال یا گم شدہ جانور جبکہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے نزدیک کسی بھی گم شدہ مال کو اٹھانے والا ان کا مالک نہیں بنتا اور غنی ہونے کی صورت میں اس سے نفع بھی نہیں اٹھا سکتا اور فقیر ہو تو فائدہ اٹھا سکتا ہے اور حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے دو روایتیں ہیں: زیادہ ظاہر روایت کے مطابق مالک بن جائے گا اور دوسری کے مطابق نہیں بنے گا۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۶/ ۶۴۴تا۶۴۵)

نوٹ: لقطہ سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1182 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت، جلد دوم، صفحہ 471 تا 484 کا مطالعہ کیجئے!

سے کہ اس نے مال کو جائز طریقے سے حاصل کیا ہے اور وہ گری پڑی چیز کو اٹھالینا ہے۔ جبکہ اِس صورت میں مال جائز طریقے سے حاصل نہیں کیا گیا، لہٰذا اسے مالک بننا تو جائز نہیں ہے، البتہ! صدقہ کرنا جائز ہو گا۔

جس مال کا کوئی مالک نہ ہو:

مسئلہ: اگر کسی شخص کو ایسا مال ملا جس کا کوئی مالک نہیں ہے اور ہم نے فقر کی وجہ سے بقدرِ حاجت لینا جائز قرار دیا ہے تو اس کی مقدار حاجت میں کلام ہے جسے ہم نے ''کِتابُ اَسْرارُ الزَّکاۃ'' میں ذکر کیا ہے۔ اس کے متعلق ایک گروہِ علما کا کہنا ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اتنی مقدار لے لے کہ سال بھر تک کفایت کر سکے اور اگر وہ زمین خرید سکتا ہے یا تجارت کر سکتا ہے جس سے وہ اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کمائے تو ایسا ہی کرے۔ حضرت سیِّدُنا حارث محاسبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے اسی کو اختیار کیا ہے مگر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنے اندر توکل کی طاقت محسوس کرتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ تمام مال صدقہ کر دے اور حلال مال کی صورت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لطف و کرم کا منتظر رہے اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو اسے چاہئے کہ زمین خریدے یا اصل مال سے مناسب طور پر گزر اوقات کرے اور جس دن کسی اور ذریعے سے حلال مال مل جائے تو اس دن اصل مال سے نہ لے اور جب وہ حلال مال ختم ہو جائے تو دوبارہ اصل مال کی طرف رجوع کرے۔ پھر جب اسے معین حلال مل جائے تو جتنا اس نے پہلے مالِ حرام خرچ کیا ہے اتنا ہی صدقہ کر دے اور یہ اس کے ذمہ قرض رہے گا۔ پھر وہ صرف روٹی کھائے اور اگر قدرت رکھتا ہو تو گوشت چھوڑ دے ورنہ گوشت کھا سکتا ہے لیکن عیاشی کے ساتھ نہیں کھا سکتا۔

حضرت سیِّدُنا حارث مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے جو فرمایا ہے اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں لیکن انہوں نے جو خرچ شدہ مال کو اس شخص کے ذمہ قرض قرار دیا ہے یہ قابلِ غور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ اسی میں ہے کہ اسے قرض ہی قرار دیا جائے اور جب وہ مال حلال حاصل کر لے تو اتنی مقدار صدقہ کر دے مگر جب یہ قرض ایسے فقیر پر واجب نہیں ہوتا جس پر صدقہ کیا گیا ہے تو کوئی بعید نہیں ہے کہ اس پر

بھی واجب نہ ہو جبکہ اس نے فقر کی وجہ سے لیا ہے۔ بالخصوص جب اس کے قبضہ میں یہ مال میراث کے ذریعے پہنچا ہو اور اس نے مال پر قبضہ کرنے اور اسے حاصل کرنے میں زیادتی نہیں کی تو اس کے حق میں معاملہ اتنا سخت کیسے ہو سکتا؟

حرام اور حلال یا مشتبہ مال بھی ہو تو کیا کرے؟

مسئلہ: اگر کسی شخص کے پاس حلال اور حرام کا مال ہو یا شبہ والا مال ہو اور یہ تمام مال اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہو۔ پس اگر وہ اہل وعیال رکھتا ہے تو خود کو حلال تک محدود رکھے کیونکہ اس کے غلام، اہل خانہ اور چھوٹے بچوں کی نسبت اس سے زیادہ پوچھ گچھ ہوگی اور اگر یہ اس سے بڑھ کر خرابی کی طرف نہ لے جائے تو بالغ اولاد کو بھی حرام سے بچائے ورنہ بقدرِ ضرورت اس میں سے کھلا سکتا ہے۔ الغرض جو بات غیر کے حق میں ممنوع ہے وہ اس کے حق میں زیادہ ممنوع ہے کیونکہ یہ جاننے کے باوجود کھاتا ہے جبکہ اس کے اہل وعیال بعض اوقات نہ جاننے کی وجہ سے معذور ہوتے ہیں کیونکہ وہ ذمہ دار نہیں ہیں۔ پس چاہئے کہ حلال پہلے خود کھائے پھر اپنے اہل وعیال کو کھلائے۔

پھر اگر وہ اپنے ذاتی استعمال میں متردِّد ہو کہ حلال کو اپنے کھانے اور پہننے میں خرچ کرے یا دیگر کاموں جیسے حجام، کپڑا رنگنے والے، دھوبی اور بوجھ اٹھانے والے کی اجرت میں، چونا اور تیل استعمال کرنے میں، مکان کی تعمیر، جانوروں کی دیکھ بھال اور تنّور گرم کرانے کی اجرت میں یا لکڑی کی قیمت اور چراغ کے تیل میں خرچ کرے۔ تو اسے چاہئے کہ حلال کو اپنے کھانے اور لباس میں خرچ کرے کیونکہ جن چیزوں کا تعلق اس کے جسم کے ساتھ ہے اور وہ ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا تو وہ پاک اور طیب ہونے کی زیادہ مستحق ہیں۔

نیز اگر معاملہ لباس اور کھانے میں دائر ہو کہ کس کو مقدم کیا جائے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حلال کو کھانے میں خرچ کرے کیونکہ وہ اس کے خون اور گوشت کے ساتھ مل جاتا ہے اور جو گوشت حرام سے پرورش پاتا ہے آگ اس کی زیادہ مستحق ہے جبکہ لباس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے سَترِ عورت ہوتا ہے اور

سردی، گرمی سے بچاؤ اور ظاہری بدن کا لوگوں کے دیکھنے سے بچاؤ ہے۔ یہی میرے نزدیک زیادہ ظاہر ہے۔

سیِّدُنا حارث محاسبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا موقف:

حضرت سیِّدُنا حارث مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حلال کو لباس پر خرچ کرے کیونکہ لباس کافی مدت اس کے استعمال میں رہتا ہے جبکہ کھانا اتنی مدت تک نہیں رہتا۔ وجہ یہ ہے کہ مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ذیشان ہے: ''لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ مَنْ عَلَیْہِ ثَوْبٌ اِشْتَرَاہُ بِعَشَرَۃِ دَرَاھِمَ فِیْھَا دِرْھَمٌ حَرَامٌ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس نے 10 درہم کا کپڑا خریدا جن میں ایک درہم حرام کا تھا۔''[1]

(حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) یہ بھی ایک احتمال ہے مگر اس قسم کی احادیث مبارکہ اس شخص کے بارے میں ہیں جس کے پیٹ میں حرام ہو اور اس کا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو، لہٰذا گوشت اور ہڈیوں کی نشوونما میں حلال مال کی رعایت کرنا اولیٰ ہے۔ اسی لئے خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے معلوم نہ ہونے کے باوجود جو دودھ پی لیا تھا قے کر دیا تاکہ اس سے باقی رہنے والا گوشت پیدا نہ ہو۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

جب تمام مصارف میں خرچ کرنے سے اسی کی غرض وابستہ ہے تو اس کے اور غیر میں کیا فرق رہا یونہی اس مصرف میں کرنا اور اُس میں نہ کرنا، اس فرق کا ادراک کیسے ہو؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ یہ فرق ایک روایت سے معلوم ہوا کہ جب حضرت سیِّدُنا رافع بن خَدِیج رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے ترکہ میں ایک اونٹ اور پچھنے یعنی سینگی لگانے والا غلام چھوڑا۔ چنانچہ، حضور سیِّدِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں پچھنے لگانے والے غلام کی کمائی کے بارے میں سوال ہوا تو منع فرما دیا، اسی طرح کئی

---

[1]... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، ۲/ ۴۱۶، الحدیث: ۵۷۳۶

بار عرض کیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع ہی فرمایا۔ پھر عرض کی گئی: "اس کے یتیم بچے ہیں۔" تو ارشاد فرمایا: "اس کی کمائی سے اونٹ کو چارہ کھلا دو۔"[1] یہ حدیث مبارکہ مالِ حرام کے خود کھانے اور جانور کے کھانے میں فرق پر دلالت کرتی ہے۔ جب فرق معلوم ہو گیا تو جو تفصیل ہم نے بیان کی ہے اس کو اسی پر قیاس کر لو۔

خرچ کرنے کے تین مراتب:

مسئلہ: اپنے قبضے میں موجود حرام کو اگر فقرا پر صدقہ کرے تو فراخ دلی سے کر سکتا ہے اور اگر اپنے اوپر خرچ کرے تو جتنا ہو سکے تنگی کرے اور اپنے بچوں پر خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لے۔ فیاضی اور تنگ دلی کے درمیان رہے تو اس کے تین مراتب ہو گئے۔ اگر اس کے پاس کوئی فقیر مہمان آئے تو اس پر کشادگی سے خرچ کرے اور اگر غنی ہے تو اس کو کچھ نہ دے مگر یہ کہ وہ جنگل میں ہو یا رات کے وقت دور دراز سے آیا ہو اور اس کے پاس کچھ نہ ہو تو دے دے کیونکہ وہ اس وقت فقیر ہی ہے۔ اگر اس کے پاس آنے والا مہمان فقیر پرہیزگار ہو ایسا کہ اگر اسے کھانے کے بارے میں معلوم ہو جائے گا تو کھانے سے اجتناب کرے گا ایسی صورت میں چاہئے کہ میزبان کھانا حاضر کرے اور مہمان کو کھانے کی حقیقت بھی بتا دے تاکہ مہمانی کا حق بھی ادا ہو جائے اور دھوکا بھی نہ ہو۔

یہ مناسب نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی ضیافت اس چیز سے کرے جسے وہ خود پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر اعتماد کرے کہ مہمان کو چونکہ کھانے کی حقیقت کا علم نہیں، لہٰذا اسے کوئی نقصان نہیں ہو گا کیونکہ حرام جب معدے میں جاتا ہے تو اس کا اثر دل کی سختی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اگرچہ کھانے والے کو اس کی حقیقت کا علم نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور خلیفۂ دوم

---

[1] ...المعجم الکبیر، ۴/۲۷۵، الحدیث: ۴۴۰۷

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رافع بن خدیج، ۶/۱۱۳، الحدیث: ۱۷۲۶۹، باختصار

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے قے کر دی تھی حالانکہ انہوں نے لاعلمی میں دودھ پیا تھا۔ نیز اس کھانے کے بارے میں اگرچہ ہم نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ وہ فقیروں کے لئے حلال ہے تو اسے ضرورت کی وجہ سے ہی حلال قرار دیا ہے، تو یہ خنزیر اور شراب کی طرح ہے جب ان کو ضرورت کی وجہ سے حلال قرار دے دیا جائے، لہٰذا اسے حلال اور پاکیزہ چیزوں کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔

اگر والدین کے پاس حرام مال ہو تو...!

مسئلہ: اگر اپنے والدین کے پاس حرام چیز یا ایسی چیز ہو جس میں حرام کا شبہ ہو تو ان کے ساتھ کھانے سے رکنا چاہئے۔ پس اگر وہ ناراض ہوتے ہوں تو محض حرام پر ان کی موافقت نہ کرے بلکہ انہیں منع کرے کیونکہ جس کام میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہو سکتی اور اگر اس میں شبہ ہو اور اس کا کھانے سے باز رہنا تقویٰ کے لئے ہو تو اس کے مقابل یہ صورت آجائے گی کہ والدین کی رضا طلب کرنا بھی تقویٰ بلکہ واجب ہے۔ تو اب اس سے بچنے میں نرمی اختیار کرے۔ اگر اس پر قادر نہ ہو تو ان کی موافقت اختیار کرے اور کم کھائے اس طور پر کہ لقمہ چھوٹا لے اور چبانے میں دیر لگائے پیٹ بھر کر نہ کھائے کیونکہ یہ حد سے تجاوز ہے۔

نیز بھائی بہن بھی اس کے قریب قریب ہیں کیونکہ ان کے حق کی بھی تاکید آئی ہے۔ اسی طرح اگر اس کی ماں نے شبہ والے مال سے کپڑا پہنا دیا اور اس کے واپس کرنے سے ناراض ہو گی تو اسے قبول کرلے اور ان کی موجودگی میں پہن لے اور عدم موجودگی میں اتار دے اور کوشش کرے کہ ماں کی موجودگی میں ان کپڑوں میں مضطر شخص کی طرح نماز پڑھے۔ جب تقویٰ کے اسباب متعارض ہو جائیں تو ایسی باریکیوں کو تلاش کرکے ان پر عمل کرے۔

والدہ کی رضا اور مشتبہ مال سے اجتناب:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی والدہ نے انہیں ایک کھجور دے کر فرمایا: ”تمہیں میرے حق کی قسم اسے کھاؤ!“ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کھجور کھالی اور پھر

بالاخانے میں چلے گئے۔ آپ کی والدہ بھی پیچھے پیچھے اوپر آگئیں تو کیا دیکھا کہ وہ قے کر رہے تھے۔

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایسا اس لئے کیا تاکہ والدہ کی رضا بھی حاصل ہو جائے اور معدہ بھی شبہ کے مال سے بچا رہے۔

سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا موقف:

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے عرض کی گئی کہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی سے سوال کیا گیا کہ ”کیا مشتبہ مال میں والدین کی اطاعت ہو سکتی ہے؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”نہیں۔“ تو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے فرمایا: ”یہ حکم سخت ہے۔“ پھر کسی اور نے عرض کی کہ حضرت سیِّدُنا محمد بن مُقاتل عبادانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے بھی اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”والدین سے بھلائی کرو!“ اب آپ فرمایئے کہ کیا حکم ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے مُعاف رکھو کیونکہ میں ان دونوں بزرگوں کے اقوال سن چکا ہوں۔ پھر خود ہی فرمایا: ”کیا ہی اچھا ہو کہ وہ ان دونوں (یعنی اولاد و والدین) کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے۔“

سارا مال حرام ہو تو حج فرض ہوگا نہ زکوٰۃ:

مسئلہ: جس شخص کے پاس صرف حرام مال ہو تو اس پر حج فرض ہوگا نہ ہی مالی کفارہ لازم آئے گا کیونکہ وہ مفلس ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کا مطلب ہے کہ چالیسواں حصہ نکالنا اور اس پر تو تمام مال کو نکالنا واجب ہے۔ اگر وہ مالک کو جانتا ہو تو سارا مال اس کے حوالے کرے ورنہ فقرا پر خرچ کرے۔ البتہ! اگر وہ مال شبہ والا ہو اور اس کے حلال ہونے کا بھی احتمال ہو اور ابھی تک اس کے قبضہ سے نہیں نکلا تو اس پر حج فرض ہو جائے گا کیونکہ اس کا حلال ہونا ممکن ہے اور حج فقر کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے اور اس کا فقر ثابت نہیں ہوا۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ط (پ۴، اٰل عمرٰن:۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

نیز جب حرام کے ظنِ غالب کی وجہ سے حاجت سے زائد مال صدقہ کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے تو زکوۃ بدرجۂ اولیٰ واجب ہو گی اور اگر اس پر کفارہ واجب ہو جائے تو روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ غلام بھی آزاد کرے تاکہ یقینی طور پر کفّارے کی ادائیگی ہو۔ جبکہ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ اس کے لئے فقط روزہ رکھنا ضروری ہے، کھانا کھلانا نہیں کیونکہ اس کے لئے فراخی کا پایا جانا یقینی نہیں ہے اور حضرت سیِّدُنا حارث محاسِبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ " اس کے لئے کھانا کھلانا کافی ہے۔"

ہمارا مختار مذہب یہ ہے کہ ہر شبہ والے مال سے بچنا واجب ہے اور ہم نے اس کو قبضہ سے نکالنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس میں حرام کا غالب گمان ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، لہٰذا وہ روزہ اور کھانا کھلانا دونوں کو جمع کرے۔ روزے تو اس لئے رکھے کیونکہ وہ مفلس کے حکم میں ہے اور کھانا اس لئے کھلائے کیونکہ اس پر تمام مال کو صدقہ کرنا واجب ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ مال اس کا اپنا ہو تو اب لازم ہونا کفارہ کے طور پر ہو گا۔

حلال کا انتظار پیدل حج سے بہتر ہے:

مسئلہ: جس شخص کے قبضہ میں حرام مال ہو جسے اس نے حاجت کے لئے رکھا ہوا ہو اور وہ اس سے نفلی حج کرنا چاہتا ہے۔ پس اگر پیدل جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ عنقریب اس نے یہ مال غیر عبادت میں کھانا تھا تو اس کا عبادت میں کھا لینا زیادہ بہتر ہے اور اگر پیدل حج کرنے پر قدرت نہیں رکھتا اور اسے سواری کی ضرورت ہے تو راستے میں اس طرح کی ضرورت کے لئے وہ مال حرام استعمال نہیں کر سکتا جیسا کہ اس کے لئے شہر میں سواری خریدنا جائز نہیں ہے۔ اگر اسے امید ہے کہ اگر مقیم رہے تو اسے حلال پر قدرت حاصل ہو سکتی ہے جو اسے باقی حرام مال سے بے نیاز کر دے گی تو اس کا حلال مال کے انتظار میں ٹھہرے رہنا حرام مال لے کر پیدل حج کرنے سے بہتر ہے۔

مشتبہ مال سے سفرِ حج کا کھانا:

مسئلہ: اگر کوئی شخص شبہ والا مال لے کر واجب حج ادا کرنے کے لئے روانہ ہوا تو کوشش کرے کہ اس کا کھانا طَیِّب وپاکیزہ ہو۔ اگر دورانِ سفر طَیِّب کھانے پر قادر نہ ہو تو احرام باندھنے کے وقت سے احرام کھولنے تک پاکیزہ وطیب کھائے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو یوم عرفہ یعنی خاص حج کے دن کوشش کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری اور اس سے دعا مانگتے وقت اس کا کھانا اور پہننا حرام نہ ہو۔ کوشش کرے کہ نہ تو اس کے پیٹ میں حرام ہو اور نہ ہی اس کے بدن پر حرام ہو۔ (حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سَیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) شبہ والے مال کو اگرچہ ہم نے حاجت کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے جو کہ ضرورت کی ایک قسم ہے لیکن ہم نے اسے پاکیزہ وطیب اشیاء کے ساتھ نہیں ملایا، لہٰذا اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو اس کے دل میں خوف اور غم ضرور ہو کیونکہ وہ غیر طیب کھانا کھانے پر مجبور ہے۔ قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر نظر رحمت فرمائے اور مالِ حرام کھانے کو ناپسند کرنے اور خوف وملال کی وجہ سے اس کا گناہ بخش دے۔

حرام کو غور وفکر کے بعد نکال دیا جائے:

مسئلہ: حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل سے کسی نے سوال کیا کہ میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے مال چھوڑا ہے اور وہ ایسے لوگوں سے معاملات کیا کرتے تھے جن سے معاملات کرنا مکروہ ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ جتنی مقدار اسے نفع ہوا تھا اسے چھوڑ دو۔ اس نے عرض کی کہ ان کا لوگوں پر قرض ہے اور لوگوں کا ان پر قرض ہے؟ فرمایا: ان کے ذمہ کا قرض ادا کر دو اور جو اس کا دوسروں کے ذمہ ہے اسے وصول کر لو۔ اس نے عرض کی: کیا آپ اسے جائز سمجھتے ہیں؟ تو فرمایا: کیا تم اسے قرض میں ڈوبا ہوا چھوڑنا چاہتے ہو؟

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ارشاد درست ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک مال حرام کو غور وفکر کر کے نکالنا جائز ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ نفع کی مقدار نکال دو اور یہ کہ ان کے نزدیک وہ

اصل مال کا مالک ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے فاسد معاملات میں جو عوض دیا یہ ان کا بدل ہو جائے گا اور قرض کی ادائیگی میں انہوں نے اس پر اعتماد کیا کہ وہ یقینی ہے، لہٰذا شبہ کی بنیاد پر اسے نہیں چھوڑا جائے گا۔

باب نمبر5: بادشاہوں کے وظائف و انعامات میں حلال و حرام کا بیان (اس میں دو اَبحاث ہیں)

جان لیجئے کہ بادشاہ کا مال لینے والے کو درج ذیل تین اُمور مدِّنظر رکھنا ضروری ہیں: (۱)...وہ مال بادشاہ تک کس طریقے و ذریعے سے پہنچا ہے۔ (۲)...اپنا وہ وصف جس کی وجہ سے وہ مال لینے کا مستحق ہوا ہے۔ (۳)...حاصل ہونے والے مال کی مقدار کہ اگر اِس کی نسبت اُس کی اور دیگر شرکا کی طرف کی جائے تو کیا یہ اتنی مقدار لینے کا مستحق ہے۔

پہلی بحث: بادشاہ کی آمدنی کے ذرائع

بنجر زمین کو آباد کرنے کے علاوہ ہر وہ چیز جو بادشاہ کے لئے حلال ہے اور رعایا اس میں شریک ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

❀...**پہلی قسم:** کفار سے لیا ہوا مالِ غنیمت ہے جو بطورِ غَلَبہ کے حاصل ہوتا ہے اور مالِ فئی جو کفار سے لڑائی کے بغیر حاصل ہوتا ہے۔ نیز جزیہ اور مصالحت کا مال جو شرائط اور باہمی عقد سے حاصل ہوتا ہے[1]۔

❀...**دوسری قسم:** مسلمانوں سے لئے گئے اموال۔ ان میں سے صرف دو طرح کا مال جائز ہے: (۱) ایسی وراثتیں اور وہ تمام اموال جن کا کوئی مالک مُتَعَیَّن نہیں ہوتا۔ (۲) ایسے وقف اموال جن کا کوئی متولی نہیں ہوتا۔ رہے ابتدائے اسلام میں لئے جانے والے صدقات تو وہ ہمارے زمانے میں پائے نہیں جاتے۔ ان کے علاوہ مسلمانوں پر لاگو کیا جانے والا اخراج (ٹیکس)، ان سے ظلماً لیا جانے والا مال اور رشوت کی تمام اقسام حرام ہیں۔

1...یوں سمجھ لیجئے کہ سلطانِ اسلام کسی کافر قوم کا محاصرہ کرے اور وہ صلح کا مطالبہ کریں پھر سلطانِ اسلام ان کے ساتھ مخصوص مال اور شرائط کے ساتھ معاہدہ کرے۔

بادشاہ کے وظیفہ وانعام کی 8 صورتیں:

اگر بادشاہ کسی وجہ سے فقیہہ وغیرہ کے لئے وظیفہ، انعام یا خلعت کا حکم دے تو اس کی آٹھ صورتیں ہوں گی: (۱) یا تو جزیہ سے دینے کا حکم دے گا (۲) یا وراثت کے اموال سے (۳) یا وقف کے مال سے (۴) یا ایسی زمین سے جسے بادشاہ نے قابلِ زراعت بنایا ہے (۵) یا اپنی خریدی ہوئی جائیداد سے (٦) یا پھر مسلمانوں سے خراج وصول کرنے والے کو حکم دے گا (۷) یا کسی تاجر کو (۸) یا پھر شاہی خزانہ میں سے مقرر کرے گا۔

پہلی صورت:

اگر بادشاہ وظیفہ یا انعام جزیہ میں سے دے تو چونکہ جزیہ کے پانچ حصوں میں سے چار مسلمانوں کے مصالح کے لئے ہوتے ہیں جبکہ پانچواں مُعَیَّن مصارِف کے لئے ہے، لہٰذا اگر بادشاہ نے ان مصارف کے خُمس سے یا چار خمسوں سے دینے کا حکم دیا جن میں مسلمانوں کی بہتری ہے اور انعام کی مقدار میں احتیاط سے کام لیا تو یہ حلال ہے بشرطیکہ وہ جزیہ شرعی طور پر مقرر کیا گیا ہو، اس میں ایک یا چار دینار پر زیادتی نہ ہو کیونکہ جزیہ کی مقدار میں فقہا کا اختلاف ہے اور بادشاہ کو مختلف فیہ مسئلہ میں اختیار ہوتا ہے۔

جزیہ سے انعام کے جواز کی شرط:

اس کی شرط یہ ہے کہ ذمی سے ملنے والا جزیہ ایسے ذریعے سے کمایا گیا ہو جو اس کے علم کے مطابق حرام نہ ہو، بادشاہ کا عامل ظالم نہ ہو، شراب نہ بیچتا ہو اور جس سے جزیہ وصول کیا گیا وہ بچہ ہو نہ عورت کیونکہ ان دونوں پر جزیہ لاگو نہیں ہوتا۔ پس جزیہ مقرر کرنے، اس کی مقدار اور جس کو دیا جائے اس کے اوصاف اور جتنی مقدار دی جائے گی اس میں ان تمام امور کا لحاظ رکھا جائے گا، لہٰذا اِن تمام امور میں غور وفکر ضروری ہے۔

دوسری صورت:

اگر انعام یا وظیفہ میراث یا ایسے اموال سے دیا جائے جن کا کوئی مالک نہ ہو اور یہ مسلمانوں کے مصالح کے لئے ہوتے ہیں۔ اس میں یہ خیال رکھا جائے کہ جو مال چھوڑ کر گیا ہے کیا اس کا تمام مال حرام تھا یا اکثر یا کم مال

حرام تھا تو اس کا حکم گزر چکا ہے۔ اگر حرام نہ ہو تو پھر جس کو وہ مال دیا جا رہا ہے اس کی صفت کا لحاظ رکھا جائے گا کہ آیا اسے مال دینے میں مصلحت ہے یا نہیں؟ نیز دیئے جانے والے مال کی مقدار کو بھی دیکھا جائے گا۔

تیسری صورت:

اگر بادشاہ وقف کے مال سے وظیفہ یا انعام دے تو اس میں بھی انہی باتوں کا خیال رکھا جائے گا جو میراث والی دوسری صورت میں بیان ہوئیں لیکن اس میں ایک بات زائد ہے، وہ یہ کہ واقف کی شرط کا لحاظ رکھا جائے تاکہ بادشاہ سے لیا ہوا مال وقف کی تمام شرائط کے مطابق ہو۔

چوتھی صورت:

اگر بادشاہ اس زمین سے وظیفہ وغیرہ دے جو اس نے خود قابل زراعت بنائی ہو تو اس میں کسی شرط کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ اسے اختیار ہے کہ اپنی ملک میں سے جو چاہے جس کو چاہے اور جتنا چاہے دے۔ البتہ! یہ بات قابل غور ہے کہ بادشاہ نے مزدوروں سے زبردستی کام کروا کر تو زمین کو آباد نہیں کیا یا مالِ حرام سے تو اجرت نہیں دی۔ کیونکہ زمین زرخیز کرنے کے لئے چھوٹی اور بڑی نہریں کھودی جاتی ہیں، دیواریں بنائی جاتی ہیں اور زمین کو برابر کیا جاتا ہے اور بادشاہ خود یہ کام نہیں کرتا۔ اگر بادشاہ نے یہ کام زبردستی کروائے ہیں تو وہ اس زمین کا مالک نہیں اور ایسا کرنا حرام ہے۔ اگر اس نے مزدوروں سے اجرت پر کام کروایا اور اجرت حرام مال سے دی تو اس میں شبہ پیدا ہو گیا جس پر ہم نے "عوض کی کراہت سے متعلق بحث" میں تنبیہ کر دی ہے۔

پانچویں صورت:

وظیفہ و انعام اگر بادشاہ کی ادھار خریدی ہوئی زمین، ملبوسات، گھوڑوں وغیرہ سے ہو تو وہ ان کا مالک ہے اور اسے ان میں تصرف کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر اس کی قیمت حرام سے ادا کرے گا تو اس سے کبھی حرمت ثابت ہو گی اور کبھی شبہ پیدا ہو گا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

چھٹی صورت:

اگر وہ مسلمانوں سے خراج وصول کرنے والے کو انعام دینے کا حکم دیتا ہے یا غنیمت اور اس کے قائم مقام مال جمع کرنے والے کو حکم دیتا ہے تو یہ بغیر کسی شبہ کے خالص حرام ہے اور اس زمانے (پانچویں صدی کے آخر) میں اکثر وظیفے ایسے ہی ہیں سوائے عراق کی زمینوں کے کیونکہ یہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے نزدیک مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے لئے وقف ہیں۔

ساتویں صورت:

اگر بادشاہ کسی ایسے تاجر کو انعام وغیرہ دینے کا حکم دے جو اس سے کاروبار کرتا ہے۔ پس اگر وہ بادشاہ کے علاوہ کسی اور سے کاروبار نہیں کرتا تو اس کا مال بادشاہ کے خزانے کے مال کی طرح ہے اور اگر وہ بادشاہوں کے علاوہ دیگر سے زیادہ کاروبار کرتا ہے تو جو کچھ وہ دے گا وہ بادشاہ پر قرض ہو گا اور اس کا عوض خزانہ سے وصول کرے گا تو یوں عوض میں خلل واقع ہو گیا اور حرام قیمت کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے۔

آٹھویں صورت:

بادشاہ کے انعام و وظیفہ وغیرہ کی آٹھویں اور آخری صورت یہ ہے کہ وہ شاہی خزانہ سے دینے کا حکم دے یا ایسے عامل کو حکم دے جس کے پاس حلال و حرام دونوں جمع رہتے ہوں۔ اگر بادشاہ کی آمدنی صرف حرام مال سے ہی معروف ہو تو وہ خالص حرام ہے اور اگر یقینی طور پر معروف ہو کہ خزانے میں حلال و حرام دونوں طرح کے مال ہوتے ہیں اور قریبی احتمال یہ ہے کہ جو اس فقیہ و عالم کو دیا گیا ہے وہ حلال میں سے ہے اور دل میں بھی یہی بات ہو اور اس میں حرام کا احتمال بھی ہے اور یہی غالب ہے کیونکہ بادشاہوں کا اکثر مال اس زمانے میں حرام ہی ہے اور ان کے پاس حلال مال یا تو بالکل نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو نہ ہونے کے برابر، اس صورت میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ "ہر وہ مال جس کے حرام ہونے کا ہمیں یقین نہیں ہے وہ ہم لے سکتے ہیں۔" جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "جب تک اس کا حلال ہونا ثابت نہ ہو

جائے اس وقت تک اس کا لینا حلال نہیں، لہٰذا شبہ کی وجہ سے یہ بالکل حلال نہ ہو گا۔" یہ دونوں اقوال حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور راہِ اعتدال وہ ہے جسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اگر زیادہ حرام ہو تو حرام کا حکم لگایا جائے اور اگر حلال غالب ہے اور حرام کا یقین ہے تو یہ ایسا مقام ہے جہاں ہم نے توقف کیا ہے جیسا کہ ما قبل میں گزرا۔

مخلوط شاہی عطیات لینے کا حکم:

جو حضرات بادشاہوں کے حلال و حرام سے مخلوط مال لینے کو جائز کہتے ہیں بشرطیکہ حاصل ہونے والے مال کا حرام ہونا ثابت نہ ہو وہ حضرات صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی ایک جماعت سے دلیل پکڑتے ہیں کہ انہوں نے ظالم حکمرانوں کا دور پایا اور ان سے اموال بھی لئے، ان میں حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ، حضرت سیِّدُنا ابوسعید خُدری، حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت، حضرت سیِّدُنا ابوایوب انصاری، حضرت سیِّدُنا جَرِیر بن عبد اللہ، حضرت سیِّدُنا جابر، حضرت سیِّدُنا انس بن مالک اور حضرت سیِّدُنا مِسْوَر بن مَخْرَمَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ شامل ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ اور حضرت سیِّدُنا ابوسعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے مروان، یزید بن عبد الملک اور عبد الملک سے مال لیا اور حضرت سیِّدُنا ابن عمر اور حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ حجاج بن یوسف سے مال لیتے تھے اور بہت سے تابعین عظام جیسے حضرت سیِّدُنا شَعبی، حضرت سیِّدُنا ابراہیم، حضرت سیِّدُنا حسن اور حضرت سیِّدُنا ابن ابی لیلیٰ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی نے بھی لیا۔ نیز حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے خلیفہ ہارون رشید سے یک بارگی ایک ہزار دینار لئے اور حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق نے بھی خلفا سے بہت سا مال لیا تھا۔

شاہی عطیات اور فرامینِ صحابہ و تابعین:

﴿1﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: "بادشاہ جو چیز تمہیں دے وہ لے لو کیونکہ وہ تمہیں حلال میں سے ہی دیتا ہے اور اس کا حاصل کیا ہوا مال اکثر حلال ہوتا ہے۔"

جب عطیہ دِین کی قیمت بن جائے!

﴿2﴾... جن حضرات نے عطیات لینا ترک کئے وہ ان کا تقویٰ اور دین پر خوف تھا کہ کہیں انہیں حرام چیز نہ دے دی جائے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرتِ سیِّدُنا اَحنَف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کیا فرمایا کہ "**جب تک عطیہ خوش دلی سے ملے لے لو اور جب وہ تمہارے دین کی قیمت بن جائے تو ترک کر دو۔**"

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جب ہمیں عطیہ دیا جاتا تو قبول کر لیتے اور جب نہ ملتا تو ہم سوال نہ کرتے۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی کہ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب حضرت سیِّدُنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کچھ دیتے تو وہ خاموش رہتے اور نہ دیتے تو اس پر کلام کرتے ہوئے باز پُرس کرتے۔

ہمیشہ عطیہ لینا باعث نقصان ہے:

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا امام شَعْبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا مَسْرُوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: عطیہ لینے والے ہمیشہ لیتے رہیں گے حتی کہ وہ انہیں جہنم میں داخل کر دے گا یعنی وہ عطیہ لیتے لیتے آخر کار حرام لینا شروع کر دیں گے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ عطیہ فی نفسہٖ حرام ہے۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ مختار ثَقَفی حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو مال بھیجا کرتا تھا اور آپ قبول فرما لیتے اور فرمایا کرتے: "میں کسی سے سوال نہیں کرتا اور نہ ہی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دیا ہوا رزق واپس کرتا ہوں۔" یوں ہی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف اونٹنی بھیجی گئی تو قبول فرمالی اور وہ مختار کی اونٹنی کہلاتی تھی لیکن یہ روایت اس روایت کے معارض ہے کہ "حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے مختار کے ہدیہ کے علاوہ کسی کا ہدیہ نہیں لوٹایا۔" البتہ! جس روایت میں ہدیہ لوٹانے کا ذکر

ہے وہ سند کے اعتبار سے قوی ہے۔

نرالی سخاوت:

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ ابن مَعْمَر نے حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو 60 ہزار درہم بھیجے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ تمام دراہم لوگوں میں تقسیم فرما دیئے۔ ایک سائل دراہم ختم ہونے کے بعد آیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے دینے کے لئے ان لوگوں میں سے کسی سے قرض لیا جن پر مال تقسیم کیا تھا اور سائل کو عطا کیا۔

چار لاکھ درہم کا انعام:

﴿8﴾... نواسۂ رسول حضرت سیِّدُنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب حضرت سیِّدُنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: ”میں آپ کو ایسا انعام پیش کروں گا جو میں نے آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو دوں گا۔“ راوی کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں چار لاکھ درہم پیش کئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قبول فرما لئے۔

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا حبیب بن ابی ثابت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا ابن عمر اور حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے پاس مختار ثَقَفِی کی طرف سے تحفہ لایا گیا تو اُن حضرات نے وہ قبول فرما لیا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کی: وہ کیا تھا؟ جواب دیا: مال اور کپڑے۔

سود خور اور ظالم کا تحفہ:

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا زبیر بن عدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اگر تمہارا کوئی دوست بادشاہ کے کسی کام پر مامور ہو یا تاجر ہو اور سود میں مبتلا ہو اور تمہیں کھانے یا اور کسی چیز کی دعوت دے یا تمہیں کوئی چیز تحفہ دے تو قبول کر لو کیونکہ وہ تمہارے لئے جائز ہے۔ گناہ تو خود اس پر ہے۔

جب سود لینے والے کی دعوت قبول کرنا ثابت ہو گیا تو ظالم کا حکم بھی یہی ہے۔

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اپنے والد گرامی حضرت سیِّدُنا محمد باقر بن علی بن حسین رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام حسن اور حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے انعامات قبول فرمایا کرتے تھے۔

﴿12﴾... حضرت سیِّدُنا حکیم بن جُبَیر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے پاس تھے۔ وہ ان دنوں فرات کے نچلے حصے پر بطورِ عامل مقرر تھے تو انہوں نے دیگر عمال کو پیغام بھیجا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ کھلاؤ۔ پس انہوں نے کھانا بھیجا تو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے تناول فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا۔

عامل کے عطیہ میں حرج نہیں:

﴿13﴾... حضرت سیِّدُنا علاء بن زُہَیر اَزدی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی میرے والد گرامی کے پاس آئے جو اُس وقت شہر حلوان کے عامل تھے تو والد صاحب نے انہیں کچھ عطیہ پیش کیا جو انہوں نے قبول کرتے ہوئے فرمایا: عمال سے عطیہ لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ عامل محنت کرکے رزق حاصل کرتا ہے حالانکہ اس کے بیتُ المال میں طَیِّب اور خبیث دونوں قسم کا مال جمع ہوتا ہے مگر وہ تمہیں جو دیتا ہے وہ اس کے طیب مال ہی سے ہوتا ہے۔

تنبیہ: ان تمام بزرگوں نے ظالم بادشاہوں وغیرہ سے انعامات بھی لئے مگر ساتھ ہی ساتھ ایسوں کی مذمت بھی کرتے تھے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں بادشاہوں کی اطاعت کرتے تھے۔

جائز سمجھنے والوں کا خیال ہے کہ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن سے جو عطیات قبول نہ کرنا منقول ہے وہ عطیات کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ تقویٰ کی بنا پر تھا جیسا کہ حضراتِ خلفائے راشدین اور حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری وغیرہ رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن سے منقول ہے کہ وہ پرہیز گاری اور تقویٰ کی وجہ

سے مطلق حلال اور اس حلال سے بچا کرتے تھے جس سے گناہ میں پڑنے کا خوف ہوتا، لہٰذا جن حضراتِ عالیہ نے شاہی عطیات قبول کئے ان کا فعل جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے مگر قبول نہ کرنے والوں کا فعل حرمت پر دلالت نہیں کرتا اور حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے جو منقول ہے کہ انہوں نے اپنا عطیہ بیتُ المال میں چھوڑے رکھا حتی کہ 30 ہزار سے کچھ اوپر جمع ہو گئے اور حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے جو قول منقول ہے کہ "میں سنار (jeweller) کے پانی سے وضو نہیں کروں گا اگرچہ نماز کا وقت تنگ ہو جائے کیونکہ میں اس کے اصل مال کا حال نہیں جانتا۔" تو یہ سب تقویٰ پر مبنی ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ایسوں کی پیروی کرنا جائز کہنے والوں کی پیروی سے بہتر ہے۔ البتہ! جائز کہنے والوں کی پیروی کرنا حرام بھی نہیں، ظالم بادشاہوں سے مال لینے کو جائز قرار دینے والوں کا یہی شبہ ہے (کہ اسلاف کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام سے بھی شاہی عطیات قبول کرنا منقول ہے) اس کا **جواب** یہ ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں شاہی مال لینا منقول ہے ان کی تعداد نہ لینے والوں کے مقابلے میں کم ہے۔

بادشاہوں کے حق میں تقوے کے درجات:

پھر اگر ان کے نہ لینے میں تقویٰ کا احتمال موجود ہے تو ان کے لینے میں تین احتمال موجود ہیں جن کے درجات تقویٰ کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہیں کیونکہ بادشاہوں کے حق میں تقویٰ کے چار درجات ہیں۔

پہلا درجہ:

پہلا درجہ یہ ہے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے جیسا کہ متقی حضرات کرتے ہیں اور جیسا خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے کیا۔ چنانچہ،

سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا تقویٰ:

خلیفہ بلا فصل خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس تمام مال کا

حساب لگایا جو بیتُ المال سے لیا تھا تو وہ چھ ہزار درہم تک پہنچا۔ پس آپ نے وہ رقم بیت المال میں واپس جمع کروادی۔

سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا تقویٰ:

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک دن بیت المال کا مال تقسیم فرمارہے تھے کہ آپ کی ننھی شہزادی آئی اور اس نے مال میں سے ایک درہم لے لیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس تیزی کے ساتھ وہ درہم لینے کے لئے اٹھے کہ کاندھے سے چادر گر گئی۔ بچی روتی ہوئی گھر چلی گئی، درہم اس نے منہ میں ڈال لیا تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انگلی ڈال کر اس کے منہ سے درہم نکالا اور بیت المال کے مال میں ڈالتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! عمر اور اس کی اولاد کے لئے اتنا ہی ہے جتنا قریب یا دُور کے مسلمانوں کے لئے ہے۔

ایک درہم میں تقویٰ:

حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیت المال کی صفائی کی تو ایک درہم ملا۔ قریب سے خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ایک چھوٹے شہزادے گزر رہے تھے تو انہوں نے وہ درہم شہزادے کو دے دیا۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیٹے کے ہاتھ میں درہم دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا تو بیٹے نے عرض کی: "یہ مجھے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیا ہے۔" امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اے ابو موسیٰ! مدینہ میں کوئی گھر عمر کے گھر سے حقیر نظر نہیں آیا، تم چاہتے ہو کہ اُمت محمدیہ سے کوئی ایسا بچ جائے جو ہم سے کسی حق کا مطالبہ کرے۔" یہ کہہ کر وہ درہم بیت المال میں لوٹا دیا۔ باوجود یہ کہ وہ مال حلال تھا مگر آپ کو خوف ہوا کہ کہیں اس قدر مال کے مستحق نہ ہوں، لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے دین کی حفاظت اور درج ذیل احادیث مبارکہ پر عمل کے لئے تھوڑے مال پر گزر بسر کرتے تھے۔ چنانچہ،

مشتبہ چیز سے متعلق فرامینِ مصطفےٰ:

﴿1﴾... دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ یعنی مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرو۔[1]

﴿2﴾... مَنْ تَرَکَہَا فَقَدِ اسْتَبْرَءَ لِعِرْضِہٖ وَدِیْنِہٖ یعنی جس نے مشتبہ چیز کو چھوڑ دیا اس نے اپنی عزت اور دین بچا لیا۔[2]

نیز خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا کم مال پر اکتفا کرنا اس لئے بھی تھا کہ آپ نے حضور سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بادشاہوں کے مال کے متعلق سخت باتیں سن رکھی تھیں۔ چنانچہ،

﴿3﴾... جب حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا تو اُن سے ارشاد فرمایا: اے ابو ولید! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو قیامت کے دن اس حال میں نہ آنا کہ کوئی اونٹ تمہاری گردن پر بلبلا رہا ہو یا گائے ڈکرا رہی ہو یا بکری ممیا رہی ہو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ایسا ہی ہو گا؟ ارشاد فرمایا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مگر وہ جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ رحم فرمائے۔ عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ بھیجا! آئندہ میں کسی شے پر عامل نہیں بنوں گا۔[3]

﴿4﴾... اِنِّیْ لَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ اِنَّمَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا یعنی میں تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن میں تم پر دنیا کا خوف کرتا ہوں کہ تم اس میں رغبت کر جاؤ۔[4]

یعنی حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو صرف یہی خوف تھا کہ امت مال کی رغبت

1... سنن النسائی، کتاب الاشربۃ، باب الحث علی ترک الشبہات، الحدیث: ۵۷۲۲، ص ۹۰۰

2... صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، ۱/ ۳۳، الحدیث: ۵۲، بتغیر قلیل

3... مسند الامام الشافعی، کتاب الزکاۃ، ص ۹۹، بتغیر قلیل

معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی، ۳/ ۳۴۰، الرقم: ۱۹۷۳: عبادۃ بن الصامت، الحدیث: ۴۸۴۹

4... صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، ۱/ ۴۵۲، الحدیث: ۱۳۴۴

میں مبتلا ہو جائے گی، اسی وجہ سے خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک طویل حدیث میں بیت المال کے مال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں خود کو بیت المال کے متعلق ایسا ہی خیال کرتا ہوں جیسے یتیموں کے مال کا والی ہوتا ہے اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو بچتا ہوں اور اگر حاجت ہو تو عرف کے مطابق کھاتا ہوں۔

سیِّدُنا طاؤس بن کَیْسان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا تقویٰ:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا طاؤس بن کیسان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان کے ایک بیٹے نے ان کی طرف منسوب کر کے خلیفۂ مسلمین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کو ایک مکتوب لکھا تو انہوں نے اسے 300 دینار دے دیئے۔ جب حضرت سیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی زمین کا ایک ٹکڑا بیچا اور اس کی قیمت میں سے 300 دینار حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کی طرف بھیج دیئے۔

غور فرمایئے کہ ان کا یہ عمل حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز جیسے متقی وعادل بادشاہ کے ساتھ تھا۔ پس پرہیز گاری میں یہی بلند درجہ ہے۔

دوسرا درجہ:

دوسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ کے مال میں سے لے جبکہ جانتا ہو کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ حلال طریقے سے ہے اور بادشاہ کی مِلک میں دوسرا حرام مال ہونا اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔ اس بارے میں منقول روایات تمام یا اکثر اسی پر محمول ہیں یا ان میں سے جو روایات اکابر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ساتھ خاص ہیں وہ اسی پر مبنی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہیں کہ آپ تقویٰ میں بہت مبالغہ کرتے تھے تو وہ بادشاہ کے مال سے کیسے لے سکتے تھے حالانکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تو بادشاہوں کے مال کا سب سے زیادہ انکار اور سخت مذمت کرنے والے تھے۔ چنانچہ،

حلال کمائی اور ستھرا خرچ:

مروی ہے کہ لوگ ابن عامر کے آخری وقت میں ان کے پاس جمع ہوئے جبکہ وہ اپنے عامل ہونے اور اس پر بارگاہِ الٰہی میں مواخذہ سے خوف زدہ تھے۔ لوگوں نے کہا: ”ہم آپ کے لئے خیر و بھلائی کی امید رکھتے ہیں کیونکہ آپ نے کنویں کھدوائے، حاجیوں کو پانی پلایا اور فلاں فلاں کام کئے۔“ حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خاموش بیٹھے تھے۔ ابنِ عامر نے عرض کی: اے ابن عمر! آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا: ”میں تو کہتا ہوں کہ ان چیزوں کا فائدہ اسی وقت ہے جب کمائی حلال ہو اور خرچ بھی ستھرا ہو اور عنقریب تم جا کر دیکھ لوگے۔“

خبیث مال گناہ کو نہیں مٹاتا:

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے یہ فرمایا کہ خبیث مال گناہ کو نہیں مٹاتا اور تم بصرہ کے والی بنے اور لگتا ہے کہ تم نے اس سے برائی ہی کمائی ہے۔ ابن عامر نے کہا: کیا آپ میرے لئے دعا نہیں کرتے۔ فرمایا: میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا ہے: ”لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلَاۃً بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃً مِّنْ غُلُوْلٍ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی خیانت کے مال سے صدقہ قبول فرماتا ہے۔“[1] جبکہ تم بصرہ کے والی رہے ہو۔

غور فرمائیے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا یہ قول اس مال کے بارے میں ہے جو انہوں نے بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا تھا۔

سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حَجّاج کے دور حکومت میں فرمایا: میں نے دار الخلافہ لٹنے (یعنی خلیفۂ سوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شہادت کے دن) سے آج

---

[1]... صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب وجوب الطھارۃ للصلاۃ، الحدیث: ۲۲۴، ص ۱۴۰

سنن ابن ماجه، کتاب الطھارۃ، باب لایقبل اللہ صلاۃ بغیر طھور، ۱/۱۷۶، الحدیث: ۲۷۲، ۲۷۳

تک سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔

ستّو کھاتے وقت احتیاط:

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے پاس کھانے کے لئے بند برتن میں ستو دیکھ کر کسی نے عرض کی: عراق میں کثیر خوراک ہونے کے باوجود آپ ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا: ”کنجوسی کی وجہ سے اسے بند نہیں کیا بلکہ مجھے یہ پسند نہیں کہ اس میں وہ چیز ڈال دی جائے جو اس میں سے نہ ہو اور یہ بھی پسند نہیں کہ میرے پیٹ میں غیر طیب چیز جائے۔“ ایسی باتیں اسلاف کے بارے میں معروف ہیں۔

آزمائش کے ڈر سے غلام آزاد کر دیا:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو جب کوئی چیز پسند آتی تو اسے اپنی ملک سے نکال دیتے تھے۔ چنانچہ، جب ابن عامر نے انہیں ان کے غلام حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے عوض 30 ہزار درہم کی پیش کش کی تو فرمایا: ”مجھے ڈر ہے کہ ابن عامر کے دراہم مجھے آزمائش میں نہ ڈال دیں، لہٰذا اے نافع! جاؤ تم آزاد ہو۔“

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے علاوہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جسے دنیا نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو۔“ اس سے واضح ہوا کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر اور ان جیسے دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بادشاہوں سے ایسا مال لیتے ہوں جس کے حلال ہونے کا انہیں علم نہ ہو۔

تیسرا درجہ:

تیسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ سے اس لئے مال لے تاکہ فقرا میں تقسیم کر دے یا مستحق لوگوں میں بانٹ دے کیونکہ جس مال کا کوئی معیّن مالک نہ ہو اس میں یہی شرعی حکم ہے، تو جب بادشاہ کی صورتِ حال ایسی ہو

کہ اگر اس سے مال نہ لیا جائے تو وہ خود مستحق افراد میں تقسیم نہیں کرے گا بلکہ اس مال سے ظلم پر مدد حاصل کرے گا تو ایسی صورت میں ہمارے نزدیک مال اس کے قبضے میں چھوڑنے سے یہ بہتر ہے کہ اس سے لے کر فقرا میں تقسیم کر دیا جائے۔ بعض علمائے کرام کی یہی رائے ہے، اس کی وجہ عنقریب آئے گی اور اکثر سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا لینا اسی پر محمول کیا جائے گا۔ چنانچہ،

اسلاف کی پیروی کا غلط دعویٰ:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: آج جو لوگ بادشاہوں سے عطیات و انعامات وصول کرتے ہیں اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں وہ ان کی پیروی کرنے والے نہیں کیونکہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے جو کچھ لیا سب تقسیم کر دیا تھا حتی کہ ایک بار انہوں نے 60 ہزار درہم تقسیم کرنے کے بعد اسی مجلس میں قرض لیا تھا اور ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

بادشاہ کا عطیہ صدقہ کر دیا:

حضرت سیِّدُنا جابر بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس مال آیا تو انہوں نے صدقہ کر کے فرمایا: "میں نے ان سے لے کر صدقہ کر دینا بہتر خیال کیا اس سے کہ ان کے پاس رہنے دیتا۔" اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے جو مال خلیفہ ہارون الرشید سے لیا تھا اس کے ساتھ ایسا ہی کیا کہ انہوں نے چند ہی دنوں میں وہ مال تقسیم کر دیا یہاں تک کہ ایک دانہ بھی اپنے لئے نہ چھوڑا۔

چوتھا درجہ:

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اس مال کا حلال ہونا متحقق نہ ہو اور نہ اسے فقرا میں تقسیم کرے بلکہ اپنے پاس باقی رکھے لیکن لیتا ایسے بادشاہ سے ہے جس کا اکثر مال حلال ہوتا ہے۔ خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے بعد

صحابۂ کرام اور تابعین عظام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے زمانے میں خلفا ایسے ہی تھے کہ ان کا اکثر مال حرام نہیں ہوتا تھا۔ خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا فرمان اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ”بادشاہ جو مال لیتے ہیں ان میں اکثر حلال ہوتا ہے۔“

علمائے کرام کی ایک جماعت نے ”اکثر“ پر اعتماد کرتے ہوئے اِسے جائز قرار دیا ہے اور ہم نے اس سلسلے میں عام لوگوں کے حق میں توقف کیا ہے (کیونکہ ان کا مال قابل شمار ہوتا ہے) جبکہ بادشاہ کا مال ناقابل شمار کے مشابہ ہے۔ یہ بات بعید نہیں ہے کہ غالب گمان پر اعتماد کرتے ہوئے کسی مجتہد کا اجتہاد اُس مال کو لینے کے جواز کی طرف لے جائے جس کے حرام ہونے کا اسے علم نہ ہو اور ہم نے منع اسی وقت کیا ہے جبکہ اکثر مال حرام ہو۔

چار درجات کا ما حاصل:

جب آپ نے مذکورہ چار درجات کو سمجھ لیا تو ثابت ہو گیا کہ ہمارے زمانے میں ظالم بادشاہوں کے وظائف سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے زمانے کے وظائف کی طرح نہیں ہیں اور یہ دو قطعی وجوہات کی بنا پر ان سے جدا ہیں۔

❀...**پہلی وجہ:** ہمارے زمانے کے بادشاہوں کے تمام اموال یا ان میں سے اکثر حرام ہیں اور یہ کیسے نہ ہو کیونکہ حلال تو صدقات، فَیْئ اور مال غنیمت ہوتے ہیں جبکہ ان تینوں کا وجود ہے نہ ان میں سے کوئی چیز بادشاہ کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ باقی اس کے پاس جزیہ ہی رہ جاتا ہے جو کئی قسم کے ظلم کر کے لیا جاتا ہے جن کے ذریعے لینا حلال نہیں ہوتا۔ اس طرح کہ بادشاہ جِزْیَہ لینے اور جن سے لیا جاتا ہے یعنی ذمیوں کے بارے میں شریعت کی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور ان سے طے کی گئیں شرائط کو پورا نہیں کرتے۔ پھر اگر اس جزیہ کی نسبت اس خراج کی طرف کی جائے جو مسلمانوں پر مُسَلَّط کئے جاتے ہیں یا جبراً لیتے ہیں، یا رشوت اور ظلم کی مختلف اقسام کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں تو یہ جزیہ ان کا عُشرِ عَشِیر (تھوڑا حصہ) بھی نہیں بنتا۔

❀...**دوسری وجہ:** پہلے زمانے میں ظالم بادشاہ زمانۂ خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے قریب ہونے کی

وجہ سے اپنے ظلم سے آگاہ تھے اور وہ حضرات صحابۂ کرام و تابعین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا شوق رکھتے تھے اور اس بات کے حریص تھے کہ اِن کے انعامات و تحائف اُن کی بارگاہ میں شرفِ قبولیّت پائیں اور بن مانگے اور ذلت ورسوائی برداشت کئے بغیر خود ہی ان کے پاس بھیج دیا کرتے تھے، بلکہ قبول کرنے پر ان کے احسان مند ہوتے اور اسے غنیمت سمجھتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے۔

دوسری طرف حضرات صحابۂ کرام و تابعین عظام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا طریقہ یہ تھا کہ ان سے مال لے لیا کرتے اور مستحق لوگوں میں تقسیم فرمادیتے اور بادشاہوں کی اغراض کی تکمیل میں ان کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ نہ ان کی مجالس میں جاتے اور نہ ہی ان کی جماعت میں کثرت کا باعث بنتے تھے۔ انہیں تو ان کا دنیا میں رہنا بھی پسند نہیں تھا حتی کہ وہ ان ظالم بادشاہوں کے خلاف دعائیں کرتے تھے۔ وہ ان کی مذمت کرتے اور ان میں پائی جانے والی برائیوں کو برا سمجھتے۔ انہیں اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ جتنی دنیا یعنی مال ودولت انہوں نے بادشاہوں سے حاصل کی ہے اتنا ہی اپنا دین گنوا بیٹھیں گے اور نہ انہیں بادشاہوں کا کچھ خوف تھا۔

شاہی عطیات کسے ملتے ہیں؟

مگر آج کے دور میں بادشاہ اسی کو عطیات دیتے ہیں جس سے خدمت لینے کی لالچ ہو اور جس کی وجہ سے اس کی جماعت میں اضافہ ہو، جو اس کے مقاصد کو پورا کرنے میں مدد کرے اور اس کی مجالس کی رونق بنے اور ہمیشہ اس کے لئے دعا کرے اور اس کی موجودگی وعدم موجودگی میں اس کی تعریف کرے اور اگر وہ سوال کی ذلت نہ اٹھائے، اس کی خدمت میں نہ لگے، اس کی تعریف نہ کرے اور اس کے لئے دعا نہ کرے، بوقتِ اِستِعانت اس کی اغراض کو پورا نہ کرے، اس کی مجلس میں کثرت اور اضافے کا باعث نہ بنے، دشمنوں کے خلاف اس کی مدد کر کے اس کے ساتھ محبت کا اظہار نہ کرے اور اس کے ظلم، فسادات اور بُرے اعمال کو نہ چھپائے تو اسے ایک درہم بھی انعام میں نہیں دیا جائے گا اگرچہ وہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی جیسی فضیلت ہی کیوں نہ رکھتا ہو، لہٰذا اس زمانے میں مذکورہ وجوہات کی بنا پر سلاطین و بادشاہوں سے حلال

مال لینا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ اُن امور کی طرف لے جائے گا۔ پس وہ مال جو حرام ہے یا مشکوک ہے اس کا لینا تو بطریقِ اولیٰ حرام ہو گا۔ تو جس نے ان کا مال لینے پر جرأت کی اور خود کو حضرات صحابۂ کرام و تابعین عظام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے مشابہ کیا تو سمجھ لو کہ اس نے "فرِشتوں" کو "لوہاروں" پر قیاس کیا۔ الغرض آج کے حکمرانوں سے مال لینے کی صورت میں ان کی مجالس میں جانا پڑے گا، ان کی اغراض کی رعایت کرنی پڑے گی، ان کے کارندوں کی خدمت کرنا ہو گی، ان سے ذلّت و رسوائی اٹھانا پڑے گی، ان کی ثنا میں رطبُ اللِّسان ہونا پڑے گا اور ان کے دروازوں پر چکر لگانا پڑیں گے اور یہ تمام گناہ کے کام ہیں جسے ہم اگلے باب میں بیان کریں گے۔

شاہی عطیہ کس کے لئے جائز؟

مذکورہ گفتگو سے واضح ہو گیا کہ شاہی اموال کے حصول کے ذرائع کیا ہیں اور ان میں کون سے حلال ہیں اور کون سے حرام۔ ہاں! اگر فرض کیا جائے کہ کسی شخص کو گھر بیٹھے اپنے مستحق ہونے کی مقدار حلال مال مل جائے اور اسے نہ تو بادشاہ کے کسی عامل کے پاس جانے اور اس کی خدمت کرنے کی حاجت پڑے اور نہ ان کی تعریف اور خوشامد کرنا پڑے اور نہ ہی ان کی اغراض میں موافقت کرنا پڑے تو اس کے لئے وہ مال لینا جائز ہے مگر یہ بھی کچھ باتوں کی وجہ سے مکروہ و ناپسندیدہ ہے جنہیں عنقریب ہم اگلے باب میں بیان کریں گے۔

دوسری بحث: مال لینے کی مقدار اور لینے والے کی کیفیت کا بیان

شاہی عطیہ کس مال سے دیا جائے گا؟

چاہئے کہ ہم ان اموال کے بارے میں گفتگو کریں جو لوگوں کے مصالح کے لئے ہوتے ہیں جیسا کہ مالِ فیئ کے چار خمس یعنی پانچ میں سے چار حصے اور ایسا مالِ میراث جس کا کوئی مالک نہ ہو کیونکہ جو مال اس کے علاوہ ہے اس کے مستحق افراد متعیّن ہوتے ہیں جبکہ وہ مال وقف کا ہو یا صدقاتِ واجبہ کا یا فیئ و غنیمت کا

پانچواں حصہ، البتہ! جو مال بادشاہ کی مِلک میں ہوتے ہیں جیسے اس نے زمین کو قابلِ زراعت بنایا یا خرید کر لیا ہو تو اسے اختیار ہے کہ اس میں سے جسے چاہے اور جتنا چاہے دے۔ الغرض ہماری گفتگو ان اموال کے بارے میں ہے جو کسی کی مِلک نہیں ہیں یا جو لوگوں کے مصالح کے لئے ہیں کیونکہ انہیں صرف وہاں خرچ کرسکتے ہیں جہاں تمام مسلمانوں کا فائدہ ہو یا کوئی ایسا ضرورت مند ہو جو کما نہ سکتا ہو۔ جہاں تک غنی کو مال دینے کا تعلق ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو تو بیت المال کا مال اس پر خرچ کرنا جائز نہیں یہی صحیح قول ہے۔ اگرچہ علمائے کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے فرمان میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے کہ مسلمان ہونے اور مسلمانوں کی جماعت میں اضافے کا باعث بننے کی وجہ سے بیت المال میں ہر مسلمان کا حق ہے مگر اس کے باوجود آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تمام مسلمانوں میں مال تقسیم نہیں فرماتے تھے بلکہ مخصوص صِفات کے حامِل افراد میں تقسیم فرماتے تھے۔

شاہی عطیات و وظائف کے مستحق افراد:

ہر وہ شخص جو ایسا کام سر انجام دیتا ہے جس سے تمام مسلمانوں کو فائدہ ہوتا ہے اگر وہ کمانے میں مشغول ہو جائے تو وہ کام معطل ہو جانے کی وجہ سے لوگ عمومی فائدے سے محروم ہو جائیں تو اسے بقدرِ کفایت بیت المال میں سے دیا جاسکتا ہے۔ تمام علمائے کرام اس حکم میں داخل ہیں یعنی ایسے علوم جو دین کے فائدے سے تعلق رکھتے ہوں، مثلاً علمِ فِقْہ، حدیث، تفسیر اور قِراءَت وغیرہ یہاں تک کہ اس میں مُعلِّم اور مؤذن بھی داخل ہیں اور ان علوم کو سیکھنے والے طلبہ بھی اس میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ اگر ان کی ضرورتوں کو پورا نہ کیا جائے تو وہ علم حاصل نہ کر سکیں گے۔ نیز اس میں مزدور اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے کام سے دنیاوی فوائد وابستہ ہیں اور وہ سپاہی اور فوجی بھی داخل ہیں جو تلواروں کے ذریعے دشمنوں، باغیوں اور اسلام دشمن عناصر سے اپنے مُلک کی حفاظت کرتے ہیں۔ نیز اس میں کاتِب، حساب دان، وُکلا اور ہر وہ شخص شامل ہے جس کی ضرورت خراج کے حساب وکتاب میں ہوتی ہے یعنی وہ جو حلال مال کے حساب کتاب پر مامور ہیں نہ

کہ حرام پر، کیونکہ یہ مال مصالح کے لئے ہے خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے۔ علمائے کرام دین کی حفاظت کا ذریعہ ہیں جبکہ سپاہی دنیا کی حفاظت کا ذریعہ ہیں اور دین اور مُلک کا باہم گہرا تعلق ہے، لہٰذا ان میں سے کوئی دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

علم طِب کے ساتھ اگرچہ کوئی دینی فائدہ منسلک نہیں لیکن جسم کی تندُرستی کا تعلق اس کے ساتھ ہے اور دین صحتِ بدن کے تابع ہے، لہٰذا اس علم کے حامل کے لئے اور جو اس کے قائم مقام ہیں جن کی بدن اور شہروں کے فائدے کے لئے ضرورت پڑتی ہو ان کے لئے بیت المال سے وظیفہ لینا جائز ہے تاکہ وہ مسلمان جو بغیر اجرت کے علاج کروانا چاہے یہ اس کا علاج کر سکیں اور مذکورہ علم کے حامل افراد کے لئے بیت المال سے لینے میں "حاجت" کی شرط نہیں ہے بلکہ غنی ہونے کے باوجود بھی ان کو وظیفہ دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حضراتِ خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم مہاجرین وانصار دونوں کو عطا فرماتے تھے حالانکہ محتاج سب نہ تھے بلکہ بعض غنی بھی تھے۔

عطیہ و وظیفہ کی مقدار کتنی ہے؟

وظیفہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہے وہ کشادگی اور حدِ غنا تک بھی دے سکتا ہے اور مقدارِ کفایت پر بھی اکتفا کر سکتا ہے جیسا تقاضا کسی شخص کی حالت اور مال کی وسعت کرے ویسا کر سکتا ہے۔ نواسۂ رسول حضرت سیِّدُنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یک بارگی چار لاکھ لئے تھے اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک جماعت کو سالانہ 12 ہزار درہم عطا فرماتے، ان میں ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بھی شامل تھیں اور ایک جماعت کو 10 ہزار اور ایک کو چھ ہزار درہم عطا فرماتے۔

خاص شخص کو کثیر مال دیا جا سکتا ہے:

بیت المال مذکورہ لوگوں کا حق ہے، لہٰذا انہیں میں تقسیم کیا جائے گا یہاں تک کہ کچھ بھی باقی نہ

رہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو بالخصوص بہت سامال دے دیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح بادشاہ بھی اس مال سے مخصوص لوگوں مثلاً علما، سادات اور صالحین وغیرہ کو خلعت اور ہدیہ پیش کر سکتا ہے۔ اسلاف سے ایسا ہی منقول ہے لیکن مصلحت کی طرف توجہ ضرور ہونی چاہئے اور جب کسی عالم یا بہادر کو انعام دیا جاتا ہے تو اس میں دوسرے لوگوں کے لئے ترغیب اور ان جیسا بننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ پس خِلْعَت اور انعامات دینے میں بعض افراد کو خاص کرنے کا یہ فائدہ ہے اور اس کا دارومدار بادشاہ کی سوچ پر ہے۔

دو محل نظر باتیں:

ظالم حکمرانوں سے متعلق دو باتیں محلِّ نظر ہیں: (۱)... ظالم بادشاہ کو اس کی ولایت یعنی مسلمانوں کے امور سے روکنا ضروری ہے، وہ یا تو معزول ہو گا یا اسے معزول کرنا واجب ہو گا۔ پس اس کے قبضہ سے لینا کیونکر جائز ہو گا جبکہ وہ حقیقت میں بادشاہ نہیں ہے۔ (۲)... وہ ظالم سلطان تمام مستحق افراد کو مال نہیں دیتا تو انفرادی طور پر اس سے لینا کیسے جائز ہو گا؟ تو کیا اپنے حصے کی مقدار لینا جائز ہے یا بالکل جائز نہیں یا بادشاہ جس کو دے وہ لے سکتا ہے؟

پہلی صورت کی تفصیل:

پہلی صورت میں ہماری رائے یہ ہے کہ وہ حق لینے سے نہیں روکا جا سکتا کیونکہ جس وقت ظالم و جاہل بادشاہ کو شان و شوکت حاصل ہو اور اسے اتارنا مشکل ہو اور اسے معزول کر کے دوسرا بادشاہ مقرر کرنے میں ناقابل برداشت فتنہ وفساد پھیلنے کا اندیشہ ہو تو اسے اسی حالت پر چھوڑ دینا واجب ہے اور اس کی اطاعت کرنا ایسے ہی واجب ہوتا ہے جیسے امرا کی اطاعت واجب ہوتی ہے کیونکہ امرا کی اطاعت کرنے اور ان کے ساتھ تعاون نہ کرنے کی ممانعت میں بہت سے اوامر ونواہی وارد ہیں۔[1] ہمارا یہ خیال ہے کہ بنو عباس میں سے کوئی شخص اگر حکومت کی باگ ڈور سنبھال لے تو وہ منعقد ہو جائے گی اور مختلف علاقوں کے جن بادشاہوں نے خلیفۂ وقت کی

---

[1]...صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ... الخ، الحدیث: ۱۸۴۹، ۱۸۵۱، ص ۱۰۲۹، ۱۰۳۰

بیعت کرلی ان میں انہی کی حکومت قائم ہے اور ہم نے اپنی کتاب ''اَلْمُسْتَظْهِرِی''میں وہ باتیں ذکر کردی ہیں جو اس میں موجود مصلحت کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور ہماری یہ کتاب قاضی ابو طیب کی تالیف ''کَشْفُ الْاَسْرَارِ وَهَتْكُ الْاَسْتَار'' سے ماخوذ ہے جو انہوں نے روافض باطنیہ کے رد میں تحریر فرمائی ہے۔

المختصر ہم بادشاہوں میں صفات اور شرائط کا اس لئے لحاظ رکھتے ہیں کیونکہ اس میں مصالح کی زیادتی کی توقع ہوتی ہے اور اگر ہم ولایت کو باطل قرار دے دیں تو مصالح بالکل ختم ہوجائیں گے تو نفع کی لالچ میں اصل مال کو کیسے ہلاک کیا جاسکتا ہے بلکہ اب تو ولایت شان و شوکت ہی کے تابع ہے۔ جس کی بیعت شان و شوکت والے کریں وہی خلیفہ ہے۔ جس کی شان و شوکت دائمی ہو اور وہ اصل خطبہ اور سکہ میں خلیفہ کا فرمانبردار ہو تو وہ بادشاہ ہے اور چہار دانگ عالم میں اس کا حکم اور فیصلہ نافذ ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق ہم نے اعتقاد میں میانہ روی کے تحت امامت کے احکام میں بیان کردی ہے، لہٰذا اسے یہاں دوبارہ ذکر کرکے کلام کو طویل نہیں کریں گے۔

دوسری صورت کی تفصیل:

دوسری صورت اور اشکال یہ ہے کہ اگر بادشاہ تمام مستحقین کو مال نہیں دیتا تو کیا کسی فرد واحد کے لئے اس سے لینا جائز ہوگا؟ اس مسئلہ میں علمائے کرام نے چار مراتب کے لحاظ سے اختلاف کیا ہے: (۱)... بعض مبالغہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''وہ جتنا مال لیتا ہے، تمام مسلمان اس میں شریک ہیں اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا حصہ ایک دانق ہے یا ایک دانہ، لہٰذا تمام کو ترک کردینا چاہئے۔'' (۲)... بعض نے کہا: وہ صرف ایک دن کا کھانا لے کیونکہ وہ اپنی حاجت کی وجہ سے مسلمانوں پر اتنے ہی مال کا مستحق ہوا ہے۔ (۳)... بعض کا قول یہ ہے کہ وہ ایک سال کی خوراک لے سکتا ہے کیونکہ ہر دن کی کفایت کے حساب سے لینا مشکل ہوتا ہے۔ نیز اس مال میں اس کا حق ہے تو وہ اپنا حق کیونکر چھوڑے۔ (۴)... بعض حضرات فرماتے ہیں: بادشاہ جو اسے دے وہ لے لے اور باقی لوگ مظلوم ٹھہریں گے۔

یہ چوتھا قول ہی قیاس ہے کیونکہ یہ مال مسلمانوں کے درمیان مشترک نہیں ہے جیسا کہ غنیمت مجاہدین میں مشترک ہوتی ہے اور نہ ہی یہ مالِ میراث ہے کہ ورثاء کے درمیان مشترک ہو کیونکہ مالِ میراث ورثاء کی مِلک ہو جاتا ہے اور جہاں تک اس مال کا تعلق ہے تو اگر مستحق افراد مر جائیں تو میراث کی طرح اس مال کو ان کے وارثین میں تقسیم کرنا واجب نہیں بلکہ یہ غیر معیّن مالی حق ہے جو قبضہ سے متعیّن ہوتا ہے بلکہ یہ صدقات کی طرح ہے کہ جب فقرا کو ان کا حصّہ دیا جاتا ہے تو اس وقت وہ ان کی ملک میں آجاتا ہے اور مالک کا مصارف میں داخل دیگر افراد کو حق نہ دے کر ظلم کرنا فقرا کے مالک بننے میں رکاوٹ نہیں ہوتا۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ تمام مال اس پر صرف نہ کیا ہو بلکہ اتنی مقدار دیا کہ اگر اوروں کو بھی دیتا اور ان کی بنسبت اس کو کچھ زیادہ دیتا تو اس کے لئے لینا جائز ہوتا کیونکہ عطا میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ،

عطیہ شاہی میں بعض کو ترجیح دینے کی وضاحت:

خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تقسیم میں برابری کی تو حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بعض کو بعض پر ترجیح دینے کے لئے عرض کی تو انہوں نے فرمایا: ”ان کا باعث فضیلت ہونا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ہے جبکہ دنیا تو مقصد (آخرت) تک پہنچنے کا ذریعہ ہے[1]۔“

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے دورِ خلافت میں بعض کو فضیلت دی۔ چنانچہ، ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو 12 ہزار درہم، ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو 10 ہزار، ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا جُویریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو چھ ہزار اور اتنے ہی ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا صَفِیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو عطا فرمائے۔ یوں ہی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

---

[1] ...اس روایت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اگر بعض کو بعض پر فضیلت دینا جائز نہ ہوتا تو خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہرگز اس کی طرف اشارہ نہ کرتے جبکہ خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے زیادہ قوی بات کو اختیار فرمایا۔ (اتحاف السادة المتقین، ۶/ ۲۸۳)

عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے لئے کچھ زمین مختص فرمائی اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے لئے عراق کے پانچ باغات خاص کر دیئے۔ یہاں امیر المؤمنین نے اِن کو ترجیح دی اور انہوں نے اسے قبول کر لیا اور انکار نہ فرمایا۔ یہ تمام باتیں جائز ہیں کیونکہ یہ مسئلہ محلِ اجتہاد میں ہے۔

سیِّدُنا امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا مَوقِف:

یہ مسئلہ ان اجتہادی مسائل میں سے ہے جن کے بارے میں میرا مَوقِف یہ ہے کہ "ہر مجتہد مصیب ہے۔" اس سے مراد وہ مسائل ہیں جن میں بعینہٖ کوئی نص نہ آئی ہو اور نہ ہی اس کے قریب کسی مسئلے پر نص وارد ہوئی ہو کیونکہ قیاسِ جلی کے مطابق وہ بھی اس کے حکم میں ہوتا ہے جیسے یہ مسئلہ اور شراب پینے والے کو حد لگانے والا مسئلہ کیونکہ حضرات صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے 40 کوڑے بھی لگائے ہیں اور 80 بھی اور دونوں قابلِ عمل اور حق ہیں اور خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا دونوں حق پر تھے کیونکہ صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا ان کے فعل پر اتفاق واجماع تھا۔ یوں کہ زمانہ صدیقی میں جسے زیادہ ملا تھا اس نے زمانہ فاروقی میں وہ واپس نہیں کیا اور نہ ہی دورِ فاروقی میں جسے زیادہ ملا اس نے لینے سے انکار کیا اور اس میں تمام صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن مشترک ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ دونوں آراء درست اور حق ہیں، لہٰذا وہ اختلافات جن میں ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے ان میں اس بات کو دستور بنا لیا جائے اور ہر وہ مسئلہ جس میں نص یا قیاس جلی ہونے کے باوجود مجتہد نے غفلت یا غلط رائے سے خلافِ قیاس بات کہی یا نص کو ترک کر دیا حالانکہ اس نص اور قیاس جلی میں اتنی قوت تھی کہ وہ مجتہد کے حکم کو توڑ دیتی تو ایسے مسئلہ میں ہم نہیں کہیں گے کہ "ان میں سے ہر ایک درست ہے۔" بلکہ درست وہ ہے جو نص یا معنیٔ نص کے مطابق ہے۔

خلاصۂ بحث:

اس ساری بحث کا خلاصہ و نچوڑ یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص اُن خاص لوگوں میں سے ہو جو ایسی صفت رکھتے ہیں جن کے ساتھ دینی یا دنیوی مفادات متعلق ہوتے ہیں تو ایسا شخص بادشاہ سے خِلعَت، وظیفہ، وِراثت یا جِزیَہ کے مال میں سے لے تو صرف لینے سے فاسق نہیں ہو گا۔ فاسق تو اس کی خدمت کرنے، اس کی مدد کرنے، اس کے در پر جانے، تعریف کرنے یا ان امور کی وجہ سے ہو گا جن کے بغیر بادشاہ عام طور پر مال نہیں دیتے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

باب نمبر6: ظالم بادشاہوں سے میل جول کی حلت و حرمت، ان کی مجالس میں حاضری اور ان کی تعظیم بجالانے کے احکام کا بیان

(یہ تین فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: ظالم بادشاہوں سے میل جول

جان لیجئے کہ ظالم بادشاہوں اور ان کے وزراء کے ساتھ تمہاری تین حالتیں ہو سکتی ہیں: (۱)...ان کے پاس جانا، یہ سب سے برا ہے۔ (۲)...وہ تمہارے پاس آئیں، یہ اس سے کم برا ہے۔ (۳)...تم ان سے الگ رہو یعنی تم انہیں دیکھو نہ وہ تمہیں دیکھیں اور یہ سب سے سلامتی والی صورت ہے۔

پہلی حالت کی تفصیل اور احکام

پہلی حالت یہ ہے کہ تم بادشاہوں کے پاس جاؤ۔ شریعت میں اس کی بہت مذمت کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں احادیث مبارکہ اور آثار شریفہ میں بہت سختی اور شدت وارد ہوئی ہے۔ یہاں ہم ان کو نقل کرتے ہیں تاکہ تمہیں شریعت کی بیان کردہ مذمت کا علم ہو جائے۔ اس کے بعد ہم علم ظاہر میں فتویٰ کے تقاضوں کے مطابق یہ واضح کریں گے کہ ان میں کون سی صورت حرام، کون سی مباح اور کون سی مکروہ ہے۔

احادیث مبارکہ میں مذمت:

﴿1﴾... حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ظالم اُمرا کے متعلق ارشاد فرمایا: ''فَمَنْ نَابَذَهُمْ نَجَا وَمَنِ اعْتَزَلَهُمْ سَلِمَ اَوْكَادَ اَنْ يَسْلَمَ وَمَنْ وَقَعَ مَعَهُمْ فِيْ دُنْيَاهُمْ فَهُوَمِنْهُمْ یعنی جو ان سے جنگ کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے الگ رہے گا وہ سلامت رہے گا یا عنقریب محفوظ ہو جائے گا اور جو ان کے ساتھ ان کی دنیا میں پڑا وہ انہیں میں سے ہے۔''[1]

کیونکہ جو ان سے الگ رہے گا وہ ان کے گناہ سے محفوظ رہے گا لیکن اگر ان پر عذاب نازل ہوا تو ان سے قتال ترک کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ ساتھ یہ بھی عذاب میں مبتلا ہو گا۔

حوضِ کوثر پر حاضری سے محرومی:

﴿2﴾... مالک کوثر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مُعظّم ہے: ''سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِيْ اُمَرَاءُ يَكْذِبُوْنَ وَيَظْلِمُوْنَ فَمَنْ صَدَّقَهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ یعنی عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو جھوٹ بولیں گے اور ظلم کریں گے تو جو ان کے جھوٹ کو سچ کہے گا اور ان کے ظلم پر ان کی معاونت کرے گا وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں اور اسے میرے حوض پر آنا نصیب نہ ہو گا۔''[2]

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَبْغَضُ الْقُرَّآءِ اِلَى اللهِ الَّذِيْنَ يَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَآءَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ قُرّاء وہ ہیں جو حکمرانوں سے ملاقات کرتے ہیں۔''[3]

---

1. ...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الفتن، باب ماذکر فی عثمان، ۸/ ۷۰۰، الحدیث: ۹۰، بتغیر
المعجم الکبیر، ۱۱/ ۳۳، الحدیث: ۱۰۹۷۳، بتغیر قلیل
2. ...سنن النسائی، کتاب البیعة، باب ذکر الوعید لمن اعان امیرا علی الظلم، الحدیث: ۴۲۱۳، ص۶۸۶، بتغیر قلیل
3. ...سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ۱/ ۱۶۶، الحدیث: ۲۵۶

ایک روایت میں ہے: "خَيْرُ الْاُمَرَآءِ الَّذِيْنَ يَاْتُوْنَ الْعُلَمَآءَ وَشَرُّ الْعُلَمَآءِ الَّذِيْنَ يَاْتُوْنَ الْاُمَرَآءَ یعنی بہترین حکمران وہ ہیں جو علما کے پاس آتے ہیں اور بدترین علما وہ ہیں جو حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں۔"[1]

رسولوں عَلَيْهِمُ السَّلَام سے خیانت کرنے والے:

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "اَلْعُلَمَآءُ اُمَنَآءُ الرُّسُلِ عَلٰى عِبَادِ اللهِ مَا لَمْ يُخَالِطُوا السُّلْطَانَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ خَانُوا الرُّسُلَ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاعْتَزِلُوْهُمْ یعنی علما اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں پر رسولوں کے امین ہیں جب تک بادشاہ سے میل جول نہ رکھیں پھر اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے رسولوں سے خیانت کی، لہٰذا ان سے بچو اور الگ رہو۔"[2]

اقوالِ صحابہ و تابعین میں مذمت:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: فتنے کے مقامات سے بچو۔ عرض کی گئی کہ وہ کون سے ہیں؟ فرمایا: حکمرانوں کے دروازے۔ تم میں سے کوئی حاکم کے دروازے پر جاتا ہے تو اس کے جھوٹ پر اس کی تصدیق کرتا اور اس کے بارے میں وہ کہتا ہے جو اس میں نہیں ہوتا۔

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: اے سلمہ! بادشاہوں کے دروازوں پر مت جاؤ کیونکہ تمہیں ان کی دنیا میں سے کچھ نہیں ملے گا لیکن وہ اس سے افضل یعنی تمہارے دین سے لے لیں گے۔

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جس میں صرف بادشاہوں کے پاس آنے جانے والے علما رہیں گے۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا امام اَوزاعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی

---

[1] ...حلیۃ الاولیاء، سلمۃ بن دینار، ۳/۲۸۰، الرقم ۳۹۶۶، مفهومًا

[2] ...جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، باب ذم العالم علی مداخلۃ السلطان الظالم، الحدیث: ۲۱۷، ص ۲۳۲

ناپسندیدہ بات نہیں کہ ایک عالم کسی بادشاہ کے کارندے کے پاس جائے۔

وہ حاکم کے پاس ہے:

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا سمنون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: کتنا برا ہے وہ عالم کہ کوئی اس کی مجلس میں آئے تو اسے وہاں نہ پائے اور جب اس کے بارے میں پوچھا جائے تو جواب ملے کہ ”حاکم کے پاس ہے۔“ اور میں بزرگوں سے یہ سنا کرتا تھا کہ ”جب تم کسی عالم کو دنیا سے محبت کرتا دیکھو تو اسے اپنے دین پر الزام دو۔“ حتی کہ میں نے اس کا تجربہ کرلیا کیونکہ میں جب بھی بادشاہ کے پاس گیا اور واپسی پر اپنا محاسبہ کیا تو اپنے دل پر اس کا برا اثر پایا حالانکہ میں اس کے سامنے سخت کلام کرتا اور اس کی خواہشات کی مخالفت کرتا ہوں۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا عُبادہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ عبادت گزار قاری کا حاکموں سے محبت کرنا منافقت اور اغنیا سے محبت کرنا ریا ہے۔

ظالموں کی تعداد نہ بڑھاؤ:

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جس شخص نے کسی قوم کی تعداد بڑھائی وہ انہیں میں سے ہے۔ یعنی وہ جس نے ظالموں کی تعداد بڑھائی۔

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ایک شخص اپنے دین کے ساتھ بادشاہ کے پاس جاتا ہے لیکن جب وہاں سے نکلتا ہے تو دین جاچکا ہوتا ہے۔ عرض کی گئی: ایسا کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ وہ بادشاہ کو ایسی باتوں سے خوش کرتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا باعث ہوتی ہیں۔

ظالم حجاج بن یوسف کی نصف دن کی صحبت کا نقصان:

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے ایک شخص کو عامل مقرر کیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ حجاج بن یوسف کا عامل رہ چکا ہے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے معزول کردیا۔ اس شخص نے عرض کی:

میں تو اس کے پاس تھوڑے دن رہا ہوں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس کی صحبت میں ایک دن یا نصف دن رہنا تیری بدبختی اور نحوست کے لئے کافی ہے۔

﴿10﴾... حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: کوئی شخص بادشاہ سے جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اتنا ہی دور ہو جاتا ہے۔

﴿11﴾... حضرت سَیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ زیتون کی تجارت کیا کرتے اور فرماتے تھے کہ اس میں تمام بادشاہوں سے بے نیازی ہے۔

﴿12﴾... حضرت سَیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: وہ تمام لوگ جو بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں وہ امت کے حق میں جوا کھیلنے والوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔

مکھی بھی بہتر ہے:

﴿13﴾... حضرت سَیِّدُنا محمد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: گندگی پر بیٹھنے والی مکھی اس عالم سے بہتر ہے جو بادشاہوں کے دروازے پر جاتا ہے۔

سَیِّدُنا امام زُہری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کو نصیحت:

﴿14﴾... منقول ہے کہ جب حضرت سَیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے سلطان سے ملنا جلنا شروع کیا تو آپ کے ایک مسلمان بھائی نے درج ذیل مضمون پر مشتمل انہیں ایک خط لکھا:

اے ابو بکر! اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور آپ کو فتنوں سے بچائے۔ آپ ایسی حالت میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ جو آپ کو جانتا ہے اسے آپ کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ وہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ اب بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے ہیں اور آپ پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بے انتہا نعمتوں کا بوجھ ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اپنی کتاب یعنی قرآن کریم کی سمجھ عطا کی اور اپنے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی

سنت کا علم عطا فرمایا اور کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علما سے یہ عہد لیا ہے کہ،

لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ٘ (پ۴، آل عمرٰن:۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا۔

جان لیجئے کہ آپ کم از کم جس فعل کے مرتکب ہوئے ہیں اور آپ نے سب سے ہلکا بوجھ جو اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے ظالم بادشاہ کی وحشت کو زائل کر دیا ہے اور آپ نے بادشاہ کے قریب ہو کر اس شخص کے لیے بغاوت کا راستہ آسان کر دیا ہے جس نے نہ کبھی کوئی حق ادا کیا اور نہ ہی باطل کو چھوڑا۔ بادشاہ اور اس کے کارندوں نے آپ کو اپنے قریب کر کے ظلم کا محور بنالیا، ان کے ظلم کی چکی اب آپ کے گرد گھومتی ہے اور آپ کو پُل بنالیا کہ اپنی مصیبتیں آپ کے ذریعے عبور کرتے ہیں اور سیڑھی بنالیا ہے جس کے ذریعے گمراہی کی طرف چڑھتے ہیں، آپ کے واسطے سے علما پر شک ڈالتے ہیں اور آپ کے ذریعے جاہل لوگوں کے دلوں کا شکار کرتے ہیں۔ پس جتنا انہوں نے آپ کی آخرت کو خراب کیا اس کے مقابلے میں آپ کی دنیا کو بہت کم آباد کیا۔ انہوں نے آپ کے دین کو نقصان پہنچا کر آپ سے بہت کچھ لے لیا۔ کیا آپ کو یہ خوف نہیں کہ کہیں اس آیت مقدسہ کا مصداق نہ بن جائیں:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ (پ۱۶، مریم:۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں (ضائع کیں)۔

آپ ایسے شخص کے ساتھ معاملات کر رہے ہیں جو آپ کے حال سے جاہل نہیں ہے جبکہ آپ کے اعمال کے محافظ وہ ہیں جو غافل نہیں، لہٰذا اپنے دین کا علاج کیجئے کہ اس میں بیماری دَر آئی (داخل ہو گئی) ہے اور زادِ راہ تیار کیجئے کہ طویل سفر درپیش ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ (پ۱۳، ابراھیم:۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔

والسلام

بادشاہوں سے میل جول کے فقہی احکام:

بیان کردہ احادیث طیبہ اور صحابۂ کرام وتابعین عظام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے اقوال بادشاہوں سے میل جول کے فتنے اور فساد کی اقسام پر دلالت کرتے ہیں لیکن ہم اسے فقہی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ حرام، مکروہ اور مباح میں امتیاز ہو جائے۔

نافرمانی چار امور میں منحصر ہے:

ہم کہتے ہیں کہ بادشاہ کے پاس جانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے درپے ہوتا ہے یا تو فعل کے ساتھ یا خاموشی کے ساتھ یا قول کے ساتھ یا اعتقاد کے ساتھ۔ الغرض نافرمانی ان چار امور میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہو گی۔

فعل کے ساتھ نافرمانی:

فعل کے ساتھ نافرمانی کی صورت یوں ہو گی کہ بادشاہ کے پاس جانے والا غصب شدہ مکانات میں جاتا ہے حالانکہ ان میں چلنا اور مالک کی اجازت کے بغیر داخل ہونا حرام ہے اور کسی کہنے والے کا یہ قول تمہیں دھوکا میں نہ ڈال دے کہ "اس طرح کے معاملات میں لوگ چشم پوشی سے کام لیتے ہیں جیسے ایک کھجور یا روٹی کا ٹکڑا لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔" کیونکہ یہ اس شے میں صحیح ہے جو چھینی ہوئی نہ ہو مگر غصب شدہ میں درست نہیں کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ تھوڑی دیر تک بیٹھنے یا وہاں سے گزرنے سے اس کی ملک میں کوئی کمی نہیں آئے گی، لہٰذا چشم پوشی کا مقام ہے؟ تو ہر فرد کے بارے میں یہی حکم ہو گا اور جب ہر فرد کے بارے یہ حکم ہو گا تو تمام افراد کے بارے میں بھی یہی حکم جاری ہو گا اور غصب سب کے ہی فعل سے مکمل ہو گا جبکہ چشم پوشی اس صورت میں ہوتی ہے جہاں گزرنے والا ایک ہو کیونکہ اگر مالک کو ایک گزرنے والے کا پتا چل جائے تو بسا اوقات وہ برا نہیں مانتا لیکن جب تمام لوگوں کے مشترکہ عمل سے راستہ بن گیا تو حرمت کا حکم سب پر لاگو ہو گا، لہٰذا کسی شخص کی ملک کو راستہ بنانا اس پر اعتماد کرتے ہوئے کہ ہر گزرنے والا چند قدم

ہی تو چلا ہے اور اتنی مقدار چلنے سے ملکیت میں کمی نہیں آتی، جائز نہیں ہے کیونکہ سب کا چلنا ملکیت کو نقصان دیتا ہے جیسا کہ تعلیم دینے میں طالب علموں کو معمولی سزا دینا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ ایک شخص مارے کیونکہ اگر پوری جماعت مارے گی تو قتل بھی ہو سکتا ہے تو پھر تمام پر قِصاص واجب ہو گا حالانکہ اگر ایک ضرب کو الگ الگ دیکھا جائے تو قصاص واجب نہیں ہوتا۔

ظالم بادشاہ کی تعظیم وغیرہ کے احکام:

اگر فرض کیا جائے کہ ظالم بادشاہ غیر مغصوبہ زمین میں ہو جیسے بنجر زمین جو کسی کی ملکیت نہیں ہوتی تو اگر وہ حرام مال سے بنے ہوئے خیمے یا شامیانے میں ہے تو اب بھی اس کے پاس جانا جائز نہیں کیونکہ اس میں حرام سے نفع اٹھانے اور سایہ لینے کا ارتکاب کرنا پڑے گا۔ اگر فرض کیا جائے کہ شامیانہ وغیرہ مالِ حلال سے بنا ہوا ہے تو اس کے پاس فقط جانے اور "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کہنے سے گناہ گار نہیں ہو گا۔ ہاں! اگر اسے سجدہ کیا یا حدِ رکوع تک جھکا یا سلام کرنے اور تعظیم کے لئے کھڑا رہا تو وہ ظالم کی عزت کرنے والا ٹھہرے گا اور اس کی عزت کی وجہ اس کی حکومت ہے کہ یہی اس کے ظلم کا ذریعہ ہے اور ظالم کے لئے عاجزی کرنا گناہ ہے بلکہ جو کسی ایسے حاکم کے لئے عاجزی کرے جو ظالم نہیں ہے اور عاجزی کا سبب مال کے علاوہ کچھ اور نہ ہو تو اس کا دو تہائی دین چلا جاتا ہے، تو جب کسی ظالم کے لئے عاجزی اختیار کرے گا تو کیا حال ہو گا۔ ظالم بادشاہ کو فقط سلام کرنا جائز ہے اور اس کے ہاتھ چومنا یا تعظیم کے لئے جھکنا گناہ ہے مگر خوف کے وقت ایسا کر سکتا ہے نیز عادل امام، عالم یا اس شخص کی دست بوسی کرنا جائز ہے جو کسی دینی فضیلت کا حامل ہو۔ چنانچہ،

بزرگوں کے ہاتھ چومنا جائز ہے:

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب ملک شام میں حضرت سیِّدُنا ابو عُبَیدہ بن جَرَّاح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ملے تو انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے منع نہ فرمایا۔

بعض سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کی شدت:

بعض سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن نے ظالم بادشاہوں کے معاملے میں بہت شدت فرمائی ہے حتی کہ ظالم بادشاہوں کے سلام کا جواب دینے تک سے منع فرمایا ہے اور حقارت کی وجہ سے ان سے منہ پھیرنے کا حکم دیا اور اسے قربِ الٰہی کی خوبیوں سے شمار کیا۔ سلام کا جواب دینے میں خاموشی اختیار کرنا تو محلِّ نظر ہے کیونکہ یہ واجب ہے اور کسی کے ظلم کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ پھر اگر بادشاہ کے پاس جانے والا بیان کردہ تمام امور ترک کردے اور صرف سلام کہے تو کم از کم اس کے بچھونے پر ضرور بیٹھے گا اور اگر اس کا اکثر مال حرام ہو تو اس کے بچھونے پر بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ یہ سب فعل کے ساتھ نافرمانی کی صورتیں ہیں۔

خاموشی کے ساتھ نافرمانی:

خاموشی کے ساتھ نافرمانی کی صورت یوں ہے کہ وہ بادشاہوں کی نشست گاہوں میں ریشمی بچھونے، استعمال کے لئے سونے چاندی کے برتن اور انہیں اور ان کے غلاموں کو ریشمی لباس پہنا ہوا دیکھے گا اور خاموش رہے گا حالانکہ یہ سب باتیں حرام ہیں اور جو برائی کو دیکھ کر اس پر خاموش رہے تو وہ اس برائی میں برابر کا شریک ہے بلکہ وہ ان کا فحش، جھوٹ، گالی گلوچ اور تکلیف دہ باتیں سنے گا اور ان پر خاموشی حرام ہے۔ نیز ان کو حرام لباس پہنے ہوئے دیکھے گا، حرام کھاتے ہوئے دیکھے گا اور ان کے پاس سب مال و متاع حرام ہو تو ان تمام پر خاموشی اختیار کرنا ناجائز ہے۔ پھر اگر وہ انہیں ہاتھ سے روکنے پر قادر نہیں تو زبان سے نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا اس پر واجب ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اسے اپنی جان کا خوف ہے، لہٰذا وہ خاموش رہنے میں معذور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات درست ہے مگر اُسے ایسا فعل کرنے کی کیا ضرورت تھی جو صرف حالتِ عذر میں جائز ہے، لہٰذا اگر وہ ان کے پاس نہ جاتا اور وہاں ممنوعات کو نہ دیکھتا تو "اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر" کا مخاطب (یعنی اس حکم کا پابند)

بھی نہ ہوتا حتی کہ نوبت اس کے معذور ہونے تک پہنچتی۔ یہاں میں کہتا ہوں کہ جسے کسی جگہ پر فساد کا علم ہو اور جانتا ہو کہ اسے روکنے پر قادر نہیں ہے تو اسے وہاں جانا جائز نہیں کہ اس کے سامنے فساد ہو اور یہ اسے دیکھے اور خاموش رہے بلکہ اسے چاہئے کہ دیکھنے سے بچے۔

قول کے ساتھ نافرمانی:

قول کے ساتھ نافرمانی یوں ہوگی کہ وہ ظالم بادشاہ کے لئے دعا کرے گا یا اس کی تعریف کرے گا یا وہ جو ناحق بولے گا یہ اس کی تصدیق یا تو اپنے صریح قول سے یا اپنا سر ہلا کر یا اپنے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں کر کے کرے گا یا اس کے لئے محبت، دوستی اور ملاقات کا اشتیاق ظاہر کرے گا اور اس کی عمر لمبی ہونے اور اس کے زندہ رہنے کی حرص ظاہر کرے گا۔ کیونکہ غالب یہی ہے کہ وہ سلام پر اکتفا نہیں کرے گا بلکہ اس سے کلام کرے گا اور اس کا کلام ان باتوں سے خالی نہیں ہوگا۔

ظالم کے لئے دعا کرنا کیسا؟

ظالم بادشاہ کے لئے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ہاں! یہ کہہ سکتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تیری اصلاح فرمائے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی اطاعت میں تیری عمر دراز فرمائے۔ یہ اور اس سے ملتی جلتی دعائیں کی جا سکتی ہیں لیکن اسے آقا و مولیٰ وغیرہ کہہ کر اس کی حفاظت، درازیٔ عمر، نعمتوں کی تکمیل اور ہمیشگی کی دعا کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَآءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ یُّعْصَی اللہُ فِیْ اَرْضِہٖ یعنی جس نے کسی ظالم کے باقی رہنے کی دعا کی اس نے یہ پسند کیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اس کی نافرمانی کی جائے۔[1]

---

[1] ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب الغیبۃ التی یحل لصاحبہا الکلام بہا، ۷/۱۵۴، الحدیث: ۲۳۱

غضبِ الٰہی کو ابھارنے والا عمل:

اگر اس نے دعا میں مبالغہ کیا اور اس کی تعریف ایسے اوصاف کے ساتھ کی جو اس میں نہیں ہیں تو یہ جھوٹا، منافق نیز ظالم کی عزت و توقیر کرنے والا ہو گا یعنی تین گناہوں کا مرتکب ہو گا۔ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ لَیَغْضَبُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ یعنی جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ غضب فرماتا ہے۔''[1]

ایک روایت میں ہے: ''مَنْ اَکْرَمَ فَاسِقًا فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ یعنی جس نے فاسق کی عزت کی تو ضرور اس نے اسلام کے ڈھا دینے پر مدد کی۔''[2]

ظالم کی تعریف کا حکم:

پھر اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کی باتوں کی تصدیق کرے گا اور اس کی تعریف و توصیف کرے گا تو وہ اس تصدیق اور گناہ پر مدد کی وجہ سے گناہ گار ہو گا کیونکہ ظالم کی تعریف و توصیف کرنا گناہ پر مدد دینا ہے۔ نیز یہ گناہ میں رغبت دلانے کو ہوا دینا ہے جیسا کہ تکذیب، مذمت اور برائی بیان کرنا کسی گناہ سے روکنا اور اس کے اسباب کو کمزور کرنا ہے اور گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے اگرچہ ایک آدھی بات کے ساتھ ہو۔

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے ایسے ظالم کے بارے میں سوال کیا گیا جو جنگل میں ہلاکت کے قریب ہو کہ ''کیا اسے پانی کا ایک گھونٹ پلا سکتے ہیں؟'' فرمایا: ''نہیں! اسے مرنے کے لئے چھوڑ دو کیونکہ اسے پانی پلانا اس کی مدد کرنا ہو گا۔'' جبکہ بعض نے فرمایا: اسے اتنا پانی پلا دیا جائے جس سے زندگی بچ جائے اور پھر اس سے منہ پھیر لے۔

---

1 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب الغیبۃ التی یحل لصاحبھا الکلام بھا، ۷/ ۱۵۴، الحدیث: ۲۳۰

2 ...المعجم الاوسط، ۵/ ۱۱۸، الحدیث: ۶۷۷۲

ظالم کی تعریف میں تجاوز کا حکم:

اگر وہ اس کی تعریف و توصیف سے تجاوز کر کے اس سے محبت، شوقِ ملاقات اور زندگی کی بقا کا اظہار کرے۔ پس اگر وہ اس اظہار میں جھوٹا ہے تو جھوٹ اور نفاق کے گناہ کا مرتکب ہوا اور اگر سچا ہے تو اس نے ظالم کی عمر درازی کو پسند کر کے گناہ کیا اور اس کا حق تو یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اس سے نفرت کرے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نفرت کرنا واجب ہے اور گناہ پسند کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا گناہ گار ہے اور ظالم سے محبت کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر محبت اس کے ظلم کی وجہ سے کی تو اس کی محبت کے سبب گناہ گار ہو گا اور (۲) اگر محبت کسی اور وجہ سے کی تو اب اس حیثیت سے گناہ گار ہو گا کہ اُس نے اس سے نفرت نہیں کی کیونکہ اس پر واجب تھا کہ اس سے نفرت کرے۔ اگر کسی شخص میں برائی اور بھلائی دونوں جمع ہوں تو لازم ہے کہ بھلائی کی وجہ سے اس سے محبت کی جائے اور برائی کی وجہ سے نفرت۔ عنقریب "کِتَابُ الْاُخُوَّةِ وَالْمُتَحَابِّیْنَ فِی اللہ" (بھائی چارے اور رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے کے باب) میں نفرت و محبت کے جمع ہونے کی وجہ آئے گی۔

ظالم کی صحبت کا کم از کم نقصان:

ظالم بادشاہ کے پاس جانے والا اگر بیان کردہ تمام باتوں سے محفوظ رہے حالانکہ ایسا ممکن نہیں تو وہ کم از کم اس فساد سے نہیں بچ سکے گا جو اس کے دل میں پیدا ہو گا کیونکہ جب وہ اسے نعمتوں اور آسائشوں میں دیکھے گا تو خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے انعامات کو حقیر سمجھے گا اور یوں وہ اس حدیث شریف میں وارد ممانعت کا مرتکب ہو گا۔ چنانچہ، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت بنیاد ہے: "یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی اَهْلِ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا مُسْخِطَةٌ لِلرِّزْقِ یعنی اے مہاجرین کے گروہ! دنیاداروں کے پاس نہ جاؤ کیونکہ یہ رزق کی ناراضی کا باعث ہے۔"[1] دوسری خرابی یہ ہے کہ اس کے وہاں جانے سے دوسرے بھی اس

---

1 ...الزھد لابن المبارک، باب ما جاء فی ذم التنعم فی الدنیا، الحدیث: ۷۶۰، ص ۲۶۳

کی اقتدا کریں گے۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ وہ وہاں جاکر ظالم کے گروہ میں کثرت کا سبب بنے گا۔ چوتھی یہ کہ اگر وہ اسے اپنی رونق کا سبب سمجھتا ہے تو یہ ان کی رونق بنے گا۔ یہ تمام باتیں یا تو مکروہ ہیں یا حرام۔

دو افراد کی بیعت نہیں کروں گا:

حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ولید اور سلیمان بن عبد الملک کی بیعت کے لئے بلایا گیا تو انہوں نے فرمایا: "جب تک رات دن بدلتے ہیں میں دو افراد کی بیعت نہیں کروں گا کیونکہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو افراد کی بیعت کرنے سے منع فرمایا ہے۔"[1] لوگوں نے عرض کی کہ ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جایئے گا۔ فرمایا: خدا کی قسم! نہیں۔ کہیں لوگ میری پیروی نہ کریں۔" چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو 100 کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ کا لباس پہنایا گیا۔

بادشاہ کے پاس جانے کے دو عذر:

ظالم بادشادہ کے پاس صرف دو عذروں کی وجہ سے جانا جائز ہے: (۱)... بادشاہ کی طرف سے حاضری کا حکم ضروری ہو نہ کہ عزت و تکریم کا اور اسے معلوم ہو کہ اگر نہیں جائے گا تو اذیت دی جائے گی یا اس کی وجہ سے رعایا کی اطاعت میں خرابی ہو گی اور نظام سیاست بگڑ جائے گا تو اس کے لئے حکم کی تعمیل واجب ہے لیکن اطاعت کے لئے نہ جائے بلکہ مخلوق کی مصلحت کی رعایت کرتے ہوئے جائے تاکہ حکومت میں اِنْتِشار نہ ہو۔ (۲)... کسی مسلمان سے یا اپنی ذات سے ظلم دور کرنے کے لئے جائے یا تو عرض و گزارش کے ساتھ یا فریاد اور ظلم کی شکایت کر کے سمجھانے کے طور پر جائے۔ اس عذر سے جانے کی رخصت ہے بشرطیکہ وہ جھوٹ بولے نہ اس کی تعریف کرے اور نہ ہی ایسی نصیحت کرنا چھوڑے جس کے قبول ہونے کی امید ہو۔ یہ ظالم بادشاہوں کے پاس جانے کا حکم ہے۔

---

[1]... حلیۃ الاولیا، سعید بن المسیب، ۲/ ۱۹۵، الرقم: ۱۹۱۱

دوسری حالت کی تفصیل اور احکام

ظالم بادشاہ ملنے آئے تو کیا کریں؟

دوسری حالت یہ ہے کہ ظالم بادشاہ تم سے ملنے آئے تو سلام کا جواب دینا ضروری ہو گا جبکہ اس کے لئے کھڑا ہونا اور اس کی عزت کرنا اس کے اکرام کے مقابلہ میں حرام نہیں ہے کیونکہ وہ علم اور دین کی عزت کرنے کی وجہ سے تعظیم کا مستحق ہو گیا ہے جیسا کہ وہ ظلم کی وجہ سے دوری کا مستحق ہوتا ہے۔ پس اکرام کے بدلے اکرام اور جواب دینا سلام کرنے کے بدلے میں ہو جائے گا۔ البتہ! اگر بادشاہ اکیلا آئے تو اس کے لئے کھڑا نہ ہونا ہی مناسب ہے تاکہ اس پر دین کی عزت اور ظلم کی حقارت ظاہر ہو اور یہ بھی ظاہر ہو کہ ان کا غصّہ دین کی وجہ سے ہے اور ان کا اس سے منہ پھیرنا اس وجہ سے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے اعراض فرمالیا ہے۔ اگر وہ کچھ لوگوں کے ساتھ آئے تو عوام کے سامنے والیانِ حکومت کے مقام و مرتبے کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور اس نیت سے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر اگر جانتا ہو کہ میرے کھڑا نہ ہونے کی وجہ سے رعایا میں فساد برپا نہیں ہو گا اور بادشاہ کے غضبناک ہونے سے مجھے اذیت نہیں پہنچے گی تو کھڑا نہ ہونا بہتر ہے۔

بادشاہ کو نصیحت کرنا واجب ہے:

بادشاہ خود ملنے آیا تو ملاقات کے بعد اُسے وعظ و نصیحت کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر بادشاہ ایسے کام کا مرتکب ہو رہا ہے جس کے حرام ہونے کا اسے علم نہیں اور اس بات کی امید ہو کہ اگر بادشاہ کو اس فعل کے حرام ہونے کا علم ہو جائے تو وہ حرام فعل چھوڑ دے گا تو اس پر واجب ہے کہ اسے بتائے۔ البتہ! وہ افعال جن کے حرام ہونے کا اُسے علم ہے جیسے زنا، ظلم وغیرہ تو اس کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ جن گناہوں میں وہ مبتلا ہے اگر یہ گمان کرے کہ اس کو ڈرانا اثر کرے گا تو ان گناہوں سے ڈرانا چاہئے۔ اگر وہ شریعت کے مطابق ایسا طریقہ جانتا ہو جس سے ظالم کو کسی گناہ کے بغیر مقصد حاصل ہو جائے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی اس صحیح طریقہ کی طرف راہ نمائی کرے۔ یوں وہ اسے ظلم کے ذریعے مقصد کے حصول سے روک دے گا۔

الغرض اس پر واجب ہے کہ جس فعل کی حرمت بادشاہ کو معلوم نہیں اسے بتائے اور جن حرام کاموں کا وہ علم ہونے کے باوجود مرتکب ہے اس سے خوف دلائے اور جس طریقے سے وہ غافل ہے اس کی طرف اس طرح راہ نمائی کرے کہ وہ ظلم سے باز رہے۔ یہ تین باتیں ہیں جو بادشاہ میں کلام کے مؤثر ہونے کی امید کی صورت میں اس پر لازم ہیں۔ نیز یہ باتیں ہر اس شخص پر بھی لازم ہیں جسے عذر یا بغیر عذر کے بادشاہ کے پاس جانے کا اتفاق ہو۔

رضائے الٰہی چاہنے والے عالم کا مخلوق پر رعب:

حضرت سیِّدُنا محمد بن صالح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا حماد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت گھر میں ایک چٹائی تھی جس پر آپ تشریف فرما ہوتے تھے، تلاوت کے لئے ایک قرآن پاک اور ایک بستہ تھا جس میں ان کی کتابیں تھیں اور ایک لوٹا تھا جس سے وضو فرمایا کرتے تھے۔ اسی دوران دروازے پر دستک ہوئی دیکھا تو وہ محمد بن سلیمان تھا۔ اجازت ملنے پر وہ داخل ہوا اور حضرت کے سامنے بیٹھ کر عرض گزار ہوا کہ کیا وجہ ہے جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھ پر رعب طاری ہو جاتا ہے؟ حضرت سیِّدُنا حماد بن سلمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس لئے کہ مکی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اِنَّ الْعَالِمَ اِذَا اَرَادَ بِعِلْمِہٖ وَجْہَ اللہِ ھَابَہٗ کُلُّ شَیْءٍ وَاِنْ اَرَادَ اَنْ یَّکْنِزَ بِہِ الْکُنُوْزَ ھَابَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یعنی بے شک جب عالم اپنے علم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا چاہتا ہے تو ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جب وہ اس کے ذریعے دولت جمع کرنا چاہتا ہے تو پھر وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے۔''[1] پھر محمد بن سلیمان نے آپ کی خدمت میں 40 ہزار دینار پیش کرتے ہوئے عرض کی: یہ رکھ لیجئے! اور اپنی ضروریات میں خرچ کیجئے! آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ یہ مال ان لوگوں کو واپس کر دو جن پر ظلم کر کے تم نے لیا ہے۔ کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں نے آپ کو وہی مال پیش کیا ہے جو مجھے وراثت میں ملا ہے۔ فرمایا: مجھے اس کی حاجت نہیں۔ اس نے

---

[1] ... الجامع لاخلاق الراوی، للخطیب البغدادی، باب من نزہ نفسہ۔۔۔ الخ، ۱/ ۳۶۳، الحدیث: ۸۳۷

عرض کی: اسے لے کر تقسیم فرمادیجئے! آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ممکن ہے میں تقسیم کرنے میں انصاف کروں تو جس کو نہیں ملا وہ کہے کہ "آپ نے انصاف نہیں کیا۔" تو یوں وہ گناہ گار ہو گا، لہٰذا انہیں مجھ سے دور ہی رکھو۔

تیسری حالت کی تفصیل اور احکام

تم بادشاہوں کو دیکھو نہ وہ تمہیں دیکھیں:

تیسری حالت یہ ہے کہ بادشاہوں سے الگ رہے کہ یہ ان کو دیکھے نہ وہ اسے دیکھیں۔ یہ واجب ہے کیونکہ اسی میں سلامتی ہے۔ پس ان کے ظلم کی وجہ سے ان سے نفرت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ ان کی درازیٔ عمر کی تمنا کرے نہ ان کی تعریف کرے، نہ ان کے احوال کی خبر گیری کرے اور نہ ہی ان کے ساتھ رہنے والوں کے قریب ہو۔ نیز ان سے دور ہونے کی وجہ سے اگر کوئی چیز نہ پا سکے تو اس پر افسوس نہ کرے۔ یہ اس صورت میں ہے جب ان کا معاملہ اس کے دل میں کھٹکے اور اگر ان سے بالکل غافل ہو جائے تو بہتر ہے۔ اگر اس کے دل میں ان کی دنیاوی نعمتیں کھٹکیں تو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے درج ذیل فرامین یاد کرلے۔ چنانچہ،

اللہ والوں کی یاد رکھنے والی باتیں:

﴿1﴾... حضرت سَیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم فرمایا کرتے تھے: میرے اور بادشاہوں کے درمیان ایک دن کا فاصلہ ہے کیونکہ گزرے ہوئے کل کی لذت تو پائی نہیں جاسکتی اور آنے والے دن کے معاملہ میں وہ اور میں دونوں خوف زدہ ہیں اور باقی بچا آج کا دن تو ایک دن میں کیا ہو سکتا ہے۔

﴿2﴾... حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: مالدار بھی کھاتے ہیں اور ہم بھی کھاتے ہیں، وہ بھی پیتے ہیں اور ہم بھی پیتے ہیں، وہ بھی پہنتے ہیں اور ہم بھی پہنتے ہیں اور ان کے پاس زائد مال ہوتا ہے جسے وہ

دیکھتے ہیں اور ہم بھی ان کے ساتھ اس مال کی طرف دیکھ لیتے ہیں مگر یہ کہ ان پر اس مال کا حساب ہے اور ہم اس سے بریٔ الذمہ ہوں گے۔

کسی کے ظلم اور گناہ پر اطلاع ہو تو کیا کریں؟

جو شخص ظالم کے ظلم اور گناہ گار کے گناہ پر مطلع ہو تو چاہئے کہ علم ہو جانے کی وجہ سے اس کا مقام و مرتبہ اس کے دل میں کم ہو جائے۔ یہ اس پر واجب ہے کیونکہ جو شخص کسی ناپسندیدہ فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو لازمی طور پر دل میں اس کا مقام کم ہو جاتا ہے اور مناسب یہ ہے کہ گناہ سے نفرت کی جائے کیونکہ وہ یا تو اس سے غافل ہوتا ہے یا اس پر راضی ہوتا ہے یا ناپسند کرتا ہے۔ جاننے کے باوجود غفلت نہیں ہو سکتی اور راضی ہونے کی کوئی وجہ نہیں، لہٰذا نفرت کرنا ضروری ہوا۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں کوتاہی کرنے والے کو ایسا ہی ناپسند کرے جیسا اپنے حق میں کوتاہی کرنے والے کو برا جانتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ناپسند کرنا غیر اختیاری معاملہ ہے تو یہ واجب کیسے ہو گا؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ بات یہ نہیں ہے کیونکہ محبت کرنے والا طبعی طور پر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے جو محبوب کو ناپسند اور اس کی طبیعت کے خلاف ہو تو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کو برا نہیں جانتا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت نہیں کرتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت اسی شخص کو نہیں ہوتی جسے اس کی معرفت نہیں ہوتی حالانکہ اس کی معرفت واجب ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنا واجب ہے، لہٰذا جب اس سے محبت ہے تو اسے ناپسند کرے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہو اور اسے پسند کرے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہو، اس کی تحقیق "کتاب المحبۃ والرضا" (محبت ورضا کے باب) میں آئے گی۔

دوسری فصل: اسلاف کا بادشاہوں کے پاس جانے کا طریقہ

ایک سوال اور اس کا جواب:

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام بھی تو بادشاہوں کے پاس جاتے تھے؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ ہاں! یہ بات

ٹھیک ہے مگر ان سے جانے کا طریقہ سیکھ لو۔ چنانچہ،

سیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ہشام کو لاجواب کر دیا:

منقول ہے کہ ہِشام بن عبدُالْمَلِک مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفاً وَّتَعْظِیْماً میں حج کرنے کے لئے آیا۔ جب شہر میں داخل ہوا تو کہنے لگا کہ کسی صحابی کو میرے پاس لاؤ۔ کہا گیا: اے خلیفہ! وہ دنیا سے چلے گئے۔ کہا: تابعین میں سے کسی کو لے آؤ۔ تو وہ حضرت سیِّدُنا طاؤس یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کو لائے جب وہ داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے نعلین اس کے فرش کے کنارے پر اتار دیئے اور امیر المؤمنین کہہ کر سلام نہیں کیا۔ بس یہ کہا: "اے ہشام تم پر سلامتی ہو۔" اور اس کی کنیت (ابو سلیمان) ذکر نہیں کی اور اس کے سامنے بیٹھ کر پوچھا: اے ہشام کیسے ہو؟ ہشام کو بہت غصہ آیا یہاں تک کہ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سے کہا گیا کہ آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حرم میں ہیں اور یہ بات یعنی ان کا قتل ممکن نہیں ہے۔ خلیفہ کہنے لگا کہ اے طاؤس! تم نے یہ کیا کیا؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے کیا کیا ہے؟ تو وہ مزید غصے ہو گیا اور بولا: تم نے اپنے جوتے میرے فرش کے کنارے پر اتارے ہیں اور میری دست بوسی نہیں کی اور امیر المؤمنین کہہ کر مجھے سلام نہیں کیا اور نہ ہی میری کنیت بیان کی ہے اور میری اجازت کے بغیر میرے سامنے آکر بیٹھ گئے ہو اور کہہ رہے ہو کہ اے ہشام کیسے ہو؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جہاں تک تمہارے فرش کے کنارے اپنے نعلین اتارنے کا تعلق ہے تو میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے روزانہ پانچ وقت اتارتا ہوں، اس نے نہ کبھی مجھے سزا دی ہے اور نہ ہی مجھ پر غضب فرمایا۔ جہاں تک تمہاری دست بوسی کا تعلق ہے تو میں نے خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو فرماتے سنا ہے کہ مرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کا ہاتھ چومے مگر یہ کہ اپنی بیوی کو شہوت سے اور اپنے بچے کو شفقت سے چوم سکتا ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ امیر المؤمنین کہہ کر سلام نہیں کیا تو یہ اس لئے کہ تمام لوگ تمہارے امیر المؤمنین ہونے پر راضی نہیں ہیں، لہٰذا میں نے جھوٹ بولنا پسند نہیں کیا اور تمہارا یہ کہنا کہ میری کنیت کا

ذکر نہیں کیا تو یہ اس وجہ سے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے انبیا و اولیا عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نام لیا ہے۔ چنانچہ، فرمایا: اے داوٗد! اے یحییٰ! اے عیسٰی! اور اپنے دشمنوں کو کنیت دی ہے جیسے: ''تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ''[1] اور جہاں تک تمہارے سامنے آکر بیٹھنے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق میں نے خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم سے سنا ہے کہ ''جب تو کسی دوزخی کو دیکھنا چاہے تو ایسے شخص کو دیکھ لے جو بیٹھا ہو اور اس کے اردگرد قوم کھڑی ہو۔'' ہشام بن عبد الملک نے یہ سن کر آپ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ سے کہا: مجھے نصیحت فرمایئے! فرمایا: میں نے خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جہنم میں بڑی گردنوں والے اونٹوں کی مانند سانپ ہیں اور خچر کی طرح بچھو ہیں جو اُن حکمرانوں کو نگل جائیں گے جو اپنی رعایا میں انصاف نہیں کرتے۔'' یہ فرما کر آپ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اٹھے اور وہاں سے تشریف لے گئے۔

سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیۡہِ الرَّحۡمَہ اور خلیفہ ابو جعفر منصور:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں: مجھے منیٰ میں ابو جعفر منصور کے پاس لے جایا گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ ہمیں اپنی حاجت بتاؤ۔ میں نے اس سے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو تم نے ظلم و ستم سے زمین کو بھر دیا ہے۔ اس نے اپنا سر جھکایا، پھر اٹھایا اور بولا کہ ہمیں اپنی حاجت بتاؤ۔ میں نے کہا کہ تم اس مقام و مرتبے پر صرف مہاجرین وانصار کی تلواروں کی وجہ سے پہنچے ہو اور آج ان کے لختِ جگر بھوک کی وجہ سے مر رہے ہیں تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور ان کے حقوق ان تک پہنچاؤ۔ اس نے سر جھکایا پھر سر اٹھا کر کہا: ہمیں اپنی حاجت بتاؤ۔ میں نے کہا: جب خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے حج کیا تو اپنے خزانچی سے فرمایا کہ ''تم نے کتنا مال خرچ کیا؟'' اس نے بتایا: ''دس سے کچھ زائد درہم۔'' جبکہ میں تیرے ساتھ یہاں اتنا مال دیکھ رہا ہوں کہ اونٹ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ فرما کر آپ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی

---

1 ...ترجمۂ کنزالایمان: تباہ ہو جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ۔ (پ۳۰، اللھب: ۱)

عَلَيْه وہاں سے تشریف لے گئے۔

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کو بحالتِ مجبوری جب کبھی بادشاہوں کے پاس جانا پڑتا تو اسی طرح جاتے اور رضائے الٰہی کی خاطر ان سے ظلم کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتے۔

حکایت: قیامت کی سختیوں سے نجات:

حضرت سیِّدُنا ابن ابی شمیلہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه خلیفہ عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا: فرمائیے! آپ نے فرمایا: ”قیامت کی سختیوں، تکالیف اور ہولناک مناظر سے وہی شخص نجات حاصل کر سکے گا جس نے اپنے نفس کو ناراض کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کیا ہو گا۔“ عبد الملک رو پڑا اور کہنے لگا: ”میں ان کلمات کو ساری زندگی اپنے پیشِ نظر رکھوں گا۔“

حکایت: حکومت باری تعالیٰ سے دور کرتی ہے:

خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه نے جب حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عامر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه کو بصرہ کا گورنر بنایا تو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن انہیں سلام کرنے آئے مگر حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه تاخیر سے آئے حالانکہ وہ ان کے دوست تھے۔ پس وہ ان سے ناراض ہوئے تو حضرت سیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه نے کہا: میں نے حضور رحمتِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ”اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا وَلِیَ وِلَایَةً تَبَاعَدَ اللهُ عَنْهُ یعنی جب کوئی شخص حکومت سنبھالتا ہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔“

حکایت: سب سے بڑا احمق اور سب سے بڑا جاہل:

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَفَّار بصرہ کے امیر کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا: اے امیر! میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: بادشاہ سے بڑھ کر کوئی احمق نہیں اور میری نافرمانی کرنے والے سے بڑا کوئی جاہل نہیں اور میری اطاعت کرنے والے سے بڑھ کر کوئی

معزز نہیں، اے بُرے چرواہے! میں نے تجھے فربہ اور تندرست بھیڑ بکریاں دیں مگر تو نے ان کا گوشت کھایا، ان کے اون کا لباس پہنا اور انہیں بجتی ہڈیوں کا ڈھانچہ کر چھوڑا۔" بصرہ کے امیر نے آپ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ ہم پر دلیر کیوں ہیں؟ اور ہم سے دور کیوں رہتے ہیں؟ آپ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا: اس لئے کہ آپ کو ہم سے کوئی غرض ولالچ نہیں اور ہمارے پاس موجود مال وغیرہ پانے کے لئے آپ کوئی کوشش نہیں کرتے۔

حکایت: رحمت کی آواز:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْعَزِیْز خلیفۂ وقت سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ عرفات میں کھڑے تھے کہ سلیمان بجلی کی کڑک سن کر ڈر گیا اور اپنا سینہ کجاوہ کے اگلے حصّہ پر رکھ دیا۔ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے اس سے کہا: یہ تو اس کی رحمت کی آواز تھی، اس وقت کیا حال ہو گا جب اس کے عذاب کی آواز سنو گے؟" پھر سلیمان نے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ "کتنے زیادہ لوگ ہیں۔" تو آپ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے خلیفہ! یہ آپ کے خلاف مدعی ہیں۔ اس پر سلیمان نے ان سے کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو بھی ان کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کرے۔

حکایت: خلیفۂ وقت کو نصیحت بھرے جوابات:

مروی ہے کہ سلیمان بن عبد الملک مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا جانے کے ارادے سے مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا آیا تو اس نے حضرت سیِّدُنا ابو حازم رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اپنے پاس بلایا۔ جب آپ تشریف لائے تو سلیمان نے **پوچھا:** اے ابو حازم! ہم موت کو ناپسند کیوں کرتے ہیں؟ **فرمایا:** کیونکہ تم نے اپنی آخرت کو برباد اور دنیا کو آباد کیا اس لئے آبادی کو چھوڑ کر ویرانے میں جانا ناپسند کرتے ہو۔ **اس نے کہا:** اے ابو حازم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری کیسے ہو گی؟ **فرمایا:** اے خلیفہ! نیک شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایسے حاضر ہو گا جیسے مسافر اپنے اہل خانہ کے پاس آتا ہے اور گناہ گار ایسے حاضر ہو گا جیسے بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے پاس آتا

ہے۔ سلیمان بن عبد الملک نے روتے ہوئے کہا: کاش مجھے علم ہوتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہوں گا؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **فرمایا:** خود کو قرآن پاک کی اس آیت پر پیش کرو:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، الانفطار: ۱۳، ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔

سلیمان نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کہاں ہے؟ **فرمایا:** نیکوکاروں کے پاس ہے۔ **اس نے کہا:** اے ابوحازم: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کون سے بندے زیادہ مکرم وبزرگی والے ہیں؟ **فرمایا:** بھلائی اور تقویٰ والے۔ **اس نے کہا:** کون سا عمل افضل ہے؟ **فرمایا:** حرام چیزوں سے بچتے ہوئے فرائض کی ادائیگی۔ **کہا:** کون سا کلام زیادہ اچھا ہے؟ **فرمایا:** اس کے سامنے حق بات کہنا جس سے تم ڈرتے ہو اور امید بھی رکھتے ہو۔ **کہا:** کون سا مسلمان زیادہ عقل مند ہے؟ **فرمایا:** وہ شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتا ہے۔ **کہا:** کون سا مسلمان زیادہ خسارے میں ہے؟ **فرمایا:** جو اپنے ظالم بھائی کی خواہش کی پیروی کرے اور دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت بیچ دے۔ **سلیمان نے کہا:** آپ ہماری موجودہ حالت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **فرمایا:** رہنے دو۔ **اس نے کہا:** ضرور بتائیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہمارے لئے نصیحت ہوگی۔ **فرمایا:** "اے خلیفہ! تمہارے آباء و اجداد نے تلواروں کے ساتھ دباؤ ڈالا اور یہ زمین مسلمانوں سے مشورہ اور ان کی رضامندی کے بغیر زبردستی لے لی حتی کہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو تمہارے بڑوں نے قتل کر کے آخرت کی طرف کوچ کیا۔ اے کاش! تمہیں معلوم ہوتا کہ انہوں نے کیا کہا اور انہیں کیا جواب ملا۔" یہ سن کر خلیفہ کا ایک ساتھی کہنے لگا: آپ نے بہت بری بات کہی۔ **حضرت سیِّدُنا ابوحازم** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **فرمایا:** بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں سے عہد لیا ہے کہ وہ حق بات بیان کریں اور اسے چھپائیں نہیں۔ **سلیمان نے کہا:** ہم کیسے اس فساد کو درست کر سکتے ہیں۔ **فرمایا:** حلال طریقے پر حاصل کر کے اس کے مصرف میں خرچ کرو۔ **اس نے کہا:** یہ کون کر سکتا ہے؟ **فرمایا:** جنت کا طلب گار اور دوزخ سے ڈرنے

والا۔ اس نے کہا: میرے لئے دعا فرمائیے! تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یوں دعا کی:

"اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر سلیمان تیرا دوست ہے تو اس کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی آسان فرما دے اور اگر تیرا دشمن ہے تو تُو اسے اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز کی طرف پھیر دے۔"

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے کہا: مجھے وصیت کیجئے! حضرت سیِّدُنا ابو حازِم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں تمہیں مختصر وصیت کرتا ہوں کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عظمت اور پاکیزگی کا تصور ایسا ہو کہ اُس نے جس کام سے منع کیا ہے تجھے اس کا مرتکب نہ پائے اور جس کام کا حکم دیا ہے اس سے کوتاہی کرنے والا نہ دیکھے۔

حکایت: اصلاح کا عملی طریقہ:

حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے حضرت سیِّدُنا ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا کہ مجھے نصیحت فرمائیے! تو آپ نے یوں نصیحت فرمائی کہ لیٹ جائیں اور موت کو اپنے سر پر سمجھتے ہوئے غور کریں کہ اس وقت کس وصف کا اپنی ذات میں ہونا پسند کرتے ہیں اور کس وصف کا نہ ہونا پسند کرتے ہیں۔ پس جو وصف پسند ہو اسے اسی وقت اختیار کر لیں اور جو ناپسند ہو اُسے اسی وقت چھوڑ دیں، کہ ہو سکتا ہے وہ گھڑی آخری ہو۔

حکایت: دیہاتی کی نصیحتوں بھری گفتگو:

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے پاس ایک دیہاتی آیا۔ خلیفہ نے کہا: اے دیہاتی! کچھ بولو۔ اس نے کہا: اے خلیفہ! جو کلام میں آپ سے کروں گا اسے برداشت کیجئے گا اگرچہ ناپسند ہو کیونکہ اگر آپ قبول کریں گے تو اس کے بعد وہ بھی ہو گا جو آپ کو پسند ہو۔ خلیفہ نے کہا: اے اعرابی! ہم اتنے وسیع ظرف کے مالک ہیں کہ جس سے ہمیں نصیحت کی امید نہیں ہوتی اور اس کے دھوکے کا ڈر ہوتا ہے اس کی بات بھی قبول کرتے ہیں تو ایسے شخص کی بات کیوں قبول نہ کریں گے جس کے دھوکے سے بے خوفی اور نصیحت کی امید ہو۔ چنانچہ، اعرابی نے بولنا شروع کیا: "اے خلیفہ! آپ کو ایسے لوگوں نے گھیر رکھا ہے جنہوں نے اپنی

جانوں کا برا چاہا اور دنیا کے بدلے دین بیچ دیا ہے اور آپ کی رضا کے لئے اپنے رب کی ناراضی مول لی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں آپ سے ڈرتے ہیں لیکن آپ کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتے، انہوں نے آخرت سے جنگ کر کے دنیا سے صلح کر لی ہے، لہٰذا جس معاملے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو امین بنایا ہے اسے ان کے سپرد نہ کریں کیونکہ انہوں نے امانت کو ضائع کرنے، اُمت کو ذلیل و رسوا کرنے اور ان پر ظلم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان کے اعمال کے جواب دہ آپ ہیں مگر وہ آپ کے عمل کے جواب دہ نہیں۔ اس لئے آپ اپنی آخرت برباد کر کے ان کی دنیا مت سنواریں کیونکہ لوگوں میں سب سے زیادہ خسارے میں وہ شخص ہے جس نے دوسروں کی دنیا کے عوض اپنی آخرت کو بیچ دیا۔" یہ سن کر سلیمان نے کہا: اے اعرابی! تم نے اپنی زبان کو خوب تیز کر رکھا ہے یہ تو تمہاری تلوار سے بھی تیز کاٹتی ہے۔ اعرابی نے کہا: اے خلیفہ! ٹھیک ہے مگر اس میں آپ کے لئے فائدہ ہے نقصان نہیں۔

حکایت: سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو نصیحت:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس گئے اور فرمایا: اے معاویہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈریئے اور جان لیجئے کہ ہر گزرا ہوا دن اور آنے والی رات آپ کو دنیا سے دور اور آخرت کے قریب کر رہا ہے۔ آپ کے پیچھے ایک طالب لگا ہوا ہے جس سے آپ بچ نہیں سکتے اور آپ کے لئے ایک حد مقرر ہے جس سے بڑھ نہیں سکتے، آپ کو حد تک پہنچنے کی کتنی جلدی ہے حالانکہ آپ کو تلاش کرنے والا خود آپ کے پیچھے ہے۔ یاد رکھیئے کہ ہم اور ہماری دنیا سب فانی ہے اور جس کی طرف ہم جا رہے ہیں وہ باقی رہنے والی ہے۔ اگر اعمال اچھے ہیں تو جزا اچھی ہو گی اور اگر برے ہیں تو جزا بھی بری ہو گی۔

علمائے دنیا بادشاہوں کے پاس کیوں جاتے ہیں؟

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علمائے آخرت کس طرح سے بادشاہوں کے پاس جاتے تھے۔ جبکہ علمائے دنیا بادشاہوں کے پاس اس لئے جاتے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں جگہ بنائیں اور انہیں شریعت کی رخصتیں

بتائیں اور ان کی اغراض کے مطابق حیلے اور آسانی کے راستے تلاش کریں۔ پھر اگر وہ وعظ و نصیحت کے ضمن میں اس طرح کا کلام کریں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو اس سے ان کا مقصد اصلاح نہیں بلکہ حُبِّ جاہ اور مقبولیت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس میں دو قسم کے دھوکے ہیں جس میں احمق مبتلا ہو جاتے ہیں۔

❀...**پہلا دھوکا:** یہ ظاہر کرے کہ میرا ان کے پاس جانے کا مقصد وعظ کے ذریعے ان کی اصلاح کرنا ہے۔ بعض اوقات یہ معاملہ خود ان پر مُشْتَبَہ ہو جاتا ہے اور اس جانے کا سبب شہرت کی چھپی ہوئی حرص اور تمنا ہے اور یہ کہ بادشاہوں کو ان کی پہچان ہو جائے اور طلبِ اصلاح میں سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا عالم وعظ و نصیحت کرے اور اسے مقبولیت حاصل ہو جائے اور اصلاح کا کوئی اثر ظاہر ہو تو یہ خوش ہو اور اس بات پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالائے کہ جو کام یہ کرنا چاہ رہا تھا وہ دوسرے کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ ایسا ہی اہم ہے جیسے کسی طبیب پر بے یار و مددگار مریض کا علاج ضروری ہو اور کوئی دوسرا طبیب اس کا علاج کرے جس سے وہ صحیح ہو جائے تو پہلے طبیب کو بہت خوشی ہو گی۔ الغرض اگر وہ اپنے دل میں اپنے کلام کی دوسرے کے مقابلے میں ترجیح محسوس کرے تو وہ دھوکے میں ہے۔

❀...**دوسرا دھوکا:** وہ یہ کہے کہ میں بادشاہ کے پاس کسی مسلمان سے ظلم دور کرنے کی سفارش کرنے کے لئے جاتا ہوں۔ یہ بھی دھوکے کا مقام ہے اور اس کا معیار بھی وہی ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

تیسری فصل: لاحق ہونے والے احوال کے مسائل

جب بادشاہوں کے پاس جانے کا طریقہ واضح ہو گیا تو اب بادشاہوں سے میل جول رکھنے اور ان سے مال لینے میں جو احوال لاحق ہوتے ہیں اس کے بارے میں مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

تین خطرات سے امن ہو تو مال لینا جائز ہے:

مسئلہ: بادشاہ تمہاری طرف مال بھیجے تاکہ تم فقیروں میں خرچ کرو، اگر اس کا کوئی مالک متعین ہے تو اس کا لینا جائز نہیں اور اگر مالک متعین نہیں بلکہ وہ مال ایسا ہو کہ اسے مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے جیسا کہ پیچھے

گزرا تو فقرا میں تقسیم کرنے کے لئے اس مال کو لینا تمہارے لئے جائز ہے اور فقط لینے سے گناہ گار نہیں ہو گا مگر بعض عُلَمائے کرام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ پس یہاں دیکھا جائے گا کہ اولیٰ و بہتر کیا ہے، لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اگر تین خطرات سے امن ہو تو لے لینا بہتر ہے۔

❀...**پہلا خطرہ:** یہ ہے کہ تمہارے مال لینے کی وجہ سے بادشاہ یہ سمجھے کہ "وہ حلال ہے اس لئے کہ اگر وہ حلال نہ ہوتا تو تم اپنا ہاتھ اس کی طرف نہ بڑھاتے اور نہ ہی اس کی ذمہ داری اٹھاتے۔" اگر معاملہ اس طرح ہو تو وہ مال نہ لو کیونکہ یہ صورت ممنوع ہے۔ نیز تمہارے مال تقسیم کرنے سے جو بھلائی حاصل ہو گی وہ اس برائی سے کم ہے جو بادشاہ کو حرام مال کمانے پر نڈر کرنے سے پیدا ہو گی۔

❀...**دوسرا خطرہ:** یہ ہے کہ تمہاری طرف دوسرے عُلَما اور جاہل لوگ دیکھیں اور سمجھیں کہ مال حلال ہے اور تمہاری پیروی میں وہ بھی لیں اور اس سے لینے کو جائز سمجھیں اور تقسیم نہ کریں۔ یہ پہلے سے بڑا خطرہ ہے۔ کیونکہ ایک جماعت حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے فعل سے جواز پر استدلال کرتی ہے لیکن فقرا پر تقسیم کرنے اور تقسیم کرنے کی نیت سے لینے سے غافل ہے، لہٰذا جس کی اقتدا کی جاتی ہے اُسے اِس سے بہت زیادہ بچنا چاہئے کیونکہ ایسے شخص کا فعل بہت ساری مخلوق کے لئے گمراہی کا سبب بن سکتا ہے۔

لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے حلال بھی نہ کھایا:

حضرت سیِّدُنا وہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص لوگوں کی موجودگی میں کسی ظالم بادشاہ کے پاس لایا گیا۔ بادشاہ نے خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا مگر اس نے نہ کھایا پھر اس کے سامنے بکری کا گوشت رکھا گیا اور تلوار کے زور پر کھانے پر مجبور کیا گیا لیکن اس نے نہ کھایا۔ جب اس بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: لوگ جانتے تھے کہ مجھ سے خنزیر کا گوشت کھانے کا مطالبہ کیا گیا ہے، تو اگر میں ان کے پاس صحیح سلامت آجاتا اور میں نے کچھ کھایا ہوتا تو انہیں خبر نہ ہوتی کہ میں نے کیا کھایا ہے، اس بنا پر وہ گمراہ ہو جاتے۔

چادر قبول نہ فرمائی:

حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ اور حضرت سیِّدُنا طاؤس رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمَا سردیوں کی ایک صبح میں حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس تشریف لے گئے جبکہ وہ یمن کا عامل تھا۔ وہ اس وقت کھلی کچہری لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے غلام سے کہا: ابو عبد الرحمن (یعنی امام طاؤس) کو چادر اوڑھا دو جبکہ وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے تو اس نے چادر لا کر اوڑھا دی۔ حضرت سیِّدُنا امام طاؤس رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اپنے کاندھوں کو مسلسل حرکت دیتے رہے یہاں تک کہ چادر نیچے گر گئی جس سے محمد بن یوسف کو بہت غصہ آیا۔ جب وہاں سے نکلے تو حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے فرمایا: اگر آپ چادر لے کر کسی مستحق کو صدقہ کر دیتے تو اسے غصے دلانے سے بے نیاز ہو جاتے۔ تو آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں کہیں گے کہ طاؤس نے چادر لی تھی اور جو میں چادر کے ساتھ کروں گا وہ نہیں کریں گے تب تو ضرور لے لیتا۔

❀... **تیسرا خطرہ:** تمہارا دل بادشاہ کی محبت کی وجہ سے متحرک ہو کیونکہ اس نے مال دے کر تمہیں خاص کیا ہے اور تمہیں دوسروں پر ترجیح دی۔ اگر معاملہ ایسے ہی ہے تو قبول نہ کرو کیونکہ ظالموں کی محبت کا تمہارے دل میں پیدا ہو جانا زہر قاتل اور مرضِ لا دوا ہے کیونکہ جس سے تم محبت کرو گے اس کی طرف ضرور حریص ہو گے اور اُس کے بارے میں مُداہنت (خوشامد) کرو گے۔ چنانچہ،

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا فرماتی ہیں: انسان کی فطرت میں سے ہے کہ وہ احسان کرنے والے سے محبت رکھتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَللّٰہُمَّ لَا تَجۡعَلۡ لِفَاجِرٍ عِنۡدِیۡ یَدًا فَیُحِبُّہٗ قَلۡبِیۡ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے کسی فاجر کا احسان مند نہ بنا کہ اس وجہ سے میرا دل اس سے محبت کرے۔''[1]

---

[1]... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۷۸/۲

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے واضح فرمادیا کہ عام طور پر دل محسن کی محبت سے بچ نہیں سکتا۔

شاہی عطیہ بادشاہ کی محبت بڑھاتا ہے:

منقول ہے کہ بصرہ کے کسی حاکم نے حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار کی طرف 10 ہزار درہم بھیجے تو آپ نے سب صدقہ کر دیئے۔ پھر آپ کے پاس حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ آئے اور پوچھا: اس مخلوق نے آپ کو جو دیا ہے اس کا کیا کیا؟ (یعنی امیر کہنے کے بجائے مخلوق کہا) تو حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے فرمایا: میرے اصحاب سے پوچھ لیجئے! تو انہوں نے بتایا کہ سب تقسیم کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے دل میں اس کی محبت مال بھیجنے سے پہلے زیادہ تھی یا اب زیادہ ہے؟ تو حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے کہا: اب زیادہ ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”مجھے اسی بات کا خوف تھا۔“

حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بالکل سچ فرمایا کیونکہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی ہمیشگی چاہتا ہے، اس کی معزولی، مصیبت اور موت کو ناپسند کرتا ہے۔ اس کی حکومت کا وسیع ہونا اور مال کا زیادہ ہونا پسند کرتا ہے۔ یہ تمام ظلم کے اسباب ہیں جس کی مذمت کی جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جو کسی معاملہ پر راضی ہو اگرچہ وہاں موجود نہ ہو وہ اسی کی مانند ہے جو موقع پر موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پ۱۲، ھود: ۱۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: ان کے اعمال پر راضی نہ ہو۔

البتہ! اگر تم اس پر قادر ہو کہ شاہی عطیہ ومال لینے سے بادشاہ کی محبت تمہارے دل میں زیادہ نہ ہو گی تو لینے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ، ایک بصری بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ مال لے

لیتے اور تقسیم فرما دیتے۔ ان سے پوچھا گیا: کیا آپ کو سلاطین سے محبت کا اندیشہ نہیں ہے؟ فرمایا: اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دے اور وہ اپنے رب کی نافرمانی کرے تو میرا دل پھر بھی اس سے محبت نہیں کرے گا۔ کیونکہ جس ذات نے اسے میرا ہاتھ پکڑنے کے لئے مُسَخَّر کر دیا اسی ذات کے لئے میں اس سے نفرت کرتا ہوں تاکہ اسے مُسَخَّر کرنے پر اس ذات کا شکر ادا کروں۔

مذکورہ گفتگو سے ظاہر ہو گیا کہ موجودہ زمانے میں اگرچہ بادشاہوں کا مال بالذات حلال ذرائع سے ہو پھر بھی لینا ممنوع اور مذموم ہے کیونکہ وہ ان خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔

کیا شاہی مال چوری کر سکتے ہیں؟

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ جب اس سے مال لے کر تقسیم کرنا جائز ہے تو کیا چوری کرنا، اس کی امانت کو چھپا لینا یا امانت کا انکار کر دینا اور لوگوں میں تقسیم کر دینا بھی جائز ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے کیونکہ ممکن ہے اس کا مالک متعین ہو اور بادشاہ اسے لوٹانے کا عزم رکھتا ہو اور یہ مال ویسا نہیں جیسا وہ خود تمہاری طرف بھیجے۔ کیونکہ کسی عاقل سے یہ متصوَّر نہیں ہے کہ اسے جس مال کے مالک کا علم ہو اُسے صدقہ کر دے تو بادشاہ کا مال حوالے کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مالک کو نہیں جانتا۔ اگر بادشاہ ایسا ہو کہ اس طرح کے حالات اس پر مشتبہ رہتے ہوں تو اس سے مال قبول کرنا جائز نہیں جب تک اس کی معلومات نہ ہو جائیں۔ پھر چوری کرنا کیسے درست ہو گا، کیونکہ احتمال ہے کہ وہ ادھار خرید کر مالک بن گیا ہو اس لئے کہ قبضہ میں ہونا مالک ہونے کی علامت ہے۔ پس چوری جائز ہونے کی طرف کوئی راستہ نہیں بلکہ اگر اسے گمشدہ چیز ملے اور ظاہر ہو کہ اس کا مالک سپاہی ہے اور احتمال ہو کہ اس نے ادھار خریدی ہو گی یا کسی اور طریقے سے اس کی ملک میں آگئی ہو گی تو اس کا واپس کرنا واجب ہے۔ الغرض بادشاہوں کا مال چوری کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس سے جس کے پاس انہوں نے امانت رکھی ہے اور ان کی امانتوں کا انکار کرنا بھی جائز نہیں۔ نیز ان کا مال چوری کرنے والے پر حد جاری کی جائے گی مگر جب چور دعویٰ کرے کہ وہ اس مال کے مالک نہیں ہیں تو اس وقت دعویٰ کی وجہ سے

اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

بادشاہوں سے معاملات کرنے کے احکام:

مسئلہ: ان سے معاملات (یعنی لین دین، اجارہ وغیرہ) کرنا حرام ہے کیونکہ ان کا اکثر مال حرام ہوتا ہے تو جو ان سے معاوضہ لیا جائے گا وہ بھی حرام ہو گا۔ پس اگر اس نے ایسی جگہ سے قیمت ادا کی جس کے حلال ہونے کا اسے علم ہے تو اب جو اس کے حوالے کیا جا رہا ہے اس میں غور و فکر کرنا باقی رہے گا اور اگر اسے معلوم ہو کہ وہ اس شے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کریں گے جیسا کہ ان کے ہاتھ ریشم بیچنا جبکہ بیچنے والا جانتا ہو کہ وہ اسے پہنیں گے تو یہ حرام ہے جیسے شراب بنانے والے کو انگور فروخت کرنا پھر اختلاف تو صرف بیع کے صحیح ہونے میں ہے (یعنی یہ بیع صحیح ہوئی یا باطل یا فاسد)۔

مسئلہ: اگر یہ امکان ہو کہ بادشاہ خود ریشمی لباس پہنے گا اور یہ بھی احتمال ہو کہ اپنی خواتین کو پہنائے گا تو یہ مکروہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ یہ ان اشیاء کا معاملہ ہے جن کی ذات سے معصیت و نافرمانی وابستہ ہے۔

مسئلہ: یہی حکم ان کے ہاتھ گھوڑے فروخت کرنے کا ہے بالخصوص جب وہ مسلمانوں سے لڑنے یا ان سے ٹیکس لینے کے لئے ان پر سواری کرتے ہوں کیونکہ ایسی صورت میں اپنے گھوڑے سے گناہ پر ان کی مدد کرنا شمار ہو گا جو کہ حرام ہے۔

بادشاہوں سے درہم و دینار کے لین دین کا حکم:

مسئلہ: درہم و دینار اور ان کی مثل وہ چیزیں جن کی ذات میں معصیت نہیں ہوتی بلکہ وہ معصیت و گناہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہیں، ظالم بادشاہوں سے ان کا لین دین کرنا مکروہ ہے کہ اس میں ان کی ظلم پر مدد کرنا ہے کیونکہ وہ عوام پر ظلم کرنے میں اموال، جانوروں اور تمام اسباب سے مدد لیتے ہیں۔

مسئلہ: یہ کراہت ان کو تحفہ دینے اور ان کے لئے بغیر اجرت کے کام کرنے میں بھی جاری ہو گی یہاں تک کہ ان کو اور ان کی اولاد کو لکھنا، پڑھنا سکھانا اور حساب کی تعلیم دینا بھی مکروہ ہے۔ البتہ! قرآن کریم کی تعلیم

مکروہ نہیں۔ اس میں کراہت اجرت کی جہت سے آئے گی کیونکہ وہ مالِ حرام سے ہوتی ہے مگر جب اس کے حلال ہونے کا ذریعہ معلوم ہو تو لینے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر بادشاہ کا وکیل مقرر ہو جو بغیر اجرت اور معاوضے کے بازاروں میں اس کے لئے خریداری کرے تو اس کی مدد کرنے کی وجہ سے یہ وکالت مکروہ ہے اور اگر اس کے لئے کچھ ایسا خریدے جس کے متعلق جانتا ہو کہ وہ اس سے گناہ کرے گا جیسے بدکاری کے لئے غلام، پہننے کے لئے ریشمی لباس یا ظلم و قتل کرنے کے لئے سواری کا گھوڑا تو یہ حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب خریدی جانے والی چیز سے گناہ کا ارادہ ظاہر ہو جائے تو اس سے حرمت حاصل ہو گی اور جس وقت ارادہ ظاہر نہ ہو بلکہ حال یا دلالت کا احتمال ہو تو کراہت حاصل ہو گی۔

بادشاہ کے بازاروں میں تجارت کا حکم:

مسئلہ: جو بازار بادشاہ نے حرام مال سے بنایا ہے اس میں تجارت کرنا اور وہاں رہنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر تاجر اس میں رہے اور شرعی طریقے کے مطابق کمائے تو اس کی کمائی حرام نہ ہو گی اگرچہ اس میں رہنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔

مسئلہ: لوگوں کو ان سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے مگر جب دوسرا بازار مل جائے تو دوسرے سے خریدنا بہتر ہے۔ کیونکہ دوسرا بازار ہوتے ہوئے اسی بازار کے تاجروں سے خریداری کرنا ان کے وہاں رہنے پر مدد کرنا اور ان کی دوکانوں کے کرایوں کو بڑھانا ہو گا۔

مسئلہ: جس بازار میں بادشاہ کی طرف سے ٹیکس مقرر نہیں ہے اس میں کاروبار کرنا بہتر ہے بنسبت اس بازار میں کاروبار کرنے کے جس میں ٹیکس مقرر ہے۔

ایک گروہ نے اس قدر مبالغہ کیا ہے کہ ان کسانوں اور کاشتکاروں کے ساتھ کاروبار سے اجتناب کیا جن کی زمینوں پر ٹیکس مقرر تھا، اس لئے کہ بعض اوقات جو کچھ وہ حاصل کرتے ہیں اسے ٹیکس میں خرچ

کر دیتے ہیں جس سے بادشاہ کی مدد ہوتی ہے۔ یہ دین میں غلو اور مسلمانوں کو حرج میں ڈالنا ہے کیونکہ ٹیکس سب زمینوں پر عام ہے اور لوگ زمین کی پیداوار کے بغیر نہیں رہ سکتے اور نہ اس پیداوار سے منع کرنے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس مسئلے کو روا رکھا جائے تو مالکِ زمین پر کھیتی باڑی کرنا حرام ہوتا حتی کہ اس سے ٹیکس نہ لیا جائے اور بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچے گی کہ معاش کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔

عُمّال اور قاضیوں کے ساتھ کاروبار کا حکم:

مسئلہ: بادشاہ کے قاضیوں، ان کے عمال (یعنی گورنروں اور تحصیل داروں) اور خادمین سے کاروبار کرنا بادشاہ سے کاروبار کرنے کی طرح حرام ہے بلکہ اس سے بھی سخت ہے۔ قاضیوں سے اس لئے حرام ہے کیونکہ وہ بادشاہ کے صریح حرام مال سے عطیہ و وظیفہ لیتے، اس کی جماعت کو بڑھاتے اور لوگوں کو اپنی وضع قطع سے دھوکا دیتے ہیں کیونکہ ان کی وَضَع قَطع عُلَما جیسی ہوتی ہے اور بادشاہ سے میل جول رکھ کر اس سے مال بٹورتے ہیں اور فطرتی طور پر ان کی مُشابہت اختیار کی جاتی ہے جو جاہ و حشمت والے ہوں۔ پس قاضی مخلوق کو اس کی طرف کھینچنے کا سبب بنتے ہیں۔ جہاں تک خادمین وغیرہ کا تعلق ہے تو ان کا مال اکثر واضح غصب سے ہوتا ہے۔ ان کے پاس مسلمانوں کی فلاح و بہبود، وراثت، جزیہ وغیرہ کا مال نہیں ہوتا اور نہ ہی حلال کی کوئی صورت ہوتی ہے یہاں تک کہ حلال مال ان کے مال کے ساتھ مل جانے سے شبہ بڑھ جاتا ہے۔

سَلَف صالحین کا بادشاہوں کے ساتھ رویہ

حضرت سیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں قاضیوں کے پاس گواہی نہیں دیتا اگرچہ مجھے حق معلوم ہو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ میں جس کے خلاف گواہی دوں وہ اس پر زیادتی کریں گے۔

بادشاہ کیوں خراب ہوتے ہیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ رعایا کا بگاڑ بادشاہوں کے فساد کی وجہ سے ہے اور بادشاہوں کی خرابی علمائے سوء (برے علما) کی وجہ سے ہے۔ اگر قاضی اور عُلَما خراب نہ ہوتے تو بادشاہوں کا فساد کم ہوتا اس خوف کی وجہ سے

کہ علما اور قاضی ان کو برا نہ سمجھیں۔ اسی لئے مدینے کے تاجدار، دوعالم کے مالک و مختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ تَحْتَ يَدِ اللّٰهِ وَكَنَفِهٖ مَا لَمْ تُمَالِئْ قُرَّاؤُهَا اُمَرَآئَهَا یعنی یہ امت ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ اور اس کی حفاظت میں رہے گی جب تک اس کے قُرّاء حکمرانوں کی موافقت نہیں کریں گے۔"[1]

"قرآء" کا ذکر اس لئے کیا کہ یہی علما ہیں اور ان کے پاس قرآن و سنت اور ان سے حاصل شدہ معانی کا علم ہوتا ہے اور جو علوم اس کے علاوہ ہیں وہ ان کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔

بادشاہ اور اس کے ملنے والوں سے نہ ملو:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: بادشاہ سے میل جول نہ رکھو اور نہ اس سے جو بادشاہ سے میل جول رکھتا ہے۔ کیونکہ قلم، دوات، کاغذ اور سیاہی خشک کرنے والی مٹی کو اٹھانے والے مختلف لوگ ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں۔"

آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سچ فرمایا ہے کیونکہ رسولِ اکرم، شفیعِ اُمم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شراب کے بارے میں 10 لوگوں پر لعنت فرمائی حتی کہ نچوڑنے والے اور جس کے لئے نچوڑی جائے اس پر بھی لعنت فرمائی[2] اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: سود لینے والے، سود دینے والے، سود کے گواہوں اور سود لکھنے والے پر زبانِ رسالت سے لعنت کی گئی ہے[3] اور حضرت سیِّدُنا جابر و خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے بھی حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[4]

---

1. ...الزهد لابن المبارك، باب ما جاء في قبض العلم، الحديث: ۸۲۱، ص ۲۸۲
2. ...سنن الترمذي، كتاب البيوع، باب النهي ان يتخذ الخمر خلا، ۳/۴۷، الحديث: ۱۲۹۹
3. ...صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب لعن آكل الربا وموكله، الحديث: ۱۵۹۷، ص ۸۶۲
4. ...صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب لعن آكل الربا وموكله، الحديث: ۱۵۹۸، ص ۸۶۲

سنن الترمذي، كتاب البيوع، باب ما جاء في اكل الربا، ۳/۳، الحديث: ۱۲۱۰

حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے فرمایا: بادشاہ کا خط نہ لے جاؤ جب تک اس کے مضمون کا علم نہ ہو جائے۔

خلیفۂ وقت کو دوات اٹھا کر نہ دی:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے خلیفۂ وقت کو اپنے سامنے رکھی دوات اٹھا کر دینے سے انکار کر دیا تھا اور خلیفہ سے فرمایا: میں اس وقت دوات اٹھا کر دوں گا جب مجھے یہ پتا چل جائے گا کہ تم اس سے کیا لکھو گے۔

الغرض بادشاہوں کے ارد گرد رہنے والے خادمین اور پیروکار انہی کی طرح ظالم ہوتے ہیں، لہٰذا ان سب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نفرت کرنا واجب ہے۔

سپاہی کو راستہ نہ بتایا:

حضرت سیِّدُنا عثمان بن زائدہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک سپاہی نے راستہ پوچھا تو وہ خاموش رہے اور اپنا گونگا ہونا ظاہر کیا اس خوف سے کہ ہو سکتا ہے وہ ظلم کرنے جا رہا ہو تو میں اسے راستہ بتا کر کہیں ظلم میں اس کی مدد کرنے والا نہ بن جاؤں۔

اسلاف کی بادشاہوں کے ساتھ جس قدر سختی منقول ہے اس قدر فاسق تاجروں، جولاہوں (کپڑا بننے والوں)، پچھنے لگانے والوں، حمام والوں، زرگروں (سناروں)، رنگ سازوں اور دیگر پیشہ وروں کے ساتھ منقول نہیں ہے حالانکہ ان پر جھوٹ اور فسق کا غلبہ ہوتا ہے بلکہ ذِمّی کُفّار کے ساتھ بھی ایسا سلوک منقول نہیں۔ ان کا ایسا سخت رویہ خاص طور پر اُن ظالموں کے ساتھ ہوتا جو یتیموں اور مسکینوں کا مال کھاتے اور مسلمانوں کو ہمیشہ تکلیف دیتے اور جو شریعت کی نشانیوں اور اس کے آثار کو مٹاتے تھے۔

اسلاف کی بادشاہوں پر اتنی سختی کیوں؟

بادشاہوں پر ان کی سختی و شدت کی وجہ یہ ہے کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں: (۱)... گناہِ لازم کہ کرنے والے

تک محدود رہتا ہے (۲)... گناہِ متعدی کہ کرنے والے سے تجاوز کر کے دوسرے تک پہنچتا ہے۔

فسق لازم ہے متعدی نہیں اور یہی معاملہ کفر کا ہے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں کوتاہی وجرم ہے اور اس کا حساب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ پر ہے جبکہ بادشاہوں کا ظلم متعدی ہے یعنی دنیا میں پھیلتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا معاملہ شدید ہے۔ جتنا ان کا ظلم زیادہ اور متعدی ہوگا اتنا ہی وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مستحق عذاب ہوں گے، لہٰذا واجب ہے کہ ان سے زیادہ سے زیادہ دُور رہا جائے اور ان کے ساتھ معاملات کرنے سے بچا جائے۔ چنانچہ،

محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یُقَالُ لِلشُّرْطِیِّ دَعْ سَوْطَكَ وَ ادْخُلِ النَّارَ یعنی سپاہی سے کہا جائے گا کہ کوڑا چھوڑ اور جہنم میں داخل ہو جا۔''[1]

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ رِجَالٌ مَّعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یعنی قیامت کی ایک نشانی ایسے لوگ ہوں گے جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے۔''[2]

فاسقوں کی بعض علامات:

یہ ان کا حکم ہے۔ پھر ان میں سے جو ان باتوں سے معروف ہو اس کا تو پتا چل جاتا ہے اور جو معروف نہ ہو تو اس کی علامات ونشانیاں بڑا کوٹ، بڑی بڑی مونچھیں اور دیگر مشہور علامات ہیں تو جو ایسی شکل وصورت میں نظر آئے اس سے بچنا واجب ہے اور یہ بدگمانی نہیں ہے کیونکہ اُس نے ظالموں جیسی شکل وصورت اختیار کر کے خود پر ظلم کیا ہے اور لباس کا ایک جیسا ہونا دل کے ایک جیسا ہونے کی نشانی ہے اور جیسے پاگلوں والی حرکتیں پاگل ہی اپناتا ہے ایسے ہی فاسقوں کی مشابہت فاسق ہی اختیار کرتا ہے۔ البتہ! فاسق کبھی نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے مگر نیک آدمی کو فسادیوں کی شکل وصورت اپنانی نہیں چاہئے کیونکہ یہ ان

1...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند حارثۃ بن وھب، ۲/۳۴، الحدیث: ۱۴۷۹

2...صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النساء الکاسیات... الخ، الحدیث: ۲۱۲۸، ص۱۱۷۷، بتغیر
مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/۲۷۱، الحدیث: ۲۲۲۱۲، بتغیر قلیل

کی جماعت کو کثیر کرنا ہے اور اس کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ (پ۵، النسآء: ۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

یہ فرمانِ باری تعالیٰ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوا جو مشرکین سے مل کر ان کی جماعت کو بڑھاتے تھے۔

40ہزار نیکو کاروں کی ہلاکت:

مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا یوشع بن نون عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہاری قوم میں سے 40 ہزار نیک اور 60 ہزار شریر لوگوں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: نیک لوگوں کا کیا قصور؟ ارشاد فرمایا: وہ میرے غضب کی وجہ سے غضب نہیں کرتے اور شریروں کے ساتھ مل کر کھاتے پیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ظالموں سے نفرت اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ان پر غصّہ کرنا واجب ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مکی مدنی سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ اللہَ لَعَنَ عُلَمَآءَ بَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ اِذْ خَالَطُوا الظَّالِمِیْنَ فِیْ مُعَاشِہِمْ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل کے علما پر لعنت فرمائی کیونکہ انہوں نے گزر بسر کے ذرائع میں ظالموں کے ساتھ اختلاط کیا (یعنی میل جول رکھا)۔"[1]

شاہی تعمیرات کے استعمال کا حکم:

مسئلہ: جو تعمیرات ظالموں نے کروائی ہوں جیسے پل، سرائے، مساجد اور پانی کی سبیلیں ان میں احتیاط اور غور و فکر کرنی چاہئے۔ ان کے تعمیر کردہ پل کو بوقتِ ضرورت عبور کرنا جائز ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ ممکنہ حد تک

[1] ...سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/ ۳۵، الحدیث: ۳۰۵۸، بتغیر

اس سے نہ گزرے۔ اگر پل پر سے گزرنا چھوڑ سکتا ہو تو تقویٰ کی تاکید زیادہ ہے اور ہم نے عبور کرنے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ چھوڑ سکتا ہو کیونکہ ایسی چیزیں جن کے مالک کا علم نہ ہو ان کا حکم یہ ہے کہ اسے امورِ خیر میں صرف کر دیا جائے اور گزرنا بھی امرِ خیر ہے۔ اگر معلوم ہو کہ اینٹیں اور پتھر کسی معلوم جگہ، مقبرہ یا معین مسجد سے منتقل ہوئے ہیں تو اس کو عبور کرنا جائز نہیں سوائے اس ضرورت کے جس کی وجہ سے غیر کا مال حلال ہو جاتا ہے۔ پھر اگر مالک کو جانتا ہے تو اس سے معاف کرانا ضروری ہے۔

بادشاہ کی تعمیر کردہ مسجد میں داخلے کا حکم:

مسئلہ: ان کی تعمیر کردہ مسجد اگر کسی مغصوبہ زمین میں ہو یا دوسری مسجد کی مغصوبہ لکڑی سے بنی ہو یا ایسی چیز لگادی گئی جس کا مالک معین ہو تو اس میں داخل ہونا بالکل جائز نہیں اور نہ ہی جمعہ کے لئے وہاں جاسکتے ہیں بلکہ اگر امام اس مسجد کے اندر کھڑا ہو تو یہ امام کے پیچھے نماز پڑھے اور مسجد کے باہر کھڑا ہو کیونکہ مغصوبہ زمین میں نماز پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اقتدا بھی منعقد ہو جاتی ہے، اسی لئے ہم نے مقتدی کو ایسے شخص کی اقتدا کرنا جائز قرار دیا جس نے مغصوبہ زمین میں نماز پڑھی اگرچہ نمازی مغصوبہ زمین میں ٹھہرنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا۔

مسئلہ: اگر مسجد ایسے مال سے بنائی ہو جس کے مالک کا پتا نہیں تو تقویٰ یہ ہے کہ اگر مل سکے تو اسے چھوڑ کر دوسری مسجد میں چلا جائے۔ اگر دوسری مسجد نہ ملے تو جمعہ اور جماعت اس میں ترک نہ کرے کیونکہ احتمال ہے کہ بنانے والے نے اپنی ذاتی ملک سے بنایا ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہے۔ اگر اس کا مالک معین نہ ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو مسلمانوں کے مصالح کے لئے بنائی جانے والی چیزوں کا ہے۔

شاہی مسجد اور امام ابن حنبل عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا طرزِ عمل:

مسئلہ: بعض اوقات بڑی مسجد میں ظالم بادشاہ کی طرف سے کچھ نہ کچھ تعمیری کام ہوا ہوتا ہے تو جو شخص مسجد میں گنجائش ہونے کے باوجود وہاں نماز پڑھے تو تقویٰ میں اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَوَّل سے عرض کی گئی: آپ کے پاس جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے نہ جانے کی کیا دلیل ہے جبکہ ہم عسکر (یعنی بادشاہ کی تعمیر کردہ جگہ) میں ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ میری دلیل یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا حجاج بن یوسف کے فتنے کے خوف سے جماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے اور مجھے بھی خلیفۂ وقت کی طرف سے فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔

بادشاہ کی طرف سے رنگ سازی اور چونا مسجد میں داخل ہونے کے لئے رکاوٹ نہیں کیونکہ نماز میں ان سے فائدہ حاصل نہیں کیا جاتا وہ تو مسجد کی زینت ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کی طرف نہ دیکھے۔

مسئلہ: جہاں تک چٹائیوں کا تعلق ہے اگر ان کا کوئی معین مالک ہے تو ان پر بیٹھنا حرام ہے ورنہ عام مسلمانوں کے مصالح کے لئے صَرف کر دینے کے بعد ان پر بیٹھنا جائز ہے لیکن تقویٰ یہ ہے کہ ان پر بیٹھنے سے بچے کیونکہ یہ شبہ کا محل ہے۔

مسئلہ: سبیل کا حکم ہم نے ذکر دیا ہے اور اس سے وضو کرنا اور پانی پینا اور اس میں داخل ہونا تقویٰ کی علامت نہیں مگر جب نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے وضو کرے اور یہی حکم مکہ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کے راستوں میں بنائے گئے چشموں اور تالابوں کا ہے۔

شاہی سرائے اور مدارس کا حکم:

مسئلہ: سرائے اور مدارس اگر مغصوبہ زمین میں ہوں یا اس کی اینٹیں کسی معین جگہ سے لائی گئی ہوں جس کو مالک تک پہنچانا ممکن ہو تو ایسی جگہ داخل ہونے کی رخصت نہیں اور اگر مالک مشتبہ ہو جائے تو چونکہ وہ جگہ امرِ خیر کے لئے تیار کی گئی ہے، لہٰذا داخل ہونے میں حرج نہیں لیکن تقویٰ بچنے میں ہے اور داخل ہونے کی وجہ سے فاسق نہیں ہو گا۔

یہ تعمیرات اگر بادشاہ کے خادمین نے کروائی ہیں تو اس میں زیادہ سخت حکم ہے کیونکہ ان کو مسلمانوں

کے مصالح میں مال خرچ کرنے کا اختیار نہیں اور اس لئے کہ ان کے اموال میں حرام زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ان کے لئے مصالح کا مال لینا جائز نہیں۔ یہ صرف بادشاہوں اور اربابِ اقتدار کے لئے جائز ہے۔

شارعِ عام کے بعض مسائل:

مسئلہ: اگر غصب شدہ زمین کو لوگوں کے لئے شارعِ عام بنا دیا جائے تو اس پر چلنا جائز نہیں، اگر اس کا کوئی مالک معین نہ ہو تو جائز ہے۔ اگر ممکن ہو تو تقویٰ نہ چلنے میں ہے۔ اگر سڑک مباح ہو اور اس کے اوپر مال غصب سے بنائی گئی چھت ہو تو نیچے سے گزرنا جائز ہے اور اس چھت کے نیچے اس طرح بیٹھنا بھی جائز ہے کہ چھت کی ضرورت نہ پڑے جیسے کسی شارعِ عام پر کسی کام کے لئے ٹھہر جاتے ہیں۔ اگر چھت سے گرمی، بارش وغیرہ سے بچنے کا فائدہ حاصل کیا تو حرام ہے کیونکہ چھت اسی مقصد کے لئے بنائی جاتی ہے یہی حکم اس شخص کا ہے جو مسجد یا مباح زمین میں داخل ہو جس کی چھت یا دیواریں مالِ غصب سے بنائی گئی ہوں تو وہ صرف گزرنے سے دیواروں اور چھت سے فائدہ حاصل کرنے والا نہیں ہو گا مگر یہ کہ جب اسے دیواروں اور چھت سے گرمی یا سردی یا کسی کی آنکھ سے اوجھل رہنے کا فائدہ حاصل ہو تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ حرام سے نفع حاصل کرنا ہو گا۔ غصب کی گئی زمین پر بیٹھنا اس لئے حرام نہیں کہ اس سے جسم مس ہوتا ہے بلکہ نفع حاصل کرنے کی وجہ سے حرام ہے۔ زمین کا مقصد ہی اس پر بیٹھنا ہے جبکہ چھت سے مقصود سایہ حاصل کرنا ہوتا ہے، لہٰذا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

باب نمبر7:

مختلف ضروری مسائل کا بیان

(وہ مسائل جن کے متعلق حُجَّةُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْوَالِی سے فتاوی لئے گئے)

استفتا:

صوفیا کا خادم بازار جا کر کھانا جمع کرتا ہے یا نقدی اکٹھی کر کے اس سے کھانا خرید تا ہے تو یہ کھانا کس کے

لئے جائز ہے؟ کیا یہ کھانا صوفیا کے لئے خاص ہے یا نہیں؟

فتویٰ:

میں کہتا ہوں کہ صوفیائے کرام کے کھانے میں تو کوئی شک ہی نہیں جبکہ دوسروں کے لئے اس وقت جائز ہوگا جب خادم کی رضامندی سے کھائیں لیکن شبہ ہوگا۔ جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام کے خادم کو جو ملتا ہے وہ انہی کے سبب ملتا ہے مگر دیا وہ خادم ہی کو جاتا ہے نہ کہ صوفیا کو۔ جیسے بال بچوں والے شخص کو عیال داری کی وجہ سے دیا جاتا ہے کہ وہ ان کا کفیل ہے اور جو اسے ملتا ہے یہ اس کا مالک ہو جاتا ہے نہ کہ بال بچے، لہٰذا وہ بال بچوں کے علاوہ بھی کسی کو کھلا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ”جو کچھ خادم کو ملا وہ دینے والے کی ملک سے نہیں نکلا۔“ اور نہ ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ”خادم اس سے کوئی چیز نہیں خرید سکتا اور نہ اس میں کوئی تصرف کر سکتا ہے۔“ کیونکہ اس قول کا مطلب یہ ہوگا کہ بغیر الفاظ بولے لین دین کافی نہیں حالانکہ یہ کمزور بات ہے اور صدقات و خیرات کے معاملے میں کوئی بھی تعاطی (یعنی لے لینے اور دے دینے) کو ناکافی نہیں کہتا۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ خادم کو دیا جانے والا مال اُن صوفیا کی ملک میں چلا گیا جو سوال کے وقت خانقاہ میں موجود تھے کیونکہ یہ بالاتفاق جائز ہے کہ جو شخص ان کے بعد آئے خادم اُس کھانے میں سے اُسے کھلا سکتا ہے نیز اگر سارے یا ان میں سے کوئی صوفی فوت جائے تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کو نہیں دیا جائے گا۔ یہاں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ خادم کو جو کچھ دیا گیا وہ تصوف کی جہت سے ہے اور اس کا کوئی مستحق متعین نہیں کیونکہ ملک کا کسی جہت کی طرف منتقل ہو جانا اس بات کو واجب نہیں کرتا کہ چند افراد کو اس کے تصرف پر مسلط کر دیا جائے کیونکہ اس میں بے شمار لوگ داخل ہیں بلکہ اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے بھی شامل ہیں اور ایسے مال میں تصرف اربابِ اقتدار ہی کر سکتے ہیں اور خادم کسی جہت سے نائب مقرر نہیں ہو سکتا، لہٰذا اب یہ کہنے سے کوئی رکاوٹ نہیں کہ ”خادم اس کھانے کا مالک بن جاتا ہے۔“ اور اگر وہ صوفیا کو تصوف اور مروت کی شرط پوری کرنے پر ہی کھلائے اور پوری نہ کرنے پر نہ کھلائے تو صوفیا بھی اُسے یہ کہہ

کر منع کر سکتے ہیں کہ "ہماری کفالت کے ضمن میں کھانا جمع نہ کرو۔" یہاں تک کہ لوگوں کا اس کے ساتھ حسنِ سلوک ختم ہو جائے گا جیسا کہ عیال دار پر اس کے بچوں کی وجہ سے لوگ شفقت کرتے ہیں اور بچوں کے فوت ہونے کی صورت میں لوگوں کی طرف سے وہ سلوک ختم ہو جاتا ہے۔

صوفیا کے بارے میں چند مسائل

استفتا:

جس مال کی وصیت صوفیا کے لئے کی گئی ہو وہ کس پر صرف کرنا جائز ہے؟

فتویٰ:

میں کہتا ہوں کہ تصوف ایک باطنی معاملہ ہے جس پر مطلع ہونا ممکن نہیں اور نہ ہی اس کی حقیقت پر کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ بلکہ کچھ ظاہری امور ہیں کہ اہل عرف لفظ "صوفی" کا اطلاق کرنے کے لئے ان پر اعتماد کرتے ہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اس وصف پر ہو کہ اگر وہ صوفیا کی خانقاہ میں جائے تو اس کا وہاں جانا اور ان سے میل جول کرنا انہیں برا نہ لگے تو وہ انہیں کے گروہ میں شمار ہو گا۔

صوفیا کی پانچ صفات اور ان کی تفصیل:

بیان کردہ قاعدہ کلیہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس میں پانچ صفات کا لحاظ رکھا جائے: (۱)...نیکی و بھلائی (۲)...فقر (۳)...صوفیا کی وضع قطع (شکل وصورت) (۴)...کوئی پیشہ اختیار نہ کرنا اور (۵)...خانقاہ میں صوفیا کے ساتھ مل جل کر رہنا۔

ان میں سے بعض صفات ایسی ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں تو وہ صوفی نہیں کہلائے گا اور بعض ایسی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوں تو دوسری صفات سے ان کی تلافی ہو جاتی ہے اور فسق صوفی کہلانے میں رکاوٹ ہے کیونکہ صوفی سے مراد ایسا نیک آدمی ہے جو مخصوص صفات کا حامل ہو تو جس شخص میں فسق ظاہر ہو وہ اگرچہ صوفیا کا لبادہ

اوڑھے ہوئے ہو وہ اُس مال کا مستحق نہ ہو گا جس کی صوفیا کے لئے وصیت کی گئی ہے۔اس میں ہم صغیرہ گناہوں کا اعتبار نہیں کرتے۔

وعظ و تدریس تصوف کے منافی نہیں:

جہاں تک پیشے یا کاروبار میں مشغول ہونے کا تعلق ہے تو یہ بھی استحقاق کو روکتا ہے، لہٰذا کسان، عامل، تاجر، اپنی دکان یا گھر پر کوئی چیز بنانے والا اور اجرت پر کام کرنے والا یہ تمام لوگ اس مال کے مستحق نہیں ہوں گے جس کی صوفیا کے لئے وصیت کی گئی ہے اور اس صفت کی کمی صوفیا سے میل جول رکھنے اور ان کی سی شکل و صورت بنانے سے پوری نہیں ہو گی۔ البتہ! کتابت، سلائی اور صوفیا کے لائق ان جیسے دیگر کام کئے جاسکتے ہیں، لہٰذا اگر وہ اس طرح کا کام کرے مگر دکان پر نہ ہو اور نہ ہی بطور پیشہ و کاروبار کے ہو تو یہ اس کے حق دار ہونے میں رکاوٹ نہیں بنے گا اور باقی صفات کے ہوتے ہوئے یہ کمی صوفیا کے پاس رہنے سے پوری ہو جائے گی۔ پھر یہ کہ اگر کوئی پیشے پر قادر ہو مگر کرے نہیں تو یہ بھی استحقاق سے رکاوٹ نہیں۔ وعظ اور تدریس کرنا صوفی ہونے کے منافی نہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ باقی صفات یعنی صوفیانہ لباس، رہائش اور فقر موجود ہو کیونکہ صوفی قاری، صوفی واعظ، صوفی عالم یا صوفی مدرس کہنے میں کوئی تناقض نہیں جبکہ صوفی کسان، صوفی تاجر یا صوفی عامل کہنے میں تناقض پایا جاتا ہے۔

صوفی، فقر اور مال:

جہاں تک فقر کا تعلق ہے تو اگر اتنا زیادہ مال مل گیا جس کی وجہ سے وہ بظاہر مال داروں میں شمار کیا جانے لگے تو اتنی مال داری ہوتے ہوئے اسے اس مال میں سے لینا جائز نہیں جس کی صوفیا کے لیے وصیت کی گئی ہو اور اگر اس کے پاس مال ہو مگر آمدنی سے زیادہ خرچ ہو تو اس کا حق باطل نہیں ہو گا۔یوں ہی اگر اس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تو اب اگرچہ اس کے اخراجات نہ ہوں پھر بھی اس کا حق باطل نہیں ہو گا اور یہ ایسے امور ہیں جن کی دلیل صرف عرف و عادات ہیں۔

صوفیا کے ساتھ رہنا:

صوفیا سے میل جول اور ان کے ساتھ رہنا وصیت کے مال میں حق دار بننے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ہاں! جو ان سے میل جول نہیں رکھتا بلکہ اپنے گھر یا مسجد میں ان کے لباس میں ملبوس رہتا ہو اور ان کے اخلاق اپنائے ہوئے ہو تو وہ بھی ان کے حصہ میں شریک ہو گا اور ان کے ساتھ میل جول نہ رکھنے والی صفت کی کمی دائمی طور پر ان کی سی وضع قطع (شکل وصورت) اختیار کرنے سے پوری ہو جائے گی، لہٰذا اگر وہ ان کے لباس میں ملبوس نہ ہو لیکن باقی صفات سے متصف ہو تو مستحق نہیں ہو گا اور اگر وہ ان کی شکل وصورت پر نہ ہو مگر صوفیا والی باقی صفات اس میں پائی جائیں تو وہ اسی وقت مستحق ہو گا جب خانقاہ میں صوفیا کے ساتھ رہتا ہو، لہٰذا ان کے تابع ہونے کے لحاظ سے اس پر بھی انہی کا حکم لگ جائے گا۔ پس میل جول اور لباس ایک دوسرے کا نائب ہو سکتے ہیں اور یہ اس عالم کا حکم ہے جو ان کے لباس میں نہ ہو۔اگر وہ خانقاہ سے باہر رہتا ہو تو صوفیا میں شمار نہیں کیا جائے گا اور اگر ان کے ساتھ رہائش پذیر ہو اور باقی صفات کا حامل ہو تو ان کے تابع ہونے کی وجہ سے اسے صوفیا میں شمار کرنا بعید نہیں ہے۔یہاں مالِ وصیت کا مستحق ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ اُس نے اپنے مشائخ میں سے کسی سے خرقہ پہنا ہو۔باقی شرائط کے ہوتے ہوئے اس کا نہ پایا جانا نقصان دہ نہیں ہے اور وہ صوفی جو شادی شدہ ہونے کی وجہ سے کبھی خانقاہ میں رہتا ہو اور کبھی اپنے گھر تو وہ صوفیا کے زمرے سے نہیں نکلے گا۔

خانقاہ وغیرہ پر وقف مال کے مسائل:

مسئلہ: جو مال صوفیا کی خانقاہ اور اس میں رہنے والوں کے لئے وقف کیا جاتا ہے اس کا حکم وصیت والے مال کے حکم سے وسیع ہے کیونکہ وقف کا معنٰی ہے ان کے مصالح میں خرچ کرنا، لہٰذا صوفیا کا غیر ان کے ساتھ ان کی رضامندی سے ان کے دستر خوان پر ایک، دو یا زائد مرتبہ کھا سکتا ہے۔کیونکہ کھانے والی اشیاء میں فراخ دلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے یہاں تک کہ مشترکہ غنیمتوں میں سے کھانے والی اشیاء ایک شخص کو لینا جائز ہے۔

مسئلہ: قوال (حلقۂ ذکر میں صوفیا کو اشعار سنانے والا) اس وقف کی دعوت میں سے ان کے ساتھ کھا سکتا ہے کیونکہ وہ ان کے لئے روحانی ترقی کے مصالح میں سے ہے۔ البتہ! وہ مال قوال پر خرچ کرنا جائز نہیں جس کی صوفیا کے لئے وصیت کی گئی ہو۔

مسئلہ: اسی طرح وہ عامل، تاجر، قاضی اور علما جو صوفیا کے پاس ان کی توجہ کے حصول کی خاطر حاضر ہوتے ہیں انہیں بھی ان کی رضامندی سے وقف شدہ مال سے کھانا جائز ہے کیونکہ صوفیا کے لئے وقف کرنے والا اسی طریقہ کو سامنے رکھتے ہوئے وقف کرتا ہے جو صوفیا کے عرف میں جاری ہے۔ پس اس میں عرف کا لحاظ رکھا جائے گا اور یہ اجازت ہمیشہ کے لئے نہیں ہے، لہٰذا جو لوگ صوفی نہیں ہیں ان کے لئے ہمیشہ ان کے ساتھ رہنا اور کھانا کھانا جائز نہیں اگرچہ وہ راضی ہوں کیونکہ وہ اپنے ساتھ جماعت صوفیا کے غیر کو شریک کر کے واقف کی شرط کو تبدیل نہیں کر سکتے۔

مسئلہ: عالم دین اگر ان کا سا لباس اور اخلاق رکھتا ہو تو ان کے ہاں پڑاؤ کر سکتا ہے۔ اس کا عالم ہونا صوفی ہونے کے منافی نہیں کیونکہ جنہیں تصوف کی معرفت و پہچان حاصل ہے ان کے نزدیک تصوف میں جہالت شرط نہیں اور بعض جاہلوں کی اس بات کی طرف توجہ نہ کی جائے کہ "علم حجاب ہے۔" کیونکہ حجاب تو جہالت ہے۔ ہم نے اس جملے کی تاویل "کتاب العلم" میں ذکر کر دی ہے۔ مختصر یہ کہ حجاب وہ علم ہے جو شریعت میں قابل مذمت ہے نہ کہ وہ علم جو قابل تعریف و پسندیدہ ہے اور ہم نے وہاں قابل تعریف اور قابل مذمت کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

مسئلہ: عالم دین اگر صوفیانہ لباس نہ پہنے اور نہ ہی ان کے اخلاق سے متصف ہو تو صوفیا کے لئے جائز ہے کہ اسے اپنے ہاں ٹھہرنے سے منع کر دیں۔ ہاں اگر وہ اس کے آنے جانے سے راضی ہوں تو ان کے تابع ہوتے ہوئے ان کے ساتھ کھانا جائز ہے اور وضع قطع (شکل و صورت) نہ ہونے کی کمی صوفیا کی رضا سے ان کے ساتھ رہنے سے پوری ہو جائے گی۔ ان امور کا پتا عرف و عادت سے چلتا ہے۔

ان میں سے کئی امور ایک دوسرے کے مقابل ہیں جن کے اطراف یعنی نفی واِثبات پوشیدہ نہیں اور ان کے درمیانی درجے مشتبہ ہیں تو جو شبہ والے مقامات سے بچ گیا اس نے اپنا دین بچا لیا جیسا کہ ہم نے شبہات کے ابواب میں بیان کیا ہے۔

تحفہ اور رشوت میں فرق کا بیان

اِستِفتا:

تحفہ اور رشوت میں کیا فرق ہے حالانکہ دونوں رضامندی سے دیئے جاتے ہیں اور کسی مقصد کے تحت ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک حرام ہے جبکہ دوسرا حلال؟

فتویٰ:

میں کہتا ہوں کہ مال خرچ کرنے والا مال کو کسی نہ کسی غرض کے لئے ہی خرچ کرتا ہے لیکن غرض یا تو دیر سے حاصل ہوتی ہے جیسے ثواب یا جلدی حاصل ہو جاتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ غرض یا تو مال ہوتی ہے یا کسی خاص مقصد کے حصول پر تعاون اور فعل ہوتی ہے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ جسے تحفہ دیا ہے اس کی محبت پانے کی خاطر اس کے دل میں جگہ بنائی جائے۔ اس صورت میں یا تو بعینہٖ محبت مقصود ہوتی ہے یا اس محبت کے ذریعے کسی دوسری غرض تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے۔ اس سے درج ذیل پانچ اقسام حاصل ہوئیں۔

کسی پر مال خرچ کرنے کی پانچ اقسام:

❀...**پہلی قسم:** جس کا مقصد آخرت میں ثواب کا حصول ہو۔ یوں کہ جس کو ہدیہ دیا جا رہا ہے وہ یا تو محتاج ہو گا یا عالِم ہو گا یا کسی دینی منصب پر فائز ہو گا یا فی نفسہٖ صالح دین دار ہو گا۔ اگر لینے والا جانتا ہو کہ اسے محتاج سمجھ کر دیا گیا ہے تو محتاج نہ ہونے کی صورت میں اس کو لینا جائز نہیں اور جو جانتا ہو کہ اسے نسبی شرافت و بزرگی کی وجہ سے دیا گیا ہے تو اگر وہ نسب کے دعویٰ میں جھوٹا ہے تو اس کے لئے لینا جائز نہیں۔ اگر کسی کو عالِم

دین سمجھ کر دیا گیا تو اسے اس وقت لینا جائز ہو گا جبکہ دینے والے کے اعتقاد کے مطابق علم رکھتا ہو۔ اگر کسی کو کامل علم والا خیال کر کے بہ نیتِ ثواب ہدیہ بھیجا گیا تو اگر وہ کامل نہ ہو تو اُسے لینا جائز نہیں اور جسے دین دار اور نیک سمجھ کر کچھ دیا گیا اگر تو وہ اِس درجے کا باطنی فاسق ہے کہ اگر دینے والے کو اس کے فسق کا علم ہو جائے تو اسے نہیں دے گا تو ایسی صورت میں اس کے لئے لینا جائز نہیں۔ بہت کم نیک لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے باطنی معاملات ظاہر ہو جائیں تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل رہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جو اچھی طرح پردہ پوشی فرماتا ہے اور وہی ہے جو مخلوق میں سے بعض کو بعض کا محبوب بنا دیتا ہے۔

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کی کمالِ احتیاط:

پہلے کے پرہیز گار لوگ خرید و فروخت میں ایسے کو وکیل بناتے تھے جس کے بارے میں لوگ نہ جان سکیں کہ ''یہ ان پرہیز گاروں کا وکیل ہے۔'' تاکہ جن سے معاملہ کرنا ہے وہ چشم پوشی سے کام نہ لیں۔ انہیں اس بات کا ڈر ہوتا تھا کہ کہیں یہ دین کے عوض کھانا نہ ہو کیونکہ یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ نیز تقویٰ پوشیدہ چیز ہے علم، نسب اور فقر کی طرح ظاہر نہیں ہے، لہٰذا لینے والے کو ممکنہ حد تک دین کے سبب لینے سے بچنا چاہئے۔

عوض کی شرط پر ہبہ کرنا:

❀...**دوسری قسم:** مال خرچ کرنے کی غرض مُعَیَّن ہو جیسے کوئی فقیر خِلعَت کی لالچ کرتے ہوئے غنی کو تحفہ دے۔ یہ عوض کی شرط پر ہبہ کرنا ہے جس کا حکم مخفی نہیں ہے اور یہ اس وقت لینا حلال ہو گا جب عقد کی تمام شرائط پائی جائیں اور جس عوض کی لالچ کی گئی تھی وہ مل جائے۔

جیسا تحفے کا عوض ویسا اس کا حکم:

❀...**تیسری قسم:** کسی فعل معین پر اعانت مقصود ہو جیسے وہ شخص جس کو بادشاہ سے کوئی کام ہے وہ بادشاہ کے وکیل یا اس کے کسی خاص کارندے یا اُسے جس کا بادشاہ کے ہاں مقام و مرتبہ ہے ہدیہ دے تو یہ عوض کی

شرط پر تحفہ دینا ہے جو قرینہ سے سمجھا جارہا ہے۔ یہاں اس تحفے کے عوض کو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ حرام ہے جیسے حرام وظیفہ جاری کروانے کی کوشش کرنا یا کسی انسان پر ظلم کرنا وغیرہ تو اُس کا لینا حرام ہے اور اگر وہ عمل واجب ہو جیسے قدرت رکھنے والے پر ظلم کو دور کرنا یا متعین گواہی دینا تو اب ظلم دور کرنے والا اور گواہی دینے والا جو کچھ بھی لے گا وہ حرام ہے اور وہ رشوت ہے جس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اگر وہ عمل مباح ہو، واجب اور حرام نہ ہو اور اس میں ایسی مشقت ہو کہ اس پر اجرت لینا جائز ہو تو جو وہ عمل کے عوض تحفہ لے گا وہ حلال ہے جبکہ ہدیہ لینے والا اس کی غرض کو پورا کر دے۔ اس میں تحفہ اجرت کے قائم مقام ٹھہرے گا جیسے کوئی کہے کہ یہ بات فلاں تک یا بادشاہ تک پہنچا دو تمہیں ایک دینار ملے گا اور بات پہنچانے میں تھکاوٹ اور مشقت برداشت کرنی پڑے یا یہ کہے کہ فلاں شخص کو میری فلاں غرض میں مدد کرنے کے لئے کہو یا مجھے فلاں چیز انعام دینے کا کہو اور اس کام کی تکمیل کے لئے طویل کلام کی ضرورت پڑے تو یہ لینا ان کاموں کی اجرت ہو گا جیسے وکیل قاضی کے سامنے مقدمات پیش کرنے کی اجرت لیتا ہے، یہ حرام نہیں ہے جبکہ کسی حرام کے لئے کوشش نہ کی جائے۔

ایک جملہ بول کر عوض لینے کا حکم:

مسئلہ: اگر مقصد ایک ہی جملے سے حاصل ہو جائے جس میں کوئی مشقت نہ ہو لیکن وہ جملہ یا کام کسی جاہ و جلال والے کی طرف سے ہو جو حاجت پورا کرنے میں مفید ہو جیسے کوئی وزیر دربان سے کہے کہ "اس شخص کے لئے بادشاہ کا دروازہ بند نہ کرنا۔" یا کہے کہ "اس کی بات بادشاہ کے سامنے رکھنا۔" تو اس کے عوض میں کچھ لینا حرام ہے کیونکہ یہ جاہ و مرتبہ کے عوض میں ہے اور شریعت میں اس کا جواز موجود نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر احادیث وارد ہیں جیسا کہ بادشاہوں کے تحائف کے بیان میں آئے گا۔ نیز جب حقِّ شُفْعَہ چھوڑنے، عیب دار چیز لوٹانے، اپنی ملکیت میں شامل فضا میں شاخوں کے داخل ہونے اور تمام وہ اغراض جو مقصود ہوتی ہیں ان کا عوض لینا جائز نہیں تو جاہ و مرتبہ کا عوض لینا کیسے جائز ہو گا۔

نسخے کا نام بتانے کے پیسے لینا:

مسئلہ: اسی کے قریب اس طبیب کا مسئلہ ہے جو کسی بیماری کا نسخہ جانتا ہو اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کو معلوم نہ ہو تو اس کے لئے وہ نسخہ بتا کر عوض لینے کا یہی حکم ہے مثلاً ایک طبیب کو ایسی جڑی بُوٹی کا علم ہے جو بواسیر یا کسی اور مرض کے لئے فائدے مند ہے اور وہ بغیر عوض کے نہیں بتاتا تو چونکہ اس کا ایک جملہ کہہ دینا قیمت نہیں رکھتا جیسے تل کے ایک دانے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، لہٰذا اسے ایک لفظ بولنے اور اپنے علم پر عوض لینا جائز نہیں کیونکہ اس کا علم دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوا بلکہ دوسرے کو صرف اس کی مثل علم حاصل ہوا ہے جبکہ یہ بدستور اس بات کا جاننے والا ہے۔

معمولی وقت میں کام کی اجرت:

مسئلہ: اس سے کم اجرت اس شخص کی ہوتی ہے جو کسی کام میں ماہر ہو مثلاً کوئی زنگ دور کرنے والا اپنے فن میں اتنا ماہر ہے کہ شیشے یا تلوار کی میل ایک ہی دفعہ رگڑنے سے دور کر دیتا ہے۔ اس قسم کے کام پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس ایک دفعہ رگڑنے سے تلوار یا شیشے کی قیمت میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے اور اس قسم کا کام سیکھتے وقت آدمی خود کو بہت مشقت میں ڈالتا ہے تاکہ اسے کمائی کا ذریعہ بنا کر خود سے بھاری کام کو ہلکا اور زیادہ عمل کو کم کرے۔

محبت بڑھانے کے لئے تحفہ دینا:

❀...**چوتھی قسم:** تحفہ دینے سے مقصود سامنے والے کی محبت حاصل کرنا ہو، اس کے علاوہ کوئی خاص غرض نہ ہو، بس انسیت، قلبی میلان اور محبت کی پختگی مطلوب ہو اور یہ عقل مندوں کا مقصود ہوتا ہے اور شریعت میں مستحب ہے۔ چنانچہ، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: "تَھَادَوْا تَحَابُّوْا یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو محبت بڑھے گی۔"(1)

1... الموطا للامام مالک بن انس، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی المھاجرۃ، ۲/۴۰۷، الحدیث: ۱۷۳۱

غالب طور پر ایک انسان کا دوسرے سے محبت کرنا کسی غرض کی وجہ سے ہوتا ہے، محض محبت مقصود نہیں ہوتی مگر جب فائدہ متعین نہ ہو اور دل میں کوئی مخصوص غرض جمی نہ ہو جو فی الحال یا مستقبل میں اُسے فائدہ دے تو اسے ہدیہ کا نام دیا جاتا ہے اور اس کا لینا جائز ہے۔

جب تحفے کا مقصد کچھ اور ہو!

❀...**پانچویں قسم:** تحفہ دینے کا مقصد اس کے دل میں اپنی جگہ بنانا اور محبت پیدا کرنا ہو لیکن محبت اور اُنسیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے جاہ و مرتبہ کی وجہ سے اپنی معدود اغراض تک پہنچنا مقصود ہو اور اگر سامنے والا جاہ وحشمت نہ رکھتا ہو تو اس کو ہدیہ نہیں دیا جاتا۔ پھر اگر اس کا مقام و مرتبہ علم یا نسب کی وجہ سے ہے تو اس کا حکم ہلکا ہے اور اس تحفہ کا لینا مکروہ ہے کیونکہ اس میں رشوت سے مشابہت ہے لیکن ظاہر میں یہ ہدیہ ہے اور اگر جاہ و مرتبہ کا سبب حکومت ہو جیسے قاضی، عامل یا خیراتی کام کے ذمہ دار مثلاً اوقاف کے متولی کو تحفہ دینا کہ اگر وہ اقتدار یا اعلیٰ منصب پر فائز نہ ہوتا تو اسے ہدیہ نہ دیا جاتا، یہ رشوت ہے جو تحفہ کہہ کر پیش کی گئی کیونکہ فی الحال اس کا مقصد قرب اور محبت حاصل کرنا ہے مگر یہ کسی معدود غرض کے حصول کے لئے ہے کیونکہ جو کچھ حکومت کے ذریعے حاصل کرنا ممکن ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔

اس تحفہ سے خالص محبت مقصود نہ ہونے کی ایک نشانی یہ ہے کہ اگر اس حاکم کی جگہ کوئی نیا حاکم بنا دیا جائے تو یہ ہدیہ سابقہ حاکم کو دینے کے بجائے نئے حاکم کو دے گا۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں شدید کراہت ہونے پر علما کا اتفاق ہے لیکن حرام ہونے میں اختلاف ہے۔ یہاں معنی و مفہوم میں تعارض پایا جا رہا ہے کیونکہ یہ خالص تحفے اور اس رشوت کے درمیان واقع ہے جو کسی جاہ و مرتبے والے کو کسی کام کے عوض دی جاتی ہے اور جب قیاسی مشابہت میں تعارض واقع ہو جائے اور احادیث مبارکہ اور اقوالِ صحابہ ان میں کسی ایک کی تائید کریں تو اسی کی طرف میلان متعین ہو جائے گا اور روایات اس معاملہ میں شدت کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ،

حرام کو تحفے کا نام دیا جائے گا:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُّسْتَحَلُّ فِیْہِ السُّحْتُ بِالْھَدِیَّۃِ وَالْقَتْلُ بِالْمَوْعِظَۃِ یُقْتَلُ الْبَرِیْءُ لِتُوْعَظَ بِہِ الْعَامَّۃُ یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں ”سُحت“ (حرام) کو تحفے کے نام پر حلال سمجھا جائے گا اور قتل کو عبرت کے لئے جائز سمجھا جائے گا، بے گناہ کو اس لئے قتل کیا جائے گا کہ دوسرے لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔“[1]

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ”سُحت“[2] کی وضاحت پوچھی گئی تو فرمایا کہ ”سُحت“ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی حاجت پوری کرے تو وہ اس کی طرف تحفہ بھیجے۔

ممکن ہے یہاں حاجت پوری کرنے سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی مراد یہ ہو کہ ” وہ ایک آدھا جملہ بول دے جس میں کوئی مشقت نہیں ہوتی“ یا یہ مراد ہو کہ ”اُس نے اپنی طرف سے اُجرت کی نیت کے بغیر کام کر دیا“ اور اس کے بعد بطورِ عوض کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے۔

سفارش کرنے پر تحفہ نہ لیا:

حضرت سیِّدُنا مَسْرُوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کسی شخص کی سفارش کی تو اس نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ایک لونڈی تحفہ کے طور پر بھیجی آپ نے ناراضی کا اظہار کیا اور اُسے واپس لوٹاتے ہوئے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارے دل میں کیا ہے تو ہرگز تمہاری سفارش نہ کرتا اور اب جو حاجت باقی رہتی ہے اس کے بارے میں بات نہیں کروں گا۔

1... الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ٢/ ٤٨٠، الرقم: ٣٨٩: الحکم بن عبد اللہ بن سعد، بتغیر قلیل
معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبھانی، علی بن ابی طالب بن عبد المطلب، ٣/ ٣٧٥، الحدیث: ٤٩٦٥، بتغیر قلیل

2... حرام کی ایک خاص قسم ”سُحت“ کہلاتی ہے، ہر حرام کو سُحت نہیں کہا جاتا بلکہ اُس شدید حرام کو سُحت کہتے ہیں جس سے مروت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا ارتکاب وہی کرتا ہے جس کا شر اور ہوس زیادہ ہو اور حاکم کی رشوت بھی اسی قبیل سے ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ٦/ ٦١٧)

حضرت سیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سوال کیا گیا کہ بادشاہ کا تحائف لینا کیسا ہے ؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”حرام ہے۔“

سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی دو حکایات:

﴿1﴾... خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دو شہزادوں نے بیتُ المال سے قرض لیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے نصف نفع لے لیا اور فرمایا: ”تمہیں یہ مال مجھ سے نسبت رکھنے کی بنا پر دیا گیا تھا۔“

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایسا اس لئے کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ انہیں یہ مال حکومتی جاہ و مرتبہ کی وجہ سے ملا۔

﴿2﴾... جس وقت اَمِیْنُ الْاُمَّہ حضرت سیِّدُنا ابو عُبَیْدہ بن جَرَّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شام کے گورنر تھے اس وقت اُن کی زوجہ نے ملکہ روم کی طرف خوشبو بھیجی تو اس نے بدلے میں قیمتی موتی بھیجا تو خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وہ موتی لے کر بیچ دیا اور خوشبو کی جو قیمت بنتی تھی وہ اُن کی زوجہ کو دے دی اور باقی رقم بیت المال میں جمع کروادی۔

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ بادشاہوں کو دیئے جانے والے تحائف خیانت کا مال ہیں۔

حکمت بھرا جواب:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز نے کسی کا تحفہ لوٹا دیا تو ان سے عرض کی گئی: دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تحفہ قبول فرمایا کرتے تھے[1] تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”ان کے لئے تحفہ تھا جبکہ ہمارے لئے رشوت ہے۔“

1... صحیح البخاری، کتاب الھبة، باب المکافاة فی الھبة، ۲/۱۷۱، الحدیث: ۲۵۸۵

آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کی وجہ سے آپ کا قرب چاہتے تھے نہ کہ حکومت کی وجہ سے اور ہمیں تو حکومت کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

فیصلہ کن حدیث پاک:

یہاں جتنے بھی اقوال اور روایات بیان کی گئی ہیں درج ذیل حدیث پاک ان سب سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا ابو حُمَید ساعِدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے "ازد" نامی مقام پر ایک شخص کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ صدقات وصول کر کے جب وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو ان صدقات میں سے کچھ اپنے پاس رکھ لیا اور کہا: یہ آپ کا ہے اور یہ میرے لئے تحفہ ہے۔ تو حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر تم سچے ہو تو اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھ گئے تا کہ تمہارے پاس تمہارا تحفہ آجاتا۔ پھر فرمایا: یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں تم میں سے کسی کو عامل مقرر کرتا ہوں تو وہ کہتا ہے کہ "یہ آپ کے لئے ہے اور یہ میرا تحفہ ہے۔" وہ اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گیا کہ اس کے پاس تحفے آتے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی بھی ناحق چیز لے گا تو وہ اسے اٹھائے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو گا، لہٰذا تم میں سے کوئی بھی بروز قیامت اپنے کاندھے پر بلبلاتا ہوا اونٹ یاڈکراتی ہوئی گائے یا ممیاتی ہوئی بکری لے کر نہ آئے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ہاتھ مبارک بلند کئے حتی کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ پھر یوں کہا: "اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا۔"[1]

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب الحیل، باب احتیال العامل لیھدی لہ، ۳۹۸/۴، الحدیث: ٦۹۷۹

الغرض جب اس طرح کی سختیاں ثابت ہیں تو قاضی یا والی کو چاہئے کہ خود کو ماں باپ کے گھر میں تصور کرے۔ پس جتنا اُسے معزول ہونے کے بعد اپنے والدین کے گھر میں دیا جائے گا اُتنا ایامِ حکومت میں لے سکتا ہے اور جس مال کے بارے میں جانتا ہے کہ اسے محض عہدہ کی وجہ سے دیا گیا ہے تو اس کا لینا جائز نہیں اور دوستوں کے جن تحائف میں شبہ ہو کہ معزول ہونے کے بعد بھی اسے دیتے یا نہیں تو یہ مالِ شبہ ہے اس سے بچنا چاہئے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے حلال و حرام کا بیان مکمل ہوا

مُتَکَبِّر جنت میں نہیں جائے گا

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی **تکبُّر** ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔“ ایک شخص نے عرض کی: ”کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ اللہَ جَمِیْلٌ یُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاس یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جمیل ہے، جمال کو پسند فرماتا ہے۔ **تکبُّر** یہ ہے کہ حق بات کا انکار کیا جائے اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھا جائے۔ (صحیح مسلم، الحدیث: ۹۱، ص ٦۰، دار ابن حزم) مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کے الفاظ ”**تکبُّر** حق کو جھٹلانا، لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے“ کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جو کسی معمولی انسان کی بات کو اس لئے جھٹلائے کہ یہ اس (معمولی) آدمی کے منہ سے نکلی ہے اور مساکین کو ذلیل سمجھے۔

(مراٰۃ المناجیح، ٦/ ٦۵۸، مطبوعہ: ضیاء القران لاہور)

اُلفت و بھائی چارے اور صحبت و مُعاشَرَت کے آداب کا بیان

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنے چنے ہوئے بندوں پر فضل فرماتے ہوئے انہیں لطف و کرم سے ڈھانپ لیا اور ان کے دلوں میں محبت ڈالی تو وہ اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے، ان کے سینوں سے کینہ نکالا تو وہ دنیا میں ایک دوسرے کے دوست اور رازدار بن گئے اور آخرت میں ایک دوسرے کے رفیق و خلیل ہوں گے۔ درود ہو حضرت سیِّدُنا محمدِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کے آل واصحاب پر جنہوں نے قول و فعل اور عدل و احسان میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کی۔

رضائے الٰہی کی خاطر کسی سے محبت کرنا اور دین کی خاطر بھائی چارہ قائم کرنا افضل ترین نیکی اور اچھی عادت ہے۔ البتہ! اس کی کچھ شرائط ہیں جن کی رعایت کرنے سے آپس میں دوستی رکھنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر محبت کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ نیز ان شرائط کی رعایت کرنے سے بھائی چارہ کدورتوں کی آمیزش اور شیطانی وسوسوں سے پاک وصاف رہتا ہے جبکہ اس کے سبب انسان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور ان پر محافظت کرنے سے اسے بلند اور اعلیٰ درجات حاصل ہوتے ہیں۔ ہم اس کے مقاصد تین ابواب میں بیان کریں گے:

(۱)...رضائے الٰہی کی خاطر الفت و بھائی چارہ قائم کرنے کی فضیلت، اس کی شرائط و درجات اور فوائد کا بیان۔ (۲)... صحبت (یعنی دوستی) کے حقوق، اس کے آداب، حقیقت اور لوازمات کا بیان۔ (۳)... عام مسلمانوں، رشتے داروں، پڑوسیوں اور مملوکہ شے (مثلاً غلاموں) کے حقوق اور ان کے ساتھ میل جول کی کیفیت کا بیان۔

﴿ صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ﴾ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر 1: # اُلفت وبھائی چارہ کی فضیلت، اس کی شرائط، درجات اور فوائد کا بیان

(یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: ## اُلفت وبھائی چارے کی فضیلت

جان لیجئے کہ اُلفت حُسنِ اَخلاق کا نتیجہ ہے اور اختلاف بداخلاقی کا نتیجہ ہے، اچھے اخلاق کے سبب باہم محبت واُلفت اور موافقت پیدا ہوتی ہے جبکہ بداخلاقی آپس میں بغض وحسد اور جدائی پیدا کرتی ہے کیونکہ پھل اسی وقت اچھا نکلتا ہے جب درخت اچھا ہو۔

حُسنِ اَخلاق کی فضیلت دین میں پوشیدہ نہیں، اسی کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدح فرمائی ہے۔ چنانچہ، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ (پ۲۹، القلم: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

حسن اخلاق کی فضیلت پر مشتمل 6 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ یعنی جو چیز سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی وہ خوفِ خدا اور حُسنِ اَخلاق ہے۔[1]

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا اسامہ بن شریک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! انسان کو سب سے بہتر چیز کون سی عطا کی گئی ہے؟“ تو ارشاد فرمایا: ”حُسنِ اَخلاق۔“[2]

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، ۳/۴۰۴، الحدیث: ۲۰۱۱

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب ما انزل الله داء الا انزل له شفاء، ۴/۸۷، الحدیث: ۳۴۳۶

﴿3﴾... بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَحَاسِنَ الْاَخْلَاقِ یعنی مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔[1]

﴿4﴾... اَثْقَلُ مَا یُوْضَعُ فِی الْمِیْزَانِ خُلُقٌ حَسَنٌ یعنی میزانِ عمل میں رکھی جانے والی سب سے وزنی شے اچھے اخلاق ہیں۔[2]

﴿5﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جسے اچھی صورت وسیرت عطا فرمائی ہے اسے جہنم کی آگ نہ جلا سکے گی۔[3]

﴿6﴾... ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: "اے ابوہریرہ! اچھے اخلاق کو لازم پکڑلو۔" انہوں نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اچھے اخلاق کیا ہیں؟" ارشاد فرمایا: "تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَتُعْطِیْ مَنْ حَرَمَكَ یعنی جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق کو جوڑو، جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو اور جو تمہیں محروم کرے اسے عطا کرو۔"[4]

ظاہر ہو گیا کہ اچھے اخلاق کے نتیجے میں الفت پیدا ہوتی اور وحشت ختم ہوتی ہے کیونکہ اگر درخت اچھا ہو تو پھل بھی اچھا ہی ہوتا ہے جیسا کہ (حسن اخلاق کے متعلق) احادیث مبارکہ مذکور ہوئیں اور جب اس کا سبب تقویٰ، دین اور رضائے الٰہی ہو پھر تو سونے پہ سہاگا ہے۔ اس بارے میں بے شمار آیات، احادیث اور اقوال بزرگانِ دین مروی ہیں (چند ملاحظہ فرمایئے!)۔ چنانچہ،

رضائے الٰہی کے لئے الفت وبھائی چارہ قائم کرنے کی فضیلت پر مشتمل آیات وروایات

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اس عظیم نعمت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ

---

1 ...نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل الثالث والستون والمائتان، ۲/۱۱۰۷، الحدیث: ۱۴۲۵، بتغیر قلیل

2 ...سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، ۳/۴۰۴، الحدیث: ۲۰۱۰، ۲۰۰۹

3 ...مکارم الاخلاق للطبرانی ملحق مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ماجاء فی حسن الخلق، الحدیث: ۱۰، ص ۳۱۵

4 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی حسن الخلق، ۶/۲۶۱، الحدیث: ۸۰۸۱

بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ (پ۱۰، الانفال: ۶۳)

کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے۔

﴿2﴾... ایک آیت مبارکہ میں اس نعمت کا اظہار کرتے ہوئے تفرقہ بازی کی مذمت اور اس پر زجر اس انداز سے فرمایا ہے:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں بٹ نہ جانا) اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا (دشمنی تھی) اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہوگئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں "اِخْوَانًا یعنی بھائی ہونے" سے مراد الفت و محبت قائم ہونا ہے۔

قربِ مصطفےٰ پانے والے:

﴿3﴾... ایک مرتبہ ایک مجلس میں حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے میرے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں، جن کے پہلو دوسروں کے لئے نرم ہیں، جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور ان سے محبت کی جاتی ہے۔"[1]

﴿4﴾... اَلْمُؤْمِنُ اِلْفٌ مَّاْلُوْفٌ وَّلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ یعنی مومن محبت کرتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے اور جو شخص نہ خود محبت کرے نہ اس سے محبت کی جائے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔[2]

1... مکارم الاخلاق للطبرانی ملحق مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ما جاء فی حسن الخلق، الحدیث: ۶، ص ۳۱۴

2... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ۳/ ۳۶۲، الحدیث: ۹۲۰۹

کتاب المجروحین لابن حبان، ۲/ ۴۸، الرقم: ۶۲۴: عمرو بن بکر السکسکی

﴿5﴾... دین کی خاطر بھائی چارہ قائم کرنے والے کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: مَنْ اَرَادَ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا رَزَقَهٗ خَلِیْلًا صَالِحًا اِنْ نَسِیَ ذَکَّرَہٗ وَاِنْ ذَکَرَ اَعَانَهٗ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے نیک دوست عطا فرماتا ہے کہ اگر یہ بھولے تو وہ اسے یاد دلائے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرے۔[1]

﴿6﴾... جب دو بھائی آپس میں ملتے ہیں تو ان کی مثال دو ہاتھوں کی سی ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو دھوتا ہے اور جب دو مومن آپس میں ملتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور ایک کو دوسرے کی طرف سے بھلائی عطا فرماتا ہے۔[2]

﴿7﴾... جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے کسی کو اپنا بھائی بنائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں بلند درجہ عطا فرمائے گا جس تک وہ اپنے کسی عمل کی بدولت نہیں پہنچ سکتا۔[3]

چودھویں کے چاند کی مانند روشن چہرے والے:

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا ابو ادریس خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: "میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپ سے محبت کرتا ہوں۔" حضرت سیدنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ "قیامت کے دن بعض لوگوں کے لئے عرش کے گرد کرسیاں نصب کی جائیں گی، ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے، لوگ گھبراہٹ کا شکار ہوں گے جبکہ انہیں کوئی گھبراہٹ نہ ہو گی، لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہ ہو گا، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دوست ہیں جن پر نہ کوئی اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔" عرض کی

---

1 ...سنن النسائی، کتاب البیعة، باب وزیر الامام، الحدیث: ۴۲۱۰، ص ۶۸۵، بتغیر قلیل

2 ...الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاهین، باب فضل المصافحه للاخوان، ۱/ ۴۹۳، الحدیث: ۴۳۳

قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۳۶۰

آداب الصحبة للسلمی، ومن آداب أن یجتهد فی ستر عورة إخوانه... الخ، الحدیث: ۱۲۸، ص ۹۵

3 ...مسند الشامیین للطبرانی، ۱/ ۱۰۵، الحدیث: ۱۵۷

گئی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کون لوگ ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والے۔“[1]

قابلِ رشک لوگ:

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ”عرش کے گرد نور کے منبر ہوں گے ان پر موجود لوگوں کے لباس اور چہرے نورانی ہوں گے، وہ نہ انبیا ہیں نہ شہدا لیکن ان پر انبیا اور شہدا رشک کریں گے[2]۔“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ان کی صفات بیان فرمادیجئے۔“ ارشاد فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے، اس کی رضا کی خاطر ساتھ بیٹھتے اور اسی کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔“[3]

﴿10﴾... مَا تَحَابَّ اثْنَانِ فِی اللہِ اِلَّا کَانَ اَحَبُّھُمَا اِلَی اللہِ اَشَدُّھُمَا حُبًّا لِصَاحِبِہٖ یعنی جب دو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ان میں سے زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست سے زیادہ محبت کرتا ہے۔[4]

1... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۶۴

2... حدیث مبارکہ میں ”یَغْبُطُ“ فرمایا گیا ہے، اس کے متعلق مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 592** پر فرماتے ہیں: یا تو غبطہ سے مراد ہے خوش ہونا، تب تو حدیث واضح ہے کہ حضرات انبیاء کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) ان لوگوں کو اس مقام پر دیکھ کر بہت خوش ہوں گے اور ان لوگوں کی تعریف کریں گے، اور اگر غبطہ بمعنی رشک ہی ہو تو مطلب یہ ہے کہ اگر حضرات انبیاء و شہداء (عَلَیْہِمُ السَّلَام) کسی پر رشک کرتے تو ان پر کرتے، تو یہ فرضی صورت کا ذکر ہے یا یہ رشک اپنی امت کی بنا پر ہوگا کہ امت محمدیہ میں یہ لوگ ایسے درجے میں ہیں کہ ہماری امت میں نہیں یا یہ مقصد ہے کہ وہ حضرات اپنی امت کا حساب کرا رہے ہوں گے اور یہ لوگ آرام سے ان منبروں پر بے فکری سے آرام کر رہے ہوں گے تو حضرات انبیاء کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) ان لوگوں کی بے فکری پر رشک کریں گے کہ ہم مشغول ہیں یہ فارغ البال۔ بہر حال اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ یہ حضرات انبیاء کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) سے افضل ہوں گے۔

3... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک الاشعری، ۸/۴۴۹، الحدیث: ۲۲۹۶۹

4... صحیح ابن حبان، کتاب البر و الصلۃ، باب الصحبۃ و المجالسۃ، ۱/۳۸۸، الحدیث: ۵۶۷، بتغیر قلیل

المعجم الاوسط، ۲/۱۶۵، الحدیث: ۲۸۹۹

کہا جاتا ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے والوں میں سے جب ایک کو دوسرے سے بلند مقام حاصل ہو گا تو وہ دوسرے کو اپنے ساتھ اس مقام پر لے جائے گا اور وہ اس کے ساتھ اس طرح مل جائے گا جس طرح اولاد اپنے والدین اور اہل خانہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں کیونکہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے بھائی چارہ قائم کیا جائے تو وہ نسبی بھائی چارے سے کم نہیں ہوتا۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍؕ (پ۲۷، الطور:۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندے:

﴿11﴾... حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں، میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں، میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اور میں ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو میری وجہ سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔“[1]

﴿12﴾... قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ”میرے جلال کی خاطر سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج جبکہ میرے (عرش کے) سوا کوئی سایہ نہیں میں انہیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرماؤں گا۔“[2]

سایۂ عرش پانے والے خوش نصیب:

﴿13﴾... جس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے (عرش کے) سوا کوئی سایہ نہ ہو گا اس دن سات بندوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے

1... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث: عمرو بن عبسة، ۷/ ۱۱۳، الحدیث: ۱۹۴۵۵

2... صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فی فضل الحب فی اللہ، الحدیث: ۲۵۶۶، ص ۱۳۸۸

(عرش کے)سائے میں جگہ عطا فرمائے گا:(۱)...انصاف پسند حاکم (۲)...وہ نوجوان جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں زندگی بسر کی ہو(۳)...جو شخص مسجد سے نکلنے کے بعد واپسی کا منتظر رہے حتی کہ لوٹ آئے (۴)...رضائے الٰہی کی خاطر باہم محبت کرنے والے اور اسی کی خاطر ملنے اور جدا ہونے والے (۵)...تنہائی میں رب تعالیٰ کو یاد کرکے آنسو بہانے والا(۶)...وہ مرد جو حسن وجمال اور مال ومنال والی عورت کے بلانے پر کہے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں (۷)...اس طرح رازداری سے صدقہ کرنے والا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا۔[1]

﴿14﴾...جب کوئی شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر دوسرے شخص سے شوق ومحبت کے ساتھ ملاقات کرتا ہے تو ایک فرشتہ اسے ندا دیتا ہے کہ "تو پاک ہے، تیرا چلنا پاک ہے اور تیرے لئے پاک جنت ہے۔"[2]

﴿15﴾...ایک شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے جارہا تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا، فرشتے نے اس سے کہا:"کہاں کا ارادہ ہے؟" اس شخص نے جواب دیا:"اپنے فلاں بھائی سے ملاقات کا ارادہ ہے۔" فرشتے نے کہا:"تمہیں اس سے کوئی حاجت ہے؟" اس نے جواب دیا:"نہیں۔" پھر کہا:"تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے؟" جواب دیا:"نہیں۔" پوچھا:"اس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے؟" جواب دیا:"نہیں۔" فرشتہ کہنے لگا:"پھر اس کی طرف کیوں جارہے ہو؟" اس نے کہا:"میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں۔" فرشتے نے کہا:"مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں خبر دوں کہ اس شخص سے محبت کرنے کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے محبت فرماتا ہے اور اس

1...صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ، الحدیث:۱۰۳۱، ص۵۱۴، بتغیر قلیل
سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، ۴/۱۷۵، الحدیث:۲۳۹۸

2...الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، الحدیث:۷۰۹، ص۲۴۶
سنن الترمذی، کتاب البر الصلۃ، باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان، ۳/۴۰۶، الحدیث: 2015
مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، ۳/۴۰۸، الحدیث:۴۱۲۶

نے تمہارے لئے جنت واجب کر دی ہے۔[1]

﴿16﴾... اَوْثَقُ عُرَی الْاِیْمَانِ اَلْحُبُّ فِی اللهِ وَالْبُغْضُ فِی الله یعنی ایمان کی سب سے مضبوط گرہ یہ ہے کہ کسی سے محبت و عداوت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر ہو۔[2]

اس روایت سے **معلوم** ہوتا ہے کہ بندے پر (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کرنے والوں سے) رضائے الٰہی کے لئے دشمنی رکھنا ضروری ہے جیسا کہ وہ (نیک) لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ان سے محبت کرتا ہے[3]۔

﴿17﴾... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: "دنیا میں جو تم نے زہد اختیار کیا اس کا بدل تمہیں دنیا میں آرام کی صورت میں دے دیا گیا اور جو تم نے لوگوں سے قطع تعلق کر کے مجھ سے تعلق جوڑا اس کے سبب تم معزز بن گئے لیکن کیا تم نے میرے لئے کسی سے دشمنی اور میرے لئے کسی سے دوستی کی؟"

﴿18﴾... رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عَلَیَّ مِنَّۃً فَتَرْزُقَہٗ مِنِّیْ مَحَبَّۃً یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! کسی فاسق وفاجر کو میرا محسن نہ بنا کہ جس کے سبب میرا دل اس کی محبت میں مبتلا ہو جائے۔"[4]

﴿19﴾... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا عیسٰی روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: "اگر تم

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فی فضل الحب فی الله، الحدیث: ۲۵۶۷، ص۱۳۸۸، باختصار

2 ...مسند ابی داود الطیالسی، البراء بن عازب، الحدیث: ۷۴۷، ص۱۰۱

3 ...جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْؕ (پ۲۸، المجادلہ: ۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں **اللہ** اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے **اللہ** اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ اس کے تحت **تفسیر خزائن العرفان** میں ہے کہ مومن سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور اس کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا نہیں کرتا کہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کرے۔ مسئلہ: اس آیت سے **معلوم** ہوا کہ بد دینوں اور بد مذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے مَوَدَّت واختلاط جائز نہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، تحت الآیۃ: ۲۲، پ۲۸)

4 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۷۸/۲

زمین و آسمان میں بسنے والوں کے برابر میری عبادت کرو لیکن تمہاری محبت و عداوت میری خاطر نہ ہو تو یہ عبادت تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گی۔"

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بننے کا نسخۂ کیمیا:

﴿20﴾... حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: "نافرمانوں سے عداوت رکھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بن جاؤ، ان سے دُوری اختیار کرکے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب ہو جاؤ اور ان کی ناراضی کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرو۔" حواریوں نے عرض کی: "یا روحَ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام! پھر ہم کس کی صحبت اختیار کریں؟" ارشاد فرمایا: "ان کی صحبت میں بیٹھو جنہیں دیکھ کر تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ یاد آجائے، جن کا کلام تمہارے عمل میں اضافہ کرے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی طرف راغب کرے۔"

انسانوں میں سے بندے کا حقیقی دشمن:

﴿21﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: "اے ابن عمران! بیدار و ہوشیار رہو اور اپنے لئے دوست تلاش کرو اور جو شخص میری خوشی و رضا پر تمہاری مدد نہ کرے وہ تمہارا دشمن ہے۔"

﴿22﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: "اے داوٗد! کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں لوگوں سے دور تنہا دیکھتا ہوں۔" عرض کی: "الٰہی عَزَّوَجَلَّ! میں نے تیرے لئے مخلوق کو چھوڑ دیا ہے۔" ارشاد فرمایا: "اے داوٗد! بیدار و ہوشیار رہو اور اپنے لئے دوست تلاش کرو اور جو شخص میری خوشی پر تمہاری مخالفت کرے اس کی صحبت سے بچو کہ وہ تمہارا دشمن ہے، تمہارا دل سخت اور تمہیں مجھ سے دور کر دے گا۔"

﴿23﴾... حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام لوگ مجھ سے محبت کریں اور تجھ سے میرا تعلق بھی

سلامت رہے؟" اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں سے ان کی طبیعتوں کے مطابق برتاؤ کرو اور مجھ سے اچھا تعلق رکھو۔"

﴿24﴾... بعض روایات میں ہے کہ "دنیاداروں سے ان کی طبیعتوں کے مطابق برتاؤ کرو اور آخرت کا خوف رکھنے والوں سے آخرت کی باتیں کرو۔"

﴿25﴾... حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تم میں سے زیادہ پسندیدہ بندے وہ ہیں جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور ان سے محبت کی جاتی ہے اور اس کے غضب کا شکار وہ لوگ ہیں جو چغلیاں کرتے اور بھائیوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔"[1]

آگ اور برف:

﴿26﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک فرشتہ ہے جس کا آدھا حصہ آگ سے بنا ہوا ہے اور آدھا برف سے، وہ یہ دعا کرتا رہتا ہے: "اَللّٰھُمَّ کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ کَذٰلِکَ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْن یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جیسے تو نے آگ اور برف میں الفت ڈال دی ہے ایسے ہی اپنے نیک بندوں کے دلوں میں الفت ڈال دے۔"[2]

﴿27﴾... جب بھی کوئی بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے کسی کو اپنا بھائی بناتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں اس کے لئے ایک درجہ بنا دیتا ہے۔[3]

﴿28﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والے سرخ یاقوت کے ستونوں پر ہوں گے جہاں 70 ہزار کمرے ہوں گے، وہ جنتیوں کو دیکھیں گے تو ان کا حسن جنتیوں کے لئے ایسے روشنی فراہم کرے گا جیسے سورج دنیا والوں کے لئے کرتا ہے، جنتی کہیں گے: "ہمیں ان کے پاس لے چلو تاکہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا

---

1 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الغیبۃ والنمیمۃ، باب ماجاء فی ذم النمیمۃ، ۴/۳۹۴، الحدیث: ۱۱۸

2 ... کتاب العظمۃ لابی الشیخ الاصبھانی، باب ذکر خلق الملائکۃ وکثرۃ عددھم، الحدیث: ۳۳۵، ص ۱۲۳، ۱۲۲

3 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب الرغبۃ فی الاخوان والحث علیھم، ۸/۱۵۸، الحدیث: ۲۶
مسند الشامیین للطبرانی، ۱/۱۰۵، الحدیث: ۱۵۷

کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کو دیکھیں۔" (جب وہ ان کے قریب جائیں گے تو) ان کا حسن جنتیوں کے لئے ایسے روشن ہو گا جیسے سورج دنیا والوں کے لئے روشن ہوتا ہے، ان پر سبز ریشمی لباس ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہو گا: "اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی الله یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرنے والے۔"[1]

رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے کی فضیلت پر مشتمل 12 اقوال بزرگان دین

﴿1﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا: بھائی چارہ قائم کرنا خود پر لازم کر لو کیونکہ دنیا و آخرت میں یہی (یعنی اچھے دوست) تمہارا سہارا ہیں۔ کیا تم نے جہنمیوں کا یہ قول نہیں سنا؟

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

(پ۱۹، الشعرآء: ۱۰۱، ۱۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غم خوار دوست۔

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر میں دن میں روزہ رکھوں اور افطار نہ کروں، رات بھر بغیر سوئے قیام کروں اور وقفے وقفے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مال خرچ کرتا رہوں لیکن جس دن مروں اس دن میرے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کی محبت اور اس کے نافرمانوں سے عداوت نہ ہو تو یہ تمام چیزیں مجھے کچھ نفع نہ دیں گی۔

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا ابنِ سماک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے وفات کے وقت فرمایا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو جانتا ہے اگرچہ میں تیری نافرمانی کیا کرتا تھا لیکن تیرے فرمانبرداروں سے محبت بھی کرتا تھا، میرے اسی عمل کے سبب مجھے اپنا قرب عطا فرما دے۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کا قول حضرت سیِّدُنا ابنِ سماک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے قول

---

[1] ...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الجنة، ماذکر فی الجنة... الخ، ۸/ ۸۸، الحدیث: ۱۴۸

کے برعکس ہے۔ چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! تجھے یہ قول ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی (کل قیامت کے دن) بندہ اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے'' دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ نیک لوگوں کا ساتھ تجھے اعمال کے بغیر حاصل نہیں ہو گا کہ یہود و نصاریٰ بھی اپنے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے محبت کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے ساتھ نہیں ہوں گے۔

اس فرمان سے اس طرف اشارہ ہے کہ نیک لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اعمال میں ان کی پیروی کی جائے۔

﴿5﴾... حضرت سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: افسوس! تم جنّت الفردوس میں انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پڑوس تو چاہتے ہو لیکن کیا تم نے کوئی عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے کیا ہے؟ کوئی خواہش تم نے اس کی رضا کے لئے ترک کی ہے؟ کبھی اس کی رضا کے لئے غصے کو قابو کیا ہے؟ اس کی رضا کے لئے کوئی ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑا ہے؟ اپنے بھائی کی کوئی غلطی اس کی رضا کے لئے معاف کی ہے؟ کسی قریبی رشتہ دار سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے دوری اختیار کی ہے؟ دور رہنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے کبھی اپنے قریب کیا ہے؟

افضل عمل:

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی: ''کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟'' تو حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ''الٰہی! میں نے تیرے لئے نماز پڑھی، تیرے لئے روزہ رکھا، تیرے لئے صدقہ کیا اور تیری ہی رضا کے لئے زکوٰۃ دی۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''نماز تیرے لئے دلیل ہے، روزہ تیرے لئے جنت کی ڈھال ہے، صدقہ تیرے لئے سایہ ہے اور زکوٰۃ تیرے لئے نور ہے، تو نے میرے لئے کون سا عمل کیا؟'' تو حضرت سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ''الٰہی! مجھے ایسا عمل بتا جو تیرے لئے ہو؟'' فرمایا: ''موسیٰ! کیا تو نے کبھی کسی سے

میرے لئے دوستی اور میرے لئے دُشمنی کی ہے؟" تو حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جان لیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے دوستی اور اس کی رضا کے لئے دشمنی رکھنا افضل عمل ہے۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص رکن اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر 70 سال عبادت کرے پھر بھی قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اسی کے ساتھ اٹھائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: فاسق سے قطع تعلق کرنا قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے۔

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک شخص نے عرض کی: "میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپ سے محبت کرتا ہوں۔" آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "جس کی رضا کے لئے تم مجھ سے محبت کرتے ہو وہ بھی تم سے محبت کرے۔" پھر اپنا چہرہ پھیرتے ہوئے کہنے لگے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تیرے لئے مجھ سے محبت کی جائے اور تو مجھے ناپسند کرتا ہو۔"

﴿9﴾... ایک شخص حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اِسْتِفْسار فرمایا: "کیا کام ہے؟" کہنے لگا: "آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔" فرمایا: تم نے تو زیارت کرکے اچھا کام کیا ہے لیکن میری طرف دیکھو اس وقت مجھ پر کیا گزرے گی جب مجھ سے کہا جائے گا: "تو کون ہے کہ تیری زیارت کی جاتی تھی، کیا تو زاہد تھا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہرگز نہیں، عابد تھا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہرگز نہیں، نیک تھا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہرگز نہیں۔" پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر اسے ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے: "تو جوانی میں فاسق تھا، جب بوڑھا ہوا تو ریاکار ہو گیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ریاکار، فاسق سے زیادہ برا ہے۔"

﴿10﴾... خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جب تم سے کوئی مسلمان بھائی محبت کرے تو اسے نہ کھونا کہ ایسے دوست بہت کم ملتے ہیں۔

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے جب ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہیں تو ان کی خطائیں ایسے مٹتی ہیں جیسے سردیوں میں درختوں کے خشک پتے جھڑ جاتے ہیں۔

﴿12﴾... حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: انسان کا محبت و مہربانی کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

دوسری فصل:

اُخُوَّت و محبت کب رضائے الٰہی کے لئے اور کب دنیا کے لئے؟

جان لیجئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے اور اس کی رضا کے لئے عداوت رکھنے کا معاملہ پوشیدہ ہے، ہم اپنے کلام کے ذریعے اس سے پردے ہٹا کر اسے ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کسی سے ملنے اور اس کی صحبت اپنانے کی اقسام:

صحبت کی دو قسمیں ہیں: (۱)... وہ جو اتفاقاً حاصل ہو، مثلاً پڑوسی ہونا یا مکتب، مدرسہ، بازار، حکمران کے دربار یا سفر میں ساتھ جمع ہونا۔ (۲)... صحبت کی دوسری قسم وہ ہے جو اختیار و ارادے سے اپنائی جاتی ہے۔

ہمارا ارادہ اسی کو بیان کرنے کا ہے کیونکہ ثواب افعالِ اختیاریہ پر ملتا ہے، لہٰذا دینی بھائی چارہ اسی قسم میں واقع ہوتا ہے اور اسی کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے۔

صحبت سے مراد ساتھ بیٹھنا، ملنا جلنا اور پڑوسی بننا ہے، انسان یہ معاملات اسی کے ساتھ چاہتا ہے جس سے محبت کرتا ہے کیونکہ جس سے وہ محبت نہیں کرتا اس سے دوری چاہتا ہے، میل جول کا ارادہ نہیں رکھتا۔

محبّت کی چار اقسام:

انسان بعض اوقات کسی سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس کا محبوب و مقصود وہی ذات ہوتی ہے، کبھی کسی

سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنا مقصود و محبوب حاصل کرے جو کہ اس کا غیر ہوتا ہے، اب یہ غیر بعض اوقات دنیا اور اس کی رنگینیوں پر منحصر ہوتا ہے، کبھی دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت سے بھی اس کا تعلق ہوتا ہے اور کبھی اس غیر کا تعلق خالصتاً ذات باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اس طرح محبت کی چار اقسام ہیں:

(1)... کسی کی ذات کی وجہ سے اس سے محبت کرنا:

کبھی انسان کسی کی ذات کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے اور ایسا ممکن ہے کہ انسان کسی کو دیکھ کر، اسے پہچان کر اور اس کی عادات کا مشاہدہ کرکے خوش ہو کیونکہ انسان اسے حسین و جمیل خیال کرتا ہے اور ہر حسین و جمیل شے اسی شخص کو خوش کرتی ہے جو اس کے جمال کا اِدراک کرچکا ہو اور خوش کرنے والی ہر شے محبوب ہوتی ہے، خوشی حسن و جمال کے تابع ہے اور کسی کو حسین و جمیل خیال کرنا انسانی طبیعتوں کے تابع ہوتا ہے۔ پھر انسان جسے حسین خیال کرتا ہے وہ یا تو ظاہری صورت کے اعتبار سے اسے اچھا سمجھتا ہے یا پھر باطنی صورت یعنی کامل عقل اور حسنِ اخلاق کی وجہ سے اچھا سمجھتا ہے کیونکہ اچھے اخلاق اچھے افعال کا باعث ہوتے ہیں اور عقل کا کامل ہونا کثرتِ علم کا باعث ہے۔ ان تمام امور کو طبعِ سلیم رکھنے اور شریعت کی پیروی کرنے والا اچھا گمان کرتا ہے اور اچھی گمان کی جانے والی ہر شے خوش کرتی اور محبوب ہوتی ہے۔

دلوں کا آپس میں محبت کرنا اس سے بھی زیادہ باریک و پوشیدہ معاملہ ہے کیونکہ کبھی دو اشخاص بغیر اچھی سیرت و صورت کے بھی بے پناہ محبت کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کا باطن ایک دوسرے کے مناسب ہوتا ہے جو ان میں الفت و موافقت کا باعث ہوتا ہے کیونکہ کوئی بھی شے اپنی جیسی شے کی طرف طبعی طور پر میلان رکھتی ہے اور باطنی معاملہ انتہائی پوشیدہ ہے اور اس کے اسباب انتہائی باریک ہیں جن پر مطلع ہونا انسانی قوت سے باہر ہے۔ چنانچہ،

باہم اُلفت ہونے یا نہ ہونے کا سبب:

حضور سیِّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسی بات کو یوں بیان فرماتے ہیں: ''اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ

مِنۡهَا ائۡتَلَفَ وَمَاتَنَاکَرَ مِنۡهَا اخۡتَلَفَ یعنی روحیں مخلوط لشکر ہیں، ان میں سے جو جان پہچان رکھتی ہیں وہ الفت (محبت) کرتی ہیں اور جو اجنبی رہ چکی ہیں وہ الگ رہتی ہیں[1]۔[2]

معلوم ہوا کہ نہ جاننا ایک دوسرے سے جدا ہونے کا نتیجہ ہے اور باہم محبت و الفت ایک دوسرے کو پہچاننے کا نتیجہ ہے جیسا کہ حدیث پاک میں بیان کیا گیا۔

ایک روایت میں اس طرح ہے: ''اَلۡاَرۡوَاحُ جُنُوۡدٌ مُّجَنَّدَۃٌ تَلۡتَقِیۡ فَتَتَشَامُّ فِی الۡھَوَاءِ یعنی روحیں مخلوط لشکر کی صورت میں ہوا میں ایک دوسرے کے قریب ہوتی اور ملاقات کرتی ہیں۔''[3]

ان احادیث کی مراد بعض علما ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے روحوں کو پیدا فرمایا تو انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور عرش کے گرد پھرایا، ان میں سے جنہوں نے وہاں ایک دوسرے کو پہچان لیا وہ دنیا میں بھی باہم ملاقات کرتی ہیں۔ چنانچہ،

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مومنین کی روحیں ایک دن کی

1... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الۡحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 584** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی انسانی روحیں بدنوں میں آنے سے پہلے آپس میں مخلوط تھیں اس طرح کہ سعید روحیں ایک گروہ تھیں اور شقی روحیں دوسرا گروہ مگر سعید آپس میں مخلوط تھیں اور شقی آپس میں مخلوط۔ جب یہ روحیں بدنوں میں آئیں تو ہر روح کو اس روح سے الفت ہو گئی جس کے ساتھ پہلے خلط ملط رہ چکی ہے اگرچہ دنیا میں مختلف زمانوں مختلف زمینوں میں رہیں۔ جو روحیں وہاں عالم ارواح میں الگ الگ تھیں کہ یہ روح ایک زمرہ کی تھی وہ روح دوسرے زمرہ کی وہ بدن میں آنے کے بعد اگرچہ ایک جگہ رہیں مگر ان میں الفت نہ ہوگی نفرت ہوگی:

ناریاں مَر ناریاں را طالب اَنْد   نُوریاں مَر نُوریاں را جاذب اَنْد

کنعان حضرت نوح عَلَیۡہِ السَّلَام کا بیٹا ہو کر الگ رہا، بلقیس یمن میں رہتے ہوئے حضرت سلیمان عَلَیۡہِ السَّلَام کے پاس پہونچ گئی، ابو جہل مکہ میں رہتے ہوئے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے دور رہا، اویس قرنی (عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡغَنِی) دور رہتے ہوئے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے قریب ہو رہے۔ بُعدِ دار اور قُربِ مزار کچھ نہیں۔

2... صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جنود مجندۃ، ۲/۴۱۳، الحدیث: ۳۳۳۶

3... المعجم الاوسط، ۴/۶۳، الحدیث: ۵۲۲۰، بتغیر قلیل

مسافت پر ایک دوسرے سے ملتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی نے دوسرے کو نہیں دیکھا ہوتا۔"[1]

مروی ہے کہ مکہ مُعَظَّمہ میں ایک عورت دوسری عورتوں کو ہنسایا کرتی تھی اور مدینہ منورہ میں بھی ایسی ایک عورت تھی، مکہ مکرمہ والی عورت مدینہ شریف آکر ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ملنے کے لئے حاضر ہوئی اور آپ کو ہنسایا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے استفسار فرمایا: "تم کہاں ٹھہری ہوئی ہو؟" اس نے اپنی اس سہیلی کا نام بتایا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سچ فرمایا، میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا کہ "اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ یعنی روحیں مخلوط لشکر ہیں۔"[2]

اس سلسلے میں حق یہ ہے کہ مشاہدہ و تجربہ اس بات پر گواہ ہیں کہ باہمی محبت اس وقت پائی جاتی ہے جب طبیعتیں ایک دوسرے کے موافق ہوں اور طبیعتوں کا ظاہری و باطنی طور پر باہم موافق ہونا یقینی بات ہے۔

وہ اسباب جو اس مناسبت و موافقت کا باعث ہوتے ہیں ان پر مطلع ہونا انسان کی طاقت سے باہر ہے اور کوئی نجومی زیادہ سے زیادہ یہاں تک نامعقول بات کہہ سکتا ہے کہ جب ایک کا زائچہ دوسرے کے زائچے کے چھٹے حصے یا تیسرے حصے پر ہو تو یہ محبت و موافقت کی دلیل ہے اور یہ صورت باہم مناسبت و محبت کا تقاضا کرتی ہے اور جب ایک کا زائچہ دوسرے کے مقابل ہو یا دوسرے کے زائچے کے چوتھے حصے پر ہو تو یہ صورت بغض و عداوت کا تقاضا کرتی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین و آسمان کی تخلیق میں جو طریقہ جاری فرمایا ہے اگر اس میں بھی یہ بات اسی طرح سچی ہو تو اس میں اشکالات اصل مناسبت سے بھی زیادہ ہوں گے، لہٰذا جس چیز کا راز انسان پر ظاہر نہیں کیا گیا اس میں غور و خوض کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہمیں تو بہت کم علم دیا گیا ہے، ہمیں اس کی تصدیق کرنے کے لئے تجربہ و مشاہدہ ہی کافی ہے۔

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/ ۶۸۳، الحدیث: ۷۰۶۸
نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل الثلاثون والمائة، ۱/ ۵۲۰، الحدیث: ۷۴۹

2 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی المقاربة... الخ، ۶/ ۴۹۷، الحدیث: ۹۰۳۹

اس کے بارے میں روایت میں آیا ہے کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر مومن کسی مجلس میں آئے جس میں 100 منافق اور ایک مومن ہو وہ مومن کے پاس ہی بیٹھے گا اور منافق کسی مجلس میں آئے جس میں 100 مومن اور صرف ایک منافق ہو تو آنے والا منافق اس منافق کے پاس ہی بیٹھے گا۔“[1]

مذکورہ حدیثِ پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر شے طبعی طور پر اپنی مشابہ چیز کی طرف میلان رکھتی ہے اگرچہ اسے اس بات کا شعور نہ ہو۔

کبوتر اور کوا:

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرمایا کرتے: ”دس بندوں میں سے وہی دو بندے آپس میں متفق ہوتے ہیں جن میں کوئی ایک صفت یکساں ہو اور انسان پرندوں کی مانند ہے کہ وہی دو پرندے ساتھ اڑتے ہیں جن میں کوئی مناسبت ہوتی ہے۔“ ایک روز آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کوّے کو کبوتر کے ساتھ اُڑتے دیکھا تو متعجب ہو کر فرمایا: ”یہ دونوں اکٹھے ہیں حالانکہ ان کی شکلیں مختلف ہیں۔“ غور سے دیکھا تو دونوں ایک پاؤں سے معذور تھے پھر فرمایا: ”اسی وجہ سے دونوں اکٹھے ہیں۔“

کسی دانا (عقل مند) کا قول ہے: ”ہر انسان اپنی شکل سے مانوس ہوتا ہے جیسا کہ پرندہ اپنی ہی جنس کے ساتھ اُڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ دو شخص اگرچہ ایک عرصہ ساتھ رہیں لیکن ان کی طبیعتیں یکساں نہ ہوں تو آخر کار وہ جدا ہو جائیں گے۔“

یہ ایک پوشیدہ بات ہے جسے شاید شعرا ہی سمجھتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

وَقَائِلٌ كَيْفَ تَفَارَقْتُمَا ... فَقُلْتُ قَوْلًا فِيْهِ اِنْصَافُ

لَمْ يَكُ مِنْ شَكْلِيْ فَفَارَقْتُهُ ... وَالنَّاسُ اَشْكَالٌ وَّ اُلَّافُ

---

[1] ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی المقاربۃ... الخ، ۶/۴۹۷، الحدیث: ۹۰۳۸

ترجمہ: (۱)... کسی کہنے والے نے کہا کہ تم ایک دوسرے سے جدا کیوں ہو گئے؟ میں نے اس سے ایک ایسی بات کہی جو انصاف پر مبنی ہے۔

(۲)... کہ وہ میرا ہم شکل نہیں تھا اس لئے میں اس سے جدا ہو گیا کیونکہ لوگ جب ہم شکل ہوتے ہیں تو ہی ان میں محبت ہوتی ہے۔

اس سارے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کبھی کسی فائدے کے بغیر محض ذات کی وجہ سے کسی سے محبت کرتا ہے کہ ان کی باطنی طبیعتوں اور پوشیدہ اخلاق میں موافقت و مناسبت پائی جاتی ہے۔

حسن و جمال کی وجہ سے کسی سے محبت کرنا بھی اسی قسم میں داخل ہے جبکہ اس سے قضائے شہوت مقصود نہ ہو کیونکہ اچھی صورتوں کو دیکھنے سے آنکھوں کو لذّت حاصل ہوتی ہے اگرچہ شہوت بالکل نہ ہو حتی کہ پھل، پھول، کلی، سرخی آمیز سیب، جاری پانی اور سبزے کی طرف دیکھ کر بھی آنکھوں کو لذت حاصل ہوتی ہے حالانکہ ان سے اور کوئی غرض نہیں ہوتی لیکن رضائے الٰہی کی خاطر کی جانے والی محبت اس قسم میں داخل نہیں کیونکہ یہ محبت طبعی و نفسانی خواہش کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ غیر مسلم کو بھی ہوتی ہے۔

محبوب، مذموم اور مباح محبت:

اس قسم کی محبت کے ساتھ جب کوئی مذموم غرض مل جائے تو یہ محبت بھی مذموم ہو جاتی ہے مثلاً کسی حسین و جمیل صورت سے نفسانی خواہش پوری کرنے کی خاطر محبت کرنا، یہ مذموم محبت ہے کیونکہ یہ جائز نہیں اور اگر اس محبت کے ساتھ کوئی مذموم غرض نہ ملی ہو تو یہ مباح ہوتی ہے کہ نہ تعریف کی جاتی ہے نہ مذمت کیونکہ محبت تین طرح کی ہوتی ہے: (۱)... قابل تعریف (جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو) (۲)... قابل مذمت (جس میں کوئی فاسد غرض شامل ہو) (۳)... مباح (جو ان دونوں کے علاوہ ہو)۔

(2)... دنیاوی مقصد پانے کے لئے کسی سے محبت کرنا:

(محبت کی چار اقسام میں سے دوسری قسم) کسی سے اس لئے محبت کرنا کہ اس کے ذریعے کسی دوسری شے تک

پہنچا جا سکے تو یہ ذات اصل محبوب تک پہنچے کا وسیلہ ہو گی اور محبوب تک پہنچانے والا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہے کیونکہ جب کسی سے دوسری شے کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے تو حقیقی محبوب اگرچہ اس کا غیر ہی ہوتا ہے لیکن محبوب تک پہنچنے کا راستہ بھی محبوب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی محبوب ترین چیز سونا اور چاندی ہے اگرچہ ان کی ذات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ نہ تو ان کو کھایا جاتا ہے نہ پہنا جاتا ہے لیکن یہ محبوب اشیاء تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتے ہیں۔

سونے چاندی کی طرح بعض لوگوں سے بھی اس لئے محبت کی جاتی ہے کہ وہ مقصود تک پہنچے کا وسیلہ ہوتے ہیں، ان کے ذریعے جاہ و مرتبہ، مال یا علم حاصل کیا جاتا ہے۔ مثلاً بعض اوقات انسان بادشاہ سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس کے مال یا اس کے جاہ و مرتبہ سے نفع حاصل کر سکے، بادشاہ کے خاص لوگوں سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ بادشاہ کے سامنے اس کی تعریفیں کریں اور بادشاہ کے دل میں اس کی جگہ بنائیں، لہٰذا اگر انسان کا حقیقی محبوب صرف دنیاوی آسائش کا فائدہ ہو تو یہ محبت ”رضائے الٰہی کے لئے محبت“ کے زمرے میں نہیں آئے گی اور اگر انسان کا حقیقی محبوب صرف دنیاوی فائدہ نہ ہو لیکن اس کا تعلق صرف دنیا سے ہو۔ مثلاً شاگرد کا استاذ سے محبت کرنا، یہ محبت بھی ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت“ کے زمرے میں نہیں آئے گی کیونکہ شاگرد استاذ سے صرف اس لئے محبت کرتا ہے کہ اپنی ذات کے لئے علم حاصل کر سکے تو شاگرد کا محبوب اپنے لئے علم حاصل کرنا ہوا، اگر علم حاصل کرنے سے شاگرد کی نیت صرف جاہ و جلال، مال و منال اور مخلوق میں مقبولیت حاصل کرنے کی ہو تو اس کا محبوب جاہ و مرتبہ اور مخلوق میں مقبولیت حاصل کرنا ہوا اور علم جاہ و مرتبہ پانے کا وسیلہ بنا اور استاذ علم حاصل کرنے کا وسیلہ بنا اور ان میں سے کوئی چیز ”رضائے الٰہی کے لئے محبت“ کے زمرے میں نہیں آتی کیونکہ یہی تمام چیزیں اس کا بھی مقصود ہوتی ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان نہیں رکھتا (یعنی کافر)۔

دنیاوی مقصد کے لئے کسی سے محبت کرنے کی پھر دو صورتیں ہیں: (۱)...اگر اس کے ذریعے مذموم مقاصد کا ارادہ کیا جائے۔ مثلاً ہم عصروں پر غالب آنا، یتیموں کا مال کھانا اور قاضی کا عہدہ پا کر رعایا پر ظلم کرنا

وغیرہ تو یہ محبت بھی مذموم ہوگی اور (۲)...اگر اس کے ذریعے جائز مقاصد کا ارادہ کیا جائے تو یہ محبت جائز ہوگی کیونکہ ذریعہ و وسیلہ کا حکم اصل مقصود سے ہی لیا جاتا ہے کہ وسیلہ اسی کے تابع ہوتا ہے خود قائم نہیں ہوتا۔

(3)...اُخروی مقصد کے لئے کسی سے محبت کرنا:

(محبت کی چار اقسام میں سے تیسری قسم) کسی سے اس کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے غیر کے سبب محبت کرنا اور وہ غیر دنیاوی فائدہ نہ ہو بلکہ اخروی فائدہ ہو۔ یہ صورت بھی واضح ہے اس میں کوئی ابہام نہیں۔ مثلاً کسی کا اپنے استاذ اور شیخ سے اس لئے محبت کرنا کہ ان کے ذریعے وہ علم حاصل کرکے اچھے اعمال کر سکے اور علم و عمل سے اس کا ارادہ آخرت میں کامیابی پانا ہو تو ایسا شخص ان لوگوں کے زمرے میں آئے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

اسی طرح جو استاذ اپنے شاگرد سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ شاگرد اس سے علم حاصل کرتا ہے اور اسے شاگرد ہی کی بدولت سکھانے کا موقع ملا جس کے سبب آسمانی سلطنتوں میں اس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: "جس نے علم حاصل کیا، اس پر عمل کیا اور اسے دوسروں کو سکھایا تو وہ آسمانی سلطنتوں میں عظیم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

اور "سکھانا" اسی وقت ممکن ہے جب کوئی سیکھنے والا بھی ہو تو معلوم ہوا کہ شاگرد اس کمال تک پہنچنے کا آلہ ہے، لہٰذا اگر استاذ شاگرد سے اس لئے محبت کرے کہ شاگرد اسے درجۂ کمال تک پہنچانے کا آلہ ہے اور شاگرد کا سینہ ایسا کھیت ہے جس میں استاذ کاشت کاری کرتا ہے جس کے سبب آسمانی سلطنتوں میں اسے عظمت ملتی ہے تو یہ شخص بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والوں کے زمرے میں آئے گا۔

رضائے الٰہی میں داخل محبتیں:

❀...جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اپنا مال صدقہ کرے، اس کا قرب پانے کے لئے مہمانوں کو جمع کرے اور ان کے لئے لذیذ کھانے تیار کرے اور اچھے کھانے بنانے کی وجہ سے ملازم سے محبت کرے تو یہ شخص بھی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والا شمار ہو گا، اسی طرح اگر یہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کی طرف سے مستحقین کو صدقہ پہنچاتا ہے تو اس وقت بھی یہ رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والا شمار ہو گا۔

❀...بلکہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی مالدار اپنے کپڑے دھونے والے، گھر کی صفائی کرنے والے اور کھانا پکانے والے (ملازمین) سے محبت کرتا ہے جن کی بدولت اسے علم و عمل کے لئے وقت مل جاتا ہے اور یہ کام کروانے کا مقصد خود کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مشغول رکھنا ہو تو یہ شخص بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہو گا۔

❀...مزید ہم یہ بھی کہیں گے کہ اگر کوئی مالدار اس شخص سے محبت کرے جس پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، اسے لباس، کھانا، رہائش اور دنیا کی تمام ضروری اشیاء فراہم کرتا ہے اور اس کا مقصد اس مستحق کو علم و عمل حاصل کرنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب پانے کے لئے فارغ کرنا ہو تو یہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہو گا۔

اَسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا ایک گروہ ایسا تھا جن کی کفالت مالدار کیا کرتے تھے، لہٰذا دونوں (یعنی مدد کرنے والے اور جن کی مدد کی گئی) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والے شمار ہوں گے۔

❀...بلکہ اگر کوئی شخص کسی نیک عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ اس کے ذریعے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ سکے اور اپنے دین کو بچائے رکھے یا نیک اولاد کے حصول کے لئے نکاح کرے جو اس کے لئے دعا کرے اور اپنی زوجہ سے اس لئے محبت کرے کیونکہ یہ ان دینی مقاصد کے حصول کا آلہ ہے تو یہ شخص بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والا شمار ہو گا۔

اسی لئے روایات میں اہل و عیال پر خرچ کرنے حتی کہ مرد اگر اپنی زوجہ کو ایک لقمہ کھلائے تو اس کے متعلق بھی بے شمار اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے۔[1]

1...صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الاھل، ۳/۵۱۲، الحدیث: ۵۳۵۴

❀...بلکہ جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والا، اس کی رضا چاہنے والا اور کل قیامت میں اس سے ملاقات کا شوق رکھنے والا مشہور ہو اگر وہ غَیْرُ اللہ سے محبت کرے تو بھی رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والا شمار ہو گا کیونکہ وہ اسی شے سے محبت کرے گا جو اس کے نزدیک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قریب کرنے والی اور اس کی رضا کا ذریعہ ہے۔

❀...بلکہ اگر کوئی شخص اپنے دل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور دنیا دونوں کی محبتیں جمع کرنا چاہتا ہو اور اس مقصد کے لئے کسی ایسے شخص سے محبت کرے جو ان دونوں میں کامیاب ہو تاکہ اس کے ذریعہ یہ بھی دونوں کو برقرار رکھ سکے تو ایسا شخص بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہو گا۔ جیسا کہ طبعی طور پر دنیوی راحت اور اُخروی سعادت کا طلب گار شاگرد اپنے استاذ سے اس لئے محبت کرے کہ وہ دین سکھانے کے ساتھ ساتھ مالی تعاون کے ذریعے اس کی دنیاوی ضروریات پوری کرتا ہے تو وہ بھی رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والا شمار کیا جاتا ہے۔

کیا دنیا سے بے رغبتی محبت الٰہی کے لئے شرط ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کے لئے ہرگز یہ شرط نہیں کہ دنیا سے بالکل بے رغبتی اختیار کر لی جائے کیونکہ جن دعاؤں کا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حکم فرمایا ہے وہ دنیا و آخرت دونوں کو شامل ہیں، ان میں سے ایک دعا یہ ہے: ”رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔“[1]

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا میں بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ”اَللّٰھُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوِّیْ وَلَا تَسُؤْبِیْ صَدِیْقِیْ وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّیْ یعنی اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میرے دشمن کو مجھ پر خوش ہونے کا موقع نہ دے، میری وجہ سے میرے دوست کو برائی نہ پہنچے، مجھے دینی مصائب سے

1...پ۲، البقرۃ: ۲۰۱

محفوظ فرما اور دنیا کو میرا سب سے بڑا مقصد نہ بنا۔"[1]

"دشمن کا کسی پر ہنسنا" اس کا تعلق دنیا سے ہے آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے محفوظ رہنے کی دعا کی لیکن دنیا سے بالکل کنارہ کش رہنے کی دعا نہ کی بلکہ یہ دعا کی کہ دنیا کو میرا سب سے بڑا مقصد نہ بنا۔

حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک دعا میں عرض کی: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً اَنَالُ بِھَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ایسی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعے دنیا و آخرت میں تیری بزرگی کا شرف پاسکوں۔"[2]

ایک مرتبہ یوں دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ مِنْ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَبَلَاءِ الْاٰخِرَةِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے عافیت عطا فرما۔"

خلاصہ یہ ہے کہ جب اُخروی سعادت طلب کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کے منافی نہیں تو دنیا میں سلامتی، صحت، کفایت اور عزت و بزرگی طلب کرنا کیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کے منافی ہو سکتا ہے؟ اور دنیا و آخرت گویا انسان کی دو حالتیں ہیں اور ایک حالت دوسری سے زیادہ قریب ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے نفس کے لئے آئندہ کل ملنے والے نفع کو تو پسند کرے لیکن آج ملنے والے نفع کو ناپسند کرے؟

دُنیوی نفع کی اقسام:

ہاں آئندہ کل (یعنی آخرت) کے نفع سے اس لئے محبت کی جاسکتی ہے کہ یہ دائمی حالت ہے لیکن یہ بھی اس کے لئے ہے جو اس کا طلب گار ہو اور آج (یعنی دنیا) کے نفع کی دو قسمیں ہیں: (۱)...وہ نفع اُخروی نفع کی ضد اور اس کی راہ میں رکاوٹ ہو۔ یہی وہ دنیوی نفع ہے جس سے انبیائے کرام و اولیائے عظام عَلَیْہِمُ السَّلَام نے خود

1...جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب القول حین یمسی و حین یصبح، ۱۱/۹۳، الحدیث: ۲۰۰۰۵
مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، باب دعاء عیسی بن مریم، ۷/۶۰، الحدیث: ۱

2...سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم ۳۰، ۵/۲۶۴، الحدیث: ۳۴۳۰

بھی احتراز فرمایا اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کا حکم فرمایا۔ (۲)...وہ نفع اُخروی نفع کی ضد نہ ہو۔ یہ دُنیوی نفع اُخروی نفع کے حصول میں رکاوٹ نہیں ہوتا۔ مثلاً نکاحِ صحیح اور حلال کھانا وغیرہ۔

عقل مند شخص کو چاہئے کہ دُنیوی نفع جو اُخروی نفع کی ضد (اور اس راہ میں رکاوٹ) ہے اسے اپنی عقل کے ذریعے ناپسند کرے اور اس سے محبت نہ کرے اگرچہ طبیعت اس طرف مائل ہو جیسا کہ اُس مزیدار و لذیذ کھانے کو ناپسند کرتا ہے جو کسی بادشاہ کی مِلک میں ہو اور اسے معلوم ہے کہ اگر اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کے ہاتھ یا گردن کو کاٹ دیا جائے گا حالانکہ کھانا تو ایسا ہے کہ اس کی طرف طبیعت کا مائل نہ ہونا یا اس کھانے سے لذت حاصل نہ ہونا محال ہے لیکن اس کی عقل اسے اس کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے سے اس ضرر کی وجہ سے روک دیتی ہے جو اس کھانے کے ساتھ متعلق ہے۔

حاصل کلام:

مذکورہ بحث کا مقصد یہ ہے کہ اگر شاگرد اپنے استاذ سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ استاذ اس کی دنیوی معاونت کرتا ہے اور علم بھی سکھاتا ہے یا استاذ شاگرد سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ اس سے علم حاصل کرتا ہے اور اس کی خدمت بھی کرتا ہے تو اگرچہ ان میں سے ایک فائدہ دنیوی اور ایک اُخروی ہے لیکن پھر بھی وہ دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے والوں کے زمرے میں آئیں گے۔ لیکن اس محبت کے لئے ایک شرط ہے کہ وہ اس حیثیت سے ہو کہ اگر شاگرد اس سے علم حاصل کرنا چھوڑ دے یا شاگرد کے لئے اس سے علم حاصل کرنا مشکل ہو جائے تو اس کے سبب اس کی محبت میں بھی کمی آجائے پھر علم کے فقدان کے سبب محبت میں جو کمی واقع ہوئی ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے اور اسے اتنی مقدار پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنے کا ثواب حاصل ہو گا۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تم کسی انسان سے اس لئے شدید محبت کرو کہ تمہارے مقاصد اس کے ساتھ وابستہ ہیں، پھر اگر بعض مقاصد حاصل نہ ہوں تو تمہاری محبت میں بھی کمی واقع ہو جائے گی اور اگر

مقاصد میں اضافہ ہو جائے تو تمہاری محبت میں اضافہ ہو جائے گا جیسا کہ اگر سونا چاندی برابر مقدار میں موجود ہوں تو چاندی کے مقابلے میں سونے میں تمہاری محبت ورغبت زیادہ ہو گی کیونکہ سونے سے حاصل ہونے والے مقاصد چاندی کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ جب مقاصد زیادہ ہونے کی وجہ سے محبت میں اضافہ ہو سکتا ہے تو دینی ودنیوی مقاصد کا کسی میں جمع ہونا اور ایسے شخص کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرنا بھی محال نہیں۔

اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ محبت کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو اس کا تصور بھی نہ ہوتا تو یہ محبت ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت'' شمار کی جائے گی، اسی طرح محبت میں زیادتی کا معاملہ ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان نہ ہونے پر یہ زیادتی بھی نہ ہوتی تو یہ زیادتی ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت'' شمار ہوتی۔ یہ معاملہ انتہائی پیچیدہ ہے اسی لئے ایسی مثالیں کم ملتی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد احمد بن حسن جَرِیْرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''پہلے زمانے میں لوگوں کے باہمی معاملات کا تعلق دین سے تھا حتی کہ دین کمزور ہو گیا، دوسرے زمانے میں لوگ وفا کے ذریعے معاملات کرتے تھے حتی کہ وفا ختم ہو گئی، تیسرے زمانے میں لوگوں نے مروّت کے ساتھ معاملات کئے حتی کہ مروّت بھی ختم ہو گئی اور اب لالچ وخوف کے سوا کچھ باقی نہیں۔''

﴿4﴾... خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے محبت:

(محبت کی چار اقسام میں سے چوتھی قسم) اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی سے علم وعمل میں اضافے یا کسی اور غرض کے لئے محبت نہ کرے بلکہ خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرے۔

محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے:

یہ محبت کا سب سے اعلیٰ ترین، انتہائی دقیق اور مشکل درجہ ہے لیکن بہر حال ممکن ہے۔ شدتِ محبت کے آثار میں سے ہے کہ ہر اس چیز سے محبت کی جائے جو محبوب سے تعلق اور مناسبت رکھتی ہے اگرچہ تعلق بہت دور کا ہو: مثلاً جب انسان کسی سے شدید محبت کرتا ہے تو اس سے محبت کرنے والے، اس کے محبوب، اس کی

والے، اس کے محبوب، اس کی خدمت کرنے والے، اس کی تعریف کرنے والے اور محبوب کی رضا کی طرف جلدی کرنے والے سے بھی محبت کرتا ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا بَقِیَّہ بن ولید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد فرماتے ہیں: ''جب مومن دوسرے مومن سے محبت کرتا ہے تو اس کے کتے سے بھی محبت کرتا ہے۔''

یقیناً حقیقت اس کے مطابق ہے، عاشقوں کے احوال اس پر گواہ ہیں اور شعرا کے اشعار بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے انسان اپنے محبوب کے کپڑوں اور اس کے تحفے کی حفاظت کرتا ہے جو اس کی یاد دلاتے ہیں اور اس کے گھر، محلے اور پڑوس سے بھی محبت کرتا ہے۔ جیسا کہ مجنون قیس بن عامر کہتے ہیں:

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى ... اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ ... وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

ترجمہ: (۱)... میں لیلیٰ کے محلے سے گزرتا ہوں تو کبھی اِس دیوار کو بوسے دیتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو۔

(۲)... میرا دل اس علاقے کی محبت میں نہیں مچلتا بلکہ میں اس شخص کی محبت میں گرفتار ہوں جو اس علاقے میں رہتا ہے۔

لہٰذا مشاہدہ اور تجربہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ محبت محبوب کی ذات سے تجاوز کر کے اس کے گرد پائی جانے والی ہر اس شے تک پہنچ جاتی ہے جو کسی نہ کسی سبب سے محبوب کے ساتھ تعلق و مناسبت رکھتی ہے اگرچہ یہ تعلق و مناسبت دور کا ہو، شدتِ محبت کی یہی خاصیت ہے کہ یہ محبوب کی ذات تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس سے تعلق رکھنے والی ہر شے میں پھیل جاتی ہے اب جس قدر محبوب سے محبت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر متعلقات تک پھیلتی جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ جب وہ قوت پاتی اور دل پر غالب آجاتی ہے تو اس پر قابض ہو جاتی ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ انسان غیبی رازوں پر مطلع ہو جاتا ہے، پھر یہ محبت باری تعالیٰ کے علاوہ تمام موجودات تک پھیل جاتی ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر شے اسی کی قدرت کی نشانی ہے اور انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی کاریگری، لکھائی اور اس کے تمام افعال سے بھی محبت کرتا ہے۔ یہی وجہ سے کہ

حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں جب کوئی نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے اپنی آنکھوں سے لگاتے، اس کا احترام کرتے اور ارشاد فرماتے: ''اِنَّہٗ قَرِیْبُ الْعَھْدِ بِرَبِّنَا یعنی اس کا زمانہ ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے قریب ہے۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبّت کی اقسام:

(۱)... کبھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سچے وعدوں اور آخرت میں اس کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کی طرف نظر کرتے ہوئے اس سے محبت کی جاتی ہے۔

(۲)... کبھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گزشتہ احسانات اور طرح طرح کی نعمتوں کے سبب اس سے محبت کی جاتی ہے۔

(۳)... کبھی صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کی وجہ سے اس سے محبت کی جاتی ہے اور کوئی دوسرا سبب نہیں ہوتا۔

ان میں سب سے زیادہ دقیق اور سب سے بلند تیسری قسم کی محبت ہے، اس کی تفصیل اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم منجیات کے تحت ''محبت کے بیان'' میں ذکر کریں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی کوئی بھی قسم ہو جب وہ غالب آجاتی ہے تو ہر اس چیز کی طرف تجاوز کر جاتی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھتی ہے حتّٰی کہ جو چیز ذاتی طور پر تکلیف دہ ہوتی ہے اس پر محبت کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ محبت کی شدت تکلیف کے احساس کو کم کر دیتی ہے اور اس بات کی خوشی درد کو بھلا دیتی ہے کہ یہ فعل محبوب کی طرف سے ہے اور محبوب نے اسے اس کے لئے چنا، جیسا کہ محبوب کے مارنے یا چٹکی کاٹنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے اگرچہ یہ بھی سزا دینے کی ہی ایک صورت ہے لیکن محبت کی شدت ایسی خوشی پیدا کرتی ہے جو درد کا احساس ختم کر دیتی ہے۔

بعض بزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن رب تعالیٰ کی محبت میں اس قدر بڑھ چکے تھے کہ کہنے لگے: ''ہم مصیبت اور نعمت میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے کیونکہ سب کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور ہم ہر اس چیز پر

---

[1]... کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول عند رؤیۃ الباکورۃ من الفواکہ، الحدیث: ۲۰۰۵، ص ۵۵۷، باختصار

خوش ہوتے ہیں جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے۔"

انہی میں سے ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے ذریعے مجھے مغفرت حاصل ہو تو بھی میں اس کی نافرمانی نہ کروں۔"

حضرت سیِّدُنا سمنون بن حمزہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ لِيْ فِيْ سِوَاكَ حَظٌّ فَكَيْفَمَا شِئْتَ فَاخْتَبِرْنِيْ

ترجمہ: الٰہی! میں تیرے سوا کسی کا طلب گار نہیں تو جیسے چاہ مجھے آزما۔

اس کی تفصیل اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ "محبت کے بیان" میں ذکر کی جائے گی۔

مقصد یہ ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت دل پر غالب آجاتی ہے تو اس کے نتیجے میں ہر اس شخص سے محبت ہو جاتی ہے جو علم یا عمل کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے حق کو قائم کرتا ہے اور اس شخص سے بھی محبت ہو جاتی ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پسندیدہ صفات مثلاً آدابِ شرع اور اچھے اخلاق موجود ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی علامت:

جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت سے محبت کرتا ہے اسے جب ایسے دو شخصوں کے متعلق خبر دی جائے جن میں سے ایک عالم و عابد اور دوسرا جاہل و فاسق ہو تو لازمی طور پر اس کا نفس عالم و عابد کی طرف مائل ہو گا اور جس قدر ایمان پختہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت زیادہ ہو گی اسی قدر میلان بھی زیادہ ہو گا اور ان دونوں کی کمی کے سبب میلان بھی اتنا ہی کم ہو گا۔ دونوں شخص اگرچہ سامنے موجود نہ ہوں پھر بھی باری تعالٰی اور آخرت سے محبت کرنے والے کا میلان عالم و عابد ہی کی طرف ہو گا حالانکہ اسے معلوم ہے کہ ذاتی حیثیت سے اس کی طرف سے اسے دنیا و آخرت میں کوئی بھلائی یا برائی نہیں پہنچے گی۔

یہ میلان بغیر کسی غرض کے خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ہے کیونکہ یہ شخص عالم و عابد سے صرف اس لئے محبت کرتا ہے کہ عالم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیارا اور پسندیدہ بندہ ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

سے محبت کرتا اور اس کی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ لیکن اگر رب تعالیٰ سے محبت کمزور ہو تو اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا اجر و ثواب ظاہر ہوگا اور جب یہ محبت قوی ہوگی تو یہ دوستی اور جان و مال اور زبان کے ذریعے مدد پر ابھارے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کم زیادہ ہونے کے سبب لوگوں کا میلان بھی مختلف ہوتا ہے۔

محبت کے حقیقی مصداق:

اگر محبت سے وقتی طور پر یا کچھ مدت تک نفع اٹھانا مقصود ہوتا تو پھر جو علمائے کرام، بزرگان دین، صحابۂ کرام، تابعین عظام اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اس دنیا سے رخصت ہو چکے ان سے کسی کو محبت نہ ہوتی حالانکہ ہر دین دار مسلمان کا دل ان تمام کی محبت سے سرشار ہوتا ہے اور اس کا اظہار اس وقت غضب و غصے کی صورت میں ہوتا ہے جب ان برگزیدہ ہستیوں سے دشمنی رکھنے والا ان میں سے کسی پر طعن کرے اور جب کوئی ان کی تعریف و خوبیاں بیان کرے تو اس وقت خوشی کی صورت میں اس محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت شمار ہوتی ہیں کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے ہیں اور جو کوئی کسی بادشاہ یا خوبصورت شخص سے محبت کرتا ہے تو اس کے خاص بندوں، اس کی خدمت کرنے والوں اور اس سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔

محبت کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب اس کا مقابلہ نفسانی مفادات سے ہوتا ہے۔ بعض اوقات محبت نفس پر غالب آجاتی ہے اور نفس محبوب کی خواہش کے آگے مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی بات کو شاعر یوں بیان کرتا ہے:

أُرِيْدُ وِصَالَهٗ وَيُرِيْدُ هِجْرِيْ فَأَتْرُكُ مَا أُرِيْدُ لِمَا يُرِيْدُ

ترجمہ: میں نے اس کا قرب چاہا اور وہ مجھ سے دوری چاہتا تھا، لہٰذا میں نے اپنی چاہت پر اس کی چاہت کو ترجیح دی۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

وَمَا لِجَرْحٍ اِذَا اَرْضَاكُمْ اَلَمٌ

ترجمہ: جب تم تکلیف پر راضی ہو تو زخم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

معیار محبت کا ترازو:

بعض اوقات محبت سے مقابلے کی صورت میں بعض نفسانی مفادات کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض کو نہیں چھوڑا جاتا جیسے کسی شخص کا اپنے نفس پر نرمی کرتے ہوئے محبوب کو اپنے مال کے نصف، تہائی یا دسویں حصے میں شریک کرنا۔ اس وقت مال کی مقدار محبت کے لئے ترازو ہوتی ہے کیونکہ محبوب کے مقام کا اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی وجہ سے کوئی محبوب شے چھوٹ رہی ہو۔

جس کا دل محبت میں ڈوبا ہوتا ہے وہ محبوب کے سوا اپنے لئے کچھ باقی نہیں رکھتا جیسا کہ خلیفۂ اوّل امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے لئے اہل و عیال اور مال و دولت کچھ باقی نہ رکھا حتی کہ اپنی بیٹی جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اسے بھی رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سپرد کر دیا (یعنی آپ کے نکاح میں دے دی) اور اپنا تمام مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔

رب عَزَّوَجَلَّ کا پیغام عاشق اکبر کے نام:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ایک روز حضور سیِّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، پہلو میں حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک موٹی چادر اوڑھے بیٹھے تھے جسے انہوں نے کانٹے کے ذریعے اپنے سینے پر روکا رکھا تھا، اتنے میں حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سلام پیش کیا اور کہا: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ وَسَلَّم! کیا وجہ ہے کہ میں ابو بکر صدیق پر ایک کمبل دیکھتا ہوں جسے انہوں نے کانٹے کے ذریعے اپنے سینے پر روکا ہوا ہے؟“ تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ابو بکر نے اپنا مال فتح سے پہلے مجھ پر خرچ کر دیا تھا۔“ حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ”انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سلام کہئے اور ان سے کہئے: تمہارا ربّ تم سے پوچھتا ہے کہ اس فقر میں تم مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟“

راوی کہتے ہیں کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ

کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اے ابو بکر! یہ جبریل ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تمہیں سلام پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارا ربّ پوچھتا ہے: ''اس فقر میں تم مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟'' اس پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے روتے ہوئے عرض کی: ''کیا میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے راضی ہوں، میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے راضی ہوں۔''[1]

نتیجہ یہ نکلا کہ ہر وہ شخص جو کسی عالم و عابد یا کسی ایسے شخص سے محبت کرتا ہے جو علم دین، عبادت یا کسی اور بھلائی کے کام میں رغبت رکھتا ہے تو وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی رضا کے لئے محبت کرنے والوں میں شمار ہو گا اور اسے اس محبت پر اجر و ثواب بھی ملے گا، جتنی محبت زیادہ اور پختہ ہو گی اتنا اجر و ثواب بھی زیادہ ہو گا۔

یہ ''رضائے الٰہی کی خاطر محبت کرنے'' کی وضاحت اور اس کے درجات کا بیان تھا، اسی سے ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے بغض رکھنا'' بھی واضح ہو گیا لیکن ہم علیٰحدہ طور پر بھی اسے بیان کریں گے۔

تیسری فصل: رضائے الٰہی کے لئے کسی سے بغض رکھنا

جان لیجئے کہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے بغض و عداوت بھی رکھے کیونکہ آپ جب کسی سے اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانبردار اور اس کا پسندیدہ بندہ ہے تو اس کے نافرمان سے بغض و عداوت رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہے اور جس سبب سے کسی سے محبت کی جائے تو ضروری ہے کہ اس کی ضد نفرت کا باعث ہو۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں، کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اور محبت و نفرت کا سلسلہ معاشرے میں اسی طرح رائج ہے۔

محبت و نفرت دونوں چیزیں دل میں چھپی ہوتی ہیں، غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں یا محبت و نفرت کرنے والوں کے اچھے برے افعال یعنی ان کے ملنے اور دور ہو جانے اور مخالفت و موافقت کرنے سے ان کا ظہور

1... کتاب المجروحین لابن حبان، ۲/۱۷۶، الرقم: ۸۱۶ العلاء بن عمرو

ہوتا ہے۔ جب محبت ونفرت افعال کی صورت میں ظاہر ہو تو محبت کو "موالات یعنی دوستی" اور نفرت کو "معادات یعنی دشمنی" کہتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی ایک روایت مذکور ہوئی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: "ھَلْ وَالَیْتَ فِیَّ وَلِیًّا وَّھَلْ عَادَیْتَ فِیَّ عَدُوًّا یعنی کیا تم نے میرے لئے کسی سے دوستی اور میرے لئے کسی سے دشمنی کی؟"(1)

یہ بات اس شخص کے حق میں تو واضح ہے جس کی صرف نیکیاں یا جس کا صرف فسق وفجور تم پر ظاہر ہو کہ نیکیوں کی صورت میں تم اس سے محبت ہی کروگے اور فسق وفجور کی صورت میں نفرت،لیکن جس کے گناہ اور نیک اعمال دونوں تم پر ظاہر ہوں تو معاملہ مشکل ہو جاتا ہے، اس وقت تم کہو گے: میں نفرت ومحبت کو کیسے جمع کروں حالانکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں؟ اسی طرح محبت ونفرت ظاہر کرنے والے افعال یعنی موافقت ومخالفت اور دوستی ودشمنی بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

نفرت ومحبت کا جمع ہونا ممکن ہے:

میں کہتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں نفرت ومحبت باہم مخالف نہیں جیسا کہ بشری مفادات میں یہ ایک دوسرے کے مخالف نہیں کیونکہ جب ایک شخص میں مختلف خصلتیں جمع ہوں جن میں سے بعض پسندیدہ اور بعض ناپسندیدہ ہوں تو بعض وجوہات کی بنا پر اس سے محبت کی جاتی ہے اور بعض وجوہات کی بنا پر نفرت۔ مثلاً کسی شخص کی خوبصورت بیوی ہو مگر نافرمان ہو یا ذہین وخدمت گزار بیٹا ہو مگر فاسق ہو تو وہ شخص ان کے ساتھ بعض وجوہ سے محبت کرتا ہے اور بعض وجوہ سے نفرت۔ ایسا شخص دو حالتوں کے درمیان ایک تیسری حالت پر ہوتا ہے۔

فرض کیجئے اگر کسی کے تین بیٹے ہوں ایک ذہین اور فرمانبردار، دوسرا کند ذہن ونافرمان اور تیسرا کند

---

1 ...تاریخ بغداد، ۳/ ۴۲۰، الرقم: ۱۵۶۲: محمد بن محمد ابو الحسن

حلیۃ الاولیاء، ابن ابی الورد، ۱۰/ ۳۳۷، الحدیث: ۱۵۳۸۴

ذہن و فرمانبردار یا ذہین و نافرمان ہو تو ان مختلف خصلتوں کی بنا پر اس شخص کی اپنے بیٹوں کے حق میں تین مختلف حالتیں ہوں گی۔ اسی طرح انسان کو چاہئے کہ لوگوں سے ان کے اعمال کے اعتبار سے پیش آئے، لوگ اعمال کے اعتبار سے تین طرح کے ہوتے ہیں۔کسی میں نیکیوں کا غلبہ ہوتا ہے، کسی پر گناہوں کا اور کسی میں دونوں جمع ہوتے ہیں تو ہر شخص کو اس کی صفات کے اعتبار سے نفرت و محبت، توجہ و بے توجہی، صحبت و قطع تعلقی اور نفرت و محبت ظاہر کرنے والے تمام افعال میں سے پورا پورا حصہ دے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ ہر مسلمان کا اسلام اس کی طرف سے فرمانبرداری ہے تو کسی مسلمان سے کیسے نفرت کی جاسکتی ہے؟ تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ اس کے اسلام کی وجہ سے اس سے محبت کرو اور گناہوں کے سبب اس سے نفرت کرو، تمہارا حال اور تمہارا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہونا چاہئے کہ اگر تم اسے کافر یا فاسق و فاجر پر قیاس کرو تو تم ان دونوں کے درمیان فرق پاؤ اور یہ فرق ہی اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس سے محبت اور اس کے حق کی ادائیگی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں کوتاہی اور اس کی اطاعت کرنے کو اسی طرح جانو جس طرح تم اپنے حق میں کوتاہی اور اطاعت کو خیال کرتے ہو۔ یقیناً جو ایک غرض میں تمہاری موافقت کرتا ہے اور دوسری میں مخالفت تم اس کے ساتھ ناراضی و رضامندی، توجہ و اعراض اور محبت و نفرت کی درمیانی حالت میں رہو گے نہ کہ اس کی تعظیم میں اس قدر مبالغہ کرو گے جتنا مبالغہ تم اس شخص کی عزت و تکریم میں کرتے ہو جو تمام اغراض میں تم سے موافقت کرتا ہے اور نہ ہی اس کی اہانت میں اس قدر مبالغہ کرو گے جتنا مبالغہ تم اس شخص کی اہانت میں کرتے ہو جو کسی بھی غرض میں تم سے موافقت نہیں کرتا۔

پھر اس درمیانی حالت میں کبھی اہانت کی طرف میلان ہوتا ہے جبکہ اس کی کوتاہیاں غالب ہوں اور کبھی حسن اخلاق اور عزّت و تکریم کی طرف میلان ہوتا ہے جبکہ موافقت غالب ہو۔ اسی طرح کا معاملہ اس شخص

کے ساتھ بھی ہونا چاہئے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی والے دونوں طرح کے کام کرتا ہے کہ کبھی اس کے ساتھ رضامندی والا برتاؤ کیا جائے اور کبھی ناراضی والا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ نفرت وعداوت کا اظہار کس طرح ممکن ہے؟ تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ اس سے نفرت و عداوت کے اظہار کی دو صورتیں ہیں: (۱)...**زبان کے ذریعے:** اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ گفتگو نہ کی جائے، اس کی تحقیر کی جائے اور اس کے ساتھ سخت کلامی کی جائے۔ (۲)...**عمل کے ذریعے:** اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی مدد کی کوشش نہ کی جائے، اس کا کام بگاڑا جائے اور اسے نقصان پہنچایا جائے۔

لوگوں سے صادر ہونے والے فسق وفجور کے اعتبار سے نفرت کے اظہار کی بعض صورتیں بعض سے زیادہ سخت ہیں۔ ایسی نافرمانی جو لغزش کے قائم مقام ہے، جس کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ اس پر نادم ہے اور اس پر اصرار نہیں کرتا تو اس کا چھپانا اور اس سے چشم پوشی بہتر ہے۔

نفرت کا اظہار کب اور کیسے کیا جائے؟

بہرحال صغیرہ پر اصرار کرنے والے یا کبیرہ کے مرتکب شخص اور تمہارے درمیان اگر پختہ دوستی، صحبت اور بھائی چارہ ہے تو اس کا حکم دوسرا ہے جس کا بیان عنقریب آئے گا، اس میں علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اختلاف ہے اور اگر تمہارے اور اس کے درمیان پختہ دوستی، صحبت وبھائی چارہ نہیں تو اس پر بغض وعداوت کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

ایسے شخص سے بغض وعداوت کا اظہار یا تو اس طرح ہو گا کہ اس سے بے رُخی برتی جائے اور دوری اختیار کی جائے اور اس کی طرف زیادہ توجُّہ نہ کی جائے یا اسے حقیر سمجھا جائے اور اس سے سخت کلامی کی جائے۔ ان میں دوسرا طریقہ پہلے سے زیادہ سخت ہے اور یہ دونوں طریقے نافرمانی کے سخت یا ہلکے ہونے کے اعتبار سے اختیار کئے جائیں گے۔

اسی طرح عمل کے ذریعے بغض وعداوت کا اظہار بھی۔۔۔یا تو اس کے ساتھ تعلق، نرمی اور مدد کرنے کو ختم کر دیا جائے، یہ سب سے ادنی درجہ ہے۔۔۔یا اس کے مقاصد بگاڑنے کی کوشش کی جائے جیسا کہ باہم دشمنی رکھنے والے کرتے ہیں۔

کسی کے مقاصد بگاڑنے کی کوشش اسی وقت درست ہے جبکہ وہ مقصد اسے نافرمانی پر مزید ابھارتا ہو یا کسی بھی طرح اس نافرمانی میں اثر انداز ہو اور اس مقصد کا اثر نافرمانی پر نہ ہو تو اب اس مقصد میں بگاڑ پیدا کرنا درست نہیں۔ مثلاً ایک شخص شراب نوشی کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا ہے، اس نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تاکہ نکاح کے بعد اس عورت کے مال، خوبصورتی اور جاہ ومرتبہ کی وجہ سے اِس شخص پر رشک کیا جائے لیکن یہ نکاح اسے شراب نوشی سے منع کرنے یا مزید اس پر ابھارنے اور رغبت دلانے میں کوئی اثر نہیں رکھتا تو اب اگر تم اس کی مدد کرنے، اس کا مقصد پورا کرنے اور اس کا مقصد بگاڑنے اور ختم کرنے پر قادر ہو تو بھی تمہیں اس کا مقصد بگاڑنے اور ختم کرنے کا اختیار نہیں (کیونکہ اس شخص کی نافرمانی میں اس مقصد کا کوئی اثر نہیں)۔

کیا کسی کام میں فاسق کی مدد کی جا سکتی ہے؟

جہاں تک فاسق ونافرمان کی مدد کرنے کا تعلق ہے تو اگر تم اس کے فسق کی وجہ سے اس پر غضب ناک ہو کر اس کی مدد ترک کر دو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن تم پر اس کی مدد ترک کرنا واجب بھی نہیں کیونکہ تم یہ نیت بھی کر سکتے ہو کہ اس کی مدد اور اس پر شفقت کا اظہار کر کے اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو تاکہ وہ تمہاری دوستی ومحبت کا معتقد ہو جائے اور تمہاری نصیحت قبول کرلے اور یہ اچھی بات ہے۔

اگر یہ نیت کرنا تمہارے لئے ممکن نہیں پھر بھی مسلمان ہونے کے ناطے تم اس کے حقِ اسلام کی ادائیگی کے لئے اس کی مدد کر سکتے ہو بلکہ اگر اس کی نافرمانی کا تعلق براہِ راست تم سے یا تم سے تعلق رکھنے والے کسی شخص سے ہے تو تمہارا مدد کرنا اور بھی اچھا ہے، اسی کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ ترجمۂ کنزالایمان: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت

يُّؤۡتُوۡۤا اُولِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنَ وَ الۡمُهٰجِرِیۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لۡیَعۡفُوۡا وَ لۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ ؕ

والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے۔

(پ۱۸، النور: ۲۲)

شانِ نُزول:

جب حضرت سیِّدُنا مِسۡطَح بن اُثاثَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ[1] نے "واقعہ افک[2]" کے موقع پر کچھ کلام کیا تھا جس کی وجہ سے خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے قسم کھائی کہ مال وغیرہ کے ذریعہ جو مِسۡطَح بن اُثاثَہ کی مدد کیا کرتے تھے اب یہ نرمی ومہربانی ختم کر دیں گے اس وقت یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔[3]

حضرت سیِّدُنا مِسطح بن اثاثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ عفیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کے بارے میں جو کلام سرزد ہوا اس سے زیادہ سخت کلام اور کیا ہو سکتا ہے اور اس واقعہ سے خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ کو بے حد صدمہ پہنچا تھا لیکن اس کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی اور درگزر کا ارشاد فرمایا۔ (معلوم ہوا کہ) ظالم کے ظلم سے درگزر کرنا اور برائی کرنے

1...(حضرت سیِّدُنا) مِسۡطَح بن اُثاثَہ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہ) بدر، احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا) کی تہمت میں آپ بھی شریک ہو گئے تھے، آپ کو تہمت کی سزا میں اسی کوڑے لگائے گئے، آپ کا نام عوف ہے مِسۡطَح لقب چھپن سال عمر ہوئی ۳۴؁ھ میں وفات پائی۔ مترجم (یعنی مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡغَنِی) کہتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر (رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہ) نے جناب عائشہ کے معاملہ میں آپ کا وظیفہ بند کر دیا تھا اس کے متعلق یہ آیت آئی "وَلَا یَاۡتَلِ اُولُوا الۡفَضۡلِ...الخ" جس پر آپ نے وظیفہ جاری کر دیا۔ (اجمال ترجمہ اکمال علی ھامش مرأت، ۸/۷۹، ملخصًا)

2...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ۳/۶۱، الحدیث: ۴۱۴۱

3...پانچ ہجری میں غزوۂ بنی مُصطلق سے واپسی پر ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا پر تہمت لگائی گئی تھی اس واقعہ کو "واقعہ افک یعنی جھوٹا واقعہ" کہا جاتا ہے، اس واقعہ کے متعلق بخاری "کِتَابُ الشَّهَادَات" میں باب "تَعۡدِیۡلُ النِّسَآءِ بَعۡضُهُنَّ بَعۡضًا" کے تحت تفصیلی حدیث موجود ہے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کی پاکی کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کئی آیات نازل فرمائیں جن میں سے ایک اوپر مذکور ہوئی۔

والے پر احسان کرنا صدیقین کے اخلاق میں سے ہے۔

یقیناً جو تم پر ظلم کرے اس کے ساتھ بھلائی واحسان کرنا حسن اخلاق میں سے ہے لیکن جو دوسروں پر ظلم کرے اور ساتھ ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی بھی کرے اس کے ساتھ احسان نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ظالم کے ساتھ احسان کرنا مظلوم کو برائی پہنچانے جیسا ہے جبکہ مظلوم احسان کا زیادہ حق دار ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی ظالم کے بجائے مظلوم کے دل کو ڈھارس بندھانا پسند فرماتا ہے۔

بہرحال جب تم خود مظلوم ہو تو معاف ودرگزر کرنا تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔

بزرگانِ دین کا نافرمانوں سے اظہارِ نفرت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے نافرمانوں سے نفرت رکھنے میں بزرگوں کے طریقے مختلف تھے لیکن وہ تمام اس بات پر متفق تھے کہ ظالموں، بدعتیوں اور ہر اس شخص سے نفرت کا اظہار کیا جائے گا جو ایسا گناہ کرتا ہے جس کا اثر اس کی ذات سے تجاوز کرکے دوسروں تک پہنچتا ہے۔

بہرحال جو شخص ایسا گناہ کرے جس کا اثر اسی کی ذات تک محدود ہو تو بعض بزرگ ایسے تمام نافرمانوں کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھتے تھے اور بعض بزرگ ان پر بھی سخت اعتراض کرتے اور ان سے اعراض کرتے۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل ایک چھوٹے سے کلمہ کی وجہ سے بڑے بڑے اکابرین سے اعراض کرلیا کرتے تھے حتی کہ انہوں نے حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مَعِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن کو صرف اس لئے چھوڑ دیا کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ "میں کسی سے سوال نہیں کرتا، ہاں! بادشاہ اگر کوئی چیز بھیجتا ہے تو لے لیتا ہوں۔"

جب حضرت سیِّدُنا حارث بن اسد محاسبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے معتزلہ کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی تو حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل نے انہیں بھی چھوڑ دیا اور فرمایا: "(رد کرتے ہوئے) تمہارے لئے یہ بات ضروری تھی کہ تم پہلے ان کے شبہات وارد کرتے اور لوگوں کو ان شبہات میں غور و فکر کرنے پر ابھارتے پھر اس کا رد کرتے۔"

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو ثور رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ انہوں نے حضور سیِّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے درج ذیل فرمان ''اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ[1] یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا[2]'' کی تاویل کی تھی۔[3]

نفرت وناپسندیدگی کا تعلق نیت سے ہے جو حالت کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے تو اگر (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم ازلی کی طرف نظر کرتے ہوئے) مخلوق کی عاجزی دل پر غالب آجائے کہ لوگ تقدیر کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں تو یہ بات نفرت اور بغض وعداوت میں کمی پیدا کرتی ہے، اس کے سبب نافرمانوں سے نرمی اور بغض وعداوت میں کمی کرنا درست ہے لیکن بعض اوقات اس کے ساتھ مداہنت[4] مل جاتی ہے اس وقت گناہوں سے چشم پوشی کا سبب غالب طور پر یہی مداہنت ہوتی ہے، ان کی محبت اور ان کی جدائی کا خوف ہوتا ہے۔

بعض اوقات شیطان بے وقوف اور کند ذہن لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن ضرب الوجہ، الحدیث: ۱۱۵ (۲۶۱۲)، ص ۱۴۰۸

2 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 312** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس جملہ کی چار شرحیں ہیں صورت بمعنی ہیئت وشکل ہے یا بمعنی صفت اور ضمیر کا مرجع یا آدم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں یا اللہ تعالٰی لہٰذا اس جملے کے چار معنی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی شکل وہیئت پر پیدا فرمایا کہ جس شکل میں انہیں رہنا تھا، انہیں اوّل ہی سے وہ شکل دی دوسروں کی طرح نہ کیا کہ پہلے بچہ پھر جوان پھر بڈھا وغیرہ یا اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے حضرت آدم (عَلَیْہِ السَّلَام) کو ان کی صفت پر پیدا کیا کہ وہ اوّل ہی سے عالم، عاقل، عامل، عارف، سمیع وبصیر وغیرہ تھے دوسروں کی طرح نہیں کہ وہ جاہل پیدا ہوتے ہیں پھر بعد میں ہوش، علم، عقل وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔ یا اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے حضرت آدم (عَلَیْہِ السَّلَام) کو اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا، خود فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾ (پ۳۰، التین: ۴، ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔) اس لئے کوئی شخص دوزخ میں شکل انسانی سے نہ جاوے گا کہ یہ شکل خدا کو پیاری ہے۔ یا اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے حضرت آدم (عَلَیْہِ السَّلَام) کو اپنی صفات پر پیدا فرمایا کہ انہیں اپنا علم، اپنا تصرف، اپنی سمع، اپنی بصر، اپنی قدرت وغیرہ بخشی۔

3 ...حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل تاویل کے قائل نہیں تھے، اس کی تفصیل **احیاء العلوم، جلد اول** مطبوعہ **مکتبۃ المدینہ صفحہ 343** پر ''**کتاب العقائد**'' میں ''**دوسری فصل**'' کے تحت مذکور ہے۔

4 ...''مداہنت'' کا لغوی معنی نفاق ہے اور یہاں یہ مراد ہے کہ برائی دور کرنے پر قادر ہونے کے باوجود اسے دور نہ کرنا اور اس کی وجہ سے دینی معاملات میں سستی اور برائی کرنے والے کی بے جا حمایت یا حفاظت ہو۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۷/ ۵۴)

علم ازلی کی طرف نظر کرتے ہوئے) نافرمان کو مجبورِ محض گمان کرتے ہیں، اگرچہ اس نے خاص انہی کا حق تلف کیا ہو لیکن وہ بے وقوف کہتے ہیں کہ انسان تو پابند ہے، تقدیر سے بچنا ممکن نہیں اور یہ ایسا کیوں نہ کرتا جبکہ اس کے حق میں یہ لکھ دیا گیا تھا۔

اس طرح کے بے وقوف لوگ اگر رب عَزَّوَجَلَّ کے حقوق ادا نہ کرنے والے سے نرمی کریں تو کوئی مضایقہ نہیں لیکن اگر انسان اپنا حق تلف کرنے والے پر تو غضب ناک ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے والے سے نرمی سے پیش آئے تو یہ مداہنت کا شکار اور شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہے اسے غور کرنا چاہئے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ (نافرمان سے) بُغض و عَداوَت ظاہر کرنے کا جو سب سے کم درجہ ہے کہ اس سے کلام نہ کیا جائے، اعراض کیا جائے، نرمی نہ کی جائے اور اس کی مدد نہ کی جائے، کیا اس پر عمل کرنا واجب ہے، جو عمل نہ کرے گناہ گار ہو گا؟ تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ ظاہری علم کے اعتبار سے انسان اس کا مکلَّف نہیں، عُلَما جانتے ہیں کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے زمانہ میں جو کوئی شراب پیتا یا کسی بے حیائی کا اِرتِکاب کرتا تو اس سے بالکل قطع تعلق نہیں کر لیا جاتا تھا بلکہ ایسے لوگوں کو تنبیہ کرنے کی مختلف اقسام تھیں کسی کے ساتھ بات چیت میں سختی کی جاتی اور نفرت کا اظہار کیا جاتا، کسی سے فقط اِعراض کیا جاتا اور کچھ نہ کہا جاتا اور کسی کے ساتھ نرمی کی جاتی، نہ تو اس سے قطع تعلقی کی جاتی نہ اسے دور کیا جاتا۔

یہ دینی باریکیاں ہیں، ان کا تعلق صوفیا کے ساتھ ہے اور اس بارے میں صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے طریقے مختلف ہیں۔ ہر ایک کا عمل اس کے حال اور وقت کے تقاضے کے مطابق ہوتا ہے۔ بعض اوقات (نفرت کا اظہار) مکروہ اور کبھی مستحب ہوتا ہے جس سے انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب پاتا ہے یہ ہرگز حرام یا واجب نہیں۔

انسان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اور اس کی محبت کا مکلَّف ہے اور اصل محبت محبوب کی ذات تک محدود رہتی ہے، جو محبوب کی ذات سے تجاوز کر کے غیر تک پہنچ جائے وہ محبت کی زیادتی و غلبہ ہوتا ہے اور ظاہری علم و علما کے مطابق فتویٰ یہ ہے کہ عام انسان اس زیادتی کا مکلَّف نہیں۔

نافرمانوں کی اقسام اور ان سے معاملات کی کیفیات

ایک سوال اور اس کا جواب:

نافرمان سے عملاً بغض وعداوت کا اظہار اگرچہ واجب نہیں لیکن اس کے مستحب ہونے میں تو کوئی شک نہیں اور نافرمانوں اور فاسِقوں کی اقسام بھی مختلف ہیں تو اس فضیلت واستحباب کو پانے کے لئے ان سے کس طرح معاملہ کیا جائے؟ تمام کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے یا الگ الگ؟ تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ جان لیجئے! جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے یا تو وہ عقیدے میں مخالفت کرے گا یا پھر عمل میں، اگر عقیدے میں مخالفت کرتا ہے تو وہ گمراہ ہو گا یا کافر، اگر گمراہ ہے تو پھر اپنی گمراہی کی طرف لوگوں کو رغبت دلائے گا یا نہیں اور رغبت نہ دلانے کی وجہ یا تو عجز ہو گی کہ وہ اس سے عاجز ہو گا یا قدرت کے باوجود رغبت نہیں دلائے گا۔

فاسد و برے عقیدے:

فاسد وبرے عقیدے رکھنے والوں کی تین قسمیں ہیں: (۱)...کافر (۲)...گمراہ اور گمراہ کرنے والا (۳)...گمراہ جو گمراہی پھیلانے پر قادر نہ ہو۔

(1)...کافر:

کافر اگر حَربی[1] ہے تو وہ قتل کئے جانے اور غلام بنائے جانے کا مستحق ہے، اس سے بڑھ کر کوئی برائی و تکلیف نہیں اور اگر ذمی[2] ہے تو اس کو تکلیف دینا جائز نہیں مگر اس سے اعراض کیا جا سکتا ہے اور اسے تنگ راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر کے اور سلام میں پہل نہ کر کے اس کی تحقیر کی جا سکتی ہے، اگر وہ تمہیں "اَلسَّلَامُ

1... حربی وہ کافر ہے جس نے مسلمانوں سے جِزیَہ کے عوض عقدِ ذِمَّہ (یعنی اپنی جان ومال کی حفاظت کا عہد) نہ کیا ہو اور نہ ہی مسلمانوں نے اسے امان دی ہو۔ (ماخوذ از فتاویٰ فیض الرسول، ۱/ ۵۰۱)

2... ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان ومال کی حفاظت کا بادشاہِ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔ (فتاویٰ فیض الرسول، ۱/ ۵۰۱)

عَلَیْك" کہے تو تم اس کے جواب میں صرف "وَعَلَیْك" کہو۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ میل جول، لین دین اور کھانے پینے سے بھی بچا جائے اور دوستوں کی طرح اس کے ساتھ بے تکلُّفی اور نرمی والا برتاؤ کرنا سخت مکروہ ہے اور جو نرمی سے پیش آتا ہے قریب ہے کہ وہ حرام میں جا پڑے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ (پ۲۸، المجادلۃ: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے (ہوں)۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلْمُسْلِمُ وَالْمُشْرِكُ لَا تَتَرَآءٰی نَارَاهُمَا یعنی مسلمان اور مشرک ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھیں[1]۔"[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ (پ۲۸، الممتحنۃ: ۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

(2)... گمراہ اور گمراہ کرنے والا:

وہ گمراہ شخص جو اپنی گمراہی کی طرف بلاتا ہے اگر اس کی گمراہی کفر تک پہنچتی ہو تو اس کا معاملہ ذِمّی کافر

---

[1]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 272** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حتی الامکان مسلمان مشرک کے گھر مہمان ہو کر بھی نہ رہے کہ خطرہ ہے، دوسرے یہ کہ مسلمان کفار کی سی شکل یا لباس یا وضع قطع اختیار نہ کریں ورنہ لڑائی کے موقعہ پر ممکن ہے کہ مسلمان کے ہی ہاتھ سے مارے جائیں جیسا کہ ہندوستان میں بارہا ہوا کہ قربانی گائے یا محرم کے موقعہ پر جب ہندو مسلم فساد ہوئے تو بہت سے ہندو نما مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

[2]...سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی کراھیۃ المقام بین اظھر المشرکین، ۳/۲۲۳، الحدیث: ۱۶۱۰، بتغیر

سے زیادہ سخت ہے کیونکہ نہ تو وہ جزیہ کا اقرار کرتا ہے اور نہ ہی اس کے حق میں عقد ذمہ کا لحاظ کیا جاتا ہے اور اگر اس کی گمراہی کفر تک نہ پہنچتی ہو تو اس کا معاملہ اس کے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے جو کہ یقینی طور پر کافر سے ہلکا ہو گا لیکن اس کے ردّ وابطال کا معاملہ کافر سے زیادہ سخت ہو گا کیونکہ کافر کا شر اسی کی ذات تک محدود رہتا ہے اور مسلمان اس کے کفر کو جانتے ہیں اس لئے وہ اس کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے اور کافر اپنے لئے نہ تو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور نہ ہی سچے عقیدے کا جبکہ وہ گمراہ جو لوگوں کو اپنی گمراہی کی دعوت دیتا ہے وہ گمان کرتا ہے کہ جس کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے وہ حق ہے تو یہ شخص مخلوق کے گمراہ ہونے کا سبب بنتا ہے اور اس کا شر اس کی ذات سے تجاوز کر کے دوسروں تک پہنچتا ہے۔

ایسے شخص سے بغض وعداوت کا اظہار کرنا، قطع تعلقی کرنا، اس کی تحقیر کرنا اور برائی بیان کرنا مستحب کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جبکہ یہ تمام کام اس کی گمراہی کی وجہ سے اور لوگوں کے دل میں اس کی نفرت بٹھانے کے لئے ہوں۔

اگر وہ تنہائی میں سلام کرے تو سلام کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر معلوم ہو کہ اس سے اعراض کرنے اور سلام کا جواب نہ دینے کے باعث وہ اپنی نظر میں اپنی بدعت کو برا سمجھے گا اور یہ عمل اسے گمراہی سے روکنے میں مؤثر ہو گا تو ایسی صورت میں سلام کا جواب نہ دینا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ سلام کا جواب دینا اگرچہ واجب ہے مگر ایسی چھوٹی سی غرض کے لئے بھی اسے چھوڑا جا سکتا ہے جس میں کوئی بھلائی ہو حتی کہ اگر انسان حمام میں ہو یا طبعی حاجت سے فراغت حاصل کر رہا ہو تو اس پر بھی جواب دینا واجب نہیں جبکہ کسی کو گمراہی سے روکنے کا معاملہ ان سے کہیں زیادہ اہم ہے (لہٰذا اس صورت میں بھی وجوب ساقط ہو جائے گا)۔ اگر وہ لوگوں کے مجمع میں سلام کرے تو جواب نہ دینا ہی زیادہ بہتر ہے تاکہ لوگ اس سے نفرت کریں اور لوگوں کی نظروں میں اس کی گمراہی کی قَبَاحَت ظاہر ہو، اسی طرح اس سے احسان و بھلائی اور مدد کرنے سے بھی باز رہنا ہی بہتر ہے خاص طور پر اس وقت جب لوگوں پر اس کی گمراہی ظاہر ہو۔ چنانچہ، حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنِ انْتَھَرَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ مَلَاَ اللہُ قَلْبَہٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا وَّمَنْ اَھَانَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ اٰمَنَہُ اللہُ یَوْمَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ وَمَنْ اَلَانَ لَہٗ وَاَکْرَمَہٗ اَوْ لَقِیَہٗ بِبِشْرٍ فَقَدِ اسْتَخَفَّ بِمَا اَنْزَلَ اللہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ یعنی جس نے کسی بدعتی کو جھڑکا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا دل ایمان اور امن سے بھر دے گا اور جس نے کسی بدعتی کی توہین کی اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑی گھبراہٹ (یعنی قیامت) کے دن اسے امان عطا فرمائے گا اور جو کسی بدعتی کے ساتھ نرمی کرے، اس کی عزت کرے یا اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے تو اس نے اسے حقیر جانا جو محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہوا۔“[1]

﴿3﴾... گمراہ جو گمراہی پھیلانے پر قادر نہ ہو:

وہ گمراہ شخص جو دوسروں کو گمراہی کی طرف بلانے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے بارے میں اس بات کا خوف ہو کہ لوگ اس کی پیروی کریں گے تو ایسا شخص گمراہ گر کے مقابلے میں کچھ نرمی کا مستحق ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ سخت اور توہین آمیز سلوک نہ کیا جائے بلکہ اسے نرمی سے نصیحت کی جائے کیونکہ عوام کے دل بہت جلد بدل جاتے ہیں، لیکن اگر نصیحت سے کوئی فائدہ نہ ہو تو اعراض کر کے اس کی گمراہی کو اس کی نظروں میں برا ثابت کیا جائے۔ اگر یقین ہو جائے کہ گمراہی اس کے دل اور اس کی طبیعت میں راسخ ہو چکی ہے نصیحت کا اس پر کچھ اثر نہیں ہو گا تو ایسی صورت میں اس سے اعراض کرنا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ جب تک گمراہی کی اچھی طرح سے برائی بیان نہ کی جائے اس وقت تک وہ مخلوق میں پھیلتی رہتی ہے اور اس کا فساد عام ہوتا چلا جاتا ہے۔

اعمالِ فاسدہ کی اقسام:

جس شخص کا عقیدہ درست ہو لیکن وہ اپنے افعال و اعمال کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا ہو اور وہ نافرمانی والا فعل اور گناہ دوسروں کے لئے باعث تکلیف ہو گا جیسے ظلم کرنا، کوئی شے غصب کر لینا، جھوٹی گواہی

---

[1] ...مسند الشھاب للقضاعی، ١/٣١٨، الحدیث: ٥٣٧
حلیۃ الاولیاء، عبد العزیز بن ابی رواد، ٨/٢١٦، الحدیث: ١١٩٢٩، بتغیر قلیل

دینا، غیبت کرنا، لوگوں کو آپس میں لڑانا اور چغلی کرنا وغیرہ، یا پھر ایسا فعل ہو گا جو اس کے لئے بھی نقصان کا باعث ہو گا اور دوسروں کے لئے بھی، اب یا تو دوسروں کو اس گناہ کی دعوت دیتا ہو گا: مثلاً شراب خور کا مردوں اور عورتوں کو جمع کرنا اور انہیں شراب خوری پر ابھارنا، یا پھر اس گناہ کی دعوت دوسروں کو نہیں دیتا ہو گا: مثلاً کوئی شخص خود تو شراب خور اور زانی ہو لیکن دوسروں کو اس کی دعوت نہ دیتا ہو، پھر یہ گناہ یا تو صغیرہ ہو گا یا کبیرہ اور اس گناہ میں اکثر لوگ مُلَوَّث ہوں گے یا نہیں۔

اس تقسیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ نافرمانی والے اَفعال تین طرح کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی علیحدہ حیثیت ہے، بعض بعض سے زیادہ سخت ہیں، لہٰذا ہم ان تمام پر ایک طرح کا حکم نہیں لگا سکتے۔

❀...**پہلی قسم:** یہ قسم وہ ہے جس میں دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے: مثلاً ظلم کرنا، کوئی شے غصب کر لینا، جھوٹی گواہی دینا اور غیبت و چغلی کرنا وغیرہ۔

یہ قسم باقی دونوں قسموں سے زیادہ سخت ہے، ایسے لوگوں سے اِعراض کرنا، میل جول ترک کر دینا اور ان کے ساتھ معاملات ختم کر دینا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ جو گناہ لوگوں کے لئے باعث تکلیف ہو وہ سخت ہوتا ہے (اور اس کا حکم بھی سخت ہوتا ہے)۔ ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو خون ریزی کے ذریعے ظلم کرتے ہیں، بعض لوگوں کے مال غصب کرنے کے ذریعے ظلم کرتے ہیں اور بعض دوسروں کی عِزتیں لوٹنے کے ذریعے ظلم کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض گناہ بعض سے زیادہ سخت ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہیں برا جانتے ہوئے ان سے اِعراض کرنا زیادہ بہتر ہے اور اگر اعراض کرنے سے انہیں یا دیگر لوگوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہو تو اعراض کرنے کا حکم مزید پختہ ہو جاتا ہے۔

❀...**دوسری قسم:** میں وہ شخص داخل ہے جو لوگوں کے لئے گناہ کے اسباب مہیا کرتا اور گناہ تک ان کی رسائی آسان بناتا ہے۔

ایسا شخص دنیا میں تو مخلوق کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا لیکن اپنے اس فعل سے ان کا دین چھینتا ہے، اگر اس

میں لوگوں کی رضا شامل ہو تو یہ (سختی کے اعتبار سے) پہلی قسم کے قریب قریب ہے لیکن اس سے کچھ کم ہے کیونکہ جو گناہ بندے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہوتا ہے وہ معافی کے زیادہ قریب ہوتا ہے لیکن یہ گناہ اس کی ذات سے تجاوز کر کے دوسروں تک پہنچتا ہے اس حیثیت سے یہ سخت ہے۔ اس کا بھی تقاضا یہی ہے کہ ایسے لوگوں کی توہین کی جائے اور ان سے اعراض اور قطع تعلق کیا جائے اور اگر اسے تنبیہ وغیرہ کرنے کے لئے سلام کا جواب نہ دینا مناسب سمجھے تو سلام کا جواب بھی نہ دے۔

❀... **تیسری قسم:** میں وہ شخص داخل ہے جو شراب نوشی یا ترکِ واجب یا کسی ممنوع کام میں ملوث ہونے کی وجہ سے فاسق ہو لیکن وہ فسق انہیں کی ذات تک محدود ہو۔

ایسا شخص پہلی دونوں قسموں کے لوگوں کے مقابلے میں نرمی کا مستحق ہے لیکن اگر وہ گناہ کرتا دکھائی دے تو اسے روکنا واجب ہے چاہے جس طرح بھی ممکن ہو اگرچہ مار کے ذریعے یا ڈانٹ ڈپٹ کر کے کیونکہ برائی سے روکنا واجب ہے، اور جب گناہ کر چکا اور معلوم ہو کہ یہ اس کی عادت بن چکا ہے، اسے بار بار کرتا ہے اس صورت میں اگر یقین ہو کہ نصیحت کرنے سے دوبارہ نہیں کرے گا تو نصیحت کرنا واجب ہے اور اگر یقین نہ ہو لیکن امید ہو تو نصیحت کرنا افضل ہے اور اگر نرمی یا سختی سے منع کرنا زیادہ نفع مند ثابت ہو تو یہی افضل ہے۔ بہر حال اس کے سلام کا جواب نہ دینا اور میل جول ترک کر دینا یہ سب اس وقت ہو گا جبکہ یقین ہو جائے کہ گناہ پر ڈٹا ہوا ہے اور نصیحت کچھ فائدہ نہیں دے رہی۔

یہ معاملہ محل نظر ہے، اس حوالے سے علما و بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کی عادات مختلف رہی ہیں، صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم آدمی کی نیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ اسی وقت کے لئے کہا جاتا ہے: ''اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّات یعنی اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔''

یقیناً مخلوق سے نرمی اور شفقت سے پیش آنا اگر عاجزی ہے تو نفرت و اِعراض بھی انہیں گناہ سے باز رکھنے کے لئے ہی کیا جاتا ہے، لہٰذا اس سلسلے میں دل سے فتویٰ طلب کرنا چاہئے۔ تم جس چیز کو خواہش نفس اور

طبیعت کے تقاضے کی طرف مائل دیکھو اس کی ضد کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ تحقیر اور نفرت کا اظہار بعض اوقات تکبر، عُجب، اپنی بلندی کا اظہار کر کے لذت حاصل کرنے اور خود کو نیک سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے، یونہی نرمی کا سبب بعض اوقات دین میں سستی اور اس کے دل کو اپنی طرف مائل کرنا ہوتا ہے، کبھی اس وجہ سے نرمی کی جاتی ہے کہ وہ مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اور کبھی اس کی جدائی کے خوف کے باعث اس سے نرمی کی جاتی ہے اور کبھی نرمی کا سبب اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ اس سے نفرت و اعراض کرنے کی صورت میں قریب یا بعید زمانے میں جاہ و مرتبہ اور مال و دولت میں نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں شیطانی جال ہیں طالبینِ آخرت کے اعمال میں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

پس دینی اعمال کی طرف رغبت رکھنے والے کا ان باریکیوں کی چھان بین کرنا، اپنے احوال اور قلب کو ان سے محفوظ رکھنا ہی اس کے حق میں فتویٰ ہے۔ اس کوشش کے نتیجے میں کبھی وہ حق کو پالیتا ہے اور کبھی خطا کر جاتا ہے، کبھی حق واضح ہونے کے باوجود خواہش نفس کی پیروی میں سبقت لے جاتا ہے اور کبھی اِس دھوکا میں مبتلا ہو کر خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور آخرت کے لئے عمل کر رہا ہے۔

ان باریکیوں کو (تیسری جلد میں) **"غُرُور (دھوکے) کی مَذمَّت"** کے بیان میں ذکر کیا جائے گا۔

جس شخص کا گناہ صرف اس کے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ

مروی ہے کہ ایک شخص شراب پیا کرتا تھا اسے کئی مرتبہ حضور سیِّدِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے حد لگائی گئی لیکن وہ پھر پی لیتا، کسی صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کہا: "اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو کتنی شراب پیتا ہے۔" تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "لَا تَكُنْ عَوْنًا لِلشَّيْطَانِ عَلٰى اَخِيْكَ یعنی اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔"[1] یا اسی مفہوم کے اور الفاظ ارشاد فرمائے۔

اس فرمانِ ذیشان سے اشارہ ملتا ہے کہ نرمی کرنا نفرت اور سختی سے زیادہ بہتر ہے۔

---

[1]...صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر... الخ، ٤/٣٣٠، الحدیث: ٦٧٨١

چوتھی فصل: ## صُحبَت اِختیار کرنے کی شرائط

جان لیجئے کہ ہر انسان اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے۔ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ یعنی انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا ہر ایک سوچ لے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔''(1)

انسان کے لئے ان خصلتوں اور صفات کا جاننا ضروری ہے جن کے باعث کسی کی صحبت اختیار کرنے میں رغبت کی جاتی ہے۔ ہم نے ان صفات کو ان فوائد کے پیشِ نظر شرط قرار دیا ہے جو کسی کی صحبت سے مطلوب و مقصود ہوتے ہیں کیونکہ شرط اسے کہتے ہیں جو مقصود تک پہنچنے کے لئے ضروری ہو۔ معلوم ہوا کہ مقصود سے نسبت ہونے کے اعتبار سے اشیاء کو شرط کہا جاتا ہے۔

صحبت سے مطلوب فوائد:

صحبت سے دینی اور دنیوی دونوں قسم کے فائدے مطلوب ہوتے ہیں۔

دنیوی فوائد: مثلاً کسی کے مال اور جاہ و مرتبہ سے نفع حاصل کرنا یا محض اُنسِیَّت حاصل کرنے کے لئے کسی کی ہم نشینی اختیار کرنا۔ ان فوائد کا ہماری گفتگو سے کوئی تعلق نہیں۔

دینی فوائد: اس میں مختلف فوائد کا حصول شامل ہے (مثلاً): (۱)... علم اور عمل کے حصول کے لئے کسی کی صحبت اختیار کرنا۔ (۲)... جاہ و مرتبہ حاصل کرنے کے لئے کسی کی صحبت اپنانا تاکہ ان تکالیف سے محفوظ رہا جاسکے جو دل کو تشویش میں مبتلا کرتی اور عبادت سے روکتی ہیں۔ (۳)... مال حاصل کرنے کے لئے کسی کی صحبت اپنانا تاکہ اس پر قناعت کر کے اپنے اوقات کو طَلَبِ رِزْق میں ضائع ہونے سے بچایا جاسکے۔ (۴)... کسی کی صحبت اس لئے اپنانا تاکہ بڑی مشکلات و پریشانیوں میں اس کی مدد حاصل کی جاسکے۔ (۵)... کسی کی دعا سے

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۴۵، ۴/۱۶۷، الحدیث: ۲۳۸۵
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲۳۳، الحدیث: ۸۴۲۵

تبرّک حاصل کرنے کے لئے اس کی صحبت اختیار کرنا۔(٦)...کسی کی صحبت اس لئے اپنانا تاکہ آخرت میں اس کی شفاعت حاصل ہو۔ جیسا کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "اپنے دینی بھائی زیادہ بناؤ کیونکہ ہر مومن شفاعت کرے گا، شاید کہ تم بھی اپنے کسی بھائی کی شفاعت میں داخل ہو جاؤ۔"

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ (پ٢٥، الشوریٰ:٢٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دعا قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث مبارکہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی شفاعت ان کے دینی بھائیوں کے حق میں قبول فرمائے گا اور ان کو بھی انہی کے ساتھ جنت میں داخل فرمادے گا۔

منقول ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کی مغفرت فرمادیتا ہے تو اس کی شفاعت اس کے دینی بھائیوں کے حق میں بھی قبول فرماتا ہے۔

اسی وجہ سے بے شمار بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے صحبت و الفت اور میل جول رکھنے کی ترغیب دی ہے اور اکیلے اور تنہا رہنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

مذکورہ فوائد میں سے ہر ایک کے لئے چند شرائط ہیں جن کے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں، ہم اسے تفصیل سے بیان کریں گے۔

صحبت کس کی اپنائی جائے؟

خلاصہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی صحبت اختیار کی جائے جس میں درج ذیل پانچ خصلتیں ہوں: (١)...عقل مند ہو (٢)...اچھے اَخلاق کا مالک ہو (٣)...فاسق نہ ہو (٤)...گمراہ نہ ہو اور (٥)...دنیا کا حَرِیص بھی نہ ہو۔

(1)... عقل:

(کسی کی صحبت اپنانے کے لئے عقل کی قید اس لئے لگائی کیونکہ) عقل انسان کے لئے اصل کی حیثیت رکھتی ہے، بے وقوف کے ساتھ بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں، اس کا ساتھ کتنا ہی طویل ہو انجام کار وحشت اور جدائی ہوتا ہے۔

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں:

فَلَا تَصْحَبْ اَخَا الْجَهْلِ وَ اِيَّاكَ وَ اِيَّاهُ
فَكَمْ مِنْ جَاهِلٍ اَرْدٰى حَلِيْمًا حِيْنَ اٰخَاهُ
يُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ اِذَا الْمَرْءُ مَا شَاهُ
وَلِلشَّيْءِ مِنَ الشَّيْءِ مَقَايِيْسٌ وَّ اَشْبَاهُ
وَلِلْقَلْبِ عَلَى الْقَلْبِ دَلِيْلٌ حِيْنَ يَلْقَاهُ

ترجمہ: (۱)...تم جاہل کو اپنا دوست نہ بناؤ، خود کو اس سے بچاؤ۔

(۲)...کتنے ہی جاہل لوگ عقل مند سے دوستی کر کے اسے برباد کر دیتے ہیں۔

(۳)...انسان کو انسان پر قیاس کیا جاتا ہے جبکہ انسان ہی حسد کرتا ہے۔

(۴)...تمام اشیاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔

(۵)...ایک دل جب دوسرے دل سے ملتا ہے تو اس سے راہ پاتا ہے۔

عقل مند کی صحبت اختیار کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ بے وقوف شخص اگر تمہیں فائدہ پہنچانے اور تمہاری مدد کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر بھی تمہیں نقصان پہنچاتا ہے اور اسے اس بات کا علم بھی نہیں ہوتا، اسی وجہ سے کسی شاعر نے کہا ہے:

اِنِّيْ لَاٰمِنُ مِّنْ عَدُوٍّ عَاقِلٍ وَ اَخَافُ خِلًّا يَّعْتَرِيْهِ جُنُوْنُ
فَالْعَقْلُ فَنٌّ وَّاحِدٌ وَّ طَرِيْقُهٗ اَدْرِيْ فَاَرْصِدُ وَ الْجُنُوْنُ فُنُوْنُ

ترجمہ: (۱)...میں عقلمند دشمن سے امن میں ہوں لیکن مجنون دوست سے ڈرتا ہوں۔

(۲)...کیونکہ عقل ایک ہی فن ہے جس کا راستہ مجھے معلوم ہے اور میں اسی کے حصول میں رہتا ہوں جبکہ جنون کئی فنون کا مجموعہ ہے۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ”بے وقوف سے دوری اختیار کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا ذریعہ ہے۔“

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”بے وقوف کے چہرے کی طرف نظر کرنا ایک خطا ہے جسے لکھا جاتا ہے۔“

عقل مند سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو اشیاء کو ان کی حقیقت کے مطابق سمجھتا ہے خواہ بذات خود سمجھتا ہو یا کسی کے سمجھانے سے۔

(2)...اچھے اخلاق:

جس کی صحبت اپنائی جائے اس کے اخلاق بھی اچھے ہونا ضروری ہیں کیونکہ بہت سے عقل مند اشیاء کی حقیقتوں سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن جب ان پر غصہ، خواہش، بخل یا بزدلی غالب آجائے تو وہ اپنے نفس کی پیروی کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں معلوم ہوتا ہے اس کی مخالفت کر گزرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی (اندرونی) صفات کو قابو کرنے اور اچھے اخلاق اپنانے سے عاجز ہوتے ہیں، لہٰذا ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

(3)...فاسق جو اپنے فسق سے باز نہ آئے:

وہ فاسق جو اپنے فسق سے باز نہ آئے اس کی صحبت اختیار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے وہ کبیرہ گناہ پر اصرار نہیں کرتا اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف نہیں نہ اس کے فساد سے بچنا ممکن ہے نہ اس کی بات کا کوئی بھروسا بلکہ وہ اپنی غرض کے مطابق کلام کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ (پ۱۵، الکھف: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا۔

❀...ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۲۹﴾ (پ۲۷، النجم: ۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

❀...ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ (پ۲۱، لقمٰن: ۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

ان آیاتِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ فاسقوں سے دور رہو۔

﴿4﴾... گمراہ:

گمراہ کی صحبت اپنانے سے خود گمراہ اور بدبخت ہو جانے کا اندیشہ ہے، لہٰذا گمراہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے دور رہا جائے اور اس سے قطع تعلق کر دیا جائے۔

گمراہ شخص کی صحبت کیسے فائدہ دے سکتی ہے جبکہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیندار دوست تلاش کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "تمہیں چاہئے کہ ایسا سچا دوست تلاش کرو جس کے سائے میں زندگی بسر کر سکو کیونکہ دوست خوشحالی کے وقت زینت اور تنگی کے وقت امید ہوتا ہے، اپنے دوست کے متعلق ہمیشہ اچھا گمان رکھو حتی کہ تمہارا گمان غالب آجائے، اپنے دشمن سے دور رہو اور دوستوں میں سوائے امانت دار کے سب سے ڈرتے رہو اور امانت دار وہی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے، لہٰذا کسی فاجر کی صحبت اختیار نہ کرو ورنہ تم بھی فسق میں مبتلا ہو جاؤ گے اور فاسق کو اپنے راز پر مطلع نہ کرو بلکہ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں۔"

حُسنِ اَخلاق اور اچھی صُحبت کے متعلق 13 اَقوال:

﴿1﴾... بہر حال جہاں تک حسنِ اخلاق کا تعلق ہے تو حضرت سیِّدُنا عَلْقَمَہ عَطّارِدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے بوقت

وفات اپنے بیٹے کو جو وصیت فرمائی اس میں تمام کو جمع فرما دیا۔ چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "پیارے بیٹے! جب تمہیں لوگوں کی صحبت اپنانے کی حاجت ہو تو اس کی صحبت اپناؤ کہ جب تم اس کی خدمت کرو تو وہ تمہاری حفاظت کرے، اگر تم اس کے ساتھ بیٹھو تو وہ تمہیں زینت دے اور اگر تمہیں کوئی مشقت پیش آئے تو وہ برداشت کرے۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو کہ جب تم بھلائی کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاؤ تو وہ بھلائی سے پیش آئے، اگر وہ تمہاری کوئی نیکی دیکھے تو اسے شمار کرے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اسے دور کرے۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو کہ جب تم اس سے کوئی چیز طلب کرو تو وہ تمہیں عطا کرے اور اگر طلب نہ کرو تو وہ خود دے اور اگر تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ تمہاری مدد کرے۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو کہ جب تم کچھ کہو تو وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے، اگر تم کسی چیز کا ارادہ کرو تو وہ تمہیں اچھا مشورہ دے اور اگر تمہارے درمیان کوئی اختلاف ہو جائے تو وہ تمہاری رائے کو ترجیح دے۔

حضرت سیِّدُنا عَلْقَمَہ عَطّاردی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے گویا اس وصیت میں صحبت کے تمام حقوق جمع فرما دیئے ہیں اور یہ شرط لگائی ہے کہ ایسے شخص کی صحبت اپناؤ جس میں یہ تمام صفات موجود ہوں۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد یحیٰ بن اَکْثَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں کہ خلیفہ مامون الرشید نے کہا: "ایسا آدمی کہاں ہے؟" کہا گیا: "آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے یہ وصیت کیوں فرمائی؟" خلیفہ نے کہا: "نہیں۔" بتایا گیا: "حضرت سیِّدُنا علقمہ عطاردی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے یہ وصیت اس ارادے سے فرمائی تھی کہ کوئی شخص کسی کی صحبت اختیار ہی نہ کرے۔"

﴿2﴾... کسی ادیب کا قول ہے: ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو جو تمہارے راز چھپائے اور تمہارے عیوب پر پردہ ڈالے کیونکہ ایسا شخص مصائب میں تمہارا ساتھ دے گا اور عمدہ عمدہ اشیاء میں تمہیں ترجیح دے گا، تمہاری نیکیوں کو پھیلائے گا اور تمہارے گناہوں کو چھپائے گا، اگر ایسا شخص نہ پاؤ تو تنہائی اختیار کرو۔

﴿3﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی كَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم فرماتے ہیں:

اِنَّ اَخَاكَ الْحَقَّ مَنْ كَانَ مَعَكَ وَمَنْ يَضُرُّ نَفْسَهٗ لِيَنْفَعَكَ
وَمَنْ اِذَا رِيْبَ زَمَانٍ صَدَعَكَ شَتَّتَ فِيْهِ شَمْلَهٗ لِيَجْمَعَكَ

ترجمہ: (۱)... تمہارا سچا دوست وہ ہے جو تمہارا ساتھ دے اور تمہارے فائدے کے لئے خود کو نقصان پہنچائے۔

(۲)... جب تمہیں گردش زمانہ پہنچے تو تمہارا سہارا بنے اور تمہاری حفاظت کے لئے اپنی چادر پھیلا دے۔

﴿4﴾... بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا کہ دو آدمیوں ہی کی صحبت اختیار کرو: (۱)... جس سے تم کوئی دینی بات سیکھو جو تمہیں نفع دے (۲)... جسے تم کوئی دینی بات سکھاؤ اور وہ اسے قبول کرلے، ان کے علاوہ تیسرے شخص سے دور رہو۔

﴿5﴾... علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ لوگ چار طرح کے ہوتے ہیں: (۱)... وہ جو تمام کا تمام میٹھا ہوتا ہے، اس سے کبھی سیری حاصل نہیں ہوتی۔ (۲)... وہ جو تمام کا تمام کڑوا ہوتا ہے، اسے بالکل بھی نہیں کھایا جاتا۔ (۳)... وہ جو کچھ میٹھا اور کچھ کڑوا ہوتا ہے، اس سے حاصل کرلو قبل اس کے کہ وہ تم سے کچھ حاصل کرے۔ (۴)... وہ جو نمکین ہوتا ہے، اس سے صرف وقتِ ضرورت حاصل کرو۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادِق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا کہ پانچ بندوں کی صحبت اختیار نہ کرو: (۱)... جھوٹا، کیونکہ تم اس کی طرف سے دھوکے میں رہو گے، یہ سَراب[1] کی طرح ہے کہ دور والے کو تمہارے قریب اور قریب والے کو تم سے دور کردے گا۔ (۲)... احمق، کیونکہ تمہیں اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا وہ تمہیں نفع پہنچانے کا بھی ارادہ کرے تو نقصان ہی پہنچائے گا۔ (۳)... بخیل، کیونکہ جب تمہیں اس کی حاجت ہوگی تو وہ تم سے تعلق ختم کردے گا۔ (۴)... بزدل، کیونکہ ایسا شخص مشکل کے وقت تمہیں چھوڑ کر خود فرار ہوجائے گا۔ (۵)... فاسق، کیونکہ یہ شخص تمہیں ایک لقمے کے بدلے یا اس سے بھی کم شے کے بدلے بیچ دے گا۔ کہا گیا: ''ایک لقمہ سے کم کون سی شے ہے؟'' فرمایا: ''اس لقمے کی لالچ باوجود یہ کہ وہ حاصل نہ ہو۔''

1... سراب اس ریت یا سڑک کو کہتے ہیں جو دھوپ کی شدت کے باعث پانی معلوم ہو۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۷/ ۷۰)

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: بد اَخلاق عالِم کی ہم نشینی میری نظر میں خوش اخلاق فاسق کی ہم نشینی سے زیادہ بہتر ہے۔

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو حواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں، میرے استاذ ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے فرمایا: "اے احمد! دو آدمیوں ہی کی صحبت اختیار کرنا: (۱)...وہ شخص کہ جس سے دنیوی معاملات میں فائدہ حاصل ہو (۲)...وہ شخص جس کی صحبت تمہاری آخرت کے لئے فائدے مند ہو، ان کے علاوہ کسی کی صحبت میں رہنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔"

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا سَہْل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرو: (۱)...غافل ظالم (۲)...مالداروں کی رعایت کرنے والا عالم (۳)...جاہل صوفی۔

جان لیجئے کہ مذکورہ اقوال صحبت کی تمام اغراض کو جمع کرنے لئے ناکافی ہیں، البتہ! جو فوائد، مقاصد اور شرائط ہم نے بیان کی ہیں ان کا لحاظ رکھا جائے۔ جو چیزیں دنیوی مقاصد کے سلسلے میں صحبت کے لئے شرط ہیں وہ اُخروی مقاصد اور بھائی چارے کے سلسلے میں شرط نہیں۔ جیسا کہ

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا کہ بھائی تین قسم کے ہیں: "(۱)...وہ جو تمہاری آخرت کے لئے بھائی ہے۔ (۲)...وہ جو تمہاری دنیا کے لئے بھائی ہے۔ (۳)...وہ جس سے تم انسیت رکھتے ہو۔"

بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ تمام مقاصد ایک ہی شخص میں جمع ہوں، اکثر یہ مختلف لوگوں میں پائے جاتے ہیں، لہٰذا ان کی شرائط بھی مختلف ہوں گی۔

﴿11﴾... خلیفہ مامونُ الرشید کا قول ہے کہ بھائی تین قسم کے ہیں: ایک کی مثال غذا کی سی ہے کہ اس سے بے پروائی نہیں کی جاسکتی، دوسرے کی مثال دوا کی طرح ہے کہ کسی وقت اس کی حاجت ہوتی ہے کسی وقت نہیں اور تیسرے کی مثال بیماری کی طرح ہے جس کی حاجت کبھی نہیں ہوتی مگر بندہ اس میں مبتلا کر دیا جاتا

ہے، یہ وہ شخص ہے جس سے نہ انسیت حاصل ہوتی ہے اور نہ کوئی نفع۔

﴿12﴾... منقول ہے کہ لوگوں کی مثال درخت اور پودوں کی سی ہے: (۱)... بعض وہ ہیں جن کا سایہ ہوتا ہے مگر پھل نہیں ہوتا، یہ وہ شخص ہے جس سے صرف دنیا میں نفع حاصل ہوتا ہے۔ بے شک دنیا کا نفع سایہ کی مانند ہے جو بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ (۲)... بعض وہ ہیں جن کا پھل ہوتا ہے لیکن سایہ نہیں ہوتا، یہ اس شخص کی مثال ہے جو صرف آخرت کی اصلاح کرتا ہے (۳)... بعض وہ ہیں جن کا پھل اور سایہ دونوں ہوتے اور (۴)... بعض وہ ہیں جن کا نہ پھل ہوتا ہے نہ سایہ، جیسا کہ بَبُول (یعنی کیکر) کا درخت کہ وہ صرف کپڑوں کو پھاڑتا ہے نہ اسے کھایا جاتا ہے اور نہ ہی پیا جاتا ہے اور جانوروں میں ایسے شخص کی مثال چوہے اور بچھو کی سی ہے (کہ ان سے نقصان ہی کی توقع کی جاسکتی ہے)۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ (پ۱۷، الحج: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ایسے کو پوجتے ہیں جس کے نفع سے نقصان کی توقع زیادہ ہے بیشک کیا ہی برا مولیٰ اور بیشک کیا ہی برا رفیق۔

﴿13﴾... شاعر کہتا ہے:

اَلنَّاسُ شَتّٰى اِذَا مَا اَنْتَ ذُقْتَهُمْ ۔۔۔ لَا يَسْتَوُوْنَ كَمَا لَا يَسْتَوِى الشَّجَرُ

هٰذَا لَهٗ ثَمَرٌ حُلْوٌ مَّذَاقَتُهٗ ۔۔۔ وَذَاكَ لَيْسَ لَهٗ طَعْمٌ وَّ لَا ثَمَرُ

ترجمہ: (۱)... جب تم لوگوں کو آزماؤ گے تو انہیں مختلف پاؤ گے، لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے جیسا کہ درخت ایک جیسے نہیں ہوتے۔

(۲)... کسی درخت کا پھل بھی ہوتا ہے اور وہ خود بھی میٹھا ہوتا ہے اور بعض نہ تو خود خوش ذائقہ ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ پھل دیتے ہیں۔

اگر انسان ایسا شخص نہ پائے جسے وہ اپنا دوست بنائے اور اس کے ذریعے ان مقاصد میں سے کسی مقصد کو حاصل کرے تو تنہا رہنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "تنہا رہنا

برے ہم نشیں سے بہتر ہے اور نیک ہم نشیں تنہائی سے بہتر ہے۔" اسے مرفوعًا[1] بھی روایت کیا گیا ہے۔

جہاں تک دیانت دار ہونے اور فاسق نہ ہونے کا تعلق ہے تو اس بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (پ۲۱، لقمٰن: ۱۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

کیونکہ فِسق اور فاسِقوں کا مُشاہَدہ کرنے اور ان کے ساتھ رہنے سے دل گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے، اس کی نفرت ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیّب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: "ظالموں کی طرف مت دیکھو کہیں تمہارے نیک اعمال برباد نہ ہو جائیں، ان کی ہم نشینی میں سلامتی نہیں بلکہ سلامتی تو ان سے تعلق ختم کر دینے میں ہے۔"

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

یہاں پر لفظ "سَلٰمًا" سے مراد "سلامۃ" ہے، "الف" کو "ۃ" کے بدلے میں لایا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ "ہم نے تمہارے گناہ سے سلامتی پائی اور تم نے ہمارے شر سے سلامتی پائی۔"

(5) ... دُنیا کا حَرِیص:

ایسے شخص کی صحبت زہرِ قاتل ہے کیونکہ طبیعتیں فِطری طور پر ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی اور ایک دوسرے کی پیروی کرتی ہیں بلکہ ہر طبیعت دوسرے سے کچھ نہ کچھ ضرور چراتی ہے اور انسان کو اس کا پتا تک نہیں چلتا، دنیا کی حرص میں مبتلا شخص کی صحبت دنیا کی حرص پیدا کرے گی اور زاہد کی صحبت دنیا سے کنارہ کشی پر ابھارے گی۔ اسی لئے دنیا کے طالبوں کی صحبت کو مکروہ اور آخرت کی طرف راغب لوگوں کی صحبت کو

---

[1] ... "مرفوع" اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند رسولُ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم تک پہنچتی ہو صراحتًا یا حکمًا خواہ وہ حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمان ہو یا عمل یا تقریر۔ (نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر، ص۱۰۶)

مُستَحَب قرار دیا گیا ہے۔

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا ارشاد ہے: جن سے حیا کی جاتی ہے ان لوگوں کی مجالس اختیار کر کے نیکیوں کو زندہ کرو۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں: مجھے کسی چیز نے آزمائش میں نہ ڈالا سوائے ان لوگوں کی صحبت کے جن سے میں بے تکلُّف تھا۔

عُلَما کی صحبت دل کے لئے کتنی ضروری ہے؟

حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَرِیْم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! علما کی مجلس کو اختیار کرو اور اپنے زانو انہی کے سامنے بچھائے رکھو کیونکہ دل حکمت سے زندگی پاتے ہیں جیسے مردہ زمین بارش کے قطروں سے زندگی پاتی ہے۔

اس باب میں اُخُوَّت و بھائی چارہ کا معنی، اس کی شرائط اور اس کے فوائد میں سے جو کچھ ذکر کرنے کا ہم نے ارادہ کیا تھا ذکر کر چکے، اب (دوسرے باب میں) ہم اس کے حقوق، لوازمات اور اسے صحیح طور پر قائم کرنے کا طریقہ بیان کریں گے۔

باب نمبر2: صحبت و بھائی چارے کے حقوق

جان لو! بے شک بھائی چارہ دو شخصوں کے درمیان ایک رابطہ و تعلق ہے جیسے نکاح زوجین کے درمیان رابطہ ہوتا ہے۔ جس طرح نکاح کے لئے طَرَفَیْن پر کچھ حقوق کی ادائیگی لازم ہوتی ہے جن کا ذکر آدابِ نکاح کے بیان میں ہو چکا ہے ایسے ہی بھائی چارے کے بھی چند حقوق ہیں۔

تمہارے بھائی (یعنی جس کی صحبت اختیار کی جائے اس) کا آٹھ چیزوں میں تم پر حق ہوتا ہے: (١)...مال میں (٢)...بدن و جان میں (٣)...زبان میں (٤)...دل سے درگزر کرنے میں (٥)...سچے دل سے دعا میں (٦)...اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنے اور وفا کرنے میں (٧)...تکلیف میں اور (٨)...تکلیف کو چھوڑ کر آسانی پیدا کرنے میں۔

پہلا حق "مالی معاونت":

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَثَلُ الْاَخَوَیْنِ مَثَلُ الْیَدَیْنِ تَغْسِلُ اِحْدَاھُمَا الْاُخْرٰی یعنی دو بھائیوں کی مثال دو ہاتھوں کی طرح ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے۔"[1]

حدیث مبارکہ میں دو بھائیوں کو دو ہاتھوں سے تشبیہ دی گئی نہ کہ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے کیونکہ دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے ایک ہی مقصد میں تعاون کرتے ہیں، ایسے ہی دو (مسلمان) بھائی ہیں کہ ان کا بھائی چارہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب وہ ایک مقصد میں مُوافَقت کرلیں، یہ دونوں اس اعتبار سے شخص واحد کی طرح ہوتے ہیں اور یہ امر تقاضا کرتا ہے کہ خوشی وغمی میں ساتھ دیا جائے، مال وحالات میں شرکت کی جائے اور تمام خصوصیات اور ترجیحات ختم کردی جائیں۔

مال کے ذریعے بھائی چارہ قائم کرنے کے درجات:

مسلمان بھائی کے ساتھ مال کے ذریعے مدد کرنے کے تین درجات ہیں۔

❀...**پہلا درجہ:** پہلا اور سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کو غلام یا خادم کا مرتبہ دو اور اس کی ضروریات اپنے بچے ہوئے مال سے پوری کرو۔ مثلاً اگر اسے کوئی ضرورت پیش آئے اور تمہارے پاس ضرورت سے زائد مال ہو تو اس مال سے اس کی ضرورت پوری کرو اور اسے سوال کرنے پر مجبور نہ کرو۔ اگر تم نے اسے سوال کرنے پر مجبور کیا تو یہ مسلمان بھائی کے حق میں بہت بڑی کوتاہی شمار کی جائے گی۔

❀...**دوسرا درجہ:** یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کو وہی مرتبہ دو جو خود کو دیتے ہو اور اسے اپنے مال میں شریک کرنے اور اپنے برابر مرتبہ دینے پر خوش ہو حتی کہ اسے اپنے آدھے مال کا شریک بنالو۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اَسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اپنی چادر کے دو حصے کرکے اپنے

[1]...الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاھین، باب فضل المصافحۃ للاخوان، ۱/۴۹۳، الحدیث: ۴۳۳، قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۶۰

اور اپنے مسلمان بھائی کے درمیان تقسیم کر لیتے تھے۔"

❀... **تیسرا درجہ:** مال کے ذریعے بھائی چارہ قائم کرنے کا تیسرا اور سب سے بلند درجہ یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کو خود پر ترجیح دو اور اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مُقَدَّم جانو۔

یہ صِدِّیقِین کا درجہ اور باہم محبت کرنے والوں کے درجے کی انتہا ہے۔ اس درجے کے ثَمَرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان اپنی جان بھائی پر ایثار کر دیتا ہے۔ جیسا کہ

بھائی چارے کی عظیم مثال:

روایت میں آتا ہے کہ صوفیا کی ایک جماعت کو کسی خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ان کی گردنیں اڑانے کا حکم جاری کر دیا، ان میں حضرت سیِّدُنا ابو حسین احمد بن محمد نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بھی تھے۔ آپ فوراً جلاّد کی طرف لپکے تا کہ سب سے پہلے قتل کئے جائیں۔ آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: "میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی اپنے بھائیوں کی زندگی کو خود پر ترجیح دوں۔" آپ کا یہ فرمانا سب کی نجات کا سبب بن گیا۔

اگر تم مسلمان بھائی کے حق میں ان تین درجوں میں سے کوئی سا بھی نہ اپناؤ تو جان لو کہ باطنی طور پر بھائی چارہ ابھی قائم نہیں ہوا، یہ میل جول ظاہری اور رسمی ہے دین میں اور عقلی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

حضرت سیِّدُنا مَیْمُوْن بن مِہْران جَزَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: جو اپنے بھائیوں کو فضیلت نہ دینے پر راضی ہے اسے چاہئے کہ اہل قبور سے بھائی چارہ قائم کر لے۔

بہر حال پہلا اور ادنیٰ درجہ اَھْلُ اللہ کے نزدیک ناپسند ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عُتْبَۃُ الْغُلَام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو جس شخص نے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا آپ اس کے گھر آئے اور کہا: "مجھے تمہارے مال سے چار ہزار درہم کی ضرورت ہے۔" اس نے کہا: "دو ہزار لے لو۔" اس پر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: "تم نے دنیا کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ترجیح دی ہے کیا تمہیں حیا نہیں آتی دعویٰ کرتے ہو کہ بھائی چارہ رضائے الٰہی کے لئے ہے اور یہ کہہ رہے ہو۔"

جو اُخُوَّت کے اس درجے کو اپنائے اس کے ساتھ دنیاوی معاملات ترک کردینے چاہئیں۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ابو حازِم سَلَمہ بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار نے فرمایا: جب تم رضائے الٰہی کے لئے کسی کو بھائی بناؤ تو اس کے ساتھ دنیاوی معاملہ نہ کرو۔

''دنیاوی معاملہ'' سے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مراد اخوت کا یہی پہلا اور سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔

جہاں تک (تیسرے اور) سب سے بلند درجے کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مؤمنین کو موصوف فرمایا ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَۚ(۳۸) (پ۲۵، الشوریٰ: ۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

یعنی وہ اپنے اموال اس طرح ملا دیتے کہ اندازہ نہ ہو پاتا کہ کون سا سامان کس کا ہے۔ بعض کا حال تو یہ تھا کہ جو جوتے کی نسبت اپنی طرف کرتا مثلاً کہتا ''جوتا میرا ہے'' تو ایسے شخص کی بھی صحبت اختیار نہ کرتے۔

ایثار و بھائی چارے کے متعلق بزرگان دین کے 14 اقوال و واقعات

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا فتح مَوْصِلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے جسے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا ایک روز اس کے گھر آئے تو وہ موجود نہ تھا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے باندی کو صندوق نکالنے کا حکم دیا، اس نے صندوق حاضر کر دیا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسے کھولا اور اپنی ضرورت پوری کرلی۔ جب باندی نے اپنے مالک کو یہ خبر دی تو اس نے اپنے دوست کے فعل پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''اگر تو سچی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔''

﴿2﴾... ایک شخص حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آپ کو اپنا بھائی بنانا چاہتا ہوں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''بھائی کا حق جانتے

ہو؟" کہنے لگا: "آپ بتادیجئے!" فرمایا: "تم اپنے درہم ودینار کے مجھ سے زیادہ حقدار نہ ہوگے۔" اس نے عرض کی: "میں ابھی اس درجے پر نہیں پہنچا۔" اس پر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "میرے پاس سے چلے جاؤ۔"

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا امام زَیْنُ الْعَابِدِین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک مجمع میں ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اپنے بھائی کی جیب یا اس کے بورے میں ڈال کر اُس کی اجازت کے بغیر جو چاہے لے سکتا ہے؟" لوگوں نے کہا: "نہیں۔" تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "تم میں کوئی کسی کا بھائی نہیں۔"

﴿4﴾... لوگوں کا ایک گروہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: "کیا آپ نے نماز پڑھ لی؟" آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "ہاں پڑھ لی۔" لوگوں نے کہا: "بازاروالوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی۔" آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تعجب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بازاروالوں سے دین کون سیکھتا ہے؟ مجھے خبر ملی ہے کہ اُن میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کو درہم تک نہیں دیتا۔"

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے جب بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا تو ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "میں آپ کا رفیق سفر بننا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اس شرط پر اجازت ہے کہ تمہاری چیز پر میرا حق تم سے زیادہ ہوگا۔" اس نے انکار کر دیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "مجھے تمہاری سچائی پر تعجب ہے۔"

راوی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کی رفاقت اختیار کر لیتا تو پھر آپ کی مخالفت نہ کرتا اور آپ ایسے شخص کو رفیق بناتے تھے جو آپ کے مُوافق ہوتا۔

﴿6﴾... ایک مرتبہ تسمے بیچنے والا شخص حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا، راستے میں کسی نے آپ کو ثرید کا ایک پیالہ ہدیہ بھیجا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے شریک سفر کا تھیلہ کھولا، تسمے مٹھی میں لے کر پیالے میں رکھے اور پیالہ ہدیہ بھیجنے والے کی طرف روانہ کر دیا، جب آپ کا رفیق

آیا تو اُس نے کہا: ”تسمے کہاں ہیں؟“ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”یہ ثرید جسے تم نے کھایا، یہ کیا تھا؟“ اُس نے کہا: ”دو یا تین تسمے دے دیتے۔“ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”وُسعت رکھو تمہارے لئے بھی وُسعت پیدا کر دی جائے گی۔“

《7》... ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے اپنے رفیق کا گدھا اُس کی اجازت کے بغیر ایسے شخص کو دے دیا جو پیدل تھا۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ہم سفر آیا اور اسے گدھے کے بارے میں بتایا گیا تو وہ خاموش رہا اور اس کا برا نہ منایا۔

《8》... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب میں سے کسی کو بکری کا سر ہدیہ دیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ ”میرا فلاں بھائی اس کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے“ وہ سری ان کی طرف بھیج دی، انہوں نے بھی یہی خیال کر کے آگے بھیج دی، اس طرح وہ سر ایک سے دوسرے کو بھیجا جاتا رہا حتی کہ سات ہاتھوں سے گزر کر واپس پہلے صحابی کی طرف لوٹ آیا۔

《9》... مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا مَسْرُوق بن اَجدَع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حضرت سیِّدُنا خَیْثَمَہ بن عبد الرحمن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک دوسرے کو بھائی بنایا ہوا تھا، ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا خیثمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مقروض ہوئے تو حضرت سیِّدُنا مسروق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بھاری مقدار میں کسی سے قرض لے کر ان کا قرضہ ادا کر دیا اور حضرت سیِّدُنا خیثمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اس کا علم تک نہ ہوا، اسی طرح حضرت سیِّدُنا خیثمہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بھی انہیں بتائے بغیر ان کا قرضہ ادا کر دیا۔

《10》... حضور سیِّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عَوْف اور حضرت سیِّدُنا سعد بن ربیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا تو حضرت سیِّدُنا سعد بن ربیع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پر اپنے مال اور اہل مباح کر دیئے، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ دعا دیتے ہوئے کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ان دونوں میں آپ کو برکت عطا

فرمائے“[1] دونوں کو واپس لوٹا دیا۔ گویا حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے قبول کرکے اپنے بھائی کے لئے ایثار کر دیا۔

حضرت سیِّدُنا سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے مُساوات تھا اور حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے ایثار اور ایثار مساوات سے افضل ہے۔

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: میں اپنے بھائی کے حق میں اسے بھی کم سمجھتا ہوں کہ تمام دنیا میرے پاس ہو اور میں اسے اپنے بھائی کے منہ میں رکھ دوں۔

﴿12﴾... مزید فرماتے ہیں: بے شک میں اپنے بھائی کے منہ میں لقمہ ڈالتا ہوں اور اس کا ذائقہ اپنے حلق میں پاتا ہوں۔

یقیناً جس سے بھائی چارہ قائم کیا جائے اس پر خرچ کرنا فقرا پر صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

﴿13﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اپنے بھائی کو 20 درہم دینا مجھے مساکین پر 100 درہم صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

﴿14﴾... مزید ارشاد فرماتے ہیں: ایک صاع[2] برابر کھانا بنا کر اپنے بھائیوں کی دعوت کرنا مجھے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

تمام اَسلاف کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام ایثار کے معاملے میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیروکار تھے۔ چنانچہ

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عاجزی اور ایثار:

ایک مرتبہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کسی صحابی کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے،

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اخاء النبی بین المھاجرین والانصار، ۲/۵۵۴، الحدیث: ۳۷۸۰

2 ...اہل حجاز کے ہاں استعمال ہونے والا مخصوص مقدار کا ایک پیمانہ۔

وہاں سے آپ نے دو مسواکیں چُنیں ایک ٹیڑھی تھی اور ایک سیدھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیدھی مسواک اپنے صحابی کو دے دی، انہوں نے عرض کی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! سیدھی مسواک کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔'' تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص گھڑی بھر بھی کسی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس سے اس صحبت کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اس صحبت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حق ادا کیا یا ضائع کر دیا۔''[1]

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ صحبت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حق ''ایثار'' ہے۔

ایک مرتبہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غسل کے لئے کنویں کی طرف تشریف لے گئے، حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کپڑے سے پردہ کیا حتی کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غسل فرما لیا، پھر حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ غسل کے لئے بیٹھے تو حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کپڑا پکڑ لیا تاکہ حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لئے پردہ کریں، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ایسا نہ کیجئے!'' لیکن سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کپڑا تھامے رہے حتی کہ حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ غسل سے فارغ ہوگئے، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب دو شخص اکٹھے ہوتے ہیں تو ان میں سے جو زیادہ نرمی سے پیش آتا ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے۔''[2]

اُخُوَّت و دوستی میں خُلوص کی علامت:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار اور حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا حضرت سیِّدُنا

---

1 ...تفسیر الطبری، سورۃ النساء، ۴/۸۵، تحت الآیۃ: ۳۶، الحدیث: ۹۴۸۳

قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۸۷

2 ...صحیح ابن حبان، کتاب البر والصلۃ، باب الصحبۃ والمجالسۃ، ۱/۳۸۸، الحدیث: ۵۶۷

المعجم الاوسط، ۲/۱۲۵، الحدیث: ۲۸۹۹

حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے گھر میں داخل ہوئے جبکہ وہ گھر میں موجود نہ تھے۔ حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے چارپائی کے نیچے سے کھانے کی ٹوکری نکالی اور کھانا شروع کر دیا، حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے کہا: ''اپنا ہاتھ روکئے اور صاحب مکان کو آنے دیجئے!'' حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور کھانا کھاتے رہے جبکہ حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عمر میں ان سے بڑے تھے۔ جب حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی تشریف لائے تو فرمایا: ''اے مالک! ہم ایسا ہی کرتے ہیں ایک دوسرے سے تکلف نہیں کرتے حتی کہ آپ اور آپ کے ہم عصر پیدا ہوئے۔''

اس روایت سے اشارہ ملتا ہے کہ بھائیوں کے گھروں میں بے تکلفی سے داخل ہو جانا اُخُوَّت و دوستی میں خلوص کی علامت ہے [1] اور کیسے نہ ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْؕ (پ١٨، النور: ٦١)

ترجمۂ کنزالایمان: یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان (جب جہاد وغیرہ پر جاتے تو) اپنے (معذور) دوست احباب کو اپنے گھر کی چابیاں دے دیا کرتے تھے اور اجازت بھی دیتے کہ جیسے چاہیں استعمال کریں لیکن تقویٰ کے سبب وہ کچھ نہ کھاتے حتی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مذکورہ آیت مبارکہ نازل فرمائی اور انہیں اپنے مسلمان بھائیوں کے گھروں سے بے تکلف ہو کر کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔

دوسرا حق ''بَدَنی مُعاوَنَت'':

مسلمان دوست کا حق یہ بھی ہے کہ خود اپنے ہاتھ پاؤں کے ذریعے اس کے سوال سے پہلے اس کی حاجت پوری کی جائے اور اس کی حاجات کو اپنی حاجات پر مقدم کیا جائے۔ اس کے بھی درجات ہیں جیسا کہ مال کے

---

1 ... میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! افسوس فی زمانہ ایسی محبت کی مثال نہیں ملتی بلکہ اب تو بے تکلفی گناہوں کی طرف دھکیل دیتی ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ مذکورہ آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں مفتی صاحب اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی فیاضی کی مثال بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''اس زمانہ میں فیاضی کہاں لہٰذا بے اجازت کھانا نہ چاہئے۔''

ذریعہ بھائی چارہ قائم کرنے کے درجات بیان کئے گئے۔

سب سے ادنیٰ درجہ: (بدنی معاونت میں) سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بوقتِ سوال قدرت ہونے کی صورت میں دوست کی ضرورت پوری کرے لیکن خندہ پیشانی اور خوش دلی کے ساتھ اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نہ کہ احسان جتلاتے ہوئے۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب تم اپنے بھائی سے کسی حاجت کا سوال کرو اور وہ اسے پورا نہ کرے تو اسے دوسری مرتبہ یاد دلاؤ ہو سکتا ہے کہ وہ بھول گیا ہو پھر بھی پورا نہ کرے تو اس پر تکبیر کہو اور یہ آیت مبارکہ تلاوت کرو:

وَالْمَوْتٰى یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ (پ۷، الانعام: ٣٦) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا۔

حضرت سیِّدُنا ابوعبداللہ بن شُبْرُمَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے کسی بھائی کی بڑی حاجت پوری کی تو وہ تحفہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، حضرت سیِّدُنا ابوعبداللہ بن شبرمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ اس نے کہا: ”اس احسان کا بدلہ جو آپ نے مجھ پر کیا ہے۔“ حضرت سیِّدُنا ابوعبداللہ بن شبرمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”اپنا مال اپنے پاس رکھو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے۔ جب تم اپنے بھائی سے حاجت بیان کرو اور وہ اسے پورا کرنے میں کوشش نہ کرے تو نماز کا سا وضو کرو اور اس پر چار تکبیرات (یعنی نماز جنازہ) پڑھو اور اسے مردہ شمار کرو۔“

حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد بن زَیْنُ الْعَابِدِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: بے شک میں اپنے دشمنوں کی حاجات پوری کرنے کی بھی کوشش کرتا ہوں اس خوف سے کہ اگر میں نے انہیں لوٹا دیا تو وہ مجھ سے بے پروا ہو جائیں گا۔

دشمنوں کے ساتھ ان کا یہ سلوک ہے تو دوستوں کے ساتھ کیسا ہو گا!

دوست کے اہل وعیال کی خبر گیری:

بعض اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام اپنے دوست کی وفات کے بعد 40 سال تک ان کی اولاد کی خبر گیری کرتے رہے اور ان کی حاجات پوری کرتے رہے، روزانہ ان کے پاس جاتے اور اپنا مال ان پر خرچ کرتے، انہیں اپنے والد صاحب کی کمی صرف یوں محسوس ہوتی کہ اب انہیں دیکھ نہیں سکتے ورنہ جو سہولیات والد صاحب کی زندگی میں نہ مل سکیں وہ ان کے دوست نے مہیا کر دیں۔

بعض اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام اپنے دوست کے دروازے پر جاتے اور سوال کرتے کیا تمہارے پاس زیتون ہے؟ کیا تمہارے پاس نمک ہے؟ کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ اپنے دوست کی ضروریات پوری کر دیتے اور دوست کو اس کا علم تک نہ ہوتا۔ اسی سے شفقت اور اخوّت ظاہر ہوتی ہے۔

جب تک دوست پر اس طرح شفقت نہ کی جائے جیسے انسان اپنی ذات پر شفقت کرتا ہے تو اس دوستی میں کوئی بھلائی نہیں۔

حضرت سیِّدُنا مَیْمُوْن بن مِہْران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: جس شخص کی دوستی تجھے کوئی نفع نہ دے اس کی دشمنی بھی تجھے کچھ نقصان نہ دے گی۔

حضور سیِّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَلَا وَاِنَّ لِلّٰهِ اٰوَانِیَ فِیْ اَرْضِهٖ وَهِیَ الْقُلُوْبُ فَاَحَبُّ الْاٰوَانِیْ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اَصْفَاهَا وَاَصْلَبُهَا وَاَرَقُّهَا یعنی خبردار! بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اس کی زمین میں برتن ہیں اور وہ دل ہیں۔ پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک محبوب ترین برتن (یعنی دل) وہ ہے جو زیادہ پاک، زیادہ مضبوط اور زیادہ نرم ہو۔“[1]

یعنی گناہوں سے زیادہ پاک، دین میں زیادہ مضبوط اور دوستوں پر نرمی کرنے والا ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انسان کو چاہئے اپنے دوست کی حاجت کو اپنی حاجت کی طرح سمجھے یا اس سے بھی اہم اور ضرورت کے وقت اس کی خبر گیری کرے، اس کے حالات سے باخبر رہے جیسا کہ اپنے حالات سے

---

1 ...نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل الثامن والستون والمائتان، ۲/ ۱۱۵۰، الحدیث: ۱۴۵۳، بتغیر قلیل

باخبر رہتا ہے، اسے سوال اور حاجت کا اظہار کرنے سے بے پروا کر دے، اپنی خدمت کو اس قدر پوشیدہ رکھے گویا حاجت روائی کا خود کو بھی علم نہیں، اس معاونت کو دوست پر احسان نہ سمجھے بلکہ اپنی کوشش قبول کرنے پر اس کا شکریہ ادا کرے اور صرف اس کی حاجت پوری کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس سے خوب عزت واحترام سے پیش آئے، ایثار کرے اور اپنے عزیزو اقارب اور اولاد پر اسے ترجیح دے۔

بزرگان دین اولاد پر دوست کو ترجیح دیتے:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ہمارے دوست ہمیں اپنے اہل وعیال سے زیادہ محبوب ہیں کیونکہ ہمارے اہل وعیال ہمیں دنیا میں مشغول رکھتے ہیں جبکہ ہمارے دوست ہمیں آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اپنے بھائی کی تعظیم میں اس کے ساتھ چلے تو بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ ملائکہ کو عرش سے نیچے بھیجے گا جو اس کے اکرام میں جنت تک اس کے ساتھ چلیں گے۔

ایک روایت میں ہے: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کا شوق رکھتے ہوئے اس کی زیارت کو جاتا ہے تو فرشتہ پیچھے سے اسے ندا دیتا ہے کہ تو نے اچھا کیا اور تیرے لئے پاکیزہ جنت ہے۔[1]

حضرت سیِّدُنا عطا بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: تین دن بعد اپنے مسلمان بھائیوں کی خیریت معلوم کیا کرو اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرو، اگر کسی کام میں مصروف ہوں تو ان کی مدد کرو اور اگر وہ کچھ بھول گئے ہوں تو انہیں یاد دلاؤ۔

دوستی قائم کرنے کا طریقہ:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں

---

1 ...الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، الحدیث: ٧٠٩، ص ٢٤٧

سنن الترمذی، کتاب البر الصلة، باب ماجاء فی زیارة الاخوان، ٣/ ٤٠٦، الحدیث: ٢٠١٥

حاضر تھے اور دائیں بائیں دیکھ رہے تھے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کی: "میں ایک شخص کو محبوب رکھتا ہوں، اسے دیکھ رہا ہوں نظر نہیں آ رہا۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تمہیں کوئی اچھا لگے تو اس کا اور اس کے باپ کا نام پوچھ لو اور اس کے گھر کا پتا معلوم کرلو، اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عِیادت کرو اور اگر کسی کام میں مصروف ہو تو اس کی مدد کرو۔" ایک روایت میں ہے کہ "اس کے دادا اور خاندان کے بارے میں بھی پوچھ لو۔"[1]

حضرت سَیِّدُنا امام شعبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: کسی کے پاس بیٹھ کر یہ کہنا کہ "میں اس کا چہرہ پہچانتا ہوں اس کا نام نہیں جانتا" بیوقوفی کی علامت ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا گیا کہ "آپ کو لوگوں میں کون زیادہ محبوب ہے؟" تو فرمایا: "میرا ہم نشیں۔"

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: جو شخص بغیر کسی ضرورت کے تین دفعہ میری مجلس میں آتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ میں دنیا میں اس کا بدلہ ادا نہیں کر سکتا۔

ہم نشیں کے تین حقوق:

حضرت سَیِّدُنا سعید بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میرے ہم نشیں کہ مجھ پر تین حقوق ہیں: (۱)...جب وہ قریب ہو تو میں خوش آمدید کہوں (۲)...جب وہ کلام کرے تو اس کی طرف متوجہ ہوں اور (۳)...جب وہ بیٹھے تو اس کے لئے جگہ کشادہ کروں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (پ۲۶، الفتح: ۲۹)　　ترجمۂ کنز الایمان: اور آپس میں نرم دل۔

---

1 ...شعب الایمان للبیهقی، باب فی مقاربة اهل الدین وموادتهم...الخ، ۶/۴۹۲، الحدیث: ۹۰۲۳، بتغیر
مکارم الاخلاق للخرائطی، باب یستحب للمرء اذا آخی...الخ، ۲/۲۷۷، الحدیث: ۷۲۶
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۶۸

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں پر شفقت اور ان کا احترام کرنے کی طرف اشارہ ہے اور کامل شفقت یہ ہے کہ انسان لذیذ کھانا اکیلے نہ کھائے اور دوست کے بغیر کسی خوشی میں شریک نہ ہو بلکہ اس کی جدائی کے سبب بے قراری اور وحشت محسوس ہو۔

تیسرا حق "خاموش رہنا":

تیسرا حق دوست کے عیوب اور ناپسندیدہ باتیں بیان کرنے سے خاموش رہنے کے متعلق ہے۔

خاموش رہنے کے چند مواقع ہیں: (۱)...دوست کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اس کے عیوب بیان کرنے سے زبان کو روکے بلکہ مصنوعی ناواقفیت کا اظہار کرے (۲)...اس کی بات کا رد نہ کرے (۳)...جب وہ گفتگو کر رہا ہو تو درمیان میں اپنی بات شروع نہ کرے (۴)...اس سے جھگڑا نہ کرے (۵)...ایسے سوالات نہ کرے جن سے وہ پریشان ہو جائے (٦)...جب اسے راستے میں دیکھے یا کسی کام میں مشغول پائے تو اس کی مشغولیت کے بارے میں سوال نہ کرے حتی کہ وہ خود بیان کر دے کیونکہ بعض اوقات اپنی مصروفیت بیان کرنا دشوار ہوتا ہے اور انسان جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے (۷)...جس راز پر اسے امین بنایا جائے اسے فاش کرنے سے اپنی زبان کو باز رکھے حتی کہ اپنے خاص دوستوں سے بھی اس کا ذکر نہ کرے (۸)...دوستی اگرچہ ختم ہو کر نفرت میں تبدیل ہو جائے لیکن ان رازوں میں سے کچھ ظاہر نہ کرے کیونکہ رازوں کو فاش کر دینا باطنی خَباثَت اور تنگ ظَرْفی کی علامت ہے اور (۹)...اس کے احباب اور اہل و عیال پر طَعْن و تَشْنِیع کرنے سے چپ رہے یونہی ایسا واقعہ بیان کرنے سے سکوت اختیار کرے جس میں کسی اور نے اس کے بارے میں طعن و تشنیع کی ہو کیونکہ برائی کی نسبت اسی کی طرف کی جاتی ہے جو بات پہنچاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کے سامنے ایسی بات نہ فرماتے جو اسے ناپسند ہو۔"[1]

---

[1]...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حسن العشرۃ، ۴/۳۲۹، الحدیث: ۴۷۸۹
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ۴/۳۲۰، الحدیث: ۱۲۶۲۸

تکلیف اوّلاً پہنچانے والے کی طرف سے پہنچتی ہے پھر کہنے والے کی طرف سے۔ ہاں یہ مناسب نہیں کہ اگر کوئی اس کی تعریف کرے تو اسے چھپائے کیونکہ خوشی پہلے پہل پہنچانے والے کی طرف سے حاصل ہوتی ہے پھر کہنے والے کی طرف سے اور خوشی کا چھپانا حسد کی علامت ہے۔

غیبت سے بچنے کا طریقہ:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر ایسی بات اجمالاً یا تفصیلاً کہنے سے گریز کرنا چاہئے جو دوست کو ناپسند ہو لیکن اگر اس بات کا تعلق نیکی کا حکم دینے یا برائی سے منع کرنے سے ہو جنہیں بیان کرنا واجب ہو اور چپ رہنے کی شرعاً اجازت نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی ناپسندیدگی کی پروا نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ درحقیقت اس پر احسان ہے اگرچہ بظاہر وہ اسے برا سمجھ رہا ہے۔ جہاں تک اس کے اور اس کے اہل کے گناہ اور عُیُوب بیان کرنے کا تعلق ہے تو یہ غیبت ہے جو کہ ہر مسلمان کے حق میں حرام ہے۔ دو باتیں تمہیں اس حرام کام سے روک سکتی ہیں:

پہلی بات: یہ ہے کہ تم اپنے نفس کے احوال پر غور کرو اگر اس میں کوئی ایک مذموم صفت بھی پاؤ تو اپنے دوست میں جو تم نے برائی دیکھی اسے بھی دل میں برا نہ جانو اور یہ سوچو کہ جس طرح تم اس برائی کو چھوڑنے سے عاجز ہو ایسے ہی وہ بھی اس برائی کو دور کرنے میں اپنے نفس پر قابو نہیں پا سکا۔

ایک بُری خَصلت کی وجہ سے دوست کو بوجھ مت سمجھو کہ برائیوں سے پاک وصاف کوئی انسان نہیں، اور جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حقوق اپنے نفس پر لاگو نہیں کر سکتے تو اپنے بھائی سے اپنے حقوق کی بجا آوری کے منتظر نہ رہو کیونکہ تمہارے دوست پر جتنا تمہارا حق ہے اس سے زیادہ حق تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہے۔

دوسری بات: یہ ہے کہ تم جانتے ہو اگر تمہیں ہر عیب سے پاک دوست ہی مطلوب ہو تو تم ساری مخلوق سے علیحدہ ہو کر بھی ایسا شخص نہیں پا سکتے جس سے دوستی کر سکو کیونکہ دنیا میں ہر شخص کے اندر کچھ خوبیاں اور کچھ خامیاں ہوتی ہیں۔ جب خوبیاں خامیوں پر غالب آجائیں تو یہ انتہا ہے اسی کو غنیمت جاننا چاہئے۔

مومن ہمیشہ اپنے دوست کی خوبیوں کو سامنے رکھتا ہے تاکہ اس کے دل میں عزت، محبت اور احترام پیدا

ہو جبکہ منافق ہمیشہ برائیاں اور عیوب دیکھتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مومن معذرت کا متلاشی رہتا ہے جبکہ منافق لغزش کا خواہاں رہتا ہے۔

لغزشیں معاف کرنا شجاعت ہے:

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: اپنے دوستوں کی لغزشوں کو معاف کرنا شجاعت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِسْتَعِیْذُوْا بِاللہِ مِنْ جَارِ السُّوْءِ الَّذِیْ اِنْ رَاٰی خَیْرًا سَتَرَہٗ وَاِنْ رَاٰی شَرًّا اَظْہَرَہٗ یعنی برے پڑوسی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو کہ وہ اچھائی دیکھے تو اسے چھپاتا ہے اور برائی دیکھے تو ظاہر کر دیتا ہے۔"[1]

ہر شخص میں کچھ اچھی عادات ہوتی ہیں جن کی وجہ سے اس کی تعریف کی جاسکتی ہے اور کچھ بری صفات بھی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے اس کی مذمت بھی ممکن ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں ایک روز کسی کی تعریف کی اور اگلے ہی دن اس کی مذمت کرنے لگا تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کل تم اس کی تعریف کر رہے تھے اور آج مذمت کر رہے ہو۔" اس نے عرض کی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے کل اس کے بارے میں سچ بیان کیا تھا اور آج بھی جھوٹ نہیں بولا، بے شک کل اس نے مجھے راضی کیا تھا تو اس کی اچھی بات جو میں جانتا تھا اس پر اس کی تعریف کی اور آج اس نے مجھے ناراض کیا تو اس کی بری بات جو میرے علم میں تھی اس پر اس کی مذمت بیان کر دی۔" تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا یعنی بے شک کچھ بیان جادو ہیں۔"[2]

---

[1] ...سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من جار السوء، الحدیث: ۵۵۱۲، ص ۸۷۳، باختصار
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۴/ ۳۹۱، الرقم: ۷۹۸: سعد بن سعید بن ابی سعید، بتغیر

[2] ...المعجم الاوسط، ۵/ ۳۷۹، الحدیث: ۷۶۷۱ ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۳۷۲

گویا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے ناپسند فرماتے ہوئے اسے جادو سے تشبیہ دی۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ''اَلْبَذَآءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ یعنی فحش گوئی اور بناسنوار کے کلام کرنا نفاق کی دو شاخیں ہیں۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ بناوٹی بیان ناپسند فرماتا ہے:

ایک روایت میں ہے: ''اِنَّ اللہَ یَکْرَہُ لَکُمُ الْبَیَانَ کُلَّ الْبَیَانِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بناوٹی بیان کو ناپسند فرماتا ہے۔''[2]

اسی طرح حضرت سَیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں میں کوئی ایک ایسا نہیں ہوگا جو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتا ہو اس کی نافرمانی نہ کرتا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا ہوگا جو صرف اس کی نافرمانی کرتا ہو اس کی اطاعت نہ کرتا ہو۔ پس جس کی اچھائی اس کی برائی سے زیادہ ہو جائے تو یہ عدل ہے۔''

جب حقوقُ اللہ میں یہ عدل ٹھہرا تو اپنی ذات کے حق اور اُخوّت وبھائی چارے میں تو اسے بدرجہ اولیٰ عدل سمجھنا چاہئے۔

بدگمانی دل کی غیبت ہے:

جس طرح اپنے دوست کے عیوب بیان کرنے سے اپنی زبان کو باز رکھنا تم پر واجب ہے ایسے ہی دل سے سکوت اختیار کرنا یعنی بدگمانی نہ کرنا بھی واجب ہے۔ بدگمانی دل کی غیبت ہے اور یہ بھی ممنوع ہے۔ اس کی حد یہ ہے کہ جب تک اس کے فعل کو اچھی بات پر محمول کرنا ممکن ہو اچھی بات پر ہی محمول کیا جائے اور اگر اس کی کوئی برائی تم پر ظاہر ہو جائے تو بھی ہو سکے تو اسے اس کی بھول شمار کرو۔

اس گمان کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: وہ گمان جو کسی علامت کے سبب پختہ ہو، اس علامت سے گمان کو ایسی جُنْبِش اور حَرَکَت ملتی ہے جسے دور کرنے پر انسان قادر نہیں ہوتا، اسے تَفَرُّس کہتے ہیں۔

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی العی، ۳/۴۱۴، الحدیث: ۲۰۳۴

2 ...المعجم الکبیر، ۸/۱۶۶، الحدیث: ۷۶۹۵

دوسری قسم: وہ گمان جس کی بنیاد ہی بدگمانی ہو، یعنی تمہارا دل اس شخص کے بارے میں ایسا بدگمان ہو کہ جب اس سے کوئی ایسا فعل صادِر ہو جس میں دو احتمال ہوں تو اس کے بارے میں تمہارا بدگمان ہونا تمہیں اس بات پر مجبور کرے کہ تم اس کے فعل کو بغیر کسی علامت و دلیل کے فساد پر محمول کر دو۔

دوسری قسم والا گمان باطنی جرم ہے جو کہ ہر مومن کے حق میں حرام ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْمُؤْمِنِ مِنَ الْمُؤْمِنِ دَمَهٗ وَمَالَهٗ وَعِرْضَهٗ وَاَنْ يَّظُنَّ بِهٖ ظَنَّ السَّوْءِ یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومن پر مومن کا خون، اس کا مال، اس کی عزت اور اس کے بارے میں بدگمانی کرنا حرام فرمادیا۔“[1]

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ”اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ یعنی تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔“[2]

برا گمان تجسس اور تحسّس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس بارے میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا یعنی کسی کی عیب جوئی نہ کرو، نہ خفیہ باتیں سنو نہ، قطع تعلقی کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔“[3]

تَجَسُّس اور تَحَسُّس میں فرق:

لوگوں کی خفیہ باتیں معلوم کرنا تجسس کہلاتا ہے اور لوگوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا تحسس کہلاتا ہے۔

دوسروں کے عیوب کی ستر پوشی اور ان سے لاعلمی کا اظہار کرنا دین داروں کا شعار ہے۔

---

1 ...سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۴/۳۱۹، الحديث: ۳۹۳۲، بتغير
شعب الايمان للبيهقي، باب في تحريم اعراض الناس، ۵/۲۹۶، الحديث: ۶۷۰۶، بتغير
صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم ... الخ، الحديث: ۲۵۶۴، ص ۱۳۸۶، باختصار

2 ...صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن ... الخ، الحديث: ۲۵۶۳، ص ۱۳۸۶

3 ...صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن ... الخ، الحديث: ۲۵۶۳، ص ۱۳۸۶، دون قول ”ولاتقاطعوا“

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ بندے:

لوگوں کی برائیاں چھپانے اور خوبیاں ظاہر کرنے کی ترغیب دلانے کے لئے تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ان صفات سے یاد فرمایا: ”یَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِیْلَ وَسَتَرَ الْقَبِیْح یعنی اے خوبیاں ظاہر کرنے والے اور برائیاں چھپانے والے!“

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ شخص وہ ہے جو اس کے اخلاق سے مُزَیَّن ہو کیونکہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ عیوب چھپاتا ہے، خطائیں بخشتا ہے اور بندوں کو معاف فرماتا ہے تو تم اس شخص سے کیوں در گزر نہیں کرتے جو تمہاری طرح ہے یا تم سے بلند، کسی بھی حال میں تمہارا بندہ یا تمہاری مخلوق نہیں۔

بَرہَنَہ کرنے سے بڑھ کر گناہ:

حضرت سَیِّدُنا عیسٰی روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: ”اگر تم اپنے بھائی کو اس حال میں سوتا پاؤ کہ ہوا نے اس سے کپڑا ہٹا دیا ہے تو تم کیا کرو گے؟“ انہوں نے عرض کی: ”اس کی ستر پوشی کریں گے اور اسے ڈھانپ دیں گے۔“ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”بلکہ تم اس کا ستر کھول دو گے۔“ حواریوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا: ”سُبْحَانَ اللہ! یہ کون کرے گا؟“ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے بارے میں کچھ سنتا ہے تو اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور یہ اسے برہنہ کرنے سے بڑا گناہ ہے۔“

انسان کا ایمان کب کامل ہوتا ہے؟

جان لو کہ انسان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اُخُوَّت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے بھائی سے ایسا معاملہ کیا جائے جیسا معاملہ اُس کی طرف سے اپنے حق میں پسند کرتا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تم اپنے بھائی سے اپنے حق میں ستر پوشی، برائیوں اور عیبوں پر سکوت کی امید کرو گے اور اگر توقع کے برعکس کچھ ظاہر ہو تو یقیناً اُس پر غضبناک ہو گے تو یہ کیسی بے عقلی ہے کہ تم اس

سے ستر پوشی کی توقع رکھو جبکہ خود اس کے عیبوں پر پردہ نہ ڈالو۔ ایسوں کی خرابی کا ذکر اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں یوں فرماتا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾ؕ (پ۳۰، المطففین: ۱تا۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ (ناپ کر) لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ یا تول کر دیں کم کر دیں۔

ہر وہ شخص جو اس سے زیادہ انصاف کا مُتَمَنِّی ہو جتنا وہ خود انصاف کرتا ہے تو وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔

لوگوں کے عیوب ظاہر کرنے کا سبب:

سَتْر پوشی میں کوتاہی کرنے یا عیوب ظاہر کرنے کا سبب باطنی بیماری یعنی کینہ اور حسد ہے کیونکہ حاسد اور کینہ پَرْوَر کا باطِن خَباثَت سے بھرا ہوتا ہے لیکن یہ لوگ اسے اپنے باطن میں قید کر کے اور چھپا کے رکھتے ہیں اور موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب موقع ملتا ہے تو قید ختم ہو جاتی، حیا اٹھ جاتی اور باطن میں دفن خباثت ظاہر ہو جاتی ہے۔ جب باطن کینہ اور حسد سے پُر ہو تو تنہائی بہتر ہے۔ کسی دانا (عقل مند) کا قول ہے کہ ”ظاہری سزا چھپے ہوئے کینے سے بہتر ہے اور کینہ رکھنے والے کی عنایت ومہربانی سے بھی وَحْشَت ہی میں اضافہ ہوتا ہے۔“

جس کے دل میں مسلمان کے خلاف کینہ ہو اس کا ایمان کمزور ہوتا، اس کا معاملہ خطرے میں ہوتا ہے اور اس کا دل خبیث ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن جُبَیْر بن نُفَیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے والد فرماتے ہیں کہ میں یمن میں تھا اور میرا پڑوسی ایک یہودی تھا، وہ مجھے تورات کے حوالے سے خبریں دیتا تھا، ایک روز وہ سفر سے واپسی پر میرے پاس آیا تو میں نے کہا: ”بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہم میں ایک نبی (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو مبعوث فرمایا ہے، انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی تو ہم اسلام لے آئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ایسی کتاب عطا فرمائی ہے جو تورات کی تصدیق کرتی ہے۔“ یہودی نے کہا: ”تم

نے سچ کہا لیکن جو احکام تمہارے نبی (صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) لائے ہیں تم ان پر عمل نہ کر سکو گے، بے شک ہم ان کا اور ان کی امت کا وصف تورات میں اس طرح پاتے ہیں کہ کسی شخص کو اپنے دروازے کی چوکھٹ سے باہر پاؤں رکھنا حلال نہیں جبکہ اس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے خلاف کینہ ہو۔"

دوست کا راز چھپانا چاہئے:

اُخُوَّت و دوستی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ دوست کا راز چھپایا جائے اور بوقتِ ضرورت راز کے معاملے میں انکار کرنا بھی جائز ہے اگرچہ جھوٹ کے ذریعہ ہو کیونکہ تمام مواقع پر سچ بولنا واجب نہیں[1] بلکہ جس طرح انسان کو اپنے عیوب اور رازوں کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے ایسے ہی اپنے مسلمان بھائی کے حق میں بھی جائز ہے کیونکہ اس کا مسلمان بھائی اس کے مرتبے میں ہے اور وہ دونوں دوست شخص واحد کی طرح ہیں صرف جسموں کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ یہی اُخوت کی حقیقت ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو اعمال دوست کے سامنے کئے جائیں وہ ریاکاری میں شامل نہیں ہوتے بلکہ وہ تنہائی میں کئے جانے والے اعمال شمار ہوتے ہیں کیونکہ دوست کا اس کے عمل کو جاننا بغیر کسی فرق کے خود جاننے کی طرح ہے۔

دوست کی سَترپوشی کرنا جان بچانے کی مثل ہے:

حضور سیِّدِ عالم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ اَخِيْهِ سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی

---

[1]... صَدْرُ الشَّرِیْعَه، بَدْرُ الطَّرِیْقَه حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی اس میں گناہ نہیں۔ ایک جنگ کی صورت میں کہ یہاں اپنے مقابل کو دھوکا دینا جائز ہے، اسی طرح جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو اس کے ظلم سے بچنے کے لیے بھی جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا چاہتا ہے، مثلاً ایک کے سامنے یہ کہدے کہ وہ تمہیں اچھا جانتا ہے، تمہاری تعریف کرتا تھا یا اس نے تمہیں سلام کہلا بھیجا ہے اور دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی باتیں کرے تاکہ دونوں میں عداوت کم ہو جائے اور صلح ہو جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بی بی کو خوش کرنے کے لیے کوئی بات خلاف واقع کہدے۔" اگلے صفحے پر ارشاد فرماتے ہیں: "اگر سچ بولنے میں فساد پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی جھوٹ بولنا جائز ہے۔"
(بہار شریعت، ۳/ ۵۱۷، ۵۱۸)

جس نے اپنے بھائی کی ستر پوشی کی اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"[1]

ایک روایت میں یوں ہے: "فَکَاَنَّمَا اَحْیَا مَوْءُوْدَۃً یعنی گویا اس نے زندہ دفن کی گئی بچی کو زندہ کیا۔"[2]

مجلس امانت ہے:

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِحَدِیْثٍ ثُمَّ الْتَفَتَ فَھُوَ اَمَانَۃٌ یعنی جب کوئی شخص بات کرتے وقت ارد گرد دیکھے تو وہ بات امانت ہے۔"[3]

مزید ارشاد فرمایا: "مجلسیں امانت ہیں سوائے تین مجلسوں کے: (۱)...جس میں حرام خون بہایا جائے (۲)...جس میں زنا کو حلال سمجھا جائے اور (۳)...جس میں مال کو ناجائز طریقے سے حلال بنایا جائے۔"[4]

ایک روایت ہے کہ "شرکائے مجلس امین ہوتے ہیں ان میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی وہ بات ظاہر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔"[5]

احمق اور عقل مند:

کسی ادیب سے کہا گیا: "آپ راز کی حفاظت کیسے کرتے ہیں؟" انہوں نے کہا: "میں اس راز کے لئے قبر بن جاتا ہوں۔"

کہا جاتا ہے کہ "باکمال لوگوں کے سینے رازوں کے دفینے (قبر) ہوتے ہیں۔"

1...السنن الکبری للنسائی، کتاب الرجم، باب الترغیب فی ستر العورۃ، ۴/۳۰۸، الحدیث: ۷۲۸۴
موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب قضاء الحوائج، باب فی شکر الصنیعۃ، ۴/۲۰۲، الحدیث: ۹۷

2...المعجم الاوسط، ۶/۲۶۰، الحدیث: ۸۷۰۵

3...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، ۴/۳۵۱، الحدیث: ۴۸۶۸

4...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، ۴/۳۵۱، الحدیث: ۴۸۶۹
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/۱۰۸، الحدیث: ۱۴۶۹۹

5...الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، الحدیث: ۶۹۱، ص ۲۴۰

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ”احمقوں کے دل ان کے منہ میں ہوتے ہیں اور عقل مندوں کی زبان ان کے دل میں ہوتی ہے۔“

یعنی جو کچھ احمق کے دل میں ہوتا ہے اسے چھپانے کی طاقت نہیں رکھتا اور بے خیالی میں بات ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے بے وقوفوں سے دور رہنا اور ان کی صحبت بلکہ ان کے سامنے جانے سے بھی گریز کرنا چاہئے۔

ایک ادیب سے جب پوچھا گیا کہ آپ کسی کے راز کی حفاظت کیسے کرتے ہیں تو انہوں نے کہا: ”میں اسے جاننے سے انکار کر دیتا ہوں اور اس پر قسم بھی کھالیتا ہوں۔“

اس بارے میں کسی نے کیا خوب کہا: ”میں راز کو اس طرح پوشیدہ رکھتا ہوں کہ یہ بھی ظاہر نہیں کرتا کہ اس بات کو چھپانا ہے۔“ اس بات کو ابن مُعتَز نے شعر کی صورت میں یوں بیان کیا:

مُسْتَوْدَعِیْ سِرًّا تَبَوَّأْتُ کَتْمَهُ　　　فَاَوْدَعْتُهُ صَدْرِیْ فَصَارَ لَهُ قَبْرًا

ترجمہ: مجھے رازدار بنانے والے! تیرے راز کا ٹھکانا میرا سینہ ہے جو اس کے لئے قبر بن جاتا ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

وَ مَا السِّرُّ فِیْ صَدْرِیْ کَثَاوٍ بِقَبْرِهٖ　　　لِاَنِّیْ اَرَی الْمَقْبُوْرَ یَنْتَظِرُ النَّشْرَا

وَ لٰکِنَّنِیْ اَنْسَاهُ حَتّٰی کَاَنَّنِیْ　　　بِمَا کَانَ مِنْهُ لَمْ اُحِطْ سَاعَةً خَبْرًا

وَ لَوْ جَازَ کَتْمُ السِّرِّ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُ　　　عَنِ السِّرِّ وَ الْاِحْشَاءِ لَمْ تَعْلَمِ السِّرَّا

ترجمہ: (۱)...میرے سینے میں موجود راز قبر میں مدفون شخص کی طرح نہیں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ قبر میں رہنے والا اٹھنے کا منتظر ہے۔

(۲)...بلکہ میں راز کو اس طرح بھلا دیتا ہوں گویا میں اسے کبھی جانتا ہی نہ تھا۔

(۳)...اگر دل سے راز چھپانا ممکن ہوتا تو اسے بھی راز کی خبر نہ ہوتی۔

کسی شخص نے اپنا راز اپنے مسلمان بھائی سے بیان کیا پھر اس سے پوچھا: ”جو میں نے بات بتائی وہ یاد ہے؟“ اس نے انکار کرتے ہوئے کہا: ”میں بھول گیا۔“

دوستی کے زیادہ لائق کون؟

حضرت سیِّدُنا ابو سعید سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے: جب تم کسی سے بھائی چارہ قائم کرنا چاہو تو اسے غصہ دلاؤ پھر اس پر ایک شخص مقرر کرو جو اس سے تمہارے اور تمہارے راز کے بارے میں پوچھے، اگر وہ تمہارے بارے میں اچھے کلمات کہے اور تمہارے راز چھپائے تو اسے دوست بنالو۔

حضرت سیِّدُنا ابو یزید طَیفُور عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الغَفُور سے پوچھا گیا: ”لوگوں میں کون دوستی کے زیادہ لائق ہے؟“ تو فرمایا: ”وہ شخص جو تمہارے بارے میں ایسی باتیں جانتا ہو جو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے پھر وہ تمہارے عیبوں کو ایسے ہی چھپائے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ پردہ پوشی کئے ہوئے ہے۔“

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے فرمایا: ایسے شخص کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں جو تمہیں عیبوں سے پاک دیکھنا ہی پسند کرے اور جو غصے کے وقت راز فاش کر دے وہ تنگ ظرف ہے کیونکہ رضا کی حالت میں راز چھپانے کا تو ہر سلیم طبیعت تقاضا کرتی ہے۔

انسان کی پہچان کروانے والی چار حالتیں:

کسی دانا (عقل مند) کا قول ہے کہ ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو جو چار حالتوں: غصہ، رضامندی، لالچ اور خواہش نفس کے غلبہ کے وقت تم سے چار مختلف رَوِیّے اپنائے بلکہ انسان کو چاہئے کہ ہر حال میں بھائی چارے کی حقیقت پر قائم رہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

وَ تَرَى الْكَرِيْمَ اِذَا تَصَرَّمَ وَصْلَهُ يُخْفِي الْقَبِيْحَ وَ يُظْهِرُ الْاِحْسَانَا

وَ تَرَى اللَّئِيْمَ اِذَاتَقَضِيْ وَصْلَهُ يُخْفِي الْجَمِيْلَ وَ يُظْهِرُ الْبُهْتَانَا

ترجمہ: (۱)...تو کریم شخص کو اس طرح پائے گا کہ جب اس سے قطع تعلقی کرے گا تو وہ برائیاں چھپائے گا اور احسانات ظاہر کرے گا۔

(۲)...اور تنگ ظرف وگھٹیا شخص کو اس طرح پائے گا کہ جب اس سے تعلق جوڑے گا تو وہ خوبیاں چھپائے گا اور جھوٹی

باتیں بیان کرے گا۔

سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی پانچ نصیحتیں:

حضرت سیِّدُنا عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے لختِ جگر حضرت عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تم کو بوڑھوں پر فوقیت دیتے ہیں، لہٰذا میری پانچ باتیں یاد رکھنا: (۱) ان کا راز فاش نہ کرنا (۲) ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا (۳) ان پر جھوٹ باندھنے کی جُرأت نہ کرنا (۴) کسی معاملے میں ان کی نافرمانی نہ کرنا اور (۵) تمہارے بارے میں انہیں کبھی خِیانت کی خبر نہ پہنچے (یعنی کبھی خیانت نہ کرنا)۔"

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ان پانچ میں سے ہر کلمہ ہزار کلموں سے بہتر ہے۔

یہ بھی اُخُوَّت و بھائی چارے میں سے ہے کہ دوست کی بات کاٹنے اور اس پر کلام کرنے سے اپنی زبان کو باز رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ارشاد فرمایا: "بے وقوف کی بات نہ کاٹو کہ وہ تمہیں تکلیف دے گا اور عقل مند کی بات بھی نہ کاٹو کہ وہ تم سے مُتَنَفِّر ہو کر قطع تعلقی کر لے گا۔"

حضور رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص بات کاٹنا چھوڑ دے اور وہ باطل پر ہو تو اس کے لئے جنت کے کونے میں گھر بنایا جائے گا اور جو شخص حق پر رہ کر بات نہ کاٹے اس کے لئے جنت کے بلند ترین حصے میں گھر بنایا جائے گا۔[1]

باطل پر ہونے کی صورت میں بات نہ کاٹنا واجب ہے لیکن اس کے باوجود اسے نعمت و ثواب سے نوازا جا رہا ہے اور (حق پر ہونے کے باوجود بات نہ کاٹنا نفلی عمل ہے تو) نفلی عمل پر زیادہ ثواب دیا گیا کیونکہ حق بات پر ہوتے ہوئے خاموشی نفس پر زیادہ دشوار ہوتی ہے بہ نسبت باطل پر ہوتے ہوئے خاموش رہنے سے اور ثواب

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المراء، ۳/ ۴۰۰، الحدیث: ۲۰۰۰، بتغیر
سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ۴/ ۳۳۲، الحدیث: ۴۸۰۰، بتغیر

دشواری و مشقت کے اعتبار سے ملتا ہے۔

کینہ پیدا ہونے کا ایک سبب:

آپس میں کینے کی آگ بھڑکنے کا سب سے بڑا سبب بات کاٹنا اور اعتراض کرنا ہے کیونکہ ان کے سبب بالکل منہ پھیر لیا جاتا اور تعلق توڑ دیا جاتا ہے۔ تعلق اوّلاً ذہنی طور پر ختم ہوتا ہے پھر باہم بات کرنا بند کیا جاتا ہے اور پھر جسم جدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَاتَدَابَرُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا وَلَاتَحَاسَدُوْا وَلَاتَقَاطَعُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَحْرِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمِ یعنی تم ایک دوسرے سے نہ پیٹھ پھیرو، نہ بغض رکھو، نہ حسد کرو، نہ قطع تعلقی کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ[1] کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے محروم کرتا ہے اور نہ ہی اسے رُسوا کرتا ہے، بندے کے برا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔''[2]

کسی کو حقیر جاننے کی انتہا یہ ہے کہ اس کی بات درمیان میں کاٹ دی جائے۔ بے شک کسی کا رد کرنے اور اس کی بات کاٹنے کا مقصد یا تو یہ ہوتا ہے کہ جہالت اور بے عقلی کی نسبت اس کی طرف کی جائے یا پھر شے کی حقیقت سے لاعلمی یا بھول کی نسبت اس کی طرف کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ سب باتیں اسے حقیر سمجھنے، دل میں اس کے خلاف کینہ رکھنے اور اس سے وحشت کی علامات ہیں۔

لوگوں کی بات کاٹنا دشمنی کا باعث ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو اُمامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ہم بحث و مباحثہ کر رہے تھے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور رنجیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بات کاٹنا چھوڑ دو کہ اس میں بھلائی کم ہے، بات کاٹنا چھوڑ دو کہ اس میں نفع تھوڑا ہے کیونکہ یہ دو بھائیوں کے درمیان دشمنی پیدا

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن... الخ، الحدیث: ٢٥٦٣، ص ١٣٨٦

2 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم... الخ، الحدیث: ٢٥٦٤، ص ١٣٨٦، ملتقطًا

کر دیتی ہے۔“[1]

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ جو اپنے بھائیوں سے لڑائی جھگڑا کرتا ہے اور اُن کی بات کاٹتا ہے اس کی محبت کم ہو جاتی ہے اور اس کی بزرگی چلی جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ لوگوں کی بات کاٹنے سے بچو کیونکہ تم عقل مند کے فریب اور کمینے کے اچانک حملے سے نہیں بچ سکتے۔

بے بس و لاچار شخص:

کسی بزرگ کا قول ہے کہ لوگوں میں سب سے بے بس ولاچار وہ شخص ہے جو (اچھا) دوست بنانے میں کوتاہی کرتا ہے اور اس سے بھی زیادہ بے بس وہ ہے جو دوست کو پا کر کھو دے اور بکثرت بات کاٹنا دوست کھو دینے، تَعَلُّق ختم ہونے اور عَداوَت پیدا ہو جانے کا سبب ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ایک شخص کی دشمنی ہزار آدمیوں کی محبت کے بدلے میں مت خریدو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سامنے والے کی بات کاٹنے سے اپنی برتری اور عقل کا اظہار جبکہ مدمقابل کی جہالت ظاہر کر کے اسے کمتر دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ اس صورت میں انسان تکبر کا شکار ہو جاتا، اپنے مسلمان بھائی کی عزت مجروح کرتا، اسے تکلیف دیتا ہے اور جاہل گمان کرتا ہے۔ انہی چیزوں کے اظہار کو دشمنی کہا جاتا ہے تو ان کے ہوتے ہوئے بھائی چارہ اور دوستی کیسے قائم رہ سکتی ہے۔

دلوں پر حکمرانی کا ذریعہ مال نہیں اچھے اَخلاق ہیں:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَاتُمَارِ اَخَاکَ وَلَاتُمَازِحْہُ وَلَا تَعِدْہُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفُہُ یعنی اپنے بھائی سے مُباحَثہ نہ کرو، اس کا مذاق نہ اڑاؤ،

1... کتاب المجروحین لابن حبان، ۲/۲۳۰، الرقم: ۸۹۶ کثیر بن مروان السلمی

اس سے ایسا وعدہ نہ کرو جسے پورا نہ کرسکو۔"[1]

مزید ارشاد فرمایا: "اِنَّکُمْ لَا تَسَعُوْنَ النَّاسَ بِاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ لِیَسَعْھُمْ بَسْطُ الْوَجْہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ یعنی بے شک تم اپنے مال کے ذریعے لوگوں پر حکمرانی نہیں کرسکتے تمہیں چاہئے کہ خندہ پیشانی اور اچھے اخلاق کے ذریعے انہیں اپنے قریب کرو۔"[2]

سامنے والے کی بات کاٹنا اچھے اخلاق کے برعکس ہے، اسلاف کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کا مسلمان بھائی کی بات کاٹنے سے بچنے اور مدد کرنے کے سلسلے میں یہ عالَم تھا کہ اس سے کوئی سوال نہ کرتے اور فرماتے: جب تم کسی سے کہو کہ "اٹھو چلیں" اور وہ پوچھے "کہاں؟" تو ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو، انسان کو چاہئے بغیر سوال کئے کھڑا ہو جائے۔

سوال بھائی چارے کی حلاوت ختم کر دیتا ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: عراق میں ایک شخص کو میں نے اپنا بھائی بنایا ہوا تھا، جب میں پریشانیوں میں گھرا ہوتا تو اس کے پاس آتا اور اس سے کہتا کہ "مجھے اپنے مال میں سے کچھ دو۔" وہ مال سے بھری تھیلی میرے سامنے رکھ دیتا، ضرورت کے مطابق میں اس میں سے لے لیتا۔ ایک روز میں اس کے پاس آیا اور کہا: "مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔" تو اس نے سوال کیا: "کتنی؟" اس وقت سے میرے دل سے اس کے لئے بھائی چارے کی حلاوت ختم ہو گئی۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جب تم اپنے مسلمان بھائی سے مال طلب کرو اور وہ پوچھے: "تم اس کا کیا کرو گے؟" تو اس نے بھائی چارے کا حق ختم کر دیا، جان لو کہ بھائی چارہ قول و فعل میں مُوافَقت اور نرمی کرنے سے قائم ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو عثمان حِیْرِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "مسلمان بھائی کی موافقت کرنا اس شفقت سے

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی المراء، ٣/ ٤٠٠، الحدیث: ٢٠٠٢

2 ...المستدرک، کتاب العلم، باب لیسعھم منکم بسط الوجه وحسن الخلق، ١/ ٣٢٩، الحدیث: ٤٣٥

بہتر ہے جس میں اس کی مخالفت ہو۔"

چوتھا حق "خوبیاں بیان کرنا":

چوتھے حق کا تعلق بھی زبان سے ہے لیکن یہاں مقصود بولنا ہے کیونکہ دوستی جس طرح دوست کے عیوب بیان کرنے سے خاموش رہنے کا تقاضا کرتی ہے ایسے ہی اس کی خوبیاں بیان کرنے کا بھی تقاضا کرتی ہے بلکہ خوبیاں بیان کرنا دوستی کے زیادہ لائق ہے اور جو خاموشی ہی پر اکتفا کرے اسے چاہئے کہ قبر والوں سے دوستی کرے کیونکہ دوست فائدہ حاصل کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے نہ اس لئے کہ اس کے ضرر سے بچا جائے اور خاموش رہنے کا مطلب یہ ہے کہ سامنے والے کو تکلیف نہ دی جائے۔

انسان کو چاہئے کہ دوست کے سامنے اپنی دوستی و محبت کا اظہار کرے، حَتَّی الْمَقْدُور اس کے معاملات سے باخبر رہے۔ مثلاً اسے کوئی معاملہ درپیش ہو یا کسی سبب سے اس کا دل بے چین ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش کرے اور وقتاً فوقتاً اس کی خیریت معلوم کرتا رہے، یونہی جن باتوں کو دوست ناپسند کرتا ہے خود بھی قول و عمل کے ذریعے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کرے اور جن باتوں سے وہ خوش ہوتا ہے خود بھی اس کے ساتھ خوشی میں شریک ہو اور زبان سے اس کا اظہار کرے۔ معلوم ہوا کہ دوستی واُخُوَّت کا مطلب خوشی اور غم میں شریک ہونا ہے۔

محبت بڑھانے کا طریقہ:

سرکار مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیُخْبِرْهُ یعنی تم میں سے جب کوئی اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے محبت کرے تو چاہئے کہ اسے بتادے۔"[1]

حدیث مبارکہ میں بتادینے کا حکم اس لئے فرمایا کیونکہ اس سے محبت بڑھتی ہے، اگر کوئی مسلمان بھائی جان لے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو تو یقیناً وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور جب تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ بھی تم سے

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی اعلام الحب، ۴/۱۷۶، الحدیث: ۲۳۹۹

محبت کرتا ہے تو لازمًا تمہاری محبت میں اضافہ ہو گا اس طرح محبت جانبین سے بڑھتی ہی رہے گی۔ مسلمانوں کا آپس میں پیار و محبت کرنا شریعت کو مطلوب و محبوب ہے اسی لئے اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ چنانچہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تَهَادَوْا تَحَابُّوْا یعنی آپس میں تحفہ دو محبت بڑھے گی۔“[1]

دوست کو اچھے نام سے پکارو:

زبان کے اعتبار سے دوست کا حق یہ بھی ہے کہ تم اپنے دوست کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اسے اچھے نام سے یاد کرو۔

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: تین باتیں ایسی ہیں جنہیں اپنانے سے تمہارے دل میں مسلمان بھائی کی محبت بڑھے گی: (۱) جب اس سے ملاقات کرو تو سلام میں پہل کرو (۲) اس کے لئے مجلس کشادہ کرو اور (۳) اسے پسندیدہ نام سے اسے پکارو۔

زبان کے اعتبار سے دوست کے حقوق یہ بھی ہیں کہ اسے جس شخص کے سامنے اپنی تعریف پسند ہو اس کے سامنے اس کی وہ تمام خوبیاں بیان کرو جو تمہیں معلوم ہیں، محبت بڑھانے کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اسی طرح اس کے اہل و عیال، ہنر، اَفعال حتی کہ اس کی عقل، اَخلاق، شکل و صورت، تحریر، اشعار، تصنیفات اور اس کی ہر اس چیز کی تعریف کرنی چاہئے جس سے وہ خوش ہوتا ہے لیکن یہ سب جھوٹ اور مبالغہ کے بغیر ہو ہاں اس کی جو خوبی لائق تحسین ہو اسے ضرور بیان کیا جائے۔ اس سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ جو اس کی تعریف کرے تم بخوشی اسے اس کے سامنے بیان کرو کیونکہ تعریف چھپانا خالص حسد ہے۔ مزید یہ کہ اگر وہ تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کرے یا بھلائی کا ارادہ ہی کرے تو بھی اس کا شکریہ ادا کرو اگرچہ کام مکمل نہ ہو۔ چنانچہ خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: جو اچھا ارادہ کرنے پر اپنے مسلمان بھائی کی تعریف نہیں کرتا وہ اس کے اچھے کام پر بھی اس کی تعریف نہیں کرتا۔

---

[1] ...الموطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی المھاجرة، ۲/۴۰۷، الحدیث: ۱۷۳۱

دوست کی محبت بڑھانے کا اہم ذریعہ:

دوست کی محبت بڑھانے میں یہ بات سب سے اہم ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں جب کوئی اس کی برائی بیان کرے یا صراحتًا یا اشارتًا اس کی عزت کے درپے ہو تو اس کا دفاع کیا جائے، اپنے دوست کی مدد و حمایت کے لئے کمربستہ ہو جائے، اس بدگو کو خاموش کروایا جائے اور اس سے سخت کلام کیا جائے۔ ایسے وقت میں خاموش رہنا سینے میں کینہ اور دل میں نفرت پیدا کرتا ہے اور بھائی چارے کے حق میں کوتاہی ہے کیونکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو مسلمانوں کو دو ہاتھوں کے ساتھ اس وجہ سے تشبیہ دی کہ اُن میں سے ایک دوسرے کو دھوتا ہے، لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے اور اس کا قائم مقام بنے۔[1]

مسلمان کی رسوائی پر خاموشی مسلمان کو زیب نہیں:

رحمت عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے رسوا کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔“[2]

مسلمان بھائی کو رسوا ہوتا دیکھ کر خاموش رہنا اس کی بوٹیاں ہوتا دیکھ کر خاموش رہنے کی طرح ہے اسے یوں سمجھو مثلاً تمہیں کتے کاٹ رہے ہیں تمہارا گوشت نوچ رہے ہیں اور تمہارا بھائی خاموش کھڑا تمہیں دیکھ رہا ہے اس کی محبت و غیرت اسے تمہاری مدد پر نہیں ابھارتی اس وقت تمہیں کتنا ناگوار محسوس ہوگا، مسلمان کی رسوائی و عزت کی پامالی نفس پر اس سے زیادہ گراں گزرتی ہے کہ جسم کے ٹکڑے کر دیئے جائیں اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے مردار کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

1 ...الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین، باب فضل المصافحہ للاخوان، ۱/ ۴۹۳، الحدیث: ۴۳۳
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۳٦۰

2 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم... الخ، الحدیث: ۲۵٦۴، ص ۱۳۸٦
صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، الحدیث: ۲۵۸۰، ص ۱۳۹۴

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡهِ مَیۡتًا (پ٢٦، الحجرات: ١٢) ترجمۂ کنزالایمان: کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے۔

روح لوحِ محفوظ کی جن باتوں پر مطلع ہوتی ہے فرشتہ خواب میں انسان کو اسی کی مثل دکھاتا ہے۔ جب انسان کسی کی غیبت کرے تو اسے خواب میں مردے کا گوشت کھانا دکھایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ مردار کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ کی جاتی ہے کہ لوگوں کی غیبت کرتا ہے کیونکہ فرشتہ روح پر ظاہر ہونے والی اصل شے اور اس کی صورت مثالی میں ظاہری اور معنوی مناسبت کا لحاظ رکھتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ دشمنوں کی تکلیف اور شریروں کی شرارت سے مسلمان بھائی کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔

دوست کی غیر موجودگی میں انسان کی حالت کیسی ہو؟

حضرت سیِّدُنا مجاہد بن جبیر مکی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَلِی فرماتے ہیں: تم اپنے مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں اس کا ذکر اس طرح کرو جس طرح اپنی غیر موجودگی میں تم اپنا تذکرہ کیا جانا پسند کرتے ہو۔

چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں انسان کی دو حالتیں ہوں:

پہلی حالت: جو کچھ تمہارے دوست کے بارے میں کہا جائے فرض کرو اگر وہ تمہارے بارے میں کہا جاتا اور تمہاری جگہ تمہارا دوست موجود ہوتا تو جو بات اپنے دوست کی طرف سے تم اپنے حق میں پسند کرتے تمہیں چاہئے کہ اپنے دوست کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کے درپے ہونے والے کے ساتھ بھی تم وہی معاملہ کرو۔

دوسری حالت: فرض کرو تم یہ جانتے ہو کہ وہ دیوار کے پیچھے موجود تمہاری بات سن رہا ہے اور تمہارا دوست گمان کرتا ہے کہ تمہیں اس بات کا علم نہیں اس وقت تمہارے دل میں اس کے لئے ہمدردی ظاہر کرنے کا جو خیال آئے گا تمہیں چاہئے کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے لئے اِسی طرح کا جذبہ رکھو۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ میں اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں بھی اسے حاضر گمان کرتا ہوں اور اس کے

بارے میں وہ بات کرتا ہوں کہ اگر وہ موجود ہو اور سنے تو اسے پسند کرے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: جب بھی میرے دوست کا ذکر کیا جاتا ہے تو میں خود کو اس کی صورت میں تصور کرتا ہوں، لہٰذا اس کے بارے میں وہی بات کرتا ہوں جو میں اپنے بارے میں سننا پسند کرتا ہوں۔

یہ کمالِ ایمان کی نشانی ہے کہ بندہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

جانوروں سے بھائی چارہ سیکھئے:

حضرت سیِّدُنا ابو دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دو بیلوں کو دیکھا جو ایک لکڑی میں بندھے ہَل چلا رہے تھے، ان میں سے ایک جب اپنا جسم کُھجانے کے لئے رکا تو دوسرا بھی رک گیا، یہ منظر دیکھ کر حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے: "رضائے الٰہی کے لئے بھائی بنانے والے ایسے ہوتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے کام کرتے ہیں جب ان میں سے ایک رکتا ہے تو دوسرا اس کی موافقت کرتا ہے اور اخلاص موافقت کے ذریعے ہی مکمل ہوتا ہے جو اپنے عَقْدِ اُخُوَّت میں مخلص نہ ہو وہ منافق ہے۔"

اخلاص کسے کہتے ہیں؟

اخلاص کا مطلب ہے کہ موجودگی و غیر موجودگی، زبان و دل، ظاہر و باطن، خَلْوَت و جَلْوَت ہر حال میں انسان کی کیفیت ایک سی ہو کسی بھی حالت میں فرق و تبدیلی دوستی کے لئے نقصان اور دین میں خَلَل کا باعث اور مومن کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

مذکورہ صورتوں میں جو اپنے نفس کو یکساں رکھنے پر قادِر نہ ہو اس کے لئے علیحدگی اور تنہائی بھائی چارے اور دوستی سے بہتر ہے کیونکہ دوستی کا حق بے حد عظیم ہے جسے نبھانے کی طاقت نفس کی لگام قابو میں رکھنے والا اور راہِ آخرت کا مسافر ہی رکھتا ہے۔

یقیناً بھائی چارے و دوستی کا ثواب بہت زیادہ ہے اور یہ ثواب وہی پا سکتا ہے جسے توفیق ملے۔ چنانچہ رحمت عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَبَاهِرّ اَحْسِنْ مُجَاوَرَةَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَّاَحْسِنْ مُصَاحَبَةَ مَنْ

صَاحَبَكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا یعنی اے ابوہریرہ! جو تمہارا پڑوسی بنے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو (کامل) مسلمان ہو جاؤ گے اور جو تمہاری صحبت اپنائے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو (کامل) مومن ہو جاؤ گے۔"(1)

دیکھو حدیث مبارکہ میں ایمان کو اُخوت وصحبت کی اور اسلام کو اچھے پڑوس کی جزا قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام کی فضیلت میں اتنا ہی فرق ہے جتنا فرق پڑوسی اور اُخوت وصحبت کے حقوق میں ہے۔ یقیناً اُخوت وصحبت عموماً لمبے عرصے تک قائم رہتی ہے اور مختلف احوال میں بے شمار حقوق کا تقاضا کرتی ہے جبکہ پڑوسی کا حق صرف اتنا ہے کہ قریب رہنے کا حق ادا کیا جائے (یعنی اس کی خیریت معلوم کی جائے) وہ بھی کبھی کبھار نہ کہ ہمیشہ۔

نصیحت کب شفقت کہلاتی ہے؟

زبان کے اعتبار سے دوست کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اچھی بات بتائی جائے اور نصیحت کی جائے۔

دوست کو علم کی بھی اتنی ہی حاجت ہے جتنی مال کی ہوتی ہے، اگر تمہارا سینہ علم کے زیور سے آراستہ ہے تو تم پر لازم ہے کہ اسے ہر وہ بات بتاؤ جس کی اسے دین و دنیا میں حاجت ہے، علم سکھانے اور رہنمائی کے بعد اگر وہ علم کے مُطابق عمل نہ کرے تو اب تم پر لازم ہے کہ اسے نصیحت کرو وہ جن کاموں میں مبتلا ہے ان کی آفات اور ترک کرنے کے فوائد بتاؤ اور اس کے سبب دنیا و آخرت میں ہونے والے نقصانات بیان کرکے اسے ڈراؤ تاکہ وہ اپنی مذموم حرکات سے باز آئے، اس کے عیوب پر اسے تنبیہ کرو، برے افعال کی برائی اور اچھے افعال کی اچھائی اس کے دل میں راسخ کرو لیکن یہ تمام کام تنہائی میں کرو کہ اس پر کوئی اور مطلع نہ ہو کیونکہ جو کلام لوگوں کے مجمع میں کیا جائے اسے ڈانٹ ڈپٹ اور بے عزتی شمار کیا جاتا ہے اور جو بات تنہائی میں کی جائے وہ شفقت اور نصیحت سمجھی جاتی ہے کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ

---

(1)... المعجم الصغیر للطبرانی، باب المیم من اسمه محمد، الجزء الثانی، ص ١٠٤

فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، ١/٢٤٨، الحدیث: ١٧٧٩

اَلْمُؤْمِنِ یعنی مومن مومن کا آئینہ ہے۔“[1]

یعنی مسلمان بھائی کے ذریعے وہ برائیاں ظاہر ہو جاتی ہیں جن پر انسان خود مطلع نہیں ہو پاتا۔ معلوم ہوا کہ انسان کو جس طرح ظاہری عیوب پر مطلع ہونے کے لئے آئینے کی حاجت ہوتی ہے اسی طرح (باطنی) عیوب پر مطلع ہونے کے لئے مسلمان بھائی کی حاجت ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں سمجھایا اس نے اسے نصیحت کی اور زینت بخشی اور جس نے سب کے سامنے سمجھایا اس نے اسے رُسوا اور بدنام کیا۔

مومن کی پردہ پوشی رب تعالیٰ بھی فرماتا ہے:

حضرت سیِّدُنا مِسْعَر بن کِدام رَحِمَہُ اللہُ السَّلَام سے پوچھا گیا: ”کیا آپ اس شخص کو پسند کرتے ہیں جو آپ کو آپ کے عیبوں پر مطلع کرے؟“ تو فرمایا: ”اگر تنہائی میں نصیحت کرے تو پسند ہے اور اگر مجمع میں سمجھائے تو نہیں۔“

انہوں نے سچ فرمایا کیونکہ لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا رسوائی کا باعث ہے۔ کل قیامت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی پناہ اور اپنی صفتِ سَتَّاری کے سائے میں مومن پر عِتاب فرمائے گا اور اسے اس کے گناہوں پر پوشیدہ طریقے سے مطلع کرے گا، اسے جنت پہنچانے والے فرشتوں کو اس کا اعمال نامہ مہر بند کیا ہوا دے گا، فرشتے جنت کے دروازے پر پہنچ کر اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دیں گے تاکہ وہ اسے پڑھے۔

بہر حال کُفر کے سَبَب جن پر جہنّم واجب ہو چکا انہیں تمام لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا اور ان کے اعضاء ان کے گناہوں کی گواہی دیں گے جس سے ان کی ذلت ورسوائی اور زیادہ ہو جائے گی۔ ہم اس بڑے دن کی رسوائی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ والحیاطۃ، ۴/۳۶۵، الحدیث: ۴۹۱۸

مُدارات و مُداہنت میں فرق:

پس ڈانٹ ڈپٹ اور نصیحت میں فرق کرنے والی بات علانیہ اور تنہائی ہے جیسا کہ مدارات اور مداہنت میں فرق کا سبب وہ غرض ہے جو چشم پوشی کا باعث بنتی ہے مثلاً اگر اپنے دین کی سلامتی اور مسلمان بھائی کی اصلاح کی خاطر چشم پوشی کی جائے تو اسے مدارات کہتے ہیں اور اگر دنیا کے حصول، نفسانی خواہشات کی سلامتی اور اپنی شہوات کو پورا کرنے کے لئے چشم پوشی کی جائے تو اسے مداہنت کہتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرو، مخلوق کے درمیان بیٹھو تو ایک دوسرے کو نصیحت کرو، نفس کی مخالفت کرو اور شیطان سے عَداوت قائم رکھو۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی یہ کہے کہ جب نصیحت میں عیبوں کا تذکرہ ہوگا تو اس کے سبب دل میں وَحشت ہوگی تو یہ کس طرح اخوت کے حقوق میں سے ہوگا؟ **جواب:** یادرکھئے کہ وحشت اس عیب کو بیان کرنے سے ہوگی جسے تمہارا بھائی خود جانتا ہو لیکن جن عیوب کے بارے میں وہ نہ جانتا ہو اس کے بارے میں اسے بتانا یہ تو عین شفقت ہے۔ شفقت سے مراد اس کے دل کو مائل کرنا ہے اور یہاں مُراد عقل والوں کے دل ہیں جہاں تک بے وقوف لوگوں کی بات ہے تو ان کی طرف توجہ نہ کی جائے، لہٰذا اگر کوئی تمہیں ایسے فعلِ مذموم پر توجہ دلائے جس کے تم مرتکب ہو یا تمہارے اندر کوئی بری عادت پائی جاتی ہو جس سے وہ تمہیں پاک کرنے کے لئے تمہیں خبردار کرے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی تمہیں اس بات پر خبردار کرے کہ تمہارے دامن کے نیچے سانپ یا بچھو ہے جو تمہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر تم اس نصیحت کو ناپسند کرو گے تو تم سے بڑھ کر بیوقوف کون ہوگا؟ یوں ہی بری صِفات سانپ و بچھو ہیں جو آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں کیونکہ یہ دلوں اور روحوں کو ڈستی ہیں اور ان کے ڈسنے کی تکلیف ظاہری جسموں کو ڈسنے والے سانپ و بچھوؤں کے ڈسنے سے زیادہ ہوتی ہے اور یہ جلانے والی آگ (یعنی جہنم) سے پیدا کی گئی ہیں۔

سَیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا طرزِ عمل:

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے بھائیوں کی طرف سے عیوب پر مطلع کرنے کو ان کی طرف سے تحفہ خیال کرتے اور فرماتے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے بھائی کو عیب پر مطلع کرنے کی صورت میں اسے تحفہ دیتا ہے۔"

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوئے تو خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: "آپ کو میری ایسی کون سی بات معلوم ہوئی ہے جو آپ کو ناپسند ہے؟" حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بتانے سے معذرت کی مگر امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اصرار فرمایا تو عرض کی: "مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس دو جوڑے ہیں، ان میں سے ایک آپ دن میں پہنتے ہیں اور دوسرا رات میں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک دستر خوان پر دو کھانوں کو جمع کرتے ہیں؟" خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یہ دونوں باتیں جو آپ کو معلوم ہوئی ہیں یہ میری ضرورت ہیں اگر ان کے علاوہ کوئی اور بات ہو تو بتایئے؟ حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: "اس کے علاوہ کوئی بات نہیں۔"

سَیِّدُنا حذیفہ مَرْعَشِی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا نصیحت بھرا خط:

حضرت سَیِّدُنا حذیفہ مَرْعَشِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا یوسف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی طرف خط لکھا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم نے اپنا دین دو پیسوں کے عِوَض فروخت کر دیا ہے، اس طرح کہ تم نے دودھ والے کے پاس کھڑے ہو کر پوچھا: یہ کتنے کا ہے؟ دودھ والے نے کہا: (درہم کے) چھٹے حصے کا۔ تم نے کہا: یہ تو (درہم کے) آٹھویں حصے کا ہے تو دودھ والے نے تمہارے ساتھ جان پہچان کی وجہ سے دودھ اتنے ہی پیسوں میں دے دیا۔ اپنے سر سے غفلت کی چادر ہٹاؤ اور خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور جان لو کہ جو شخص قرآن پڑھے اور مُسْتَغْنِی نہ ہو اور دنیا کو ترجیح دے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات کے ساتھ مذاق

کرنے والا نہ ہو کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جھوٹوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ نصیحت کرنے والوں سے بُغض رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾ (پ۸، الاعراف: ۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔

بہر حال اگر ایسی صورت ہو کہ دوست اپنے عیب سے غافل ہو تو اسے آگاہ کر دینا چاہئے لیکن اگر وہ اپنے عیب سے واقف ہے اور اسے تم سے چھپاتا بھی ہے تو آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر چھپاتا نہیں بلکہ ظاہر کرتا ہے تو پھر نرمی کے ساتھ نصیحت کرے کبھی اشارے سے اور کبھی صراحتاً لیکن اس قدر کہ اسے وحشت نہ ہو اور اگر تم دیکھو کہ نصیحت اس پر اثر انداز نہیں ہو رہی اور وہ طَبعی تقاضے کی وجہ سے اس گناہ پر مُصِر رہنے پر مجبور ہے تو اب خاموشی اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

یہ تمام باتیں ان مصلحتوں کے بارے میں ہیں جو تیرے بھائی کے دین اور دنیا سے متعلق ہیں۔ بہر حال وہ باتیں جو تیرے متعلق ہیں مثلاً کسی نے تیری حق تَلَفی کی ہو تو ایسی صورت میں برداشت کرنا، عَفو و درگزر سے کام لینا اور چشم پوشی کرنا ضروری ہے اور ایسی صورت میں مزاحمت کرنا نصیحت نہیں۔ ہاں اگر حالات ایسے ہو جائیں کہ نوبت قطع تعلقی تک پہنچ جائے تو اب تنہائی میں عِتاب کرنا قطع تعلقی سے بہتر ہے اور اس میں بھی صراحتاً عتاب کرنے کے بجائے اشارۃً عتاب کرے۔ پھر زبانی عتاب سے بہتر تحریری عتاب ہے جبکہ برداشت کرنا تو سب سے بہتر ہے کیونکہ دوست سے تمہاری غرض اس کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے نفس کی اصلاح، اس کے حق کی ادائیگی اور اس کی کوتاہی کو برداشت کرنا ہو نہ یہ کہ اپنے کاموں میں اس سے مدد حاصل کرنا اور اس کی طرف سے نرمی کا طلب گار رہنا ہو۔

دل کی گرانی دور کرنے کا انوکھا انداز:

حضرت سیِّدُنا ابو بکر کَتّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ایک شخص نے میری صحبت اختیار کی، مجھے اس کی

صحبت گراں گزری تو میں نے ایک دن اسے کچھ تحفہ دیا تاکہ میرے دل میں جو بھاری پن ہے وہ زائل ہو جائے لیکن وہ بھاری پن زائل نہ ہوا تو ایک دن میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور اس سے کہا کہ اپنا پاؤں میرے رُخسار پر رکھے اس نے انکار کیا، میرے مسلسل اصرار اور مجبور کرنے پر اس نے ایسا کیا جس کی وجہ سے میرے دل سے وہ بھاری پن زائل ہو گیا۔

امیر ہو تو ایسا:

حضرت سیدنا ابو علی رِباطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کی صحبت اختیار کی، وہ جنگل میں رہتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: "میں اس شرط پر تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا کہ ہم دونوں میں سے ایک امیر (ذمہ دار) ہو گا اور دوسرا ماتحت۔" میں نے کہا: "آپ امیر ہوں گے۔" انہوں نے فرمایا: "تو پھر تم پر میری اطاعت لازم ہو گی۔" میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔" چنانچہ انہوں نے ایک تھیلا لیا اور میر ازادِ راہ اس میں ڈال کر اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو کہا: "تھیلا مجھے دے دیجئے!" انہوں نے فرمایا: "کیا تم نے مجھے امیر نہیں بنایا؟ تم پر میری اطاعت لازم ہے۔" ایک رات ہمیں بارش نے آلیا تو آپ صبح تک میرے سرہانے کھڑے ہو کر چادر کے ذریعے مجھے بارش سے بچاتے رہے حالانکہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میں اپنے نفس سے کہہ رہا تھا: "کاش میں مر جاتا اور آپ سے یہ نہ کہتا کہ آپ امیر بنیں۔"

پانچواں حق "عفو و در گزر کرنا":

دوست کی لغزش دو حال سے خالی نہیں ہوتی یا تو اس کا تعلق دین سے ہوتا ہے یا تمہاری ذات سے۔ چنانچہ، اگر تمہارا دوست کسی دینی لغزش کا مُرتکِب ہو یا اس پر اصرار کرے تو تمہیں اس کے ساتھ نصیحت میں نرمی کا رویہ اختیار کرنا چاہئے تاکہ وہ راہِ راست پر آجائے اور تقویٰ و پرہیز گاری کی طرف لوٹ آئے اور اگر تم اس کی قدرت نہیں رکھتے اور وہ بھی لغزشوں پر اصرار کئے ہوئے ہے تو ایسے شخص کے ساتھ محبت بر قرار رکھنے یا قطع تعلقی کرنے کے متعلق صحابہ و تابعین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اقوال مختلف ہیں۔

سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی رائے:

حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس بارے میں قطع تعلقی کی طرف گئے ہیں۔ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "جب تمہارے دوست نے اپنی پہلی حالت تبدیل کر لی تو تم جس طرح اس کے ساتھ پہلے محبت کرتے تھے ایسے ہی اب اس کے ساتھ بُغض رکھو۔" ایسا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس لئے فرمایا کہ آپ کے نزدیک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بُغض رکھنے کا تقاضا یہی ہے۔

سیِّدُنا ابودَرْدَاء رَضِیَ اللہُ عَنْہ اور چند دیگر حضرات کی رائے:

حضرت سیِّدُنا ابو دردا اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت کی رائے پچھلی رائے کی مخالف ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "جب تمہارے بھائی کی حالت بدل جائے اور وہ سابقہ حالت پر نہ رہے تو اس وجہ سے اسے نہ چھوڑو کیونکہ آج اگر تیرا بھائی ٹیڑھا ہے تو کل سیدھا بھی ہو سکتا ہے۔"

حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: "گناہ کے سبب اپنے بھائی سے قطع تعلقی نہ کرو کیونکہ اگر آج اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو کل چھوڑ بھی سکتا ہے۔" مزید فرمایا: "لوگوں کو عالم کی لغزش کے بارے میں نہ بتاؤ کیونکہ عالم اگر لغزش کرتا ہے تو (اپنے علم کے سبب) اس سے باز بھی آجاتا ہے۔"(1)

حدیثِ پاک میں ہے: "عالِم کی لغزش سے بچو اور اس سے قطع تعلقی نہ کرو بلکہ اس کے رجوع کرنے کا انتظار کرو۔"

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا نصیحت بھرا مکتوب:

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص سے بھائی چارہ قائم کیا، وہ ملکِ شام چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک شامی (ملکِ شام کا رہنے والا ایک شخص) بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوا تو

---

(1)...السنن الکبری للبیهقی، کتاب الشهادات، باب ما تجوز به شهادة اهل الاهواء، ١٠/٣٥٦، الحدیث: ٢٠٩١٧، دون قول "ولا تقاطعوا"

آپ نے اس سے پوچھا: ''میرے فلاں بھائی کا کیا حال ہے؟'' اس شخص نے کہا: ''وہ تو شیطان کا بھائی ہے۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''وہ کیسے؟'' عرض کی: ''وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے حتی کہ شراب بھی پیتا ہے۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''جب تم واپس جانے لگو تو مجھ سے مل کر جانا۔'' چنانچہ، جب وہ جانے لگا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے اس بھائی کے نام خط لکھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ[1]

پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے ڈانٹ ڈپٹ اور نصیحت کی۔ جب آپ کے بھائی نے اس خط کو پڑھا تو رونے لگا اور کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سچ فرمایا اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھے نصیحت کی۔'' اس کے بعد اس شخص نے گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے سچے دل سے توبہ کر لی۔

دینی اخوت کے متعلق تین حکایات:

﴿1﴾... منقول ہے کہ دو دینی بھائی تھے، ان میں سے ایک کسی کے عشق میں مبتلا ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی سے اس کا اظہار کیا اور کہا: ''میں عشق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہوں اگر تو چاہے تو میرے ساتھ دوستی کا عقد ختم کر دے۔'' دوسرے نے کہا: ''میں تیری اس غلطی کی وجہ سے تیرے ساتھ کبھی بھی دوستی کا عقد ختم نہیں کروں گا۔'' پھر اس نے یہ عزم کیا کہ وہ اس وقت تک کھائے، پیئے گا نہیں جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بھائی کو اس سے نجات نہ دے دے جس میں وہ مبتلا ہے۔ یوں ہی 40 روز گزر گئے وہ ہر روز اپنے بھائی سے اس کی حالت کے بارے میں پوچھتا تو یہی جواب ملتا کہ دل اپنی حالت پر بر قرار ہے۔ اس کا بھائی بھوک اور غم کی

---

[1]... ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا یہ کتاب اتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزّت والا علم والا، گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب کرنے والا۔ (پ ۲۴، المؤمن: ۱تا۳)

وجہ سے نِڈھال ہوتا رہا یہاں تک کہ 40 دن بعد اس کے بھائی کے دل سے خواہش ختم ہو گئی تو اس نے اپنے بھائی کو اس کی خبر دی، تب اس نے کھایا، پیا ورنہ قریب تھا کہ بھوک، پیاس اور اپنے بھائی کے غم کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جاتا۔

﴿2﴾... ایسے ہی اسلاف میں سے دو دینی بھائیوں کی حکایت ہے کہ ان میں سے ایک کی حالت تبدیل ہو گئی تو کسی نے ان کے دوسرے بھائی سے کہا: آپ اس سے قطع تعلقی کر کے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ اس نے جواباً کہا: "اس کے ہلاکت میں پڑنے کی وجہ سے اس وقت اس کو میری زیادہ ضرورت ہے کہ میں اس کا ہاتھ تھاموں اور نرمی سے اس پر عتاب کر کے اس کے لئے پہلی حالت پر لوٹ آنے کی دعا کروں۔"

﴿3﴾... اِسرائیلی روایات میں ہے کہ دو عبادت گزار بھائی پہاڑ پر رہتے تھے ان میں سے ایک پہاڑ سے اترا تاکہ شہر سے درہم کے بدلے گوشت خرید لائے تو قصّاب کے پاس ایک بدکار عورت کو دیکھا تو اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور زانیہ کو تنہائی میں لے گیا اور اس کے ساتھ زنا کر لیا پھر زانیہ کے پاس تین دن ٹھہرا رہا اور شرم کی وجہ سے اپنے بھائی کے پاس نہ گیا۔ اس کا بھائی اس کے متعلق پریشان ہو گیا۔ چنانچہ، وہ شہر کی طرف آیا اور اس کے بارے میں پوچھا حتی کہ اسے اپنے بھائی کا پتا چل گیا۔ جب وہاں پہنچا تو اس نے اپنے بھائی کو زانیہ کے ساتھ بیٹھا پایا، اس نے اسے گلے لگالیا اور چومنے لگا، گناہ گار بھائی نے یہ ماجرا دیکھا تو حیا کے باعث اپنے بھائی کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بھائی نے اسے کہا: "اے میرے بھائی اٹھو، مُجھے آپ کے اور آپ کے قصے کے بارے میں علم ہو گیا ہے اور میرے دل میں تمہاری محبت ذرہ بھی کم نہیں ہوئی بلکہ بڑھ گئی ہے۔" اس نے جب یہ دیکھا کہ میں اپنی خطا کے باوجود اپنے بھائی کی نظروں سے نہیں گرا تو اٹھا اور اس کے ساتھ چل دیا۔

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کا گناہ گار دوستوں کے ساتھ یہی طریقہ رہا اور یہ طریقہ حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے طریقے سے زیادہ لطیف اور قیاس کے زیادہ مُوافِق ہے جبکہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کا طریقہ بہتر اور زیادہ سلامتی والا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی یہ کہے کہ گناہ گار سے تَعَلُّق قائم رکھنا زیادہ لطیف اور قیاس کے مُطابِق کیسے ہے حالانکہ گناہوں کے ارتکاب کرنے والے سے عقد اُخوت کی ابتدا کرنا ہی جائز نہیں بلکہ اس کے ساتھ تو قطع تعلقی کرنا واجب ہے کیونکہ جب حکم عِلَّت کے ساتھ ثابت ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ علت کے زائل ہونے سے وہ حکم بھی زائل ہو جائے اور عقدِ اُخوت کی علت دین میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاوُن تھا جبکہ گناہ کے ارتکاب سے یہ غَرَض مفقود ہو جاتی ہے۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ اس کا زیادہ لطیف ہونا اس وجہ سے ہے کہ جب اس کے بارے میں نرمی کی جائے گی اور شفقت و ہمدردی برتی جائے گی تو یہ اسے حق کی طرف رُجوع کرنے اور گناہ سے توبہ کی طرف لے جائے گی کیونکہ حیا اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک صحبت باقی رہتی ہے اور جب قطع تعلقی ہو جاتی اور صحبت کی طَمُع ختم ہو جاتی ہے تو گناہ پر اِصرار اور ہمیشگی بڑھ جاتی ہے۔ جہاں تک یہ بات ہے کہ یہ طریقہ قیاس کے زیادہ موافق ہے تو یہ اس حیثیت سے ہے کہ اخوت کا عقد قرابت کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ، جب یہ عقد مُنْعَقِد ہوتا ہے تو حق مُوَکَّد ہو جاتا ہے اور اسے عقد کے تقاضے کے مُطابِق پورا کرنا لازم ہوتا ہے اور اس کے تقاضے میں سے یہ ہے کہ دوست کو ضرورت اور محتاجی کے دنوں میں نہ چھوڑا جائے اور دینی محتاجی مالی محتاجی سے زیادہ شدید ہے کہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے اسے ایک زخم پہنچا اور اس پر ایک آفت آپڑی جس کی وجہ سے وہ دین میں بھی محتاج ہو گیا تو ضروری ہے کہ اس کی نگرانی کی جائے اور اسے اکیلا نہ چھوڑا جائے بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ نرمی اختیار کی جائے تاکہ وہ جس آفت اور مصیبت میں مبتلا ہے اس سے نجات پاسکے کیونکہ بھائی چارہ مصیبتوں اور زمانے کے حوادِثات کے لئے ہوتا ہے اور یہ تو سب سے بڑی مصیبت ہے۔ فاجِر شخص جب کسی نیک آدمی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ اس کے خوف خدا پر ہمیشگی کی طرف دیکھتا ہے تو وہ تھوڑے ہی دنوں میں اپنے گناہوں سے تائِب ہو جاتا ہے اور گناہ پر اصرار کرنے سے حیا کرتا ہے جیسے ایک سُست و کاہل

شخص جب کسی چست و فَعّال شخص کی کسی کام میں صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ اس سے حیا کرتے ہوئے خود بھی کام میں چستی دکھاتا ہے۔

عمل میں سستی کا علاج:

حضرت سیِّدُنا جعفر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: "جب مجھے عمل میں سستی ہوتی تو میں حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی طرف دیکھتا اور ان کی عبادت کی طرف توجہ کرتا تو میرا عبادت میں سرور واپس آجاتا اور مجھ سے سستی دور ہو جاتی اور ایک ہفتہ اسی چستی میں گزرتا۔" معلوم ہوا کہ دوستی کا رشتہ نسبی رشتے کی طرح ہے اور قریبی رشتے کو گناہ کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ان کے اقارب کے سلسلے میں فرمایا:

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرما دو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ (لاتعلق) ہوں۔

قرابت کے حق اور نسبی رشتے کی رعایت کی وجہ سے یہ نہیں فرمایا کہ میں تم سے بَری ہوں۔ اسی طرف حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اشارہ فرمایا جب ان سے کہا گیا کہ آپ اپنے بھائی پر غضب ناک کیوں نہیں ہوتے؟ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "مجھے اس کا عمل ناپسند ہے اس کی ذات نہیں۔"

دینی اخوت کی تاکید:

دینی اخوت نسبی اخوت سے زیادہ مؤکَّد ہے اسی وجہ سے ایک دانا سے پوچھا گیا: "تمہارے بھائی اور دوست میں سے تمہیں زیادہ محبوب کون ہے؟" جواب دیا: "میں اپنے بھائی کو محبوب رکھتا ہو جبکہ وہ میرا دوست ہو۔"

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے: "تمہارے بہت سے بھائی ایسے ہیں جنہیں تمہاری ماں نے پیدا نہیں کیا۔"

منقول ہے کہ ”رشتہ داری دوستی کی محتاج ہے مگر دوستی رشتہ داری کی محتاج نہیں۔“

حضرت سیّدُنا امام جعفر صادِق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”ایک دن کی دوستی صلہ ہے اور ایک ماہ کی دوستی قرابت اور ایک سال کی دوستی قَرابت قریبہ ہے جس نے اسے قطع کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قَطع کرے گا۔“

لہٰذا جب دینی اُخُوَّت قائم ہوگئی ہے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فاسق کے ساتھ عقد اخوت کی ابتدا اس لئے نہیں کی جاتی کہ پہلے سے اس کا کوئی حق موجود نہیں اور اگر پہلے سے کوئی حق موجود ہو مثلاً قَرابت تو پھر اس کے ساتھ قطع تعلقی نہیں کرنی چاہئے بلکہ تَحَمُّل مزاجی سے کام لینا چاہئے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابتداً اُخُوَّت اور دوستی کرنا نہ تو مذموم فعل ہے اور نہ ہی مکروہ بلکہ بعض نے تو یہ کہا ہے کہ کسی کی صحبت اختیار کرنے سے تنہائی بہتر ہے لیکن اُخُوَّت کو دائمی طور پر چھوڑ دینا فی نفسہٖ ممنوع اور مذموم فعل ہے۔ اگر کوئی شخص شروع ہی سے کسی کو دوست نہ بنائے تو وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص نکاح نہ کرے اور دوستی کرنے کے بعد ختم کرنے والا شخص نکاح کرنے کے بعد طلاق دینے والے کی طرح ہے جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک طلاق ناپسندیدہ ہے اسی طرح ترکِ اُخُوَّت بھی ناپسندیدہ ہے۔

بُرے لوگ:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شِرَارُ عِبَادِ اللہِ الْمَشَّآءُوْنَ بِالنَّمِیْمَۃِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّۃِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں سے بُرے لوگ وہ ہیں جو چغلی کھاتے اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔[1]

شیطان کی خواہش:

ایک بزرگ بھائیوں کے عیوب چھپانے کے متعلق فرماتے ہیں: ”شیطان کی خواہش ہے کہ وہ تمہارے بھائی سے اس طرح کا فعل کرائے جس کی وجہ سے تم اسے اکیلا چھوڑ دو اور اس سے قطع تعلقی کر لو اور اگر تم

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن غنم الاشعری، ۶/۲۹۱، الحدیث: ۱۸۰۲۰

نے ایسا کرلیا تو تم نے اپنے دشمن سے محبت کرنے میں کیا کسر چھوڑی۔" کیونکہ دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنا شیطان کو ایسا محبوب ہے جیسے بندے سے گناہ کرانا۔ چنانچہ، جب شیطان کو اپنے مَقاصِد میں سے ایک مقصد حاصل ہو گیا تو چاہئے کہ اسے دوسرے مقصد (یعنی دوستوں کے درمیان تفریق ڈالنے) میں کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔

اسی کی طرف حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے جس میں آپ نے ایک شخص کو جس نے اپنے بھائی کو گناہ کے اِرتِکاب پر گالی دی تھی، ارشاد فرمایا: "اپنے قول سے باز رہو۔" پھر اسے جِھڑکا اور ارشاد فرمایا: "لَاتَکُوْنُوا عَوْنًا لِلشَّیْطَانِ عَلٰی اَخِیْکُمْ یعنی تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔"[1]

خلاصۂ کلام:

اس تمام گفتگو سے فاسق سے عقدِ اُخُوَّت کی ابتدا کرنے اور اسے باقی رکھنے کے درمیان فرق واضح ہو گیا کیونکہ فاسق شخص سے میل جول ممنوع ہے اور ایسے ہی دوست و اَحباب سے علیحدگی اختیار کرنا بھی منع ہے۔ چنانچہ، یہاں دو صورتیں ہوئیں: **ایک** وہ صورت جس میں کوئی تعارُض نہیں یعنی فاسق سے عقد اخوت کی ابتدا کرنے میں اور **دوسری** وہ جس میں تعارض ہے یعنی عقد اخوت کے بعد فاسق سے رشتۂ اخوت برقرار رکھنے میں، لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ پہلی صورت میں دوستی نہ کرنا اور دور رہنا زیادہ اَوْلٰی ہے اور دوسری صورت میں دوستی باقی رکھنا افضل ہے۔ یہ اس لغزش کا حکم تھا جس کا تعلق دین سے ہے بہرحال وہ لغزش جس کا تعلق تمہاری ذات سے ہو اور وہ باعث نفرت ہو یعنی کسی نے تمہارے حق میں کوتاہی کی ہو تو ایسی صورت میں کوئی اختلاف نہیں کہ معاف کر دینا اور خاموش رہنا ہی زیادہ بہتر ہے بلکہ جس لغزش کی اچھی توجیہ ہو سکے اور اس میں کسی عذرِ قریب یا بعید کی گنجائش ہو تو اس کو حقِ اخوت کے تقاضے کی وجہ سے اسی پر محمول کرنا واجب ہے۔ منقول ہے کہ اپنے دوست کی خطا کے لئے 70 عذر تلاش کرو اگر پھر بھی تمہارا دل

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب مایکرہ من لعن شارب الخمر... الخ، ۴/۳۳۰، الحدیث: ٦٧٨١

مطمئن نہ ہو تو اپنے نفس کو ملامت کرو اور دل سے کہو کہ تو کتنا سنگدِل ہے، تیرے بھائی نے تیرے سامنے 70 عُذر پیش کئے اور تو نے انہیں قبول نہیں کیا، لہٰذا عیب تو تجھ میں ہے نہ کہ تیرے بھائی میں اور اگر دوست سے ایسی لغزش صادِر ہو جسے اچھی وجہ پر محمول نہ کیا جا سکے تو پھر بھی تمہیں جس قدر ممکن ہو اس پر غصہ نہیں کرنا چاہئے، لیکن ایسا ممکن نہیں۔

گدھا اور شیطان:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: "جسے غصہ دلایا جائے اور اسے غصہ نہ آئے تو وہ گدھا ہے اور جسے راضی کیا جائے اور وہ راضی نہ ہو تو وہ شیطان ہے۔" لہٰذا آدمی نہ گدھا بنے، نہ شیطان بلکہ خود کو اپنے بھائی کی طرف سے نائب بن کر راضی کرے اور خود کو شیطان بننے سے بچائے۔

دوست کی تین باتیں برداشت کرو:

حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "دوست کے حق میں سے ہے کہ تو اس کی طرف سے تین باتوں کو برداشت کرے۔ (۱) غصے کو۔ (۲) ناز و نخرے کو اور (۳) بد کلامی کو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی اس لئے کہ اگر اچھے شخص نے مجھے گالی دی تو ایسے شخص کو معاف کرنے کا میں زیادہ حق دار ہوں اور اگر کسی کمینے شخص نے دی تو میں اپنی عزت و آبرو کو اس کا نشانہ نہیں بناتا۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا:

وَاَغْفِرُ عَوْرَاءَ الْکَرِیْمِ اِدِّخَارَہٗ　　　وَاَعْرِضُ عَنْ شَتْمِ اللَّئِیْمِ تَکَرُّمَا

ترجمہ: میں عزت دار کی خطا کو معاف کرتا ہوں تاکہ اجر پاؤں اور کمینے کی گالی، گلوچ سے پاک باز رہنے کی خاطر اعراض کرتا ہوں۔

ایک اور شاعر نے کہا:

خُذْ مِنْ خَلِيْلِكَ مَا صَفَا وَدَعِ الَّذِىْ فِيْهِ الْكَدَر
فَالْعُمْرُ اَقْصَرُ مِنْ مُّعَا تَبَةِ الْخَلِيْلِ عَلَى الْغِيَرْ

ترجمہ: اپنے دوست کی جو بات اچھی لگے اسے لے لو اور جو اس میں بُرائی ہو اسے چھوڑ دو کیونکہ زندگی اس قدر نہیں کہ دوسروں کی باتوں پر دوست کو ملامت کرو۔

اپنے بھائی کا عذر قبول کرو:

جب تمہارا بھائی تمہارے سامنے کوئی عذر پیش کرے چاہے سچا ہو یا جھوٹا اس کا عذر قبول کرو۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: مَنِ اعْتَذَرَ اِلَیْہِ اَخُوْہُ فَلَمْ یَقْبَلْ فَعَلَیْہِ مِثْلُ اِثْمِ صَاحِبِ مَکْسٍ یعنی جس کے پاس اس کا بھائی عذر لائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس پر ظلماً ٹیکس لینے والے کی مثل گناہ ہوگا۔[1]

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان مکرم ہے: "اَلْمُؤْمِنُ سَرِیْعُ الْغَضَبِ سَرِیْعُ الرِّضَا یعنی مومن جلدی غصہ کرنے والا اور جلد راضی ہونے والا ہے۔"[2]

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مومن کا یہ وصف بیان نہیں فرمایا کہ اسے غصہ آتا ہی نہیں۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: وَالْفٰقِدِیْنَ الْغَیْظَ یعنی غصہ نہ کرنے والے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عادتاً یہ ناممکن ہے کہ انسان کو زخم لگے لیکن تکلیف نہ ہو، ہاں یہ ممکن ہے کہ اس تکلیف پر صبر کرے اور تحمل سے کام لے، تو جس طرح زخم کے وقت تکلیف ہونا بدنی طبیعت کا تقاضا ہے اسی طرح غصے کے اسباب کے وقت تکلیف ہونا قلبی طبیعت کا تقاضا ہے۔

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب المعاذیر، ۴/ ۲۱۱، الحدیث: ۳۷۱۸

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۳۹، الحدیث: ۱۱۱۴۳، ملتقطاً

غصے کو بالکل زائل کر دینا ممکن نہیں، البتہ! اس پر صبر کرنا، اسے ضبط کرنا، پی جانا اور اس کی چاہت کے برخلاف عمل کرنا ممکن ہے کیونکہ غصہ انتقام اور بدلے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کی چاہت کے خلاف عمل کرنا یعنی بدلہ نہ لینا ممکن ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَلَسْتَ بِمُسْتَبْقٍ اَخًا لَّا تَلُمُّهُ   عَلٰی شَعَثٍ اَیُّ الرِّجَالِ الْمُهَذَّبُ؟

ترجمہ: اگر تو اپنے بھائی سے سبقت نہیں کر سکتا تو اس کی خراب حالت پر اسے ملامت نہ کر کیونکہ ایسا آدمی کہاں ملے گا جو کامل تہذیب کا حامل ہو۔

سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی نصیحت:

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو الحواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی سے فرمایا: ”جب تم کسی سے اس دور میں اخوت کا رشتہ قائم کرو تو اس کی طرف سے تمہیں جو بات بری لگے اس پر اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو کیونکہ اندیشہ ہے کہ تم جواب میں ایسی بات دیکھو جو پہلے سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہو۔“ حضرت سیِّدُنا احمد بن ابو الحواری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”میں نے اس بات کا تجربہ کیا تو اسے ویسا ہی پایا جیسا حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ”بھائی کے تکلیف پہنچانے پر صبر کرنا اسے ڈانٹنے سے بہتر ہے اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنا قطع تعلقی کرنے سے بہتر ہے اور اس سے قطع تعلقی کرنا اس کی مذمت کرنے سے بہتر ہے۔“

پس اگر کسی کی مذمت کرتے ہوئے غصہ آجائے تو اس میں مبالغہ نہ کرو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ (پ۲۸، الممتحنۃ:۷)

ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ **اللہ** تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان باقرینہ ہے: ”اپنے دوست سے دوستی

میں میانہ روی رکھو ہو سکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دشمن بن جائے اور دشمن سے دشمنی کم رکھو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا دوست بن جائے۔"[1]

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "تمہاری دوستی میں تکلف اور تمہاری دشمنی میں ہلاکت نہ ہو۔" یعنی کسی سے اتنا بغض نہ رکھو کہ اس کی ہلاکت اور تلف ہونا پسند کرو۔

چھٹا حق "دعا کرنا":

دوست کے لئے اس کی زندگی اور اس کے مرنے کے بعد بھی دعا کرے۔

دوست کے لئے اس کی زندگی اور اس کے مرنے کے بعد ہر اس چیز کی دعا کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اس کے اہل و عیال اور متعلقین کے لئے بھی دعا کرے۔ نیز اس کے لئے ایسے ہی دعا کرے جس طرح اپنے لئے کرتا ہے اور اپنے اور اس کے درمیان دعا میں فرق نہ رکھے کیونکہ اس کے لئے دعا کرنا حقیقت میں اپنے لئے دعا کرنا ہے۔

کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کرنے کی فضیلت:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب آدمی اپنے بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اس کی مثل ہو۔"[2]

ایک روایت میں ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "اے میرے بندے میں تجھ سے شروع کروں گا (یعنی پہلے تجھے عطا کروں گا)۔"[3]

حدیث پاک میں ہے: یُسْتَجَابُ لِلرَّجُلِ فِیْ اَخِیْہِ مَا لَا یُسْتَجَابُ لَہٗ فِیْ نَفْسِہٖ یعنی بندے کی اس کے بھائی کے حق

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب البر و الصلۃ، باب ما جاء فی الاقتصاد فی الحب و البغض، ٣/٤٠١، الحدیث: ٢٠٠٤

2 ...صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء... الخ، باب فضل الدعاء للمسلمین... الخ، الحدیث: ٢٧٣٣، ٢٧٣٢، ص ١٤٦٢

3 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ٢/٣٨٢

میں دعا جس طرح قبول ہوتی ہے خود اس بندے کے حق میں اس طرح قبول نہیں ہوتی۔[1]

مروی ہے: دَعْوَةُ الرَّجُلِ لِاَخِیْهِ فِیْ ظَهْرِ الْغَیْبِ لَا تُرَدُّ یعنی آدمی کی اپنے بھائی کے حق میں اس کی غیر موجودگی میں کی گئی دعا رد نہیں ہوتی۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: ”میں اپنے 70 بھائیوں کے لئے سجدے میں ان کا نام لے کر دعا کرتا ہوں۔“

نیک دوست ملائکہ کی پیروی کرتا ہے:

حضرت سیِّدُنا محمد بن یوسف اصفہانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرمایا کرتے تھے: ”نیک دوست کی مثل کہاں؟ تمہارے گھر والے تمہارے مرنے کے بعد تمہاری میراث تقسیم کرنے میں مشغول ہوتے ہیں اور جو تم نے پیچھے چھوڑا اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں جبکہ تمہارا دوست اکیلا تمہارے غم میں مبتلا رہتا اور تمہارے سابقہ اعمال اور آیندہ درپیش حالات کی وجہ سے پریشان رہتا ہے، وہ تمہارے لئے رات کی تاریکی میں دعا کرتا ہے اس حال میں کہ تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے (یعنی قبر میں) ہوتے ہو۔ گویا نیک دوست ملائکہ کی پیروی کرتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: جب بندہ مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے کیا چھوڑا؟ اور ملائکہ کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیجا؟[3] جو کچھ اس نے آگے بھیجا ہوتا ہے ملائکہ اس پر خوش ہوتے ہیں، اس کے بارے میں پوچھتے اور فکر مند رہتے ہیں۔“

مروی ہے کہ جسے اپنے دوست کی موت کی خبر پہنچے اور وہ اس کے لئے بخشش و رحمت کی دعا کرے تو اس

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب الدعاء بظهر الغیب، ۲/۱۲۷، الحدیث: ۱۵۳۵، مفهومًا
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۸۲

2 ...صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء...الخ، باب فضل الدعاء للمسلمین...الخ، الحدیث: ۲۷۳۲، ۲۷۳۳، ص ۱۴۶۲
مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الدعاء، باب فی دعوة الرجل للرجل الغائب، ۷/۲۲، الحدیث: ۳

3 ...العلل للدارقطنی، مسند ابی هریرة، ۱۰/۱۶۹، ص: ۱۹۶۱
شعب الایمان للبیهقی، باب فی الزهد وقصر الامل، ۷/۳۲۸، الحدیث: ۱۰۴۷۵

کے لئے جنازے میں شرکت کرنے اور جنازہ پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

دعا مُردوں کے لئے نور ہے:

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قبر میں مُردے کی حالت اس ڈوبنے والے شخص کی طرح ہے جو ہر چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے، وہ اپنے بیٹے یا والد یا بھائی یا قریبی رشتہ دار کی دعا کا منتظر رہتا ہے اور زندہ لوگوں کی دعائیں مُردوں کی قبروں میں بصورت نور بڑے پہاڑوں کی مثل داخل ہوتی ہیں۔''[1]

دعا مُردوں کے لئے تحفہ ہوتی ہے:

ایک بزرگ فرماتے ہیں: دُعا مُردوں کے لئے زندوں کی طرف سے تحفہ ہوتی ہے، فرشتہ میت کے پاس آتا ہے اور اس کے ہاتھ میں نورانی طَباق ہوتا ہے جس پر نورانی رومال ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: یہ تیرے لئے تیرے فُلاں بھائی کی طرف سے ہدیہ ہے، یہ تیرے فُلاں قریبی رشتہ دار کی طرف سے ہدیہ ہے۔ اس ہدیہ کی وجہ سے وہ مُردہ ایسا خوش ہوتا ہے جیسے زندہ تحفہ کی وجہ سے خوش ہوتا ہے۔

ساتواں حق ''وفاداری اور خلوص'':

دوست کے ساتھ وفاداری اور خلوص سے پیش آئے۔

وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت پر موت تک ثابت قدم رہے اور اس کی موت کے بعد اس کی اولاد اور اس کے دوستوں کے ساتھ دوستی نبھائے رکھے، کیونکہ محبت سے آخرت کے فوائد مقصود ہوتے ہیں، لہٰذا اگر موت سے پہلے محبت مُنْقَطَع ہو جائے تو عمل بیکار اور کوشش رائیگاں ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عرش کے سائے میں رہنے والے جن سات قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ان

---

[1] ...فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، ۲/۳۳۶، الحدیث: ۶۶۶۴، بتغیر

میں سے ایک قسم ان لوگوں کی بھی ہے جنہوں نے رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کی، اس پر قائم رہے اور اسی پر جدا ہوئے۔[1]

ایک بزرگ کا قول ہے: مرنے کے بعد تھوڑی وفا زندگی کی حالت میں زیادہ وفا کرنے سے بہتر ہے۔

ایک بوڑھی عورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تکریم فرمائی۔ لوگوں نے عرض کی: یہ عورت کون ہے جس کی آپ نے تکریم فرمائی؟ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "یہ بوڑھی عورت حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے زمانے میں ہمارے پاس آتی تھی اور دورِ گزشتہ کو یاد رکھنا دین سے ہے۔"[2]

دوست سے وفا کرنے کی ایک صورت:

اپنے دوست سے وفا کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کے تمام دوستوں، رشتہ داروں اور متعلقین کا خیال رکھا جائے کیونکہ ان کے احوال کی رعایت کا اثر دوست کے دل میں اس کی اپنی رعایت سے زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا وہ اپنی خبر گیری کئے جانے کے مقابلے میں اپنے متعلقین کی خبر گیری کئے جانے سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ محبت و شفقت کی قُوَّت اور شِدَّت اسی وقت معلوم ہوتی ہے جب وہ محبوب سے تجاوُز کر کے اس کے متعلقین تک پہنچے حتی کہ اس کے گھر کے دروازے پر بیٹھے کتے کو دوسرے کتوں سے دل میں ممتاز سمجھے۔ جب دینی اخوت و محبت پر مُداوَمَت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تو شیطان خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ نیکی پر تعاوُن کرنے والے دو شخصوں سے اتنا حسد نہیں کرتا جتنا حسد وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے والوں سے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرنے والوں سے کرتا ہے۔ نیز شیطان دو بھائیوں کے درمیان فساد ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ، الحدیث: ۱۰۳۱، ص ۵۱۴

2 ...المستدرک، کتاب الایمان، باب حسن العہد من الایمان، ۱/ ۱۶۵، الحدیث: ۴۱، بتغیر

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو بے شک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے **متعلق** خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ (پ۱۳، یوسف: ۱۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی۔

رشتہ اخوت میں جدائی کی وجہ:

منقول ہے کہ جب دو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے رشتۂ اُخوت قائم کرتے ہیں تو ان میں جُدائی کسی گناہ کے سبب ہوتی ہے جس کا مُرتکِب دونوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: جب بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے اُنس رکھنے والوں کو دور کر دیتا ہے، کیونکہ دوستوں کی وجہ سے غم دور ہوتے اور دین پر مدد ملتی ہے۔"

دائمی محبت:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "سب سے لذیذ چیز دوستوں کی مجلس اور بقدرِ کفایت پر اکتفا کرنا ہے اور دائمی محبت وہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے کی جائے اور جو محبت کسی غرض کے لئے کی جاتی ہے وہ اس غرض کے زائل ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔"

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کے ثَمرات و نتائج میں سے ہے ایک یہ ہے کہ اس میں دین و دنیا کے لحاظ سے حسد نہیں ہوتا اور بھلا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت رکھنے والا کیوں حسد کرے گا جبکہ جو کچھ اس کے بھائی کا ہے اِس سے اُسے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دوستوں کا وَصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ (پ۲۸، الحشر:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔

حاجت کا پایا جانا ہی حسد ہے۔

دوست سے وفا کرنے کی دوسری صورت:

دوست سے وفا کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ بھائی کی خاطر عاجزی کرنے میں تیرا حال مُتَغَیَّر نہ ہو اگرچہ تو بلند شان اور جاہ و منصب کا حامل ہو کیونکہ حالات کی تبدیلی کے باعث بھائیوں پر بڑائی چاہنا کمینہ پن ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اِنَّ الْكِرَامَ اِذَا مَا اَیْسَرُوْا ذَكَرُوْا مَنْ كَانَ یَاْلَفُهُمْ فِی الْمَنْزِلِ الْخَشِنِ

ترجمہ: شریف لوگ خوشحالی میں بھی ان دوستوں کو یاد رکھتے ہیں جنہوں نے تنگی میں ان سے اُنسیت رکھی۔

بیٹے کو وصیت:

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "اے بیٹے! لوگوں میں سے اسے اپنا دوست بنانا کہ جب تو اُس کا محتاج ہو تو وہ تیرے قریب ہو اور جب تو اس سے بے نیاز ہو تو وہ تجھ میں طَمَع نہ رکھے اور جب اُس کا مرتبہ بلند ہو جائے تو وہ تجھ پر برتری نہ جتائے۔"

ایک دانا (عقل مند) کا قول ہے: "جب تیرا دوست کسی حکومتی عہدے پر فائز ہو جائے اور وہ تیرے ساتھ پہلے کے مقابلے میں آدھی محبت پر ثابت رہے تو یہ بھی بہت ہے۔"

حضرت سیِّدُنا ربیع بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے ایک شخص کو بغداد میں اپنا بھائی بنایا، اسے سِیْبَیْن (عراق کے ایک علاقہ) کی حاکمیت ملی تو اس کا پہلے والا رویہ تبدیل ہو گیا۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے اسے یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

اِذْهَبْ فَوُدَّكَ مِنْ فُؤَادِيْ طَالِقٌ اَبَدًا وَّ لَيْسَ طَلَاقُ ذَاتِ الْبَيْنِ

فَاِنِ ارْعَوَيْتَ فَاِنَّهَا تَطْلِيْقَةٌ وَّ يَدُوْمُ وَدُّكَ لِيْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ

وَاِنِ امْتَنَعْتَ شَفَعْتُهَا بِمِثَالِهَا فَتَكُوْنُ تَطْلِيْقَيْنِ فِيْ حَيْضَيْنِ

وَاِذَا الثَّلَاثُ اَتَتْكَ مِنِّيْ بَتَّةً لَمْ تُغْنِ عَنْكَ وِلَايَةُ السِّيْبَيْنِ

ترجمہ: (۱)...جا تیری محبت کو میرے دل کی طرف سے ایک طلاق ہے اور یہ طلاق بائنہ نہیں۔

(۲)...اگر تو باز آ گیا تو یہ ایک ہی رہے گی اور آیندہ کے لئے تمہارے ساتھ محبت دو پر باقی رہے گی۔

(۳)...اور اگر باز نہ آیا تو اس جیسی ایک اور دے کر جُفت کر دوں گا اس طرح یہ دو حیضوں میں دو طلاقیں ہو جائیں گی۔

(۴)...اگر پھر بھی باز نہ آیا تو میری طرف سے تجھے تین قطعی طلاقیں پہنچیں گی، اس کے بعد تجھے سیبین کی حکومت بھی کام نہیں آئے گی۔

جان لیجئے! کسی امرِ دینی کی خلاف ورزی کرنے میں اپنے بھائی کی موافقت کرنا وفا نہیں ہے بلکہ وفا اس کی مخالفت کرنے میں ہے۔

سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا عقدِ اُخُوَّت:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے جب حضرت سیِّدُنا محمد بن عبدُ الْحَکَم رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے رشتۂ اُخوت قائم کیا تو آپ انہیں اپنے قرب سے نوازتے اور ان کی طرف توجہ کرتے اور فرماتے: ”مجھے مصر میں صرف اسی شخص نے روک رکھا ہے۔“ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیمار ہوئے تو حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی ان کی عیادت کے لئے آئے تو یہ شعر پڑھا:

مَرِضَ الْحَبِيْبُ فَعُدْتُهُ فَمَرِضْتُ مِنْ حَذَرِيْ عَلَيْهِ

ترجمہ: میرا دوست بیمار ہوا تو میں اس کی عیادت کے لئے گیا، اس کی بیماری کے ڈر سے میں خود بیمار ہو گیا۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جواب میں فرمایا:

وَ اَتَى الْحَبِيْبُ يَعُوْدُنِيْ فَبَرِئْتُ مِنْ نَّظَرِيْ اِلَيْهِ

ترجمہ: اور میرا دوست میری عیادت کے لئے آیا تو میں اسے دیکھ کر ٹھیک ہو گیا۔

ان دونوں حضرات کی سچی محبت دیکھ کر لوگوں نے گمان کیا کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی اپنا حلقۂ درس اپنے وصال کے بعد حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو سپرد کر دیں گے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی جب مرضِ موت میں مبتلا ہوئے تو آپ سے کہا گیا: اے ابو عبد اللہ! آپ کے بعد ہم کس کی مجلس اختیار کریں؟ حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو ان کے سرہانے کھڑے تھے آگے کی جانب جھکے تاکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ان کی طرف اشارہ کریں لیکن حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا: "سُبْحٰنَ اللہ! کیا تم لوگ اس منصب کے لائق ہونے میں حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بُوَیْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے متعلق شک کرتے ہو؟" حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی اس بات سے حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا دل ٹوٹ گیا اور حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے اصحاب حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی طرف مائل ہو گئے۔ حالانکہ حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی سے ان کا تمام مذہب نقل کیا لیکن حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی چونکہ زُہد و تقویٰ میں حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بڑھ کر تھے اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے رضائے الٰہی کی خاطر لوگوں کی خیر خواہی کے لئے انہیں اپنا جانشین مقرر کیا اور اس بارے میں مداہنت نہ کی اور نہ ہی مخلوق کی رضا کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر ترجیح دی۔ جب حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا انتقال ہو گیا تو حضرت سیِّدُنا محمد بن عبد الحکم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے مذہب کو چھوڑ کر اپنے باپ کے مذہب (یعنی مالکی مذہب) کو اختیار کر لیا اور حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق کی کتب کا درس دینا شروع کر دیا، آپ کا شمار حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق کے جید اصحاب میں ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے زہد و تقویٰ اور کم گوئی اختیار کی، حلقے میں بیٹھنے اور

لوگوں کے ہجوم کو پسند نہ فرمایا اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور ''کِتَابُ الْاُم'' تصنیف فرمائی جو اس وقت حضرت سیِّدُنا ربیع بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان کی طرف منسوب ہے اور ان ہی کی طرف سے مشہور ہے۔ اس کتاب کے اصل مصنف حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب بویطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْوَلِی ہیں لیکن چونکہ انہوں نے اس میں اپنا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اسے اپنی طرف منسوب کیا جبکہ حضرت سیِّدُنا ربیع بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان نے اس میں اضافہ وتصرف کر کے اسے لوگوں میں مشہور کیا اسی وجہ سے یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہو گئی۔

اس گفتگو سے مقصود یہ تھا کہ محبت میں وفا کی تکمیل میں سے یہ بات ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خیر خواہی کی جائے۔

دوست کے متعلق کوتاہی کا گمان نہ کرو:

حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بن قیس رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''بھائی چارہ ایک باریک جوھر ہے اگر اس کی حفاظت نہیں کرو گے تو آفات اس کے درپے ہو جائیں گی، لہٰذا غصہ پی کر اس کی حفاظت کرو حتی کہ جو تم پر ظلم کرے تم اس سے معذرت کرو اور رضا کے ساتھ اس کی حفاظت کرو، اپنی فضیلت نہ جانو اور نہ بھائی کے بارے میں کوتاہی کا گمان کرو۔''

دوست کی جدائی پر افسوس کرو:

دوست کے متعلق سچائی، خلوص اور مکمل وفاداری نبھانے کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ تو اس کی جدائی پر انتہائی جَزَع فَزَع کرنے والا ہو اور جُدائی کے اسباب سے تیری طبیعت نفرت کرنے والی ہو جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے:

وَجَدْتُ مُصِيْبَاتِ الزَّمَانِ جَمِيْعَهَا سِوَى فُرْقَةِ الْاَحْبَابِ هَيِّنَةَ الْخُطْبِ

ترجمہ: میں نے دوستوں کی جدائی کے سوا زمانے کی تمام مصیبتوں کو ہلکا پایا۔

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللهِ عَلَیْہ نے یہ شعر پڑھا اور فرمایا: ''میں نے کچھ لوگوں میں ایک عرصہ

گزارا اور انہیں چھوڑے ہوئے اب تیس برس ہو گئے ہیں، میرے دل سے ان کی حسرت اب تک نہیں گئی۔"

دوست سے وفا کرنے کی تیسری صورت:

دوست سے وفا کرنے کی تیسری صورت یہ ہے کہ اپنے دوست کے خلاف لوگوں کی باتیں نہ سنے، خاص طور پر ان لوگوں کی جو تہمت سے بچنے کے لئے پہلے یہ ظاہر کریں کہ وہ اس کے دوست کے دوست ہیں پھر اپنا کلام کریں اور اس کے دوست کے متعلق ایسی باتیں کریں جو دل میں کینہ پیدا کرنے والی ہوں۔ یہ فساد ڈالنے کے لئے بہت باریک سازش ہے اور جو اس سے نہیں بچتا اس کی محبت کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

ایک شخص نے کسی دانا (عقل مند) سے کہا: میں آپ سے دوستی کا مُتَمَنِّی ہوں۔ دانا نے کہا: "میری تین شرطیں ہیں انہیں منظور کرو گے تو تمہیں دوست بناؤں گا۔" اس شخص نے کہا: بیان کیجئے! دانا نے کہا: تم میرے خلاف کوئی شکایت نہیں سنو گے، کسی معاملے میں میری مخالفت نہیں کرو گے اور بے سوچے سمجھے میرے خلاف اِقدام نہیں کرو گے۔

دوست سے وفا کرنے کی چوتھی صورت:

دوست سے وفا کرنے کی چوتھی صورت یہ ہے کہ تو اپنے دوست کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرے۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: "جب تیرا دوست تیرے دشمن سے دوستی کرے تو وہ بھی تیری دشمنی میں شریک ہے۔"

آٹھواں حق "آسانی اور ترکِ تکلُّف و تکلیف":

اپنے دوست کو اس چیز پر مجبور نہ کرے جو اس پر دشوار ہو بلکہ اس کی حاجات اور پریشانیوں کو دور کر کے اس کا دل خوش کرے اور اس کا بوجھ ہلکا کرے اس طرح کہ اس کے بوجھ میں سے کچھ بوجھ اٹھا لے، لہٰذا دوست اگر کسی دنیاوی مَنْصَب پر فائز ہو تو اس سے مال و جاہ کی مدد نہ چاہے اور نہ یہ خواہش کرے کہ وہ میرے ساتھ عاجزانہ برتاؤ رکھے۔ اپنے احوال کی نگرانی کرنے اور اپنے حقوق بجالانے کی دوست کو تکلیف نہ دے بلکہ

اس سے دوستی فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے، اس کی دعا سے برکت، اس کی ملاقات سے انسیت اور اپنے دین پر اس سے استعانت (مدد) کے لئے ہو، دوست کے حقوق ادا کرنے اور اس کی مشقتیں برداشت کرنے سے مقصود صرف قربِ الٰہی کا حصول ہو۔

دوستوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟

کسی کا قول ہے: جو اپنے دوستوں سے ایسی بات کا تقاضا کرے جس کا تقاضا وہ اس سے نہیں کرتے تو اس نے اپنے دوستوں پر ظلم کیا اور جو اپنے دوستوں سے ایسی بات کا تقاضا کرے جو اس کے دوست اس سے کرتے ہوں تو اس نے اپنے دوستوں کو تھکا دیا اور جو اپنے دوستوں سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرے تو وہ ان پر احسان کرنے والا ہے۔

ایک دانا (عقل مند) کا قول ہے: "جس نے خود کو دوستوں کے درمیان اپنی حیثیت سے بڑھ کر جانا وہ خود بھی گناہ گار ہوا اور دوستوں کو بھی گناہ گار کیا اور جو اپنی حیثیت کے مطابق دوستوں کے ساتھ رہا اس نے خود بھی مشقت اٹھائی اور دوستوں کو بھی مَشَقَّت میں ڈالا اور جس نے دوستوں کے ساتھ خود کو اپنی حیثیت سے کم رکھا وہ خود بھی سلامت رہا اور دوستوں کو بھی سلامت رکھا۔"

دوست سے شرم وحیا:

تخفیف کی تکمیل اس طرح ہو گی کہ جس بات سے تم اپنے آپ سے شرم محسوس نہ کرو اس میں دوست سے بھی نہ شرماؤ۔ سَیِّدُ الطَّائفہ حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے فرمایا: "جب دو شخص آپس میں بھائی چارہ قائم کریں پھر ان میں سے کوئی اپنے بھائی سے وحشت یا شرم محسوس کرے تو ان میں سے کسی ایک میں ضرور کوئی خرابی موجود ہے۔"

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: "سب سے بُرا دوست وہ ہے جو تیرے لئے تکلف کرے، تجھے اس کی خاطر مُدارت کرنی پڑے اور خاطر مدارت میں کوتاہی

کی صورت میں معذرت کرنی پڑے۔"

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: "بلاشبہ لوگوں کی قطع تعلقی تکلف کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ ایک شخص اپنے بھائی کی زیارت کو جاتا ہے اور وہ اس کے لئے تکلف کرتا ہے یوں یہ بات قطع تعلقی کا سبب بنتی ہے۔"

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے فرمایا: "مومن، مومن کا بھائی ہے نہ تو وہ اسے دھوکا دیتا ہے اور نہ ہی اس سے شرم وحیا کرتا ہے۔"

سیِّدُ الطَّائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی نے فرمایا: "میں نے چار بزرگانِ دین کی صحبت اختیار کی ہے: (۱) حضرت سیِّدُنا حارث محاسبی (۲) حضرت سیِّدُنا حَسَن مُسُوحِی (۳) حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی اور (۴) حضرت سیِّدُنا ابن کریبی رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی۔ ان میں سے ہر ایک بزرگ کے ساتھ 30 افراد تھے، میرا تجربہ یہی رہا کہ ان میں سے جن دو افراد کے درمیان محبت ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے وحشت یا شرم محسوس کرنے لگے تو اس کی وجہ یہ نکلی کہ ان میں سے کسی ایک کی دوستی مخلصانہ نہ تھی۔"

کسی بزرگ سے پوچھا گیا: کس کی صحبت اختیار کی جائے؟ فرمایا: "اس کی جو تم سے تکلف اور شرم وحیا کا معاملہ نہ کرے۔"

حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: "میرے دوستوں میں سے مجھ پر سب سے گراں وہ ہے جو میرے لئے مشقت کرتا ہے اور میں اس سے حیا کرتا ہوں اور میرے دل پر سب سے ہلکا پھلکا وہ دوست ہے جس کے ساتھ میں ایسے رہتا ہوں جیسے تنہائی میں ہوتا ہوں۔"

ایک بزرگ فرماتے ہیں: "لوگوں میں سے اس کے ساتھ زندگی گزارو جس کے نزدیک تمہارا مقام نہ تو بھلائی کی وجہ سے زیادہ ہو اور نہ ہی گناہ کی وجہ سے کم، نیکی کا ثواب اور گناہ کا وبال تمہاری ہی ذات کے لئے ہو اور تم اس کے نزدیک دونوں صورتوں میں برابر رہو۔" یہ بات اس لئے فرمائی گئی کہ ایسے شخص کے ساتھ

زندگی گزارنے کے سبب انسان تکلف اور شرم وحیا سے بچ جاتا ہے ورنہ آدمی کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کی وجہ سے وہ دوست کی نظر میں گر جائے گا تو طبیعت دوست سے حیا کرنے پر ابھارنے لگتی ہے۔"

کسی کا قول ہے کہ "دنیاداروں کے ساتھ ادب سے رہو اور آخرت کے طلب گاروں کے ساتھ علم سے رہو اور عارفین کے ساتھ جیسے چاہو رہو۔"

ایک بزرگ فرماتے ہیں: "دوستی اس سے کرو کہ جب تم گناہ کرو تو توبہ وہ کرے اور جب تم اسے تکلیف پہنچاؤ تو وہ تم سے معذرت کرے اور تمہارا بوجھ وہ اٹھائے اور اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے تمہیں تکلیف نہ دے۔"

اس مذکورہ قول نے لوگوں پر بھائی چارے کا راستہ تنگ کر دیا ہے جبکہ حقیقت میں معاملہ اس طرح نہیں ہے، لہٰذا انسان ہر دین دار عقل مند شخص سے بھائی چارہ قائم کرے اور وہ خود ان شرائط کو پورا کرنے کی نیت کرے اور غیر کو ان شرائط کا مکلّف نہ بنائے تاکہ اس کے دوستوں کی کثرت ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے یوں دوستی ہوگی ورنہ محض اپنے فائدے کے لئے ہوگی۔

رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ:

ایک شخص نے سیِّدُ الطَّائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی سے کہا: "اس دور میں دوست بہت کم ہو گئے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے والے اب کہاں رہے؟" آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس شخص سے اعراض کیا، حتی کہ اس شخص نے اپنی بات بار بار دہرائی جب اس نے زیادہ تکرار کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: "اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا بھائی تیری مشقت کو برداشت کرے اور تیری تکلیفوں کو اٹھائے تو ایسے دوست یقیناً بہت کم ہیں اور اگر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے بھائی بنانا چاہتا ہے تو پھر تو اس کی مشقت کو برداشت کر اور اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کر (اگر ایسا حوصلہ ہے) تو میرے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت ہے میں تجھے ان کے بارے میں بتا دیتا ہوں۔" یہ سن کر وہ شخص خاموش ہو گیا۔

صحبت کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام:

صحبت کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) وہ شخص جس کی صحبت تجھے فائدہ دے (۲) وہ شخص جس کی صحبت تمہیں نہ فائدہ پہنچائے نہ نقصان لیکن وہ تم سے فائدہ اٹھائے اور (۳) وہ شخص جس کی صحبت نقصان کا باعث بنے اور وہ تم سے فائدہ بھی نہ اٹھائے۔ یہ تیسرا شخص بیوقوف اور بد خُلق ہے، اس کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ جہاں تک دوسرے شخص کی بات ہے تو اس سے اجتناب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ آخرت میں اس کی شفاعت اور دعا سے فائدہ ہو گا اور اس کے حقوق ادا کرنے پر اجر ملے گا۔

دوستوں کی کثرت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ تم میری اطاعت کرو، تمہارے دوست بہت ہوں گے۔ "یعنی اگر تم ان کی غم خواری کرو گے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کرو گے اور ان سے حسد نہ کرو گے تو تمہارے دوست بہت زیادہ ہوں گے۔"

ایک بزرگ کا قول ہے: "میں نے 50 سال لوگوں کی صحبت اختیار کی، میرے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف واقع نہیں ہوا کیونکہ ان کے ساتھ میں اپنے ہی سہارے رہا (یعنی کسی پر بوجھ نہیں بنا)۔"

جو بھی اس طریقہ کار پر عمل کرے گا اس کے دوستوں کی کثرت ہو گی۔

تخفیف اور ترکِ تکلف میں سے یہ بھی ہے کہ نفلی عبادات کے متعلق دوست پر اعتراض نہ کرے۔

دوستی کی چار شرائط:

بعض صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام چار شرائط پر دوستی کرتے تھے: (۱) اگر کوئی ہر روز کھانا کھائے تو دوست اس سے یہ نہ کہے کہ روزہ رکھ لو۔ (۲) اگر مسلسل روزہ رکھے تو دوست یہ نہ کہے کہ روزہ نہ رکھو۔ (۳) اگر رات بھر سوتا رہے تو دوست یہ نہ کہے کہ اٹھ کر عبادت کرو اور (۴) اگر رات بھر عبادت کرتا رہے تو دوست یہ نہ کہے کہ سو جاؤ۔

یعنی دوست کے احوال اس کے نزدیک بغیر کسی زیادتی اور کمی کے ایک حالت پر ہی رہیں کیونکہ اگر ان میں فرق آ گیا تو طبیعت ضروری طور پر ریاکاری اور شرم ولحاظ کی طرف حرکت کرے گی۔

منقول ہے کہ "جس کی کُلفت کم ہوئی اس کی اُلفت دائمی ہوئی اور جس کی مشقت کم ہوئی اس کی اخوت پکی ہوئی۔"

ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قول ہے: "بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تکلف کرنے والوں پر لعنت فرماتا ہے۔"

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں اور میری امت کے پرہیز گار لوگ تکلُّف سے بری ہیں۔"[1]

اُنسِیَّت کی تکمیل:

منقول ہے کہ "جب آدمی نے اپنے بھائی کے گھر میں چار کام کر لئے تو گویا اس نے اپنے بھائی کے ساتھ اُنسیت کی تکمیل کر لی: (۱) بھائی کے گھر میں کھانا کھانا (۲) قضائے حاجت کرنا (۳) نماز پڑھنا اور (۴) ایک آدھ دن قیام کرنا۔"

جب ان چار کاموں کا تذکرہ ایک بزرگ کے سامنے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "**پانچواں** کام ابھی باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کے گھر میں اپنی اہلیہ کو ساتھ لے جائے اور وہاں اس کے ساتھ جماع کرے کیونکہ گھر ان ہی پانچ کاموں کو سرانجام دینے کے لئے بنائے جاتے ہیں ورنہ مساجد تو عابدین کے دلوں کے لئے زیادہ راحت کی جگہیں ہیں۔" لہٰذا جب یہ پانچ کام سرانجام پا جائیں گے تو یقیناً بھائی چارہ تام ہو گیا، تکلف ختم اور بے تکلفی ثابت ہو گئی۔

"اَھْلًا وَّسَھْلًا مَرْحَبا" کی وجہ تسمیہ:

اہلِ عرب کی سلامی "مَرْحَبًا وَّ اَھْلًا وَّ سَھْلًا" اسی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ "مَرْحَبًا" کا مطلب ہے

---

1 ...قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/ ۳۸۴

تمہارے لئے ہمارے دل اور مکان میں وسیع جگہ ہے، ''اَھْلًا'' کا مطلب ہے تمہارے لئے ہمارے پاس آرام دہ جگہ ہے جہاں تمہیں انسیت ہوگی اور وحشت نہ پہنچے گی اور ''سَھْلًا'' کا معنیٰ ہے تمہارے لئے ہمارے پاس ہر معاملے میں آسانی ہے یعنی جو کچھ تم چاہو گے ہم پر گراں نہیں گزرے گا۔

دوستوں کو اپنے سے بہتر جانو:

آسانی اور بے تکلفی اسی صورت میں پائی جاسکتی ہے جب کوئی خود کو اپنے دوستوں سے کم سمجھے اور ان کے بارے میں حسن ظن رکھے اور اپنے بارے میں بدگمان رہے، لہٰذا جب وہ اپنے دوستوں کو اپنے سے بہتر سمجھے گا اس وقت وہ ان سب سے بہتر ہوگا۔

حضرت سیِّدُنا ابو مُعاوِیہ اَسْوَد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد نے فرمایا: ''میرے سارے دوست مجھ سے بہتر ہیں۔'' پوچھا گیا: ''وہ کیسے؟'' فرمایا: ''وہ سب مجھے خود سے افضل سمجھتے ہیں اور جو مجھے اپنے آپ سے افضل جانے وہ مجھ سے افضل ہے۔''

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور اس شخص کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں جو تیرے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جس چیز کو تم اس کے لئے پسند کرتے ہو۔''[1] یہ اخوت کا سب سے کم درجہ ہے یعنی دوست کو مساوات کی نظر سے دیکھنا اور کامل درجہ یہ ہے کہ دوست کو خود سے افضل سمجھے۔

اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جب تجھے کہا جائے: اے لوگوں میں سب سے بُرے شخص! اور تجھے غصہ آجائے تو واقعی تو لوگوں میں سب سے بُرا ہے۔'' یعنی اپنے بارے میں سب سے برا ہونے کا اعتقاد ہمیشہ تیرے دل میں ہونا چاہئے، اس کی وجہ عنقریب تکبر اور خود پسندی کے باب

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۴۵، ۴/ ۱۶۷، الحدیث: ۲۳۸۵، باختصار

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۴/ ۲۲۱، الرقم ۷۳۳: سلیمان بن عمرو بن عبد اللہ

میں بیان کی جائے گی۔

دوستوں کے لئے عاجزی کرنے اور انہیں افضل سمجھنے کے متعلق کچھ اشعار کہے گئے ہیں۔

تَذَلَّلْ لِمَنْ اِنْ تَذَلَّلْتَ لَهُ يَرٰى ذَاكَ لِلْفَضْلِ لَا لِلْبَلَهْ

وَ جَانِبْ صَدَاقَةَ مَّنْ لَّا يَزَالُ عَلَى الْاَصْدِقَاءِ يَرَى الْفَضْلَ لَهْ

ترجمہ: (۱)...تو عاجزی اس شخص کے لئے کر جو تیری عاجزی کو تیری فضیلت سمجھے نہ کہ تیری بیوقوفی۔

(۲)...اور اس شخص کی دوستی اختیار نہ کر جو دوستوں کے مقابلے میں خود کو بڑا خیال کرے۔

ایک شاعر کہتا ہے:

كَمْ صَدِيْقٍ عَرَفْتَهُ بِصَدِيْقٍ صَارَ اَحْظٰى مِنَ الصَّدِيْقِ الْعَتِيْقِ

وَرَفِيْقٍ رَاَيْتَهُ فِيْ طَرِيْقٍ صَارَ عِنْدِيْ هُوَ الصَّدِيْقُ الْحَقِيْقِيْ

ترجمہ: (۱)...کتنے ہی دوست ہیں جن سے دوستی تو نے اپنے کسی اور دوست کی وجہ سے کی ہے لیکن وہ تیرے پرانے دوستوں سے بھی زیادہ گہرے دوست بن چکے ہیں۔

(۲)...کتنے ہی رفیق ہیں جنہیں تو نے راستے میں دیکھا ہے میرے نزدیک وہی حقیقی دوست ہیں۔

جو خود کو اپنے بھائی سے افضل جانتا ہے گویا وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے حالانکہ عام مسلمانوں کو بھی حقیر سمجھنا مذموم ہے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بِحَسْبِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ یعنی مومن کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔[1]

بے تکلفی اور ترک تکلف کی تکمیل یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام مقاصد میں دوستوں سے مشورہ کرے اور ان کا مشورہ قبول کرے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

1...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم...الخ، الحدیث: ۲۵۶۴، ص ۱۳۸۶

سیِّدُنا معروف کَرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کا عقد اخوت:

دوستوں سے اپنا کوئی راز مَخْفِی نہ رکھے۔ چنانچہ، منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا یعقوب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حضرت سیِّدُنا اَسود بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم میرے چچا حضرت سیِّدُنا معروف کَرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کے پاس آئے، میرے چچا اور ان کے درمیان رشتۂ اخوت قائم تھا۔ حضرت سیِّدُنا اسود بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا بشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی آپ سے رشتۂ اخوت قائم کرنا چاہتے ہیں اور وہ آپ سے بالمشافہ یہ بات کہنے میں حیا کرتے ہیں، لہٰذا انہوں نے مجھے آپ کے پاس اس گزارش کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ ان سے عقدِ اخوت فرمالیں اور وہ اس عقد اخوت سے اجر و ثواب کے متمنی ہیں مگر ان کی طرف سے دو شرطیں ہیں: (۱) یہ بھائی چارہ مشہور نہ ہو۔ (۲) آپ کے اور ان کے درمیان زیادہ ملاقاتیں نہ ہوں کیونکہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی زیادہ ملاقات کرنے کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: ”اگر میں کسی سے عقدِ اخوت کروں تو نہ رات میں اس کی جدائی پسند کروں نہ دن میں، ہر وقت اس کی زیارت کروں اور اسے ہر حال میں خود پر ترجیح دوں۔“ پھر آپ نے عقدِ اُخُوَّت کی فضیلت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرنے کے بارے میں بہت سی احادیث بیان فرمائیں، پھر فرمایا: ”رَسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے عقد اخوت قائم فرمایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اپنے علم میں شریک کیا[1]، اونٹوں کی قربانی میں حصہ دار بنایا[2] اور اپنی سب سے افضل اور پیاری بیٹی کا ان سے نکاح کیا[3] اور یہ سب کچھ عقد اخوت میں خاص کرنے کی وجہ سے فرمایا۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے

---

1 ...المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب أنا مدینۃ العلم وعلی بابھا، ۴/ ۹۷، الحدیث: ۴۶۹۴

2 ...صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، الحدیث: ۱۲۱۸، ص ۶۳۷

صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب تحریم الخمر... الخ، الحدیث ۱۹۷۹، ص ۱۰۹۴

3 ...المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب دعاء دفع الفقر وأداء الدین، ۴/ ۱۴۳، الحدیث: ۴۷۹۷

حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی سے عقد اخوت قائم کیا اور آپ کے پیغام لانے کی وجہ سے میں نے رضائے الٰہی کے لئے ان سے عقدِ مُواخات کیا اس پر کہ اگر وہ مجھ سے ملنے کے لئے آنا پسند نہ کریں تو کوئی حرج نہیں لیکن میں جب چاہوں گا ان کی زیارت کرنے آؤں گا اور آپ میری بات ان تک پہنچا دیں کہ وہ میرے ساتھ ملاقات کریں گے جہاں ہم ملاقات کرنا چاہیں گے، وہ اپنا کوئی معاملہ مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھیں گے اور مجھے اپنے تمام احوال پر مُطَّلَع رکھیں گے۔" چنانچہ، حضرت سیِّدُنا اَسْوَد بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم نے ساری بات حضرت سیِّدُنا بشر حافی رعَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی تک پہنچا دی تو آپ بہت خوش ہوئے اور رضامندی کا اظہار کیا۔

یہ اُخوت کے جملہ حقوق تھے جسے ہم نے پہلے اجمالاً اور پھر تفصیلاً بیان کیا۔

عقد اخوت اسی وقت تک مکمل ہو گا جب خود پر دوستوں کا حق سمجھے اور دوستوں پر اپنا حق نہ سمجھے اور خود کو ان کے لئے خادم کے مرتبے میں رکھے۔ نیز اپنے دوستوں کے حقوق کے لئے اپنے جسم کے تمام اعضاء کو قید کر دے۔

اعضائے جسم کو دوستی کے لئے قید کرنے کی تفصیل:

آنکھ سے متعلق دوستوں کے حقوق یہ ہیں: (۱) دوستوں کو پیار بھری نظروں سے دیکھے اور وہ تیری اس پیار بھری نظر کو پہچان بھی جائیں۔ (۲) ان کی خوبیوں کی طرف نظر رکھے۔ (۳) ان کے عُیُوب سے چشم پوشی کرے۔ (۴) جب وہ تیرے ساتھ محوِ گفتگو ہوں تو ان سے نظر نہ پھیرے۔

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاقِ کریمانہ:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر شخص کو جو آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوتا اپنے رخِ انور سے حصہ عطا فرماتے اور جو بھی آپ کے کلام کو سنتا یہی گمان کرتا کہ سب سے زیادہ نظرِ کرم اسی پر ہوئی ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نشست، سماعت، گفتگو، سوال وجواب اور نظر میں تمام شرکائے مجلس برابر ہوتے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس حیا، تواضُع اور امانت کی مجلس ہوتی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی موجودگی میں بکثرت تَبَسُّم فرماتے اور مسکراہٹ بکھیرتے، ان کی باتوں کو پسند فرماتے۔ نیز صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی اور تعظیم کرتے ہوئے تبسم فرماتے۔[1]

کان سے متعلق دوستوں کے حقوق یہ ہیں: (۱) دوستوں کے کلام کو لذت کے ساتھ سنے (گویا کہ پہلی بار سن رہا ہے)۔ (۲) تصدیق کرتے ہوئے سُنے۔ (۳) سننے پر خوشی کا اظہار کرے۔ (۴) ان کی بات کو اعتراض، جھگڑے، مداخلت یا رد کرنے کی غرض سے نہ کاٹے۔ (۵) اگر کوئی عارضہ لاحق ہو جائے (جس کے باعث مجلس سے اٹھنا پڑے) تو ان سے معذرت کرے اور جو بات وہ سننا پسند نہیں کرتے اس کے سننے سے اجتناب کرے۔

زبان کے حقوق ہم بیان کر چکے ہیں، اس سلسلے میں کلام کافی طویل ہے۔ چنانچہ، زبان کے حقوق میں سے ہے کہ اپنی آواز کو دوستوں کی آواز پر بلند نہ کرے، ان سے ان کی سمجھ کے مطابق کلام کرے۔

ہاتھوں پر دوستوں کا حق یہ ہے کہ وہ تمام امور جو ہاتھوں سے وقوع پذیر ہوتے ہیں ان میں دوستوں کی مدد کرنے سے ہاتھ نہ کھینچے۔

پاؤں کے متعلق دوستوں کے حقوق یہ ہیں کہ دوستوں کے پیچھے تابع کی طرح چلے نہ کہ متبوع بن کر اور جتنا دوست آگے بڑھائیں صرف اس قدر ہی ان سے آگے بڑھے اور جتنا قریب کریں صرف اس قدر ہی ان سے قریب ہو۔ جب دوست آئیں تو ان کے لئے کھڑا ہو جائے اور جب وہ بیٹھ جائیں تب بیٹھے اور جہاں بھی بیٹھے عاجزی کے ساتھ بیٹھے۔

جب دوستی میں اتحاد کامل ہو جاتا ہے تو ان حقوق کو برداشت کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے جیسے کھڑا ہونا، عذر پیش کرنا، تعریف کرنا۔ بے شک یہ چیزیں دوستی کے حقوق میں سے ہیں لیکن ان حقوق کے ضمن میں

[1]... الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول اللّٰہ، الحدیث: ۳۱۹، ص ۱۹۳، مفہومًا
سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی بشاشۃ النبی، ۵/۳٦۷، الحدیث: ۳٦٦۱، ۳٦٦۲

ایک طرح کی اَجْنبِیَّت اور تکلف پایا جاتا ہے مگر جب اتحادِ اُخوت مکمل ہو جاتا ہے تو تکلف کی اصل بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے پھر آدمی اپنے دوست کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہے جیسا اپنے ساتھ کرتا ہے کیونکہ ظاہری آداب، باطنی آداب اور دل کی صفائی کا پتا دیتے ہیں اور جب دل صاف ہو جاتا ہے تو بندہ باطنی امور کو ظاہر کرنے کے تکلُّف سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

جس کی نظر مخلوق کی طرف ہوتی ہے وہ کبھی سیدھا رہتا ہے اور کبھی ٹیڑھا اور جس کی نظر خالق کی طرف ہوتی ہے وہ ظاہری اور باطنی دونوں صورتوں میں سیدھا رہتا ہے اور اپنے باطن کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کی مخلوق کی محبت سے مُزَیَّن کئے رکھتا ہے اور اس کا ظاہر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت کے ساتھ مزین رہتا ہے اس لئے کہ یہ (یعنی مخلوق کی خدمت) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خدمت کی سب سے اعلیٰ قسموں میں سے ہے۔ اس تک صرف حسن اخلاق کے ذریعے ہی پہنچا جا سکتا ہے اور بندہ حسن اخلاق کے ذریعے شب بیداری کرنے والوں اور روزہ رکھنے والوں کے مرتبے کو پالیتا بلکہ اس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

خاتمہ:

اس باب کے خاتمہ میں ہم دانشوروں کے کلام سے ماخوذ مختلف لوگوں کے ساتھ رہن سہن اور اٹھنے بیٹھنے کے آداب بیان کریں گے:

اگر تم اچھی زندگی بسر کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اپنے دوست اور دشمن سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔ نہ تو انہیں ذلیل کرو اور نہ ہی ان سے ہیبت زدہ رہو، ❀... تکبر سے اجتناب کرتے ہوئے وقار کے ساتھ رہو، ❀... خود کو ذلیل کئے بغیر عاجزی اختیار کرو، ❀... تمام امور میں مِیانہ روی اختیار کرو کیونکہ اِفراط اور تفریط دونوں مذموم ہیں، ❀... اپنے آپ کو ہی نہ دیکھتے رہو (کہ یہ خود پسندی کی علامت ہے)، ❀... بکثرت اِدھر اُدھر مت دیکھو (کہ یہ حماقت کی علامت ہے)، ❀... جہاں لوگ بیٹھے ہوئے ہوں وہاں کھڑے نہ رہو اور اگر ان کے پاس بیٹھو تو اطمینان کے ساتھ بیٹھو، ❀... لوگوں کے سامنے اپنی انگلیاں چٹخانے سے باز رہو اور اپنی داڑھی اور انگوٹھی

کے ساتھ مت کھیلو، ❀...لوگوں کے سامنے اپنے دانتوں میں خلال کرنے اور ناک میں انگلی ڈالنے سے بچو، ❀...زیادہ تھوکنے اور بار بار کھنکارنے سے بچو، ❀...بار بار اپنے چہرے سے مکھیاں مت اُڑاؤ، ❀...لوگوں کے سامنے نماز یا غیر نماز میں بکثرت انگڑائی اور جمائی سے حتی الامکان بچو، ❀...تمہاری مجلس لوگوں کی ہدایت کا باعث ہو اور تمہاری گفتگو مُہذب ہو، ❀...جب کوئی شخص تم سے اچھی گفتگو کر رہا ہو تو اس کی بات غور سے سنو اور اس کی بات پر حد سے زیادہ تعجب کا اظہار مت کرو۔ نیز اسے اپنی بات دہرانے کا نہ کہو (مگر جب یاد نہ رکھ سکو تو اعادہ کا سوال کر سکتے ہو)، ❀...ہنسنے ہنسانے والی باتوں اور قصے کہانیاں بیان کرنے سے باز رہو، ❀...یہ نہ کہو کہ مجھے اپنا لڑکا یا لڑکی یا شعر یا تصنیف اچھی لگتی ہے یعنی اپنے ساتھ خاص کسی بھی چیز کے بارے میں ایسا نہ کہو، ❀...عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار نہ کرو، ❀...نوکروں جیسا حلیہ نہ اپناؤ، ❀...کثرت سے سرمہ لگانے سے بچو، ❀...تیل لگانے میں اسراف مت کرو، ❀...کسی سے اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے اصرار نہ کرو، ❀...کسی کو ظلم پر آمادہ نہ کرو، ❀...اہل وعیال کو اپنے مال کی مقدار نہ بتاؤ چہ جائیکہ دوسروں کو کیونکہ اگر وہ ان کی نظروں میں تھوڑا ہوا تو تم رسوا ہو جاؤ گے اور اگر زیادہ ہوا تو تم کبھی بھی ان کو راضی نہ کر سکو گے، ❀...سختی کئے بغیر اہل وعیال کو ڈراؤ، ❀...بغیر کمزوری دکھائے اہل وعیال کے ساتھ نرمی برتو، ❀...نوکروں اور خادموں کے ساتھ مذاق نہ کرو کہ اس سے تمہارا وقار ختم ہو جائے گا، ❀...جب تمہارا کسی سے جھگڑا ہو تو اپنے کلام میں وقار اختیار کرو اور جہالت سے بچو، ❀...جلد بازی سے اجتناب کرو، ❀...(اختلاف رائے کے دوران) اپنی دلیل کے بارے میں غور و فکر کرو، ❀...دورانِ گفتگو ہاتھوں سے زیادہ اشارے نہ کرو، ❀...بار بار پیچھے مُڑ کر نہ دیکھو، ❀...گھٹنوں کے بل نہ بیٹھو، ❀...غصہ ٹھنڈا ہونے پر کلام کرو، ❀...جب بادشاہ تمہیں اپنے قریب کرے تو تمہاری حالت اس کے ساتھ ایسی ہو گویا کہ تم نیزے کی نوک پر ہو اگر وہ تم پر نرمی کرے تو تم خود پر اس کے رویے کی تبدیلی سے بے خوف مت رہنا، ❀...تم بادشاہ کے ساتھ ایسی نرمی اختیار کرو جیسی نرمی بچوں کے ساتھ کرتے ہو اور اس کے ساتھ ایسی گفتگو کرو جیسی وہ چاہتا ہے جب کہ گناہ کی بات نہ ہو، ❀...

بادشاہ کی نرمی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم بادشاہ کے نجی معاملات میں دخل اندازی کرو اگرچہ تم اس دخل اندازی کے مستحق ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بادشاہ اوراس کے نجی معاملات میں دخل اندازی کرنے والا اس طرح گرتا ہے کہ پھر کھڑا نہیں ہو سکتا اور اس طرح پھِسلتا ہے کہ دوبارہ سنبھل نہیں سکتا، ❀...صرف خوشحالی کے دنوں میں دوستی نبھانے والے سے بچو کہ یہ سب سے بڑا دشمن ہے، ❀...اپنے مال کو اپنی عزت سے زیادہ عزیز خیال نہ کرو۔

مجلس کے آداب:

جب مجلس میں جاؤ تو پہلے سلام کرو، ❀... لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگو، ❀...جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جاؤ، ❀... مجلس میں اُس طریقے پر بیٹھو جو عاجزی کے زیادہ قریب ہو، ❀... بیٹھتے وقت اپنے قریب والے لوگوں کو بھی سلام کرو۔

راستے میں بیٹھنے کے آداب:

راستے میں نہ بیٹھو اگر بیٹھنا چاہو تو اس کے آداب کا خیال رکھو: ❀...اپنی نظر کی حفاظت کرو، ❀... مظلوم کی مدد کرو، ❀...فریادی کی فریاد رسی کرو، ❀... کمزور کی مدد کرو، ❀...راستہ بھولنے والے کی رہنمائی کرو، ❀...سلام کا جواب دو، ❀...مانگنے والے کو عطا کرو، ❀... نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے منع کرو، ❀... دیکھ بھال کر تھوکو، ❀... قبلہ رخ نہ تھوکو، نہ اپنی دائیں جانب تھوکو بلکہ اپنی بائیں جانب اُلٹے پاؤں کی طرف تھوکو۔

بادشاہ کی مجلس کے آداب:

بادشاہ کی مجلس اختیار نہ کرو (کہ یہ دین کے لئے نقصان کا باعث ہے) اور اگر اس کی مجلس میں جانا پڑ جائے تو اس کے آداب کا خیال رکھو: ❀...غیبت نہ کرو، ❀... جھوٹ سے اجتناب کرو، ❀... کسی راز کو فاش نہ کرو، ❀...حاجتیں (اپنی ہوں خواہ دوسروں کی) کم پیش کرو، ❀... گفتگو میں مہذب وشائستہ الفاظ استعمال

کرو، ❀...گزشتہ بادشاہوں کے اخلاق کا تذکرہ کرو، ❀...بادشاہ سے ہنسی مذاق کم اور ڈر زیادہ ہو اگرچہ وہ تم سے محبت کا اظہار کرے (کہ اس کی محبت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا)، ❀...اس کی موجودگی میں ڈکار لینے سے بچو، ❀...اس کے پاس کھانا کھانے کے بعد دانتوں میں خلال نہ کرو (ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے گھن کرے)، ❀...بادشاہ پر لازم ہے کہ وہ ہم نشینوں کی ہر بات برداشت کرے مگر راز فاش کرنے والے، مملکت میں بگاڑ ڈالنے والے اور عزت کے درپے ہونے والے کو برداشت نہ کرے۔

عام لوگوں کی مجلس کے آداب:

عام لوگوں کی مجلس اختیار نہ کرو اور اگر کرنی پڑ جائے تو اس کے آداب کا خیال رکھو: ❀...ان کی باتوں میں غور و فکر نہ کرو، ❀...لایعنی اور فضول گفتگو کی طرف توجہ نہ کرو، ❀...ان کے بُرے الفاظ سے غافل رہو، ❀...حاجت کے باوجود ان سے ملاقات کم رکھو۔

مذاق، مسخری سے بچنے کے متعلق مدنی پھول:

عقل مند ہو یا بیوقوف اس سے مذاق کرنے سے بچو، کیونکہ اگر وہ عقل مند ہو گا تو تم سے کینہ رکھے گا اور اگر بیوقوف ہو گا تو تم پر جرأت کرے گا۔ مذاق کے درج ذیل نقصانات ہیں:

مذاق ہیبت کو کم کر دیتا، ❀...حیا کو ختم کر دیتا، ❀...کینہ کا باعث بنتا ہے، ❀...مذاق کے سبب محبت کی مٹھاس ختم ہو جاتی ہے، ❀...مذاق عالم کے علم کو عیب دار کر دیتا اور بیوقوف کو عالِم پر جَرِی کرتا ہے، ❀...دانا شخص کے سامنے مذاق کرنے والے کا مرتبہ ختم ہو جاتا ہے، ❀...نیک لوگ مذاق سے بچتے ہیں، ❀...مذاق مُردہ دِلی، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری، غفلت اور ذِلّت کا باعث ہے، ❀...مذاق کے سَبَب باطِن سیاہ ہو جاتا ہے، ❀...مذاق کی وجہ سے عُیُوب کی کثرت ہوتی ہے اور گناہ ظاہر ہوتے ہیں۔

منقول ہے کہ ”مذاق صرف حَماقت یا اِترانے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔“

اگر کوئی شخص کسی مجلس میں مذاق یا لہو و لعب میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ کھڑا ہونے سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کر لے۔

مجلس کے اختتام کی دعا:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں فضول گفتگو ہو تو اسے چاہئے کہ کھڑا ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ [1] تو اس کے اس مجلس میں ہونے والے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[2]

باب نمبر 3: عام مسلمانوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، غلاموں کے حقوق اور معاشرت کے آداب

(یہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے)

جان لیجئے کہ انسان یا تو اکیلا رہتا ہے یا کسی کے ساتھ اور چونکہ انسان کا اپنے ہم جنس لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہے، لہٰذا اس پر مل جل کر رہنے کے آداب سیکھنا ضروری ہیں۔ چنانچہ ہر اِختلاط رکھنے والے کے لئے مل جل کر رہنے کے کچھ آداب ہیں اور وہ بھی اس کے حق کی مقدار کے مُطابِق ہیں اور اس کا حق اس کے رابطے و تعلق کی مقدار کے مُطابِق ہے۔

پھر وہ رابطہ کہ جس کی وجہ سے مل جل کر رہنا پڑتا ہے یا تو قرابت کا ہو گا، اسے خاص رابطہ کہتے ہیں یا اسلامی بھائی چارے کا ہو گا، اسے عام رابطہ کہتے ہیں۔ دوستی و ہم نشینی بھی اسی اسلامی بھائی چارہ کے معنٰی میں ہے۔ چنانچہ، یہ عام رابطہ کبھی پڑوس کی وجہ سے ہو گا کبھی سفر کے باعث، کبھی ہم مکتب یا ہم درس ہونے کے

---

1 ...**ترجمہ:** اے اللہ عَزَّوَجَلَّ تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا اور تیری طرف رجوع لاتا ہوں۔

2 ...سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا قام من مجلسه، ۵/۲۷۳، الحدیث: ۳۴۴۴

سبب ہو گا۔

پھر ہر رابطے کے کچھ دَرَجات ہیں: مثلاً قَرابت ایک حق ہے لیکن دیگر قرابت داروں کے مقابلے میں قریبی عزیزوں کا حق سب سے زیادہ ہے، اسی طرح قریبی عزیزوں کے مقابلے میں والدین کا حق سب سے زیادہ ہے۔یوں ہی پڑوسیوں کا معاملہ ہے کہ قریبی پڑوسی کا حق دور والے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ان حقوق میں فرق نسبت کے سبب ظاہر ہوتا ہے حتی کہ پردیس میں اپنا ہم وطن حقوق ہمسائیگی میں اپنے وطن میں رہنے والے قریبی کی طرح ہے، لہٰذا مسلمان کا حق جان پہچان کے اعتبار سے موکد ہوتا ہے۔

پہچان کے مختلف درجات:

پہچان کے مختلف درجات ہیں۔ چنانچہ، جس کی جان پہچان دیکھ کر ہوئی ہے اس کا حق اس مسلمان سے زیادہ ہے جس کی معرفت سن کر ہوئی ہے اور پہچان کے بعد مل جل کر رہنے سے اس میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح صحبت کے درجات بھی مختلف ہیں: لہٰذا ہم درس اور ہم مکتب کا حق ہم سفر کے مقابلے میں زیادہ تاکیدی ہے۔یوں ہی دوستی کے درجات بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ، جب دوستی بہت زیادہ مضبوط ہو جائے تو وہ اخوت بن جاتی ہے اور جب اخوت میں زیادتی ہو جائے تو وہ محبت بن جاتی ہے اور محبت میں زیادتی ہو جائے تو وہ خُلَّت بن جاتی ہے اور خلیل حبیب کے مقابلے میں زیادہ قریب ہوتا ہے۔

خلیل اور حبیب میں فرق:

محبت اس چیز کا نام ہے جو دل میں گھر کر جائے اور خُلَّت اسے کہتے ہیں جو دل کے رگ و پے میں سرایت کر جائے، لہٰذا ہر خلیل حبیب تو ہو گا لیکن ہر حبیب خلیل نہیں ہو گا۔ دوستی کے درجات میں فرق مشاہدے اور تجربے کی وجہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ خلّت اخوت سے بڑھ کر ہے کیونکہ خلّت اس حالت کو کہتے ہیں جو اخوت کی حالت سے زیادہ کامل اور اَتَم ہو۔ اس کی پہچان حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنْ

صَاحِبُکُمْ خَلِیْلُ اللہِ یعنی اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابو بکر کو بناتا لیکن تمہارے صاحب (یعنی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل ہیں۔[1]

خلیل کی تعریف:

خلیل وہ ہوتا جس کی محبت دل کے تمام اجزا میں ظاہری اور باطنی طور پر سرایت کر جائے اور اس کے دل کو گھیر لے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل ہیں:

حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت نے نہیں گھیرا۔ یہی وجہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا خلیل نہیں بنایا۔ البتہ! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو رشتۂ اخوت سے خاص کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''عَلِیٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا النُّبُوَّۃَ یعنی وصف نبوت کے علاوہ علی میرے ساتھ اس طرح ہے جس طرح حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ تھے۔[2] حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے لئے نبوت کی نفی اسی طرح فرمائی جیسے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لئے خُلَّت کی نفی فرمائی۔ معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا دونوں رشتۂ اخوت میں شریک ہیں لیکن حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان میں خلیل بننے کی اہلیت تھی، اگر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خُلَّت میں کسی کو شریک کرتے تو یہ سعادت انہی کے حصے میں آتی، اسی پر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بکر، الحدیث: ۲۳۸۳، ص۱۲۹۹، ۱۳۰۰

2 ...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالب، الحدیث: ۲۴۰۴، ص۱۳۱۰

السنن الکبری للنسائی، کتاب الخصائص، باب ذکر منزلۃ علی بن ابی طالب من النبی، ۵/ ۱۲۰، الحدیث: ۸۴۳۲

''لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا یعنی میں ابو بکر کو خلیل بناتا۔''[1] اور رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب بھی ہیں اور خلیل بھی۔ چنانچہ، مروی ہے کہ ایک دن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بحالت خوشی منبر پر رونق افروز ہو کر ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا فَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَاَنَا خَلِیْلُ اللّٰہِ یعنی بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسے اس نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا خلیل بنایا تو میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حبیب بھی ہوں اور خلیل بھی۔[2]

معلوم ہوا کہ پہچان سے پہلے رابطہ نہیں ہوتا اور خلت کے بعد کوئی درجہ نہیں ہوتا، ان دونوں کے سوا جو درجات ہوں گے وہ ان دونوں (یعنی پہچان اور خلت) کے درمیان ہوں گے اور ہم نے صحبت اور اخوت کے حق کو بیان کر دیا ہے اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے یعنی محبت اور خلت وہ انہی میں داخل ہے، البتہ! محبت اور اخوت کے مراتب مختلف ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق کے مراتب میں بھی تفاوت ہے حتی کہ محبت کی انتہا یہ ہے کہ بندہ جان و مال پر اپنے محبوب کو ترجیح دے جیسے خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضور نبیّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے اپنے مال و جان کو قربان کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا طلحہ بن عبید اللہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی جان پر حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ترجیح دی اور (دوران جنگ) خود کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے ڈھال بنایا۔

اب ہم اسلامی بھائی چارے، رشتہ داروں، والدین، پڑوسیوں اور نوکروں کے حقوق بیان کریں گے۔

پہلی فصل: مسلمانوں کے حقوق

جب کسی مسلمان سے ملو تو اسے سلام کرو، ❀...جب وہ تمہیں دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو،

1...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بکر، الحدیث: ۲۳۸۳، ص ۱۲۹۹

2...صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النھی عن بناء المساجد علی القبور...الخ، الحدیث: ۵۳۲، ص ۲۷۰، دون قول ''فانا حبیب اللہ'' ...... قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۸۶

سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی، ۵/۳۵۴، الحدیث: ۳۶۳۶

❀...جب وہ چھینکے تو اس کی چھینک کا جواب دو، ❀...بیمار ہو جائے تو اس کی عِیادت کرو، ❀...جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، ❀...جب وہ تمہارے متعلق کوئی قسم کھائے تو اسے پورا کرو، ❀...جب وہ تم سے نصیحت کا طالِب ہو تو اسے نصیحت کرو، ❀...اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل ومال کی حفاظت کرو، ❀...اس کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو اس کے لئے بھی ناپسند کرو۔[1]

یہ تمام امور احادیث میں مذکور ہیں۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے تم پر چار حقوق ہیں: (۱) نیکی کرنے والے کی مدد کرو (۲) گناہ کرنے والوں کے لئے بخشش طلب کرو (۳) رخصت ہونے والے کے لئے دعا کرو اور (۴) توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھو۔[2]

رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ کی تفسیر:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس فرمانِ باری تعالیٰ: "رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ" (پ۲۶، الفتح: ۲۹، ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں نرم دل۔) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ نیک لوگ گناہ گاروں کے لئے دعا کریں اور گناہ گار نیک لوگوں کے لئے۔

نیک اور گناہ گار کی ایک دوسرے کے لئے دعا:

پس جب کوئی گناہ گار بندہ کسی نیک شخص کو دیکھے تو یوں کہے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے جو اسے بھلائی عطا کی ہے اس میں اس کے لئے برکت دے اور اسے اس پر ثابت قدم رکھ اور اس کے ذریعے ہمیں نفع پہنچا۔

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، الحدیث: (۲۱۶۲)، ص ۱۱۹۲
صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اناء الذھب...الخ، الحدیث: ۲۰۶۶، ص ۱۱۴۳
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۶۶، الحدیث: ۲۲۱۹۳

2 ...فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، ۱/۲۱۵، الحدیث: ۱۵۰۲

جب کوئی نیک بندہ کسی گناہ گار شخص کو دیکھے تو یوں کہے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے ہدایت اور توبہ کی توفیق عطا فرما اور اس کے گناہ بخش دے۔"

حقوق کی تفصیل

❀...**پہلا حق:** جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند کرے وہ اس کے لئے بھی ناپسند کرے۔

حضرت سیِّدُنا نعمان بن بشیر انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ "باہمی محبت اور رحم دلی میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، جب جسم کے کسی عُضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم بخار اور بیداری کی تکلیف برداشت کرتا ہے۔"[1]

حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا یعنی مومن مومن کے لئے عمارت کی مثل ہے، جس کا بعض حصہ بعض کو مضبوط رکھتا ہے۔"[2]

❀...**دوسرا حق:** اپنے قول و فعل سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچائے۔

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد پاک ہے: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔[3]

فضائل کے بارے میں مروی ایک طویل حدیث کے ضِمن میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد مبارک ہے: "اگر تم لوگوں کو بھلائی پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے تو انہیں برائی بھی نہ پہنچاؤ، یہ عمل تمہاری

1...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ۴/۱۰۳، الحدیث: ۶۰۱۱، بتغیر

مکارم الاخلاق للطبرانی ملحق مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب فضل معونۃ المسلمین... الخ، الحدیث: ۹۰، ص ۳۴۳

2...صحیح البخاری، کتاب المظالم والغصب، باب نصر المظلوم، ۲/۱۲۷، الحدیث: ۲۴۴۶

3...صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ۱/۱۵، الحدیث: ۱۰

طرف سے صدقہ ہے۔“[1] یوں ہی سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: اَفْضَلُ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی افضل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔[2]

کامل مسلمان کون؟

ایک مرتبہ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: ”جانتے ہو مسلمان کون ہے؟“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔“ تو ارشاد فرمایا: ”اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ یعنی مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”مومن کون ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”مَنْ اَمِنَہُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَاَمْوَالِہِمْ یعنی مومن وہ ہے کہ جس سے دوسرے مومن اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ سمجھیں۔“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”مُہاجر کون ہے؟“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ ھَجَرَ السُّوْٓءَ فَاجْتَنَبَہٗ یعنی مہاجر وہ جو گناہ چھوڑ دے اور اس سے بچے۔“[3] ایک شخص نے عرض کی: ”یا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اسلام کیا ہے؟“ ارشاد فرمایا: اَنْ یُّسْلِمَ قَلْبُکَ لِلّٰہِ وَاَنْ یَّسْلَمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِکَ وَیَدِکَ یعنی اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کرے اور تیری زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔[4]

مسلمانوں کو تکلیف دینے کا انجام:

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: جہنمیوں پر ایک قسم کی خارش مُسَلَّط کر دی جائے گی،

---

1. ...صحیح البخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل، ۲/۱۵۰، الحدیث ۲۵۱۸، بتغیر قلیل
2. ...سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی ان المسلم من سلم . . . الخ، ۴/۲۸۵، الحدیث: ۲۶۳۷
3. ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/۶۵۴، الحدیث: ۶۹۴۲
   المعجم الاوسط، ۲/۲۵۴، الحدیث: ۳۱۸۸
4. ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عمرو بن عبسة، ۶/۵۸، الحدیث: ۱۷۰۲۴

جس کی وجہ سے وہ اپنے بدنوں کو کھجائیں گے یہاں تک کہ ان میں سے کسی کی ہڈی ظاہر ہو جائے گی تو ندا کی جائے گی: اے فلاں! کیا تجھے اس کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے؟ تو وہ کہے گا: ہاں! تو منادی کہے گا: یہ اس کا بدلہ ہے جو تم مسلمانوں کو تکلیف دیتے تھے۔

مسلمانوں سے تکلیف دہ چیز دور کرنے کا انعام:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان باقرینہ ہے: "میں نے جنت میں اس شخص کو ٹہلتے دیکھا جس نے دنیا میں مسلمانوں کے راستے سے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جو ان کی تکلیف کا باعث تھا۔"[1]

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "یا رَسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس سے میں نفع اٹھاؤں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِعْزِلِ الْاَذٰی عَنْ طَرِیْقِ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دو۔[2]

حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد رحمت بنیاد ہے: مَنْ زَحْزَحَ عَنْ طَرِیْقِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا یُّؤْذِیْھِمْ کَتَبَ اللہُ لَہٗ بِہٖ حَسَنَۃً وَّمَنْ کَتَبَ اللہُ لَہُ حَسَنَۃً اَوْجَبَ لَہٗ بِھَا الْجَنَّۃَ یعنی جو مسلمانوں کے راستے سے کوئی تکلیف دہ چیز دور کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بدلے میں اس شخص کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے لئے ایک نیکی لکھ دے تو اس کے لئے اس نیکی کی وجہ سے جنت واجب فرما دیتا ہے۔[3]

مسلمان کو ڈرانے اور تکلیف دینے کی ممانعت پر مشتمل 3 فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾... کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نظر سے اشارہ کرے جس کی وجہ

1... صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل إزالۃ الأذی عن الطریق، الحدیث: (۲۶۱۸)، ص ۱۴۱۰

2... صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل إزالۃ الأذی عن الطریق، الحدیث: ۲۶۱۸، ص ۱۴۱۱، عن أبی برزۃ

3... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث أبی الدرداء، ۱۰/۴۱۵، الحدیث: ۲۷۵۴۹، بتغیر قلیل

سے اسے تکلیف ہو۔[1]

﴿2﴾... کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسلمان کو ڈرائے۔[2]

﴿3﴾... مومنوں کو تکلیف دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند نہیں۔[3]

حضرت سَیِّدُنا رَبیع بن خُثَیْم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگوں کی دو قسمیں ہیں: (۱) مومن، اسے تم تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (۲) جاہل، اس کے ساتھ تم جاہل نہ بنو۔

❀... **تیسرا حق:** ہر مسلمان کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے اور کسی پر تکبر نہ کرے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی متکبر اور اترانے والے کو پسند نہیں فرماتا۔[4]

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عظمت نشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری طرف وحی فرمائی کہ عاجزی اختیار کرو حتی کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے پر فخر نہ کرے۔''[5]

اگر کوئی تم پر فخر کرے تو تمہیں چاہئے کہ برداشت کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن ابی اوفٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر مسلمان کے لئے عاجزی فرماتے اور اس بات سے شرم محسوس نہ کرتے کہ کسی مسکین اور بیوہ کے ساتھ

1... الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، الحدیث: ۶۸۹، ص ۲۴۰

2... سنن أبی داود، کتاب الأدب، باب من یأخذ الشیء علی المزاح، ۴/۳۹۱، الحدیث: ۵۰۰۴

3... سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء لا یتناجی اثنان دون ثالث، ۴/۳۷۷، الحدیث: ۲۸۳۴

4... پ۲۱، لقمٰن: ۱۸

5... صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا... الخ، الحدیث: (۲۸۶۵)، ص ۱۵۳۳

جائیں اور اس کی حاجت پوری کریں۔[1]

❀...**چوتھا حق:** ایک دوسرے کے خلاف باتیں نہ سنے اور نہ ہی کسی کی بات سن کر دوسروں تک پہنچائے۔

حضور سیّدِ عالَم، نُورِ مجسّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشادِ معظم ہے: **لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ** یعنی چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔[2]

خلیل بن احمد نحوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جو شخص تیرے پاس کسی کی چغلی کرے گا وہ دوسروں کے پاس تیری چغلی بھی کرے گا اور جو تجھے کسی کے بارے میں خبر دے گا وہ تیری خبر بھی دوسروں تک پہنچائے گا۔

❀...**پانچواں حق:** جس مسلمان کے ساتھ جان پہچان ہے اگر اس کے ساتھ ناراضی ہو جائے تو تین دن سے زیادہ بول چال ترک نہ کرے۔

حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت ترک کرے کہ وہ دونوں ملیں تو ایک اپنا منہ اِس طرف کرلے اور دوسرا اپنا منہ اُس طرف کرلے، ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔[3]

اپنے بھائی کو معاف کرنے کا انعام:

حضور نبیّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا عَثْرَتَہٗ اَقَالَہُ اللہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ** یعنی جو کسی مسلمان کی لغزش کو معاف کرے گا قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی لغزش کو معاف فرمائے گا۔[4]

---

1 ...سنن النسائی، کتاب الجمعۃ، باب مایستحب من تقصیر الخطبۃ، الحدیث: ۱۴۱۱، ص ۲۴۳، دون قول "یتواضع لکل مسلم"

2 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمۃ، ۴/ ۱۱۵، الحدیث: ۶۰۵۶

3 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الھجر فوق ثلاث بلاعذر شرعی، الحدیث: ۲۵۶۰، ص ۱۳۸۵

4 ...سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاقالۃ، ۳/ ۳۶، الحدیث: ۲۱۹۹

حضرت سیِّدُنا عِکْرِمَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا یوسف بن یعقوب عَلَیْہِمَا السَّلَام سے ارشاد فرمایا: ”تم نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا تو ہم نے تمہارا ذکر دونوں جہانوں میں بلند کر دیا۔“

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب کوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرمت کو پامال کرتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے اس کا بدلہ لیتے۔“[1]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”جو کسی کی بُرائی کو معاف کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے۔“

صدقے سے مال کم نہیں ہوتا:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”صدقے سے مال کم نہیں ہوتا اور اپنے بھائی کو معاف کرنے کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔“[2]

❀...**چھٹا حق:** جس قدر ممکن ہو ہر مسلمان کے ساتھ اچھا سلوک کرے خواہ وہ حسن سلوک کا مستحق ہو یا نہ ہو۔

حضرت سیِّدُنا امام زَیْنُ الْعَابِدِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن سے مروی ہے کہ نبیوں کے سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اہل اور نااہل کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تم اہل تک پہنچ گئے تو وہ اس کا مستحق ہے اور اگر تم اہل تک نہ پہنچے تو تم تو اس کے اہل ہو (کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو)۔[3]

امام زَیْنُ الْعَابِدِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، ۴۸۹/۲، الحدیث: ۳۵۶۰

2 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب العفو والتواضع، الحدیث: ۲۵۸۸، ص۱۳۹۷

3 ...العلل للدارقطنی، مسند علی بن ابی طالب، ۱۰۷/۳، الحدیث: ۳۰۹

مسند الشھاب للقضاعی، ۴۳۶/۱، الحدیث: ۷۴۷

نے ارشاد فرمایا: ایمان کے بعد عقل کا سرچشمہ لوگوں سے محبت کرنا اور ہر نیک وبد کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہے۔[1]

رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسوۂ حسنہ:

حضرت سیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دستِ مبارک پکڑتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے اپنا ہاتھ نہ چھوڑاتے یہاں تک کہ وہ خود چھوڑ دیتا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک زانوں کو آپ کے ہم نشیں کے زانوں سے الگ نہیں دیکھا گیا اور جب کوئی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہم کلام ہوتا تو آپ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتے، جب تک وہ اپنی بات پوری نہ کرلیتا اس وقت تک اس کی طرف سے توجہ نہ ہٹاتے۔[2]

❀...**ساتواں حق:** کسی مسلمان کے ہاں اجازت لئے بغیر داخل نہ ہو بلکہ تین بار اجازت طلب کرے اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جائے۔

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولوں کے سالار، جناب احمد مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اجازت تین بار لی جائے کیونکہ پہلی بار گھر والے چپ رہیں گے اور دوسری بار باہم مشورہ کریں گے اور تیسری بار یا تو اجازت دیں گے یا پھر واپس لوٹا دیں گے۔[3]

❀...**آٹھواں حق:** ہر ایک سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور ان کے مقام و مرتبے کا خیال رکھتے ہوئے ان سے معاملات کرے کیونکہ اگر وہ جاہل کے ساتھ علمی، ان پڑھ کے ساتھ فقہی اور کم پڑھے لکھے کے ساتھ فصاحت وبلاغت سے بھرپور گفتگو کرے گا تو انہیں بھی تکلیف دے گا اور خود بھی تکلیف اُٹھائے گا۔

---

1 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی حسن الخلق، ۶/۲۵۶، الحدیث: ۸۰۶۲

2 ...المعجم الاوسط، ۶/۲۵۴، الحدیث: ۸۶۸۸

سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب إکرام الرجل جلیسہ، ۴/۲۱۰، الحدیث: ۳۷۱۶

3 ...صحیح البخاری، کتاب الإستئذان، باب التسلیم والإستئذان، ۴/۱۷۰، الحدیث: ۶۲۴۵، باختصار

❀...**نواں حق:** بڑوں کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آئے اور بچوں پر شفقت و مہربانی کا معاملہ کرے۔

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَلَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا یعنی جو ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ (1)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مِنْ اِجْلَالِ اللہِ اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ یعنی بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم میں سے ہے۔ (2)

بوڑھوں کی عزت کا کمال درجہ یہ ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر ان کے سامنے نہ بولے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جُہَیْنَہ قبیلے کا ایک وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور ان میں سے ایک نوجوان گفتگو کے لئے کھڑا ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَهْ فَاَیْنَ الْکَبِیْرُ یعنی تم ٹھہرو، بڑا کہاں ہے۔ (3)

لمبی عمر کی بشارت:

حدیث پاک میں ہے: مَا وَقَّرَ شَابٌّ شَیْخًا اِلَّا قَیَّضَ اللہُ لَہٗ فِیْ سِنِّہٖ مَنْ یُّوَقِّرُہٗ یعنی جو نوجوان بوڑھے آدمی کی عزت کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑھاپے میں اس کی عزت کے لئے کسی کو مقرر کر دیتا ہے۔ (4)

اس حدیث پاک میں لمبی عمر کی بشارت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھوں کی عزت کرنے کی توفیق اسی شخص کو ملتی ہے جس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لمبی عمر کا فیصلہ فرما دیا ہے۔

---

❶...سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ۳/۳۶۹، الحدیث: ۱۹۲۶، بتقدم وتاخر

❷...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ۴/۳۴۴، الحدیث: ۴۸۴۳

❸...شعب الایمان للبیھقی، باب فی رحم الصغیر وتوقیر الکبیر، ۷/۴۶۱، الحدیث: ۱۰۹۹۶

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۷/۱۶۹، الرقم: ۱۵۸۶: قیس بن الربیع

❹...سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی اجلال الکبیر، ۳/۴۱۱، الحدیث: ۲۰۲۹

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکُوْنَ الْوَلَدُ غَیْظًا وَّالْمَطَرُ قَیْظًا وَّتَفِیْضُ اللِّئَامُ فَیْضًا وَّیَغِیْضُ الْکِرَامُ غَیْظًا وَّیَجْتَرِئُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ وَاللَّئِیْمُ عَلَی الْکَرِیْمِ یعنی قیامت اس وقت قائم ہوگی جب اولاد (والدین پر) غصہ کرنے والی ہوگی، بارش کی کمی ہوگی، کمینے لوگوں کی کثرت اور معزز لوگوں کی کمی ہوگی، چھوٹا بڑے پر اور کمینہ معزز پر جرأت کرے گا۔[1]

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بچوں سے محبت:

بچوں پر نرمی کرنا اور ان سے رحمدلی کے ساتھ پیش آنا سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادت مبارکہ تھی[2]، رَسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور راستے میں بچے آپ کے استقبال کے لئے آتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس ٹھہرتے، بعض بچوں کو سواری پر اپنے آگے اور بعض کو پیچھے سوار فرماتے[3] اور جو بچے رہ جاتے ان کے متعلق صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو فرماتے کہ انہیں اپنے ساتھ سواریوں پر بٹھالیں۔ بسا اوقات یہ بچے اس بات پر فخر کرتے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے اپنے آگے سوار کیا اور تجھے اپنے پیچھے سوار کیا اور بعض بچے یوں فخر کا اظہار کرتے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے متعلق صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے فرمایا کہ انہیں اپنے ساتھ سواریوں پر بٹھالیں۔

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بچوں پر شفقت:

چھوٹے بچوں کو بارگاہِ رسالت میں لایا جاتا تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے لئے برکت کی دعا کریں اور ان کا نام رکھیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیتے، بسا اوقات کوئی بچہ

---

1 ...المعجم الاوسط، ۵/ ۱۲، الحدیث: ۶۴۲۷

2 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الکنیۃ للصبی قبل ان یولد الرجل، ۴/ ۱۵۵، الحدیث: ۶۲۰۳

3 ...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل عبد اللہ بن جعفر، الحدیث: ۲۴۲۸، ص ۱۳۲۱

پیشاب کر دیتا[1] تو یہ دیکھ کر حاضرین میں سے کوئی سختی کرتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے: "بچے کا پیشاب مت روکو۔"[2] تو بچے کو چھوڑ دیا جاتا یہاں تک کہ بچہ پیشاب سے فارغ ہو جاتا۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے لئے دعا فرماتے اور اس کا نام رکھتے اور اس بچے کے بارے میں اس کے گھر والوں کو خوشی پہنچاتے تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کے پیشاب کرنے کی وجہ سے تکلیف ہوئی ہے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ اپنے کپڑے کو دھو ڈالتے۔

❀...**دسواں حق:** تمام مخلوق کے ساتھ ہشاش بشاش نرم مزاج رہے۔ چنانچہ،

خندہ پیشانی اور نرمی کی فضیلت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جہنم کس پر حرام ہے؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا: عَلَی اللَّیِّنِ الْھَیِّنِ السَّھْلِ الْقَرِیْبِ یعنی نرم زبان، نرم طبیعت، درگزر کرنے والے اور ملنسار پر جہنم حرام ہے۔[3]

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدار انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ السَّھْلَ الطَّلْقَ الْوَجْہَ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (دینی و دنیاوی امور میں) آسانی کرنے والے اور کشادہ رُو کو پسند فرماتا ہے۔[4] ایک شخص نے عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے ایسے عمل کے

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب حکم بول الطفل الرضیع وکیفیۃ غسلہ، الحدیث: ۲۸۶، ص ۱۶۵

2 ...المعجم الاوسط، ۴/ ۳۴۶، الحدیث: ۶۱۹۷

3 ...سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب، رقم: ۴۵، ۴/ ۲۲۰، الحدیث: ۲۴۹۶، بتغیر
المعجم الاوسط، ۶/ ۱۸۶، الحدیث: ۸۴۵۲

4 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۲۵۴، الحدیث: ۸۰۵۶
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۲/ ۳۴۱، الرقم: ۳۲۹: جویبر بن سعید

بارے میں بتائیے جس کے سبب میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ تو ارشاد فرمایا: اِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ، بَذْلُ السَّلَامِ وَحُسْنُ الْكَلَامِ یعنی مغفرت کو لازم کرنے والے امور میں سے سلام کو عام کرنا اور اچھا کلام کرنا ہے۔ (1)

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا: بے شک نیکی ایک آسان کام ہے یعنی خندہ پیشانی سے پیش آنا اور نرم گفتگو کرنا۔

مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْبِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ یعنی جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی، یہ بھی نہ پاؤ تو اچھی بات کہہ دو۔ (2)

جنت کے خوبصورت دریچے:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جنت میں کچھ ایسے دریچے ہیں جن کا باہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے دکھائی دیتا ہے۔'' ایک اعرابی نے عرض کی: یَا رَسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ کس کے لئے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا: ''جو اچھی گفتگو کرے اور لوگوں کو کھانا کھلائے اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو وہ نماز پڑھے۔'' (3)

سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو وصیت:

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے، سچی بات کرنے، عہد پورا کرنے، امانتوں کو ادا کرنے، خیانت کو ترک کرنے، پڑوسی کی حفاظت کرنے، یتیم پر رحم کرنے، نرم گفتگو کرنے، سلام کو عام کرنے اور عاجزی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔'' (4)

---

1 ...المعجم الكبير، ۲۲/ ۱۸۰، الحديث: ۴۶۹

2 ...صحيح البخاری، كتاب الادب، باب طيب الكلام، ۴/ ۱۰۶، الحديث: ۶۰۲۳

3 ...سنن الترمذی، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة غرف الجنة، ۴/ ۲۳۶، الحديث: ۲۵۳۵

4 ...حلية الاولياء، معاذ بن جبل، ۱/ ۳۰۴، الحديث: ۸۱۳

كتاب الثقات لابن حبان، السيرة النبوية، السنة التاسعة من الهجرة، ۱/ ۱۴۷

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک عورت کی حاجت روائی فرمانا:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض گزار ہوئی کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ اس وقت چند صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی حاضر خدمت تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس عورت سے ارشاد فرمایا: ”تم مدینے کے جس کوچے میں بیٹھنا چاہتی ہو بیٹھ جاؤ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔“ چنانچہ، اس عورت نے ایسا ہی کیا تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے پاس تشریف لائے اور اس کی حاجت روائی فرمائی۔ [1]

70 سالہ اسرائیلی روزہ دار:

حضرت سیِّدُنا وہب بن مُنَبِّہ یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو 70 سال سے روزے رکھ رہا تھا اور ہفتے میں ایک دن افطار کرتا تھا، ایک دن اس نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ وہ اسے دکھائے کہ شیطان لوگوں کو کیسے دھوکا دیتا ہے؟ جب کافی عرصہ گزر گیا اور اس کی دعا قبول نہ ہوئی تو اس نے کہا: ”اگر میں اپنی خطا اور اپنے گناہ پر مطلع ہو جاتا جو میرے اور میرے رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے تو یہ میرے لئے اس دعا مانگنے سے بہتر ہوتا۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا، فرشتے نے اس شخص سے کہا: مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے پاس بھیجا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ تیرا یہ کلام جو تو نے ابھی کیا ہے مجھے تیری گزشتہ عبادت سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیری نظر کو کھول دیا ہے، لہٰذا اب تو دیکھ۔“ چنانچہ، اس شخص نے دیکھا کہ شیطان کے لشکر نے زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے اور ہر شخص کے ارد گرد شیاطین مکھیوں کی طرح موجود ہیں۔ اس نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! ان سے کون محفوظ رہے گا۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”پرہیز گار، نرم مزاج شخص ان سے محفوظ رہے گا۔“

❀... **گیارہواں حق:** کسی مسلمان کے ساتھ وعدہ کرے تو وفا کرے۔

---

1 ... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قرب النبی من الناس وتبرکھم بہ، الحدیث: ۲۳۲۶، ص ۱۲۷۰

حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْعِدَۃُ عَطِیَّۃٌ یعنی وعدہ ایک عطیہ ہے۔[1]

ایک روایت میں ہے: اَلْعِدَۃُ دَیْنٌ یعنی وعدہ ایک قرض ہے۔[2]

منافق کی علامات:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ثَلَاثٌ فِی الْمُنَافِقِ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ یعنی منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔[3]

ایک روایت میں ہے: جس میں یہ تین باتیں ہوں وہ منافق ہے اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔[4]

❀...**بارہواں حق:** لوگوں کے ساتھ اپنی طرف سے منصفانہ رویہ اپنائے اور انہیں وہ نہ دے جو خود نہیں لینا چاہتا۔

کامل الایمان بنانے والی تین باتیں:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں تین باتیں نہ پائی جائیں: (۱) مفلسی میں خرچ کرنا (۲) اپنی ذات کے معاملے میں انصاف کرنا اور (۳) سلام عام کرنا۔[5]

جس چیز کا اپنے لئے خواہاں ہو وہی دوسروں کے لئے چاہے:

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جسے یہ پسند ہو کہ اسے جہنم سے

1...جامع معمر بن راشد الازدی ملحق مصنف عبد الرزاق، باب مسئالۃ الناس، ۱۰/ ۱۳۴، الحدیث: ۲۰۱۹۵

2...المعجم الاوسط، ۲/ ۳۵۱، الحدیث: ۳۵۱۴

3...صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، ۱/ ۲۴، الحدیث: ۳۳، بتغیر
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ۳/ ۳۵۶، الحدیث: ۹۱۶۹

4...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال المنافق، الحدیث: ۱۰۹، ص ۵۰

5...فردوس الاخبار للدیلمی، باب اللام الف، ۲/ ۴۳۳، الحدیث: ۷۷۸۰
مسند البزار، مسند عمار بن یاسر، ۴/ ۲۳۲، الحدیث: ۱۳۹۶

دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو وہ اس حال میں مرے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت اور رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی گواہی دیتا ہو اور جس چیز کا اپنے لئے خواہاں ہو وہی دوسروں کے لئے چاہے۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابو دَرْدَاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: "اے ابو درداء! اپنے پڑوسی کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو (کامل) ایمان والے ہو جاؤ گے اور لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو (کامل) مسلمان ہو جاؤ گے۔[2]

تمام امور کی جامع چار باتیں:

حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی حضرت سَیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف چار باتوں کی وحی فرمائی اور ارشاد فرمایا: "یہ چار باتیں تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے تمام امور کی جامع ہیں۔ ان چار باتوں میں سے **پہلی بات** میرے لئے، **دوسری** تمہارے لئے، **تیسری** میرے اور تمہارے مابین ہے اور **چوتھی** تمہارے اور مخلوق کے درمیان ہے۔ **پہلی بات** جو میرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ تم صرف میری عبادت کرو اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراؤ۔ **دوسری بات** جو تمہارے لئے ہے وہ تمہارا عمل ہے اور اس عمل کی جزا میں تمہیں اس وقت دوں گا جب تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ **تیسری بات** جو تمہارے اور میرے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تم دعا کرو گے میں قبول کروں گا۔ **چوتھی بات** جو تمہارے اور مخلوق کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ ایسی صحبت اختیار کرو جیسی تم ان کی طرف سے چاہتے ہیں۔"

---

[1]...صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول، الحدیث: ۱۸۴۴، ص ۱۰۲۶، بتغیر
المعجم الاوسط، ۳/ ۳۲۷، الحدیث: ۴۷۴۱

[2]...جمع الجوامع للسیوطی، حرف الیاء، ۹/ ۹۶، الحدیث: ۲۷۴۶۷
سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، ۴/ ۱۳۶، الحدیث: ۲۳۱۲، عن ابی ھریرہ

سب سے زیادہ عدل کرنے والا:

حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک مرتبہ بارگاہِ رَبُّ العزت میں عرض کی: اے رب عَزَّوَجَلَّ! مخلوق میں سب سے زیادہ انصاف کرنے والا کون ہے؟ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”مخلوق میں سب سے زیادہ عدل کرنے والا وہ ہے جو اپنی ذات کے معاملے میں انصاف کرے۔“

❀... **تیرھواں حق:** جس شخص کی ہیئت اور کپڑے اس کے بلند مرتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اس شخص کی عزت واکرام زیادہ کرے اور لوگوں کے ساتھ ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق پیش آئے۔

سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کا طرزِ عمل:

مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ایک سفر میں تھیں، دورانِ سفر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو کھانا پیش کیا گیا، اسی دوران ایک سائل آیا اور اس نے سوال کیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے خادم سے فرمایا: ”اسے کھانے میں سے ایک روٹی دے دو۔“ پھر ایک شخص سواری پر آیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: ”اسے کھانے کی دعوت دو۔“ عرض کی گئی: آپ نے مسکین کو ایک روٹی دی اور غنی کو کھانے کی دعوت دے رہی ہیں۔ فرمایا: ”بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں کو ان کے مرتبے پر رکھتا ہے، لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم ان کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کریں مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہے جبکہ ہمارے لئے یہ بات نامناسب ہے کہ ہم غنی کو اچھی وضع قطع ہوتے ہوئے ایک روٹی دیں۔“

تعظیم رسول:

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے ایک حجرے میں تشریف فرما تھے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان خدمتِ اقدس میں میں حاضر ہوئے، حتی کہ حجرۂ مبارکہ بھر گیا اور اس میں گنجائش باقی نہ رہی۔ حضرت سیِّدُنا جَرِیْر بن عبد اللہ بَجَلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے تو اندر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دروازے

پر ہی بیٹھ گئے، رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ملاحظہ فرمایا تو اپنی چادر لپیٹ کر ان کی طرف پھینک دی اور ارشاد فرمایا: "اس پر بیٹھ جاؤ۔" حضرت سیِّدُنا جریر بن عبد اللہ بَجَلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے چادر کو اپنے چہرے پر رکھا اور اسے چومتے ہوئے رونے لگے پھر چادر لپیٹ کر بارگاہِ اقدس میں پیش کر دی اور عرض کی: میری کیا مجال کہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چادر پر بیٹھوں، جس طرح آپ نے مجھے عزت دی اللہ عَزَّوَجَلَّ مزید آپ کی عزت افزائی فرمائے۔ یہ سن کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دائیں، بائیں دیکھا، پھر ارشاد فرمایا: اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ یعنی جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کا اکرام بجالاؤ۔[1]

رضاعی والدہ کی تعظیم:

جس پر کسی کا کوئی حق ہو اس کی بھی تعظیم کرنی چاہئے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ ایک دن رسولِ اکرم، شفیعِ معظم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت سراپا اقدس میں آپ کی رضاعی والدہ تشریف لائیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی اور ارشاد فرمایا: "اے میری والدہ! خوش آمدید۔"[2] پھر انہیں اپنی چادر پر بٹھایا اور ارشاد فرمایا: اِشْفَعِیْ تُشَفَّعِیْ وَسَلِیْ تُعْطَیْ یعنی سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، مطالبہ کریں آپ کو عطا کیا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا: "میری قوم (یعنی انہوں نے اپنی قوم بنی سعد کے قیدیوں کی سفارش کی)۔" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میرا حصہ اور بنو ہاشم کا حصہ آپ کے لئے ہے۔" یہ سن کر ہر طرف سے لوگ کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہمارا حصہ بھی ان کے لئے ہے۔ پھر آپ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے ساتھ صلہ رحمی فرمائی اور

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموه، ۴/۲۰۸، الحدیث: ۳۷۱۲
موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب مکارم الاخلاق، ۳/۴۴۰، الحدیث: ۷۲
المعجم الاوسط، ۴/۷۵، الحدیث: ۵۲۶۱

2 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، ۴/۴۳۴، الحدیث: ۵۱۴۴
البر والصلة لعبد اللہ بن المبارک، باب مایقوم مقام الوالدین من القرابة، الحدیث: ۸۰، ص ۴۱

ایک خادم عطا کیا نیز غزوہ خیبر میں سے اپنا حصہ بھی انہیں عطا کیا۔ بعد میں یہ حصہ خلیفۂ سوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہاتھوں (ان کے دور خلافت میں) ایک لاکھ درہم کے عوض فروخت کیا گیا۔

سیرت طیبہ کا ایک گوشہ:

بسا اوقات سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کوئی آتا اس حال میں کہ آپ تکیہ لگائے تشریف فرما ہوتے اور اس میں آپ کے ساتھ کسی اور کے بیٹھنے کی گنجائش نہ ہوتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ تکیہ نکال کر اسے پیش کر دیتے تاکہ وہ اس پر بیٹھے اور اگر وہ بیٹھنے سے انکار کرتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اصرار کرتے یہاں تک کہ وہ اس پر بیٹھ جاتا۔

❀...**چودھواں حق:** جس قدر ممکن ہو مسلمانوں کے درمیان صلح کروائے۔

لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں نماز، روزے اور صدقے سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”کیوں نہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَۃُ یعنی لوگوں کے درمیان صلح کرانا کیونکہ باہمی تعلقات میں بگاڑ دین کو مٹانے والا ہے۔“[1]

رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَفْضَلُ الصَّدَقَۃِ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ یعنی سب سے افضل صدقہ لوگوں کے درمیان صلح کرانا ہے۔“[2]

بروز قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ مؤمنین کے درمیان صلح کرائے گا:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ایک دن رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم: ۵۶، ۴/۲۲۸، الحدیث: ۲۵۱۷

2 ...المعجم الکبیر، ۱۴، ۱۳/۱۴، الحدیث: ۳۱

وَسَلَّم ہمارے درمیان جلوہ فرما تھے کہ اچانک مسکرادیئے حتی کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ یہ دیکھ کر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ ارشاد فرمایا: میری امت کے دو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گھٹنوں کے بل کھڑے ہوں گے تو ان میں سے ایک کہے گا: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! اس سے میرا حق دلوایئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ دوسرے سے ارشاد فرمائے گا: اپنے بھائی کا حق دو۔ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں بچی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ مطالبہ کرنے والے سے ارشاد فرمائے گا: تمہارے بھائی کے پاس تو کوئی نیکی نہیں ہے اب تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! یہ میرے گناہ اپنے سر لے لے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک آنکھوں سے آنسو روانہ ہو گئے، پھر ارشاد فرمایا: بے شک وہ ایک بڑا دن ہے جس میں لوگ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ کوئی ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے۔ پھر ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ مطالبہ کرنے والے سے ارشاد فرمائے گا: اپنی نظر اٹھا کر جنت میں دیکھ۔ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! میں چاندی سے بنے شہر اور سونے سے بنے محلات دیکھتا ہوں کہ جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں، یہ کس نبی کے لئے؟ یا کس صدیق کے لئے؟ یا کس شہید کے لئے ہیں؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: یہ اس کے لئے ہیں جو اس کی قیمت ادا کرے۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! اس کی قیمت کس کے پاس ہو گی؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تمہارے پاس اس کی قیمت ہے۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! وہ کیا ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تمہارا اپنے بھائی کو معاف کر دینا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنے بھائی کو معاف کیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں داخل ہو جا۔" یہ فرمانے کے بعد سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور آپس میں صلح، صفائی رکھو کیونکہ ربّ تعالٰی

قیامت کے دن مؤمنین کے درمیان صلح کرائے گا۔[1]

صلح کروانے کے لئے جھوٹ بولنا:

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ بِکَذَّابٍ مَّنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَقَالَ خَیْرًا یعنی دو آدمیوں کے درمیان صلح کروانے والا جھوٹا نہیں بلکہ وہ تو اچھی بات کہنے والا ہے۔[2]

یہ حدیث لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ جھوٹ کا ترک واجب ہے اور واجب ایسے واجب سے ساقط ہوتا ہے جو اس سے زیادہ مُؤَکَّد ہو۔ چنانچہ، حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر جھوٹ لکھا جاتا ہے سوائے اس کے جو بندہ جنگ میں بولتا ہے کیونکہ جنگ ایک دھوکا ہے یا وہ جھوٹ جو دو بندوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے بولا جاتا ہے یا وہ جھوٹ جو بندہ اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لئے بولتا ہے۔"[3]

❀...**پندرھواں حق:** مسلمانوں کی پردہ پوشی کرے۔

مسلمان کی ستر پوشی کے فضائل:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَہُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔[4]

ایک روایت میں ہے: لَا یَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا اِلَّا سَتَرَہُ اللہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی جو بندہ کسی شخص کی پردہ پوشی کرتا ہے تو اللہ

---

1 ...المستدرك، كتاب الاهوال، باب اذا لم يبق من الحسنات... الخ، ۵/۷۹۵، الحديث: ۸۷۵۸، بتغير قليل
موسوعة الامام ابن ابی الدنيا، كتاب حسن الظن بالله، ۱/۱۱۰، الحديث: ۱۱۷

2 ...صحيح البخاری، كتاب الصلح، باب ليس الكاذب الذی يصلح بين الناس، ۲/۲۱۰، الحديث: ۲۶۹۲

3 ...مساوئ الاخلاق للخرائطی، باب ما جاء فی الكذب وقبح ما اتی به اهله، الحديث: ۱۶۲، ص ۸۶

4 ...صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء... الخ، باب فضل الاجتماع... الخ، الحديث: ۲۶۹۹، ص ۱۴۴۷
موسوعة الامام ابن ابی الدنيا، كتاب قضاء الحوائج، باب فی شكر الصنيعة، ۴/۲۰۲، الحديث: ۹۷

عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔[1]

حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لَا یَرَی الْمُؤْمِنُ مِنْ اَخِیْہِ عَوْرَۃً فَیَسْتُرُھَا عَلَیْہِ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی مومن جب اپنے بھائی کا کوئی عیب دیکھے اور اسے چھپائے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔[2] حضرت سَیِّدُنا ماعز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے قصے کے بارے میں خبر دی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم اسے چھپا لیتے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔“[3]

معلوم ہوا مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے راز کو چھپائے کیونکہ خود اس کے اسلام کا حق اس پر ایسے ہی لازم ہے جیسے دوسرے کے اسلام کا حق اس پر لازم ہے۔

خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”اگر میں کسی شرابی کو پکڑوں تو اس کے بدلے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرمائے اور اگر میں کسی چور کو پکڑوں تو اس کے بدلے میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرمائے۔“

سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی احتیاط:

مروی ہے کہ ایک رات خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ آپ نے ایک مرد اور عورت کو قابلِ اعتراض حالت میں دیکھا۔ صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں سے کہا: ”بھلا بتاؤ اگر حاکم ایک مرد و عورت کو زنا کرتے دیکھے اور ان پر حد قائم کر دے تو تم کیا کرو گے؟“ لوگوں نے کہا: ”بے شک آپ حاکم ہیں ایسا کر سکتے ہیں۔“ حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بشارة من ستر اللہ... الخ، الحدیث: ۲۵۹۰، ص۱۳۹۷

2 ...المعجم الاوسط، ۱/۴۰۴، الحدیث: ۱۴۸۰

3 ...سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب فی الستر علی اھل الحدود، ۴/۱۷۸، الحدیث: ۴۳۷۷

تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے سنا تو فرمایا: ''آپ ایسا نہیں کرسکتے اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ پر حد قائم کی جائے گی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زنا کی گواہی میں چار سے کم گواہ نہیں رکھے۔'' چنانچہ امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس معاملہ کو جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا چھوڑے رکھا پھر دوبارہ لوگوں سے اس بارے میں دریافت کیا؟ تو لوگوں نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا اور حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا (کہ آپ حد قائم نہیں کرسکتے)۔

اس واقعے میں اس طرف اشارہ ہے کہ امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس بارے میں متردد تھے کہ حاکم کو حُدُوْدُ اللہ میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے لوگوں پر ایک فرضی سوال کی شکل میں پیش کیا اور اصل واقعہ کو بیان نہ کیا کیونکہ اصل واقعہ کے بیان کرنے میں یہ اندیشہ لاحق تھا کہ اس صورت میں آپ قاذف (یعنی زنا کی تہمت لگانے والے) ٹھہرتے، لہٰذا آپ نے اس سے اجتناب فرمایا اور امیرالمؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے اسی وجہ سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حد لگانے سے منع فرمایا۔

ربّ عَزَّوَجَلَّ کو بندوں کی عیب پوشی مطلوب ہے:

رب عَزَّوَجَلَّ کو بندوں کی عیب پوشی مطلوب ہے، اس پر یہ واقعہ بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ سب سے بُرا فعل زنا ہے جس کا دارومدار ایسے چار عادل گواہوں پر ہے جنہوں نے فعل زنا کا مشاہدہ اس طرح کیا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور ایسے مشاہدے کو گواہوں کا بالاتفاق دیکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ اگر قاضی کو تحقیق کے ساتھ معلوم بھی ہوجائے تو بھی اسے جائز نہیں کہ اسے ظاہر کرے۔ غور کیجئے کہ باری تعالٰی نے زنا کے سدِّباب کے لئے رجم جیسی بڑی سزا مقرر فرمائی اور پھر اپنے بندوں کے گناہوں کی کس طرح پردہ پوشی فرمائی کہ شہادت کی قیُود سے افشائے راز کا راستہ ہی مَسْدُوْد کر دیا۔ امید ہے کہ قیامت کے دن بھی ہم اس کے فضل وکرم سے محروم نہیں رہیں گے۔

حدیث پاک میں ہے: ”جب اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا میں کسی بندے کی پردہ پوشی فرماتا ہے تو اس کے کرم سے یہ بعید ہے کہ وہ آخرت میں اس کے عیب کو نہ چھپائے اور اگر کسی کے عیب کو دنیا میں ظاہر کر دے تو اس کے کرم کا یہی تقاضا ہے کہ وہ اس کے عیب کو بروز قیامت ظاہر نہیں کرے گا۔[1]

حکایت: عیب نہ ڈھونڈو:

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ ایک رات مدینہ کے ایک کوچے سے گزر رہا تھا کہ ہمیں ایک گھر میں چراغ جلتا نظر آیا تو ہم اس کی طرف چل دیئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دروازہ بند تھا اور اندر سے شور وغل کی آواز آرہی تھی، امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ گھر کس کا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: یہ گھر ربیعہ بن امیہ بن خلف کا ہے اور وہ اس وقت لوگوں کے ساتھ شراب پی رہا ہے، تمہاری کیا رائے ہے کیا ہم انہیں گرفتار کرلیں۔ میں نے عرض کی: میری رائے یہ ہے کہ ہم نے وہ کام کیا جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے منع فرمایا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا (پ۲۶، الحجرات: ۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور عیب نہ ڈھونڈھو۔

امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب یہ سنا تو انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر وہاں سے تشریف لے گئے۔

یہ بات ستر پوشی کے وجوب اور عیوب کی ٹوہ میں نہ پڑنے پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ، رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ”اگر تم لوگوں کے عیوب کی تلاش میں لگ جاؤ گے تو انہیں بگاڑ دو گے یا بگاڑنے کے قریب کر دو گے۔“[2]

لوگوں کے عیوب کی ٹوہ میں پڑنے کی ممانعت:

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ” اے وہ لوگو! جنہوں نے زبان

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب لایزنی الزانی وھو مؤمن، ۴/۲۸۴، الحدیث: ۲۶۳۵، بتغیر

2 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی النھی عن التجسس، ۴/۳۵۶، الحدیث: ۴۸۸۸

سے ایمان کا دعویٰ کیا مگر دل سے ایمان کو قبول نہ کیا، تم مسلمانوں کی غیبتیں نہ کرو اور نہ تم ان کے عیوب کو تلاش کرو کہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عیوب کے درپے ہو جاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے عیوب کے درپے ہوتا ہے، اسے رسوا کر دیتا ہے اگرچہ وہ گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔"[1]

خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: اگر میں کسی ایک کو دیکھوں کہ وہ حُدُوْدُ اللہ میں سے کسی حد کا مرتکب ہوا ہے تو میں اسے نہیں پکڑوں گا اور نہ ہی اس کے لئے کسی کو بلاؤں گا مگر یہ کہ میرے ساتھ کوئی اور موجود ہو۔

حکایت: چچا کا بھتیجے کو حد لگوانا:

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص کسی کو آپ کے پاس لایا اور عرض کی: "یہ نشے میں ہے۔" حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "اس کا منہ سونگھو۔" لوگوں نے اس کا منہ سونگھا تو اسے نشے میں پایا۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس (نشے میں مدہوش) شخص کو روکے رکھا یہاں تک کہ اس کا نشہ جاتا رہا پھر کوڑا منگوایا اور اس کی گرہ کھول دی اور جلاد سے فرمایا: "اسے کوڑے لگاؤ اور اپنا ہاتھ بلند رکھنا اور ہر عضو کو اس کا حق دینا۔" چنانچہ، جلاد نے اسے کوڑے لگائے اس حال میں کہ وہ کوٹ یا کرتا پہنے ہوئے تھا، جب جلاد کوڑے لگانے سے فارغ ہوا تو حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص کو لانے والے سے دریافت کیا: "تم اس کے کیا لگتے ہو؟" اس نے کہا: "میں اس کا چچا ہوں۔" آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص سے فرمایا: تم نے نہ تو اسے اچھا ادب سکھایا اور نہ ہی اس کی ستر پوشی کی، جب حد کا معاملہ حاکم تک پہنچ جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ حد قائم کرے اور بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند فرماتا ہے پھر

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ۴/۳۵۴، الحدیث: ۴۸۸۰

سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی تعظیم المؤمن، ۳/۴۱۶، الحدیث: ۲۰۳۹، بتغیر

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ (پ۱۸، النور: ۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزریں۔

پھر حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: مجھے اس پہلے شخص کے بارے میں علم ہے جس کا حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہاتھ کاٹا تھا وہ اس طرح کہ بارگاہِ رسالت میں ایک چور کو لایا گیا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹا پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ملاحظہ کیا تو عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا آپ اس کے ہاتھ کاٹنے کو ناپسند فرما رہے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے کیوں برا نہ لگتا، تم اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار نہ بنو۔“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے معاف کیوں نہ فرمایا؟ ارشاد فرمایا: ”حاکم پر لازم ہے کہ جب حد کا معاملہ اس تک پہنچ جائے تو وہ حد قائم کرے، بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا ہے اور معافی کو پسند فرماتا ہے[1] اس کے بعد آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی:

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللہُ لَکُمْ ؕ وَاللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾ (پ۱۸، النور: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایک روایت میں ہے: رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرے پر تبدیلی کے ایسے آثار نمودار ہوئے گویا شدتِ تغیر کی وجہ سے چہرہ گرد آلود ہو گیا ہو۔[2]

حکایت: کیا تم بھلائی کرو گے؟

منقول ہے کہ ایک رات خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے کہ آپ نے ایک گھر سے ایک مرد کی آواز سنی جو گانا گا رہا تھا تو آپ رَضِیَ

---

1 ... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/۱۳۸، الحدیث: ۴۱۶۸

2 ... مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب ضرب الحدود... الخ، ۷/۲۹۷، ۲۹۶، الحدیث: ۱۳۵۸۹

اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دیوار پھلانگ کر اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ ایک عورت اور شراب اس کے پاس موجود ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے فرمایا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! کے دشمن کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری پردہ پوشی فرمائے گا اور تم گناہوں پر مصر رہو گے ؟“ اس شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! آپ جلدی نہ کریں اگر میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تین نافرمانیاں کی ہیں:

(۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا (پ۲۶، الحجرات: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عیب نہ ڈھونڈھو۔

جبکہ آپ نے میرا عیب تلاش کیا۔

(۲) اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا (پ۲، البقرۃ: ۱۸۹)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت (پچھلی دیوار) توڑ کر آؤ۔

جبکہ آپ میرے گھر کی دیوار پھلانگ کر آئے ہیں۔

(۳) اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ (پ۱۸، النور: ۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔

جبکہ آپ میرے گھر میں بغیر اجازت اور بغیر سلام کے داخل ہوئے ہیں۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص سے فرمایا: ”اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو کیا تم بھلائی کرو گے ؟“ اس نے عرض کی: جی ہاں! اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے معاف کر دیا اور وہاں سے تشریف لے گئے۔[1]

---

[1] ...جامع الاحادیث للسیوطی، مسند عمر بن الخطاب، ۱۰۱/۱۴، الحدیث: ۲۲۳۷

ربّ عَزَّوَجَلَّ کا مومن کی پردہ پوشی فرمانا:

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے عرض کی: اے ابو عبد الرحمٰن! کیا آپ نے رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے قیامت کے دن سرگوشی کے متعلق کوئی روایت سنی ہے؟ تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میں نے رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: ”بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن مومن کو اپنے قریب کرے گا اور اسے اپنی رحمت کے سائے میں رکھ کر لوگوں سے اسے چھپائے گا پھر اس سے ارشاد فرمائے گا: کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے؟ کیا تو اُس گناہ کو جانتا ہے؟ تو وہ بندۂ مومن کہے گا: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! ہاں! جب باری تعالیٰ اس سے اس کے تمام گناہوں کا اعتراف کروالے گا تو وہ دل میں سوچے گا کہ اب میں ہلاک ہو گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے سے ارشاد فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے دنیا میں تیرے گناہوں کو اس لئے چھپایا تھا تاکہ میں آج تیری بخشش فرماؤں۔ پھر اس شخص کو اس کی نیکیوں کا رجسٹر دیا جائے گا۔ کفار اور منافقین کا اس روز یہ عالَم ہو گا کہ گواہان ان کے متعلق یہ کہیں گے:

هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔[1]

علانیہ گناہ کرنے پر وعید:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میرے ہر امتی کو معاف کر دیا جائے گا سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے۔“ علانیہ گناہ کرنے کی یہ صورت بھی ہے کہ بندہ چھپ کر کوئی گناہ کرے پھر لوگوں کو اس کی خبر کر دے۔[2]

---

1 ... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، ۲/۳۶۳، الحدیث: ۵۴۳۷
صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ ﴿الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین﴾، ۲/۱۲۶، الحدیث: ۲۴۴۱

2 ... صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ستر المؤمن علی نفسہ، ۴/۱۱۸، الحدیث: ۶۰۶۹
صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب ھتک الانسان ستر نفسہ، الحدیث: ۲۹۹۰، ص ۱۵۹۵، مفھومًا

چھپ کر لوگوں کی باتیں سننے پر وعید:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو چھپ کر ایسے لوگوں کی باتیں سنتا ہے جو اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ کوئی ان کی باتیں سنے تو ایسے شخص کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔“[1]

❀...**سولھواں حق:** تہمت کی جگہوں سے بچے تاکہ لوگوں کے دل اس کے بارے میں بدگمانی کا شکار نہ ہوں اور زبانیں اس کی غیبت کرنے سے محفوظ رہیں، کیونکہ جب لوگ اس کی غیبت کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے مُرتکِب ہوں گے تو وہ اس نافرمانی کا سبب ہونے کی وجہ سے اس میں شریک ہوگا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍؕ (پ۷، الانعام: ۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”ہاں! یوں کہ یہ کسی کے والدین کو برا بھلا کہتا ہے تو وہ اِس کے والدین کو برا بھلا کہتے ہیں۔“[2]

شیطان بنی آدم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی ایک زوجہ کے ساتھ محوِ گفتگو تھے کہ اسی دوران ایک شخص قریب سے گزرا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے

1...صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمه، ۴/۴۲۲، الحدیث: ۷۰۴۲

2...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، الحدیث: ۹۰، ص۶۰، بتغیر

بلا کر ارشاد فرمایا: ”اے فلاں! یہ میری زوجہ صفیہ ہے۔“ اس شخص نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر میں کسی کے بارے میں بدگمانی کرتا بھی تو پھر بھی آپ کے بارے میں بدگمانی نہ کرتا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک شیطان بنی آدم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔“[1]

ایک روایت میں دو آدمیوں کا ذکر ہے کہ وہ آپ کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے ارشاد فرمایا: ”تم دونوں رکو بے شک یہ صفیہ ہے، میں خوف کرتا ہوں کہ شیطان تم دونوں کے دلوں میں کوئی بات نہ ڈال دے۔“[2]

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا صفیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی یہ ملاقات رمضان کے آخری عشرے میں تھی (جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں اعتکاف فرماتے۔)

مقام تہمت سے بچو:

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جو خود کو تہمت کے مقام میں کھڑا کرے تو بدگمانی ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو راستے میں اپنی بیوی سے باتیں کر رہا تھا، آپ نے اسے درہ لگانا چاہا تو اس نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! یہ میری بیوی ہے۔ فرمایا: پھر ایسی جگہ کیوں نہیں لے جا کر باتیں کرتا جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھے۔

❀...**سترہواں حق:** ہر حاجت مند مسلمان کی اپنی وجاہت کے باعث سفارش کرے اور جس قدر ممکن ہو اس کی حاجت روائی کی کوشش کرے۔

1...صحیح مسلم، کتاب السلام، باب بیان ان یستحب... الخ، الحدیث: ۲۱۷۴، ص۱۱۹۷

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ۴/ ۳۱۳، الحدیث: ۱۲۵۹۳

2...صحیح مسلم، کتاب السلام، باب بیان ان یستحب... الخ، الحدیث: ۲۱۷۵، ص۱۱۹۷

سفارش اجر کا باعث ہے:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک میرے پاس لوگ آکر مجھ سے سوال کرتے اور حاجات طلب کرتے ہیں اور تم میرے پاس ہوتے ہو، لہٰذا تم سفارش کیا کرو تاکے اجر پاؤ، اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی کے ذریعہ وہی کام کراتا ہے جو اسے پسند ہے۔“[1]

حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میرے پاس سفارش کیا کرو اجر پاؤ گے، بے شک میں کسی بات کا ارادہ کرتا ہوں اور اسے مؤخر کرتا ہوں تاکہ تم مجھ سے سفارش کرو اور اجر پاؤ۔“[2]

سب سے افضل صدقہ:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زبان کے صدقے سے افضل کوئی صدقہ نہیں۔ عرض کی گئی: زبان سے کس طرح صدقہ ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: سفارش کرنے سے، کیونکہ اس کے باعث خون محفوظ ہوتے ہیں، دوسروں کو نفع پہنچتا اور کسی سے ناپسندیدہ چیز دور ہوتی ہے۔[3]

سرکار مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سفارش فرمانا:

حضرت سَیِّدُنا عکرِمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت بَرِیْرَہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کے شوہر غلام تھے جن کا نام مُغِیث تھا گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ بَرِیْرَہ کے پیچھے ہے اس حال میں کہ رو رہا ہے اور اس کے آنسو داڑھی پر بہہ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر رَسُولُ

---

1. ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب الشفاعة فیما لیس بحرام، الحدیث: ۲۶۲۷، ص ۱۴۱۴
صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الجار، ۱/۳۷۳، الحدیث: ۵۳۲
2. ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الشفاعة، ۴/۴۳۱، الحدیث: ۵۱۳۲، بتغیر
3. ...المعجم الکبیر، ۷/۲۳۰، الحدیث: ۶۹۶۲، ملتقطًا
مکارم الاخلاق للخرائطی، باب مایستحب من الشفاعة لذی الحاجة، ۲/۱۷۳، الحدیث: ۶۳۱

اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے چچا حضرت سیِّدُنا عباس بن عبدُ المُطَّلِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں مغیث کی بریرہ سے انتہائی محبت اور بریرہ کی مغیث سے انتہائی نفرت پر تعجب نہیں ہو رہا؟ پھر رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت بریرہ سے ارشاد فرمایا: ”بہتر سمجھو تو اپنے شوہر کی طرف واپس چلی جاؤ کیونکہ وہ تیرے بچے کا باپ ہے۔“ حضرت بریرہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) نے عرض کی: اگر یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم ہے تو پھر میں ایسا کر لیتی ہوں۔ ارشاد فرمایا: ”میں حکم نہیں دے رہا بلکہ سفارش کر رہا ہوں۔“[1]

❀... **آٹھارواں حق:** ہر مسلمان کے ساتھ بات کرنے سے پہلے سلام کرے اور سلام کے وقت مصافحہ کرے۔

پہلے سلام پھر کلام:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو سلام کرنے سے پہلے بات کرے اس کی بات کا جواب نہ دو یہاں تک کہ وہ سلام کے ساتھ ابتدا کرے۔“[2]

ایک صحابی فرماتے ہیں: میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، میں نے سلام کیا نہ اجازت طلب کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”لوٹ جاؤ اور اس طرح کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کیا میں اندر آسکتا ہوں؟“[3]

گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام کرو:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو بے شک جب تم میں سے کوئی گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرتا ہے تو شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔[4]

1... صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی فی زوج بریرۃ، ۳/۴۸۹، الحدیث: ۵۲۸۳
سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب شفاعۃ الحاکم للخصوم قبل فصل الحکم، الحدیث: ۵۴۲۷، ص ۸۵۹

2... نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل الثامن والاربعون والمائۃ، ۱/۵۸۶، الحدیث: ۸۳۰

3... سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم قبل الاستئذان، ۴/۳۲۵، الحدیث: ۲۷۱۹
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث کلدۃ بن الحنبل، ۵/۲۵۷، الحدیث: ۱۵۴۲۵

4... المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النور، باب برکۃ التسلیم والتسمیۃ، ۳/۱۶۶، الحدیث: ۳۵۶۷، مفہومًا

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آٹھ سال رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت کی۔ (ایک مرتبہ) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے انس! تم اچھی طرح وضو کرو تمہاری عمر میں زیادتی ہو گی اور جس سے ملو اسے سلام کرو تمہاری نیکیاں زیادہ ہوں گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہوا کرو تو گھر والوں کو سلام کرو تمہارے گھر میں برکت زیادہ ہو گی۔''[1]

خندہ پیشانی سے ملاقات کرنے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان 70 رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں 69 رحمتیں اس کے لئے ہوتی ہیں جو ان دونوں میں سے زیادہ خندہ پیشانی سے ملاقات کرے۔''[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ (پ۵، النسآء: ۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔

''سلام و مصافحہ'' کے متعلق 28 روایات:

﴿1﴾... اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور تم اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، تو کیا میں تمہاری ایسے عمل کی طرف رہنمائی نہ کروں کہ جب تم وہ عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یَا رَسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیوں نہیں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، ۳/ ۴۲۱، الحدیث: ۴۱۶۷

2 ...مکارم الاخلاق للخرائطی، باب مایستحب من مصافحة اخیه المسلم... الخ، ۲/ ۳۶۳، الحدیث: ۸۰۱

عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: آپس میں سلام کو عام کرو۔[1]

﴿2﴾... جب مسلمان مسلمان کو سلام کرتا ہے اور وہ اس کا جواب دیتا ہے تو فرشتے اس کے لئے 70 مرتبہ دعائے رحمت کرتے ہیں۔

﴿3﴾... بے شک فرشتے اس مسلمان پر تعجب کرتے ہیں جو مسلمان کے پاس سے گزرتا ہے اور اسے سلام نہیں کرتا۔

﴿4﴾... سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور جب جماعت میں سے ایک شخص نے سلام کر لیا تو وہ سب کی طرف سے کفایت کرے گا۔[2]

﴿5﴾... حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: تم سے پہلے لوگوں کا سلام، سجدہ (یعنی جھکنا) تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس امت کو سلام عطا کیا اور یہ جنتیوں کی سلامی ہے۔

﴿6﴾... حضرت سَیِّدُنا ابو مسلم خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کسی گروہ کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام نہ کرتے اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ مجھے سلام کرنے سے بس یہی چیز مانع ہے کہ میں ڈرتا ہوں سلام کا جواب نہ دینے کے سبب فرشتے ان پر لعنت نہ کریں۔

﴿7﴾... سلام کے ساتھ مصافحہ کرنا بھی سنت ہے۔

﴿8﴾... ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہا۔ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''10 نیکیاں۔'' دوسرا شخص آیا اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ الله کہا۔ ارشاد فرمایا: ''20 نیکیاں۔'' تیسرا شخص آیا اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُه کہا۔ ارشاد فرمایا: ''30 نیکیاں۔''[3]

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انه لایدخل الجنة الا المؤمنون... الخ، الحدیث: ۵۴، ص ۴۷
الادب المفرد للبخاری، باب افشاء السلام، الحدیث: ۱۰۰۹، ص ۲۶۶

2 ...صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم الراکب علی الماشی، ۴/۱۶۶، الحدیث: ۶۲۳۲
الموطا للامام مالک بن انس، کتاب السلام، باب العمل فی السلام، ۲/۴۴۳، الحدیث: ۱۸۳۹

3 ...سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماذکر فی فضل السلام، ۴/۳۱۵، الحدیث: ۲۶۹۸

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے اوراس کے متعلق فرماتے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی ایسا کیا کرتے۔[1]

﴿10﴾... حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک دن مسجد میں سے گزرے تو وہاں کچھ عورتیں بیٹھی تھیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔[2] اس حدیث کے راوی حضرت سیِّدُنا عبدالحمید بن بہرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں اشارہ فرمایا۔

﴿11﴾... تم یہود و نصاریٰ کے ساتھ سلام میں پہل نہ کرو اور جب تم ان میں سے کسی کو راستے میں پاؤ تو اسے تنگ راستے کی طرف مجبور کرو۔[3]

﴿12﴾... تم ذمیوں کے ساتھ مصافحہ نہ کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ سلام میں پہل کرو اور جب تم ان سے راستے میں ملو تو انہیں تنگ راستے کی طرف مجبور کرو۔[4]

﴿13﴾... ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: یہودیوں کا ایک گروہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اَلسَّامُ عَلَیْكَ (یعنی آپ پر ہلاکت ہو) کہا۔ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جواباً فرمایا: عَلَیْکُم۔ فرماتی ہیں: میں نے انہیں: عَلَیْکُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَہ (یعنی تم پر ہلاکت ولعنت ہو) کہا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر چیز میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کی: کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ ارشاد فرمایا: میں نے جواب میں عَلَیْکُم کہہ دیا تھا۔[5]

1... صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب السلام علی الصبیان، الحدیث: ۲۱۶۸، ص ۱۱۹۴

2... سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم علی النساء، ۴/ ۳۲۰، الحدیث: ۲۷۰۶

3... صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام... الخ، الحدیث: ۲۱۶۷، ص ۱۱۹۴

4... المعجم الاوسط، ۵/ ۲۷۱، الحدیث: ۷۳۰۰

سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی السلام علی اھل الذمۃ، ۴/ ۴۵۱، الحدیث: ۵۲۰۵

5... صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام و... الخ، الحدیث: ۲۱۶۵، ص ۱۱۹۳

سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم علی اھل الذمۃ، ۴/ ۳۲۱، الحدیث: ۲۷۱۰

﴿14﴾... سوار، پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔[1]

﴿15﴾... تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت نہ کرو کہ یہود ہاتھ کی انگلی کے اشارے سے سلام کرتے ہیں اور عیسائی ہتھیلی کے اشارے سے۔[2]

﴿16﴾... تم میں سے جب کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو اسے چاہئے کہ سلام کرے پھر اگر مجلس میں بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے اور جب مجلس سے اٹھنا چاہے تو سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سلام سے بڑھ کر نہیں (یعنی سنت ہونے میں دونوں برابر ہیں)۔[3]

﴿17﴾... جب دو مومن ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان 70 رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں 69 رحمتیں اس کے لئے ہوتی ہیں جو ان دونوں میں سے زیادہ خندہ پیشانی سے ملاقات کرے۔[4]

﴿18﴾... جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں اور دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو ان پر 100 رحمتیں نازل ہوتی ہیں، 90 رحمتیں سلام میں پہل کرنے والے کے لئے اور 10 جواب دینے والے کے لئے۔[5]

﴿19﴾... حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مصافحہ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم الراکب علی الماشی، ۴/۱۶۶، الحدیث: ۶۲۳۲

صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر، ۴/۱۶۶، الحدیث: ۶۲۳۱

2 ...سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی کراهیة اشارة الید بالسلام، ۴/۳۱۹، الحدیث: ۲۷۰۴

3 ...سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی التسلیم عند القیام وعند القعود، ۴/ ۳۲۴، الحدیث: ۲۷۱۵

4 ...مکارم الاخلاق للخرائطی، باب مایستحب من مصافحة اخیه المسلم... الخ، ۲/۳۶۳، الحدیث: ۸۰۱

5 ...مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، ۱/۴۳۷، الحدیث: ۳۰۸، بتغیر قلیل

موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب مداراة الناس، ۷/۵۳۰، الحدیث: ۶۵

﴿20﴾... تمہارے آپس کے سلام کی تکمیل مصافحہ کرنا ہے۔[1]

﴿21﴾... مسلمان کا اپنے بھائی کا بوسہ لینا مصافحہ کے قائم مقام ہے۔[2]

نیک بندوں کے ہاتھوں کا بوسہ لینا کیسا؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کے ہاتھ کا بوسہ ان کی تعظیم اور ان سے برکت حاصل کرنے کی خاطر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دست بوسی:

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ ہم رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک ہاتھ کا بوسہ لیا کرتے تھے۔[3]

حضرت سَیِّدُنا کعب بن مالک انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ جب میری توبہ کا حکم نازل ہوا تو میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور میں نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دست مبارک کا بوسہ لیا۔[4]

مروی ہے کہ ایک اعرابی نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے اجازت عطا فرمایئے کہ میں آپ کے سر اقدس اور دست مبارک کا بوسہ لوں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اجازت عطا فرمائی تو اس اعرابی نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سر اقدس اور دست مبارک کا بوسہ لیا۔[5]

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المصافحۃ، ۴/ ۳۳۴، الحدیث: ۲۷۴۰، عن ابی أمامہ

2 ...فردوس الاخبار للدیلمی، باب القاف، ۲/ ۱۶۰، الحدیث: ۴۶۸۴، بتغیر قلیل

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/ ۲۴۳، الرقم: ۱۳۰۲: عمرو بن عبد الجبار السنجاری

3 ...سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب الرجل یقبل ید الرجل، ۴/ ۲۰۴، الحدیث: ۳۷۰۴

4 ...تاریخ دمشق لابن عساکر، ۵۰/ ۲۰۶، الرقم: ۵۸۱۸: کعب بن مالک

5 ...مسند البزار، مسند بریدۃ بن الحصیب، ۱۰/ ۳۲۴، الحدیث: ۴۴۵۰

دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، الفصل التاسع عشر، الجزء الثانی، الحدیث: ۲۹۱، ص ۲۳۱

الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الرابع، فصل فی کلام الشجر... الخ، ۱/ ۲۹۹

حضرت سیِّدُنا ابوعُبَیدہ عامر بن جَرَّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ملے تو مصافحہ کیا اور دست بوسی فرمائی پھر آپ دونوں روتے ہوئے الگ ہوئے۔

﴿22﴾... حضرت سیِّدُنا براء بن عازب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کیا، اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وضو فرما رہے تھے اس لئے سلام کا جواب نہ دیا جب وضو سے فارغ ہوئے تو ان کے سلام کا جواب دیا اور حضرت سیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف اپنا دست اقدس بڑھایا اور ان سے مصافحہ فرمایا۔ حضرت سیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے خیال میں تو یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔ ارشاد فرمایا: اِنَّ الْمُسْلِمَیْنِ اِذَا الْتَقَیَا فَتَصَافَحَا تَحَاتَتْ ذُنُوْبُھُمَا یعنی جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔[1]

﴿23﴾... جب کوئی شخص کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور انہیں سلام کرے تو اگر وہ اس کے سلام کا جواب دے دیں تو وہ شخص ان پر ایک درجے فضیلت رکھتا ہے کیونکہ اس نے انہیں سلام یاد دلایا اور اگر وہ اس کے سلام کا جواب نہ دیں تو اس شخص کے سلام کا جواب وہ جماعت دیتی ہے جو اس قوم سے زیادہ بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ ایک روایت میں ہے: جو اس قوم سے زیادہ افضل ہوتی ہے۔[2]

سلام کرتے وقت جھکنے کا حکم:

سلام کرتے وقت جھکنا نہیں چاہئے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

﴿24﴾... حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: کیا ہم ایک دوسرے کے لئے جھک سکتے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ پھر ہم

---

1 ...موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب فی ذکر مصافحة اهل المودة، ۸/ ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، الحدیث: ۱۱۰، ۱۱۶

سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المصافحة، ۴/ ۳۳۳، الحدیث: ۲۷۳۶، بتغیر قلیل

2 ...شعب الایمان للبیهقی، باب فی مقاربة وموادة اهل الدین، ۶/ ۴۳۲، الحدیث: ۸۷۸۲، ۸۷۷۹

نے عرض کی: کیا ہم ایک دوسرے کا بوسہ لے سکتے ہیں؟ارشاد فرمایا: نہیں۔ پھر عرض کی: کیا ہم ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کر سکتے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں![1]

سفر سے واپسی پر معانقہ اور بوسہ لینے کا حکم:

سفر سے واپسی پر معانقہ کرنا اور بوسہ لینے کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے۔[2] چنانچہ، حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملاقات کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا، ایک دن رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے یاد فرمایا، اس وقت میں گھر میں موجود نہ تھا جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس وقت تخت پر جلوہ فرما تھے، آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا، یہ بہت اچھا تھا یہ بہت ہی اچھا تھا۔[3]

علما کا ادب واحترام:

علما کی عزت و توقیر کے لئے سواری کی رکاب پکڑنے کے بارے میں بھی روایات مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حضرت سَیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سواری کی رِکاب پکڑی۔[4] خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت

---

1 ...سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باب المصافحة، ۴/۲۰۴، الحديث: ۳۷۰۲، باختصار

سنن الترمذي، كتاب الاستئذان، باب ما جاء في المصافحة، ۴/۳۳۳، الحديث: ۲۷۳۷، بتغير قليل

2 ...سنن الترمذي، كتاب الاستئذان، باب ما جاء في المعانقة والقبلة، ۴/۳۳۵، الحديث: ۲۷۴۱

3 ...سنن ابي داود، كتاب الادب، باب في المعانقة، ۴/۴۵۳، الحديث: ۵۲۱۴

المسند للامام احمد بن حنبل، حديث ابي ذر الغفاري، ۸/۱۱۱، الحديث: ۲۱۵۳۲

4 ...عيون الاخبار لابن قتيبة الدينوري، كتاب السؤدد، التواضع، ۱/۳۸۰، ۳۸۱

المعجم الكبير، ۵/۱۰۷، الحديث: ۴۷۴۶

سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سواری کی رکاب پکڑی یہاں تک کہ وہ سوار ہو گئے۔ حضرت سیِّدُنا زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اصحاب کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: تم زید کے ساتھ ایسے ہی کیا کرو۔

کسی کی آمد پر کھڑے ہونے کا حکم:

علما کی آمد پر ان کی عزّت افزائی کے لئے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں مگر تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بڑھ کر ہمیں کوئی بھی محبوب نہ تھا، جب ہم رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑا ہونے کو ناپسند فرماتے تھے۔“[1]

مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِذَا رَاَیْتُمُوْنِیْ فَلَا تَقُوْمُوْا کَمَا یَصْنَعُ الْاَعَاجِمُ یعنی جب تم مجھے دیکھو تو کھڑے نہ ہوا کرو جیسا کہ عجمی لوگ کرتے ہیں۔[2]

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جسے یہ اچھا لگے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں تو اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“[3]

کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھاؤ:

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لَایُقِمِ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِہٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْہِ وَلٰکِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا یعنی کوئی شخص کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے بلکہ تم وسعت کرو اور کشادگی

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل، ۴/ ۳۴۶، الحدیث: ۲۷۶۳

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/ ۲۸۳، الحدیث: ۲۲۲۶۳

3 ...سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل، ۴/ ۳۴۷، الحدیث: ۲۷۶۴

پیدا کرو۔[1] پس صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس روایت کی وجہ سے ایسا کرنے سے بچتے تھے۔

جہاں وُسعت دیکھو وہاں بیٹھ جاؤ:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جائیں پھر اگر کوئی اپنے بھائی کو بُلائے اور اس کے لئے کشادگی کرے تو اسے وہاں چلے جانا چاہئے کیونکہ یہ اس کی طرف سے اکرام ہے جو اس نے اپنے بھائی کے لئے کیا اور اگر کوئی اس کے لئے کشادگی نہ کرے تو جہاں وسعت (جگہ) پائے وہیں بیٹھ جائے۔[2]

قضائے حاجت کے وقت سلام نہ کیا جائے:

﴿25﴾...ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں سلام پیش کیا، اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قضائے حاجت میں مصروف تھے، لہٰذا سلام کا جواب ارشاد نہ فرمایا۔[3] معلوم ہوا کہ جو شخص قضائے حاجت میں مصروف ہو اسے سلام نہیں کرنا چاہئے۔

عَلَیْکَ السَّلَام کہنا کیسا؟

عَلَیْکَ السَّلَام سے ابتدا کرنا مکروہ ہے۔

﴿26﴾...ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عَلَیْکَ السَّلَام کہا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عَلَیْکَ السَّلَام مُردوں کا سلام ہے۔“ یہ بات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی، پھر ارشاد فرمایا: اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ یعنی جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی سے

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان... الخ، الحدیث: ۲۱۷۷، ص۱۱۹۸
صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلس، ۴/۱۷۹، الحدیث: ۶۲۶۹

2 ...معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبھانی، الرقم: ۲۷۲۵: مصعب بن شیبۃ، ۴/۲۵۸، الحدیث: ۶۲۱۵
معجم الصحابۃ للبغوی، شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحۃ العبدری، ۳/۲۹۴، الحدیث: ۱۲۳۳

3 ...صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، الحدیث: ۳۷۰، ص۱۹۷

ملاقات کرے تو وہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہ کہے۔[1]

مجلس میں جگہ نہ ملے تو پیچھے بیٹھ جاؤ واپس نہ جاؤ:

مجلس میں آنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جب وہ قوم کو سلام کرے اور بیٹھنے کی جگہ نہ پائے تو واپس نہ جائے بلکہ ان کے پیچھے بیٹھ جائے۔ چنانچہ، ایک مرتبہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں جلوہ فرما تھے کہ تین شخص آئے، ان میں سے دو سرکار مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف بڑھے۔ ایک نے مجلس میں کشادہ جگہ پائی تو وہ وہاں بیٹھ گیا جبکہ دوسرا شخص لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا شخص پیٹھ پھیر کر واپس چلا گیا۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (اپنی مصروفیت سے) فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں تین لوگوں کے حال کے بارے میں نہ بتاؤں؟ بہر حال ان میں سے ایک نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ لی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے پناہ دی اور دوسرے نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی اس سے حیا فرمائی اور تیسرے شخص نے اعراض کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔[2]

﴿27﴾... جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور باہم مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔[3]

﴿28﴾... حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ ہانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: یہ کون ہے؟ عرض کی گئی: یہ حضرت اُمِّ ہانی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اُمِّ ہانی (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کو خوش آمدید۔[4]

❀... **انیسواں حق:** جہاں تک ممکن ہو اپنے مسلمان بھائی کی عزت اور اس کے جان و مال کو دوسروں کے ظلم

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی کراھیۃ ان یقول... الخ، ۴/ ۳۳۱، الحدیث: ۲۷۳۰

2 ...صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس... الخ، ۱/ ۴۰، الحدیث: ۶۶

3 ...سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المصافحۃ، ۴/ ۳۳۳، الحدیث: ۲۷۳۶

4 ...صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ، ۱/ ۱۴۴، الحدیث: ۳۵۷

وستم سے محفوظ رکھے۔ اپنی زبان اور ہاتھ کے ذریعے اس کا دفاع کرے اور اس کی مدد کرے کیونکہ اسلامی بھائی چارہ اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔

مسلمان بھائی کی عزت کی حفاظت کے متعلق 5 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... ایک شخص نے رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں دوسرے شخص کو تکلیف پہنچائی (یعنی اسے بُرا بھلا کہا) تو دوسرے شخص نے اس کا دفاع کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرے گا تو یہ بات اس شخص کے لئے جہنم کی آگ سے آڑ ہوگی۔[1]

﴿2﴾... جو اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن اسے جہنم کی آگ سے بچائے۔[2]

﴿3﴾... جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کا (بُرا) ذکر ہو اس حال میں کہ وہ اس کی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہو مگر اس نے اپنے بھائی کی مدد نہ کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو دنیا و آخرت میں ذلیل کرے گا اور جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کا (بُرا) ذکر ہوا اور اس نے اپنے بھائی کی مدد کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا۔[3]

﴿4﴾... جس نے دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کی عزت کی حفاظت کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو جہنم کی آگ سے اس کی حفاظت کرے گا۔[4]

1... سنن الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم، ۳/۳۷۴، الحدیث: ۱۹۳۸، بتغیر
السنن الکبری للبیہقی، کتاب قتال اهل البغی، باب مافی الشفاعة والذب... الخ، ۸/۲۹۰، الحدیث: ۱۶۶۸۴

2... مصابیح السنة للبغوی، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ۲/۲۸۵، الحدیث: ۱۸۱۶
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی الدرداء، ۱۰/۴۲۸، الحدیث: ۲۷۶۰۶، بتغیر قلیل

3... جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب الاغتیاب والشتم، ۱۰/۱۸۸، الحدیث: ۲۰۴۲۶، بتغیر قلیل
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۲/۶۴، الرقم: ۲۰۳: ابان بن ابی عیاش، بتغیر قلیل

4... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من رد عن مسلم غیبة، ۴/۳۵۴، الحدیث: ۴۸۸۳، بتغیر

﴿5﴾... جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی عزت کو پامال اور حرمت کو حلال سمجھا جا رہا ہو گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جس جگہ مدد ملنا اسے پسند ہو گا اور جو کسی مسلمان کو ایسی جگہ بے یار و مدد گار چھوڑے گا جہاں اس کی آبرو ریزی کی جا رہی ہو گی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو ایسی جگہ تنہا چھوڑے گا جہاں اسے مدد ملنا محبوب ہو گا۔[1]

❀... **بیسواں حق:** مسلمان کی چھینک کا جواب دے۔

چھینکنے کے متعلق 10 روایات:

﴿1﴾... چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال کہے اور جو شخص سنے وہ یَرْحَمُکُمُ اللہ کہے اور اس پر چھینکنے والا یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے۔[2]

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم کو سکھایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہے، جب وہ یہ کہہ چکے تو جو اس کے پاس موجود ہو وہ یَرْحَمُکَ اللہ کہے اور جب وہ یہ کہہ لے تو چھینکنے والا یَغْفِرُ اللہُ لِیْ وَلَکُمْ کہے۔[3]

﴿3﴾... ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک چھینکنے والے کو جواب ارشاد فرمایا اور دوسرے کو نہیں۔ دوسرے نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: وہ چھینکنے کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بجالایا جبکہ تم چھینکنے کے بعد خاموش رہے۔[4]

﴿4﴾... مسلمان کی چھینک کا جواب تین بار دیا جائے اگر اس سے زیادہ مرتبہ چھینکے تو (جواب نہ دو کہ) یہ زُکام ہے۔[5]

1... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من رد عن مسلم غیبۃ، ۴/۳۵۵، الحدیث: ۴۸۸۴، بتغیر

2... سنن الدارمی، کتاب الاستئذان، باب اذا عطس الرجل مایقول، ۲/۳۶۸، الحدیث: ۲۶۵۹

3... کتاب الدعاء للطبرانی، باب ماجاء فی تشمیت العاطس، الحدیث: ۱۹۸۳، ص ۵۵۲

4... صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب تشمیت العاطس و کراھۃ التثاؤب، الحدیث: ۲۹۹۱، ص ۱۵۹۶

5... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کم مرۃ یشمت العاطس، ۴/۴۰۰، الحدیث: ۵۰۳۴

﴿5﴾... حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک چھینکنے والے کو تین بار جواب ارشاد فرمایا، جب وہ چوتھی بار چھینکا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تجھے زکام ہے۔[1]

﴿6﴾... حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب چھینکتے تو اپنی آواز کو پست رکھتے اور اپنے ہاتھ یا کپڑے سے منہ کو چھپا لیتے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتے۔[3]

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا ابو موسی اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ یہود حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں اس امید پر چھینکتے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی چھینک سن کر یَرْحَمُکُمُ اللہ کہیں[4] مگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی چھینک سن کر یَھْدِیْکُمُ اللہُ ارشاد فرماتے۔[5]

﴿8﴾... ایک شخص کو بحالت نماز حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے چھینک آئی اور اس نے یہ دعا پڑھی: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کَمَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَ بَعْدَ مَا یَرْضٰی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال[6] جب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا: "یہ کلمات کس نے کہے تھے۔" اس شخص نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ الفاظ میں نے کہے تھے اور میں نے بھلائی کے ارادے سے ہی یہ کلمات کہے۔

1... الموطا للامام مالک بن انس، کتاب الاستئذان، باب التشمیت فی العطاس، ۲/۴۴۷، الحدیث: ۱۸۵۰، مزکوم: بدلہ: مضنوک

2... سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی خفض الصوت... الخ، ۴/۳۴۳، الحدیث: ۲۷۵۴، بتغیر قلیل
شعب الایمان للبیہقی، باب فی تشمیت العاطس، ۷/ ۳۱، الحدیث: ۹۳۵۴

3... السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ رفع الصوت الشدید بالعطاس، ۲/۴۱۱، الحدیث: ۳۵۷۹

4... السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ رفع الصوت الشدید بالعطاس، ۲/۴۱۱، الحدیث: ۳۵۷۹

5... سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء کیف تشمیت العاطس، ۴/۳۳۹، الحدیث: ۲۷۴۸

6... **ترجمہ:** تمام تعریفیں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی ہیں زیادہ اچھی اس میں برکت والی اس پر برکت جیسے ہمارا رب (عَزَّوَجَلَّ) چاہے اور راضی ہو۔ مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد2، صفحہ 136** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام منسوخ نہیں ہوا تھا، اب نمازی چھینک پر یہ نہیں کہہ سکتا (مرقاۃ) بعض علما نے فرمایا اب بھی یہ جائز ہے، بعض نے فرمایا دل سے کہے زبان سے نہ کہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے، فتح القدیر میں ہے کہ اگر زبان سے یہ کلمے ادا کئے تو نماز جاتی رہے گی۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے بارہ ہزار فرشتوں کو دیکھا جو ایک دوسرے پر سبقت کررہے تھے کہ کون ان کلمات کو سب سے پہلے لکھے۔“[1]

﴿9﴾... حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس کسی کو چھینک آئے اور وہ چھینکنے والے سے پہلے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ لے تو اسے گردہ کی تکلیف نہیں ہوگی۔[2]

﴿10﴾... چھینک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور جماہی شیطان کی طرف سے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، جب وہ ”ھاھا“ کہتا ہے تو شیطان اس کے پیٹ میں ہنستا ہے۔[3]

قضائے حاجت کے وقت چھینک کا جواب دینے کا حکم:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: جب قضائے حاجت کرتے ہوئے چھینک آئے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے میں حَرَج نہیں[4]۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بجالائے۔

حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحبار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! کیا تو قریب ہے کہ میں تجھ سے مناجات کروں یا دور ہے کہ تجھے پکاروں؟ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ہم بعض اوقات ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ اس وقت تیرا ذکر کرنے سے تجھے منزّہ (پاک) سمجھتے ہیں جیسے حالت جنابت اور قضائے حاجت کے وقت۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

1... سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مایستفتح بہ الصلاۃ من الدعاء، ۱/۲۹۸، ۲۹۹، الحدیث: ۷۷۰، ۷۷۳، ۷۷۴، بتغیر قلیل ...... حلیۃ الاولیاء، عامر بن ربیعۃ، ۱/۲۳۵، الحدیث: ۵۸۲

2... المعجم الاوسط، ۵/۲۲۴، الحدیث: ۷۱۴۱

3... سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب، ۴/۳۴۳، الحدیث: ۲۷۵۵

4... قضائے حاجت کے وقت چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہ کہے، دل میں کہہ لے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۱/ ۴۰۹)

میرا ذکر ہر حال میں کرو۔"[1]

❀...**اکیسواں حق:** اگر کسی شریر سے سامنا ہو جائے تو تحمل مزاجی سے کام لے اور اس کے شر سے بچے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: مومن کے ساتھ قلبی اخلاص سے پیش آؤ اور فاجر سے حسن اخلاق سے ملو، اس لئے کہ فاجر ظاہری حسن اخلاق سے راضی ہو جاتا ہے۔

مدارت:

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "ہم بعض لوگوں کے سامنے ہنس رہے ہوتے ہیں حالانکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں اسے مدارت کہتے ہیں اور یہ ایسے لوگوں کے ساتھ اختیار کی جاتی ہے جن سے شر کا خوف ہوتا ہے۔"

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس قول: وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ (پ۱۳، الرعد: ۲۲، ترجمۂ کنزالایمان: اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی فحش کلامی اور تکلیف دہ امر کو سلام اور مدارت سے دور کرتے ہیں۔

اور فرمان باری تعالیٰ: وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ (پ۲، البقرۃ: ۲۵۱، ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "دفع کرنے سے مراد، رغبت، خوف، حیا اور مدارت کے ذریعے دور کرنا ہے۔"

---

[1]...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، باب کلام موسی النبی علیہ السلام، ۸/۱۲۱، الحدیث: ٦

سب سے برا شخص:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کی اجازت چاہی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اسے آنے دو یہ اپنی قوم کا برا شخص ہے۔“ جب وہ شخص حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے ساتھ بہت نرمی سے گفتگو کی یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ اس شخص کا رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں کوئی مقام ہے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کی: جب یہ شخص داخل ہونے لگا تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ اپنی قوم کا بُرا شخص ہے پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے ساتھ بہت نرمی سے گفتگو فرمائی۔ تو ارشاد فرمایا: ”اے عائشہ! قیامت کے دن لوگوں میں سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مقام و مرتبے کے اعتبار سے سب سے بُرا وہ شخص ہو گا جسے لوگ اس کے برے قول و فعل کی وجہ سے چھوڑ دیں۔“ [1]

حدیث پاک میں ہے: بندہ جس عمل کے ذریعے اپنی عزت کی حفاظت کرتا ہے وہ عمل اس کے لئے صدقہ لکھا جاتا ہے۔ [2]

ایک روایت میں ہے: لوگوں سے اپنے اعمال کے ذریعے ملاقات کرو اور دلوں کے ذریعے ان سے علیحدگی اختیار کرو۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: وہ شخص دانش مند نہیں جو ان لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے نہیں رہتا جن کے ساتھ رہنے سے اسے چارہ نہیں یہاں تک کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے کوئی کشادگی پیدا کر دے۔

---

1 ... صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب مداراة من یتقی فحشه، الحدیث: ۲۵۹۱، ص ۱۳۹۷

2 ... مسند ابی داود الطیالسی، محمد بن المنکدر عن جابر، الحدیث: ۱۷۱۳، ص ۲۳۷

❀...**بائیسواں حق:** اغنیا کے ساتھ میل جول سے اجتناب کرے، مساکین کے ساتھ میل رکھے اور یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے۔

مسکین کی فضیلت پر مشتمل 9 روایات:

﴿1﴾... سرکار مدینہ، قرار قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دعا مانگا کرتے: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت عطا فرما اور بروز قیامت مجھے مسکینوں کے زُمرے میں اُٹھا۔[1]

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحبار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے دورِ حکومت میں جب مسجد میں داخل ہوتے اور کسی مسکین کو دیکھتے تو اس کے پاس بیٹھ جاتے اور ارشاد فرماتے: ایک مسکین، مسکین کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

﴿3﴾... منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کسی لفظ سے پکارا جانا اتنا محبوب نہیں تھا جتنا ''یا مسکین'' کہہ کر پکارا جانا محبوب تھا۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحبار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: قرآن پاک میں جن جن مقامات پر یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آیا ہے تورات شریف میں وہاں یٰۤاَیُّهَا الْمَسَاکِیْن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا عُبادہ بن صامِت اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: بے شک جہنم کے سات دروازے ہیں تین مالداروں کے لئے اور تین عورتوں کے لئے اور ایک دروازہ فقرا اور مساکین کے لئے ہے۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! مجھے کیسے علم ہو کہ تو مجھ سے راضی ہے؟ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''تم دیکھو کہ مسکین تم سے کس قدر راضی ہے۔''

1...سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین...الخ، ۴/۱۵۷، الحدیث: ۲۳۵۹

﴿7﴾... اپنے آپ کو مُردوں کی مجلس سے بچاؤ۔ عرض کی گئی: یارَسُولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مُردے کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: مالدار لوگ۔[1]

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: شکستہ دل والوں کے پاس۔

﴿9﴾... تم فاجر شخص کی نعمت پر رشک مت کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ موت کے بعد اس کا کیا حال ہوگا اس کے پیچھے ایک جلد باز طالب لگا ہوا ہے۔[2]

یتیم سے حسن سلوک کے متعلق 4 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... مَنْ ضَمَّ یَتِیْمًا مِّنْ اَبَوَیْنِ مُسْلِمَیْنِ حَتّٰی یَسْتَغْنِیَ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ اَلْبَتَّةَ یعنی جس نے کسی ایسے یتیم کی کفالت کی جس کے والدین مسلمان تھے حتی کہ وہ مستغنی (بے پرواہ ہو گیا) تو اس کے لئے جنت واجب ہے۔[3]

﴿2﴾... اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَهُوَ يُشِيْرُ بِاُصْبُعَيْهِ یعنی میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی دونوں انگلیوں کے ساتھ (یعنی انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے) اشارہ فرمایا۔[4]

﴿3﴾... مَنْ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِ يَتِيْمٍ تَرَحُّمًا كَانَتْ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ يَدُهُ عَلَيْهَا حَسَنَةٌ یعنی جس شخص نے یتیم کے سر پر

1... سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی ترقیع الثوب، ۳/۳۰۲، الحدیث: ۱۷۸۷، بتغیر
الرسالة القشیریة، باب الفقر، ص ۳۰۵

2... المعجم الاوسط، ۳/۱۲۵، الحدیث: ۴۰۶، بتغیر قلیل
الزھد لابن المبارک، باب فی طلب الحلال، الحدیث: ۴۰۶۷، ص ۲۲۱، بتغیر قلیل

3... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث مالک بن الحارث، ۷/۲۹۳، الحدیث: ۲۰۳۵۲
مکارم الاخلاق للطبرانی ملحق مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب فضل التکفل بامر الایتام، الحدیث: ۱۰۸، ص ۳۵۰

4... صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من یعول یتیما، ۴/۱۰۲، الحدیث: ۶۰۰۵
صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الاحسان الی الارملة والمسکین والیتیم، الحدیث: ۲۹۸۳، ص ۱۵۹۲

شفقت کا ہاتھ رکھا تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا ہر بال کے عوض اس کے لئے نیکی ہوگی۔[1]

﴿4﴾... مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بد سلوکی جاتی ہو۔[2]

❀... **تئیسواں حق:** ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اس کے دل میں خوشی داخل کرنے کی کوشش کرے۔

مسلمان کی خیر خواہی اور حاجت روائی کے متعلق 12 فرامین مصطفےٰ:

﴿1﴾... اَلْمُؤْمِنُ یُحِبُّ لِلْمُؤْمِنِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ یعنی مومن دوسرے مومن کے لئے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔[3]

﴿2﴾... لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔[4]

﴿3﴾... اِنَّ اَحَدَکُمْ مِرْاٰۃُ اَخِیْہِ فَاِذَا رَاٰی فِیْہِ شَیْئًا فَلْیُمِطْہُ عَنْہُ یعنی تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کے لئے آئینہ ہے تو جب اس میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو چاہئے کہ اسے مٹا دے۔[5]

﴿4﴾... مَنْ قَضٰی حَاجَۃً لِاَخِیْہِ فَکَاَنَّمَا خَدَمَ اللہَ عُمْرَہٗ یعنی جس نے اپنے بھائی کی کسی حاجت کو پورا کیا تو گویا اس نے عمر بھر

1... الزھد لابن المبارک، باب ما جاء فی الاحسان الی الیتیم، الحدیث: ۶۵۲، ص ۲۲۹
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/ ۲۷۲، الحدیث: ۲۲۲۱۵

2... سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۴/ ۱۹۳، الحدیث: ۳۶۷۹

3... صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ۱/ ۱۶، الحدیث: ۱۳، مفهومًا

4... صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان... الخ، الحدیث: ۴۵، ص ۴۲

5... سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی شفقة المسلم علی المسلم، ۳/ ۳۷۳، الحدیث: ۱۹۳۶
الزھد لابن المبارک، باب النية مع قلة العمل وسلامة القلب، الحدیث: ۷۳۰، ص ۲۵۴

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی۔[1]

﴿5﴾... مَنْ اَقَرَّ عَيْنَ مُؤْمِنٍ اَقَرَّ اللهُ عَيْنَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس نے کسی مومن کی آنکھ ٹھنڈی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی آنکھ ٹھنڈی کرے گا۔[2]

﴿6﴾... جو شخص اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرنے کے لئے دن یا رات میں سے ایک گھڑی بھی چلے خواہ وہ حاجت کو پورا کر سکے یا نہ، اس کا یہ عمل اس کے لئے دو ماہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔[3]

﴿7﴾... مَنْ فَرَّجَ مِنْ مُّؤْمِنٍ مَّغْمُوْمٍ اَوْ اَعَانَ مَظْلُوْمًا غَفَرَ اللهُ لَهُ ثَلَاثًا وَّسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً یعنی جس نے کسی غمزدہ مومن کی مشکل دور کی یا کسی مظلوم کی مدد کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کے لئے 73 مغفرتیں لکھ دیتا ہے۔[4]

﴿8﴾... اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کی گئی: ظالم کی مدد کیسے کریں؟ ارشاد فرمایا: اسے ظلم سے منع کرکے۔[5]

﴿9﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ اعمال میں سے مومن کے دل میں خوشی داخل کرنا یا اس سے غم دور کرنا یا اس کا قرض ادا کرنا یا بھوک میں اسے کھانا کھلانا ہے۔[6]

﴿10﴾... جس نے کسی مومن کو موذی منافق سے بچایا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ایک فرشتے کو اس کی

---

1 ...مکارم الاخلاق للطبرانی ملحق مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب فضل معونۃ... الخ، الحدیث: ۸۸، ص ۳۴۳

2 ...الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، الحدیث: ۶۸۵، ص ۲۳۹

3 ...المعجم الاوسط، ۵/۲۷۹، الحدیث: ۷۳۲۶

المستدرک، کتاب الادب، باب اشرف المجالس ما استقبل بہ القبلۃ، ۵/۳۸۴، الحدیث: ۷۷۷۸، بتغیر قلیل

4 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب قضاء الحوائج، باب فی فضل المعروف، ۴/۱۶۴، الحدیث: ۲۹، بتغیر قلیل

شعب الایمان للبیھقی، باب فی التعاون علی البر والتقوی، ۶/۱۲۰، الحدیث: ۷۶۷۰، بتغیر قلیل

5 ...صحیح البخاری، کتاب الاکراہ، باب یمین الرجل لصاحبہ: انہ اخوہ... الخ، ۴/۳۸۹، الحدیث: ۶۹۵۲

صحیح ابن حبان، کتاب الغصب، ۷/۳۰۴، الحدیث: ۵۱۴۶

6 ...الزھد لابن المبارک، باب ماجاء فی الشح، الحدیث: ۶۸۴، ص ۲۳۹

طرف بھیجے گا جو اس کے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔[1]

﴿11﴾... دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی شر نہیں: (۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور (۲) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو نقصان پہنچانا۔ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی خیر نہیں: (۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانا اور (۲) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو نفع پہنچانا۔[2]

﴿12﴾... مَنْ لَّمْ يَهْتَمَّ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ یعنی جو مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا وہ ان میں سے نہیں۔[3]

ابدالوں میں نام لکھوانے کا طریقہ:

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِى فرماتے ہیں: جو بندہ ہر روز یہ کلمات کہے: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! امت محمدیہ پر رحم فرما! تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے کو ابدال (یعنی اولیا کے ایک بلند طبقہ) میں لکھ دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو بندہ ہر روز تین بار یہ کلمات کہے: اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اَحْوَالَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! امت محمدیہ کے احوال کی اصلاح فرما! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! امت محمدیہ سے مشکلات کو دور فرما! تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے کو ابدالوں میں لکھ دیتا ہے۔

ایک دن حضرت سیِّدُنا علی بن فُضَیل بن عِیاض رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه رونے لگے، رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: "مجھے اس شخص پر رونا آرہا ہے جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے جب وہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے پیش ہوگا اور اس سے ظلم کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو گی۔"

❀...چوبیسواں حق: مسلمان کی عیادت کرے۔

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب من رد عن مسلم غیبۃ، ۴/ ۳۵۴، الحدیث: ۴۸۸۳، بتغیر قلیل
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن انس، ۵/ ۳۱۵، الحدیث: ۱۵۶۴۹

2 ...فردوس الاخبار للدیلمی، ۱/ ۳۷۸، الحدیث ۲۸۱۰، بتقدم وتاخر

3 ...المستدرک، کتاب الرقاق، باب القی اللہ فقیرا و تلقہ غنیا، ۵/ ۴۵۱، الحدیث: ۷۹۵۹

اس حق کے ثبوت اور تیار داری کی فضیلت پانے کے لئے اسلام اور جان پہچان ہی کافی ہے۔

مریض کی عیادت کے 8 آداب:

(۱)... مریض کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے۔(۲)... کم سوالات کرے۔(۳)... نرمی کا اظہار کرے۔(۴)... اس کی تندرستی کی دعا کرے۔(۵)... بدنگاہی سے خود کو بچائے۔(۶)... اجازت لیتے وقت دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو۔(۷)... اس کے گھر کا دروازہ آہستہ کھٹکھٹائے۔(۸)... جب پوچھا جائے کون؟ تو یہ نہ کہے "میں ہوں" (بلکہ نام بتائے) اور نہ "اولڑکے" کہہ کر آواز دے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تحمید بجالائے۔

عیادت کی فضیلت پر مشتمل 4 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... مریض کی عیادت کا کمال یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پر رکھے اور اس سے اس کی طبعیت کے بارے میں پوچھے اور تمہارے سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔[1]

﴿2﴾... جو مریض کی عیادت کرتا ہے وہ جنت کے باغات میں بیٹھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو 70 ہزار فرشتے رات تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔[2]

﴿3﴾... جب بندہ مریض کی عیادت کرتا ہے تو وہ رحمت الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے اور جب مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت الٰہی اس میں قرار پکڑتی ہے۔[3]

﴿4﴾... جب مسلمان اپنے بھائی کی عیادت یا اس کی زیارت کو جاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: تو اچھا ہے، تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تو نے جنت میں گھر بنالیا۔[4]

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المصافحة، ۴/ ۳۳۴، الحدیث: ۲۷۴۰

2 ...شعب الایمان للبیهقی، باب فی عیادة المریض، ۶/ ۵۳۰، الحدیث: ۹۱۷۱

3 ...الموطا للامام مالک، کتاب العین، باب عیادة المریض والطیرة، ۲/ ۴۳۳، الحدیث: ۱۸۱۱

4 ...سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضا، ۲/ ۱۹۲، الحدیث: ۱۴۴۳، بتغیر قلیل
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ۳/ ۲۷۱، الحدیث: ۸۶۵۹

بیماری پر حمدِ الٰہی بجالانے کی فضیلت:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: تم دیکھو یہ عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے؟ اگر وہ عیادت کرنے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کرتا ہے تو وہ دونوں فرشتے اس کی حمد وثنا کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بلند کرتے ہیں حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اس کی حمد وثنا کا باخوبی علم ہوتا ہے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: اگر میں اپنے بندے کو (اس بیماری میں) موت دے دوں تو میں اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر اسے شفا دے دوں تو میں اس کے گوشت کو اس سے بہتر گوشت سے اور اس کے خون کو اس سے بہتر خون سے بدل دوں گا اور اس کی خطاؤں کو مٹا دوں گا۔[1]

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔

مرض میں پڑھی جانے والی دعائیں:

خلیفۂ سوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: جب میں بیمار ہوا تو رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری عیادت فرمائی اور بار بار یہ کلمات پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اُعِیْذُکَ بِاللّٰہِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ مِّنْ شَرِّ مَا تَجِدُ[2]۔[3]

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جب بیمار ہوئے تو رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور ان سے ارشاد فرمایا: ”کہو:

---

1 ...الموطا للامام مالک، کتاب العین، باب ماجاء فی اجر المریض، ۲/ ۴۲۹، الحدیث: ۱۷۹۸

2 ...صحیح البخاری، کتاب المریض، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، ۴/ ۴، الحدیث: ۵۶۴۵

3 ...**ترجمہ:** اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے میں تجھے اس تکلیف کے شر سے جو تجھے ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ میں دیتا ہوں جو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَعْجِیْلَ عَافِیَتِكَ اَوْصَبْرًا عَلٰی بَلِیَّتِكَ اَوْخُرُوْجًا مِّنَ الدُّنْیَا اِلٰی رَحْمَتِكَ [1] جب تم یہ کہو گے تو تمہیں ان تین (یعنی جلد صحت یابی، صبر اور موت) میں سے ایک دی جائے گی۔ [2]

مریض کے لئے مستحب ہے کہ وہ یہ کلمات بھی کہے: اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔ [3]

پیٹ کے درد کا علاج:

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: تم میں سے جب کوئی پیٹ کے درد میں مبتلا ہو تو اپنی بیوی سے اس کے مہر میں سے کچھ رقم مانگے اور اس رقم کا شہد خریدے اور اس شہد کو بارش کے پانی کے ساتھ ملا کر پئے۔ یوں اس کے پینے میں ھنیء[4]، شفا اور مبارک پانی کا اجتماع ہو جائے گا۔

آداب مریض:

جو شخص کسی مرض میں مبتلا ہو تو اس کے لئے چند آداب ہیں: (۱)... مرض میں اچھی طرح صبر کرے۔ (۲)... شکوہ کم کرے۔ (۳)... مرض کو جتنا ہو سکے برداشت کرے۔ (۴)... مرض سے نجات کے لئے گڑگڑا کر دعا مانگے۔ (۵)... دوا کے بعد خالقِ دوا پر توکُّل کرے۔

---

❶... **ترجمہ:** اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے تیری عافیت کی جلدی کا یا تیری طرف سے آنے والی مصیبت پر صبر کرنے کا یا دنیا سے تیری رحمت کی طرف نکلنے کا سوال کرتا ہوں۔

❷... موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، ۴/ ۲۳۳، الحدیث: ۳۰

المستدرک، کتاب الدعاء... الخ، باب الدعاء الجامع الکامل، ۲/ ۲۰۷، الحدیث: ۱۹۶۰ عن عائشۃ

❸... **ترجمہ:** میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عزت وقدرت سے اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو میں پاتا ہوں اور جس سے میں ڈرتا ہوں۔

❹... ھنیء سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةًؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا(۴) (پ۴، النسآء: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا (خوش گوار اور مزے سے)۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابوہُرَیْرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوہُرَیْرہ! کیا میں تمہیں ایسی حق بات نہ بتاؤں کہ اگر کوئی شخص بسترِ علالت پر پڑتے ہی اسے پڑھ لے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو جہنم کی آگ سے نجات عطا کر دے۔ عرض کی: کیوں نہیں۔ ارشاد فرمایا: وہ یہ کہے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ لَّا یَمُوْتُ سُبْحَانَ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اِنَّ کِبْرِیَآءَ رَبِّنَا وَجَلَالَہٗ وَقُدْرَتَہٗ بِکُلِّ مَکَانٍ اَللّٰھُمَّ اِنْ اَنْتَ اَمْرَضْتَنِیْ لِتَقْبِضَ رُوْحِیْ فِیْ مَرَضِیْ ھٰذَا فَاجْعَلْ رُوْحِیْ فِیْ اَرْوَاحِ مَنْ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنْکَ الْحُسْنٰی وَبَاعِدْنِیْ مِنَ النَّارِ کَمَا بَاعَدْتَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنْکَ الْحُسْنٰی[1]۔[2]

مریض کی عیادت کتنی دیر اور کب کی جائے؟

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَوَاقُ نَاقَۃٍ یعنی تین دن کے بعد مریض کی عیادت اونٹنی کے دودھ دوہنے کے بقدر ہو۔[3]

حضرت سَیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: افضل عیادت وہ ہے جس میں تخفیف ہو۔

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ایک بار مریض کی عیادت کرنا سنت اور ایک سے زیادہ مرتبہ نفل ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: مریض کی عیادت تین دن کے بعد ہے۔

---

1 ...**ترجمہ**: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ہی زندہ کرتا ہے اور وہ ہی موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے جو بندوں اور شہروں کا رب ہے۔ ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے کثیر، پاکیزہ اور مبارک حمد۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے بے شک ہمارے ربّ کی بڑائی، اس کا جلال، اس کی قدرت ہر جگہ ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تو نے مجھے اس لئے بیمار کیا ہے تاکہ تو میری روح کو میرے اس مرض میں قبض کرلے تو میری روح کو ان روحوں کے ساتھ ملا دے جن کے لئے تیری طرف سے جنت کا وعدہ ہو چکا اور مجھے جہنم سے دور کر دے جیسے تو نے اپنے دوستوں کو جہنم سے دور رکھا جن کے لئے تیری طرف سے جنت کا وعدہ ہو چکا۔

2 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، الجزء الثانی، ۴/ ۲۷۰، الحدیث: ۱۵۹، بتغیر قلیل

3 ...المرجع السابق، ۴/ ۲۷۲، الحدیث: ۱۶۸، بتغیر

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مریض کی عیادت وقفہ کے ساتھ کرو (یعنی پہلے دن کی عیادت کے بعد) دو دن چھوڑ کر چوتھے دن عیادت کرو۔“[1]

❀...**پچیسواں حق:** مسلمانوں کے جنازے میں شرکت کرے۔

جنازے میں شرکت کا اجر:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی جنازے میں شرکت کی تو اس کے لئے ایک قیراط اجر ہے اور اگر تدفین تک قبرستان میں ٹھہرا رہا تو اس کے لئے دو قیراط اجر ہے۔“[2] اور حدیث پاک میں ہے کہ ”ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہے۔“[3]

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب اس حدیث کو بیان کیا تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اسے سن کر فرمایا: ”اب تک ہم کئی قیراط اجر ذخیرہ کر چکے ہیں۔“

جنازے میں جانے کا مقصد:

جنازے میں جانے کا مقصد مسلمانوں کے حق کی ادائیگی اور فکرِ آخرت ہو۔

حضرت سیِّدُنا مکحول دِمشقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی جب کسی جنازے کو دیکھتے تو فرماتے: ”تم چلو، ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں۔“ یہ انتہائی اثر انگیز بات ہے مگر کیا کریں غفلت چھائی ہوئی ہے پہلا جاتا ہے اور دوسرا عبرت نہیں پکڑتا۔

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اپنے بھائی کے جنازے کے پیچھے روتے ہوئے یہ فرماتے جارہے تھے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میری آنکھیں اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں جب تک مجھے اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ تیرا ٹھکانا کہاں ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں اس بات پر مطلع نہیں ہو سکتا۔

1...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، ۱، الجزء الثانی، ۴/۲۸۳، الحدیث: ۲۰۳

2...صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ واتباعھا، الحدیث: ۹۴۵، ص ۴۷۱، ۴۷۲

3...صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ واتباعھا، الحدیث: ۹۴۶، ص ۴۷۳

حضرت سیِّدُنا امام اَعْمَش رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ہم جنازوں میں شرکت کرتے ہیں مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم تعزیت کس سے کریں؟ کیونکہ سب ہی غم اور فکرِ آخرت میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔

تین خطرات:

حضرت سیِّدُنا ابراہیم زَیّات رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ میت کے لئے رحمت کی دعا مانگ رہے ہیں۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ان سے فرمایا: ''اگر تم اپنے لئے رحمت کی دعا مانگو تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ (مردہ) تو تین خطرات سے نجات پا گیا ہے: (۱) ملک الموت کا چہرہ دیکھ چکا۔ (۲) موت کا مزہ چکھ چکا اور (۳) خاتمہ کے خوف سے مامون ہو چکا ہے۔''

میت کے ساتھ قَبْر میں داخل ہونے والی چیز:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلَاثَةٌ فَیَرْجِعُ اثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَهٗ وَاحِدٌ یَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَیَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَیَبْقٰی عَمَلُهٗ یعنی میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک چیز میت کے ساتھ رہتی ہے۔ میت کے اہل، اس کا مال اور عمل اس کے پیچھے جاتے ہیں مگر اس کے اہل اور مال لوٹ آتے ہیں جبکہ عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔[1]

❀...**چھبیسواں حق:** قبورِ مسلمین کی زیارت کرے۔

زیارتِ قُبُور کا مقصد:

زیارتِ قبور سے مقصد مُردوں کے لئے دعا کرنا، عبرت حاصل کرنا اور رقتِ قلب ہو۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَا رَاَیْتُ مَنْظَرًا اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ یعنی میں نے قبر سے زیادہ خوفناک منظر کوئی نہیں دیکھا۔[2]

---

❶...صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، الحدیث: ۲۹۶۰، ص ۱۵۸۳

❷...سنن ابن ماجه، کتاب الزھد والرقائق، باب ذکر القبر والبلی، ۴/ ۵۰۰، الحدیث: ۴۲۶۷

سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۵، ۴/ ۱۳۸، الحدیث: ۲۳۱۵

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمانا:

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سرکار مکہ مکرمہ، سردار مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ قبرستان کی طرف نکلے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے، میں دوسروں کے مقابلے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیادہ قریب تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، ہم بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ رونے لگے، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم کیوں روتے ہو؟'' ہم نے عرض کی: ہمیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رونے نے رلا دیا۔ ارشاد فرمایا: ''یہ (میری والدہ ماجدہ حضرت) آمنہ بنت وہب (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کی قبر ہے، میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس کی اجازت دے دی اور میں نے ان کی بخشش کے بارے میں اجازت مانگی تو مجھے منع فرما دیا گیا، لہٰذا مجھ پر وہ رقّت طاری ہوئی جو اولاد پر ہوتی ہے۔''[1] [2]

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ربہ فی زیارۃ قبر امہ، الحدیث: ۹۷۶، ص ۴۸۶، بتغیر قلیل

مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، ۳/ ۳۸۰، الحدیث: ۶۷۴۳

دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ذکر وفاۃ عبد اللہ ابی رسول اللہ ووفاۃ امہ آمنۃ بنت وھب و...الخ، ۱/ ۱۸۹

2 ...دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 862 صفحات پر مشتمل کتاب سیرت مصطفٰی، صفحہ 60، 61 پر ہے: اہل سنت کے علماء محققین مثلاً امام جلالُ الدین سُیُوطی وعلامہ ابن حَجَر ہَیْتَمی وامام قُرطُبی وحافظ الشام ابن ناصر وحافظ شمس الدین دِمشقی و قاضی ابو بکر ابن العربی مالکی و شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی وصاحبُ الاِکلیل مولانا عبد الحق مُہاجِر مَدَنی وغیرہم رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کا یہی عقیدہ اور قول ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ماں باپ دونوں یقیناً بلا شبہ مومن ہیں۔

شَرۡحُ الزُّرۡقَانِی عَلَی الۡمَوَاھِبِ اللَّدُنِّیَّۃ، جلد 1، صفحہ 314 پر ہے: حضرت سیِّدُنا حافظ ابن شاہین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن اپنی کتاب ''اَلنَّاسِخ وَالۡمَنۡسُوۡخ'' میں ذکر کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ حِجَّۃُ الۡوداع کے موقع پر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئے تو ربّ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی والدہ ماجدہ کو زندہ کرنے کی دعا کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لائیں۔ صفحہ 318 پر ہے: حضرت سیِّدُنا حافظ ابن شاہین، حضرت سیِّدُنا خطیب بغدادی، حضرت سیِّدُنا حافظ ابن عساکر، حضرت سیِّدُنا علامہ سہیلی، حضرت سیِّدُنا علامہ محب طبری، حضرت سیِّدُنا علامہ ناصر الدین بن منیر ...بقیہ اگلے صفحہ پر...

آخرت کی پہلی منزل:

خلیفۂ سوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور فرماتے: میں نے رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ ”بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جس نے اس سے نجات پالی تو اس کے لئے بعد کا معاملہ آسان ہو گیا اور جو اس سے نجات نہ پا سکا تو اس کے لئے بعد کا معاملہ اس سے بھی مشکل ہو گیا۔“[1]

قبر کا سب سے پہلا کلام:

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں: بنی آدم سے قبر سب سے پہلے یہ کلام کرتی ہے: ”میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں اجنبیت کا گھر ہوں، میں تاریکی کا گھر ہوں۔ یہ وہ ہے جو میں نے تیرے لئے تیار کیا ہے، تو نے میرے لئے کیا تیاری کی ہے؟“

مفلسی کا دن:

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”کیا میں تمہیں اپنی مفلسی کا دن نہ بتاؤں؟ یہ وہ

... اور حضرت سیِّدُنا علامہ ابن سیِّدُ النّاس رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں: ممانعت استغفار والی روایت اس حدیث سے منسوخ ہے۔
اور وہ روایت کہ جس میں والدین مصطفٰے کو زندہ کرنے کا ذکر ہے اس کے متعلق سیِّدِی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن **فتاویٰ رضویہ** (مخرَّجہ)، جلد30، صفحہ 287 پر فرماتے ہیں: ہم یہ نہیں کہتے کہ والدین کریمین رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کفر کے بعد ایمان دینے کے لئے زندہ کیا گیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ توحید پر انتقال فرمانے کے بعد انہیں محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اور آپ کے دینِ اکرام کی تفاصیل پر ایمان کی دولت سے مشرف فرمانے کے لئے زندہ کیا گیا۔

نوٹ: ایمان والدین مصطفٰے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **فتاویٰ رضویہ** (مخرَّجہ)، جلد30، صفحہ 267 تا 305 کا مطالعہ کیجئے!

[1] ... سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد والرقائق، باب ذکر القبر والبلی، ۴/۵۰۰، الحدیث: ۴۲۶۷
سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۵، ۴/۱۳۸، الحدیث: ۲۳۱۵

دن ہے جس دن مجھے قبر میں رکھا جائے گا۔"

غیبت نہ کرنے والی قوم:

حضرت سیِّدُنا ابو دَرْداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بکثرت قبروں کے پاس بیٹھا کرتے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی؟ فرمایا: "میں ایسی قوم کے پاس بیٹھتا ہوں جو مجھے قبر کی یاد دلاتی ہے اور اگر میں ان کے پاس سے اُٹھ کر چلا جاؤں تو یہ میری غیبت نہیں کرتے۔"

اہل قبور کے ساتھ خیانت کرنے والا:

حضرت سیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: جو شخص قبرستان کے پاس سے گزرا اور اس نے نہ تو اپنے لئے فکرِ آخرت کی اور نہ ہی مردوں کے لئے دعائے مغفرت کی تو اس نے اپنے ساتھ بھی خیانت کی اور اہلِ قبور کے ساتھ بھی۔

اہلِ قبور کس پر رشک کرتے ہیں:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر رات ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اے قبر والوں! تم کن پر رشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں: ہم مسجد والوں پر رشک کرتے ہیں کیونکہ وہ روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہیں جبکہ ہم یہ سب کام نہیں کرسکتے۔"

قبر کو زیادہ یاد کرنے کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جو شخص قبر کو زیادہ یاد کرے گا وہ قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ پائے گا اور جو قبر کو یاد کرنے سے غافل رہے گا وہ اسے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پائے گا۔"

گھر میں قبر:

حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیْم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی، جب آپ اپنے دل

میں کچھ سختی محسوس کرتے تو اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ جاتے، کچھ دیر ٹھہرے رہتے اور قرآن پاک سے یہ حصہ تلاوت فرماتے: رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۹، ۱۰۰، ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے ربّ مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں) پھر فرماتے: "اے ربیع! تجھے واپس لوٹا دیا گیا ہے اب اچھے کام کر اس سے قبل کے تجھے واپس نہ لوٹایا جائے۔"

بنو اُمَیَّہ کی قبریں:

حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان بیان کرتے ہیں کہ میں ثانیِ عمر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز کے ساتھ قبرستان کی طرف گیا، جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قبروں کی طرف دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا: "اے میمون! یہ میرے آباواجداد بنو امیہ کی قبریں ہیں گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہل دنیا کی لذتوں میں شریک تھے ہی نہیں، کیا تم انہیں نہیں دیکھتے کہ زمین پر اوندھے پڑے ہیں کہ صرف ان کے قصے ہی باقی رہ گئے ہیں اور کیڑے ان کے جسموں تک پہنچ گئے ہیں۔" اتنا کہنے کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ رونے لگے، پھر فرمایا: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں ان قبر والوں میں سے کسی ایسے کو نہیں جانتا جس نے عیش کیا ہو اور عذاب سے محفوظ رہا ہو۔"

تعزیت کرنے کے آداب:

(۱)...نرمی سے گفتگو کرنا۔(۲)... غم کا اظہار کرنا۔(۳)...باتیں کم کرنا۔(۴)...دورانِ تعزیت ہنسنے سے بچنا۔

جنازے کے پیچھے چلنے کے آداب:

(۱)... خشوع کو لازم پکڑنا۔(۲)... گفتگو نہ کرنا[1]۔(۳)... عبرت کی نگاہ سے میت کو دیکھنا۔(۴)... موت کی فکر کرنا۔(۵)... موت کی تیاری کرنا۔(٦)...جنازے سے آگے اس کے قریب ہو کر چلنا[2]۔(۷)... جنازے

---

[1]... موجودہ زمانے کے لحاظ سے علما نے اونچی آواز سے ذکر (وکلمۂ شہادت) کی اجازت دی ہے۔(ماخوذ از بہار شریعت، ۱/ ۸۲۴)

[2]... احناف کے نزدیک: جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔(اتحاف السادۃ المتقین، ۷/ ۲٦۳)

کو جلدی لے جانا کہ سنت ہے۔[1]

یہ عام مخلوق کے ساتھ زندگی گزارنے کے آداب ہیں، اس کے علاوہ جو اجمالی آداب ہیں وہ درج ذیل ہیں:

اجمالی آداب

❀... کسی مسلمان کو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ حقیر نہ جانو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے کیونکہ تمہیں معلوم نہیں شاید وہ تم سے بہتر ہو۔ نیز کسی فاسق کو بھی حقیر نہ جانو ممکن ہے کہ تمہارا خاتمہ فسق کی حالت پر ہو اور اس کا خاتمہ اچھی حالت پر ہو۔

❀... کسی کی دنیاوی حالت کی وجہ سے اسے تعظیم کی نگاہ سے مت دیکھو کیونکہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک حقیر ہے اور جب تم اہل دنیا کو اپنے جی میں عظیم خیال کرو گے تو تم دنیا کی تعظیم کرنے والے بن جاؤ گے اور بارگاہِ الٰہی میں تمہارا مرتبہ کم ہو جائے گا۔

❀... اہل دنیا کی دنیا پانے کے لئے اپنے دین کو خرچ نہ کرو ورنہ تم ان کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ گے پھر دنیا سے بھی محروم ہو جاؤ گے اور اگر دنیا سے محروم نہ بھی ہوئے تو تمہارا یہ سودا نقصان سے خالی نہیں کہ تم نے عمدہ اور اعلیٰ کے بدلے ادنیٰ چیز خریدی۔

❀... دنیاداروں کے ساتھ کھلی دشمنی نہ رکھو یوں تم اسی دشمنی کے ہو کر رہ جاؤ گے اور تمہارا دین و دنیا سب اسی کی نذر ہو جائے گا اور ان کا دین تمہارے بارے میں جاتا رہے گا۔ اگر کوئی شرعی قباحت دیکھو تو ان کے اس بُرے کام سے دشمنی رکھو اور ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھو کیونکہ اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب اور غضب کے مستحق ہو چکے ہیں تو ان کے لئے جہنم ہی کافی ہے جس میں وہ داخل ہوں گے تو تمہیں ان کے بارے میں کینہ رکھنے کی کیا ضرورت؟

❀... دنیادار اگر تم سے دوستی کا اظہار کریں اور تمہارے منہ پر تمہاری تعریف کریں، نیز تمہیں دیکھ کر

---

[1]... صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة، ۱/۴۴۲، الحدیث: ۱۳۱۵

خوشی کا اظہار کریں تو تم ان پر اعتماد نہ کر بیٹھنا کیونکہ اگر تم ان کی باتوں کی حقیقت تک پہنچو گے تو سو میں سے کسی ایک کو ہی حقیقت کے مطابق پاؤ گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید تمہیں کوئی ایک بھی ایسا نہ ملے۔

❀...اپنے حالات کی شکایت لوگوں سے نہ کرو ورنہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں ان کے سپرد کر دے گا، ❀... لوگوں سے اس بات کی طمع (خواہش) نہ رکھو کہ وہ ظاہر و باطن میں تمہارے ساتھ یکساں رہیں گے اس لئے کہ یہ جھوٹی طمع ہے جو تمہیں حاصل نہیں ہو سکتی، ❀...جو کچھ لوگوں کے پاس ہے تم اس میں طمع نہ رکھو ورنہ ذلت فوری ہو گی اور مقصد بھی حاصل نہ ہو گا، ❀...لوگوں کی اگر تمہیں حاجت نہ ہو تو تم ان سے تکبر سے پیش نہ آؤ کیونکہ ممکن ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تکبُّر کی سزا کے طور پر تمہیں ان کا ضرورت مند بنا دے۔

❀...جب اپنے کسی بھائی سے کسی حاجت کا سوال کرو اور وہ تمہاری حاجت کو پورا کر دے تو وہ فائدہ مند ہے اور اگر حاجت کو پورا نہ کر سکے تو اس پر عتاب نہ کرنا ورنہ وہ تمہارا دشمن بن جائے گا اور لمبے عرصے تک تمہیں اس کی دشمنی جھیلنا پڑے گی، ❀... ایسے شخص کو نصیحت مت کرو جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ تمہاری نصیحت قبول نہیں کرے گا کیونکہ ایسا شخص نصیحت قبول کرنے کے بجائے الٹا دشمن بن جاتا ہے، ❀...وعظ و نصیحت میں کسی شخص کو متعین نہ کرو بلکہ اشاروں اور کنایوں میں وعظ کرو، ❀...لوگوں کی طرف سے جب تمہارا اکرام ہو اور تمہیں بھلائی پہنچے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالاؤ کہ اس نے تمہارے لئے انہیں مُسَخَّر کیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس بات کی پناہ مانگو کہ وہ تمہیں ان کے سپرد کرے۔

❀...دنیاداروں کی طرف سے جب تمہیں یہ بات پہنچے کہ انہوں نے کسی مسلمان کی غیبت کی ہے یا مسلمانوں کے حق میں کسی برائی کا ارتکاب کیا ہے یا تمہارے ساتھ کوئی برائی کی ہے تو اس کا معاملہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دو اور ان کے شر سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو، ❀... اپنے نفس کو لوگوں سے بدلہ لینے میں مشغول نہ کرو کہ اس طرح نقصان زیادہ ہو گا اور اس میں مشغول رہنے کی وجہ سے عمر بھی ضائع ہو گی، ❀...لوگوں سے یہ نہ کہو کہ "تم میرے مقام کو سمجھ نہیں سکتے" بلکہ یہ اعتقاد رکھو کہ اگر تم اس کے حقدار ہوتے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے دلوں میں تمہارا مقام بنا دیتا کیونکہ دلوں میں محبت اور بغض ڈالنے والی وہی ذات ہے، ❀...لوگوں کے

ساتھ ایسے رہو کہ ان کی حق بات سنو اور ناحق بات پر کان نہ دھرو، نیز ان کی حق بات کو زبان پر لاؤ اور ناحق سے خاموشی اختیار کرو۔

❀...عام لوگوں کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ نہ تو لغزش معاف کرتے ہیں اور نہ خطا بخشتے ہیں، عیوب کی پردہ دری کرتے اور پائی پائی کا حساب لیتے ہیں، نیز ہر حال میں حسد کرتے ہیں، اپنے لئے تو انصاف کے طالب ہوتے ہیں مگر دوسروں سے انصاف نہیں کرتے، بھول چوک پر مواخذہ کرتے ہیں، معاف نہیں کرتے، چغلی اور بہتان کے ذریعے لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

❀...عام لوگوں کی صحبت خسارے کا باعث ہے اور ان سے قطع تعلقی ہی بہتر ہے کہ اگر یہ راضی ہوں تو ان کی یہ رضا ظاہری خوشامد ہوتی ہے اور اگر ناراض ہوں تو باطن میں کینہ رکھے ہوئے ہوتے ہیں، نہ کینہ کی حالت میں ان سے کوئی امن ہے اور نہ ہی ظاہری خوشامد کی صورت میں ان سے کوئی امید کی کرن، بظاہر تو یہ لباس میں ملبوس ہوتے ہیں مگر باطن میں بھیڑیئے ہوتے ہیں، ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ بدگمانی کے باعث قطع تعلقی کرتے اور پیٹھ پیچھے آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں، نیز حسد کے باعث اپنے دوست کی موت کا انتظار کرتے ہیں، اپنی مجلسوں میں دوسروں کی غلطیوں کو شمار کرتے ہیں تا کہ اپنے غصے اور وحشت کے وقت ان پر ان کی بھرمار کر سکیں، ❀...جب تک کسی شخص کی اچھی طرح چھان بین نہ کرلو اس کے ساتھ دوستی قائم نہ کرو۔

چھان بین کا طریقہ:

چھان بین کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ایک عرصے تک ایک ہی گھر میں یا ایک ہی جگہ میں رہے اور اس کی تنہائی، اس کے ساتھ رہنے، اس کی امیری اور اس کی غریبی کے حالات میں اس کا تجربہ کرے یا اس کے ساتھ سفر کرے یا اس کے ساتھ درہم ودینار کا معاملہ کرے یا پھر کسی شدید مشکل میں مبتلا ہو کر اس کا محتاج ہو جائے اور ان تمام احوال میں آدمی اس سے راضی ہو تو اگر وہ اس سے عمر میں بڑا ہو تو اسے باپ کی جگہ سمجھے اور اگر چھوٹا ہو تو بیٹے کی طرح سمجھے اور اگر ہم عمر ہو تو بھائی کی طرح سمجھے۔

یہ مختلف لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنے کے جملہ آداب ہیں۔

دوسری فصل:

پڑوسیوں کے حقوق

یاد رکھئے! ہمسائیگی کچھ حقوق کا تقاضا کرتی ہے جو ان حقوق کے علاوہ ہیں جن کا اُخُوَّت اسلامی تقاضا کرتی ہے۔ ایک مسلمان جن باتوں کا مستحق ہوتا ہے ان تمام کا اور ان سے کچھ زائد کا مسلمان ہمسایہ مستحق ہوتا ہے۔

پڑوسی کی اقسام:

سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "پڑوسی تین قسم کے ہیں: (۱) وہ پڑوسی جس کا ایک حق ہوتا ہے۔ (۲) وہ پڑوسی جس کے دو حق ہوتے ہیں اور (۳) وہ پڑوسی جس کے تین حق ہوتے ہیں۔ مسلمان رشتہ دار پڑوسی کے تین حق ہیں: حقِ پڑوس، حقِ اسلام اور رشتہ داری کا حق۔ مسلمان پڑوسی کے دو حق ہیں: حقِ پڑوس اور حقِ اسلام۔ مشرک پڑوسی کا صرف ایک حق ہے: حقِ پڑوس۔"[1]

اس حدیث پاک میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مشرک کے لئے بھی صرف پڑوس کے باعث حق ثابت فرمایا۔

پڑوسی کے متعلق 10 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... اَحْسِنْ مُجَاوَرَةَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُسْلِمًا یعنی اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کر تو (کامل) مسلمان ہو جائے گا۔[2]

﴿2﴾... مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِىْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ يُوَرِّثُهُ یعنی حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام مجھے مسلسل پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔[3]

﴿3﴾... مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ یعنی جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔[4]

---

1 ...شعب الایمان للبیهقی، باب فی اکرام الجار، ۷/۸۳، الحدیث: ۹۵۶۰
مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ماجاء فی التذمم للجار، الحدیث: ۳۴۰، ص ۲۲۶

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الورع والتقوی، ۴/ ۴۷۵، الحدیث: ۴۲۱۷

3 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصیة بالجار والاحسان الیه، الحدیث: ۲۶۲۵، ص ۱۴۱۳

4 ...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار... الخ، الحدیث: ۴۷، ص ۴۳

﴿4﴾... لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یَاْمَنَ جَارُہٗ بَوَائِقَہ یعنی کوئی بندہ اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو جائے۔[1]

﴿5﴾... اَوَّلُ خَصْمَیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ جَارَانِ یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے جن دو آدمیوں کا جھگڑا پیش ہو گا وہ دو پڑوسی ہوں گے۔[2]

﴿6﴾... اِذَا اَنْتَ رَمَیْتَ کَلْبَ جَارِكَ فَقَدْ اٰذَیْتَہٗ یعنی اگر تم نے اپنے پڑوسی کے کتے کو مارا تو در حقیقت تم نے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچائی۔

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے تکلیف پہنچاتا اور برا بھلا کہتا اور مجھ پر تنگی کرتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”واپس جاؤ! اگر اس نے تمہارے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی ہے تو تم اس شخص کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کرو۔

﴿7﴾... بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: فلاں عورت دن میں روزہ رکھتی اور رات میں قیام کرتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف بھی پہنچاتی ہے۔ تو حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”وہ عورت جہنمی ہے۔“[3]

﴿8﴾... ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے پڑوسی کی شکایت کی، تو حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: ”تم صبر کرو۔“ پھر جب اس شخص نے تیسری یا چوتھی مرتبہ شکایت کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنا سامان راستے میں رکھ دو۔“ چنانچہ، اس نے

---

1 ...مسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/ ۳۹۲، الحدیث: ۲۰۲۶

صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اثم من لا یامن جارہ بوائقه، ۴/ ۱۰۴، الحدیث: ۶۰۱۶

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عقبۃ بن عامر الجهنی، ۶/ ۱۳۴، الحدیث: ۱۷۳۷۷

3 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۴۴۱، الحدیث: ۹۶۸۱

ایسا ہی کیا تو جب لوگ اس کے پاس سے گزرے اور اس سے سامان راستے میں رکھنے کی وجہ پوچھی تو اس نے انہیں بتایا کہ "اس کا پڑوسی اسے تکلیف پہنچاتا ہے۔" یہ سن کر لوگوں نے اس کے پڑوسی پر لعن طعن کرنا شروع کر دی۔ پڑوسی نے یہ ماجرا دیکھا تو اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: "اپنا سامان اٹھاؤ اور واپس چلو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم میں آئندہ تمہیں تکلیف نہیں دوں گا۔"[1]

﴿9﴾... ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے پڑوسی کی شکایت کرنے لگا تو حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکم ارشاد فرمایا کہ مسجد کے دروازے پر جا کر یہ اعلان کیا جائے کہ "سن لو 40 گھر پڑوس میں داخل ہیں۔"[2] (راویِ حدیث) حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: 40 گھر دائیں، 40 بائیں، 40 آگے اور 40 گھر پیچھے، اس طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چاروں جانب اشارہ فرمایا۔

﴿10﴾... برکت اور نحوست عورت، گھر اور گھوڑے میں ہے۔ عورت میں برکت یہ ہے کہ اس کا مہر کم ہو اور اس کے ساتھ نکاح بآسانی ہو اور وہ خوش اخلاق ہو اور نحوست یہ ہے کہ اس کا مہر زیادہ ہو اور اس کے ساتھ نکاح بمشکل ہو اور وہ بد اخلاق ہو۔ گھر میں برکت یہ ہے کہ گھر وسیع و کشادہ ہو اور اس کے پڑوسی اچھے ہوں اور گھر میں نحوست یہ ہے کہ گھر تنگ ہو اور اس کے پڑوسی بُرے ہوں۔ گھوڑے میں برکت یہ ہے کہ وہ فرمانبردار اور عادات کا اچھا ہو اور نحوست یہ ہے کہ سخت مزاج اور عادات کا اچھا نہ ہو۔[3]

1... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، ۴/۴۳۶، الحدیث: ۵۱۵۳
صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الجار، ۱/۳۶۸، الحدیث: ۵۲۱

2... المعجم الکبیر، ۱۹/۷۳، الحدیث: ۱۴۳

3... صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ما یذکر من شؤم الفرس، ۲/۲۷۰، الحدیث: ۲۸۵۸، ۲۸۵۹، بتغیر واختصار
المعجم الکبیر، ۲۴/۱۵۳، الحدیث: ۳۹۵، بتغیر
جامع معمر بن راشد الازدی ملحق مصنف عبد الرزاق، باب الشؤم، ۱۰/۲۹، الحدیث: ۱۹۶۹۶، ملتقطاً واختصاراً
المعجم الاوسط، ۲/ ۳۸۷، ۳۸۸، الحدیث: ۳۶۱۰، ۳۶۱۲، ملتقطاً
المستدرک، کتاب النکاح، باب صداق النبی، ۲/۵۳۶، الحدیث: ۲۷۹۳، ملتقطاً

حقِّ پڑوس کیا ہے؟

یاد رکھئے! حقِ پڑوس صرف یہ نہیں کہ پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے اجتناب کیا جائے بلکہ پڑوسی کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرنا بھی حقِ پڑوس میں شامل ہے۔ کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا اور وہ اس کے بدلے اسے تکلیف نہیں دیتا حالانکہ اس طرح پڑوس کا حق ادا نہیں ہوتا، لہٰذا صرف تکلیفوں کو برداشت کرنے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ نرمی اور اچھے طریقے کے ساتھ پیش آئے۔

منقول ہے کہ قیامت کے دن فقیر پڑوسی اپنے امیر پڑوسی کا دامن پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا: ”اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے اپنے حسنِ سلوک سے کیوں محروم رکھا؟ اور میرے لئے اپنے گھر کا دروازہ کیوں بند کیا؟“

پڑوسی کے گھر کی دیوار کے سائے کا حق:

ابن مُقَفَّع کو یہ خبر ملی کہ اس کا پڑوسی قرض کی ادائیگی کی وجہ سے اپنا گھر بیچ رہا ہے چونکہ ابن مُقَفَّع اس کے گھر کی دیوار کے سائے میں بیٹھتا تھا کہنے لگا: ”اگر اس نے مفلس ہونے کی وجہ سے اپنا گھر بیچ دیا جب تو میں نے اس کے گھر کے سائے کا بھی حق ادا نہ کیا۔“ یہ کہہ کر ابن مُقَفَّع نے اس کے گھر کا ثمن ادا کیا اور اس سے کہا: ”گھر مت بیچو۔“

حق پڑوسی کا احساس:

کسی بزرگ نے اپنے دوستوں سے گھر میں چوہوں کی کثرت کی شکایت کی تو ان سے کہا گیا: آپ بلی کیوں نہیں پال لیتے؟ فرمایا: مجھے اس بات کا خوف ہے کہ بلی کی آواز سن کر چوہے پڑوسیوں کے گھروں میں چلے جائیں گے یوں میں ان کے لئے اس بات کو پسند کرنے والا ہو جاؤں گا جس بات کو اپنی ذات کے لئے پسند نہیں کرتا۔

پڑوسیوں کے عام حقوق

پڑوسیوں کے ساتھ سلام میں پہل کرے، ❀…ان کے ساتھ طویل گفتگو نہ کرے، ❀…ان کے حالات کے بارے میں زیادہ سوال نہ کرے، ❀…جب وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرے، ❀…مصیبت کے وقت ان کی غم خواری کرے، ❀…مشکل وقت میں ان کا ساتھ دے، ❀…خوشی میں ان کو مبارک باد دے، ❀…ان کی خوشی میں شرکت کرے، ❀…ان کی لغزشوں کو معاف کرے، ❀…اپنے گھر کی چھت پر سے ان کے گھر میں مت جھانکے، ❀…ان کی دیوار پر شہتیر رکھ کر، ان کے پرنالے میں پانی گرا کر اور ان کے صحن میں مٹی وغیرہ ڈال کر انہیں تکلیف نہ پہنچائے، ❀…ان کے گھر کے راستے کو تنگ نہ کرے، ❀…جو کچھ وہ اپنے گھر لے جا رہے ہوں اس پر نظر نہ گاڑے، ❀…اگر ان کے عیوب اس پر ظاہر ہوں تو انہیں چھپائے، ❀…اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو فوراً ان کی مدد کرے، ❀…پڑوسیوں کی غیر موجودگی میں ان کے گھر کی حفاظت کرنے میں غفلت کا مظاہرہ نہ کرے، ❀…ان کے خلاف کوئی بات نہ سنے، ❀…ان کی مستورات کے سامنے نگاہیں نیچی رکھے، ❀…ان کی خادمہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھے، ❀…ان کی اولاد کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرے، ❀…دین و دنیا کے جس معاملے میں انہیں رہنمائی کی ضرورت ہو، اس میں ان کی رہنمائی کرے۔

یہ ان حقوق کے علاوہ ہیں جو ہم نے عام مسلمانوں کے سلسلے میں ذکر کئے ہیں (یعنی وہ حقوق بھی پڑوسیوں کے حقوق میں شامل ہیں)۔

پڑوسی کا حق کیا ہے؟

محبوب ربّ ذوالجلال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟ پھر ارشاد فرمایا: اگر وہ تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو، اگر تم سے قرض مانگے تو اسے قرض دو، اگر محتاج ہو تو اس کی حاجت پوری کرو، اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو، اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت

کرو، اگر اسے کوئی بھلائی پہنچے تو مبارکباد دو اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے اونچا گھر نہ بناؤ کہ اسے ہوا نہ پہنچے، اسے تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر تم کوئی پھل خرید کر لاؤ تو اس میں سے پڑوسی کو بھی کچھ بھیجو، اگر ایسا نہ کر سکو تو چھپا کر لے جاؤ اور اپنے بچوں کو بھی وہ پھل گھر سے باہر نہ لانے دو کہ پڑوسی کے بچے اس پھل کی وجہ سے غمگین ہوں گے اور اپنی ہنڈیا کی خوشبو سے بھی پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ مگر یہ کہ کچھ سالن اسے بھی بھیج دو۔ یہ فرمانے کے بعد آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَتَدْرُوْنَ مَا حَقُّ الْجَارِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا يَبْلُغُ حَقَّ الْجَارِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَهُ اللهُ یعنی جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! پڑوسی کا حق صرف وہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ رحم فرمائے۔[1]

کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنا دیا جائے:

حضرت سیِّدُنا امام مجاہد عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَاحِد بیان کرتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کی خدمت میں حاضر تھا، ان کا غلام بکری کی کھال اُتار رہا تھا تو آپ نے فرمایا: اے غلام! جب تو کھال اُتار لے تو سب سے پہلے ہمارے یہودی پڑوسی کو دینا حتی کہ آپ نے یہ جملہ کئی بار فرمایا۔ غلام نے کہا: آپ کتنی بار یہ کہیں گے؟ فرمایا: رَسُوْلُ اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہمیں مسلسل پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتی کہ ہمیں خدشہ ہوا کہ کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنا دیں۔[2]

حضرت سیِّدُنا ہِشام بن حسان اَزدی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی یہودی اور نصرانی پڑوسی کو قربانی کا گوشت دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے[3]۔

---

1 ...شعب الایمان للبیهقی، باب فی اکرام الجار، ۷/ ۸۳، الحدیث: ۹۵۶۰

المعجم الکبیر، ۱۹/ ۴۱۹، الحدیث: ۱۰۱۴، ملتقطًا

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/ ۲۹۲، الرقم: ۱۳۲۷: عثمان بن عطاء الخراسانی

2 ...سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حق الجوار، ۳/ ۳۷۹، الحدیث: ۱۹۴۹، عن عبد اللہ بن عمرو

مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ماجاء فی التذمم للجار، الحدیث: ۳۲۰، ص ۲۱۶، عن عبد اللہ بن عمرو

3 ... بھنگی وغیرہ کسی کافر کو قربانی یا کوئی اور صدقہ دینا جائز نہیں ہرگز نہ دے۔ (فتاوی رضویہ (مخرجہ)، ۱۴/ ۴۰۸)

سالن پکاؤ تو پڑوسی کو بھی کچھ دو:

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِذَا طَبَخْتَ قِدْرًا فَاَكْثِرْ مَآءَهَا ثُمَّ انْظُرْ بَعْضَ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ جِيْرَانِكَ فَاغْرِفْ لَهُمْ مِنْهَا یعنی جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ رکھو پھر اپنے کچھ پڑوسیوں کو دیکھ کر اس میں سے کچھ ان کو دو۔[1]

گھر کے قریبی پڑوسی کا حق زیادہ ہے:

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے ایک میرے دروازے کے سامنے رہتا ہے اور دوسرا دروازے سے کچھ دور اور بعض اوقات میرے پاس موجود چیز اتنی ہوتی ہے کہ دونوں کو دینے کی گنجائش نہیں ہوتی، لہٰذا ان دونوں میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس کا دروازہ تمہارے سامنے ہے۔“[2]

پڑوسی سے جھگڑا نہ کرو:

خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو دیکھا کہ وہ اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا: ”اپنے پڑوسی سے مت جھگڑو کیونکہ لوگ چلے جاتے ہیں جبکہ یہ بات باقی رہ جاتی ہے۔“

غلام اور پڑوسی کے حقوق کو جمع کرنے کا حیلہ:

حضرت سیِّدُنا ابو علی حسن بن عیسی نیشاپوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سوال کیا کہ ایک پڑوسی میرے پاس آتا اور میرے غلام کی شکایت

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصية بالجار والاحسان اليه، الحديث: ۲۶۲۵، ص ۱۴۱۳

[2] ...صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب بمن يبدأ بالهدية، ۲/۱۷۴، الحديث: ۲۵۹۵

کرتا ہے کہ اس نے ایسا ایسا کیا ہے اور غلام اس بات کا انکار کرتا ہے، لہٰذا میں اپنے غلام کو مارنا بھی پسند نہیں کرتا کہ ہو سکتا ہے وہ اس سے بری ہو اور بغیر سزا کے چھوڑنا بھی ناپسند کرتا ہوں کہ ہمسایہ مجھ سے ناراض ہوگا، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: یہ ہو سکتا ہے کہ تمہارے غلام نے پہلے کبھی ایسا کوئی کام کیا ہو جس پر وہ سزا کا مستحق ہو تو تم غلام کے بارے میں اس کام کو یاد رکھو اور جب تمہارا پڑوسی غلام کی شکایت کرے تو غلام کو اس سابقہ کام پر سزا دو یوں تم پڑوسی کو بھی راضی کر لو گے اور غلام کی تادیب بھی کر لو گے، اس طرح تم پڑوسی اور غلام دونوں کے حقوق کو جمع کر لو گے۔

10 اچھے اخلاق:

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "10 عادات ایچھے اخلاق میں سے ہیں جو بیٹے میں ہوتی ہیں باپ میں نہیں، غلام میں ہوتی ہیں آقا میں نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ اسے عطا فرماتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے: (۱) سچ بولنا، (۲) لوگوں سے سچائی کے ساتھ پیش آنا، (۳) سائل کو عطا کرنا، (۴) نیکی کا بدلہ دینا، (۵) صلہ رحمی کرنا، (۶) امانت کی حفاظت کرنا، (۷) اپنے پڑوسی کے حق کی رعایت کرنا، (۸) اپنے دوست کے حق کی رعایت کرنا، (۹) مہمان نوازی کرنا اور (۱۰) ان سب باتوں کی اصل حیا۔"

کسی کا تحفہ حقیر نہ سمجھو اگرچہ کم تر ہو:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَۃٌ لِّجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاۃٍ یعنی اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے بھیجے ہوئے تحفے کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔[1]

خوش بختی کی علامت:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی خوش قسمتی میں سے ہے

1... صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب الهبة... الخ، ۲/۱۶۵، الحدیث: ۲۵۶۶

کہ مکان کشادہ، پڑوسی نیک اور سواری عمدہ ہو۔[1]

عمل کے اچھا یا برا ہونے کا معیار:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: ”مجھے یہ کیسے معلوم ہو کہ میں نے اچھا کام کیا یا بُرا؟“ تو پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم اپنے پڑوسی کو یہ کہتے سنو کہ تم نے اچھا کیا تو واقعی تم نے اچھا کام کیا اور جب یہ کہتے سنو کہ تم نے بُرا کیا تو واقعی تم نے بُرا کام کیا۔“[2]

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ لَهٗ جَارٌ فِيْ حَائِطٍ اَوْ شَرِيْكٌ فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يُعْرِضَهٗ عَلَيْهِ یعنی جس کا باغ میں کوئی پڑوسی یا شریک ہو تو وہ اس باغ کو فروخت نہ کرے جب تک اس باغ کو ان پر پیش نہ کرلے۔[3]

پڑوسی کی دیوار پر شہتیر رکھنا کیسا؟

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فیصلہ فرمایا کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کی دیوار پر شہتیر رکھ سکتا ہے خواہ وہ پڑوسی راضی ہو یا نہ ہو۔[4]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ نبیوں کے سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی بھی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر شہتیر رکھنے سے منع نہ کرے۔“[5]

---

1 ...الادب المفرد للبخاری، باب الجار الصالح، الحدیث: ۱۱۶، ص ۵۳

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الثناء الحسن، ۴/ ۴۷۸، ۴۷۹، الحدیث: ۴۲۲۲، ۴۲۲۳

3 ...سنن ابن ماجه، کتاب الشفعة، باب من باع رباعا فلیؤذن شریکه، ۳/ ۱۸۷، الحدیث: ۲۴۹۲، ۲۴۹۳، بتغیر قلیل
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله، ۵/ ۱۳۷، الحدیث: ۱۴۸۶۰

4 ...السنن الکبری للبیهقی، کتاب احیاء الموات، باب القوم یختلفون فی سعة... الخ، ۶/ ۲۵۵، الحدیث: ۱۱۸۶۰

5 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ۳/ ۱۰۵، الحدیث: ۷۷۰۶، عن ابی هریرة
صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب غرز الخشب فی جدار الجار، الحدیث: ۱۶۰۹، ص ۸۶۹، عن ابی هریرة، بتغیر قلیل

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے: کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں پڑوسی کی دیوار پر شہتیر رکھنے سے اعراض کرتے دیکھتا ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تم سے زبردستی اس پر عمل کراؤں گا۔ [1]

اسی بنا پر بعض علما نے اسے واجب قرار دیا [2]۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے شیریں بنا دیتا ہے۔ عرض کی گئی: ”شریں بنانے سے کیا مُراد ہے؟“ تو ارشاد فرمایا: ”ہمسایوں کے نزدیک اسے محبوب بنا دیتا ہے۔“ [3]

تیسری فصل: رشتہ داروں کے حقوق

رشتہ داروں کے حقوق کے متعلق 14 روایات:

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میں رحمٰن ہوں اور یہ رحم ہے اسے میں نے اپنے اسم سے مشتق کیا ہے جو اسے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے قطع کرے گا میں اسے قطع کر دوں گا۔ [4]

﴿2﴾... جسے یہ پسند ہو کہ اس کی عمر دراز اور رزق میں کشادگی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ [5]

﴿3﴾... مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّمَدَّ لَہٗ فِیْ عُمْرِہٖ وَیُوَسَّعَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ فَلْیَتَّقِ اللہَ وَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ یعنی جسے یہ پسند ہو کہ اس کی عمر دراز اور رزق میں کشادگی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔ [6]

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب غرز الخشب فی جدار الجار، الحدیث: ۱۶۰۹، ص ۸۶۹

2 ...حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ اور اکثر عُلَمائے سَلَف رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کے نزدیک پڑوسی کی دیوار پر شہتیر رکھنا واجب نہیں، حدیث پاک میں جو حکم ہے وہ استحبابی ہے۔ (عمدۃ القاری، ۹/ ۲۱۷)

3 ...المستدرک، کتاب الجنائز، باب خیارکم اطولکم اعمارا واحسنکم عملا، ۱/ ۶۵۸، الحدیث: ۱۲۹۸، بتغیر

4 ...سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحم، ۲/ ۱۸۴، الحدیث: ۱۶۹۴، مفہومًا

5 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، الحدیث: ۲۵۵۷، ص ۱۳۸۴

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ۴/ ۴۹۲، الحدیث: ۱۳۵۸۶

6 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ۱/ ۳۰۲، الحدیث: ۱۲۱۲

﴿4﴾... بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ”لوگوں میں سے سب سے افضل کون ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بہت ڈرنے والا، خوب صلہ رحمی کرنے والا اور بکثرت نیکی کی دعوت دینے والا اور برائی سے روکنے والا ہو۔“[1]

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ”مجھے میرے خلیل صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صلہ رحمی کرنے کی وصیت فرمائی اگرچہ رشتہ دار پیٹھ پھیر جائیں اور مجھے سچ بولنے کا حکم دیا اگرچہ کڑوا ہو۔“

﴿6﴾... صلہ رحمی عرش کے ساتھ معلق ہے اور بدلے کے طور پر نیکی کرنے والا، جوڑنے والا نہیں بلکہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔[2]

﴿7﴾... عبادات میں سب سے جلد ثواب صلہ رحمی پر ملتا ہے یہاں تک کہ تمام گھر والے فسق وفجور میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن جب وہ آپس میں صلہ رحمی کرتے ہیں تو ان کا مال بڑھ جاتا اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔[3]

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا زید بن اسلم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم سے مروی ہے کہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مکہ کی طرف نکلے تو ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی: اگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سفید عورتوں اور سرخ اونٹنیوں کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ بنو مُدْلَج (عرب کے ایک قبیلے) پر حملہ کریں۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے بنو مُدْلَج پر حملہ کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔“[4]

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث دُرَّۃ بنت لھب بن عبد المطلب، ۱۰/ ۴۰۲، الحدیث: ۲۷۵۰۴، بتغیر قلیل

2 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافیء، ۴/ ۹۸، الحدیث: ۵۹۹۱

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/ ۵۶۱، الحدیث: ۶۵۳۵

3 ...المعجم الاوسط، ۱/ ۳۰۷، الحدیث: ۱۰۹۲

4 ...المحکم والمحیط الاعظم لابن سیدہ، حرف اللام، باب الثنائی والمضاعف، اللام والباء، ۱۰/ ۳۶۹

کنز العمال، کتاب الاخلاق، باب صلۃ الرحم... الخ، ۳/ ۱۴۵، الحدیث: ۶۹۳۵

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا اسماء بنت ابی بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں تو میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: میرے پاس میری والدہ آئی ہیں اور وہ مشرکہ ہیں تو کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں۔“[1]

ایک روایت میں ہے: ”کیا میں انہیں کچھ عطا کروں؟“ تو ارشاد فرمایا: ”ہاں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔“[2]

﴿10﴾... اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمَسَاكِيْنِ صَدَقَةٌ وَعَلٰى ذِي الرَّحِمِ اِثْنَتَانِ یعنی مسکینوں پر صدقہ کرنے سے ایک صدقے کا ثواب ملتا ہے جبکہ رشتہ دار پر صدقہ کرنے سے دو صدقوں کا ثواب ملتا ہے۔[3]

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس فرمانِ باری تعالیٰ:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ (پ۴، آل عمران: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

پر عمل کرنے کے خواہاں تھے، لہٰذا آپ نے اپنا پسندیدہ باغ صدقہ کرنے کا ارادہ کیا اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ باغ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اور فقرا و مساکین کے لئے ہے۔“ تو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تمہارا اجر لازم ہو گیا اب اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔“[4]

﴿12﴾... اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ یعنی سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو پوشیدہ عداوت رکھنے والے رشتہ

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب رقم: ۱۸، ۲/ ۳۷۱، الحدیث: ۳۱۸۳

سنن ابی داود، کتاب الزکاة، باب الھدیة علی اھل الذمة، ۲/ ۱۷۷، الحدیث: ۱۶۶۸

2 ...السنن الکبری للبیھقی، کتاب الزکاة، باب صدقة النافلة علی المشرک... الخ، ۴/ ۳۲۱، الحدیث: ۷۸۴۳

3 ...سنن الترمذی، کتاب الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة، ۲/ ۱۴۲، الحدیث: ۶۵۸

سنن النسائی، کتاب الزکاة، باب الصدقة علی الاقارب، الحدیث: ۲۵۷۹، ص ۴۲۵

4 ...صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین... الخ، الحدیث: ۹۹۸، ص ۵۰۰

تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم: ۲۳۳۷: زید بن سھل... ابو طلحة الانصاری، ۱۹/ ۴۱۵، الحدیث: ۴۵۳۳

دار پر کیا جائے۔[1]

﴿13﴾...اَفْضَلُ الْفَضَائِلِ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَتَصْفَحَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ یعنی افضل ترین عمل یہ ہے کہ جو تیرے ساتھ رشتہ توڑے تو اس کے ساتھ جوڑ، جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کر، جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر۔[2]

﴿14﴾...منقول ہے کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حُکّام کی طرف خط لکھا جس میں تحریر کیا: "رشتہ داروں سے کہو کہ ایک دوسرے سے ملا کریں لیکن ایک دوسرے کے قریب قریب نہ رہیں۔" آپ نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کہ پڑوس کی وجہ سے حقوق کی زیادتی ہو جائے گی جس کے باعث ان پر عمل کرنا دشوار ہو جائے گا اور بسا اوقات نوبت لڑائی جھگڑے و قطع تعلقی تک پہنچ جائے گی۔

چوتھی فصل: والدین اور اولاد کے حقوق

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جب قرابت اور رشتہ داری کے حق کی تاکید ہے تو رشتہ داروں میں زیادہ خاص اور قریبی رشتہ ولادت کا ہے اس لئے اس کے حقوق باقی اقارب سے کئی گنا زائد ہیں۔

والدین کے حقوق کے متعلق 10 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾...لَنْ يَجْزِيَ وَلَدٌ وَّالِدَهٗ حَتّٰى يَجِدَهٗ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ یعنی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا یہاں تک کہ بیٹا اپنے باپ کو غلام پائے اور اسے خرید کر آزاد کر دے۔[3]

﴿2﴾...بِرُّ الْوَالِدَيْنِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ یعنی والدین کے ساتھ بھلائی کرنا نماز، صدقہ، روزہ، حج، عمرہ اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔[4]

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ایوب الانصاری، ۹/۱۳۸، الحدیث: ۲۳۵۸۹
صحیح ابن خزیمة، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة علی ذی الرحم الکاشح، ۴/۷۸، الحدیث: ۲۳۸۶

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن انس الجهنی، ۵/۳۰۹، الحدیث: ۱۵۶۱۸، بتغیر قلیل
فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، ۱/۲۰۸، الحدیث: ۱۴۳۹

3 ...صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد، الحدیث: ۱۵۱۰، ص ۸۱۲

4 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، ۳/۲، الحدیث: ۲۷۵۲، بتغیر و اختصار

﴿3﴾... جس شخص نے صبح اس حال میں کی کہ اس کے ماں باپ اس سے راضی تھے تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے اور جس نے شام بھی اسی طرح کی تو اس کے لئے بھی اسی کی مثل ہے اور اگر ایک راضی ہو تو ایک دروازہ کھلے گا، اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں اور یہ بات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین بار ارشاد فرمائی۔ جس شخص نے صبح اس حال میں کی کہ اس کے ماں باپ اس سے ناراض تھے تو اس نے صبح اس حال میں کی کہ اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھلے اور جس نے شام بھی اسی طرح کی تو اس کے لئے بھی اسی کی مثل ہے اور اگر ایک ناراض ہو تو ایک دروازہ کھلے گا اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں اور یہ بات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین بار ارشاد فرمائی۔[1]

﴿4﴾... اِنَّ الْجَنَّةَ يُوْجَدُ رِيْحُهَا مِنْ مَّسِيْرَةِ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ وَّلَا يَجِدُ رِيْحَهَا عَاقٌّ وَّلَا قَاطِعُ رَحِمٍ یعنی بے شک جنت کی خوشبو 500 سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے مگر ماں باپ کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔[2]

﴿5﴾... بِرَّ اُمَّكَ وَاَبَاكَ وَاُخْتَكَ وَاَخَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ یعنی اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے ساتھ بھلائی کرو پھر حسبِ مراتب دیگر رشتہ داروں کے ساتھ۔[3]

منقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! جو شخص اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرتا اور میری نافرمانی کرتا ہے تو میں ایسے شخص کو نیک فرمانبردار لکھتا ہوں اور جو شخص میری فرمانبرداری کرتا اور والدین کی نافرمانی کرتا ہے تو میں ایسے شخص

---

1 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی بر الوالدین، ۶/۲۰۶، الحدیث: ۷۹۱۶
فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، ۲/۳۰۷، الحدیث: ۶۳۵۵

2 ...المعجم الاوسط، ۴/۱۸۷، الحدیث: ۵۶۶۴، فیہ مائۃ الف عام

3 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، ۴/۴۳۳، الحدیث: ۵۱۳۹، ۵۱۴۰، بتغیر قلیل
المستدرک، کتاب البر والصلۃ، باب بر امک واباک... الخ، ۵/۲۰۸، الحدیث: ۷۳۲۷

کو نافرمان لکھتا ہوں۔

مروی ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس (مصر) میں تشریف لائے تو حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام، حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے کھڑے نہ ہوئے [1] تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ”کیا تم اپنے والد کے لئے کھڑا ہونے کو بڑی بات خیال کرتے ہو؟ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تمہاری پشت سے کسی نبی کو پیدا نہیں کروں گا۔“

﴿6﴾... کسی پر حرج نہیں ہے کہ جب وہ صدقہ کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے والدین کی طرف سے کرے جب کہ وہ مسلمان ہوں تو والدین کو اس کا ثواب ملے گا اور اسے بھی انہیں کے برابر ثواب ملے گا بغیر اس کے ثواب میں کچھ کمی ہوئے۔[2]

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا مالک بن ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کے ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی: ”یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا مجھ پر میرے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں کچھ حق باقی ہے کہ جس کو میں ان کی وفات کے بعد ادا کروں؟ ارشاد فرمایا: ہاں! ان کے لئے دعا کرو، ان کی مغفرت چاہو، ان کے وعدوں کو پورا کرو، ان کے دوستوں کی عزت کرو اور صلۂ رحمی کرو کیونکہ والدین کے سبب ہی صلہ رحمی کا سلسلہ ہے۔[3]

1... حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا یُوسُف عَلَیْہِ السَّلَام کی حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے ملاقات ہوئی تو حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے معانقہ فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی ملاقات کے لئے جلدی فرمائی۔

(الدر المنثور، ۴/ ۵۹۰ ...... اتحاف السادۃ المتقین، ۷/ ۲۸۸)

2... المعجم الاوسط، ۵/ ۳۹۴، الحدیث: ۷۷۲۶

تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم: ۶۴۹۰: محمد بن العباس بن الولید، ۵۳/ ۳۰۷، الحدیث: ۱۱۲۶۳

3... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، ۴/ ۴۳۴، الحدیث: ۵۱۴۲

سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب صل من کان ابوک یصل، ۴/ ۱۸۶، الحدیث: ۳۶۶۴

﴿8﴾... بے شک سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ بندہ اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔[1]

﴿9﴾... بِرُّالْوَالِدَةِ عَلَى الْوَلَدِ ضِعْفَان یعنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا ثواب باپ کے مقابلے میں دگنا ہے۔

﴿10﴾... ماں کی دعا (اولاد کے لئے) جلد قبول ہوتی ہے۔ عرض کی گئی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا: ماں، باپ کے مقابلے میں زیادہ مہربان ہوتی ہے اور رحم کی دعا رد نہیں ہوتی۔

اولاد کے حقوق کے متعلق 6 فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں کس کے ساتھ بھلائی کروں؟ ارشاد فرمایا: "اپنے والدین کے ساتھ۔" اس نے عرض کی: میرے ماں باپ وفات پا چکے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کے ساتھ بھلائی کرو جیسے تم پر تمہارے والدین کا حق ہے اسی طرح تم پر تمہاری اولاد کا بھی حق ہے۔[2]

﴿2﴾... رَحِمَ اللہُ وَالِدًا اَعَانَ وَلَدَہٗ عَلٰی بِرِّہٖ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس باپ پر رحم فرمائے جو اپنی اولاد کی نیک کام پر مدد کرتا ہے۔[3]

یعنی اپنی بدعملی کی وجہ سے اولاد کو نافرمانی پر جری نہیں کرتا۔

﴿3﴾... سَاوُوْا بَیْنَ اَوْلَادِکُمْ فِی الْعَطِیَّۃِ یعنی اپنی اولاد کو عطا کرنے میں برابری رکھو۔[4]

منقول ہے کہ بیٹا سات برس تک مثل خوشبو ہے جسے سونگھ کر فائدہ اٹھایا جاتا ہے پھر سات برس تک مثل خادم اور اس کے بعد یا تو وہ دشمن ہے یا شریک۔

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل صلۃ اصدقاء... الخ، الحدیث: ۲۵۵۲، ص ۱۳۸۲

2 ...الادب المفرد للبخاری، باب بر الاب لولدہ، الحدیث: ۹۴، ص ۴۸

3 ...مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، باب ماجاء فی حق الولد علی والدہ، ۶/ ۱۰۱، الحدیث: ۱

4 ...صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب الھبۃ للولد... الخ، ۲/ ۱۷۱

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۴/ ۴۲۹، الرقم: ۸۰۸: سعید بن یوسف الیمانی

﴿4﴾... بچے کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس سے تکلیف (یعنی بالوں) کو دور کیا جائے، جب وہ چھ سال کا ہو جائے تو اسے ادب سکھائے اور جب 10 سال کا ہو جائے تو اس کا بستر الگ کر دے اور جب 13 سال کا ہو جائے تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارے اور جب 16 سال کا ہو جائے تو اس کا باپ اس کی شادی کرا دے پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہے: میں نے تجھے ادب سکھایا، تعلیم دی اور تیرا نکاح کیا، میں دنیا میں تیرے فتنے سے اور آخرت میں تیرے عذاب کی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتا ہوں۔[1]

﴿5﴾... مِنْ حَقِّ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهٖ اَنْ يُّحْسِنَ اَدَبَهٗ وَيُحْسِنَ اسْمَهٗ یعنی باپ پر اولاد کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اسے اچھی طرح ادب سکھائے اور اس کا اچھا نام رکھے۔[2]

﴿6﴾... ہر لڑکا یا لڑکی اپنے عقیقہ میں گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔[3]

حضرت سیِّدُنا قتادہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب عقیقہ کا جانور ذبح کرو تو اس ذبیحہ کے کچھ بال لے کر اس کی گردن کے خون سے تر کر کے بچے کے سر پر رکھ دو حتی کہ اس سے دھاگے کی مثل دھار جاری ہو جائے پھر اس کے سر کو دھو ڈالو اور اس کے بعد سر مونڈا دو۔

اولاد کے لئے بددعا نہ کرو:

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایک بیٹے کی شکایت کی، تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے پوچھا: "کیا تم نے اس کے لئے بددعا کی ہے؟" اس نے کہا: ہاں! فرمایا: "اس کو تم نے ہی خراب کیا ہے۔"

1... مصنف ابن ابی شیبة، کتاب العقیقة، باب فی ای یوم تذبح العقیقة، ۵/ ۵۳۲، الحدیث: ۱، ۲، باختصار
السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصلاة، باب عورة الرجل، ۲/ ۳۲۴، الحدیث: ۳۲۳۶، باختصار
سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة، ۱/ ۲۰۸، الحدیث: ۴۹۵، بتغیر و اختصار

2... شعب الایمان للبیهقی، باب فی حقوق الاولاد والاهلین، ۶/ ۴۰۰، الحدیث: ۸۶۵۸، بتقدم و تاخر

3... سنن ابی داود، کتاب الضحایا، باب العقیقة، ۳/ ۱۴۱، الحدیث: ۲۸۳۷

اولاد کے ساتھ نرمی کرنا مستحب ہے۔

اولاد کا شفقت سے بوسہ لینا:

حضرت سیِّدُنا اَقْرَع بن حابِس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرت سیِّدُنا امامِ حَسَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بوسہ لیتے دیکھ کر عرض کی: میرے 10 بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی ایک کا بھی بوسہ نہیں لیا۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ یعنی جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔“[1]

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”اسامہ کا چہرہ دھو دو۔“ میں اس کا چہرہ دھونے لگی لیکن میں اس دھونے کو ناپسند کر رہی تھی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرا ہاتھ جھٹکا پھر اسامہ کو لیکر ان کا چہرہ دھویا پھر انہیں بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا: ”اس نے ہم پر احسان کیا کہ لڑکی نہیں ہوا۔“[2]

آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حسنین کریمین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے محبت:

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پھسل گئے جبکہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر پر جلوہ فرما تھے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر سے نیچے تشریف لائے اور انہیں گود میں اٹھالیا اور یہ آیت طیبہ تلاوت فرمائی:

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌؕ (پ۲۸، التغابن: ۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں۔[3]

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمتہ الصبیان العیال... الخ، الحدیث: ۲۳۱۸، ص ۱۲۶۷
صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ... الخ، ۴/ ۱۰۰، الحدیث: ۵۹۹۷

2 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب حمل الولدان وشمھم وتقبیلھم، ۸/ ۶۰، الحدیث: ۲۲۹

3 ...سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ۵/ ۴۲۹، الحدیث: ۳۷۹۹، بتغیر قلیل

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن شَدَّاد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ امامُ الانبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، حالت سجدہ میں تھے کہ حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آئے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گردن مبارک پر بیٹھ گئے۔ چنانچہ، آپ نے سجدہ لمبا کر دیا یہاں تک کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے گمان کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کوئی معاملہ پیش آگیا ہے۔ جب نماز مکمل ہوئی تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ نے لمبا سجدہ کیا یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ آپ کو کوئی معاملہ پیش آگیا ہے۔ تو ارشاد فرمایا: ”میرا نواسہ میری گردن پر سوار ہو گیا تھا اور میں نے اس کا مطلب پورا ہوئے بغیر جلدی کرنا مناسب نہ سمجھا۔“[1]

سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس طویل سجدہ فرمانے سے چند فوائد معلوم ہوئے: ❀...اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، ❀...اولاد کے ساتھ نرمی و بھلائی کرنا، ❀...امت کو اولاد کے ساتھ رحم کرنے کی تعلیم دینا۔

جنت کی خوشبو:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رِیْحُ الْوَلَدِ مِنْ رِیْحِ الْجَنَّۃِ یعنی اولاد کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے۔[2]

اولاد کے ساتھ کیسا رویہ ہونا چاہئے؟

حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بن قَیْس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بُلایا، جب

---

1 ...سنن النسائی، کتاب التطبیق، باب ھل یجوز ان تکون سجدۃ اطول؟... الخ، الحدیث: ۱۱۳۸، ص۱۹۶، بتغیر قلیل
موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب حمل الولدان وشمھم وتقبیلھم، ۸/۵۸، الحدیث: ۲۱۹

2 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العیال، باب حمل الولدان وشمھم وتقبیلھم، ۸/۶۱، الحدیث: ۲۳۱
المعجم الاوسط، ۴/۲۴۳، الحدیث: ۵۸۶۰

وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: ”اے ابو بحر! آپ اولاد کے بارے میں کیا کہتے ہیں ؟“ تو حضرت سیِّدُنا اَحنَف بن قَیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کی: ”اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! اولاد ہمارے دلوں کے میوے اور ہماری پیٹھوں کے سہارے ہیں جبکہ ہم ان کے لئے مثل نرم وہموار زمین اور سایہ دار آسمان ہیں، ان ہی کے لئے ہم مہمات میں کود پڑتے ہیں۔ اگر یہ کچھ مانگیں تو انہیں عطا کرو اور اگر ناراض ہوں تو انہیں راضی کرو اس طرح یہ تم سے دل و جان سے محبت کریں گے اور ان پر بوجھ نہ بنو ورنہ یہ تمہاری زندگی سے اکتا کر تمہاری موت کی تمنا اور تمہارے قرب کو ناپسند کریں گے۔“ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اے اَحنَف! آپ کے آنے سے پہلے میں یزید پر غیظ و غضب سے بھرا ہوا تھا۔“ جب حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وہاں سے نکلے تو حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یزید سے راضی ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یزید کی طرف دو لاکھ درہم اور 200 کپڑے بھیجے جن میں سے نصف یزید نے حضرت سیِّدُنا احنف بن قیس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بھجوا دیئے یعنی ایک لاکھ درہم اور 100 کپڑے انہیں بھجوا دیئے۔

والدین کے حقوق کے متعلق جو روایات ذکر ہوئیں ان سے والدین کے حقوق کی تاکید معلوم ہوتی ہے رہا یہ امر کہ ان کے حقوق کی ادائیگی کس طرح ہو تو حقِ اخوت کے سلسلے میں اس کے متعلق گفتگو گزر چکی ہے کیونکہ والدین کا تعلق رشتۂ اخوت سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے بلکہ اس میں دو امور زائد ہیں:

﴿1﴾... اکثر علما اس طرف گئے ہیں کہ حرام محض کے علاوہ شبہات میں والدین کی اطاعت کرنا واجب ہے یہاں تک کہ اگر وہ تمہارے تنہا کھانا کھانے سے ناراض ہوتے ہوں تو تم پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ اس لئے کہ شبہ کو چھوڑنا تقویٰ ہے جبکہ والدین کی رضا واجب ہے۔

﴿2﴾... والدین کی اجازت کے بغیر کسی جائز کام یا نفلی عمل کے لئے سفر کرنا جائز نہیں حتی کہ فریضۂ حج کی

ادائیگی میں بھی تاخیر کرے گا[1] کیونکہ فی الفور حج کی ادائیگی فرض نہیں بلکہ نفلی عمل ہے[2]۔

اسی طرح طلبِ علم کے لئے جانا بھی نفلی عمل ہے تاہم نماز روزے وغیرہ فرض علوم کی تحصیل کے لئے سفر کر سکتا ہے اور یہ بھی اس صورت میں جب شہر میں کوئی فرض علوم کے بارے میں آگاہی دینے والا نہ ہو، یوں ہی وہ شخص جو ایسے شہر میں مسلمان ہوا ہو جہاں کوئی اسلامی احکام سکھانے والا نہ ہو تو اس پر ہجرت لازم ہے اور اس صورت میں وہ والدین کے حقوق میں مقید نہیں کہلائے گا۔

توحید کے بعد سب سے بہتر عمل:

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے یمن سے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہجرت کی اور جہاد کا ارادہ کیا۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے دریافت فرمایا: ”کیا یمن میں تمہارے والدین ہیں؟“ اس نے عرض کی: جی ہاں! پھر پوچھا: ”کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟“ عرض کی: نہیں۔ تو ارشاد فرمایا: ”اپنے والدین کے پاس جاؤ اگر وہ تمہیں اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ جس قدر ہو سکے ان کے ساتھ بھلائی کرو، بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توحید کے بعد یہی سب سے بہتر عمل ہے جس کے ساتھ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کرو گے۔“[3]

جنت ماں کے قدموں تلے ہے:

ایک شخص بارگاہِ رسالت میں جہاد میں شرکت سے متعلق مشورہ لینے حاضر ہوا، تو حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے استفسار فرمایا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! تو آپ

---

1 ...سیِّدی اعلیٰ حضرت مُجدِّدِ دِین و مِلَّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: حج فرض میں والدین کی اجازت درکار نہیں بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ (مخرجہ)، ۱۰/ ۶۵۸)

2 ...احناف کے نزدیک: حج فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی فی الفور واجب ہے یعنی اسی سال ادا کرے گا جس سال فرض ہوا تاخیر کی صورت میں گناہ گار ہو گا۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۱/ ۱۰۳۶)

3 ...سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی الرجل یغزو وابواہ کارھان، ۳/ ۲۵، الحدیث: ۲۵۳۰، بدون: ما استطعت... الخ

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ماں کی خدمت کرو جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔[1]

ایک شخص ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور یہ کہنے لگا: میں اپنے پیچھے والدین کو روتا چھوڑ کر آیا ہوں۔ تو حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنے والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور جس طرح انہیں رلایا ہے اسی طرح انہیں ہنساؤ۔"[2]

بڑے بھائی کا حق:

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَۃِ عَلٰی صَغِیْرِھِمْ کَحَقِّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ یعنی بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی پر وہی حق ہے جو باپ کا اولاد پر ہے۔[3]

بد خلقی کا علاج:

رحمتِ عالم، نُورِ مجسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کی سواری سرکش ہو جائے یا بیوی یا گھر کا کوئی فرد بد خُلق ہو جائے تو اس کے کان میں اذان دو۔

پانچویں فصل:

غلاموں کے حقوق

مملوکہ غلاموں اور باندیوں کے بھی معاشرے میں کچھ حقوق ہیں جن کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

غلاموں کے حقوق کے متعلق 4 فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾... پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بوقتِ وصال نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو انہیں وہ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور ان سے

---

1 ...سنن النسائی، کتاب الجھاد، باب الرخصۃ فی التخلف لمن لہ والدۃ، الحدیث: ۳۱۰۱، ص ۵۰۴

2 ...سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی الرجل یغزو وابواہ کارھان، ۳/ ۲۴، الحدیث: ۲۵۲۸
سنن النسائی، کتاب البیعۃ، باب البیعۃ علی الھجرۃ، الحدیث: ۴۱۶۹، ص ۶۷۹

3 ...شعب الایمان للبیھقی، باب فی بر الوالدین، ۶/ ۲۱۰، الحدیث: ۷۹۲۹
مراسیل ابی داود ملحق سنن ابی داود، باب فی بر الوالدین، ص ۱۹

ان غلاموں اور لونڈیوں میں سے جسے تم پسند کرتے ہو اسے اپنے پاس رکھو اور جسے ناپسند کرتے ہو اسے بیچ دو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کو عذاب نہ دو اس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا ہے اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو تمہیں ان کے قابو میں دے دیتا۔[1]

﴿2﴾... غلاموں کو رواج کے مطابق کھلاؤ اور پہناؤ اور جس کام کے کرنے کی ان میں طاقت نہ ہو اس کی انہیں تکلیف نہ دو۔[2]

﴿3﴾... لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خِبٌّ وَّلَا مُتَکَبِّرٌ وَّلَا خَائِنٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ یعنی دھوکا باز، متکبر، خیانت کرنے والا اور خادموں کے ساتھ بُرا سلوک کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔[3]

﴿4﴾... ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یَارَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم غلام کو کتنی مرتبہ معاف کریں؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ دیر خاموش رہے پھر ارشاد فرمایا: ''روزانہ 70 مرتبہ معاف کرو۔''[4]

1... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حق المملوک، ۴/۴۳۷، الحدیث: ۵۱۵۶
صحیح مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب اطعام المملوک مما یاکل... الخ، الحدیث: ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ص۹۰۶، ۹۰۷
مساوی الاخلاق للخرائطی، باب عقوبات المملوکین... الخ، الحدیث: ۱۱۷، ص۲۸۷، احببتم بدلہ: رضیتم
الطبقات الکبری لابن سعد، ۷/۳۵۰، الرقم: ۴۹۳۲: سَنْدَر مولی رسول اللہ، احببتم بدلہ: رضیتم
شرح صحیح البخاری لابن بطال، کتاب العتق، باب کراهیۃ التطاول علی الرقیق، ۷/۶۸

2... صحیح مسلم، کتاب الایمان والنذور، باب اطعام المملوک مما یاکل... الخ، الحدیث: ۱۶۶۲، ص۹۰۶

3... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، ۱/۲۰، الحدیث: ۱۳، بدون: مکتبر
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر، حرف النون باب نافع، ۴/۵۲، الرقم: ۲۶۱۶، نافع مولی رسول اللہ، فیہ ذکر فقط ''متکبر''

4... سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی العفو عن الخادم، ۳/۳۸۱، الحدیث: ۱۹۵۶
سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حق المملوک، ۴/۴۳۹، الحدیث: ۵۱۶۴

غلاموں کے متعلق 6 اقوال بزرگانِ دین:

﴿1﴾... خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر ہفتہ کے دن مدینہ شریف کے بالائی حصے میں تشریف لے جاتے، اگر آپ وہاں کسی غلام کو ایسا کام کرتے پاتے جس کی اسے طاقت نہ ہوتی تو اس کا ہاتھ بٹاتے۔

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو دیکھا جو سواری پر تھا اور اس کا غلام اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا تو آپ نے اس شخص سے فرمایا: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! اسے بھی اپنے پیچھے سوار کر لے یہ تمہارا بھائی ہے اور اس کی روح تمہاری روح کی طرح ہے، تو اس شخص نے اس غلام کو سوار کر لیا۔ پھر حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "بندہ اس وقت تک اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دور رہتا ہے جب تک لوگ اس کے پیچھے پیدل چلیں۔"

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا ابو دَرْداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی لونڈی نے آپ سے عرض کی: میں ایک سال سے آپ کو زہر دیتی رہی مگر اس نے آپ پر کوئی اثر نہیں کیا۔ تو حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے پوچھا: "تم نے ایسا کیوں کیا؟" اس نے عرض کی: "آپ کی غلامی سے نجات پانے کے لئے۔" تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "جا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے آزاد ہے۔"

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب تم اپنے غلام سے کہو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ذلیل کرے تو وہ آزاد ہے (یعنی ایسا کہنے والے کو چاہئے کہ وہ غلام کو آزاد کر دے)۔"

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا اَحْنَف بن قَیْس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: آپ نے بردباری کس سے سیکھی؟ فرمایا: حضرت سیِّدُنا قیس بن عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے۔ پوچھا گیا: ان کی بردباری کس درجہ کی تھی؟ فرمایا: "ایک دن میں حضرت سیِّدُنا قیس بن عاصم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی خادمہ آئی اور اس کے ہاتھ میں ایک سیخ تھی جس پر بھنا ہوا کباب تھا، وہ سیخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپ کے بچے

پر گر گئی جس کی وجہ سے بچے کا انتقال ہو گیا، خادمہ پر دہشت طاری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: اس کا خوف اس وقت دور ہو گا جب یہ آزاد ہو گی۔ چنانچہ، آپ نے خادمہ سے فرمایا: تم آزاد ہو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا عَون بن عبدُاللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا غلام جب آپ کی نافرمانی کرتا تو آپ اس سے فرماتے: "تو اپنے مالک سے کتنی مشابہت رکھتا ہے۔ تیرا مالک، مالک عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا ہے اور تو اپنے مالک کی نافرمانی کرتا ہے۔" ایک دن غلام نے آپ کو بہت غصہ دلایا تو آپ نے فرمایا: "تو چاہتا ہے کہ میں تجھے ماروں (ایسا نہیں ہو سکتا) جا، تو آزاد ہے۔"

حکایت: آیات قرآنی پر عمل ہو تو ایسا:

حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان کے پاس ایک مہمان آیا تو آپ نے خادمہ سے رات کا کھانا جلدی لانے کو کہا۔ چنانچہ، وہ ہاتھ میں سالن کا برتن لئے تیزی سے آ رہی تھی کہ اس کا پاؤں پھسلا اور سالن کا برتن حضرت سیِّدُنا میمون بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان کے سر پر گر گیا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اے لونڈی! تو نے مجھے جلا دیا۔" لونڈی نے کہا: اے بھلائی سکھانے والے اور لوگوں کو ادب سکھانے والے! آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان پر عمل کریں۔ پوچھا: "کس فرمان پر؟" اس نے کہا: وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ (پ۴، ال عمرٰن: ۱۳۴، ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے)۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ اس نے کہا: وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ (پ۴، ال عمرٰن: ۱۳۴، ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں سے درگزر کرنے والے)۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "میں نے تجھے معاف کیا۔" تو خادمہ نے کہا: مزید کرم فرمایئے! کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ۚ (پ۴، ال عمرٰن: ۱۳۴، ترجمۂ کنزالایمان: اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں)۔ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "جا! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے تو آزاد ہے۔"

یہ رضائے الٰہی کے لئے آزاد ہے:

حضرت سیِّدُنا محمد بن مُنْکَدِر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے

غلام کو مارا تو غلام کہنے لگا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مجھے چھوڑ دو! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے مجھے معاف کر دو!“ مگر صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے غلام کو معاف نہ کیا۔ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس غلام کی چیخ وپکار سنی تو اس کی طرف تشریف لے گئے جب اس صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تشریف لاتے دیکھا تو اپنا ہاتھ روک لیا۔ حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس غلام نے تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا واسطہ دیا مگر تم نے اسے معاف نہ کیا اور جب تم نے مجھے دیکھا تو اپنا ہاتھ روک لیا۔“ صحابی نے عرض کی: یَارَسُولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم اس طرح نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہارا منہ جُھلسا دیتی۔“[1]

دو اجر:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَیِّدِہٖ وَاَحْسَنَ عِبَادَۃَ اللّٰہِ فَلَہٗ اَجْرُہٗ مَرَّتَیْنِ یعنی اگر غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اچھے طریقے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرے تو اس غلام کے لئے دو اجر ہیں۔[2]

(حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلام) حضرت سیِّدُنا ابو رافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آزاد ہوئے تو رونے لگے اور فرمایا: ”میرے لئے دو اجر تھے ان میں سے ایک اجر جاتا رہا۔“

سب سے پہلے جنّت اور جہنّم میں جانے والے تین اشخاص:

حضور سیِّدِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنت اور جہنم میں جانے والے تین شخص میرے سامنے پیش کئے گئے۔ جنت میں جانے والے تین شخص یہ ہیں: ایک شہید، دوسرا وہ غلام

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب صحبة الممالیک و کفارة من لطم عبده، الحدیث: ۱۶۵۹، ص ۹۰۴، ۹۰۵، بتغیر
مصنف عبد الرزاق، کتاب العقول، باب ضرب النساء والخدم، ۹/۳۱۷، الحدیث: ۱۸۲۷۸، بتغیر

2 ...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ثواب العبد واجره... الخ، الحدیث: ۱۶۶۴، ص ۹۰۷

جس نے اچھے طریقے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی اور اپنے آقا کی خیر خواہی کی اور **تیسرا** وہ پارسا عیال دار جو کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے۔اور جہنم میں جانے والے تین شخص یہ ہیں: **ایک ظالم امیر، دوسرا** وہ مال دار جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حق ادا نہیں کرتا اور **تیسرا** متکبّر فقیر۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے:

حضرت سیِّدُنا ابو مسعود عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی: ''جان لو اے ابو مسعود! جان لو اے ابو مسعود!'' جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تھے۔میں نے کوڑا رکھ دیا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: '' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جس قدر تم اس غلام پر قدرت رکھتے ہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر اس سے بھی زیادہ قدرت رکھتا ہے۔[2]

غلام خرید کر سب سے پہلے اسے میٹھی چیز کھلاؤ:

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی غلام خریدے تو اسے چاہئے کہ سب سے پہلے اسے میٹھی چیز کھلائے کیونکہ یہ اس کے حق میں اچھا ہے (یعنی نیک فال کی علامت ہے)۔[3]

خادم کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلاؤ:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی ثواب الشهید، ٣/٢٤٠، الحدیث: ١٦٤٧
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، ٣/٤١٢، الحدیث: ٩٤٩٧

2 ...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب صحبة الممالیک و کفارة من لطم عبده، الحدیث: ١٦٥٩، ص ٩٠٤، ٩٠٥
المعجم الکبیر، ١٧، ١٥/٢٤٦، الحدیث: ٦٨٥

3 ...المعجم الاوسط، ٤/٣٠٦، الحدیث: ٦٠٦٩

وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا غلام کھانا لے کر آئے تو اسے چاہئے کہ غلام کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرے اور اگر ایسا نہ کر سکتا ہو تو اس کو ایک لقمہ ہی دے دے۔“[1]

ایک روایت میں ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تمہارا غلام تمہیں کھانا پکانے کی مشقت سے بچائے تو تمہیں چاہئے کہ تم اسے ساتھ بٹھا کر کھانے میں شریک کرو، اگر ایسا نہ کر سکو تو ایک لقمہ ہی سالن میں تر کر کے اسے دے دو۔“ یہ کہہ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ لقمہ اس کے ہاتھ میں رکھے اور یوں کہے: ”اسے کھاؤ۔“[2]

غلام پر دو کام جمع نہ کرو:

ایک شخص حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آٹا گوندھ رہے تھے۔ اس شخص نے یہ دیکھا تو عرض کی: ”اے ابو عبد اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”میں نے اپنے غلام کو ایک کام سے بھیجا ہے اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اس پر دو کام جمع کروں۔“

مروی ہے کہ ”جس شخص کے پاس لونڈی ہو اور وہ اس کی حفاظت کرے، اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو ایسے مالک کے لئے دو اجر ہیں۔“[3]

حضور سَیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ

1...صحیح البخاری، کتاب العتق، باب اذا اتاہ خادمہ بطعامہ، ۲/۱۶۰، الحدیث: ۲۵۵۷

المعجم الاوسط، ۱/۲۰، الحدیث: ۳۷

سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب اذا اتاہ خادمہ بطعام فلیناولہ منہ، ۴/۲۲، الحدیث: ۳۲۸۹

2...سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الاکل مع المملوک والعیال، ۳/۳۳۷، الحدیث: ۱۸۶۰

مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی ھریرۃ، ۵/۴۳۴، الحدیث: ۶۲۹۰

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۱۶۰، الحدیث: ۷۹۸۶

3...صحیح البخاری، کتاب العتق، باب فضل من ادب جاریتہ وعلمھا، ۲/۱۵۷، الحدیث: ۲۵۴۴، بتغیر قلیل

یعنی تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔[1]

غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق کا خلاصہ:

انہیں کھانے اور پہننے میں اپنے ساتھ شریک کرے، ❀...ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لے، ❀...ان کی طرف تکبر اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے، ❀...ان کی غلطیوں کو معاف کرے، ❀...ان کی غلطی اور معصیت پر غصہ کرتے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق میں اپنی غلطی اور اس کی اطاعت میں کوتاہی پر غور و فکر کرے اور یہ سوچے کہ جتنی غلام پر مجھے قدرت ہے اس سے کہیں زیادہ قدرت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو مجھ پر ہے۔

بلاحساب و کتاب داخلِ جہنم ہونے والے:

حضرت سیِّدُنا فَضالہ بن عُبَید انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولوں کے سالار، محبوب پروردگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تین قسم کے لوگوں سے سوال نہ ہو گا (یعنی وہ بلاحساب وکتاب داخلِ جہنم ہوں گے): (۱) مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونے والا (۲) وہ شخص جس نے اپنے امام کی نافرمانی کی اور اسی حالت میں مر گیا اور (۳) وہ عورت جس کا شوہر کسی سفر میں اسے دنیاوی حاجات کے سلسلے میں بے پروا کر کے گیا ہو مگر وہ پھر بھی غیر مرد کے سامنے زیب و زینت کر کے نکلے۔" مزید تین اشخاص ایسے ہیں جن سے سوال نہ ہو گا: (۱) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس کی چادر اور ازار کے بارے میں جھگڑا کرنے والا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی چادر اس کی کبریائی اور ازار اس کی عظمت ہے (۲) ذات باری تعالیٰ کے بارے میں شک کرنے والا اور (۳) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ناامید ہونے والا۔[2]

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے الفت و محبت اور بھائی چارے کا بیان مکمل ہوا

1...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المراۃ راعیۃ فی بیت زوجھا، ۳/۴۶۴، الحدیث: ۵۲۰۰

2...الادب المفرد للبخاری، باب البغی، الحدیث: ۶۰۳، ص۱۶۷

صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب طاعۃ الائمۃ، ۷/۴۴، الحدیث: ۴۵۴۱

گوشہ نشینی کے آداب

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے بڑی اور عظیم الشان نعمتوں سے اپنی منتخب واشرف مخلوق (انسانوں) کو نوازا......ان کی ہمتوں کو اپنی محبت کی طرف پھیرا......اپنی نعمتوں اور عظمتوں کے مشاہدے کی لذت سے انہیں وافر حصہ عطا فرمایا......ان کے رازوں کو اپنی مناجات اور لطف سے راحت بخشی......ان کے دلوں میں دنیا کے مال و متاع اور اس کی خوبصورتی کو حقیر بنا دیا......حتی کہ جن کی فکروں کے راستے سے پردے اٹھ گئے انہوں نے گوشہ نشینی پر رشک کیا اور خلوت میں ذاتِ باری تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے مشاہدہ سے مانوس ہو گئے......پس انہوں نے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں وحشت محسوس کی اگرچہ وہ اخص الخاص ہی کیوں نہ ہوں......درود و سلام ہو ہمارے پیارے آقا، تمام انبیا کے سردار اور تمام انبیا میں سب سے بہتر ذات حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کے آل و اصحاب پر جو مخلوق کے سردار و امام ہیں۔

خلوت نشینی اور مل جل کر رہنے اور ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کے معاملے میں لوگوں (عارفین) کا کثیر اختلاف ہے......باوجود اس کے کہ ان میں سے ہر ایک میں کچھ خامیاں ہیں جو نفرت کا موجب ہیں اور کچھ فوائد بھی ہیں جو اس کی طرف داعی ہیں......اکثر عابدین و زاہدین کا میلان خلوت نشینی اختیار کرنے اور اسے اختلاط (مل جل کر رہنے) پر ترجیح دینے کی طرف رہا ہے......ہم نے صحبت کے باب میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے، ان کا آپس میں بھائی چارہ قائم کرنے اور ان کے ساتھ الفت و محبت کرنے کی جو فضیلت بیان کی ہے وہ اُس کے خلاف ہے جس کی طرف اکثر کا میلان رہا یعنی **گوشہ نشینی اختیار کرنا اور مل جل کر رہنے سے وحشت محسوس کرنا**......لہٰذا اس بارے میں حق سے پردہ اٹھانا لازم ہو گیا۔ چنانچہ، اس کی وضاحت و تفصیل ہم دو ابواب میں بیان کریں گے:

(1)...مختلف مذاہب اور ان کے دلائل کا بیان۔ (2)...فوائد اور خامیوں کی روشنی میں حق سے پردہ اٹھانے کا بیان۔

باب نمبر1:

مختلف مذاہب کے اقوال اور ان کے دلائل کا بیان (یہ تین فصلوں پر مشتمل ہے)

گوشہ نشینی اختیار کرنے اور اسے ترجیح دینے والے:

جہاں تک مذاہب کا تعلُّق ہے تو اس میں لوگوں کا اتنا اختلاف ہے کہ یہ اختلاف تابعین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن میں بھی ظاہر ہوا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان بن سعید ثَوری، حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم بَلْخِی، حضرت سیِّدُنا داؤد بن نصیر طائی، حضرت سیِّدُنا قاضی فُضَیْل بن عِیاض تَمِیْمِی، حضرت سیِّدُنا سلیمان خَوَّاص، حضرت سیِّدُنا یوسُف بن اَسباط شَیْبانی، حضرت سیِّدُنا حُذَیْفَہ بن قتادہ مَرْعَشِی، حضرت سیِّدُنا بِشر بن حارِث حافی رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی ان حضرات نے گوشہ نشینی اختیار کی اور اسے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے پر ترجیح دی۔

لوگوں کے ساتھ میل جول اختیار کرنے والے:

اکثر تابعین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے نزدیک لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا، جان پہچان اور دوستیاں بڑھانا، مؤمنین کے ساتھ محبت و الفت رکھنا، دینی معاملات میں ان سے مدد چاہنا اور نیکی و تقویٰ پر تعاون کرنا مستحب ہے۔ جیسے حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب، حضرت سیِّدُنا عامر بن شراحیل شَعْبِی، حضرت سیِّدُنا عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حضرت سیِّدُنا ہِشام بن عُروہ بن زُبَیر، حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن شُبْرُمہ، حضرت سیِّدُنا قاضی شُرَیح بن حَرْث، حضرت سیِّدُنا شَریک بن عبد اللہ، حضرت سیِّدُنا سُفیان بن عُیَیْنَہ ہِلالی، حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک مَروزی، حضرت سیِّدُنا امام محمد بن اِدْرِیس شافعی اور حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی نیز مُتَاَخِّرِین کی ایک جماعت اس طرف ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا افضل ہے۔

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے جو کلمات منقول ہیں، ان کی دو اقسام ہیں: (۱)... **کلمات مطلقہ:** وہ کلمات جو دو میں سے ایک رائے کی طرف میلان پر دلالت کرتے ہیں۔ (۲)... **کلمات مقرونہ:** ایسے کلمات جن میں

میلان کی علت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ،

پہلے ہم مطلق کلمات کو نقل کرتے ہیں تاکہ اس بارے میں مذاہب کو بیان کریں اور وہ کلمات کہ جو علت کے ذکر کے ساتھ ملے ہوئے ہیں انہیں ہم فوائد اور خامیاں بیان کرتے وقت ذکر کریں گے۔

پہلی فصل: گوشہ نشینی کی طرف مائل حضرات کے اقوال

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''خُذُوْا بِحَظِّکُمْ مِّنَ الْعُزْلَۃِ یعنی گوشہ نشینی سے اپنا حصہ لو۔''

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے فرمایا: ''اَلْعُزْلَۃُ عِبَادَۃٌ یعنی گوشہ نشینی عبادت ہے۔''

حضرت سیِّدُنا قاضی فُضَیل بن عِیاض تَیمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: ''کَفٰی بِاللہِ مُحِبًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ مُؤْنِسًا وَّبِالْمَوْتِ وَاعِظًا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ محب ہونے، قرآن کریم مونس ہونے اور موت واعظ ہونے کے لئے کافی ہے۔''

کہا گیا ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دوست بناؤ اور لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دو۔''

دنیا سے روزہ:

حضرت سیِّدُنا ابو ربیع زاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد نے حضرت سیِّدُنا داؤد بن نصیر طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی: ''مجھے کچھ نصیحت فرمایئے!'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''دنیا سے روزہ رکھو (یعنی گوشہ نشینی اختیار کرو) اور آخرت میں افطار کرو اور لوگوں سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔''

حکمت بھرے پانچ کلمات:

نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''کچھ کلمات ہیں جنہیں میں نے تورات شریف سے یاد کیا ہے (وہ یہ ہیں): (۱)... ابن آدم نے قناعت اپنائی تو مستغنی (مالدار) ہو گیا (۲)... لوگوں سے دوری اختیار کی تو (اس کا دین) سلامت ہو گیا (۳)... خواہشات و لذات کو ترک کیا تو آزاد ہو گیا (۴)... حسد کو ترک کیا تو صاحبِ مُروَّت بن گیا اور (۵)... تھوڑا سا صبر کیا تو زیادہ نَفع پایا۔''

حکمت کے 10 اَجزا:

حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”ہمیں خبر ملی ہے کہ بے شک حکمت کے 10 اجزا ہیں، نو حصے خاموشی میں اور ایک حصہ لوگوں سے دور رہنے (یعنی گوشہ نشینی) میں ہے۔“

حضرت سیِّدُنا یوسُف بن مسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا علی بن بَکار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے کہا: ”آپ خلوت و تنہائی پر بڑے صابر ہیں۔“ اس وقت آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے گھر میں خلوت کو معمول بنا رکھا تھا۔ جواباً فرمایا: ”جب میں جوان تھا تو اس سے بھی زیادہ صبر کرتا تھا، اس طرح کہ لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تو تھا مگر ان سے کلام نہیں کرتا تھا۔“

حضرت سیِّدُنا سفیان بن سعید ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”ھٰذَا وَقْتُ السُّکُوْتِ وَ مُلَازَمَۃِ الْبُیُوْت یعنی یہ وقت خاموش رہنے اور گھروں میں گوشہ نشین رہنے کا ہے۔“

خاموش طبیعت علوی نوجوان:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ایک دفعہ میں کشتی میں سوار تھا، ہمارے ساتھ ایک علوی نوجوان بھی تھا۔ وہ سات دن تک ہمارے ساتھ رہا لیکن اس نے ہم سے کسی قسم کی گفتگو نہ کی، ہم نے اس نوجوان سے کہا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں اور آپ کو سات دن سے ایک ساتھ رکھا ہے، لیکن (کیا وجہ ہے کہ) آپ نہ تو ہم سے میل جول رکھتے ہیں اور نہ ہی گفتگو کرتے ہیں۔“ تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

قَلِیْلُ الْھَمِّ لَا وَلَدٌ یَّمُوْتُ　　وَ لَا اَمْرٌ یُّحَاذِرُہٗ یَفُوْت

قَضٰی وَطَرَ الصَّبَا وَ اَفَادَ عِلْمًا　　فَغَایَتُہُ التَّفَرُّدُ وَ السُّکُوْت

ترجمہ: (۱)... فکر کم ہے، نہ تو بیٹے کے مرنے کا غم ہے اور نہ ہی کسی اور امر کے فوت ہونے کا ڈر۔

(۲)... بچپن کا شوق پورا کیا اور علم حاصل کیا پس اس کی انتہا تنہائی اور خاموشی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن یزید نَخَعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے ایک گوشہ نشین سے فرمایا: ”پہلے علم حاصل کرو

پھر گوشہ نشینی اختیار کرو۔“

اسی طرح کا ایک قول حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیْم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بھی منقول ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام مالک بن انس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جنازوں میں حاضر ہوتے، مریضوں کی عیادت کرتے اور دوستوں کے حقوق ادا کرتے تھے، پھر ایک ایک کر کے تمام کام چھوڑ دیے (اور گوشہ نشین ہو گئے)، جب آپ سے اس بارے میں کوئی پوچھتا تو فرماتے: ”ہر بات کی وجہ بیان کرنا بندے کے لئے ممکن نہیں ہے۔“

فارغ وقت ختم ہو گیا:

ثانی عمر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز سے عرض کی گئی: ”اگر آپ ہمارے لئے کچھ فارغ وقت نکالیں تو کیا ہی اچھا ہو؟“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”فارغ وقت ختم ہو گیا اب تو فارغ وقت بارگاہِ الٰہی میں ہی ملے گا (یہاں فراغت سے فارغ البال اور فارغ الوقت مراد ہے)۔“

حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب نے فرمایا: ”ایسے شخص کا مجھ پر احسان ہو گا جو مجھ سے ملے اور سلام نہ کرے اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو میری عیادت نہ کرے۔“

اے ربیع! تمہیں نصیحت ہو گئی:

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان عبد الرحمن بن احمد دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیْم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا جس کی وجہ سے آپ زخمی ہو گئے اور پیشانی سے خون بہنے لگا، آپ خون صاف کرتے ہوئے اپنے آپ سے کہنے لگے: ”اے ربیع! تمہیں نصیحت ہو گئی۔“ چنانچہ، اٹھے اور گھر میں داخل ہو گئے، اس کے بعد آپ اپنے گھر کے دروازے پر کبھی نہیں بیٹھے، یہاں تک کہ آپ کا جنازہ ہی گھر سے نکالا گیا۔

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص اور حضرت سیِّدُنا سعید بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے مقامِ عقیق میں واقع

اپنے گھروں میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، یہ دونوں حضرات جمعہ اور دوسرے کام وغیرہ کے لئے بھی مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا نہیں آتے تھے یہاں تک کہ ان دونوں ہستیوں کا انتقال مقام عقیق میں ہی ہوا۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط شیبانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو فرماتے سنا: ''وَاللہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَقَدْ حَلَّتِ الْعُزْلَۃُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! بے شک گوشہ نشینی حلال (یعنی جائز) ہو گئی ہے۔''

جان پہچان کم ہونے کا فائدہ:

حضرت سیِّدُنا بشر بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''لوگوں کے ساتھ جان پہچان کم بناؤ اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ قیامت کے دن کیا ہو گا؟ پس اگر قیامت کے دن تیری رسوائی ہوئی اور تیری جان پہچان کم ہوئی تو یہ تیرے لئے بہتر ہے۔''

نہ تم مجھے دیکھو، نہ میں تمہیں دیکھوں:

منقول ہے کہ ایک حاکم نے حضرت سیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟'' آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''ہاں!'' حاکم نے پوچھا: ''کیا حاجت ہے؟'' حضرت سیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے فرمایا: ''مجھے اس بات کی ضرورت ہے کہ نہ تم مجھے دیکھو، نہ میں تمہیں دیکھوں اور نہ ہی تم مجھ سے واقفیت رکھو۔''

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُسْتَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عرض کی: ''میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔'' آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے پوچھا: ''اگر ہم میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا تو دوسرا کس کی صحبت میں رہے گا؟'' اس نے عرض کی: ''وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو رفیق بنائے گا۔'' آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صحبت ابھی سے اختیار کر لینی چاہیے۔''

عجیب مکان میں رہنے کی خواہش:

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب سے عرض کی گئی: آپ کے بیٹے علی کہتے ہیں کہ ”میں ایسی جگہ رہنا چاہتا ہوں جہاں سے میں تو لوگوں کو دیکھ سکوں لیکن لوگ مجھے نہ دیکھ سکیں۔“ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے روتے ہوئے فرمایا: علی پر افسوس ہے! اس نے پوری بات کیوں نہ کہی، وہ یوں کہتا کہ ”نہ تو لوگ مجھے دیکھ سکیں اور نہ ہی میں انہیں دیکھ سکوں (یعنی گوشہ نشین ہو جائے)۔“

کم عقلی کی علامت:

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”بندے کا لوگوں سے جان پہچان زیادہ رکھنا اس کی کم عقلی کی دلیل ہے۔“

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے فرمایا: ”سب سے بہتر مجلس وہ ہے جو تیرے گھر کے اندر ہو جہاں نہ تم کسی کو دیکھو اور نہ ہی کوئی تمہیں دیکھے۔“

دوسری فصل:

میل جول کی طرف مائل حضرات کے دلائل اور ان کے ضعف کا بیان

آیاتِ مبارکہ سے استدلال:

میل جول کی طرف مائل حضرات نے ان آیات مقدسہ سے استدلال کیا ہے:

﴿1﴾...

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اُن جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور اُن میں پھوٹ پڑ گئی۔

﴿2﴾...

فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا۔

وجہِ اِستِدلال اور اس کا جواب:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں میں باہمی اُلفت پیدا کر کے ان پر احسان فرمایا (لہٰذا گوشہ نشینی منع ہے)۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال ضعیف (کمزور) ہے کیونکہ اس آیتِ طیبہ میں تفرُّق اور اختلاف سے مراد قرآن پاک کے معانی اور اصول شرع میں آراء کا متفرق ہونا اور مذاہب کا اختلاف مراد ہے اور اُلفت سے مراد سینوں میں چھپے کینوں (عداوتوں) کو نکالنا ہے جو فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑوں کا سبب بنتے ہیں اور گوشہ نشینی اس کے منافی نہیں (کیونکہ اس اعتبار سے الفت اسے بھی حاصل ہو سکتی ہے جو گوشہ نشین ہو)۔

احادیث مبارکہ سے استدلالات اور ان کے جوابات:

❀...اِستِدلال: ﴿1﴾...اَلْمُؤْمِنُ اِلْفٌ مَّاْلُوْفٌ وَّلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ یعنی مومن محبت کرتا اور اس سے محبت کی جاتی ہے اور ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو محبت کرتا ہے اور نہ اس سے محبت کی جاتی ہے۔[1]

❀...جواب: یہ استدلال بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں بُرے اخلاق کی مذمت کی طرف اشارہ ہے جس کی وجہ سے محبت نہیں ہو سکتی، یہ حسن اخلاق رکھنے والے کو شامل نہیں کہ اگر یہ میل جول رکھے تو یہ بھی لوگوں سے محبت کرے اور لوگ بھی اس سے محبت کریں لیکن اس نے اپنی ذات میں مشغول ہونے اور دوسروں سے سلامتی پانے کے لئے اختلاط (میل جول) کو ترک کر دیا ہے۔

❀...استدلال: ﴿2﴾...مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ یعنی جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے بالشت بھر الگ ہوا تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا۔[2]

﴿3﴾...مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ فَمَاتَ فَمِیْتَتُہٗ جَاھِلِیَّۃٌ یعنی جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔[3]

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/ ۳۶۲، الحدیث: ۹۲۰۹، دون: الف

2 ...سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب فی الخوارج، ۴/۳۱۸، الحدیث: ۴۷۵۸

3 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۵۴۲، الحدیث: ۱۰۳۳۷

﴿4﴾... مَنْ شَقَّ عَصَا الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمُوْنَ فِيْ اِسْلَامٍ دَامِجٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ یعنی جس شخص نے مسلمانوں کے اتحاد کو توڑا اس حال میں کہ مسلمان اسلام میں جمع تھے تو تحقیق اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا۔[1]

❀...**جواب:** یہ تمام استدلال بھی ضعیف ہیں اس لئے کہ یہاں جماعت سے مراد وہ ہیں جن کی آراء ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں متفق ہو گئی ہوں تو ان کے ساتھ اختلاف کرنا بغاوت ہو گا اور یہ بات مخالفتِ رائے اور ان کے خلاف خروج کرنے میں پائی جاتی ہے اور یہ شرعاً منع ہے کیونکہ لوگوں کو ایک ایسے امام کی ضرورت ہوتی ہے جس کی وہ اطاعت کر سکیں اور اس پر متفق ہو سکیں اور یہ بات اس وقت ممکن ہے جب اکثر لوگ بیعت کر لیں، لہٰذا اس بارے میں مخالفت کرنا، پریشانی میں مبتلا کرنا فتنے وفساد کو ہوا دینا ہے۔ اس میں گوشہ نشینی کا کہیں ذکر نہیں۔

❀...**استدلال:** ﴿5﴾... مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ یعنی جس نے اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھا اور اسی حالت پر مر گیا تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔[2]

﴿6﴾... لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ مُّسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَّالسَّابِقُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ یعنی کسی مسلمان مرد کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اور ملاقات میں پہل کرنے والا جنت میں داخل ہو گا۔[3]

﴿7﴾... مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ فَوْقَ سِتَّةِ اَيَّامٍ فَهُوَ كَسَافِكِ دَمِهٖ یعنی جس نے اپنے بھائی کو چھ دن سے زیادہ چھوڑے رکھا تو وہ اپنے بھائی کا خون بہانے والے کی طرح ہے۔[4]

1... المعجم الکبیر، ۲۱/۱۱، الحدیث: ۱۰۹۲۵

2... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فیمن یھجر اخاہ المسلم، ۳۶۴/۴، الحدیث: ۴۹۱۴
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳۴۶/۳، الحدیث: ۹۱۰۳

3... صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الھجر فوق ثلاث بلا عذر شرعی، الحدیث: ۲۵۶۰، ص ۱۳۸۵، دون: والسابق
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث المسور ومروان بن الحکم، ۴۹۵/۶، الحدیث: ۱۸۹۴۴، دون: والسابق
المعجم الاوسط، ۲۷/۶، الحدیث: ۷۸۷۴
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۳۶/۹، الرقم: ۲۱۰۶: یحیی بن عبید اللہ، بتغیر قلیل

4... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فیمن ھجر اخاہ المسلم، ۳۶۴/۴، الحدیث: ۴۹۱۵، فیہ ذکر سنۃ

وجہِ استدلال: خلوت نشینی میں اپنے مسلمان بھائی کو بالکل چھوڑنا پڑتا ہے، لہٰذا یہ بدرجہ اولیٰ منع ہے۔

❀...**جواب:** یہ استدلال بھی ضعیف ہے کیونکہ حدیثِ پاک میں چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے ناراض ہو کر سلام، کلام ختم کر دیا جائے اور عادتاً میل جول چھوڑ دے جبکہ ناراض ہوئے بغیر میل جول ترک کرنا اس میں شامل نہیں۔ باوجود یہ کہ دو مقام ایسے ہیں کہ جہاں پر تین دن سے زائد ملاقات ترک کرنا جائز ہے: (۱)...جب تین دن سے زیادہ چھوڑنے میں اس کی اصلاح دیکھے۔ (۲)...جب تین دن سے زیادہ چھوڑنے میں اپنے سلامتی دیکھے۔

تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرنے کے دلائل:

مذکورہ روایات میں ممانعت اگرچہ عام ہے لیکن وہ ان دو مخصوص جگہوں کے علاوہ پر محمول ہے اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ذُوالْحِجَّۃِ الْحَرَام، مُحَرَّمُ الْحَرَام اور صَفَرُ الْمُظَفَّر کے کچھ ایام تک چھوڑے رکھا۔[1]

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ماہ کا ایلاء کر کے اپنی ازواج مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے علیحدہ ہو گئے اور بالا خانے میں تشریف لے گئے، اس میں غلہ وغیرہ رکھا جاتا تھا۔ وہاں 29 دن قیام فرما کر جب (کسی زوجہ محترمہ کے پاس) تشریف لائے تو عرض کی گئی: "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے 29 دن قیام فرمایا ہے (حالانکہ ایک ماہ کا ایلاء کیا تھا)۔" تو مدینے کے سلطان، رحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد

---

[1]...سنن ابی داود، کتاب السنة، باب ترک السلام علی اھل الاھواء، ۴/ ۲۶۵، الحدیث: ۴۶۰۲،
فیہ ذکر زینب رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھجرھا
العزلة للخطابی، باب ماجاء فی العزلة، الحدیث: ۴۶، ص ۵۰

فرمایا: ”اَلشَّهْرُ قَدْ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ یعنی مہینہ کبھی 29 دن کا بھی ہوتا ہے[1]۔“[2]

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِمَّنْ لَّا تُؤْمَنُ بَوَائِقُهُ یعنی کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے مگر یہ کہ جب اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔“[3]

قربِ الٰہی کا ذریعہ:

مذکورہ دلائل صراحتاً تخصیص پر دلالت کرتے ہیں اور نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قول بھی اسی پر محمول کیا جاتا ہے کہ ”احمق سے گوشہ نشینی (علیحدگی) اختیار کرنا قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے کیونکہ حماقت لاعلاج ہونے کی وجہ سے موت تک باقی رہتی ہے (لہٰذا اس سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے)۔“

تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرنے والے:

حضرت سیِّدُنا محمد بن عُمَر بن واقِدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر ہوا جس نے دوسرے

---

[1]...ایلاء یعنی قریب نہ جانا، شریعت میں ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک نہ جانے کی قسم کھالے اس کا حکم یہ ہے کہ یا تو خاوند اپنی قسم توڑے کہ اس مدت میں ایلاء سے قولاً یا عملاً رجوع کر کے کفارۂ قسم ادا کر دے یا ایلاء پورا کرے اور چار ماہ گزرتے ہی طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ایلاء شرعی نہ تھا لغوی تھا کیونکہ ایک ماہ کا تھا اس ایلاء کا واقعہ بہت مشہور ہے کتب احادیث میں مذکور ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ ازواج مطہرات (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ) نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فقر وفاقہ کی شکایت کرتے ہوئے زیادہ خرچہ دینے کے متعلق عرض کیا، بعض نے یہ بھی کہا کہ فلاں فلاں کی بیویاں ایسے عمدہ لباس پہنتی ہیں ایسے عیش میں ہیں تب نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ہم ایک ماہ تک تم میں سے کسی کے پاس نہ آئیں گے اور بالاخانہ پر تشریف فرما ہوگئے اور تمام صحابہ (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) سے بھی علیحدگی اختیار فرمالی، اس پر مشہور ہو گیا کہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ (مراٰۃ المناجیح، ۵/ ۹۲)

[2]...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ھجرۃ النبی نساءہ فی غیر بیوتھن، ۳/ ۴۶۴، الحدیث: ۵۲۰۲

سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب الایلاء، الحدیث: ۳۴۵۲، ۳۴۵۳، ص ۵۶۳

[3]...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی عن التحاسد والتدابر، ۴/ ۱۱۷، الحدیث: ۶۰۶۵

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۷/ ۳۲۸، الرقم ۱۶۴۵: لمحمد بن الحجاج

شخص سے موت تک تعلق منقطع کر دیا تھا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''یہ ایسا کام ہے جو اس سے پہلے لوگوں نے بھی کیا ہے۔ مثلاً: حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سَیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو موت تک چھوڑے رکھا۔ خلیفۂ ثالث امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو موت تک چھوڑے رکھا۔ ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو چھوڑے رکھا اور حضرت سَیِّدُنا طاؤس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سَیِّدُنا وہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو چھوڑے رکھا یہاں تک کہ دونوں انتقال فرما گئے۔ ان کا ایک دوسرے کو زیادہ عرصہ تک چھوڑے رکھنا اس پر محمول ہے کہ یہ حضرات قطع تعلقی (یعنی ناراض ہوئے بغیر ایک دوسرے سے دور رہنے) میں اپنی بھلائی سمجھتے تھے۔

40سالہ عبادت سے بہتر:

❀... **استدلال:** ﴿8﴾... مروی ہے کہ ایک شخص (لوگوں سے علیحدگی اختیار کرکے) پہاڑ پر عبادت کرنے کے لئے گیا تو اسے بارگاہِ رسالت میں لایا گیا، حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: '' لَا تَفْعَلْ اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْكُمْ لَصَبْرُ اَحَدِكُمْ فِیْ بَعْضِ مَوَاطِنِ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ عِبَادَةِ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ اَرْبَعِیْنَ عَامًا یعنی تم ایسا مت کرو اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہ کرے، تم میں سے کسی کا اسلام کی بعض جگہوں میں صبر کرنا اس کے لئے تنہائی میں 40سال عبادت کرنے سے بہتر ہے۔''[1]

❀... **جواب:** ظاہر یہ ہے کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کو اس لئے منع فرمایا تھا کہ اس عمل سے ترکِ جہاد لازم آتا تھا حالانکہ ابتدائے اسلام میں جہاد کا وجوب شدید تھا۔ اس پر دلیل یہ روایت ہے۔ چنانچہ،

---

[1]... مسند ابی داود الطیالسی، عسعس بن سلامۃ، الحدیث: ۱۲۰۹، ص۱۶۸، بتغیر قلیل

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر، ۳/ ۳۰۹، الرقم: ۲۰۵۲: عسعس بن سلامۃ التمیمی

گھر میں 60 سال نماز پڑھنے سے بہتر عمل:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے، ہمارا گزر ایک ایسی گھاٹی سے ہوا جس میں صاف وشفاف پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا تو ہم میں سے کسی نے کہا: ”کیا ہی اچھا ہو کہ میں لوگوں سے الگ ہو کر اس گھاٹی میں قیام کروں لیکن میں اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا جب تک بارگاہِ رسالت میں اس کا ذکر نہ کرلوں۔“ چنانچہ، (جب یہ بات بارگاہِ نبوی میں عرض کی گئی تو) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم ایسا نہ کرو کیونکہ تم میں سے کسی کا راہِ خدا میں قیام کرنا اپنے گھر میں 60 سال تک نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے اور تم جنت میں داخل ہو؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرو کیونکہ جس نے راہ خدا میں اونٹنی کا دودھ دوہنے کی مقدار قتال کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔“[1]

انسانوں کا بھیڑیا:

❀...**استدلال:** ﴿9﴾... اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ وَالشَّارِدَۃَ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَیْکُمْ بِالْعَامَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَالْمَسَاجِدِ یعنی بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جس طرح بکریوں کے لئے بھیڑیا ہوتا ہے اور وہ (بھیڑیا) اس بکری کو پکڑتا ہے جو ریوڑ سے دور، کنارہ پر اکیلی ہو، پس تم گھاٹیوں سے بچو اور عام لوگوں کو، مسلمانوں کی جماعت کو اور مساجد کو لازم پکڑو۔[2]

❀...**جواب:** اس حدیثِ طیبہ میں مکمل علم حاصل کرنے سے قبل گوشہ نشینی اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس بارے میں گفتگو عنقریب آئے گی البتہ بوقتِ ضرورت جائز ہے۔

1...سنن الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الغدو... الخ، ۳/۲۴۵، الحدیث: ۱۶۵۶، بتغیر قلیل
المستدرک، کتاب الجہاد، باب فی سبیل اللہ خیر من الف یوم فیما سواہ، ۲/۳۸۴، الحدیث: ۲۴۲۹

2...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۳۸، الحدیث: ۲۲۰۹۰

تیسری فصل: گوشہ نشینی کی افضلیت کی طرف میلان رکھنے والوں کے دلائل

آیاتِ مبارکہ سے استدلال:

﴿1﴾...

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ﱙ (پ۱۶، مریم: ۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو اور اپنے رب کو پوجوں گا۔

﴿2﴾...

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ۝۴۹ (پ۱۶، مریم: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا ہم نے اسے اسحق اور یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا کیا۔

وجہِ استدلال اور اس کا جواب:

اس میں گوشہ نشینی کی برکت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ یہ استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ کفار کے ساتھ میل جول رکھنے کا صرف یہ ہی فائدہ ہے کہ انہیں اسلام کی دعوت دی جائے اور ان کے قبولِ اسلام سے نا امیدی کے وقت انہیں چھوڑ دینے کے علاوہ کوئی صورت نہیں جبکہ ہماری گفتگو تو مسلمانوں کے ساتھ میل جول رکھنے اور ان سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کو ڈھانپے ہوئے گھڑے سے وضو کرنا اچھا لگتا ہے یا ان حوضوں سے جن سے لوگ وضو کرتے ہیں؟" تو حضور شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (تعلیم امت کے لئے) ارشاد فرمایا: "ان حوضوں سے وضو

کرنا اچھا لگتا ہے (جن سے لوگ وضو کرتے ہیں) تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل ہو۔“[1]

ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب خانۂ کعبہ کا طواف فرمایا تو زم زم کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اس کا پانی نوش فرمائیں، دیکھا کہ چمڑے کے تھیلے میں کھجوریں بھگوئی ہوئی ہیں اور لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے انہیں مَل دیا ہے اور اسی میں سے لے کر پی رہے ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اسی سے نوش فرمانے کا ارادہ کیا اور ارشاد فرمایا: ”مجھے بھی پلاؤ۔“ تو حضرت سیِّدُنا عباس بن عبدُ الْمُطَّلِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ”یہ نبیذ ایسا شربت ہے جسے ہاتھوں سے ملایا اور ہلایا گیا ہے اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پسند فرمائیں تو میں آپ کے لئے گھر سے ایسا مشروب لے آؤں جو اس سے زیادہ صاف ستھرا اور گھڑے میں ڈھانپ کر رکھا گیا ہے؟“ تو ماہِ نبوت، مہرِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے اس میں سے پلاؤ جس میں سے لوگ پی رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل ہو۔“[2]

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس چمڑے کے تھیلے سے ہی نوش فرمایا۔ پس کفار اور بتوں سے گوشہ نشینی اختیار کرنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ مسلمانوں سے بھی گوشہ نشینی اختیار کی جائے باوجود یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ اختلاط (میل جول) میں بہت زیادہ برکتیں ہیں۔

...﴿3﴾

وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ (پ۲۵، الدخان: ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر تم میرا یقین نہ لاؤ تو مجھ سے کنارے ہو جاؤ۔

(جواب:) حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کفار سے ناامیدی کے وقت گوشہ

---

1 ...المعجم الاوسط، ۱/۲۳۲، الحدیث: ۷۹۴

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللّٰہ بن العباس، ۱/۴۶۱، الحدیث: ۱۸۴۱، دون التمس برکۃ...

قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۹۰

نشینی کا سہارا لیا (نہ کہ مسلمانوں سے، اس سے گوشہ نشینی کی افضلیت کب ثابت ہوتی ہے)۔

﴿4﴾...

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

(پ۱۵، الکھف: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اصحابِ کہف کو گوشہ نشینی اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا (لہٰذا گوشہ نشینی افضل ہے)۔

احادیثِ مبارکہ سے استدلال:

﴿1﴾... مروی ہے کہ جب کفارِ قریش نے پیارے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تکالیف پہنچائیں اور ظلم و ستم کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سے علیحدگی اختیار فرما کر ایک گھاٹی میں تشریف لے گئے اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو کفار سے جدا رہنے اور سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، پھر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کا پرچم بلند فرمایا (اور ہجرتِ مدینہ ہوئی) تو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے بھی مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے۔[1]

مذکورہ استدلالات کے جوابات:

اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کفار سے ناامیدی کے بعد گوشہ نشینی اختیار کی کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہ تو مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی اور نہ ہی ان کفار سے کہ جن سے اسلام متوقع تھا اور جہاں تک اصحاب کہف کا تعلق ہے تو انہوں نے ایک

1... الطبقات الکبری لابن سعد، ۱/۱۵۹، ۱۶۳، ذکر ھجرۃ... الی ارض الحبشۃ، ذکر حصر قریش... فی الشعب، دلائل النبوۃ للبیہقی، ۲/۳۱۱، ۲۸۵، باب الھجرۃ الاولی الی... الخ، باب دخول النبی... الخ

دوسرے سے گوشہ نشینی اختیار نہیں کی تھی اور وہ سارے مسلمان تھے بلکہ انہوں نے تو کفار سے علیحدگی اختیار کی تھی جبکہ ہماری گفتگو تو مسلمانوں سے گوشہ نشینی اختیار کرنے کے بارے میں ہے۔

نجات کس میں ہے؟

❀...**استدلال:**﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا عبدالله بن عامر جُہَنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یَا رَسُوْلَ اللهِ مَا النَّجَاۃُ یعنی یا رسولَ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! نجات کا ذریعہ کیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لِیَسَعْكَ بَیْتُكَ وَاَمْسِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ یعنی تمہارا گھر تمہیں کافی ہو [1]، اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنی خطاؤں پر رو۔'' [2]

سب سے افضل شخص:

❀...**استدلال:**﴿3﴾... مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ''اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ یعنی سب سے افضل شخص کون ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مُؤْمِنٌ مُّجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ یعنی وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرتا ہے (وہ سب سے افضل ہے)۔'' عرض کی گئی: ''ثُمَّ مَنْ، پھر کون افضل ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''رَجُلٌ مُّعْتَزِلٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ رَبَّهٗ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ یعنی وہ شخص جو کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔'' [3]

❀...**استدلال:**﴿4﴾... حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اللهَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ

1... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 464** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی بلاضرورت گھر سے باہر نہ جاؤ لوگوں کے پاس بلاوجہ نہ جاؤ گھر سے نہ گھبراؤ اپنے گھر کی خلوت کو غنیمت جانو کہ اس میں صدہا آفتوں سے امان ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ سکوت، لزوم بیوت اور قناعت بالقوت الی ان یموت امان کی چابی ہے یعنی خاموشی، گھر میں رہنا رب کی عطا پر قناعت موت تک اس پر قائم رہنا۔

2... سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۲، الحدیث: ۲۴۱۴، عن عقبہ بن عامر

3... صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجھاد والرباط، الحدیث: ۱۸۸۸، ص ۱۰۴۸

اَلْخَفِیَّ یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ پرہیز گار، مالدار، گوشہ نشین بندے کو پسند فرماتا ہے۔"[1]

مذکورہ استدلالات کے جوابات:

مذکورہ احادیث سے استدلال محلِ نظر ہے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عامر جُہَنِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت کی صرف یہ ہی تاویل ہو سکتی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے نورِ نبوت سے ان کی حالت کو ملاحظہ فرمالیا تھا اور یہ کہ گھر میں گوشہ نشینی اختیار کرنا ان کے حق میں اختلاط کی بنسبت زیادہ مناسب اور زیادہ سلامتی والی صورت ہے، کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو گوشہ نشینی اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا اور بعض لوگوں کے لئے سلامتی خلوت نشینی میں ہوتی ہے نہ کے اختلاط میں جس طرح کہ بعض لوگوں کے حق میں گھر میں بیٹھ رہنا بہتر ہوتا ہے بنسبت جہاد میں جانے کے اور یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ترکِ جہاد مطلقاً افضل ہے اور لوگوں کے ساتھ میل جول میں مشقت اور تکالیف ہوتی ہیں۔

اسی وجہ سے حضور نبیِّ اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ خَیْرٌ مِّنَ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی اَذَاھُمْ یعنی جو شخص لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا اور ان کی طرف سے ملنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو نہ تو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور نہ ہی ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔"[2]

اور فرمانِ مصطفٰے: "رَجُلٌ مُّعْتَزِلٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ رَبَّہٗ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّہٖ یعنی وہ شخص جو کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔"[3] اسی پر محمول ہے (کہ وہ لوگوں کو اپنے شر سے بچانے کے لئے گوشہ نشین ہے) اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کی

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الزھد، الحدیث: ۲۹۶۵، ص ۱۵۸۵

2 ...الادب المفرد للبخاری، باب الذی یصبر علی اذی الناس، الحدیث: ۳۹۳، ص ۱۱۷
سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم: ۵۵، ۴/ ۲۲۷، الحدیث: ۲۵۱۵

3 ...صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجھاد والرباط، الحدیث: ۱۸۸۸، ص ۱۰۴۸

فطرت وطبیعت میں ہی شر ہے اور اس کے اختلاط سے لوگ تکلیف پاتے ہیں۔

اور فرمانِ مصطفٰے: ''اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ پرہیز گار، مالدار، گوشہ نشین بندے کو پسند فرماتا ہے۔''[1] میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ شخص عدمِ شہرت اور گمنامی کو ترجیح دیتا ہے اور یہ بات گوشہ نشینی سے متعلق نہیں کیونکہ کتنے ہی گوشہ نشین راہب (دنیا سے کنارہ کش) ایسے ہوتے ہیں جنہیں ساری دنیا جانتی ہے اور کئی میل جول رکھنے والے ایسے گمنام ہوتے ہیں کہ نہ تو ان کی شہرت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی ذکر۔

پس مذکورہ روایات سے استدلال کرنا ایسی بات کے درپے ہونا ہے جس کا گوشہ نشینی سے کوئی تعلق نہیں۔

❀...استدلال:﴿5﴾... حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: ''اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ یعنی کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے بہتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیوں نہیں! ضرور ارشاد فرمایئے!'' تو مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جانبِ مغرب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''رَجُلٌ اٰخِذٌ بِعَنَانِ فَرَسِهٖ يَنْتَظِرُ اَنْ يُّغِيْرَ اَوْ يُغَارَ عَلَيْهِ یعنی وہ شخص جو راہِ خدا میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑا انتظار کر رہا ہو کہ وہ حملہ کرے یا اس پر حملہ کیا جائے۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ بَعْدَهٗ یعنی کیا میں تمہیں اس کے بعد جو بہتر ہے اس کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' (عرض کی: ''ضرور ارشاد فرمایئے!'') تو پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجازِ مقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''رَجُلٌ فِيْ غَنَمِهٖ يُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَعْلَمُ حَقَّ اللهِ فِيْ مَالِهٖ اعْتَزَلَ شُرُوْرَ النَّاسِ یعنی وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں نماز قائم کرتا، زکوٰۃ ادا کرتا، اپنے مال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق جانتا اور لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے الگ تھلگ رہتا ہے۔''[2]

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الزھد، الحدیث: ۲۹۶۵، ص ۱۵۸۵

2 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب العزلۃ والانفراد، الجزء الاول، ۶/۵۰۲، الحدیث: ۱۲
سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب من یسال باللہ ولا یعطی بہ، الحدیث: ۲۵۶۶، ص ۴۲۲، بتغیر

حاصل کلام:

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ جانبین (گوشہ نشینی اختیار کرنے اور میل جول رکھنے والوں) کی طرف سے دیئے گئے دلائل تسلی بخش نہیں ہیں تو ضروری ہے کہ گوشہ نشینی کے فوائد اور خامیوں کو بیان کیا جائے اور فوائد و خامیوں کا تقابل کیا جائے تاکہ گوشہ نشینی کی فضیلت و عدمِ فضیلت کے بارے میں حق بات کی وضاحت ہو سکے۔

باب نمبر2: گوشہ نشینی کے فوائد و خامیوں کی روشنی میں حق سے پردہ اٹھانے کا بیان (یہ تین فصلوں پر مشتمل ہے)

جان لیجئے کہ گوشہ نشینی اور اس کی فضیلت میں لوگوں کے درمیان اختلاف ویسا ہی ہے جیسا نکاح کرنے اور کنوارہ رہنے کی فضیلت کے بارے میں ہے اور ہم نے نکاح کے باب میں بیان کیا تھا کہ یہ فضیلت اشخاص اور احوال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے (یعنی کسی وقت کسی کے حق میں نکاح کرنا بہتر ہوتا ہے اور کسی کے حق میں کنوارہ رہنا) جیسا کہ نکاح کے فوائد و نقصانات کے ضمن میں ہم اسے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں، زیرِ بحث مسئلے میں بھی اسی طریقے کے مطابق گفتگو ہوگی۔

پہلی فصل: گوشہ نشینی کے دینی و دنیوی فوائد

دینی فوائد:

گوشہ نشینی اختیار کرنے میں: ❀...عبادت کرنے، ❀...عبادت پر مواظبت (ہمیشگی) اختیار کرنے، ❀...اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنے، ❀...ذوق و شوق کے ساتھ مطالعہ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ❀...نیز میل جول کی صورت میں جن منہیات (برائیوں) کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے ان سے بھی نجات ملتی

ہے۔ مثلاً: ریاکاری، غیبت، نیکی کا حکم نہ دینا، برائی سے منع نہ کرنا اور برے دوستوں کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے اخلاقِ رذیلہ اور اعمالِ خبیثہ کا طبیعت میں رچ بس جانا وغیرہ۔

دنیوی فوائد:

گوشہ نشینی کی صورت میں حاصل ہونے والے ممکنہ فوائد، جیسے پیشہ ور شخص کا میل جول کی صورت میں پیش آنے والی خرابیوں سے بچ کر تنہائی میں کام کرنا۔ مثلاً: ❀...دنیا کی خوبصورتی کی طرف دیکھنا، ❀...لوگوں کا اس کی طرف متوجہ ہونا، ❀...اس کا لوگوں کی چیزوں میں طمع (خواہش) رکھنا، ❀...لوگوں کا اس کی چیزوں میں طمع رکھنا، ❀... میل جول کی وجہ سے پردۂ مروت کا ختم ہو جانا، ❀... نیز ہم نشیں کی بداخلاقی یا اس کی بدگمانی یا چغلی یا باہمی حسد کرنے سے ایذا پانا یا اس کے بھاری پن اور بدصورتی سے تکلیف پہنچنا وغیرہ۔

گوشہ نشینی کے تمام فوائد ان ہی امور کی طرف لوٹتے ہیں۔ پس ہم انہیں چھ فوائد میں منحصر کرتے ہیں۔

پہلا فائدہ:

عبادت اور غور و فکر کے لئے فارغ ہونا اور مخلوق سے گفتگو کرنے کے بجائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ مناجات کی انسیت حاصل کرنا، دنیاوی و اُخروی امور نیز زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہت میں اسرارِ ربانی جاننے میں مشغول ہونا اور یہ سب باتیں فراغت کا تقاضا کرتی ہیں اور مخلوق کے ساتھ میل جول کی وجہ سے انسان فراغت نہیں پا سکتا، لہٰذا گوشہ نشینی فراغت کا ذریعہ ہے۔

کتابُ اللہ کو مضبوطی سے تھامنے والے:

کسی دانا (عقل مند) کا قول ہے کہ "کوئی بھی کتابُ اللہ کو تھامے بغیر گوشہ نشینی پر قادر نہیں ہو سکتا اور کتابُ اللہ کو مضبوطی سے تھامنے والے ہی دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے ساتھ راحت پاتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وجہ سے ہی اس کا ذکر کرتے ہیں، اسی کے ذکر میں زندہ رہتے، اسی کے ذکر میں مرتے اور اسی کے ذکر کے

ساتھ اس سے ملاقات کریں گے۔"

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میل جول رکھنا ذکر اور غور و فکر میں رکاوٹ بنتا ہے، لہٰذا ان کے لئے گوشہ نشینی ہی بہتر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ابتداءً مخلوق سے الگ ہو کر غارِ حراء میں گوشہ نشینی اختیار فرماتے[1] اور جب نورِ نبوت قوی ہو گیا (یعنی جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا) تو پھر مخلوق سے میل جول رکھنا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے لو لگانے میں رکاوٹ نہ بنتا۔ پس حضور پرنور، شافعِ یومُ النُّشُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جسمِ منور تو مخلوق کے ساتھ ہوتا مگر پرنور دل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ رہتا۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل:

جب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے یہ خیال کیا کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خلیل ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی توجہ الی اللہ کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيْلُ اللّٰه یعنی اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن تمہارے صاحب (یعنی رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خلیل ہیں۔"[2] [3]

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب رقم: ۳، ۱/ ۷، الحدیث: ۳

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول اللہ، الحدیث: ۱۶۰، ص ۹۴

2 ...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بکر، الحدیث: ۲۳۸۳، ص ۱۲۹۹

3 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 8، صفحہ 348** پر فرماتے ہیں: **صَاحِبُكُمْ** سے مراد خود حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات گرامی ہے **یعنی اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے مجھے اپنا خلیل اپنا دوست بنالیا ہے تو میں نے بھی اس کو اپنا خلیل بنالیا اس کے سوا کوئی نہیں بنایا خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر مومن کے صاحب یعنی ساتھ رہنے والے ہیں رب (عَزَّوَجَلَّ ارشاد) فرماتا ہے: **وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ** ﴿۲۲﴾ (پ ۳۰، التکویر: ۲۲، ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔) اور فرماتا ہے: **مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى** ﴿۲﴾ (پ ۲۷، النجم: ۲، ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔)... **بقیہ اگلے صفحہ پر...**

قوت نبوی کا خاصہ:

ظاہری طور پر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا اور باطنی طور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ رہنا صرف نبوی قوت کا خاصہ ہے اور کسی میں اتنی طاقت کہاں؟ اور مناسب نہیں کہ کوئی کمزور شخص اپنے نفس کے دھوکے میں آکر اس بلند مقام کی طمع کرنے لگے۔ بعض اولیائے کاملین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کا اس مقام تک پہنچ جانا بعید نہیں۔ چنانچہ،

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی نے فرمایا: ''میں 30 سال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ہم کلام ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے گفتگو کر رہا ہوں۔''

یہ بات اس شخص کے لئے آسان ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں اس قدر مستغرق ہو کہ اس میں کسی اور کی گنجائش باقی نہ ہو اور یہ بات ممکن ہے، کیونکہ جو مخلوق کے ساتھ محبت کرنے میں مشہور ہیں ان کا عالم یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں اور ان سے کیا کہا جا رہا ہے (اور یہ سب اس لئے ہوتا ہے) کہ وہ اپنے محبوب کے عشق میں مستغرق ہوتے ہیں، بلکہ وہ شخص کہ جسے کسی

... کیونکہ حضور انور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) ہر مومن کے دل میں ایمان میں جان میں سفر میں قبر میں حشر میں ساتھ رہتے ہیں ہیں حضور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) ہر مومن کے ہر وقت ہر جگہ کے ساتھی ہیں جیسے جان جسم کی ساتھی خیال رہے کہ حضرت ابراہیم (عَلَيْهِ السَّلَام) بھی خَلِیْلُ الله ہیں اور حضور انور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) بھی مگر ان دونوں خلتوں میں فرق ہے خلت محمدی اعلیٰ و اکمل ہے خلت ابراہیمی سے جناب ابراہیم (عَلَيْهِ السَّلَام) اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے ایسے خلیل ہیں کہ جو رب (عَزَّوَجَلَّ) کہتا ہے وہ آپ کرتے ہیں، مگر حضور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے ایسے خلیل کہ جو آپ کہتے ہیں وہ رب کرتا ہے دیکھو فرماتا ہے: فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (پ۲، البقرة: ۱۴۴، ترجمۂ کنزالایمان: تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔) اور فرماتا ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ (پ۳۰، الضُّحٰی: ۵، ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔) اسی لئے حضور (صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) کا لقب ہے حَبِیْبُ الله۔ جو حضور انور (صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) کا ہو جاوے وہ بھی اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کا دوست ہو جاتا ہے: فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ (پ۳، اٰل عمران: ۳۱، ترجمۂ کنزالایمان: تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔) مسجد کی چٹائی، لوٹا وغیرہ سب مسجد کی طرح اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی ہو جاتی ہیں یعنی وقف۔

دنیاوی معاملے میں کوئی اہم امر درپیش ہو جو اسے تشویش میں ڈال دے تو وہ اس کی فکر میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ لوگوں سے میل جول کے باوجود اسے ان کا احساس تک نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ ان کی آواز سن سنتا ہے اور آخرت کا معاملہ تو عقل مندوں کے نزدیک بہت بڑا ہے، لہٰذا اس کی فکر میں اس حالت تک پہنچنا محال نہیں لیکن عام لوگوں کے لئے گوشہ نشینی سے ہی مدد حاصل کرنا بہتر ہے۔

خلوت وگوشہ نشینی سے مقصود:

منقول ہے کہ کسی دانا(عقل مند) سے پوچھا گیا: ”خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرنے سے لوگوں کا کیا مقصد ہوتا ہے؟“ تو اس دانا شخص نے کہا: ”اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فکر پر دوام (ہمیشگی) حاصل ہو اور عُلُومِ اِلٰہِیہ ان کے دلوں میں راسخ ہوں تاکہ دونوں جہاں میں پاکیزہ زندگی گزاریں اور معرفت کی مٹھاس چکھیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کلام:

کسی راہب(دنیا سے کنارہ کش شخص) سے کہا گیا: ”تمہیں تنہا رہنے پر کس چیز نے ابھارا؟“ تو اس نے جواب دیا: ”میں تنہا نہیں ہوں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت میرے شامل حال ہے۔ جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے کلام کرے تو میں اس کی کتاب کو پڑھتا ہوں اور جب میں اس سے ہم کلام ہونا چاہتا ہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔“

کسی دانا(عقل مند) سے پوچھا گیا: ”زہد اور گوشہ نشینی نے تمہیں کہاں تک پہنچایا؟“ جواب دیا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اُنس تک (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے انسیت حاصل ہونا خلوت وزہد کا نتیجہ ہے)۔“

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ملک شام میں حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا: ”آپ نے خُراسان کو چھوڑ دیا؟“ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”میں نے شام میں ہی سکون پایا ہے، میں اپنے دین کو ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ لئے پھرتا ہوں، جو بھی مجھے دیکھتا ہے وہ مجھے وسواسی (شبہ ڈالنے والا)، شُتر بان (اونٹ ہانکنے والا) یا مَلّاح کہتا ہے۔“

حضرت سیِّدُنا غزوان بن یوسف رَقاشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی سے کہا گیا: ”آپ ہنستے نہیں یہ تو ٹھیک ہے مگر اپنے بھائیوں کی مجلس میں کیوں نہیں بیٹھتے؟“ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”بے شک میں اپنے دل کو اُس کی ہم نشینی سے راحت پہنچاتا ہوں جس سے مجھے حاجت ہے۔“

صبح و شام نعمت اور گناہ کے درمیان:

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے کہا گیا: ”اے ابو سعید! یہاں ایک ایسا شخص ہے جسے ہم نے ہمیشہ تنہا ستون کے پیچھے ہی بیٹھے دیکھا ہے۔“ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”(اب کی بار) جب تم اسے دیکھو تو مجھے اطلاع دینا۔“ ایک دن جب لوگوں نے اسے دیکھا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: ”یہ ہے وہ شخص جس کے بارے میں ہم نے آپ کو خبر دی تھی۔“ چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! میرا خیال ہے کہ تمہیں گوشہ نشینی محبوب ہے لیکن لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے تمہیں کیا چیز مانع ہے؟“ تو اس نے جواب دیا: ”مجھے ایک بات نے لوگوں سے مشغول کر دیا ہے۔“ حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس سے کہا: ”تمہیں حسن کی مجلس میں آنے سے کیا چیز مانع ہے؟“ تو اس نے کہا: ”مجھے لوگوں اور حسن کی مجلس میں شرکت سے ایک بات روکے ہوئے ہے۔“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! وہ کیا بات ہے؟“ تو اس شخص نے کہا: ”میں صبح و شام نعمت اور گناہ میں کرتا ہوں، لہٰذا میں نے بہتر سمجھا کہ خود کو نعمت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر کرنے اور گناہ پر استغفار کرنے میں مشغول رکھوں۔“ حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس شخص سے کہا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! میرے نزدیک تم حسن بصری سے بھی زیادہ سمجھدار ہو جس کام پر لگے ہو اسی پر قائم رہو۔“

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ہَرِم بن حَیّان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حضرت سیِّدُنا اویس بن عامر قَرَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے آنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کی: ”میں آپ سے اُنس

حاصل کرنے آیا ہوں۔" حضرت سیِّدُنا اویس بن عامر قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے فرمایا: "میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی معرفت بھی رکھتا ہو اور پھر کسی دوسرے سے انس حاصل کرے۔"

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: "جب میں رات ہوتے دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اب میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں خلوت اختیار کروں گا اور جب دن نکلتے دیکھتا ہوں تو "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ"[1] پڑھتا ہوں کہ لوگوں سے میل جول اور ملاقات مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ سے غافل کر دے گی۔"

دنیا و آخرت میں عیش:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: خوشخبری ہے اس کے لئے جو دنیا میں بھی عیش کے ساتھ رہا اور آخرت میں بھی عیش کے ساتھ رہے گا۔" عرض کی گئی: "یہ کیسے ممکن ہے؟" تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "دنیا میں (نماز کی حالت میں) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرتا رہے آخرت میں اس کے پڑوس (فردوس اعلیٰ) میں رہے گا۔"

حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مومن کو خوشی اور لذت خلوت میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔"

کم علم اور دل کا اندھا:

حضرت سیِّدُنا ابو یحییٰ مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: "جو شخص مخلوق سے گفتگو کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہم کلامی سے مانوس نہیں ہوتا وہ کم علم اور دل کا اندھا ہے اور اس نے اپنی عمر ضائع کر دی۔"

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اس شخص کا حال کتنا اچھا ہے جو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا ہو کر رہ گیا۔"

---

[1]... ترجمۂ کنزالایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ (پ۲، البقرۃ: ۱۵۶)

حکایت: ایک بزرگ اور عبادت گزار شخص:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں ملک شام کے کسی علاقے میں سفر کر رہا تھا کہ میں نے ایک عابد (عبادت گزار) کو پہاڑ سے باہر آتے دیکھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ میں نے کہا: "سُبْحٰنَ اللہ! تم اس بات میں بخل کر رہے ہو کہ میں تمہیں دیکھوں؟" تو عابد نے کہا: "اے فلاں! میں اس پہاڑ میں ایک لمبے عرصے سے ہوں اور اپنے دل کا علاج کر رہا ہوں کہ دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اس سلسلے میں، میں نے کافی مصیبتیں اٹھائیں اور اپنی عمر کا ایک حصہ اس میں گزار دیا، میں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ میری زندگی کے بقیہ ایام بھی قلبی مجاہدے میں ہی نہ گزر جائیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے دل کو اضطراب سے سکون عطا فرما کر اسے تنہائی اور خلوت کے ساتھ مانوس کر دیا اور جب میں نے تمہیں دیکھا تو اس بات سے ڈرا کہ کہیں دوبارہ پہلی والی حالت میں نہ جا پڑوں، لہٰذا تم مجھ سے دور ہو جاؤ میں تمہارے شر سے عارفین کے رب اور قانتین کے محبوب کی پناہ میں آتا ہوں۔" پھر اس عابد نے ایک چیخ ماری اور کہا: "دنیا میں اتنا زیادہ عرصہ ٹھہرنے پر افسوس!" پھر عابد نے اپنا چہرہ مجھ سے پھیرا اور اپنے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا: "اے دنیا مجھ سے دور ہو جا! اے دنیا میرے علاوہ کسی اور کے لئے مزین ہو اور جو تجھ سے محبت کرے اسے دھوکا دے!" پھر کہا: "پاک ہے وہ ذات جس نے عارفین کے دلوں کو اپنی عبادت کی لذت اور اپنی طرف تنہائی کا مزہ چکھایا کہ جس کی وجہ سے ان کے دل میں جنت اور خوبصورت حوروں کا ذکر باقی نہ رہا، ان کی ہمتوں کو اپنے ذکر کے لئے جمع کر دیا تو ان کے نزدیک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مناجات سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔" پھر وہ عابد قدوس، قدوس کہتا چلا گیا۔

پس خلوت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے اُنسیت حاصل ہوتی اور معرفتِ الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَ اِنِّیْ لَاَسْتَغْشِیْ وَ مَا بِیْ غَشْوَۃٌ لَّعَلَّ خَیَالًا مِّنْکَ یَلْقٰی خَیَالِیَا

وَ اَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الْجُلُوْسِ لَعَلَّنِیْ اُحَدِّثُ عَنْکَ النَّفْسَ بِالسِّرِ خَالِیَا

ترجمہ: (۱)...میں بے ہوش نہیں ہوں بلکہ جان بوجھ کر بے ہوش بن رہا ہوں، اس امید پر کہ شاید تیرے اور میرے خیال کی ملاقات ہو جائے۔

(۲)...اور میں لوگوں سے اس لئے الگ ہوتا ہوں تاکہ تنہائی میں اپنے نفس سے تیرے بارے میں راز کی بات کر سکوں۔

کسی دانا (عقل مند) کا قول ہے: بے شک انسان اپنے اندر کوئی فضیلت نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ سے وحشت کرتا ہے، اس وقت وہ لوگوں سے بہت زیادہ ملاقات کرتا اور ان سے سکون حاصل ہونے کی وجہ سے خود سے وحشت کو دور کرتا ہے لیکن جب انسان کے اندر کوئی فضیلت آجاتی ہے تو وہ تنہائی طلب کرتا ہے تاکہ خلوت کی وجہ سے غور و فکر پر مدد حاصل کر سکے اور علم نافع اور علم اسرار کو ظاہر کر سکے۔

کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے ذریعے اُنسیت حاصل کرنا مفلسی کی علامت ہے۔

حاصل کلام:

خلوت کے ذریعے فراغت حاصل کرنا اگرچہ بڑا فائدہ ہے مگر یہ ہر ایک کے حق میں نہیں بلکہ بعض خواص کے حق میں ہے اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ دائمی ذکر سے انسیت حاصل ہو یا دائمی فکر سے معرفت الٰہی میں استحکام حاصل ہو تو اس کے لئے خلوت ان تمام امور سے افضل ہے جو اختلاط (میل جول) سے متعلق ہیں کیونکہ عبادات کی غایت (انتہا) اور معاملات کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتا اور اس کی معرفت رکھتا ہو اور محبت اسی وقت ہو سکتی ہے جب دائمی ذکر سے انس حاصل ہو اور معرفت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب دائمی فکر ہو۔ نیز ان میں سے ہر ایک کے لئے قلبی فراغت شرط ہے، جبکہ میل جول کے ساتھ فراغت نہیں مل سکتی۔

دوسرا فائدہ:

اختلاط کی وجہ سے انسان جن گناہوں کا عام طور پر مرتکب ہوتا اور خلوت میں ان سے بچا رہتا ہے گوشہ نشینی میں ایسے گناہوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ وہ چار گناہ ہیں: (۱)...غیبت (۲)...چغلی (۳)...ریاکاری اور (۴)...نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے سکوت اختیار کرنا اور اخلاق رذیلہ و اعمال خبیثہ کا چسکے سے طبیعت میں رچ بس جانا جن کا سبب دنیاوی حرص (لالچ) ہوتی ہے۔

(1)... غیبت:

جب تم کتاب کے چوتھے حصے مہلکات کے بیان میں **"آفاتُ اللسان"** کے تحت غیبت کی وجوہات جانو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اختلاط کے باوجود اس سے بچنا بہت بڑا کام ہے سوائے صدیقین کے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا کیونکہ عام طور پر لوگوں کی عادت بن چکی ہے کہ وہ دوسروں کی عزت وآبرو میں زبان درازی کرتے ہیں بلکہ اس میں حلاوت اور لذت پاتے ہیں یہی ان کا کھانا اور سامانِ لذت ہے اور اسی سے خلوت کی وحشت سے راحت پاتے ہیں۔ پس اگر تم لوگوں کے ساتھ میل جول رکھ کر ان کی موافقت کرو گے تو گناہ گار ہو گے اور غضبِ جبار کے مستحق ہو گے۔ اگر خاموش رہے تب بھی ان کے (غیبت کرنے میں) شریک رہو گے کیونکہ غیبت سننے والا بھی غیبت کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔ اگر تم اس سے منع کرو گے تو لوگ تم پر غصہ کریں گے اور جس کی غیبت کر رہے تھے اسے چھوڑ کر تمہاری غیبت کریں گے تو یوں غیبت پر غیبت (یعنی غیبت میں اضافہ وزیادتی) ہو گی اور بعض اوقات تو غیبت پر اس قدر زیادتی ہو گی کہ بات گالی گلوچ اور تمہیں حقیر سمجھنے تک پہنچ جائے گی۔

(2)...نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا:

یہ دین کے اصول میں سے ہے اور (چند شرائط کے ساتھ) واجب ہے، جیسا کہ اس حصے کے آخر میں اس کا بیان آئے گا۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے وہ (شرعی یا عرفی طور پر) بری باتوں کا مشاہدہ لازمی

کرے گا۔ اگر وہ منع کرنے سے خاموش رہا تو خاموش رہنے کی وجہ سے نافرمانی کا مرتکب ہوگا اور اگر منع کرے گا تو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ بعض اوقات اس سے چھٹکارا پانے کے لئے ایسے گناہ کا ارتکاب بھی کرنا پڑے گا جو ابتداءً منع نہ کرنے والے گناہ سے بھی بڑا ہوگا، جبکہ گوشہ نشینی میں ان تمام جھنجھٹوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے کیونکہ اختلاط کی صورت میں ان امور کو دیکھ کر نظر انداز کر دینا بھی مشکل کام ہے اور عمل کرنا بھی مشقت سے خالی نہیں۔

عاشقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قرآن فہمی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ (پ۷، المآئدۃ: ۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

خلیفۂ اول، عاشقِ اکبر، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مذکورہ آیت مبارکہ تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم اس آیتِ مبارکہ کی تلاوت کرتے ہو اور اسے اس کے صحیح مقام سے ہٹا کر رکھتے ہو، بے شک میں نے تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: ''اِذَا رَأَى النَّاسُ الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابِهٖ یعنی جب لوگ برائی کو دیکھیں اور اسے تبدیل نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دے۔''(1)

مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: (بروزِ قیامت) اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے سوال کرے گا یہاں تک کہ اس سے ارشاد فرمائے گا: ''جب تم نے دنیا میں برائی دیکھی تو اس سے منع کرنے سے تمہیں کیا چیز مانع ہوئی۔'' اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس کی دلیل سکھا دے گا تو وہ عرض کرے گا: ''اے رب

(1)...سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف و النهی عن المنکر، ۴/ ۳۵۹، الحدیث: ۴۰۰۵
سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب الامر و النهی، ۴/ ۱۶۳، ۱۶۴، الحدیث: ۴۳۳۸

عَزَّوَجَلَّ! مجھے تیری رحمت کی امید تھی اور لوگوں کا خوف تھا۔"[1]

یہ (یعنی برائی دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا) اس وقت جائز ہے جب ایسی مارپیٹ وغیرہ کا خوف ہو جسے برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو، اس کی پہچان مشکل ہے اور اس میں خطرہ بھی ہے جبکہ گوشہ نشینی میں نجات ہے۔ نیز نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا فتنہ و فساد کا باعث اور سینوں میں کینہ پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَ كَمْ سَقَتُّ فِيْ اٰثَارِكُمْ مِنْ نَصِيْحَةٍ   وَّ قَدْ يَسْتَفِيْدُ الْبُغْضَةَ الْمُتَنَصِّحُ

ترجمہ: میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں زندگی گزار دی مگر بعض اوقات نصیحت کرنے والے کو بغض کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ٹیڑھی دیوار:

نیکی کا حکم دینے والے کو اکثر ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ یہ ایک ٹیڑھی دیوار کی مثل ہے انسان اسے درست کرنا چاہتا ہے اور قریب ہے کہ وہ اس پر گر پڑے، جب وہ اس پر گر پڑتی ہے تو کہتا ہے: اے کاش! میں اسے ٹیڑھی ہی رہنے دیتا۔ ہاں! اگر یہ کچھ مددگار پائے جو دیوار کو تھامے رہیں یہاں تک کہ وہ اسے کسی سہارے کے ساتھ کھڑا کر دے تو اس صورت میں بغیر ضرر کے ایسا کرنا ممکن ہے۔ لیکن آج کے دور میں تم ایسے مددگار نہیں پاؤ گے، لہٰذا لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور اپنے آپ کو بچاؤ۔

(3)... ریاکاری:

یہ ایسا لاعلاج مرض ہے جس سے بچنا ابدال و اوتاد کے لئے بھی مشکل ہے۔ کیونکہ ہر وہ شخص جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے وہ ان کی خاطر مُدارت ضرور کرے گا اور جو لوگوں کی خاطر مدارت کرے گا، وہ ریاکاری کرے گا اور جو دکھاوے کے لئے عمل کرے گا وہ اسی میں جا پڑے گا جس میں وہ مبتلا ہیں اور ہلاک

---

[1] ...سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب قوله تعالى: يا ايها الذين امنوا عليكم انفسكم، ۴/۳۶۶، الحديث: ۴۰۱۷

ہو جائے گا جیسے وہ ہلاک ہوئے اور ریا کی کم از کم تباہی یہ ہے کہ اس سے نفاق لازم آتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر تم ایسے دو شخصوں سے میل جول رکھو جو ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ہر ایک سے اس کی مرضی کے موافق نہ ملو تو تم دونوں کے نزدیک مبغوض (ناپسند) ٹھہرو گے اور اگر دونوں سے ان کی منشا (چاہت) کے مطابق ملو تو تم لوگوں میں سے بدترین ہو گے۔

دو منہ والا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تَجِدُوْنَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْھَیْنِ یَاْتِیْ ھٰٓؤُلَاۤءِ بِوَجْہٍ وَّھٰٓؤُلَاۤءِ بِوَجْہٍ یعنی تم لوگوں میں سے سب سے بدترین دو منہ والے کو پاؤ گے جو ان کے پاس اور منہ سے جائے اور ان کے پاس اور منہ سے[1]۔''[2]

ایک روایت میں ہے: ''اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْھَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ ھٰٓؤُلَاۤءِ بِوَجْہٍ وَّھٰٓؤُلَاۤءِ بِوَجْہٍ یعنی بے شک لوگوں میں سے بدترین وہ شخص ہے جس کے دو منہ ہیں جو ان کے پاس اور منہ سے اور ان کے پاس اور منہ سے جائے۔''[3]

میل جول کی صورت میں کم از کم جو چیز لازم آتی ہے وہ لوگوں سے ملاقات کے وقت شوق اور اس میں مبالغہ کا اظہار کرنا ہے اور یہ بات جھوٹ سے خالی نہیں ہوتی یا تو یہ بات حقیقتاً جھوٹ ہوتی ہے یا پھر مبالغہ

---

❶... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 452** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی بدترین بندہ منافق یا چغل خور ہے جو لوگوں میں لڑائی کرانے کے لئے ایک جماعت کے پاس اس کا خیر خواہ بن کر جاوے اور دوسری جماعت سے انہیں بھڑکاوے دوسری جماعت کے پاس ان کا خیر خواہ بن جاوے انہیں بھڑکاوے لڑائی کراوے خدا (عَزَّوَجَلَّ) کی پناہ یہ عیب فی زمانہ عورتوں میں بہت زیادہ ہے اس سے توبہ چاہئے اس کا انجام دوطرفہ شرمندگی ہے۔ شیخ سعدی نے ان کا انجام یوں فرمایا: شعر:

کُنَنْدْ اِیْں وَ اٰں دِگَر بارہ دِل   وے اَنْدَر مِیاں کُوْر بَخْتْ وَ خَجِل

وہ دونوں مل جاویں گے یہ دوطرفہ روسیاہ ہو گا۔

❷... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب خیار الناس، الحدیث: ۲۵۲۶، ص ۱۳۶۷

❸... صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب ذم ذی الوجھین، وتحریم فعله، الحدیث: (۲۵۲۶)، ص ۱۴۰۳

آرائی سے کام لیا جارہا ہوتا ہے اور دوسرے سے حال چال پوچھ کر شفقت کا اظہار کرنا یعنی: "تم کیسے ہو؟ تمہارے گھر والے کیسے ہیں؟" حالانکہ حقیقت میں دل اس کی فکر سے خالی ہوتا ہے تو یہ منافقت ہے۔

حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: "اگر میرا کوئی (دینی) بھائی میرے پاس آئے اور اس کے آنے کی وجہ سے میں اپنی داڑھی کو درست کروں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں منافقین کی فہرست میں نہ لکھ دیا جاؤں۔"

وحشت والا کام:

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب مسجدِ حرام میں اکیلے تشریف فرما تھے کہ ایک دوست ان کے پاس آیا تو آپ نے اس سے آنے کا سبب دریافت کیا، اس نے کہا: "اے ابو علی! میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اُنسیت حاصل کرنے آیا ہوں۔" آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ تو وحشت والا کام ہے، تم یہی چاہتے ہو کہ تم میرے لئے اپنا کلام مزین کرو، میں تمہارے لئے اپنا کلام مزیّن کروں اور تم میرے لئے جھوٹ بولو، میں تمہارے لئے جھوٹ بولوں؟ (بہتری اسی میں ہے کہ) یا تو تم میرے پاس سے چلے جاؤ یا پھر میں تمہارے پاس سے چلا جاتا ہوں۔"

ایک عالم دین فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ جس بندے سے محبت کرتا ہے تو یہ بات بھی پسند کرتا ہے کہ وہ لوگوں میں گم نام رہے۔"

کہیں میں جھوٹا نہ ہو جاؤں:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا طاؤس بن کَیسان یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی ایک دن اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے پاس تشریف لے گئے آپ نے اس سے کہا: "اے ہشام کیسے ہو؟" ہشام بن عبد الملک اس پر ناراض ہو کر کہنے لگا: "آپ نے مجھے یا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْن کہہ کر کیوں نہیں پکارا؟" تو حضرت سیِّدُنا طاؤس بن کَیسان یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: "(میں نے تمہیں امیر المؤمنین کہہ کر اس لئے نہیں پکارا) کیونکہ تمام مسلمان تمہاری

خلافت پر متفق نہیں تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں (تمہیں امیر المؤمنین کہہ کر) میں جھوٹا نہ ہو جاؤں۔"

تو جو اس طرح کا احتراز کر سکے وہ لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے وگرنہ اپنا نام منافقین کی فہرست میں شامل کروانے کے لئے تیار ہو جائے۔

میل جول کے وقت اسلاف کی احتیاطیں:

اَسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام جب ملاقات کرتے تو اس طرح کے سوالات کرنے سے بچتے تھے، مثلاً: آپ نے صبح کس حال میں کی؟ آپ نے شام کس حال میں کی؟ آپ کیسے ہیں؟ آپ کا کیا حال ہے؟ نیز اس طرح کے سوالات کا جواب بھی نہیں دیتے تھے۔ وہ دینی احوال کے بارے میں پوچھتے تھے نہ کہ دنیاوی احوال کے بارے میں۔

سلامتی اور عافیت کب ہو گی؟

حضرت سَیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَكْرَم نے حضرت سَیِّدُنا حامد لفّاف رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے فرمایا: "آپ کیسے ہیں؟" تو انہوں نے کہا: "سلامت ہوں اور عافیت میں ہوں۔" حضرت سَیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَكْرَم کو ان کا جواب پسند نہ آیا اور فرمایا: "اے حامد سلامتی تو پل صراط پار کرنے کے بعد اور عافیت جنت میں ہو گی۔"

صبح کس حال میں کی؟

مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عیسٰی روحُ الله عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے عرض کی گئی: "آپ نے صبح کس حال میں کی؟" تو ارشاد فرمایا: "میں نے صبح اس حال میں کی کہ جس چیز کی امید رکھتا ہوں اس کے نفع پر قدرت نہیں رکھتا اور جس چیز کا ڈر ہے اسے دفع نہیں کر سکتا۔ میں اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہوں اور ساری کی ساری بھلائی کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے اور کوئی فقیر مجھ سے زیادہ محتاج نہیں۔"

حضرت سیِّدُنا ربیع بن خُثَیْم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: ''آپ نے صبح کس حال میں کی؟'' تو فرمایا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ کمزور اور گناہ گار ہوں، اپنا رزق پورا کر رہا اور موت کا منتظر ہوں۔''

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں عرض کی گئی: ''آپ نے صبح کس حال میں کی؟'' تو فرمایا: ''اگر آگ سے نجات پا گیا تو میں نے اچھی حالت میں صبح کی۔''

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عرض کی گئی: ''آپ نے صبح کس حال میں کی؟'' تو فرمایا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ ایک کا شکوہ دوسرے کے پاس کرتا ہوں اور ایک کی بُرائی دوسرے کے سامنے کرتا ہوں اور ایک سے دوسرے کی طرف بھاگتا ہوں۔''

حضرت سیِّدُنا اویس بن عامر قَرَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی سے عرض کی گئی: ''آپ نے صبح کس حال میں کی؟'' تو فرمایا: ''اس شخص کی صبح کا حال کیا پوچھتے ہو جو شام کرتا ہے تو اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صبح کرے گا (یا نہیں) اور جب صبح کرتا ہے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ شام کرے گا (یا نہیں)؟''

حضرت سیِّدُنا ابو یحیٰی مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے عرض کی گئی: ''آپ نے صبح کس حال میں کی؟'' تو فرمایا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ عمر کم ہو رہی ہے اور گناہ بڑھ رہے ہیں۔''

کسی دانا (عقل مند) سے پوچھا گیا: ''آپ نے صبح کس حال میں کی؟'' تو جواب دیا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ اپنی زندگی کو موت کے لئے اور اپنی جان کو رب عَزَّوَجَلَّ (سے ملاقات) کے لئے پسند نہیں کرتا۔''

ایک اور عقل مند سے پوچھا گیا: ''آپ نے صبح کس حال میں کی؟'' تو جواب دیا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا رزق کھاتا ہوں اور اس کے دشمن، ابلیس کی اطاعت کرتا ہوں۔''

حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: ''آپ نے صبح کس حال میں کی؟'' تو فرمایا: ''تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو ہر روز آخرت کی طرف ایک منزل چلتا ہے۔''

حضرت سیِّدُنا حامد لَفّاف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں عرض کی گئی: ''آپ نے صبح کس حال میں

کی؟" تو فرمایا: "میں نے صبح اس حال میں کی کہ صبح سے لے کر رات تک عافیت کا خواہش مند رہتا ہوں۔" عرض کی گئی: "کیا آپ ہر روز عافیت میں نہیں ہوتے؟" فرمایا: "عافیت تو اس دن ہوتی ہے جس دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ ہو۔"

منقول ہے کہ ایک شخص سے حالت نزع میں پوچھا گیا: "تمہارا کیا حال ہے؟" تو اس نے جواب دیا: "اس شخص کا کیا حال ہوگا جو بغیر زادِ راہ کے ایک لمبے سفر کا ارادہ رکھتا، وحشت والی قبر میں بغیر مُونِس کے داخل ہوتا اور عادل بادشاہ کے سامنے بغیر دلیل کے جاتا ہے۔"

حضرت سیِّدُنا حسان بن ابی سنان بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے حالت نزع میں پوچھا گیا: "آپ کا کیا حال ہے؟" تو فرمایا: "اس شخص کا کیا حال ہوگا جسے موت آئے گی، پھر زندہ کیا جائے گا اور حساب لیا جائے گا۔"

کہیں منافق اور ریاکار شمار نہ کیا جاؤں؟

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے ایک شخص سے پوچھا: "تمہارا کیا حال ہے؟" تو اس نے جواب دیا: "اس شخص کا کیا حال ہوگا جس پر 500 درہم قرض ہو اور وہ عیالدار بھی ہو؟" تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے گھر گئے اور ایک ہزار درہم اس شخص کو دے کر فرمایا: "500 درہم سے اپنا قرض ادا کرو اور 500 درہم اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔" اس وقت آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ہزار درہم کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ پھر فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آئندہ کسی سے اس کے حال کے بارے میں نہیں پوچھوں گا۔"

ایسا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس لئے کہا کہ ضرورت پوری کرنے کے ارادے کے بغیر خالی حال پوچھنے کی وجہ سے کہیں منافق اور ریاکار شمار نہ کیا جاؤں۔

حاصل کلام:

ہمارے اسلاف رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کا سوال اُمُورِ دِیْنِیَّہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں احوالِ قلبی کے متعلق

ہوتا تھا اور وہ دنیاوی امور کے بارے میں اگر سوال کرتے تو حاجت ظاہر ہونے پر د کے ساتھ اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کرتے تھے لیکن اگر ان میں سے کوئی اپنے ساتھی کے جمیع مال پر فیصلہ کر دیتا تو وہ اسے منع نہ کرتا تھا اور اس وقت میں ایسے لوگ دیکھ رہا ہوں کہ جو ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے اور احوال دریافت کرتے ہیں یہاں تک کہ گھر کی مرغی کے بارے میں بھی پوچھتے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے صاحب کا ایک پیسہ بھی بے تکلُّفی سے لینا چاہے تو وہ اسے منع کر دیتا ہے۔

کہیں یہ ریا اور نفاق تو نہیں؟

اس پر دلیل یہ ہے کہ کوئی اپنے دوست کو دیکھ کر کہتا ہے: "آپ کیسے ہیں؟" اور دوست بھی کہتا ہے: "آپ کیسے ہیں؟" پس نہ تو سوال کرنے والا جواب کا انتظار کرتا ہے اور نہ ہی دوسرا سوال کا جواب دیتا ہے بلکہ خود سوال کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ بات محض دکھاوے اور تکلُّف کے لیے ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل بغض، کینہ اور حسد سے خالی نہیں ہوتے محض زبانی کلامی حال چال پوچھا جا رہا ہوتا ہے۔

پہلے سلام پھر کلام:

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ہمارے اسلاف "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" اس وقت کہتے تھے جب ان کے دل (مسلمانوں کے بغض و کینہ سے) پاک ہوتے تھے اور اب لوگ کہتے ہیں: ❀... آپ نے صبح کس حال میں کی؟ ❀... اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو عافیت دے۔ ❀... آپ کیسے ہیں؟ ❀... اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو تندرست رکھے وغیرہ۔ اگر ہم ان کے اقوال پر غور کریں تو یہ بدعت ہیں احترام و تعظیم کے جملے نہیں ہیں۔ چاہے یہ لوگ

ہم سے خوش ہو یا ناخوش (ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا)۔" حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ بوقتِ ملاقات تمہارا اس طرح کہنا کہ "آپ نے صبح کس حال میں کی" بدعت ہے[1]۔

"صبح کس حال میں کی" اس بدعت کی ابتدا کب ہوئی؟

منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن عَیّاش سُلَمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے پوچھا: "آپ نے صبح کس حال میں کی؟" آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کے سوال کا جواب نہ دیا بلکہ فرمایا: "مجھے اس بدعت سے دور رکھو۔" پھر فرمایا: "اس بدعت کی ابتدا اس طاعون کے زمانے میں ہوئی جو شام میں پھیلا تھا جسے طاعونِ عَمَواس (ملک شام کا ایک شہر ہے) کہا جاتا تھا، اس میں لوگ کثرت سے مرنے لگے تو ایک شخص صبح کو اپنے دوست سے ملتا تو پوچھتا: "آپ نے طاعون سے صبح کس حال میں کی؟" اور شام کو ملتا تو پوچھتا: "آپ نے شام کس حال میں کی؟"

گوشہ نشینی میں ہی نجات ہے:

الغرض عام طور پر ملاقات بناوٹ، ریا اور نفاق سے خالی نہیں ہوتی اور یہ سب کی سب مذموم ہیں، ان میں بعض سے تو منع کیا گیا ہے جبکہ بعض مکروہ ہیں اور گوشہ نشینی میں ان سب سے نجات ہے۔ اس لئے کہ جو لوگوں سے ملاقات تو رکھے لیکن ان کی عادات نہ اپنائے تو لوگ اس سے ناراض ہوتے، اسے بوجھ سمجھتے، اس کی غیبت کرتے اور اسے تکلیف پہنچانے میں مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ پس لوگوں کا دین اس کی وجہ سے تباہ ہو گا اور ان سے انتقام لینے کی وجہ سے اس کے دین و دنیا جاتے رہیں گے۔

---

1 ...اس لئے کہ سلام سے پہلے کلام کرنا بدعت ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو سلام سے پہلے کلام کرے اسے جواب نہ دو۔" (المعجم الاوسط، ۱/ ۱۳۴، الحدیث: ۴۲۹) لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ جب آپس باہم ملیں تو "پہلے سلام پھر کلام" کے مقولہ پر عمل پیرا ہوں۔

زیادہ میل جول کا نقصان:

یہ ایک خفیہ بیماری ہے اور اس پر عقل مند بھی بہت کم متنبہ ہوتے ہیں چہ جائیکہ غافلین جو کسی شمار میں نہیں آتے۔ مثال کے طور پر فاسق وفاجر کی صحبت میں ایک عرصہ تک بیٹھنے والا شخص اگرچہ دل میں اس سے نفرت کرتا ہو اپنی موجودہ کیفیت اور بیٹھنے سے پہلے کی کیفیت کے درمیان تقابل کرے تو اس سے نفرت کرنے اور اسے بوجھ سمجھنے میں بہت فرق پائے گا، کیونکہ زیادہ مشاہدہ کرنے (یعنی میل جول رکھنے) کی وجہ سے فساد اس کی طبیعت پر ہلکا ہو گیا جس کی وجہ سے دل میں اُس کی برائی کم ہو گئی اور آدمی کسی کو برائی سے اس لئے روکتا ہے کہ وہ اس برائی کو دل میں بہت بڑا سمجھتا ہے لیکن کثرتِ مشاہدہ (زیادہ میل جول) کی وجہ سے جب وہ برائی کو ہلکا سمجھنے لگتا ہے تو کوئی بعید نہیں کہ برائی سے منع کرنے والی قوت کمزور ہو جائے اور آدمی خود اس برائی یا اس سے کم تر کی طرف مائل ہو جائے۔

مال داروں اور فقرا کی صحبت کا اثر:

جب کوئی شخص کسی کو بکثرت گناہ کبیرہ کا مرتکب دیکھتا ہے تو اپنے دل میں گناہِ صغیرہ کو معمولی اور ہلکا سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مال داروں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں دیکھ کر (فقیر و مسکین اور مُتَوَسِّطُ الحال) شخص خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو کم سمجھتا ہے۔ مال داروں کی صحبت کا اثر یہی ہوتا ہے جبکہ فقرا کی صحبت کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ بندہ خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو زیادہ سمجھتا ہے۔

نیک اور گناہ گار کی صحبت کی تاثیر:

یہی صورتِ حال نیکوں اور گناہ گاروں کی طرف دیکھنے کی ہے کہ اس کی تاثیر بھی طبیعت پر اسی طرح ہوتی ہے۔ تو جو شخص فقط صحابۂ کرام اور تابعین عظام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے احوال کو ملاحظہ کرے گا کہ انہوں نے کس طرح عبادت کی اور دنیا سے کس طرح گوشہ نشینی اختیار کی تو وہ خود کو ہمیشہ حقیر اور اپنی

عبادت کو کم سمجھے گا اور جب تک وہ خود کو حقیر سمجھتا رہے گا عبادت کو کامل اور تام کرنے کی کوشش کرتا رہے گا تاکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی اتباع ہو سکے اور جو شخص ان احوال کی طرف دیکھے جو دنیاداروں پر غالب ہیں، جیسے ان کا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے رُو گردانی کرنا، دنیا کی طرف متوجہ ہونا، گناہوں کا عادی ہونا وغیرہ تو وہ اپنے دل میں نیکی کی تھوڑی سی رغبت کو بھی بڑا سمجھے گا اور یہی ہلاکت ہے اور طبیعت کو تبدیل کرنے کے لئے صرف اچھائی اور بُرائی کے بارے میں سن لینا ہی کافی ہے چہ جائیکہ اس کا مشاہدہ کیا جائے اور اس فرمان مصطفٰے کا راز اسی دقیقہ (نکتہ) سے سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ،

صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے ذکر کی برکت:

مدینے کے تاجدار، ہم بے کسوں کے مدد گار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔"[1]

ذکر صالحین کے وقت نُزولِ رحمت کا مطلب:

سوال: رحمت سے مراد تو جنت میں داخل ہونا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کرنا ہے جبکہ نیک لوگوں کے ذکر کے وقت تو یہ نازل نہیں ہوتیں؟" اس کا **جواب** یہ ہے کہ یہ تو نازل نہیں ہوتیں لیکن رحمت کا سبب نازل ہوتا ہے اور وہ دل میں رغبت، صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی اقتدا کی حرص کا پیدا ہونا اور اپنی کمی و کوتاہی سے نفرت کرنا ہے اور رحمت کا مبدا (ابتدا) عمل خیر ہے اور عمل خیر کا مبدا رغبت ہے اور رغبت کا مبدا نیک لوگوں کے احوال کا ذکر ہے تو ذکر صالحین کے وقت نزولِ رحمت کا یہی مطلب ہے۔

فاسقین کے ذکر کے وقت لعنت برستی ہے:

عقل مند شخص طرزِ کلام سے اس کا مفہومِ مخالف سمجھ سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فاسقین کے ذکر کے

[1] ...الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد محمد بن سیرین، الرقم: ۱۹۰۳، ص۳۲۸، فیہ ذکر قول سفیان الثوری
حلیۃ الاولیاء، سفیان بن عیینۃ، ۷/۳۳۵، الرقم ۱۰۷۵۰، فیہ ذکر قول سفیان بن عینہ

وقت لعنت برستی ہے کیونکہ ان کے ذکر کی کثرت گناہوں کو طبیعت پر ہلکا کر دیتی ہے۔

لعنت سے مراد (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے) دُوری ہے اور رحمت الٰہی سے دُوری کا مبدا گناہ اور ذات باری سے روگردانی کر کے غیر شرعی طریقے سے دنیاوی لذات اور فوری خواہشات کی طرف متوجہ ہونا ہے اور گناہوں کا مبدا اول میں انہیں ہلکا سمجھنا اور دل میں ہلکا سمجھنے کا مبدا گناہوں کو زیادہ سننے کی وجہ سے ان سے انسیت ہو جانا ہے۔ جب صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن اور فاسقین کا ذکر سننے کا یہ حال ہے تو انہیں دیکھنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بلکہ حدیثِ پاک میں اس کی صراحت یوں ملتی ہے۔

برے ہم نشیں کی مثال:

معلم کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَثَلُ الْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ الْكِيْرِ اِنْ لَّمْ يَحْرِقْكَ بِشَرَارِهٖ عَلِقَ بِكَ مِنْ رِيْحِهٖ یعنی برے ہم نشیں کی مثال لوہار کی بھٹی کی سی ہے کہ اگر وہ تمہیں نہ بھی جلائے پھر بھی اس کی بدبو تم تک ضرور پہنچے گی۔“[1]

تو جس طرح بو کپڑوں میں بس جاتی ہے اور اس کا پتا بھی نہیں چلتا ایسے ہی دل پر فساد آسان ہو جاتا ہے اور اس کا پتا بھی نہیں چلتا۔

اچھے ہم نشیں کی مثال:

حسن اخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِ اکبر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ مَثَلُ صَاحِبِ الْمِسْكِ اِنْ لَّمْ يَهَبْ لَكَ مِنْهُ تَجِدْ رِيْحَهٗ یعنی اچھے ہم نشیں کی مثال مُشک والے کی سی ہے کہ اگر وہ تمہیں مُشک نہ بھی دے پھر بھی اس کی خوشبو تمہیں ضرور پہنچے گی۔“[2]

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار وبیع المسک، ۲/ ۲۰، الحدیث: ۲۱۰۱، بتغیر قلیل
صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الصحبۃ والمجالسۃ، ۱/ ۳۹۳، الحدیث: ۵۷۸

2 ...صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار وبیع المسک، ۲/ ۲۰، الحدیث: ۲۱۰۱، بتغیر قلیل
صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الصحبۃ والمجالسۃ، ۱/ ۳۸۶، ۳۹۳، الحدیث: ۵۶۲، ۵۷۸

عالم کی لغزش بیان کرنے کا نقصان:

اسی وجہ سے میں (یعنی حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی) کہتا ہوں کہ جسے کسی عالم کی لغزش کے بارے میں علم ہو تو دو وجہ سے اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنا حرام ہے: (۱)...غیبت۔ (۲)...یہ وجہ دونوں میں سے سب سے بڑی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس لغزش کو بیان کرنے سے سننے والوں پر وہ لغزش ہلکی ہو جائے گی اور ان کے دل سے اس جرم کی برائی ختم ہو جائے گی اور یہ اس برائی کو ہلکا و آسان سمجھنے کا سبب ہو گا کیونکہ سننے والا جب اس برائی کا ارتکاب کرے گا اور کوئی اس پر اعتراض کرے گا تو وہ اعتراض کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جواب دے گا کہ ہم سے اس کام کا ہو جانا کوئی بعید نہیں ہم ایسا کرنے میں مجبور ہیں حتی کہ علما اور عبادت گزار بھی اسے کرنے پر مجبور ہیں۔ اس کے برخلاف اگر وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اس طرح کا گناہ علما و پیشوا سے نہیں ہوتا تو اس طرح گناہ کا ارتکاب اس پر مشکل ہو جائے گا۔

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو دنیا کی خاطر لڑتے، جھگڑتے اور اس کو جمع کرنے کے حریص (لالچی) ہوتے ہیں اور اقتدار کی خواہش اور دنیوی زیب و زینت کی وجہ سے ایک دوسرے کو مار ڈالتے اور دل میں اس گناہ کو ہلکا سمجھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی اقتدار کی خواہش سے نہ بچ سکے، بسا اوقات تو وہ خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے مابین ہونے والی جنگ[1] کو دلیل بناتے اور دل میں یہ بات گھڑتے ہیں کہ یہ لڑائی طلبِ حق کے لئے نہ تھی بلکہ حصولِ اقتدار کے لئے تھی۔ پس ایسا اعتقاد رکھنا درست نہیں، اس کی وجہ سے اقتدار کی خواہش اور اس کے لوازمات معمولی گناہ محسوس ہوتے ہیں اور طبیعتِ بد لغزشوں کی اتباع اور نیکیوں سے اعراض کی طرف مائل ہوتی ہے بلکہ جس معاملے میں لغزش نہیں ہوتی وہاں بھی لغزش مان لیتی ہے تاکہ

---

[1]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اپنی کتاب "**امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ**" مطبوعہ ضیاء القرآن (2000ء) صفحہ 22 پر فرماتے ہیں: نہایت ضروری اور اشد لازم یہ ہے کہ صحابہ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) کی آپس کی جنگوں کے متعلق ہم کچھ رائے زنی نہ کریں، نہ ان میں سے کسی کو برا سمجھیں، سب کو سچا پکا پرہیزگار یقین کریں۔

خواہشات پر عمل کرنے کے لئے دلیل بنا سکیں اور یہ شیطان کا انتہائی خطرناک وار ہے۔ اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شیطان کی مخالفت کرنے والوں کی اس طرح تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ،

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔
(پ۲۳، الزمر: ۱۸)

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی کہاوت بیان فرمائی۔ چنانچہ،

بکری کی جگہ کُتا لینے والا:

حضور نبیِّ اکرم، رسولِ محتشم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَثَلُ الَّذِیْ یَجْلِسُ یَسْتَمِعُ الْحِکْمَۃَ ثُمَّ لَا یَعْمَلُ اِلَّا بِشَرِّ مَا یَسْتَمِعُ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰی رَاعِیًا فَقَالَ لَہٗ یَا رَاعِیْ اَجْزُرْ لِیْ شَاۃً مِّنْ غَنَمِکَ فَقَالَ اِذْھَبْ فَخُذْ خَیْرَ شَاۃٍ فِیْھَا فَذَھَبَ فَاَخَذَ بِاُذُنِ کَلْبِ الْغَنَمِ یعنی اس شخص کی مثال کہ جو مجلس میں بیٹھ کر حکمت کی بات سنے اور جو کچھ سنا ہے اس میں سے صرف بُری بات پر عمل کرے اس شخص کی سی ہے جو چرواہے کے پاس جا کر کہے: اے چرواہے! اپنی بکریوں میں سے مجھے ایک بکری دے دے۔ چرواہا کہے: تم ریوڑ میں جا کر سب سے اچھی بکری لے لو۔ تو وہ شخص ریوڑ میں جا کر ریوڑ کی حفاظت پر مامور کتے کا کان پکڑ لے (یعنی بکری کی جگہ کتا لے لے)۔''[1]

ہر وہ شخص جو آئمہ کی لغزشوں کو بیان کرتا ہے یہی مثال اس کی بھی۔

دل سے کسی چیز کی اہمیت ختم ہونے کا سبب:

تکرار اور مشاہدہ کے سبب دل سے کسی چیز کی وقعت (اہمیت) ختم ہو جانے پر دلیل یہ ہے کہ اکثر لوگ رمضان المبارک میں جب کسی مسلمان کو دیکھتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتا تو وہ اسے بہت بُرا سمجھتے ہیں اور قریب ہے کہ اسے کافر سمجھنے لگیں حالانکہ وہ کئی ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے لیکن ان کی طبیعت ان

---

[1]...سنن ابن ماجه، کتاب الزھد، باب الحکمة، ۴/۴۵۶، الحدیث: ۴۱۷۲، بتغیر قلیل
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرة، ۳/۲۶۹، الحدیث: ۸۶۴۷، بتغیر قلیل

سے اتنی مُتَنَفِّر نہیں ہوتی جتنی روزے نہ رکھنے والوں سے ہوتی ہے، حالانکہ بعض آئمہ کے نزدیک بلا عذرِ شرعی ایک نماز بھی قضا کر دینا کفر ہے، بعض کے نزدیک اس کی گردن ماردی جائے گی (یعنی اسے قتل کر دیا جائے گا) جبکہ پورے ماہِ رمضان کے روزے ترک کرنا نہ تو کفر ہے، نہ گردن مارنے کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی اس کا سبب ہے لیکن چونکہ نماز کا تکرار ہوتا ہے اور اس میں اکثر سستی ہو جاتی ہے تو تکرار کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے نماز نہ پڑھنے کے گناہ کی وقعت دل سے ختم ہو جاتی ہے۔

غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے:

ایسے ہی اگر کوئی فقیہ (عالم) ریشم کا لباس پہن لے یا سونے کی انگوٹھی پہن لے یا چاندی کے برتن میں پانی پی لے تو لوگ اس بات کو بہت بعید جانتے ہیں اور اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا جاتا ہے حالانکہ اس بات کا مشاہدہ ہے کہ لمبی لمبی مجلسوں میں سوائے لوگوں کی غیبت کے اور کوئی گفتگو نہیں ہوتی اور اس بات کو نہ تو برا سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے حالانکہ غیبت زنا سے بھی سخت ہے تو ریشم پہننے سے کیونکر سخت نہ ہوگی؟ لیکن غیبت سننے اور غیبت کرنے والوں کا بکثرت مشاہدہ کرنے کی وجہ سے دل سے اس گناہ کی وقعت ختم ہوگئی اور اس کا معاملہ انسان پر آسان ہو گیا۔

پس ان باریکیوں کو سمجھو اور لوگوں سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ کیونکہ لوگوں سے تم اسی بات کا مشاہدہ کرو گے جس سے تمہاری دنیا پر حرص اور آخرت سے غفلت میں اضافہ ہوگا، تم گناہ کو ہلکا سمجھو گے اور عبادت میں تمہاری رغبت کمزور ہو جائے گی۔

مومن کی گمشدہ میراث:

اگر تم کوئی ایسا ہم نشیں پاؤ جس کی صورت اور سیرت سے تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد آئے تو اس (کی صحبت) کو لازم پکڑ لو اس سے کبھی بھی جدا نہ ہونا اور اسے غنیمت سمجھو اور اسے حقیر نہ جانو کیونکہ یہ عقل مند شخص کے لئے غنیمت اور مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اچھا ہم نشیں تنہائی سے بہتر ہے اور

برے ہم نشیں سے تنہائی بہتر ہے۔

حاصل کلام:

جب تم نے ان مضامین کو سمجھ لیا اور اپنی طبیعت کو ملاحظہ کر لیا اور جس سے اختلاط کا ارادہ ہے اس کے حال کی طرف التفات بھی کر لیا تو تم پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ گوشہ نشینی بہتر ہے یا میل جول رکھنا اور تم مطلق حکم لگانے سے بچو کہ گوشہ نشینی افضل ہے یا میل جول کیونکہ ان میں سے ہر ایک تفصیل طلب ہے، لہٰذا مطلقاً "ہاں یا نہ" کہہ دینا درست نہیں کہ تفصیل طلب بات کے شایانِ شان تفصیل ہی ہوتی ہے۔

تیسرا فائدہ:

گوشہ نشینی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان لڑائی جھگڑوں اور فتنہ وفساد سے بچ جاتا ہے اور ان میں غور وخوض نہ کرنے سے دین ونفس کی حفاظت رہتی اور دنیا کے خطرات سے چھٹکارا ملتا ہے اور بہت کم ایسا ہو گا کہ شہر فتنہ وفساد اور لڑائی جھگڑوں سے خالی ہوں، لہٰذا لوگوں سے دور رہنے والا ان تمام امور سے سلامتی میں رہتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عَمْرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں: حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فتنے کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اِذَا رَاَیْتَ النَّاسَ مَرِجَتْ عُھُوْدُھُمْ وَخَفَّتْ اَمَانَاتُھُمْ وَکَانُوْا ھٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ یعنی جب تم دیکھو کہ لوگوں کے عہد وپیمان درہم برہم ہو رہے ہیں اور ان کی امانتیں ہلکی پڑ گئیں ہیں، پھر اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے فرمایا اور وہ اس طرح ہو جائیں۔" میں نے عرض کی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس وقت میرے لئے کیا حکم ہے؟" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِلْزَمْ بَیْتَکَ وَاَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْکِرُ وَعَلَیْکَ بِاَمْرِ الْخَاصَّۃِ وَدَعْ عَنْکَ اَمْرَ الْعَامَّۃِ یعنی اپنے گھر کو لازم پکڑ لو (گوشہ نشینی اختیار کرو) اور اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اچھی بات اپناؤ اور بُری سے دور رہو، خاص لوگوں کا طریقہ اختیار کرو اور عام لوگوں کے طریقے سے دور رہو۔"[1]

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ۴/۱۶۵، الحدیث: ۴۳۴۳

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''وہ وقت قریب ہے کہ جب مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی وہ انہیں پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر ہانکتا پھرے گا اور اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف بھاگتا پھرے گا۔''[1]

اہل و عیال اور رشتہ داروں کے سبب ہلاکت:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کسی دِین دار کا دِین سلامت نہیں رہے گا سوائے اس شخص کے جو اپنے دین کے ساتھ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں، ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ کی طرف بھاگتا پھرے جیسے لومڑی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی ہے۔'' عرض کی گئی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایسا کب ہو گا؟'' ارشاد فرمایا: ''ایسا اس وقت ہو گا جب مال وغیرہ کمانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے بغیر دشوار ہو گا، اس وقت اکیلے رہنا ضروری ہو گا۔'' عرض کی گئی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایسا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ آپ نے تو ہمیں نکاح کا حکم دیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جب ایسا وقت آئے گا تو بندے کی ہلاکت اس کے والدین کے ہاتھوں ہو گی اگر والدین نہ ہوئے تو پھر اس کی ہلاکت اس کے بیوی بچوں کے ہاتھوں ہو گی، اگر بیوی بچے بھی نہ ہوئے تو پھر اس کی ہلاکت اس کے رشتہ داروں کی وجہ سے ہو گی۔'' عرض کی گئی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایسا کیسے ہو گا؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ اسے تنگدستی کی عار دلائیں گے جس کی وجہ سے وہ ایسے کام کرے گا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا اور یہی چیز اس کی تباہی کا باعث بنے گی۔''[2]

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب التعرب فی الفتنۃ، ۴/۴۳۹، الحدیث: ۷۰۸۸، بدون: من شاھق الی شاھق

[2] ...العزلۃ للخطابی، باب ماجاء فی العزلۃ، الحدیث: ۹، ص ۱۳

الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی ترک الدنیا و مخالفۃ النفس و الھوی، الحدیث: ۴۳۹، ص ۱۸۳

حلیۃ الاولیاء، الربیع بن خثیم، ۲/۱۳۹، الحدیث: ۱۷۳۱

یہ حدیث اگرچہ اکیلے رہنے کے بارے میں ہے لیکن اس سے گوشہ نشینی کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ اہل و عیال والا شخص میل جول اور کسبِ معاش سے مستغنی نہیں ہو سکتا اور (اس وقت) معیشت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی والے کاموں سے حاصل ہو گی۔

میں (یعنی حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوَالِی) یہ نہیں کہتا کہ حدیث میں بیان کردہ وقت سے مراد موجودہ وقت ہے کیونکہ وہ تو اس سے بہت پہلے کا شروع ہو چکا ہے۔اسی وجہ سے تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوَلِی نے فرمایا: ''وَاللّٰہِ لَقَدْ حَلَّتِ الْعُزْلَۃ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اب گوشہ نشینی حلال (یعنی جائز) ہو گئی ہے۔''

حتی الامکان فتنہ و فساد سے بچو:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فتنہ و فساد اور ہرج کے ایام کا ذکر کیا تو میں نے عرض کی: ''ہرج سے کیا مراد ہے؟'' تو ارشاد فرمایا: ''حِیْنَ لَا یَاْمَنُ الرَّجُلُ جَلِیْسَہٗ یعنی بندہ اپنے ہم نشیں سے بھی محفوظ نہیں رہے گا۔'' میں نے عرض کی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر میں ایسے وقت کو پاؤں تو میرے لئے کیا حکم ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''کُفَّ نَفْسَکَ وَیَدَکَ وَادْخُلْ دَارَکَ یعنی خود کو اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور اپنے گھر میں رہو۔'' میں نے عرض کی: ''اگر وہ میرے گھر میں داخل ہو گئے تو پھر کیا کروں؟'' ارشاد فرمایا: ''فَادْخُلْ بَیْتَکَ یعنی گھر کے کمرے میں داخل ہو جاؤ۔'' میں نے عرض کی: ''اگر وہ کمرے میں داخل ہو جائیں تو پھر کیا کروں؟'' ارشاد فرمایا: ''فَادْخُلْ مَسْجِدَکَ وَاصْنَعْ ھٰکَذَا وَقَبَضَ عَلَی الْکُوْعِ وَقُلْ رَبِّیَ اللّٰہُ حَتّٰی تَمُوْتَ یعنی تم مسجد میں داخل ہو جاؤ اور اس طرح کرو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انگوٹھے کے ساتھ والے حصے کو پکڑا اور کہو کہ میرا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔''[1]

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی النھی عن السعی فی الفتنۃ، ۴/۱۳۵، الحدیث: ۴۲۵۷، ۴۲۵۸، بتغیر

جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب الفتن، ۱۰/۳۰۲، ۳۰۳، الحدیث: ۲۰۸۹۳

دو آنکھوں والی تلوار:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جنگ کے لئے بلایا گیا تو آپ نے فرمایا: ”میں اس شرط پر جنگ میں شرکت کروں گا کہ تم مجھے ایک ایسی تلوار دو جس کی دو آنکھیں اور ایک زبان ہو جس سے وہ کافر کی طرف میری راہ نمائی کرے تو میں اسے قتل کر دوں اور مسلمان کی طرف راہ نمائی کرے تو اسے چھوڑ دوں۔“ پھر فرمایا: ”میری اور تمہاری مثال اس قوم کی سی ہے جو ایک روشن و واضح راستے پر چل رہی ہو کہ آندھی آئے اور وہ راستہ بھٹک جائے اور ان پر راستہ مشتبہ ہو جائے ان میں سے بعض کہیں راستہ دائیں جانب ہے پس وہ دائیں طرف چل پڑیں اور چلتے چلتے تھک جائیں اور راستہ بھٹک جائیں، بعض کہیں راستہ بائیں جانب ہے تو وہ بائیں طرف چل پڑیں اور چلتے چلتے تھک جائیں اور راستہ بھٹک جائیں جبکہ کچھ لوگ پیچھے بیٹھے آندھی ختم ہونے کا انتظار کریں تا کہ راستہ واضح ہو جائے اور سفر جاری رکھیں۔“ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور کچھ اور لوگ فتنوں سے علیحدہ رہے اور جب تک فتنے وغیرہ ختم نہ ہو گئے تب تک لوگوں سے اختلاط (میل جول) نہ رکھا۔

کوفہ والوں کے خطوط اور عہد و پیمان:

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب عراق کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ان سے ملاقات کے لئے چل پڑے اور تین دن کی مسافت کے بعد ان سے جا ملے اور عرض کی: ”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“ حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا: ”عراق جا رہا ہوں۔“ اور کوفہ والوں کے وہ خطوط اور عہد و پیمان دکھائے جو انہوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف لکھے تھے۔ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے عرض کی: ”آپ ان کے خطوط وغیرہ کی طرف توجہ نہ کریں اور ان کے پاس نہ جائیں۔“ لیکن نواسۂ رسول رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انکار کر دیا۔ حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے عرض کی: میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں۔

ایک بار حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا و آخرت کے بارے میں اختیار دیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آخرت کو اختیار فرمایا۔ بے شک آپ جگر گوشۂ رسول ہیں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ حضرات میں سے کوئی بھی دنیا کا والی نہیں ہوگا اور آپ سے دنیا کو اس چیز نے دور رکھا ہے جو آپ کے لئے سب سے بہتر ہے۔ لیکن حضرت سیِّدُنا امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے واپس جانے سے انکار کر دیا تو حضرت سیِّدُنا عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے انہیں گلے سے لگالیا اور روتے ہوئے کہنے لگے: ''اے شہید! یا (کہا: اے) قیدی! میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں۔''[1]

(فتنہ و فساد کے وقت) مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں کم و بیش 10 ہزار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تھے لیکن فتنے کے دنوں میں 40 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے زیادہ آگے نہ بڑھے۔ حضرت سیِّدُنا طاؤس بن کیسان یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بھی اپنے گھر میں بیٹھے رہے، ان کی خدمت میں عرض کی گئی: ''آپ کیوں نہیں نکلے؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''مجھے زمانے کے فتنوں اور حکمرانوں کے ظلم نے روکے رکھا۔''

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عُروہ بن زُبَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب (مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا سے تین میل دور) مقامِ عقیق میں تعمیر کئے گئے اپنے شاندار گھر میں گوشہ نشین ہوگئے تو ان سے عرض کی گئی: ''آپ تو گھر ہی کے ہو کر رہ گئے، مسجدِ نبوی میں بھی تشریف نہیں لاتے۔'' تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں مسجدوں میں لہو و لعب، بازاروں میں لغویات اور گلی کوچوں میں بے حیائی دیکھتا ہوں اس لئے تم سے الگ رہنے میں ہی عافیت سمجھتا ہوں۔''

الغرض: لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد سے بچنا بھی گوشہ نشینی کے فوائد میں سے ایک فائدہ ہے۔

---

[1]...صحیح ابن حبان، کتاب إخبارہ عن مناقب الصحابۃ۔۔۔ الخ، ۹/۵۸، الحدیث: ۶۹۲۹، بتغیر
المعجم الاوسط، ۱/۱۸۱، الحدیث: ۵۹۷، بتغیر قلیل
عیون الاخبار لابن قتیبۃ الدینوری، کتاب الحرب، باب من اخبار الدولتو۔۔۔ الخ، الجزء الاول، ۱/۳۱۰، ۳۱۱، دون: او اسیر

چوتھا فائدہ:

گوشہ نشینی میں لوگوں کے شر سے چھٹکارا ملتا ہے کیونکہ لوگ تمہیں کبھی غیبت کے ذریعے تکلیف دیتے ہیں، کبھی بدگمانی اور تہمت کے ذریعے، کبھی ایسے مطالبات اور جھوٹی طمع (خواہش) کے ذریعے جنہیں پورا کرنا مشکل ہوتا ہے اور کبھی چغلی و جھوٹ کے ذریعے تکلیف پہنچاتے ہیں اور بسا اوقات لوگ تمہارے ایسے اعمال واقوال دیکھتے، سنتے ہیں جن کی تہہ (گہرائی) تک ان کی عقلوں کی رسائی نہیں ہوتی تو وہ انہیں اپنے پاس ذخیرہ (جمع) کر کے رکھتے ہیں اور شر کا موقع پاتے ہی اسے ظاہر کر دیتے ہیں، لہٰذا جب تک تم لوگوں سے الگ رہو گے، ان تمام باتوں سے محفوظ رہو گے۔

پہلے تولو پھر بولو:

کسی دانا (عقل مند) شخص نے اپنے رفیق (ساتھی) سے کہا: ''کیا میں تمہیں ایسے دو اشعار نہ سناؤں جو 10 ہزار درہم سے بھی بہتر ہیں؟'' تو رفیق نے کہا: ''وہ اشعار کون سے ہیں؟'' دانا شخص نے کہا:

اِخۡفِضِ الصَّوۡتَ اِنۡ نَّطَقۡتَ بِلَیۡلٍ — وَ الۡتَفِتۡ بِالنَّھَارِ قَبۡلَ الۡمَقَال

لَیۡسَ لِلۡقَوۡلِ رَاجِعَۃٌ حِیۡنَ یَبۡدُوۡ — بِقَبِیۡحٍ یَّکُوۡنُ اَوۡ بِجَمَال

ترجمہ: (۱)... رات کے وقت گفتگو کرو تو اپنی آواز کو پست رکھو اور دن کے وقت بولنے سے پہلے ادھر ادھر دیکھ لیا کرو۔

(۲)... کیونکہ بات اچھی ہو یا بری جب منہ سے نکل جاتی ہے تو پھر واپس نہیں آتی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے گا اور ان کے اعمال میں شریک ہو گا وہ کسی حاسد اور دشمن سے خالی نہ ہو گا جو اس کے بارے میں بدگمانی کرے گا اور یہ وہم کرے گا کہ یہ شخص میرے ساتھ دشمنی کرنا چاہتا ہے اور میرے خلاف کوئی داؤ چلے گا اور اس کے پیچھے کوئی خفیہ سازش ہے۔ کیونکہ جب لوگ کسی چیز کے زیادہ حریص ہوتے ہیں تو وہ ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں۔ وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو اور چونکہ وہ دنیا کے بہت زیادہ حریص ہیں اس لئے وہ دوسروں کو بھی دنیا پر حریص ہی سمجھتے ہیں۔

مشہور شاعر احمد بن حسین مُتَنَبِّی نے کہا:

اِذَا سَآءَ فِعْلُ الْمَرْءِ سَائَتْ ظُنُوْنُهٗ   وَ صَدَّقَ مَا يَعْتَادُ مِنْ تَوَهُّم

وَ عَادٰى مُحِبِّيْهِ بِقَوْلِ عُدَاتِهٖ   فَاَصْبَحَ فِیْ لَيْلٍ مِّنَ الشَّكِ مُظْلِم

ترجمہ:(۱)... جب آدمی برے کام کرتا ہے تو بدگمان ہو جاتا اور معمولی وہم کو بھی سچا سمجھتا ہے۔

(۲)...اپنے دشمنوں کی بات پر اپنے دوستوں سے عداوت رکھتا ہے تو وہ شک کی تاریکی میں پھنسا رہتا ہے۔

بروں کی صحبت کا نقصان:

کہا گیا ہے کہ ”بُرے لوگوں کی صحبت نیکوں کے بارے میں بدگمانی پیدا کرتی ہے۔“

انسان کو اپنے واقف کاروں اور میل جول رکھنے والوں سے پہنچنے والے شر (برائیاں) بہت زیادہ ہیں، ان کی تفصیل میں جاکر ہم کلام کو طول نہیں دیں گے کیونکہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں ان تمام کی طرف اجمالاً اشارہ پایا جاتا ہے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے والوں میں سے اکثر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ”آدمی کو پہلے آزماؤ پھر اسے دشمن جانو۔“

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

مَنْ حَمِدَ النَّاسَ وَ لَمْ يَبْلُهُمْ   ثُمَّ بَلَاهُمْ ذَمَّ مَنْ يَّحْمَد

وَ صَارَ بِالْوَحْدَةِ مُسْتَاْنِسًا   يُوْحِشُهُ الْاَقْرَبُ وَ الْاَبْعَد

ترجمہ:(۱)... جس نے آزمائے بغیر لوگوں کی تعریف کی پھر انہیں آزمایا تو جن کی مدح کی تھی انہیں کی مذمت کرے گا۔

(۲)...اور جب قرب و بعد سے وحشت ہوتی ہے تو تنہائی سے انسیت ہو جاتی ہے۔

برے ساتھی سے نجات کا ذریعہ:

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”فِی الْعُزْلَةِ رَاحَةٌ مِّنَ الْقَرِيْنِ السُّوْءِ یعنی گوشہ نشینی میں بُرے ساتھی سے نجات ہے۔“

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زُبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں عرض کی گئی: ''آپ مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا تشریف کیوں نہیں لاتے؟''تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا میں اب وہ لوگ رہ گئے ہیں جو (دوسرے کی) نعمت پر حسد کرتے اور تکلیف پر خوش ہوتے ہیں۔''

لاعلاج بیماری:

حضرت سیِّدُنا ابن سِماک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میرے ایک دوست نے مجھے خط لکھا جس کا مضمون کچھ یوں تھا: ''بے شک پہلے کے لوگ دوا (کی مانند) تھے ان سے علاج کیا جاتا تھا جبکہ موجودہ لوگ ایسی بیماری بن گئے ہیں جس کی کوئی دوا نہیں، لہٰذا لوگوں سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔''

تین خصلتوں والا رفیق:

کسی دیہاتی نے ایک درخت کے پاس سکونت اختیار کی، وہ کہا کرتا تھا: ''یہ درخت ایسا رفیق (ساتھی) ہے جس میں تین خصلتیں ہیں: (۱)...اگر یہ میری کوئی بات سنتا ہے تو اس کی چغلی نہیں کرتا (۲)...اگر میں اس کے چہرے پر تھوک دوں تو یہ میری اس حرکت کو برداشت کرتا ہے اور (۳)...اگر میں اس کے ساتھ بد خلقی سے پیش آؤں تو یہ مجھ پر غصہ نہیں کرتا۔'' خلیفہ بغداد ہارون الرشید نے جب اس کی یہ بات سنی تو کہا: ''اس دیہاتی نے مجھے دوستوں کے بارے میں زاہد بنا دیا ہے (یعنی جس میں یہ تین خصلتیں نہ ہوں اس کی صحبت اختیار نہ کی جائے)۔''

سب سے زیادہ نفع مند ہم نشیں:

ایک بزرگ کتابوں کا مطالعہ اور زیارتِ قبور کے ہی ہو کر رہ گئے، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو جواب دیا: ''میں نے خلوت (تنہائی) سے زیادہ کسی چیز میں سلامتی نہیں پائی، قبر سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں پایا اور کتب کے مطالعہ سے زیادہ نفع مند کوئی ہم نشیں نہیں پایا۔''

تنہا رہنے کا ایک فائدہ:

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں: ایک بار میں نے حج کا ارادہ کیا تو اللہ

عَزَّوَجَلَّ کے ولی حضرت سیِّدُنا ثابت بُنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے جب یہ سنا تو کہنے لگے: ''مجھے خبر ملی ہے کہ آپ حج کا ارادہ رکھتے ہیں، میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کی صحبت اختیار کروں۔'' حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں نے ان سے کہا: ''آپ مجھے اکیلے ہی حج کرنے دیں ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پردوں میں رہتے ہیں (یعنی ہمارے عیوب ایک دوسرے سے پوشیدہ ہیں)، مجھے خوف ہے کہ جب ہم اکٹھے ہوں گے تو ایک دوسرے کے ایسے کاموں پر مطلع ہوں گے جو بغض وعداوت کا سبب ہوں گے۔''

یہ گوشہ نشینی کے ایک اور فائدے کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ دین، مروت، اخلاق، فقر اور تمام راز والی باتوں پر پردہ پڑا رہتا ہے اور اپنا حال پردے میں رکھنے والوں کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ ترجمۂ کنزالایمان: نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب۔

(پ۳، البقرۃ: ۲۷۳)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

وَ لَا عَارَ اِنْ زَالَتْ عَنِ الْحُرِّ نِعْمَةٌ وَّ لٰكِنَّ عَاراً اَنْ يَّزُوْلَ التَّجَمُّلُ

ترجمہ: شریف لوگوں کے لئے مال کا چلا جانا شرم کی بات نہیں لیکن عزت و آبرو کا چلا جانا باعث ننگ و عار ہے۔

اور انسان اپنے دین و دنیا اور عادات و افعال میں ایسی باتوں سے خالی نہیں ہوتا جو صیغۂ راز میں رکھنے والی نہ ہوں اور دین و دنیا میں ان باتوں کا چھپا رہنا ہی بہتر ہوتا ہے کیونکہ ان کے ظاہر ہونے کی صورت میں سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''پہلے کے لوگ ایسے پتے تھے کہ ان کے ساتھ کانٹے نہیں ہوتے تھے جبکہ اب لوگ ایسے کانٹے ہیں کہ جن کے ساتھ کوئی پتا نہیں ہے۔''

جب یہ ان کے زمانے کا حال ہے جو قرنِ اول کے آخر میں تھے تو اس بات میں شک نہیں کہ اس کے بعد والا زمانہ اس سے برا ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اپنی زندگی میں حالتِ بیداری میں اور وفات کے بعد خواب میں مجھ سے فرمایا: ”لوگوں کے ساتھ جان پہچان کم رکھو کیونکہ ان سے بچنا بہت مشکل ہے اور میرا خیال ہے کہ مجھے جو بھی تکلیفیں پہنچی ہیں وہ جان پہچان والوں سے ہی پہنچی ہیں۔“

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا ابو یحییٰ مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ تنہا بیٹھے تھے اور ایک کتا اپنی گردن آپ کے گھٹنے پر رکھے ہوئے تھا، میں نے اس کتے کو بھگانا چاہا تو حضرت سیِّدُنا ابو یحییٰ مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا: ”اے فلاں! اسے چھوڑ دو یہ نہ تو ضرر (نقصان) پہنچاتا ہے اور نہ ہی ایذا (تکلیف) دیتا ہے اور یہ برے ہم نشیں سے بہتر ہے۔“

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: ”آپ کو گوشہ نشینی پر کس چیز نے اُبھارا؟“ تو انہوں نے جواب دیا: ”اس خوف نے کہ کہیں میرا دین سلب نہ کر لیا جائے اور مجھے علم بھی نہ ہو۔“

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ”طبیعت بُرے دوست کی عادات واَطوار کو چرا لیتی ہے۔“

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور لوگوں سے بچو کیونکہ یہ اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہوتے ہیں تو اسے زخمی کر دیتے ہیں اور گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتے ہیں تو اسے ہلاک کر دیتے ہیں اور مومن کے دل پر سوار ہوتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ”لوگوں کے ساتھ جان پہچان کم رکھو اس لئے کہ اس میں تمہارے دین اور دل کے لئے سلامتی زیادہ ہے اور حقوق ساقط ہونے کی وجہ سے تمہارے لئے زیادہ ہلکے پن کا باعث ہے، کیونکہ جب جان پہچان زیادہ ہو گی تو اس پر حقوق بھی زیادہ عائد ہونگے اور تمام حقوق کو پورا کرنا مشکل ہو گا۔“

کسی کا قول ہے کہ ”جسے جانتے ہو اس سے ناواقف ہو جاؤ اور جسے نہیں جانتے اس کے ساتھ جان پہچان نہ بناؤ۔“

پانچواں فائدہ:

نہ تو لوگ تم سے طمع رکھیں گے اور نہ ہی تم لوگوں سے طمع رکھو گے۔اگر لوگوں کی طمع تم سے ختم ہو جائے تو اس میں بہت فائدے ہیں کیونکہ لوگوں کو خوش نہیں رکھا جا سکتا۔پس انسان کا اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہنا ہی زیادہ مناسب ہے۔سب سے ہلکا اور آسان حق جنازہ میں حاضر ہونا، مریض کی عیادت کرنا، ولیمے اور نکاح کی مجلس میں شرکت کرنا ہے اور ان سب میں وقت کا ضیاع اور آفات کے در پے ہونا ہے، پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض حقوق کی ادائیگی سے کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور عذر قابلِ قبول ہوتا ہے لیکن بعض عذر بیان کرنا مناسب نہیں ہوتے تو لوگ کہتے ہیں: ''آپ نے فلاں کا حق ادا کیا مگر ہمارا حق ادا نہیں کیا۔'' اور یہی بات دشمنی کا سبب بن جاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ جو عیادت کے وقت مریض کی بیمار پُرسی نہیں کرتا وہ اس ڈر کی وجہ سے اس کی موت کی تمنا کرتا ہے کہ اگر مریض صحت یاب ہو گیا تو اس کے حق میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے شرمندگی اٹھانی پڑے گی اور جو شخص تمام لوگوں کی خوشی، غمی میں شرکت نہ کرے تو سارے لوگ اس سے راضی رہتے ہیں اور جو بعض کے ہاں جائے اور بعض کے ہاں شریک نہ ہو تو ایسے شخص سے لوگ وحشت محسوس کرتے ہیں۔ ایک فارغ البال شخص اگر (میل جول رکھنے والوں میں سے) ہر ایک کے تمام حقوق ادا کرنے میں دن رات صرف کر دے تو پھر بھی ان کے حق ادا نہ کر سکے گا تو جسے کوئی دینی یا دنیاوی شغل بھی ہو تو وہ تمام حقوق کیسے ادا کر سکتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''دوستوں میں اضافہ قرض خواہوں میں اضافہ ہے۔'' مشہور شاعر ابن رومی نے کہا:

عَدُوُّكَ مِنْ صَدِيْقِكَ مُسْتَفَادُ فَلَا تَسْتَكْثِرَنَّ مِنَ الصِّحَابِ

فَاِنَّ الدَّآءَ اَكْثَرُ مَا تَرَاهُ يَكُوْنُ مِنَ الطَّعَامِ اَوِ الشَّرَابِ

ترجمہ: (۱)...تیرا دوست ہی آخرِ کار تیرا دشمن ہو گا، لہٰذا تم زیادہ دوست ہر گز نہ بناؤ۔

(۲)...کیونکہ تم نے دیکھا ہو گا کہ اکثر بیماریاں کھانے، پینے والی چیزوں سے ہی ہوتی ہیں۔

دشمنی کی جڑ:

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا: "ہر دشمنی کی جڑ کمینے لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہے۔"

جہاں تک لوگوں سے تیری طمع منقطع (ختم) ہو جانے کا تعلق ہے تو اس میں بھی بہت بڑا فائدہ ہے کیونکہ جو دنیا کی خوبصورتی اور اس کی زیب وزینت کی طرف دیکھتا ہے اس کی حرص حرکت میں آتی ہے اور قوتِ حرص سے طمع پیدا ہوتی ہے اور طمع (لالچ) میں بندے کو عام طور پر ناکامی و نامرادی کا منہ ہی دیکھنا پڑتا ہے، اس طرح آدمی تکلیف اٹھاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ تنہا رہے گا تو دنیا کی زیب وزینت کا مشاہدہ نہیں کر سکے گا اور جب مشاہدہ نہیں کر سکے گا تو دنیا کی خواہش اور طمع بھی نہیں ہو گی۔ اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (پ۱۴، الحجر: ۸۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی۔

اپنے سے کم تر کو دیکھو:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنَكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَاِنَّهٗ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَیْكُمْ یعنی (دنیاوی معاملے میں) تم اپنے سے کم تر کو دیکھو اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھو یہ عمل اس کا باعث ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کی ناقدری نہ کرو۔"[1] [2]

1...صحیح مسلم، کتاب الزھد، الحدیث: ۲۹۶۳، ص ۱۵۸۴، مفھومًا

المعجم الصغیر للطبرانی، باب النون، من اسمہ نفیس، ۲/۱۲۱

2... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 7، صفحہ 67** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: دنیاوی چیزوں میں اپنے سے نیچے کو دیکھو تاکہ تم شکر کرو اور دین کی چیزوں میں اپنے سے اوپر کو دیکھو تاکہ تم اپنی عبادت پر تکبر نہ کرو اگر تم پنجگانہ نماز پڑھتے ہو تو انہیں دیکھو جو تہجد اور اشراق بھی پڑھتے ہیں۔

صحبتِ فقرا کی برکت:

حضرت سیِّدُنا عون بن عبد اللہ بن عتبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں مالداروں کی مجلسوں میں بیٹھتا تھا تو میں ہمیشہ غمگین رہتا تھا کیونکہ میں اپنے کپڑوں سے زیادہ اچھے کپڑے دیکھتا اور اپنی سواری سے اچھی سواری دیکھتا تھا، جب میں نے فقرا کی صحبت اختیار کی تو آرام محسوس کیا۔''

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا مُزنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فسطاط (شہر) کی جامع مسجد سے نکلے تو محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے آتے دیکھ کر متعجب ہوئے اور یہ آیت طیبہ تلاوت کی:

وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ (پ۱۸، الفرقان: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کی جانچ کیا ہے اور اے لوگو کیا تم صبر کرو گے۔

پھر فرمایا: ''ہاں کیوں نہیں میں صبر کروں گا اور راضی رہوں گا۔'' حالانکہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تنگ دست تھے۔

حاصلِ کلام:

پس جو بھی اپنے گھر میں رہتا (یعنی گوشہ نشینی اختیار کرتا) ہے وہ اس طرح کے فتنوں میں مبتلا نہیں ہوتا، کیونکہ جو دنیا کی زیب و زینت کی طرف دیکھتا ہے اسے دو باتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے: (۱)...اس کا دین اور یقین قوی ہو گا تو وہ صبر کرے گا اور اسے صبر کی تلخی کا گھونٹ پینا پڑے گا اور یہ صبر سے بھی زیادہ تلخ (مشکل) ہے (۲)...یا اس کی رغبت پیدا ہو گی اور وہ طلبِ دنیا کے لئے حیلے بہانے کرنے لگے گا تو دنیا میں خواہش رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے ہلاک ہو جائے گا کیونکہ مشاہدہ ہے کہ دنیا کی طمع عام طور پر بندے کو نامراد و رسوا ہی کرتی ہے اور ہر طالبِ دنیا کے لئے دنیا کا حصول آسان نہیں ہوتا اور آخرت میں تباہی کی وجہ متاعِ دنیا (دنیاوی ساز و سامان) کو ذِکْرُ اللہ اور تَقَرُّب اِلَی اللہ پر ترجیح دینا ہے۔

ابن الاعرابی نے کیا خوب کہا:

اِذَا كَانَ بَابُ الذُّلِ مِنْ جَانِبِ الْغِنٰى سَمُوْتُ اِلَى الْعُلْيَاءِ مِنْ جَانِبِ الْفَقْرِ

ترجمہ: جب غنی کی جانب سے رسوائی (پستی) کا دروازہ کھلتا ہے تو میں بلندی یعنی فقر کی جانب چڑھتا (متوجہ ہوتا) ہوں۔

اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طمع (خواہش، لالچ) رسوائی کا باعث ہے۔

چھٹا فائدہ:

گوشہ نشینی میں بوجھل اوراحمقوں کو دیکھنے اور ان کی حماقت و بد خلقی سے نجات ملتی ہے کیونکہ ایسے لوگوں کو دیکھنا چھوٹا اندھا پن ہے۔

حضرت سیِّدُنا سلیمان بن مہران اَعْمَش کوفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے پوچھا گیا: ''آپ کی آنکھیں کمزور کیسے ہو گئیں؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''بوجھل لوگوں (یعنی احمقوں) کی طرف دیکھنے سے۔''

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا سلیمان بن مہران اعمش کوفی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: حدیثِ پاک میں ہے: ''اِنَّ مَنْ سَلَبَ اللّٰهُ كَرِيْمَتَيْهِ عَوَّضَهُ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُمَا یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ جس بندے کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہے تو ان کے بدلے اسے وہ چیز دیتا ہے جو اُن سے بہتر ہو۔''[1] اس حدیث مبارکہ کے مطابق آپ کو ان کے عوض کیا چیز عطا ہوئی؟ تو انہوں نے بطورِ مزاح جواب دیا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس کے عوض میں بوجھل قسم کے لوگوں کو دیکھنے سے نجات عطا فرمائی ہے اور آپ بھی ان میں سے ہیں۔''

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن بیان کرتے ہیں: ''میں نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ ''ایک دفعہ میں نے ایک بوجھل (احمق) شخص کو دیکھا تو مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔''

---

1 ...المعجم الاوسط، ۴/۱۶۱، الحدیث: ۵۵۷۱، بتغیر

صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب فضل من ذهب بصره، ۴/۶، الحدیث: ۵۶۵۳، مفهومًا

آنکھوں کا بخار:

یونان کے مشہور حکیم جالینوس کا قول ہے کہ ''ہر چیز کا بخار ہے اور آنکھوں کا بخار بوجھل قسم کے لوگوں کو دیکھنا ہے۔''

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے فرمایا: ''میں جب بھی کسی بوجھل (یعنی احمق) شخص کے پاس بیٹھا تو میں نے اپنے بدن کی اس جانب کو جو اس کی طرف ہوتی دوسری جانب سے زیادہ بھاری پایا۔''

حاصلِ کلام:

ذکر کردہ چھ فوائد میں سے پہلے دو فائدوں کے علاوہ بقیہ تمام فوائد دنیاوی مقاصد سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کا تعلق دین سے بھی ہے کیونکہ انسان جب بوجھل قسم کے شخص کو دیکھنے کی وجہ سے تکلیف محسوس کرے گا تو وہ اس کی غیبت کرنے سے محفوظ نہیں رہے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق (بنائی ہوئی چیز) کو بُرا سمجھے گا۔ جب انسان کسی دوسرے سے غیبت، بدگمانی، حسد، چغلی، یا ان کے علاوہ کسی اور وجہ سے تکلیف اُٹھاتا ہے تو اُس سے بدلہ لئے بغیر چین نہیں پاتا اور یہ سب باتیں دینی فساد کی طرف لے جاتی ہیں۔ جبکہ گوشہ نشینی میں ان تمام باتوں سے نجات مل جاتی ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

دوسری فصل: گوشہ نشینی کی آفات

اچھی طرح جان لو کہ وہ دینی اور دنیاوی مقاصد جو غیر کی مدد سے حاصل ہوتے ہیں ان کا حصول بغیر اختلاط (میل جول) کے ممکن نہیں اور ہر وہ مقصد جو اختلاط سے حاصل ہوتا ہے وہ گوشہ نشینی کی صورت میں فوت ہو جائے گا اور اس مقصد کا فوت ہو جانا گوشہ نشینی کی آفات میں سے ایک آفت ہے۔

میل جول کے فوائد:

میل جول کے فوائد اور ان کے اسباب درج ذیل ہیں: (۱)... علم سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا (۲)... نفع

حاصل کرنا اور دوسروں کو پہنچانا (۳)...ادب سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا (۴)...انسیت حاصل کرنا اور دوسروں کو انسیت پہنچانا (۵)... حقوق ادا کر کے ثواب پانا اور دوسروں کو ثواب حاصل کرنے کا موقع دینا (۶)...تواضع (عاجزی وانکساری) کی عادت بنانا اور (۷)...احوال کا مشاہدہ کر کے تجربات حاصل کرنا اور ان سے عبرت پکڑنا۔

پہلا فائدہ:

علم حاصل کرنا اور دوسروں کو علم سکھانا: سیکھنے سکھانے کے فضائل ہم ''کتاب العلم'' میں بیان کر چکے ہیں کہ تعلیم و تعلم دنیا میں سب سے افضل عبادت ہے اور میل جول کے بغیر اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، البتہ !علوم بہت زیادہ ہیں جن میں سے بعض کا سیکھنا ضروری ہے اور بعض کا سیکھنا ضروری نہیں، تو وہ علم جس کا سیکھنا بندے پر فرض ہے گوشہ نشینی کی وجہ سے اگر نہیں سیکھے گا تو گناہ گار ہو گا اور اگر بقدرِ ضرورت فرض علم حاصل کر چکا ہے اور بقیہ علوم میں اس سے غور وخوض نہیں ہوتا اور عبادت میں مشغول ہونا چاہتا ہے تو وہ خلوت اختیار کر لے اور اگر وہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو ایسے شخص کے حق میں علوم سیکھنے سے پہلے گوشہ نشینی اختیار کرنا انتہائی درجے کا نقصان ہے۔

اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن یزید نَخَعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی اور دیگر حضرات نے فرمایا: ''پہلے علم حاصل کرو پھر گوشہ نشینی اختیار کرو۔''

علم کے بغیر گوشہ نشینی اختیار کرنے کا نقصان:

جو شخص علم حاصل کرنے سے پہلے گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے وہ اپنے اکثر اوقات سونے اور ہوس کی فکروں میں ضائع کر دیتا ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ وہ اپنے تمام اوقات اوراد و وظائف میں صرف کرے گا، اس کا جسم تو عبادات میں مشغول رہے گا مگر دل طرح طرح کے دھوکے اور فریب کا شکار رہے گا، اس کی محنت برباد اور عمل ضائع ہو جائے گا اور اسے خبر بھی نہ ہو گی۔ اس طرح کہ اس کا اعتقاد ذاتِ باری

تعالیٰ اور اس کی صفات کے بارے میں وہم کا شکار ہو جائے گا جن سے یہ انس حاصل کرے گا اور فاسد وسوسوں کا شکار رہے گا جس کی وجہ سے اپنے اکثر احوال میں شیطان کا کھلونا بنا رہے گا اور خود کو بڑا عبادت گزار سمجھے گا۔ تو پتا چلا کہ دین کی اصل علم ہے اور عوام اور جہال (جاہلوں) کی خلوت میں کوئی بھلائی نہیں، ان سے میری مراد وہ لوگ ہیں جو نہ تو خلوت میں اچھے طریقے سے عبادت کرنا جانتے ہیں اور نہ ہی خلوت کے جمیع لوازمات کا علم رکھتے ہیں۔

گوشہ نشینی کا اہل کون؟

نفس کی مثال اس مریض کی سی ہے جسے ایک شفیق ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کا علاج کرے۔ پس اگر جاہل مریض ڈاکٹر سے دور رہنا چاہے اور علم طب بھی حاصل نہ کرے تو اس کا مرض یقینی طور پر بڑھ جائے گا، لہٰذا گوشہ نشینی صرف عالم کے لئے ہی مناسب ہے۔

جہاں تک دوسروں کو علم سکھانے کا تعلق ہے تو اس میں بھی بہت بڑا ثواب ہے جب کہ مُعلِّم و مُتعلِّم (سکھانے اور سیکھنے والے) کی نیت درست ہو اور اگر اس سے عزت و مرتبہ، شاگردوں اور ماننے والوں کی کثرت کا ارادہ کیا جائے تو یہ دینی ہلاکت ہے۔ اس کی وجوہات ہم "**کتاب العلم**" میں بیان کر چکے ہیں۔

رضائے الٰہی کے لئے علم سیکھنے والا کوئی نہیں:

(حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) اس دور میں عالِم کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر وہ اپنے دین کی سلامتی چاہتا ہے تو گوشہ نشینی اختیار کرے کیونکہ کوئی بھی دینی فائدے کے لئے علم حاصل کرتا دکھائی نہیں دیتا بلکہ ایسے مزین اور بنے سنورے کلام کے طالب ہیں جس سے عوام کو وعظ و تقریر کے ذریعے اپنی طرف مائل کر لیں یا علم مناظرہ سیکھتے ہیں کہ اپنے ہمسر کو چپ کرا سکیں اور بادشاہوں کا قرب حاصل کریں اور اس علم کو فخر اور برتری کے مقام میں استعمال کریں۔

علوم میں سے جس علم میں سب سے زیادہ رغبت ہوتی ہے وہ دینی مسائل (یعنی فقہ) کا علم ہے مگر علم فقہ کو عام طور پر اپنے ہم عصر لوگوں سے آگے نکلنے کے لئے یا حکومتی عہدے حاصل کرکے مال و دولت وغیرہ جمع کرنے کے لئے سیکھا جاتا ہے، لہٰذا دین اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام سے الگ رہا جائے۔

علم چھپانا کبیرہ گناہ ہے:

اگر کوئی ایسا طالبِ علم پایا جائے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور اس کا قرب پانے کے لئے علم سیکھنا چاہتا ہو تو ایسے طالب علم سے دوری اختیار کرنا اور اس سے علم کو چھپانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اگر ایسے طالبِ علم مل بھی جائیں تو بڑے شہروں میں ان کی تعداد ایک، دو سے متجاوز نہیں ہوگی۔

ابن آدم کو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے اس قول سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ "**ہم نے علم کو غیر خدا کے لئے حاصل کرنا چاہا تو علم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور کے لئے حاصل ہونے سے انکار کردیا**" کیونکہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ فقہائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام علم کو غیر خدا کے لئے سیکھتے تھے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ پس تم فقہائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام میں سے اکثر کے زندگی کے آخری مراحل کی طرف توجہ کرو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ ان کا انتقال کس حال میں ہوا ان کی ہلاکت دنیا کی طلب اور اسے حاصل کرنے کی خواہش میں ہوئی یا دنیا سے بے رغبتی کرتے ہوئے زہد کی حالت میں ہوئی۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے جس علم کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے مراد حدیث، قرآن کی تفسیر، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے حالات کی معرفت کا علم ہے کیونکہ ان علوم میں خوف دلانا اور ڈرانا ہوتا ہے جو دل میں خوفِ خدا کا سبب بنتا ہے اگر فی الحال اثر نہ بھی کرے لیکن مستقبل میں ضرور اثر کرے گا۔

اِحیاءُ العُلوم کی خصوصیت:

بہر حال علم کلام اور محض فقہ کا علم جو معاملات سے متعلق فتاویٰ اور مذہبی خصومات کے فیصلوں پر

مشتمل ہوتا ہے اس میں جو اختلاف ہے اس کی یہ تاثیر نہیں ہے کہ دنیا کے لئے رغبت رکھنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف راغب کر دے بلکہ یہ تو عمر کے آخری حصہ تک دنیا کی حرص بڑھاتا رہتا ہے اور شاید وہ باتیں جنہیں ہم نے اس کتاب (احیاء العلوم) میں لکھا ہے اگر انسان انہیں دنیاوی رغبت کے لئے ہی سیکھے تو اسے اس بارے میں رخصت دی جاسکتی ہے کیونکہ امید ہے کہ وہ عمر کے آخری حصہ میں راہِ راست پر آجائے کیونکہ یہ کتاب، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف دلانے، آخرت میں رغبت پیدا کرنے اور دنیاوی آفات سے ڈر پیدا کرنے سے بھری ہوئی ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو احادیث مبارکہ اور علم تفسیر وغیرہ میں پائی جاتی ہیں نہ کہ علم کلام اور علم فقہ میں، لہٰذا انسان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ خود کو دھوکے میں ڈالے کیونکہ کوتاہی کرنے والا جسے اپنی کوتاہی کا علم ہے اُس جاہل سے زیادہ سعادت مند ہے جو دھوکے میں ہو یا قصداً جاہل بن کر نقصان اٹھا رہا ہو۔

علم کی آفت:

ہر وہ عالم جو علم سکھانے کا زیادہ حریص ہو ممکن ہے کہ اس کا مقصد مقبولیت اور جاہ و مرتبہ ہو اور فی الحال وہ جہلا کے خلاف دلیل پیش کرنے اور ان پر تکبر کرنے کی وجہ سے اپنے نفس میں لذت پاتا ہو۔ پس علم کی ایک آفت **تکبر** بھی ہے، جیسے حدیث پاک میں ہے: ”اٰفَةُ الْعِلْمِ النِّسْیَانُ وَ اٰفَةُ الْجَمَالِ الْخُیَلَاءُ یعنی علم کی آفت نسیان (بھول) اور خوبصورتی کی آفت اترانا ہے۔“[1]

دنیاوی دروازوں میں سے ایک دروازہ:

حضرت سیِّدُنا بِشر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے کتب احادیث کے 17 صندوق دفن کر دیئے، یہ وہ احادیث تھیں جو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے اساتذہ سے سنی تھیں۔ آپ حدیث بیان نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے: ”مجھے حدیث بیان کرنے کی خواہش ہے اسی وجہ سے میں حدیث بیان نہیں کرتا اور اگر میری یہ خواہش ہوتی کہ حدیث بیان نہ کروں تو میں ضرور حدیث بیان کرتا۔“ اسی وجہ سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

---

[1]... المعجم الکبیر، ۳/۶۸، ۶۹، الحدیث: ۲۶۸۸، بتغیر

نے فرمایا: ''(لفظ) ''حدثنا'' دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جب کوئی شخص ''حدثنا'' کہتا ہے تو وہ یہی کہتا ہے کہ میرے لئے کشادگی کرو۔''

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بنت اسماعیل عَدَوِیَہ بَصْرِیَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے کہا: ''آپ کتنے اچھے ہوں اگر دنیا میں رغبت نہ رکھیں۔'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں نے کسی چیز میں رغبت کی ہے؟'' تو حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بنت اسماعیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا نے کہا: ''حدیث بیان کرنے کے سلسلے میں آپ نے دنیا میں رغبت کی۔''

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: ''جس نے شادی کی یا حدیث کی طلب کی یا سفر کرنے (سیاحت اور سیر و تفریح) میں مشغول ہوا تحقیق وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔''

یہ وہ آفات ہیں جن پر ''کتابُ العلم'' میں تنبیہ کی جا چکی ہے۔ اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ گوشہ نشینی اختیار کی جائے اور جس قدر ممکن ہو شاگرد کم بنائے جائیں بلکہ جو شخص تدریس و تعلیم کے ذریعے دنیا کا طالب ہے اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ اگر وہ عقل مند ہے تو اس دَور (یعنی پانچویں صدی ہجری) میں اسے ترک کر دے۔

منافق، چغل خور اور دھوکے باز:

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خَطَّابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے سچ فرمایا کہ ''جو تمہاری صحبت اختیار کرنے اور تم سے علم سیکھنے میں رغبت رکھتے ہیں انہیں چھوڑ دو اس لئے کہ ان کی طرف سے تمہیں مال و جمال نہیں ملے گا وہ ظاہری طور پر تو تمہارے بھائی ہیں لیکن باطنی طور پر تمہارے دشمن ہیں جب وہ تم سے ملاقات کرتے ہیں تو تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور جب تم سے جدا ہوتے ہیں تو تمہاری غیبت کرتے ہیں ان میں سے جو بھی تمہارے پاس آتا ہے وہ تمہارے اقوال و افعال پر نظر رکھتا ہے اور جب تمہارے پاس سے جاتا ہے تو تمہارے اقوال و افعال لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ یہ لوگ منافق، چغل خور، دھوکے باز ہیں، لہٰذا ان کا جماعت کی صورت میں تمہارے پاس آنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ علم حاصل کرنے سے ان کی

غرض مال و دولت اور جاہ و مرتبہ کا حصول ہے اور یہ کہ وہ تمہیں اپنے مقاصد اور اغراض کے لئے سیڑھی کے طور پر اور اپنی ضروریات کے لئے گدھے کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ اگر تم ان کے مقاصد میں سے کسی مقصد کو پورا نہیں کرتے تو وہ تمہارے جانی دشمن بن جاتے ہیں پھر وہ لوگ تمہارے پاس آنے کو تم پر احسان سمجھتے اور اسے تم پر واجب حق شمار کرتے ہیں اور اس بات کو تم پر فرض سمجھتے ہیں کہ تم اپنی عزت، اپنا مقام و مرتبہ اور اپنا دین ان کے لئے استعمال کرو، ان کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھو اور ان کے رشتہ داروں، خادموں اور دوستوں کی مدد کرو، ان لوگوں کی خاطر بیوقوف بنو حالانکہ تم فقیہ (سمجھدار) ہو اور ان کے تابع بن کر ذلت کی زندگی گزارو بعد اس کے کہ تم خود سردار اور متبوع ہو۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کامل مروت عام لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کرنا ہے۔"

یہ حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خَطّابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کے کلام کا خلاصہ ہے اگرچہ کچھ الفاظ میں اختلاف ہے۔

تحقیق انہوں نے سچ اور حق فرمایا کیونکہ تم مدرسین کو ہمیشہ غلامی میں دیکھو گے اور یہ کہ ہر ایک ان پر اپنا حق جتاتا پھرتا ہے اور انہیں عظیم احسان کے نیچے دیکھو گے کہ جیسے انہیں کوئی تحفہ دیا گیا ہے اور ان پر حق کو لازم شمار کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی استاذ اپنی کمائی میں سے طُلَبا پر کھانے پینے کے معاملے میں خرچ نہ کرے تو اس کے پاس کوئی طالب علم نہیں آتا پھر استاذ تو خود اتنا مسکین ہوتا ہے کہ اپنے مال میں سے اتنے طلبا پر خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، لہٰذا اسے بادشاہوں کے پاس جانا پڑتا اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لمبے عرصے کی ذلت کے بعد بادشاہ اس کے لئے حرام کمائی سے کچھ لکھ دیتا ہے، پھر عامل اس استاذ کو اپنا غلام سمجھ کر اس سے خدمت لیتا ہے، اس طرح استاذ کو خدمت اور غلامی کی ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پھر کہیں جا کر وہ عامل اسے اس طرح کچھ دیتا ہے گویا اپنی جیب سے دے رہا ہے، پھر استاذ اس مال کو اپنے شاگردوں میں برابری کے ساتھ تقسیم کرنے کی مشقت اٹھاتا ہے، اگر استاذ تمام طلبا میں برابر

برابر تقسیم کرے تو ممتاز و ہونہار (ہون، ہار) طُلَبا استاذ سے ناراضی کا اظہار کرتے ہیں اور استاذ کی نسبت بیوقوفوں کی طرف کرتے ہیں کہ استاذ کو اس بات کا علم نہیں کہ ممتاز لوگوں کو کتنا حصہ دینا چاہئے اور یہ کہ استاذ کو انصاف کے ساتھ حق ادا کرنے کا طریقہ معلوم نہیں ہے اور اگر استاذ تمام طلبا میں برابری نہ کرے تو نالائق طُلَبا استاذ پر زبان درازی کرتے اور اس پر سانپوں اور شیروں کی طرح حملہ کرتے ہیں۔ دنیا میں اس طرح استاذ کو ہمیشہ ذلت کا سامنا رہتا ہے جبکہ بروزِ قیامت استاذ سے سوال ہوگا کہ مال کس طرح لیا اور کس طرح تقسیم کیا۔

جہلا کی ہلاکت کا باعث:

تعجب تو یہ ہے کہ ان تمام آفات کے ساتھ ساتھ استاذ کا نفس جھوٹی آرزوئیں دلاتا اور اسے دھوکے کی رسی سے کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اپنے کام میں سستی کا مظاہرہ نہ کرو اس لئے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پانے اور شریعتِ محمدیہ اور دین کو پھیلانے کے لئے کر رہے ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں سے علم کے طلب گاروں کی کفالت کر رہے ہو اور بادشاہوں کے مال کا تو کوئی مالک ہی نہیں ہوتا وہ تو لوگوں کی بہتری کے لئے ہوتا ہے اور علم کے طلب گاروں میں اضافے سے زیادہ بہتری اور کس چیز میں ہو سکتی ہے؟ ان ہی لوگوں کے ذریعے دین کا اظہار اور اہلِ دین کو تقویت ملتی ہے۔ اگر اس طرح کا استاذ شیطان کا کھلونا نہ ہوتا تو تھوڑا غور کرنے سے جان لیتا کہ بے شک اس زمانے کے فساد کا سبب اسی طرح کے فقہا ہیں کہ انہیں جو کچھ بھی ملتا ہے کھا جاتے ہیں اور حلال و حرام کی پروا نہیں کرتے۔ اس طرح کے مُدَرِّسِین کو دیکھ کر جہلا ان کی پیروی کرتے ہوئے گناہوں پر جری ہو جاتے ہیں۔

عوام اور بادشاہوں کی ہلاکت کا باعث:

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ”عوام اس وقت خراب ہوتی ہے جب بادشاہ خراب ہوتے ہیں اور بادشاہ اس وقت خراب ہوتے ہیں جب علما خراب ہوتے ہیں۔“

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دھوکے اور اندھے پن سے پناہ مانگتے ہیں اس لئے کہ یہ ایسی بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں۔

دوسرا فائدہ:

نفع حاصل کرنا اور دوسروں کو نفع پہنچانا: جہاں تک لوگوں سے نفع حاصل کرنے کا تعلق ہے تو وہ کسب اور معاملات کے ذریعے ہوتا ہے اور یہ (یعنی کسب و معاملات) میل جول کے بغیر ممکن نہیں اور جو شخص کسب و معاملات کا محتاج ہوتا ہے اسے گوشہ نشینی ترک کرنی پڑتی ہے۔ پس اگر وہ معاملات میں شریعت کی پاسداری کرے گا تو اختلاط میں بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ ''کتابُ الکَسب''میں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں، لہٰذا اگر بندے کے پاس اتنا مال ہو کہ قناعت کرے تو کافی ہو جائے تو اس کے لئے گوشہ نشینی اختیار کرنا افضل ہے کیونکہ اکثر و بیشتر کمائی کے راستے شریعت کی خلاف ورزی کے بغیر بند رہتے ہیں۔ البتہ !اگر حلال مال اس نیت سے کمائے کہ صدقہ کرے گا تو یہ عمل اس گوشہ نشینی سے افضل ہے جو نفل میں مشغول ہونے کے لئے اختیار کی جائے لیکن اس گوشہ نشینی سے افضل نہیں جو معرفتِ الٰہی اور علوم شرع کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کی جائے اور نہ ہی اس گوشہ نشینی سے افضل ہے جس کا مقصد بالکلیہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہونا اور خالصتاً اس کا ذکر کرنا ہو۔ یعنی جسے مناجاتِ الٰہی کا اُنس کشف اور بصیرت سے حاصل ہو محض وہم اور خیال فاسدہ نہ ہو (تو ایسی صورت میں صدقہ کرنے کے لئے حلال مال کمانے سے گوشہ نشینی افضل ہے)۔

جہاں تک دوسروں کو نفع پہنچانے کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو یا تو اپنے مال سے نفع پہنچائے یا اپنے جسم سے یوں کہ ثواب کی نیت سے ان کی ضروریات کو پورا کرے کیونکہ مسلمانوں کی حاجات کو پورا کرنا بڑے ثواب کا کام ہے اور یہ میل جول کے بغیر ممکن نہیں تو جو شخص حدودِ شرع کی پابندی کرتے ہوئے مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کر سکے تو اس کے لئے اختلاط، گوشہ نشینی سے بہتر ہے جب کہ اس سے

مقصود نفلی عبادت اور بدنی اعمال میں مشغول ہونا ہو اور اگر وہ ایسا شخص ہے کہ جس کے لئے دائمی ذکر اور مراقبہ کی وجہ سے دل سے عمل کا راستہ کھل گیا ہو تو اس کے برابر کوئی اور بات نہیں ہو سکتی۔

تیسرا فائدہ:

ادب سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا: اس سے مراد یہ ہے کہ انسان نفس امارہ کو مارنے اور خواہشات پر غلبہ پانے کے لئے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف اور اذیتوں کو برداشت کرنے کے لئے راضی ہو جائے اور یہ بھی ان فوائد میں سے ہے جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے کی صورت میں ہی حاصل ہوتے ہیں اور یہ اس شخص کے حق میں گوشہ نشینی سے افضل ہے جو اپنے اخلاق سنوار نہیں پاتا اور اپنی خواہشات کو حدودِ شرع کا تابع نہیں بنا پاتا۔ اسی بنا پر خانقاہوں میں صوفیا کے خدام کا ظہور ہوا کہ وہ ان کی خدمت کے سبب لوگوں سے اور سوال کی حاجت کے سبب بازار والوں سے میل جول رکھتے ہیں تاکہ نفس کی سرکشی کو توڑا جائے اور ہمہ تن باری تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے صوفیا کی دعاؤں سے برکتیں حاصل کی جائیں۔ پہلے یہی مقصد ہوا کرتا تھا مگر آج کل اس مقصد میں بُرے مفادات شامل ہو چکے ہیں اور دین کے دیگر کاموں میں تنزلی کی طرح یہ شعبہ بھی ترقی کی راہ سے دور ہو گیا۔ پس اب خدمت کے ذریعے عاجزی کا مقصد مال جمع کرنا اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا تابع بنانا اور کثرتِ متبعین کا اظہار کرنا ہے۔

دل کی سواری:

لہٰذا اگر نیت یہی ہے تو پھر گوشہ نشینی اس سے بہتر ہے اگرچہ قبر تک ہو اور اگر نیت نفس کی ریاضت ہو تو یہ بات اس شخص کے حق میں گوشہ نشینی سے بہتر ہے جسے ریاضت کی حاجت ہو کیونکہ طریقت کی ابتدا میں ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے اور ریاضت کے حصول کے بعد یہ سمجھنا ضروری ہے کہ گھوڑے کو دوڑانے کا مقصد صرف دوڑانا نہیں ہوتا بلکہ اس پر سوار ہو کر مطلوب کو پانے کے لئے راستہ طے کرنا ہوتا ہے اور بدن دل کی سواری ہے، وہ اس پر سوار ہوتا ہے تاکہ اس کے ذریعے آخرت کا راستہ طے کرے اور دل میں

جو خواہشات ہوتی ہیں اگر انہیں نہ توڑا جائے تو راستے میں سرکشی کرے گا۔ پس اگر کوئی ساری عمر ریاضت میں مشغول رہا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ساری زندگی گھوڑے کو مشق کرائے لیکن اس پر سواری نہ کرے تو اس صورت میں اس شخص کو صرف یہ ہی فائدہ ہوگا کہ وہ گھوڑے کے کاٹنے، اس کے ٹانگیں مارنے اور اچھلنے کودنے سے محفوظ رہے گا، مانا کہ یہ فائدہ بھی مقصود ہوتا ہے لیکن اس طرح کا فائدہ تو مردہ جانور سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جبکہ تمہارا ارادہ تو گھوڑے سے اس کی زندگی میں فائدہ حاصل کرنا تھا ایسے ہی خواہشات کی تکالیف سے چھٹکارا تو سونے اور مرنے کے ذریعے بھی حاصل ہو جاتا ہے تو آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اسی پر قناعت کرے۔

منقول ہے کہ کسی راہب (دنیا سے کنارہ کش شخص) سے کہا گیا: ''اے راہب!'' تو اس نے جواب دیا: ''میں راہب نہیں میں تو ایک کاٹنے والا کتا ہوں، میں نے اپنے نفس کو روکا تا کہ لوگوں کو نہ کاٹوں۔''

یہ اس کی بنسبت بہتر ہے جو لوگوں کو کاٹتا ہے مگر صرف اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جو خود کو قتل کر دے لوگوں کو ایذا نہ دینا تو اس میں بھی پایا جائے گا (مگر آخرت کا راستہ طے نہیں ہو پائے گا)، لہٰذا ضروری ہے کہ اپنے انتہائے مقصود کو مد نظر رکھے اور جس شخص کو یہ بات سمجھ میں آگئی اور وہ راستے کی طرف ہدایت پا گیا اور سلوک کی منازل پر قادر ہو گیا تو اس کے لئے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ گوشہ نشینی اس کے لئے میل جول سے زیادہ مددگار ہے۔ پس اس طرح کے شخص کے لئے پہلے میل جول رکھنا اور آخر میں گوشہ نشینی اختیار کرنا افضل ہے۔

جہاں تک دوسروں کو ادب سکھانے کا تعلق ہے تو اس سے مراد دوسروں کو ریاضت کے قابل بنانا ہے جیسا کہ صوفیائے کرام کے مرشدین ان کے ساتھ کرتے تھے کیونکہ وہ انہیں مہذب اس وقت بنا سکے گا جب ان کے ساتھ مل جل کر رہے گا اور مرشد کا حال استاذ کے حال کی طرح اور حکم استاذ کے حکم کی طرح ہوتا ہے اور سلوک کے راستے میں بھی مخفی آفات اور ریاکاریاں ہوتی ہیں جیسے علم کے سکھانے میں ہوتی ہیں مگر یہ

کہ جو مرید طالبِ ریاضت ہوتے ہیں ان میں دنیا طلب کرنے کی خواہش بنسبت علم کے طالبین کے کم ہوتی ہے۔اسی وجہ سے ریاضت کے طلب گاروں کی تعداد کم جبکہ علم کے طلب گاروں کی تعداد زیادہ دکھائی دیتی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ جو چیز گوشہ نشینی سے حاصل ہو رہی ہو اس کا تقابل اس چیز کے ساتھ کیا جائے جو میل جول کے ذریعے حاصل ہو رہی ہو پھر ان میں سے افضل کو اختیار کیا جائے،اس کا ادراک دقیق اجتہاد سے ہو سکتا ہے اور احوال واشخاص کے مختلف ہونے سے یہ بھی مختلف ہوتا ہے تو مطلقاً نفی یا مطلقاً اِثبات کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

چوتھا فائدہ:

اُنسیَّت حاصل کرنا اور دوسروں کو انسیت پہنچانا: ولیموں، دعوتوں،لوگوں کے ساتھ میل جول اور انسیت کی محافل میں شرکت کرنے والوں کا یہی مقصد ہوتا ہے،اس سے انہیں فوری طور پر نفسانی لذت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کبھی یہ حرام طریقے پر ہوتا ہے یوں کہ جن کے ساتھ مانوس ہونا جائز نہیں ان کے ساتھ انس حاصل کرنا اور کبھی دینی مقصد کے لئے ہوتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دین دار کے اقوال واحوال کے مشاہدے سے انسیت حاصل کرے جیسے ان مشائخ سے مانوس ہونا جو تقویٰ و پرہیز گاری کا پیکر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ان سے انسیت حاصل کرنا خواہشِ نفس کے سبب ہوتا ہے۔ صاحبِ تقویٰ مشائخ سے انس حاصل کرنا اس وقت مستحب ہے جب غرض دل کو آرام پہنچانا ہو تاکہ عبادت میں نشاط کی کیفیت پیدا ہو کیونکہ جب دل کو کسی کام پر مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے اور جب تنہائی میں وحشت ہو اور لوگوں کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے انس اور دل کو آرام و سکون ملے تو اس صورت میں میل جول رکھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ عبادت میں نرمی سے کام لینا عبادت کی احتیاط میں سے ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ

اللهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا یعنی بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ملال نہیں ڈالتا حتی کہ تم خود ملال میں پڑو[1]۔"[2]

اور یہ ایسی بات ہے جس سے استغنا (بے پروائی) نہیں کیونکہ نفس اس وقت تک دائمی طور پر حق سے الفت حاصل نہیں کرتا جب تک اسے آرام نہ دیا جائے اور اسے کسی کام پر مجبور کرنا گھبراہٹ اور نفرت کا سبب بنتا ہے اور فرمان مصطفٰے: "اِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ مَتِيْنٌ فَاَوْغِلْ فِيْهِ بِرِفْقٍ یعنی بے شک یہ مضبوط دین ہے، لہٰذا اس میں نرمی سے داخل ہو جاؤ۔"[3] سے یہی مراد ہے اور اس میں نرمی کے ساتھ داخل ہونا سمجھداروں کا طریقہ ہے۔

اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: "اگر مجھے وسوسوں کا خوف نہ ہوتا تو میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر نہ رہتا۔" ایک موقع پر فرمایا: "میں ایسے شہر میں داخل ہو جاتا جہاں کوئی انیس (دوست) نہ ہوتا۔"

لوگوں میں خرابیاں بھی تو لوگوں کی وجہ سے ہی ہوتی ہیں تو اس صورت میں گوشہ نشینی اختیار کرنے والے کے لئے ایک دوست کی ضرورت ہوتی ہے جسے دن رات دیکھ کر اور اس کے ساتھ گفتگو کر کے ایک ساعت کے لئے انسیت حاصل کی جا سکے لیکن ایسا شخص تلاش کیا جائے جو اس ایک ساعت میں اس کی تمام ساعتوں کی کوشش کو ضائع نہ کر دے۔

سوچ سمجھ کر دوست بناؤ:

مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَلْمَرْءُ عَلٰی

1... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 2، صفحہ 264** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اگر تم خود ملال و مشقت والے کاموں کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ روزانہ سو رکعت پڑھنے یا ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مان لو تو تم پر یہ چیزیں واجب ہو جائیں گی پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے مگر یہ مشقت رب (عَزَّوَجَلَّ) نے نہ ڈالی تم نے خود اپنے پر ڈالی یہ معنی نہیں کہ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) ملال میں نہیں پڑتا حتی کہ تم ملال میں پڑو رب تعالیٰ ملال کرنے سے پاک ہے۔

2... صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ، ۱/۳۹۰، الحدیث: ۱۱۵۱

3... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ۴/۳۹۶، الحدیث: ۱۳۰۵۰

الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، الحدیث: ۱۱۷۸، ص ۴۱۵

دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسے یہ دیکھنا چاہئے کہ کس سے دوستی کرتا ہے[1]۔“[2]

کسی دوست سے انسیت حاصل کرتے وقت اس بات کا خواہش مند ہونا چاہئے کہ جب ملاقات ہو تو اس وقت دینی امور کے بارے میں گفتگو ہو، دل کے حالات اور حق پر ثابت قدمی نہ ہونے کی شکایت کی جائے اور یہ کہ اس پر ثابت قدمی کا طریقہ کیا ہے؟ اس طرح کی ملاقات سے نفس کو راحت و سکون ملتا ہے اور ہر وہ شخص جو اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہتا ہے اس کے لئے کافی گنجائش ہے کیونکہ عمر چاہے جتنی لمبی ہو جائے شکایات کبھی ختم نہیں ہوتیں اور اگر انسان اپنے نفس سے راضی ہو جائے تو وہ یقیناً دھوکے میں ہے۔

اس طرح کی انسیت والی مجالس دن کے کسی وقت ہوں تو بسا اوقات یہ مجالس بعض لوگوں کے حق میں گوشہ نشینی سے افضل ہوتی ہیں، لہٰذا پہلے دل اور ہم نشیں کے احوال معلوم کئے جائیں پھر اس کی ہم نشینی اختیار کی جائے۔

پانچواں فائدہ:

حقوق ادا کر کے ثواب پانا اور دوسروں کو ثواب حاصل کرنے کا موقع دینا: جہاں تک ثواب

---

[1]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 599** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی کسی سے دوستانہ کرنے سے پہلے اسے جانچ لو کہ **اللہ** (عزوجل) رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) کا مطیع (یعنی فرماں بردار) ہے یا نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۱۹) (پ۱۱، التوبۃ: ۱۱۹، ترجمۂ کنزالایمان: اور سچوں کے ساتھ ہو۔) صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسانی طبیعت میں اَخذ یعنی لے لینے کی خاصیّت ہے۔ حَریص کی صحبت سے حرص، زاہد کی صحبت سے زُہد و تقویٰ ملے گا۔ خیال رہے کہ خُلّت دلی دوستی کو کہتے ہیں جس سے محبت دل میں داخل ہو جاوے۔ یہ ذکر دوستی و محبت کا ہے کسی فاسق و فاجر کو اپنے پاس بیٹھا کر مُتّقی بنا دینا تبلیغ ہے۔ حضور انور (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) نے گنہگاروں کو اپنے پاس بلا کر مُتّقیوں (یعنی پرہیزگاروں) کا سردار بنا دیا۔

[2]... سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب رقم: ۴۵، ۴/۱۶۷، الحدیث: ۲۳۸۵

حاصل کرنے کا تعلق ہے تو وہ جنازوں میں شرکت کرنے، مریض کی عیادت کرنے اور عیدین[1] کی نماز پڑھنے سے حاصل ہو سکتا ہے اور رہی نماز جمعہ اور دیگر فرض نمازوں کی حاضری تو وہ گوشہ نشین کے لئے بھی ضروری ہے کہ اسے ترکِ جماعت کی اجازت نہیں، ہاں! اگر ایسے ظاہری نقصان کا خوف ہو جو جماعت کا ثواب نہ ملنے کے برابر ہو یا اس سے زائد ہو تو اس صورت میں جماعت کو ترک کیا جا سکتا ہے اور ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔ ولیموں اور دعوتوں میں حاضر ہونے سے بھی ثواب ملتا ہے کیونکہ اس سے مسلمان کا دل خوش کرنا (مقصود) ہوتا ہے۔

جہاں تک دوسروں کے لئے ثواب کا ذریعہ بننے کا تعلق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنا دروازہ کھول دے تاکہ لوگ اس کی عیادت کر سکیں یا مصیبت میں اسے تسلی اور نعمت پر مبارکباد دے سکیں۔ اس طرح دوسرے لوگ اس کی وجہ سے ثواب کا موقع پالیں گے۔ اسی طرح اگر وہ شخص عالم ہے اور لوگوں کو زیارت کی اجازت دے دے تو اس طرح وہ زیارت کا ثواب پالیں گے اور اس کا سبب یہ شخص ہو گا۔

پس اس میل جول کے ثواب کا اس کی اُن آفات سے موازنہ کیا جائے جنہیں ہم ما قبل ذکر کر چکے ہیں، اس وقت کبھی تو گوشہ نشینی کو ترجیح حاصل ہو گی اور کبھی میل جول کو۔

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن میں سے ایک گروہ جیسے حضرت سیِّدُنا امام مالک بن انس رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه وغیرہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے دعوتوں میں جانا، مریض کی عیادت کرنا اور جنازوں میں شرکت کرنا ترک کر دیا تھا بلکہ یہ لوگ تو اپنے گھروں ہی کے ہو رہے تھے سوائے نماز جمعہ اور قبروں کی زیارت کے گھر سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ بعض حضرات نے تو شہروں کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر سُکُونَت اختیار کر لی تھی تاکہ دنیاوی مشاغل سے چھٹکارا ملے اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوں۔

---

[1]... شوافع کے نزدیک: عیدین کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے جبکہ احناف کے نزدیک: عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انہیں پر جن پر جمعہ واجب ہے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۷۷۹)

چھٹا فائدہ:

تواضع (عاجزی وانکساری) کی عادت بنانا: لوگوں سے میل جول رکھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان میں عاجزی پیدا ہوتی ہے جو کہ صوفیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک افضل مقامات میں سے ہے جبکہ تنہائی وگوشہ نشینی اختیار کرنے سے عاجزی پیدا نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات تنہائی انسان کو متکبر بنا دیتی ہے۔ چنانچہ،

جس عمل میں رضائے الٰہی مقصود نہ ہو وہ مردود ہے:

اسرائیلی مرویات میں ہے کہ ایک حکیم نے حکمت پر 360 کتابیں لکھیں حتی کہ اسے گمان ہوا کہ اس فعل کے سبب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مقرب بندہ بن چکا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کے نبی عَلَیْهِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ "فلاں بندے سے کہہ دو کہ تو نے زمین کو نفاق سے بھر دیا ہے (اس سے میری رضا کا ارادہ نہیں کیا)، میں تیرے نفاق میں سے کچھ بھی قبول نہیں کروں گا۔" (جب اسے اس بات کا علم ہوا) تو اس نے لوگوں سے جدا ہو کر ایک غار میں تنہائی اختیار کر لی۔ پھر کہنے لگا: "اب میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کر لی۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پھر اس وقت کے نبی عَلَیْهِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ "اس سے کہہ دو کہ تم اس وقت میری رضا حاصل کر سکتے ہو جب لوگوں میں رہتے ہوئے ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرو۔" چنانچہ، وہ شخص وہاں سے نکل کر بازار میں داخل ہو کر لوگوں کے ساتھ گھل مل گیا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور میل جول شروع کر دیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کے نبی عَلَیْهِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ "اب یہ میری رضا کا مستحق ہوا۔"

گوشہ نشینی کے غلط مقاصد اور ایسے لوگوں کی پہچان:

بعض اوقات تکبر انسان کو گھر میں رہنے اور خلوت نشینی پر ابھارتا ہے اور (نفس اسے) لوگوں کی محافل میں جانے سے اس لئے روکتا ہے کہ اس کی آؤ بھگت نہیں کی جائے گی، آگے نہیں بٹھایا جائے گا اور کبھی یہ گمان کرتے ہوئے تنہائی کو محافل پر فوقیت دیتا ہے کہ اس سے لوگوں کے درمیان اس کا مقام بلند ہو گا اور لوگ

اس کے بارے میں باتیں کریں گے۔ نیز کبھی اس خوف سے تنہائی اختیار کرتا ہے کہ لوگوں سے میل جول کی صورت میں اس کی برائیاں لوگوں پر ظاہر ہو جائیں گی پھر لوگ اسے متقی و پرہیزگار اور عبادت گزار خیال نہیں کریں گے، لہٰذا اپنی برائیوں پر پردہ ڈالنے، لوگوں میں متقی و پرہیزگار شمار کئے جانے کی وجہ سے گھر میں خلوت نشین رہتا ہے حالانکہ تنہا رہتے ہوئے بھی اس کی کوئی گھڑی ذکرِ الٰہی اور مراقبے میں نہیں گزرتی۔ ایسے لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ خود تو لوگوں کے پاس جانا پسند نہیں کرتے لیکن یہ پسند کرتے ہیں کہ لوگ ان کے پاس آئیں۔ عوام اور حکمران کے ان کے پاس آنے، ان کے دروازے و گزرگاہ پر جمع ہونے اور بطورِ تبرک ان کے ہاتھ چومنے سے انہیں خوشی ہوتی ہے۔

رضائے الٰہی کے لئے گوشہ نشین ہونے والے:

اگر انسان کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہو تو لوگوں کے پاس جانے کو ناپسند کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کو بھی ناپسند کرے گا کہ لوگ اس کے پاس حاضر ہوں، جیسا کہ ماقبل میں ہم نے حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب کی حکایت بیان کی کہ آپ نے (زیارت کے لئے حاضر ہونے والے شخص سے) فرمایا: ”تمہارے آنے کا مقصد یہی ہے کہ تم میرے لئے اپنے کلام کو مزین کرو اور میں تمہارے لئے اپنے کلام کو مزیّن کروں۔“

منقول ہے کہ ایک حاکم حضرت سیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی زیارت کے لئے آیا (اور آپ کی حاجت دریافت کی) تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”مجھے اس بات کی ضرورت ہے کہ نہ تم مجھے دیکھو اور نہ میں تمہیں دیکھوں (یعنی میرے پاس نہ آیا کرو)۔“

مقام و مرتبہ کی خاطر گوشہ نشین ہونے والے:

جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ گوشہ نشینی کے سبب لوگوں کی طرف اور زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا دل اب اسی کے متعلق سوچتا رہتا ہے کہ لوگوں کی نظر میں میری کس قدر عزت

ہے۔اس کام (یعنی لوگوں کی نظر میں عزت حاصل کرنے) کے لئے گوشہ نشین ہونا چند وجوہات کی بنا پر محض جہالت ہے۔ہم دو وجہیں بیان کرتے ہیں:

❀...**پہلی وجہ:** یہ ہے کہ شرعی احکامات کا علم رکھنے والے کا مقام و مرتبہ عاجزی اختیار کرنے اور لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے ہر گز کم نہیں ہوتا،یہی وجہ ہے کہ خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم (بازار میں) نمک اور کھجوریں اٹھایا کرتے تھے کبھی اپنے کپڑوں سے اٹھاتے اور کبھی ہاتھ سے اور ارشاد فرماتے:

لَایَنْقُصُ الْکَامِلُ مِنْ کَمَالِہٖ مَا جَرَّ مِنْ نَّفْعٍ اِلٰی عِیَالِہٖ

ترجمہ: اپنے اہل وعیال کو نفع پہنچانے کے لئے کوئی چیز اٹھانے سے کامل مرد کے کمال میں کمی نہیں آتی۔

عاجزی کرنے والوں کی چند مثالیں:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ، حضرت سیِّدُنا حُذَیْفَہ بن یمان، حضرت سیِّدُنا اُبی بن کَعب اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم لکڑیوں کے گٹھے اور آٹے کی بوریاں اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لایا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حاکم مدینہ ہونے کے باوجود لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر رکھتے اور فرماتے: ”اپنے حاکم کو راستہ دو۔“

﴿2﴾... تاجدار انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اگر بازار سے کوئی چیز خریدتے تو اپنے دست اقدس سے اٹھا کر اسے گھر تک لاتے، اگر کوئی صحابی عرض کرتا کہ ”مجھے عطا فرما دیجئے! میں اٹھا لیتا ہوں۔“ تو ارشاد فرماتے: ”صَاحِبُ الشَّیْءِ اَحَقُّ بِحَمْلِہٖ یعنی کسی چیز کو اٹھانے کا زیادہ حقدار اس کا مالک ہی ہوتا ہے۔“[1]

﴿3﴾... نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ جب ان مانگنے والوں کے پاس سے گزرتے جن کے ہاتھوں میں روٹی کے ٹکڑے ہوتے اور وہ عرض کرتے: ”نواسۂ رسول! تشریف لایئے

---

❶...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی ھریرۃ، ۵/۳۶۸، الحدیث: ۶۱۳۶

اور ہمارے ساتھ صبح کا کھانا تناول فرمائیے!"تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سواری سے نیچے تشریف لاتے، راستے کے کنارے بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور سوار ہو کر فرماتے: "بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔"

❀...**دوسری وجہ:** (لوگوں کی نظر میں عزت حاصل کرنے کے لئے گوشہ نشین ہونا اس وجہ سے بھی جہالت ہے کہ) جس شخص کا دل لوگوں کی رضا پانے اور ان کی نظروں میں اپنا مقام بنانے میں مشغول ہو تو وہ دھوکے میں ہے کیونکہ اگر اسے کماحقہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل ہوتی تو وہ جان لیتا کہ کسی چیز کے بارے میں مخلوق اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بے نیاز نہیں کر سکتی، اس کا نفع و نقصان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دست قدرت میں ہے اور اس کے سوا نفع و نقصان کا مالک کوئی نہیں۔

جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا و محبت حاصل کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور مخلوق بھی اس سے نفرت کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کی رضا کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔

سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کی نصیحت:

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے اپنے شاگرد حضرت سیِّدُنا یونس بن عبد الاعلیٰ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تمہیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ لوگوں سے بچنا ممکن نہیں، لہٰذا (لوگوں کے پیچھے نہ چلنا بلکہ) غور و فکر کے بعد جس میں اپنی بھلائی جانو اسی پر عمل کرو۔"

کسی نے کیا خوب کہا:

مَنْ رَاقَبَ النَّاسَ مَاتَ غَمًّا　　وَ فَازَ بِاللَّذَّةِ الْجَسُوْر

ترجمہ: لوگوں کے پیچھے چلنے والا حالت غم ہی میں مرتا ہے، جبکہ کامیابی کا مزہ باہمت شخص ہی چکھتا ہے۔

حقیقی معرفت تک پہنچانے والی دو باتیں:

حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبدُاللہ تُستَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے اپنے ایک شاگرد کی طرف متوجہ ہو کر اسے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا تو اس نے عرض کی: ”حضور! میں لوگوں کی وجہ سے یہ کام نہیں کر سکتا۔“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے شاگردوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”بندہ اس وقت تک معرفت کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک ان دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار نہ کر لے: (۱)...لوگوں کو اپنی نظروں سے اس قدر گرا دے کہ دنیا میں فقط خالق حقیقی کا مشاہدہ کرے اور جان لے کہ اسے کوئی بھی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا (۲)...یا پھر اپنے دل سے عزتِ نفس ختم کر دے اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ لوگ اسے کس حال میں دیکھیں گے۔“

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ”دوست اور دشمن ہر شخص کا ہوتا ہے اور جب صورت حال یہ ہے تو (اے انسان!) نیک لوگوں کی صحبت اختیار کر۔“

لوگوں کی زبانوں سے کوئی محفوظ نہیں:

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عرض کی گئی: ”اے ابو سعید! کچھ لوگ آپ کی مجلس میں محض اس لئے شرکت کرتے ہیں کہ آپ کے کلام میں غلطی نکال سکیں اور مشکل سوالات کے ذریعے آپ کو آزمائش میں ڈالیں۔“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ”تم فکر مند نہ ہو، میں اپنے نفس سے جنت میں رہنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جوارِ رحمت میں جگہ پانے کی بات کرتا ہوں اور وہ اسی کا طلب گار ہے، لوگوں سے محفوظ رہنے کے متعلق میں اپنے نفس سے گفتگو نہیں کرتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ لوگ اپنے خالق و رازق اور پیدا کرنے اور مارنے والے کے متعلق بھی باتیں کرنے سے باز نہیں آتے (تو میں ان سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہوں)۔“

حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ”اے رب عَزَّوَجَلَّ!

مجھے لوگوں کی زبانوں سے محفوظ رکھ۔" تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "اے موسیٰ! یہ چیز تو میں نے اپنے لئے بھی اختیار نہ کی، تو اس سے کیوں بچنا چاہتا ہے؟"

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا عُزَیر عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ "میں تمہیں اس وقت تک عاجزی کرنے والوں میں شمار نہیں کروں گا جب تک تم اپنے نفس کے لئے یہ پسند نہ کرو کہ میں تمہیں گوند بنادوں جسے لوگ اپنے منہ میں چبائیں۔"

معلوم ہوا کہ جو اپنے آپ کو گھر میں اس لئے قید کرلے کہ لوگ اسے اچھا گمان کریں اور اس کے بارے میں اچھی گفتگو کریں تو ایسے شخص نے دنیا میں مشقت اٹھائی اور آخرت کی مار سب سے بڑی ہے، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتا۔ جب معاملہ یہ ہے تو گوشہ نشینی اسی شخص کے لئے مستحب ہوگی جو تمام اوقات ذکر و فکر، عبادت اور علم میں مشغول رہے کیونکہ یہ شخص اگر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے گا تو اس کا وقت ضائع، فکروں میں اضافہ اور عبادت میں خلل واقع ہوگا۔

گوشہ نشینی اختیار کرنے کے سلسلے میں یہ پوشیدہ آفات ہیں، ان سے بچنا چاہئے کیونکہ بظاہر تو یہ نجات دلانے والی معلوم ہوتی ہیں لیکن در حقیقت ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔

ساتواں فائدہ:

احوال کا مشاہدہ کرکے تجربات حاصل کرنا اور ان سے عبرت پکڑنا: لوگوں سے میل جول کا ایک فائدہ تجربات کا حصول ہے کہ لوگوں سے میل جول رکھنے اور ان کے مختلف احوال دیکھنے سے انسان کو تجربات حاصل ہوتے ہیں۔

عام طور پر عقل تجربات حاصل کئے بغیر دینی و دنیاوی مصلحتوں کو جاننے کے لئے کافی نہیں ہوتی بلکہ تجربات حاصل کئے بغیر خلوت نشین ہونے میں کوئی بھلائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ اگر تنہا رہے تو عمر بھر جاہل رہے گا بلکہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ پہلے علم سیکھنے میں مشغول ہو تاکہ اسے وہ تجربات حاصل

ہوں جو اس کے لئے ضروری ہیں اور اسے کفایت کریں، بقیہ تجربات لوگوں کے حالات سننے سے بھی معلوم ہوسکتے ہیں ان کے لئے لوگوں سے میل جول ضروری نہیں۔

سب سے اہم تجربہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس، ظاہری عادات اور باطنی صفات کو آزمائے۔ یہ کام خلوت میں نہیں ہوسکتا کیونکہ تجربہ کرنے والا ہر شخص خلوت میں (آزمائش سے) بچا رہتا ہے جس طرح غصہ کرنے والا، کینہ پرور اور حاسد تنہائی میں اپنی خباثتوں سے محفوظ رہتا ہے لیکن یہ تمام صفات ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں ان سے چھٹکارا پانا یا ان پر غلبہ پانا ضروری ہے ان کے محرکات سے دوری اختیار کر کے ان میں ٹھہراؤ پیدا کر دینا کافی نہیں۔

بری صفات کی مثال:

ان بری صفات سے متصف دل کی مثال اس پھوڑے کی سی ہے جو خون اور پیپ سے بھرا ہو لیکن جب تک اسے حرکت نہ دی جائے یا چھوا نہ جائے اس وقت تک اس میں درد محسوس نہ ہو۔ پس جس شخص کے پھوڑا ہے اگر اس کا ہاتھ ہی نہ ہو جس سے پھوڑے کو چھوا جاسکے یا آنکھ نہ ہو جس سے اس کی طرف نظر کی جائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی نہ ہو جو اس پھوڑے کو چھو سکے تو بعض اوقات وہ اپنے آپ کو تندرست گمان کرتا ہے اور پھوڑا اس کے ذہن سے بالکل نکل جاتا ہے لیکن اگر کوئی اسے حرکت دے یا حجام کا استرا لگے تو اس سے پیپ اور خون ایسے پھوٹ پڑے گا جیسے مائع چیز منہ کھلنے سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اسی طرح کینہ، بخل، حسد، غصہ اور دیگر مذموم صفات سے متصف دل کو بھی اگر حرکت دی جائے تو اس سے برائیاں ہی صادر ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ راہ آخرت کے مسافر، تزکیہ نفس کے طلب گار اپنے نفوس کا امتحان لیا کرتے تھے، جو اپنے نفس کو متکبر پاتا وہ اس کا تکبر دور کرنے کی کوشش کرتا حتی کہ بعض صوفیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام نفس کا امتحان لینے کے لئے لوگوں کی موجودگی میں اپنی پیٹھ پر پانی کا ڈول یا سر پر لکڑیوں کا گٹھا رکھ کر بازار میں گھوما کرتے کیونکہ

نفس کی آفات اور شیطان کے مکر و فریب پوشیدہ ہوتے ہیں، بہت کم لوگ انہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ،

30سال کی نمازوں کا اعادہ:

منقول ہے کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''میں نے 30سال کی نمازوں کا اعادہ کیا حالانکہ وہ نمازیں میں نے پہلی صف میں ادا کی تھیں، (وجہ یہ تھی کہ) ایک روز کسی عذر کی وجہ سے میں پہلی صف نہ پا سکا اور دوسری صف میں کھڑا ہو گیا تو میں نے اپنے نفس کو ان لوگوں کے سامنے شرمندہ پایا جو مجھے پہلی صف میں نماز پڑھتا دیکھتے تھے۔ پس میں نے محسوس کیا کہ جو نمازیں میں نے پہلی صف میں ادا کی ہیں ان میں ریاکاری اور یہ بات شامل ہے کہ لوگ مجھے دیکھ کر نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والا سمجھیں۔''

معلوم ہوا کہ لوگوں سے میل جول کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کی برائیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سفر انسان کی صفات کو اس لئے ظاہر کرتا ہے کہ سفر بھی ایک طرح کا دائمی ملاپ ہے۔

ان صفات کی برائیاں اور پیچیدگیاں **''مہلکات کے بیان''** میں ذکر کی جائیں گی کیونکہ ان صفات کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کثیر عمل بھی برباد ہو جاتا ہے اور ان کا علم ہونے کے سبب تھوڑا عمل بھی پاکیزہ ہو جاتا ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو علم کو عمل پر فضیلت حاصل نہ ہوتی۔

عالم کی عابد پر فضیلت:

اگرچہ یہ ناممکن ہے کہ نماز کا علم جو نماز کی وجہ سے مقصود ہے وہ نماز سے افضل ہو کیونکہ جو خود غیر کی وجہ سے مقصود ہو وہ غیر سے افضل نہیں ہوتا لیکن شریعت نے عالِم کو عابد پر فضیلت دی ہے حتی کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰى اَدْنٰى رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِي یعنی عالِم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم صحابہ میں سے ادنیٰ شخص پر۔''[1]

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقة علی العبادة، ۴/ ۳۱۳، الحدیث: ۲۶۹۴

علم کی عمل پر فضیلت کی وجوہات:

تین وجوہات کی بنا پر علم کو عمل پر فضیلت حاصل ہے:(۱)...جو ابھی ہم نے ذکر کی (یعنی اس کی وجہ سے تھوڑا عمل بھی پاکیزہ ہو جاتا ہے)(۲)...علم کا نفع عام ہے کہ اس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے جبکہ عمل کا فائدہ صرف عمل کرنے والے کو ہوتا ہے اور (۳)...اگر علم سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات اور افعال کا علم ہو تو یہ علم ہر عمل سے افضل ہے بلکہ اعمال سے تو یہی مقصود ہوتا ہے کہ دل کو مخلوق سے خالق کی طرف پھیرا جائے تاکہ بارگاہِ الٰہی کی طرف متوجہ ہونے کے بعد دل معرفت ومحبت الٰہی کے لئے تیار ہو جائے۔پس عمل اور عمل کے علم سے یہی علم (یعنی معرفت الٰہی) مقصود ہے۔یہ علم راہ حق پر چلنے والوں کی غایت اور عمل اس کے لئے شرط کی مانند ہے۔اسی کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗؕ (پ۲۲،فاطر:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان:اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔

"اَلْكَلِمُ الطَّیِّبُ" سے یہی علم (یعنی معرفت) مراد ہے، عمل اسے بلند کرتا اور مقصود تک پہنچاتا ہے اور یقیناً جسے بلندی حاصل ہو وہی افضل ہوتا ہے۔

(علم کی فضیلت کے متعلق) یہ کلام بطور جملۂ مُعْتَرِضہ کے ہے ہماری بحث سے اس کا کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ہم اپنے مقصود کی طرف لوٹتے ہیں۔

جب آپ نے گوشہ نشینی کے فوائد ونقصانات جان لئے تو ثابت ہو گیا کہ مطلقاً گوشہ نشینی کے افضل ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگانا درست نہیں بلکہ انسان کی اپنی حالت، جن کی صحبت اپناتا ہے ان کی حالت اور صحبت اپنانے کے اسباب کی طرف نظر کرنی چاہئے اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس صحبت کی وجہ سے (میل جول کے) مذکورہ فوائد میں سے کون سے فائدے فوت ہوں گے اور کون سے حاصل ہونگے، پھر حاصل ہونے والے اور فوت ہونے والے فوائد کا تقابل کیا جائے اس وقت واضح ہو گا کہ کیا درست وافضل ہے۔

قولِ فیصل:

اس بارے میں حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا فرمان قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے شاگرد حضرت سیِّدُنا یونُس بن عبدُالاعلٰی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: ”اے یونُس! لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا عداوت کا باعث ہے اور ان کے ساتھ بے تکلُّفی سے رہنا برے دوست پیدا کرتا ہے، لہٰذا تم معتدل راہ اختیار کرو۔“

پس انسان کو چاہئے کہ لوگوں سے ملنے جلنے اور کنارہ کشی میں اعتدال سے کام لے۔ اگرچہ انسان کی حالت مختلف ہونے کی وجہ سے اعتدال میں بھی فرق ہو گا لیکن ان کے فوائد ونقصانات ملحوظِ خاطر رکھنے سے افضلیت واضح ہو جائے گی۔ یہی درست حقیقت ہے اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا وہ کافی نہیں کیونکہ ہر ایک نے خاص اپنی حالت کے اعتبار سے خبر دی ہے اور اس کا حکم ایسے شخص پر نہیں لگایا جا سکتا جس کی حالت مختلف ہو۔

ظاہری علما اور صوفیا کے جواب میں فرق کی وجہ:

ظاہری علم کے اعتبار سے صوفیا اور ظاہری علما کے درمیان بھی یہی (یعنی حقیقت وحالت کا) فرق ہے کہ صوفیا جس حال ومقام پر ہوتے ہیں اسی اعتبار سے گفتگو کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مسائل میں صوفیائے کرام کے جوابات مختلف ہوتے ہیں جبکہ ظاہری عالم، دنیا کی حقیقت کو مدنظر رکھتا ہے، صرف اپنی حالت کا اعتبار نہیں کرتا، اس کے جواب میں (معاشرے کی) حقیقت واضح ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہری علما کے جوابات مختلف نہیں ہوتے کیونکہ حقیقت ہمیشہ ایک ہوتی ہے جبکہ لوگوں کی حالتیں بے شمار ہیں اسی لئے صوفیا سے جب فقر کے متعلق سوال کیا گیا تو ہر ایک نے دوسرے سے مختلف جواب دیا لیکن ہر ایک کا جواب اپنے حال ومقام کے مطابق (درست) تھا اگرچہ (معاشرے کی) حقیقت کے مطابق نہ تھا کیونکہ حقیقت ایک ہی ہے۔

فقر کے متعلق صوفیا کے اقوال:

حضرت سیِّدُنا ابو عبداللہ احمد بن یحیٰ جلاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فقر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے

فرمایا: ”اپنی دونوں آستینیں دیوار پر مارو اور کہو! میرا رب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے، یہی فقر ہے۔“

حضرت سیِّدُنا جُنَید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی نے فرمایا: ”فقیر وہ ہے جو نہ تو کسی سے کوئی سوال کرے اور نہ ہی کسی کی مخالفت کرے اور اگر اس کی مخالفت کی جائے تو خاموش رہے۔“

حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبدُاللہ تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: ”فقیر وہ ہے جو نہ تو کسی چیز کا سوال کرے اور نہ ہی اپنے لئے کوئی چیز بچا کر رکھے۔“

کسی بزرگ کا قول ہے: ”فقر یہ ہے کہ تُو اپنے لئے فقر کا حاصل ہونا خیال نہ کرے۔ پس اگر تیرے خیال میں تجھے فقر حاصل ہے تو نہ ہونے کی حیثیت سے تجھے حاصل نہیں ہے۔“

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَوَّاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”فقر یہ ہے کہ مصائب کے آثار ظاہر ہونے کے باوجود انسان شکوہ نہ کرے۔“

یہ تمام اقوال بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر 100 صوفیائے کرام سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اس کے 100 مختلف جواب سننے کو ملیں گے شاید ہی کوئی دو جواب یکساں ہوں لیکن ہر ایک کا قول درست اس وجہ سے ہو گا کہ ہر ایک اپنے حال و مقام کے مطابق کلام کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تم دو صوفی بزرگ بھی ایسے نہیں دیکھو گے کہ وہ کسی کو تصوف میں ثابت قدم مانتے ہوں یا اس کی تعریف کرنے پر دونوں متفق ہوں بلکہ ہر ایک معرفتِ الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ ان کی نظر صرف ان احوال پر ہوتی ہے جو ان کے دلوں پر غالب ہوتے ہیں اور وہ اپنے نفس کے سوا کسی کی طرف التفات نہیں کرتے، ان کے دلوں میں جب علم کی روشنی پھوٹتی ہے تو ان پر ہر شے واضح ہو جاتی ہے، حق سے پردے اٹھا دیئے جاتے اور اختلافات دور کر دیئے جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام کے اختلاف کی مثال:

صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اقوال کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ زوال کے وقت سایہ اصلی کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ گرمیوں میں سایہ اصلی دو قدم کے برابر ہوتا ہے جبکہ بعض

کہتے ہیں کہ آدھا قدم ہوتا ہے اور بعض اس کا بھی رد کرتے ہیں۔ اسی طرح سردیوں میں بعض کے نزدیک سایہ اصلی سات قدم ہوتا ہے اور بعض پانچ قدم کا قول کرتے ہیں جبکہ بعض اس کا بھی رد کرتے ہیں۔

تو (سایہ اصلی کے متعلق) لوگوں کا یہ اختلاف صوفیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے اختلاف کے مشابہ ہے کیونکہ ہر ایک نے اسی سائے کی خبر دی جو اس نے اپنے شہر میں دیکھا، لہٰذا ہر ایک اپنی بات میں سچا ہے لیکن دوسرے کا انکار کرنے پر خطاکار ہے کیونکہ اس نے سارا عالَم اپنا شہر گمان کر لیا یا اپنے شہر کی طرح سمجھ لیا جس طرح صوفی اپنے حال کے مطابق تمام عالَم پر حکم لگاتا ہے۔ لیکن در حقیقت (ساری دنیا کے) زوال کا صحیح علم اسی کو ہوگا جو سایہ گھٹنے بڑھنے کی وجہ جاننے کے ساتھ ساتھ یہ بھی جانتا ہو کہ مختلف شہروں میں سائے کا گھٹنا بڑھنا بھی مختلف ہوتا ہے، ایسا شخص مختلف شہروں کے اعتبار سے سائے کے بارے میں مختلف حکم لگائے گا مثلاً بعض شہروں میں سایہ اصلی ہوتا ہی نہیں بعض میں دراز ہوتا ہے اور بعض میں چھوٹا ہوتا ہے۔

گوشہ نشینی اور میل جول رکھنے کی فضیلت کے متعلق جو کچھ ذکر کرنے کا ہم نے ارادہ کیا تھا ذکر کر چکے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم کہو کہ جو شخص گوشہ نشینی کو ترجیح دے اور اپنے لئے اسے افضل جانے تو اس کے لئے گوشہ نشینی کے کیا آداب ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں سے میل جول رکھنے کے آداب ہم نے "**آدابِ صحبت کے بیان**" میں تفصیل سے ذکر کئے ہیں اور جہاں تک گوشہ نشینی کے آداب کا تعلق ہے تو وہ زیادہ نہیں (تیسری فصل انہی کے متعلق ہے)۔

تیسری فصل: گوشہ نشینی کی نیتیں اور آداب

گوشہ نشینی کی اچھی اچھی نیتیں:

❀...لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤں گا۔ ❀...خود کو شریروں کے شر سے محفوظ رکھوں گا۔ ❀... مسلمانوں کے حقوق پورے نہ کرنے کی آفت سے چھٹکارا حاصل کروں گا۔ ❀... تمام وقت خالصتاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت

میں مصروف رہوں گا۔

ان نیتوں کے ساتھ گوشہ نشین ہونے کے بعد انسان کو چاہئے کہ مستقل علم و عمل اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر وفکر میں مشغول رہے تاکہ گوشہ نشینی کے ثمرات حاصل کر سکے، بکثرت لوگوں کو اپنے پاس آنے اور زیارت سے منع کرے تاکہ دل جمعی برقرار رہے اور لوگوں کے احوال دریافت کرنے اور شہر میں ہونے والے بیہودہ امور کی طرف کان دھرنے سے باز رہے۔ اس بات کی طرف توجہ ہی نہ دے کہ لوگ کن کاموں میں مشغول ہیں کیونکہ یہ باتیں دل میں گھر کر جاتی ہیں حتی کہ بعض اوقات انسان نماز اور مراقبہ کے دوران انہی باتوں میں کھو جاتا ہے اور اسے علم تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ، کانوں میں ایسی خبروں کا پڑنا زمین میں بیج ڈالنے کی طرح ہے کہ بیج سے پودہ ضرور اگے گا اور اس کی جڑیں اور شاخیں بھی پھیلیں گی، یہی حال خبروں کا ہے۔

گوشہ نشینی کے آداب:

❀... گوشہ نشین ہونے والے کے لئے بہت اہم وضروری بات یہ ہے کہ دل سے ان تمام وسوسوں کو نکال دے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے دوری کا سبب بنتے ہیں اور وسوسے پیدا ہونے کا ایک سبب خبریں بھی ہیں۔

❀... گوشہ نشین کو چاہئے کہ تھوڑے رزق پر قناعت کرے ورنہ وہ مجبور ہو گا کہ زیادہ وقت لوگوں کے ساتھ گزارے اس طرح وہ لوگوں کا محتاج ہو جائے گا۔ نیز پڑوسی کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرے اور گوشہ نشینی کے باعث اس کے بارے میں جو اچھی بری باتیں کی جارہی ہیں ان کی طرف کان نہ لگائے کیونکہ یہ تمام باتیں دل پر ضرور اثر انداز ہوتی ہیں اگرچہ مختصر وقت کے لئے ہی سہی۔

❀... فکر آخرت میں مشغول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ راہِ آخرت کی طرف سفر کرنا جانتا ہو۔ آخرت کی طرف سفر کرنے والا یا تو حضور قلب کے ساتھ ہمیشہ ذکر واذکار میں مشغول رہتا ہے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات اور اس کے افعال اور زمینی وآسمانی سلطنتوں میں غور وفکر کرتا رہتا ہے یا پھر اعمال کی باریکیوں اور قلبی خرابیوں کو جاننے اور ان سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہ تمام امور ہر چیز سے فراغت کا

تقاضا کرتے ہیں جبکہ وسوسے پیدا کرنے والی باتوں کی طرف کان لگانے سے دل انہی میں الجھا رہتا ہے اور بعض اوقات دل ان میں اس قدر الجھ جاتا ہے کہ ہمیشگی کے ساتھ کئے جانے والے اذکار کے دوران بھی دل میں ان باتوں کا خیال آجاتا ہے (جو خلل کا باعث بنتی ہیں)۔

❀...گوشہ نشین کو چاہئے کہ نیک عورت سے شادی کرے یا نیک شخص کی صحبت اختیار کرے تاکہ دن بھر ذکر واذکار میں مشغولیت کے بعد کچھ وقت ان کے ذریعے نفس کو آرام پہنچا سکے، اس طرح مکمل وقت دل جمعی برقرار رکھنے میں مدد ملے گی۔

❀...انسان گوشہ نشینی کی صورت میں صبر پر اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جب دنیا اور جس میں دنیا والے مشغول ہیں اس کی خواہش اپنے دل سے نکال دے اور یہ خواہش اسی وقت ختم ہو سکتی ہے کہ انسان لمبی امیدیں باندھنا چھوڑ دے اس طرح کہ لمبی زندگی کی آس نہ لگائے بلکہ صبح اس حال میں کرے کہ شام کی امید نہ ہو اور شام اس حال میں کرے کہ صبح کی امید نہ ہو اس طرح اس کے لئے دن بھر صبر کرنا آسان ہو جائے گا، اگر لمبی زندگی کی امید رکھے گا تو 20 سال کی زندگی پر بھی صبر پر قائم رہنا مشکل ہو جائے گا۔

❀...تنہائی و گوشہ نشینی کی وجہ سے جب دل گھبرائے تو موت اور قبر کی تنہائی کو کثرت سے یاد کرے اور یہ بات اچھی طرح دل میں بٹھالے کہ جس دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اور اس کے ذکر سے انسیت نہ ہو وہ مرنے کے بعد تنہائی کی وحشت برداشت نہیں کر سکے گا اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور اس کی معرفت سے مانوس ہو موت اس کی انسیت زائل نہیں کر پائے گی کیونکہ موت انس و معرفت کا محل نہیں گرا سکتی بلکہ وہ اسی انس و معرفت کے ساتھ ہمیشہ زندہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے شاداں رہے گا، جیسا کہ شہدا کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں

فَرِحِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۙ (پ۴،آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰) روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

پس رضائے الٰہی کی خاطر دنیا سے علیحدگی اختیار کرنے والے اور نفس کے خلاف جہاد کرنے والے کو اگر اسی حال میں موت آجائے تو وہ شہید ہے۔ چنانچہ،

مجاہد کی تعریف:

نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”فَالۡمُجَاهِدُ مَنۡ جَاهَدَ نَفۡسَهٗ وَهَوَاهُ یعنی مجاہد وہ ہے جو نفس اور خواہشات کے خلاف جہاد کرے۔“[1]

جہادِ اکبر:

بلکہ نفس کے خلاف جہاد جہادِ اکبر ہے۔ چنانچہ، ایک غزوہ سے واپسی پر صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے فرمایا: ”رَجَعۡنَا مِنَ الۡجِهَادِ الۡاَصۡغَرِ اِلَی الۡجِهَادِ الۡاَكۡبَرِ یعنی ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ آئے۔“ جہادِ اکبر سے ان کی مراد ”نفس کے خلاف جہاد“ تھا۔[2]

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے گوشہ نشینی کے آداب کا بیان مکمل ہوا

بُخۡل کی تعریف

ھُوَ مَلَکَۃُ اِمۡسَاکِ الۡمَالِ حَیۡثُ یَجِبُ بَذۡلُہٗ بِحُکۡمِ الشَّرۡعِ اَوِ الۡمُرُوۡءَۃِ یعنی جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروتاً ضروری ہو وہاں خرچ نہ کرنا۔ (حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، ۲/ ۲۷)

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب فضائل الجھاد، باب ماجاء فی فضل من... الخ، ۳/ ۲۳۲، الحدیث: ۱۶۲۷، بدون: وھواہ
الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی ترک الدنیا ومخالفۃ النفس والھوی، الحدیث: ۳۷۳، ص ۱۶۵

[2] ...الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی ترک الدنیا ومخالفۃ النفس والھوی، الحدیث: ۳۷۳، ص ۱۶۵، بتغیر قلیل

آداب سَفَر کا بیان

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنے پیاروں کی بصیرت کو حکمتوں اور عبرتوں کے ساتھ کھول دیا (یعنی مضبوطی عطا فرمائی) اور ان کے ارادوں کو سفر و حضر میں اپنی صنعت کے عجائبات کے مشاہدوں کے لئے خالص کر دیا۔ پس وہ اپنے دلوں کو ظاہری خوبصورتی سے پھیرتے ہوئے تقدیر کے راستوں پر راضی ہو گئے اور جو عجائبات حد نگاہ اور فکر میں آتے ہیں ان کی طرف دیکھنا محض عبرت کے لئے ہے تو ان کے نزدیک خشکی، سمندر، نرم و سخت زمین، شہر اور دیہات سب برابر ہو گئے۔ درود اور خوب سلام ہو تمام انسانوں کے سردار حضرت سیِّدُنا محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور اخلاق و سیرت میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرنے والے آل واصحاب پر۔

بے شک سفر اُن چیزوں سے بچنے کا وسیلہ ہے جن سے دور بھاگا جاتا ہے یا اُن کاموں تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جو قابلِ رغبت اور مطلوب ہیں۔

سفر کی اقسام:

سفر کی دو قسمیں ہیں: (۱)... ظاہری بدن کے ساتھ اپنے وطن سے صحرا اور جنگلات کی طرف سفر کرنا (۲)... باطنی سفر کہ دل عالَمِ سِفْلی (دنیا) سے عالَمِ عُلْوی (آخرت) کی سیر کرے۔

سب سے اچھا سفر:

دونوں میں سے سب سے اشرف و اعلیٰ باطنی سفر ہے کیونکہ پیدائش کے بعد جس کی جو حالت تھی اگر وہ اسی حالت پر ٹھہرا رہے اور آباء واجداد کی پیروی سے جو حاصل کیا اسی پر جما رہے تو وہ درجۂ قصور (کم مرتبہ) کو لازم کرنے اور ناقص درجے پر قناعت کرنے والا ہے اور اس نے وسیع و کشادہ جنت کہ جس کی چوڑان میں سب زمین و آسمان آجائیں اس کے بدلے میں قید خانے کی تاریکی اور اسیری کو اختیار کیا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَ لَمْ اَرَ فِیْ عُیُوْبِ النَّاسِ عَیْبًا   کَنَقْصِ الْقَادِرِیْنَ عَلَی التَّمَامِ

ترجمہ: میں نے لوگوں کے عیوب میں سے کسی عیب کو اس عیب کی طرح نہیں دیکھا کہ آدمی تکمیل پر قادر ہونے کے باوجود نقصان اور ناتمامیت پر راضی رہے۔

لیکن اس سفر پر گامزن شخص کو چونکہ بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا کسی راہبر و راہنما کا ہونا ضروری ہے۔ جب راستہ پیچیدہ اور راہبر و راہنما مفقود ہوئے تو سالکین نے وافر حصہ لینے کی بجائے کم پر ہی قناعت کر لی نتیجتاً راستے مٹ گئے، نہ کوئی ہم سفر و راہنما رہا اور نہ ہی آفاق و ملکوت میں سیر کرنے والا کوئی نفس حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسی راستے کی طرف دعوت دی ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ (پ۲۵، حٰم السجدۃ: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۲۶، الذّٰریٰت: ۲۰، ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

اور اس سفر سے بیٹھ رہنے والوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ، ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّیْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۳۷، ۱۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تم ان پر گزرتے ہو صبح کو اور رات میں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

(پ۱۳، یوسف: ۱۰۵)

توجس کے لئے یہ سفر آسان ہو گیا وہ ہمیشہ جنت کی سیر میں رہتا ہے جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آجائیں حالانکہ اس کا ظاہری جسم ساکن اور وطن میں ہی موجود رہتا ہے اور یہی وہ سفر ہے جس میں گھاٹ اور چشموں میں تنگی کا خطرہ نہیں ہوتا اور نہ ازدحام (مجمع) اور رش کی وجہ سے کوئی تکلیف ہوتی ہے بلکہ مسافروں کی کثرت کی وجہ سے اس کے ثمرات اور فوائد میں زیادتی ہوتی ہے۔اس کی غنیمتیں دائمی اور غیر ممنوعہ ہیں اور ثمرات زیادہ اور نہ ختم ہونے والے ہیں مگر یہ کہ جب اس طرح کے سفر میں کسی مسافر پر سستی طاری ہو یا اس کی حرکت میں وقفہ آجائے تو بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں اور جب وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر راہ سے پھر جاتے ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے دلوں کو پھیر دیتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر ظلم نہیں فرماتا لیکن لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔جو شخص اس میدان میں نہیں اترتا اور اس طرح کے باغات کی سیر نہیں کرتا تو بسا اوقات وہ اپنے ظاہری بدن کے ساتھ ایک لمبی مدت تک چند میل چلنے کو خواہ دنیاوی تجارت کے لئے ہو یا آخرت کے کے لئے، غنیمت سمجھتا ہے۔اب اگر اس شخص کا مقصد علم اور دین کو حاصل کرنا ہو یا دین کے معاملات پر مدد حاصل کرنا ہو تو وہ بھی آخرت کے راستے پر چلنے والا ہے اور اس کے اس سفر میں کچھ شرائط وآداب ہیں، اگر وہ انہیں ترک کرے گا تو اس کا شمار دنیا حاصل کرنے والوں اور شیطان کے پیروکاروں میں ہو گا اور اگر ان شرائط وآداب پر مواظبت (ہمیشگی) اختیار کرے گا تو اس کا سفر ان تمام فوائد سے خالی نہیں ہو گا جو راہِ آخرت کے مسافر کو ملتے ہیں۔چنانچہ، ہم سفر کے آداب اور اس کی شرائط دو ابواب میں بیان کریں گے:

(۱)...پہلے باب میں سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک کے آداب، سفر کی نیت اور اس کے فوائد کا بیان ہے، یہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔(۲)... دوسرے باب میں مسافر کے لئے جن امور کا جاننا ضروری ہے ان کا بیان، قبلہ رخ اور اوقات معلوم کرنے کے طریقہ کا بیان ہے، یہ بھی دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

باب نمبر1: # سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک کے آداب، سفر کی نیت اور اس کے فوائد کا بیان (یہ دو فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل: ## سفر کی فضیلت و فوائد اور نیت کا بیان

جان لو بے شک سفر ایک قسم کی حرکت اور میل جول کا نام ہے۔ اس میں فوائد بھی ہیں اور آفات بھی جیسا کہ ہم "کتابُ الصُّحبَۃِ وَ العُزْلَۃ" (دوستی و گوشہ نشینی کے بیان) میں ذکر کر چکے ہیں۔ سفر پر ابھارنے والے فوائد دو حال سے خالی نہیں ہوتے: (۱)... یا تو کسی چیز سے بھاگنا (بچنا) مقصود ہو گا (۲)... یا کسی چیز کی طلب مقصود ہو گی۔

کیونکہ مسافر دو حال سے خالی نہیں ہوتا: (۱)... یا تو مسافر کو سفر پر کوئی چیز ابھارتی ہے کہ اگر وہ چیز نہ ہوتی تو جس طرف سفر کا ارادہ ہے اس سمت جانا بے مقصد ہوتا (۲)... یا کسی مقصد کے حصول اور کسی چیز کی طلب میں سفر کرتا ہے۔

مسافر جس چیز سے بھاگتا (بچتا) ہے وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہوتی: (۱)... یا تو اس کی تاثیر دنیاوی اعتبار سے ہو گی جیسے طاعون اور کوئی وبا (بیماری) وغیرہ جب کسی شہر میں ظاہر ہو یا کسی فتنے یا جھگڑے یا مہنگائی کا خوف ہو۔ یہ بھی دو حال سے خالی نہیں: ❀... یا تو یہ اسباب عام ہوں گے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا... ❀... یا خاص ہوں گے جیسا کہ کسی شہر میں خاص شخص کو تکلیف پہنچانا مقصود ہو جس کی وجہ سے وہ اس شہر سے کوچ کر جاتا ہے۔

(۲)... (مسافر جس چیز سے بھاگتا ہے اس کی دوسری صورت یہ ہے) یا اس کی تاثیر دینی اعتبار سے ہو گی جیسے کوئی شخص اپنے شہر میں جاہ و مال کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہو گیا یا ایسے اسباب کی کثرت ہو گئی جو ذکر الٰہی کے لئے خالی (فارغ) ہونے سے مانع ہیں تو ایسی صورت میں اسے مال کی وسعت اور جاہ و مرتبے سے بچنے کے لئے دوسری

جگہ جانے کو ترجیح دینی چاہئے، یا اسے جبراً بدعت کی طرف بلایا جارہا ہو یا ایسا کام سونپا جارہا ہو جسے کرنا جائز نہیں تو اسے وہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔

جہاں تک کسی مطلوب کے حصول کے لئے سفر کرنے کا تعلق ہے تو وہ مطلوب یا تو دنیاوی ہو گا جیسے مال وجاہ یا دینی ہو گا، اگر دینی ہو گا تو پھر اس کا تعلق یا تو علم سے ہو گا یا عمل سے اور علم یا تو علوم دینیہ میں سے ہو گا یا ایسا علم ہو گا جس کا تعلق اس کی ذات وصفات سے ہو گا جو تجربات سے حاصل ہوتا ہے یا ایسا علم ہو گا جس کا تعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں اور عجائبات سے ہو گا جیسا کہ حضرت سیِّدُنا ذوالقرنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ[1] کا سفر کہ انہوں نے پوری دنیا کا چکر لگایا۔

اور جہاں تک عمل کا تعلق ہے یا تو وہ عبادت کے قبیل سے ہو گا یا زیارت کے۔ **عبادت** جیسے حج وعمرہ کرنا، جہاد کرنا۔ **زیارت** کرنا بھی عبادت میں سے ہے کہ اس کی وجہ سے مقاماتِ مقدسہ کا قصد کیا جاتا ہے جیسے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس وغیرہ (کی زیارت کے لئے) اور اسلامی ملک کی سرحد کی طرف سفر کرنا کیونکہ سلطنتِ اسلامی کی سرحدوں کی حفاظت کرنا بھی عبادت ہے اور کبھی سفر سے مقصود اولیائے کرام اور علمائے عظام کی زیارت ہوتی ہے، اگر وصال فرماچکے ہوں تو ان کے مزارات کی زیارت کی جاتی ہے اور اگر حیات ہوں تو انہیں دیکھ کر برکت حاصل کی جاتی اور ان کے حالات دیکھ کر ان کی اقتدا (پیروی) کرنے کی

1... صدرالافاضل حضرت علامہ سیِّد محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی **خزائن العرفان فی تفسیر القراٰن، پارہ 16، سورۂ کہف، آیت نمبر 83** کے تحت فرماتے ہیں: ذوالقرنین کا نام اِسکندر ہے، یہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کے خالہ زاد بھائی ہیں انہوں نے اِسکندَرِیَّہ بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا، حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام ان کے وزیر اور صاحبِ لواء (پرچم اٹھانے والے) تھے، دنیا میں ایسے چار بادشاہ ہوئے ہیں جو تمام دنیا پر حکمران تھے:۔ دو مومن: حضرت ذوالقرنین اور حضرت سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا السَّلَام اور دو کافر: نمرود اور بُخْتِ نصر اور عنقریب ایک پانچویں بادشاہ اور اس اُمت سے ہونے والے ہیں جن کا اسمِ مبارک حضرت امام مہدی ہے، ان کی حکومت تمام روئے زمین پر ہو گی، ذوالقرنین کی نبوّت میں اختلاف ہے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے، نہ فرشتے، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) سے مَحبت کرنے والے بندے تھے، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے انہیں محبوب بنایا۔

رغبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

یہ سفر کی وہ اقسام ہیں جن سے چار اقسام اور نکلتی ہیں:

(1)... طلبِ عِلم کے لئے سَفَر کرنا:

یہ سفر دو حال سے خالی نہیں: (۱)... یا تو واجب ہو گا (۲)... یا نفل۔ سفر کا واجب یا نفل ہونا علم کے واجب یا نفل ہونے کے اعتبار سے ہو گا۔ اس کی پھر تین قسمیں ہیں: ❀... یا تو اس کا تعلق امورِ دینیہ کے ساتھ ہو گا، ❀... یا بندے کے اپنے اخلاق کے ساتھ، ❀... یا زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کے ساتھ۔

❀... اُمورِ دینیہ کے متعلق علم:

مُعلّمِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ حَتّٰی یَرْجِعَ یعنی جو اپنے گھر سے علم حاصل کرنے کے لئے نکلا وہ واپسی تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے۔''[1]

ایک روایت میں ہے: ''مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ یعنی جو علم کی طلب میں کوئی راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا[2]۔''[3]

سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے کئی کئی دن کا سفر طے کرتے۔

1... سنن الترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۴/۲۹۴، الحدیث: ۲۶۵۶

2... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 189** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جو علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لئے عالم کے گھر جائے سفر کرکے یا چند قدم تو اس کی برکت سے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں (یہ) سب چیزیں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا بہت ثواب ہے (حضرت سیِّدُنا) موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام طلب علم کے لئے (حضرت سیِّدُنا) خضر عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس سفر کرکے گئے، حضرت جابر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر طے کرکے (حضرت سیِّدُنا) عبد اللہ ابن قیس (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) کے پاس پہنچے۔

3... صحیح مسلم، کتاب الذکر... الخ، باب فضل الاجتماع... الخ، الحدیث: ۲۶۹۹، ص ۱۴۴۷

کامیاب سفر:

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اگر کوئی شخص ملک شام کے ایک کونے سے ملک یمن کے دوسرے کونے تک سفر کرکے ایک ایسا کلمہ یاد کرے جو ہدایت پر اس کی راہ نمائی کرے یا اسے برائی سے بچائے تو اس کا سفر رائیگاں (ضائع) نہیں ہوا۔“

ایک حدیث سننے کی خاطر ایک ماہ کا سفر:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن اُنَیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ایک حدیث سننے کے لئے 10 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا سے مصر تک ایک ماہ کا سفر کیا اور حدیث سماعت کی۔ (1)

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے زمانے سے لے کر اب تک سفر حصول علم کا اہم ذریعہ رہا اور حصول علم کے لئے سفر ہوتا رہا ہے (اور اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہوتا رہے گا)۔

❀ ... اُمُورِ اَخلاقیہ کے متعلق عِلْم:

وہ علم کہ جو بندے کی اپنی ذات اور اخلاق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ بھی کافی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ آخرت کے راستے پر چلنا اچھے اخلاق اور تہذیب (اصلاح) کے ساتھ ہی ممکن ہے اور جو اپنے باطن کے اسرار اور باطنی خباثتوں پر مطلع نہیں ہوتا وہ اپنا دل ان سے پاک کرنے پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ لوگوں کے اخلاق کے ظہور کا ایک ذریعہ سفر بھی ہے اور سفر ہی کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ (اپنے بندوں پر) آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں نکالتا (ظاہر فرماتا) ہے۔

---

1 ... صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الخروج فی طلب العلم، ۱/۴۵، تعلیقًا
قوت القلوب لابی طالب المکی، ۲/۳۴۴

سفَر کو سفَر کہنے کی وجہ:

سفَر کو سفَر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے لوگوں کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔اسی وجہ سے خلیفۂ دُوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے سامنے ایک شخص نے (کسی کے متعلق) گواہی دی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "کیا تم نے کبھی اس کے ساتھ سفر کیا ہے کہ اس کے اچھے اخلاق کا اندازہ ہوسکے؟" اس نے عرض کی: "نہیں۔" تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "میرے خیال میں تم اس شخص کو نہیں جانتے۔"

سفر کیا کرو پاک رہو گے:

حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارث حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: "اے علما کے گروہ! سفر کیا کرو پاک رہو گے، کیونکہ پانی جب تک جاری رہتا ہے پاک رہتا ہے اور جب کسی جگہ ایک عرصے تک ٹھہرا رہتا ہے تو خراب ہو جاتا ہے۔"

حاصل کلام:

انسان جب تک وطن میں رہتا ہے اس کی بری عادات ظاہر نہیں ہوتیں کیونکہ وہ انہیں امور سے مانوس رہتا ہے جو اس کی طبیعت کے موافق ہوتے ہیں اور جب نفس سفر کی تنگی اٹھاتا ہے اور عادتاً جن کاموں سے مانوس رہتا تھا ان میں تبدیلی پاتا اور وطن سے دوری کی مشقت اٹھاتا ہے تو نفس کی برائیاں ظاہر ہوتیں اور اس کے عیبوں پر واقفیت ہوتی ہے، پھر ان کا علاج کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔نیز "گوشہ نشینی کے باب" میں ہم میل جول کے فوائد بیان کر چکے ہیں اور سفر بھی میل جول کا ایک نام ہے۔عام میل جول کے مقابلے میں سفر کی حالت میں مشغولیت، پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا زیادہ ہوتا ہے۔

❀...زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرنا:

جہاں تک زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کو دیکھنے کا تعلق ہے تو اس کا مشاہدہ کرنے میں غور وفکر کرنے

والوں کے لئے بہت فوائد ہیں: مثلاً، زمین کے ٹکڑے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے نظر آتے ہیں[1]، اس میں پہاڑ، میدان اور سمندر ہیں اور حیوانات و نباتات کی اقسام مشاہدہ میں آتی ہیں اور ان میں سے ہر چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت پر گواہ اور زبان حال سے اس کی تسبیح بیان کرنے والی ہے اس کا ادراک صرف وہی کر سکتا ہے جو غور سے سنے اور دل کے ساتھ حاضر رہے۔

بہر حال منکرین اور اشیاء کے حقائق سے غافل اور دنیا کی زیب و زینت سے دھوکا کھانے والے نہ تو یہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی دیکھ سکتے ہیں کیونکہ انہیں سننے سے معزول کر دیا گیا ہے اور وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی آیات (نشانیوں) سے پردے میں ہیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷ (پ۲۱، الروم: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی اور وہ آخرت سے پورے بے خبر ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں سننے سے ظاہری سننا مراد نہیں لیا گیا کیونکہ یہ لوگ ظاہری طور پر سننے سے نہیں روکے گئے بلکہ باطنی سننا مراد لیا گیا ہے اس لئے کہ ظاہری طور پر سننے سے تو صرف آواز کا ہی ادراک ہو سکتا ہے اور اس بات میں انسان اور تمام حیوانات شریک ہیں اور باطنی طور پر سننے سے زبان حال کا ادراک کیا جاتا ہے جو زبان قال سے علیحدہ ایک چیز ہے۔ قائل کا یہ قول اس کے مشابہ ہے جو کیل اور دیوار کی حکایت میں بیان ہوا ہے۔

حکایت: کیل اور دیوار کی گفتگو:

دیوار نے کیل سے کہا: "تم مجھے کیوں چیرتے ہو؟" کیل نے جواب دیا: "یہ بات میرے سر پر ضرب

---

1 ... جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے: وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ (پ۱۳، الرعد: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین کے مختلف قطعے (ٹکڑے) ہیں اور ہیں پاس پاس۔ صدر الافاضل حضرت علامہ سیِّد محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی خزائن العرفان میں اس کے تحت فرماتے ہیں: ایک دوسرے سے ملے ہوئے ان میں سے کوئی قابل زراعت ہے کوئی ناقابل زراعت کوئی پتھریلا کوئی ریتلا۔

لگانے والے اس پتھر سے پوچھو جو مجھے بھی نہیں چھوڑتا۔"

ہر ہر ذرہ وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے:

آسمانوں اور زمین میں کوئی ذرہ ایسا نہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت پر شہادت کی مختلف اقسام نہ رکھتا ہو اور یہی اس کی توحید ہے اور صانع (عالَم) کی پاکیزگی پر شہادت کی جو مختلف اقسام ہیں وہ اس کی تسبیح ہیں لیکن یہ لوگ اس کی تسبیح کو نہیں سن سکتے اس لئے کہ ان لوگوں نے ظاہری سماعت کے تنگ سوراخ سے باطنی سماعت کی کھلی فضا کی طرف سفر ہی نہیں کیا اور نہ ہی زبانِ قال کے ناقص پن سے فصاحتِ حال کی طرف سفر کیا۔

نیز اگر ہر عاجز شخص اس قسم کی سیر پر قادر ہو جاتا تو پرندوں کی بولی سمجھنا حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ خاص نہ ہوتا، اسی طرح آواز اور حروف سے پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مبارک کلام سننا حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ خاص نہ ہوتا۔

آسمان وزمین کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا:

جو شخص جمادات کے صفحات پر خطوط الٰہیہ کے ساتھ لکھی ہوئی سطروں کا مشاہدہ کرنے کے لئے اس طرح کا سفر کرے تو اسے زیادہ لمبا بدنی سفر نہیں کرنا پڑے گا بلکہ وہ ایک جگہ ٹھہرے گا اور اپنے دل کو فارغ کرے گا تاکے ہر ہر ذرے کی تسبیح سن کر راحت حاصل کرے، اسے جنگلوں میں گھومنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا کام تو آسمانوں کی بادشاہی سے ہی نکل سکتا ہے، سورج، چاند اور ستارے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے تابع ہیں، دیکھنے والوں کی نظروں میں یہ سال اور مہینہ میں کئی دورے کرتے ہیں بلکہ یہ ہر وقت حرکت میں کوشاں ہیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے:

جس شخص کے گرد خود کعبہ کو طواف کا حکم دیا گیا ہو وہ اگر مسجد کے طواف میں جانفشانی سے کام لے تو

یہ بات تعجب سے خالی نہیں، اسی طرح جس کے گرد آسمان گردش کرے وہ زمین کے گرد چکر لگائے تو یہ بات بھی تعجب سے خالی نہیں، پھر جب تک مسافر اس بات کا محتاج ہے کہ ظاہری بادشاہی کا اپنی ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کرے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف جانے والوں کی پہلی منزل پر ہے گویا وہ اپنے وطن کے دروازے پر ہی بیٹھا ہوا ہے اور اس کی سیر اسے کھلی فضا میں لے کر نہیں گئی اور اس منزل میں زیادہ دیر رہنے کا سبب صرف کوتاہی اور بزدلی ہے۔

حکمت کی بات:

اسی وجہ سے کسی اربابِ دل (عارف باِللہ) نے کہا: "لوگ کہتے ہیں اپنی آنکھیں کھولو تا کہ تم دیکھ سکو جبکہ میں کہتا ہوں اپنی آنکھیں بند کرو تا کہ تم دیکھ سکو۔"

خطرات سے کھیلنے والا ہی کامیاب ہوتا ہے:

دونوں قول درست ہیں فرق صرف یہ ہے کہ پہلے قول نے پہلی منزل کے بارے میں خبر دی جو وطن کے قریب ہے اور دوسرے قول میں بعد والی منزل کی خبر ہے جو وطن سے دور ہے (یعنی آخرت اور عالَمِ بالا کی سیر) اسے صرف خطرات سے کھیلنے والا اور ان کی طرف بڑھنے والا ہی طے کر سکتا ہے، بسا اوقات وہ کئی سال تک اس میں بھٹکتا رہتا ہے اور بسا اوقات توفیق اس کا ہاتھ تھام کر سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کر دیتی ہے اور اس طرح کے سفر میں اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں مگر جنہیں توفیق کا نور مُیَسَّر ہو وہ نعمتوں اور قائم رہنے والی بادشاہی کے ساتھ کامیابی سے ہم کنار ہوتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بھلائی لکھ دی گئی ہے۔

مطلوب بڑا ہو تو طلب گار کم ہوتے ہیں:

اے مخاطب! آخرت کی بادشاہی کو دنیا کی بادشاہی پر قیاس کر کہ مخلوق کی کثرت کے باوجود اس کے

طالب بہت کم ہوتے ہیں اس لئے کہ جب مطلوب بڑا ہوتا ہے تو اسے طلب کرنے والے کم ہوتے ہیں اور مقصود تک پہنچنے والوں کی بنسبت ہلاک ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور عاجز و بزدل شخص بادشاہی کے درپے نہیں ہوتا کیونکہ اس میں خطرہ بڑا اور مشقت زیادہ ہوتی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَ اِذَا كَانَتِ النُّفُوْسُ كِبَاراً تَعِبَتْ فِيْ مُرَادِهَا الْاَجْسَامُ

ترجمہ: جسم نفس کی مرادوں کے لئے تھکاوٹ اسی وقت برداشت کرتا ہے جب نفس بلند حوصلہ ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دینی و دنیوی عزت اور بادشاہی کو پُر خطر مقام میں رکھا ہے اور بعض اوقات بزدل لوگ بزدلی اور کوتاہی کو احتیاط کا نام دیتے ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے: بزدل لوگ سمجھتے ہیں کہ بزدلی احتیاط کا نام ہے (ایسا نہیں ہے بلکہ) یہ طبعی کمینگی کا دھوکا ہے۔

یہ اس ظاہری سفر کا حکم تھا جس سے زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرکے باطنی سفر کا ارادہ کیا جائے۔ اب ہم اپنے مقصود کی طرف آتے ہیں جس کے درپے تھے اور اسے بیان کرتے ہیں۔

(2)... عبادت کے لئے سفر کرنا:

(علم کی چار اقسام میں سے دوسری قسم یہ ہے کہ) بندہ عبادت کے لئے سفر کرے۔ مثلاً: حج یا جہاد کے لئے سفر کرنا، اس سفر کی فضیلت، آداب اور ظاہری و باطنی اعمال "**اسرارِ حج کے بیان**" میں ذکر کئے جا چکے ہیں۔

مزارات کی زیارت اور عقیدۂ امام غزالی:

(حضرت سیِّدُنا ابو حامد امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) عبادت کے لئے سفر کرنے میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، **تابعین** کرام، اولیائے عُظّام اور عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے مزارات مبارکہ کی زیارت کرنا بھی داخل ہے اور ہر وہ شخص کہ جسے اس کی حیات مبارکہ میں دیکھ کر برکت حاصل کی جاسکتی ہے بعد وصال بھی اس کے مزار پر انوار کی زیارت کرکے برکت حاصل کی جاسکتی

ہے اور اس مقصد کے لئے سفر کرنا بھی جائز ہے۔

حدیث ”لَاتَشُدُّ الرِّحَال“ کی توجیہ:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِیْ ھٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی یعنی تین مسجدوں کے سوا کسی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے)، میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی)، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ[1]۔“[2] یہ فرمان عالیشان مساجد کے بارے میں ہے کیونکہ ان تین مساجد کے علاوہ بقیہ تمام مساجد ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں وگرنہ اصل فضیلت میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے مزارات مبارکہ اور تمام اولیائے کرام و علمائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے

---

[1] ...بعض لوگ کہتے ہیں کہ مزارات وغیرہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا ناجائز و حرام ہے اور بطور دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث پاک پیش کرتے ہیں: لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَ مَسْجِدِیْ ھٰذَا یعنی تین مسجدوں کے سوا کسی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے)، میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی)، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم النحر، ۱/ ۶۵۵، الحدیث: ۱۹۹۵) اس کا کیا جواب ہے؟ مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 431** پر اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی سوائے ان مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف اس لئے سفر کرکے جانا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے ممنوع ہے جیسے بعض لوگ جمعہ پڑھنے بدایوں سے دہلی جاتے تھے تاکہ وہاں کی جامع مسجد میں ثواب زیادہ ملے یہ غلط ہے ہر جگہ کی مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ اس توجیہ پر حدیث بالکل واضح ہے۔ وہابی حضرات نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ سوائے ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف سفر ہی حرام ہے، لہٰذا عرس زیارتِ قبور وغیرہ کے لئے سفر حرام اگر یہ مطلب ہو تو پھر تجارت، علاج، دوستوں کی ملاقات، علم دین سیکھنے وغیرہ تمام کاموں کے لئے سفر حرام ہوں گے اور ریلوے کا محکمہ (ادارہ) معطل ہو کر رہ جائے گا اور یہ حدیث قرآن کے خلاف بھی ہو گی اور دیگر احادیث کے بھی۔ رب (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے: قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۱۱﴾ (پ۷، الانعام: ۱۱، ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا)۔ (صاحب) مرقاۃ نے اسی جگہ اور (علامہ) شامی (قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی) نے زیارتِ قبور میں فرمایا کہ چونکہ ان تین مساجد کے سوا تمام مسجدیں برابر ہیں اس لئے اور مسجدوں کی طرف سفر ممنوع ہے اور اولیاءُ اللہ (رَحِمَہُمُ اللّٰہ) کی قبریں فُیُوض وبرکات میں مختلف ہیں، لہٰذا زیارت قُبُور کے لئے سفر جائز کیا یہ جُہلا انبیائے کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) کے قبور کی طرف سفر بھی منع کریں گے؟

[2] ...صحیح مسلم، کتاب الحج، باب لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد، الحدیث: ۱۳۹۷، ص ۷۲۲

مزارات کی زیارت کرنے کی فضیلت ایک جیسی ہے ان میں کوئی فرق نہیں اگرچہ ان کے درجات اور فضائل کے درمیان تفاوت ایسے ہی ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ان کے درجات مختلف ہیں (یعنی کسی کا درجہ زیادہ تو کسی کا کم)۔

خلاصہ یہ ہے کہ زندہ شخص کی زیارت کرنا مردہ شخص کی زیارت کرنے سے افضل ہے۔

نیک لوگوں کی زیارت کے تین فائدے:

(۱)...نیک بندے سے برکت کی دعا لی جاتی ہے۔(۲)...اس کی زیارت کرکے برکت حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ علما اور نیک لوگوں کے چہروں کی زیارت کرنا عبادت ہے۔(۳)...زندہ شخص کی زیارت کرنے کی وجہ سے ان کی اقتدا (پیروی) کرنے کی رغبت پیدا ہوتی اور ان کے آداب واخلاق اپنانے کا ذہن بنتا ہے۔

مذکورہ فوائد ان علمی فوائد کے علاوہ ہیں جن کا حصول ان کی ذات وافعال سے متوقع ہوتا ہے۔ جب فقط دینی بھائی کی زیارت کے لئے جانا باعث فضیلت ہے تو علمائے کرام اور نیک لوگوں کی زیارت کیوں کر عبادت نہ ہوگی جیسا کہ "کتابُ الصُّحبَة" (دوستی کے آداب) میں ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔

تورات شریف میں ہے: چار میل چل کر اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرو۔

جہاں تک مقامات کی زیارت کا تعلق ہے تو تین مسجدوں اور سرحد کی حفاظت کے علاوہ کسی جگہ کی زیارت کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہے، لہٰذا حدیث اس بارے میں ظاہر ہے کہ برکت لینے کے لئے ان تین مساجد کے علاوہ کا سفر نہ کیا جائے اور فضائل حرمین طیبین (یعنی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ زَادَهُمَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا کے فضائل) ہم "کتابُ الْحج" میں ذکر کر چکے ہیں۔ بیت المقدس کے بھی بہت زیادہ فضائل ہیں۔ چنانچہ،

بیتُ الْمُقَدَّس کے فضائل:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا (بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی فضیلت پانے کے لئے) مدینہ منورہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا سے بیت المقدس کے ارادے سے نکلے یہاں تک کہ بیت المقدس میں

پانچ نمازیں ادا فرمائیں پھر اگلے دن واپس تشریف لے آئے۔

سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا:

حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو شخص اس مسجد (یعنی مسجد اقصیٰ) میں صرف نماز کے ارادے سے آئے تو جب تک وہ اس مسجد میں رہے تُو اس سے نظرِ رحمت نہ پھیرنا حتی کہ وہ یہاں سے نکل نہ جائے اور اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دینا جیسا اس دن تھا کہ جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ دعا قبول فرمائی۔

(3)... حفاظت دین کی خاطر سفر کرنا:

(علم کی چار اقسام میں سے تیسری قسم یہ ہے کہ) جو چیز دین میں تشویش کا سبب بنے اس سے بھاگنے (بچنے) کے لئے سفر کرنا، اس غرض سے سفر کرنا بھی اچھا ہے کیونکہ جس چیز کی طاقت نہ ہو اس سے دوری اختیار کرنا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔

کامیاب اور ہلاک ہونے والے:

جن چیزوں سے بھاگنا اور دوری اختیار کرنا ضروری ہے ان میں اقتدار، جاہ و مرتبہ، تعلقات اور اسباب کی کثرت شامل ہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں فراغتِ قلبی میں خلل کا باعث بنتی ہیں اور دین اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک دل غیرُ اللہ سے فارغ نہ ہو اور اگر دل مکمل طور پر فارغ نہ ہو تو جس قدر فارغ ہے اسی قدر دین میں مشغول ہونا متصوَّر ہو گا اور دُنیوی حاجات و معاملات سے دل کا فارغ ہونا تو ممکن نہیں ہے لیکن دل کی مشغولیت کو کم اور زیادہ کرنا ممکن ہے۔ بے شک کم مشغولیت والے نجات پا گئے جبکہ زیادہ مشغولیت والے ہلاک ہو گئے۔

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے نجات کو اس بات پر معلق نہیں کیا کہ ہر قسم کے بوجھ اور مشقتوں سے مکمل طور پر فارغ ہو بلکہ اپنے فضل و کرم اور اپنی وسیع رحمت سے ہلکے (کم) بوجھ والوں کو قبول فرما لیا۔

ہلکے بوجھ والے کی تعریف:

ہلکے بوجھ والا وہ ہے جس کا سب سے بڑا مقصد آخرت ہو نہ کہ دنیا اور یہ بات اُس شخص کو وطن میں میسر نہیں ہو سکتی جو وسعتِ جاہ اور کثرتِ تعلقات رکھتا ہو، اس کا مقصود اسی وقت تام (مکمل) ہو گا جب وہ سفر اور گمنامی کو اختیار کرے اور ضروری تعلقات بھی ختم کر دے اور ایک عرصہ تک اپنے نفس کو ریاضت میں رکھے پھر کوئی بعید نہیں کہ مددِ الٰہی شامل حال ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر انعام فرمائے جس سے اس کا یقین قوی اور دل مطمئن ہو تو پھر اس کے لئے سفر و حضر برابر ہو جائے گا اور اس کے نزدیک اسباب و روابط (تعلقات) کا ہونا، نہ ہونا برابر ہو گا، پھر کوئی چیز اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے نہیں روک سکے گی، لیکن ایسا ہونا بہت نادر ہے کیونکہ دلوں پر کمزوری غالب ہے اور خالق و مخلوق کے ساتھ تعلقات میں کوتاہی ہوتی ہے اور اس طرح کی قوت عظیمہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو حاصل ہوتی ہے اور عمل کے ذریعے اس طرح کی قوت کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے اگرچہ عمل و کوشش کو اس میں دخل ہے۔

جہالت و گمراہی کی انتہا:

اس بارے میں قوتِ باطنی اس طرح مختلف ہوتی ہے جس طرح اعضا میں قوتِ ظاہری مختلف ہوتی ہے۔ پس بہت سے قوی مضبوط اعصاب والے لوگ ایسا بھاری بوجھ اُٹھا لیتے ہیں کہ جن کا وزن ایک ہزار رطل ہوتا ہے اور اگر کوئی مریض یا کمزور شخص یہ چاہے کہ وزن اٹھانے کی مشق کر کے اور بتدریج تھوڑا تھوڑا وزن اٹھا کر اس قوی اور مضبوط شخص کا مقام حاصل کر لے تو وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا لیکن اس طرح مشق اور محنت کرنے سے اس کی قوت میں کچھ نہ کچھ زیادتی ضرور ہو جائے گی اگرچہ یہ مشق اور محنت اسے اس قوی شخص کے مرتبے تک نہیں پہنچائے گی، لہٰذا مناسب نہیں کہ بلند مرتبے سے مایوسی کی صورت میں وہ کوشش کرنا ہی چھوڑ دے کیونکہ ایسا کرنا جہالت اور گمراہی کی انتہا ہے۔

اور فتنوں کے خوف سے وطن چھوڑنا ہمارے اسلاف کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی عادت مبارکہ رہی ہے۔ چنانچہ،

فتنوں سے بچنے کے لئے سفر کیا کرو:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے (اپنے زمانے کے بارے میں) فرمایا: ”یہ بُرے لوگوں کا زمانہ ہے اس میں گمنام رہنے والے بھی محفوظ نہیں تو مشہور لوگ کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ یہ انتقال (سفر) کا زمانہ ہے بندہ ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتا رہتا ہے جب ایک شہر میں جان پہچان بڑھ جائے تو دوسرے شہر کی طرف چلا جائے۔“

حکایت: مہنگائی کے سبب سفر:

حضرت سیِّدُنا اَبُونُعَیْم فَضْل بن دُکَیْن کوفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو توشہ دان کندھے پر رکھے اور پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے دیکھا (گویا کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں) میں نے کہا: ”اے ابُوعبدُ اللہ! کہاں کا ارادہ ہے؟“ انہوں نے فرمایا: ”مجھے خبر ملی ہے کہ فلاں گاؤں میں اناج بہت سستا ہے، لہٰذا میرا وہاں رہائش اختیار کرنے کا ارادہ ہے۔“ حضرت سیِّدُنا اَبُونُعَیْم فَضْل بن دُکَیْن کوفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں نے کہا: ”اے ابُو عبدُ اللہ! آپ بھی ایسا کریں گے؟“ تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”ہاں! جب تمہیں خبر ملے کہ فلاں گاؤں میں ارزانی ہے (یعنی چیزیں سستی ہیں) تو وہاں کا قصد کرو کہ اس سے تمہارا دین محفوظ رہے گا اور فکریں کم ہوں گی۔“ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ سفر (حفاظت دین کی خاطر) مہنگائی کے سبب کیا تھا۔

حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی صوفیا سے فرمایا کرتے تھے: ”جب سردی چلی جاتی ہے تو چیت (ہندی سال کا بارھواں مہینا۔ وسط مارچ تا وسط اپریل) آجاتا ہے اور درختوں پر پتے نکل آتے ہیں، اس وقت گھومنا پھرنا اچھا لگتا ہے، لہٰذا تم اِدھر اُدھر نکل جایا کرو۔“

حضرت سیِّدُنا ابرٰہیم خَوَّاص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ 40 دن سے زیادہ کسی شہر میں قیام نہ فرماتے، آپ مُتَوَکِّلِین

میں سے تھے اور اسباب پر اعتماد کرنے کو توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔

اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسباب پر اعتماد کرنے کے اسرار ''توکل کے باب'' میں بیان کئے جائیں گے۔

﴿4﴾... بدن کی سلامتی کی خاطر سفر کرنا:

(علم کی چار اقسام میں سے چوتھی قسم یہ ہے کہ) جسمانی بیماری کے خوف کی وجہ سے سفر کرنا جیسے طاعون، یا مالی ضرر (نقصان) سے بچنے کے لئے سفر کرنا جیسے مہنگائی کا زیادہ ہونا یا اس طرح کی کسی اور مضر (نقصان دہ) چیز سے بچنے کے لئے سفر کرنا، ان وجوہات کی بنا پر سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس سفر کی وجہ سے جو فوائد حاصل ہو رہے ہیں ان فوائد کے وجوب اور استحباب کے اعتبار سے بعض صورتوں میں یہ سفر واجب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں مستحب مگر طاعون اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ طاعون سے بھاگنے کے بارے میں نہی وارد ہے، لہٰذا طاعون سے نہیں بھاگنا چاہئے۔

طاعون عذاب ہے:

حضرت سیِّدُنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک طاعون ایک عذاب ہے جس میں تم سے پہلے ایک امت کو مبتلا کیا گیا تھا پھر یہ زمین پر باقی رہا کبھی آجاتا ہے اور کبھی چلا جاتا ہے، تو جو کسی جگہ کے بارے میں سنے کہ وہاں طاعون ہے تو اس جگہ نہ جائے اور جو طاعون زدہ علاقے میں ہو وہ ہرگز وہاں سے نہ بھاگے۔''[1]

طاعون کی بیماری میں مرنے والا مسلمان شہید ہے:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں: میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ فَنَاءَ اُمَّتِیْ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ یعنی بے شک میری امت

[1]... صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ ونحوھا، الحدیث: ۹۶(۲۲۱۸)، ص ۱۲۱۶

طعن (نیزہ بازی یعنی آپس کی جنگ) اور (مرض) طاعون کی وجہ سے ہلاک ہوگی۔" میں نے عرض کی: "طعن کو تو ہم جانتے ہیں یہ طاعون کیا ہے؟" ارشاد فرمایا: "کَغُدَّةِ الْبَعِیْرِ تَاْخُذُهُمْ فِیْ مَرَاقِّهِمْ اَلْمُسْلِمُ الْمَیِّتُ مِنْهُ شَهِیْدٌ وَّالْمُقِیْمُ عَلَیْهِ الْمُحْتَسِبُ کَالْمُرَابِطِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْفَارُّ مِنْهُ کَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ یعنی طاعون اونٹ کی گلٹی کی طرح کی گلٹی ہے جو لوگوں کے پیٹ کے نچلے والے حصے میں پیدا ہوتی ہے اس کی وجہ سے مرنے والا مسلمان شہید ہے اور جو بنیت ثواب طاعون والی جگہ میں ٹھہرا رہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور طاعون سے بھاگنے والا میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے۔"(1)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحابی کو نصیحتیں:

حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ اَیْمَن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ایک صحابی کو چند نصیحتیں فرمائیں: ❀...تم کسی کو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہیں سزا دی جائے یا ڈرایا جائے، ❀...(ہر موافقِ شرع امر میں) اپنے والدین کی اطاعت کرنا، اگر وہ تمہیں ہر اس چیز سے دست بردار ہونے کا کہیں جو تمہاری ملک میں ہے تو اس سے دست بردار ہو جانا، ❀...جان بوجھ کر نماز ترک نہ کرنا کیونکہ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمہ سے نکل جاتا ہے، ❀...شراب سے بچنا اس لئے کہ شراب ہر بُرائی کی چابی ہے، ❀...گناہ سے بچنا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سبب ہے، ❀...جنگ سے فرار نہ ہونا، ❀...اگر لوگوں میں وبائی امرض پھوٹ پڑیں اور تم بھی ان میں موجود ہو تو ان کے ساتھ ٹھہرے رہنا، ❀...اہل وعیال پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرنا، ❀...ان سے اپنی چھڑی نہ اٹھانا (یعنی انہیں ادب سکھاتے رہنا) اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈراتے رہنا۔"(2)

1...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، ۱۰/۱۱۰، الحدیث: ۲۶۲۴۲، بتغیر قلیل
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، ۹/۴۷۸، الحدیث: ۲۵۱۷۲، بتغیر قلیل
السیر لابی اسحاق الفزاری، باب ماجاء فی البیعة، الحدیث: ۱۲۴، ص ۱۴۵

2...السنن الکبری للبیہقی، کتاب القسم والنشوز، باب ماجاء فی ضربہا، ۷/۴۹۷، الحدیث: ۱۴۷۷۷
سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، ۴/۳۷۶، الحدیث: ۴۰۳۴، باختصار

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ طاعون سے بھاگنا منع ہے اور ایسے ہی طاعون والی جگہ میں جانے سے بھی منع فرمایا گیا ہے، ''کتابُ التَّوَکُّل'' میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی وضاحت کی جائے گی۔

الغرض: یہ سفر کی اقسام ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سفر یا تو مذموم ہو گا یا محمود یا مباح۔ مذموم اور محمود سفر کی پھر دو دو قسمیں ہیں:

مذموم سَفَر کی اَقسام:

(۱)... حرام جیسے غلام کا بھاگ جانا یا والدین کی نافرمانی کر کے سفر کرنا۔ (۲)... مکروہ جیسے طاعون والی جگہ سے بھاگنا۔

محمود سَفَر کی اَقسام:

(۱)... واجب جیسے حج کے ارادے سے سفر کرنا یا فرض علوم سیکھنے کے لئے سفر کرنا۔ (۲)... مندوب (مستحب) جیسے علمائے کرام کی زیارت اور بعد وصال ان کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔

سَفَر کوئی بھی ہو نیت آخرت کی ہو:

انہی اسباب کی وجہ سے سفر میں نیت واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ نیت کا مطلب فعل پر ابھارنے والے سبب کے لئے تیار ہونا ہے اور چاہئے کہ تمام سفروں میں آخرت (میں کامیابی) کی نیت ہو، یہ واجب اور مندوب سفر میں تو ممکن ہے لیکن مکروہ اور ممنوع میں ناممکن ہے۔

مُباح سَفَر میں نیت کیا ہو؟

جہاں تک مباح سفر کا تعلق ہے تو اس کا دارومدار نیت پر ہے، لہٰذا حصول مال کے لئے اس نیت سے سفر کرنا تاکہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے، اہل عیال پر مروت برقرار رہے اور جو حاجت سے زائد ہو اسے صدقہ کر دے گا تو اس نیت سے یہ مباح سفر بھی اعمال آخرت سے ہو جائے گا۔

اچھا عمل بری نیت سے برباد ہو جاتا ہے:

اگر کوئی دکھاوے اور شہرت کی نیت سے حج کے لئے گیا تو یہ سفر اعمال آخرت سے نہیں ہوگا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''[1]

یہ فرمان مصطفٰے واجب، مندوب اور مباح تمام سفروں کو شامل ہے سوائے ممنوع سفر کے کیونکہ ممنوع کام اچھی نیت سے کیا جائے تو بھی وہ ممنوع ہی رہے گا۔

مسافروں پر مقرر فرشتے:

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسافروں پر کچھ فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو ان کی نیتوں کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ پس ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق عطا کیا جاتا ہے تو جس کی نیت دنیا (کا حصول) ہو تو اسے دنیا میں سے دے دیا جاتا ہے اور اس کی آخرت میں سے کئی گنا کمی کر دی جاتی ہے اور اس کے عزائم مشکلات کا شکار ہو جاتے اور لالچ و رغبت کی وجہ سے اس کے مشاغل زیادہ ہو جاتے ہیں اور جس کی نیت آخرت کی ہو تو اسے بصیرت، حکمت اور فطانت (ذہانت) عطا کی جاتی ہے اور اس کے لئے اس کی نیت کے مطابق نصیحت اور عبرت کے دروازے کھول دیے جاتے اور اس کے ارادے مجتمع کر دیئے جاتے ہیں۔ نیز فرشتے اس کے لئے دعا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

سفر افضل ہے یا اقامت؟

جہاں تک اس بحث کا تعلق ہے کہ سفر کرنا افضل ہے یا اقامت (یعنی سفر نہ کرنا) تو یہ اسی بحث کے مشابہ ہے کہ گوشہ نشینی افضل ہے یا لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا۔

اس کا طریقہ ہم ''کِتَابُ الْعُزْلَه'' گوشہ نشینی کے باب میں بیان کر چکے ہیں، لہٰذا اسے وہاں سے سمجھ

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ، ۱/۶، الحدیث: ۱

لیجئے! کیونکہ سفر بھی ایک قسم کا میل جول ہے ایک امرِ زائد کے ساتھ وہ یہ کہ اکثریت کے حق میں سفر میں تھکاوٹ ومشقت زیادہ ہوتی، افکار اور دل متفرق اور پراگندہ ہو جاتے ہیں۔

اس باب میں (یعنی سفر واقامت میں سے) افضلیت اسے حاصل ہے جو دین پر زیادہ معاوِن ہے اور دنیا میں دین کے ثمرہ (پھل) کی انتہا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کا حصول اور ذکر الٰہی کے ساتھ انسیت حاصل کرنا ہے اور انسیت دائمی ذکر سے اور معرفت دائمی مراقبے سے حاصل ہوتی ہے اور جو مراقبے وذکر کا طریقہ نہ سیکھے تو اس کے لئے ان دونوں میں سے کچھ حصہ نہ ہوگا اور ابتداءً سفر ہی سیکھنے پر معاون ہوتا ہے اور انتہا (آخر) میں اقامت ہی علم پر عمل کرنے میں معاون ہوتی ہے۔

ہمیشہ سیر وسیاحت میں رہنا کیسا؟

جہاں تک زمین میں دائمی طور پر سیاحت کرنے کا تعلق ہے تو یہ دل کو پریشان کرنے والے اسباب میں سے ہے سوائے ان لوگوں کے حق میں جو اعلیٰ درجے کے مُتَوَکِّلِین میں سے ہیں (جیسے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم وغیرہ) کیونکہ مسافر اور اس کا مال دونوں خطرے میں ہوتے ہیں مگر وہ کہ جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ محفوظ رکھے۔ پس مسافر کا دل ہمیشہ پریشان رہتا ہے کبھی اپنی جان ومال پر خوف کی وجہ سے اور کبھی ان چیزوں سے جدائی کی وجہ سے جو وطن میں اسے محبوب تھیں اور جن سے یہ مانوس تھا، اگر اس کے پاس مال و دولت نہ ہو جس کے جانے کا اسے ڈر ہو تو وہ طمع کرنے اور لوگوں کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنے سے خالی نہیں ہوگا، تو کبھی فقر کی وجہ سے اس کا دل کمزوری کا شکار ہوتا ہے اور کبھی لالچ کے اسباب مضبوط ہونے کی وجہ سے قوی ہو جاتا ہے پھر پڑاؤ کرنے اور کوچ کرنے کا شغل تمام احوال میں دل کو منتشر رکھتا ہے، لہٰذا مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ سوائے علم حاصل کرنے کے کوئی اور سفر نہ کرے یا ایسے شیخ کی زیارت کے لئے سفر کرے جس کے افعال کی پیروی کی جاتی ہو اور اس کی زیارت سے نیکیوں میں رغبت پیدا ہوتی ہو۔

بناوٹی صوفیاء کا مقصد:

اگر وہ ذکرِ قلبی میں مشغول رہے اور اس میں غور و فکر کے ذریعے اس کے لئے فکرِ صحیح اور عمل کے راستے کھل جائیں تو اس کے حق میں زیادہ بہتر اور اس کے حال کے زیادہ موافق یہی ہے کہ وہ وطن میں سکونت اختیار کرے، مگر اس دور کے اکثر بناوٹی صوفیا (صوفیائے کرام کا لبادہ اوڑھنے والوں) کے باطن لطائفِ افکار اور اعمال دقیقہ سے خالی ہیں، انہیں خلوت (تنہائی) میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات اور اس کے ذکر سے انسیت حاصل نہیں ہوتی، یہ فارغ رہتے ہیں کسی کام میں مشغول نہیں ہوتے۔ پس انہوں نے فارغ رہنے کو پسند کر لیا، عمل کو بھاری اور کسب کے طریقہ کو دشوار جانا، لوگوں سے سوال کرنے اور بھیک مانگنے کو آسان سمجھ لیا، صوفیاء کے نام پر بنائی گئی خانقاہوں میں رہنا پسند کر لیا ہے اور خانقاہوں میں صوفیائے کرام کی خدمت پر مامور لوگوں سے خدمت لینا پسند کرتے ہیں، انہوں نے اپنی عقل اور دین کو ہلکا کر دیا ہے کیونکہ خدمت سے ان کا مقصد صرف دکھاوا اور شہرت ہے اور یہ کہ لوگوں میں ان کا چرچا ہو اور لوگوں سے سوال کر کے مال جمع کریں یہ کہتے ہوئے کہ ان کے پیروکاروں اور خانقاہوں میں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہے، نہ تو خانقاہوں میں ان کا حکم نافذ ہوتا ہے اور نہ ہی ان کا مریدین کو ادب سکھانا فائدہ مند ہوتا ہے اور انہیں نامناسب کاموں سے روکنے پر بھی کوئی قادر نہیں، انہوں نے گدڑیاں پہنی ہوئی ہیں اور خانقاہوں میں مزے سے زندگی گزار رہے ہیں۔ بسا اوقات لوگوں سے کچھ چکنے چُپڑے الفاظ سیکھ لیتے ہیں اور خرقہ، سیاحت، الفاظ، گفتگو اور ظاہری آداب میں اہلِ خیر کی مشابہت اختیار کر کے جب اپنی طرف نظر کرتے ہیں تو اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں اور ہر کالی چیز کو کھجور سمجھ لیتے ہیں اور اس وہم میں مبتلا ہیں کہ ظاہری قول و فعل میں اہلِ خیر کے ساتھ شریک ہونے سے باطنی حقائق میں شرکت ہو جاتی ہے۔

افسوس! وہ شخص کتنا بے وقوف ہے جو چربی اور ورم میں فرق نہیں کر سکتا؟ اس طرح کے بناوٹی صوفیاء اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بُرے ہیں، اس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بیکار نوجوان شخص کو ناپسند فرماتا ہے، انہیں سفر

کرنے پر ان کی جوانی اور عدم مشغولیت نے آمادہ کیا ہے۔

البتہ! اگر کوئی شخص بغیر ریا اور شہرت کے حج یا عمرے کا سفر کرے یا ایسے شیخ کی زیارت کے لئے سفر کرے جو علم و عمل کے اعتبار سے مُقتدا (پیشوا) کی حیثیت رکھتا ہو تو ایسا سفر بلاشبہ جائز ہے مگر اس زمانے میں شہر ایسے لوگوں سے خالی ہیں اور تمام دینی کام فساد اور کمزوری کا شکار ہو گئے ہیں سوائے علم تصوف کے کہ یہ تو سارے کا سارا ہی مٹ چکا ہے کیونکہ دوسرے علوم ابھی تک باقی ہیں، عالم اگرچہ بگاڑ کا شکار ہو گئے ہیں لیکن فساد ان کے عمل میں ہے نہ کے علم میں، لہٰذا ایسے عالم باقی ہیں جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے اور عمل علم کا غیر ہے۔

تصوف کی تعریف:

دل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالی کرنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز کو حقیر سمجھنے کا نام تصوف ہے۔

تصوف کا نتیجہ:

تصوف کا نتیجہ دل اور اعضاء کے عمل کی صورت میں ظاہر ہو گا اور جب عمل فاسد ہو جائے گا تو اصل بھی فاسد ہو جائے گا۔

صوفیاء کے اس طرح کے سفر فقہا کے نزدیک محلِ نظر ہیں کیونکہ یہ اپنے آپ کو بلاوجہ مشقت میں ڈالنا ہے اور نفس کو بلاوجہ مشقت میں ڈالنا منع ہے، لیکن ہمارے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ایسے سفروں پر جواز کا حکم ہے کیونکہ اس طرح کے سفر سے ان کا مقصد مختلف شہروں کو دیکھنے کی وجہ سے بیکاری کی پریشانی سے نجات حاصل کرنا ہوتا ہے اور یہ مقصد اگرچہ گھٹیا ہے لیکن اس مقصد کے لئے سفر کرنے والوں کے نفوس بھی تو گھٹیا ہیں اور حقیر حیوان کو اس کے لائق حقیر مقصد کے لئے تھکانے میں کوئی حرج نہیں تو جہاں وہ تکلیف برداشت کرتا ہے وہاں لذت بھی تو حاصل کرتا ہے۔

فتویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے مباحات جن میں نہ نفع ہے، نہ نقصان ان میں لوگوں کو (عمل کرنے یا نہ کرنے کا) اختیار دیا جائے۔

پس جو لوگ کسی دینی و دُنیوی غرض کے بغیر سیر و سیاحت کرتے ہیں وہ صحرا میں پھرنے والے جانوروں کی طرح ہیں۔ جب تک یہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائیں اور اپنی حالت لوگوں پر مشتبہ نہ کریں اس وقت تک ان کے سیاحت کرنے میں کوئی حرج نہیں، ان کی غلطی صرف اتنی ہے کہ یہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتے اور تصوف کے نام پر سوال کرتے ہیں اور جو چیزیں صوفیاء کے لئے وقف ہیں ان میں سے کھاتے ہیں۔

صوفی کی تعریف:

صوفی ایسے نیک شخص کو کہتے ہیں جو دین میں عادل (انصاف پسند) اور نیک ہونے کے علاوہ دیگر اچھی صفات کا حامل بھی ہو۔

کیا فاسق و فاجر شخص صوفی ہو سکتا ہے؟

بناوٹی صوفیوں کی سب سے ہلکی خرابی یہ ہے کہ یہ بادشاہوں کا مال کھاتے ہیں (جو اکثر و بیشتر حرام ہوتا ہے) اور حرام مال کھانا کبیرہ گناہ ہے جس کی وجہ سے عدالت اور تقویٰ باقی نہیں رہتا اور اگر فاسق صوفی ہو سکتا ہے تو پھر کافر صوفی اور یہودی فقیہ بھی ہو سکتا ہے تو جس طرح فَقِیہ ایک خاص قسم کے مسلمان کو کہتے ہیں اسی طرح صوفی بھی اس شخص کو کہتے ہیں جو مخصوص قسم کے عدل کا مالک ہوتا ہے اور اپنے دین میں اس مقدار میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا جس کی وجہ سے عدالت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص بناوٹی صوفیاء کے باطن کو نہ جانتا ہو اور محض ظاہر کو دیکھتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب پانے کے لئے انہیں کچھ مال و زر دے تو بناوٹی صوفیوں کے لئے اس مال کا لینا بھی حرام ہے اور کھانا بھی حرام۔

بناوٹی صوفی کو اگر کوئی کچھ دے تو اس کا لینا کیسا؟

مراد یہ ہے کہ بناوٹی صوفیوں کو مال دینے والا اگر ان کے باطنی احوال جانتا تو انہیں کبھی مال نہ دیتا، لہٰذا بناوٹی صوفیوں کا حقیقی تصوف سے متصف ہوئے بغیر تصوف ظاہر کر کے مال لینا ایسے ہی ہے جیسے کوئی خود کو

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف منسوب کرنے کا دعویٰ کرکے (یعنی خود کو سیِّد ظاہر کرکے) مال حاصل کرے اور جو شخص عَلَوی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے اور کوئی مسلمان اسے اہل بیت کی محبت میں مال دے، اگر اسے اس کے جھوٹا ہونے کا علم ہوتا تو ہرگز اسے مال نہ دیتا تو اس طریقے سے اس کا مال لینا حرام ہے، یہی حکم صوفی کا ہے۔

حقیقی صوفی کی علامت:

یہی وجہ ہے کہ محتاط لوگوں نے دین کے ذریعے کھانے سے احتراز کیا ہے کیونکہ جو شخص اپنے دین میں اس طرح کی احتیاط کرتا ہے اس کا باطن بھی ایسے عیوب سے خالی نہیں ہوتا کہ اگر وہ عیوب اس شخص پر ظاہر ہوجائیں جو اس کے ساتھ غمخواری کرنے میں رغبت رکھتا ہے تو اس کی رغبت میں ضرور کمی آتی۔ اسی احتیاط کے پیش نظر یہ لوگ خود کوئی چیز نہیں خریدتے اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں ان کے دین کی وجہ سے ان کے ساتھ رعایت نہ کی جائے جس کی وجہ سے یہ دین کے ذریعے کھانے والوں میں شمار ہوں بلکہ یہ لوگ کسی کو وکیل بنادیتے جو ان کے لیے خریداری کرتا اور وکیل سے یہ شرط ٹھہرالیتے کہ یہ نہ بتائے کہ مشتری کون ہے؟

دین داری کی وجہ سے کوئی چیز دی جائے تو لینا کیسا؟

اگر کسی کو اس کی دین داری کی وجہ سے کوئی چیز دی جائے تو اس کا لینا جائز ہے بشرطیکہ لینے والا اس مرتبے پر فائز ہو کہ اگر دینے والا اُس کے باطن کو جانتا جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے تو اس کی رائے میں فرق نہ آتا اور عقل مند، منصف جانتا ہے کہ یہ بات محال ہے یا کم از کم نادر ضرور ہے۔

اور جو شخص دھوکے کا شکار اور اپنی ذات سے بے خبر ہے اس کے زیادہ مناسب ہے کہ اپنے دینی امور سے ناواقف رہے کیونکہ اس کے جسم کے زیادہ قریب اس کا دل ہے تو جب اس پر اس کے دلی معاملات بھی مخفی ہیں تو باقی معاملات اس پر کیسے منکشف (ظاہر) ہوں گے۔ جس شخص نے یہ حقیقت جان لی اس پر

تاکیداً یہ لازم ہے کہ وہ اپنی کمائی میں سے کھائے تاکہ اِس (یعنی حرام و مشتبہ مال کھانے کی) آفت سے بچ جائے یا اس شخص کی کمائی سے کھائے جس کے بارے میں قطعی طور پر علم ہو کہ اگر میرا باطن اس پر ظاہر بھی ہو جائے تو پھر بھی اس کی غم خواری اور ہمدردی میں فرق نہیں آئے گا۔

پس اگر کوئی آخرت کا طلب گار حلال کھانے والا دوسرے سے مال لینے پر مجبور ہو جائے تو اسے چاہئے کہ دینے والے کو صاف صاف کہہ دے کہ اگر تم مجھے دین دار سمجھ کر دے رہے ہو تو پھر میں اس کا مستحق نہیں ہوں (اس لئے کہ) اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے عیوب ظاہر فرما دے تو تم مجھے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھو گے بلکہ مجھے مخلوق میں سب سے برا سمجھو گے۔ اگر اس کے باوجود وہ شخص مال دے تو لے لے کیونکہ بسا اوقات دینے والا اس کی اس خصلت سے راضی ہوتا ہے اور (وہ خصلت) اس کا اپنی دینی کمزوری کو تسلیم کرنا اور خود کو اس مال کا مستحق نہ سمجھنا ہے۔

نفس کا دھوکا:

لیکن یہاں نفس کا ایک بہت باریک اور خفیہ دھوکا ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات اس طرح کا اقرار کرنا اس امر کے اظہار کے لئے بھی ہوتا ہے کہ یہ سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کے نقشِ قدم پر ہے کیونکہ وہ بھی اپنے نفس کی مذمت کرتے اور اسے حقیر جانتے تھے تو اس صورت میں کلام بظاہر حقارت پر مشتمل ہوتا ہے لیکن اس کا باطن اور اس کی روح اس کلام پر مدح و ثنا (تعریف و توصیف) کرتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دھوکا دینا محال ہے:

اپنے نفس کی مذمت کرنے والے کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پس پردہ اپنی تعریف کر رہے ہوتے ہیں۔ خلوت میں اپنے نفس کو مخاطب کر کے اس کی مذمت کرنا قابلِ تعریف ہے جبکہ لوگوں کے سامنے اپنی مذمت کرنا محض دکھاوا ہے مگر یہ کہ جب کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے سننے والے کو واقعی یقین ہو

کہ یہ گناہ کا مرتکب اور معترف ہے اور یہ بات قرائن سے معلوم کی جاسکتی ہے، اسی طرح قرائن سے اس کی فریب کاریوں کو بھی جانا جاسکتا ہے اور جو شخص اپنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مابین معاملات میں سچا ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ یا اپنے نفس کو دھوکا دینا محال ہے، اس کے لئے اس قسم کی باتوں سے بچنا مشکل نہیں ہے۔

یہ مندرجہ بالا گفتگو سفر کی اقسام، مسافر کی نیت اور سفر کی فضیلت کے بارے میں تھی۔

دوسری فصل: سفر پر روانگی سے لے کر واپسی تک کے 11 آداب

﴿1﴾... مظالم کا ازالہ:

مظالم یعنی اگر لوگوں کے حقوق تلف کئے ہوں تو ان کا ازالہ کرے، قرض لیا ہو تو ادا کرے، جن کا نفقہ اس پر واجب ہو ان کے نفقہ کا انتظام کرے، اگر لوگوں کی امانتیں پاس ہوں تو امانتیں لوٹائے، زادِ راہ کے طور پر پاک و حلال مال ہی ساتھ لے اور اتنا لے جس میں سے اپنے رفقا پر بھی خرچ کرسکے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”سفر میں زادِ راہ حلال و طیب ہونا انسان کی بزرگی کی علامت ہے۔“

وہ یقیناً نیک ہے:

نیز سفر میں اچھی گفتگو کرنا، دوسروں کو کھانا کھلانا اور اچھے اخلاق کا اظہار کرنا ضروری ہے کیونکہ سفر انسان کی صفات کو ظاہر کرتا ہے اور سفر میں جس کی مصاحبت اختیار کی جاسکتی ہے وہ حضر (قیام کی حالت) میں بھی قابلِ مصاحبت ہے لیکن بعض اوقات جو سفر میں صحبت کے قابل نہیں ہوتا وہ حضر میں صحبت کے قابل ہوتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ ”جس کی تعریف اس کے سفر کے رفقا اور حضر میں اس کے ساتھ معاملات کرنے والے دونوں کریں، اس کے نیک ہونے میں شک نہ کرو۔“

نیز سفر، ضجر (یعنی تنگ دلی) کے اسباب میں سے ایک سبب ہے تو جو اس حالت میں بھی اچھے اخلاق والا ہے

وہ (حضر میں بھی) اچھے اخلاق والا ہی ہوگا ورنہ جب امور طبیعت کے موافق ہوں اس وقت بد اخلاقی کم ہی ظاہر ہوتی ہے (مراد یہ ہے کہ انسان کے باطنی معاملات اور حقیقت اس وقت آشکار ہوتے ہیں جب وہ سفر یا مشقت میں ہو)۔

مقولہ ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو بے قراری اور تنگ دلی پر ملامت نہیں کی جائے گی: (۱) روزہ دار (۲) مریض اور (۳) مسافر۔

مسافر کے حسن اخلاق کا کامل درجہ:

مسافر کے حسن اخلاق کا کامل درجہ یہ ہے کہ کرایہ والوں (کرائے پر لئے گئے جانور کے مالکوں) اور رفقا پر جس قدر ممکن ہو احسان و بھلائی اور ہر پیچھے رہ جانے والے کے ساتھ نرمی کرے بایں طور کہ سواری اور زادِ راہ کے معاملے میں اس کی مدد کئے بغیر آگے نہ بڑھے یا اس کے انتظار کے لئے ٹھہر جائے اور رفقا کے ساتھ گاہے بگاہے مزاح اور خوش طبعی کرتا رہے تاکہ سفر کی اکتاہٹ اور مشقت دور ہوتی رہے لیکن یہ ضروری ہے کہ مزاح فحش اور گناہ نہ ہو۔

(2)... تنہا سفر نہ کرے:

تنہا سفر پر نہ جائے بلکہ کوئی رفیقِ سفر تلاش کرے (کہ عربوں کا مقولہ ہے) ''اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْق یعنی پہلے رفیق سفر تلاش کرو پھر سفر پر روانہ ہو۔'' اور رفیق ایسا ہونا چاہئے جو دین کے معاملے میں اس کی مدد کرے اگر یہ بھولے تو اسے یاد دلائے اور یاد ہو تو عمل کی ترغیب دلائے کیونکہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور اپنے رفیق کے ذریعے پہچانا جاتا ہے، نیز حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اکیلے سفر کرنے سے منع فرمایا[1] اور ارشاد فرمایا: ''تین آدمی جماعت ہیں۔''[2] ایک روایت میں ہے کہ ''جب سفر میں تین شخص

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، ۲/۴۰۱، الحدیث: ۵۶۵۴

2 ...سنن الترمذی، کتاب الجھاد، باب ماجاء فی کراھیۃ ان یسافر الرجل وحدہ، ۳/۲۵۶، الحدیث: ۱۶۸۰، نفر: بدلہ: رکب

ہوں تو ایک کو امیر (یعنی اپنا سردار) بنالیں۔"[1] اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام ایسا ہی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: "یہ ہمارا امیر ہے جسے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر بنایا ہے۔"[2]

امیر قافلہ کی صفات:

امیر ایسے شخص کو بنائیں جو اچھے اخلاق کا مالک، رفقا پر نرمی کرنے والا، ایثار میں جلدی کرنے والا اور شرکا کے مزاج سے ہم آہنگ ہو (کہ حکم دے تو لوگ اس کی اطاعت کریں)۔

امیر بنانے کی حاجت کیوں ہے؟

امیر کی حاجت اس لئے ہے کہ راستے اور منزل کی تعیین کرنے، نیز سفر کے مصالح (معاملات) کے بارے میں آراء مختلف ہوتی ہیں اور رائے ایک کے سپرد کر دینے سے ہی نظام بنتا ہے جبکہ کثرت رائے سے فساد کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کی دلیل:

دنیا کا نظام بھی صرف اس وجہ سے درست ہے کہ تمام عالم کا مدبر واحد (ایک) ہے۔ چنانچہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (پ۱۷، الانبیاء: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے[3]۔

---

[1] ...مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، ۱/۴۶۲، الحدیث: ۳۲۹

مصنف عبد الرزاق، کتاب الزکاۃ، باب احتلاب الماشیۃ، ۴/۵۱، الحدیث: ۶۹۹۰

[2] ...مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، ۱/۴۶۲، الحدیث: ۳۲۹

مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب القوم یجتمعون من یؤمہم؟، ۲/۲۵۹، الحدیث: ۳۸۲۳

[3] ...صدرالافاضل حضرت علامہ سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی **خزائن العرفان** میں اس آیت مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں: اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ دونوں متفق ہوں گے یا مختلف، اگر شے واحد پر متفق ہوئے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی مقدور ہو اور دونوں کی قدرت سے واقع ہو یہ محال ہے اور... بقیہ اگلے صفحہ پر...

پس جب مدبر ایک ہو گا تو تدبیر کا معاملہ درست رہے گا اور جب مدبر زیادہ ہوں گے تو سفر و حضر میں امور فاسد ہو جائیں گے مگر یہ کہ موضعِ اقامت امیر عام و امیر خاص سے خالی نہیں ہوتا جیسے شہر کا امیر اور گھر کا مالک جبکہ سفر میں جب تک کسی کو مقرر نہ کیا جائے اس وقت تک کوئی امیر نہیں ہوتا اس لئے خود کسی کو امیر مقرر کرنا ضروری ہے تاکہ مختلف آراء جمع ہو جائیں، پھر امیرِ (قافلہ) شرکا کی مَصْلَحت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کرے اور خود کو رفقا کے لئے ڈھال بنائے (کہ حتی الامکان انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچنے دے)۔

حکایت: امیرِ قافلہ ہو تو ایسا:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو علی رباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ مَروَزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی صحبت اختیار کی تو انہوں نے فرمایا: ''اس شرط پر میں تمہیں اپنی صحبت میں رکھوں گا کہ ہم دونوں میں سے ایک امیر ہو گا۔'' حضرت سیِّدُنا ابو علی رباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے کہا: ''آپ ہی امیر ہیں۔'' تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ مَروَزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی اپنا اور ان کا سامان اپنی پیٹھ پر اٹھائے پھرتے رہے، ایک رات تیز بارش ہوئی تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ مروزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی ساری رات ایک چادر اپنے رفیق کے سر پر پھیلائے کھڑے ان سے بارش روکتے رہے، حضرت سیِّدُنا ابو علی رباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی جب بھی ان سے کہتے کہ ''ایسا مت کیجئے!'' تو آپ فرماتے: ''کیا تم نے مجھے امیر تسلیم نہیں کیا؟ مجھ پر حکم نہ چلاؤ اور اپنے قول سے نہ پھرو۔'' حضرت سیِّدُنا ابو علی رباطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے کہا: ''کاش! میں مر جاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ ہی امیر ہیں۔'' تو امیر کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

ایک ساتھ سفر کرنے والے کم سے کم چار تو ضرور ہوں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خَیْرُ الْاَصْحَابِ

... اگر مختلف ہوئے تو ایک شے کے متعلق دونوں کے ارادے یا معاً (ایک ساتھ) واقع ہوں گے اور ایک ہی وقت میں وہ موجود و معدوم دونوں ہو جائے گی یا دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں اور شے نہ موجود ہو نہ معدوم یا ایک کا ارادہ واقع ہو دوسرے کا واقع نہ ہو یہ تمام صورتیں محال ہیں تو ثابت ہوا کہ فساد ہر تقدیر پر لازم ہے توحید کی یہ نہایت قوی برہان (دلیل) ہے۔

اَرْبَعَةٌ یعنی بہترین رفیق چار ہیں (یعنی چار شخص ایک ساتھ سفر کریں تو یہ بہترین رفیق ہیں)۔"[1] چار میں حصر کا کوئی نہ کوئی فائدہ تو ضرور ہے اور جو فائدہ بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مسافر کو ایک ایسے شخص کی حاجت ہوتی ہے جو اسباب اور مال کی حفاظت کرے اور دوسرے اس شخص کی جو بوقتِ حاجت ادھر اُدھر جائے تو اگر قافلہ میں کل تین آدمی ہوں تو حاجت کے لئے ادھر اُدھر جانے والا اکیلا ہی جائے گا تو وہ سفر میں بلا رفیق رہ جائے گا اور رفیق نہ ہونے کی وجہ سے اس کا دل گھبرائے گا اور خطرہ درپیش ہو گا اور اگر دو جائیں تو سامان کی حفاظت کرنے والا اکیلا رہ جائے گا اور یہ بھی خطرہ و گھبراہٹ سے خالی نہیں، لہٰذا چار سے کم تعداد میں مقصد پورا نہیں ہوتا اور اگر چار سے زیادہ ہوں تو پھر ایک (یعنی پانچویں) سے رابطہ نہ رہے گا اور باہمی رفاقت نہ ہو سکے گی کیونکہ پانچواں زائد از حاجت ہے اور جس کی طرف حاجت نہ ہو اس کی طرف توجہ نہیں جاتی تو اس کے ساتھ باہمی رفاقت تام نہیں ہوگی، البتہ! کثرتِ رفقا میں خوف سے امن ہے لیکن چار کا بہتر ہونا رفاقت خاصہ کے لئے ہے نہ کہ رفاقت عامہ کے لئے اور کثرتِ رُفقا کی صورت میں بعض اوقات راستہ میں ضرورت پیش نہ آنے کی وجہ سے ایک دوسرے سے کلام کرنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔

(3)...دعائیں لے کر اور دے کر رخصت ہو:

روانگی کے وقت اپنے اہل عیال اور مقیم دوستوں کو دعا دے اور ان سے دعا کی درخواست کرے اور اُس دعا کے ساتھ رخصت ہو جو پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے منقول ہے۔ چنانچہ،

کسی کو رخصت کرتے وقت کی دعا:

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ زَادَہُمَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا تک حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی صحبت میں رہا، جب میں نے ان سے جدا ہونے کا ارادہ کیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مجھے

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، ١/٦٤١، الحدیث: ٢٧١٨

سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی السرایا، ٣/١٩٨، الحدیث: ١٥٦١

رخصت کرنے کے لئے میرے ساتھ چلے اور فرمایا: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: ''قَالَ لُقْمَانُ اِنَّ اللهَ تَعَالٰی اِذَا اسْتُوْدِعَ شَیْئًا حَفِظَهُ وَاِنِّیْ اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِیْنَكَ وَ اَمَانَتَكَ وَ خَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ یعنی لقمان حکیم کا قول ہے کہ جب کوئی چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دی جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حفاظت فرماتا ہے تو میں تیرے دین، تیری امانت اور تیرے عمل کے خاتمہ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں۔''[1]

حضرت سیِّدُنا زید بن اَرْقَم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ سَفَرًا فَلْيُوَدِّعْ اِخْوَانَهُ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰی جَاعِلٌ لَّهُ فِیْ دُعَائِهِمُ الْبَرَكَةَ یعنی جب تم میں سے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو اپنے بھائیوں کو رخصت کرے (اور دعا کی درخواست کرے) کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی دعاؤں کی وجہ سے اسے برکات سے نوازے گا۔''[2]

حضرت سیِّدُنا عَمرو بن شُعَیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی کو رخصت کرتے تو ارشاد فرماتے: ''زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰی وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ اِلَی الْخَيْرِ حَيْثُ تَوَجَّهْتَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تقوی کو تیرا توشہ کرے، تیرے گناہ بخش دے اور تو جس طرف بھی متوجہ ہو تجھے بھلائی ہی کی طرف لے جائے۔''[3] یہ مقیم کی دعا ہے مسافر کے لئے۔

حضرت سیِّدُنا موسیٰ بن وَردان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان بیان کرتے ہیں: میں نے ایک سفر کا ارادہ کیا، رخصت ہونے سے پہلے میں حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

---

1 ...السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول عند الوداع، ۱۳۲/۶، الحدیث: ۱۰۳۵۰

2 ...فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، ۱۷۷/۱، الحدیث: ۱۱۸۷

المعجم الاوسط، ۱۵۱/۲، الحدیث: ۲۸۴۲، بتغیر قلیل

3 ...الدعاء للمحاملی، الحدیث: ۸، ص۹،

سنن الدارمی، کتاب الاستئذان، باب مایقول اذا ودع رجلا، ۳۷۲/۲، الحدیث: ۲۶۷۱، عن انس، بتغیر قلیل

سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم ۴۴، ۲۷۸/۵، الحدیث: ۳۴۵۵، عن انس، بتغیر قلیل

فرمایا: ”اے بھتیجے! کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں جو رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رخصت کرتے وقت مجھے سکھائی تھی؟“ میں نے عرض کی: ”کیوں نہیں (ضرور سکھائیے)! تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یوں پڑھو: ”اَسْتَوْدِعُكَ اللهَ الَّذِیْ لَا تَضِیْعُ وَدَائِعُهٗ یعنی میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتا ہوں جو امانتوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔“[1]

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں، لہٰذا مجھے کوئی نصیحت فرمائیے!“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اس دعا سے نوازا: ”فِیْ حِفْظِ اللهِ وَ كَنَفِهٖ زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَیْرِ حَیْثُ كُنْتَ اَوْ اَیْنَمَا كُنْتَ یعنی میں تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت اور اس کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تقویٰ کو تیرا توشہ کرے، تیرے گناہ بخش دے اور تو جہاں بھی ہو تیرے لئے بھلائی مُیَسَّر کرے۔“[2]

اور رخصت ہوتے وقت اہل و عیال، عزیز و اقربا اور دوستوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ میں دے تو بلا تخصیص سب کو اس کی پناہ میں دے۔ چنانچہ،

حکایت: اللہ عَزَّوَجَلَّ امانت ضائع نہیں فرماتا:

مروی ہے کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ لوگوں میں مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”میں نے کسی کو کسی کے اتنا مشابہ نہیں دیکھا جتنا یہ لڑکا تمہارے مشابہ ہے۔“ تو اس شخص نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! میں اس لڑکے کے بارے میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں وہ یہ

---

1 ... السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول عند الوداع، ۶/ ۱۳۰، الحدیث: ۱۰۳۴۲

2 ... کتاب الدعاء للطبرانی، باب مایقال عند وداع المسافر، الحدیث: ۸۱۷، ص ۲۵۹

سنن الدارمی، کتاب الاستئذان، باب مایقول اذا ودع رجلا، ۲/ ۳۷۲، الحدیث: ۲۶۷۱

کہ میں نے سفر پر جانے کا ارادہ کیا، اس وقت میری بیوی اس سے حاملہ تھی، اس نے کہا: ”تم مجھے اس حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟“ میں نے کہا: ”جو تمہارے پیٹ میں ہے میں نے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ میں دیا۔“ یہ کہہ کر میں رخصت ہو گیا، جب سفر سے لوٹا تو بیوی انتقال کر چکی تھی، ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے (ہمارے اور بقیع مبارک کے مابین کوئی چیز حائل نہ تھی) کہ اچانک ہم نے ایک قبر پر آگ کا شعلہ دیکھا، میں نے لوگوں سے کہا: ”یہ آگ کیسی ہے؟“ لوگوں نے بتایا: ”یہ آگ فلاں عورت کی قبر پر ہے ہم اسے ہر رات ملاحظہ کرتے ہیں۔“ میں نے کہا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! وہ تو روزہ دار اور بہت عبادت گزار تھی۔“ چنانچہ، پھاوڑا لے کر ہم اس کی قبر پر گئے، جب قبر کھودی تو دیکھا کہ ایک چراغ جل رہا تھا اور یہ بچہ ہاتھ پاؤں ہلا رہا تھا، تو مجھ سے کہا گیا: ”یہ تیری امانت ہے، اگر تو اس کی ماں کو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں دے جاتا تو ضرور اسے بھی پاتا۔“ (یہ واقعہ سن کر) امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”ایک کوا دوسرے کوے کے ساتھ جتنی مشابہت رکھتا ہے یہ لڑکا اس سے بھی زیادہ تمہارے مشابہ ہے۔“

(4)...روانگی سے قبل گھر میں نفل ادا کرے:

سفر سے قبل نمازِ استخارہ ہمارے ”کتابُ الصَّلٰوۃ“ میں بیان کئے گئے طریقے کے مطابق ادا کرے اور گھر سے نکلتے وقت سفر کی نماز پڑھے۔ چنانچہ،

اہل و مال کی حفاظت کی دعا:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے ایک سفر کی نذر مانی ہے اور اپنی وصیت لکھ چکا ہوں تو اپنے بیٹے، بھائی اور باپ میں سے وصیت کس کے سپرد کروں؟“ تو حضور نبیِّ اکرم، رسولِ محتشم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بندے کا اپنے گھر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ ترین نائب یہ ہے کہ

بندہ جب سفر کے کپڑے پہن لے تو گھر میں چار رکعت پڑھے، ان میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کی تلاوت کرے اور بعد سلام یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَتَقَرَّبُ بِھِنَّ اِلَیۡكَ فَاخۡلُفۡنِیۡ بِھِنَّ فِیۡ اَھۡلِیۡ وَمَالِیۡ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ان نوافل کے ذریعے میں تیرا قرب چاہتا ہوں، تُو انہیں میرے اہل اور مال میں میرا نائب بنادے۔ تو اس کے واپس لوٹنے تک یہ نماز اس کے اہل اور مال میں اس کا نائب و خلیفہ اور اس کے گھر کے ارد گرد محافظ ہوگی۔[1]

(5)... گھر سے نکلنے کی دعا پڑھے:

جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو یہ دعا پڑھے: بِسۡمِ اللهِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللهِ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللهِ رَبِّ اَعُوۡذُبِكَ اَنۡ اُضِلَّ اَوۡ اُضَلَّ اَوۡ اُزِلَّ اَوۡ اُزَلَّ اَوۡ اَظۡلِمَ اَوۡ اُظۡلَمَ اَوۡ اَجۡھَلَ اَوۡ یُجۡھَلَ عَلَیَّ یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے جاتا ہوں، میں نے اسی پر بھروسا کیا، گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق نہیں مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے۔ اے رب عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں، لغزش کروں یا مجھے کوئی لغزش دے، کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، جاہل بنوں یا مجھے جاہل بنایا جائے۔

روانہ ہوتے وقت کی دعا:

جب چل پڑے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ بِكَ انۡتَشَرۡتُ وَعَلَیۡكَ تَوَکَّلۡتُ وَبِكَ اعۡتَصَمۡتُ وَاِلَیۡكَ تَوَجَّھۡتُ اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ ثِقَتِیۡ وَاَنۡتَ رِجَائِیۡ فَاکۡفِنِیۡ مَا اَھَمَّنِیۡ وَمَا لَا اَھۡتَمُّ بِهٖ وَمَا اَنۡتَ اَعۡلَمُ بِهٖ مِنِّیۡ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیۡرُكَ اَللّٰھُمَّ زَوِّدۡنِیۡ التَّقۡوٰی وَاغۡفِرۡ لِیۡ ذَنۡبِیۡ وَوَجِّھۡنِیۡ لِلۡخَیۡرِ اَیۡنَمَا تَوَجَّھۡتُ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری مدد سے میں نکلا، تجھی پر بھروسا کرتا، تیری پناہ لیتا اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے تجھی پر اعتماد ہے اور تو ہی میری امید گاہ، مجھے کفایت کر اس چیز سے جو مجھے فکر میں ڈالے اور اس سے جس کی میں فکر نہیں کرتا اور اس سے جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کہ تیری پناہ لینے والا باعزت ہے، تیری ثنا بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تقویٰ کو میرا زادِ راہ کر اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے خیر ہی کی طرف متوجہ کر جدھر بھی میں توجہ کروں۔

---

[1] ...جمع الجوامع للسیوطی، مسند انس بن مالک، ۱۴/۵۱، الحدیث: ۹۲۹۲

یہ دعا ہر منزل سے کوچ کرتے پڑھ لے۔

سوار ہوتے وقت کی دعا:

جب سوار ہو تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ مَا شَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَا لَمْ یَشَاْءْ لَمْ یَکُنْ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ! کے نام سے سوار ہوتا ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کیا، گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق نہیں مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو سب سے بلند عظمت والا ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا ہوا اور جو نہیں چاہا نہ ہوا، پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے (قابو) کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف پلٹنا ہے۔

جب سواری پر پر سکون ہو کر بیٹھ جائے تو یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَامِلُ عَلَی الظَّھْرِ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ عَلَی الْاُمُوْرِ یعنی سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نہ دکھاتا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو اس (یعنی سواری) کی پیٹھ پر بٹھانے والا ہے اور تمام امور میں تو ہی مددگار ہے۔

(6)... سفر کے لئے بابرکت وقت:

ہر منزل سے صبح کے وقت چلے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم غزوۂ تبوک کے ارادے سے جمعرات کے دن صبح کے وقت چلے اور یہ دعا کی: ''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت کی صبح میں برکت دے (یعنی صبح کے وقت جو کام کئے جائیں ان میں برکت ڈال دے)۔''[1]

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجارۃ، ۳/۶، الحدیث: ۱۲۱۶

سفر کے لئے بابرکت دن:

مستحب یہ ہے کہ سفر کی ابتدا جمعرات سے کرے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا کعب بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: "کم ہی ایسا ہوا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعرات کے علاوہ کسی اور دن سفر کے لئے نکلے ہوں (یعنی اکثر جمعرات کے دن سفر کی ابتدا فرماتے)۔"[1]

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یَوْمَ (الْخَمِیْسِ وَ) السَّبْتِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت کی (جمعرات اور) ہفتہ کی صبح میں برکت دے۔" اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کوئی لشکر بھیجتے تو صبح کے وقت بھیجتے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یَوْمَ خَمِیْسِھَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت کی جمعرات کی صبح میں برکت دے۔"[3]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: اگر تمہیں کسی سے کوئی حاجت ہو تو اس سے دن کے وقت اپنی حاجت طلب کرو رات میں طلب نہ کرو اور صبح سویرے طلب کرو کیونکہ میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ دعا کرتے سنا: "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت کی صبح میں برکت دے۔"[4]

---

1. ...صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب من اراد غزوۃ فوری بغیرھا...الخ، ۲/۲۹۶، الحدیث: ۲۹۴۹
2. ...شرح کتاب السیر الکبیر للسرخسی، باب مبعث السرایا، الجزء الاول، ۱/۴۹
   سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجارۃ، ۳/۶، الحدیث: ۱۲۱۶
3. ...مسند البزار، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱۱/۴۴۸، الحدیث: ۵۳۱۲
4. ...المعجم الکبیر، ۱۲/۱۷۷، الحدیث: ۱۲۹۶۶، بتغیر قلیل
   الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۶/۱۲۱، الرقم: ۱۲۳۷: عُمَر بن مُساور، بتغیر قلیل

جمعۃ المبارک کے دن طلوعِ فجر کے بعد سفر کرنا مناسب نہیں ورنہ (نماز) جمعہ ترک کرنے کے سبب گناہ گار ہو گا کیونکہ تمام دن جمعہ ہی کی طرف منسوب ہے تو اول وقت بھی جمعہ کے وجوب کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب عمل:

مسافر کو رخصت کرنے کے لئے اس کے ساتھ چلنا مستحب ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ تاجدارِ انبیا، محبوبِ کبریا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لِاَنْ اُشَیِّعَ مُجَاهِدًا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ فَاَكْتَنِفَهُ عَلٰی رَحْلِهٖ غُدْوَةً اَوْ رَوْحَةً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْهَا یعنی راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کے ساتھ صبح یا شام کے وقت چلنا اور اسے سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا مجھے دنیا وما فیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے زیادہ محبوب ہے۔''[1]

(7)... دورانِ سفر رات کے وقت زیادہ چلے:

جب تک دن خوب گرم نہ ہو جائے پڑاؤ نہ کرے کہ یہی سنت ہے اور زیادہ تر رات کے وقت چلے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عَلَیْكُمْ بِالدُّلْجَةِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰی بِاللَّیْلِ مَالَا تُطْوٰی بِالنَّهَارِ یعنی تم رات کی تاریکی میں سفر کیا کرو کیونکہ رات میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے[2] دن میں نہیں لپیٹی جاتی۔''[3]

---

1 ...سنن ابن ماجہ، کتاب الجهاد، باب تشییع الغزاة و وداعهم، ۳/۳۷۲، الحدیث: ۲۸۲۴

2 ... مفسرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 491** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس طرح کہ رات کا مسافر یہی سمجھتا ہے کہ ابھی میں نے سفر کم کیا ہے مگر ہو جاتا ہے زیادہ۔ اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رات میں بھی سفر کیا کرو صرف دن کے سفر پر قناعت نہ کیا کرو بعض احادیث میں ہے کہ اول دن اور اول رات میں سفر کرو۔

3 ...سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی الدلجة، ۳/۴۰، الحدیث: ۲۵۷۱، دون قول: مالا تطوی بالنهار

کسی منزل پر پڑاؤ کرتے وقت کی دعا:

جب کسی منزل پر پڑاؤ کا ارادہ ہو تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیٰطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ وَرَبَّ الْبِحَارِ وَمَا جَرَیْنَ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذَا الْمَنْزِلِ وَخَیْرَ اَھْلِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا فِیْهِ اِصْرِفْ عَنِّیْ شَرَّ شِرَارِھِمْ یعنی اے ساتوں آسمانوں اور جن پر وہ سایہ فگن ہیں ان کے رب، ساتوں زمینوں اور جن کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان کے رب، شیاطین اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ان کے رب، ہواؤں اور جسے وہ اڑائیں ان کے رب، سمندروں اور جسے وہ بہائیں ان کے رب! میں تجھ سے اس مقام اور اس میں رہنے والوں کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اس کے شر اور اس میں موجود چیزوں کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، یہاں کے شریر لوگوں کے شر کو مجھ سے دور کر دے۔"

اور (استراحت کے لئے) جب کسی مقام پر ٹھہر جائے تو دو رکعت پڑھ کر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَایُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے کلماتِ تامہ کے ساتھ اس مخلوق کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جن سے کوئی نیک وبد تجاوز نہیں کر سکتا۔"

رات کے وقت یہ دعا پڑھے:

جب رات چھا جائے تو یہ دعا پڑھے: یَا اَرْضُ! رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللهُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِیْكِ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَیْكِ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَحَیَّةٍ وَّعَقْرَبٍ وَّمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یعنی اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے، میں تیرے شر، تجھ میں موجود چیزوں کے شر اور تجھ پر چلنے والی چیزوں کے شر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں شیر، اژدھے، سانپ، بچھو، شہر میں رہنے والے اور باپ (شیطان) اور اس کی ذریت (اولاد) کے شر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں اور اسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں اور وہی ہے سنتا جانتا۔"

بلندی پر چڑھتے اور اترتے وقت کی دعا:

دورانِ سفر بلندی پر چڑھتے وقت یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرَفُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ وَّلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو سب سے بزرگ و برتر ہے اور ہر حال میں تیری ہی حمد ہے۔'' جب ڈھلان میں اترے تو تَسْبِیْح (یعنی سُبْحٰنَ الله) کہے۔

سفر میں ڈر خوف محسوس ہو تو یہ دعا پڑھے:

دوران سفر ڈر خوف محسوس ہو تو یہ دعا پڑھے: سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الرُّوْحِ جَلَّلْتِ السَّمٰوٰتُ بِالْعِزَّةِ وَ الْجَبَرُوْتِ یعنی پاک ہے وہ ذات جو مقدس بادشاہ ہے، وہ فرشتوں اور جبرئیل عَلَیْہِمُ السَّلَام کا رب ہے، اسی کی عزت و غلبہ کے ساتھ آسمانوں کو بزرگی حاصل ہوئی۔

﴿8﴾... چاق چوبند اور قافلہ کے ساتھ رہے:

دن کے وقت خوب احتیاط برتے اور قافلے سے الگ ہو کر تنہا نہ چلے کیونکہ بعض اوقات انسان غفلت میں قتل کر دیا جاتا یا قافلے سے بچھڑ جاتا ہے، رات کو ہوشیار ہو کر سوئے۔

سفر میں آرام کرنے کا طریقہ:

مُعَلِّم کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دوران سفر رات کے ابتدائی حصہ میں آرام فرماتے تو بازو مبارک کو بچھا دیتے اور اگر رات کے آخری حصے میں آرام فرماتے تو بازو مبارک کھڑا کر کے سر انور ہتھیلی پر رکھ لیتے [1]، اس غرض سے کہ نیند زیادہ گہری نہ آئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ نیند کی حالت میں ہی سورج طلوع ہو جائے اور نماز فجر قضا ہو جائے جو کہ سفر کے مقصود سے بھی افضل ہے۔

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ... الخ، الحدیث: ۶۸۳، ص ۳۴۶، بتغیر قلیل
صحیح ابن خزیمۃ، کتاب المناسک، باب صفۃ النوم فی العرس، ۱۴۸/۴، الحدیث: ۲۵۵۸، بتغیر قلیل

مستحب یہ ہے کہ رات کے وقت پہرہ دینے کے لئے رفقا باری مقرر کر لیں کہ ایک سوئے اور دوسرا پہرہ دے کہ یہ سنت ہے۔[1]

اگر رات یا دن میں دشمن یا کسی درندے کے حملے کا خوف ہو تو آیۃ الکرسی، کلمۂ شہادت (دوم کلمہ)، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے: ''بِسۡمِ اللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ حَسْبِیَ اللّٰہُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا یَاْتِیْ بِالْخَیْرَاتِ اِلَّا اللّٰہُ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا یَصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰہُ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ کَفٰی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَآءَ اللّٰہِ مُنْتَھٰی وَلَا دُوْنَ اللّٰہِ مَلْجَاً کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ تَحَصَّنْتُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَاسْتَغَثْتُ بِالْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَللّٰھُمَّ احْرُسْنَا بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَ اکْنُفْنَا بِرُکْنِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا بِقُدْرَتِکَ عَلَیْنَا فَلَا نَھْلِکُ وَاَنْتَ ثِقَتُنَا وَرَجَآؤُنَا اَللّٰھُمَّ اعْطِفْ عَلَیْنَا قُلُوْبَ عِبَادِکَ وَاِمَآئِکَ بِرَاْفَۃٍ وَّ رَحْمَۃٍ اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔

یعنی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے (وہی ہوتا ہے)، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی طاقت نہیں، مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کافی ہے، میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کیا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے (وہی ہوتا ہے)، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی بھلائی نہیں لا سکتا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے (وہی ہوتا ہے)، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی برائی کو نہیں ٹال سکتا، مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کافی ہے، وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی انتہا و ٹھکانا نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی پناہ گاہ ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قوت والا عزت والا ہے، میں نے عظمت والے رب کے قلعہ میں پناہ لی، اس زندہ کی بارگاہ میں استغاثہ کیا جسے کبھی موت نہیں۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنی اس نظر کے ساتھ ہماری حفاظت فرما جو سوتی نہیں، اپنے اس سہارے کے ساتھ ہماری مدد فرما جو کبھی جدا نہیں ہوتا۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہم پر اپنی قدرت کے مطابق رحم فرما تاکہ ہم ہلاک نہ ہوں کہ ہمیں تجھ پر ہی بھروسا ہے اور تو ہی ہماری امید گاہ ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندوں اور بندیوں کے دلوں کو اپنی رحمت و مہربانی سے ہم پر مہربانی فرما، بے شک تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

---

[1] ...سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من الدم، ۱/۹۹، الحدیث: ۱۹۸
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/۱۱۰، الحدیث: ۱۴۷۱۰

﴿9﴾... جانور کے ساتھ نرمی سے پیش آئے:

سواری کے جانور کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، ❀... اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے، ❀... اس کے چہرہ پر نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے، ❀... اس پر نہ سوئے کہ اس پر سونا اس کے لئے اذیت کا باعث اور اس پر بوجھ بنتا ہے۔ اہلِ ورع و تقویٰ حضرات (متقی وپرہیز گار لوگ) سواری کے جانور پر نہیں سوتے تھے صرف بیٹھے بیٹھے تھوڑا سا اونگ لیتے تھے۔ نیز سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو کرسیاں نہ بناؤ۔''[1]

❀... صبح وشام سواری کے جانور سے اترنا مستحب ہے کہ اس سے وہ راحت پائے گا، نیز یہ سنت بھی ہے۔[2] اس بارے میں سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے آثار بھی منقول ہیں۔ چنانچہ،

حکایت: جانور کے ساتھ بھلائی:

بعض اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اس شرط پر جانور کرائے پر لیتے کہ اس پر سے اتریں گے نہیں اور پوری اجرت دیں گے پھر اتر جاتے تھے تاکہ یوں وہ جانور سے بھلائی کرنے والے شمار ہوں۔ پس یہ عمل ان کی نیکی شمار ہوتا اور (بروز قیامت) ان کے میزان میں رکھا جائے گا نہ کہ کرائے پر دینے والے کے میزان میں۔

اور جس نے کسی چوپائے کو اذیت دی یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادا تو قیامت کے دن اس سے مطالبہ کیا جائے گا، کیونکہ ہر تر جگر (یعنی جاندار چیز) میں اجر ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے مرے ہوئے اونٹ سے فرمایا: ''اے اونٹ! اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مجھ سے نہ جھگڑنا کیونکہ میں نے تجھ پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں لادا۔''

---

[1]... مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، باب فی طول الوقوف علی الدابۃ، ۶/۱۶۶، الحدیث: ۱
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث سھل بن معاذ، ۵/۳۱۵، الحدیث: ۱۵۶۵۰

[2]... حلیۃ الاولیاء، عبد اللہ بن المبارک، ۸/۱۹۲، الحدیث: ۱۱۸۵۳
السنن الکبری للبیھقی، کتاب الحج، باب النزول للرواح، ۵/۴۱۸، الحدیث: ۱۰۳۳۸

دو صدقے:

گھڑی بھر کے لئے سواری کے جانور سے اترنے میں دو صدقے ہیں:(۱)...اسے راحت پہنچانا(۲)...مالک کا دل خوش کرنا۔

گھڑی بھر کے لئے سواری سے اترنے کا فائدہ:

سواری کے جانور سے اترنے میں ایک فائدہ جسمانی ورزش، پاؤں کی حرکت اور دیر تک سوار رہنے کی وجہ سے اعضاء کے سن ہو جانے سے حفاظت بھی ہے۔

❀...جانور پر جو کچھ لادنا ہے وہ سب نام بنام مالک کو بتا دے بلکہ اسے دکھا دے، ❀...شرعی اصول ضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے جانور کرایہ پر لے تاکہ بعد میں جھگڑا نہ ہو جس سے دل کو اذیت پہنچے اور بات بڑھے کیونکہ بندہ جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے اس کے پاس ایک محافظ (فرشتہ لکھنے کو) تیار بیٹھا ہوتا ہے، لہٰذا مالک کے ساتھ بحث و مباحثہ اور جھگڑا کرنے سے احتراز کرے، ❀...اور کرایہ کے جانور پر مشروط شے سے زائد سامان نہ لادے اگرچہ زائد چیز قلیل ہی ہو کیونکہ تھوڑا تھوڑا مل کر بہت ہو جاتا ہے اور جو گناہوں کے قریب ہو ممکن ہے کہ وہ گناہوں میں جا پڑے (لہٰذا احتیاط بہتر ہے)۔ چنانچہ،

حکایت: تقویٰ ہو تو ایسا:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (کرائے کے) جانور پر سوار تھے کہ کسی نے عرض کی: ”حضور میرا یہ خط فلاں تک پہنچا دیجئے گا!“ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”(ٹھہرو) میں سواری کے مالک سے اجازت لے لوں میں نے جانور کرائے پر لیتے وقت یہ خط لے جانے کی شرط نہیں کی تھی۔“

اے مخاطب (سننے والے)! غور کر حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فقہائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام کے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا کہ **”اس طرح کی اشیاء میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے“** بلکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تقویٰ اختیار کیا۔

﴿10﴾... مسافر چھ چیزیں اپنے ساتھ ضرور رکھے:

مسافر کو چاہئے کہ سفر میں چھ چیزیں اپنے ساتھ ضرور رکھے کہ ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ ”میرے سر تاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب سفر پر روانہ ہوتے تو پانچ چیزیں اپنے ساتھ ضرور رکھتے: (۱) آئینہ (۲) سرمہ دانی (۳) قینچی (۴) مسواک اور (۵) کنگھا۔“[1]

ایک روایت میں ہے کہ چھ چیزیں اپنے ساتھ ضرور رکھتے: (۱) آئینہ (۲) قارورہ (تیل کی شیشی) (۳) سرمہ دانی (۴) قینچی (۵) مسواک اور (۶) کنگھا۔“[2]

حضرت سَیِّدَتُنا ام سعد انصاریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ ”پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آئینہ اور سرمہ دانی سفر میں بھی ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔“[3]

سرمہ اِثمد کی خصوصیات:

حضرت سَیِّدُنا صُہَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبیّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عَلَیْکُمْ بِالْاِثْمِدِ عِنْدَ مَضْجَعِکُمْ فَاِنَّہٗ مِمَّا یَزِیْدُ فِی الْبَصَرِ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ یعنی سوتے وقت اِثمد سرمہ ضرور لگایا کرو کہ یہ نگاہ کو تیز کرتا اور پلکیں اگاتا ہے۔“[4]

---

1 ...المعجم الاوسط، ۴/۶۹، الحدیث: ۵۲۴۲، بدون: مقراض
المعجم الاوسط، ۲/۲۰، الحدیث: ۲۳۵۲، مِقْراض: بدلہ: مِقَصّ
تاریخ بغداد، ۸/۶۲، الرقم: ۴۱۳۸: الحسین بن علوان بن قدامۃ، بتغیر قلیل

2 ...المعجم الاوسط، ۲/۲۰، الحدیث: ۲۳۵۲، مِقْراض: بدلہ: مِقَصّ
تاریخ بغداد، ۸/۶۲، الرقم: ۴۱۳۸: الحسین بن علوان بن قدامۃ، بتغیر قلیل

3 ...معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی، ام سعد الانصاریۃ، ۵/۳۵۰، الحدیث: ۷۹۹۱

4 ...سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب الکحل بالاثمد، ۴/۱۱۴، الحدیث: ۳۴۹۶، عن جابر، بتغیر قلیل

سرمہ لگانے کا طریقہ:

مروی ہے کہ ”حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دونوں آنکھوں میں سرمے کی تین تین سلائیاں لگاتے۔“[1]

ایک روایت میں ہے کہ ”دائیں (سیدھی) آنکھ میں تین اور بائیں میں دو سلائیاں لگاتے۔“[2]

سفر میں ڈول اور رسی ساتھ رکھنا کیسا؟

بعض صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے سفر میں ساتھ رکھی جانے والی چیزوں میں ڈول اور رسی کا بھی اضافہ کیا ہے۔ بعض صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا: ”اگر کسی فقیر کے پاس ڈول اور رسی نہ ہو تو یہ اس کے دین میں نقصان پر دلالت ہے۔ صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے ان چیزوں کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ طہارت اور کپڑے دھونے کے معاملے میں احتیاط رہے کہ ڈول پاک پانی کو محفوظ رکھنے اور رسی دھلے ہوئے کپڑوں کو سکھانے اور کنویں سے پانی نکالنے کے کام آئے اور جو اسلاف کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ڈول اور رسی ساتھ نہ رکھتے تھے وہ تَیَمُّم پر اکتفا کرتے تھے اور پانی اٹھائے پھرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ نیز حوض کے پانی اور ہر اس پانی سے وُضُو کرنے میں حرج نہیں جانتے تھے جس کی نجاست یقینی نہ ہوتی۔ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں منقول ہے کہ ”ایک مرتبہ انہوں نے ایک نصرانیہ کے گھڑے (مٹکے) کے پانی سے وُضُو کیا۔“ رسی وغیرہ ساتھ نہ رکھنے والے صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام رسی کے بجائے پہاڑوں اور زمین پر اکتفا کر لیا کرتے یعنی دھلے ہوئے کپڑوں کو زمین یا پہاڑ پر پھیلا کر خشک کر لیا کرتے تھے۔ تو یہ (یعنی سفر میں رسی اور ڈول ساتھ رکھنا) بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اکتحال، ۳/۲۹۴، الحدیث: ۱۷۶۳

2 ...مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الطب، باب کم یکتحل فی کل عین؟، ۵/۴۳۱، الحدیث: ۱

شرح السنۃ للبغوی، کتاب اللباس، باب الاکتحال، ۶/۲۲۸، الحدیث: ۳۰۹۸

ہے نہ کہ سیئہ کیونکہ **بُری بدعت صرف وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو اور جو بدعت دین میں احتیاط پر مدد دے وہ بدعتِ حسنہ ہے۔**

طہارت میں مبالغہ کے احکام ہم "**کتابُ الطہارت**" میں بیان کر چکے ہیں اور (وہاں ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ) امورِ دینیہ کے لئے مختص ہونے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ طہارت کے معاملات میں رخصت کی بجائے احتیاط پر اس وقت تک عمل کرے جب تک کہ احتیاط پر عمل کرنے کی صورت میں اس سے افضل عمل فوت نہ ہو۔

حضرت سیِّدُنا ابرہیم خَوَّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو مُتَوَکِّلِیْن میں سے ہیں، ان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ سفر و حضر میں چار چیزیں اپنے ساتھ ضرور رکھتے تھے: (۱) ڈول (۲) رسی (۳) سوئی دھاگا اور (۴) قینچی اور فرمایا کرتے تھے کہ "ان چیزوں کا دنیا سے تعلق نہیں ہے۔"

﴿11﴾ ... سفر سے واپسی کے آداب:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی غزوہ، حج، عمرہ یا کسی بھی سفر سے واپس تشریف لاتے تو زمین کی ہر بلند جگہ پر تین دفعہ تکبیر (اَللہُ اَکْبَر) کہتے اور یہ کلمات پڑھتے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰیِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللہُ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ہے بادشاہی اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم رجوع کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو سجدہ کرنے والے اور تعریف کرنے والے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا (دشمن) کے لشکروں کو بھگا دیا۔[1]

❀... جب اپنے شہر کے قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِھَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا یعنی اے **اللہ**

---

[1] ... صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مایقول اذاقفل من سفر الحج وغیرہ، الحدیث: ۱۳۴۴، ص ۷۰۱

عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اس شہر میں قرار (وسکون) اوراچھا رزق عطا فرما[1]، ❀...پھر کسی کو گھر بھیج کر اپنے آنے کی خبر دے دے کہیں ایسا نہ ہو کہ اچانک گھر جائے اور کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے، ❀...رات کے وقت گھر والوں کے پاس نہ جائے کہ اس سے منع کیا گیا ہے[2] (اولاً مسجد میں حاضر ہو اور دو رکعت پڑھے کہ) نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں دو رکعتیں ادا فرماتے پھر گھر تشریف لے جاتے[3]، ❀...جب گھر میں داخل ہو تو یہ پڑھے: تَوْبًا تَوْبًا لِّرَبِّنَا اَوْبًا اَوْبًا لَا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا یعنی میں توبہ کرتا ہوں، میں توبہ کرتا ہوں، میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرتا ہوں تاکہ وہ ہم پر کوئی گناہ باقی نہ رکھے (یعنی تمام گناہ معاف فرمادے)[4]، ❀...اگر ممکن ہو تو سفر سے واپسی پر اپنے گھر والوں اور اعزا واقربا کے لئے کھانے کی کوئی چیز یا جو بھی میسر ہو بطور تحفہ لیتا آئے کہ یہ سنت ہے۔ نیز مروی ہے کہ "(سفر سے لوٹنے والا) اگر کچھ بھی نہ پائے تو اپنی جھولی میں چند پتھر ہی ڈال لائے۔"[5] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ ارشاد تحفہ پر ابھارنے کے لئے بطورِ مبالغہ ہے کیونکہ نگاہیں سفر سے آنے والے پر جمی ہوتی ہیں اور تحفہ لانے سے دل خوش ہوتے ہیں تو خوشی کی تاکید کی وجہ سے تحفہ لانے کا استحباب بھی تاکیدی ہو جائے گا اور تحفہ لے جانے میں اس بات کا اظہار بھی ہے کہ سفر میں اس کا دل اہل وعیال اور اعزو اقربا کی یاد کی طرف متوجہ رہا۔

یہ سفر کے ظاہری آداب تھے۔ باطنی آداب کا بیان تفصیلاً فصل اول میں گزر چکا ہے یہاں اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

1...الدعاء للمحاملی، باب مایقول اذا اشرف علی المدینۃ راجعا من سفر، الحدیث: ۷۴، ص۸۶
کتاب الدعاء للطبرانی، باب مایقول المسافر اذا اشرف۔۔۔ الخ، الحدیث: ۸۳۷، ص ۲۶۴، دون قول: ورزقا حسنا

2...صحیح البخاری، کتاب العمرۃ، باب لا یطرق اھلہ اذا ابلغ المدینۃ، ۱/ ۵۹۴، الحدیث: ۱۸۰۱

3...صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب الرکعتین فی المسجد۔۔۔ الخ، الحدیث: ۷۱۶، ص ۳۶۱
سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی الصلاۃ عند القدوم من السفر، ۳/ ۱۲۰، الحدیث: ۲۷۸۲

4...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۵۵۰، الحدیث: ۲۳۱۱

5...کتاب المجروحین لابن حبان، ۱/ ۳۱۶، الرقم: ۲۵۷: حفص بن عمر الایلی

سفر کے باطنی آداب:

(1)... سفر صرف اس صورت میں کرے جب سفر سے اس کے دینی معاملات میں اضافہ ہو اور جب دینی نقصان کی وجہ سے دل کو متغیر پائے تو ٹھہر جائے اور واپس لوٹ آئے۔

(2)... اپنے قصد (دلی ارادے) سے تجاوز نہ کرے بلکہ جہاں دل مطمئن ہو وہیں پڑاؤ کرے۔

جب بھی کسی شہر میں داخل ہو تو یہ نیت کرو:

(3)... ہر شہر میں داخل ہوتے وقت یہ نیت کرے کہ وہاں کے بزرگوں کی زیارت کروں گا اور ہر ایک سے آدابِ طریقت میں سے کسی ادب یا احکامِ شرعیہ میں سے کسی حکم شرعی کا استفادہ کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ اس سے نفع حاصل کرے۔ یہ ملاقات اس نیت سے نہ ہو کہ یہ کہا جائے کہ اس نے کثیر مشائخ سے ملاقات کی ہے۔

(4)... کسی شہر میں ہفتہ دس دن سے زیادہ نہ ٹھہرے، ہاں! اگر وہاں کے مشائخ زیادہ دیر رکنے کا حکم دیں تو ٹھہر جائے۔

(5)... جب تک وہاں رہے حقیقی فقرا کے ساتھ ہی نشست و برخاست رکھے۔

(6)... اگر اس کا ارادہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کرنے کا ہو تو تین دن سے زیادہ اس کے پاس نہ رکے کیونکہ مہمانی کی حد یہی ہے سوائے اس کے کہ اگر اس کی جدائی مسلمان بھائی پر شاق ہو تو زیادہ دن ٹھہرنے میں بھی حرج نہیں۔

(7)... جب کسی بزرگ سے ملاقات کے لئے جائے تو ان کے ہاں ایک دن اور ایک رات سے زیادہ نہ ٹھہرے۔

(8)... خود کو عیش و عشرت میں مشغول نہ رکھے کہ اس سے سفر کی برکت جاتی رہتی ہے۔

بزرگوں کی زیارت کے آداب:

(9)... جب شہر میں داخل ہو تو کسی اور کام میں مشغول ہوئے بغیر شیخ کی زیارت کے لئے سیدھا اس کے مکان پر جائے، اگر وہ گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو دروازہ نہ بجائے، نہ ہی اجازت طلب کرے بلکہ ان کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرے، جب وہ باہر آئیں تو آگے بڑھ کر باادب طریقے سے سلام کرے، نہ تو ان کے سامنے کسی قسم کی گفتگو کرے اور نہ ہی کوئی سوال پوچھے، اگر وہ کچھ پوچھیں تو بقدر سوال ہی جواب دے، اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو پہلے اجازت لے لے پھر پوچھے۔

(10)... سفر میں شہروں کے کھانے اور سخیوں کا زیادہ ذکر نہ کرے، نہ ہی اپنے دوستوں کا ذکر کرے بلکہ وہاں کے مشائخ و فقرا کا ذکر کرے۔

(11)... سفر میں صالحین کی قبور کی زیارت بھی کرے بلکہ ہر شہر اور گاؤں میں مزاراتِ صالحین تلاش کر کے ان کی زیارت کرے۔

(12)... اپنی حاجت بقدر ضرورت بیان کرے اور وہ بھی صرف اس کے سامنے جو حاجت پوری کرنے پر قادر ہو۔

(13)... دوران سفر ذکر اور تلاوت قرآن کرتا رہے لیکن اتنی آواز میں کہ دوسرا نہ سنے، اگر کوئی شخص اس سے گفتگو کرے تو ذکر و تلاوت چھوڑ دے اور جب تک وہ بات کرے اس کی بات غور سے سنے، جب خاموش ہو جائے تو پھر اپنی حالت پر لوٹ آئے (یعنی ذکر وغیرہ شروع کر دے)۔

(14)... اگر نفس سفر یا اقامت سے اکتائے (یعنی گھبرائے) تو نفس کی مخالفت کرے کہ اس کی مخالفت میں ہی برکت ہے۔

(15)... اگر نیک لوگوں کی خدمت کا موقع ملے تو اس خدمت سے بچنے کے لئے سفر کرنا مناسب نہیں کہ یہ کفران نعمت (یعنی ناشکری) ہے۔

(16)... اگر اقامت کی بنسبت سفر میں دینی نقصان زیادہ محسوس کرے تو جان لے کہ یہ سفر اچھا نہیں، لہٰذا واپس لوٹ آئے کیونکہ اگر یہ سفر اچھا ہوتا تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہوتا۔

سفر اجنبیت ہے:

منقول ہے کہ کسی نے حضرت سیِّدُنا عثمان مغربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے کہا: ''فلاں سفر میں ہے۔'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''اَلسَّفَرُ غُرْبَۃٌ وَّالْغُرْبَۃُ ذِلَّۃٌ وَّلَیْسَ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَہٗ یعنی سفر اجنبیت ہے اور اجنبیت ذلت ہے اور مومن کے لئے مناسب نہیں کہ خود کو ذلیل کرے۔''

اس حکایت میں حضرت سیِّدُنا عثمان مغربی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جسے سفر سے دینی ترقی حاصل نہ ہو اس نے خود کو ذلیل کیا، ورنہ دین کی سربلندی تو اجنبیت (یعنی سفر) کی ذلت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

راہ آخرت کے مسافر کو چاہئے کہ اپنی خواہش، مراد اور طبیعت کے وطن سے سفر (یعنی دوری اختیار) کرے تاکہ اس غربت (وطن سے دوری) میں عزت ملے، نہ کہ ذلت کیونکہ جو سفر میں اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اسے ذلت کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے خواہ ابھی کرے یا بعد میں۔

باب نمبر2: سفر کی رخصتوں، سمتِ قبلہ اور اوقات سے متعلق مسائل کا بیان

(یہ دو فصلوں پر مشتمل ہے)

اس باب میں سفر کی رخصتوں، سمتِ قبلہ اور اوقات سے متعلق ان مسائل کا بیان ہے جن کا جاننا مسافر کے لئے ضروری ہے۔

جان لو کہ مسافر سفر شروع کرنے سے پہلے دُنیوی اور اُخروی زادِ راہ کا محتاج ہوتا ہے۔ دُنیوی زادِ راہ سے

مراد کھانا پینا اور نفقہ وغیرہ ہے، اگر سفر قافلے کے ساتھ ہو یا باہم متصل (ملی ہوئی) بستیوں کے درمیان ہو تو توکُّل کرتے ہوئے بغیر زادِ راہ کے نکلنے میں بھی حرج نہیں اور اگر جنگل و بیابان میں تنہا سفر کرتا ہو یا ایسے قافلے کے ساتھ ہو کہ ان کے پاس بھی کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں تو اگر یہ ہفتہ دس دن تک بغیر کھائے یا گھاس وغیرہ کھاکر گزارہ کر سکتا ہے تو بھی زادِ راہ کے بغیر سفر کر سکتا ہے اور اگر اتنی دیر بھوک پر صبر نہیں کر سکتا یا گھاس وغیرہ پر گزارہ نہیں کر سکتا تو بغیر زادِ راہ کے نکلنا گناہ ہے کیونکہ یہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے۔اس کے اسرار عنقریب ''کتابُ التَّوَکُّل'' میں بیان کئے جائیں گے۔

اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں:

توکُّل کا یہ معنی نہیں کہ بالکل ہی اسباب کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کنویں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول اور رسی تلاش کرنے سے بھی توکل باطل ہو جاتا اور واجب ہوتا کہ انسان صبر کرے حتی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی فرشتے یا دوسرے شخص کو اس کے لئے مُسَخَّر (تابع) کر دے جو اس کے منہ میں پانی پہنچا دے، تو جب ڈول اور رسی کی حفاظت توکُّل کے منافی نہیں حالانکہ یہ پانی تک پہنچنے کا صرف آلہ ہے تو خود کھانا، پانی ساتھ لے جانا اور وہ بھی ایسی جگہ جہاں ان کے ملنے کی توقع بھی نہ ہو بدرجہ اولیٰ خلاف توکل نہیں۔توکل کی حقیقت (وتفصیل) عنقریب اپنے موقع پر آئے گی اور یہ مشتبہ رہتی ہے سوائے محققین علمائے کرام کے (کہ یہ انہی پر ظاہر و واضح ہوتی ہے)۔

زادِ آخرت:

زادِ آخرت سے مراد وہ علم ہے جس کی انسان کو طہارت (پاکی)، نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں محتاجی ہوتی ہے، لہٰذا یہ زادِ راہ لینا بھی ضروری ہے۔سفر میں بعض امور میں تخفیف ہو جاتی ہے، لہٰذا اس تخفیف کی مقدار کا جاننا بھی ضروری ہے، جیسے نماز میں قصر اور جمع بینَ الصَّلاتَیْن (دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا) اور روزہ نہ رکھنے کی رخصت۔بعض امور سخت ہو جاتے ہیں جن سے یہ حالت اقامت میں مستغنی تھا، جیسے (سمت)

قبلہ اوراوقاتِ نماز کا علم کیونکہ شہر میں محرابِ مسجد اوراذان اس (یعنی سمت قبلہ اور اوقات صلٰوۃ کے علم) سے بے نیاز کر دیتے ہیں جبکہ سفر میں بعض اوقات ان کے علم کی حاجت پڑتی ہے۔ چنانچہ، سفر میں مسافر کو جن چیزوں کا علم سیکھنے کی حاجت پیش آتی ہے ہم انہیں دو فصلوں میں بیان کریں گے۔

پہلی فصل: سفر کی رخصتوں کے علم کا بیان

سفر کی حالت میں کل سات رخصتیں حاصل ہوتی ہیں: دو کا تعلق طہارت سے ہے: (۱)... موزوں پر مسح کرنا (۲)... تَیَمُّم کرنا۔ دو کا تعلق فرض نماز سے ہے: (۳)... قصر (یعنی سفر میں چار رکعت والی نماز دو رکعت ادا) کرنا (۴)... دو نمازوں کو جمع کرنا۔ دو کا تعلق نفل نماز سے ہے: (۵)... سواری پر ادا کرنا (۶)... پیدل چلتے ہوئے ادا کرنا اور (۷)... ایک کا تعلق روزے سے ہے اور وہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔

طہارت سے متعلق رخصتوں کی تفصیل:

❀... **پہلی رخصت "موزوں پر مسح کرنا"**[1]: حضرت سیِّدُنا صفوان بن عَسّال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: رسولوں کے سالار، جنابِ احمد مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جب سفر میں ہوں تو تین دن تین رات تک اپنے موزے نہ اتاریں۔[2]

موزوں پر مسح کی مدت:

ہر وہ شخص جو ایسی طہارت پر موزے پہنے جو نماز کو مباح کرنے والی ہو پھر اسے حدث لاحق ہو تو اگر وہ مسافر ہو تو حدث کے وقت سے لے کر تین دن تین رات تک اور اگر مقیم ہو تو ایک دن ایک رات تک مسح کر سکتا ہے لیکن اس کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

---

❶... فقہ حنفی کے مطابق موزوں پر مسح کرنے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 362 تا 369** کا مطالعہ کیجئے! یہاں بیان کئے گئے مسائل فقہ شافعی کے ہیں۔

❷... سنن الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم، ۱/۱۵۳، الحدیث: ۹۶

موزوں پر مسح کرنے کی پانچ شرائط:

❀...**پہلی شرط:** موزے وضو مکمل کرنے کے بعد پہنے ہوں، تو اگر دایاں پاؤں دھو کر موزہ پہن لیا پھر بایاں پاؤں دھو کر موزہ پہنا تو حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے نزدیک مسح کفایت نہ کرے گا حتی کہ دایاں موزہ اتار کر پھر پہنے۔

❀...**دوسری شرط:** ایسا موزہ جسے پہن کر چلنا ممکن ہو اس پر مسح کرنا جائز ہے اگرچہ وہ نعل (جوتے) کی صورت پر نہ ہو کیونکہ ایسا موزہ پہن کر لوگ تھوڑا بہت چل پھر لیتے ہیں، اس لئے کہ اس میں کچھ نہ کچھ مضبوطی ہوتی ہے۔ البتہ! اونی دھاگے کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں، اسی طرح جُرمُوق (چمڑے کے موزے کے اوپر پہنے جانے والے کپڑے کے باریک موزے) پر بھی مسح کرنا جائز نہیں۔

❀...**تیسری شرط:** پاؤں کے جتنے حصہ کا دھونا فرض ہے اتنے حصہ سے موزہ پھٹا ہوا نہ ہو، اگر پھٹا ہوا ہو اور اتنا حصہ ظاہر ہو رہا ہو تو اس پر مسح کرنا جائز نہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن ادریس شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا قول قدیم یہ ہے کہ پھٹے ہوئے موزے پر مسح کرنا بھی جائز ہے جب تک کہ وہ پاؤں سے چمٹا رہے۔ حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق کا بھی یہی قول ہے۔ اس میں (یعنی تھوڑے سے پھٹے ہونے میں) کوئی حرج نہیں کیونکہ یہاں حاجت ہے کہ سفر میں (اس کی حفاظت مشکل ہے اور) ہر وقت سلائی کرنا ممکن نہیں۔ بُنے ہوئے پائتابوں پر مسح کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ پاؤں کو اس طرح چھپایا ہوا ہو کہ کھال نظر نہ آئے، اسی طرح پھٹا ہوا موزہ جسے سی لیا گیا ہو اس پر مسح کرنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ تمام امور حاجت میں داخل ہیں۔ بہر حال موزے کا اعتبار اسی وقت ہو گا جب وہ ٹخنوں سے اوپر تک پاؤں کو چھپائے ہوئے ہو، اگر پشتِ قدم کے کچھ حصہ کو موزے سے چھپایا اور کچھ کو لفافہ سے تو اس پر مسح جائز نہیں[1]۔

---

❶...احناف کے نزدیک: کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو یعنی چلنے میں تین انگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو اور اگر تین انگل پھٹا ہو اور بدن تین انگل سے کم دکھائی دیتا ہے تو مسح جائز ہے اور اگر دونوں تین تین... بقیہ اگلے صفحہ پر...

❀...**چوتھی شرط:** مسح کرنے کے بعد موزے نہ اتارے اگر اتار دیئے تو بہتر یہ ہے کہ نئے سرے سے پورا وضو کرے اور اگر صرف پاؤں دھونے پر اکتفا کیا تو بھی جائز ہے۔

❀...**پانچویں شرط:** اسی جگہ پر مسح کرے جس کا دھونا فرض ہے پنڈلی پر مسح کفایت نہ کرے گا، موزہ پہن کر مسح قدم کی پشت (اوپری سطح) پر ہو۔

مسح کی کم از کم مقدار اور کامل درجہ:

مسح کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ اسے مسح کہہ سکیں، اگر تین انگلیوں سے مسح کر لیا تو کافی ہے اور اختلاف کے شبہ سے نکلنا اولیٰ ہے۔ مسح کا **کامل** درجہ یہ ہے کہ صرف ایک بار موزے کے اوپر نیچے دونوں طرف مسح کرنا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی طرح کیا ہے۔[1]

موزوں پر مسح کا طریقہ:

مسح کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو تر کر کے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے سیدھے پاؤں کی انگلیوں کے سرے پر رکھ کر اپنی (پنڈلی کی) جانب کھینچے اور الٹے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے (یا ہتھیلی) پاؤں کی نچلی جانب ایڑھی پر رکھ کر انگلیوں کی طرف کھینچتا ہوا لے جائے[2]۔

مسح کی مدت کب سے شمار ہوگی؟

مسئلہ: مقیم کو حالت اقامت میں ہی مسح کی حاجت پیش آئی اور اس نے مسح کر لیا یا مسافر تھا مقیم ہو گیا تو

... انگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین انگل یا زیادہ ہے تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہے تو جائز ورنہ نہیں۔ (بہار شریعت، ۱/ ۳۶۵)

[1] ...سنن الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی المسح علی الخفین: اعلاہ واسفلہ، ۱/ ۱۵۴، الحدیث: ۹۷

سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب کیف المسح؟، ۱/ ۸۸، الحدیث: ۱۶۱ تا ۱۶۵

[2] ...**احناف کے نزدیک:** مسح کا طریقہ یہ ہے کہ دہنے (سیدھے) ہاتھ کی تین انگلیاں، دہنے پاؤں کی پشت کے سرے پر اور بائیں (الٹے) ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم بقدر تین انگل کے کھینچ لی جائے اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک پہنچائے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۳۶۶)

اقامت کا حکم غالب رہے گا یعنی ایک دن رات پر اکتفا کرے[1]۔

مسئلہ: مدت کا شمار پہلی مرتبہ حدث لاحق ہونے کے وقت سے ہو گا، لہٰذا اگر مقیم نے حالت اقامت میں موزہ پہن لیا لیکن مسح کی حاجت پیش نہ آئی (یعنی وضو نہ ٹوٹا) اور سفر پر روانہ ہو گیا اور مثال کے طور پر زوال کے وقت حدث لاحق ہوا (یعنی وضو ٹوٹا) تو اب سے تین دن اور تین رات تک مسح کر سکتا ہے یعنی اس زوال سے چوتھے دن کے زوال تک۔ جب چوتھے دن زوال کا وقت ہو جائے تو موزے اتار کر پاؤں دھوئے بغیر نماز پڑھنا جائز نہیں، لہٰذا پاؤں دھو کر موزے پہن لے، پھر حدث کے وقت کا خیال رکھے اور اسی وقت سے نئی مدت شمار کرے۔

مسئلہ: اگر حالت اقامت میں موزے پر مسح کی حاجت پیش آئی (لیکن کیا نہیں) اور سفر پر روانہ ہو گیا تو بھی (حدث کے وقت سے) تین دن تین رات تک مسح کر سکتا ہے کیونکہ عادتاً سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ہی موزے پہنے جاتے ہیں اور حدث سے بچنا ممکن نہیں۔

بہر حال اگر مقیم کو حالت اقامت میں مسح کی حاجت پیش آئی (یعنی وضو ٹوٹا) اور مسح بھی کر لیا پھر سفر پر روانہ ہوا تو وہ مقیم ہی کی مدت (یعنی ایک دن رات) پر اکتفا کرے۔

الغرض سفر کی حالت ہو یا اقامت کی جو موزے پہننا چاہے اس کے لئے مستحب ہے کہ موزہ پہننے سے پہلے اسے الٹا کر کے جھاڑ لے تاکہ سانپ، بچھو یا کسی موذی جانور وغیرہ سے حفاظت رہے۔ چنانچہ،

موزے استعمال کرنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو!

حضرت سیِّدُنا ابو اُمامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی

1... احناف کے نزدیک: مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا تو اب ابتدائے حدث سے تین دن، تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا۔ اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تو جتنا باقی ہے پورا کر لے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۳۶۵)

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے موزوں کا جوڑا منگوایا، ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک کوا آیا دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا پھر اسے پھینک دیا تو اس میں سے ایک سانپ نکلا۔ تب آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَلْبَسْ خُفَّیْہِ حَتّٰی یَنْفُضَھُمَا یعنی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے موزے اس وقت تک نہ پہنے جب تک انہیں جھاڑ نہ لے۔“[1]

❀...**دوسری رخصت ”تَیَمُّم“**[2]: سفر کی دوسری رخصت یہ ہے کہ بوقتِ عذر پانی کے بدلے مٹی سے تَیَمُّم کرلے۔ پانی ملنا دشوار ہو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ پانی منزل (پڑاؤ کی جگہ) سے اتنا دور ہو کہ اگر وہاں تک جائے تو چیخ و پکار سے قافلہ والوں کی مدد نہ پہنچ سکے، یہ وہ فاصلہ ہے کہ منزل والے قضائے حاجت کے لئے اتنی دور نہیں جایا کرتے۔

مسئلہ: اگر پانی تک پہنچنے میں دشمن یا درندے کا خوف ہو تو بھی تَیَمُّم جائز ہے اگرچہ پانی قریب ہو۔

مسئلہ: اگر آج یا کل پیاس کے سبب پانی پینے کی محتاجی ہو اور مزید پانی مفقود ہو تو بھی تَیَمُّم جائز ہے۔

مسئلہ: اگر رفقا میں سے کوئی ایک پیاس کے سبب پانی کا محتاج ہو تو اس پانی سے وضو جائز نہیں اور پانی والے پر لازم ہے کہ قیمتاً یا بلا قیمت اس پیاسے کو پانی پلادے (اور خود تَیَمُّم پر اکتفا کرے)۔

مسئلہ: اگر شوربا پکانے یا گوشت پکانے یا روٹی وغیرہ بھگونے کے لئے پانی کی حاجت ہو تو تَیَمُّم جائز نہیں بلکہ لازم ہے کہ خشک روٹی پر اکتفا کرے اور شوربا پکانا ترک کردے۔

مسئلہ: جس کے پاس وضو کے لئے پانی نہیں اگر کوئی اسے پانی ہبہ کردے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور اگر کوئی پانی کی قیمت ہبہ کرے تو قبول کرنا واجب نہیں کیونکہ اس میں احسان کے معنی پائے جاتے ہیں۔

مسئلہ: اگر پانی رائج قیمت کے بدلے بیچا جارہا ہو تو خریدنا لازم ہے اور اگر رائج قیمت سے زیادہ میں بیچا جارہا ہو تو

---

1 ...المعجم الکبیر، ۸/۱۳۷، الحدیث: ۷۶۲۰

2 ...فقہ حنفی کے مطابق تَیَمُّم سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 344 تا 362 کا مطالعہ کیجئے!

خریدنا لازم نہیں۔

مسئلہ: پانی کی عدم موجودگی میں تَیَمُّم کا ارادہ کرے تو پہلے اس پر لازم ہے کہ جہاں تک تلاش کرکے پانی تک پہنچنا ممکن ہو تلاش کرے یعنی منزل (پڑاؤ کی جگہ) کے ارد گرد اور سواری پر دیکھے، برتن وغیرہ دیکھے شاید ان میں کچھ بچا ہوا ہو[1]۔ اگر پانی سواری پر (کجاوے میں) تھا اور یہ بھول گیا یا کنواں قریب تھا اور یہ بھول گیا (اور تَیَمُّم کرکے نماز پڑھ لی) تو نماز کا اعادہ لازم ہے کیونکہ اس نے تلاش کرنے میں کوتاہی کی[2]۔

مسئلہ: اگر یقین ہو کہ آخری وقت میں پانی پالے گا تو اَولیٰ یہ ہے کہ تَیَمُّم کرکے اول وقت میں نماز پڑھ لے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں[3]۔ نیز اول وقت میں نماز ادا کرنا رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حکایت: موت کو ہر وقت یاد رکھو:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ایک بار تَیَمُّم کیا تو ان سے عرض کی گئی: "آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تَیَمُّم کررہے ہیں حالانکہ مدینہ کی دیواریں آپ کو دیکھ رہی ہیں؟" تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "کیا میں وہاں پہنچنے تک زندہ رہوں گا؟"

مسئلہ: اگر نماز شروع کرنے کے بعد پانی پائے (یعنی نظر آئے) تو نہ نماز باطل ہوگی اور نہ ہی وضو لازم ہوگا اور

---

1 ...احناف کے نزدیک: یہ ہے کہ جس جگہ موجود ہے وہاں چاروں طرف ایک ایک میل پانی کا پتا نہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ میل کے اندر پانی نہیں ہے تو تلاش کرنا ضروری نہیں پھر اگر تَیَمُّم کرکے نماز پڑھ لی اور نہ تلاش کیا نہ کوئی ایسا ہے جس سے پوچھے اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانی یہاں سے قریب ہے تو نماز کا اعادہ نہیں مگر یہ تَیَمُّم اب جاتا رہا اور اگر کوئی وہاں تھا مگر اس نے پوچھا نہیں اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانی قریب ہے تو (نماز کا) اعادہ چاہئے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۱/ ۳۴۷)

2 ...احناف کے نزدیک: جو نہ آبادی میں ہو نہ آبادی کے قریب اور اس کے ہمراہ پانی موجود ہے اور یاد نہ رہا اور تَیَمُّم کرکے نماز پڑھ لی ہوگئی اور اگر آبادی یا آبادی کے قریب میں ہو تو اعادہ کرے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۳۴۷)

3 ...احناف کے نزدیک: اگر یہ گمان ہے کہ میل کے اندر تو پانی نہیں مگر میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر مل جائے گا تو مستحب کہ نماز کے آخری وقتِ مستحب تک تاخیر کرے یعنی عصر و مغرب و عشاء میں اتنی دیر نہ کرے کہ وقت کراہت آجائے۔ اگر تاخیر نہ کی اور تَیَمُّم کرکے پڑھ لی تو ہوگئی۔ (بہار شریعت، ۱/ ۳۴۸)

اگر نماز شروع کرنے سے پہلے پانی پالے تو وضو لازم ہے[1]۔

تَیَمُّم کا طریقہ:

جب تلاش وبسیار کے باوجود پانی نہ پائے تو ایسی پاک مٹی سے تَیَمُّم کرے جس سے غبار اڑتا ہو[2]۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر ہاتھوں کو ایک بار زمین پر مارے اور چہرے پر مسح کرے، پھر انگوٹھی اتارے اور اپنی انگلیوں کو کشادہ کرکے دوسری ضرب مار کر دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرے اگر ایک بار ہاتھ مارنے سے پورے ہاتھوں پر مٹی نہ لگے تو دوبارہ مارلے[3]۔ تَیَمُّم کا طریقہ ہم "**کتابُ الطَّہارَت**" میں تفصیلاً بیان کر آئے ہیں۔

تَیَمُّم کے احکام:

مسئلہ: ایک تَیَمُّم سے فرض نماز پڑھنے کے بعد جتنے چاہے نفل پڑھے لیکن دوسری فرض نماز کے لئے دوبارہ تَیَمُّم کرنا ضروری ہے یعنی ایک تَیَمُّم سے دو فرض نمازیں پڑھنا جائز نہیں[4]۔

مسئلہ: فرض نماز کے لئے وقت شروع ہونے سے پہلے تَیَمُّم نہیں کرسکتا اگر کرلیا تو وقت داخل ہونے کے

1... **احناف کے نزدیک:** دورانِ نماز پانی پر قادر ہونے کی صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی اور وضو کرکے دوبارہ پڑھی جائے گی۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۱/ ۳۴۸)

2... **احناف کے نزدیک:** تَیَمُّم اس چیز سے ہوسکتا ہے جو جنسِ زمین سے ہو اور جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اس سے تَیَمُّم جائز نہیں۔ جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تَیَمُّم جائز ہے۔ ریتا، چونا، سرمہ، گندھک، مردہ سنگ، گیرو، پتھر، زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ جواہر سے تَیَمُّم جائز ہے اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔ (بہار شریعت، ۱/ ۳۵۷، ملتقطاً)

3... **احناف کے نزدیک:** تَیَمُّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کرکے کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو مار کر لوٹ لیں (آگے پیچھے کی جانب حرکت دے لیں) اور زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں اور اس سے سارے مونھ کا مسح کریں پھر دوسری مرتبہ یوہیں کریں اور دونوں ہاتھوں کا ناخن سے کہنیوں سمیت مسح کریں۔ (بہار شریعت، ۱/ ۳۵۳)

4... **احناف کے نزدیک:** ایک تَیَمُّم سے جس قدر فرائض ونوافل پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

(الهدایه، کتاب الطهارات، باب التیمم، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۹)

بعد اعادہ ضروری ہے[1]۔

مسئلہ: چہرے کا مسح کرتے وقت نماز مباح کرنے کی نیت کرے۔

مسئلہ: اگر اتنا پانی ملے جس سے بعض اعضائے وضو دھوئے جاسکتے ہوں تو اتنے اعضاء کو دھولے پھر اس کے بعد مکمل تَیَمُّم کرلے۔

فرض نماز سے متعلق رخصتوں کی تفصیل:

❀... **تیسری رخصت "قصر کرنا"[2]:** مسافر کے لئے رخصت ہے کہ وہ ظہر، عصر اور عشا کی نماز قصر پڑھے (یعنی چار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت ادا کرے) لیکن اس کے لئے تین شرطیں ہیں: (۱)... یہ نمازیں اپنے وقت میں ادا کرے، اگر قضا ہو گئیں تو اظہر (زیادہ ظاہر) یہ ہے کہ پوری پڑھے[3]۔ (۲)... قصر کی نیت بھی کرے، اگر پوری پڑھنے کی نیت کی یا شک ہوا کہ قصر کی نیت کی تھی یا پوری پڑھنے کی تو پوری پڑھنا لازم ہے۔ (۳)... مقیم کی اقتدا کرے نہ ہی پوری پڑھنے والے مسافر کی اگر ایسے کی اقتدا کی تو پوری پڑھنا لازم ہے بلکہ اگر یہ شک ہوا کہ امام مقیم ہے یا مسافر تو بھی پوری پڑھنی ہو گی اگرچہ بعد میں اس کا مسافر ہونا متعین ہو جائے کیونکہ مسافر کا حال مخفی نہیں رہتا، لہٰذا نیت کے وقت ہی تحقیق کرلے۔

---

❶... **احناف کے نزدیک:** فرض نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے بھی تَیَمُّم کرنا جائز ہے۔

(الجوهرة النيرة، كتاب الطهارات، باب التيمم، الجزء الاول، ص ٣٠)

❷... فقہ حنفی کے مطابق قصر یعنی چار رکعت والی (فرض) نماز دو رکعت ادا کرنا (مسافر کی نماز) سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 739 تا 752** کا مطالعہ کیجئے!

❸... احناف کے نزدیک: جو نماز جیسی فوت ہوئی اس کی قضا ویسی ہی پڑھی جائے گی، مثلاً سفر میں نماز قضا ہوئی تو چار رکعت والی دو ہی پڑھی جائے گی اگرچہ اقامت کی حالت میں پڑھے اور حالت اقامت میں فوت ہوئی تو چار رکعت والی کی قضا چار رکعت ہے اگرچہ سفر میں پڑھے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۷۰۳)

قَصْر سے متعلق متفرق مسائل:

مسئلہ: امام کا مسافر ہونا معلوم ہو مگر اس میں شک ہو کہ امام نے قصر کی نیت کی ہے یا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نیت پر مطلع ہونا ممکن نہیں۔ یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ سفر مباح اور طویل ہو۔

سفر کی حد ابتدا و انتہا کے اعتبار سے مشکل ہے اس لئے کہ اس کی معرفت ضروری ہے اور موضعِ اقامت (یعنی اقامت کی جگہ) سے معلوم مقام کی طرف نیت کے ساتھ منتقل ہونے کا نام سفر ہے تو بے مقصد سفر کرنے والے کو قصر کی رخصت نہیں[1]۔

مسئلہ: جب تک شہر کی آبادی سے باہر نہ ہو تب تک مسافر نہ ہو گا فنائے شہر (شہر کے قرب وجوار کے میدان) اور ان باغوں سے نکل جانا ضروری نہیں جہاں اہل شہر سیر وغیرہ کے لئے جایا کرتے ہیں۔

مسئلہ: دیہات کے رہنے والوں کے لئے چار دیواری والے باغوں سے نکل جانا ضروری ہے اور جو باغات چار دیواری کے علاوہ ہیں ان سے نکل جانا ضروری نہیں۔

مسئلہ: مسافر اگر بھولی ہوئی چیز لینے واپس شہر آگیا، اگر یہ شہر اس کا وطن ہے تو جب تک آبادی سے باہر نہ چلا جائے قصر نہیں کر سکتا اور اگر اس کا وطن نہیں تو اسے رخصت ہے کیونکہ وہ شہر سے نکل جانے کی وجہ سے مسافر ہو چکا تھا۔

سفر کی انتہا اور مقیم ہونے کی شرائط:

سفر کی انتہا تین چیزوں میں سے ایک پر ہو گی (یعنی مقیم ہونے کی تین شرطیں ہیں): (۱)...جس شہر میں اقامت کا عزم ہے اس کی آبادی میں پہنچ جانا۔ (۲)...کسی جگہ تین دن یا اس سے زائد دن اقامت کی نیت کر لینا خواہ

---

[1]...احناف کے نزدیک: یہ رخصت کہ مسافر کے لئے ہے، مطلق ہے اس کا سفر جائز کام کے لئے ہو یا ناجائز کے لئے بہر حال مسافر کے احکام اس کے لئے ثابت ہوں گے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۷۴۴)

شہر ہو یا جنگل[1]۔(۳)...اقامت کی صورت ہو اگرچہ اقامت کی نیت نہ کی ہو، جیسا کہ کسی شہر میں آئے اور آنے والے دن (یعنی جس دن آیا اس) کے علاوہ تین دن وہاں رہ لیا تو اب قصر کی رخصت نہیں اور اگر اس نے اقامت کی نیت نہ کی ہو اور اسے کوئی ایسا کام ہو کہ ہر روز ہی اس کے پورا ہو جانے کی امید ہو لیکن وہ مُتَاَخَّر سے متاخر ہوتا چلا جائے تو دو قولوں میں سے قریب از قیاس قول کے مطابق اسے رخصتِ قصر ہو گی اگرچہ مدت کتنی ہی لمبی ہو کیونکہ وہ دل سے متحرک اور صورتاً وطن سے مسافر ہے اور قلبی بے قراری کے ہوتے ہوئے بظاہر ایک جگہ پر ٹھہرے رہنے میں کوئی حرج نہیں اور جس کام کے لئے وہ رکا ہوا ہے وہ جنگ ہو یا کوئی اور اس میں کوئی فرق نہیں، نہ مدت کے کم یا زیادہ ہونے میں کوئی فرق ہے اور نہ ہی اس میں کہ یہ تاخیر بارش کی وجہ سے ہو جس کا تین دن باقی رہنا یقینی نہیں یا کسی اور کام کی وجہ سے کیونکہ حضور نبیِّ اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک غزوہ میں 18 دن تک ایک ہی جگہ قصر کی[2] اور ظاہر امر یہ ہے کہ اگر قتال کی مدت طویل ہو جائے تو قصر کی مدت بھی بڑھ جائے گی کیونکہ 18 دن کی تعیین کی کوئی وجہ نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قصر کرنا سفر کی وجہ سے تھا نہ کہ دشمن کے مقابل ہونے کی وجہ سے۔

طویل سفر کی مقدار:

طویل سفر سے مراد یہ ہے کہ وہ سفر کم از کم دو مرحلے ہو ایک مرحلہ آٹھ فَرْسَخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل کا اور ہر میل چار ہزار قدم کا اور ایک قدم تین پاؤں کا ہوتا ہے[3]۔

---

❶...**احناف کے نزدیک:** نیت اقامت صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں: (۱)...چلنا ترک کرے اگر چلنے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہیں۔(۲)...وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا غیر آباد ٹاپُو میں اقامت کی نیت کی مقیم نہ ہوا (۳)...پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہو گا۔(۴)...یہ نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو اگر دو موضعوں (جگہوں) میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو، مثلاً ایک میں دس دن دوسرے میں پانچ دن کا تو مقیم نہ ہو گا (۵)... اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع نہ ہو۔(۶)...اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔(بہار شریعت، ۱/ ۷۴۴)

❷...سنن ابی داود، کتاب صلاۃ المسافر، باب متی یتم المسافر؟، ۲/ ۱۶، الحدیث: ۱۲۲۹

❸...**احناف کے نزدیک:** شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو ساڑھے 57 میل (تقریباً 92 کلومیٹر) کے فاصلے تک جانے کے ارادے سے اپنے مقام اقامت مثلاً شہر یا گاؤں سے باہر ہو گیا۔(فتاوی رضویہ، ۱/ ۲۷۰، ملخصاً)

سفرِ مباح کا مطلب:

سفر کے مباح ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص والدین کی نافرمانی کر کے ان کی اجازت کے بغیر سفر نہ کر رہا ہو، غلام اپنے آقا سے بھاگ کر سفر نہ کر رہا ہو، عورت اپنے شوہر سے بھاگ کر سفر نہ کر رہی ہو، نہ ہی قرض دار باوجود فراخ دستی (یعنی قرض ادا کرنے کی قدرت) کے قرض خواہ سے بھاگ کر سفر کر رہا ہو، اسی طرح ڈاکازنی یا کسی انسان کے قتل یا ظالم بادشاہ سے حرام وظیفہ لینے یا مسلمانوں میں فساد ڈالنے کے ارادے سے سفر نہ ہو۔

الحاصل انسان کسی غرض کے لئے ہی سفر کرتا ہے اور وہی غرض اسے سفر پر ابھارتی ہے۔ اگر اس غرض کا حصول حرام ہو اور اگر وہ غرض نہ ہوتی تو یہ سفر بھی نہ کرتا (یعنی اس کا یہ سفر خالصتاً اس حرام غرض کو حاصل کرنے کے لئے ہو) تو اس کا سفر کرنا گناہ ہے اور اس کے لئے قصر بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: بحالتِ سفر شراب وغیرہ پی کر فِسْق و فُجُور کرنے سے قصر کی رخصت ختم نہیں ہوتی، البتہ! ہر وہ سفر جس سے شریعت منع کرتی ہے اس پر قصر کی رخصت دے کر مدد نہیں کی جائے گی۔

مسئلہ: اگر سفر کا باعث دو چیزیں ہوں: ایک مباح ہو اور دوسری ممنوع اور حالت یہ ہو کہ اگر سببِ ممنوع نہ ہوتا تب بھی سببِ مباح ہی سفر پر ابھارتا تو ایسی صورت میں اسے قصر کی رخصت ہے۔

مسئلہ: صوفیائے کرام جو محض جسمانی کُلْفَت دور کرنے کے لئے مختلف شہروں میں گھومتے اور ان کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کے لئے رخصت کے بارے میں اختلاف ہے اور مختار قول یہ ہے کہ انہیں قصر کی رخصت ہے۔

❀...**چوتھی رخصت "دو نمازوں کو جمع کرنا"**[1]: عصر کی نماز کو ظہر کے وقت میں یا ظہر کی نماز کو عصر

---

[1] ...جمع بینَ الصَّلاتَیْن (دو نمازوں کو جمع کرنے) سے **متعلق احناف کا موقف: اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبیِّ کریم عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے نماز کی صحت نہ اُس کے بعد تاخیر کی اجازت، ظہرین (ظہر و عصر) عرفہ وعشائین (مغرب وعشا) مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفراً حضراً ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم واحادیث صحاح سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کی ممانعت... بقیہ اگلے صفحہ پر...

کے وقت میں جمع کرنا اور ایسے ہی مغرب کی نماز کو عشا یا عشا کی نماز کو مغرب کے وقت میں جمع کرنا لمبے اور مباح سفر میں جائز ہے اور چھوٹے سفر میں ان کے جائز ہونے کے بارے میں دو قول ہیں۔

دو نمازوں کو جمع کرنے سے متعلق متفرق مسائل:

مسئلہ: اگر عصر کو ظہر کی طرف مقدم کرے تو ظہر و عصر کو ان کے وقتوں میں جمع کرنے کی نیت ظہر کی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے کرلے۔

مسئلہ: ظہر کے لئے اذان و اقامت دونوں کہے اور ظہر سے فارغ ہونے پر عصر کے لئے صرف اقامت کہے۔

... پر شاہد عدل ہیں۔ یہی مذہب ہے جید صحابۂ کرام، تابعین عظام، ائمۂ دین و اکابر تبع تابعین رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم (کا) ہے: **جمع فعلی** جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقتِ عصر آگیا اب فوراً عصر اول وقت پڑھ لی، ہوئیں تو دونوں اپنے اپنے وقت اور فعلاً و صورۃً مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشا کا وقت ہو گیا وہ پڑھ لی، ایسا ملانا بعذر مرض و ضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے ہمارے علمائے کرام بھی اس کی رخصت دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش، سفر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کردے اور دوسری میں جلدی کرکے اول وقت میں ادا کرے، اس طرح دونوں کو جمع کرلے، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے وقت میں۔ دوسری قسم **جمع وقتی** ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔ اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں: **جمع تقدیم** کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اس کے ساتھ ہی متصلاً بلافصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں، اور **جمع تاخیر** کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت واختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اس وقت کی نماز ادا کریں گے، یہ دونوں صورتیں بحالتِ اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں۔ ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا (تو) نماز اخیر محض باطل و ناکارہ جائے گی جب اس کا وقت آئے گا فرض ہوگی نہ پڑھے گا ذمے پر رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہ گار ہوگا عمداً نماز قضا کردینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اُتر جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ "مخرجہ"، ۵/ ۱۶۰ تا ۱۶۳، ملتقطاً)

نوٹ: جمع بین الصلاتین سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **فتاویٰ رضویہ مخرجہ، جلد 5، صفحہ 159 تا 313** کا مطالعہ کیجئے!

مسئلہ: اگر تَیَمُّم کرکے نماز پڑھ رہا تھا تو عصر کے لئے دوبارہ تیمم کرے اور ظہر و عصر کے درمیان تَیَمُّم و اقامت کے علاوہ کوئی کام نہ کرے۔

مسئلہ: اگر عصر کو ظہر سے پہلے پڑھا تو جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر عصر کی تکبیر تحریمہ کے وقت جمع کی نیت کرلی تو امام مزنی کے نزدیک جائز ہے اور قیاس کی رو سے بھی درست ہے کیونکہ تقدیم نیت کے واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور شریعت نے جمع کو جائز قرار دیا ہے اور یہ صورت جمع ہی کی ہے اور رخصت عصر میں ہی ہے تو اسی میں نیت کرنا کافی ہے اور جہاں تک ظہر کا تعلق ہے تو وہ قانون کے مطابق پڑھی جاتی ہے۔

مسئلہ: فرائض سے فارغ ہو کر دونوں نمازوں کی سنتوں کو بھی جمع کرنا چاہئے عصر کے بعد تو کوئی سنت نہیں، البتہ! ظہر کے بعد والی سنتیں عصر سے فارغ ہونے کے بعد پڑھے سواری پر پڑھ لے خواہ ٹھہر کر کیونکہ اگر ظہر کی سنتیں عصر کے فرضوں سے پہلے پڑھے گا تو ظہر و عصر میں اتصال نہ رہے گا جو کہ ایک طرح سے واجب تھا۔

مسئلہ: اگر ظہر و عصر کی پہلی چار سنتیں پڑھنا چاہے تو انہیں بھی دونوں فرضوں سے پہلے جمع کرلے یعنی اس ترتیب سے پڑھے: پہلے ظہر کی چار سنت قبلیہ پھر عصر کی چار سنت قبلیہ پھر ظہر کے فرض پھر عصر کے فرض پھر ظہر کے فرضوں کے بعد کی دو سنتیں۔

مسئلہ: سفر میں نوافل چھوڑ دینا مناسب نہیں کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں فوت ہونے والا ثواب ملنے والے نفع سے زیادہ ہے بالخصوص اس صورت میں کہ شرع نے اس میں تخفیف کردی اور سواری پر ان کی ادائیگی کی اجازت دی تاکہ ان کی وجہ سے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ نہ جائے۔

مسئلہ: اگر ظہر کو مؤخر کرکے عصر کے ساتھ جمع کرے تو بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھے اور ظہر کی سنتِ مؤکدہ عصر کے بعد وقتِ مکروہ میں پڑھنے کی پروا نہ کرے کیونکہ جس نماز کے لئے کوئی سبب ہو وہ اس وقت میں

مکروہ نہیں (یہ شوافع کا موقف ہے)۔

مسئلہ: مغرب وعشااور وتر میں بھی یونہی کرے اور جب عشا کو مقدم کر کے مغرب کے وقت میں پڑھے یا مغرب کو مؤخر کر کے عشا کے وقت میں پڑھے تو دونوں نمازوں کے فرضوں سے فارغ ہو کر تمام سنتیں موکدہ پڑھے اور اختتام وتر پر ہو۔

مسئلہ: اگر ظہر کا وقت نکلنے سے پہلے اس کے دل میں ظہر کا خیال ہو تو چاہئے کہ عصر کے ساتھ جمع کر کے ادا کرنے کی نیت کرلے تو یہ نیتِ جمع ہے کیونکہ دل کا اس نیت سے خالی ہونا دو وجوہات کی بنا پر ہو سکتا ہے یا تو نماز ترک کرنے کی نیت ہو گی یا نمازِ ظہر کو عصر کے وقت سے بھی موخر کرنے کی نیت ہو گی اور یہ دونوں باتیں حرام ہیں اور اگر ظہر کی نماز یاد ہی نہ ہو حتی کہ اس کا وقت نکل جائے (اور یاد نہ آنا) یا تو نیند کی وجہ سے ہو یا کسی اور مشغولیت کی وجہ سے تو ظہر کو عصر کے ساتھ ادا کر سکتا ہے، اس صورت میں گناہ گار ہو گا کیونکہ سفر جس طرح نماز ادا کرنے سے غافل کر دیتا ہے اسی طرح کبھی نماز کی یاد سے بھی غافل کر دیتا ہے۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ظہر کی نماز ادا صرف اسی صورت میں کہلائے کہ ظہر کے وقت میں ہی ادا کرنے کا عزم کرلیا ہو لیکن اظہر (زیادہ ظاہر) یہ ہے کہ سفر میں ظہر و عصر کا وقت ان دونوں نمازوں کے لئے مشترک ہے یہی وجہ ہے کہ حائضہ اگر سفر میں غروب سے پہلے پاک ہو گئی تو اسے ظہر بھی قضاء کرنا ہو گی، اسی وجہ سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ظہر کو موخر کرنے کی صورت میں ظہر و عصر کے درمیان موالات (پے درپے کرنا) اور ترتیب شرط نہیں ہونی چاہئے لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ عصر کو ظہر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ظہر سے فراغت کے بعد والا وقت ہی عصر کا وقت رکھا گیا ہے کیونکہ یہ بہت بعید ہے کہ جو ظہر کو ترک کرنے یا موخر کرنے کا عزم کئے ہوئے ہو وہ عصر میں مشغول ہو جائے۔

ترکِ جمعہ بھی سفر کی رخصتوں میں سے ایک رخصت ہے اور یہ بھی نمازوں کے فرائض سے متعلق ہے۔

اگر عصر کی نماز پڑھنے کے بعد اقامت کی نیت کرلی اور عصر کا وقت پالیا تو اس پر عصر کی نماز دوبارہ پڑھنا لازم

ہے[1] اور جو نماز پہلے پڑھی تھی وہ اس وقت کفایت کرتی جب کہ عصر کا وقت نکلنے تک عذرِ سفر باقی رہتا۔

❀...**پانچویں رخصت "سواری پر نفل پڑھنا"**[2]: پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نفل نماز سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے سواری کا رخ جس جانب بھی ہوتا اور بعض اوقات وتر بھی سواری پر ادا فرما لیتے تھے[3]۔[4] سواری پر نفل پڑھنے والے کے لئے رکوع و سجود کی بجائے اشارہ کرنا ہے اور سجدہ میں رکوع کی بنسبت زیادہ جھکے لیکن اتنا جھکنا ضروری نہیں کہ جانور کی وجہ سے کوئی مسئلہ (پریشانی) ہو۔

اگر آرام گاہ (بستر) میں نماز پڑھ رہا ہو تو رکوع و سجود پورے کرے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔ سواری پر نماز پڑھنے کی صورت میں استقبال قبلہ نہ شروع میں واجب ہے اور نہ ہی درمیان میں بلکہ راستہ کا رخ قبلہ کا بدل (قائم مقام ہے)، تو چاہئے کہ پوری نماز میں یا تو وہ قبلہ رو رہے یا راستہ کی جانب متوجہ رہے تاکہ اس کے لئے ایسی جہت ہو جائے جس میں یہ ثابت رہے، لہٰذا اگر جان بوجھ کر سواری کا رخ قبلہ کے علاوہ کسی اور جانب پھیرا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگر بھولے سے پھیرا اور وقت کم گزرا تھا تو فاسد نہ ہوگی اور اگر زیادہ دیر گزر گئی تو نماز فاسد ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

1...**احناف کے نزدیک:** قصر اور پوری پڑھنے میں آخر وقت کا اعتبار ہے جبکہ پڑھ نہ چکا ہو، فرض کرو کسی نے نماز نہ پڑھی تھی اور وقت اتنا باقی رہ گیا ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ لے اب مسافر ہو گیا تو قصر کرے اور مسافر تھا اس وقت اقامت کی نیت کی تو چار پڑھے۔ (بہارشریعت، ۱/ ۷۴۹)

2...فقہ حنفی کے مطابق سواری پر نفل پڑھنے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 671 تا 674** کا مطالعہ کیجئے!

3... جانور اور چلتی گاڑی پر اور اس گاڑی پر جس کا جوا (وہ لکڑی جو ہل یا گاڑی کھینچنے والے بیلوں کے کندھے پر رکھی جاتی ہے) جانور پر ہو بلا عذر شرعی فرض و سنت فجر و تمام واجبات جیسے وتر و نذر اور نفل جس کو توڑ دیا ہو اور سجدۂ تلاوت جب کہ آیت سجدہ زمین پر تلاوت کی ہو ادا نہیں کر سکتا اور اگر عذر کی وجہ سے ہو تو اُن سب میں شرط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو (سواری کو) قبلہ رو کھڑا کر کے ادا کرے ورنہ جیسے بھی ممکن ہو۔ (بہار شریعت، ۱/ ۶۷۳)

4...صحیح البخاری، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب صلاۃ التطوع علی الدواب... الخ، ۱/ ۳۷۴، الحدیث: ۱۰۹۳ تا ۱۰۹۵

اگر جانور بِدکا اور راستہ سے پھر گیا تو بھی نماز باطل نہ ہو گی کیونکہ یہ اکثر وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے اور اس پر سجدہ سہو واجب نہیں کیونکہ جانور کا بدکنا اس شخص کی طرف منسوب نہیں بخلاف بھول کر پھیرنے والے کے کہ اس صورت میں اشارے سے سجدہ سہو کرے (یعنی بھولنے کی صورت میں پھر جائے تو سجدہ سہو ہے جب کہ جانور کے بدکنے کی صورت میں نہیں)۔

❀...**چھٹی رخصت "دورانِ سفر پیدل چلتے ہوئے نفل پڑھنا"**: سفر میں پیدل چلنے والے کے لئے نفل پڑھنا جائز ہے، رکوع و سجود اشارے سے کرے اور تشہد کے لئے بھی نہ بیٹھے کیونکہ بیٹھنا لازم قرار دینے سے تو رخصت کا فائدہ ہی باطل ہو جائے گا (یہ شوافع کے نزدیک ہے)۔

اس کا حکم بھی سوار کے حکم کی طرح ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے کیونکہ پیدل چلنے والے پر ایک لمحہ کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا مشکل نہیں بخلاف سوار کے کہ جانور کو پھیرنے میں کچھ نہ کچھ مشکل ہوتی ہے اگرچہ لگام اس کے ہاتھ میں ہی ہو اور بعض اوقات نماز کی کثرت ہوتی ہے تو اس وقت یہ مشکل اور زیادہ ہو جائے گی۔

مسافر کو چاہئے کہ تر نجاست پر جان بوجھ کر نہ چلے، اگر چلے گا تو نماز باطل ہو جائے گی بخلاف سوار ہونے کی صورت میں کہ اگر جانور نجاست پر چلے گا تو نماز باطل نہ ہو گی۔ نیز مسافر پر پیدل چلتے ہوئے ان نجاستوں سے بچنے میں مبالغہ کرنا واجب نہیں جن سے راستہ عام طور پر خالی نہیں ہوتا۔

ہر وہ شخص جو دشمن یا سیلاب یا درندے سے بھاگا ہو وہ ہمارے بیان کردہ طریقے کے مطابق نفل کی طرح فرض نماز بھی سواری پر یا پیدل پڑھ سکتا ہے۔

❀...**ساتویں رخصت "روزہ مؤخر کرنے کی اجازت"**[1]: مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر یہ کہ

---

[1]...سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 1002 تا 1005** کا مطالعہ کیجئے!

جب صبح مقیم ہونے کی حالت میں کرے تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا لازم ہے اور اگر صبح اس حالت میں کی کہ مسافر اور روزہ دار تھا پھر مقیم ہو گیا تو اس پر اس دن کا روزہ پورا کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: مسافر اگر ایسی حالت میں مقیم ہوا کہ روزہ دار نہ تھا تو باقی دن کھانے پینے سے رکے رہنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر اس حالت میں صبح کی کہ مسافر تھا اور روزہ کا عزم کئے ہوئے تھا تو یہ اس پر لازم نہ ہوا بلکہ اسے اختیار ہے کہ جب چاہے افطار کرے۔

سفر میں ضَرَر نہ ہونے کی صورت میں روزہ رکھنا افضل ہے:

سفر میں روزہ رکھنا چھوڑنے سے افضل ہے جبکہ نماز قصر پڑھنا پوری پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ اس صورت میں اختلاف کے شبہہ سے نکل جانا ہے۔ روزہ رکھنے کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں قضا لازم نہ ہو گی بخلاف ترک کے کہ اس صورت میں قضا لازم ہے اور بعض اوقات کسی وجہ سے قضا کا روزہ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے تو ذمہ پر باقی رہتا ہے۔ البتہ! اگر روزہ کے باعث ضرر (نقصان) کا اندیشہ ہو تو ترک کرنا افضل ہے۔

خلاصۂ کلام:

یہ سات رخصتیں ہیں ان میں سے تین طویل سفر سے متعلق ہیں: (۱)... ظہر، عصر اور عشا قصر پڑھنا (۲)... روزہ مؤخر کرنا (۳)... تین دن تک موزوں پر مسح کرنا۔ جبکہ دو مطلق سفر سے متعلق ہیں خواہ سفر طویل ہو یا قصیر (یعنی تھوڑا): (۱)... جمعہ کا ساقط ہونا (۲)... تیمم کر کے نماز ادا کرنے کی صورت میں قضا کا ساقط ہونا۔

جبکہ سواری پر یا پیدل چلتے ہوئے نفل نماز پڑھنے میں اختلاف ہے اور اَصَحّ (زیادہ درست) یہ ہے کہ یہ چھوٹے سفر میں جائز ہے اور جمع بین الصلاتین (دو نمازوں کو جمع کرنے) کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور اظہر (زیادہ ظاہر) یہ ہے کہ یہ طویل سفر کے ساتھ خاص ہے۔

سواری پر یا پیدل چلتے ہوئے فرض نماز پڑھنا خوف کی وجہ سے ہے سفر کے ساتھ اس کا تعلق نہیں، اسی طرح مردار کھانا اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تَیَمُّم کرکے نماز پڑھنا بھی سفر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سفر و حضر (حالت اقامت) اس میں مشترک ہے جب بھی اس کے اسباب پائے جائیں گے اس پر عمل کرنا جائز ہوگا۔

مسافر پر ان رخصتوں کا علم سیکھنا کب واجب ہے؟

سوال: مسافر پر سفر شروع کرنے سے پہلے ان رخصتوں کا علم سیکھنا واجب ہے یا مستحب؟ **جواب:** اگر اس کا ارادہ ہو کہ وہ سفر میں موزوں پر مسح کرنے، نماز قصر کرنے، دو نمازوں کو جمع کرنے اور روزہ نہ رکھنا ترک کردے گا اور ایسے ہی سواری پر اور پیدل چلتے ہوئے نفل نہیں پڑھے گا تو اس پر ان تمام صورتوں میں رخصتوں کا علم حاصل کرنا واجب نہیں کیونکہ رخصتوں پر عمل کرنا اس پر واجب نہیں ہے[1]۔

بہر حال تَیَمُّم کی رخصت کا علم حاصل کرنا پھر بھی ضروری ہے کیونکہ پانی کا مفقود ہونا اس کی قدرت میں نہیں۔ البتہ! اگر نہر کے کنارے سفر کر رہا ہو اور اعتماد ہو کہ پانی باقی رہے گا یا کسی عالم کی مَعِیَّت میں سفر کر رہا ہو اور بوقت ضرورت اس سے مسئلہ پوچھنے کی قدرت رکھتا ہو تو پھر اسے رخصت ہے کہ وقتِ حاجت تک علم سیکھنا مؤخر کردے۔ لیکن اگر پانی مفقود ہونے کا گمان ہو اور کوئی عالم بھی ساتھ نہ ہو تو پھر اس پر تَیَمُّم کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔

سوال جواب:

سوال: تَیَمُّم کی حاجت نماز کے لئے ہوتی ہے اور جس نماز کا ابھی تک وقت داخل نہیں ہوا اس کی طہارت (پاکی) کے مسائل کا علم سیکھنا کیونکر واجب ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واجب ہی نہ ہو؟ اس کا

---

[1] **...احناف کے نزدیک:** مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۷۴۳) لہٰذا **احناف کے نزدیک:** مسافر پر قصر نماز سے متعلق مسائل کا علم حاصل کرنا واجب ہے۔

جواب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے اور کعبہ مُعَظَّمَہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا کے درمیان ایک سال کی مسافت ہو تو اس کے لئے حج کے مہینے آنے سے پہلے ہی سفر شروع کر دینا ضروری ہو گا اور اگر اسے گمان ہو کہ راستے میں اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جس سے یہ حج کے مناسک سیکھ سکے تو لازمی طور پر اس کے لئے سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مناسک حج کا علم حاصل کرنا ضروری ہو گا کیونکہ اصل زندہ رہنا اور مقصود کو پہنچنے تک زندگی کا باقی رہنا ہے اور ہر وہ شے جس کے بغیر کسی واجب کی ادائیگی تک نہ پہنچا جا سکے وہ شے بھی واجب ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جس کا وُجوب غلبۂ ظن اور ظاہری طور پر متوقع ہو اور اس کی کوئی ایسی شرط بھی ہو کہ جسے پائے بغیر واجب تک رسائی ناممکن ہو تو ضروری طور پر پہلے شرط کے بارے میں سیکھنا واجب ہو گا۔ مثلاً حج کے اوقات اور اسے ادا کرنے سے پہلے مَنَاسِکِ حج کا علم سیکھنا، لہٰذا مسافر کو بقدرِ ضرورت تَیَمُّم کے مسائل سیکھے بغیر سفر شروع کرنا جائز نہیں۔ نیز اگر اس کا ارادہ بقیہ تمام رخصتوں پر عمل کا ہو تو اس پر ان رخصتوں کا بھی بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا فرض ہے کیونکہ اگر اسے سفر کی رخصت پر عمل کرنے کی جائز مقدار معلوم نہ ہو گی تو اس کے لئے اس پر اکتفا کرنا ممکن نہیں ہو گا۔

سوال: اگر مسافر نے سواری پر اور پیدل چلتے ہوئے نفل پڑھنے کا طریقہ نہ سیکھا تو کیا نقصان ہے زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ اگر اس نے (بغیر سیکھے) نماز پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہو گی۔ نیز نفل نماز اس پر واجب ہی نہیں تو پھر اس کا علم سیکھنا کیوں واجب ہو گا؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ ایک واجب یہ بھی ہے کہ وہ فساد کے طریقے پر نفل نہ پڑھے۔ چنانچہ، حدث اور نجاست لگے ہونے کی حالت میں اور قبلہ کی طرف منہ کئے بغیر اور نماز کی شرائط و ارکان کو پورا کئے بغیر نفل پڑھنا حرام ہے، لہٰذا اس پر واجب ہے کہ اتنا علم حاصل کرے جس کی وجہ سے فاسد طریقے سے نفل پڑھنے سے بچا جا سکے ہے تاکہ حرام میں پڑنے سے محفوظ رہے۔

یہ ان چیزوں کے علم کا بیان تھا جن چیزوں کی مسافر سے حالت سفر میں تخفیف کی گئی ہے۔

دوسری فصل:

سفر کے سبب نئی چیزوں کا اضافہ

یہ نئی چیزیں سمت قبلہ اوراوقاتِ نماز کا علم ہے۔یہ حالت اقامت میں بھی واجب ہے لیکن حالت اقامت میں انسان ایسی چیزیں پاتا ہے جو ان سے کفایت کرتی ہیں۔مثلاً محراب کہ (سمت قبلہ کے سلسلے میں) ان پر اتفاق ہوتا ہے اور یہ سمت قبلہ تلاش کرنے سے بے پرواکر دیتے ہیں،اسی طرح مُؤَذِّن ہوتا ہے جو وقت کا خیال رکھتا ہے اور وقتِ نماز کے علم سے بے پرواکر دیتا ہے۔جبکہ حالت سفر میں کبھی سمت قبلہ مشتبہ ہوجاتی ہے اور کبھی نماز کا وقت مشتبہ ہوجاتا ہے، لہٰذا مسافر کے لئے قبلہ اور اوقات نماز کی علامات کا جاننا ضروری ہے۔

علاماتِ قبلہ کی اقسام:

علامات قبلہ کی تین قسمیں ہیں:(۱)...**زمینی:** جیسے پہاڑوں دیہاتوں اور نہروں سے استدلال کرنا۔ (۲)...**فضائی:** جیسے شمالی، جنوبی، مشرقی اور مغربی ہواؤں سے استدلال کرنا۔(۳)...**سماوی:** جیسے ستارے۔

زمینی اور فضائی علامات:

جہاں تک زمینی اور فضائی علامات کا تعلق ہے تو شہروں کے بدلنے سے یہ چیزیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ بعض راستوں میں بلند پہاڑ ہوتے ہیں اس سلسلے میں مسافر کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ پہاڑ قبلہ رخ کھڑے ہوئے شخص کے دائیں طرف آتے ہیں کہ بائیں طرف یا آگے آتے ہیں کہ پیچھے، مسافر کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔یہی صورت حال ہواؤں کی بھی ہے کہ بعض شہروں میں ان سے بھی سمت قبلہ کے سلسلے میں رہنمائی لی جاتی ہے، لہٰذا اسے بھی سمجھ لینا چاہئے۔ہم ان کی تفصیل بیان کرنے پر قادر نہیں ہیں کیونکہ ہر شہر اور خطے کا حکم مختلف ہے۔

سماوی علامات:

سمت قبلہ کی سماوی علامات کی دو قسمیں ہیں:(۱)...دن سے تعلق رکھنے والی علامات۔(۲)...رات سے

تعلق رکھنے والی علامات۔

دن سے تعلق رکھنے والی علاماتِ قبلہ:

یہ سورج ہے تو جو شخص سفر کا ارادہ رکھتا ہو اسے شہر سے نکلنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ بوقتِ زوال سورج کہاں ہوتا ہے، اس کے دونوں ابروؤں کے درمیان یا دائیں آنکھ پر یا بائیں آنکھ پر یا ان دونوں کی بنسبت پیشانی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے؟ شمالی علاقوں میں سورج ان جگہوں میں سے کسی ایک جگہ میں ہی ہوگا۔ جب اس نے ان باتوں کو ذہن نشین کر لیا تو وہ اُس علامت سے جسے ہم عنقریب ذکر کریں گے زوال کو جان لے گا اور اسی سے سمت قبلہ بھی پہچان لے گا۔

اسی طرح عصر کے وقت بھی سورج پڑنے کے مقامات کا خیال رکھے کیونکہ ان دونوں وقت میں لازمی طور پر سمت قبلہ کی حاجت ہوتی ہے تو چونکہ یہ بھی علاقوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اس لئے اسے بھی تفصیل سے بیان کرنا ممکن نہیں۔

وقت مغرب اور عشا میں قبلہ کی پہچان کا طریقہ:

مغرب کے وقت قبلہ کا ادراک سورج غروب ہونے کی جگہ سے ہو جائے گا وہ اس طرح کہ یہ بات ذہن نشین کر لے کہ سورج قبلہ رخ کھڑے ہوئے شخص کے دائیں طرف غروب ہوتا ہے یا اس کے چہرے کی طرف مائل ہوتا ہے یا اس کی گردن کی طرف۔ ایسے ہی نماز عشا کے لئے قبلہ کی پہچان شَفَق سے بھی ہوتی ہے۔

وقت فجر میں قبلہ کی پہچان کا طریقہ:

نماز فجر کے لئے قبلہ کی پہچان سورج کے طلوع ہونے کی جگہ سے ہوگی۔

گویا کہ سورج پانچوں نمازوں میں قبلہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے لیکن یہ گرمیوں اور سردیوں کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ طلوع اور غروب کی کئی جگہیں ہیں اگرچہ یہ دو جہتوں میں منحصر ہیں، لہٰذا ان

کا سیکھنا بھی ضروری ہے۔ بعض اوقات مغرب اور عشا کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے، ایسی صورت میں سورج سے سمت قبلہ پر استدلال کرنا ممکن نہیں ہو گا تو اب قُطب کی جگہ کا خیال رکھنا ضروری ہو گا۔ قطب ایک ستارہ ہے جسے جدی کہا جاتا ہے یہ گویا اپنی جگہ پر ٹھہرا ہوا اور غیر متحرک نظر آتا ہے۔ مکہ کے شمالی شہروں میں یہ ستارہ قبلہ رخ کھڑے شخص کے پیچھے ہو گا یا دائیں کندھے پر یا بائیں کندھے پر اور جنوبی شہر جیسے یمن اور اس کے ساتھ مُتَّصِل علاقے ان میں یہ ستارہ قبلہ رخ کھڑے شخص کے سامنے واقع ہوتا ہے، لہٰذا اسے بھی سیکھنا چاہئے۔

جو شخص اپنے شہر میں ان چیزوں کی پہچان حاصل کر لے اسے پورے راستے میں اپنے شہر پر ہی اعتماد کرنا چاہئے۔ البتہ! سفر طویل ہو (تو پھر اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا) کیونکہ مسافت جب زیادہ ہوتی ہے تو سورج، قطب ستارے اور طلوع و غروب کی جگہیں بھی تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ہاں! دورانِ سفر جب وہ کسی شہر میں پہنچے تو اسے چاہئے کہ اہل بصیرت (جو سمت قبلہ کا علم رکھتے ہیں ان) سے پوچھ لے یا اس شہر کی جامع مسجد کے محراب کی جانب رخ کر کے ان ستاروں کو دیکھ کر سمت قبلہ کا اندازہ لگائے تاکہ اس کے لئے سمتِ قبلہ واضح ہو جائے۔

تو جب وہ سمتِ قبلہ کی علامات سیکھ لے تو ان پر اعتماد کر سکتا ہے، بعد میں اگر اسے پتا چلے کہ اس نے خطا کی ہے کہ جہتِ قبلہ سے کسی اور جہت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے تو اسے نماز کی قضا کرنی چاہئے اور اگر صرف عینِ قبلہ سے اِنْحِراف ہے نہ کہ جہت قبلہ سے تو پھر نماز کی قضا لازم نہیں۔

جہت کعبہ کی طرف رُخ کرنا مطلوب ہے یا عین کعبہ کی طرف؟

اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ جہت کعبہ کی طرف رخ کرنا مطلوب ہے یا عین کعبہ کی طرف؟ ایک گروہ پر اس کا معنی سمجھنا مشکل ہو گیا اس طرح کہ انہوں نے کہا: "اگر ہم کہیں کہ مطلوب عین کعبہ ہے تو دور دراز کے شہروں میں اس کا کیسے تصور کیا جا سکتا ہے اور اگر ہم کہیں کہ مطلوب جہت کعبہ ہے تو پھر اس بات پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ جو شخص مسجد حرام میں کعبہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو

اس حال میں کہ اس کا بدن کعبہ سے مُنْحَرِف (پھرا) ہو تو اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی۔'' اور ان لوگوں نے جہت کعبہ اور عین کعبہ کے اختلاف کے معنی کی تاویل کے سلسلے میں بہت کچھ کہا ہے، اس لئے سب سے پہلے عین کعبہ اور جہت کعبہ کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔ چنانچہ،

عین کعبہ کی طرف رخ کرنے کا معنی:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی جگہ کھڑا ہو کہ اگر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے لے کر دیوار کعبہ تک ایک سیدھا خط کھینچا جائے تو وہ دیوار کعبہ سے مل جائے اور اس خط کے دونوں طرف دو برابر زاویے حاصل ہوں (نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے جو خط نکلتا ہے اس کے بارے میں یہی اندازہ کیا جاتا ہے کہ وہ نمازی کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نکلا ہے)۔ یہ عین کعبہ کی طرف رخ ہونے کی صورت ہے۔
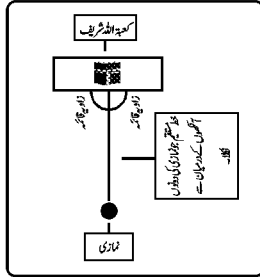
کعبۃ اللہ شریف

نمازی

جہت کعبہ کی طرف رخ کرنے کا معنی:

اس میں یہ ہو سکتا ہے کہ نمازی کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے جو خط نکلے اس کا ایک کنارہ کعبہ معظمہ سے مل جائے لیکن اس خط کی دونوں جہتوں میں دو برابر زاویے نہ بنیں کیونکہ خط کی دونوں جہتوں میں دو برابر زاویے اسی وقت ہوں گے جب خط کی انتہا ایک معین نقطہ پر ہو اور وہ ایک ہی ہو۔ اگر اس خط کو دائیں بائیں تمام نقطوں کی طرف کھینچا جائے تو دو زاویوں میں سے ایک زاویہ زیادہ تنگ ہو گا تو وہ عین کعبہ کے سامنے ہونے سے نکل جائے گا لیکن جہت کعبہ سے نہیں نکلے گا جیسے وہ خط جس پر ہم نے ''مقابلۃ الجہت'' کے الفاظ لکھیں ہیں، اگر کعبہ معظمہ کو اس خط کے کنارے پر تصور
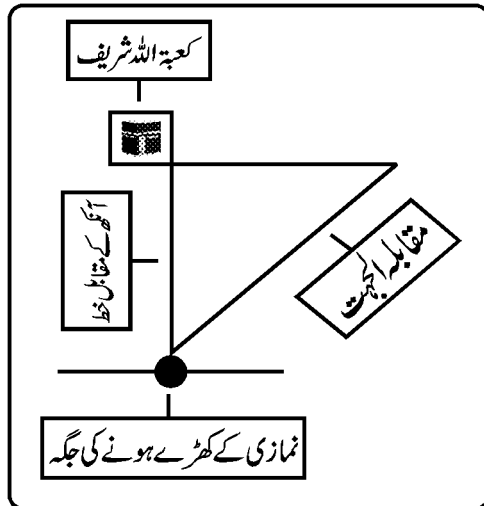
کعبۃ اللہ شریف

آنکھ کے مقابل خط

مقابلۃ الجہت

نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ

کیا جائے تو کھڑے ہونے والے شخص کا رخ جہت کعبہ کی طرف ہو گا نہ کہ عین کعبہ کی طرف۔ اس جہت کی حد وہ ہو گی جو ان دو خطوں کے درمیان ہے جسے جہت کعبہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہونے والا شخص خیال کرتا ہے اور وہ دو خط جو اس شخص کی آنکھوں سے نکلے ہیں ان کے کنارے سر میں داخل ہو کر دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ کے طور پر ملتے ہیں، آنکھوں سے نکلے ہوئے ان خطوں کے درمیان جو کچھ واقع ہے وہ جہت کعبہ میں داخل ہے۔

ان خطوں کے درمیان کی وسعت خطوں کی لمبائی اور کعبہ سے دوری کے اعتبار سے بڑھتی رہتی ہے۔

یہ جہت کعبہ کی طرف رخ کرنے کی صورت ہے۔

جب عین اور جہت کا معنی سمجھ لیا گیا تو میں کہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک اس پر فتویٰ دینا صحیح ہے کہ اگر کعبہ کو دیکھنا ممکن ہو تو عین کعبہ کی طرف رخ کرنا مطلوب ہے اور اگر کعبہ کو دیکھنا مشکل ہو تو پھر جہتِ کعبہ کی طرف رخ کرنا بھی کافی ہو گا۔

جہت کعبہ کی طرف رخ کرنے کے دلائل:

کعبہ کو دیکھنے کی صورت میں عین کعبہ کی طرف رخ کرنے پر تو اجماع ہے اور جب کعبہ کو دیکھنا مشکل ہو اس وقت جہت کعبہ پر اکتفا کرنے پر قرآن کریم، حدیث پاک، صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن کا فعل اور قیاس دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ،

قرآن پاک سے دلیل:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۱۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔

یعنی اس کی جہت کی طرف (عربی محاورے میں) جہت کعبہ کی طرف رخ کرنے والے کو کہا جاتا ہے: وَلّٰی

وَجْهَهٗ شَطْرَهَا یعنی اس نے اپنا منہ جہت کعبہ کی طرف کر لیا۔

حدیث پاک سے دلیل:

مروی ہے کہ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اہل مدینہ سے ارشاد فرمایا:

" مَابَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْمَشْرِقِ قِبْلَۃٌ یعنی جو مغرب و مشرق کے مابین ہے وہ قبلہ ہے۔"[1]

اور مغرب اہل مدینہ کے دائیں طرف اور مشرق ان کے بائیں طرف واقع ہے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مشرق و مغرب کے تمام درمیانی فاصلہ کو قبلہ قرار دیا اور فی نفسہٖ کعبہ مُعَظَّمَہ کی لمبائی چوڑائی مشرق و مغرب کے برابر نہیں ہے اس کے برابر تو جہت ہی ہو سکتی ہے۔

یہ الفاظ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بھی مروی ہیں۔

فعل صحابہ سے دلیل:

مروی ہے کہ مسجد قباء کے لوگ مدینہ منورہ میں بیتُ الْمُقَدَّس کی طرف رخ کر کے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز فجر پڑھ رہے تھے[2] کیوں کہ مدینہ طیبہ، کعبہ مُعَظَّمَہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہے۔ ان سے کہا گیا: اب قبلہ تبدیل کر کے کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا ہے تو انہوں نے (عین قبلہ کی سمت کے سلسلے میں) بغیر کوئی دلیل تلاش کئے دوران نماز ہی کعبہ مُعَظَّمَہ کی طرف رخ کر لیا اور ان پر اعتراض بھی نہیں کیا گیا، اسی وجہ سے مسجد قباء کو ذُوالْقِبْلَتَیْن (یعنی دو قبلوں والی مسجد) کا نام دیا گیا۔ نیز مدینہ منورہ سے عین کعبہ کی سمت ہندسی دلیلوں سے ہی جانی جا سکتی ہے جن میں طویل غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے تو انہوں نے نماز کے

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء ان مابین المشرق والمغرب قبلۃ، ۱/۳۶۳، الحدیث: ۳۴۲

2 ...صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ، باب قولہ: وماجعلنا القبلۃ التی کنت . . . الخ، ۳/۱۷۰، الحدیث: ۴۴۸۸

دوران اور پھر رات کے اندھیرے میں فوری طور پر اسے کیسے پالیا؟ اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ فعل بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے مکہ کے ارد گرد اور تمام اسلامی شہروں میں مسجدیں بنائیں اور محرابوں کو سیدھا کرنے کے وقت کبھی کسی ہندسہ دان کو نہیں بلایا حالانکہ عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ہندسی دقیق نظر کے بغیر نہیں جانا جاسکتا ہے۔

قیاس سے دلیل:

اس کی صورت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا اور تمام روئے زمین پر مساجد تعمیر کرنا ایک ضروری امر ہے اور عین کعبہ کی طرف رخ کرنا علم ہندسہ کے بغیر ممکن نہیں ہے اور اس علم میں غور وفکر کرنے کے سلسلے میں شریعت میں کوئی حکم نہیں آیا بلکہ بعض دفعہ اس علم میں زیادہ غور وفکر کرنے کی وجہ سے شریعت زجر وتوبیخ فرماتی ہے تو پھر امرِ شرعی اس پر کیسے موقوف ہو سکتا ہے، لہٰذا ضرورت کی وجہ سے جہت کعبہ پر ہی اِکتفا کرنا واجب ہوگا۔

جہتیں "چار" ہونے کی دلیل:

جو صورت ہم نے بیان کی کہ دنیا کی چار جہتیں ہیں اس کے صحیح ہونے کی دلیل وہ فرمان مصطفٰے ہے جو حضور سرور عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قضائے حاجت کے آداب کے سلسلے میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا: "لَا تَسْتَقْبِلُوْا بِهَا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا یعنی قضائے حاجت کے دوران نہ تو قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ ہی پیٹھ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو[1]۔"[2]

---

[1]...پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے۔ چونکہ مدینہ منوّرہ میں قبلہ جانب جنوب ہے اور شام یعنی بیت المقدس جانب شمال، وہاں کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شرق یا غرب (مشرق و مغرب) کو منہ کر لو۔ چونکہ ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے لہٰذا ہم لوگ جنوب یا شمال کو منہ کریں گے، خیال رہے کہ اس حدیث میں جنگل یا آبادی کی کوئی قید نہیں۔ بہر حال کعبہ کو منہ یا پیٹھ کرکے استنجا کرنا حرام ہے۔ حنفیوں کا یہی مذہب ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ۱/ ۲۵۸، مطبوعہ ضیاء القراٰن)

[2]...صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب قبلۃ اھل المدینۃ واھل الشام والمشرق، ۱/ ۱۵۵، الحدیث: ۳۹۴

جہتیں چار ہی ہیں اس کی وجہ:

یہ بات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا میں ارشاد فرمائی، مشرق مدینہ طیبہ میں قبلہ رخ کھڑے شخص کے بائیں جانب اور مغرب اس کے دائیں طرف واقع ہے تو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو جہتوں کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا اور دو کی اجازت عطا فرمائی، مجموعی طور پر یہ چار جہتیں ہوئیں۔ کسی کے دل میں اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ دنیا کی جہتیں چھ، سات یا دس ہو سکتی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اس صورت میں بقیہ جہات کا کیا حکم ہو گا؟ بلکہ اعتقاد میں جہات کا ثبوت انسان کی خلقت کے مطابق ہوتا ہے اور انسان کے لئے چار ہی جہتیں ہیں: (۱) آگے (۲) پیچھے (۳) دائیں اور (۴) بائیں۔ چنانچہ، انسان کی طرف نسبت کرتے ہوئے ظاہری نظر کے اعتبار سے کل چار جہتیں ہیں اور شریعت کی بنیاد اسی قسم کے اعتقاد پر رکھی جاتی ہے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ (قبلہ رخ ہونے میں) مطلوب جہت کعبہ ہے اور اسی کی طلب میں کوشش کرنا اور سمت قبلہ کی دلیلیں سیکھنا آسان ہوتا ہے۔

علاماتِ سمتِ قبلہ کا علم کس قدر سیکھنا واجب ہے؟

جہاں تک عینِ کعبہ کے مقابل ہونے کا تعلق ہے تو اس کی پہچان اس وقت ہو گی جب خطِ استوا سے مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعْظِیْمًا کے عرض کی مقدار اور اس کی لمبائی کے درجات کی مقدار معلوم ہو، یعنی جانبِ مشرق پہلی عمارت کی دوری کی مقدار معلوم ہو، پھر نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے دوری کی مقدار معلوم کی جائے پھر دونوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے اور اس سلسلے میں متعدد آلات اور طویل اسباب کی حاجت ہو گی اور شریعت ہر گز اس بات پر مبنی نہیں ہے، تو اس صورت میں جتنی علاماتِ سمتِ قبلہ کا سیکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ سورج کے طلوع، غروب اور زوال کی کیفیت معلوم ہو اور یہ کہ عصر کے وقت سورج کہاں ہوتا ہے تو اتنی مقدار سے واجب ساقط ہو جائے گا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی شخص سمتِ قبلہ کا علم سیکھے بغیر سفر پر روانہ ہو تو کیا وہ گناہ گار ہو گا؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ دورانِ سفر اگر گزر ایسی بستیوں میں سے ہو جو باہم متصل (یعنی ایک دوسری سے ملی ہوئی) ہوں اور ان میں محراب ہوں یا کوئی عادل اور قابل بھروسا شخص رفیقِ سفر ہو جو سمت قبلہ کی طرف رہنمائی کرنے والی چیزوں کا علم رکھتا ہو اور یہ اس کی پیروی کر سکتا ہو تو پھر گناہ گار نہیں ہو گا اور اگر ان دونوں میں سے کوئی شے نہ ہو تو گناہ گار ہو گا کیونکہ عنقریب اسے قبلہ رخ ہونے کا وجوب درپیش ہو گا اور ابھی تک اس نے اس کا علم حاصل نہیں کیا، اس طرح یہ تَیَمُّم وغیرہ کا علم حاصل کرنے والے کی طرح ہو گیا۔ اگر اس نے سمتِ قبلہ پر دلالت کرنے والی علامات کو سیکھا پھر سیاہ بادلوں کی وجہ سے اس پر معاملہ مُبْہَم ہو گیا یا اس نے سیکھنا ہی ترک کر دیا اور پھر راستے میں بھی ایسا کوئی شخص نہ پایا جس کی پیروی کر سکے تو اس پر لازم ہے کہ نماز کے وقت جیسے بھی ہو نماز پڑھے پھر خواہ اس نے درست سمت نماز پڑھی ہو یا غلط سمت، بہر حال اس کی قضا کرے[1]۔

علاماتِ قبلہ کی پہچان کے معاملے میں نابینا شخص کا حکم:

نابینا شخص کے لئے کسی دوسرے شخص کی پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہیں، لہٰذا اسے ایسے شخص کی پیروی

---

[1]...**احناف کے نزدیک:** (یہ ہے کہ) اگر کسی شخص کو کسی جگہ قبلہ کی شناخت نہ ہو، نہ کوئی ایسا مسلمان ہے جو بتا دے، نہ وہاں مسجدیں محرابیں ہیں، نہ چاند، سورج، ستارے نکلے ہوں یا ہوں مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے معلوم کر سکے، تو ایسے کے لئے حکم ہے کہ تحرِّی کرے (سوچے جدھر قبلہ ہونا دل پر جمے ادھر ہی منہ کرے)، اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ (پھر اگر) تحری کر کے نماز پڑھی، بعد کو معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی، ہو گئی، اعادہ (دوبارہ پڑھنے) کی حاجت نہیں۔ ایسا شخص اگر بے تحری کسی طرف مونھ کر کے نماز پڑھے، نماز نہ ہوئی، اگرچہ واقع میں قبلہ ہی کی طرف مونھ کیا ہو، ہاں اگر قبلہ کی طرف مونھ ہونا، بعد نماز یقین کے ساتھ معلوم ہوا، ہو گئی اور اگر بعد نماز اس کا جہت قبلہ ہونا گمان ہو، یقین نہ ہو یا اثنائے نماز میں اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہوا، اگرچہ یقین کے ساتھ تو نماز نہ ہوئی۔ (بہار شریعت، ۱/ ۴۸۹)

نوٹ: تحرِّی وغیرہ سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہار شریعت، جلد اول، صفحہ 489 تا 491** کا مطالعہ کیجئے!

کرنی چاہئے جس کے دین اور (سمت قبلہ کو پہچاننے کی) بصیرت پر اعتماد کیا جاسکتا ہو، یہ اس وقت ہے جب کہ جس کی تقلید کی جارہی ہے وہ سمتِ قبلہ کو پہچاننے میں اجتہاد سے کام لینے والا ہو اور اگر قبلہ ظاہر ہو (اور اجتہاد نہ کرنا پڑے) تو ہر عادل شخص جو اسے سمتِ قبلہ کی خبر دے اس کے قول پر اعتماد کیا جاسکتا ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں۔

جس شہر میں کوئی فقیہ نہ ہو وہاں رہنا کیسا؟

نیز نابینا شخص اور جو سمتِ قبلہ کے علم سے جاہل ہے ان کے لئے ایسے قافلہ میں سفر کرنا جائز نہیں جس میں قبلہ کی علامات جاننے والا کوئی شخص نہ ہو کہ جہاں سمتِ قبلہ معلوم کرنے کی حاجت ہو اس کے ذریعے معلوم کر سکے جیسے کسی عام (علم دین سے نابلد) شخص کے لئے ایسے شہر میں سکونت اختیار کرنا جائز نہیں جس میں شریعت کی تفصیل کو جاننے والے فقیہ نہ ہو بلکہ (اگر کوئی ایسے شہر میں رہتا ہو تو) اس پر ایسے شہر کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے جہاں وہ ایسے شخص کو پائے جو اسے علم دین سکھائے۔ اسی طرح اگر شہر میں فاسق فقیہ کے علاوہ اور کوئی فقیہ نہ ہو تو بھی اس پر اس مقام سے ہجرت کر جانا واجب ہے کیونکہ اس کے لئے فاسق کے فتویٰ پر اعتماد کرنا جائز نہیں کیونکہ جس طرح روایت کے قبول ہونے کے لئے راوی کا عادل ہونا شرط ہے اسی طرح قبولِ فتویٰ کے جائز ہونے کے لئے عادل ہونا شرط ہے۔ اگر شہر میں کوئی ایسا شخص ہے جو فقہ میں مشہور و معروف ہے لیکن عادل اور فاسق ہونے میں اس کا حال مخفی ہے تو ایسے شخص کے قول کو قبول کرنا جائز ہے جب کہ کوئی ایسا فقیہ نہ ملے جس کا عادل ہونا ظاہر ہو کیونکہ مسافر شہروں میں مفتیوں کی عدالت کے بارے میں تفتیش نہیں کر سکتا اور اگر وہ دیکھے کہ اس فقیہ نے ریشم پہنا ہوا ہے یا ایسا کپڑا پہنا ہوا ہے جس پر ریشم غالب ہے یا وہ ایسے گھوڑے پر سوار ہے جس پر سونے کی زین ہے تو اس کا فسق ظاہر ہو گیا اور مسافر کو اس کا قول قبول کرنا منع ہے، لہٰذا اسے اس کے علاوہ کسی اور کو تلاش کرنا چاہئے۔ اسی طرح جب دیکھے کہ وہ بادشاہ کے دستر خوان پر کھانا کھاتا ہے جس کا اکثر مال حرام ہے یا اس سے وظیفہ یا انعام لیتا ہے اس بات کی تحقیق کیے بغیر کہ بادشاہ کے پاس وہ مال حلال طریقے سے آیا تھا یا حرام طریقے سے۔ یہ تمام صورتیں بھی فسق کی

ہیں اور عدالت کے سلسلے میں اثر انداز ہوتی ہیں اور فتویٰ، روایت اور گواہی قبول کرنے سے منع کرتی ہیں۔

نمازِ پنجگانہ کے اوقات کی معرفت:

پانچوں نمازوں کے اوقات کی پہچان ہونا بھی ضروری ہے۔

ظہر و عصر کا وقت:

ظہر کا وقت زوال (یعنی سورج ڈھلے) سے شروع ہو جاتا ہے۔ دن کی ابتدا میں لازمی طور پر جانبِ مغرب ہر شخص کا سایہ طویل ہوتا ہے، پھر وہ وقت زوال تک مسلسل کم ہوتا رہتا ہے، پھر یہ سایہ جانب مشرق بڑھتا ہے اور غروب آفتاب تک بڑھتا ہی رہتا ہے۔ مسافر کو چاہیے کہ ایک جگہ ٹھہر جائے یا ایک لکڑی سیدھی کھڑی کر دے اور اس کے سائے کے سرے پر نشان لگا لے، پھر ایک ساعت بعد غور کرے اگر اس کے سائے میں کچھ کمی دیکھے تو جان لے کہ ابھی ظہر کا وقت داخل نہیں ہوا۔

اس کی پہچان حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہر میں کسی بااعتماد مُؤَذِّن کی اذان کے وقت اپنے قد کا سایہ دیکھے مثال کے طور پر اگر اس کا سایہ اس کے اپنے قدم کے اعتبار سے تین قدم ہے تو جب سفر میں اسی طرح ہو اور بڑھنا شروع کر دے تو نماز پڑھے پھر جب اس کے اپنے قدم کے اعتبار سے ساڑھے چھ قدم تک بڑھ جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جائے گا کیونکہ ہر شخص کا سایہ اس کے اپنے قدم کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے چھ قدم ہوتا ہے، پھر اگر اس کا سفر گرمیوں کے شروع سے ہو تو وقتِ زَوال کا سایہ ہر دن بڑھے گا اور اگر سردیوں کی ابتدا سے ہو تو ہر دن کم ہو گا۔

زوال کے سائے کو پہچاننے کے لئے سب سے بہترین چیز ''میزان'' ہے، لہٰذا مسافر کو چاہیے کہ اسے اپنے ساتھ رکھے اور اس کے ذریعے ہر وقت کے سائے کے اختلاف کا علم حاصل کرے اور اگر مسافر اس بات کو جانتا ہو کہ قبلہ رخ کھڑے ہونے کی صورت میں سورج کس جگہ واقع ہوتا ہے اور وہ سفر میں ایسی جگہ ہو جہاں اس پر کسی دوسری دلیل کے ذریعے جہت قبلہ ظاہر ہو تو اس کے لئے وقت کو سورج کے ذریعے

معلوم کرنا ممکن ہے۔ مثلاً اگر وہ اپنے شہر میں ہوتا تو سورج اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتا۔

مغرب کا وقت:

نماز مغرب کا وقت سورج غروب ہونے سے شروع ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات پہاڑوں کی وجہ سے سورج غروب ہونے کی جگہ اس پر پوشیدہ ہو جاتی ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ جانبِ مشرق دیکھے جب اسے اُفُق میں ایسی سیاہی نظر آئے جو زمین سے ایک نیزے کی مقدار بلند ہو تو مغرب کا وقت شروع ہو گیا۔

عشا کا وقت:

نماز عشا کا وقت شَفَق کے غائب ہونے سے معلوم ہوتا ہے اور شفق سے مراد سرخی ہے[1]۔ اگر پہاڑوں کی وجہ سے شفق غائب ہونا پوشیدہ ہو تو پھر وقت عشا کو چھوٹے چھوٹے ستاروں کے بکثرت ظاہر ہونے سے جانا جائے گا کیونکہ یہ سرخی غائب ہونے کے بعد ہی ظاہر ہوتے ہیں۔

فجر کا وقت:

آسمان میں پہلے بھیڑیئے کی دم کی مثل لمبائی میں ایک سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس سفیدی کے ظاہر ہونے سے وقت فجر شروع ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا حتی کہ اس کو ظاہر ہوئے کچھ وقت گزر چکنے کے بعد پھر ایک سفیدی ظاہر ہوتی ہے جو پھیلتی ہے، اس کے ظاہر ہونے کی وجہ سے آنکھ سے اس کا ادراک کرنا مشکل نہیں ہوتا، یہ فجر کا ابتدائی وقت ہے۔ چنانچہ، سرکارِ عالی وقار، محبوبِ ربِّ غفار صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "صبح اس طرح نہیں ہے۔" یہ فرمانے کے بعد اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا دیا، پھر ارشاد فرمایا: "بلکہ صبح اس طرح ہوتی ہے۔"[2] یہ فرماتے ہوئے اپنی ایک شہادت کی انگلی کو دوسری پر رکھا پھر

---

1 ...احناف کے نزدیک: شفق اس سپیدی کا نام ہے، جو جانب مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۴۵۱)

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب الصيام، باب ما جاء في تاخير السحور، ۲/ ۳۲۳، الحديث: ۱۶۹۶

دونوں کو کھول دیا۔ اس کے ذریعے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ (جس سفیدی سے وقت فجر شروع ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے) وہ پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔

وقتِ فجر کے سلسلے میں منازل کے اعتبار کا مسئلہ:

بعض اوقات منازل کے ذریعے بھی وقت فجر کے شروع ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، لیکن یہ اندازہ ہے کوئی تحقیقی بات نہیں، اعتبار سفیدی کے چوڑائی میں پھیلنے کا مشاہدہ کرنے کا ہے کیونکہ بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے چار منزلیں پہلے ہی صبح ہو جاتی ہے لیکن یہ غلطی ہے کیونکہ یہ تو فجر کاذِب ہے اور جو مُحَقِّقِیْن نے ذکر کیا ہے کہ سورج طلوع ہونے سے دو منزلیں پہلے صبح ہوتی ہے یہ (فجر کے صحیح وقت) کے قریب قریب ہے، لیکن اس پر بھی اعتماد نہیں ہے کیونکہ بعض منزلیں پھیلی ہوئی اور ترچھی طلوع ہوتی ہیں اس صورت میں ان کے طلوع ہونے کا زمانہ کم ہو گا اور بعض منازل کھڑی ہوئی طلوع ہوتی ہیں اس صورت میں ان کے طلوع ہونے کا زمانہ طویل ہو گا۔ نیز یہ مختلف شہروں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔

ہاں! یہ منازل اس بات کی صلاحیت رکھتی ہیں کہ ان کے ذریعے وقتِ فجر کا قریب یا دور ہونا جانا جائے، لیکن جہاں تک تحقیقی طور پر وقت فجر کے شروع ہونے کا تعلق ہے تو اس کو دو منازل کے ذریعے بالکل بھی ضَبْط نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال جب سورج طلوع ہونے میں چار منازل باقی رہ جائیں تو ان میں ایک منزل کی مقدار میں یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ صبح کاذِب ہے اور جب تقریباً دو منازل باقی رہ جائیں تو صبح صادق کا طلوع ہونا مُتَحَقَّق ہو جاتا ہے اور اب دونوں صبحوں کے درمیان تقریباً ایک منزل کے دو تہائی حصے کی مقدار وقت رہ جاتا ہے جس میں شک ہے کہ وہ صبح صادق ہے یا صبح کاذب۔ یہی وہ وقت ہے جس میں سفیدی ظاہر ہوتی اور پھیلتی ہے لیکن چوڑائی میں وسیع نہیں ہوتی۔

اس شک کے وقت میں روزہ دار کو چاہئے کہ سحری نہ کرے اور وتر (و تہجد) پڑھنے والا اس سے پہلے پہلے

پڑھ لے اور یہ شک کا وقت گزرنے تک نمازِ فجر نہ پڑھے اور جب وقتِ فجر کا شروع ہونا متحقق ہو جائے تو نمازِ فجر پڑھے۔

اگر کوئی شخص اس بات کا ارادہ کرے کہ وہ یقینی طور پر ایک ایسا مُعَیَّن وقت جان لے جس میں وہ سحری کا پانی پیئے اور پھر اس کے بعد کھڑا ہو اور اس کے ساتھ ہی نمازِ فجر ادا کر لے تو وہ اس پر قادر نہیں ہے کیونکہ اس کی معرفت انسان کی طاقت میں بالکل بھی نہیں بلکہ توقف اور شک کی وجہ سے مہلت ضروری ہے کیونکہ اعتماد تو دیکھنے پر ہے اور دیکھنے کے سلسلے میں اعتماد اسی وقت ہو گا جب روشنی چوڑائی میں پھیل جائے حتی کہ زردی کا آغاز ظاہر ہو جائے۔

اس سلسلے میں بہت سے لوگ غلطی کرتے ہیں، بہت سے لوگ تو وقت سے پہلے ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جسے حضرت سیِّدُنا امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اپنی مشہور کتاب جامع ترمذی میں حضرت سیِّدُنا طَلْق بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ رسول محتشم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کھاؤ پیو اور پھیلنے سے پہلے اوپر کی طرف بلند ہونے والی روشنی تمہیں (کھانے پینے سے) منع نہ کرے اور کھاؤ پیو حتی کہ تمہارے لئے سرخی پھیل جائے۔“[1]

سرخی کی رعایت کرنے کے سلسلے میں یہ حدیث صریح ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: اس سلسلے میں حضرت سیِّدُنا عَدِی بن حاتِم، حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری اور حضرت سیِّدُنا سَمُرہ بن جُنْدُب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے بھی روایت مروی ہے اور اہل علم کے نزدیک قابل عمل ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”جب تک روشنی بغیر پھیلے بلند نہ ہو اس

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی بیان الفجر، ٢/١٦٦، الحدیث: ٧٠٥

سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب وقت السحور، ٢/٤٤٤، الحدیث: ٢٣٤٨

وقت تک کھاؤ پیو۔" صاحِبُ الْغَرِیْبَیْن حضرت سیِّدُنا ابو عُبَید احمد بن محمد قاشانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے کہا ہے کہ "اس سے مراد لمبی روشنی ہے (جو بغیر پھیلے بلند ہوتی ہے)۔" تو اب زردی کے ظاہر ہونے کے علاوہ کسی اور چیز پر اعتماد نہیں کیا جائے گا گویا کہ یہ زردی سرخی کا آغاز ہے۔

مسافر کو اوقات جاننے کی حاجت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ بعض اوقات وہ کہیں پڑاؤ کرنے کے بعد سفر شروع کرنے سے پہلے ہی نماز پڑھنا چاہتا ہے تاکہ سواری سے اترنے میں مشقت نہ ہو یا سونے سے پہلے نماز پڑھنا چاہتا ہے تاکہ آرام کرتا رہے تو اگر وہ نماز کا وقت شروع ہونے کے یقین ہونے تک نماز کے مؤخر کرنے پر اپنے نفس کو آمادہ کرلے اور اس کا نفس اول وقت کی فضیلت فوت ہونے پر چشم پوشی کرلے اور سواری سے اترنے اور نیند کو وقت شروع ہونے کا یقین حاصل ہونے تک مؤخر کرنے کی مشقت جھیل لے تو وہ اوقاتِ نماز کا علم سیکھنے سے مُسْتَغْنِی (بے پروا) ہے کیونکہ مشکل ابتدائی وقت پہچاننے میں ہے نہ کہ درمیانہ وقت پہچاننے میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے آدابِ سفر کا بیان مکمل ہوا

بُہتان کی تعریف

کسی شخص کی موجودگی یا غیر موجودگی میں اُس پر جھوٹ باندھنا بہتان کہلاتا ہے۔ (الحدیقة الندیة، ۲/ ۲۰۰)
اس کو آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ بُرائی نہ ہونے کے باوُجود اگر پیٹھ پیچھے یا رُوبرو وہ برائی اس کی طرف منسوب کردی تو یہ بُہتان ہوا مثلاً پیچھے یا منہ کے سامنے **ریاکار** کہہ دیا اور وہ ریاکار نہ ہو یا اگر ہو بھی تو آپ کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو کیوں کہ **ریاکاری** کا تعلُّق باطنی امراض سے ہے لہٰذا اس طرح کسی کو ریاکار کہنا **بہتان** ہوا۔

سماع[1] اور وجد کے آداب کا بیان

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنے اولیا کے دلوں میں اپنی محبت کی آگ بھڑکا دی، ان کی تمام تر کوششوں اور ان کی روحوں کو اپنی معرفت و زیارت کے شوق میں مستغرق کر دیا، ان کی بصارت و بصیرت جمال الٰہی کے دیدار کی اس قدر شدت سے منتظر ہیں کہ ان پر دیدار الٰہی کی خوشی سے بے خودی چھائی ہوئی ہے، ان کے دل جلالِ خداوندی کے انوار و تجلیات کے مشاہدے میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ انہیں عالم غیب و شہادت ہر جگہ صرف رب تعالیٰ کی ذات کے جلوے دکھائی دیتے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں صرف اسے

---

[1] ...**سماع مجرد بے مزامیر** (آلات موسیقی کے بغیر محض سماع) اس کی چند صورتیں ہیں: **اوّل** رنڈیوں، ڈومنیوں، محل فتنہ امردوں کا گانا۔ دوم جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو، مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب و زنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالیقین تعریف حسن یا کسی مُعَیَّن عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب احبا کو حیا وعار آئے۔ سوم بطور لہو و لعب سنا جائے اگرچہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو۔ تینوں صورتیں ممنوع ہیں (آخری دو بلحاظ ذات اور پہلی درحقیقت ذریعہ ہے) ایسا ہی گانا لَھْوَ الْحَدِیْث ہے اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث کُلُّ لَعِبِ ابْنِ اٰدَمَ حَرَامٌ اِلَّا ثَلٰثَۃ [ابن آدم کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کھیلوں کے۔] (سنن الترمذی، کتاب الجھاد، باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ، ۳/ ۲۳۷، الحدیث: ۱۶۴۳، مفھوماً) کافی ہے۔ ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل فتنہ، نہ لہو و لعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے عاشقانہ گیت، غزلیں، ذکر باغ و بہار و خط و خال و رُخ و زُلف و حسن و عشق و ہجر و وصل و وفائے عشاق و جفائے معشوق وغیرہا امور عشق و تغزّل پر مشتمل سنے جائیں تو فُسّاق و فُجّار و اہل شہوات دُنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا اور اہلُ اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہیے تو دور نہیں، گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے جب دل میں بری خواہشیں بیہودہ آلائشیں ہوں تو انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک سُتھرے دل شہوات سے خالی اور محبتِ خدا اور رسول سے مملو (پر) ہیں ان کے اس شوق محمود و عشق مسعود کو افزائش دے گا ان بندگان خدا کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد و نعت و منقبت و وعظ و پند و ذکرِ آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرع سے اصلاً دلیل نہیں، حضور پر نور سیّدِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا (حضرت سیِّدنا) حسان بن ثابت انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لئے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم و صحابہ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) کا استماع فرمانا (سننا) خود حدیث **صحیح بخاری شریف** سے واضح (ثابت) ہے۔ (فتاوی رضویہ "مخرجہ"، ۲۴/ ۸۳ تا ۸۵، ملتقطاً)

نوٹ: سماع و غنا سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے **فتاویٰ رضویہ** (مخرجہ) **جلد 22، صفحہ 543 تا 562 اور جلد 24، صفحہ 124 تا 126 اور 145 تا 162** کا مطالعہ کیجئے!

ہی یاد کرتے ہیں، ان کی ظاہری نگاہوں کے سامنے کوئی صورت آتی ہے تو ان کی باطنی نگاہیں صورت کے بنانے والے کی طرف جاتی ہیں اور اگر کوئی خوبصورت آواز ان کے کانوں میں گونجتی ہے تو ان کے خیالات ذات باری تعالیٰ کی طرف جاتے ہیں، ان کی تمام کیفیات یعنی پریشانی، خوشی، اضطراب اور غم رب عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہوتی ہیں، وہ اس کی ابدی نعمتوں کے مشتاق ہیں، ان کا ہر ہر فعل اسی کے لئے ہوتا ہے اور وہ اسی کے فضل و کرم کے منتظر رہتے ہیں، ان کی سماعت اور ان کا دھیان اسی کی طرف ہے اس کے علاوہ کسی کو دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی ولایت کے لئے چن لیا اور اپنے چنے ہوئے خاص بندوں میں بھی ممتاز کردیا، کامل درود اور خوب سلام ہو حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جو رسول بنا کر بھیجے گئے اور آپ کی آل واصحاب پر جو ائمہ حق اور حقیقی سردار ہیں۔

بے شک دل حق تعالیٰ کے راز اور جواہرات جمع ہونے کی جگہ ہے، دلوں میں جوہرات اسی طرح پوشیدہ ہوتے ہیں جس طرح لوہے اور پتھر میں آگ اور مٹی کے نیچے پانی پوشیدہ ہوتا ہے، ان پوشیدہ رازوں کو ظاہر کرنے کا (ایک) طریقہ سماع ہے اور دلوں تک پہنچنے کا دروازہ کان ہیں اور خوش نما اور دلوں کو بھانے والی آوازیں دلوں میں چھپی اچھائیاں اور برائیاں ظاہر کرتی ہیں، جب دل مضطرب ہوتا ہے تو وہی کیفیات ظاہر ہوتی ہیں جو اس میں چھپی ہوتی ہیں جس طرح برتن سے وہی کچھ باہر نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ پس سماع دل کے لئے کھری کسوٹی اور واضح معیار ہے کیونکہ جب یہ دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے تو وہی چیز متحرک ہوتی ہے جو دل پر غالب ہوتی ہے اور چونکہ دل طبعی طور پر کانوں کے تابع ہیں ان کے ذریعے جو کچھ دلوں تک پہنچتا ہے اسی کے مطابق وہ اپنی اچھائیاں اور برائیاں ظاہر کرتے ہیں، تو ضروری ہے کہ سماع اور وجد کے متعلق تفصیل ذکر کی جائے ان کے فوائد وآفات، ان کے آداب، ان کا طریقہ کار اور ان کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں علما کے اقوال بیان کئے جائیں۔ یہ تمام تفصیل ہم دو ابواب میں ذکر کریں گے۔

(۱)...سماع کے جواز کا بیان۔ (۲)...سماع کے آداب اور اس کے سبب پیدا ہونے والی دلی اور ظاہری کیفیات کا بیان مثلاً دل کا مضطرب ہونا، جھومنا، آواز بلند کرنا اور کپڑے پھاڑنا وغیرہ۔

باب نمبر1: # سماع کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال اور قولِ راجح (یہ تین فصلوں پر مشتمل ہے)

جان لو کہ پہلے پہل سماع کا وقوع ہوتا ہے جس سے دل پر ایک حالت طاری ہوتی ہے جسے وجد کہتے ہیں، پھر وجد کے نتیجے میں اعضاء حرکت کرتے ہیں، اگر وہ حرکت موزوں نہ ہو تو اسے اضطراب کہتے ہیں اور اگر موزوں ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک کو تَصْفِیْق (یعنی تالی بجانا) اور دوسری کو رَقْص کہتے ہیں۔ ہم اوّلاً سماع کا حکم بیان کریں گے اور یہی اہم چیز ہے پھر اس بارے میں وہ اقوال ذکر کریں گے جن سے اختلاف ظاہر ہوتا ہے، پھر اس کے جواز پر دلائل پیش کریں گے اور اس کے بعد ان دلائل کا جواب دیں گے جن سے اس کی حرمت کے قائلین دلیل پکڑتے ہیں۔

پہلی فصل: ## سماع کے متعلق فقہا کی آراء

جہاں تک فقہائے کرام کے اقوال نقل کرنے کا تعلق ہے تو حضرت سیِّدُنا قاضی ابو الطیب طَبَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی، حضرت سیِّدُنا امام مالک، حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری اور دیگر عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی ایک جماعت سے ایسی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سماع حرام ہے۔

غناو سماع کا خوگر بے وقوف ہے:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے (کتابُ الاُم میں) فیصلہ کرنے کے آداب کے بیان میں فرمایا: غناو سماع ایک فضول ناپسندیدہ فعل ہے جو باطل کے مشابہ ہے اور غناو سماع کا خوگر (عادی) بے وقوف اور اس کی گواہی مردود ہے۔

سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی رائے:

حضرت سیِّدُنا قاضی ابو الطیب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”شوافع کے نزدیک نامحرم عورت سے کسی

حالت میں بھی غنا سننا جائز نہیں خواہ عورت سامنے ہو یا پردے میں، آزاد ہو یا باندی۔"

مزید فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے فرمایا: "لونڈی کا مالک اگر لوگوں کو لونڈی کا غنا سنانے کے لئے جمع کرے تو وہ بے قوف ہے اور اس کی گواہی مردود ہے۔"

مزید فرماتے ہیں: "منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی لکڑی سے آواز پیدا کرنے کو بھی مکروہ جانتے تھے اور فرماتے یہ زَنادِقہ (یعنی بے دینوں) کی ایجاد ہے تاکہ لوگ اس میں مشغول ہو کر قرآن پاک سے غافل ہو جائیں۔"

کھیل کود دین داروں اور اہل مُرُوَّت کا شیوہ نہیں:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: میں دوسرے کھیلوں کی بنسبت چَوسَر[1] کو زیادہ ناپسند کرتا ہوں کیونکہ حدیث پاک میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے اور شطرنج[2] کھیلنا بھی پسند نہیں کرتا، نیز میں ہر اس کھیل کو ناپسند کرتا ہوں جسے لوگ کھیلتے ہیں کیونکہ کھیلنا دین داروں اور اہل مروت کا شیوہ نہیں۔

سیِّدُنا امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی رائے:

حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق نے بھی غنا کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا: "اگر کوئی شخص لونڈی خریدے، پھر معلوم ہو کہ وہ غنا کی خوگر (عادی) ہے تو اسے چاہئے کہ واپس کر دے۔"

حضرت سیِّدُنا ابرٰہیم بن سعد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَحَد کے علاوہ تمام اہل مدینہ کا یہی موقف ہے۔

---

[1]...چوسر (نردشیر): فارس کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ آردشیر ابن تابک گزرا ہے اس نے یہ جوا ایجاد کیا نرد بمعنی ہار جیت کی بازی اردشیر آردشیر سے لیا گیا ہے اس لئے اس کھیل کا نام نردشیر رکھا گیا یعنی اردشیر کا جوا، اس کی ایجاد کردہ بازی۔ (مراۃ المناجیح، ۶/ ۲۰۳)

[2]...شطرنج: ایک کھیل جو چونسٹھ چوکور خانوں کی بساط (یعنی بچھی ہوئی چادر) پر دو رنگ کے 32 مہروں سے کھیلا جاتا ہے، ہر رنگ میں 8 پیادے (پیدل)، دو رُخ، دو فیل (ہاتھی)، دو اَسپ (گھوڑے)، ایک وزیر (فرزین) اور ایک بادشاہ ہوتا ہے، ہر مہرے کا اپنا خانہ مقرر ہے اور چال کا طریقہ بھی مقرر ہے۔ (اردو لغت، ۱۲/ ۵۹۱)

سیِّدُنا امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی رائے:

حضرت سیِّدُنا امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم گانے کو مکروہ جانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ غنا سننا گناہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا حماد بن ابو ابراہیم، حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعِی، حضرت سیِّدُنا امام شعبی اور دیگر اہل کوفہ حضرات رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ سارا کلام حضرت سیِّدُنا قاضی ابو الطیب طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے نقل فرمایا ہے۔

سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا کلام:

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی ایک جماعت کی طرف سماع کے جواز کی نسبت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن جعفر، حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن زبیر، حضرت سیِّدُنا مُغِیرہ بن شُعْبَہ اور حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم محفل سماع سجایا کرتے تھے۔

مزید فرماتے ہیں کہ کثیر صحابۂ کرام و تابعین عُظّام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اسے اچھا جانتے ہوئے اپنایا۔

پھر فرماتے ہیں: ہمارے ہاں مکہ مکرمہ زَادَہَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں سال کے افضل دنوں میں اہل حجاز سماع کی محفلیں سجاتے آئے ہیں۔ سال کے افضل دنوں سے مراد وہ ایام ہیں جن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کو اپنا ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہے، مثلاً ایامِ تشریق۔ اہل مکہ کی طرح اہل مدینہ بھی ہمارے اس زمانے تک سماع سنتے آرہے ہیں، ہم نے قاضی ابو مَروان کو دیکھا کہ ان کی کچھ لونڈیاں تھیں جو لوگوں کو غنا سناتی تھیں، انہوں نے وہ لونڈیاں صوفیائے کرام کو نغمے سنانے کے لئے رکھی ہوئی تھیں۔

مزید فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا عطاء بن ابی رَباح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی دو گانے والی لونڈیاں تھیں، آپ کے دوست ان کا راگ سنا کرتے تھے۔

مزید فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابو الحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم سے عرض کی گئی: ”آپ سماع سے

کیوں روکتے ہیں حالانکہ سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جُنَید بغدادی، حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی اور حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی سماع کی محافل سجاتے تھے؟'' آپ نے فرمایا:''میں سماع سے کیسے روک سکتا ہوں حالانکہ مجھ سے بہتر حضرات نے اسے اپنایا اور اس کی اجازت دی ہے، حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن جعفر طیار رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه بھی سماع کی محفل سجایا کرتے تھے لیکن وہ اس میں لہو ولعب سے منع فرماتے تھے۔''

ہم نے تین چیزوں کو کھودیا ہے:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ہم نے تین چیزوں کو کھو دیا ہے، میں انہیں مسلسل کم ہوتا دیکھ رہا ہوں: (۱) خوبصورت چہرہ ہونے کے ساتھ ساتھ پاکدامنی (۲) اچھی گفتگو کرنے والے میں دیانت داری اور (۳) اچھی دوستی کے ساتھ وفاداری۔

(حُجَّةُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) میں نے بعض کتابوں میں بعینہٖ اسی قول کو حضرت سیِّدُنا حارث محاسبی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی سے منقول دیکھا ہے، اس قول میں اس بات پر دلیل ہے کہ آپ سماع کو جائز سمجھتے تھے حالانکہ آپ زاہد اور دینی معاملات میں بے حد احتیاط و کوشش کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابو عبداللہ بن مجاہد عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَاحِد وہی دعوت قبول کرتے جس میں سماع کی محفل سجائی جاتی۔

ایک شیطان پر قابو نہ پاسکا تو دو پر کیسے قابو پاؤں گا؟

منقول ہے کہ بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: ہم ایک دعوت میں گئے، وہاں حضرت سیِّدُنا ابو القاسم بَغَوِی، حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن داؤد اور حضرت سیِّدُنا ابو عبداللہ بن مجاہد رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی اپنے ہم پلہ حضرات کے ساتھ موجود تھے، سماع کی محفل شروع ہوئی تو حضرت سیِّدُنا ابن مجاہد عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَاحِد نے حضرت سیِّدُنا ابو القاسم بغوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی سے کہا کہ ابن داؤد کو سماع کے لئے تیار کیجئے! حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن داؤد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے کہا:''مجھے میرے والد محترم نے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْهِ رَحْمَةُ

اللهِ الْاَوَّل نے سماع کو مکروہ جانا، میرے والد محترم بھی اسے مکروہ جانتے تھے اور میں بھی اپنے والد محترم کے مذہب پر ہوں۔" حضرت سیِّدُنا ابوالقاسم بَغَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے کہا: "میرے نانا نے مجھے حضرت سیِّدُنا ابو فضل صالح بن احمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد کے حوالے سے بیان کیا کہ ان کے والد محترم ابن خبازہ کا کلام سنا کرتے تھے۔" حضرت سیِّدُنا ابن مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد نے حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن داوٗد اور حضرت سیِّدُنا ابوالقاسم بغوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا سے کہا: "مجھے اپنے والد اور اپنے نانا سے دور رکھئے!" پھر حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن داوٗد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "اے ابو بکر! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو شعر کہے، کیا یہ اس کے لئے حرام ہے؟" حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن داوٗد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: "نہیں۔" پھر پوچھا: "اگر شعر کہنے والا خوش آواز ہو تو کیا اس کے لئے شعر کہنا حرام ہے؟" کہا: "نہیں۔" پھر پوچھا: "اگر وہ طرز کے ساتھ شعر کہے اور مد والے الفاظ کو بغیر مد کے اور بغیر مد کے لفظوں کو مد کے ساتھ کہے تو کیا اس طرح کہنا اس کے لئے حرام ہے؟" تو حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن داوٗد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: "میں ایک شیطان پر قابو نہ پاسکا تو دو پر کیسے قابو پاؤں گا؟"

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابوالحسن عَسْقَلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی جو بڑے اولیائے کرام میں سے تھے، سماع کی محفل سجایا کرتے اور اسے سن کر آپ پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سماع کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی جس میں سماع کے منکرین کا رد فرمایا۔

منکرین سماع کے رد میں اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی ایک جماعت نے کتابیں لکھیں ہیں۔

سماع پر علما ہی ثابت قدم رہ سکتے ہیں:

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے ابوالعباس حضرت سیِّدُنا خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ

السَّلَام[1] کی زیارت ہوئی تو میں نے پوچھا: ”آپ عَلَیْہِ السَّلَام سماع کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”یہ صاف ستھری خالص چیز ہے اس پر علما ہی ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔“

کیا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سماع ناپسند فرماتے ہیں؟

حضرت سیِّدُنا ممشاد دِیْنَوَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں خواب میں پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوا تو عرض کی: ”یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ سماع میں سے کچھ ناپسند فرماتے ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”میں اس میں سے کچھ بھی ناپسند نہیں کرتا لیکن تم لوگوں سے کہو کہ وہ

---

[1] ...**دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 420 **صفحات** پر مشتمل کتاب **”عجائب القرآن مع غرائب القرآن“ صفحہ 162 تا 163** پر ہے: حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی کنیت **ابو العباس** اور نام **”بلیا“** اور انکے والد کا نام **”ملکان“** ہے۔ ”بلیا“ سریانی زبان کا لفظ ہے۔ عربی زبان میں اس کا ترجمہ **”احمد“** ہے۔ ”خضر“ ان کا لقب ہے اور اس لفظ کو تین طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ خَضِر، خَضْر، خِضْر۔ ”خضر“ کے معنی سبز چیز کے ہیں۔ یہ جہاں بیٹھتے تھے وہاں آپ کی برکت سے ہری ہری گھاس اگ جاتی تھی اس لئے لوگ ان کو ”خضر“ کہنے لگے۔ یہ بہت ہی عالی خاندان ہیں۔ اور ان کے آباؤ اجداد بادشاہ تھے۔ **بعض عارفین** نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان ان کا اور ان کے والد کا نام اور ان کی کنیت (**ابو العباس بلیا بن ملکان**) یاد رکھے گا، اِنْ شَآءَ اللہُ تَعَالٰی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (صاوی، ۴/ ۱۲۰۷، پ۱۵، الکہف: ۶۵) **بعض لوگوں** نے حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام کو نبی بتایا ہے **لیکن اکثر علماء** کا قول یہ ہے کہ آپ ولی ہیں۔ (جلالین، ص۲۴۹، الکہف: ۶۵) اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ آپ اب بھی زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے کیونکہ آپ نے آبِ حیات پی لیا ہے۔ آپ کے گرد بکثرت اولیاء کرام جمع رہتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ چنانچہ عارف باللہ حضرت سیِّد بکری نے اپنے قصیدہ **”وِردُ السحر“** میں آپ کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ

حَیٌّ وَ حَقِّكَ لَمْ یَقُلْ بِوَفَاتِهٖ   اِلَّا الَّذِیْ لَمْ یَلْقَ نُوْرَ جَمَالِهٖ

فَعَلَیْهِ مِنِّیْ كُلَّمَا هَبَّ الصَّبَا   اَزْكٰی سَلَامٍ طَابَ فِیْ اِرْسَالِهٖ

تیرے حق کی قسم! کہ حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام زندہ ہیں اور ان کی وفات کا قائل وہی ہوگا جو ان کے نورِ جمال سے ملاقات نہیں کر سکا ہے تو میری طرف سے ان پر جب جب بادِ صبا چلے ستھرا اسلام ہو کہ پاکیزگی کے ساتھ بادِ صبا اس کو پہنچائے۔

حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلَام حضور خاتمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ صحابی بھی ہیں۔ (صاوی، ۴/ ۱۲۰۸، پ۱۵، الکہف: ۶۵)

اس کی ابتدا اور اختتام قرآن پاک سے کیا کریں۔“

حضرت سیِّدُنا طاہر بن ہِلال ہمدانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی جن کا شمار اہل علم میں ہوتا ہے، فرماتے ہیں: میں سمندر کے کنارے جدہ کی جامع مسجد میں مُعتکِف تھا، ایک روز میں نے دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں بعض حضرات کچھ اشعار کہہ رہے ہیں اور بعض سننے میں مشغول ہیں، میں نے دل میں اسے برا جانا اور دل ہی میں کہا کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں بیٹھ کر اشعار کہہ رہے ہیں؟“ اسی رات میں خواب میں زیارت مصطفٰے سے مشرف ہوا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد کے اسی کونے میں تشریف فرما ہیں، آپ کی ایک جانب خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیٹھے کچھ پڑھ رہے ہیں اور آپ اسے بے حد توجہ سے سماعت فرما رہے ہیں اور وجد کرنے والے کی طرح اپنے دست اقدس مبارک سینے پر رکھ رہے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ مجھے سماع میں مشغول لوگوں کو برا نہیں سمجھنا چاہئے تھا جبکہ خود رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سماعت فرما رہے ہیں اور خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ کی بارگاہ میں پڑھ رہے ہیں۔ اسی دوران آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: ”هٰذَا حَقٌّ بِحَقٍّ“ یا فرمایا: ”حَقٌّ مِّنْ حَقٍّ“ (یہ درست و حق ہے یا حق کی طرف سے حق ہے)۔

صوفیا پر تین اوقات میں رحمت برستی ہے:

سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: اس گروہ (یعنی صوفیائے کرام) پر تین اوقات میں رحمت برستی ہے: (۱) کھانے کے وقت، کیونکہ یہ حضرات بغیر بھوک کے نہیں کھاتے (۲) علمی مذاکرے کے وقت، کیونکہ یہ حضرات صدیقین کے احوال کے علاوہ گفتگو نہیں کرتے اور (۳) سماع کے وقت، کیونکہ یہ حضرات وجد صادق کے ساتھ سماع کی محفل سجاتے اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابن جُرَیج رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جب سماع کی اجازت دی تو عرض کی گئی: ”بروز قیامت اسے آپ کی نیکیوں میں شمار کیا جائے گا یا گناہوں میں؟“ فرمایا: نہ نیکیوں میں نہ گناہوں میں

کیونکہ یہ لغو کے مشابہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے۔

سماع کے متعلق فقہا کے یہ چند اقوال ہیں، جو شخص تقلید کرتے ہوئے حق کو پانے کی کوشش کرے گا وہ ان اقوال میں تعارض پا کر یا تو حیران رہ جائے گا یا نفسانی خواہشات کے سبب بعض اقوال کی طرف مائل ہو جائے گا حالانکہ کوئی طریقہ درست نہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ حق کو درست طریقے سے تلاش کیا جائے یعنی جواز یا عدم جواز کسی بھی نتیجے تک پہنچنے کے لئے خوب غور و فکر کرے جیسا کہ ہم اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔

دوسری فصل: سماع کے جائز ہونے پر دلائل

جان لیجئے کہ کسی کہنے والے کا یہ کہنا "سماع حرام ہے" اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص کی گرفت فرمائے گا۔ کسی چیز کے حرام و ناجائز ہونے کا معاملہ ایسا ہے جسے صرف عقل کے ذریعے نہیں جانا جا سکتا بلکہ شریعت پر موقوف ہے اور شرعی مسائل کا علم یا تو نص کے ذریعے ہوتا ہے یا مَنْصُوص عَلَیْہ مسئلہ (یعنی جس مسئلہ کے بارے میں نص وارد ہوئی اس) پر قیاس کے ذریعے۔ نص سے میری مراد وہ حکم ہے جو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قول و عمل سے ظاہر ہو اور قیاس سے مراد وہ معنی ہے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قول و عمل سے سمجھا گیا۔ اگر کسی مسئلہ کے بارے میں نہ نص وارد ہو نہ اسے کسی منصوص علیہ مسئلہ پر قیاس کرنا درست ہو تو اس کے حرام ہونے کا قول کرنا باطل ہے اور وہ مسئلہ دیگر مباح افعال کی طرح ایسا فعل ٹھہرے گا جس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ سماع کے حرام ہونے پر نہ کوئی نص دلالت کرتی ہے نہ ہی قیاس۔ یہ بات اس وقت واضح ہو جائے گی جب ہم حرمت کی طرف مائل حضرات کے دلائل کا جواب دیں گے۔

سماع کا جواز ثابت کرنے کے لئے اگرچہ اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے دلائل کا جواب دے دیا جائے لیکن پھر بھی ہم اوّلاً یہ ثابت کریں گے کہ اس کے جائز ہونے پر نص اور قیاس دونوں دلالت کرتے ہیں۔

(اس سے پہلے غنا کا معنی جاننا ضروری ہے) بے شک غنا (یعنی راگ و نغمہ) کے متعلق دو طرح سے گفتگو کی جاتی ہے:(۱)اس کے افراد کے متعلق (۲)اس کے مجموعے کے متعلق۔ ضروری ہے کہ پہلے اس کے افراد کے متعلق کلام کیا جائے پھر ان افراد کے مجموعے کے متعلق گفتگو کی جائے کیونکہ غنا کی صورت میں ایسی موزونی اور اچھی آواز کانوں تک پہنچتی ہے جو دل کو مضطرب کر دیتی ہے اور اس غنا میں پایا جانے والا عام وصف آواز کا اچھا ہونا ہے۔ اس اچھی آواز کی دو قسمیں ہیں (۱) موزونی (۲) غیر موزونی۔ پھر اچھی اور موزونی آواز کی مزید دو قسمیں ہیں (۱) وہ جس کا معنی و مفہوم سمجھنا ممکن ہو مثلاً اشعار (۲) وہ جس کا معنی و مفہوم سمجھنا ممکن نہ ہو مثلاً پتھروں اور جانوروں کی آواز۔ (غنا کے متعلق گفتگو کو چار درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے تین درجے اس کے افراد کے متعلق ہیں اور چوتھا درجہ اس کے مجموعے کے متعلق ہے۔)

اچھی اور خوبصورت آواز سننا کیسا ہے؟

❀...**پہلا درجہ:** بہر حال اچھی آواز اس حیثیت سے سننا کہ وہ اچھی اور خوبصورت ہے یہ حرام نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ نص اور قیاس کی رو سے حلال ہے۔

سماع کا جواز قیاس سے:

سننے کی قوت کو اس چیز کے ساتھ لذت حاصل ہوتی ہے جو اس کے ساتھ خاص ہے کیونکہ انسان کے پاس عقل اور پانچ حواس ہوتے ہیں، ہر حس ایک مخصوص ادراک کرتی ہے اور ان ادراکات میں سے بعض سے انہیں لذت وراحت حاصل ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ قیاس کرنے کے لئے تمام حواس میں قدر مشترک معنی اپنے مخصوص ادراک سے لذت پانا ہے۔ پس آنکھوں کو لذت پہنچانے والی خوبصورت اشیاء یہ ہیں، مثلاً سبزہ، نہر اور خوبصورت چہرہ الغرض ہر وہ رنگ جو دوسرے کے مقابلے میں اچھا لگتا ہے، سونگھنے کی قوت کو بدبو کے مقابلے میں خوشبو لذت پہنچاتی ہے، چکھنے کی قوت کو مزیدار اشیاء سے لذت حاصل ہوتی ہے جیسے بدمزہ اشیاء کے مقابلے میں روغنی اور کھٹی میٹھی اشیاء، چھونے کی قوت کو کھردری اور سخت اشیاء کے مقابلے میں

نرم وملائم اشیاء چھونے سے لذت محسوس ہوتی ہے اور عقل کو جہالت وکمزوری کے مقابلے میں علم ومعرفت کے سبب لذت وخوشی ملتی ہے۔

یہی حال آوازوں کا ہے جن کا ادراک سننے کی قوت سے کیا جاتا ہے، یہ آوازیں دو طرح کی ہوتی ہیں بعض وہ جن سے لذت حاصل ہوتی ہے جیسے بلبل اور مزامیر کی آواز اور بعض وہ جو اچھی نہیں لگتیں جیسے گدھے کی آواز وغیرہ۔ تو اس حس (یعنی سننے کی قوت) اور اس کی لذت کو دیگر حواس اور ان کی لذات پر قیاس کرنا نہایت واضح ہے۔

سماع کا جواز نص سے:

اچھی آواز سننے کے جواز پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے سبب اپنے بندوں پر احسان جتلایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ[1] اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ یہاں اس سے مراد "اچھی آواز" ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر نبی خوش آواز بھیجا:

حدیث پاک میں ہے: "مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا حُسْنَ الصَّوْت یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر نبی خوش آواز بھیجا۔"[2]

سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: گانے والی لونڈی کا مالک اسے جتنی توجہ سے سنتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے زیادہ توجہ قرآن پاک پڑھنے والے کی طرف فرماتا ہے۔[3]

400 جنازے:

ایک روایت میں حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے کہ آپ عَلَیْہِ

---

1 ...ترجمۂ کنز الایمان: بڑھاتا ہے آفرینش (پیدائش) میں جو چاہے۔ (پ۲۲، فاطر: ۱)

2 ...الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی قرأۃ رسول اللہ، الحدیث: ۳۰۳، ص ۱۸۳

3 ...سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ۲/ ۱۳۰، الحدیث: ۱۳۴۰

السَّلَام گریہ وزاری اور زبور کی تلاوت اس قدر خوش الحانی سے کرتے کہ آپ کی آواز سننے کے لئے انسان، جنات، وحشی جانور اور پرندے سب جمع ہو جاتے اور اس مجلس سے کثیر تعداد میں جنازے اٹھائے جاتے ایک مرتبہ 400 جنازے اٹھائے گئے۔[1]

سیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی سی خوش الحانی:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے ابو موسیٰ! تم کو داوٗد (عَلَیْہِ السَّلَام) کی سی خوش الحانی عطا کی گئی ہے۔''[2]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ (پ۲۱، لقمٰن: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی آواز۔

اس آیتِ مبارکہ کا مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اچھی آواز قابلِ تعریف ہے۔ اگر کہا جائے کہ اچھی آواز فقط تلاوت قرآنِ پاک کی صورت میں جائز ہے تو پھر لازم آئے گا کہ بلبل کی آواز سننا حرام ہو کیونکہ وہ قرآن نہیں۔ جب ایک بے معنی آواز کا سننا جائز ہے تو حکمت سے بھرپور اور معنی دار آواز کا سننا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا کہ حدیث پاک میں ہے: ''بعض اشعار حکمت بھرے ہوتے ہیں۔''

یہاں تک کی جانے والی گفتگو آواز کے اچھا اور خوبصورت ہونے کے متعلق تھی۔

موزونی آواز:

❀...**دوسرا درجہ:** اس میں اچھی آواز کے موزونی ہونے کے متعلق گفتگو کی جائے گی۔ وزن خوش آوازی کے علاوہ ایک وصف ہے، کتنی آوازیں اچھی ہوتی ہیں لیکن ان میں وزن کی رعایت نہیں کی جاتی اور بہت سی

---

1 ...الرسالة القشيرية، باب السماع، ص۳۶۷ ...... تاریخ بغداد، ۱۴۱/۱۰، الرقم: ۵۲۸۶: عبد الله بن محمد، بتغير

2 ...صحيح مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحسين الصلاة، الحديث: ۷۹۳، ص۳۹۸

آوازیں موزونی ہوتی ہیں مگر اچھی نہیں ہوتیں۔

موزونی آوازوں کی اقسام:

پس موزونی آوازیں تین طرح کی ہوتی ہیں:(۱)جمادات کے ذریعے پیدا ہونے والی آوازیں جیسے بانسری، سارنگی، لکڑی اور ڈھول بجانے کی آواز (۲)انسان کے گلے سے نکلنے والی آواز (۳)انسان کے علاوہ حیوان کے گلے سے نکلنے والی آواز جیسے بلبل، قُمری (فاختہ کا ہم شکل خوش آواز پرندہ) اور مسلسل ایک طرح کی آواز نکالنے والے پرندے کہ ان کی آوازیں اچھی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی ابتدا اور انتہا ایسی موزونی و مناسب ہوتی ہے جسے سننے سے لذت حاصل ہوتی ہے۔

آوازوں میں اصل انسان اور جانوروں کے گلے ہیں اور موسیقی کے آلات کو گلوں کی آوازوں پر قیاس کرکے بنایا گیا ہے گویا خدا کی مخلوق انسانی صَنْعَت (یعنی کاریگری) کے لئے مثال ہے، انسان نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق دیکھ کر اشیاء بنانا سیکھیں اور جو کچھ بناتا ہے اسی کی مخلوق میں سے کسی نہ کسی کو دیکھ کر بناتا ہے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے تفصیل درکار ہے۔

آلاتِ موسیقی کی حرمت تبعاً ہے:

بہرحال ان آوازوں کا سننا صرف اس وجہ سے حرام نہیں ہونا چاہئے کہ یہ اچھی اور موزونی ہیں کیونکہ بلبل اور دیگر پرندوں کی آواز سننے کو کوئی حرام نہیں کہتا اور انسان اور دیگر حیوانات کے گلوں اور جمادات اور حیوانات میں کوئی فرق نہیں بلکہ چاہئے کہ انسان جو آواز اپنے اختیار سے نکالتا ہے چاہے اپنے گلے سے نکالے یا آلاتِ موسیقی یعنی ڈھول وغیرہ کے ذریعے انہیں پرندوں کی آواز پر قیاس کیا جائے اور صرف انہی آلات کو حرام کہا جائے جن سے شریعت نے منع کیا ہے، مثلاً سارنگی اور بانسری۔ ان کی ممانعت کی یہ وجہ نہیں کہ انہیں سننے سے لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ پھر تو ہر اس آواز کا سننا ممنوع ہوتا جسے سن کر انسان لذت حاصل کرتا ہے بلکہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ شراب نوشی کا لازمی حصہ اور شعار تھے، جب شراب کو حرام کیا گیا تو

اس وقت لوگ شراب نوشی میں اس قدر مبتلا تھے کہ اس برے فعل کی عادت ختم کروانے کے لئے مبالغہ سے کام لیا گیا حتی کہ ابتداءً شراب کے مٹکے توڑنے کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی ان چیزوں کو بھی حرام کر دیا گیا جو شراب پینے والوں کا شعار تھیں پس سارنگی اور بانسری کی حرمت فقط شراب نوشی کے پیش نظر ہوئی جیسا کہ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کو اس لئے حرام کیا گیا کہ یہ زنا کا پیش خیمہ ہے، ران کو دیکھنا اس لئے حرام ہے کہ یہ دو شرمگاہوں سے متصل ہے اور اسی طرح شراب کی قلیل مقدار جو نشہ نہ لائے وہ بھی اس لئے حرام قرار دی گئی کہ یہ نشے کی مقدار تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چراگاہ:

ہر حرام شے کا ایک دائرہ ہوتا ہے جس نے اسے گھیرا ہوتا ہے اور حرمت کا حکم اس دائرے کے لئے بھی ہوتا ہے تاکہ یہ حرام سے حفاظت، بچاؤ اور اس کے گرد گھومنے سے رکاوٹ بن جائے۔ جیسا کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔“[1]

آلاتِ موسیقی کی حرمت کی وجوہات:

شراب کے تابع ہو کر بانسری وغیرہ کی حرمت کی تین وجوہات ہیں:

❀...**پہلی وجہ:** یہ ہے کہ یہ شراب نوشی پر ابھاریں گے کیونکہ ان سے حاصل ہونے والی لذت کا اختتام شراب پر ہوتا تھا، اسی عِلَّت کی بنا پر شراب کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

❀...**دوسری وجہ:** یہ ہے کہ جس نے تازہ تازہ شراب پینا چھوڑی ہو تو یہ آلات اسے شراب کی محافل یاد دلائیں گے اور یاد سے شوق ابھرے گا اور جب شوق بڑھے گا تو وہ پھر سے اس برے فعل میں مبتلا ہو جائے گا۔

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبھات، الحدیث: ۱۵۹۹، ص ۸۶۲

اسی وجہ سے جو برتن شراب رکھنے اور پینے کے لئے مخصوص تھے یعنی مُزَفَّت، حَنْتَم اور نَقِیر[1] ان کا استعمال نبیذ[2] کے لئے بھی منع فرما دیا گیا، کہ ان کو دیکھنے سے شراب کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

یہ وجہ پہلی سے مختلف ہے کیونکہ پہلی وجہ میں شراب کی یاد تازہ ہونے کا ذکر نہیں جبکہ اس میں (شراب کے برتنوں کا ذکر کرکے) اسی چیز کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ شراب کے برتن دیکھنے سے شراب ہی کی یاد آتی ہے۔ تو جو شخص شراب پیتے وقت سماع کا عادی تھا ایسے شخص کو اگر سماع سے شراب کی یاد تازہ ہوتی ہو اور اس کا شوق بڑھے تو اس شخص کے لئے خاص اس علت کی بنا پر سماع کی محفل ممنوع ہے۔

❀...**تیسری وجہ:** یہ ہے کہ ایسی محافل میں جمع ہونا فُسّاق وفُجّار کا طریقہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ ان کی مشابہت سے بچا جائے کہ حدیث پاک میں ہے: جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا وہ انہی میں سے ہو گا۔

فسّاق اور بدمذہبوں کی مشابہت سے بچو:

اسی علت (یعنی مشابہت) کی بنا پر ہم اُس سنت کو ترک کرنے کا قول کرتے ہیں جو بدعتیوں (یعنی بدمذہبوں) کا شعار بن جائے اس خوف سے کہ کہیں ان کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے۔

اسی کے باعث کُوبہ بجانا حرام ہے۔ کُوبہ اس لمبے ڈھول کو کہتے ہیں جو درمیان سے پتلا اور دونوں کناروں سے چوڑا ہوتا ہے، اسے بجانا ہیجڑوں کی عادت ہے اگر اس میں ان سے مشابہت نہ ہوتی تو ضرور یہ حج اور جہاد کے موقع پر بجائے جانے والے نقارے کی مثل ہوتا۔

اسی کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ اگر چند لوگ کسی جگہ کو خوب آراستہ کرکے محفل سجائیں اور شراب نوشی

---

[1]...صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، ۱/۳۳، الحدیث: ۵۳

[2]...مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مرأۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 81** پر میں فرماتے ہیں: نبیذ عموماً کھجور کے شربت (زلال) کو کہتے ہیں کہ رات کو کشمش یا کھجوریں پانی میں بھگو دی جاتی ہیں صبح کو وہ پانی نتھار کر پیا جاتا ہے اسے نبیذ کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی مقوی اور زود ہضم ہوتا ہے یہ حلال ہے بشرطیکہ خدشہ کو نہ پہنچے اگر بہت روز تک رکھا رہے تو جھاگ چھوڑ دیتا ہے اور نشہ آور ہے اب حرام ہو جاتا ہے۔

کے آلات اور برتنوں میں سِکَنجبِیْن (یعنی کھٹامیٹھا شربت) ڈالیں اور ایک شخص مقرر کریں جو لوگوں کے پاس جا کر پیش کرے اور انہیں پلائے اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو میں وہ الفاظ استعمال کریں جو شرابی شراب پیتے وقت استعمال کرتے ہیں تو ان کے لئے یہ عمل حرام ہے، اگرچہ یہ مشروب فی نفسہٖ مباح ہے لیکن اسے پینے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس میں فسّاق کے ساتھ مشابہت ہے۔

مشابہت ہی کی بنا پر سر کے بعض بال مونڈنا اور بعض چھوڑ دینا اور ان شہروں میں جبہ (یعنی کپڑوں کے اوپر پہنا جانے والا ڈھیلا ڈھالا لباس) پہننا ممنوع ہے جن میں یہ فسّاق کا لباس ہو، البتہ! ماوراء النہر کے شہروں میں جبہ پہننے سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان میں یہ نیک لوگوں کا لباس ہے۔

آلاتِ موسیقی کے متعلق فیصلۂ امام غزالی:

ان تین وجوہات کی بنیاد پر عراقی بانسری اور تمام سارنگیاں حرام ہیں خواہ ایک تار والی ہو یا تین یا چھ تار والی (کیونکہ یہ آلات شراب نوشی کے ساتھ خاص ہیں)، البتہ! ان کے علاوہ جو آلات ہیں، مثلاً چرواہوں، حاجیوں کا شاہین (یعنی ایک قسم کا باجا) اور ڈنڈیاں بجانا (ڈانڈیا) اور ڈھول اور ہر وہ آلہ جس سے موزونی اور اچھی آواز نکلتی ہے اور وہ شراب پینے والوں کے ساتھ خاص نہیں ایسے آلات چونکہ شراب کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے، نہ اس کی یاد دلاتے ہیں، نہ اس کا شوق بڑھاتے ہیں اور نہ ان کی وجہ سے شرابیوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، لہٰذا یہ پرندوں کی آوازوں پر قیاس کرتے ہوئے مباح و جائز رہیں گے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ سارنگی اگر ایسی بے ڈھنگی طرز پر بجائی جائے جس سے لذت حاصل نہ ہو تو بھی اسے سننا حرام ہے۔

اس کلام سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آلاتِ موسیقی کو حرام قرار دینے کی اصل علت ان سے پیدا ہونے والی آوازوں کا اچھا اور باعثِ لذت ہونا نہیں ہے بلکہ قیاس کے مطابق تو تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں سوائے ان کے جنہیں حلال قرار دینے میں فساد لازم آتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ ؕ (پ۸، الاعراف: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق۔

معلوم ہوا کہ آلات موسیقی سے پیدا ہونے والی آوازیں اس لئے حرام نہیں کہ موزونی ہیں بلکہ ان کی حرمت دیگر عوارض کی وجہ سے ہے۔ حرام کرنے والے ان عوارض کا بیان عنقریب آئے گا۔

❀...**تیسرا درجہ:** (آواز کے متعلق تیسرا درجہ) یہ ہے کہ موزونی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے معنی سمجھنا بھی ممکن ہوں اور اس کی مثال شعر ہے جو صرف انسان کے گلے سے نکلتا ہے۔ یہ قطعی طور پر جائز و مباح ہے کیونکہ اچھی اور موزونی آواز میں صرف اس بات کا اضافہ ہوا ہے کہ اس کے معنی سمجھنا ممکن ہوں اور جس کلام کے معنی سمجھنا ممکن ہوں نہ تو وہ حرام ہوتا ہے اور نہ ہی اچھی اور موزونی آواز۔

شعر بھی ایک کلام ہے:

جب غنا کے تینوں افراد و اوصاف علیحدہ طور پر حرام نہیں تو ان کا مجموعہ کیسے حرام ہو سکتا ہے؟ ہاں اس کے مفہوم میں غور کیا جائے گا اگر اس میں کوئی ممنوع بات ہو تو اسے نظم، نثر، خوش الحانی یا سادہ آواز میں ہر طرح پڑھنا حرام ہو گا۔ اس سلسلے میں حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا فرمان درست ہے۔ چنانچہ، فرماتے ہیں: ”شعر ایک کلام ہے اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔“

جب بغیر خوش الحانی کے شعر کہنا جائز ہے تو خوش الحانی سے کہنا بھی جائز ہے کیونکہ بعض مباح و جائز امور جمع ہوں تو ان کا مجموعہ بھی مباح ہوتا ہے اور جب مباح امور کو ملایا جائے تو ان کا مجموعہ اسی وقت حرام ہوتا ہے جبکہ اس میں کوئی امر ممنوع شامل ہو جائے جو ان مباح امور میں شامل نہ تھا۔ شاعری سے کیسے منع کیا جا سکتا ہے حالانکہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اشعار پڑھے گئے [1] اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: ”اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَةً یعنی بعض اشعار حکمت بھرے ہوتے ہیں۔“ [2]

1...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، الحدیث: ۲۴۸۵، ص ۱۳۵۰

2...سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب الشعر، ۴/۲۲۷، الحدیث: ۳۷۵۵

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے منقول شعر ہے:

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِي اَكْنَافِهِم وَبَقِيْتُ فِي خَلْفٍ كَجِلْدِ الْاَجْرَبِ

ترجمہ: چلے گئے وہ لوگ جن کے سائے میں زندگی گزاری جاتی تھی اور میں خارش زدہ اونٹ کی جلد کی طرح باقی رہ گئی ہوں۔

مدینے سے محبت دعائے سرکار کی برکت سے ہے:

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو بخار ہو گیا، ان دنوں وہاں طاعون کا مرض پھیلا ہوا تھا، میں نے والد محترم سے عرض کی: "اباجان! آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟" آپ کی بیماری شدت اختیار کر چکی تھی، فرمایا:

كُلُّ امْرِئٍ مُّصَبَّحٌ فِي أَهْلِهٖ وَ الْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ترجمہ: ہر شخص اپنے اہل و عیال کے درمیان صبح خوشگوار کرتا ہے جبکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

یہی سوال میں نے حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی کیا تھا، آپ کو جب کچھ افاقہ ہوا تو بلند آواز سے اشعار پڑھنے لگے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَّ حَوْلِيْ اِذْخِرٌ وَّ جَلِيْلُ

وَ هَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِّيَاهَ مَجَنَّةٍ وَ هَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَّ طَفِيْلُ

ترجمہ: (۱)...کاش! میں پھر کبھی ایک رات (مکہ کی) وادی میں گزاروں اور میرے گرد اذخر اور جلیل نامی گھاس ہو۔

(۲)...کاش! پھر ایک روز (مکہ میں) مجنہ نامی مقام کے چشمے پر جاؤں اور شامہ اور طفیل نامی پہاڑیاں دیکھنا نصیب ہوں۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب میں نے رَحْمَۃٌ

لِلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مکہ سے اس شدت محبت کے بارے میں خبر دی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں دعا کی: ''اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں مدینے کی محبت عطا فرما جیسا کہ ہمیں مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''[1]

زندگی تو آخرت کی زندگی ہے:

حضور سیّد عالم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجدِ نبوی کی تعمیر کے دوران صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ھٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَیْبَر ھٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَ اَطْھَر

ترجمہ: تعمیرِ مسجد کے لئے اٹھائے گئے یہ پتھر خیبر کے موقع پر اٹھائی گئی کھجوروں اور کشمش کی طرح نہیں بلکہ ہمارے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہیں۔

اور بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کر رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَہ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یقیناً زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ روحُ القُدُس کے ذریعے حسّان کی مدد فرماتا ہے:

حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبیِّ پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں حضرت سیِّدُنا حسان بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لئے منبر رکھواتے جس پر کھڑے ہو کر وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان بیان کرتے یا دفاع کرتے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ روحُ القُدُس (یعنی حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام) کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے جب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول کا

1... صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی و اصحابہ المدینۃ، ۲/۶۰۱، الحدیث: ۳۹۲۶

2... صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی و اصحابہ الی المدینۃ، ۲/۵۹۵، الحدیث: ۳۹۰۶، بتغیر قلیل

سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب این یجوز بناء المساجد، ۱/۴۱۰، الحدیث: ۷۴۲، بتغیر قلیل

دفاع کرتا ہے یا ان کی شان بیان کرتا ہے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دانت سلامت رکھے:

جب حضرت سیِّدُنا نابغہ جعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے شعر پڑھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دعا دیتے ہوئے فرمایا: ”لَا یَفْضُضِ اللہُ فَاكَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دانت سلامت رکھے۔“[2]

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے ایک دوسرے کو اشعار سناتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکراتے تھے۔[3]

حضرت سیِّدُنا شرید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُمَیَّہ ثَقَفِی کے 100 اشعار رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے پڑھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر شعر مکمل ہونے پر یہی فرماتے: ”اور سناؤ، اور سناؤ۔“ اشعار سننے کے بعد فرمایا: ”امیہ کے خیالات اسلام سے ملتے جلتے تھے۔“[4]

اے اَنْجَشَہ! خیال کرو کچی شیشیاں توڑ نہ دینا:

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم، نور مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی انشاد الشعر، ۴/ ۳۸۵، الحدیث: ۲۸۵۵

2 ...دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، الفصل الرابع والعشرون، الجزء الثانی، الحدیث: ۳۸۵، ص ۲۷۳

العقد الفرید لابن عبد ربہ الاندلسی، کتاب الزمردۃ، فضائل الشعر، ۶/ ۱۲۶

3 ...سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی انشاد الشعر، ۴/ ۳۸۶، الحدیث: ۲۸۵۹، عن جابر بن سمرۃ

4 ...صحیح مسلم، کتاب الشعر، الحدیث: ۲۲۵۵، ص ۱۲۳۸

مسند ابی داود الطیالسی، الشرید بن سوید الثقفی، الحدیث: ۱۲۷۱، ص ۱۷۹

ساتھ سفر میں حُدی خوانی[1] کی جاتی تھی، حضرت سیِّدُنا انجشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ عورتوں کے (اونٹوں کے) پاس حُدی خوانی کرتے تھے اور حضرت سیِّدُنا براء بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ مردوں کے (اونٹوں کے) پاس، ایک مرتبہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے انجشہ! چھوڑدو کچی شیشیاں (یعنی عورتوں کے کمزوردل) نہ توڑو۔[2]

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے زمانے میں اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ اونٹوں کے پیچھے حُدی خوانی کرتے تھے اور یہ اشعار ہوتے تھے جو اچھی اور موزونی آواز کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، کسی صحابی سے اس کا انکار منقول نہیں، بلکہ بعض اوقات وہ اونٹوں کو جوش دلانے کے لئے اور کبھی لذت حاصل کرنے کے لئے حُدی خواں کو تلاش کرتے تھے، لہٰذا کسی کلام کو اس وجہ سے حرام قرار دینا درست نہیں کہ وہ بامعنی کلام ہے جس سے لذت حاصل کی جاتی ہے اور وہ اچھی اور موزونی آواز سے پڑھا جاتا ہے۔

موزونی نغمات تاثیر کا باعث ہیں:

❀...**چوتھا درجہ:** اس میں یہ گفتگو کی جائے گی کہ غنا دل کو مُضْطَرِب کرتا ہے اور اسی چیز کو ابھارتا ہے جو دل پر غالب ہوتی ہے۔

---

[1]... مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 442** پر فرماتے ہیں: حدی یا حداوہ گانا ہے جس سے اونٹ کو مستی دلا کر چلایا جاوے، اونٹ گانے کا عاشق ہے جیسے سانپ خوش آواز کا، جب اونٹ تھک جاتا ہے تو خوش آوازی سے اسے گانا سنایا جاتا ہے جس سے مست ہو کر خوب تیز دوڑتا ہے، اس گانے کو حدی اور گانے والے کو حاد کہتے ہیں۔ حضرت انجشہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) بڑے خوش آواز تھے اس لئے حدی خواں آپ ہوتے تھے۔ حدی کی ابتدا کیسے ہوئی اس کے متعلق یہاں مرقات نے عجیب واقعات بیان کیئے ایک بدوی نے اپنے غلام کو مارا اس کا ہاتھ کاٹ کھایا غلام خوش آواز تھا وہ گھبراہٹ میں بولا "دی، دی، دی" بجائے "یدی، یدی" کے "دی، دی" کہا اونٹ کو اس پر وجد آگیا تب سے حدی کا دستور قائم ہوا، بعض خوش الحان بدوی کے حدی پر انسانوں کو وجد آجاتا ہے۔

[2]...مسند ابی داود الطیالسی، ثابت البنانی عن انس بن مالک، الحدیث: ۲۰۴۸، ص ۲۷۲

صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمۃ النبی للنساء... الخ، الحدیث: ۲۳۲۳، ص ۱۲۶۹

الادب المفرد للبخاری، باب الحداء للنساء، الحدیث: ۱۳۰۰، ص ۳۳۷

میں کہتا ہوں کہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک پوشیدہ راز ہے کہ اس نے موزونی نغمات کی روحوں کے ساتھ ایک مناسبت رکھی ہے حتی کہ یہ عجیب تاثیر کا باعث ہیں۔ چنانچہ، بعض آوازیں فرحت و سرور کا باعث بنتی ہیں اور بعض غمگین کر دیتی ہیں، کچھ نیند کا سبب بنتی ہیں اور کچھ چہرے پر ہنسی بکھیر دیتی ہیں، بعض سے اضطرابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض ایسی ہوتی ہیں کہ ہاتھ، پاؤں، سر اور دیگر اعضاء ان کے وزن کے مطابق حرکت میں آجاتے ہیں۔ یہ گمان ہرگز درست نہیں کہ تاثیر شعر کے معنی سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے بلکہ یہ تاثیر آلات موسیقی کے سبب بھی پیدا ہو سکتی ہے حتی کہ کہا جاتا ہے جسے موسم بہار، اس کی تروتازگی اور سارنگی مُضْطَرِب نہ کرے وہ خشک مزاج ہے، اس کا کوئی علاج نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تاثیر صرف معنی سمجھنے کی وجہ سے ہو حالانکہ آواز کی تاثیر تو پنگوڑے میں موجود بچے میں بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ اچھی آواز کے سبب روتا ہوا بچہ خاموش ہو جاتا ہے اور جس سبب سے رو رہا ہوتا ہے اسے بھلا کر آواز کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

اچھی آواز سے اونٹ بھی مست ہو جاتا ہے:

اونٹ باوجود تھکاوٹ و سستی کے حُدی سے ایسا متاثر ہوتا ہے کہ بھاری بوجھ کو ہلکا سمجھتا ہے، حُدی سن کر پیدا ہونے والی نَشاط و قوّت کے سبب طویل مَسافت آسانی سے طے کر لیتا ہے اور حدی اسے مست و بے قرار کر دیتا ہے۔ پس تم نے دیکھا ہو گا کہ جب اس پر جنگل و بیابان کا سفر طویل ہو جائے اور کجاوے کا بوجھ اور تھکاوٹ اسے کمزور و سست کر دے تو حُدی کی آواز سنتے ہی اپنی گردن دراز کر کے اپنے کان حُدی خواں کی طرف لگا دیتا اور تیز تیز چلنا شروع کر دیتا ہے حتی کہ اس پر رکھا کجاوہ اور سامان زور زور سے ہلنے لگتا ہے اور بعض اوقات بے حد چلنے سے پیدا ہونے والی تکلیف اور بوجھ اٹھانے کی مشقت کے سبب اس کی جان تک چلی جاتی ہے لیکن حُدی کی وجہ سے پیدا ہونے والے نِشاط کے سبب سے اسے مشقت و تکلیف کا احساس تک نہیں ہوتا۔

حکایت: بیڑیوں میں جکڑا خوش آواز غلام:

حضرت سیِّدُنا ابو بکر محمد بن داؤد دِیْنَوَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں سفر کر رہا تھا، راستے میں میرا گزر عرب کے ایک قبیلے سے ہوا، اس قبیلے کا ایک شخص مہمان نوازی کے لئے مجھے اپنے گھر لے آیا، جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ گھر کی ایک جانب سیاہ غلام بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے اور گھر کے صحن میں کچھ اونٹ مرے پڑے ہیں اور ایک اونٹ اتنا کمزور تھا گویا اس کی روح بھی بس نکلنے کو تھی، بیڑیوں میں جکڑے اس غلام نے کہا: "آپ میرے آقا کے مہمان ہیں، اس پر آپ کا حق ہے، لہٰذا اس سے میری سفارش کر دیجئے! وہ اپنے مہمان کی عزت کرتا ہے، اتنی سی بات میں آپ کی سفارش رد نہیں کرے گا، امید ہے کہ مجھے قید سے رہا کر دے۔" فرماتے ہیں: جب کھانا سامنے آیا تو میں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا: "جب تک تم اس غلام کے حق میں میری سفارش قبول نہیں کروگے میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔" میزبان کہنے لگا: "اس نے مجھے فقیر بنا دیا اور میرا تمام مال ہلاک کر دیا۔" میں نے پوچھا: "اس نے ایسا کون سا کام کیا ہے؟" میزبان نے جواب دیا: "یہ خوش آواز ہے، میرا گزر اوقات ان اونٹوں کے کرائے سے ہوتا تھا، اس نے اونٹوں پر بھاری بوجھ لادا اور حُدی خوانی کرتا رہا حتی کہ اونٹوں نے اس کے عمدہ نغمہ کے سبب تین دن کی مسافت ایک رات میں طے کر لی، جب ان سے بوجھ اتارا گیا تو سوائے اس ایک اونٹ کے سارے مر گئے لیکن آپ چونکہ میرے مہمان ہیں، لہٰذا آپ کی عزت کی خاطر میں نے اسے معاف کیا۔" حضرت سیِّدُنا ابو بکر محمد بن داؤد دِیْنَوَرِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مجھے اس کی آواز سننے کی خواہش تھی، جب صبح ہوئی تو اس نے غلام سے کہا کہ جو اونٹ کنویں سے پانی لاتا ہے اس کے سامنے حُدی پڑھو، جب اس غلام نے اپنی آواز بلند کی تو اونٹ اِدھر اُدھر بھاگنے لگا اور رسیاں توڑ ڈالیں اور میں بھی (خود پر قابو نہ رکھ سکا اور) منہ کے بل گر پڑا، شاید میں نے زندگی میں سب سے عمدہ آواز یہی سنی تھی۔

معلوم ہوا کہ سماع کی محفل دل پر اثر کرتی ہے۔

پرندوں اور چوپایوں سے زیادہ سخت طبیعت انسان:

جس کا دل سماع کے باعث مضطرب نہ ہو وہ ناقص، راہِ اعتدال سے پھرا ہوا اور روحانیت سے دور ہے اور اس کی طبیعت اونٹ، پرندوں بلکہ تمام چوپایوں سے زیادہ سخت ہے کیونکہ ان تمام پر موزونی نغمات اثرانداز ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پرندے حضرت سیِّدُنا داود علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آواز سننے کے لئے فضا میں ٹھہر جاتے تھے۔

بہرحال سماع کے دل پر اثرانداز ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے بارے میں مطلقاً حلال و حرام کا حکم لگانا درست نہیں بلکہ احوال واشخاص اور نغمات کے طریقے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کا حکم مختلف ہوتا ہے۔ پس سماع کا حکم وہی ہے جو دل میں موجود خیالات کا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: سماع کی محفل دل میں نئی چیز پیدا نہیں کرتی بلکہ جو کچھ اس میں ہوتا ہے اسی کو ابھارتی ہے۔

موزونی اور ہم قافیہ کلمات ترنُّم سے پڑھنے کے سات مواقع:

چند مواقع پر مخصوص اَغراض کے باعث موزونی اور ہم قافیہ کَلِمات کو ترنُّم کے ساتھ پڑھنے کا رواج ہے باوجود یہ کہ اس کے سبب دل میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ وہ مواقع سات ہیں:

حج کے موقع پر نغمات پڑھنے کا حکم:

❀... **پہلا موقع: حُجاج کرام کے نغمات:** حج کا وقت شروع ہونے سے پہلے حجاج کرام شہروں میں ڈھول اور شاہین (ایک قسم کا باجا) بجاتے اور نغمے گاتے پھرتے ہیں اور یہ امر اس لئے مباح ہے کہ ان کے نغمے کَعبَۃُ اللہ شریف، مقامِ ابراہیم، حطیم، زمزم اور دیگر مقاماتِ حج کی عظمت پر مشتمل ہوتے ہیں، اگر دل میں پہلے سے حج کا شوق موجود ہو تو ان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ شوق مزید بھڑک اٹھتا ہے اور اگر پہلے سے شوق موجود نہ ہو تو

پیدا ہو جاتا ہے اور حج چونکہ ایک عبادت ہے جب اس کا شوق ہونا اچھی بات ہے تو شوق پیدا کرنے والی کسی بھی چیز کے ذریعے اس کا شوق دلانا بھی اچھا امر ہے اور جس طرح واعظ کے لئے دورانِ وعظ نظم کی صورت میں کلام کرنا اسے ہم قافیہ کلمات کے ساتھ مزین کرنا اور حج کا ثواب اور بیتُ اللہ ودیگر مقدس مقامات کی عظمت بیان کرتے ہوئے حج کا شوق دلانا جائز ہے اسی طرح واعظ کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے بھی اشعار کو نظم کی صورت میں پڑھ کر حج کا شوق دلانا جائز ہے کیونکہ جب موزونی کلام میں ہم قافیہ کلمات کی رعایت بھی کی جائے تو وہ کلام دل میں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اور ساتھ میں جب آواز بھی اچھی ہو تو تاثیر مزید بڑھ جاتی ہے اور یہ تاثیر اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے جب اس کے ساتھ ڈھول، شاہین اور لوگوں پر طاری ہونے والی مخصوص کیفیات بھی شامل ہوں۔

یہ سب کچھ جائز ہے جب تک اس میں بانسری اور سارنگی شامل نہ ہو جو کہ فُسّاق وفُجّار کا شعار ہیں، جائز صورت میں بھی اس شخص کو شوق دلانا جسے حج کے لئے نکلنا جائز نہ ہو مثلاً کوئی شخص فرض حج کر چکا ہے اب اس کے والدین (نفلی) حج کی اجازت نہیں دے رہے تو ایسے شخص کو ان محافل کے ذریعے حج کا شوق دلانا حرام حتی کہ ایسی بات کرنا بھی حرام جو اسے حج کا شوق دلائے کیونکہ حرام کا شوق دلانا بھی حرام ہے۔ اسی طرح اگر راستہ پُر امن نہ ہو اور ہلاکت کا غالب گمان ہو تو بھی شوق دلا کر دلوں کو مُضطَرِب کرنا اور اس راستے سے جانے کے لئے ابھارنا ناجائز ہے۔

جہاد پر اُبھارنے کے لئے اشعار پڑھنا کیسا؟

❀...**دوسرا موقع: جہاد ہے:** کہ مجاہدین لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے اشعار پڑھتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے جیسا کہ حجاج کرام کا نغمات پڑھنا جائز ہے لیکن خیال رہے کہ ان کا نغمات پڑھنے کا طریقہ کار حاجیوں کے نغمات سے مختلف ہو کیونکہ جہاد پر ابھارنے والا شخص اشعار کے ذریعے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھاتا، ان میں کفار کے خلاف غیظ وغضب بڑھاتا، ان کی بہادری کی تعریف اور ان کی جان ومال پر جہاد کی فضیلت بیان کرتا

ہے۔ جیسا کہ متنبی شاعر کہتا ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَمُتْ تَحْتَ السُّیُوْفِ مُکَرَّمًا　　تَمُتْ وَ تُقَاسِی الذُّلَّ غَیْرَ مُکَرَّمٖ

یَرَی الْجُبَنَاءُ اَنَّ الْجُبْنَ حَزْمٌ　　وَ تِلْکَ خَدِیْعَۃُ الطَّبْعِ اللَّئِیْمٖ

ترجمہ: (۱)...اگر تم تلواروں کے سائے میں عزت کی موت نہ مرے تو ذلیل وخوار ہو کر مرو گے۔

(۲)...بزدل لوگ بزدلی کو دور اندیشی گمان کرتے ہیں حالانکہ یہ کمتر لوگوں کی طبعی خرابی ہے۔

جہاد میں اسی طرح کے اشعار پڑھے جائیں گے۔ بہادری پر ابھارنے والے اور شوق بڑھانے والے اشعار پڑھنے کے اوزان وطریقہ کار مختلف ہیں اور یہ اشعار پڑھنے کا حکم مباح ولازم ہونے کے اعتبار سے وہی ہو گا جو اس وقت جہاد کا حکم ہو اور یہ اسی شخص کے حق میں مباح ہیں جسے جہاد میں جانا جائز ہے۔

دشمن کے سامنے رَجَزِیَہ اشعار پڑھنا کیسا؟

❀... **تیسرا موقع: رجز پر مبنی وہ اشعار:** جسے بہادر لوگ دشمن کے ساتھ مقابلے کے وقت پڑھتے ہیں اور ان سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھایا جائے اور جنگ کے لئے ان کے اندر جوش وجذبہ پیدا کیا جائے، ان اشعار میں اپنی شجاعت وبہادری کی تعریف ہوتی ہے اور جب یہ عمدہ الفاظ اور اچھی آواز کے ساتھ پڑھے جائیں تو دل میں زیادہ اثرانداز ہوتے ہیں۔

ان اشعار کا پڑھنا مباح جنگ میں مباح، مستحب جنگ میں مستحب ہے جبکہ مسلمانوں اور ذِمّیوں کے درمیان ہونے والی اور ہر ممنوع جنگ کے دوران ایسے اشعار کا پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ ممنوعات کی طرف لے جانے والے امور بھی ممنوع ہیں۔

رجز پر مبنی اشعار پڑھنا شجاعت وبہادری کے پیکر صحابۂ کرام، مثلاً خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضی اور حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے بھی منقول ہیں اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مجاہدین کے لشکر میں شاہین (ایک قسم کا باجا) بجانے سے منع کرنا چاہئے کیونکہ اس کی آواز سے دلوں میں نرمی اور

غم کی کیفیت پیدا ہوتی، شجاعت کی شدت کم ہوتی، حوصلہ کمزور پڑ جاتا، اہل وعیال اور وطن کی محبت بھڑک اٹھتی اور جنگ کے معاملے میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان تمام آوازوں اور نغمات سے پرہیز کیا جائے جو رقتِ قلبی کا سبب ہیں کیونکہ غمگین کرنے والے اور رقت انگیز نغمے جوش دلانے والے اور حوصلہ پیدا کرنے والے نغموں کے برعکس ہیں تو اگر کوئی واجب جہاد میں لوگوں کی رائے اور دلوں کو بدلنے کی نیت سے رقت انگیز اشعار پڑھے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نافرمان ہے اور جو شخص ممنوع وناحق جنگ ختم کرنے کی نیت سے ایسا کرے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مطیع وفرمانبردار بندہ ہے۔

غم دو طرح کا ہوتا ہے:

❀...**چوتھا موقع: غمزدہ لوگوں کی آہ وبکا اور مترنّم آوازیں:** ان کی تاثیر یہ ہے کہ انسان غمزدہ اور افسردہ ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ غم دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) قابل مذمت (۲) قابل تعریف۔

قابلِ مذمَّت غم: مثلاً دُنیوی ساز وسامان چلے جانے پر غمزدہ ہونا۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (پ۲۷، الحدید: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے۔

انتقال کر جانے والوں پر غم کرنا بھی اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے سے ناراض ہونا اور ایسے نقصان پر افسوس کرنا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ جب یہ غم مذموم ہے تو نوحہ کے ذریعے اس پر ابھارنا بھی مذموم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں نوحہ کرنے سے صراحتًا منع فرمایا گیا ہے۔[1]

قابلِ تعریف غم: اس سے مراد انسان کا دینی امور میں کوتاہی ہو جانے پر غمزدہ ہونا اور اپنی خطاؤں پر رونا ہے۔ اس سلسلے میں رونا اور رونے جیسی صورت بنالینا، یوں ہی غمزدہ ہونا اور غمزدہ شخص کی سی صورت بنالینا سب قابل تعریف ہے۔ حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی اپنی لغزش پر روئے تھے۔ اس طرح

---

[1] ...صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الممتحنۃ، باب ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ﴾ [۱۲]، ۳/۳۵۰، الحدیث: ۴۸۹۲

کے غم کو ابھارنا اور اسے تَقْوِیَّت دینا قابل تعریف ہے کیونکہ یہ کوتاہیوں میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُوَالسَّلَام کا گریہ وزاری فرمانا اسی لئے قابل تعریف ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا دائمی غم اور طویل عرصے تک رونے کا سبب خود کو خطاکار گمان کرنا تھا۔ چنانچہ، آپ عَلَیْہِ السَّلَام خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رلاتے تھے، خود بھی غمگین ہوتے اور لوگوں کو بھی غمزدہ کر دیتے حتی کہ آپ کے گریہ وزاری کی مجالس سے جنازے اٹھائے جاتے تھے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام خوش آوازی کے ساتھ گریہ وزاری کرتے تھے اور یہ قابل تعریف ہے کیونکہ جو چیز اچھائی کی طرف لے جائے وہ بھی اچھی ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر خوش آواز واعظ منبر پر لوگوں کے دلوں کو غمزدہ اور نرم کرنے کے لئے دلکش آواز میں اشعار پڑھے اور دوسروں کو رلانے کے لئے خود بھی روئے یا رونے جیسی صورت بنائے تو یہ حرام نہیں ہے۔

خوشی کا اظہار کر کے خوشی میں اضافہ کرو:

❀...**پانچواں موقع: خوشی کے مواقع پر فرحت و سرور بڑھانے کے لئے (شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے) محفل سماع کا انعقاد کرنا:** خوشی اگر مباح و جائز ہو تو محفل سماع بھی جائز ہے، مثلاً عید کے دنوں میں، شادی بیاہ کے موقع پر، سفر سے واپس آنے والے، ولیمہ، عقیقہ، بچے کی ولادت اور اس کے ختنہ کی خوشی میں، نیز بچے کے حفظِ قرآن کے وقت محفل سماع کا انعقاد جائز و مباح ہے کہ یہ خوشی کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

خوشی کے موقع پر انعقاد محفل کے جواز کی دلیل:

بعض نغمے فرحت و سرور اور خوشی میں اضافے کا باعث ہوتے ہیں اور ہر وہ بات جس پر خوشی منانا جائز ہے اسے عام کر کے خوشی میں اضافہ کرنا بھی جائز ہے۔ اس پر یہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو عورتوں نے دف بجا کر خوش آوازی سے یہ اشعار پڑھے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ترجمہ: ہم پر ثَنِیَّۃُ الْوَدَاعِ[1] سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا، جب تک توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی جاتی رہے ہم پر شکر لازم ہے۔[2]

خوشی کا یہ اظہار مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا میں آمد مصطفےٰ کی وجہ سے تھا اور یہ خوشی قابل تعریف ہے۔ معلوم ہوا کہ اشعار ونغمات پڑھے جانے کے وقت اور خوشی کے موقع پر بے خودی میں صادر ہونے والی مختلف حرکات کے ذریعے خوشی کا اظہار بھی قابل تعریف ہے جیسا کہ عنقریب رَقص کے احکام بیان کرتے ہوئے نقل کیا جائے گا کہ بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان خوشی کے موقع پر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر جھوما کرتے تھے۔[3] ہر قابل عزت واحترام شخص کے آنے پر خوشی کا اظہار کرنا جائز ہے بلکہ خوشی کے ہر جائز موقع پر خوشی منانا جائز ہے، اس پر ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی یہ روایات دلالت کرتی ہیں۔

غنا اور کھیل کود سے متعلق 7 روایات:

﴾1﴿... ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے سامنے اپنی مبارک چادر سے آڑ کئے ہوتے اور میں حبشیوں کو مسجد میں کھیلتے (یعنی نیزہ بازی کرتے) دیکھتی[4] حتی کہ میں تھک جاتی۔ تم خود اندازہ کر لو کہ ایک کم سِن

1... ثنیہ بمعنی پہاڑ کی گھاٹی اسے ثنیہ وداع اس لئے کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اپنے مہمانوں کو یہاں تک پہنچانے جاتے تھے یہاں سے اسے وداع یعنی رخصت کرتے تھے۔ (مراٰۃ المناجیح، ۵/ ۴۷۰)

2... کتاب الثقات لابن حبان، السیرۃ النبویۃ، ذکر ھجرۃ رسول اللہ، ۱/ ۴۹

دلائل النبوۃ للبیھقی، باب من استقبل رسول اللہ... الخ، ۲/ ۵۰۶

3... صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا ما صالح... الخ، ۲/ ۲۱۲، الحدیث: ۲۶۹۹

4... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 5، صفحہ 89** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: مسجد سے مراد یا تو خارج مسجد ہے جسے رحبہ کہا جاتا تھا چونکہ وہ جگہ مسجد سے بالکل ملی ہوئی تھی اس لئے اسے مسجد فرمایا، اور ہو سکتا ہے کہ خود مسجد میں ہی یہ کھیل ہوتا تھا کیونکہ یہ بظاہر تو کھیل تھا مگر در حقیقت تیر اندازی کی مشق یعنی جہاد کی تیاری تھی، اور یہ تیاری عبادت ہے لہٰذا مسجد میں جائز۔

لڑکی کھیل کو دیکھنے کی کس قدر شوقین ہوتی ہے۔[1]

اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا دیر تک کھڑی کھیل دیکھتی رہتیں۔

﴿2﴾... خلیفۂ اوّل امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایامِ مِنٰی میں ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس تشریف لائے، دو کم سن بچیاں ان کے پاس دف بجا رہی تھیں جبکہ پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنا رُخِ انور کپڑے سے ڈھانپے ہوئے آرام فرما تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بچیوں کو ڈانٹا تو حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا: ''دَعْهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيدٍ یعنی اے ابو بکر! انہیں چھوڑ دو، یہ عید کے دن ہیں[2]۔''[3]

﴿3﴾... مزید فرماتی ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے اپنی مبارک چادر میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو مسجد میں کھیلتے (یعنی نیزہ بازی کرتے) دیکھ رہی تھی، حضرت عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں ڈانٹا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے بَنُو اَرْفِدَہ! (یہ حبشیوں کا لقب ہے) بے خوف رہو (اور کھیل جاری رکھو)۔''[4]

حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن حارث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث نے حضرت سیِّدُنا ابن شہاب زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی سند سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے، اس میں ''تُغَنِّيَانِ وَتَضْرِبَان'' (وہ بچیاں گیت گا رہی تھیں اور دف بجا

---

[1]... صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب نظر المرأة الی الحبش ونحوھم من غیر ریبة، ۳/۴۷۳، الحدیث: ۵۲۳۶

[2]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، جلد2، صفحہ 359** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) یہ سمجھے کہ یہ گیت بھی ناجائز ہیں، عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کو مسئلہ نہیں معلوم اور حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سو رہے ہیں اس لئے انہیں جھڑکا، حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بتادیا کہ یہ گیت ہماری اجازت سے گائے جارہے ہیں ناجائز نہیں، اس میں خوشی کا اظہار ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عید، شادی، عقیقہ، ختنہ وغیرہ خوشی کے موقعوں پر بچیوں کے ایسے گیت گانا جائز ہیں، مگر آج کل کے غنا (گیت) مقدمہ زنا ہیں۔

[3]... صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب اذا فاتہ العید... الخ، ۱/۳۳۹، الحدیث: ۹۸۷

[4]... صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب اذا فاتہ العید... الخ، ۱/۳۳۹، الحدیث: ۹۸۸

رہی تھیں) کے الفاظ ہیں۔[1]

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا ابو طاہر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الظَّاھِر سے مروی روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور حبشی بچے مسجد میں نیزہ بازی کرتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے اپنے کپڑے یا چادر سے پردہ کراتے تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں، پھر جب تک میں خود نہ لوٹ جاتی تب تک میری وجہ سے کھڑے رہتے۔[2]

﴿5﴾... ام المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس گُڑیوں سے کھیلا کرتی تھی، میری سہیلیاں (کھیلنے کے لئے) میرے پاس آجاتیں، جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لاتے تو وہ چلی جاتیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں میری طرف بھیج دیتے تو وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔[3]

﴿6﴾... مروی ہے کہ ایک دن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی گڑیاں دیکھیں تو دریافت فرمایا: "یہ کیا ہے؟" عرض کی: "یہ میری گڑیاں ہیں۔" ارشاد فرمایا: "یہ ان گڑیوں کے درمیان میں کیا ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں؟" عرض کی: "گھوڑا ہے۔" ارشاد فرمایا: "اس کے اوپر کیا ہے؟" عرض کی: "دو پر ہیں۔" ارشاد فرمایا: "کیا گھوڑے کے پر ہیں؟ "عرض کی: "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہ سنا کہ حضرت سلیمان بن داؤد عَلَیْہِمَا السَّلَام کے گھوڑے کے پر تھے؟" فرماتی ہیں: "اس پر حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس قدر مسکرائے کہ آپ کی

---

1 ... صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب... الخ، ۱۷(۸۹۲)، ص ۴۴۱

2 ... صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب... الخ، ۱۸(۸۹۲)، ص ۴۴۲

3 ... صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضل عائشۃ، الحدیث: ۲۴۴۰، ص ۱۳۲۵

صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، ۴/۱۳۴، الحدیث: ۶۱۳۰

مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔"[1]

ہمارے (یعنی شوافع) کے نزدیک یہ حدیث لڑکیوں کی عادت پر محمول ہے کہ وہ مٹی یا کپڑوں کے ٹکڑوں سے کچھ نامکمل شکلیں بنا لیتی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات کے مطابق اس گھوڑے کے پر کپڑے کے بنے ہوئے تھے۔[2]

﴿7﴾... ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ میرے پاس دو لڑکیاں بُعاث کے دن کا گیت[3] گا رہیں تھیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور بستر پر کروٹ کے بل لیٹ کر رُخِ انور دوسری جانب کر لیا، اتنے میں میرے والدِ ماجد حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے اور مجھے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: "کیا یہ شیطانی گیت نہیں ہے؟" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: "انہیں چھوڑ دو۔" جب میرے والد ماجد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی توجہ دوسری جانب ہوئی تو میں نے لڑکیوں کو آنکھ کے اشارے سے جانے کو کہا تو وہ چلی گئیں۔[4] وہ عید کا دن تھا، اس دن حبشی بچے ڈھال اور نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ پس میں نے عرض کی یا آپ صَلَّی

1... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب اللعب بالبنات، ۴/ ۳۶۹، الحدیث: ۴۹۳۲

السنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، باب ماجاء فی اللعب بالبنات، ۱۰/ ۳۷۱، الحدیث: ۲۰۹۸۲

2... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب اللعب بالبنات، ۴/ ۳۶۹، الحدیث: ۴۹۳۲

3... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 2، صفحہ 358** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: گندے یا عشقیہ گیت نہ تھے بلکہ شجاعت اور بہادری کے گیت تھے، **بُعاث** مدینہ منورہ کے قریب بنی قریظہ کے علاقہ میں ایک جگہ تھی جہاں انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں بڑی خون ریز جنگ ہوئی تھی جس کی عداوت ایک سو بیس سال تک رہی تھی، پھر حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان دونوں قبیلوں کو ملا کر شیر و شکر کر دیا، اسی کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے: اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ (پ ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۳، ترجمۂ کنزالایمان: جب تم میں بیر تھا (دشمنی تھی) اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا۔) اب وہ گیت غازیوں کو دلیر کرنے کے لیے گائے جاتے تھے، خیال رہے کہ گانے والی بچیاں تھیں، گیت بھی فحش نہ تھے آج کل کے فحش گانے قطعاً حرام ہیں خصوصاً جوان لڑکیوں کے لیے۔

4... صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الدرق، ۲/ ۲۸۳، الحدیث: ۲۹۰۶

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود ہی ارشاد فرمایا: "دیکھنا چاہتی ہو؟" میں نے عرض کی: "جی ہاں۔" چنانچہ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا اور میرا رخسار آپ کے مبارک رخسار سے ملا ہوا تھا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرما رہے تھے: "اے بَنُو اَرفِدَہ! (یہ حبشیوں کا لقب ہے) جاری رکھو۔" جب میرا جی بھر گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کافی ہے؟" میں نے عرض کی: "جی ہاں!" ارشاد فرمایا: "تو چلو پھر چلتے ہیں۔"[1]

ایک روایت میں ہے، فرماتی ہیں کہ میں اپنا سر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک شانوں (کاندھوں) پر رکھ کر حبشیوں کا کھیل دیکھنے لگی حتی کہ میں خود لوٹ گئی۔[2]

یہ تمام روایات صحیحین (بخاری و مسلم) میں موجود ہیں، ان میں اس بات پر واضح دلیل ہے کہ غنا اور کھیل حرام نہیں بلکہ ان میں جواز کی مختلف صورتوں کی طرف راہ نمائی ملتی ہے۔ مثلاً: ❀... تلواروں کے ساتھ کھیلنا: رقص کرنے اور کھیلنے کے معاملے میں حبشیوں کی عادت پوشیدہ نہیں، ❀... اس فعل کا مسجد میں ہونا، ❀... حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان: "دُوْنَکُمْ یَا بَنِیْ اَرفِدَہ یعنی اے بَنُو اَرفِدَہ! کھیل جاری رکھو۔" میں کھیل کا حکم اور اس کا مطالبہ ہے تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ حرام ہے، ❀... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو اس کام سے روکنے سے منع کرنا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمانا کہ یہ عید کا دن ہے یعنی خوشی کا موقع ہے اور یہ کام اظہار سرور کا ایک سبب ہے، ❀... رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی مُوافقت میں دیر تک کھیل دیکھنا اور نغمات سننا، اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ عورتوں اور بچوں کے دل خوش کرنے کے لئے (جائز) کھیل دیکھ

1... صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، ۱/۳۲۷، الحدیث: ۹۵۰

2... صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب...الخ، الحدیث: ۲۰(۸۹۲)، ص ۴۴۲

کر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا زہد اپناتے ہوئے سختی کرنے یا روک کر اور منع کر کے نَفْس کشی کرنے سے اچھا ہے، ❀... حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے یہ فرمانا کہ ”دیکھنا چاہتی ہو؟“ یہ پوچھنا ام المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی طرف سے کسی قسم کے خوف کے باعث نہ تھا کہ اگر نہ پوچھا جاتا تو وہ ناراض یا پریشانی کا شکار ہو جاتیں کیونکہ ناراضی کا سبب تو یہ ہے کہ کسی کا مطالبہ رد کر دیا جائے اور یہ نامناسب ہے جبکہ اوّلاً پوچھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ❀...دونوں لڑکیوں کو گیت گانے اور دف بجانے کی اجازت دینا باوجودیہ کہ اسے شیطانی گیت سے تشبیہ دی گئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام گیت کچھ اور ہے اور ❀... حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آرام فرمارہے تھے اور ان لڑکیوں کی آواز آپ تک پہنچ رہی تھی، اگر کسی جگہ سارنگی بجائی جارہی ہوتی تو ہرگز اس جگہ بیٹھنا جائز قرار نہ دیتے تاکہ اس کی آواز کانوں تک نہ پہنچے۔ پس یہ بات دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کی آواز بانسری کی آواز کی طرح حرام نہیں بلکہ فتنہ پیدا ہونے کے خوف سے حرام ہے۔

یہ تمام قیاس اور نصوص خوشی کے مواقع پر غنا اور رقص کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح دف بجانا، ڈھال اور نیزے کے ساتھ کھیلنا اور حبشیوں اور سیاہ فام لوگوں کا رقص دیکھنا خوشی کے مواقع پر جائز ہے اور اسے عید کے دن پر قیاس کیا جائے کیونکہ وہ خوشی کا موقع ہوتا ہے، لہٰذا وہ تمام امور جن پر خوشی منانا شرعاً جائز ہے اسی حکم میں داخل ہیں، جیسے شادی، ولیمہ، عقیقہ، ختنہ اور سفر سے واپسی کے دن کی محافل۔ نیز دوستوں کے پاس جانے، ان سے ملاقات کرنے اور کھانے یا گفتگو کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہونے کے وقت بھی خوشی منانا جائز ہے اور اس موقع پر بھی (شرعی حدود کی پاسداری رکھتے ہوئے) سماع کی محفل سجائی جاسکتی ہے۔

جائز محبت:

❀... **چھٹا موقع: عاشقوں کا شوق ابھارنے، عشق بھڑکانے اور دل سے غم دور کرنے کے لئے محفل سماع کا**

انعقاد کرنا: اگر یہ محبوب کے سامنے ہو تو اس سے خوشی ولذت کی زیادتی مقصود ہوتی ہے اور اگر محبوب سے جدائی کی حالت میں ہو تو پھر اس کا مقصد آتِش شوق کو بھڑکانا ہوتا ہے اور شوق اگرچہ دل کے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے مگر جب اس میں وصال کی امید شامل ہو تو اس میں انوکھی لذت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ امید لذیذ ہے جبکہ ناامیدی تکلیف کا باعث ہے اور جس شے کے حصول کی امید ہو اس سے جس قدر شوق و محبت ہو اسی قدر اس کی لذتِ امید قوی ہوتی ہے۔ اس قسم کی محفل سماع میں عشق بھڑکانے، شوق ابھارنے اور وصال کی صورت میں چھپی لذتِ امید کو پانے کے لئے محبوب کے حسین اوصاف بیان کرنے میں مبالغہ کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ جائز ہے جبکہ محبوب ایسا ہو جس سے ملنا شرعاً جائز ہو، مثلاً کسی شخص کا اپنی زوجہ یا اپنی مملوکہ باندی سے محبت کے باعث توجہ سے اس کا گیت سننا تاکہ ملاقات کی لذت میں اضافہ ہو، اس کے حسن اور آواز کے ذریعے اپنی آنکھوں اور کانوں کو لذت پہنچے اور وصال و فراق کے لطیف معانی سمجھ کر دل کو لذت پہنچائے اور یہ تمام حصول لذت کے اسباب ہیں۔ پس اس طرح کی تمام صورتوں میں دنیا اور اس کے سامان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود۔

(پ۲۱، العنکبوت: ۶۴)

یونہی اگر اس کی لونڈی کوئی اٹھا لے جائے یا کسی سبب سے ان کے درمیان جدائی ہو جائے تو اس وقت محفل سماع کے ذریعے اپنے شوق کو حرکت دینا اور امید وصال کی لذت کو بھڑکانا جائز ہے لیکن اگر اس نے لونڈی بیچ دی یا زوجہ کو طلاق دے دی تو اب اسے سماع کے ذریعے آتش شوق بھڑکانا حرام ہے کیونکہ جب اس سے ملنا اور ملاقات کرنا ہی جائز نہیں تو شوق ابھارنا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ،

اَجنبیہ کے تصوُّر میں محفل سماع کا اِنْعِقاد حرام ہے:

جس لڑکے یا عورت کو دیکھنا جائز نہیں اس کا تصور کر کے سماع میں مشغول ہونا حرام ہے کیونکہ اس سے

ذہن ممنوع افعال کی طرف جاتا اور ناجائز کاموں کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اکثر عاشق اور بے وقوف نوجوان غلبۂ شہوت کے وقت اس سے خالی نہیں ہوتے۔ ان کے حق میں سماع ممنوع ہے اور یہ مُمانَعَت نفس سماع کی وجہ سے نہیں بلکہ ممانعت کی اصل وجہ ان کے باطن میں موجود پوشیدہ خرابیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی دانا (عقل مند) سے عشق کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا: "عشق ایک دھواں ہے جو انسان کے دماغ کی طرف چڑھتا ہے جماع اسے زائل کرتا جبکہ سماع اسے بھڑکاتا ہے۔"

باری تعالیٰ کے لئے سماع اور وجد:

❀...**ساتواں موقع: اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عشق کی حد تک محبت کرنے اور اس کی ملاقات کا شوق رکھنے والوں کا سماع:** یہ لوگ جس چیز کی طرف نظر کرتے ہیں اس میں ذاتِ باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ہر آواز انہیں باری تعالیٰ کی یاد دلاتی ہے۔ سماع ان کے شوق کو ابھارتا، محبت کو بڑھاتا اور ان کے دل کو محبت سے بھر دیتا ہے، کشف ولطائف کے سبب ان سے ایسی حرکات کا ظہور ہوتا ہے جن کا اقرار وہی لوگ کرتے ہیں جو خود مُکاشفات سے آگاہ ہوتے ہیں اور جو لوگ مُکاشفات سے محروم ہوتے ہیں وہ ان کا انکار کر دیتے ہیں۔ صوفیا کی اصطلاح میں ان احوال کو وجد کہتے ہیں اور یہ وجود اور مصادفہ سے ماخوذ ہے، مطلب یہ ہے کہ سماع کے سبب انسان میں پیدا ہونے والے احوال اور ان کا ظاہر ہونا۔ ان احوال کے سبب ایسے آثار ونتائج پیدا ہوتے ہیں جن کی آگ دل کو جلا دیتی اور دل تمام گندگیوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے، جیسے آگ جواہرات سے میل کچیل صاف کر دیتی ہے، اس صفائی کے بعد دل کو مشاہدات اور مکاشفات کی قوت حاصل ہوتی ہے، یہ قوت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والوں کے مقاصد کی غایت اور ان کی تمام ریاضت وعبادات کے ثمرے کی انتہا ہے تو جو عمل ان امور کا سبب بنے (مثلاً سماع) وہ بھی عبادت ہوگا نہ کہ معصیت اور صرف مباح۔

سماع کے سبب ظاہر ہونے والے احوال اس بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پوشیدہ راز ہیں کہ اس نے موزونی نغمات کی روحوں کے ساتھ ایک مناسبت رکھی ہے اور روحوں کو ان کے تابع کیا ہے، موزونی نغمات کے

اثرات روحوں پر شوق، خوشی وغم، تنگی وآسانی کی صورت میں مرتب ہوتے ہیں لیکن ان اثرات کے اسباب کو جاننا عُلُومِ مُکاشَفَہ کی مشکل اَبحاث کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

باطنی حِس سے محروم شخص:

کم عقل، خشک مزاج، سخت دل اور سماع کی لذت سے محروم شخص کا سماع کے سبب لذت پانے، وَجد و اضطراب کی کیفیت طاری ہو جانے اور رنگ بدل جانے والے پر تعجب کرنا ایسا ہی ہے جیسے جانور کو لوز ینج (ایک قسم کے حلوہ) کی، نامرد کو جماع کی اور بچے کو حکومت اور جاہ ومنصب کی وسعت کی لذت پر تعجب ہوتا ہے یا جس طرح غافل شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت، اس کی عظمت وجلالت اور اس کی تخلیقی عجائبات کی معرفت پر تعجب ہوتا ہے۔ ان تمام کا ایک ہی سبب ہے (یعنی ادراک کرنے والی قوت کا کامل نہ ہونا) کیونکہ لذت ادراک کی ایک قسم ہے اور ادراک مُدرِک (یعنی ادراک کرنے والے) اور قوت مُدرِکہ (یعنی ادراک کرنے والی قوت) کا تقاضا کرتا ہے اور جس میں ادراک کرنے والی قوت ہی کامل نہ ہو اس کے بارے میں لطف اندوز ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو جسے چکھنے کی قوت حاصل نہ ہو وہ کھانے کی لذت کیسے محسوس کر سکتا ہے، بہرا شخص خوش آوازی کی لذت کیسے پا سکتا ہے اور کم عقل شخص عقلی امور کا ادراک کیسے کر سکتا ہے؟ اسی طرح کانوں تک پہنچنے والی آواز کا دل پر اثر باطنی حس کے ذریعے ہوتا ہے تو جس شخص میں یہ حس ہی نہ ہو یقیناً وہ اس کی تاثیر سے محروم رہے گا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ہو سکتا ہے کہ آپ کہو کہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عشق کی حد تک محبت ہو کیا اس کا دل سماع کے سبب ضرور مضطرب ہوتا ہے؟ **جواب:** جان لو کہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھتا ہے اس کے دل میں ضرور رب تعالیٰ کی محبت کی شمع روشن ہوتی ہے اور جس کی معرفت جتنی پختہ ہو اس کی محبت بھی اسی قدر مضبوط ہوتی ہے اور محبت جب پختہ اور قوی ہو جائے تو اسے عشق کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عشق کا مطلب پختہ اور بے انتہا محبت کے سوا کچھ نہیں، یہی وجہ ہے کہ جب سرکار دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عبادت کے لئے

غارِ حرا میں تنہائی اختیار فرمائی تو اہلِ عرب کہنے لگے: ''محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے عشق میں گرفتار ہوگئے۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے:

جان لو کہ ربِ تعالیٰ کے جمال کا ادراک کرلینے والے کی نظر میں ہر جمال محبوب ہوجاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے لیکن اگر جمال ظاہری شکل وصورت، نَظافت اور صاف رنگت کے اعتبار سے ہو تو اس کا ادراک دیکھنے کی قوت سے ہوتا ہے اور اگر کسی کا جمال اس اعتبار سے ہو کہ وہ عظمت و جلالت، عالی مرتبت، حسنِ اخلاق اور حسنِ صفات کے زیور سے آراستہ ہے، اس کے دل میں تمام مخلوقِ خدا کے لئے بھلائی اور ہمیشہ انہیں فائدہ پہنچانے کا جذبہ ہے اور ان کے علاوہ دیگر باطنی صفات ہیں تو اس کا ادراک دل کے ذریعے ہوتا ہے۔

لفظ ''جمال'' اس دوسری صورت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ، کہا جاتا ہے کہ ''فلاں حسین و جمیل ہے'' اور اس سے ظاہری شکل وصورت مراد نہیں ہوتی بلکہ اچھے اخلاق اور اچھی صفات وسیرت مراد ہوتے ہیں حتی کہ ان باطنی صفات کے مالک شخص سے اسی طرح محبت کی جاتی ہے جس طرح اچھی صورت والے سے کی جاتی ہے پھر یہ محبت بڑھتے بڑھتے کبھی عشق کا درجہ اختیار کرلیتی ہے۔ بے شمار لوگ ائمہ اربعہ مثلاً حضرت سیِّدُنا امام شافعی، حضرت سیِّدُنا امام مالک، حضرت سیِّدُنا امام اعظم اور حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحِمَهُمُ اللہُ تَعَالٰی کے لئے اپنے دلوں میں عشق ومحبت کے جذبات رکھتے ہیں حتی کہ ان کا ساتھ دینے میں اپنی جان ومال تک قربان کردیتے ہیں اور ان کا عشق اعلیٰ مرتبہ کا ہے۔

عارفین کی محبتِ الٰہی کے لئے لفظ ''عشق'' کا استعمال ظلم ہے:

تعجب کی بات ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی صورت کبھی دیکھی نہیں، نہ یہ معلوم کہ وہ خوبصورت تھا یا نہیں اور اب وہ فوت ہوچکا ہے لیکن اس کی باطنی صفات، پسندیدہ سیرت، نیک لوگوں کو اس کے علم کے سبب

حاصل ہونے والی بھلائیوں اور اس کی دیگر خصلتوں کے جمال کی وجہ سے اس سے عشق کرنا تو سمجھ آجائے لیکن اس ذات سے عشق و محبت ہونا سمجھ نہ آئے جس کی طرف سے تمام بھلائیاں عطا ہوئیں بلکہ درحقیقت دنیا میں ہر بھلائی، جمال اور ہر محبوب اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت، اس کے کرم کے آثار میں سے ایک اثر اور اس کے جود و کرم کے سمندر میں سے ایک چلو ہے بلکہ ابتدا تا انتہا، اوجِ ثریا سے تحت الثریٰ تک دنیا میں جو حسن و جمال ہے جس کا ادراک عقل، آنکھ، کان اور دیگر حواس سے کیا جاتا ہے یہ اس کی قدرت کے خزانوں میں سے ایک ذرّہ اور اس کی ذات کے انوار کی ایک کرن ہے۔ کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ جس کے یہ اوصاف ہیں اس ذات سے محبت کیوں سمجھ نہیں آتی۔ یہی وہ اوصاف ہیں جن کے سبب عارفین کے دلوں میں رب تعالیٰ کی محبت بے انتہا ہوتی ہے بلکہ اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس کے لئے لفظ ''عشق'' کا استعمال کرنا بھی ظلم ہے کیونکہ یہ بھی ان کی محبت بیان کرنے کے لئے ناکافی ہے۔

غیرُاللہ سے محبّت نقص اور جہالت کی علامت ہے:

پاک ہے وہ ذات کہ اس قدر ظاہر ہونے کے باوجود آنکھ اسے دیکھنے سے قاصر ہے اور اس کے نور کی روشنی ہی اس کے جمال کا پردہ ہے، اگر وہ ذات 70 نورانی پردوں میں نہ ہوتی تو اس کا جمال دیکھنے والوں کی نگاہیں اس کے نور کی روشنی سے جل کر راکھ ہو جاتیں اور اگر اس کا ظاہر ہونا اس کے پوشیدہ ہونے کا سبب نہ ہوتا تو عقلیں حیران ہو جاتیں، دل دہل جاتے، قوتیں کمزور پڑ جاتیں اور اعضاء جھڑ جاتے۔ دل اگر لوہے اور پتھر کے بنے ہوتے پھر بھی اس کی تجلی کے انوار سے ابتداءً ہی پاش پاش ہو جاتے، چمگاڈر نما آنکھوں میں یہ طاقت کہاں کہ وہ نورِ آفتاب کی حقیقت کو پاسکیں۔ اس کی تحقیق عنقریب محبت کے بیان میں آئے گی جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ غیرُاللہ سے محبت نقص اور جہالت کی علامت ہے بلکہ معرفت الٰہی میں سچا اور مضبوط شخص غیرُاللہ کو پہچانتا ہی نہیں کیونکہ حقیقی وجود صرف رب تعالیٰ کی ذات اور اس کے افعال کا ہے۔ پس جو شخص افعال کو فقط افعال ہونے کی حیثیت سے جانتا ہے وہ فاعل کی معرفت سے آگے نہیں بڑھتا، مثال کے طور پر

کوئی شخص حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی اور ان کے علم کو ان کی تصنیف کے اعتبار سے جانے اس بات سے قطع نظر کہ وہ کاغذ، جلد، سیاہی، منظوم کلام اور عربی زبان ہے تو وہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی معرفت سے آگے نہیں بڑھے گا اور نہ ہی اس کی محبت حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے علاوہ کسی کی طرف تجاوز کرے گی۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا تمام موجودات اسی کی تصنیف، اسی کے ترکیب شدہ افعال ہیں تو جو شخص ان موجودات کو اس نقطۂ نظر سے دیکھے کہ وہ باری تعالیٰ کی مخلوق ہیں وہ ان میں خالق کی صفات دیکھے گا جیسا کہ تصنیف کے حسن سے مصنف کی فضیلت اور اس کی قدر و منزلت کا علم ہوتا ہے، اب وہ شخص رب تعالیٰ کے علاوہ کسی کی معرفت و محبت کی طرف تجاوز نہیں کرے گا۔

اس عشق کی حد میں سے یہ بھی ہے کہ یہ شرکت کو قبول نہیں کرتا جبکہ اس کے علاوہ تمام عشق شرکت کو قبول کرتے ہیں کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا ہر محبوب کی نظیر اور مثل متصور ہے یا تو حقیقت میں موجود ہوگا یا اس کا پایا جانا ممکن ہوگا لیکن جمالِ خداوندی کا ثانی ممکن نہیں نہ فی الحال اور نہ آئندہ کبھی، لہٰذا غیرُاللہ سے محبت پر لفظ عشق کا استعمال محض مجازی ہے نہ کہ حقیقی۔ہاں چوپائے کی مثل کم عقل لوگ عشق کا مطلب محبوب کا وصال مراد لیتے ہیں یعنی ان کے نزدیک عشق ظاہری جسموں کے ملنے اور جماع کے ذریعے خواہش پوری کرنے کا نام ہے، اس قسم کے گدھا صفت لوگوں کو چاہئے کہ اپنے ساتھ عشق، شوق، وصال اور اُنس کے الفاظ استعمال نہ کریں بلکہ اس طرح کے الفاظ اور معانی کے استعمال سے بچیں جیسا کہ چوپائے نرگس اور ریحان (کے پھول) سے اجتناب کرتے اور جنگلی گھاس اور پتوں پر گزارہ کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں ان الفاظ کے استعمال کی اجازت صرف اسی صورت میں ہے جبکہ ایسے معنی کا وہم نہ پیدا ہوتا ہو جس سے باری تعالیٰ پاک ہے اور لوگوں میں سمجھنے کی قوت چونکہ مختلف ہوتی ہے، لہٰذا اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے وقت اس باریکی کو پیش نظر رکھنا چاہئے، کوئی بعید نہیں کہ فقط صفاتِ باری تعالیٰ سن کر وجد کی کیفیت طاری ہوجائے اور اسی کے سبب دل کی رگ پھٹ جائے۔ چنانچہ،

خود کو پہاڑ سے گرادیا:

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بنی اسرائیل کے ایک لڑکے کا ذکر کیا جو پہاڑ پر تھا، اس نے اپنی ماں سے پوچھا: ''آسمان کس نے بنایا؟'' ماں نے کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے۔'' پھر پوچھا: ''زمین کس نے بنائی؟'' کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے۔'' پوچھا: ''پہاڑ کس نے بنائے؟'' کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے۔'' پوچھا: ''بادل کس نے بنائے؟'' جواب دیا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے۔'' لڑکے نے کہا: ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عجیب شان سن رہا ہوں۔'' پھر اس نے خود کو پہاڑ سے گرا دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے نے ایسی گفتگو سنی جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت و جلالت اور کمال قدرت پر دلالت کرتی ہے جس کے سبب اس پر وجد طاری ہو گیا اور اسی حالت میں اس نے خود کو گرا دیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کتابیں اس لئے نازل فرمائیں کہ ذکرُ اللہ کے سبب لوگ اپنے اندر اضطراب پیدا کریں۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے انجیل میں لکھا دیکھا: ''ہم نے تمہارے سامنے گایا لیکن تم مضطرب نہ ہوئے اور ہم نے تمہارے لئے بانسری بجائی مگر تم نے رقص نہ کیا۔'' مطلب یہ کہ ہم نے تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کا شوق دلایا لیکن تمہارے اندر شوق پیدا نہ ہوا۔

یہ تمام تفصیل سماع کی اقسام، اس کے اسباب اور مُقْتَضِیات کے متعلق تھی جسے ذکر کرنے کا ہم نے ارادہ کیا تھا، یقیناً اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ بعض مواقع پر سماع مباح ہے اور بعض پر مستحب۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر تم پوچھو کہ سماع کس حالت میں حرام ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سماع کے حرام ہونے کے پانچ

---

[1]... الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۵/۲۹۲، الرقم: ۹۹۷: عبد اللہ بن جعفر، عن ابن عمر
کتاب الضعفاء للعقیلی، ۲/۶۳۲، الرقم: ۷۹۳: عبد اللہ بن جعفر، عن ابن عمر

عوارض ہیں۔

سماع کی حُرمت کے عَوارِض:

پہلا عارض گانے والے کے اعتبار سے ہے، دوسرا آلہ سماع سے متعلق، تیسرا منظوم کلام کے اعتبار سے، چوتھا سننے والے کی ذات یا سماع پر ہمیشگی اختیار کرنے سے متعلق ہے اور پانچواں عارض یہ ہے کہ سننے والا عام لوگوں میں سے ہو۔ سماع کے یہی تین ارکان ہے: (۱) گانے والا (۲) سننے والا اور (۳) آلہ سماع۔

❀... **پہلا عارض:** یہ ہے کہ گانے والی ایسی عورت ہو جس کی طرف نظر کرنا حلال نہ ہو اور اس کی آواز سننے سے فتنے کا اندیشہ ہو، ایسا لڑکا جس سے فتنے کا خوف ہو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

یہ سماع فتنے کے خوف کے سبب حرام ہے نہ کہ غنا کی وجہ سے بلکہ اگر عورت کی گفتگو سے فتنہ پیدا ہوتا ہو تو اس سے گفتگو اور بات چیت کرنا بھی جائز نہ ہو گا اور نہ ہی قرآن پاک سننا جائز ہو گا، یہی حکم اس لڑکے کا ہے جس سے فتنے کا خوف ہو۔

اَجنبیہ کی آواز اور سماع کا حکم:

سوال: کیا اجنبیہ کا سماع ہر ایک کے لئے حرام ہے اور وجہ اس کی گناہ کا سَدِّباب ہے یا فتنہ ہے اور صرف اسی شخص کے حق میں حرام ہے جس کے بارے میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ یہ مسئلہ فقہی اعتبار سے دو مسئلوں میں بٹا ہوا ہے: (۱)... اجنبیہ کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا اور اس کا چہرہ دیکھنا حرام ہے خواہ فتنے کا خوف ہو یا نہ ہو۔ عورت چونکہ بہر صورت فتنہ ہے، لہٰذا شریعت نے اس کی شکل کا اعتبار کئے بغیر گناہ کا سدباب کرتے ہوئے اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا حرام قرار دیا۔ (۲)... اگر فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو لڑکوں کی طرف نظر کرنا (یعنی دیکھنا) جائز ہے۔ نظر نہ کرنے کے معاملے میں لڑکوں کو عورتوں کے ساتھ شامل نہیں کیا گیا بلکہ حالت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

عورت کی آواز کا معاملہ ان دونوں مسئلوں سے تعلق رکھتا ہے، اگر ہم اس کی آواز کو اس کی طرف دیکھنے

پر قیاس کریں تو گناہ کا دروازہ بند کرنا (یعنی اس کی آواز سننے کو حرام کہنا) واجب ہو گا، یہ قیاس بہتر ہے لیکن آواز سننے اور دیکھنے میں فرق ہے کہ شہوت کے باعث اوّلاً دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے نہ کہ آواز سننے کی اور آواز سننے کے مقابلے میں دیکھنے کے سبب چھونے کی خواہش زیادہ ہوتی ہے، نیز غنا کے علاوہ عورت کی آواز سننے میں حرج نہیں کیونکہ عورتیں صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کے زمانے میں مردوں کو سلام کرتیں، ان سے مسائل پوچھتیں اور مشورہ کیا کرتی تھیں لیکن غنا سے چونکہ شہوت ابھرتی ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ عورت کی آواز کو لڑکے کی طرف دیکھنے پر قیاس کیا جائے کیونکہ لڑکوں کو پردے کا حکم نہیں دیا گیا جس طرح عورتوں کو حکم نہیں دیا گیا کہ اپنی آواز چھپائیں۔ پس چاہئے کہ حکم کا دارومدار فتنہ ہو اور حرمت اسی پر منحصر ہو، میرے (یعنی حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡوَالِی) کے نزدیک یہ قیاس زیادہ بہتر ہے اور اس کی تائید اُس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جس میں اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کے گھر میں دو لڑکیوں کے گیت گانے کا ذکر ہے اور حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان بچیوں کی آواز سننے سے اس لئے احتراز نہ کیا چونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر فتنے کا خوف نہ تھا۔

معلوم ہوا کہ عورت کی آواز کا حکم مرد و عورت کے جوان یا بوڑھا ہونے کے اعتبار سے مختلف ہو گا اور اس قسم کے امور میں احوال مختلف ہونے سے حکم کا مختلف ہونا کوئی بعید نہیں جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ بوڑھا شخص (جو جماع پر قادر نہ ہو) روزے کی حالت میں اپنی زوجہ کا بوسہ لے سکتا ہے لیکن نوجوان کو اس کی اجازت نہیں کیونکہ بوسہ روزے کی حالت میں جماع پر ابھارتا ہے اور جماع ممنوع ہے، اسی طرح سماع دیکھنے اور قریب ہونے کی طرف رغبت دلاتا ہے اور یہ حرام ہے، لہٰذا اجنبیہ کے سماع کا حکم بھی اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہو گا۔

سماع میں استعمال ہونے والے آلات:

❀...**دوسرا عارض:** حرمتِ سماع کا ایک عارض یہ ہے کہ اس میں استعمال ہونے والے آلات شرابیوں یا ہیجڑوں کے شعار ہوں مثلاً بانسری، سارنگی اور کُوبہ (مخصوص ڈھول جسے ہیجڑے بجاتے ہیں) یہ تین قسم کے آلات

ممنوع ہیں ان کے علاوہ آلات اصل اِباحت پر باقی رہیں گے جیسے دف اگرچہ اس میں گھونگرو لگے ہوں اور ڈھول، شاہین (ایک قسم کا باجا) اور لکڑیاں بجانا (ڈانڈیا) اور دیگر آلات۔

سماع میں پڑھے جانے والے اشعار:

❀...**تیسرا عارض:** حرمت سماع کے عوارض میں سے ایک عارض پڑھا جانے والا کلام ہے کہ اگر اس کے اشعار فحش وبے ہودہ مضامین یا کسی مسلمان کی مذمت پر مشتمل ہوں یا ان میں اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر جھوٹ باندھا گیا ہو جیسا کہ رَوافض نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شان میں گستاخانہ اشعار کہے ہیں ایسے اشعار سننا حرام ہے خواہ خوش آوازی کے ساتھ پڑھے جائیں یا بغیر خوش آوازی کے، حرمت کا یہ حکم پڑھنے اور سننے والے دونوں کے لئے ہے، اسی طرح جن اشعار میں کسی معیّن عورت کے اوصاف بیان کئے جائیں ان کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ مردوں کے سامنے (مخصوص) عورت کے اوصاف بیان کرنا جائز نہیں اور جہاں تک کفار اور بدمذہبوں کی مذمت پر مشتمل اشعار کا تعلق ہے تو ان کا پڑھنا (سننا) جائز ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا حسان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضور سیِّد دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دفاع اور کفار کی مذمت میں اشعار کہتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود انہیں اشعار کہنے کا حکم فرماتے۔[1]

جہاں تک تشبیب یعنی ان اشعار کا تعلق ہے جن میں عورتوں کے خدّوخال، حسن، قد و قامت اور دیگر اوصاف بیان کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں اقوال مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اس طرح کے اشعار مرتّب کرنا اور پڑھنا خواہ خوش آوازی کے ساتھ ہو یا بغیر خوش آوازی کے حرام نہیں ہے اور سننے والے پر لازم ہے کہ اشعار کو کسی خاص عورت پر چسپاں نہ کرے سوائے اس عورت کے جو اس کے لئے حلال ہے، مثلاً اپنی بیوی یا لونڈی۔ اگر اس طرح کے اشعار کسی اجنبیہ پر مُنْطَبِق کئے تو اس اِنْطِباق اور اس عورت کے بارے

1...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، الحدیث: ۲۴۸۸، ۲۴۸۶، ص ۱۳۵۱

میں سوچنے کے سبب گناہ گار ہو گا اور جس شخص کی حالت ایسی ہو اسے چاہئے کہ سماع سے مکمل اجتناب کرے کیونکہ جس پر عشق غالب ہو وہ جو کچھ سنتا ہے اسے اپنی معشوقہ پر منطبق کرتا ہے خواہ الفاظ اس کے مناسب ہوں یا نہ ہوں کیونکہ ہر لفظ بطورِ استعارہ متعدّد معانی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

پس جس کے دل پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت غالب ہو وہ کبھی کنپٹی کے سیاہ بالوں سے کفر کی تاریکی کو یاد کرتا ہے اور کبھی رخسار کی تر و تازگی سے نورِ ایمان کا تصور کرتا ہے، وصال محبوب کے ذکر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کو یاد کرتا ہے، فراق وجدائی کے ذکر سے خود کو نافرمانوں میں شمار کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دوری کو خیال کرتا ہے اور وصالِ محبوب کی خوشی میں رکاوٹ بننے والے کے ذکر سے دنیا کی زندگی اور اس کی آفات کو خیال کرتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ دائمی اُنس میں رکاوٹ بنتی ہیں، ایسا شخص ان الفاظ کو مذکورہ بالا معانی پر منطبق کرنے کے لئے غور و فکر نہیں کرتا بلکہ اس کے دل پر غالب معانی لفظ سنتے ہی اس کے ذہن میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ،

حکایت: ایک پیسے کے دس کھیرے:

منقول ہے کہ ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه بازار سے گزر رہے تھے کہ کسی کو کہتے سنا: ”اَلْخِيَارُ عَشَرَةٌ بِحَبَّه یعنی ایک پیسے کے 10 کھیرے“ تو ان پر وجد طاری ہو گیا اور بے ہوش گئے، افاقے کے بعد جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ”جب ایک پیسے کے خِیار (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے) 10 ہیں تو اَشرار (یعنی گناہ گاروں) کی کیا قیمت ہو گی؟“ (یعنی انہوں نے لفظ خیار سے کھیرے کے بجائے نیک شخص مراد لیا)۔

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا بازار سے گزر ہوا تو کسی (سبزی فروش) کا یہ قول ”یَا سَعْتَرَ بَرِّی یعنی اے جنگلی پودینہ“[1] سن کر ان پر وجد طاری ہو گیا، کچھ افاقے کے بعد جب ان سے پوچھا گیا کہ کس وجہ سے آپ پر یہ کیفیت طاری ہوئی تو فرمایا: ”میں نے سنا گویا یہ کہہ رہا ہے: ”اِسْعَ تَرَ بِرِّی یعنی میری عطائیں دیکھنا چاہتا ہے تو عبادات میں

---

[1] ... ”سَعْتَر“ ایک پودینہ ہے اور ”بَرّی“ اس کی صفت کہ یہ پودینہ کسی کا اگایا ہوا نہیں بلکہ جنگلی ہے جو کہ زیادہ قوت بخش ہوتا ہے۔ اس جملے کے ذریعے سبزی کی خوبی بیان کر کے اسے بیچنا مقصود ہوتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۷/ ۶۵۲)

کوشش جاری رکھ۔"

وجد، ظاہری الفاظ و معانی کا محتاج نہیں:

وجد کا معاملہ ایسا ہے کہ بعض عربی اشعار سن کر عجمی (یعنی غیر عربی) کو بھی وجد طاری ہو جاتا ہے کیونکہ عربی کے بعض حروف دیگر زبانوں کے حروف کے ہم وزن ہوتے ہیں جنہیں عجمی شخص سن کر دوسرے معانی مراد لیتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے یہ مصرع پڑھا:

وَمَا زَارَنِیْ فِی اللَّیْلِ اِلَّا خَیَالُہ

ترجمہ: رات بس میں تھا اور اس کے خیالات۔

اس پر ایک عجمی شخص کو وجد آگیا، بعد میں جب اس سے وجد آنے کا سبب پوچھا گیا تو کہنے لگا کہ شاعر کہہ رہا تھا: "مَازَارِیم یعنی ہم ہلاکت کے قریب ہیں۔" چونکہ فارسی زبان میں لفظ "زار" اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کمزوری کے باعث ہلاکت کے قریب ہو تو اس شخص نے اس مصرع کا یہ مطلب لیا کہ ہم ہلاکت کے قریب ہیں اور اس ہلاکت سے آخرت کی ہلاکت مراد لی۔

محبت الٰہی کی آگ میں جلنے والے پر اس کے فہم و سمجھ کے اعتبار سے وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور اس کی سمجھ اس کے خیال کے مطابق ہوتی ہے اور خیال کے لئے شرط نہیں کہ وہ شاعر کی مراد اور اس کی زبان کے مُوافق ہو۔ اس طرح کا وجد حق اور سچ پر مبنی ہوتا ہے اور جسے آخرت کی ہلاکت کا احساس ہو جائے اس کے لائق یہی ہے کہ اس کی عقل گم ہو جائے اور اعضاء مُضطَرِب ہو جائیں، ایسی صورت حال میں انسان لفظوں کے ظاہری معانی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ عشق مجازی میں گرفتار شخص کو سماع کی محافل سے احتراز کرنا چاہئے اور جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت غالب ہو اسے الفاظ نہ تو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی ان لطیف معانی کے سمجھنے میں رکاوٹ بن سکتے ہیں جو اس کی سوچ و فکر کا محور بن چکے ہیں۔

سماع سننے والا شہوت سے مغلوب ہو تو۔۔۔؟

❀...**چوتھا عارض:** حرمت سماع کے اس عارض کا تعلق سننے والے کی ذات سے ہے یعنی سننے والے پر شہوت کا غلبہ ہو اور وہ جوان ہو، دیگر صفات کی نسبت شہوت اگر اس پر زیادہ غالب ہو تو ایسے شخص کے لئے سماع حرام ہے خواہ اس کے دل میں کسی معیّن شخص کی محبت غالب ہو یا نہ ہو کیونکہ اس کی کیفیت خواہ کیسی ہو لیکن جب وہ زلف ورخسار اور فراق ووصال کے بارے میں سنے گا تو اس کی شہوت بھڑکے گی اور وہ ان اوصاف کو کسی مُعَیَّن صورت پر ڈھالے گا اور شیطان اس کے دل میں اس شہوت کو بھڑکائے گا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کے دل میں شہوت کی آگ بھڑک اٹھے گی اور برائی کے اسباب پیدا ہوں گے اور یہ شیطانی لشکر کی مدد کرنے اور عقل جو کہ رَحمانی لشکر میں سے ہے اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لینے کے مُتَرادِف ہے۔

دلوں میں شیطانی لشکر یعنی شہوات اور رحمانی لشکر یعنی نورِ عقل کے درمیان مسلسل جنگ جاری رہتی ہے سوائے اس دل کے جس پر دونوں لشکروں میں سے کسی ایک نے فتح حاصل کرلی اور مکمل طور پر غلبہ پالیا۔ (حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَالِی اپنے زمانے کے اعتبار سے فرماتے ہیں:) فی زمانہ اکثر دلوں کو شیطانی لشکر نے فتح کرلیا اور وہی ان پر غالب ہے، ایسی صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اَز سرِ نو جنگ کے اسباب پیدا کئے جائیں تاکہ شیطانی لشکر کو بھگایا جاسکے بجائے یہ کہ شیطانی لشکر کے اسلحے میں اضافہ اور اس کی تلواروں اور اَوزاروں کو تیز کیا جائے اور جس شخص پر شہوات کا غلبہ ہو اس کے حق میں سماع شیطانی لشکر کے اسلحہ کو تیز کرنے کے مُتَرادِف ہے، لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ سماع کی محفل سے نکل جائے کیونکہ سماع اس کے لئے باعث نقصان ہے۔

کیا سماع کی عادت بنالینا گناہ ہے؟

❀...**پانچواں عارض:** حرمت سماع کا ایک عارض یہ بھی ہے کہ جس شخص پر نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت غالب ہو جس کی وجہ سے سماع محبوب ہے اور نہ ہی شہوت غالب ہو جس کی وجہ سے سماع ممنوع ہے اس کے لئے لذّت و

لطف حاصل کرنے والی دیگر مباح اشیاء کی طرح سماع بھی مباح و جائز ہے لیکن اگر وہ اسے اپنی عادت بنالے اور اپنا اکثر وقت اسی میں صرف کرے تو وہ بے وقوف ہے اور اس کی گواہی مردود ہے کیونکہ تفریحی کاموں پر ہمیشگی اختیار کرنا گناہ ہے اور جس طرح صغیرہ گناہ اصرار اور مُداوَمَت کے سبب کبیرہ بن جاتا ہے اسی طرح بعض مباح کام مداومت و ہمیشگی کے سبب صغیرہ گناہ بن جاتے ہیں مثلاً حبشیوں کی طرح کھیلنے یا ان کا کھیل دیکھنے پر مُواظَبت و ہمیشگی اختیار کرنا، بے شک ان پر مُواظَبت اختیار کرنا ممنوع ہے اگرچہ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے ممنوع نہیں کہ بِاذن پرورد گار دوعالَم کے مالک و مختار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اپنایا (کہ حبشیوں کا کھیل دیکھا)۔ دیگر مباح کاموں کی طرح شطرنج بھی فی نفسہٖ جائز ہے لیکن اسی میں مصروف رہنا سخت مکروہ ہے۔

تفریحی کاموں سے مقصود اگر کھیل اور لطف اندوزی ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ اس سے دل کو راحت ملتی ہے اور دل کا علاج یہی ہے کہ اسے کچھ راحت پہنچائی جائے تاکہ سارا دن دین و دنیا کی بھلائی والے کاموں مثلاً نماز، تلاوت قرآن اور رزقِ حلال کی طلب میں مشغول رہے۔

بعض مباح کاموں کی کثرت جائز نہیں:

جسم کو آرام پہنچانے کے لئے کچھ دیر کھیلنا تو راحت کا سبب ہے جیسا کہ رخسار پر ایک تل اچھا لگتا ہے لیکن اگر چہرہ تلوں سے بھر جائے تو چہرہ بدنما ہو جاتا ہے۔ پس جب اچھی چیز کی کثرت کے سبب خوبصورتی بدصورتی میں بدل جاتی ہے تو ہر اچھی چیز کی زیادتی بھی اچھی نہیں ہوتی، اسی طرح ہر مباح کام کی زیادتی بھی جائز نہیں مثلاً روٹی کھانا مباح ہے لیکن اس حد تک کھالینا کہ ضرر کا باعث ہو تو حرام ہے۔ سماع بھی اسی طرح کے مباح کاموں میں سے ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر یہ کہا جائے کہ اس باب میں کی جانے والی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع بعض حالتوں میں جائز ہے اور بعض میں ناجائز تو پھر ابتداءً اسے مطلق مباح کیوں کہا جبکہ تفصیل طلب معاملے کا مطلقاً "اِثبات" یا

"انکار" کر دینا درست نہیں۔ **جواب:** جان لو کہ مطلقاً "اثبات" یا "انکار" ان معاملات میں درست نہیں جو فی نفسہٖ تفصیل کے محتاج ہوں اور جو معاملات کسی خارجی عارض کی وجہ سے تفصیل کے محتاج ہوں ان میں مطلقاً "اثبات" یا "انکار" درست ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ہم سے شہد کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ حلال ہے یا نہیں؟ تو ہم نے مطلقاً حلال کا حکم دیا جبکہ شہد اس شخص کے لئے حرام ہے جس کا مزاج گرم ہو اور شہد اس کے لئے نقصان کا باعث ہو، یوں ہی جب ہم سے شراب کے متعلق سوال کیا گیا تو ہم نے اس کے حرام ہونے کا حکم دیا جبکہ شراب اس شخص کے لئے (بقدرِ ضرورت) حلال ہے جس کے گلے میں لقمہ وغیرہ اٹک جائے اور اس کے پاس شراب کے لئے علاوہ کوئی دوسری چیز نہ ہو جس کے ذریعے لقمہ حلق سے اتار سکے، اس وقت بھی شراب اپنی اصل کے اعتبار سے حرام ہی رہے گی لیکن عارضی حاجت کی وجہ سے اس کے لئے مباح کی جائے گی، یوں ہی شہد اپنی اصل کے اعتبار سے حلال رہے گا لیکن عارضی نقصان کے پیش نظر گرم مزاج کے لئے حرام کیا جائے گا اور جو حکم کسی عارضی امر کی وجہ سے ہو اس کی طرف اِلتفات کئے بغیر مطلق حکم بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ خرید وفروخت حلال ہے لیکن یہ بھی کسی عارضی امر کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہے مثلاً جمعہ کی اذان کے وقت[1]۔ اسی طرح سماع اپنی حقیقت کے اعتبار سے کہ یہ خوبصورت، موزونی اور بامعنی آواز کا سماع ہے مباح کاموں میں سے ہے لیکن اس کی حرمت ایک ایسے عارض کی وجہ سے ہوئی جو اس کی حقیقت سے خارج ہے۔

جب سماع کے جواز کے دلائل واضح طور پر بیان کئے جاچکے تو ہمیں اس شخص کی کچھ پروا نہیں جو دلائل ظاہر ہونے کے بعد بھی مخالفت کرتا ہے۔

---

[1] ...**احناف کے نزدیک:** اذان جمعہ کے شروع سے ختم نماز تک بیع مکروہ تحریمی ہے اور اذان سے مراد پہلی اذان ہے کہ اسی وقت سعی واجب ہو جاتی ہے مگر وہ لوگ جن پر جمعہ واجب نہیں مثلاً عورتیں یا مریض ان کی بیع میں کراہت نہیں۔
(بہار شریعت، ۲/ ۷۲۳)

پیشہ ور گوّیے کی گواہی درست نہیں:

بہر حال شوافع کے نزدیک غنا اصل کے اعتبار سے حرام نہیں، حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے خود اس کی صراحت فرمائی ہے اور جو شخص اسے پیشہ بنا لے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی درست نہیں کیونکہ یہ تفریحی فعل مکروہ اور باطل کے مشابہ ہے اور اسے بطور پیشہ اپنانے والے کو کم عقل اور بے مُرَوَّت کہا جاتا ہے اگرچہ اس کی حرمت واضح نہیں لیکن اگر کوئی شخص اپنے آپ کو غنا سے منسوب نہ کرے (یعنی اسے گوّیا نہ کہا جاتا ہو) نہ اسے گانے کے لئے بلایا جاتا ہو اور نہ خود کہیں اس لئے جائے بلکہ صرف اس طور پر پہچانا جاتا ہو کہ بعض اوقات اس پر اضطرابی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ترنّم کے ساتھ گالیتا ہے تو ایسے شخص کو نہ بے مروّت کہا جائے گا اور نہ اس کی گواہی باطل ہو گی، اپنے اس قول پر ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر میں دو لڑکیوں کے گیت گانے والی حدیث پاک کو دلیل بناتے ہیں (جیسا کہ ما قبل میں گزرا)۔

سماع کے متعلق علمائے حجاز کی رائے:

حضرت سیِّدُنا یونس بن عبد الاعلٰی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی سے سماع کو جائز قرار دینے کے متعلق اہل مدینہ کی رائے معلوم کی تو فرمایا: ”تمام علمائے حجاز صرف ان اشعار کا سماع مکروہ جانتے ہیں جن میں عورتوں کے اوصاف بیان ہوں، بہر حال حُدی خوانی کرنا، اونچے ٹیلوں اور موسم بہار کی بارشوں کا ذکر کرنا اور ترنّم کے ساتھ اچھی آواز میں اشعار پڑھنا مباح ہے۔“

سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے ایک قول کی تشریح:

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے غنا کے متعلق فرمایا کہ ”یہ تفریحی فعل مکروہ اور باطل کے مشابہ ہے“ یقیناً آپ کا غنا کو لہو (یعنی تفریحی فعل) کہنا درست ہے لیکن کسی بھی فعل کا لہو ہونا اس بات کی دلیل

نہیں کہ وہ حرام ہے کیونکہ حبشیوں کا کھیلنا اور رقص کرنا بھی بطور لہو تھا اس کے باوجود رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کا کھیل دیکھا اور ناپسندیدگی کا اظہار نہ فرمایا۔ بلکہ لہو اور لغو پر اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی مواخذہ نہیں فرمائے گا جبکہ اس سے ”بے فائدہ کام“ مراد لیا جائے جیسا کہ اگر کوئی شخص خود کو اس بات کا پابند کرے کہ دن میں 100 مرتبہ اپنا ہاتھ سر پر رکھے گا تو یہ عبث اور بے فائدہ کام ہے لیکن حرام نہیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ (پ۲، البقرۃ: ۲۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے۔

جب بے فائدہ کام پر بغیر پختہ ارادے کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام کی قسم کھانے پھر اس کا خلاف کرنے پر کوئی مواخذہ نہیں تو شعر اور رقص پر مواخذہ کیسے ممکن ہے۔

پھر حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کا غنا کو باطل کے مشابہ کہنا بھی اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ بلکہ اگر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ صراحتاً فرما دیتے کہ ”غنا باطل ہے“ تو یہ قول بھی غنا کی حرمت پر دلالت نہ کرتا بلکہ صرف اس بات پر دلالت کرتا کہ غنا بے فائدہ کام ہے کیونکہ باطل وہی فعل ہوتا ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ ”میں نے اپنے آپ کو تمہارے ہاتھ فروخت کیا“ بیوی کہے ”میں نے خریدا“ تو ان کا یہ عقد باطل (یعنی بے فائدہ) ہے لیکن حرام نہیں بشرطیکہ ان کا مقصد کھیل اور خوش طبعی ہو لیکن اگر انہوں نے اس خرید و فروخت سے اس کے حقیقی معنی تملیک (یعنی مالک بنانے) کا ارادہ کیا جس کی شریعت میں ممانعت ہے تو یہ عقد حرام ہو گا۔

نیز آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جو غنا کو مکروہ فرمایا ہے، اسے یا تو کراہت تحریمی کے ان مواقع پر محمول کیا جائے جو ہم پیچھے بیان کر چکے یا پھر اس سے کراہت تنزیہی مراد لی جائے گی کیونکہ آپ نے شطرنج کھیلنے کے

جواز کی تصریح فرمائی ہے[1] جبکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ایک قول ہے کہ میں ہر کھیل کو مکروہ جانتا ہوں اور اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کھیلنا دین دار اور اہل مروّت کا شیوہ نہیں، لہٰذا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا یہ علت بیان کرنا کراہت تنزیہی کی دلیل ہے۔ نیز حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا غنا پر ہمیشگی اختیار کرنے والے کی گواہی کو رد فرما دینا بھی اس کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ گواہی بعض اوقات بازار میں کھانے اور خلاف مروّت کام کرنے کے سبب بھی رد کر دی جاتی ہے، اسی طرح بعض اوقات لوگوں میں برا سمجھا جانے والا کام بطور پیشہ اپنا لینے کے سبب بھی گواہی رد کر دی جاتی ہے جیسا کہ کپڑا بنائی کا کام مباح ہے لیکن اسے اہل مروّت کا پیشہ شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی بیان کردہ علت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر ائمۂ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے بارے میں بھی یہی گمان ہے کہ انہوں نے کراہت سے کراہت تنزیہی مراد لی ہو گی، اگر ان کی مراد کراہت تحریمی ہے تو جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ ان کے خلاف دلیل ہے۔

تیسری فصل: قائلین حرمتِ سماع کے دلائل اور ان کے جوابات

پہلی دلیل اور اس کا جواب:

قائلین حرمتِ سماع بطور دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ پیش کرتے ہیں: ”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ“[2]

1... سیِّدِی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ مُخَرَّجہ، جلد24، صفحہ 76 پر شطرنج کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: شطرنج کو اگرچہ بعض علماء نے بعض روایات میں چند شرطوں کے ساتھ جائز بتایا ہے: (۱)... بدکر (یعنی شرط باندھ کر) نہ ہو (۲)... نادراً کبھی کبھی ہو، عادت نہ ڈالیں (۳)... اس کے سبب نماز باجماعت خواہ کسی واجب شرعی میں خلل نہ آئے (۴)... اس پر قسمیں نہ کھایا کریں (۵)... فحش نہ بکیں۔ مگر تحقیق یہ کہ مطلقاً منع ہے اور حق یہ کہ ان شرطوں کا نباہ ہرگز نہیں ہوتا۔ خصوصاً شرط دوم و سوم کہ جب اس کا چسکا پڑ جاتا ہے ضرور مداومت کرتے ہیں اور لا اقل (یعنی کم از کم) وقت نماز میں تنگی یا جماعت میں غیر حاضری بے شک ہوتی ہے۔ جیسا کہ تجربہ اس پر شاہد اور بالفرض ہزار میں ایک آدھ آدمی ایسا نکلے کہ ان شرائط کا پورا لحاظ رکھے تو نادر پر حکم نہیں ہوتا۔

2... ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں۔ (پ۲۱، لقمٰن: ۶)

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مسعود، حضرت سیِّدُنا حسن بصری اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم نَخَعی رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن فرماتے ہیں: ”لَھْوَالْحَدِیْثِ“ سے مراد غنا ہے۔

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللہَ تَعَالٰی حَرَّمَ الْقَیْنَۃَ وَ بَیْعَھَا وَ ثَمَنَھَا وَ تَعْلِیْمَھَا یعنی بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے گانے والی لونڈی (رکھنے)، اس کی خرید و فروخت، اس کی قیمت اور اسے غنا سکھانے کو حرام قرار دیا ہے۔ [1]

جواب: ”قَیْنَہ“ سے مراد وہ لونڈی ہے جو شراب نوشی کرنے والوں کی مجلس میں گانا گائے اور ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ اجنبیہ عورت کا فُسّاق و فجار کے سامنے اور جن لوگوں کے بارے میں فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف ہو ان کے سامنے گانا حرام ہے اور عربوں میں قَیْنَہ (یعنی گانے والے لونڈی) سے وہی کام مقصود ہوتا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ جہاں تک لونڈی کا اپنے مالک کے لئے گانے کا تعلق ہے تو اس کی حرمت اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتی بلکہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو مالک کے علاوہ شخص بھی اس کا غنا سن سکتا ہے اور اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ حدیث پاک ہے جس میں ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر میں دو لڑکیوں کے گیت گانے کا ذکر ہے۔

رہی آیتِ مبارکہ میں ”لَھْوَالْحَدِیْثِ“ کو اپنانے کی بات تو یہ اس وقت ہے جب اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ سے گمراہ کیا جائے یہ حرام اور قابل مذمت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہر غنا گمراہی کا باعث نہیں اور آیتِ مبارکہ میں وہی غنا مراد ہے جو دین سے دوری کا باعث ہو بلکہ اگر کوئی شخص کسی کو سیدھی راہ سے ہٹانے کی نیت سے قرآن پاک کی تلاوت کرے تو یہ بھی حرام ہے۔

گمراہ کرنے کی نیت سے تلاوتِ قرآن حرام ہے:

مروی ہے کہ ایک منافق لوگوں کی امامت کرتے ہوئے صرف سورۂ عبس کی تلاوت کرتا تھا کیونکہ اس

---

[1]...المعجم الاوسط، ۳/۲۵۷، الحدیث: ۴۵۱۳

میں سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بظاہر عِتاب کا ذکر ہے تو خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منافق کے اس فعل کو حرام سمجھتے ہوئے اسے قتل کرنے کا ارادہ فرمالیا کیونکہ اس سے اس کا مقصد لوگوں کو گمراہ کرنا تھا۔ جب قرآن پاک کی تلاوت کا یہ معاملہ ہے تو پھر اشعار اور گانے کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنا کیوں کر حرام نہ ہوگا۔

دوسری دلیل اور اس کا جواب:

حرمت کے قائلین اس فرمان باری تعالیٰ کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں: ”اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾“[1] حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: لغت حِمْیَرمیں سٰمِد کا لفظ گانے کے لئے مستعمل ہے۔

جواب: اگر ایسی بات ہے پھر تو ہنسنا اور نہ رونا بھی حرام ہونا چاہیے کیونکہ آیتِ مبارکہ میں اس کا بھی ذکر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سے مخصوص ہنسی مراد ہے یعنی مسلمانوں پر ان کے اسلام کی وجہ سے ہنسنا تو ہم کہیں گے کہ اس سے بھی مخصوص غنا اور اشعار مراد ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ استہزا کے طور پر کہے جائیں۔

جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔

یہ آیتِ مبارکہ نفس شعر کی حرمت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس سے کفار کے شُعَرامراد ہیں۔

تیسری دلیل اور اس کا جواب:

قائلین حرمت حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اس روایت سے بھی دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کَانَ اِبْلِیْسُ اَوَّلُ مَنْ نَاحَ وَاَوَّلُ مَنْ تَغَنّٰی یعنی سب سے پہلے شیطان نے

---

[1] ...ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔ (پ۲۷، النجم: ۵۹تا۶۱)

نوحہ کیا اور اسی نے سب سے پہلے گایا۔[1]

اس حدیثِ مبارکہ میں نوحہ اور غنا کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ جس طرح گناہ گاروں کا اپنے گناہوں پر اور حضرت سیِّدُنا داود علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نوحہ کرنا (یعنی رونا) اس سے خارج ہے اسی طرح لازمی طور پر اُس غنا کو بھی خارج کیا جائے گا جس سے خوشی، غم اور شوق کو ابھارنے کا ارادہ کیا گیا ہو کیونکہ ان چیزوں کو ابھارنا مباح ہے۔ نیز جس طرح کاشانہ رحمت میں عید کے دن پڑھا جانے والا دو لڑکیوں کا گیت اور مدینہ منورہ میں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے موقع پر پڑھے جانے والے اشعار: طَلَعَ الْبَدْرُ ...... الخ، جائز ہیں اسی طرح یہ بھی جائز ہے۔

چوتھی دلیل اور اس کا جواب:

حرمت سماع کے قائلین حضرت سیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اس روایت سے بھی دلیل پکڑتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: غنا میں مشغول جب کوئی شخص اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی طرف دو شیطان بھیجتا ہے جو اس کے کاندھوں پر بیٹھ کر اپنی ایڑیاں اس وقت تک اس کے سینے پر مارتے رہتے ہیں جب تک وہ خاموش نہ ہو جائے۔[2]

جواب: یہ حدیثِ پاک غنا کی ان بعض اقسام کے بارے میں ہے جنہیں ہم ذکر کر چکے یعنی وہ غنا جو دل میں شیطان کی مراد شہوت اور عشق مجازی کو ابھارے، بہر حال وہ غنا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف شوق کو ابھارے یا عید، بچے کی ولادت اور سفر سے آنے والے کی خوشی میں اضافے کا باعث بنے وہ جائز ہے کیونکہ یہ تمام امور شیطان کی مراد کے برخلاف ہیں۔ نیز ان کی اباحت کی دلیل عید کے موقع پر دو لڑکیوں کا گیت گانا، حبشیوں کا کھیلنا اور بخاری و مسلم کی وہ احادیث ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں اور اباحت کے لئے ایک دلیل بھی کافی ہے جبکہ

1...فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، ۱/۳۴، الحدیث: ۴۲، بغیر قلیل

2...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الملاھی، ۵/۲۸۴

ممانعت کے متعلق اگر ہزار دلائل بھی ہوں تو کثیر اقوال جمع ہونے کی وجہ سے تاویل کا احتمال بھی رہتا ہے اور جس فعل میں تاویل نہ کی جاسکے وہ یا تو حرام ہوگا یا جائز اور حرام کام بحالت مجبوری ہی جائز ہوتا ہے اور جائز کام کئی وجوہات کی بنا پر حرام وناجائز ہو جاتا ہے حتی کہ نیتوں اور ارادوں کے سبب بھی۔

پانچویں دلیل اور اس کا جواب:

قائلین حرمت سماع حضرت سیِّدُنا عُقْبَہ بن عامِر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی اس روایت کو بھی بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر کھیل باطل ہے سوائے تین کے مرد کا اپنے گھوڑے کو سکھانا، تیر اندازی کرنا اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا۔ [1]

جواب: ہم کہتے ہیں کہ لفظ "باطل" حرمت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر حبشیوں کے کھیل کی روایت اور اس کے حلال وجائز ہونے کا علم ہونے کے باوجود کہا جائے کہ باطل سے مراد حرام ہے تو یہ کہنا حدیث میں بیان کئے گئے حَصْر میں اضافے کا باعث ہوگا (کہ حدیث میں تین کھیل جائز فرمائے گئے ہیں اور آپ نے اس میں چوتھے کھیل کا اضافہ کر دیا) اور یہ ایسا ہی ہوگا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تین باتوں کے سوا مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں۔" [2] اس میں چوتھی اور پانچویں بات کا اضافہ کر دیا جائے۔ جہاں تک اپنی زوجہ کے ساتھ کھیلنے کا تعلق ہے تو اس میں لذت حاصل ہونے کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باغات کی سیر کرنا، پرندوں کی آوازیں سننا اور وہ تمام کام جن سے انسان لذت حاصل کرتا ہے جائز ہیں ان میں کچھ بھی حرام نہیں اگرچہ ان میں کچھ فائدہ نہ ہو۔

چھٹی دلیل اور اس کا جواب:

حُرمتِ سماع کے قائلین بطورِ دلیل یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ خلیفۂ سوم امیر المؤمنین حضرت

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب الرمی فی سبیل الله، ۳/۳۶۷، الحدیث: ۲۸۱۱، بتغیر قلیل
المعجم الکبیر، ۱۷، ۱۵/۳۴۱، الحدیث: ۹۴۱

2 ...سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لایحل دم امریء مسلم الا باحدی ثلاث، ۴/۶۴، الحدیث: ۲۱۶۵

سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی گانا گایا نہ کبھی جھوٹ بولا اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیعت کرنے کے بعد سے کبھی اپنے سیدھے ہاتھ سے شرم گاہ کو نہیں چھوا۔

جواب: اگر یہ روایت غنا کے حرام ہونے کی دلیل ہے تو سیدھے ہاتھ سے شرم گاہ کو چھونا بھی حرام ہونا چاہئے، نیز یہ کہاں سے ثابت ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صرف حرام کام ہی ترک کئے تھے (بلکہ آپ تو مباحات سے بھی بچتے تھے)۔

ساتویں دلیل اور اس کا جواب:

قائلین حرمت سماع حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس فرمان سے بھی دلیل پکڑتے ہیں کہ "گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔"[1] ایک روایت میں اتنا زائد ہے کہ "جیسے پانی سبزہ اگاتا ہے (ایسے ہی غنا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے)۔"[2]

حرمت سماع کے قائلین ان اقوال و واقعات سے بھی دلیل پکڑتے ہیں کہ کچھ لوگ احرام باندھے حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے پاس سے گزرے ان میں ایک شخص گا رہا تھا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں خبردار کرتے ہوئے فرمایا: "اَلَا لَا اَسْمَعَ اللہُ لَکُمْ اَلَا لَا اَسْمَعَ اللہُ لَکُمْ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری دعا قبول نہ کرے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری دعا قبول نہ کرے۔"[3]

حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے ساتھ ایک راستے میں تھا کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک چرواہے سے بانسری کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور راستے سے ہٹ گئے، پھر مسلسل دریافت کرتے رہے کہ اے نافع! کیا تم آواز سن رہے

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کراھة الغناء والزمر، ۴/۳۶۸، الحدیث: ۴۹۲۷

2 ...موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الملاھی، ۵/۲۸۳

3 ...موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الملاھی، ۵/۲۸۴، بتغیر قلیل

ہو؟ حتی کہ میں نے عرض کی: "نہیں۔" تب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انگلیاں نکالیں اور فرمایا: "میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے (حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں اس وقت چھوٹا تھا[1])۔"[2]

غنا زِنا کا منتر و پیش خیمہ ہے:

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: غنا زنا کا منتر ہے۔[3]

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: غنا بدکاری کی طرف لیجانے والوں میں سے ہے۔[4]

اموی خلیفہ یزید بن ولید کا قول ہے: غنا سے بچو کیونکہ یہ حیا کو کم کرتا، شہوت کو بڑھاتا اور مروّت کو ختم کرتا ہے، یہ شراب کے قائم مقام ہے اور نشے کا سا کام کرتا ہے، اگر تمہارے لئے غنا ضروری ہو تو اس سے عورتوں کو بچاؤ کیونکہ یہ زنا کا پیش خیمہ ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان کہ "غنا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے" خاص گانے والے کے حق میں ہے۔ یقیناً غنا اسی کے دل میں نفاق پیدا کرتا ہے کیونکہ ایسے شخص کی یہی غرض ہوتی ہے کہ اپنی آواز کو خوب آراستہ ومزیّن کرکے دوسروں کے سامنے پیش کرے اور وہ

---

1 ... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 446** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یہ ایک شبہ کا جواب ہے کہ سیِّدُنا عبد اللہ ابن عمر (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) نے خود تو کانوں میں انگلیاں دے لیں تاکہ گانے باجے کی آواز نہ سنیں مگر اپنے غلام حضرت نافع (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) کو اس کا حکم نہ دیا اس کی وجہ کیا ہے جواب یہ دیا کہ میں اس وقت نابالغ بچہ تھا مجھ پر احکام شرعیہ خصوصاً ورع و تقویٰ کے احکام جاری نہ تھے ورنہ مجھے بھی آپ اس کا حکم دیتے۔ غالباً حضرت عبد اللہ ابن عمر (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس واقعہ پر نابالغ ہوں گے۔

2 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کراھۃ الغناء والزمر، ۴/۳۶۷، الحدیث: ۴۹۲۴

موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الملاھی، ۵/۲۸۸

3 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذم الملاھی، ۵/۲۸۴

4 ...شعب الایمان للبیھقی، باب فی حفظ اللسان، ۴/۲۸۰، الرقم: ۵۱۰۹

منافقت سے کام لیتے ہوئے لوگوں سے محبت کا اظہار کرتا ہے تا کہ لوگ اس کے نغمے میں دلچسپی لیں۔ البتہ! اس سے بھی غنا کی حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ خوبصورت کپڑے پہننا، فرمانبردار گھوڑے پر سوار ہونا، الغرض زینت حاصل کرنے کے تمام طریقوں اور کھیتی اور چوپایوں وغیرہ کی وجہ سے فخر کرنا بھی دل میں نفاق اور خوش نمائی پیدا کرتا ہے حالانکہ ان تمام امور کو ہرگز حرام نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کہ نفاق پیدا ہونے کا سبب صرف گناہ نہیں بلکہ وہ مباحات بھی ہیں جو لوگوں کی توجہ کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گھوڑے کی عمدہ چال کے سبب دل میں پیدا ہونے والے خیالات کے پیشِ نظر خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عمدہ چال والے گھوڑے سے اُتر کر اس کی دم کاٹ دی، لہٰذا غنا کے سبب پیدا ہونے والا نفاق بھی مباح امر کے باعث پیدا ہونے والا نفاق ہے۔

رہا حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا یہ فرمانا کہ "اَلَا لَا اَسْمَعَ اللہُ لَکُم یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری دعا قبول نہ کرے" تو یہ بھی نفسِ غنا کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ وہ چونکہ احرام باندھے ہوئے تھے اور ان کے اشعار میں عورتوں کا ذکر تھا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر ظاہر ہو گیا تھا کہ ان کا سماع وجد اور بیتُ اللہ شریف کی زیارت کے شوق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ محض کھیل کے لئے ہے، لہٰذا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی حالت کو دیکھتے ہوئے اور حالتِ احرام کا تَقَدُّس پامال کرنے کی وجہ سے یہ فرمایا اور ایسی صورت حال میں جو قول کیا جائے اس کی بے شمار وجوہات ممکن ہیں۔

مُباحات کا ترک اَولیٰ ہے:

جہاں تک حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا تعلق ہے تو اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت نافع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اس کا حکم اور آواز سننے سے منع کیوں نہیں کیا؟ در حقیقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کانوں میں انگلیاں اس لئے ڈالیں کہ اس وقت آپ اپنے کان اور دل کو ایسی آواز سے بچانا چاہتے تھے جو آپ کو لَہو پر ابھارنے اور اس ذکر و فکر میں خَلَل کا باعث بن

سکتی تھی جس میں آپ مشغول تھے حالانکہ وہ ذکر اس آواز سے اَوْلیٰ اور بہتر ہے۔

اسی طرح حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالنا اور حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو منع نہ فرمانا بھی اس پر دلیل ہے کہ یہ حرام نہیں، البتہ! اسے ترک کر دینا اولیٰ ہے۔ ہم بھی اکثر لوگوں کے لئے اس کے ترک کو ہی اولیٰ سمجھتے ہیں بلکہ دنیا کے اکثر مباح کاموں کو ترک کر دینا بہتر ہے جبکہ معلوم ہو کہ یہ دل پر اثر انداز ہوں گے جیسا کہ حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوجَہْم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نقش و نگار والی چادر نماز سے فراغت کے بعد اتار دی[1] اس اندیشہ کے پیش نظر کہ نقش و نگار دل میں خَلَل کا باعث بنیں[2]۔ ایسا ہرگز نہیں کہ یہ فعل نقش و نگار والے کپڑے پہننے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے۔ جہاں تک بانسری کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا تعلق ہے تو ممکن ہے کہ اس وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسی حالت اور کیفیت میں ہوں کہ بانسری کی آواز اس میں خلل کا باعث بن رہی ہو جیسا کہ نقش و نگار والی چادر۔

البتہ جن حضرات کو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دائمی حضوری میسر ہے احوالِ شریفہ کی تاثیر پانے کے لئے انہیں سماع کا محتاج ماننا ان کے مرتبے کے لائق نہیں اگرچہ یہ ان کے علاوہ کے حق میں کمال ہے، یہی وجہ ہے

---

1 ... صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب کراھۃ الصلاۃ فی ثوب لہ اعلام، الحدیث: ۵۵۶، ص ۲۸۰

2 ... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 466** پر ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے مروی حدیث پاک "میں اس کے بیل بوٹوں کو نماز میں دیکھتا تھا مجھے خوف ہے کہ میری نماز خراب کر دے" کے تحت فرماتے ہیں: اس طرح کہ نماز میں ہمارا دھیان اس کے بیل بوٹوں کی طرف ہو جائے اور کامل خشوع خضوع نہ رہے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ لباس کا اثر دل پر ہوتا ہے خصوصاً صاف اور روشن دل جلدی اثر لیتے ہیں جیسے سفید کپڑے پر سیاہ دھبہ معمولی بھی دور سے چمکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ محراب مسجد سادہ ہونا بہتر ہے تاکہ نمازی کا دھیان نہ بٹے، بعض صوفیاء نقش و نگار والے مصلے کی بجائے سادہ چٹائی پر نماز بہتر سمجھتے ہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے، **خیال** رہے کہ یہ سب اپنی امت کی تعلیم کے لئے ہے قلب پاک مصطفٰے کی واردات مختلف ہیں کبھی کپڑے کے بیل بوٹے سے خشوع خضوع کم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کبھی میدان جہاد میں تلواروں کے سایہ میں نماز پڑھتے ہیں اور خشوع میں کوئی فرق نہیں آتا کبھی بشریت کا ظہور ہے اور کبھی نورانیت کی جلوہ گری۔

کہ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن علی بن ابراہیم حُصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: ”میں اس سماع کا کیا کروں جو گانے والے کی موت سے منقطع ہو جائے۔“ اس قول میں اشارہ ہے کہ دائمی سماع وہی ہے جس کا تعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ہو اور انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو دائمی طور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سماع اور اس کی بارگاہ میں حاضری کی لذت حاصل رہتی ہے، لہٰذا انہیں دل میں شوق پیدا کرنے کے لئے کسی شے کی حاجت نہیں۔

زنا کا مُحرِّک سماع:

رہا حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا یہ فرمانا کہ ”غنا زنا کا منتر ہے“ اور اسی کے ہم معنی دیگر اقوال، فُسّاق اور شہوت پرستوں کے سماع پر محمول کئے جائیں گے، اگر ان اقوال کا حکم عام ہوتا تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کاشانۂ رحمت میں دو لڑکیوں کا گیت ہر گز نہ سنا جاتا۔

ساری دنیا ہی لہو ہے:

حرمتِ سماع کے حوالے سے جہاں تک قیاس کا تعلق ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ”اسے سارنگی پر قیاس کیا جائے“ حالانکہ اس کی وضاحت کی جا چکی (کہ آلات موسیقی کی حرمت شراب کے باعث ہے)، اگر یہ کہا جائے کہ ”غنا لہو ولعب (یعنی کھیل کود) ہے۔“ تو یہ کہنا بالکل درست ہے لیکن اس سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ساری دنیا ہی لہو ولعب ہے۔ چنانچہ، خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ ”تم گھر کے کونے میں پڑا ایک کھلونا ہو۔“

عورتوں کے ساتھ ہر طرح کی دل لگی لہو (یعنی کھیل) ہے، البتہ! صحبت اس میں شامل نہیں کہ وہ اولاد کے وجود کا سبب ہے، اسی طرح وہ خوش طبعی جس میں فحش نہ ہو جائز ہے کہ یہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے منقول بھی ہے[1]، اس کی تفصیل عنقریب زبان کی آفات کے بیان میں آئے

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المزاح، ۳/۳۹۹، الحدیث: ۱۹۹۷
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۲۴۳، الحدیث: ۸۴۸۹

گی۔ نیز حبشیوں اور سیاہ فام لوگوں کے کھیل سے بڑھ کر اور کون سالہو ہو سکتا ہے حالانکہ احادیث سے اس کی اباحت ثابت ہے۔

ایک دن کی تعطیل نَشاط کا باعث ہے:

مزید برآں میں یہ کہتا ہوں کہ لہو (یعنی کھیل) دل کو راحت بخشتا اور تفکُّرات کے بوجھ کو ہلکا کرتا ہے، اگر دلوں سے زبردستی کام لیا جائے تو وہ (حقائق تک رسائی سے) محروم ہو جائیں، انہیں راحت پہنچانا گویا ان کی مدد کرنا ہے تاکہ یہ مستقل اعمال اور غور و فکر کرتے رہیں، مثلاً عِلْم فقہ میں مشغول رہنے والے کو جمعہ کے دن چھٹی کرنی چاہئے کیونکہ ایک دن کی تعطیل باقی دنوں کے لئے نَشاط کا سبب بنتی ہے، اسی طرح جو شخص (فرائض کے علاوہ) تمام تر وقت نوافل میں مصروف رہتا ہے اسے بھی چاہئے کہ کسی وقت نوافل پڑھنا موقوف کر دے، اسی وجہ سے بعض وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ جب تعطیل اور لہو اعمال پر ثابت قدم رہنے کے لئے مُعاوِن ہیں اور مستقل کوشش اور امرِ حق کی تلخیاں صرف انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے لائق ہیں تو یقیناً لہو دل کی تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا علاج ہے، لہٰذا اسے مباح ہونا چاہئے، البتہ! اس کی کثرت نہیں ہونی چاہئے جس طرح دوا زیادہ استعمال نہیں کی جاتی۔ پس اس نیت سے کھیل بھی کارِ ثواب ہو جائے گا۔

یہ اس شخص کے حق میں ہے جسے سماع سے لذت و راحت تو حاصل ہو لیکن صفات محمودہ کا غلبہ نہ ہو جو اصل مقصود ہے، یقیناً ایسے شخص کے لئے سماع مباح ہونا چاہئے تاکہ اس کے ذریعے وہ ہمارے ذکر کردہ مقصود تک پہنچ جائے۔ البتہ! یہ سب اس شخص کے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کامل شخص وہ ہوتا ہے جو دل کو راحت پہنچانے کے لئے حق تعالیٰ کے سوا کسی کا محتاج نہ ہو، مقولہ مشہور ہے: حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن یعنی نیکوں کی نیکیاں مقربین کی (نظر میں) برائیاں ہوتی ہیں۔ جو شخص دلوں کے علاج اور اُن لطائف کا علم رکھتا ہے جو حق تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں یقیناً وہ جانتا ہو گا کہ اس طرح کے امور دلوں کو راحت پہنچانے کے لئے ایسی دوائیں ہیں جن کی افادیت کا انکار ممکن نہیں۔

باب نمبر2:
سماع کے متعلق روایات و آداب

(اس میں تین مقامات ہیں)

جان لیجئے! سماع کا پہلا درجہ مسموع (یعنی سنے ہوئے کلام) کو سمجھنا اور سمجھنے کے بعد اسے مناسب معنی پر محمول کرنا ہے کیونکہ سمجھنے کے بعد ہی دل میں وجد پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں اعضاء پر حرکت طاری ہوتی ہے۔ اسی سلسلے میں یہاں تین مقامات کو بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا مقام:
مسموع کو سمجھنا

یہ سننے والے کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور سننے والے کی چار حالتیں ہیں:

پہلی حالت:

سننا محض طبعی تقاضے کی وجہ سے ہو یعنی سماع سے مقصود فقط خوش آوازی اور کلام موزون سے لذت حاصل کرنا ہو تو یہ جائز ہے لیکن یہ سماع کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے کیونکہ اس معاملے میں اونٹ اور اسی طرح دیگر چوپائے بھی اس کے شریک ہیں بلکہ اس ذوق کا تقاضا تو خود حیات کرتی ہے کیونکہ ہر زندہ چیز کو اچھی آواز سے کسی نہ کسی طرح لذت حاصل ہوتی ہے۔

دوسری حالت:

سمجھ کر سنے لیکن اسے مخلوق میں سے کسی معین یا غیرِ مُعَیَّن صورت پر محمول کرے یہ جوانوں اور شہوت پرستوں کا سماع ہے کہ وہ سنے ہوئے کلام کو اپنی شہوتوں اور حالات کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ یہ حالت اس قابل نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں، بس اس کی خَساسَت بیان کرنے اور اس سے ممانعت پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

تیسری حالت:

جو کچھ سنے اسے سمجھنے کے بعد اپنے نفس کے اُن احوال پر محمول کرنے کی کوشش کرے جن کا تعلق

ذاتِ باری تعالیٰ سے ہو، یہ مریدین کا سماع ہے خصوصاً ان کا جو راہِ سلوک کی ابتدا میں ہیں، کیونکہ مرید کی یقیناً کوئی مراد ہوتی ہے اور وہی اس کا مقصو ہوتا ہے اور مرید کا مقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت، اس کی ملاقات اور باطنی مشاہدہ کے ذریعے اس ذات تک پہنچنا اور اپنے باطن سے پردوں کو ہٹانا ہے۔ اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے اس کے پاس ایک راستہ ہوتا ہے جس پر وہ چلتا ہے اور کچھ معاملات ہوتے ہیں جن پر وہ پابندی اختیار کرتا ہے اور کچھ حالات ہوتے ہیں جن سے وہ دوچار ہوتا ہے۔ چنانچہ،

جب وہ عِتاب یا خطاب، قبول یا رد، وَصل یا فراق، قُرب یا بُعد، حسرت یا تمنا، شوق یا اشتیاق، طَمَع یا ناامیدی، وحشت یا انسیت، ایفائے عہد یا عہد شکنی، فراق کا خوف یا وصال کی خوشی، محبوب کو دیکھنے یا رقیب کو دور کرنے، مسلسل اشک بہانے یا پے در پے حسرت کرنے، طولِ فراق یا وعدۂ وصال وغیرہ کے مضامین پر مشتمل اشعار سنتا ہے تو کوئی نہ کوئی مضمون اس کے احوال پر ضرور صادق آتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ مضمون اس کے دل پر اس طرح اثر ڈالتا ہے جس طرح چقماق پتھر سے رگڑنے کے سبب آگ نکلتی ہے یعنی وہ مضمون اس کے دل کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے جس کے سبب غلبۂ شوق اور اِضطراب قوِی ہو جاتا ہے اور بسا اوقات ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں جو اس کی عادت کے خلاف ہوتے ہیں اور اس کے لئے کافی گنجائش ہوتی ہے کہ الفاظ کو اپنے حالات پر ڈھال سکے۔

سننے والے پر ضروری نہیں کہ وہ شاعر کے مرادی معنی کی رعایت کرے، بلکہ ہر کلام کے کئی مرادی معنی ہوسکتے ہیں اور ہر ذی فہم اپنی سمجھ کے مطابق معنی اخذ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ چنانچہ، ہم چند مثالیں ذکر کرتے ہیں تاکہ کوئی جاہل یہ گمان نہ کرے کہ ایسے اشعار جن میں چہرہ، رخسار اور زلفوں کا ذکر ہے انہیں سننے والا ان کے ظاہری معنی ہی سمجھے اور اس بات کی ہمیں کوئی حاجت نہیں کہ اشعار سے مختلف معانی سمجھنے کی کیفیت بیان کریں بلکہ یہ بات اہلِ سماع کی مختلف حکایات سے منکشف ہو جاتی ہے۔

حکایت: مجھے رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قول یاد آگیا:

ایک بزرگ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کسی کو یہ کہتے سنا:

قَالَ الرَّسُوْلُ غَداً تَزُوْ رُ فَقُلْتُ تَعْقِلُ مَا تَقُوْلُ

ترجمہ: قاصد نے کہا: تم کل ملوگے، میں نے کہا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا اسے سمجھتے بھی ہو؟

اس قول اور خوش آوازی نے انہیں بے چین کر دیا اور وجد میں آکر اس کی تکرار کرنے لگے اور "تا" کے بجائے "نون" پڑھنے لگے یعنی یوں کہنے لگے: "قَالَ الرَّسُوْلُ غَداً نَزُوْرُ یعنی رسول نے فرمایا: ہم کل ملیں گے۔ وہ اس شعر کی تکرار کرتے رہے حتی کہ فرحت و سرور اور خوشی کی شدت کی وجہ سے بیہوش ہوگئے۔ جب افاقہ ہوا تو وجد کا سبب دریافت کیا گیا، تو فرمایا: "مجھے رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قول یاد آگیا تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّةِ یَزُوْرُوْنَ رَبَّھُمْ فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَةٍ مَرَّةً یعنی اہلِ جنت ہر جمعہ کے دن ایک بار اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی زیارت کریں گے۔"[1]

حکایت: سب کچھ راہِ خدا میں وقف کر دیا:

حضرت سیِّدُنا محمد بن داود رَقی رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا دراج رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں اور حضرت سیِّدُنا ابن فُوطی رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بصرہ اور اُبُلَّہ کے درمیان دریائے دجلہ کے کنارے جارہے تھے کہ اچانک ایک خوبصورت محل دکھائی دیا جہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ایک لونڈی گا رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی:

کُلَّ یَوْمٍ تَتَلَوَّنُ غَیْرُ ھٰذَا بِكَ اَحْسَنُ

ترجمہ: تم ہر روز رنگ بدلتے رہتے ہو، ایسا نہ کرو تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

اچانک ایک خوب صورت نوجوان ظاہر ہوا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا ڈول اور بدن پر گُدڑی تھی وہ یہ

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی سوق الجنة، ۴/۲۴۶، الحدیث: ۲۵۵۸، بتغیر

کلام سن رہا تھا اس نے لونڈی سے کہا: تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اپنے مولیٰ کی زندگی کی قسم یہ شعر دوبارہ کہو۔ چنانچہ، لونڈی نے اس شعر کو دوبارہ کہا تو اس نوجوان نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! حق تعالیٰ کے ساتھ میرے حال کی یہی تبدیلی ہے پھر ایک درد بھری آہ کھینچی اور اس کی روح قَفَسِ عُنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ منظر دیکھ کر ہم نے کہا: "اب ہم پر تدفینِ میت کی ذمّہ داری آپڑی ہے۔" چنانچہ، ہم وہاں ٹھہر گئے، محل کے مالک نے لونڈی سے کہا: "تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ جنازے میں شرکت کے لئے اہلِ بصرہ بھی آگئے، جب اس کے کفن دفن سے فارغ ہوئے تو محل کا مالک کہنے لگا: "میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میری ہر چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے وقف ہے اور میری تمام لونڈیاں آزاد ہیں اور یہ محل بھی وقف ہے۔" پھر اس نے اپنے کپڑے اتار کر ایک تہبند باندھ لیا اور ایک چادر اپنے اوپر اوڑھ لی اور جس طرف منہ تھا ادھر چل پڑا، لوگ اسے دیکھتے رہے حتیٰ کہ وہ لوگوں کو روتا چھوڑ کر نظروں سے غائب ہو گیا، اس کے بعد اس کا کوئی پتا نہ چلا۔ معلوم ہوا کہ وہ نوجوان کہ شعر سن کر جس کا انتقال ہوا وہ ہر وقت اپنے حال میں حق تعالیٰ کے ساتھ مُستَغرَق تھا اور حق تعالیٰ کے معاملے میں حسنِ ادب پر ثابت رہنے سے وہ خود کو عاجز و قاصر سمجھتا تھا۔ نیز اپنے دل کے الٹ پلٹ ہونے اور راہِ حق سے ادھر اُدھر ہونے کے خیال پر افسوس کرتا تھا۔ چنانچہ،

جب اس کے کانوں میں وہ آواز پہنچی جو اس کے حال کے موافق تھی تو اسے یہ خیال آیا گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اس طرح مخاطب ہے:

كُلَّ يَوْمٍ تَتَلَوَّنُ غَيْرُ هٰذَا بِكَ اَحْسَنُ

ترجمہ: تم ہر روز رنگ بدلتے رہتے ہو، ایسا نہ کرو تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

جس کا سماع سے ذاتِ حق کے سوا کوئی مقصود نہ ہو اسے چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات کی معرفت کا علم خوب پختہ کرلے ورنہ سماع سے اسے خطرہ لاحق ہو سکتا ہے کہ کہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں محال بات کا تصور کر کے کافر نہ ہو جائے، لہٰذا مبتدی مرید (راہ آخرت کے ابتدائی مسافر) کے لئے خطرہ زیادہ ہے لیکن اگر وہ سنے

ہوئے کلام کو اپنے حال پر ڈھال لے اس طرح کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات سے متعلق نہ ہو تو حرج نہیں۔ خطا کی مثال مذکورہ شعر ہے۔ چنانچہ، اگر کوئی خود کو متکلم سمجھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مخاطب تو تَتَلَوَّنُ (یعنی رنگ بدلنے) کی نسبت ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا۔ بعض اوقات ایسی غلطیاں جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ہوتی ہیں جن میں تحقیق کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور بعض اوقات اس میں تحقیق کو بھی دخل ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص شعر مذکور میں "تَتَلَوَّنُ" سے اپنے قلبی احوال کی تبدیلی یا تمام عالَم کے احوال کا تغیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سمجھے، تو یہ عقیدہ بالکل صحیح اور واقع کے مطابق ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کبھی انسان کا دل کشادہ فرما دیتا ہے، کبھی تنگ کر دیتا ہے، کبھی اسے روشن کر دیتا ہے اور کبھی تاریک، کبھی سخت کر دیتا ہے اور کبھی نرم، کبھی اس کے دل کو اپنی طاعت پر ثابت اور مستحکم کر دیتا ہے اور کبھی اس پر شیطان کو مُسَلَّط کر دیتا ہے تا کہ وہ اسے حق کے راستے سے بہکائے اور یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہوتا ہے، تو جس شخص سے مختلف اوقات میں مختلف افعال اور احوال صادر ہوتے ہیں اس کے بارے میں عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ غیر مستقل مزاج اور رنگ بدلنے والا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شاعر نے "تَتَلَوَّنُ" سے اپنا محبوب ہی مراد لیا ہو کہ کبھی قبول کرتا ہے، کبھی رد، کبھی قریب کرتا ہے اور کبھی دور اور یہی معنی درست ہے لیکن سماع میں ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق یہ معنی لینا خالص کفر ہے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ وہ لوگوں کو تبدیل کرتا ہے خود نہیں بدلتا یعنی وہ خود متغیر نہیں بلکہ لوگوں میں تغیر اسی کی طرف سے ہے۔ مرید کو یہ علم تقلید سے حاصل ہو جاتا ہے جبکہ عارف باللہ اور صاحبِ بصیرت کو کشفِ حقیقی سے۔ یہ بات ذاتِ باری تعالیٰ کے اوصافِ عجیبہ میں سے ہے کہ خود متغیر نہیں لیکن لوگوں کو بدل دیتا ہے اور یہ صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں ہی متصوَّر ہے کیونکہ اس ذات کے علاوہ کوئی بھی تبدیل کرنے والا خود بدلے بغیر اوروں کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

بعض اہلِ وجد پر مدہوش کُن کیفیت طاری ہوتی ہے اور وہ اس طرح بہکنے لگتے ہیں جیسے بعض لوگ شراب پی کر بہک جاتے ہیں، ایسی حالت میں ان کی زبان اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ عِتاب پر کھل جاتی ہے اور وہ اس بات کو

بعید سمجھنے لگتے ہیں کہ اس نے دلوں کو مُسَخَّر کیا ہوا ہے اور ان کے احوالِ شریفہ کو مختلف مراتب پر تقسیم کرر کھا ہے، حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ صِدِّیقین کے دلوں کو انوار و تَجلِّیات کے لئے پاک صاف فرماتا ہے جبکہ مُنکِرین اور مغروروں کے دلوں کو (اپنی رحمت سے) دور کر دیتا ہے، اس کی عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں، اس نے کسی سابقہ جرم کی وجہ سے کفار سے توفیق منقطع نہیں کی اور نہ ہی اس کا اپنی توفیق اور نورِ ہدایت کے ساتھ انبیا کی مدد فرمانا کسی سابقہ وسیلے کی وجہ سے ہے، مگر اس کا ارشاد گرامی ہے:

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ (پ۲۳، الصفت: ۱۷۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر میری بات قرار پاچکی کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا ان جنوں اور آدمیوں سب سے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَۙ ﴿۱۰۱﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

اگر تمہارے دل میں یہ کھٹکا گزرے کہ تقدیر میں اختلاف کیوں حالانکہ عبد ہونے میں تو سب مشترک ہیں؟ تو جلال کے پردوں سے تمہیں آواز دی جائے گی کہ ادب کی حد سے آگے نہ بڑھو کیونکہ:

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

اس طرح کی باتیں زبان پر تو کیا دل میں بھی نہیں آنی چاہئیں مگر دیکھا جاتا ہے کہ زبان سے ادب کرنے پر اکثر لوگ قادِر ہوتے ہیں لیکن دل اس تقسیم پر حیرت زدہ دکھائی دیتے ہیں کہ جن کی قسمت میں ہمیشہ کے لیے شَقاوَت لکھ دی گئی ہے، آخر ان لوگوں کا قصور کیا ہے؟ اور جن کے حصے میں سعادتِ اَبدی لکھ دی گئی ہے،

آخر انہیں کس عمل کا انعام دیا جا رہا ہے؟ دل کے ادب پر راسخ علما ہی قادر ہیں۔ چنانچہ، جب کسی نے خواب میں حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام سے سماع کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ صاف شفاف پھسلنے کی جگہ ہے، اس پر علما کے قدم ہی جم سکتے ہیں۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ سماع دل کے مخفی اور پوشیدہ رازوں کو حرکت دیتا ہے اور ان میں ایسا خلل ڈالتا ہے جیسے بیہوش کر دینے والا نشہ خلل ڈالتا ہے اور قریب ہوتا ہے کہ وہ باطن سے ادب کی گرہ کھول دے مگر جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نورِ ہدایت سے محفوظ رکھے۔ اسی وجہ سے ایک بزرگ فرماتے ہیں: "کاش ہمارا معاملہ سماع کے حوالے سے برابر برابر ہو جاتا (یعنی نہ ثواب ملتا نہ گناہ)۔" اِس طرح کا سماع اُس سماع سے خطرے میں زیادہ ہے جو شہوت کو حرکت دیتا ہے کیونکہ اس سماع کی غایت گناہ ہے جبکہ وہ سماع جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں خطا کی وجہ سے نوبت کفر تک پہنچ سکتی ہے۔

جان لیجئے کہ فَہْم (سمجھنا) سننے والے کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، مثلاً دو شخصوں پر ایک شعر سننے کی وجہ سے وجد طاری ہو جائے حالانکہ ان میں سے ایک نے درست مفہوم سمجھا جبکہ دوسرے نے سمجھنے میں غلطی کی یا دونوں نے درست مفہوم سمجھا مگر جو مفہوم سمجھا اس کے معنی میں تضاد ہے لیکن چونکہ ان کے احوال مختلف ہیں اس اعتبار سے یہ تضاد نہیں ہے۔ چنانچہ،

حکایت: ایک شعر اور دو مفہوم:

حضرت سیِّدُنا عُتْبَةُ الْغُلَام رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کسی کو یہ کہتے سنا:

سُبْحَانَ جَبَّارُ السَّمَا اِنَّ الْمُحِبَّ لَفِيْ عَنَا

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پاک ہے اور تکلیف میں عاشق مبتلا ہوتا ہے۔

تو فرمایا: صَدَقْتَ یعنی تُو نے سچ کہا۔ یہی شعر کسی اور نے سنا تو کہا: کَذَبْتَ یعنی تُو نے جھوٹ بولا۔ کسی صاحبِ بصیرت کو جب یہ دونوں قول معلوم ہوئے تو انہوں نے فرمایا: اَصَابَا جَمِیْعًا یعنی دونوں کی بات درست ہے۔ "یہی بات حق ہے کیونکہ "صَدَقْتَ" سے اس عاشق کے کلام کی طرف اشارہ ہے جسے ابھی حصول مراد میں کامیابی

نہیں ملی اور وہ اعراض اور ہجر و فراق کی آگ میں جل رہا ہے اور ''كَذِبْتَ'' سے اس محب کے کلام کی طرف اشارہ ہے جسے محبوب سے انسیت ہے اور شدتِ محبت کی وجہ سے وہ محبوب کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر بھی لذت محسوس کرتا ہے اور درد و تکلیف کا اثر قبول نہیں کرتا یا اس سے اُس محب کے کلام کی طرف اشارہ ہے جو فی الحال اپنی مراد کے حصول میں روکا نہیں گیا اور نہ ہی آیندہ روکے جانے کا خطرہ محسوس کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل پر امید اور حسنِ ظن کا غلبہ ہے۔ معلوم ہوا کہ احوال کے اختلاف کی وجہ سے فہم (سمجھنے) میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔

حکایت: پیاسا پانی میں کھڑا ہے لیکن سیراب نہیں ہوتا:

حضرت سیِّدُنا ابوالقاسم بن مروان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان جنہوں نے حضرت سیِّدُنا ابو سعید خَرَّاز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کی صحبت پائی اور کئی سال تک سماع چھوڑے رکھا ان کے بارے میں منقول ہے کہ ایک دن دعوت میں حاضر ہوئے تو وہاں ایک شخص کو یہ شعر کہتے سنا:

وَاقِفٌ فِي الْمَاءِ عَطْشَا نِ وَلٰكِنْ لَيْسَ يَسْقِيْ

ترجمہ: پیاسا پانی میں کھڑا ہے لیکن سیراب نہیں ہوتا۔

یہ سن کر لوگ کھڑے ہو گئے اور وجد میں آ گئے، جب پرسکون ہوئے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان سے پوچھا: ''تم لوگوں نے اس شعر کا کیا معنی سمجھا ہے؟ تو انہوں نے جواباً اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ احوالِ شریفہ کا اشتیاق ہے اور اسباب ہونے کے باوجود اس سے محرومی ہے۔ اُن کے اس جواب سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اطمینان نہ ہوا تو لوگوں نے پوچھا: ''آپ کے نزدیک اس کا معنی کیا ہے؟ فرمایا: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ احوال کے وسط میں ہو اور کرامات سے نوازا جائے لیکن حقیقت میں اسے کچھ بھی عطا نہ کیا جائے۔'' آپ کے جواب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقت، احوال اور کرامات کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ، پہلے احوال ہوتے ہیں پھر کرامات اس کے بعد حقیقت تک پہنچا جاتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو القاسم بن مروان

عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان نے اور جو معنی لوگوں نے سمجھا ان میں فرق صرف اس قدر ہے کہ حاضرین نے احوال شریفہ کی محرومی کو عطشان (پیاسے ہونے) سے تعبیر کیا جبکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے احوال اور کرامات ہونے کے باجود حقیقت تک نہ پہنچنے کو عطشان سے تعبیر کیا۔ معلوم ہوا کہ باعتبار مفہوم دونوں معنوں میں تفاوت نہیں بلکہ دو مرتبوں کے درمیان تفاوت ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی اس شعر پر بہت زیادہ وجد کیا کرتے تھے:

وِدَادُکُم هَجْرٌ وَّ حُبُّکُم قِلًی ... وَ وَصْلُکُم صَرْمٌ وَّ سِلْمُکُم حَرْبٌ

ترجمہ: تیری دوستی فراق ہے اور تیری محبت عداوت، تیرا وصال قطع تعلقی ہے اور تیری صلح لڑائی۔

اس شعر کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں جن میں سے بعض درست اور بعض غلط ہیں اور ان میں سب سے ظاہر تر یہ ہے کہ اس شعر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ مخلوق بلکہ دنیا کے متعلق سمجھا جائے کیونکہ دنیا مکار، دھوکے باز اور اپنے چاہنے والوں کی قاتل، باطن میں ان کی دشمن اور بظاہر دوست ہے، کوئی گھر بھی دنیاوی خوشیوں اور نعمتوں سے ایسا بھرا ہوا نہیں ہے جس میں بالآخر آہ و بکا نہ ہو۔[1] جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الملک بن محمد ثعالبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی دنیا کے بارے میں فرماتے ہیں:

تَنَحَّ عَنِ الدُّنْیَا فَلَا تَخْطُبَنَّهَا ... وَ لَا تَخْطُبَنَّ قَتَّالَةً مَّنْ تُنَاكِحُ

فَلَیْسَ یَفِیْ مَرْجُوُّهَا بِمَخُوْفِهَا ... وَمَكْرُوْهُهَا اِمَّا تَاَمَّلْتَ رَاجِحُ

لَقَدْ قَالَ فِیْهَا الْوَاصِفُوْنَ فَاَكْثَرُوْا ... وَ عِنْدِیْ لَهَا وَصْفٌ لَّعَمْرِیْ صَالِحُ

سُلَافٌ قُصَارَاهَا زُعَافٌ وَّ مَرْكَبٌ ... شَهِیٌّ اِذَا اسْتَلْذَذْتَهٗ فَهُوَ جَامِحُ

وَ شَخْصٌ جَمِیْلٌ یُّؤْثِرُ النَّاسَ حُسْنُهٗ ... وَ لٰكِنْ لَّهٗ اَسْرَارُ سُوْءٍ قَبَائِحُ

ترجمہ: تو دنیا سے بھاگ اور اسے نکاح کا پیغام نہ دے اور ایسی کو نکاح کا پیغام نہ بھیج جو شوہر کی قاتل ہو، اس کی امیدیں، خوف اور سختیوں کے مقابلے میں کم ہیں۔ پس اگر تم غور کرو گے تو اسی بات کو ترجیح دو گے، لوگوں نے اس کے بارے

---

[1] ...الزھد لابن المبارک، باب النھی عن طول الامل، الحدیث: ۲۶۳، ص ۸۹

میں بہت کچھ کہا ہے، لیکن میرے نزدیک اس کا وصفِ تام یہ ہے کہ یہ ایک شراب ہے جس کی انتہا مہلک ہے یا ایک پسندیدہ سواری ہے جب اسے کوئی قابو کرنا چاہتا ہے تو بے لگام ہو جاتی ہے یا ایسے حسین و جمیل شخص کی طرح ہے جس کا حسن لوگوں کو متاثر کرتا ہے لیکن اس کا باطن خباثت سے بھرپور ہے۔

مذکورہ شعر کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اسے حقوقُ اللہ کے معاملے میں اپنے نفس پر محمول کرے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حقوق کے سلسلے میں نفس کا وہی حال ہے جو اہلِ دنیا کے حق میں دنیا کا ہے کیونکہ اگر وہ غور کرے گا تو اسے اپنی معرفت جہالت معلوم ہو گی۔ چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ (پ۲۴، الزمر: ۶۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور انہوں نے **اللہ** کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔

اپنی طاعت ریا خیال ہو گی کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ایسا نہیں ڈرتا جیسا ڈرنے کا حق ہے اور اپنی محبت کمزور معلوم ہو گی کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں اپنی کسی خواہش کو نہیں چھوڑتا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس پر اس کے نفس کے عیوب کو ظاہر فرما دیتا ہے۔ چنانچہ، وہ مذکورہ شعر کو اپنے نفس کا مصداق پاتا ہے اگرچہ غافلوں کے مقابلے میں وہ بلند مرتبہ ہی ہو اسی لئے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ یعنی میں تیری ثنا شمار نہیں کر سکتا تو ایسا ہی ہے جیسے تو نے اپنی ثنا خود بیان فرمائی۔[1]

ایک روایت میں ہے، ارشاد فرمایا: اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْیَوْمِ وَ اللَّیْلَةِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً یعنی بے شک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دن رات میں 70 بار بخشش مانگتا ہوں[2]۔[3]

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود، الحدیث: ۴۸۶، ص ۲۵۲

[2] ... مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراۃ المناجیح، ج ۳، ص ۳۵۳** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: توبہ و استغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے، اسی لئے حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا۔

[3] ...سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ محمد، ۵/۱۷۴، الحدیث: ۳۲۷۰، بدون ذکر: اللیلۃ

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ استغفار فرمانا ان احوال کے باعث تھا جو مابعد کے احوال کے اعتبار سے بعید نظر آتے تھے اگرچہ وہ ماقبل کے اعتبار سے عین قریب تھے تو ہر قرب کے بعد قرب ہے جس کی کوئی انتہا نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سلوک کا راستہ غیر متناہی ہے جس کے درجاتِ قرب کی انتہا تک پہنچنا محال ہے۔

شعر کا تیسرا معنی یہ ہے کہ سالک اپنے احوال کے مبادی کو دیکھے اور ان پر راضی ہو پھر ان کے انجام کو دیکھے تو ان میں خفیہ دھوکے پر مطلع ہونے کی وجہ سے ان احوال کو حقیر جانے اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سمجھ کر یہ شعر سنے تو اسے قضاو قدر کی شکایت پر محمول کرے اور یہ کفر ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ معلوم ہوا کہ ہر شعر کو کئی معانی پر محمول کیا جاسکتا ہے اور یہ بات سننے والے کے وفورِ علم اور دل کی صفائی کی صورت میں ممکن ہے۔

چوتھی حالت:

جس کا سماع احوال اور مقامات سے تجاوز کر چکا ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کو سمجھنے حتی کہ اپنے نفس کے احوال اور معاملات کو سمجھنے سے بھی بے خبر ہو، نیز وہ اس مدہوش کی طرح ہو جو عین شُہُود کے سمندر میں غوطہ زن ہو ایسے شخص کا حال ان عورتوں کے حال کے مشابہ ہے جنہوں نے جمالِ یوسف کے مشاہدہ میں اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں اور ایسی مدہوش ہوئیں کہ انگلیاں کٹ جانے کا احساس تک نہ ہوا۔ اس طرح کی حالت کو صوفیاء فَنَاعَنِ النَّفْس سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ، جب وہ اپنے آپ سے بیگانہ ہو جاتا ہے تو دوسروں سے بدرجہ اولیٰ بیگانہ ہو جاتا ہے گویا کہ وہ ایک مشہود ذات کے سوا سب سے بیگانہ ہو جاتا ہے حتی کہ شہود سے بھی بیگانہ ہو جاتا ہے کیونکہ دل اگر شہود اور اس کے نفس کی طرف متوجہ ہو گا اس طور پر کہ وہ مُشاہدہ کر رہا ہے تو وہ اس بات سے ضرور ذاتِ مشہود سے غافل ہو جائے گا۔ جس طرح کوئی شخص جب کسی دیکھی جانے والی شے میں مستغرق ہو تو حالت استغراق میں نہ تو وہ دیکھنے کی حالت کی طرف توجہ کرتا ہے، نہ وہ اپنی آنکھ کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے شے نظر آتی ہے اور نہ ہی اپنے دل کی طرف التفات کرتا ہے جس سے لذت کا ادراک ہوتا ہے، اسی طرح جو نشے میں ہوتا ہے اسے اپنے نشہ کی بھی خبر نہیں ہوتی اور نہ لذت پانے والا لذت کی طرف

توجہ کرتا ہے بلکہ وہ فقط اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے لذت ملتی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی شے کا جاننا کیونکہ کسی چیز کا جاننا اور بات ہے اور جاننے کا علم ہونا اور چیز ہے تو جو کسی چیز کا عالم ہے جب اسے چیز کا عالم ہونے کا علم ہو گا تو وہ شے سے اعراض کرنے والا ٹھہرے گا۔

فنا عن النفس کی یہ حالت کبھی مخلوق کے حق میں طاری ہوتی ہے اور کبھی خالق کے حق میں لیکن عام طور پر یہ حالت بجلی کی چمک کی طرح ہوتی ہے کہ دائمی نہیں رہتی، اگر دائمی رہے تو انسانی طاقت اسے برداشت نہیں کر سکتی یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات یہ حالت جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ،

حکایت: بے خودی کی کیفیت:

حضرت سیِّدُنا ابو الحسن نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے متعلق مروی ہے کہ آپ ایک مجلس میں حاضر ہوئے اور یہ شعر سنا:

مَا زِلْتُ اَنْزِلُ مِنْ وِدَادِكَ مَنْزِلًا　　تَتَحَيَّرُ الْاَلْبَابُ عِنْدَ نُزُوْلِهٖ

ترجمہ: میں تیری محبت میں ہمیشہ ایسی جگہ پہنچتا ہوں جہاں اترتے وقت عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔

تو سنتے ہی کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے اور جدھر منہ آیا اُدھر چل پڑے، اچانک ایک بانس کے کھیت کی طرف آنکلے جہاں بانس کاٹے گئے تھے اور ان کی جڑیں باقی تھیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ صبح تک اس میں گھومتے رہے اور اس شعر کا تکرار کرتے رہے، پاؤں زخمی ہو گئے اور ان سے خون جاری ہو گیا حتی کہ پاؤں، پنڈلیوں تک سوج گئے، اس واقعہ کے چند روز بعد زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسے۔

اشعار کو سمجھنے اور وجد کرنے میں یہ صِدِّیقین کا درجہ ہے اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے کیونکہ سماع کے ذریعے احوال پیدا کرنا درجہ کمال سے ناقص ہے کیونکہ یہ انسانی صفات کے ساتھ مُخْتَلَط ہوتا ہے جو ایک طرح کی کمی ہے، کمال تو یہ ہے کہ وہ اپنے نفس اور اس کے احوال سے بالکل فنا ہو جائے یعنی ان کو بھول جائے نہ اسے اپنے نفس کا خیال رہے اور نہ اپنے احوال کی طرف توجہ، اس کا حال اس طرح ہو جائے جس طرح مصر کی

عورتیں حُسنِ یوسف دیکھ کر بے خیالی میں اپنا ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لِلّٰه، بِاللّٰه، فِی اللّٰه اور مِنَ اللّٰه سماع کرے، یہ درجہ اس شخص کا ہے جو حقائق کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر احوال و اعمال کے ساحل کو عبور کر گیا ہو اور خالص توحید اور اخلاص کے ساتھ ہم آہنگ ہو گیا ہو اور خودی کو ختم کر چکا ہو بلکہ اپنی بشریت کو سرے سے مٹا چکا ہو اور صفات بشری کی طرف التفات بالکل فنا کر چکا ہو اور فنا سے مراد جسم کا فنا ہونا نہیں بلکہ دل کا فنا ہونا ہے اور دل سے مراد بھی گوشت اور خون نہیں بلکہ ایک لطیف سِر (راز) مراد ہے جسے ظاہری دل کے ساتھ ایک پوشیدہ نسبت ہوتی ہے اس کے بعد سِر روح ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امر سے ہے جو اس کو جان گیا سو جان گیا اور جو جاہل رہا وہ جاہل رہا اور اس سِر کے لئے ایک وجود ہے اور اس وجود کی صورت وہ ہے جو اس میں موجود ہے جب اس میں کوئی غیر چیز موجود ہو گی تو گویا اسی موجود چیز کا ہی وجود ہے، اس کی مثال ایک صاف شفاف آئینے کی طرح ہے جس کا اپنا ذاتی کوئی رنگ نہیں ہوتا بلکہ اس کا وہی رنگ ہوتا ہے جو اس میں دکھائی دینے والی شے کا رنگ ہوتا ہے اور یہی حال شیشے کا ہے کہ وہ بھی اپنے اندر موجود شے کی عکاسی کرتا ہے اور اس کا وہی رنگ ہوتا ہے جو اس میں موجود شے کا رنگ ہوتا ہے۔ چنانچہ، اس کی ذاتی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ مختلف صورتوں کو قبول کر لینا ہی اس کی صورت ہوتی ہے اور مختلف رنگوں کو قبول کرنے کی استعداد ہی اس کا رنگ ہے۔ اسی طرح سِرِ قلب کے اندر بھی آئینے کی طرح تمام رنگوں کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اس حقیقت کی تمثیل شاعر کے ان دو شعروں میں ہے:

رَقَّ الزُّجَاجُ وَرَقَّتِ الْخَمْرُ ... فَتَشَابَهَا فَتَشَاكَلَ الْاَمْرُ

فَكَاَنَّمَا خَمْرٌ وَّ لَا قَدَحٌ ... وَ كَاَنَّمَا قَدَحٌ وَّ لَا خَمْرُ

ترجمہ: شیشے کا برتن اور شراب جب دونوں رقیق ہوں تو ایک دوسرے کے مشابہ اور ہم شکل ہوتے ہیں ایسا لگتا ہے گویا کہ شراب ہے اور پیالہ نہیں اور گویا کہ پیالہ ہے مگر شراب نہیں۔

یہ چوتھی حالت علومِ مکاشفہ کے مقامات میں سے ہے یہیں سے بعض لوگوں نے حُلول اور اتحاد کا دعویٰ

کر کے "اَنَـــا الْحق [1]" کا نعرہ لگایا اور اسی کے گرد عیسائیوں کے کلام کی گنگناہٹ سنائی دیتی ہے اس طرح کہ وہ لاہوت اور ناسوت کے اتحاد اور حلول کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس بارے میں ان کی عبارتیں مختلف ہیں۔ یہ ان کی محض غلطی ہے اور اس شخص کی غلطی کے مشابہ ہے جو آئینہ کی سرخی دیکھ کر اسے سرخ رنگ کا بتائے کیونکہ سرخ رنگ آئینے کا نہیں بلکہ اس شے کا ہے جو اس کے مقابل ہے۔ چونکہ یہ گفتگو عِلْمِ مُعامَلہ کے مناسب نہیں اس لئے ہم اپنے مقصود کی طرف لوٹتے ہیں اور ہم سنے جانے والے کلام کو سمجھنے کے متعلق درجات کے اختلاف کا ذکر کرچکے ہیں۔

دوسرا مقام:

وجد کرنا

یہ مقام کلام کو سمجھنے اور کسی معنی پر محمول کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ وجد کیا ہے؟ اس سلسلے میں صوفیائے کرام اور دانشوروں سے بہت سے اقوال منقول ہیں۔ پہلے ہم ان کے اقوال ذکر کریں گے، پھر وجد کی حقیقت

---

[1]... عوام میں مشہور ہے کہ حضرتِ سیِّدُنا حسین بن منصور حلاّج عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب نے "اَنَاالْحَقُّ" (یعنی میں حق ہوں) کہا تھا اس کا ردّ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن **"فتاوی رضویہ" جلد 26، صفحہ 400** پر فرماتے ہیں: "حضرت سیِّدِی حسین بن منصور حلاّج قُدِّسَ سِرُّہ، جن کو عوام "منصور" کہتے ہیں، منصور اِن کے والد کا نام تھا، اور ان کا اسم گرامی حسین۔ (آپ) اکابر اہلِ حال سے تھے، ان کی ایک بہن ان سے بدرَجہا مرتبۂ ولایت ومعرفت میں زائد تھیں۔ وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یادِ الٰہی میں مصروف ہوتیں۔ ایک دن ان کی آنکھ کھلی، بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتا نہ چلا، اُن کو وسوسہ گزرا، دوسری شب میں قصداً سوتے میں جان ڈال کر جاگتے رہے۔ وہ اپنے وقت پر اُٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہولئے، دیکھتے رہے۔ آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اُترا اور ان کے دہن مبارک (یعنی مُنہ شریف) کے برابر آ لگا، انہوں نے پینا شروع کیا، اِن سے صبر نہ ہو سکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے۔ بے اختیار کہہ اُٹھے کہ بہن! تمہیں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی قسم کہ تھوڑا میرے لئے چھوڑ دو، انہوں نے ایک جُرعَہ (یعنی ایک گھونٹ) چھوڑ دیا، انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی، ہر در و دیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا: "اَنَا الْاَحَقُّ" بے شک میں سب سے زیادہ اس کا سزاوار (یعنی حق دار) ہوں۔ لوگوں کے سننے میں آیا: "اَنَاالْحَقُّ" (یعنی میں حق ہوں) وہ (لوگ) دعوۂ خدائی سمجھے، اور یہ (یعنی خدائی کا دعوی) کفر ہے۔ اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔" رسولُ اللہ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرماتے ہیں: مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ (یعنی جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔) (صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، ۴/ ۳۸۰، الحدیث: ۶۹۲۲)

واضح کریں گے۔

وجد کے متعلق صوفیا کے اقوال:

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے سماع کے بارے میں فرمایا: ”یہ حق تعالیٰ کی طرف سے وارد ہونے والا کلام ہے اس لئے وارد ہوا ہے کہ دلوں کو حق تعالیٰ کی طرف ابھارے، جس نے حق کے ساتھ سنا اس نے حق کو پالیا اور جس نے نفسانی خواہشات کے لئے سنا وہ زِنْدِیق ہو گیا۔“ گویا انہوں نے وجد اسے قرار دیا کہ دل حق کی طرف مائل ہو یعنی ورودِ سماع کے وقت وہ حق کو پائے اسی وجہ سے سماع کا نام وارِدِ حق رکھا گیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو الحسین دَرَّاج عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ”وجد اس حالت کا نام ہے جو بوقتِ سماع پائی جائے۔“ مزید فرمایا: ”سماع نے مجھے خوبصورت میدانوں میں گھمایا اور عطا کے وقت وجودِ حق نے مجھے وجد میں ڈال دیا پھر جامِ خالص سے سیر اب کیا جس کی وجہ سے میں نے رضا کی منازل کو پالیا اور اس نے مجھے عمدہ باغ اور فضا کی سیر کرائی۔“

حضرت سیِّدُنا ابو بکر شِبْلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”سماع ظاہر میں فتنہ اور باطن میں عبرت ہے تو جو کلام کے اشارے جانتا ہے اسے عبرت والا کلام سننا حلال ہے ورنہ اس نے فتنہ طلب کیا اور مصیبت کے درپے ہوا۔“

کسی بزرگ کا قول ہے: ”سماع اہلِ معرفت کی روحانی غذا ہے کیونکہ یہ ایسا وصف ہے جو تمام اعمال سے باریک ہے، لہٰذا اس کے رقیق ہونے کی وجہ سے رِقَّتِ طبعی اور صاف شفاف اور لطیف ہونے کی وجہ سے قلبی صفائی سے ہی اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔“

حضرت سیِّدُنا عمرو بن عثمان مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”وجد کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کے مومن بندوں کے پاس ایک راز ہے۔“

سیِّدُنا ابو علی رُوذباری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”وجد حق تعالیٰ کی طرف سے مُکاشفات کا نام ہے۔“

حضرت سیِّدُنا ابو سعید احمد بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الصَّمَد نے فرمایا: ”وجد پردے کا اٹھ جانا، محبوب کو دیکھنا، فہم کا پایا جانا، غیب کا مشاہدہ کرنا، قلبی راز سے گفتگو کرنا اور اپنی خودی کو مٹا دینا ہے۔“ ان ہی سے منقول ہے کہ ”وجد خصوصی درجات میں سے پہلا درجہ ہے اور غیب کی تصدیق کا نتیجہ اور ثَمَرہ ہے، جب صوفیا اس کا روحانی مزہ چکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں اس کا نور چمکتا ہے جس کے سبب ان سے ہر قسم کا شک و شبہہ زائل ہو جاتا ہے۔“ نیز فرماتے ہیں: ”احوالِ نفس کو دیکھنا اور اسباب کے ساتھ تعلق رکھنا وجد سے رکاوٹ بنتا ہے کیونکہ نفس اسباب کی وجہ سے پردے میں ہوتا ہے تو جب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تو ذکر خالص ہو جاتا، دل بیدار، رقیق اور میل کچیل سے پاک ہو جاتا اور وعظ و نصیحت قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور مناجات کے قریب ترین مقام تک پہنچنا نصیب ہو جاتا ہے، ادھر سے خطاب ہونے لگتا ہے اور ادھر سے حضور قلب کے ساتھ سننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ، وہ اس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے وہ خالی ہوتا ہے، اسی کو وجد کہتے ہیں۔“

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ بھی فرماتے ہیں: ”وجد وہ ہے جو دل میں حق تعالیٰ کی طرف تحریک پیدا کرنے والے ذکر کے وقت ہو یا اضطراب پیدا کرنے والے خوف کے باعث ہو یا لغزش پر تنبیہ کرنے کے سبب ہو یا لطیف بات کہنے یا کسی فائدے کی طرف اشارہ کرنے یا غائب کا شوق پیدا ہونے یا کسی فوت شدہ حال پر غمگین ہونے یا معرفت کے بغیر گذری ہوئی عمر پر ندامت کرنے یا حال کو طلب کرنے یا کسی واجب کی طرف بلانے یا رازِ قلبی سے مناجات کے وقت ہو۔“

یہ جو بیان ہوا علم وجد کا ظاہر ہے اور وجد کے بارے میں صوفیا کے اس طرح کے بے شمار اقوال ہیں۔ اب دانشوروں کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

وجد کے متعلق دانشوروں کے اقوال:

بعض نے کہا: ”وجد دل میں ایک عمدہ فضیلت ہے قوتِ گویائی الفاظ کے ذریعے اسے بیان کرنے پر قادر

نہیں تو اسے نفس نے خوش اِلحانی کے ذریعے نکالا جب وہ فضیلت ظاہر ہوگئی تو نفس خوشی سے جھوم اٹھا، لہٰذا تم نفس سے سنا کرو اور اسی سے راز و نیاز کی باتیں کیا کرو اور ظاہری مناجات چھوڑ دو۔"

کسی نے کہا: "سماع کا نتیجہ یہ ہے کہ جو رائے سے عاجز ہو وہ مُستَعِد ہو جائے، فکر سے خالی شخص کو فکر مل جائے، کند ذہن ذہین ہو جائے حتی کہ چھپی ہوئی بات اس پر ظاہر ہو جائے، عاجز اٹھ کھڑا، میلا صاف اور ہر نیت ورائے میں ماہر اور درستی والا ہو جائے اور خطانہ کرے اور کام کو بلا تاخیر بجالائے۔"

ایک قول ہے کہ "جس طرح فکر علم کو معلوم تک پہنچاتا ہے اسی طرح سماع دل کو روحانی عالَم تک پہنچاتا ہے۔"

کسی دانشور سے پوچھا گیا: "نغمات کے وزن پر اعضاء کا طبعی طور پر حرکت کرنا کس وجہ سے ہے؟ جواب دیا: "یہ عقلی عشق ہے اور عقلی عاشق اپنے معشوق سے زبان کے ذریعے ہی گفتگو کرنے کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ اس سے تَبَسُّم، آنکھ، ابرو اور پلکوں کے اشارے اوراعضاء کی لطیف حرکات سے سرگوشی کرتا ہے۔ یہ تمام چیزیں بولتی ہیں لیکن ان کی گفتگو روحانی انداز میں ہوتی ہے اور چوپایہ صفت عاشق ظاہری زبان استعمال کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعے اپنے کمزور شوق اور کھوٹے عشق کا اظہار کر سکے۔"

ایک دانشور کا قول ہے: "جو غمگین ہو اسے چاہئے کہ کلامِ موزون خوش اِلحانی کے ساتھ سنے۔" یہ اس لئے کہ جب نفس میں غم داخل ہوتا ہے تو اس کا نور بجھ جاتا ہے اور جب خوشی داخل ہوتی ہے تو اس کا نور چمک اٹھتا اور فرحت ظاہر ہو جاتی ہے اور قبول کرنے کی جتنی اِستِعْداد ہو گی اور میل کچیل سے جتنا پاک صاف ہو گا اتنا ہی اشتیاق ظاہر ہو گا۔

وجد اور سماع کے متعلق کثیر اقوال ہیں اور ان سب کو ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ، ہم یہاں صرف معنی وجد کی وضاحت کرتے ہیں۔

وجد کی وضاحت:

وجد اس حالت کا نام ہے جو سماع سے پیدا ہوتی ہے یعنی ایسی جدید حالت جو سننے والا سماع کے وقت اپنے اندر محسوس کرتا ہے، یہ حالت دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو اس کا سَبَب مُکاشفات اور مُشاہَدات ہوں گے جو عُلُوم اور تَنْبِیْہات کے قَبِیْل سے ہیں یا اس کا سبب احوال اور تَغَیُّرات ہوں گے جن کا تعلق علوم سے نہیں جیسے شوق، خوف، غم، اضطراب، سرور، افسوس، ندامت، کشادگی، تنگی وغیرہ، سماع ان احوال کو ابھارتا اور قوی کرتا ہے۔ اگر سماع ایسا کمزور ہو کہ نہ تو ظاہری بدن کو متحرک کرے اور نہ ہی سکون دے اور نہ سننے والے کی حالت تبدیل کرے کہ وہ خلافِ عادت حرکت کرنے لگے یا سر جھکا لے یا دیکھنے، بولنے اور حرکت کرنے سے خلاف عادت رک جائے، تو اسے وجد نہیں کہیں گے اور اگر ظاہر بدن پر اس کا اثر ظاہر ہو خواہ اثر قوی یا ضعیف ہو اسے وجد کہیں گے، پھر جتنی قوت سے اس کا اثر پیدا ہو گا اتنی ہی اس کی تحریک زیادہ ہو گی۔ ظاہری اعضاء کو تَغَیُّر سے محفوظ رکھنا اور ان پر قابو پانا وجد کرنے والے کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے، بعض اوقات وجد باطنی طور پر قوی ہوتا ہے مگر وجد کرنے والے کے قوی ہونے کی وجہ سے ظاہری جسم پر اس کا اثر نہیں ہوتا اور بسا اوقات اثر انداز ہونے والی حالت اتنی کمزور ہوتی ہے کہ حرکت پیدا کرنے اور گرہ کھولنے میں قاصر ہونے کی وجہ سے اس کا اثر تک ظاہر نہیں ہوتا۔ حضرت سیِّدُنا ابو سعید بن اَعرابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے وجد کی تعریف میں پہلے معنی کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ، آپ نے وجد کے بارے میں فرمایا: "یہ مشاہدۂ رقیب، حضورِ فہم اور ملاحظۂ غیب کا نام ہے۔" کوئی بعید نہیں کہ سماع اُس چیز کے مُنْکَشِف ہونے کا سبب بن جائے جو پہلے منکشف نہیں تھی کیونکہ کشف کچھ اسباب سے ہوتا ہے۔

اسبابِ کَشْف

کشف کے مختلف اسباب ہیں: (۱)...**تنبیہ**: کیونکہ سماع تنبیہ کرنے والا ہے۔ (۲)...**احوال کی تبدیلی**: ان کا مشاہدہ اور ان کا ادراک ہے۔ ادراک ایک ایسا علم ہے جو ان امور کی وضاحت کرتا ہے جو وجد کی کیفیت طاری

ہونے سے پہلے معلوم نہ تھے۔(۳)... **قلبی صفائی:** کیونکہ سماع قلبی صفائی کا سبب ہے اور تصفیۂ قلب سے کشف ہوتا ہے۔(۴)... **تَقْوِیَتِ قلب:** کیونکہ سماع کی وجہ سے دل میں نَشاط پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان ان چیزوں کے مشاہدے پر قادر ہوتا ہے جس کے مشاہدے سے پہلے عاجز تھا جس طرح اونٹ نشاط کی وجہ سے وہ بوجھ اٹھالیتا ہے جو نشاط سے پہلے نہیں اٹھا سکتا۔

جس طرح اونٹ کا کام بھاری بوجھ کو اٹھانا ہے اسی طرح قلب کا کام مکاشفات اور ملکوت کے اسرار کا مشاہدہ کرنا ہے۔ان تمام اسباب کے ذریعے سماع کشف کا سبب بنتا ہے۔چنانچہ، دل جب صاف ہوتا ہے تو بعض اوقات حق اس کی باطنی آنکھوں کے سامنے ظاہری صورت میں آجاتا ہے یا منظوم کلام کی صورت میں اس کے کانوں پر دستک دیتا ہے۔اگر یہ صورت بیداری کے عالَم میں ہو تو اسے ہاتِفِ غیبی سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر نیند میں ہو تو اسے خواب کہتے ہیں اور یہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔نیز علمِ معاملہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حکایت: سیِّدُنا محمد بن مسروق رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کی توبہ:

حضرت سیِّدُنا محمد بن مسروق بغدادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی فرماتے ہیں: ”میں جوانی کے ایام میں ایک رات نشہ کی حالت میں یہ شعر گنگناتے ہوئے نکلا:

بِطُوْرِ سَیْنَاءَ کَرْمٌ مَا مَرَرْتُ بِهٖ　　اِلَّا تَعَجَّبْتُ مِمَّنْ یَّشْرَبُ الْمَاءَ

ترجمہ: جب میں طور سینا کے باغ سے گزرتا ہوں تو پانی پینے والوں پر تعجب کرتا ہوں۔

اچانک میں نے کسی ہاتفِ غیبی کو یہ کہتے سنا:

وَفِیْ جَهَنَّمَ مَاءٌ مَّا تَجَرَّعَهُ　　خَلْقٌ فَاَبْقٰی لَهُ فِی الْجَوْفِ اَمْعَاءَ

ترجمہ: جہنم میں ایسا پانی ہے کہ مخلوق ایک گھونٹ بھی نہیں پیئے گی مگر اس کی آنتیں گل جائیں گی۔

یہی بات میری توبہ اور عِلْم و عِبادت میں مشغولیت کا سبب بنی۔“

غور کیجئے! غنا نے قلب کی صفائی میں کیسا اثر کیا حتی کہ اس کے سامنے حق کی حقیقت جہنم کی صورت میں آشکار ہوگئی اور اس کا سبب وہ موزوں اور بامعنی کلام بنا جو اس کے ظاہری کانوں سے ٹکرایا۔

حکایت: کھانا نہ کھایا:

حضرت سیِّدُنا مسلم عَبّادانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے منقول ہے کہ ”ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا صالح مری، حضرت سیِّدُنا عتبۃ الغلام، حضرت سیِّدُنا عبد الواحد بن زید اور حضرت سیِّدُنا مسلم اُسواری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن ہمارے ہاں کے ساحل پر اترے۔ ایک رات میں نے ان کے لئے کھانے کا اہتمام کیا اور انہیں کھانے کی دعوت دی تو وہ سب حضرات تشریف لے آئے، جب کھانا ان کے سامنے رکھا گیا تو اچانک کسی ہاتف غیبی کو یہ شعر کہتے سنا گیا:

وَ تُلْهِيكَ عَنْ دَارِ الْخُلُوْدِ مَطَاعِمٌ ۔۔۔ وَّ لَذَّةُ نَفْسٍ غَيُّهَا غَيْرُ نَافِعٍ

ترجمہ: کھانوں نے تمہیں ابدی گھر سے غافل کر دیا اور لذتِ نفس بالآخر کچھ کام نہیں آئے گی۔

یہ سن کر حضرت سیِّدُنا عتبۃ الغلام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور باقی لوگ بھی رونے لگے۔ چنانچہ، کھانا اٹھا لیا گیا اور بخدا! انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ بھی نہ کھایا۔“

جس طرح قلب کی صفائی کے وقت ہاتف غیبی کو سنا جاتا ہے اسی طرح ظاہری آنکھوں سے غیب کا مشاہدہ بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام اہلِ دل حضرات کے پاس مختلف شکلوں میں آتے ہیں، یوں ہی فرشتے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے پاس آتے ہیں یا تو اپنی اصل شکل میں یا ایسی صورت میں جو ان کی اصل شکل سے کچھ مشابہت رکھتی ہے۔

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کو دو بار ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ ایک مرتبہ جب آپ نے دیکھا تو اس کے متعلق خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”انہوں نے

افق کو گھیر اہوا تھا۔"[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس ارشاد:

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ﴿۷﴾ (پ۲۷، النجم: ۵تا۷)

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔

کا یہی مطلب ہے۔

یوں ہی تصفیۂ قلب کی صورت میں انسان دلوں کے حال بھی جان لیتا ہے، اسے فراست سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہ یعنی مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور سے دیکھتا ہے۔[2]

حکایت: فراست مومن:

ایک مجوسی نے مسلمانوں کے پاس آکر پوچھا: "اس فرمانِ نبی: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہ کا کیا مطلب ہے؟" مسلمانوں نے اسے سمجھایا مگر وہ مطمئن نہ ہوا حتی کہ وہ کسی صاحبِ نظر صوفی کے پاس پہنچا اور اس سے اس حدیث کا معنی دریافت کیا۔ صوفی نے فرمایا: "اس کا معنی یہ ہے کہ جو زُنّار تیرے کپڑوں کے نیچے کمر پر بندھا ہوا ہے اسے توڑ دے۔" مجوسی بولا: "آپ نے سچ فرمایا یہی حدیث کا مطلب ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر کہنے لگا: "اب مجھے پتا چلا کہ آپ مؤمن ہیں اور آپ حق پر ہے۔"

حکایت: سیِّدُنا ابراہیم خَوّاص رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہ کی فراست:

حضرت سیِّدُنا شیخ ابراہیم خواص رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ صوفیا کی ایک جماعت کے ساتھ بغداد کی جامع مسجد میں بیٹھے تھے کہ خوشبو میں بسا ایک خوب صورت نوجوان آیا تو آپ نے اپنے

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ والنجم، ۵/ ۱۸۴، الحدیث: ۳۲۸۹

[2] ...سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحِجر، ۵/ ۸۸، الحدیث: ۳۱۳۸

ساتھیوں سے فرمایا: ”مجھے یہ یہودی لگتا ہے۔“ آپ کی اس بات پر سب نے برا منایا تو آپ وہاں سے چلے گئے اور نوجوان بھی چلا گیا، کچھ دیر بعد جب آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه واپس تشریف لائے تو وہ نوجوان بھی آگیا اور اس نے آتے ہی دریافت کیا: ”شیخ نے میرے بارے میں کیا کہا تھا؟“ لوگوں نے بتانے میں شرم محسوس کی لیکن جب نوجوان نے اصرار کیا تو انہوں نے بتایا کہ ”شیخ نے فرمایا تھا کہ تم یہودی ہو۔“ یہ سن کر وہ نوجوان حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے پاس آیا اور آپ کے ہاتھوں اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہو گیا اور یہ کہنے لگا: ”ہم اپنی کتابوں میں یہ بات لکھی پاتے ہیں کہ صدیق کی فراست خطا نہیں کرتی، لہٰذا میں نے دل میں یہ کہا کہ مسلمانوں کا امتحان لینا چاہیے۔ چنانچہ، یہ سوچ کر میں نے مسلمانوں میں غور کیا تو دل نے کہا: اگر ان میں کوئی صدیق ہوگا تو وہ گروہِ صوفیا میں سے ہو گا کیونکہ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے اور اس کا کلام پڑھتے ہیں اس لئے میں بھیس بدل کر ان صوفیا کے پاس آیا لیکن جب شیخ فراست سے میرے حال پر مطلع ہو گئے تو میں نے جان لیا کہ یہ صدیق ہیں۔“ مسلمان ہونے کے بعد اس نوجوان نے صوفیائے کرام کی صحبت اختیار کر لی اور اس کا شمار بڑے صوفیا میں ہونے لگا۔

اسی کشف کے متعلق حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اشارہ فرمایا: ”اگر شیاطین بنو آدم کے دلوں کے ارد گرد نہ گھومتے تو وہ آسمانی ملکوت کا مشاہدہ کر لیتے۔“[1] شیاطین دلوں کے گرد اسی وقت گھومتے ہیں جب وہ مذموم صفات سے پُر ہوں کیونکہ ایسے ہی دل شیاطین کی چراگاہ ہیں اور جس نے اپنے دل کو ان مذموم صفات سے خالی اور صاف کر لیا تو شیطان اس کے دل کے گرد نہیں گھومتا۔ یہ فرمان باری تعالیٰ:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ (پ۱۴، الحجر: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

---

[1] ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، ۳/۲۶۹، الحديث: ۸۶۴۸، بتغير

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ترجمۂ کنز الایمان: بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

(پ۱۴، الحجر: ۴۲)

حکایت: سیّدُنا ذوالنون مصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا وجد:

سماع تصفیۂ قلب کا سبب اور تصفیہ حق کا جال ہے۔ اس پر یہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ حضرت سیّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی بغداد میں داخل ہوئے تو صوفیا کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ان کے ساتھ ایک قوّال بھی تھا۔ انہوں نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سماع کی اجازت چاہی، آپ نے اجازت عطا فرمادی۔ قوال نے جب یہ اشعار پڑھے:

صَغِیْرُ هَوَاكَ عَذَّبَنِیْ فَكَیْفَ بِهٖ اِذَا احْتَنَكَا

وَ اَنْتَ جَمَعْتَ فِیْ قَلْبِیْ هَوًى قَدْ كَانَ مُشْتَرِكَا

اَمَا تَرْثِیْ لِمُكْتَئِبٍ اِذَا ضَحِكَ الْخَلِیُّ بَكَا

ترجمہ: تیری تھوڑی سی محبت نے ہی مجھے تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے جب یہ زیادہ ہو گی تو کیا حال ہو گا؟ تو نے اس محبت کو تنہا میرے دل میں جمع کر دیا ہے جو ہم دونوں میں مشترک تھی، تجھے اس غمگین پر ترس نہ آیا کہ جب کوئی بے فکر ہنستا ہے تو وہ رو دیتا ہے۔

حضرت سیّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اسے سن کر کھڑے ہو گئے اور وجد میں آ گئے اور شدتِ وجد کی وجہ سے بے ہوش ہو کر چہرے کے بل گر پڑے، پھر ایک اور شخص وجد کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت سیّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے کہا: وہ تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ تو وہ شخص بیٹھ گیا۔ ایسا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس لئے فرمایا کہ آپ اس کے قلبی حال پر مطلع تھے کہ یہ مصنوعی اور بناوٹی وجد کرتا ہے اس لئے اسے بتا دیا کہ اگر غَیْرُ اللہ کے لئے اٹھو گے تو تمہارا فریق وہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ) بنے گا جو تمہیں کھڑا ہوتے وقت دیکھتا ہے، پس اگر وہ شخص اپنے وجد میں سچا ہوتا تو نہ بیٹھتا۔

وجد کا حاصل مکاشفات اور حالات ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: (۱)...اِفاقہ کے بعد جسے بیان کرنا ممکن ہو۔ (۲)...جسے بیان کرنا ممکن نہ ہو۔

شاید تم ایسی حالت اور علم کو بعید سمجھو جس کی نہ تو حقیقت معلوم ہو اور نہ ہی اسے بیان کیا جاسکتا ہو لیکن یہ بعید نہیں ہے کیونکہ تمہیں اپنے احوال میں اس کی مثالیں مل جائیں گی، جہاں تک علم کی بات ہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ کتنے ہی فقیہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے دو ملتے جلتے مسئلے پیش ہوتے ہیں اور وہ اپنے ذوق سے اس بات کا ادراک کر لیتے ہیں کہ دونوں مسئلوں کا حکم الگ الگ ہے لیکن اگر انہیں دونوں کے درمیان وجہ فرق بیان کرنے کا کہا جائے تو زبان اس کا ساتھ نہیں دیتی کہ فرق بیان کر سکے اگرچہ وہ کتنے ہی فصیح و بلیغ ہوں۔ چنانچہ، وہ اپنے ذوق سے فرق کا ادراک تو کر لیتے ہیں مگر زبان سے ادا نہیں کر پاتے۔ فرق کا ادراک کرنا ایک علم ہے جو اس کے دل میں ذوق کے ذریعے ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس کے دل میں فرق کا احساس بلاوجہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کا ایک سبب ہوتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کی کوئی حقیقت ہوتی ہے لیکن اس کے بارے میں بتانا ممکن نہیں اس وجہ سے نہیں کہ زبان میں قصور ہے بلکہ وہ معنی ایسا دقیق ہے کہ لفظوں میں ادا نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات ان لوگوں کو معلوم ہے جو ہمیشہ مشکل اَبحاث میں لگے رہتے ہیں۔

جہاں تک حال کی بات ہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو صبح کرتے وقت اپنے دل میں تنگی یا کشادگی پاتے ہیں لیکن اس کا سبب نہیں جانتے اور بعض اوقات انسان کسی چیز میں غور و فکر کرتا ہے جس کا اثر وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔ وہ اس سبب کو تو بھول جاتا ہے لیکن اثر دل میں باقی رہتا ہے اور وہ اسے محسوس بھی کرتا ہے۔ چنانچہ، باعثِ سرور سبب میں تفکر کرنے کی وجہ سے سرور والی حالت اور باعث حُزن و ملال سبب میں تفکر کرنے کی وجہ سے غم والی حالت اس کے دل میں قرار پکڑ لیتی ہے اور جس چیز میں تفکر کیا ہوتا ہے وہ بھول جاتا ہے لیکن اس کا اثر باقی رہتا ہے۔ کبھی کبھار یہ حالت بڑی عجیب و غریب ہوتی ہے کہ اسے غم یا سرور سے تعبیر نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ملتا ہے جو مقصود کو بیان کر سکے۔ اسی طرح موزون اور

غیر موزون شعر کا ذوق اور ان کے درمیان فرق بھی بعض لوگوں کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ بھی ایک ایسی حالت ہے جس کا ادراک ذوق والا ہی کر سکتا ہے کہ یہ موزون ہے اور یہ غیر موزون، لیکن بے ذوق آدمی کے لیے ایسی تعبیر کرنا ممکن نہیں جو مقصود کو واضح کرے۔

نفس میں ایسے عجیب و غریب احوال ہوتے ہیں جن کی یہی کیفیت ہوتی ہے، خوف، غم اور سرور جیسی مشہور کیفیتیں تو سماع سے پیدا ہوتی ہیں جن کا بہر حال مفہوم ہوتا ہے اور ان سے یہ کیفیتیں پیدا ہوں تو کچھ تَعَجُّب خیز بھی نہیں لیکن تاروں والے ساز اور تمام غیر مفہوم نغمات نفس میں عجیب قسم کی تاثیر پیدا کرتے ہیں جو لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی، اسے شوق سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے لیکن عَجَب شوق ہے کہ جس کا شوق ہے مشتاق کو اس کی معرفت نہیں یعنی جس کا دل تاروں والے ساز یا اس کے مشابہ ساز سننے کی وجہ سے مُضْطَرِب ہو اسے علم ہی نہیں کہ اس کا دل کس کا مشتاق ہے اور وہ اپنے نفس میں ایک حالت پاتا ہے جو گویا کہ کسی بات کا تقاضا کر رہی ہوتی ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ کس بات کا تقاضا کر رہی ہے یہ کیفیت عوام الناس اور ان لوگوں پر گزرتی ہے جن کے دل پر نہ تو کسی آدمی کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت غالب ہوتی ہے اور اس بات کا ایک مخفی راز ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شوق کے دو رکن ہوتے ہیں: (۱) مشتاق کی صفت یعنی جس کا اشتیاق ہے اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ مناسبت ہو۔ (۲) مشتاق الیہ کی معرفت اور اس تک پہنچنے کا طریقہ معلوم ہو۔

اگر آدمی میں وہ صفت پائی جائے جس کی وجہ سے شوق حاصل ہوتا ہے اور مشتاق الیہ کی صورت کا علم بھی پایا جائے تب تو بات واضح ہے اور اگر مشتاق الیہ کا علم نہ ہو لیکن شوق پیدا کرنے والی صفت پائی جائے تو جب وہ صفت حرکت کرے گی اور اس کی آگ بھڑکے گی تو لازمی طور پر اس سے دہشت اور حیرت پیدا ہوگی۔ مثلاً ایک آدمی نے اس طرح نَشْو و نُما پائی کہ عورتوں کی صورت تک نہیں دیکھی اور نہ ہی جماع کی صورت سے واقف ہے پھر وہ بالغ ہو جائے اور اس پر شہوت کا غلبہ ہو تو ضرور وہ اپنے نفس میں شہوت کی آگ کو محسوس کرے گا لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ جماع کا مشتاق ہے کیونکہ وہ جماع کی صورت سے ناآشنا

اور عورتوں کی صورت سے ناواقف ہے، اسی طرح انسان کے نفس کو عالَم عُلوی کے ساتھ ایک مناسبت ہے اور ان لذات کے ساتھ بھی ایک تعلق ہے جن کا وعدہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی اور فردوسِ اعلیٰ میں ہوا ہے چونکہ انسان نے انہیں دیکھا نہیں ہے، لہٰذا اس کے خیال میں فقط ان چیزوں کی صفات اور ناموں کا علم ہے جس طرح وہ شخص جس نے جماع اور عورتوں کا نام تو سنا ہو لیکن کبھی کسی عورت کی صورت نہ دیکھی ہو، نہ کسی آدمی کی صورت دیکھی ہو اور نہ ہی اپنی صورت کبھی آئینہ میں دیکھی ہو تاکہ قیاس کے ذریعے علم حاصل کرتا۔

معلوم ہوا کہ سماع اس کے شوق کو حرکت دیتا ہے مگر چونکہ جہالت کے غلبہ اور دنیا میں مشغولیت کی وجہ سے وہ خود کو اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو بھول چکا ہے اور اپنے اس ٹھکانے کو بھی بھول گیا ہے جس کا وہ طبعی طور پر مشتاق ہے تو اس کا دل کسی بات کا تقاضا کرتا ہے لیکن جانتا نہیں کہ وہ کیا ہے، نتیجتاً وہ حیرت، دہشت اور اضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کا حال اس گلا گھونٹے ہوئے شخص جیسا ہوتا ہے جسے بچاؤ کا راستہ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ اور اس کی مثل دیگر احوال ایسے ہیں جن کی حقیقتوں کا ادراک نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان احوال کے ساتھ متصف شخص انہیں زبان سے تعبیر کر سکتا ہے۔ اس گفتگو سے ظاہر ہوا کہ **ایک** وجد وہ ہوتا ہے جس کا اظہار ممکن ہو اور **دوسرا** وہ جس کا اظہار ممکن نہ ہو۔

اسی طرح **ایک** وجد وہ ہوتا ہے جو دل پر ہجوم کرتا ہے اور **دوسرا** وہ جو بناوٹی ہوتا ہے۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں: (۱)...**مذموم:** جس سے مقصود ریاکاری اور احوالِ شریفہ کا اظہار ہو جبکہ وہ ان احوال سے بالکل خالی ہو۔ (۲)... **محمود:** جس سے مقصود احوالِ شریفہ کو طلب کرنا ہو مگر حیلہ کے ذریعے ہو۔

یہ اس لئے کہ احوالِ شریفہ کو حاصل کرنے میں کسب کا عمل دخل ہے۔ چنانچہ، حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے تلاوتِ قرآن کے وقت جسے رونا نہ آئے اس کے لئے ارشاد فرمایا: ''وہ رونے اور غم والی صورت ہی بنالے۔''[1] کیونکہ ابتداءً ان احوال میں تکلُّف برتا جاتا ہے اور آخر کار یہ قرار پکڑ لیتے ہیں۔ جو

---

[1]...سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ۲/۱۲۹، الحدیث: ۱۳۳۷

شخص بھی قرآن سیکھتا ہے وہ پہلے اسے تکلیف اٹھا کر یاد کرتا ہے اور کامل غوروفکر اور حاضر دماغی کے ساتھ بتکلف پڑھتا ہے، بعد میں یہی فعل اس کی زبان پر عادتاً جاری ہوجاتا ہے اور نماز وغیرہ میں اس کی زبان پر غافل ہونے کے باوجود جاری رہتا ہے۔ چنانچہ، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پوری سورت پڑھنے کے بعد اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ سورت غفلت کی حالت میں پڑھی ہے۔ اسی طرح کاتب کی مثال ہے کہ ابتدا میں اسے لکھنے کے لئے سخت محنت کرنی پڑتی ہے، پھر کتابت پر اس کا ہاتھ چل جاتا ہے جس کے باعث لکھنا اس کے لئے اتنا آسان ہو جاتا ہے کہ وہ کثیر اوراق لکھ ڈالتا ہے حالانکہ اس کا دل کسی اور فکر میں مُستَغرَق ہوتا ہے۔ یوں ہی تمام وہ صفات جنہیں نفس اور اعضاء قبول کرتے ہیں ابتداءً انہیں تکلف اور تَصَنُّع (بناوٹ) سے ہی حاصل کیا جاتا ہے اور آخِر کار وہ طبیعت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے: "عادت طبیعت ثانیہ ہے۔" اس کا یہی مطلب ہے۔

احوال شریفہ کا اِکتساب:

یہی حال احوالِ شریفہ کا ہے کہ جس میں یہ مفقود ہوں اُسے اِن سے نا امید نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے چاہئے کہ سماع وغیرہ کے ذریعے انہیں بتکلف حاصل کرے۔ کیونکہ اس بات کا مشاہدہ ہے کہ جو کسی شخص سے عشق کرنا چاہتا ہے اور پہلے سے اس کا عاشق نہیں ہوتا تو وہ ہمیشہ اس کا ذکر کرتا، اس کی طرف دیکھتا رہتا، اس کے اچھے اوصاف اور عمدہ اخلاق کو اپناتا ہے حتی کہ اس کا عاشق بن جاتا ہے اور عشق اس کے دل میں ایسا رَچ بس جاتا ہے کہ اس کے اختیار سے نکل جاتا ہے، اس کے بعد وہ اس سے چھٹکارا پانا چاہے تو بھی نہیں پا سکتا۔ یہی تدبیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت، اس کی ملاقات کے شوق، اس کی ناراضی کے ڈر اور دیگر احوالِ شریفہ کے سلسلے میں اختیار کرنی چاہئے، لہٰذا جب انسان انہیں مفقود پائے تو اسے چاہئے کہ انہیں بتکلف حاصل کرے، اس طرح کہ جو لوگ ان احوال کے ساتھ متصف ہیں ان کی مجلس اختیار کر کے ان کے احوال کا مشاہدہ کرے، دل میں ان کی صفات کو اچھا سمجھے، سماع وغیرہ میں ان کے ساتھ بیٹھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرے کہ اسے بھی یہ حالت نصیب ہو اور اس کے اسباب اس کے لئے آسان ہوں۔

سماع، نیکوکاروں، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں، نیز اس سے محبت اور اس کا اشتیاق رکھنے والوں اور خاشعین کی صحبت اختیار کرنا اس حالت کے حصول کے اسباب میں سے ہیں کیونکہ جو کسی شخص کے پاس کچھ مدت بیٹھتا ہے تو اس کی صفات اُس میں اِس طرح سرایت کر جاتی ہیں کہ اسے پتا بھی نہیں چلتا۔ محبت وغیرہ دیگر احوال کا اسباب کے ذریعے حصول ممکن ہونے پر یہ فرمانِ مصطفٰے دلالت کرتا ہے: ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس کی جو تجھ سے محبت رکھے اور اس کی جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔''[1] اس سے ثابت ہوا کہ محبت صرف طبعی نہیں ہوتی بلکہ کسبی بھی ہوتی ہے ورنہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دعا نہ کرتے۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ وجد کی اولاً دو قسمیں ہیں: (۱)...مکاشفات (۲)...احوال۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں: (۱)...جس کا اظہار ممکن ہو، (۲)...جس کا اظہار ممکن نہ ہو۔ پھر وجد کی ایک اور تقسیم کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: (۱)...بناوٹی وجد، (۲)...طبعی وجد۔ یوں یہ کل چھ قسمیں ہوئیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

کیا وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کو قرآن پاک سن کر جو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے وجد نہیں آتا جبکہ ترنم کے ساتھ پڑھے جانے والے کلام کے وقت انہیں وجد آجاتا ہے جو کہ شعراء کا کلام ہے؟ اگر یہ حق اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت سے ہوتا اور شیطان کے دھوکے اور بہکاوے سے نہ ہوتا تو ترنم کے مقابلے میں قرآن پاک سن کر زیادہ وجد آتا۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ جو وجد حق ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی انتہائی محبت، صدقِ ارادت اور شوقِ ملاقات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس طرح کا وجد قرآن پاک سننے سے بھی جوش میں آتا ہے ہاں جو وجد مخلوق کی محبت اور عشق کی وجہ سے ہو وہ قرآن سننے سے بھی جوش میں نہیں آتا۔ ان فرامین باری تعالٰی

---

[1]...سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۷۳، ۵/۲۹۶، الحدیث: ۳۵۰۲، بتغیر قلیل

کتاب الدعاء للطبرانی، باب ما کان النبی یدعو بہ فی سائر نھارہ، الحدیث: ۱۴۱۴، ص ۴۱۸

میں اسی جانب اشارہ ہے:

﴿1﴾...

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (پ۱۳، الرعد: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

﴿2﴾...

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِؕ (پ۲۳، الزمر: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں۔

معلوم ہوا کہ جو کچھ سماع کے بعد نفس میں سماع کی وجہ سے پایا جائے وہ وجد ہے تو اطمینان، بالوں کا کھڑا ہونا، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا اور دلوں کا نرم پڑنا سب وجد ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (پ۹، الانفال: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِؕ (پ۲۸، الحشر: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

ڈر اور خُشوع احوال کی جہت سے وجد میں داخل ہیں اگرچہ یہ مکاشفات کے قبیل سے نہیں لیکن بعض اوقات مکاشفات اور تنبیہات کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن پاک کو اچھی آواز سے پڑھنے کا کہا گیا ہے کیونکہ اچھی آواز سے وجد آتا ہے۔ چنانچہ، حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ یعنی قرآن پاک کو اپنی آوازوں سے مُزَیَّن کرو۔[1]

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، ۲/۱۰۵، الحدیث: ۱۴۶۸

مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: "انہیں حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی خوش اِلحانیوں میں سے خوش اِلحانی عطا کی گئی ہے۔"(1)

ایسی بے شمار حکایات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صوفیائے کرام قرآن پاک سن کر وجد میں آجاتے تھے۔ نیز رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ وَّ اَخَوَاتُھَا یعنی سورہ ھود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔(2)

چونکہ بڑھاپا غم وخوف کی وجہ سے بھی آتا ہے اور غم وخوف وجد ہی ہے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گریہ وزاری:

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے سورۂ نسآء کی تلاوت کی، جب اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ (پ۵، النسآء:۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بس کرو۔"(3) (اس حدیث کے راوی فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ "آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت مقدسہ تلاوت کی یا آپ کے سامنے تلاوت کی گئی:

اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِیْمًا ﴿۱۲﴾ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳﴾ (پ۲۹، المزمل:۱۲، ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔

---

1 ...سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت، الحدیث: ۱۰۱۶، ص ۱۷۵

2 ...الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی شیب رسول اللہ، الحدیث: ۴۱، ص ۴۵

3 ...صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول المقرئ للقارئ: حسبک، ۳/۴۱۶، الحدیث: ۵۰۵۰

تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک چیخ ماری۔"[1] ایک روایت میں ہے کہ "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ طیبہ تلاوت کی:

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ (پ۷، المآئدہ: ۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں۔

تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔"[2]

پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معمول تھا کہ جب آپ ایسی آیت تلاوت کرتے جس میں رحمت کا ذکر ہوتا تو دعا کرتے اور خوش ہوتے[3] اور خوش ہونا ہی وجد ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن مجید میں اہلِ وجد کی تعریف کرتے ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا سَمِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَى الرَّسُوۡلِ تَرٰۤى اَعۡيُنَهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَـقِّ ۚ (پ۷، المآئدہ: ۸۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔

مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نماز ادا کرتے تو سینۂ اقدس سے ایسی آواز سنائی دیتی جیسے ہانڈی جوش مار رہی ہو۔[4]

تلاوتِ قرآن کے دوران بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ الله کی کیفیت:

جہاں تک قرآن پاک کی تلاوت سن کر صحابۂ کرام اور تابعین عُظّام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو وجد آنے کا تعلق ہے

---

1 ...کتاب الزهد لوكيع بن الجراح، باب فی البکاء، الاجزء الاول (الف)، الحدیث: ۲۸، ص ۲۵۳

2 ...صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب دعاء النبی لامته وبكائه شفقة عليهم، الحديث: ۲۰۲، ص ۱۳۰

3 ...سنن النسائی، كتاب الافتتاح، باب تعوذ القاری ء اذا مر بآية عذاب، الحديث: ۱۰۰۵، ص ۱۷۴، دون: استبشر

4 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حديث مطرف بن عبد الله، ۵/ ۵۰۱، الحديث: ۱۶۳۲۶

سنن النسائی، كتاب السهو، باب البكاء فی الصلاة، الحديث: ۱۲۱۱، ص ۲۰۸، بتغير قليل

تو اکثر کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے، بعض رونا شروع کر دیتے کچھ پر غشی طاری ہو جاتی، کئی غشی کی حالت میں ہی انتقال فرما جاتے۔ چنانچہ،

مشہور تابعی بزرگ حضرت سیِّدُنا زُرارہ بن اَوفٰی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ مقام رِقَّہ میں لوگوں کی امامت فرماتے تھے۔ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی:

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ (پ۲۹، المدثر: ۸) ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب صور پھونکا جائے گا۔

تو غش کھا کر گر پڑے اور محراب ہی میں انتقال کر گئے۔

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک شخص کو یہ آیت طیبہ تلاوت کرتے سنا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ (پ۲۷، الطور: ۸،۷) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

تو ایک زور دار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے آپ کو اٹھا کر گھر لایا گیا۔ اس واقع کے بعد آپ ایک ماہ تک بیمار رہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو جریر تابعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کے سامنے حضرت سیِّدُنا صالح مری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے قرآن پاک کی تلاوت کی تو آپ نے ایک زوردار چیخ ماری اور انتقال فرما گئے۔

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی نے ایک قاری کو یہ آیت مبارکہ تلاوت کرتے سنا:

هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۙ﴿۳۵﴾ وَ لَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ (پ۲۹، المرسلٰت: ۳۶،۳۵) ترجمۂ کنزالایمان: یہ دن ہے کہ وہ نہ بول سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔

حضرت سیِّدُنا علی بن فضیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کسی کو یہ آیت مقدسہ تلاوت کرتے سنا:

یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۶﴾ (پ۳۰، المطففین: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن سب لوگ ربّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ کے والد حضرت سیِّدُنا فضیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے کہ تیرے لئے وہ ہے جو اس کے علم میں ہے۔"

اس طرح کے واقعات صرف تابعین و تبع تابعین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول نہیں بلکہ صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے بارے میں بھی مروی ہیں۔ چنانچہ، منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر شبلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی ماہ رمضان المبارک میں ایک رات باجماعت نماز ادا کر رہے تھے۔ جب امام صاحب نے یہ آیتِ طیبہ تلاوت کی:

وَ لَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے۔

تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے زوردار چیخ ماری، لوگ سمجھے کہ شاید آپ کی روح پرواز کر گئی ہے، جب دیکھا گیا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا، جسم کانپ رہا تھا اور آپ بار بار یہ فرما رہے تھے: "جب احباب کو اس طرح مخاطب کیا جارہا ہے تو دوسروں کے ساتھ کیا ہو گا؟"

سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک شخص بے ہوش پڑا ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: "یہ شخص قرآنِ پاک کی ایک آیت سن کر بے ہوش ہوا ہے۔" میں نے کہا: "اس پر دوبارہ وہی آیت پڑھیں۔" چنانچہ، جب دوبارہ آیت پڑھی گئی تو وہ ہوش میں آگیا۔ حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مجھ سے فرمایا: "تمہیں یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی۔" میں نے عرض کی: "حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بصارت مخلوق کی وجہ سے گئی تھی اور مخلوق کی وجہ سے ہی لوٹ آئی تھی اگر حق کی وجہ سے جاتی تو مخلوق کی وجہ سے نہ لوٹتی۔ حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس جواب کو پسند فرمایا۔ سیِّدُ الطائفہ

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی نے جو فرمایا اس کی طرف شاعر کا یہ شعر بھی اشارہ کرتا ہے:

وَكَأْسٍ شَرِبْتُ عَلٰى لَذَّةٍ وَّ اُخْرٰى تَدَاوَيْتُ مِنْهَا بِهَا

ترجمہ: ایک جام میں نے لذت کی خاطر پیا (جب لذت بڑھ گئی اور مدہوش ہو گیا) تو دوسرے جام سے میں نے اس کا علاج کیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں ایک رات یہ آیت مبارکہ تلاوت کر رہا تھا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۸۵) ترجمۂ کنز الایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

اچانک میں نے کسی ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنا: ”تم اس آیت کو کتنی بار پڑھو گے؟ بے شک تم ایسے چار جِنّوں کو قتل کر چکے ہو جنہوں نے وقتِ پیدائش سے لے کر اب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کے باعث آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا۔“

حضرت سیِّدُنا ابو علی مَغازِلی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَالِی نے حضرت سیِّدُنا شیخ شِبلی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی سے فرمایا: بعض اوقات کتابُ اللہ کی کوئی آیت میرے کانوں میں پڑتی ہے تو وہ مجھے ترکِ دنیا کی طرف کھینچتی ہے، جب میں اپنے معمولات اور لوگوں کی طرف لوٹتا ہوں تو وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔ حضرت شیخ شبلی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی نے فرمایا: تمہارا قرآنِ پاک سن کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہونا اس ذات کی طرف سے تم پر عنایت و رحمت ہے اور تمہارا اپنے نفس کی طرف متوجہ ہونا اس کی طرف سے تم پر شفقت ہے کیونکہ اس کی طرف متوجہ ہونے میں تمہارے لائق یہی ہے کہ تدبیر اور قوت کا کوئی اثر تم میں باقی نہ رہے۔

ایک صوفی نے کسی شخص کو یہ آیت طیبہ تلاوت کرتے سنا:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۗۖ (۲۷) ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۚ (۲۸) (پ۳۰، الفجر: ۲۷، ۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

تو قاری سے دوبارہ پڑھنے کا مطالبہ کیا اور کہا: ”نفس کو کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ اپنے رب کی طرف واپس ہو لیکن یہ واپس نہیں ہوتا۔“ اتنا کہنے کے بعد وجد میں آکر زور دار چیخ ماری اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

حضرت سیِّدُنا بکر بن مُعاذ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْجَوَاد نے ایک قاری کو یہ آیت مبارکہ تلاوت کرتے سنا:

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (پ۲۴، المؤمن:۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں ڈراؤ اس نزدیک آنے والی آفت کے دن سے جب دل گلوں کے پاس آجائیں گے۔

تو بے چین ہو گئے اور زور زور سے پکارنے لگے: "الٰہی اس پر رحم فرما جسے تو نے ڈرایا اس کے باوجود وہ تیری طاعت کی طرف نہ آیا۔" پھر ان پر غشی طاری ہو گئی۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم جب کسی کو یہ آیت مقدسہ تلاوت کرتے سنتے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ﴿۱﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۱)

ترجمۂ کنز الایمان: جب آسمان شق ہو۔

تو آپ کے جسم کے جوڑ ملنے لگتے حتی کہ آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن صبیح عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَدِیْع سے مروی ہے کہ ایک شخص دریائے فرات میں غسل کر رہا تھا کہ دریا کے کنارے ایک آدمی یہ آیت طیبہ تلاوت کرتے گزرا:

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ۲۳، یٰس:۵۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو۔

یہ سن کر وہ شخص بے تاب ہو گیا اور خود پر قابو نہ رکھ سکا حتی کہ ڈوب کر انتقال کر گیا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک نوجوان کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے سنا جب وہ ایک آیت پر پہنچا تو اس کا بدن لرزنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس نوجوان سے محبت ہو گئی۔ ایک دن آپ نے اسے نہ پایا تو لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا، بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے۔ چنانچہ، آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے دیکھا کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر کہا: "اے ابو عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! آپ کا اس لرزش کے بارے میں کیا خیال ہے جو مجھ پر طاری ہوئی تھی؟ بے شک وہ میرے پاس اچھی شکل میں آئی اور اس نے مجھے بتایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی وجہ سے میرے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ صاحبِ دل انسان قرآن پاک سنتے وقت وجد کے بغیر نہیں رہ سکتا اور اگر قرآن مجید کا اس

پر بالکل اثر نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے:

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءًؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (۱۷۱) (پ۲، البقرۃ:۱۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ پکار کے سوا کچھ نہ سنے بہرے گونگے اندھے تو انہیں سمجھ نہیں۔

صاحبِ دل پر تو حکمت بھری بات بھی اثر انداز ہوتی۔ چنانچہ،

حکمت بھری بات کا اثر:

حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد خُلْدِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی بیان کرتے ہیں کہ ایک خراسانی شخص سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت صوفیا کی ایک جماعت آپ کے پاس موجود تھی۔ اس نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سوال کیا: "آدمی کے نزدیک اس کی تعریف اور برائی کرنے والے کب برابر ہوتے ہیں؟" ایک صوفی نے یہ جواب دیا: "جب وہ پاگل خانہ میں آئے اور اسے بیڑیوں سے باندھ دیا جائے۔" آپ نے اس سے فرمایا: "یہ جواب تمہاری شایانِ شان نہیں۔" پھر آپ سائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جب اسے یقین ہو جائے کہ وہ مخلوق ہے۔" یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور دم توڑ دیا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر قرآن سننا وجد کے لئے مفید ہے تو لوگ قاریوں کے بجائے قوالوں کے پاس سماع کے لئے کیوں جاتے ہیں؟ انہیں چاہئے کہ قراء کے حلقوں میں جمع ہو کر وجد کریں قوالوں کے پاس نہ جائیں، لہٰذا ہر اجتماعی دعوت میں قاری کو بلایا جائے نہ کہ قوال کو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام بلاشک وشبہ سماع سے افضل ہے۔

جواب: جان لیجئے کہ سماع سات وجہ سے قرآن پاک کے مقابلے میں وجد کو زیادہ ابھارتا ہے۔

پہلی وجہ:

قرآنِ پاک کی تمام آیات سننے والے کے حال کے مناسب نہیں ہوتیں اور نہ ہی وہ انہیں سمجھ کر اپنی

حالت پر ڈھال سکتا ہے، مثلاً جس آدمی پر غم یا شوق یا ندامت غالب ہو اس کی حالت قرآن پاک کی اس آیت کے کیسے مناسب ہو گی؟

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۚ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ (پ۴، النسآء:۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر۔

اور یوں ہی اس فرمان باری تعالیٰ کے مطابق کیسے ہو گی؟

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (پ۱۸، النور:۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں۔

اسی طرح وہ تمام آیات جن میں میراث، طلاق، حدود وغیرہ کے احکام بیان ہوئے ہیں ان کے مطابق کیسے ہو گی؟ دل میں موجود حالت کو اس کے مناسب بات سے ہی حرکت ملتی ہے اور اشعار کو شعرا نے دل کے احوال ظاہر کرنے کے لئے ہی وضع کیا ہے، ان سے حال کو سمجھنے کے لئے کسی تکلف کی ضرورت نہیں پڑتی، ہاں! جس پر کسی حالت کا اس طرح غلبہ ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے دوسری حالت کی گنجائش ہی نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور فہیم ہو کہ الفاظ سے معانیٔ بعیدہ سمجھ لیتا ہے تو وہ ہر سنے ہوئے کلام پر وجد کر سکتا ہے جیسے کوئی شخص آیتِ کریمہ: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ ۚ (پ۴، النسآء:۱۱) کو سن کر موت کو یاد کرے کہ اُس وقت اسے وصیت کی حاجت ہو گی اور وہ یہ سوچے کہ ہر انسان کو لازمی طور اپنا مال اور اولاد پیچھے چھوڑ جانا ہے جو اسے دنیا میں محبوب ہیں، اسے دونوں میں سے ایک کو دوسرے کے لئے آخر کار چھوڑ کر مرنا اور دونوں سے جدائی اختیار کرنی ہے۔ یہ سوچ کر اس پر خوف و جزع کا غلبہ ہو جاتا ہے یا وہ مذکورہ آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام سنتا ہے اور فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام سن کر مدہوش ہو جاتا ہے اور اس کے ماقبل اور مابعد سے بے خبر رہتا ہے یا وہ دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق پر رحمت اور شفقت کو ذہن میں لاتا ہے کہ وہ ان کی میراث کا خود مُتَوَلّی ہوا تاکہ موت و حیات دونوں حالتوں میں بندوں پر عنایت رہے یہ سوچ کر بندہ کہتا ہے کہ جب اس نے ہماری موت کے بعد ہماری اولاد پر شفقت فرمائی ہے تو بیشک وہ ہم پر بھی نظرِ رحمت فرمائے گا اس سے بندے کو امید کی حالت پیدا ہوتی ہے جو خوشی اور سرور کا سبب بنتی ہے۔

اسی طرح آیتِ مبارکہ: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ (پ۴، النسآء:۱۱) سن کر اس کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ مذکر کو مرد ہونے کی وجہ سے مؤنث پر فضیلت ہے اور آخرت میں ایسے مردوں کو فضیلت ملے گی:

لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پ۱۸، النور:۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد (سے)۔

اور یہ کہ جسے غیرُاللہ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کر دیا وہ حقیقت میں آدمی نہیں بلکہ عورت ہے۔ یہ سوچ کر اسے ڈر لاحق ہوتا ہے کہ کہیں اسے اخروی نعمتوں سے مُؤَخَّر یا محروم نہ کر دیا جائے جس طرح عورتیں دنیاوی مال میں پیچھے رکھی گئیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے خیالات وجد کے مُحرِّک بنتے ہیں لیکن اس شخص کے لئے جس میں دو وصف ہوں۔ **ایک** یہ کہ اس پر ایسی حالت طاری ہو جو اس پر غالب ہو اور اسے گھیرے ہوئے ہو، **دوسری** یہ کہ وہ انتہائی سمجھدار اور بیدار مَغز ہو کہ ظاہری الفاظ سے معانیٔ بعیدہ پر متنبہ ہو جائے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اس لئے عام طور پر لوگ سماع کا سہارا لیتے ہیں کیونکہ اشعار مناسبِ حال ہوتے ہیں جسے سن کر جلد جوش پیدا ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو الحسین نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی ایک دعوت میں شریک تھے، جہاں کسی علمی مسئلے میں گفتگو ہو رہی تھی لیکن آپ خاموش تھے اچانک آپ نے سر اٹھایا اور یہ اشعار پڑھے:

رُبَّ وَرْقَاءِ هَتُوْفٍ فِي الضُّحٰى ذَاتَ شَجْوٍ صَدَحَتْ فِيْ فَنَنِ
ذَكَرَتْ اِلْفًا وَّ دَهْرًا صَالِحًا وَّ بَكَتْ حُزْنًا فَهَاجَتْ حُزْنِيْ
فَبُكَائِيْ رُبَّمَا اَرَّقَهَا وَ بُكَاهَا رُبَّمَا اَرَّقَنِيْ
وَ لَقَدْ اَشْكُوْ فَمَا اَفْهَمُهَا وَ لَقَدْ تَشْكُوْ فَمَا تَفْهَمُنِيْ
غَيْرَ اَنِّيْ بِالْجَوٰى اَعْرِفُهَا وَ هِيَ اَيْضًا بِالْجَوٰى تَعْرِفُنِيْ

ترجمہ: (۱)...چاشت کے وقت بہت بولنے والی ایک غمگین کبوتری شاخ پر بیٹھی نغمہ سرا ہے۔

(۲)...وہ اپنے محبوب اور اس کے ساتھ گزرے ہوئے اچھے وقت کو یاد کر کے غم کی وجہ سے رو رہی ہے، جسے دیکھ کر میرا غم بھی بڑھ رہا ہے۔

(۳)... کبھی میرا رونا اسے غمگین کرتا اور کبھی اس کا رونا مجھے غم میں مبتلا کرتا ہے۔

(۴)...میں اپنا درد بیان کرتا ہوں تو اسے سمجھا نہیں پاتا اور وہ اپنا دکھ بیان کرتی تو میں سمجھ نہیں پاتا۔

(۵)... مگر سوزشِ عشق کی وجہ سے میں اسے جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتی ہے۔

ان اشعار کو سن کر لوگوں میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جس نے کھڑے ہو کر وجد نہ کیا ہو اور یہ وجد ان کو علمی بحث کی وجہ سے نہیں آیا جس میں وہ مصروف تھے حالانکہ وہ علم یقینی اور حق ہی تھا۔

دوسری وجہ:

قرآنِ پاک اکثر لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے، کانوں اور دلوں پر اس کا تکرار ہوتا رہتا ہے جبکہ کوئی بات پہلی مرتبہ سنی جائے تو اس کا اثر دل پر زیادہ ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ اس کا اثر کم اور تیسری مرتبہ اس کا اثر نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اگر کسی ایسے شخص کو جس پر وجد کا غلبہ رہتا ہو اس کا پابند کیا جائے کہ دن یا ہفتے میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد مسلسل ایک ہی شعر پر وجد میں آئے تو یہ اس سے نہیں ہو سکے گا اور اگر شعر تبدیل کر دیا جائے تو اس کے دل میں نیا اثر پیدا ہو گا اگرچہ اس کا معنی وہی ہو جو پہلے شعر کا تھا لیکن جب لفظ اور نظم پہلے کے مقابلے میں نیا ہو تو اس کے سبب نفس کو حرکت ملتی ہے اگرچہ معنی دونوں کا ایک ہی ہو لیکن قاری اس پر قادر نہیں کہ مختلف اوقات اور مواقع پر نیا نیا قرآن پڑھے کیونکہ قرآن پاک محصور ہے اس میں زیادتی نہیں کی جاسکتی سارا قرآن کمی بیشی سے محفوظ ہے اور بار بار پڑھا جاتا ہے۔ جو بات ہم نے ذکر کی ہے اسی کی طرف خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ قول بھی اشارہ کرتا ہے کہ آپ نے عرب کے دیہاتی باشندوں کو دیکھا کہ وہ قرآن سن کر رو پڑتے ہیں تو فرمایا: ”ہم بھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو لیکن ہمارے دل سخت (مضبوط و مستحکم) ہو گئے۔“ پس تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا

دل عرب کے دیہاتیوں کے دلوں سے سخت تھا اور آپ کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے کلام کی محبت ان کے مقابلے میں کم تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بکثرت تکرار کی وجہ سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآنِ پاک کے عادی بن چکے تھے اور بکثرت سننے کی وجہ سے آپ کو اس سے اُنس ہو چکا تھا جس کی وجہ سے اس کا اثر کم معلوم ہوتا تھا کیونکہ عادتاً یہ بات ناممکن ہے کہ ایک شخص قرآن پاک کی ایک آیت کو پہلی بار سنے اور اس پر رقت طاری ہو جائے، پھر مسلسل 20 برس تک اس آیت کو بار بار پڑھ کر گریہ کرتا رہے اور پہلی اور آخری بار کے رونے میں کوئی فرق نہ پائے۔ ہاں! اگر نئی آیت سنے گا تو اس کا اثر زیادہ ہو گا کیونکہ ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے اور ہر نئی بات کا ایک صدمہ ہوتا ہے۔ نیز ہر الفت والی چیز کے ساتھ انس ہوتا ہے جو صدمہ کے مخالف ہوتا ہے۔ اسی لئے خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے لوگوں کو بکثرت طواف کرنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا اور فرمایا: ”مجھے ڈر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں بیتُ اللہ کی وقعت اس کے ساتھ انسیت کی وجہ سے کم نہ ہو جائے۔“ چنانچہ، دیکھا جاتا ہے کہ کوئی شخص حج کرنے کے لئے آتا ہے اور پہلی مرتبہ بیتُ اللہ کو دیکھتا ہے تو رونا شروع کر دیتا ہے اور بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اس کی نگاہ بیتُ اللہ پر پڑتی ہے تو اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے، پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ مہینہ بھر مکہ میں قیام پذیر ہونے کے باوجود وہ اپنے نفس میں کوئی تاثیر نہیں پاتا، تو قوال ہر وقت نیا شعر پڑھ سکتا ہے جبکہ ہر وقت نئی آیت پڑھنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ:

کلام کے موزوں اور باذوق ہونے کی نفس میں بہت تاثیر ہوتی ہے اچھی اور موزون آواز اس آواز کی طرح نہیں ہے جو اچھی تو ہو مگر موزون نہ ہو اور وزن تو اشعار میں ہی پایا جاتا ہے آیاتِ قرآنی میں نہیں۔ اگر کوئی قوال جس شعر کو پڑھ رہا ہے اس میں کوئی اِعرابی غلطی کر لے یا خوش آوازی کے طریقے سے ہٹ جائے تو سننے والے کا دل مضطرب ہو جائے گا اور اس کا وجد و سماع باطل ہو جائے گا اور عدمِ مناسبت کی وجہ سے اس کی طبیعت کو

وحشت ہو گی اور جب طبیعت کو وحشت ہو گی تو دل مضطرب اور تشویش میں مبتلا ہو گا۔حاصل کلام یہ ہے کہ وزن کی تاثیر ہوتی ہے جس کی وجہ سے شعر میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے (اور نفسِ انسانی اس کی طرف مائل ہوتا ہے)۔

چوتھی وجہ:

موزوں شعر کی دل میں تاثیر خوش الحانی کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے اور ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب حرفِ مقصور کو مد کے ساتھ اور مد والے حرف کو قصر کے ساتھ ادا کرے اور کلمات کے درمیان وقف کرے اور بعض کلمات کو ملا کر جبکہ بعض کو توڑ کر پڑھے،اشعار میں تو اس طرح کا تَصَرُّف ہو سکتا ہے لیکن قرآنِ پاک کو اسی طرح پڑھا جائے گا جس طرح نازل کیا گیا ہے، تلاوت اور تجوید کے تقاضوں سے ہٹ کر قَصْر، مد، وَقْف،وَصْل اور قطع کرنا حرام یا مکروہ ہے اور جب قرآن کو ترتیل کے ساتھ اسی طرح پڑھا جائے گا جس طرح نازل ہوا ہے تو وہ اثر ختم ہو جائے گا جو وزن کی وجہ سے ہوتا اور تاثیر کا مستقل سبب بنتا ہے اگرچہ سمجھ میں نہ آئے جس طرح سارنگی، بانسری، شاہین (باجے کی ایک قسم) اور تمام وہ آوازیں جو سمجھی نہیں جاسکتیں۔

پانچویں وجہ:

موزوں کلام کو حلق کے علاوہ نکلنے والی موزوں آواز سے مؤکد کیا جا سکتا ہے جیسے ڈھول اور دف وغیرہ کی آواز کیونکہ کمزور وجد قوی سبب سے ہی پیدا ہوتا ہے اور ان تمام باتوں کے پائے جانے کی صورت میں سبب قوی ہو جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک جداگانہ طور پر بھی تاثیر رکھتا ہے اور قرآن پاک کو ان جیسے قرائن سے بچانا واجب ہے کیونکہ عام لوگوں کے نزدیک یہ لہو ولعب کی صورت ہے جبکہ قرآن پاک شروع سے آخر تک تمام مخلوق کے نزدیک کھیل کود نہیں ہے اس لئے خالص حق کے ساتھ ایسی چیز کی آمیزش کرنا جائز نہیں ہو گا جو عوام الناس کے نزدیک لہو اور خواص کے نزدیک صورتاً لہو ہو اگرچہ وہ اسے لہو ہونے کی حیثیت سے نہ دیکھتے ہوں، لہٰذا ضروری ہے کہ ہر حال میں قرآن کی تعظیم اور توقیر کی جائے اور عام راستوں میں پڑھنے کے بجائے پُرسکون مجلس میں پڑھا جائے اور جنابت و بے وضوئی حالت میں بھی نہ پڑھا جائے۔ ہر حال میں قرآنِ پاک کی

حرمت کا حق وہی لوگ ادا کر سکتے ہیں جو اپنے احوال کی نگرانی کرتے ہوں، اس لئے سماع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جس میں اس طرح کی رعایت اور نگرانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ شادی کی رات تلاوتِ قرآن کے ساتھ دف بجانا جائز نہیں حالانکہ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے شادی کے موقع پر دف بجانے کی رخصت منقول ہے۔ چنانچہ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَظْهِرُوا النِّكَاحَ وَلَوْ بِضَرْبِ الْغِرْبَالِ یعنی نکاح کا اظہار کرو اگرچہ چھلنی کی آواز ہی سے کیوں نہ ہو۔[1] معلوم ہوا کہ دف بجانا اشعار کے ساتھ تو جائز ہے لیکن قرآن کے ساتھ جائز نہیں۔

ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سَیِّدَتُنا رُبَیِّع بِنْتِ مُعَوِّذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر تشریف لے گئے، وہاں کچھ بچیاں گا رہی تھیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان میں سے ایک بچی کو گاتے سنا:

وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَّعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ

ترجمہ: ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: دَعِیْ هٰذَا وَقُوْلِیْ مَا كُنْتِ تَقُوْلِیْنَ یعنی یہ نہ کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہو۔[2] [3]

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح، ۲/ ۴۳۶، الحدیث: ۱۸۹۵، بتغیر قلیل

2 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب رقم: ۱۲، ۳/ ۱۹، الحدیث: ۴۰۰۱

صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة، ۳/ ۴۲۶، الحدیث: ۵۱۴۷

3 ...مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد5، صفحہ 31** پر حدیث مبارکہ کے جز **"میرے بستر پر بیٹھ گئے"** کے تحت فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے کہ آپ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) اس وقت باپردہ ہوں گی اور گھر مہمانوں سے بھرا ہو گا کیونکہ رخصت کا دن تھا اور اگر بے پردہ بیٹھی ہوں تو یا یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی خصوصیات سے ہے کہ عورتوں پر آپ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے پردہ نہیں۔" اور **"بچیاں دف بجانے لگیں"** کے تحت فرماتے ہیں: "یہ بچیاں نابالغہ اور غیر مراہقہ تھیں اور صرف دف بجا کر گاتی تھیں جھانج وغیرہ کوئی باجہ نہ تھا اشعار گندے نہ تھے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح یا رخصت پر ننھی بچیوں کا ایسا گانا درست ہے۔" اور **"ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں"** کے تحت فرماتے ہیں: "یہ شعر نہ تو کسی کافر کا ہے، کہ کافر کو حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم)... بقیہ اگلے صفحہ پر...

چونکہ بچی کا یہ کلام نبوت کی گواہی تھی اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِسے گانے کے انداز میں پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ نبوت کی گواہی ایک عظیم فعل ہے جسے اس چیز کے ساتھ نہیں ملانا چاہئے جو صورتاً لہو ہو۔ تو اس صورت میں ان اسباب کی تقویت دشوار ہوگئی جن کے ذریعے سماع دل کو حرکت دیتا ہے اس لئے احترام کے پیشِ نظر واجب ہے کہ قرآن کریم کے بجائے ترنم کے ساتھ اشعار پڑھنے کی جانب توجہ کی جائے جیسا کہ بچی پر لازم ہوا کہ وہ نبوت کی گواہی سے گانے کی طرف متوجہ ہو۔

چھٹی وجہ:

شاعر بعض اوقات ایسا شعر پڑھتا ہے جو سامِع کے حال کے موافق نہیں ہوتا جس کی وجہ سے سامع اس شعر کو ناپسند کرتا ہے اور اسے وہ شعر پڑھنے سے منع کر کے دوسرا شعر پڑھنے کا مطالبہ کرتا ہے کیونکہ ہر کلام ہر حال کے موافق نہیں ہوتا تو اگر لوگ دعوت وغیرہ کے موقع پر جمع ہو کر قاری سے قرآنِ پاک سنیں تو بعض اوقات وہ ایسی آیت پڑھے گا جو ان کے حال کے مُوافق نہیں ہوگی کیونکہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لیے شِفا ہے مگر ان کے حال کے اعتبار سے، مثلاً آیتِ رحمت عذاب سے ڈرنے والے کے لئے شِفا ہے، آیتِ عذاب مغرور اور بے خوف شخص کے لئے شِفا ہے اس کی تفصیل کافی طویل ہے۔ چنانچہ، ایسی صورتِ حال میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ پڑھی جانے والی آیت سامع کے حال کے موافق نہ ہو اور نفس اسے ناپسند کرے جس

....کی نعت سے کیا تعلق نہ ان بچیوں کا کہ بچیاں اشعار بنانا نہیں جانتیں یقیناً کسی صحابی کا ہے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام (رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن) حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے علم غیب کے مُعْتَقِد تھے، حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی ازواج پاک نے پوچھا تھا کہ آپ کے بعد ہم میں سب سے پہلے کون آپ کے پاس پہنچے گی، شہیدوں کی مائیں پوچھتی تھیں کہ میرا بچہ کہاں ہے، کس حال میں ہے؟ بہر حال صحابہ (کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) علم غیب کے مُعْتَقِد (اعتقاد رکھنے والے) تھے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس شاعر کو مشرک یا کافر نہ فرمایا نہ اس شعر کو برا کہا۔" اور "یہ چھوڑ دو" کے تحت فرماتے ہیں: "کیوں چھوڑ دو یا اس لئے دف اور کھیل کے دوران نعت شریف نہ چاہئے کہ اس میں نعت کی بے ادبی ہے (اشعہ) یا اس لئے کہ مرثیہ کے دوران نعت نہ پڑھو نعت و مرثیہ ملانا اچھا نہیں، یا اس لئے کہ ہمارے سامنے ہماری تعریف کیوں کرتی ہو یا علم غیب کی نسبت ہماری طرف نہ کرو اگرچہ ہم کو رب تعالیٰ نے علم غیب دیا مگر ہم کو عالِمُ الْغَیب وغیرہ نہ کہو (از مرقات)۔"

کی وجہ سے وہ کلامُ اللہ کو برا سمجھنے کے خطرے میں پڑ جائے اور پھر اس سے نجات کا راستہ نہ پائے حالانکہ اس قسم کے خطرے سے بچنا لازمی و ضروری ہے اور بچنے کی صورت یہی ہے کہ قرآن کریم کو اس حال پر ڈھالا جائے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مراد ہو جبکہ اس کے مقابلے میں شاعر کے کلام کو اس کی مراد کے خلاف پر بھی ڈھالا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن پاک کو اپنے حال میں ڈھالنے کی صورت میں یا تو ناپسندیدگی کا خطرہ ہے یا حال کے موافق ہونے کی صورت میں غلط تاویل کا، حالانکہ یہ دونوں چیزیں ممنوع ہیں، لہٰذا قرآنِ پاک کی تعظیم بجالانا اور اُسے اس طرح کی باتوں سے بچانا واجب ہے۔

صوفیائے کرام کے قرآن مجید سننے کے مقابلے میں سماع کی طرف مائل ہونے کی یہ وجوہات میری سمجھ میں آئی ہیں اور یہاں ایک ساتویں وجہ بھی ہے جو حضرت سیِّدُنا ابو نصر سَراج طُوسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے ذکر کی ہے۔

ساتویں وجہ:

حضرت سیِّدُنا ابو نصر سراج طوسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”قرآن پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام اور اس کی صفت ہے اور حق ہے، اس لئے انسانی طاقت سے باہر ہے اور چونکہ غیر مخلوق ہے اس لئے وہ صفات جو مخلوق ہیں ان میں اس کی تاب نہیں۔“ اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر قرآن کریم کے معنی اور ہیبت کا ایک ذرہ بھی دلوں کے سامنے ظاہر ہو جائے تو صفاتِ بَشَرِیَّہ پاش پاش ہو جائیں اور انسان مدہوش و مُتَحَیِّر ہو جائے۔

اچھی آوازیں طبیعتوں کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں اور ان کی نسبت لذتوں کے اعتبار سے ہے نہ کہ امورِ حقہ کے اعتبار سے اور یہی حال اشعار کا ہے۔ جب اشعار میں موجود اشارات اور لطائف نغمات اور سُروں کے ساتھ ملتے ہیں تو ایک دوسرے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لذتوں کے قریب اور دلوں پر ہلکے معلوم ہوتے ہیں۔ جب تک بشریت باقی ہے اور ہم اپنی صفات اور لذتوں پر قائم ہیں تو ہمیں دل کش نغمات اور اچھی آوازوں سے لذت حاصل ہوتی رہے گی، لہٰذا قصائد سے لذت حاصل کر کے ان لذتوں کو باقی رکھنا قرآن مجید کے مقابلے میں اولیٰ ہے کیونکہ قرآن پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام اور اس کی صفت ہے اسی کی طرف سے

آیااور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ حضرت سیِّدُنا ابو نصر سراج طوسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے کلام کا حاصل یہی ہے۔

حکایت: دو شعروں نے مجھ پر قیامت برپا کر دی:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو الحسن درّاج عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: میں بغداد سے حضرت سیِّدُنا یوسف بن حسین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کی زیارت اور سلام کرنے کے ارادے سے نکلا جب میں خُراسان کے شہر "رے" میں داخل ہوا تو لوگوں سے ان کے گھر کے بارے میں پوچھنے لگا، میں جس سے بھی ان کے بارے میں پوچھتا وہ یہی جواب دیتا: "تمہیں اس زندیق سے کیا کام ہے؟" چنانچہ، انہوں نے میرا دل تنگ کر دیا حتی کہ میں نے واپسی کا ارادہ کر لیا، پھر میں نے دل میں سوچا: جب اتنا سفر طے کر کے آیا ہوں کم از کم انہیں دیکھ تو لوں، لہٰذا میں ان کے بارے میں مسلسل پوچھتا رہا آخر کار میں ان کی مسجد میں پہنچ گیا وہ مسجد کے محراب میں بیٹھے تھے ایک شخص ان کے سامنے بیٹھا تھا اور آپ قرآن پاک ہاتھ میں لئے تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نورانی چہرے اور خوبصورت داڑھی والے بزرگ ہیں۔ میں نے سلام کیا تو وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: "کہاں سے آئے ہو؟" میں نے جواب دیا: "بغداد سے آیا ہوں۔" پھر پوچھا: "تم کس مقصد کے لیے آئے ہو؟" میں نے کہا: "آپ کو سلام کرنے کے ارادے سے آیا ہوں۔" فرمایا: "جن شہروں سے تم گزر کر آئے ہو اگر ان میں کا کوئی آدمی تمہیں یہ پیش کش کرتا کہ تم ہمارے پاس رک جاؤ ہم تمہیں گھر اور لونڈی خرید کر دیتے ہیں تو کیا یہ چیز تمہیں آنے سے باز رکھتی؟" میں نے عرض کی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس آزمائش میں مبتلا نہیں کیا، اگر اس آزمائش میں ڈالتا تو مجھے معلوم نہیں کہ میں کیا کرتا؟" پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا: "تم کچھ کہنا پسند کرو گے؟" میں نے کہا: "ہاں!" فرمایا: "بیان کرو۔" چنانچہ، میں نے یہ اشعار پڑھے:

رَاَیْتُکَ تَبْنِیْ دَائِمًا فِیْ قَطِیْعَتِیْ وَ لَوْ کُنْتَ ذَا حَزْمٍ لَھَدَّمْتَ مَا تَبْنِی

کَاَنِّیْ بِکُمْ وَ اللَّیْتُ اَفْضَلُ قَوْلُکُمْ اَلَا لَیْتَنَا کُنَّا اِذَا اللَّیْتُ لَا یُغْنِی

ترجمہ: (۱)...میں تجھے ہمیشہ اپنی زمین پر عمارت بناتے دیکھتا ہوں، تو اگر عقل مند ہوتا تو اپنی بنائی ہوئی عمارت

گرادیتا۔

(۲)...گویامیں تمہارے سامنے ہوں اور تمہاری سب سے بہتر بات تمنا کرنا ہے کہ "سنو!کاش ہم ایسے ہوتے" حالانکہ اب تمنا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

توانہوں نے قرآنِ پاک بند کر دیا اور مسلسل روتے رہے حتی کہ ان کی داڑھی اور کپڑے آنسوؤں سے تر ہوگئے ،اتنا زیادہ رونے کی وجہ سے مجھے ان پر ترس آنے لگا، پھر انہوں نے فرمایا:" اے میرے بیٹے! "رے" کے لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف زندیق ہے، میر انمازِ فجر سے یہ حال ہے کہ قرآنِ پاک پڑھ رہا ہوں لیکن میری آنکھوں سے ایک قطرہ تک نہیں نکلا جب کہ ان دو شعروں نے مجھ پر قیامت برپا کر دی ہے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اگرچہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں جل رہے ہوں اس کے باوجود اشعار سے وہ جوش پیدا ہوتا ہے جو تلاوت قرآن سے نہیں ہوتا اور یہ بات شعر کے موزوں اور طبیعتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور طبیعت سے ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے انسان اشعار بنانے پر قادر ہوتا ہے لیکن قرآنِ پاک کے الفاظ چونکہ انسانی کلام کے اسلوب اور طریقے سے خارج ہیں اس لئے انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ قرآن پاک جیسی کوئی صورت بنالائے کیونکہ قرآن کا اسلوبِ تحریر انسانی طبیعت سے شکل و صورت میں مطابقت نہیں رکھتا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے استاذ حضرت سیِّدُنا اسرائیل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَصِیْر کے پاس ایک شخص آیا اس وقت آپ زمین کو انگلی سے کُرید رہے تھے اور شعر پڑھ رہے تھے تو آپ نے اس شخص سے فرمایا:"کیا تم ترنم کے ساتھ کوئی شعر پڑھ سکتے ہو؟" اس شخص نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا:"تم بغیر دل کے ہو۔" آپ کا یہ قول اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو صاحبِ دل ہوتا ہے اور اپنی طبیعت سے واقف ہوتا ہے اُسے علم ہوتا ہے کہ اشعار اور نغمات سے دل کو جو حرکت ملتی ہے وہ کسی اور چیز سے

نہیں ملتی اس لئے وہ بتکلف حرکت کا سبب پیدا کرتا ہے خواہ اس کی اپنی آواز ہو یا کسی اور کی۔

ہم مقامِ اول کا حکم یعنی مسموع کو سمجھنا اور اسے ڈھالنا اور اسی طرح مقامِ ثانی یعنی دل میں وجد پیدا ہونے کا حکم بیان کر چکے، اب ہم وجد کا ظاہری اثر یعنی چیخ و پکار، آہ و بکا اور کپڑے پھاڑنا وغیرہ کا حکم بیان کرتے ہیں۔

تیسرا مقام:

آدابِ سماع اور آثارِ وجد

اس میں ہم سماع کے ظاہری اور باطنی آداب اور وجد کے محمود و مذموم آثار بیان کریں گے۔

سماع کے پانچ آداب:

❀...**پہلا ادب: وقت، جگہ اور شرکائے محفل کا لحاظ رکھنا۔** سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: "سماع میں تین باتیں ضروری ہیں ورنہ سماع نہ کیا جائے: (۱) وقت (۲) جگہ اور (۳) شرکا کی رعایت۔" پس جب کھانا حاضر ہو یا لڑائی جھگڑے کی صورت ہو یا نماز کا وقت ہو یا کوئی اور ایسا مانع پایا جائے جس کی وجہ سے دل جمعی نہ ہو تو ایسی صورت میں سماع نہ کیا جائے کیونکہ جب دل مضطرب ہوگا تو سماع کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، وقت کی رعایت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ سماع کے لئے فراغتِ قلبی کا لحاظ رکھا جائے۔ جگہ کی رعایت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محفل سماع شارع عام یا گندی جگہ منعقد نہ ہو اور نہ ہی ایسے مقام پر اس کا انعقاد ہو جہاں دل بٹے، لہٰذا ان تمام باتوں سے اجتناب ضروری ہے۔

جہاں تک شرکا کی رعایت کرنے کا تعلق ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ جب کوئی غیر جنس یعنی سماع کا منکر، بظاہر تارکِ دنیا اور لطائفِ قلبی سے خالی شخص مجلس میں حاضر ہوگا تو ایسے شخص کا مجلس میں ہونا گراں گزرے گا اور اس کی وجہ سے دل مشغول رہے گا، اسی طرح جب کوئی دنیا دار مُتَکَبِّر شخص مجلس میں موجود ہوگا جس کا خیال اور لحاظ رکھنا پڑے گا یا کوئی مصنوعی وجد کرنے والا صوفی مجلس میں موجود ہوگا جو دکھاوے کے لئے وجد و رقص کرتا ہوگا اور اپنے کپڑے پھاڑ دیتا ہوگا تو یہ تمام باتیں قلبی پریشانی کا سبب بنیں گی، لہٰذا مذکورہ شرائط نہ پائے جانے کی صورت میں سماع ترک کر دینا اولیٰ ہے۔

❀...**دوسرا ادب:** شیخ حاضرین کا حال ملاحظہ کرے اگر حاضرین میں ایسے مریدین موجود ہوں جن کے لئے سماع نقصان دہ ہو تو ان کی موجودگی میں سماع نہ کرے، اگر سماع کرنا ہی ہو تو انہیں کسی اور کام میں لگا دے۔ جس مرید کو سماع سے ضرر ہوتا ہے وہ ان تین میں سے کوئی ایک ہے:

(۱)...وہ مرید سب سے کم درجے والا ہے یعنی جس نے راہِ طریقت میں فقط ظاہری اعمال کو پایا ہے اسے سماع کا کوئی ذوق نہیں۔ ایسے مرید کا سماع میں مشغول ہونا بے کار ہے کیونکہ وہ نہ تو اہلِ لہو میں سے ہے کہ بطورِ لہو کے سماع سنے اور نہ ہی اہلِ ذوق میں سے ہے کہ سماع کے ذوق سے لطف اٹھائے، لہٰذا ایسے شخص کو ذکر اور فقرا کی خدمت میں مشغول رہنا چاہئے ورنہ سماع میں اس کا وقت ضائع ہو گا۔

(۲)...وہ مرید سماع کا ذوق رکھنے والا ہے لیکن ابھی اس میں نفسانی خواہشات اور شہوتوں کی طرف میلان باقی ہے اور بشری صفات ابھی اس میں موجود ہیں۔ نیز ابھی تک وہ اس حالت کو نہیں پہنچا کہ نفس کی آفات سے محفوظ رہ سکے، لہٰذا ممکن ہے کہ سماع اس کے حق میں لہو اور شہوت کو ابھارنے کا سبب بن جائے اور اسے راہِ راست سے ہٹا کر کامل بننے سے روک دے۔

(۳)...وہ مرید ایسا ہے کہ اس کی شہوت ٹوٹ چکی ہے اور وہ نفس کی آفات سے محفوظ ہو چکا ہے، اس کی بصیرت روشن اور دل پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت غالب ہے لیکن چونکہ علومِ ظاہری میں اسے پختگی نہیں اور نہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اسما اور صفات سے واقف ہے اور نہ ہی وہ یہ جانتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق میں کیا ممکن ہے اور کیا محال؟ لہٰذا ایسے شخص کے لئے جب سماع کا دروازہ کھلے گا تو وہ سنے ہوئے کلام کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق میں ڈھالے گا چاہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق میں ممکن ہو یا محال۔ ایسی صورت میں اسے سماع سے فائدہ حاصل ہونے کے بجائے نقصان ہو گا بلکہ نوبت کفر تک بھی پہنچ سکتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا سہل بن عبدُاللہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”ہر وجد جس کا قرآن و سنت سے ثبوت نہ ہو وہ باطل ہے۔“ لہٰذا اس طرح کے لوگوں کے لئے سماع درست نہیں اور نہ ہی اس کے لئے جس کا

دل دنیا کی محبت اور اپنی تعریف سننے کے شوق میں ملوث ہے اور وہ بھی اس کا اہل نہیں جو صرف لذت حاصل کرنے اور طبیعت کو اچھا لگنے کی وجہ سے سماع سنے کیونکہ اس طرح سماع عادت بن جاتا ہے جس میں مشغولیت کے سبب عبادات و قلبی احوال کی نگرانی متاثر ہوتی ہے اور یوں راہِ سلوک میں آگے بڑھنے کا عمل رک جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سماع قدم ڈگمگانے کا مقام ہے جس سے کمزور لوگوں کو بچانا واجب ہے۔

سیِّدُنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا خواب:

سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: میں نے شیطان کو خواب میں دیکھا اوراس سے پوچھا: ''کیا تو صوفیا پر بھی کچھ قابو پاتا ہے؟'' شیطان نے جواب دیا: ''ہاں! دو مقام ایسے ہیں جہاں مجھے ان پر دخل اندازی کا موقع مل جاتا ہے۔ ایک وقتِ سماع اور دوسرا دیکھنے کے وقت۔'' آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جب یہ خواب بیان کیا تو ایک بزرگ نے فرمایا: ''اگر میں شیطان کو خواب میں دیکھتا تو اس سے کہتا تو کتنا احمق ہے؟ بھلا جو شخص سنتے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سنے اور دیکھتے وقت اسی کی طرف دیکھے تو تُو اس پر کیسے قابو پا سکتا ہے؟ یہ سن کر سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی نے فرمایا: ''آپ نے سچ کہا۔''

❀... **تیسرا ادب:** قوال جو کچھ کہے اسے توجہ سے سنے، دل کو حاضر رکھے اور ادھر اُدھر التفات کم کرے، سننے والوں کے چہروں کی طرف دیکھنے سے بچے، جن پر وجد کی کیفیت طاری ہو ان کی طرف بھی نظر نہ کرے، اپنی اور اپنے دل کی نگرانی میں مشغول رہے اور دیکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے اس کے باطن میں کیا داخل فرماتا ہے، ایسی حرکت سے بچے جو رفقائے مجلس کے لئے تشویش کا باعث بنے۔ چنانچہ، ظاہری جسم و اعضاء کو ساکن رکھے، کھانسی اور جماہی سے پرہیز کرے، سر جھکا کر اس طرح بیٹھے گویا قلبی استغراق کے ساتھ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا ہے، تالی بجانے اور رَقص کرنے سے بچے۔ نیز کوئی بھی فعل بناوٹ، تکلُّف اور دکھاوے کے لئے نہ کرے دورانِ سماع غیر ضروری گفتگو نہ کرے۔ اگر اس پر وجد کا غلبہ ہو اور غیر اختیاری طور پر اعضاء کو حرکت دینے لگے تو ایسی صورت میں وہ معذور ہے، جب یہ حالت ختم ہو جائے تو سکون کی طرف لوٹ آئے۔

محض شرم کے باعث دیر تک وجد میں نہ رہے کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص کا وجد بہت مختصر تھا اور نہ ہی اس خوف سے مصنوعی وجد کرے کہ وجد نہ کرنے کی صورت میں لوگ اسے سخت دل کہیں گے۔

حکایت: ایک نوجوان کا حقیقی وجد:

ایک نوجوان سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْھَادِی کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ جب بھی وہ کوئی ذکر وغیرہ سنتا تو چیخنا چلانا شروع کر دیتا۔ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس نوجوان سے فرمایا: "اگر دوبارہ ایسا کیا تو میرے ساتھ نہ رہنا۔" اس کے بعد وہ اپنے نفس پر کنٹرول کرتا حتی کہ شدتِ ضبط کی وجہ سے اس کے جسم کے ہر بال سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا مگر چیختا چلاتا نہ۔ ایک دن اپنے آپ پر انتہائی کنٹرول کی وجہ سے اس کا گلا گھٹنے لگا تو اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور اس کا دل پھٹ گیا جس سے اس کی جان نکل گئی۔

سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وعظ و نصیحت:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ الله عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت فرمائی تو ان میں سے ایک شخص نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ اس سے فرما دو: "میرے لئے اپنے دل کے ٹکڑے کرے کپڑے نہ پھاڑے۔"

30 سال غیبت کرنے سے بھی برا عمل:

حضرت سیِّدُنا ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْبَارِی نے حضرت سیِّدُنا ابو عَمْرو بن عُبَیْد رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: "میں کہتا ہوں کہ جب لوگ جمع ہوں اور ان کے ساتھ کوئی قوال گا رہا ہو تو یہ کام لوگوں کی غیبت کرنے سے بہتر ہے۔" حضرت سیِّدُنا ابو عمرو رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "سماع میں ریاکاری کرنا یعنی اپنی وہ حالت ظاہر کرنا جو تمہارے اندر نہ ہو 30 سال غیبت کرنے سے بھی برا ہے۔"

وجد میں ضبط کرنا کمال ہے:

رہا یہ سوال کہ افضل کون ہے؟ وہ شخص جس پر سماع اثر انداز ہو لیکن وہ اس کے اثر کو خود پر ظاہر نہ ہونے

دے بلکہ ضبط سے کام لے یا وہ جو ضبط سے کام نہ لے سکے اور اُس پر سماع کا اثر دکھائی دے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اثر ظاہر نہ ہونا کبھی تو سامع میں وجد کی کمی کے باعث ہوتا ہے اگر ایسا ہے تو سامع کا نقص ہے اور کبھی وجد تو قوی ہوتا ہے لیکن اعضاء پر چونکہ کامل کنٹرول ہوتا ہے اس لئے اس کا اثر اعضاء پر ظاہر نہیں ہوتا، یہ صورت کمال میں داخل ہے۔ کبھی اثر ظاہر نہ ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سالک مسلسل وجد کی حالت میں رہتا ہے جس کی وجہ سے سماع کا کوئی نمایاں اثر نہیں ہوتا اور یہ کمال کی انتہا ہے کیونکہ اہلِ وجد عموماً دائمی وجد میں نہیں رہتے تو جو دائمی وجد میں ہو وہ حق سے وابستہ اور شہودِ عین کا ملازم ہے، اسے عارض ہونے والے احوال متغیر نہیں کرتے اور خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اس قول: "ہم بھی تمہاری طرح تھے پھر ہمارے دل سخت ہو گئے۔" کا اسی طرف اشارہ ہے یعنی ہمارے دل قوی اور مضبوط ہو کر اس حالت کو پہنچ گئے کہ تمام احوال میں وجد کی طاقت رکھتے ہیں، نیز ہم دائمی طور پر قرآن کے معانی سنتے رہتے ہیں اس لئے قرآن پاک ہمارے حق میں نیا اور اجنبی نہیں کہ اس سے متاثر ہوں۔

حاصل یہ ہے کہ وجد کی قوت تحریک پیدا کرتی ہے جبکہ قوتِ عقل اور قوتِ تمسّک ظاہری اعضاء کو کنٹرول کرتی ہے، بسا اوقات ان دونوں میں سے ایک قوت دوسرے پر غالب آجاتی ہے یا تو انتہائی قوی ہونے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ جانبِ مُقابل جو قوت ہے وہ کمزور ہے۔ ناقص و کامل ہونے کا مدار انہی دو قوتوں کی شِدّت وضُعف پر ہے، لہٰذا کوئی یہ ہرگز گمان نہ کرے کہ جو زمین پر تڑپتا ہے اس کا وجد تام ہے اور اس کے مقابلے میں جو خود کو کنٹرول کئے ہوئے ہو اس کا وجد تام نہیں بلکہ بہت سے خود کو قابو میں رکھنے والے تڑپنے والوں کے مقابلے میں کامل ہوتے ہیں۔ سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی ابتدا میں سماع سن کر وجد میں آکر جھوم اُٹھتے بعد میں پر سکون اور غیر متحرک رہنے لگے۔ کسی نے ان دونوں حالتوں کے متعلق دریافت کیا تو جواب میں یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ ترجمۂ کنزالایمان: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا

السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ (پ۲۰، النمل:۸۸) کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہونگے بادل کی چال، یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دل تڑپتا اور ملکوت کی سیر کرتا ہے اور ظاہری اعضاء ساکن رہتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابوالحسین محمد بن احمد بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "میں 60 سال حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ تُستری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی صحبت میں رہا لیکن میں نے کبھی نہ دیکھا کہ وہ ذِکرُ اللہ یا تلاوت قرآن سن کر متغیر ہوئے ہوں مگر جب عمر کے آخری حصہ میں پہنچے تو ایک شخص نے ان کے سامنے یہ آیت مقدسہ تلاوت کی:

فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْیَةٌ (پ۲۷، الحدید:۱۵) ترجمۂ کنزالایمان: تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے۔

تو میں نے دیکھا کہ ان پر ایسی کپکپی طاری ہوئی یوں لگا کہ آپ گر پڑیں گے، جب افاقہ ہوا تو میں نے اس کی وجہ پوچھی، فرمانے لگے: "ہاں! میرے پیارے! ہم کمزور ہو چکے ہیں۔" اسی طرح ایک مرتبہ انہوں نے یہ آیتِ طیبہ سنی:

اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ (پ۱۹، الفرقان:۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہے۔

تو تڑپ اٹھے، ایک مرید حضرت سیِّدُنا ابوالحسن علی بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: "بے شک میں کمزور ہو چکا ہوں۔" عرض کی گئی: جب کمزوری کا یہ عالَم ہے تو قوت کا کیا حال ہو گا؟ فرمایا: "قوی حال والا وہ ہے جو ہر وارد ہونے والے احوال کو اپنی قوتِ حال کے مطابق برداشت کرے اور وہ احوال اگرچہ قوی ہوں اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کر سکیں۔"

وجد کے باوجود ظاہری اعضاء کو کنٹرول کرنے پر قدرت کا سبب یہ ہے کہ دائمی شہود کی وجہ سے احوال یکساں ہو جاتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا سہل بن عبداللہ تستری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "میری نماز سے پہلے

اور بعد کی حالت یکساں ہے۔" ایسا آپ نے اس لئے فرمایا کہ آپ ہر حالت میں دل کی نگرانی کرتے تھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دائمی ذکر کے ساتھ مشغول رہتے تھے، لہٰذا ایسے کردار کے حامل شخص کی سماع سے قبل اور بعد کی حالت بھی یکساں ہوتی ہے کیونکہ اس کا وجد دائمی، شوق مسلسل اور جامِ محبت پینا لگاتار ہوتا ہے، لہٰذا سماع اس میں ترقی کا سبب نہیں بنتا۔ چنانچہ،

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ممشاد دِینَوَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی صوفیا کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جہاں قوال کچھ گا رہے تھے، آپ کو دیکھ کر وہ خاموش ہوگئے، آپ نے ان سے فرمایا: "جو کام تم کر رہے تھے اسے جاری رکھو اگر دنیا بھر کے راگ بھی میرے کان میں جمع ہوجائیں تو میری توجہ کو ہٹا سکیں گے نہ ہی میری حالت میں اضافے کا باعث بنیں گے۔"

سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: "فضیلتِ علم کے ہوتے ہوئے وجد کی کمی ضَرَر (نقصان) نہیں دیتی اور علم کی فضیلت وجد کی فضیلت سے کامل تر ہے۔"

ایک سوال اور اس کا جواب:

جب کامل شخص پر سماع کا اثر نہیں ہوتا تو وہ محفل سماع میں کیوں جاتا ہے؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ یاد رکھئے! جہاں تک کامل صوفیا کی بات ہے تو ان میں سے بعض نے بڑھاپے میں سماع چھوڑ دیا تھا اور مجلس سماع میں شاذ و نادر ہی حاضر ہوتے یا تو بھائیوں کی مدد کرنے یا ان کے دل خوش کرنے کے لئے اور بسا اوقات اس لئے حاضر ہوتے کہ لوگ ان کی کمالِ قوت کو دیکھ کر یہ جانیں کہ ظاہری وجد ہی کمال نہیں بلکہ تکلف سے اجتناب کرتے ہوئے ظاہری اعضاء پر کنٹرول کرنا کمال ہے اور یوں ان سے ضبط کرنا سیکھیں اگرچہ ابتدا میں وہ اس بات میں ان کی اقتدا نہیں کر سکیں گے کہ شہودِ دائمی ان کی طبیعت میں داخل ہوجائے مگر کوشش ضرور کرتے رہیں۔ کامل صوفیا اگر اتفاق سے کسی دنیادار کے ساتھ مجلسِ سماع میں شریک ہو بھی جائیں تو جسمانی طور پر ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں جبکہ قلبی اور باطنی طور پر ان سے جدا رہتے ہیں اور یہ بات صرف سماع کی مجلسوں

ہی پر منحصر نہیں بلکہ عام حالات میں بھی جب انہیں دنیاداروں کے ساتھ بتقاضائے بشریت کوئی کام ہوتا ہے تو اُن سے اِن کا تعلق اسی طرح ہوتا ہے۔

صوفیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے ترک سماع کی وجوہات:

بعض صوفیا کے بارے میں جو منقول ہے کہ انہوں نے سماع ترک کر دیا تھا تو ان کے بارے میں یہی گمان کیا جائے گا کہ انہوں نے سماع اس لئے ترک کیا تھا کہ انہیں اس کی حاجت نہ تھی اور بعض نے اس وجہ سے چھوڑا تھا کہ وہ زاہد تھے اور سماع میں روحانی لذت نہیں پاتے تھے اور چونکہ وہ اہل لہو میں سے بھی نہ تھے تو ان کے چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کہیں بے فائدہ کام میں مشغول نہ ہو جائیں۔ بعض نے ہم مجلس نہ ملنے کی وجہ سے سماع ترک کر دیا۔ جیسا کہ کسی سے پوچھا گیا: ”آپ سماع کیوں نہیں کرتے؟“ فرمایا: ”کس سے سنوں اور کس کے ساتھ سنوں؟“

❀...**چوتھا ادب:** دورانِ سماع نہ تو کھڑا ہو اور نہ ہی بلند آواز سے روئے جبکہ خود پر کنٹرول کر سکتا ہو۔ البتہ! اگر رقص کرے یا ایسی صورت بنالے جیسے رو رہا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ دکھاوے کے لئے نہ ہو کیونکہ رونے والی شکل بنانے سے غم پیدا ہوتا ہے جبکہ رقص سرور اور نشاط کی تحریک کا سبب بنتا ہے تو جو سرور مباح ہے اس کی تحریک بھی مباح ہے اگر یہ حرام ہوتا تو ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا حضورِ اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے ساتھ حبشیوں کا رقص نہ دیکھتیں۔[1]

خوشی کے موقع پر رقص کرنا:

صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت سے خوشی کے موقع پر رقص کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا امیر حمزہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی صاحب زادی کے سلسلے میں خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی

1...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ۴/۳۰۵، الحدیث: ۱۲۵۴۲

السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرة النسآء، باب اباحة الرجل لزوجته النظر الی اللعب، ۵/۳۰۹، الحدیث: ۸۹۵۷

المرتضٰی، حضرت سیِّدُنا جعفر بن ابی طالب اور حضرت سیِّدُنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے درمیان اختلاف ہوا کہ ان کی پرورش کون کرے گا؟ تو مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے ارشاد فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ یعنی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ یہ سن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رقص کرنے لگے۔ حضرت سیِّدُنا جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: اَشْبَھْتَ خَلْقِیْ وَ خُلُقِیْ یعنی تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ یہ سن کر وہ بھی رقص کرنے لگے۔ حضرت سیِّدُنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا یعنی تم میرے بھائی اور آزاد کردہ غلام ہو۔ یہ سن کر وہ بھی رقص کرنے لگے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یہ بچی حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس رہے گی[1] کیونکہ بچی کی خالہ ان کی زوجہ ہیں اور خالہ ماں کی طرح ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ارشاد فرمایا: اَتُحِبِّیْنَ اَنْ تَنْظُرِیْ اِلٰی زَفْنِ الْحَبَشَۃِ یعنی کیا تم حبشیوں کا ناچ دیکھنا چاہتی ہو؟[2]

رقص کا حکم:

رقص خوشی اور شوق کی وجہ سے ہوتا ہے، لہٰذا اس کا وہی حکم ہو گا جو خوشی کا ہے کہ اگر خوشی محمود ہے اور رقص اس میں اضافے کا سبب بنتا ہے تو رقص محمود ہے اور اگر خوشی مباح ہے تو یہ بھی مباح ہو گا اور اگر خوشی مذموم ہے تو رقص بھی مذموم ٹھہرے گا، تاہم اس کی عادت بنالینا اکابرین اور پیشوایانِ دین کے منصب کے لائق نہیں کیونکہ رقص عام طور پر لہو و لعب کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو کام لوگوں کی نظروں میں صورتاً لہو و لعب ہو اس سے اجتناب کرنا ایسے شخص کے لئے ضروری ہے جس کی لوگ پیروی کرتے ہوں تاکہ لوگوں کی

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا ما صالح... الخ، ۲/۲۱۲، الحدیث: ۲۶۹۹
سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب من احق بالولد، ۲/۴۱۴، الحدیث: ۲۲۷۸
السنن الکبری للبیھقی، کتاب النفقات، باب الخالۃ احق بالحضانۃ من العصبۃ، ۸/۹، الحدیث: ۱۵۷۷۰

2 ...السنن الکبری للنسائی، کتاب عشرۃ النسآء، باب اباحۃ الرجل لزوجتہ النظر الی اللعب، ۵/۳۰۷، الحدیث: ۸۹۵۱

نظروں میں وہ حقیر نہ ہو ورنہ لوگ اس کی اقتدا ترک کر دیں گے۔

سماع میں کپڑے پھاڑنا:

جہاں تک سماع سن کر کپڑے پھاڑنے کا تعلق ہے تو اس کی بالکل اجازت نہیں مگر یہ کہ آدمی اپنے اختیار میں نہ رہے اور کوئی بعید نہیں کہ غلبۂ وجد کی وجہ سے بندہ اتنا مدہوش اور بے خود ہو جائے کہ اسے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالنے کا علم ہی نہ ہو یا علم تو ہو لیکن وہ اس مجبور شخص کی طرح ہو جسے خود پر کنٹرول نہ ہو۔ یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کوئی بیمار کَراہنے پر مجبور ہو، ایسی حالت میں اگر اس سے کہا جائے کہ وہ کراہنے سے باز رہے تو وہ اس کی قدرت نہیں رکھ پائے گا باجود یہ کہ کراہنا خود اس کا اختیاری فعل ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کو کسی چیز کے ترک اور فعل کا اختیار بیک وقت حاصل ہو، بہت سے کام ایسے ہیں جنہیں انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے لیکن ان کے ترک پر قدرت نہیں رکھتا، جیسے سانس لینا، انسان کے اختیار میں ہے لیکن اگر اس سے کہا جائے کہ وہ کچھ دیر کے لئے سانس روک لے تو وہ ایسا نہیں کر سکے گا، یہی حال وجد کی حالت میں چیخنے چلانے اور کپڑے پھاڑنے کا ہے جسے حرام نہیں کہا جا سکتا۔

حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے سامنے شِدّت وجد اور غلبۂ حال کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ ایسا شخص ہے جس کے چہرے پر اگر تلوار کا وار کر دیا جائے تو اسے اس کا احساس نہ ہو۔“ اس بات کو بعید جانتے ہوئے دوبارہ پوچھا گیا لیکن اصرار کے باجود آپ نے کچھ نہ بتایا اور حضرت نے جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وجد بسا اوقات بعض حالات میں اس حد تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

خِرقہ کی تقسیم:

سماع اور وجد سے فراغت کے بعد بعض صوفیا کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نئے کپڑوں کو پھاڑ دیتے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور اسے خرقہ سے تعبیر کرتے ہیں، ایسا کرنا مباح ہے بشرطیکہ وہ ٹکڑے مُربَّع شکل میں کاٹے گئے ہوں اس لئے کہ ایسے ٹکڑوں کو کپڑوں اور جائے نماز میں

بطور پیوند استعمال کرنا ممکن ہے، قمیص سینے کے لئے تھان سے کپڑا کاٹا جاتا ہے اور اسے کوئی ضائع کرنے سے تعبیر نہیں کرتا اس لئے کہ ایسا کسی غرض کے لئے کیا جاتا ہے۔یونہی کپڑوں میں پیوند لگانا چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے بغیر ممکن نہیں اور یہی بات اس کی غرض ہے، لہٰذا کپڑوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے اسے لوگوں میں تقسیم کرنا تاکہ خیر سب کو عام ہو ایک مباح مقصد ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر مالک کو اختیار ہے کہ وہ اپنے تھان کے 100 ٹکڑے کرکے اسے فقیروں میں تقسیم کردے لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ ٹکڑے اتنے بڑے ہوں کہ ان سے نفع اٹھایا جاسکے۔ سماع میں کپڑے پھاڑنے سے ہم نے اس صورت میں منع کیا ہے جب کپڑے کے بعض حصے کو اس طرح پھاڑا جائے کہ اس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے تو یہ محض ضائع کرنا ہے اور ایسا کرنا اپنی ملکیت میں اختیار کے ساتھ بھی جائز نہیں۔

❀...**پانچواں ادب:** اگر کوئی شخص وجد میں سچا ہو ریاکار نہ ہو اور نہ ہی بناوٹی طور پر اس نے خود پر وجد کی کیفیت طاری کی ہو تو ایسا شخص اگر وجد میں اٹھ کھڑا ہو تو دیگر لوگوں کو بھی اس کی موافقت کرنی چاہئے۔یونہی اگر کوئی شخص اپنے اختیار سے اٹھ کھڑا ہو وجد کا اظہار مقصود نہ ہو اور کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں تو ان کی بھی موافقت ضروری ہے اس لئے کہ یہ بات ہم نشینی کے آداب میں سے ہے۔اسی طرح اگر کسی گروہ کی عادت ہو کہ کسی وجد میں آنے والے شخص کا عمامہ گر پڑے تو وہ اپنے عمامے اُتار دیتے ہوں یا کپڑا پھٹ کر گر پڑے تو وہ اپنی چادریں اتار دیتے ہوں تو ان امور میں موافقت کرنا حسنِ صحبت و معاشرت میں سے ہے۔ ایسی صورت میں مخالفت وحشت کا باعث ہے اور ہر قوم کی ایک رسم (عادت) ہوتی ہے اور لوگوں کے ساتھ ان کے طور طریقوں کے مطابق (اگر وہ غیر شرعی نہ ہوں) زندگی گزارنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بھی اِس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔[1] خاص طور پر جب ان طور طریقوں میں حسن معاشرت و حسن سلوک اور دلوں کو خوش کرنا پایا جائے۔

---

❶...مسند البزار، مسند ثوبان، ۱۰/۱۰۱، الحدیث: ۴۱۶۵

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ قیام کرنا بدعت ہے کیونکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے زمانے میں یہ صورت نہیں تھی؟ **جواب:** یہ ضروری نہیں کہ ہر جائز امر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے منقول ہو۔ ممنوعہ بدعت وہ ہے جو کسی سنت کے مخالف ہو اور قیام کے سلسلے میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ عربوں میں آنے والے کے لئے قیام کرنے کا رواج نہیں تھا خود صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی بعض حالات میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت میں ہے۔[1] مگر چونکہ قیام کے سلسلے میں عام ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہے اس لئے اگر کسی علاقے میں آنے والے کا استقبال اعزاز و اکرام کرتے ہوئے کھڑے ہو کر کیا جائے تو ہم اس سلسلے میں وہاں کے باشندوں کے طریقے پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کیونکہ اس طرح کھڑے ہونے میں آنے والے کا احترام ہے اور اس سے اُسے دلی مُسرَّت حاصل ہوتی ہے۔ یہی حکم ان تمام طور طریقوں کا ہے جو خوش کرنے کا ذریعہ بن چکے ہوں اور کسی قوم کے رسم و رواج میں ڈھل چکے ہوں تو ایسے طور طریقوں کو اپنانے میں لوگوں کی موافقت کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر تو یہی ہے کہ ایسے طور طریقوں کو اپنایا جائے، البتہ! اگر کسی کام کے بارے میں شریعت میں نہی وارد ہو (ممانعت آئی ہو) جو کسی تاویل کو قبول نہ کرتی ہو تو اس کا کرنا جائز نہیں۔

سماع کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر لوگ سماع سن کر رقص کرنے اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے ساتھ کسی کے رقص کرنے کو گراں جانیں تو ان کی موافقت نہ کی جائے اور ان کے احوال میں تشویش کا باعث نہ بنا جائے اگرچہ تواجُد کے اظہار کے بغیر بھی رقص کرنا مباح ہے اور تواجُد یہ ہے کہ کوئی شخص مصنوعی طور پر اپنے اوپر وجد کی کیفیت طاری کرے اور جو شخص صدق دل سے کھڑا ہوتا ہے لوگ اسے گراں نہیں سمجھتے۔ چنانچہ، اگر حاضرین اہل دل ہوں تو ان کے دل سچائی اور مصنوعی پن کا معیار ہوتے ہیں۔ ایک صوفی سے پوچھا

---

[1]...سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل، ۴/ ۳۴۶، الحدیث: ۲۷۶۳

گیا: وجد کب صحیح ہوتا ہے؟ فرمایا: ''وجد کی صحت یہ ہے کہ حاضرین کے دل اسے قبول کریں بشرطیکہ وہ اس سے موافقت رکھنے والے ہوں مخالف نہ ہوں۔''

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی یہ کہے کہ کیا وجہ ہے کہ بعض طبیعتیں رقص کو ناپسند کرتی ہیں؟ اور اسے باطل اور لَہْو ولَعِب، نیز دین کے خلاف قرار دیتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ ہر دین دار اسے ناپسند کرتا ہے۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بحر وبَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بڑھ کر کوئی شخص متبع دین (یعنی دین پر عمل کرنے والا) نہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حبشیوں کا رقص ملاحظہ فرمایا اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا کیونکہ وہ وقت اس کے لائق تھا اور وہ عید کا دن تھا اور جو رقص کرنے والے تھے یعنی حبشی وہ رقص کرنے کے اہل تھے۔ دین دار لوگوں کو رقص سے نفرت اس لئے نہیں کہ یہ حرام ہے بلکہ ان کے نفرت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر رقص میں لہو ولعب شامل ہو جاتا ہے جو اگرچہ مباح ہے لیکن صرف ایسے لوگوں کے لئے جو زنگی یا حبشی ہوں یا اس طرح کے دیگر لوگ۔ صاحب منصب کے لئے رقص کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اس کے شایانِ شان نہیں اور صاحب منصب کے حق میں رقص کے مکروہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ رقص کرنا حرام ہے۔ اسے آپ ایک مثال سے سمجھیں ایک فقیر کسی عام آدمی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا ہے اور وہ اسے ایک روٹی دے دیتا ہے تو اس کا یہ عمل لائق تحسین ہے اور اگر یہی فقیر کسی بادشاہ کے سامنے دستِ سوال دراز کرے اور وہ اسے ایک روٹی دے کر چلتا کرے تو اس کے اس فعل کو سب لوگ برا خیال کریں گے اور تاریخ کے صفحات میں اسے اس کی برائیوں میں لکھا جائے گا اور اس کے سبب لوگ اس کی اولاد اور متعلقین کو عار دلائیں گے لیکن اس کے باجود بادشاہ کے اس فعل کو حرام نہیں کہیں گے، ہاں! اتنا ضرور ہے کہ بادشاہ کا یہ دینا نہ دینے کے برابر ہے کیونکہ ایک روٹی دے کر چلتا کرنا بادشاہ کے منصب کے لائق نہیں، لہٰذا یہ فعل معیوب ضرور ہے۔ رقص اور اس طرح کے دیگر امور کا یہی حال ہے کہ عام لوگوں کے حق میں یہ امور مباح

ہیں خواص اس سے اجتناب کریں کیونکہ مُبَاحَاتُ الْعَوَامِ سَیِّئَاتُ الْاَبْرَارِ وَحَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن یعنی عوام کے حق میں مباح کام نیک لوگوں کے نزدیک برائیوں کی مثل ہیں اور نیک لوگوں کی نیکیاں مُقرَّبِیْن بارگاہِ الٰہی کے نزدیک برائیوں کی مثل ہیں۔ مگر یہ سب کچھ لوگوں کے مناصب کے لحاظ سے ہے ورنہ فی نفسہٖ دیکھا جائے تو رقص کرنے میں حرمت کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔

خلاصۂ بحث:

گزشتہ تمام تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ سماع کبھی حرام، کبھی مباح، کبھی مکروہ اور کبھی مستحب ہوتا ہے۔ **حرام** عام نوجوانوں اور اُن لوگوں کے لئے ہے جن پر دنیاوی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے تو جو مذموم باتیں ان کے دلوں پر غالب ہوتی ہیں سماع سننے کے سبب انہیں حرکت ملتی ہے۔ **مکروہ** ان لوگوں کے لئے ہے جو سماع کے اشعار کو مخلوق پر تو محمول نہیں کرتے ہیں لیکن انہوں نے سماع کو لَہْو ولَعب کی طرح عادت بنایا ہوا ہے۔ **مباح** ان لوگوں کے لئے ہے جو خوش الحانی سے لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ **مستحب** ان لوگوں کے لیے ہے جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت غالب ہوتی ہے اور سماع سن کر ان کی صفات محمودہ کو حرکت ملتی ہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے آدابِ سماع کا بیان مکمل ہوا

حَسَدکی تعریف

کسی کی نعمت چھن جانے کی آرزو کرنا۔ (فتاوٰی رضویہ (مخرجہ)، ۲۴/ ۴۲۸) مثلاً کسی شخص کی شُہرت یا عزّت ہے اب یہ آرزو کرنا کہ اس کی عزّت یا شُہرت خَتْم ہو جائے۔ البتّہ دوسرے کی نعمت کا زَوال (یعنی ضائع ہو جانا) نہ چاہنا بلکہ وَیسی ہی نعمت کی اپنے لئے تمنّا کرنا یہ غِبطہ (یعنی رشک) کہلاتا ہے اور یہ شرعاً جائز ہے۔

(طریقہ محمدیہ، ۱/ ۶۱۰)

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہی عَنِ الْمُنْکَر[1] کا بیان

(یہ چار ابواب پر مشتمل ہے)

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس کی حمد کے بغیر کتابیں شروع نہیں کی جاتیں اور جس کے کرم و بخشش کے وسیلے کے بغیر نعمتیں عطا نہیں کی جاتیں اور درود ہو تمام انبیا کے سردار حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول اور اس کے بندے ہیں اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پاکیزہ آل اور پاک اصحاب پر بھی درود ہو۔

دین کا مرکزی نقطہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف ونَہی عَنِ الْمُنْکَر یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے اور یہی وہ اہم کام ہے جس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرمایا، اگر اس سے غفلت اور بے توجہی برتی جائے یوں کہ لوگ نہ اس کا علم حاصل کریں اور نہ اس پر عمل کریں تو نبوّت کے مقاصد ہی فوت ہو جائیں، دیانت داری کا اثر ختم ہو جائے، کمزوری و سستی عام ہو جائے، گمراہی پھیل جائے، جہالت کا دور دورہ ہو جائے، فساد و خرابی سرایت کر جائے، اختلاف و انتشار بہت زیادہ ہو جائے، ممالک تباہ و برباد اور بندے ہلاک ہو جائیں اور یہ احساس ہی جاتا رہے کہ ہمارے قدم ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور پھر جس چیز کا ڈر تھا وہ ہو گئی ”اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ“[2]۔ چنانچہ، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا

---

[1] ...دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 616 صفحات پر مشتمل کتاب نیکی کی دعوت صفحہ 130 پر ”تفسیرِ نعیمی“ کے حوالے سے ہے: ”اَلْمَعْرُوْف“ اور ”اَلْمُنْکَر“ میں ساری بھلائیاں از مُستَحبّات تا اِیمانیّات (یعنی مُستحبّات سے لے کر اسلامی عقائد تک) داخِل ہیں، اور ساری بُرائیاں از مکروہات تا کُفریّات (یعنی ناپسندیدہ باتوں سے لے کر ہر قسم کے کُفر تک) شامل ہیں۔ اور ”اَمر“ (کے معنیٰ ہیں حکم) یعنی (یہاں) حکم سے مُراد ہر قسم کا حکم ہے، زَبانی ہو یا قلمی یا طاقت والا، خواہ بڑوں سے عَرض کر کے ہو یا ساتھیوں کو مشورہ دے کر، یا چھوٹوں کو دباؤ سے حکم دے کر، یعنی تمہاری شان یہ ہے کہ ہر بھلائی کا ہر طرح حکم دو اور ہر خُوبی ہر طرح پھیلاؤ اور ہر بُرائی کو ہر طرح مٹاؤ اور لوگوں کو اِس (یعنی بُرائی) سے باز رکھو۔ (تفسیرِ نعیمی، ۴/ ۸۹، ۹۵)

[2] ...ترجمۂ کنز الایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ (پ۲، البقرۃ: ۱۵۶)

علم اوراس پر عمل کا جذبہ ختم ہو چکا بلکہ اس کی حقیقت اور نشان تک مٹ چکے ہیں، دلوں پر مخلوق کی مُداہَنَت کا غلبہ ہو چکا اور خالق عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ تعلق ختم ہو چکا ہے اور لوگ شہوات وخواہشات کے پیچھے اس طرح چل پڑے ہیں جس طرح جانور چلتے ہیں اور زمین کے اوپر ایسے سچے مؤمن کا وجود نایاب ہو چکا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کرتا۔

جو شخص اس کمزوری وسستی کی تلافی کرے اور اس رخنہ کو بند کرے اس طرح کہ اس پر عمل کرے یا پھر اسے نافذ کر کے اِس فوت شدہ سنت کو زندہ کرے، اسے قائم کرے اور اس کے اِحْیا (زندہ کرنے) میں کوشش کرے وہ اس سنت کو جس کے مردہ ہونے پر ایک زمانہ گزر چکا ہے زندہ کرنے کی وجہ سے مخلوق میں ترجیح پائے گا اور وہ ایسی طاعت و قربت میں مشغول کہلائے گا کہ طاعت کے تمام درجات اس کی بلندی کے سامنے کم دکھائی دیں گے۔ ہم چار ابواب میں اس علم کی وضاحت کریں گے:

(۱)...اَمْر بِالْمَعْرُوف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کے وجوب اور اس کی فضیلت کا بیان۔ (۲)...اس کے ارکان اور شرائط کا بیان۔ (۳)...اس کے راستے اور ان برائیوں کا بیان جن سے عادۃً الفت ہو جاتی ہے۔ (۴)...امرا و سلاطین کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا بیان۔

جنت میں لے جانے والے اعمال

حضرت سَیِّدُنا ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص حلال کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایسے لوگ تو اس وقت بہت ہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''عنقریب میرے بعد بھی ایسے لوگ ہوں گے۔''

(المستدرک للحاکم، ۵/ ۱۴۲، الحدیث: ۷۱۵۵)

باب نمبر1: اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَھْی عَنِ الْمُنْکَر کا وجوب، اس کی فضیلت اور اسے ترک کرنے کی مذمت کا بیان

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَھْی عَنِ الْمُنْکَر کے وجوب پر اجماعِ امت اور عقلِ سلیم کے اشاروں کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نَبَوِیہ اور بزرگانِ دین کے ارشادات بھی دلالت کرتے ہیں۔

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَھْی عَنِ الْمُنْکَر کے متعلق 13 فرامین باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے۔

اس آیتِ مبارکہ سے درج ذیل امور معلوم ہوئے: ❀...نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان "وَلْتَكُنْ" امر کا صیغہ ہے اور عموماً امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ❀...فلاح و کامیابی کا دارومدار نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے پر ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فلاح کو اِس کے ساتھ خاص کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۴، ترجمۂ کنزالایمان: یہی لوگ مُراد کو پہنچے)۔ ❀...نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا فرضِ کفایہ ہے نہ کہ فرضِ عین، لہٰذا جب امت میں سے ایک گروہ اس فریضہ کو انجام دے گا تو بقیہ سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ "تم سب کے سب نیکی کا حکم دینے والے ہو جاؤ" بلکہ یہ ارشاد فرمایا ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۰۴، ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے)۔ چنانچہ، جب اس فریضہ کو انجام دینے کے لئے کوئی ایک شخص یا کوئی گروہ اٹھ کھڑا ہو گا تو بقیہ سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ نیز فلاح کو ان لوگوں کے ساتھ خاص کیا

گیا ہے جو اس فریضہ کو انجام دینے کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں، لہٰذا اگر تمام لوگ اس فریضہ سے کوتاہی کریں گے تو اس کا وبال سب پر پڑے گا بالخصوص ان لوگوں پر جو اس پر قادر تھے۔

﴿2﴾...

لَیْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَ هُمْ یَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ (پ۴، اٰل عمران: ۱۱۳، ۱۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے بھلائی پر ہونے کی گواہی صرف اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کے ساتھ نہیں دی بلکہ اس کے ساتھ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

﴿3﴾...

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں۔

اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مؤمنین کی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں، لہٰذا جو شخص اس عمل کو ترک کرے گا وہ ان مؤمنین سے خارج ہوگا جن کا وصف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔

﴿4﴾...

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بُری بات کرتے آپس میں ایک

لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۹﴾ (پ۶، المآئدۃ:۷۸، ۷۹) دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

اس آیت میں بَشِدَّت بنی اسرائیل کے کافروں کے مستحق لعنت ہونے کی صرف یہی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ انہوں نے برائی سے منع کرنا ترک کر دیا تھا۔

...﴿5﴾

كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ؕ (پ۴، ال عمرٰن:۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ آیتِ طَیِّبہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُمتِ محمدیہ کے تمام امتوں سے بہترین امت ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

...﴿6﴾

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖۤ اَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۢ بَـئِيۡسٍۢ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ (پ۹، الاعراف:۱۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہ بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچالیے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا۔

اس آیت میں یہ بات بیان فرمائی گئی کہ نجات ان لوگوں کو حاصل ہوئی جنہوں نے برائی سے منع کیا۔ نیز یہ آیت برائی سے منع کرنے کے واجب ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے۔

...﴿7﴾

اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ (پ۱۷، الحج:۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں مؤمنین اور نیک لوگوں کی تعریف بیان فرماتے ہوئے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ ملایا ہے۔

...﴿8﴾

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ (پ۶، المآئدۃ:۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

یہ ایک اٹل حکم ہے اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے سے مراد لوگوں کو نیکی کرنے پر ابھارنا، نیکی کی راہ آسان کرنا اور حتی الامکان برائی و زیادتی کے راستوں کو بند کرنا ہے۔

...﴿9﴾

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ (پ۶، المآئدۃ:۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے اُن کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے۔

اس آیتِ مُقَدَّسہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ پادری اور درویش لوگ برائی سے منع نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوئے ہیں۔

...﴿10﴾

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ (پ۱۲، ھود:۱۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیوں نہ ہوئے تم میں سے اگلی سنگتوں (قوموں) میں ایسے جن میں بھلائی کا کچھ حصہ لگا رہا ہوتا کہ زمین میں فساد سے روکتے۔

اس آیت طیبہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ بیان فرمایا کہ سابقہ امتوں میں سے سوائے ان چند لوگوں کے جو فساد سے منع کیا کرتے تھے سب کو ہلاک کر دیا گیا۔

...﴿11﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ (پ۵، النسآء: ۱۳۵)

ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا۔

اس آیتِ مقدسہ میں والدین اور رشتہ داروں کو نیکی کا حکم دینے کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔

...﴿12﴾

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ (پ۵، النسآء: ۱۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اُن کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

...﴿13﴾

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ (پ۲۶، الحجرات: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔

صلح کرانے سے مراد زیادتی سے منع کرنا اور طاعت کی طرف رجوع کرانا ہے، لہٰذا اگر وہ صلح نہ کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر سختی کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (پ۲۶، الحجرات: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔

اور یہ حکم نَہی عَنِ الْمُنْکَر سے تعلق رکھتا ہے۔

اَمْرِ بِالْمَعْرُوف ونَہی عَنِ الْمُنْکَر کے متعلق 21 فرامینِ مصطفٰے:

﴿1﴾... خلیفۂ اوّل امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! تم اس آیت مبارکہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (پ۷، المآئدۃ: ۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

کو پڑھتے ہو اور اس کی تفسیر وہ کرتے ہو جو مراد کے خلاف ہے، بے شک میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جو قوم بھی گناہوں کا ارتکاب کرے اور ان میں ایسا شخص ہو جو انہیں اس سے روکنے پر قادر ہو لیکن پھر بھی نہ روکے تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سب کو عذاب میں مبتلا فرمادے۔"[1]

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا ابو ثعلبہ خُشَنِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس فرمان باری تعالیٰ:

لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

(پ۷، المآئدۃ:۱۰۵)

کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے ابو ثعلبہ! نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو پھر جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت اور خواہشات کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو (دین پر) ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اتراتا اور فخر کرتا ہے تو تم اپنی فکر رکھو اور عوام کو چھوڑ دو کہ تمہارے بعد اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے اس وقت جو اس پر مضبوطی سے قائم رہے گا جس پر تم ہو اس کے لئے تم میں سے 50 افراد کا سا اجر ہے[2]۔" عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۴/ ۱۶۳، الحدیث: ۴۳۳۸

2 ...کثرتِ ثواب اور کثرتِ اجر میں فرق ہے۔ چنانچہ، دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت، جلد اول، صفحہ 247 پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس فرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: افضل کے یہ معنی ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں زیادہ عزت و منزلت والا ہو، اسی کو کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں، نہ کثرتِ اجر، کہ بارہا مفضول کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں ہمراہیانِ سیّدنا اِمام مَہدی کی نسبت آیا کہ "اُن میں ایک کے لیے پچاس کا اجر ہے، صحابہ نے عرض کی: اُن میں کے پچاس کا یا ہم میں کے؟ فرمایا: بلکہ تم میں کے۔" تو اجر اُن کا زائد ہوا، مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہمسر بھی نہیں ہو سکتے، زیادت درکنار، کہاں امام مَہدی کی رفاقت اور کہاں حضور سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحابیت! اس کی نظیر بلا تشبیہ یوں سمجھیے کہ سلطان نے کسی مہم پر وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا، اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیئے اور وزیر کو خالی پروانہ خوشنودی مزاج دیا تو انعام انھیں کو زائد ملا، مگر کہاں وہ اور کہاں وزیرِ اعظم کا اِعزاز؟

وَسَلَّم! کیا ان میں سے 50 افراد کا سا اجر؟ ارشاد فرمایا: "نہیں! بلکہ تم میں سے 50 افراد کا سا اجر اس لئے کہ تمہیں امورِ خیر پر مدد گار میسر ہیں جبکہ انہیں میسر نہ ہوں گے۔"(1)

اسی آیتِ مُقَدَّسہ کی تفسیر کے متعلق جب مُعَلِّمُ الْاُمَّہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے سوال کیا گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اس آیت سے مراد یہ موجودہ زمانہ نہیں ہے کیونکہ یہ تو بھلائی کی بات قبول کرنے کا زمانہ ہے لیکن عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم نیکی کا حکم دو گے تو تمہارے ساتھ ایسا ایسا (یعنی برا سلوک) کیا جائے گا اور جو تم کہو گے اسے قبول نہیں کیا جائے گا تو اس وقت تم اپنی فکر رکھو اور کوئی گمراہ شخص تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا جبکہ تم ہدایت پر رہو۔

﴿3﴾... تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم میں سے بدترین لوگوں کو تم پر مُسَلَّط کر دے گا پھر تمہارے نیک لوگ دعائیں کریں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔(2)

مراد یہ ہے کہ برے لوگوں کی نظروں سے نیک لوگوں کی جلالت و ہیبت ختم ہو جائے گی تو وہ ان سے نہیں ڈریں گے۔

﴿4﴾... اے لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: تم ضرور نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو قبل اس کے کہ تم دعائیں کرو اور تمہاری دعائیں قبول نہ کی جائیں۔"(3)

﴿5﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کے مقابلے میں تمام نیک اعمال ایسے ہیں جیسے گہرے سمندر میں تھوک اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد سمیت تمام نیک اعمال اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَھْی عَنِ الْمُنْکَر کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے

1... سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۴/ ۱۶۴، الحدیث: ۴۳۴۱

سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/ ۴۱، الحدیث: ۳۰۶۹

2... مسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، ۱/ ۲۹۲، الحدیث: ۱۸۸

سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف... الخ، ۴/ ۶۹، الحدیث: ۲۱۷۶، بتغیر قلیل

3... سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف... الخ، ۴/ ۳۵۹، الحدیث: ۴۰۰۴

گہرے سمندر میں تھوک۔[1]

﴿6﴾...(بروز قیامت) اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے سوال فرمائے گا کہ جب تم نے برائی کو دیکھا تو اسے ختم کرنے سے تمہیں کس چیز نے روکے رکھا؟ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس کی حجت سکھائے گا تو وہ عرض کرے گا: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں نے تجھ پر بھروسا کیا اور لوگوں سے ڈر گیا۔[2]

﴿7﴾...سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔" صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ہمیں یہاں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم یہاں بیٹھ کر آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: "اگر تم نے ایسا کرنا ہی ہے تو پھر راستے کا حق ادا کرو۔" عرض کی: راستے کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: "نگاہیں جھکائے رکھو، تکلیف پہنچانے سے بچو، سلام کا جواب دو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔"[3]

﴿8﴾...اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہْی عَنِ الْمُنْکَر کے سوا بندے کے لئے ہر کلام نقصان دہ ہے۔[4]

﴿9﴾...اللہ عَزَّوَجَلَّ عام لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے خاص لوگوں کو عذاب نہیں فرماتا مگر یہ کہ خاص لوگ اپنے درمیان برائی کو دیکھیں اور روکنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ روکیں (تو ان پر بھی عذاب فرماتا ہے)۔[5]

﴿10﴾...سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: "اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تمہاری عورتیں سرکش ہو جائیں گی اور تمہارے نوجوان بدکار ہو

---

1 ...جمع الجوامع للسیوطی، مسند علی بن ابی طالب، ۱۳/ ۳۱۳، الحدیث: ۷۳۴۳، بتغیر قلیل

2 ...سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب قوله تعالی: ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾، ۴/ ۳۶۶، الحدیث: ۴۰۱۷

3 ...صحیح البخاری، کتاب المظالم والغصب، باب أفنية الدور والجلوس...الخ، ۲/ ۱۳۲، الحدیث: ۲۴۶۵

4 ...سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب رقم: ۶۳، ۴/ ۱۸۵، الحدیث: ۲۴۲۰

سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة، ۴/ ۳۴۳، الحدیث: ۳۹۷۴

5 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عدی بن عمیرة، ۶/ ۲۱۸، الحدیث: ۱۷۷۳۶

جائیں گے اور تم جہاد کو ترک کر دو گے؟" صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ایسا ہو گا؟ ارشاد فرمایا: "ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس سے بھی زیادہ سخت معاملہ ہو گا۔" عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس سے زیادہ سخت کیا ہو گا؟ ارشاد فرمایا: "اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہی عَنِ الْمُنْکَر نہیں کرو گے؟" عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ایسا ہو گا؟ ارشاد فرمایا: "ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس سے بھی زیادہ سخت معاملہ ہو گا۔" عرض کی گئی: اس سے زیادہ سخت کیا ہو گا؟ ارشاد فرمایا: "اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی خیال کرو گے؟" عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ایسا ہو گا؟ ارشاد فرمایا: "ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس سے بھی زیادہ سخت معاملہ ہو گا۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس سے زیادہ سخت کیا ہو گا؟ ارشاد فرمایا: "اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم برائی کا حکم دو گے اور نیکی سے منع کرو گے؟" صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ایسا ہو گا؟ ارشاد فرمایا: "ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس سے بھی زیادہ سخت معاملہ ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ان لوگوں کو ایسے فتنہ میں مبتلا کروں گا کہ ان کے سمجھ دار لوگ بھی حیران ہو جائیں گے۔"[1]

﴿11﴾... جو کسی مظلوم کو قتل کرے تم اس کے پاس ہر گز کھڑے نہ ہونا کیونکہ جو شخص وہاں موجود ہو اور پھر بھی اس کا دفاع نہ کرے اس پر لعنت برستی ہے اور جس شخص کو ظلماً مارا جائے اس کے پاس بھی کھڑے مت رہو کیونکہ جو شخص وہاں موجود ہو اور پھر بھی اس کا دفاع نہ کرے اس پر بھی لعنت برستی ہے۔[2]

﴿12﴾... جو شخص کسی ایسی جگہ موجود ہو جہاں حق بات کہنے کی ضرورت پیش آئے تو اُسے حق بات کہنے سے

---

1 ...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الامر بالمعروف... الخ، ۲/ ۲۰۲، الحدیث: ۳۱، بتغیر قلیل

2 ...شعب الایمان للبیھقی، باب فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۶/ ۹۳، الحدیث: ۷۵۸۰

گریز نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ موت ہرگز وقت سے پہلے نہیں آئے گی اور وہ قسمت میں لکھے رزق سے محروم نہیں ہوگا۔[1]

یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ظالم اور فاسق لوگوں کے گھروں میں جانا جائز نہیں اور نہ ہی ان مقامات پر جانا جائز ہے جہاں کوئی برائی نظر آرہی ہو اور وہ اسے بدلنے پر قادر نہ ہو کیونکہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مُکَرَّم ہے: ”جو وہاں موجود ہو اس پر لعنت برستی ہے۔“ لہٰذا عاجز ہونے کا عذر کرتے ہوئے بغیر حاجت کے برائی دیکھنا بھی جائز نہیں۔ اسی وجہ سے سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن میں سے ایک گروہ نے جب بازاروں، خوشی کے موقعوں اور مجمعوں میں برائیوں کو دیکھا اور ان کے بدلنے سے خود کو عاجز پایا تو انہوں نے مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور یہ اس لئے کہ مخلوق کو برائی کرتے دیکھنا اور خود کو عاجز سمجھنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مخلوق کو چھوڑ دیا جائے۔

اسی سبب سے ثانیِ عمر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے فرمایا: ”سیاحت کرنے والے بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے اپنے گھروں اور اولاد کو چھوڑ کر سیاحت کو اس لئے اختیار کیا کہ ان پر بھی ہماری طرح کی بلا نازل ہوئی جب انہوں نے برائی کو ظاہر ہوتے اور بھلائی کو مٹتے دیکھا اور یہ کہ نصیحت کی بات کو قبول نہیں کیا جاتا۔ نیز فتنوں کو ملاحظہ کیا تو انہیں اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ بھی ان میں مبتلا نہ ہو جائیں اور یہ کہ ایسی قوم پر عذاب نازل ہو تو کہیں وہ بھی اس میں گرفتار نہ ہو جائیں، لہٰذا انہوں نے ایسے لوگوں کے ساتھ آسائشوں میں رہنے کے مقابلے میں درندوں کے درمیان رہنا اور سبزہ کھانا بہتر سمجھا۔“ اس کے بعد ثانیِ عمر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے یہ آیتِ طَیِّبہ تلاوت فرمائی:

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۚ(۵۰) (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی طرف بھاگو بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

---

[1] ...شعب الایمان للبیھقی، باب فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۶/ ۹۳، الحدیث: ۷۵۸۰

پھر فرمایا: تو ایک قوم نے اس حکم الٰہی پر عمل کیا۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نبوت میں راز نہ رکھا ہوتا تو ہم کہتے کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ان سے افضل نہیں ہیں[1] کیونکہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ فرشتے اس قوم سے ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس سے کوئی بادل یا درندہ گزرتا ہے تو یہ اُسے بلاتے ہیں تو وہ بات مانتا ہے اور جب یہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں کہاں کا حکم ہوا ہے تو وہ انہیں بتاتا ہے حالانکہ یہ نبی نہیں ہیں۔

﴿13﴾...جو شخص کسی گناہ کی جگہ پر حاضر ہو لیکن اسے ناپسند کرتا ہو تو گویا کہ وہ وہاں ہے ہی نہیں اور جو گناہ کی جگہ پر موجود نہ ہو لیکن اسے پسند کرتا ہو تو گویا کہ وہ وہاں موجود ہے۔[2]

اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کسی حاجت کی وجہ سے وہاں موجود ہو یا اتفاقاً اس کے سامنے وہ کام ہوا ہو۔ ہاں ارادۃً وہاں جانا ممنوع ہے اس کی دلیل اس سے پہلے والی حدیثِ پاک ہے۔

﴿14﴾...اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر نبی کے لئے کچھ مددگار مقرر فرمائے تو جتنی دیر اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے وہ نبی ان میں ٹھہرا رہتا ہے اور ان میں رہ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب اور اس کے احکام پر عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی کی روحِ مبارکہ کو قبض فرمالیتا ہے تو اس نبی کے مددگار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب، اس کے احکام اور اپنے نبی کی سُنَّت پر عمل کرتے رہتے ہیں پھر جب وہ بھی چلے جاتے ہیں تو ان کے بعد ایسی قوم آتی ہے جو منبروں پر چڑھ کر زبانی تو نیکی کا حکم دیتے ہیں لیکن عملی طور پر برائی کرتے ہیں۔ جب تم ایسی قوم کو دیکھو تو ہر مؤمن پر حق ہے کہ وہ ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے اگر ہاتھ سے جہاد کرنے کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا جانے اور یہ اسلام کا سب سے کم درجہ ہے۔[3]

1...**دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت، جلد اول، صفحہ 47** پر صَدْرُ الشَّرِیْعَه، بَدْرُ الطَّرِیْقَه حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نقل فرماتے ہیں: انبیائے کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام)، تمام مخلوق یہاں تک کہ رُسُلِ ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے۔

2...موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۲/ ۲۲۳، الحدیث: ۱۱۲

3...تاریخ دمشق لابن عساکر، ۹/ ۳۰، الرقم: ۷۵۵: اسماعیل بن عمرو، الحدیث: ۲۲۸۱، بتغیر قلیل

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ایک بستی والے گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے، ان میں چار آدمی ایسے تھے جو ان کے برے اعمال کو ناپسند کرتے تھے، ان چاروں میں سے **ایک شخص** نے کھڑے ہو کر کہا: تم لوگ ایسا ایسا کرتے ہو۔ چنانچہ، اس نے ان لوگوں کو برے اعمال سے منع کرنا شروع کر دیا اور انہیں ان کے اعمال کی قباحتیں بتانے لگا لیکن ان لوگوں نے اس کی باتوں کو رَدّ کر دیا اور اپنے برے اعمال سے باز نہ آئے، اس شخص نے انہیں برا بھلا کہا تو انہوں نے بھی اسے برا بھلا کہا اور اس شخص نے ان سے لڑائی کی تو وہ اس پر غالب آگئے تو وہ ان سے الگ ہو کر کہنے لگا: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں نے ان کو برائیوں سے منع کیا لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی، میں نے انہیں برا بھلا کہا تو انہوں نے بھی مجھے برا بھلا کہا اور میں نے ان سے لڑائی کی تو وہ مجھ پر غالب آگئے یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا۔ **دوسرا شخص** اٹھا اس نے بھی ان لوگوں کو برائیوں سے منع کیا لیکن انہوں نے اس کی بھی اطاعت نہ کی، اس نے بھی انہیں برا بھلا کہا تو انہوں نے بھی اسے برا بھلا کہا تو اس شخص نے ان سے جدا ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں نے ان لوگوں کو برائیوں سے منع کیا لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی، میں نے انہیں برا بھلا کہا تو انہوں نے بھی مجھے برا بھلا کہا، اگر میں ان سے لڑائی کرتا تو وہ مجھ پر غالب آجاتے یہ کہہ کر وہ بھی چلا گیا۔ پھر **تیسرا شخص** اٹھا اس نے بھی ان لوگوں کو برائیوں سے منع کیا لیکن انہوں نے اس کی بات بھی نہ مانی پھر اس نے ان لوگوں سے جدا ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں نے ان کو برائیوں سے منع کیا لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی، اگر میں انہیں برا بھلا کہتا تو وہ بھی مجھے برا بھلا کہتے اور اگر میں ان سے لڑائی کرتا تو وہ مجھ پر غالب آجاتے پھر یہ بھی وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد **چوتھا شخص** اٹھا اور اس نے کہا: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اگر میں انہیں برائیوں سے منع کرتا تو یہ میری بات نہ مانتے اور اگر میں انہیں برا بھلا کہتا تو یہ بھی مجھے برا بھلا کہتے اور اگر میں ان سے لڑائی کرتا تو یہ لوگ مجھ پر غالب آجاتے پھر یہ چوتھا شخص بھی وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: چوتھا شخص ان تینوں کے مقابلے میں کم مرتبہ تھا اور تم میں تو اس کی مثل بھی بہت کم افراد ہیں۔

﴿15﴾... بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ایسی بستی بھی ہلاک ہو سکتی ہے جس میں نیک لوگ موجود ہوں؟ تو تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہاں!" عرض کی گئی: نیک لوگ کس سبب سے ہلاکت میں مبتلا ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانیوں پر خاموش رہنے اور سستی کرنے کی وجہ سے۔[1]

﴿16﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک فرشتے کو حکم فرمایا کہ فلاں فلاں شہر کو اس کے مکینوں پر الٹ دو۔ فرشتے نے عرض کی: اے ربّ عَزَّوَجَلَّ! اس میں فلاں فلاں تیرا نیک بندہ بھی ہے جس نے کبھی پلک جھپکنے کی مقدار بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اس بستی کو اس شخص پر اور دیگر افراد پر الٹ دو کیونکہ میری نافرمانیوں کو دیکھ کر کبھی ایک گھڑی کے لئے بھی اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوا۔[2]

﴿17﴾... حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک ایسی بستی والوں پر عذاب نازل کیا گیا جس میں 18 ہزار ایسے لوگ تھے جن کے اعمال انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اعمال کی مثل تھے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایسا کس سبب سے؟ ارشاد فرمایا: وہ نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ناراض ہوتے تھے اور نہ ہی اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہْی عَنِ الْمُنْکَر کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بارگاہِ ربِّ ذوالجلال عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی: اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! تیرے بندوں میں کون سا بندہ تجھے زیادہ پسند ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "وہ بندہ جو میری رضا پانے میں اس قدر جلدی کرتا ہے جیسے گِدھ (چیل کی قسم کا ایک مردار خور پرندہ)[3] اپنی خواہش کی طرف جلدی کرتا ہے اور وہ جو میرے نیک بندوں

---

1 ... المعجم الکبیر، ۱۱/ ۲۱۶، الحدیث: ۱۱۷۰۲

2 ... المعجم الاوسط، ۵/ ۳۷۶، الحدیث: ۷۶۶۱

شعب الایمان للبیہقی، باب فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۶/ ۹۷، الحدیث: ۷۵۹۵

3 ... دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب فیضانِ سنت، ...بقیہ اگلے صفحہ پر...

سے اس طرح محبت کرتا ہے جیسے بچہ پستان کو پسند کرتا ہے اور وہ کہ جب میری حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب ہوتے ہوئے دیکھے تو ایسا غضب ناک ہوتا ہے جیسے چیتا اپنی ذات کے لئے غضب ناک ہوتا ہے اور جب چیتا اپنے لئے غضب ناک ہوتا ہے تو لوگوں کے کم یا زیادہ ہونے کی کچھ پروا نہیں کرتا۔"

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سخت خوف کی حالت میں اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہی عَنِ الْمُنْکَر کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

﴿18﴾... حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا مشرکین سے جنگ کئے بغیر بھی جہاد ہے؟ تو مصطفٰے جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اے ابو بکر! زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کچھ ایسے مجاہدین بھی ہیں جو شہدا سے افضل ہیں، وہ مجاہدین ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ زمین میں چلتے پھرتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی وجہ سے آسمانی فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور ان کے لئے جنت ایسے آراستہ کی جاتی ہے جیسے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے اُمِّ سلَمہ کو آراستہ کیا گیا۔ حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: "نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت اور عداوت رکھنے والے۔" پھر ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بے شک بندہ بلند ترین بالاخانے میں ہوگا جو شہدا کے بالاخانوں سے بڑھ کر ہوگا ان میں سے ایک بالاخانے کے تین لاکھ دروازے ہوں گے جو یاقوت اور سبز زمرد سے بنے ہوں گے اور ہر دروازے پر ایک

...**جلد اول، صفحہ 706** پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نقل فرماتے ہیں: **گِدھ ایک ہزار سال تک زندہ رہ جاتا ہے**، بدبو اسے بَہُت پسند ہے، خوشبو سے سَخْت نفرت کرتا ہے اگر خوشبو سُونگھ لے تو مر جاتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ارشاد ہے، گِدھ جب بولتا ہے تو کہتا ہے، "اے آدمی! جتنا چاہے جی لے آخر ایک دن موت آکر رہے گی۔" (حیاۃ الحیوان الکبری، ۲/ ۲۷۴)

نور ہو گا اور ان میں سے ایک شخص تین لاکھ حوروں سے نکاح کرے گا جن کی نگاہیں کسی اور طرف نہیں اٹھیں گی جب بھی وہ کسی ایک حور کی طرف نظر کرے گا تو وہ کہے گی: کیا تمہیں فلاں فلاں دن یاد ہے جس میں تم نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا تھا؟ جب بھی وہ ان میں سے کسی کی طرف دیکھے گا تو وہ اس کو اُس مقام کی یاد دلائے گی جہاں اس نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا تھا۔

﴿19﴾... اَمِیْنُ الْاُمَّہ حضرت سیِّدُنا ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زیادہ عزت والا شہید کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ”جو کسی ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہو کر اسے نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے تو وہ اسے قتل کر ڈالے اور اگر وہ اسے قتل نہ کرے تو اس کے بعد وہ جتنا عرصہ بھی زندہ رہے گا قلم اس پر جاری نہ ہو گا (یعنی وہ گناہ سے محفوظ رہے گا)۔“[1]

﴿20﴾... میری امت کے شہدا میں سب سے افضل شخص وہ ہے جو کسی ظالم حکمران کے سامنے کھڑے ہو کر اسے نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور اس بنا پر وہ اسے شہید کر دے، ایسے شہید کا درجہ جنت میں حضرت حمزہ اور حضرت جعفر کے درجوں کے درمیان ہو گا۔[2]

﴿21﴾... خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ کیا ہی بری ہے وہ قوم جو عدل و انصاف کا حکم نہیں دیتی اور کیا ہی بری ہے وہ قوم جو نیکی کا حکم دیتی ہے نہ برائی سے منع کرتی ہے۔[3]

---

1 ...مسند الشامیین للطبرانی، مسند مکحول، ۴/ ۳۵۶، الحدیث: ۳۵۴۱، بدون: فان لم یقتله... الی آخره
مسند البزار، مسند ابی عبیدة بن الجراح، ۴/ ۱۰۹، الحدیث: ۱۲۸۵، بدون: فان لم یقتله... الی آخره

2 ...المعجم الاوسط، ۳/ ۱۲۸، الحدیث: ۴۰۷۹، عن ابن عباس، بتغیر
تاریخ بغداد، ۶/ ۳۷۴، الرقم: ۳۴۰۹: اسحاق بن یعقوب، عن جابر بن عبد الله، بتغیر

3 ...البدع لابن وضاح، باب فیما یدال الناس بعضهم من... الخ، الحدیث: ۲۸۸، ص ۳۰۴، عن رجل من بنی هاشم

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف ونَہی عَنِ الْمُنْکَر کے متعلق 11 اقوال بزرگانِ دین:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: تم ضرور بضرور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ورنہ تم پر ایسا ظالم حکمران مسلط کر دیا جائے گا جو نہ تو تمہارے بڑوں کی عزت کرے گا اور نہ ہی تمہارے چھوٹوں پر رحم کرے گا، تمہارے نیک لوگ اس کے خلاف دعائیں مانگیں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہ ہوں گی، تم اس کے خلاف مدد مانگو گے لیکن تمہاری مدد نہ کی جائے گی اور تم معافی طلب کرو گے لیکن تمہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا کہ زندوں میں مردہ کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو نہ تو برائی کو اپنے ہاتھ سے ختم کرتا ہے نہ زبان سے روکتا ہے اور نہ ہی دل سے اسے بُرا جانتا ہے۔

﴿3﴾... حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ”بنی اسرائیل کا ایک عالم اپنے گھر میں مرد اور عورتوں کو وعظ و نصیحت کرتا اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں اور اس کے عذابات یاد دلاتا تھا، ایک دن اس نے اپنے ایک بیٹے کو کسی عورت کی طرف آنکھ سے اشارہ کرتے دیکھا تو اس سے کہا: ”بیٹا! صبر کر۔“ اتنا کہنا تھا کہ وہ اپنے تخت سے نیچے گرا اور اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا، اس کی عورت کا حمل بھی ضائع ہو گیا اور ایک لشکر میں اس کے بیٹے مارے گئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں شخص کو جا کر بتا دیجئے کہ میں اس کی پشت سے کبھی صدیق پیدا نہیں کروں گا کیونکہ اس نے میری ذات کے لئے بس اس قدر غصہ کیا کہ بیٹے سے صرف یہ کہا: صبر کر۔ (مطلب یہ ہے کہ بیٹے پر سختی کیوں نہیں کی)

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انہیں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والے مومن کے مقابلے میں مرا ہوا گدھا زیادہ پسند ہو گا۔“

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا یُوشَع بن نُون عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہاری قوم میں سے 40 ہزار نیک بندوں اور 60 ہزار برے بندوں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کی:

اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! برے تو اسی لائق ہیں لیکن نیکوں کو ہلاک کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا: انہیں کبھی میرے غضب کی وجہ سے غصہ نہیں آیا اور یہ ان کے ساتھ مل جل کر کھاتے پیتے رہے۔

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ابو عمر بلال بن سعد دمشقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: جب گناہ کو پوشیدہ رکھا جائے تو اس کا ضرر صرف گناہ کرنے والے کو ہی پہنچتا ہے لیکن جب گناہ ظاہر ہو جائے اور اسے بدلا نہ جائے تو پھر اس کا نقصان عام ہو جاتا ہے۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحْبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے حضرت سیِّدُنا ابو مسلم خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے پوچھا: تمہاری قوم میں تمہارا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ فرمایا: اچھا ہے۔ حضرت سیِّدُنا کعبُ الْاَحْبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا: تورات شریف تو کچھ اور کہتی ہے۔ پوچھا: تورات کیا کہتی ہے؟ فرمایا: تورات کہتی ہے کہ بندہ جب نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے تو اس کی قوم کے نزدیک اس کا مقام و مرتبہ قبیح (برا) ہو جاتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو مسلم خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: تورات کی بات سچ ہے، ابو مسلم کی نہیں۔

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا پہلے پہل عمّال کے پاس جایا کرتے تھے پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کے پاس جانا ترک کر دیا۔ عرض کی گئی: اگر آپ ان کے پاس جایا کریں تو ممکن ہے کہ آپ کی گفتگو ان کے لئے مُؤَثِّر ہو۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ اگر میں کچھ کلام کروں تو وہ یہ گمان کریں گے کہ میری حالت میرے قول کے خلاف ہے اور اگر میں خاموش رہوں تو مجھے (اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف نہ کرنے کی وجہ سے) اپنے گناہ گار ہونے کا خوف ہے۔

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف سے عاجز ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس جگہ سے دور ہو جائے کہ گناہ اس کے سامنے نہ ہو۔

﴿8﴾... خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: جس جہاد پر تمہیں سب سے پہلے مامور کیا گیا ہے وہ تمہارا اپنے ہاتھوں سے جہاد کرنا ہے پھر اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرنا

ہے اس کے بعد اپنے دلوں کے ذریعے جہاد کرنے کا حکم ہے تو جب دل نیکی کو اچھا اور برائی کو برا نہ جانے تو وہ اوندھا ہو جاتا ہے یعنی وہ اچھائی کو برا جانتا ہے۔

﴿9﴾... حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: جو کوئی بھی دین کے اوامر و نواہی میں سے کسی شے پر عمل کرے اور اُمورِ دینیہ میں فساد، انکار اور اضطرابِ زمانہ کے وقت بھی وہ اس پر قائم رہے تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہو گا جنہوں نے اپنے زمانے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَھی عَنِ الْمُنْکَر کو انجام دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ صرف اپنی ذات پر قادر ہو اور اپنی ذات سے متعلق احکامات بجالائے اور دوسروں کے برے احوال کو دل سے برا جانے تو اس نے اپنا فرض پورا کر دیا۔

﴿10﴾... حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا گیا: آپ اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَھی عَنِ الْمُنْکَر کیونکہ نہیں کرتے؟ فرمایا: ایک قوم نے اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَھی عَنِ الْمُنْکَر کیا تو وہ کفر میں جا پڑی کیونکہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَھی عَنِ الْمُنْکَر کرنے کی وجہ سے ان کو لوگوں کی طرف سے جو تکالیف پہنچیں وہ اس پر صبر نہ کر سکے (لہٰذا کفر میں مبتلا ہو گئے)۔

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے کہا گیا: آپ اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَھی عَنِ الْمُنْکَر کیوں نہیں کرتے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "جب سمندر بہہ پڑے تو اسے کون روک سکتا ہے۔"

ان دلائل سے ظاہر ہوا کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَھی عَنِ الْمُنْکَر (یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا) فرض ہے اور قدرت ہوتے ہوئے جب تک اسے ادا نہ کر لیا جائے اس وقت تک ذِمّہ سے ساقط نہیں ہو گا۔

اب ہم اس کے ارکان اور اس کے وجوب کی شرائط بیان کرتے ہیں۔

﴿ صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﴾

باب نمبر2:
اِحْتِساب کے اَرکان وشرائط کا بیان

جان لیجئے کہ اِحْتِسَاب (یعنی اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہی عَنِ الْمُنْکَر) کے چار اَرکان ہیں: (۱)...مُحْتَسِب (۲)...مُحْتَسَب عَلَیْہ (۳)...مُحْتَسَب فِیْہ (۴)...اِحْتِسَاب۔

پہلا رکن:
مُحْتَسِب

مُحْتَسِب (یعنی اَمْر بِالْمَعروف کرنے والے) کے لئے کچھ شرائط ہیں: (۱) اَحکامِ شرعیہ کا مکلَّف (۲) مسلمان اور (۳) اِحْتِسَاب پر قدرت رکھتا ہو، لہٰذا مجنون، بچہ، کافر اور عاجز شخص اس حکم سے خارج اور رعایا کے تمام افراد اس میں داخل ہو گئے اگرچہ ان کو حکمرانوں کی طرف سے اجازت نہ ہو۔ نیز فاسق، غلام اور عورت بھی اس میں داخل ہیں۔ جن شرائط کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور جن کا نہیں کیا (یعنی عادل ہونا اور حاکم اسلام کی اجازت) ان کی تفصیل ملاحظہ کیجئے!

شرائطِ مُحْتَسِب کی تفصیل:

❀...**پہلی شرط مکلَّف ہونا:** اس کے شرط ہونے کی وجہ پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ غیر مکلَّف پر اَمْر بِالْمَعْرُوْف واجب نہیں اور جو شرائط ہم نے ذکر کی ہیں ان سے مراد وجوب کی شرائط ہیں، جواز کی نہیں۔ جہاں تک نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے ممکن اور جائز ہونے کی بات ہے تو عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ قریبُ الْبُلُوغ سمجھ دار بچہ اگرچہ مکلَّف نہیں لیکن اسے برائی ختم کرنے کا اختیار ہے۔ چنانچہ، اسے شراب بہا دینے اور آلاتِ لہو ولعب توڑ دینے کا حق حاصل ہے اور ایسا کرنے سے اسے ثواب بھی ملے گا اور کوئی شخص بھی اسے غیر مکلَّف ہونے کی وجہ سے اس کام سے منع نہیں کر سکتا کیونکہ یہ نیکی کا کام ہے اور سمجھ دار بچہ اس کا اہل ہے جس طرح نماز، امامت[1] اور بقیہ نیک اعمال کرنے کا اہل ہے۔ اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہی عَنِ الْمُنْکَر کا حکم حاکم

---

[1]...احناف کے نزدیک: نابالغ سمجھ دار بچہ صرف نابالغوں کی امامت کی اہلیت رکھتا ہے، بالغوں کی نہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۱/ ۵۶۱، ۵۶۹)

بننے کی طرح نہیں کہ جس میں مکلَّف ہونا شرط ہو اسی وجہ سے ہم نے غلام اور عام رعایا کے لئے بھی اسے ثابت کیا ہے، یہ صحیح ہے کہ عمل کے ذریعے برائی کو ختم کرنے میں ایک طرح کی حکمرانی پائی جاتی ہے لیکن یہ حکمرانی محض ایمان کی بدولت اسے حاصل ہوئی ہے بلوغ کی وجہ سے نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے مشرک کو قتل کرنا، اس کے مال واسباب لوٹنا اور اس سے اسلحہ وغیرہ چھین لینا، ایسا کرنا بچے کے لئے بھی جائز ہے جبکہ اس وجہ سے خود اسے نقصان نہ پہنچے، تو جس طرح کفر سے منع کرنے کا حکم ہے اسی طرح فسق سے بھی منع کرنے کا حکم ہے۔

❀...**دوسری شرط ایمان:** اس کے شرط ہونے کی وجہ بھی پوشیدہ نہیں کیونکہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر دین کی مدد واعانت کرنا ہے تو جو اصل دین کا منکر اور دشمن ہو وہ اس کا اہل کیسے ہو سکتا ہے؟

❀...**تیسری شرط عادل ہونا:**[1] علما کی ایک جماعت نے اس شرط کا اعتبار کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی فاسق کو اَمْر بِالْمَعْرُوف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اُن آیات اور احادیث سے استدلال کیا ہے جو ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (پ۱، البقرۃ: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

اور فرماتا ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ (پ۲۸، الصف: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مکرم ہے: **شب معراج میں ایسی قوم کے پاس**

1... عادل سے مراد وہ شخص ہے جسے وہ قوتِ راسخہ حاصل ہو جو اسے تقویٰ اور مروت پر ابھارے اور تقویٰ سے مراد شرک، فسق اور بدعت جیسے برے اعمال سے اجتناب ہے۔ (نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص۵۸)

سے گزرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جارہا تھا، میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بھلائی کا حکم تو دیتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو برائی سے منع تو کرتے تھے لیکن خود اس کا ارتکاب کرتے تھے۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ارشاد فرمایا: پہلے خود کو نصیحت کرو، جب نصیحت حاصل کرلو تو پھر لوگوں کو کرو، ورنہ مجھ سے حیا کرو۔

بسا اوقات علما کی یہ جماعت قیاس کے طریقے پر بھی استدلال کرتے ہوئے کہتی ہے کہ عادل ہونا شرط ہے، جس طرح دوسرے کو ہدایت دینے کی اصل یہ ہے کہ وہ خود ہدایت پر ہو اسی طرح دوسروں کو سیدھا کرنے کی اصل یہ ہے کہ بندہ پہلے خود سیدھا ہو اس لئے کہ دوسرے کو دُرُست کرنا اپنے درست ہونے کی فرع ہے تو جو شخص خود درست نہیں وہ دوسرے کی اصلاح کیسے کر سکتا ہے؟ جب لکڑی ہی ٹیڑھی ہو تو سایہ کیسے سیدھا ہو گا۔ ان علما کے دلائل سب ایک طرح کے خیالات ہیں، حق یہ ہے کہ فاسق کو بھی اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَہْی عَنِ الْمُنْکَر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس کی دلیل میں ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا اَمْرٌ بِالْمَعروف وَنَہْی عَنِ الْمُنکَر کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والا تمام گناہوں سے پاک ہو؟ اگر اس کا تمام گناہوں سے پاک ہونا شرط ہو تو یہ بات خلافِ اجماع ہے۔ نیز اس سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَہْی عَنِ الْمُنْکَر کا دروازہ بند کرنا لازم آتا ہے۔[2]

اسی وجہ سے حضرت سیِّدُنا سعید بن جُبَیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اگر اَمْرٌ بِالْمَعروف وَنَہْی عَنِ الْمُنْکَر صرف وہی لوگ کرسکتے جن سے کسی قسم کی خطا سرزد نہیں ہوئی ہوتی تو پھر کوئی شخص بھی اس پر عمل نہ کر سکتا۔" حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق نے جب یہ قول سنا تو اسے پسند فرمایا۔

1... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، ۴/ ۳٦۰، الحدیث: ۱۲۸۵٦، بتغیر قلیل

2... اس مقام سے ایک عبارت حذف کی گئی ہے جس کا تعلق عوام سے نہیں ہے اہل علم حضرات یہ عبارت مع حاشیہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اگر ان علما کا خیال یہ ہو کہ اَمْر بِالْمَعروف ونَہِی عَنِ الْمُنکَر کرنے والے کے لئے صغیرہ گناہوں سے پاک ہونا ضروری نہیں ہے حتی کہ جو شخص ریشم کا لباس پہنتا ہے اس کے لئے زنا اور شراب پینے سے منع کرنا جائز ہے۔ تو ہم اس کے **جواب** میں یہ کہتے ہیں کہ کیا شراب نوشی کرنے والے کے لئے کفار سے جہاد کرنا اور کفر سے منع کرنا جائز ہے ؟ اگر وہ اس کا جواب ''نفی'' میں دیں تو یہ بات خلافِ اجماع ہے کیونکہ مسلمانوں کے لشکروں میں ہمیشہ نیک و پرہیز گار لوگ نہیں رہے ہیں بلکہ فساق و فجار، شراب پینے والے اور یتیموں پر ظلم کرنے والے بھی شریک جہاد رہے ہیں ان کو نہ تو زمانۂ رسالت میں جہاد سے منع کیا گیا اور نہ ہی اس کے بعد منع کیا گیا اور اگر وہ اس کا جواب ''ہاں'' میں دیں تو پھر اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ کیا شراب خور کسی کو قتل کرنے سے منع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ یہ جواب دیں کہ منع نہیں کر سکتا، تو ہم کہیں گے کہ پھر اس شخص میں اور ریشمی لباس پہننے والے شخص کے درمیان کیا فرق ہے؟ کہ اس کو تو شراب پینے سے منع کرنے کا اختیار ہے اور قتل کرنا تو شراب پینے کے مقابلے میں زیادہ بڑا گناہ ہے جیسے شراب پینا ریشمی لباس پہننے کے مقابلے میں زیادہ بڑا گناہ ہے؟ لہٰذا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر وہ یہ جواب دیں کہ شراب نوشی کرنے والا قتل سے منع کر سکتا ہے اور اس کی تفصیل یہ بیان کریں کہ جو شخص جس طرح کے گناہ کا مرتکب ہے اس کی مثل اور اس سے کمتر گناہ سے دوسروں کو منع نہیں کر سکتا ہاں جو اس سے بڑے گناہ کا مرتکب ہے اسے منع کر سکتا ہے۔ تو یہ خوامخواہ کا حکم لگانا ہے، جب شراب خور کا زنا اور قتل سے منع کرنا کوئی بعید نہیں تو پھر زانی کا شراب نوشی سے منع کرنا کیونکر بعید ہو سکتا ہے ؟ نیز یہ بات کیسے بعید ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص خود شراب پئے لیکن اپنے غلاموں اور خادموں کو شراب نوشی سے منع کرتے ہوئے کہے: مجھ پر واجب ہے کہ خود شراب نوشی سے باز رہوں اور دوسروں کو باز رکھوں تو ایک بات (یعنی خود باز نہ رہنے) میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے سے مجھ پر کیسے لازم آتا ہے کہ میں دوسری بات (یعنی دوسروں کو باز نہ رکھنے) میں بھی اس کی نافرمانی کروں؟ اور جب شراب نوشی سے منع کرنا مجھ پر واجب ہے تو خود میرے شراب نوشی کرنے کی وجہ

سے دوسروں کو منع کرنے کا وجوب کیسے ساقط ہو گیا؟

ثابت ہوا کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ شراب نوشی سے منع کرنا اسی وقت واجب ہے جب کہ وہ شخص خود شراب نہ پیتا ہو اور اگر وہ خود شراب پیتا ہے تو پھر شراب نوشی سے منع کرنے کا اسے اختیار نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اس صورت میں تو یہ لازم آتا ہے کہ کوئی شخص کہے کہ مجھ پر وضو اور نماز دونوں چیزیں واجب ہیں، لہٰذا میں وضو کرتا ہوں اگرچہ نماز نہ پڑھوں اور سحری کرتا ہوں اگرچہ روزہ نہ رکھوں کیونکہ میرے لئے سحری اور روزہ دونوں چیزیں مستحب ہیں، تو ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ ان میں سے ایک چیز دوسرے پر موقوف ہے اسی طرح دوسرے کو سیدھا کرنا خود اپنے سیدھا ہونے پر موقوف ہے، لہٰذا ابتدا اپنی ذات سے کرے پھر ان کی اصلاح کرے جو اس کی کفالت میں ہیں۔

جواب: سحری کا مقصد روزہ رکھنا ہی ہے، اگر روزہ نہ ہوتا تو سحری مستحب نہ ہوتی اور جو غیر کی وجہ سے مقصود ہو وہ اس غیر سے جدا نہیں ہوتا اور دوسرے کی اصلاح کرنے کا مقصد اپنی اصلاح کرنا نہیں ہوتا اور نہ ہی اپنی اصلاح کرنے کا مقصد دوسرے کی اصلاح ہوتا ہے، لہٰذا ایک کے دوسرے پر موقوف ہونے کا قول بلا دلیل ہے۔ جہاں تک وضو اور نماز کا تعلق ہے تو یہ دونوں چیزیں واجب ہیں اس لئے جو شخص وضو تو کرے لیکن نماز نہ پڑھے وہ وضو کے حکم کو بجالانے والا ہو گا اور اس کا عذاب اس شخص سے کم ہو گا جس نے وضو اور نماز دونوں کو ترک کر دیا، لہٰذا یہاں پر بھی یہی ہونا چاہئے کہ جو شخص نہ تو دوسروں کو برائی سے منع کرے اور نہ ہی خود رُکے اس کا عذاب اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہو گا جو دوسروں کو تو روکتا ہے اور خود نہیں رکتا۔ نیز وضو کرنا نماز کی شرط ہے جو کہ بذات خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ نماز کے لئے کیا جاتا ہے، لہٰذا نماز کے علاوہ اس کا کوئی حکم نہیں ہو گا اور جہاں تک برائی سے منع کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے خود باز رہنا ضروری نہیں، لہٰذا ان دونوں کے درمیان کوئی مشابہت نہیں ہے۔

اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زبردستی زنا کرے اور اس عورت کا چہرہ چھپا ہوا ہو پھر وہ اپنے اختیار سے اپنا چہرہ ظاہر کر دے تو وہ شخص دوران زنا ہی اس عورت کو نَہی عَنِ الْمُنْکَر کرتے ہوئے کہے کہ زنا کے سلسلے میں تجھے مجبور کیا گیا ہے لیکن غیر مَحْرَم کے سامنے چہرہ کھولنے میں تو مجبور نہیں ہے اور میں تیرے لئے غیر محرم ہوں، لہٰذا تو اپنے چہرے کو چھپالے، تو اِحْتِساب کا یہ عمل بہت برا ہے ہر عقل مند شخص کا دل اس کو برا جانتا ہے اور ہر سلیمُ الطَّبع شخص اس کو قبیح خیال کرتا ہے۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ بسا اوقات طبیعت حق کو برا اور باطل کو اچھا سمجھ رہی ہوتی ہے لیکن حق و باطل کا مدار دلائل پر ہوتا ہے اوہام اور خیالات کی ناپسندیدگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہم کہتے ہیں: اس حالت میں اس کا یہ کہنا کہ "اپنے چہرے کو نہ کھول" آیا واجب ہے یا مباح یا حرام؟ اگر تم کہو کہ یہ واجب ہے تو مقصود حاصل ہو گیا کیونکہ چہرہ ظاہر کرنا گناہ ہے اور گناہ سے منع کرنا حق ہے اور اگر تم کہو کہ مباح ہے تو پھر تمہارے اس قول کا کیا مطلب ہو گا کہ فاسق نیکی کی دعوت نہیں دے سکتا؟ اور اگر کہو کہ حرام ہے تو ہم کہیں گے کہ احتساب واجب تھا تو پھر اس کے زنا پر اقدام کرنے کی وجہ سے حرام کیسے ہو گیا؟ نیز یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کسی حرام کام کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ایک اور واجب حرام ہو جائے۔ جہاں تک طبیعت کی نفرت اور ناپسندیدگی کا تعلق ہے تو اس کے دو سبب ہیں:

پہلا سبب یہ ہے کہ وہ زیادہ اہم کام کو ترک کر کے کم اہم میں مشغول ہو گیا ہے اور جس طرح کم اہم کام کو ترک کر کے فضول کاموں میں مشغول ہونے سے طبیعت نفرت کرتی ہیں اسی طرح زیادہ اہم کام کو ترک کر کے کم اہم کام میں مشغول ہونے سے بھی طبیعت نفرت کرتی ہے۔ چنانچہ طبیعت ایسے شخص سے نفرت کرتی ہے جو غصب شدہ کھانا کھانے میں تو حرج جانے لیکن ہمیشہ سود کا مال کھاتا ہو یا غیبت سے اجتناب کرتا ہو لیکن جھوٹی گواہی دیتا ہو کیونکہ جھوٹی گواہی غیبت سے زیادہ بری اور سخت ہے اس لئے کہ غیبت میں ایسے کام کی خبر دینا ہوتا ہے جس میں مُخبِر سچا ہوتا ہے، لہٰذا طبیعت کا اس سے نفرت کرنا ترکِ غیبت کے واجب نہ ہونے پر

دلالت نہیں کرتا اور نہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ شخص غیبت کرے گا یا حرام لقمہ کھائے گا تو اسے عذاب زیادہ نہیں ملے گا۔ اسی طرح آخرت میں انسان کو اپنے گناہ کا ضرر دوسرے شخص کے گناہ کے مقابلے میں زیادہ ہو گا تو زیادہ ضرر والی چیز چھوڑ کر کم ضرر والی چیز میں مشغول ہونے سے طبیعت نفرت کرتی ہے اور اس کی وجہ زیادہ ضرر والی چیز کو ترک کرنا ہے نہ کہ کم ضرر والی چیز کو اختیار کرنا۔ مثلاً جس کا گھوڑا لگام سمیت غصب کر لیا جائے اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر لگام تلاش کرنے میں مشغول ہو تو طبیعت اس بات سے نفرت کرے گی اور اس کے فعل کو برا جانے گی، حالانکہ لگام ڈھونڈنا کوئی برا کام نہیں لیکن اس کا لگام کی وجہ سے گھوڑا تلاش نہ کرنا برا فعل ہے، لہٰذا اہم کام کو چھوڑ کر غیر اہم کام میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے اس کی برائی زیادہ سخت ہو گئی۔ فاسق کے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف ونَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کرنے کا یہی حال ہے کہ طبیعت اس سے اسی وجہ سے نفرت کرتی ہے اور یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کا بری بات سے روکنا برا ہے۔

دوسرا سبب: یہ ہے کہ کبھی کبھی وعظ و نصیحت کے طور پر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف ونَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کیا جاتا ہے اور کبھی قہر و غلبہ کے ذریعے اور جو شخص خود وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرتا اس کے وعظ سے کچھ زیادہ نفع نہیں ہوتا اور جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کے فاسق ہونے کی وجہ سے لوگ اس کی نیکی کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے تو اس پر وعظ و نصیحت کے ذریعے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف ونَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس کے وعظ میں کوئی فائدہ نہیں اور فسق اس کے وعظ کے فائدہ کو ختم کرنے میں مؤثر ہے اس لئے جب اس کے وعظ و نصیحت کرنے کا فائدہ ہی ختم ہو گیا تو اس پر سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف ونَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے ذریعے وعظ کرنے کا وجوب بھی ساقط ہو گیا۔

جب اِحْتِسَاب کا تعلق "منع" کرنے سے ہو تو اس سے مراد "قہر و غلبہ" کے طور پر منع کرنا ہے اور کامل غلبہ فعل اور دلیل دونوں کے ساتھ ہوتا ہے اور جب کوئی شخص فاسق ہو گا تو اگرچہ فعل کے اعتبار سے غالب ہو گا لیکن قول کے اعتبار سے مغلوب ہو گا کیونکہ اس وقت اُسے لوگوں کی ان باتوں کا سامنا ہو گا کہ تم

خود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟ تو اس وقت فعل میں غالب ہونے کے ساتھ ساتھ دلیل میں مغلوب ہونے کی وجہ سے طبیعت نفرت کرے گی لیکن اس وجہ سے یہ فعل حق ہونے سے نہیں نکلے گا جیسے کوئی شخص عام مسلمانوں سے تو کسی ظالم کو دور کرے مگر اپنے باپ سے نہ کرے حالانکہ وہ بھی مظلوم ہے تو ایسے شخص سے طبیعت نفرت کرتی ہے لیکن اس وجہ سے اس کا مسلمانوں سے ظالم کو دور کرنا حق ہونے سے خارج نہیں ہو گا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فاسق شخص پر وعظ کے ذریعے اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَهْی عَنِ الْمُنْکَر کرنا ایسے شخص کو جو اس کے فسق پر مطلع ہے واجب نہیں کیونکہ وہ اس کی نصیحت قبول نہیں کرے گا اور جس صورت میں اس پر نصیحت کرنا واجب نہ ہو اور جانتا ہو کہ نصیحت کرنے کی وجہ سے لوگ اس کی عزت و آبرو میں زبان درازی کریں گے تو ہم کہیں گے کہ ایسی صورت میں اس کا وعظ و نصیحت کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام:

اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَهْی عَنِ الْمُنْکَر کی دو قسموں میں سے ایک قسم وعظ و نصیحت کے ذریعے اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَهْی عَنِ الْمُنْکَر کرنا ہے جو فِسْق کی وجہ سے باطل ہو گئی کیونکہ اس میں عادل ہونا شرط ہے اور دوسری قسم قہر و غلبہ کے طور پر اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَهْی عَنِ الْمُنْکَر کرنا ہے اس میں عادل ہونا شرط نہیں، لہٰذا فاسق شخص کو اگر قدرت حاصل ہو تو شراب بہانے اور آلاتِ لہو و لعب وغیرہ توڑنے میں اس پر کوئی حرج نہیں، اس مسئلے میں حق اور انصاف کی بات یہی ہے۔

جہاں تک آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرنے کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں مذمت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بھلائی کو چھوڑ دیا ہے یہ وجہ نہیں کہ انہوں نے دوسروں کو اَمْر بِالْمَعْرُوْف کیوں کیا۔ عالم کی سزا جاہل کے مقابلے میں سخت ہے کیونکہ علم ہونے کی وجہ سے وہ کوئی عذر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس ارشاد:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ (پ۲۸، الصف: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔

سے مراد جھوٹا وعدہ ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ:

وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (پ۱، البقرۃ: ۴۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بھلا دیا یہ وجہ نہیں کہ دوسروں کو بھلائی کا حکم کیوں دیا، لہٰذا دوسروں کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنے کا ذکر اس لئے کر دیا تاکہ ان کے عالِم ہونے پر استدلال ہو اور ان کے خلاف دلیل پختہ ہو جائے۔

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ خطاب: "یَا ابْنَ مَرْیَمَ عِظْ نَفْسَكَ یعنی اے ابن مریم! پہلے خود کو نصیحت کرو۔" اس سے مراد وعظ و نصیحت کے ذریعے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف ونَھْی عَنِ الْمُنْکَر ہے اور ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں کہ ایسے شخص کو وعظ و نصیحت کرنا بے فائدہ ہے جسے نصیحت کرنے والے کا فاسق ہونا معلوم ہو اور اسی خطاب میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان: "فَاسْتَحِیِ مِنِّیْ یعنی ورنہ مجھ سے حیا کرو۔" اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ دوسرے کو وعظ کرنا حرام ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ "مجھ سے حیا کرو، زیادہ اہم کام کو چھوڑ کر کم اہم کام میں مشغول نہ ہو جاؤ۔" جیسے کہا جاتا ہے: "اِحْفَظْ اَبَاكَ ثُمَّ جَارَكَ وَاِلَّا فَاسْتَحِیِ یعنی پہلے اپنے باپ کا پھر اپنے پڑوسی کا خیال کرو ورنہ حیا کر۔"

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر تو ذِمّی کافر کے لئے بھی یہ جائز ہونا چاہئے کہ جب وہ کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اسے نَہِی عَنِ الْمُنْکَر کرے (یعنی برائی سے منع کرے) کیونکہ اس کا یہ کہنا: "زنا مت کر" فی نفسہٖ حق بات ہے، اس لئے یہ حرام تو ہو نہیں سکتا بلکہ مباح یا واجب ہونا چاہئے۔

جواب: کافر اگر مسلمان کو اپنے فعل کے ذریعے منع کرے گا تو وہ مسلمان پر غالب کہلائے گا، اسی غلبہ کی وجہ سے کافر کو منع کیا جائے گا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کافروں کو مؤمنین پر کوئی تسلط نہیں دیا۔ بہرحال ذمی کا

صرف یہ کہنا: ”زنامت کر“ فی نفسہٖ حرام نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے حرام ہے کہ اس میں مسلمان پر برتری کا پہلو پایا جاتا ہے اور اس میں مسلمان کی ذلت ہے اس لئے منع کیا جائے گا اگرچہ فاسق مسلمان بھی ذلیل کئے جانے کا مستحق ہے لیکن کافر کے مقابلے میں بہر حال وہ عزت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کافر کو مسلمان کا محاسبہ کرنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ، ہم یہ نہیں کہتے کہ کافر کو اس کے قول ”زنامت کر“ کہنے کی وجہ سے سزا دی جائے کہ اس نے زنا سے منع کیا ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کافر کو فُرُوعِ دین کا مخاطب سمجھا جائے تو زنا سے منع نہ کرنے کی وجہ سے سزا کا مستحق ہو گا۔ یہ مسئلہ محلِ نظر ہے جسے ہم نے اپنی فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور یہاں اسے بیان کرنا ہماری غرض نہیں۔

چوتھی شرط:

حاکم کی طرف سے اجازت: ایک گروہ نے اسے شرط قرار دیا ہے اور وہ رعایا میں سے ہر فرد کے لئے اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر ثابت نہیں کرتے حالانکہ اسے شرط قرار دینا فاسد ہے کیونکہ وہ آیات و احادیث جو ہم ماقبل میں بیان کر چکے ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے اور خاموش رہے تو وہ گناہ گار ہو گا کیونکہ برائی سے منع کرنا واجب ہے جہاں کہیں بھی دیکھے اور جیسے بھی دیکھے اور یہ حکم عمومی ہے، لہٰذا اسے حاکم اسلام کی اجازت کے ساتھ مشروط کر دینا بلا دلیل اپنی طرف سے حکم لگانا ہے۔ تعجب ہے کہ رافضیوں نے اس پر اور اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جب تک امام معصوم[1] ظاہر نہ ہو اس وقت تک اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کرنا جائز نہیں اور امامِ معصوم ہی ان کے نزدیک امامِ بَرحق ہے۔ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان سے علمی مباحثہ کیا جائے، انہیں صرف اس قدر جواب دینا ہی کافی ہے کہ جب یہ اپنے جانی اور مالی حقوق طلب

---

[1]... **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب **بہارِ شریعت، جلد اول، صفحہ 38** پر صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی وبد دینی ہے۔

کرنے کے لئے قاضی کے پاس آئیں تو ان سے کہا جائے: تمہاری مدد کرنا اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف ہے اور ظالم کے قبضے سے تمہارے حقوق لینا نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر ہے اور تمہارا حق طلب کرنا بھی اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کے زمرے میں آتا ہے اور یہ زمانہ ظلم سے منع کرنے اور حق مانگنے کا نہیں ہے کیونکہ ابھی تک امامِ بَرْحَق ظاہر نہیں ہوا۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی یہ کہے کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنے میں ایک طرح کی ولایت، حکمرانی اور دوسرے پر اپنی برتری کا اظہار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کافر کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ مسلمان کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرے حالانکہ برائی سے منع کرنا اور اچھائی کا حکم دینا حق ہے، اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہر کسی کو احتساب کا حق نہ دیا جائے بلکہ صرف وہی لوگ اس فریضہ کو انجام دیں جنہیں حاکم اسلام نے اختیار دیا ہو۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ کافر کا مسلمان کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنا اس لئے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی بالادستی اور دوسرے پر برتری کے ذریعے عزت حاصل کرنا ہے اور کافر ذلیل ہونے کی وجہ سے اس بات کا مستحق نہیں کہ وہ کسی مسلمان پر برتری کے ذریعے عزت حاصل کرے اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو انہیں اپنے دین اور علم کی وجہ سے اس عزت کا حق حاصل ہے اور اس میں جو بالادستی اور برتری کی عزت پائی جاتی ہے وہ اجازتِ حاکم کی محتاج نہیں جیسے تعلیم دینے میں عزت ہے کیونکہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کوئی جاہل شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اسے وجوب یا حرمت کے بارے میں بتانے کے لئے سلطانِ اسلام کی اجازت ضروری نہیں حالانکہ اس میں حکم شرعی بتانے والے کی عزت ہے اور جس کی شرعی رہنمائی کی گئی ہے اسے جہالت کی وجہ سے ذلت حاصل ہے اور اس طرح کی عزت میں صرف دین دار ہونا کافی ہوتا ہے اور یہی معاملہ برائی سے منع کے متعلق بھی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف و نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے پانچ مراتب ہیں: (۱)... کسی جاہل کو حق بات بتانا۔ (۲)... نرم گفتگو کے ذریعے وعظ و نصیحت کرنا۔ (۳)... برا بھلا کہنا اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا، برا بھلا کہنے سے مراد یہاں فحش کلامی نہیں بلکہ اس طرح کہنا ہے: اے جاہل! اے

بے وقوف! کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتا یا اسی طرح کے دیگر الفاظ استعمال کرنا۔(۴)...غلبہ کے ذریعے عملاً روکنا مثلاً آلات لہو و لعب توڑ دینا، شراب کو بہا دینا، ریشمی لباس کو پھاڑ دینا اور غاصب سے غصب شدہ کپڑے چھین کر مالک کو لوٹا دینا۔(۵)...مار پیٹ کے ذریعے ڈرانا دھمکانا حتی کہ جس گناہ کا وہ مرتکب ہو اس سے رک جائے۔ جیسے کوئی شخص ہمیشہ غیبت کیا کرتا ہے اور پاکباز مسلمان پر زنا کی تہمت لگاتا رہتا ہے تو اگرچہ اس کی زبان نکال لینا ممکن نہیں لیکن مار پیٹ کے ذریعے اسے چپ کرایا جا سکتا ہے اور اس صورت میں جانبین کو مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے یوں نوبت لڑائی جھگڑے وغیرہ تک پہنچ جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہْی عَنِ الْمُنْکَر کے اس پانچویں مرتبے کے علاوہ کہیں پر بھی حاکمِ اسلام کی اجازت کی حاجت نہیں۔ جہاں تک حکم شرعی بتانے اور وعظ و نصیحت کا تعلق ہے تو اس میں حاکم اسلام کی اجازت نہیں لی جائے گی اور رہی یہ بات کہ کسی کو اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کرتے ہوئے جاہل، بے وقوف اور فاسق کہنا اور یہ کہنا کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتے یا اس طرح کے دیگر الفاظ کہنا تو یہ سچا کلام ہے اور حق کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے گریز نہ کیا جائے بلکہ ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق بولنا تو سب سے افضل جہاد ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں بھی یہی مضمون ہے[1]، تو جب حاکم کو خلافِ منشا کلمۂ حق کہنا جائز ہے تو پھر اس کی اجازت کی حاجت کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اسی طرح آلاتِ لہو و لعب کو توڑنا اور شراب کو بہا دینا ایسے افعال ہیں کہ بغیر غور و فکر کے ہی ان کا حق ہونا معلوم ہو جاتا ہے تو ان میں حاکم کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک مُعاوِنِین کو جمع کرنے اور ہتھیار اٹھانے کا تعلق ہے تو یہ چیز کبھی عمومی فتنہ کی طرف لے جاتی ہے، لہٰذا اس میں غور و خوض کی ضرورت ہے جس کا بیان عنقریب آئے گا۔

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کا ہمیشہ سے حُکّام کو اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کرنے کو اپنی عادت

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۳۹، الحدیث: ۱۱۱۴۳

سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ۴/ ۳۶۳، الحدیث: ۴۰۱۲

بنالینا ان کے اس بات پر اجماع کی قطعی دلیل ہے کہ حکمران کی اجازت ضروری نہیں بلکہ جو شخص بھی اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرے تو اگر حکمران اس سے راضی ہو تو بہتر ورنہ اس کا ناراض ہونا بھی ایک برائی ہے جس پر اعتراض کرنا واجب ہے۔ نیز حاکم پر اعتراض کرنے میں اس کی اجازت کی ضرورت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ خود پر اعتراض کرنے کی اجازت دے۔

حکایت: عید کی نماز سے پہلے خطبہ:

مروی ہے کہ مَروان بن حَکَم نے عید کی نماز سے پہلے خطبہ دیا تو ایک شخص نے اس سے کہا: "عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔" تو مروان نے اس شخص سے کہا: "اے فلاں! اس طریقہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔" یہ سن کر حضرت سیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اس شخص نے اپنا فرض ادا کر دیا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہم سے ارشاد فرمایا: "تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ سے اسے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اسے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل میں اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"[1]

معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے حکمرانوں کو بھی اس حکم کے عموم میں داخل سمجھا ہے تو پھر ان کی اجازت کی حاجت کیسے ہو سکتی ہے؟

حکایت: 100 اونٹوں کا نذرانہ:

منقول ہے کہ جب خلیفہ مہدی مکہ مکرمہ میں آیا تو کچھ عرصہ وہاں ٹھہرا رہا، جب اس نے طواف شروع کیا تو لوگوں کو بیت اللہ شریف سے ہٹا دیا گیا تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مرزوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے چھلانگ لگائی اور اس کی چادر کو اس کے گلے میں ڈال کر کھینچا اور فرمایا: یہ تو کیا کر رہا ہے؟ کس نے تجھے بیت اللہ شریف

[1] ... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۱۸۴، الحدیث: ۱۱۸۷۶
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان، الحدیث: ۴۹، ص ۴۴

کا اُن لوگوں سے زیادہ حق دار بنا دیا جو دور دراز سے سفر کر کے آئے ہیں؟ کیوں تو ان کے اور بیت اللہ شریف کے درمیان حائل ہو رہا ہے؟ حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ (پ۱۷، الحج: ۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا۔

تجھے یہ حق کس نے دیا ہے؟ خلیفہ مہدی نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو آپ کو پہچان گیا کیونکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے۔ اس نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا: کیا تم عبد اللہ بن مرزوق ہو؟ فرمایا: ہاں! تو وہ آپ کو پکڑ کر بغداد شریف لے آیا اور اس نے آپ کو ایسی سزا دینا مناسب نہ سمجھا جس کی وجہ سے عوام اس پر لعن طعن کرے، لہٰذا اس نے آپ کو گھوڑوں کے اصطبل میں لگا دیا کہ ان کی دیکھ بھال کریں اور ان میں ایک کاٹنے والا بد مزاج گھوڑا بھی شامل کر دیا تا کہ وہ گھوڑا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کاٹ لے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس گھوڑے کو آپ کے لئے نرم کر دیا۔ پھر خلیفہ مہدی نے آپ کو ایک گھر میں قید کر کے تالا لگا دیا اور چابی اپنے پاس رکھ لی۔ تین دن بعد آپ ایک باغ کی طرف نکلے اور سبزیاں کھانے لگے۔ مہدی کو اس بات کی اطلاع کی گئی تو اس نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا: تمہیں کس نے باہر نکالا؟ فرمایا: اسی نے جس نے مجھے قید کیا تھا۔ یہ جواب سن کو مہدی بہت چیخا چلایا اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: کیا میرے ہاتھوں سے قتل ہونے کا تمہیں کوئی ڈر نہیں؟ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مرزوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مسکراتے ہوئے سر اس کی طرف اٹھایا اور فرمایا: اگر تو موت و حیات کا مالک ہوتا (تو میں ضرور تجھ سے ڈرتا)۔ اس کے بعد مہدی کے مرنے تک آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ قید میں رہے پھر مہدی کے انتقال کے بعد آپ کو چھوڑ دیا گیا اور آپ مکہ مُعَظَّمَہ تشریف لے آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مرزوق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں مہدی سے خلاصی عطا فرمائے گا تو وہ 100 اونٹ نحر کریں گے۔ چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے 100 اونٹ نحر کئے۔

حکایت: سارنگی توڑدی:

حبان بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ خلیفہ ہارون رشید ''دَوِین''(عراق کے ایک سرسبز وشاداب مقام) کی سیر و تفریح کے لئے نکلا تو قبیلہ بنو ہاشم کا ایک شخص سلیمان بن ابو جعفر اس کے ساتھ تھا، خلیفہ نے اس سے کہا: تیرے پاس ایک لونڈی تھی جو بہت اچھا گاتی تھی اسے ہمارے پاس لاؤ۔ وہ لونڈی آئی اور اس نے گایا لیکن خلیفہ کو اس کا گانا پسند نہ آیا تو اس نے لونڈی سے کہا: تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: یہاں میری سارنگی نہیں ہے۔ خلیفہ نے خادم سے کہا: اس کی سارنگی لاؤ۔ خادم سارنگی لا رہا تھا کہ راستے میں ایک بزرگ گٹھلیاں چن رہے تھے، خادم نے ان سے کہا: اے شیخ! راستہ دیجئے! بزرگ نے اپنا سر اٹھایا تو نظر سارنگی پر پڑی، انہوں خادم سے سارنگی لے کر زمین پر پٹخ دی۔ خادم انہیں پکڑ کر وہاں کے حاکم کے پاس لے گیا اور کہا: انہیں قید کرلو کہ یہ خلیفہ کا مجرم ہے۔ حاکم نے اس سے کہا: پورے بغداد میں ان سے زیادہ کوئی عبادت گزار نہیں ہے، یہ خلیفہ کے مجرم کیسے ہو سکتے ہیں؟ خادم نے کہا: جو میں کہہ رہا ہوں اسے سنو۔ پھر وہ خلیفہ کے پاس آیا اور اسے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر خلیفہ شدید غصے میں آ گیا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، سلیمان بن ابو جعفر نے دیکھا تو کہا: اے خلیفہ! یہ غصہ کیسا؟ آپ وہاں کے حاکم کے پاس قاصد بھیجئے کہ وہ ان کی گردن مار کر انہیں دریائے دجلہ میں پھینک دے۔ خلیفہ نے کہا: نہیں! انہیں بلا کر پہلے میں ان سے مناظرہ کروں گا۔ خلیفہ کا قاصد ان کے پاس گیا اور کہا: خلیفہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ قاصد نے کہا: آپ سوار ہو جائیے۔ فرمایا: نہیں۔ چنانچہ، آپ پیدل چل کر گئے حتی کہ محل کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ خلیفہ کو اطلاع دی گئی کہ بزرگ تشریف لے آئے ہیں۔ خلیفہ نے اپنے درباریوں سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ جو ناپسندیدہ چیزیں ہمارے سامنے رکھیں ہیں ان کو اٹھوا دیا جائے تاکہ وہ بزرگ اندر آئیں یا پھر ہم کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں کوئی برائی نہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارا ایسی جگہ چلے جانا ہی زیادہ بہتر ہے جہاں کوئی برائی نہ ہو۔ چنانچہ، وہ لوگ دوسری جگہ چلے گئے جہاں کوئی غیر شرعی بات نہ تھی۔ پھر خلیفہ نے ان بزرگ کو

اندر آنے کے لئے کہاتووہ اندر داخل ہوئے اور ان کی آستین میں ایک تھیلی تھی جس میں گٹھلیاں تھیں، خادم نے ان سے کہا: اسے اپنی آستین سے نکال کر خلیفہ کے پاس جایئے! انہوں نے فرمایا: اس سے مجھے رات کا کھانا ملتا ہے۔ خادم نے کہا: آپ کو کھانا ہم کھلا دیں گے۔ فرمایا: مجھے تمہارے کھانے کی کوئی حاجت نہیں۔ خلیفہ نے خادم سے کہا: تو ان سے کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا: ان کی آستین میں گٹھلیاں ہیں، میں انہیں گٹھلیاں پھینک کر آپ کی خدمت میں آنے کا کہہ رہا ہوں۔ خلیفہ نے کہا: انہیں چھوڑ دو، گٹھلیوں کے ساتھ آنے دو۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ بزرگ سلام کرکے بیٹھ گئے۔ خلیفہ نے ان سے کہا: اے شیخ! جو آپ نے کیا ہے اس پر کس چیز نے آپ کو ابھارا؟ فرمایا: میں نے کیا کیا ہے؟ خلیفہ یہ کہنے سے شرم کر رہا تھا کہ بزرگ سے کہے کہ آپ نے میری سارنگی توڑی ہے۔ جب خلیفہ نے بار بار یہ سوال کیا تو بزرگ نے فرمایا: میں نے آپ کے آباء و اجداد کو منبر پر یہ آیت پڑھتے سنا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ (پ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔

چنانچہ، میں نے بری بات دیکھی تو اسے بدل دیا۔ خلیفہ نے کہا: ایسی بات ہے تو پھر آپ کو بری بات بدلنے کا اختیار ہے۔ راوی کہتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! خلیفہ نے اس کے سوا اور کوئی بات نہ کی۔ جب وہ بزرگ وہاں سے باہر تشریف لائے تو خلیفہ نے ایک شخص کو تھیلی دے کر کہا: ان کے پیچھے جاؤ اگر تم انہیں لوگوں سے کہتا دیکھو کہ میں نے خلیفہ سے یہ کہا اور انہوں نے مجھ سے یہ کہا تو انہیں کچھ نہ دینا اور اگر کسی سے گفتگو کرتے نہ دیکھو تو پھر یہ تھیلی انہیں دے دینا۔ چنانچہ، جب وہ بزرگ محل سے باہر تشریف لائے تو انہوں نے زمین میں دھنسی ہوئی ایک گٹھلی دیکھی تو اسے نکالنے میں مصروف ہو گئے اور کسی سے کچھ نہ کہا تو اس شخص نے ان سے کہا: خلیفہ نے کہا ہے کہ یہ تھیلی آپ رکھ لیں۔ انہوں نے جواب دیا: خلیفہ سے کہہ دو کہ جہاں سے

اسے لیا ہے وہیں لوٹا دو۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ اس گٹھلی کی طرف متوجہ ہو گئے جسے وہ زمین سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

اَرَی الدُّنْیَا لِمَنْ ھِیَ فِیْ یَدَیْهِ   هُمُوْمًا کُلَّمَا کَثُرَتْ لَدَیْهِ

تُهِیْنُ الْمُکْرِمِیْنَ لَهَا بِصُغْرٍ   وَّ تُکْرِمُ کُلَّ مَنْ هَانَتْ عَلَیْهِ

اِذَا اسْتَغْنَیْتَ عَنْ شَیْءٍ فَدَعْهُ   وَ خُذْ مَا اَنْتَ مُحْتَاجٌ اِلَیْهِ

ترجمہ: (۱)...میں نے دنیا کو دیکھا ہے کہ جس کے پاس جتنی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اس کے غم بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

(۲)...جو اس کی عزت کرتے ہیں یہ انہیں ذلیل کرتی ہے اور جن کی نظروں میں حقیر ہوتی ہے انہیں معزز بنا دیتی ہے۔

(۳)...اگر تمہیں کسی چیز کی حاجت نہ ہو تو اُسے چھوڑ دو اور صرف وہ چیز حاصل کرو جس کی تمہیں حاجت ہو۔

حکایت: سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْه اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف:

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بیان کرتے ہیں: خلیفہ مہدی نے ۱۶۶ سنہ ھ میں حج کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ بڑے شیطان کو کنکریاں مار رہا ہے اور اس کے دائیں بائیں لوگوں کو کوڑوں کے ساتھ مارا جا رہا ہے۔ میں نے کھڑے ہو کر اس سے کہا: اے خوبصورت چہرے والے! حضرت سیِّدُنا قُدامہ بن عبد اللہ کلابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: ''میں نے دسویں ذی الحجہ کے دن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو اونٹ پر سوار ہو کر بڑے شیطان کو کنکریاں مارتے دیکھا، نہ تو لوگوں کو مارا جا رہا تھا نہ ہٹایا جا رہا تھا اور نہ ہی دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ کی آوازیں آ رہی تھیں۔''[1] اور یہاں تیرے سامنے لوگوں کو دائیں بائیں مارا جا رہا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ مہدی نے ایک شخص سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: سفیان ثوری۔ خلیفہ نے کہا: اے سفیان! اگر میری جگہ منصور ہوتا تو تجھے یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: جو کچھ منصور کے ساتھ ہو چکا ہے اگر وہ تمہیں بتا دیتا تو جو تو کر رہا ہے اس میں کمی کرتا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد

---

[1]...سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب رمی الجمار راکبا، ۳/ ۴۷۸، الحدیث: ۳۰۳۵، بتغیر قلیل

خلیفہ مہدی سے کسی نے کہا: انہوں نے آپ کو "اے خوبصورت چہرے والے!" کہہ کر پکارا ہے تو خلیفہ نے کہا: انہیں تلاش کرو۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو تلاش کیا گیا لیکن آپ کہیں او جھل ہو گئے۔

حکایت: مامون الرشید اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف:

مامون الرشید کو اطلاع ملی کہ ایک مُحْتَسِب لوگوں میں گھوم پھر کر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْی عَنِ الْمُنْکَر کرتا ہے حالانکہ آپ کی طرف سے وہ اس کام پر مامور نہیں کیا گیا، مامون نے اس شخص کو اپنے پاس لانے کا حکم دیا، جب اس شخص کو مامون کے سامنے لایا گیا تو مامون نے اس سے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم خود کو ہماری اجازت کے بغیر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْی عَنِ الْمُنْکَر کا اہل سمجھتے ہو۔ اس وقت مامون کرسی پر بیٹھا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا، بات کرتے ہوئے غفلت کی وجہ سے کاغذ کا ایک ٹکڑا اس کے قدموں کے نیچے جا پڑا اور اسے خبر نہ ہوئی، اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنے والے شخص نے مامون سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ناموں سے اپنا پاؤں ہٹاؤ اس کے بعد جو چاہو کہو۔ مامون اس شخص کی مراد نہ سمجھ سکا، لہٰذا اس نے پوچھا: تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس شخص نے تین مرتبہ بات کو دہرایا لیکن مامون پھر بھی نہ سمجھ سکا۔ تب اس شخص نے کہا: تم خود اپنا پاؤں اٹھا لو یا میں اٹھائے دیتا ہوں۔ مامون نے اپنے پاؤں کی طرف نظر کی تو کاغذ کے ٹکڑے کو دیکھا۔ چنانچہ، اس نے اسے اٹھا کر بوسہ دیا اور شرمندہ ہوا پھر دوبارہ اس نے بات کرتے ہوئے کہا: تم اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کام کی ذمہ داری ہم اہل بیت کو دی ہے اور ہمارے بارے میں ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ (پ۱۷، الحج: ۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

اس نے جواب دیا: اے خلیفہ! آپ نے سچ کہا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو حکومت عطا کی ہے لیکن اس میں ہم آپ کے معاون اور رفیق ہیں اور اس کا انکار وہی کرے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت سے جاہل ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیں۔

اور حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے دیوار کی مثل ہے کہ جس کا بعض، بعض سے مضبوط ہوتا ہے۔[1]

اے خلیفہ! آپ کو زمین میں اقتدار دیا گیا ہے، لہٰذا اگر آپ قرآن وسنت کا نفاذ کریں گے تو جو لوگ اس سلسلے میں آپ کے معاونین ہوں گے آپ کو ان کا شکر گزار ہونا چاہئے اور اگر آپ تکبر کریں گے اور جو بات آپ پر قرآن وسنت کی طرف سے لازم ہے اسے نافذ نہیں کریں گے تو وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں آپ کی جان وعزت ہے اس نے یہ بیان فرمادیا ہے کہ وہ اچھے اعمال کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا، اب آپ جو چاہیں کہیں۔ مامون نے اس شخص کی گفتگو کو پسند کیا اور اس سے خوش ہوتے ہوئے کہا: تم جیسوں کے لئے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنا جائز ہے، لہٰذا ہماری اجازت اور رائے سے اپنا کام جاری رکھو۔ چنانچہ، وہ شخص اس پر قائم رہا۔

ان حکایات سے یہ معلوم ہوا کہ نیکی کی دعوت کے لئے حاکم کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

سوال جواب:

سوال: کیا اولاد کو والد پر، غلام کو آقا پر، بیوی کو شوہر پر، شاگرد کو استاذ پر اور رعایا کو حاکم پر اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنے کی ایسے ہی مطلقاً ولایت حاصل ہے جیسے باپ کو اولاد پر، آقا کو غلام پر، شوہر کو بیوی پر، استاذ کو شاگرد پر اور حاکم کو رعایا پر مطلقاً حق حاصل ہے یا پھر ان دونوں میں کچھ فرق ہے؟

جواب: ہمارے خیال میں فی نفسہٖ اَمْر بِالْمَعْرُوْف کی ولایت ان کے لئے ثابت ہے لیکن دونوں کی تفصیل میں فرق ہے۔ ہم اسے اولاد اور والد کی مثال کے ذریعے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے

---

[1]... صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، الحدیث: ۲۵۸۵، ص۱۳۹۶

اَمْر بِالْمَعْرُوْف ونَہی عَنِ الْمُنْکَر کے پانچ مراتب بیان کئے ہیں ان میں سے اولاد کے لئے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنے کے پہلے دو مراتب ثابت ہیں اور وہ امرِ حق بتانا اور نرمی کے ساتھ وعظ و نصیحت کرنا ہے، لہٰذا باپ کو برا بھلا کہنے، ڈانٹ ڈپٹ کرنے، ڈرانے دھمکانے اور مار پیٹ کے ذریعے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنے کا حق حاصل نہیں، یہ اِحْتِسَاب کے آخری دو مراتب ہیں اور جہاں تک تیسرے مرتبے کا تعلق ہے جو باپ کو اذیت دینے اور اس کی ناراضی کی طرف لے جاتا ہے، اس کے بارے میں غور و فکر کی ضرورت ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص باپ کی سارنگی توڑ ڈالے، اس کی شراب کو بہادے، اس کے ریشم سے بنے ہوئے لباس کی سلائی ادھیڑ دے اور جو مالِ حرام باپ نے غصب کیا یا چوری کیا یا مسلمانوں پر لاگو ظالمانہ ٹیکس میں سے لیا اسے مالکان کی طرف لوٹا دے جبکہ ان کا علم ہو، نیز دیواروں اور باپ کے گھر کی لکڑی پر جو تصویریں بنی ہوئی ہیں انہیں مٹا دے اور سونے چاندی سے بنے ہوئے برتن توڑ دے تو چونکہ مذکورہ تمام امور کا اس کے باپ کی ذات سے براہ راست کوئی تعلق نہیں برخلاف مارنے اور برا بھلا کہنے کے، اگرچہ ان سے اس کے والد کو اذیت ہوتی ہے اور وہ اس کے سبب ناراض ہوتا ہے لیکن بیٹے کا یہ تمام امور کرنا حق ہے اور باپ کی ناراضی باطل کہ یہ حرام سے محبت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ظاہر قیاس یہ ہے کہ بیٹے کے لئے نہ صرف اس اِحْتِسَاب کا حق ثابت کیا جائے بلکہ ضروری قرار دیا جائے۔ البتہ! اس سلسلے میں برائی اور باپ کی اذیت و ناراضی کی مقدار کی طرف نظر کی جائے، اگر برائی زیادہ ہو اور باپ کی ناراضی معمولی ہو، مثلاً جس کو غصہ کم آتا ہو اس کی شراب کو بہا دینا، یہ صورت تو ظاہر ہے کہ اس میں نَہی عَنِ الْمُنْکَر کیا جائے گا اور اگر برائی زیادہ فاحش نہ ہو مگر ناراضی زیادہ ہو جیسے کسی کے پاس بُلُور (شیشہ سے سخت ایک چمکیلا جوہر) یا شیشے کے برتن جانور کی صورت میں بنے ہوئے ہوں ظاہر ہے کہ اس برائی میں اس درجے کی قباحت نہیں ہے جس درجے کی قباحت شراب میں ہے اور انہیں توڑنے میں کثیر مال ضائع کرنا ہے تو یہ وہ صورت ہے جس میں غصہ زیادہ اور برائی کم ہے، ایسی صورت میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ بیٹے کے لئے باپ کو سخت کلامی، مارنے اور زبردستی باطل چھڑوانے کا حق حاصل نہیں حالانکہ قرآن وحدیث میں اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کا حکم بغیر کسی تخصیص کے وارد ہوا ہے؟ اور جو ان کو اُف کہنے اور ایذا دینے سے منع کیا گیا ہے تو وہ ان کے ساتھ خاص ہے جو برے کاموں کا ارتکاب نہیں کرتے۔

جواب: بعض صورتوں میں شریعت نے باپ کو مستثنیٰ رکھا ہے۔ چنانچہ، اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ جلاد حدِّ زنا میں اپنے باپ کو قتل نہیں کر سکتا ہے، نہ ہی اس پر حد قائم کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے کافر باپ کو قتل کر سکتا ہے بلکہ اگر باپ اس کا ہاتھ کاٹ دے تو باپ پر قصاص لازم نہیں ہو گا اور نہ ہی بیٹا اس کے عوض باپ کو اذیت دے سکتا ہے۔ اس سلسلے میں کثیر احادیث مروی ہیں، جن میں سے بعض تو بالاجماع ثابت ہیں، لہٰذا جب کسی سابقہ جرم کی وجہ سے بیٹے کے لئے جائز نہیں کہ بطورِ سزا باپ کو اذیت پہنچائے تو مستقبل میں کسی متوقع جرم کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ ایذا دینا ناجائز ہو گا۔ یہی ترتیب غلام و آقا اور شوہر و بیوی کے درمیان بھی جاری ہو گی کیونکہ غلام اور بیوی حق کے لازم ہونے میں بیٹے کے قریب قریب ہیں اگرچہ غلام پر آقا کا حق شوہر پر بیوی کے حق کے مقابلے میں زیادہ مؤکد ہے لیکن حدیث پاک میں ہے: ”لَوْجَازَ السُّجُوْدُ لِمَخْلُوْقٍ لَّاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا یعنی اگر مخلوق میں کسی کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے۔“[1] یہ حدیثِ پاک شوہر کے حق کی تاکید پر دلالت کرتی ہے۔

جہاں تک رعایا کا بادشاہ کے ساتھ معاملہ ہے تو یہ بیٹے کے معاملے سے زیادہ نازک ہے، رعایا کو صرف بادشاہ کو امرِ حق بتانے اور وعظ و نصیحت کے ذریعے سمجھانے کا حق حاصل ہے اور تیسرا مرتبہ (یعنی اسے برا بھلا کہنا) محلِ نظر ہے اور جہاں تک اس کے خزانے پر حملہ کر کے مال لے لینے اور اسے مالکان کی طرف لوٹا دینے، نیز اس کے ریشمی ملبوسات کی سلائی ادھیڑ دینے اور اس کے گھر میں موجود شراب کے برتنوں کو توڑ دینے کا تعلق ہے تو اس سے بادشاہ کی ہیبت کم ہو جائے گی اور رعب ختم ہو جائے گا اور یہ ممنوع ہے۔ اس سلسلے میں نہی

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ، ۲/ ۳۸۶، الحدیث: ۱۱۶۲، بتغیر قلیل

وارد ہوئی ہے[1] جس طرح برائی کو دیکھ کر خاموش رہنے کے بارے میں بھی نہی وارد ہوئی ہے۔ چونکہ ایسی صورت میں دو ممنوع کاموں میں تعارض آگیا ہے، لہٰذا یہ معاملہ غور و فکر کے سپرد کیا جائے گا۔ چنانچہ ایسی صورت میں برائی کی شدت اور بادشاہ پر چڑھائی کرنے کی وجہ سے اس کی حشمت کے گرنے کی مقدار کو دیکھا جائے پھر فیصلہ کیا جائے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کے متعلق کوئی قاعدہ بیان کرنا (احوال، اشخاص، مواقع اور زمانے کے اختلاف کی وجہ سے) ممکن نہیں۔

جہاں تک شاگرد اور اُستاذ کا تعلق ہے تو ان کا معاملہ آپس میں ہلکا ہے کیونکہ قابلِ احترام وہی استاذ ہے جو دینی علم کا فائدہ پہنچائے اور جو عالِم اپنے علم پر عمل نہ کرے اس کا کوئی احترام نہیں تو شاگرد کے لئے جائز ہے کہ جو علم اس نے استاذ سے سیکھا ہے اسی کے مطابق استاذ کے ساتھ معاملہ کرے۔ مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے سوال کیا گیا کہ بیٹا اپنے باپ کو کیسے اَمْرٌبِالْمَعْرُوْف کرے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”جب تک باپ کو غصہ نہ آئے اسے وعظ و نصیحت کرتا رہے، جب اسے غصہ آئے تو خاموش ہو جائے۔“

پانچویں شرط:

اِحْتِسَاب پر قادر ہونا: یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو شخص اَمْرٌبِالْمَعْرُوْف سے عاجز ہو اس پر دل سے برا جاننا ہی واجب ہے کیونکہ جو شخص بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتا ہے وہ اس کی نافرمانی کو ناپسند اور برا سمجھتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”اپنے ہاتھوں سے کفار کے ساتھ جہاد کرو اور اگر ان کے سامنے صرف ناک منہ چڑھا سکو تو یہی کرو۔“[2]

جان لیجئے! اَمْرٌبِالْمَعْرُوْف کے وجوب کا ساقط ہونا حسی طور پر عاجز ہونے پر ہی موقوف نہیں بلکہ کسی

---

[1]...سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب رقم: ۴۷، ۴/ ۹۶، الحدیث: ۲۲۳۱

[2]... الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، الحدیث: ۱۳۷۷، ص ۴۸۵، الکفار: بدلہ: المنافقین

ناپسندیدہ امر کے پہنچنے کا خوف بھی اس میں داخل ہے اور یہ بات بھی عِجز کے معنی میں ہے، یونہی جب کسی ناپسندیدہ امر کے پہنچنے کا خوف تو نہ ہو لیکن یہ بات معلوم ہو کہ برائی سے روکنا کچھ نفع نہیں دے گا، تو ان دونوں امور کا لحاظ کیا جائے تو احتساب کی چار حالتیں ہوتی ہیں:

❀...**پہلی حالت:** یہ ہے کہ اس میں دونوں معنی جمع ہو جائیں یعنی وہ یہ جانتا ہو کہ اس کے کلام سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور اگر کلام کرے گا تو اسے مار پڑے گی، اس صورت میں اس پر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهِی عَنِ الْمُنْکَر کرنا واجب نہیں بلکہ بعض صورتوں میں تو حرام ہے۔ البتہ! اس پر یہ لازم ہے کہ برائی والی جگہوں پر نہ جائے اور ان سے جدا ہو کر اپنے گھر پر رہے تاکہ برائیوں کو نہ دیکھ پائے اور کسی ضروری کام کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ شہر کو چھوڑنا اور ہجرت کر جانا اس پر واجب نہیں مگر جب اسے فساد پر مجبور کیا جائے اور ظلم و برائیوں میں بادشاہ کی موافقت کرنے پر دباؤ ڈالا جائے تو ایسی صورت میں اگر وہ شہر چھوڑنے کی قدرت رکھتا ہے تو اس پر ہجرت کرنا واجب ہے کیونکہ جو شخص شہر چھوڑنے کی قدرت رکھتا ہے اس کے لئے کسی کا مجبور کرنا بہانہ نہیں بن سکتا۔

❀...**دوسری حالت:** یہ ہے کہ مذکورہ دونوں معنی نہ پائے جائیں یعنی اسے معلوم ہو کہ اس کے قول و فعل سے برائی ختم ہو جائے گی اور اسے کوئی ناپسندیدہ امر بھی نہیں پہنچے گا تو اس پر برائی سے منع کرنا واجب ہے، یہ قدرتِ مطلقہ کی صورت ہے۔

❀...**تیسری حالت:** یہ ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ اس کے منع کرنے سے فائدہ نہیں ہو گا لیکن اسے کسی ناپسندیدہ امر کے پہنچنے کا ڈر بھی نہیں تو فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس پر برائی سے منع کرنا واجب نہیں لیکن شعارِ اسلام کے اظہار اور لوگوں کو دینی امور سے آگاہ کرانے کے لئے اس پر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنا مستحب ہے۔

❀...**چوتھی حالت:** یہ حالت تیسری حالت کے برعکس ہے یعنی اسے معلوم ہو کہ برائی سے منع کرنے کی وجہ سے اسے کوئی ناپسندیدہ امر پہنچے گا لیکن اس کے فعل کی وجہ سے برائی ختم ہو جائے گی جیسے قدرت ہوتے

ہوئے کسی فاسق کی شراب کی بوتل کو پتھر مار کر توڑ دینا، اس کی شراب بہا دینا یا کسی کے ہاتھ سے سارنگی لے کر فوراً توڑ دینا تاکہ برائی کا سدِّباب ہو جائے مگر اسے یہ معلوم ہے کہ وہ شخص آکر اس کی پٹائی کرے گا تو اس صورت میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف واجب ہے نہ حرام بلکہ مستحب ہے۔ اس پر وہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے جسے ہم نے "ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنے" کی فضیلت میں ذکر کیا ہے۔ مگر یہ مقام خطرے سے خالی نہیں۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "میں نے بنو امیہ کے ایک خلیفہ سے کوئی بات سنی تو اسے اس سے منع کرنے کا ارادہ کیا اور میں جانتا تھا کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا لیکن مجھے قتل کے خوف نے منع کرنے سے نہیں روکا بلکہ اس وجہ نے باز رکھا کہ یہ معاملہ لوگوں کے مجمع میں ہوا تھا تو مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں لوگوں کو دکھانے کے لئے میں اپنی بات کو مُزَیَّن کرنے میں نہ پڑ جاؤں اور اپنے اس فعل میں اخلاص کے بغیر ہی قتل کر دیا جاؤں۔"

ایک سوال اور اس کا جواب:

(اگر یہ بات ہے) تو پھر اس فرمانِ باری تعالیٰ: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۛ (پ۲، البقرۃ: ۱۹۵، ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔) کا کیا معنیٰ ہو گا؟ اس کا **جواب** یہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اکیلے مسلمان کے لئے کفار کی صف پر حملہ کرنا اور ان سے قتال کرنا جائز ہے اگرچہ جانتا ہو کہ شہید کر دیا جائے گا۔ بسا اوقات یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ طریقہ مذکورہ آیت کے خلاف ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔ چنانچہ،

اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنے سے مراد:

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اکیلے کفار کی صف پر حملہ کرنا آیت کے مضمون "اَلتَّهْلُكَةِ (یعنی ہلاکت میں پڑنے)" میں داخل نہیں ہے بلکہ ہلاکت میں پڑنا یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں مال خرچ کرنا ترک کر دیا جائے یعنی جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں مال خرچ نہیں کرتا تو وہ خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا براء بن عازب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ہلاکت میں پڑنا یہ ہے کہ انسان کوئی گناہ کرے پھر کہے میری توبہ قبول نہیں ہوگی۔

حضرت سیِّدُنا عبیدہ بن عمرو سلمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ہلاکت میں پڑنا یہ ہے کہ آدمی کوئی گناہ کرے پھر اس کے بعد کوئی نیکی نہ کرے حتی کہ ہلاک ہو جائے۔

چنانچہ، جب تنہا شخص کا کافروں کی جماعت سے لڑنا جائز ہے جبکہ اسے یقین ہو کہ اسے شہید کر دیا جائے گا تو اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف و نَہِی عَنِ الْمُنْکَر کے سلسلے میں بھی یہ جائز ہے لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کفار پر حملہ کرنا کچھ فائدہ نہیں دے گا جیسے کوئی اندھا یا عاجز شخص خود کو کفار کی صف میں ڈال دے تو یہ حرام اور مذکورہ آیت کے عموم میں داخل ہے۔ اکیلے کفار پر پیش قدمی کرنا صرف اس وقت جائز ہے جب کہ جانتا ہو کہ کفار کو واصلِ جہنم کرتے ہوئے شہید ہو جائے گا یا اس کی جرأت دیکھنے سے کفار کی ہمت ٹوٹ جائے گی اور باقی مسلمانوں کے بارے میں بھی وہ یہی خیال کریں گے کہ انہیں ہم سے کوئی ڈر نہیں بلکہ وہ شہادت کو پسند کرتے ہیں، یوں کفار کا رعب و دبدبہ ٹوٹ جائے گا۔

اسی طرح اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف و نَہِی عَنِ الْمُنْکَر کرنے والے کے لئے بھی جائز ہے بلکہ مستحب ہے کہ خود کو مار پیٹ اور قتل کے لئے پیش کر دے جبکہ اس کے اَمْرِ بِالْمَعروف کی وجہ سے برائی ختم ہو جائے یا فاسق کا رعب ٹوٹ جائے یا دین داروں کے دلوں کو تقویت ملے۔ مگر جب کسی فاسق کو دیکھے کہ غالب ہے اور اس کے پاس تلوار اور ہاتھ میں شراب کا پیالہ ہے اور اسے اس بات کا یقین ہے کہ اس کے منع کرنے کے باوجود وہ ضرور شراب پیئے گا اور ساتھ ہی ساتھ اس کی گردن بھی مار دے گا تو اس صورت میں برائی سے منع کرنے کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی اور یہ عین ہلاکت ہے۔ کیونکہ برائی سے منع کرنے کا مقصد تو یہ ہے کہ اس کا کوئی دینی فائدہ ظاہر ہو اور اس کے بدلے وہ اپنی جان کا فدیہ پیش کرے لیکن بغیر کسی فائدے کے خود کو ہلاکت پر پیش کر دینے کے جواز کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی بلکہ ایسی صورت تو حرام معلوم ہوتی ہے۔ برائی سے منع کرنا کسی

کے حق میں تب مستحب ہے جب وہ برائی کو ختم کرنے پر قادر ہو اور اس کے فعل کا کوئی فائدہ بھی ظاہر ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ ایذا اس کی ذات تک محدود ہو اگر معلوم ہو کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی مارا جائے گا تو اس صورت میں برائی سے منع کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ وہ ایک برائی کا ارتکاب کئے بغیر دوسری برائی کو ختم کرنے سے عاجز ہے اور یہ صورت قدرت میں داخل نہیں بلکہ اگر معلوم ہو کہ منع کرنے کی صورت میں وہ برائی تو ختم ہو جائے گی لیکن وہ دوسری برائی کا سبب بنے گا اور جسے منع کیا جا رہا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا ارتکاب شروع کر دے گا تو ایسی صورت میں ظاہر تر بات یہی ہے کہ اسے برائی سے منع کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ مقصود مطلقاً منکراتِ شرعیہ کا خاتمہ کرنا ہے زید یا عمرو کی ذات سے غرض نہیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی انسان کے پاس کوئی حلال مشروب ہے جو نجاست پڑنے کی وجہ سے نجس ہو گیا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص اس کا یہ مشروب بہا دے گا تو اس کا مالک یا اس کی اولاد شراب پینا شروع کر دیں گے کیونکہ ان کے پاس حلال مشروب نہیں ہے تو ایسی صورت میں نجس مشروب کو بہا دینے کا کوئی مقصد نہیں۔ اس صورت میں بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ ایسا فعل کرنے والا برائی کو ختم کرنے والا ہے اور جہاں تک اس کے سبب دوسروں کے شراب پینے کا تعلق ہے تو اس کی ذمہ داری پینے والوں پر عائد ہوتی ہے برائی سے منع کرنے والے پر نہیں، مُحْتَسِب کو اپنا فرض ادا کرنا چاہئے۔ یہ رائے بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ یہ مسئلہ ان فقہی مسائل میں سے ہے جن میں صرف ظن کے ذریعے ہی حکم لگایا جا سکتا ہے، لہٰذا جس برائی کو ختم کیا جا رہا ہے اور جو برائی اس کے نتیجے میں پیدا ہو گی دونوں کے درجات میں فرق کیا جائے کیونکہ اگر کوئی شخص دوسرے کی بکری کو ذبح کرے تاکہ اسے کھائے اور مُحْتَسِب جانتا ہے کہ اگر اسے منع کرے گا تو وہ کسی انسان کو ذبح کر کے کھا جائے گا تو اس صورت میں برائی سے منع کرنا درست نہیں۔ البتہ! اگر یہ صورت ہو کہ ایک شخص کسی انسان کو قتل کرنا چاہتا ہے یا اس کا کوئی عضو کاٹنا چاہتا ہے اور مُحْتَسِب یہ جانتا ہے کہ اگر میں نے اسے قتل یا عضو کاٹنے سے منع کیا تو وہ قتل کے ارادے سے باز آجائے گا

لیکن اس کا مال ضرور چھین لے گا تو ایسی صورت میں منع کرنے کی وجہ بنتی ہے۔یہ وہ باریکیاں ہیں جو غورو فکر کے ذریعے حل ہو سکتی ہیں اور ان تمام صورتوں میں برائی سے منع کرنے والے کو اپنے غورو فکر پر عمل کرنا لازم ہے اور انہی باریکیوں کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جو ان باریکیوں میں غورو فکر نہ کر سکتا ہو اسے صرف انہی صورتوں میں برائی سے منع کرنا چاہئے جو واضح اور معلوم ہوں جیسے شراب پینے، زنا کرنے اور نماز ترک کرنے کی صورت میں اور جن کاموں کا گناہ ہونا دوسرے افعال کی طرف نسبت کرنے سے معلوم ہو اور اس میں غورو فکر کرنے کی حاجت ہو تو جو غورو فکر نہ کر سکتا ہو اگر اس میں غور وخوض کرے گا تو درستی اور اصلاح کے بجائے بگاڑ پیدا کرے گا، لہٰذا ایسی صورت میں ایسے کو اِحتِسَاب کا اختیار نہیں۔یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے اِحتِسَاب کے لئے حاکم کی اجازت کی قید لگائی ہے کیونکہ بسا اوقات اِحتِسَاب کا کام وہ شخص سر انجام دیتا ہے جو علم اور دین داری کی کمی کی وجہ سے اس کا اہل نہیں ہوتا تو اس کی وجہ سے طرح طرح کے بگاڑ پیدا ہوتے ہے، اس کی وضاحت اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ عنقریب کی جائے گی۔

چند سوالات اور ان کے جوابات:

❀...**سوال:** آپ نے یہ تو بیان کر دیا کہ تکلیف پہنچنے یا اَمْر بِالْمَعْرُوْف و نَہی عَنِ الْمُنْکَر کے مفید نہ ہونے کا یقینی علم ہو تو احتساب نہ کیا جائے لیکن اگر علم کے بجائے ظن (گمان) ہو تو کیا حکم ہو گا؟

❀...**جواب:** ان مسائل میں ظنِّ غالب علم ہی کے معنی میں ہے اور ان دونوں میں فرق اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب ظنِّ غالب اور علم ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو اس وقت علم یقین کو ظنِّ غالب پر ترجیح دی جائے گی اس کے علاوہ بعض دوسرے مقامات پر بھی ظنِّ غالب اور علم یقین میں فرق کیا جاتا ہے، لہٰذا جب کسی کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس کے منع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا تو اَمْر بِالْمَعْرُوْف کا وجوب اس سے ساقط ہو جائے گا اور اگر غالب گمان فائدہ نہ ہونے کا ہو لیکن فائدہ ہونے کا بھی احتمال ہو اور اس کے ساتھ ساتھ کسی قسم کی تکلیف پہنچنے کی توقع بھی نہ ہو تو اس وقت اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے واجب ہونے میں اختلاف ہے، ظاہر قول یہ ہے کہ واجب

ہے کیونکہ اس میں نقصان کا اندیشہ نہیں اور فائدہ کی توقع ہے اور اس لئے بھی کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف کا عمومی حکم ہر حالت میں وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور ہم اس عمومی حکم سے تخصیص کرتے ہوئے صرف اس صورت کو مستثنیٰ کرتے ہیں جس میں فائدہ نہ ہونا یا تو اجماع سے معلوم ہو یا پھر قیاسِ ظاہر سے معلوم ہو اور قیاس یہ ہے کہ اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ مقصود وہ شخص ہے جسے اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کیا جارہا ہے تو جب اس کی جانب سے قبولیت کی کوئی امید نہیں تو اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ! اگر کچھ امید ہو تو پھر وجوب ساقط نہیں ہونا چاہئے۔

❀...**سوال:** جب تکلیف پہنچنے کا نہ یقین ہو نہ ہی غالب گمان ہو بلکہ صرف شک ہو یا غالب گمان ہو کہ تکلیف نہیں پہنچے گی لیکن پہنچنے کا بھی احتمال ہو تو ان احتمالات کی وجہ سے کیا اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کا وجوب ساقط ہو جائے گا یا صرف اسی وقت واجب ہو گا جب تکلیف نہ پہنچنے کا یقین ہو یا ہر حال میں واجب ہو گا؟ اسی طرح جب تکلیف پہنچنے کا غالب گمان ہو تو کیا اس وقت وجوب ساقط ہو جائے گا؟

❀...**جواب:** جب تکلیف پہنچنے کا غالب گمان ہو تو اس وقت اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف واجب نہیں اور جب غالب گمان نہ ہو تو واجب ہے محض امکان کے پیشِ نظر وجوب ساقط نہیں ہو گا کیونکہ ہر احتساب میں تکلیف پہنچنے کا امکان ہوتا ہے اور اگر تکلیف پہنچنے کا شک ہو اور دوسری جانب کو بھی ترجیح حاصل نہ ہو تو یہ صورت محلِ نظر ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کے بارے میں نصوص عام ہونے کی وجہ سے اصل حکم وجوب ہے اور وجوب اس تکلیف کی وجہ سے ساقط ہو گا جس کے پہنچنے کا غالب گمان ہو یا یقین ہو یہی بات زیادہ ظاہر ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف اس وقت واجب ہوتا ہے جب تکلیف نہ پہنچنے کا یقین یا غالب گمان ہو لیکن اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کو واجب کرنے والی عام نُصُوص کی طرف نظر کرتے ہوئے پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

❀...**سوال:** تکلیف پہنچنے کا خدشہ بہادری اور بزدلی کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، بزدل اور کمزور دل شخص دور کے ضرر کو بھی اتنا قریب خیال کرتا ہے گویا اسے دیکھ رہا ہے، یہ سوچ کر وہ ڈرا سہا رہتا ہے اور بہادر شخص

فطرتی تقاضے کی وجہ سے تکلیف پہنچنے کو بعید خیال کرتا ہے حتی کہ تکلیف پہنچنے کے بعد ہی اس کی تصدیق کرتا ہے، ایسی صورت حال میں کس کا اعتبار کیا جائے گا؟

❀...**جواب:** ایسی صورت میں معتدل طبیعت والے شخص کا اعتبار ہو گا جو سلیمُ الْعَقل، سلیمُ الْمِزاج ہو کیونکہ بزدلی ایک مرض ہے اور وہ دل کا کمزور ہونا ہے اور اس کا سبب طاقت و قوت کی کمی ہے جبکہ بہادری طاقت و قوت کا حد سے زیادہ ہونا اور زیادتی کی وجہ سے حدِ اعتدال سے نکل جانے کا نام ہے اور یہ دونوں چیزیں طبعی نقصان پر دلالت کرتی ہیں کمال صرف اعتدال میں ہے جس کو شجاعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بہادری اور بزدلی بسا اوقات عقل کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی افراط و تفریط کی وجہ سے مزاج میں واقع ہونے والے خلل کی وجہ سے۔ معتدل مزاج شخص بھی بعض اوقات غلطی کر جاتا ہے اور برائی کے مقامات کو نہیں سمجھ پاتا تو اس وقت اس کی بہادری کا سبب اس کی جہالت ہوتی ہے اور کبھی وہ برائی دور کرنے کے طریقوں کو نہیں سمجھ پاتا تو اس وقت اس کی بزدلی کا سبب بھی جہالت ہوتی ہے۔

بسا اوقات آدمی تجربہ اور روز مرّہ کے معاملات کی وجہ سے برائی کے مقامات اور اسے دور کرنے کے طریقوں کو تو جانتا ہے لیکن کمزور دل ہونے کی وجہ سے دیر سے پہنچنے والی برائی بھی اسے پسپا کرنے اور اس کی قوت ختم کرنے میں ایسی اثر انداز ہوتی ہے جیسے فوراً پہنچنے والی برائی معتدل طبیعت رکھنے والے شخص کے حق میں موثر ہوتی ہے، لہٰذا اعتدال سے ہٹ کر کسی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ بزدل شخص پر لازم ہے کہ وہ بزدلی کے اسباب کو بتکلُّف ختم کر کے بزدلی کو ختم کرے اور بزدلی کا سبب جہالت اور کمزوری ہے، جہالت تو تجربے کے ذریعے ختم ہو گی اور کمزوری اس طرح دور ہو گی کہ جس فعل سے ڈرتا ہے اسے بتکلف بار بار کرے حتی کہ وہ اس کی عادت بن جائے۔ جب کوئی طالب علم مناظرہ اور وعظ کی ابتدا کرتا ہے تو کمزوری کی وجہ سے طبیعت اس سے ڈرتی ہے پھر جب وہ بار بار اسے کرتا ہے اور اس کی عادت بنالیتا ہے تو کمزوری اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ اگر کمزوری ناقابلِ زوال ہو اس طرح کہ اس کے دل پر کمزوری غالب آگئی ہو تو ایسے ضعیف کا حکم

اس کے حال کے تابع ہوتا ہے اور یہ ایسے ہی معذور ہو گا جیسے کوئی مریض بعض واجبات کی ادائیگی سے معذور ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک قول کے مطابق جس شخص پر سمندری سفر کرنے میں بزدلی غالب ہو اس پر فرض حج کی ادائیگی کے لئے سمندری سفر کرنا واجب نہیں اور جس کو بحری سفر سے زیادہ خوف نہیں ہوتا اس پر فرض ہے اور یہی صورتِ حال اَمْر بِالْمَعْرُوْف کی ہے۔

❀...**سوال:** تکلیف پہنچنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں کسی انسان کو ایک کلمہ اور کسی کو ایک ضرب کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اور کبھی جسے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کیا جارہا ہے اس کا غیبت کے ذریعے زبان درازی کرنا باعثِ تکلیف ہوتا ہے اور جو شخص بھی اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرتا ہے اس کو کسی نہ کسی طرح کی تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ، کبھی بادشاہ کے پاس اس کی چغلی کی جاتی ہے یا لوگوں کے سامنے اس پر طعن کیا جاتا ہے جس کے باعث اسے تکلیف پہنچتی ہے، تو ایسی صورت حال میں جس تکلیف کی وجہ سے اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَهِی عَنِ الْمُنْکَر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اس کی حد کیا ہو گی؟

❀...**جواب:** اس میں گہری نظر کی ضرورت ہے کیونکہ تکلیف کی مختلف صورتیں ہیں، ہم انہیں یکجا کرنے اور ان کی حد بندی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تکلیف مقصود کے مخالف ہوتی ہے اور دنیا میں مخلوق کے مقاصد چار ہوتے ہیں: (۱) نفس میں علم مقصود ہوتا ہے، (۲) بدن میں صحت و تندرستی، (۳) مال میں کثرت اور (۴) لوگوں کے دلوں میں اپنی قدر و منزلت مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ علم، صحت و تندرستی، کثرتِ مال اور قدر و منزلت مقاصد ٹھہرے۔

قدر و منزلت سے مراد لوگوں کے دلوں کا مالک ہونا ہے جیسے مالداری کا معنی درہم و دینار کا مالک ہونا ہے کیونکہ لوگوں کے دل اغراض تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتے ہیں جیسے درہم و دینار کا مالک ہونا اغراض تک پہنچے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ عنقریب قدر و منزلت کی وضاحت اور اس کی طرف طبیعت کے مائل ہونے کی وجہ مُہلِکات کے بیان میں آئے گی۔

ان چاروں مقاصد میں سے ہر ایک کو انسان اپنے لئے، اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاص احباب کے لئے طلب کرتا ہے اور ان چاروں مقاصد کے سلسلے میں دو چیزیں تکلیف دیتی ہیں: (۱) جو چیز حاصل اور موجود ہے اس کا ختم ہو جانا۔ (۲) جس چیز کی توقع ہے اور فی الحال وہ موجود نہیں اس کے حصول کی امید ختم ہو جانا، لہٰذا تکلیف دو ہی صورتوں میں ہو گی، حاصل اور موجود چیز کے ختم ہونے کی صورت میں یا جس چیز کی توقع ہے اس کے نہ ملنے کی صورت میں۔ متوقع چیز سے مراد وہ چیز ہے جس کا حصول ممکن ہو اور جس کا حصول ممکن ہو گویا وہ حاصل ہے اور اس کے امکان کا فوت ہو جانا گویا اس کے حصول کا فوت ہو جانا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تکلیف کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ”متوقع چیز کے حاصل نہ ہونے کا اندیشہ“:

اس صورت میں اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے ترک کرنے کی بالکل بھی رخصت نہیں ہونی چاہئے۔ ہم اس کی مثال چار مقاصد کے ضِمن میں بیان کریں گے:

❀...**علم کی مثال:** کوئی شخص اپنے استاذ کے قریبی کو اس ڈر سے اَمْر بِالْمَعْرُوْف نہ کرے کہ وہ استاذ سے میری برائی کرے گا یوں میں علم حاصل کرنے سے محروم ہو جاؤں گا۔

❀...**صحت کی مثال:** کوئی شخص طبیب کے پاس جائے اور اسے ریشم پہنے ہوئے پائے لیکن اس خوف سے اسے منع نہ کرے کہ وہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنے کی وجہ سے میرا علاج نہیں کرے گا جس کی وجہ سے میں مُتَوَقَّع تندرستی سے محروم ہو جاؤں گا۔

❀...**مال کی مثال:** بادشاہ، اس کے ساتھیوں کو اور ان کو اَمْر بِالْمَعْرُوْف نہ کرنا جو اس کی مالی معاونت کرتے ہیں اس اندیشہ سے کہ کہیں وہ مستقبل میں اس کا وظیفہ اور اس کی غم خواری ترک نہ کر دیں۔

❀...**قدر و منزلت کی مثال:** جس شخص سے مستقبل میں مدد یا جاہ و منزلت ملنے کی توقع ہے اسے اس خوف کی وجہ سے اَمْر بِالْمَعْرُوْف نہ کرنا کہ جاہ و منزلت حاصل نہیں ہو گی یا جس بادشاہ کی طرف سے حکمرانی ملنے کی

توقع ہو اسے اس خوف سے اَمْر بِالْمَعْرُوْف نہ کرنا کہ بادشاہ کی نظر میں برا بن جائے گا۔

یہ تمام باتیں اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے وجوب کو ساقط نہیں کرتیں کیونکہ ان میں اضافی فوائد نہ ملنے کا خوف ہے اور ان اضافی فوائد کا حصول نہ ہونے کو مجازاً ضرر سے تعبیر کیا گیا ہے، ضررِ حقیقی صرف یہ ہے کہ جو چیز حاصل ہے وہ فوت ہو جائے۔

لہٰذا اَمْر بِالْمَعْرُوْف کا وجوب حاجت کے وقت ہی ساقط ہو گا جبکہ وہ حاجت ایسی ہو کہ اس کے فوت ہونے سے لازم آنے والی خرابی اس خرابی سے زیادہ ہو جو برائی دیکھ کر خاموش رہنے سے لازم آئے۔ مثلاً

❀...**بدن سے متعلق حاجت کی مثال:** کوئی شخص اپنی موجودہ بیماری کی وجہ سے طبیب کا محتاج ہو اور اس طبیب کے علاج معالجے کی وجہ سے صحت کا مُنْتَظِر ہو اور اسے علم ہو کہ اگر دیر کرے گا تو بڑھ جائے گی اور تا دیر رہنے والا مرض بسا اوقات موت کا سبب بن جاتا ہے۔ علم سے ہماری مراد وہ غالب گمان ہے جس کی وجہ سے پانی کا استعمال ترک کرنا اور تَیَمُّم کی طرف عدول کرنا جائز ہو جاتا ہے تو جب اس کا غالب گمان اس حد کو پہنچ جائے تو کچھ بعید نہیں کہ اسے اَمْر بِالْمَعْرُوْف ترک کرنے کی رخصت ہو۔

❀...**علم سے متعلق حاجت کی مثال:** کوئی شخص اہم دینی امور سے لاعلم ہے اور سیکھنے کے لئے صرف ایک استاذ پاتا ہے دوسرے استاذ کی طرف سفر کر کے جانے کی استطاعت نہیں اور یہ جانتا ہے کہ جسے برائی سے روکنا ہے وہ استاذ کا قریبی ہے اور استاذ کو تعلیم دینے سے روک سکتا ہے تو ایسی صوت میں دو ممنوعہ امور جمع ہو رہے ہیں کہ اہم دینی امور سے جاہل رہنا بھی ممنوع ہے اور برائی پر خاموش رہنا بھی، لہٰذا ایسی صورت میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا کچھ بعید نہیں، برائی زیادہ بڑی ہو تو احتساب (یعنی برائی سے روکنے) کو ترجیح دی جائے اور اگر دینی امور کی حاجت شدید ہو تو ترکِ احتساب کو ترجیح دی جائے۔

❀...**مال میں حاجت کی مثال:** کوئی شخص کمانے اور سوال کرنے سے عاجز ہو اور توکُّل بھی قوی درجے کا نہ رکھتا ہو اور ایک شخص کے علاوہ اس پر خرچ کرنے والا بھی کوئی نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر یہ اسے

اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرے گا تو وہ اس کا خرچہ بند کر دے گا جس کی وجہ سے یہ حرام طریقے سے رزق حاصل کرنے پر مجبور ہو جائے گا یا پھر بھوک سے مر جائے گا، اس صورت میں جب معاملہ بہت زیادہ سخت ہو تو کوئی بعید نہیں کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف نہ کرنے کی رخصت ہو۔

❀... **حصولِ جاہ و منزلت میں حاجت کی مثال:** کوئی شریر شخص تکلیف دیتا ہے اور یہ اس کے شر کو صرف جاہ و منزلت سے ہی دور کر سکتا ہے جو اسے بادشاہ سے حاصل ہو گا اور بادشاہ تک صرف ایک شخص کے ذریعے سے پہنچ سکتا ہے جو ریشمی لباس پہنتا یا شراب پیتا ہے، اگر یہ اسے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرے گا تو وہ اس کا ذریعہ و وسیلہ نہیں بنے گا جس کی وجہ سے اس کے لئے جاہ و منزلت کا حصول ناممکن ہو جائے گا اور یہ ہمیشہ اس شریر کی طرف سے تکلیف میں رہے گا۔

اس طرح کی حاجتیں وجوب ساقط ہونے کا سبب بن سکتی ہیں لیکن اس سلسلے میں حکم کا دارومدار نیکی کی تلقین اور برائی سے منع کرنے والے پر ہے کہ وہ اس بارے میں اپنے دل سے فتویٰ طلب کرے اور دونوں ممنوعات کا ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ کرے اور پھر دینی نقطۂ نظر سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے خواہش اور طبیعت کے مطابق ترجیح نہ دے۔

مُدارات اور مُداہنت میں فرق:

دینی نقطۂ نظر سے ان امور کو ترجیح دینے اور خاموش رہنے کا نام مُدارات ہے اور خواہشِ نفس کی وجہ سے خاموش رہنے کا نام مُداہَنت ہے۔

یہ باطنی امر ہے جس پر باریک بینی سے ہی مطلع ہوا جا سکتا ہے جبکہ چھان بین کرنے والا گہری نظر رکھتا ہو، لہٰذا اس معاملے میں ہر دین دار پر لازم ہے کہ اپنے دل کی طرف توجہ رکھے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خاموش رہنے کی وجہ جانتا ہے اور اس بات پر بھی مطلع ہے کہ اس کی خاموشی کی وجہ دین ہے یا خواہشِ نفس اور عنقریب ہر جان اپنے کئے ہوئے اچھے اور برے اعمال کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بغیر کسی کمی کے پائے گی اگرچہ

وہ دل کی توجہ یا آنکھ کا جھپکنا ہی ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

دوسری قسم: "موجود چیز کا ختم ہو جانا":

یہ درحقیقت تکلیف ہے اور سوائے علم کے باقی امور میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف سے خاموش رہنے کے جواز میں معتبر ہے، علم میں معتبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علم اپنی کوتاہی سے ہی فوت ہو سکتا ہے کوئی دوسرا اسے سلب نہیں کر سکتا جبکہ صحت و تندرستی اور مال و دولت دوسرے کے ذریعے سلب ہو سکتی ہے۔ یہ علم کی فضیلت ہے کہ علم دنیامیں ہمیشہ باقی رہتا ہے اور آخرت میں ہمیشہ اس کا ثواب رہے گا اور یہ کبھی بھی ختم نہیں ہو گا۔

❀...**صحت و تندرستی کا فوت ہونا:** یہ دونوں مار پڑنے کے سبب فوت ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ، ہر وہ شخص جسے معلوم ہو کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنے کی صورت میں ایسی دردناک مار پڑے گی جس کی وجہ سے اسے تکلیف پہنچے گی تو اس پر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنا واجب نہیں اگرچہ استحباب باقی رہے گا جیسا کہ یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، لہٰذا جب دردناک تکلیف پہنچنے کی صورت میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف ترک کرنے کی رخصت ہے تو زخم پہنچنے، عضو کاٹے جانے اور قتل کرنے میں تو بدرجہ اولیٰ رخصت ہو گی۔

❀...**مال کا فوت ہونا:** مثلاً کسی شخص کو معلوم ہو کہ اگر وہ فلاں کو نیکی کی دعوت دے گا تو وہ اسے لوٹ کر اس کا گھر ویران کر دے گا اور اس کے کپڑے چھین لے گا، ایسی صورت میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کا وجوب ساقط ہو جائے گا لیکن استحباب باقی رہے گا کیونکہ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ دین پر دنیا کو قربان کر دیا جائے۔

مارنے اور لوٹنے میں سے ایک درجہ کمی کا ہے جو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کے وجوب کو ساقط کرنے میں معتبر نہیں ہے جیسے مال میں سے ایک دانہ چھیننا اور مارنے میں ہلکا سا طمانچہ لگانا اور ایک درجہ زیادتی کا ہے جس کا معتبر ہونا یقینی طور پر معلوم ہے اور ان دونوں درجوں کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ غور و فکر کا مقام ہے، دین دار پر لازم ہے کہ اس بارے میں دین کو ترجیح دے۔

❀...**قدر و منزلت کا فوت ہونا:** قدر و منزلت کا فوت ہونا یہ ہے کہ مار تو دردناک نہ ہو مگر لوگوں کے مجمع

میں گالیاں دی جائیں گی یا اس کے گلے میں رومال ڈال کر شہر میں گھمایا جائے گا یا اس کا چہرہ کالا کر کے شہر میں گھمایا جائے گا، ان صورتوں میں مار تو ایسی نہیں ہوتی جس سے بدن کو درد پہنچے لیکن یہ قدر و منزلت کے سلسلے میں اثر انداز ہوتی ہے اور دلی تکلیف کا باعث بنتی ہے۔اس کے بھی کئی درجات ہیں درست یہ ہے کہ اسے دو قسموں میں تقسیم کیا جائے:

پہلی قسم: جس سے مروت ختم ہو جائے۔ مثلاً اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنے کی صورت میں اسے ننگے سر اور ننگے پاؤں شہر میں گھمایا جائے گا تو اس صورت میں اسے اَمْر بِالْمَعْرُوْف نہ کرنے کی رخصت ہو گی کیونکہ شریعت میں اپنی عزت کے تحفظ کا حکم دیا گیا ہے اور یہ سزا دل کو ایسی تکلیف پہنچاتی ہے جس کا درد مارنے اور چند درہموں کے فوت ہونے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

دوسری قسم: جس میں جاہ و منزلت کا زوال ہو۔ مثلاً عمدہ لباس پہننا محض خوبصورتی ہے، اسی طرح گھوڑوں پر سوار ہونا بھی ایک اضافی چیز ہے، اگر وہ یہ سوچے کہ اسے نیکی کی دعوت دینے کے لئے معمولی کپڑے پہن کر بازار میں پیدل چلنا پڑے گا حالانکہ اس کی عادت عمدہ کپڑے پہننے اور سواری پر جانے کی ہے تو یہ تمام چیزیں اضافی ہیں جو شریعت کو مطلوب نہیں جبکہ مروّت کی حفاظت کرنا شریعت کو مطلوب ہے، لہٰذا قدر و منزلت کی اس قسم کے سبب اَمْر بِالْمَعْرُوْف کا وجوب ساقط نہیں ہونا چاہئے۔

اسی حکم میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ اگر اسے یہ خوف ہو کہ جسے وہ نیکی کی دعوت دے رہا ہے وہ زبان کے ذریعے اسے تکلیف پہنچائے گا یوں کہ اس کی موجودگی میں اسے جاہل، احمق، ریاکار اور منافق کہے گا یا پھر اس کی غیر موجودگی میں مختلف طرح کی غیبت کرے گا تو اس سے بھی نیکی کی دعوت دینے کا وجوب ساقط نہیں ہو گا کیونکہ اس میں صرف جاہ و منزلت جیسی اضافی چیزوں کا زوال پایا جاتا ہے جن کی کوئی بڑی حاجت نہیں ہوتی۔ چنانچہ، اگر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت، کسی فاسق کی غیبت یا اس کے گالی دینے یا ڈانٹ ڈپٹ کرنے یا لوگوں کے دلوں سے قدر و منزلت نکل جانے کے خوف سے نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے

منع کرنے کو ترک کر دیا جاتا تو پھر سرے سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف واجب ہی نہ ہوتا کیونکہ نیکی کی دعوت میں اس طرح کی باتیں تو ہوتی ہیں۔ البتہ! جب معاملہ کسی کو غیبت سے باز رکھنے کا ہو اور وہ جانتا ہو کہ منع کرنے سے وہ باز تو نہیں آئے گا لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اس کی غیبت بھی شروع کر دے گا تو ایسی صورت میں نیکی کی دعوت دینا حرام ہے کیونکہ ایسی دعوت دینا گناہ میں زیادتی کا سبب ہے اور اگر معلوم ہو کہ وہ اُس شخص کی غیبت تو ترک کر دے گا لیکن اِس کی غیبت شروع کر دے گا تو ایسی صورت میں برائی سے منع کرنا واجب نہیں کیونکہ غیبت کرنے والے کے حق میں اس کی غیبت کرنا بھی گناہ ہے لیکن اس کے لئے بہر حال یہ فعل مستحب ضرور ہے کہ اپنی عزت پر اپنے بھائی کی عزت کو ترجیح دے اور اس پر اپنی عزت کو قربان کر دے۔

دلائل کا عموم نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے وجوب کی تاکید اور اس سے خاموش رہنے کی صورت میں بہت بڑے خطرے پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا اس کے مقابل بھی وہی بات معتبر ہو گی جو دین میں کسی بڑے خطرے کی باعث ہو۔ معلوم ہوا کہ مال، جان اور مروّت کا خطرہ شریعت میں معتبر ہے جبکہ جاہ و حشمت کی زیادتی، آرائش و زیبائش کے درجات اور مخلوق سے تعریف کا طالب ہونے کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔ جہاں تک اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کو تکلیف پہنچنے کے ڈر سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف نہ کرنے کی بات ہے تو اس میں شک نہیں کہ دوسرے کو اذیت پہنچنے کی تکلیف اپنے آپ کو اذیت پہنچنے کی تکلیف کے مقابلے میں بہت کم ہوتی ہے لیکن دینی اعتبار سے اس کا درجہ اپنی ذات کو پہنچنے والی تکلیف سے زیادہ ہے کیونکہ اسے اپنے حقوق کے معاملے میں چشم پوشی کرنے کا بھی اختیار ہے لیکن دوسروں کے حق میں چشم پوشی نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں اسے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف سے باز رہنا چاہئے، لہٰذا اگر نیکی کی دعوت دینے کی وجہ سے اس کے عزیز و اقارب کے حقوق گناہ کے طریقے سے فوت ہوں، مثلاً انہیں مارا جائے یا لوٹا جائے تو اس صورت میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کی اجازت نہیں ہو گی کیونکہ ایسی صورت میں ایک برائی سے منع کرنا دوسری برائی کی طرف لے جائے گا اور اگر گناہ کے طریقے سے فوت نہیں ہوتے تو بھی یہ مسلمان کو تکلیف دینا ہے جو بغیر اس کی رضا

کے جائز نہیں۔ اسی طرح جب نیکی کی دعوت دینا کسی قوم کو تکلیف دینے کی طرف لے جائے تو اسے ترک کر دینا چاہئے، مثلاً کسی تارکِ دنیا شخص کے عزیز و اقارب مال دار ہیں اور بادشاہ کو اَمْر بِالْمَعْرُوْف کی وجہ سے اس کو اپنے مال پر تو کوئی خوف نہیں ہے لیکن بادشاہ اس کے رشتہ داروں کو تکلیف پہنچائے گا تاکہ ان کے ذریعے اس سے انتقام لے، لہٰذا جب اَمْر بِالْمَعْرُوْف کی وجہ سے اس کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اَمْر بِالْمَعْرُوْف ترک کر دینا چاہئے کیونکہ جس طرح کسی برائی پر خاموش رہنا ممنوع ہے اسی طرح مسلمان کو تکلیف دینا بھی ممنوع ہے۔ البتہ! اگر ان کو مالی و جانی اَذِیَّت کے بجائے گالی گلوچ کے ذریعے تکلیف پہنچے تو یہ صورت محلِّ نظر ہے۔ اس صورت میں برائی کی شدت اور ممنوع کلام کے دل میں اثر انداز ہونے اور عزت و آبرو مجروح ہونے کے اعتبار سے حکم مختلف ہو گا۔

سوال جواب:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹنا چاہے اور لڑائی کے بغیر اسے روکنا ممکن نہ ہو اور لڑائی میں قتل کی نوبت بھی آسکتی ہو تو کیا اس سے لڑائی کرنی چاہئے؟ اگر آپ کہیں کہ لڑائی کرنی چاہئے تو یہ حیرت کی بات ہے کیونکہ اس صورت میں کسی کو عضو کاٹنے سے روکنے پر قتل کی نوبت بھی آرہی ہے اور قتل کرنے میں اس کا عضو بھی ہلاک کیا جارہا ہے؟

جواب: اسے لڑائی کے ذریعے روکا جائے گا کیونکہ ہماری غرض اس کی جان اور عضو کی حفاظت کرنا نہیں بلکہ مقصد برائی و گناہ کے راستے کو بند کرنا ہے اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے سلسلے میں اس کا مارا جانا گناہ نہیں لیکن اس کا اپنے جسم کے کسی عضو کو کاٹنا گناہ ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی ڈاکو کو مسلمان کا مال لوٹنے سے دور کرنا اگرچہ یہ دور کرنا اس ڈاکو کے قتل تک پہنچادے اس کی بھی ممانعت نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم مسلمان کے مال میں سے چند درہموں پر کسی دوسرے مسلمان کی جان قربان کر رہے ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ مسلمان کا مال لینا گناہ ہے اور اسے گناہ سے باز رکھنے کے لئے قتل کر دینا گناہ نہیں ہے اور مقصود گناہوں سے روکنا ہے۔

سوال: اگر ہمیں معلوم ہو کہ فلاں شخص تنہا ہو گا تو اپنے جسم کا کوئی حصہ کاٹ دے گا تو کیا گناہ کے سدِّباب کے لئے ہمیں اسی وقت اسے قتل کر دینا چاہئے؟

جواب: اس کا اپنے کسی عضو کو کاٹنا یقینی طور پر معلوم نہیں اور گناہ کے وہم کی وجہ سے کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں مگر جب ہم اسے عضو کاٹتا دیکھیں گے تو منع کریں گے اگر وہ ہم سے لڑے گا تو ہم بھی اس سے لڑیں گے اور اس کی جان جانے کی کوئی پروا نہیں کریں گے۔

گناہ کی تین حالتیں:

❀... **پہلی حالت:** یہ ہے کہ وہ گناہ کر چکا ہو، اس کی سزا، حد[1] یا تعزیر[2] ہوتی ہے اور اس کا اختیار حاکم کو ہوتا ہے، عوام کو نہیں۔

❀... **دوسری حالت:** یہ ہے کہ فی الحال گناہ میں مبتلا ہو جیسے کسی کا ریشمی لباس میں ملبوس ہونا، بانسری اور شراب پکڑے ہونا۔ اس صورت میں ممکنہ حد تک گناہ کو دور کرنا واجب ہے جب تک کہ اسے دور کرنے میں اس سے بڑھ کر یا اس کی مثل گناہ کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔ اس طرح کے گناہ سے منع کرنے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔

❀... **تیسری حالت:** یہ ہے کہ برائی مستقبل میں متوقع ہو جیسے کوئی شخص مجلس میں جھاڑو دے کر اسے پھولوں سے آراستہ اور مُزَیَّن کر کے شراب نوشی کے لئے تیار کرے لیکن شراب فی الحال موجود نہ ہو تو اس صورت میں شک ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مانع پیش آ جائے، لہٰذا شراب پینے کا ارادہ کرنے والے کو منع کرنے کا عوامُ النّاس کے پاس سوائے وعظ و نصیحت کے کوئی اختیار نہیں۔ جہاں تک ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور مار کر

1... حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اوس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ (بہار شریعت، ۲/ ۳۶۹)

2... کسی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے اوس کو تعزیر کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۴۰۳)

منع کرنے کا تعلق ہے تو ایسا کرنا نہ صرف عوام کے لئے بلکہ بادشاہ کے لئے بھی جائز نہیں۔ البتہ! جب گناہ کرنا اس کی مستقل عادت ہو اور اس نے وہ سبب اختیار کیا ہے جو اسے گناہ کی طرف لے جائے گا اور گناہ کے ارتکاب میں سوائے انتظار کے کوئی کسر نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں ڈانٹ ڈپٹ کرنا یا مار کر منع کرنا جائز ہے۔ جیسے نوجوان لڑکوں کا عورتوں کے حماموں کے دروازوں پر کھڑے ہونا تاکہ حمام میں آتے اور جاتے وقت ان کو دیکھیں تو اس صورت میں اگرچہ راستہ وسیع ہونے کی وجہ سے تنگ نہ ہوتا ہو لیکن پھر بھی انہیں ان جگہوں میں کھڑے ہونے کی وجہ سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنا اور ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کے ذریعے وہاں کھڑے ہونے سے منع کرنا جائز ہے کیونکہ بغور دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ کھڑا ہونا بذاتِ خود گناہ ہے اگرچہ گناہ کرنے والے کا مقصد اس کے علاوہ کوئی اور ہو۔ مثلاً اجنبیہ کے ساتھ تنہائی فی نفسہٖ گناہ ہے کیونکہ یہ مقامِ تہمت ہے اور تہمت کی جگہ کھڑا ہونا گناہ ہے۔ یہاں جگہ سے مراد وہ جگہ ہے جس میں انسان کے گناہ میں مبتلا ہونے کا اس قدر غالب گمان ہو کہ وہ گناہ سے باز نہ رہ سکے گا۔ ایسی صورت میں منع کرنا متوقع گناہ سے روکنا نہیں ہے بلکہ موجودہ گناہ سے روکنا ہے۔

دوسرا رکن: اس بات کے متعلق جس پر احتساب کیا جائے

اس سے مراد ہر وہ منکر (یعنی برائی) ہے جو فی الحال موجود ہو اور نیکی کی دعوت دینے والے کے لئے بغیر تَجَسُّس کے (یعنی ٹوہ میں پڑے بغیر) ظاہر ہو۔ نیز بغیر اجتہاد کئے اس کا برائی ہونا معلوم بھی ہو۔ یوں احتساب (یعنی اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف) کی چار شرائط ہوں گی:

﴿1﴾...اس فعل کا مُنکَر ہونا:

اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ شریعت کی رو سے وہ کام ممنوع ہو اور ہم نے لفظ "گناہ" سے منکر (برائی) کی طرف عدول اس وجہ سے کیا ہے کیونکہ منکر گناہ سے زیادہ عام ہے۔ اس لئے جب کوئی شخص کسی بچے یا پاگل کو شراب پیتے ہوئے دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی شراب بہا دے اور اسے منع کرے اسی طرح

اگر کسی پاگل شخص کو پاگل عورت یا جانور کے ساتھ بد فعلی کرتے دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اسے منع کرے۔ منع کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس فعل کی صورت بہت بری ہے اور یہ لوگوں کے سامنے ہو رہا ہے بلکہ اگر تنہائی میں بھی کوئی شخص اس برائی کو دیکھے پھر بھی منع کرنا واجب ہے حالانکہ پاگل کے حق میں اس فعل کو گناہ نہیں کہا جاتا اور گناہ گار ہوئے بغیر گناہ کا وجود نا ممکن ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے منکر کا لفظ استعمال کیا ہے کہ یہ لفظ تمام برائیوں پر بھی دلالت کرتا ہے اور گناہ پر بھی۔ ہم نے منکر کے عموم میں صغیرہ و کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں کو داخل کیا ہے، لہٰذا اَمْر بِالْمَعْرُوْف کبیرہ گناہوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ حمام میں شرم گاہ کھولنا، اجنبی عورت کے ساتھ خلوت[1] اور اجنبیہ کو دیکھنا یہ تمام ایسے صغیرہ گناہ ہیں جن سے روکنا واجب ہے اور گناہِ صغیرہ و کبیرہ کے درمیان فرق قابل بحث ہے جو عنقریب ''توبہ کے بیان'' میں آئے گا۔

(2)... مُنکَر فی الحال موجود ہو:

اس شرط سے وہ صورت خارج ہو گئی ''جب کوئی شخص شراب پی کر فارغ ہو چکا ہو'' کیونکہ برائی ہو جانے کے بعد عوام کو اختیار نہیں ہوتا، اسی طرح وہ صورت بھی اس سے خارج ہو گئی کہ ''جب برائی مستقبل میں متوقع ہو'' جیسے کوئی شخص کسی آدمی کی حالت سے یہ جان لے کہ یہ آج رات شراب پینے کا ارادہ رکھتا ہے، ایسی صورت میں وعظ و نصیحت کے ذریعے ہی اسے اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ اپنے ارادہ کا انکار کرے تو اسے وعظ و نصیحت کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنا پایا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے قول میں سچا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے اپنے ارادے پر عمل نہ کر سکے۔

جس باریکی کو ہم نے ذکر کیا ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے، لہٰذا اجنبیہ کے ساتھ تنہائی موجودہ گناہ ہے، اسی طرح عورتوں کے حمام کے دروازے پر کھڑے ہونا اور دیگر وہ چیزیں جو اس کے قائم مقام ہیں وہ بھی موجودہ گناہ کے زُمرے میں آتی ہیں۔

---

[1]... احناف کے نزدیک: اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے۔ (بہار شریعت، ۳/ ۴۴۹)

(3)... نیکی کی دعوت دینے والے پر بغیر تَجَسُّس مُنکَر ظاہر ہو:

ہر وہ شخص جو اپنے گھر میں چھپ کر دروازہ بند کر کے گناہ کا ارتکاب کرے تو اس کے بارے میں تَجَسُّس کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس بارے میں خلیفۂ دُوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم اور حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قصہ مشہور و معروف ہے جسے ہم نے ''صحبت و ہم نشینی کے آداب'' میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح مروی ہے کہ خلیفۂ دُوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ایک شخص کے گھر کی دیوار پر چڑھے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے ناپسندیدہ حالت میں دیکھا، منع کیا تو اس نے عرض کی: امیر المؤمنین! اگر میں نے ایک وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی ہے تو آپ تین وجہ سے اس کی نافرمانی میں مبتلا ہوئے۔ فرمایا: کیسے؟ اس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا (پ۲۶، الحجرات: ۱۲، ترجمۂ کنز الایمان: اور عیب نہ ڈھونڈھو۔) لیکن آپ نے عیب تلاش کیا، مزید فرماتا ہے: وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا (پ۲، البقرۃ: ۱۸۹، ترجمۂ کنز الایمان: اور گھروں میں دروازوں سے آؤ۔) لیکن آپ چھت پر چڑھ کر آئے، نیز یہ بھی ارشاد فرماتا ہے: لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا (پ۱۸، النور: ۲۷، ترجمۂ کنز الایمان: اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔) اور آپ نے سلام نہیں کیا۔ اس پر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے توبہ کی شرط پر چھوڑ دیا۔[1]

یہی سبب تھا کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے برسرِ منبر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے بطورِ مشورہ پوچھا کہ جب حکمران بذاتِ خود کوئی برائی دیکھے تو کیا حد لگا سکتا ہے؟ تو حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: حد کا دار و مدار دو عادل گواہوں پر ہے، ایک گواہ اس میں ناکافی ہے۔

1...جمع الجوامع للسیوطی، مسند عمر بن الخطاب، ۱۲/ ۲۲، الحدیث: ۳۲۳۷، بتغیر قلیل

ہم نے ان روایات کو ”صحبت و ہم نشینی کے آداب“ میں مسلمانوں کے حقوق کے ضمن میں ذکر کر دیا ہے، دوبارہ ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ظہور اور پوشیدگی کی حد کیا ہے؟ **جواب:** جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اس کی دیواروں کی آڑ میں ہو تو محض گناہ کا حال جاننے کے لئے اس کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہونا جائز نہیں۔ البتہ! اگر گھر میں گناہ اس طرح ظاہر ہو رہا ہو کہ باہر والے کو بھی پتا چل جائے جیسے بانسری اور سارنگی کی آواز جب اس طرح بلند ہو کہ گھر کی دیواروں سے تجاوز کر رہی ہو تو سننے والا گھر میں داخل ہو کر آلاتِ لہو و لعب توڑ سکتا ہے، اسی طرح جب نشے میں دُھت افراد کی آوازیں جو ان کے درمیان معروف ہیں اس طرح بلند ہوں کہ راستے میں چلنے والے ان آوازوں کو سنیں تو یہ بھی گناہ کا اظہار ہے جو اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے وجوب کو ثابت کرتا ہے۔ گھر کے اندر ہونے والا منکر (یعنی برا کام) جس طرح آواز سے ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح بو کے ذریعے بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ، جب شراب کی بو پھیلے اور اس بات کا احتمال ہو کہ یہ کوئی حلال شربت ہے تو اسے بہانے کا ارادہ کرنا جائز نہیں اور اگر دلالتِ حال سے معلوم ہو رہا ہو کہ یہ بو شراب پینے کی وجہ سے آرہی ہے تو یہ احتمال کی صورت ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ ایسی صورت میں احتساب کرنا جائز ہے۔

کبھی شراب کی شیشی اور دیگر آلاتِ لہو و لعب آستین یا دامن کے نیچے چھپا لئے جاتے ہیں تو جب کوئی فاسق اس طرح دکھائی دے کہ اس کے دامن کے نیچے کوئی شے ہو تو اس وقت تک اسے کھولنا جائز نہیں جب تک کسی خاص علامت سے ظاہر نہ ہو جائے کیونکہ اس کا فاسق ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کے پاس شراب ہی ہے کیونکہ فاسق شخص کو بھی سِرکہ وغیرہ کی حاجت ہوتی ہے، لہٰذا اس کے چھپانے سے شراب پر استدلال کرنا جائز نہیں اس لئے کہ چھپانے کی بہت ساری اغراض ہوتی ہیں۔ اگر اس کی بو بھی پھیل رہی ہو تو یہ صورت محلِ نظر ہے، ظاہر یہ ہے کہ اسے احتساب کرنے کی اجازت ہے کیونکہ یہ علامت ظنِّ غالب کا فائدہ

دیتی ہے اور اس طرح کے امور میں ظن غالب علم یقینی کا فائدہ دیتا ہے۔ یونہی جب سارنگی کو باریک کپڑے سے چھپایا گیا ہو اور شکل وصورت سے معلوم ہو رہا ہو کہ یہ سارنگی ہے کیونکہ شکل وصورت کا کسی چیز پر دلالت کرنا ایسے ہی ہے جیسے آواز اور بو کی دلالت ہوتی ہے اور جس کی دلالت ظاہر ہو وہ چھپا نہیں رہتا بلکہ ظاہر ہو جاتا ہے اور ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جس کی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پردہ پوشی فرمائی ہم بھی اسے چھپائیں اور جو ہم پر ظاہر ہو اس سے منع کریں۔ اظہار صرف دیکھنے ہی سے نہیں ہوتا بلکہ سننے، سونگنے اور چھونے سے بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اظہار کو دیکھنے کے ساتھ ہی خاص کرنا ضروری نہیں کیونکہ مقصود علم ہے اور چاروں حواس (یعنی سننا، سونگنا، چھونا اور دیکھنا) بھی علم کا فائدہ دیتے ہیں تو جب معلوم ہو جائے کہ کپڑے کے نیچے موجود برتن میں شراب ہے تو اسے توڑنا جائز ہے۔ لیکن اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنے والے کو یہ اختیار نہیں کہ وہ یہ کہے: "مجھے دکھاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ اس میں کیا ہے۔" کیونکہ یہ تَجَسُّس ہے اور تَجَسُّس کا معنی کسی چیز کے بارے میں جاننے کے لئے اس کی علامات کو تلاش کرنا ہے۔ اگر یہ علامات خود بخود حاصل ہو جائیں اور ان سے اس چیز کی پہچان ہو جائے تو پھر بلاشبہ مُقْتَضٰی (یعنی علامات جس کا تقاضا کر رہی ہیں اس) پر عمل کرنا جائز ہے ورنہ رخصت نہیں۔

(4)... مُنکَر کا مُنکَر ہونا بغیر اجتہاد کے معلوم ہو:

ہر وہ شے جس میں اجتہاد کا دخل ہو (اور علمائے مجتہدین کا اختلاف ہو) اس میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کرنا جائز نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شافعی گوہ یا بِجُّو یا ایسے جانور کا گوشت کھا رہا ہو جسے بِسْمِ اللہ پڑھے بغیر ذبح کر دیا گیا ہے تو حنفی کو اس پر اعتراض کرنا جائز نہیں، اسی طرح اگر کوئی حنفی غیر مُسْکِر (نشہ نہ لانے والی) نبیذ پئے یا ذَوِی الْاَرحام کو میراث دے یا اس گھر میں بیٹھے جسے حقِ پڑوس کی وجہ سے بطور شفعہ لیا ہو اور اسی طرح کے دیگر معاملات کر رہا ہو جن میں (احناف اور شوافع کے درمیان) فروعی اختلاف ہو تو کسی شافعی کو اس حنفی پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ البتہ! اگر کوئی شافعی کسی شافعی کو دیکھے کہ وہ نبیذ پیتا ہے اور بغیر ولی کے نکاح کر کے اپنی زوجہ سے ہم بستری کرتا ہے تو یہ صورت محلِ نظر ہے۔

تقلیدِ شخصی لازمی ہے:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرتے ہوئے اسے منع کرنے کی اجازت ہے کیونکہ کوئی عالم اس طرف نہیں گیا کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اور نہ ہی تقلید کے سلسلے میں کسی کے نزدیک یہ جائز ہے کہ مقلد شخص مختلف مسائل میں مختلف علمائے مجتہدین کی پیروی کرے اور تمام مذاہب میں سے اپنے من پسند مسائل چُن لے بلکہ ہر مقلد پر تمام مسائل میں اپنے امام کی پیروی کرنا لازمی ہے۔

امام کی مخالفت منع ہے:

معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت کرنا باتفاقِ علما مُنکَر (برائی) ہے اور اس مخالفت کی وجہ سے مقلد شخص گناہ گار ہوگا۔ یہاں ایک دقیق بات بھی لازم آتی ہے کہ جب کوئی شافعی بغیر ولی کے نکاح کرے تو حنفی اس پر اعتراض کے طور پر کہہ سکتا ہے کہ یہ فعل فی نفسہٖ حق ہے لیکن تمہارے حق میں درست نہیں، لہٰذا تم نے یہ فعل کر کے ایک باطل کام کیا ہے کیونکہ تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا مذہب درست ہے تو جو مذہب تمہارے نزدیک درست ہے اس کی مخالفت کرنا تمہارے حق میں گناہ ہے اگرچہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک درست ہی ہو۔ اسی طرح جب کوئی حنفی گوہ اور اس جانور کے کھانے میں شریک ہو جسے ذبح کرتے وقت بِسۡمِ اللہ نہیں پڑھی گئی تو شافعی اسے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ ان چیزوں کو کھانا صرف حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کے مقلد کے لئے جائز ہے تم ان سے اجتناب کرو کیونکہ یہ چیزیں تمہارے مذہب میں جائز نہیں۔

یہاں ایک مسئلہ زیر بحث آتا ہے جس کا تعلق محسوسات سے ہے۔ مثلاً کوئی بہرہ شخص کسی عورت سے زنا کے ارادے سے جماع کرتا ہے اور مُحْتَسِب (نیکی کی دعوت دینے والے) کو معلوم ہے کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے اس کے باپ نے اس کے بچپن میں ہی اس کا نکاح اس عورت سے کر دیا تھا لیکن وہ بہرہ اس بات کو

نہیں جانتا اور مُحْتَسِب اس کے بہرے ہونے یا اس کی زبان نہ جاننے کی وجہ سے اسے بتانے سے قاصر ہے تو وہ بہرہ اس عورت کو اجنبیہ سمجھ کر جماع کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا اور آخرت میں اس کی وجہ سے عذاب کا حق دار ہو گا۔ ایسی صورت میں مُحْتَسِب عورت کو منع کرے گا باجود یہ کہ وہ عورت اس کی زوجہ ہے اور یہ منع کرنا اس اعتبار سے تو بعید ہے کہ علم الٰہی میں وہ عورت اس کے لئے حلال ہے لیکن اس اعتبار سے قریب ہے کہ اس کی غلطی اور جہالت کی وجہ سے وہ عورت اس پر حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی تین طلاقوں کو مُحْتَسِب کی کسی قلبی صفت یعنی اس کی خوشی یا غصہ وغیرہ پر معلق کرے اور یہ صفت مُحْتَسِب کے دل میں پائی جائے اور وہ میاں بیوی کو یہ بات بتانے سے عاجز ہو لیکن باطن میں طلاق واقع ہونے کا علم رکھتا ہے تو جب وہ انہیں جماع کرتے دیکھے گا تو اس پر زبان سے منع کرنا لازم ہو گا کیونکہ یہ جماع اگرچہ زنا ہے لیکن زانی اس بات کو نہیں جانتا اور مُحْتَسِب کو علم ہے کہ اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔ یہاں وجودِ شرط سے لاعلمی کی بنا پر دونوں کے گناہ گار نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ فعلِ جماع منکر (برائی) بھی نہیں۔ یہ صورت مجنون کے زنا والی صورت سے کم نہیں ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پاگل اگر فعلِ زنا میں مشغول دیکھا جائے تو اسے اس فعل سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ شرعی احکام کا پابند نہیں۔ تو جب اسے اس فعل سے منع کیا جائے گا جو عِنْدَ اللہ منکر ہے اگرچہ فاعل کے نزدیک وہ فعل منکر نہیں اور لاعلمی کے عذر کی وجہ سے وہ گناہ گار بھی نہ ہو تو اس کے عکس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس طرح کہا جائے جو فعل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک منکر نہ ہو لیکن اس فعل کے کرنے والے کے نزدیک اس کی لاعلمی کی وجہ سے وہ فعل منکر ہو تو اس کو اس فعل سے منع نہیں کیا جائے گا، یہی زیادہ ظاہر ہے اور یقینی علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہے۔

حاصلِ کلام:

جب کوئی شافعی ولی کے بغیر نکاح کرے تو کوئی حنفی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا جبکہ ایک شافعی دوسرے شافعی پر اس سلسلے میں اعتراض کر سکتا ہے کیونکہ جس بات پر اعتراض کیا جا رہا ہے اسے برا جاننے میں

مُحتَسِب اور مُحتَسَب عَلَیہ (جسے اَمر بِالْمَعروف کیا جارہا ہے) دونوں کا اتفاق ہے۔

یہ باریک فقہی مسائل ہیں اور ان میں احتمالات ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے ہیں اور ہم نے اس سلسلے میں صرف اسی پر فتویٰ دیا ہے جس کو فی الحال ہمارے نزدیک ترجیح حاصل ہے اور ہم اس سلسلے میں مخالف کی ترجیح کو قطعی طور پر خطا قرار نہیں دیتے۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف صرف اسی فعل میں ہوگا جس کا برائی ہونا قطعی طور پر معلوم ہو تو بعض حضرات اس طرف بھی گئے ہیں کہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف صرف اس فعل میں کیا جائے گا جس کا حرام ہونا خَمر اور خِنزِیر کی طرح قطعی طور پر معلوم ہو۔

مختلف مذاہب کی تقلید معتبر نہیں:

ہمارے نزدیک زیادہ درست بات یہ ہے کہ اجتہاد مجتہد کے حق میں مُؤثّر ہوتا ہے کیونکہ یہ بات بہت بعید ہے کہ کوئی مجتہد قبلہ کے بارے میں اجتہاد کرے اور ظنی دلالت کی وجہ سے اپنے نزدیک کسی مُعَیَّن سمت میں قبلہ ہونے کا اعتراف بھی کرے پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کرلے اور اس کو اس وجہ سے منع نہ کیا جائے کہ کوئی دوسرا شخص قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کو ہی درست سمجھتا ہے اور جس کا یہ نظریہ ہو کہ ہر مقلد کو یہ جائز ہے کہ مختلف مذاہب میں سے جو چاہے اختیار کرلے، اس مذہب کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور شاید ہی کسی کا یہ مذہب ہو اور اگر ہو بھی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال جواب:

سوال: جب بغیر ولی کے نکاح کرنے کے سلسلے میں حنفی پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے نزدیک حق یہی ہے تو فرقۂ مُعتزلہ جو یہ کہتا ہے: ”آخرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیدار نہیں ہوگا، بھلائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور برائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نہیں اور یہ کہ قرآن پاک مخلوق ہے۔“ تو ان پر بھی اعتراض نہیں کیا جانا چاہئے، اسی طرح فرقۂ حَشْوِیَّہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے صورت و جسم اور اس کا عرش پر مُسْتَقَر ہونا مانتا ہے اس پر بھی اعتراض نہیں کیا جانا چاہئے بلکہ فلسفی پر بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے جو یہ کہتا ہے کہ قیامت کے دن

اجسام کو نہیں اٹھایا جائے گا بلکہ صرف ارواح کو اٹھایا جائے گا۔ اعتراض نہ کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ان (باطل) فرقوں نے اجتہاد کی بنا پر یہ سب کچھ کہا ہے اور وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں۔ اگر آپ اس کا یہ جواب دیں کہ ان کے مذہب کا باطل ہونا ظاہر ہے تو جس کا مذہب صحیح حدیث شریف کی نص کے خلاف ہو اس کا باطل ہونا بھی ظاہر ہے تو جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیدار ہونا ظاہر نص سے ثابت ہے اور معتزلی تاویل کر کے اس کا انکار کرتا ہے اسی طرح وہ مسائل بھی ظاہر نص سے ثابت ہیں جن میں احناف اختلاف کرتے ہیں جیسا کہ بغیر ولی کے نکاح اور حقِ پڑوس کی وجہ سے شفعہ وغیرہ تو پھر ان پر اعتراض کیوں نہیں کیا جاتا؟

جواب: مسائل کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ مسائل جن میں یہ کہنے کی گنجائش ہوتی ہے کہ "ہر مجتہد کا اجتہاد صواب (درست) ہے[1]۔" ایسے مسائل کسی چیز کو حلال اور حرام قرار دینے سے تعلق رکھتے ہیں، ان مسائل میں کسی مجتہد پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس طرح کے مسائل میں مجتہد کا خطا پر ہونا قطعی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے۔ (۲) وہ مسائل جن میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حق پر ایک ہی ہے جیسے دیدار باری تعالیٰ، تقدیر، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا قدیم ہونا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جسم، صورت اور عرش پر استقرار کی نفی۔ یہ وہ مسائل ہیں جن میں خطا کار کی خطا قطعی طور پر معلوم ہے[2] اور اس کی خطا چونکہ جہالتِ محض ہے، لہٰذا اُس کی کوئی توجیہ نہیں سنی جائے گی۔ لازمی ہے کہ تمام بدعتوں کا دروازہ بند کیا جائے اور بد مذہبوں کی بد مذہبی کا رد کیا جائے اگرچہ وہ انہیں حق جانتے ہوں جیسے یہود و نصاریٰ کے کفر کا رد کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی اسے حق جانتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا خطا پر ہونا قطعی طور پر معلوم ہے بخلاف اس خطا کے جو اجتہادی مسائل میں ہوتی ہے (کہ اس میں رد نہیں کیا جائے گا)۔

---

1 ... یہ اشاعرہ (حضرت سیِّدُنا شیخ ابو الحسن اشعری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے مُتَّبِعین) کا مذہب ہے، ماتُرِیدِیہ (عقائدِ فرعیّہ میں احناف کے امام حضرت سیِّدُنا ابو منصور ماتریدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے مُتَّبِعین) کے نزدیک مجتہد صواب پر بھی ہوتا ہے اور خطا پر بھی۔

(کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، ۴/ ۳۲، ۳۳، دار الکتاب العربی بیروت)

2 ... ان مسائل میں خطا کار کو کافر کہا جائے گا یا گمراہ۔ (نور الانوار، ص ۲۵۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

سوال: جب تم فرقۂ قَدَرِیَّہ سے تعلق رکھنے والے کسی شخص پر اس کے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ "برائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نہیں ہے۔" اعتراض کروگے تو وہ بھی تمہارے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ "برائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔" اور اس عقیدے کہ " آخرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیدار ہو گا"اور اس کے علاوہ دیگر مسائل میں تم پر اعتراض کرے گا کیونکہ بدعتی اپنے آپ کو حق پر جانتا ہے اور جو حقیقت میں حق پر ہے وہ اس کے نزدیک بدعتی ہے۔ نیز ہر شخص حق پر ہونے کا مدعی اور بدعتی ہونے کا انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں احتساب کیسے کیا جائے گا؟

جواب: ایسی صورت حال میں اس شہر کی طرف دیکھا جائے گا جس میں یہ بدعت ظاہر ہوئی ہے اگر وہ بدعت بہت کم ہو اور تمام کے تمام لوگ سنت پر قائم ہوں تو پھر حاکِم اسلام کی اجازت کے بغیر بھی ان بدعتیوں کو بدعت سے منع کیا جائے گا اور اگر اہلِ شہر دو گروہوں میں تقسیم ہوں ایک اہلِ سنت اور دوسرے اہلِ بدعت اور ان پر اعتراض کرنے میں لڑائی جھگڑے کے ذریعے فتنہ پیدا ہوتا ہو تو پھر اہلِ سنت اور اہلِ بدعت میں سے کسی کو اس سے منع کرنے کا اختیار نہیں سوائے اس شخص کے جسے حاکِم اسلام اس کام کے لئے مقرر کرے، لہٰذا جب سلطان حق پر ہو اور وہ کسی ایک کو اجازت دے دے کہ بدمذہبوں کو بدمذہبی کے اظہار سے زجر و توبیخ کے ذریعے منع کرے تو شرعاً اسے اس کام کی اجازت ہو گی کسی اور کو نہیں کیونکہ جو کام بادشاہ کے حکم سے ہوتا ہے اس کا مقابلہ نہیں کیا جاتا اور جو عوام میں سے کسی کی جانب سے ہو تو اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

بہر حال بدعت کے معاملے میں اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنا دیگر برائیوں کے مقابلے میں اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنے سے زیادہ اہم ہے لیکن جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے اس کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیے تاکہ محاذ آرائی اور فتنہ نہ ہو۔ البتہ! اگر بادشاہ مطلق طور پر اجازت دے دے کہ جو کوئی قرآنِ پاک کو مخلوق کہے یا آخرت میں دیدارِ الٰہی کا انکار کرے یا اس بات کی صراحت کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ عرش پر مُسْتَقَر ہے اور عرش اسے روکے ہوئے ہے یا اس کے علاوہ کسی اور بدعت کی صراحت کرے تو اسے روکا جائے، ایسی صورت میں ہر ایک کو منع کرنے

کا اختیار ہے کیونکہ اس صورت میں مَحاذ آرائی کا امکان کم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے اس کی اجازت ہے، محاذ آرائی کا امکان اسی صورت میں زیادہ ہوتا ہے جب بادشاہ کی طرف سے اجازت نہ ہو۔

تیسرا رکن: اس کا تعلق مُحْتَسَب عَلَیْہ سے ہے

مُحْتَسَب عَلَیْہ (جسے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کیا جائے اُس) کے لئے شرط ہے کہ وہ ایسی صفت پر ہو کہ فعلِ ممنوع اس کے حق میں برائی ہو اور اس میں کم از کم انسان ہونا کافی ہے مکلَّف ہونا شرط نہیں کیونکہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ اگر کوئی بچہ شراب پئے تو اسے منع کیا جائے گا اور اس کا احتساب کیا جائے گا حالانکہ ابھی وہ بالغ نہیں ہوا ہے اور اس میں عاقل ہونا بھی شرط نہیں کیونکہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ اگر کوئی پاگل مرد کسی پاگل عورت سے زنا کرتا ہوا دیکھا جائے یا کسی جانور سے بدفعلی کرتا ہوا نظر آئے تو اسے اس کام سے منع کرنا واجب ہے۔ البتہ! بعض افعال پاگل کے حق میں برائی نہیں ہوتے جیسے نماز اور روزہ وغیرہ ترک کرنا۔ یہاں ہم اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتے جس کی وجہ سے مقیم و مسافر اور تَنْدُرُست و مریض کے احکام میں اختلاف ہوتا ہے کیونکہ ہمارا مقصد تفصیل سے قَطعِ نظر کرتے ہوئے صرف اس صفت کی طرف اشارہ کرنا ہے جس کی وجہ سے مُحْتَسَب عَلَیْہ پر انکار کیا جاتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

انسان کی شرط نہیں ہونی چاہئے بلکہ حیوان ہونا ہی کافی ہونا چاہئے کیونکہ اگر کوئی جانور کسی انسان کی کھیتی کو خراب کر رہا ہو تو ہم ضرور اسے روکیں گے جیسے پاگل آدمی کو زنا اور جانور سے بدفعلی کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔

جواب: جانور کو کھیتی خراب کرنے سے روکنے کو اَمْر بِالْمَعْرُوْف نہیں کہا جائے گا کیونکہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر سے مراد کسی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کی وجہ سے برائی سے منع کرنا ہے تاکہ وہ برائی کے ارتکاب سے بچ جائے۔ پاگل کو زنا اور جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے منع کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح بچے کو شراب پینے سے منع کرنا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کی بنا پر ہے اور انسان جب کسی

دوسرے شخص کی کھیتی کو خراب کرے تو اسے دو حقوق کی وجہ سے منع کیا جائے گا: (۱) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کے باعث، کیونکہ اس کا یہ فعل (دوسرے کی کھیتی تباہ کرنا) گناہ ہے۔ (۲) کھیتی والے کے حق کے باعث، کیونکہ اس کی کھیتی تَلَف کی جارہی ہے۔

تو یہ دو اسباب ہیں جو ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ چنانچہ، اگر کوئی شخص کسی کا عُضْو اس کی اجازت سے کاٹ دے اس میں گناہ تو پایا جائے گا لیکن دوسرے کا حق اجازت دینے کی وجہ سے ساقط ہو گیا، لہٰذا مذکورہ دو سببوں میں سے ایک سبب کی وجہ سے اسے منع کیا جائے گا اور جب کوئی جانور کسی انسان کی کھیتی برباد کرے تو اس میں گناہ تو نہیں پایا گیا لیکن ایک سبب سے اسے روکنے کا حق ثابت ہو گا (یعنی حقِّ مسلم کے سبب)۔ اس میں ایک باریک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کی کھیتی سے جانور کو باہر نکالنے سے ہمارا مقصد جانور کو روکنا نہیں بلکہ مقصود مالِ مسلم کی حفاظت کرنا ہے کیونکہ اگر کوئی جانور مردار کھائے یا ایسے برتن سے پئے جس میں شراب ہو یا ایسا پانی پئے جس میں شراب ملی ہوئی ہو تو ہم جانور کو اس سے نہیں روکیں گے بلکہ شکاری کتوں کو مردار کھلانا جائز ہے۔ لیکن جب کسی مسلمان کا مال ضائع ہونے کے قریب ہو اور ہم بغیر مشقت کے اس کی حفاظت کر سکتے ہوں تو ہم پر اس کے مال کی حفاظت کرنا واجب ہے بلکہ اگر کسی کا گھڑا بلندی سے نیچے گرے اور اس کے نیچے کسی کا شیشے کا برتن رکھا ہوا ہو تو اس کی حفاظت کے لئے گھڑے کو دور کیا جائے گا، اس عمل کا مقصد شیشے کے برتن کی حفاظت ہے نہ کہ گھڑے کو گرنے سے روکنا۔

ہم پاگل کو زنا اور جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے، نیز شراب پینے اسی طرح بچے کو شراب پینے سے جو منع کرتے ہیں اس سے ہمارا مقصد جانور یا شراب کو بچانا نہیں ہوتا بلکہ ہمارا مقصد تو پاگل کو شراب پینے سے بچانا اور اس سے پاک رکھنا ہوتا ہے کیونکہ وہ قابل احترام ہے۔ یہ وہ باریکیاں ہیں جنہیں محققین ہی جان سکتے ہیں، لہٰذا ان سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔ پھر جن باتوں سے پاگل اور بچے کو بچانا لازم ہوتا ہے وہ محلِ بحث ہیں کیونکہ ان کو ریشمی لباس وغیرہ پہننے سے منع کرنے کے بارے میں تَرَدُّد ہے اور عنقریب ہم تیسرے باب میں اس کی

طرف اشارہ کریں گے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

جو کوئی بھی مویشیوں کو دیکھے کہ وہ کسی انسان کی کھیتی میں پھر رہے ہیں تو کیا ان کو باہر نکالنا اس پر واجب ہے؟ اور جو کوئی کسی مسلمان کے مال کو ہلاکت کے کنارے پر دیکھے تو کیا اس پر اس مال کی حفاظت کرنا واجب ہے؟ اگر آپ کہیں کہ واجب ہے تو اس میں بہت زیادہ تکلیف ہے جس سے یہ لازم آئے گا کہ انسان تمام عمر غیر کا خادم بن کر رہے اور اگر آپ کہیں کہ واجب نہیں ہے تو پھر جو شخص کسی کا مال چھین رہا ہو اس کو روکنا کیوں واجب ہوتا ہے؟ اس کا سبب سوائے غیر کے مال کی حفاظت کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

جواب: یہ بہت باریک اور پیچیدہ بحث ہے مختصراً ہم کہیں گے کہ جب مالِ مسلم کو بغیر مشقتِ جسمانی یا نقصانِ مالی یا بغیر وقار مجروح کئے ہلاک ہونے سے بچانے پر قادر ہو تو اس پر مسلمان کے مال کی حفاظت کرنا واجب ہے کیونکہ مسلمانوں کے حقوق کے سلسلے میں اتنی مقدار تو واجب ہے بلکہ یہ حقوق کا سب سے کم درجہ ہے اور ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر ثابت ہونے والے حقوق بہت زیادہ ہیں اور یہ ان حقوق کا سب سے کمتر درجہ ہے۔ نیز اس کا وجوب سلام کا جواب دینے کے وجوب سے زیادہ مؤکد ہے کیونکہ اس میں مسلمان کو جو اذیت پہنچے گی وہ اس تکلیف سے زیادہ ہوگی جو سلام کا جواب نہ دینے سے ہوتی ہے۔ بلکہ اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کسی ظالم کے ظلم کی وجہ سے کسی انسان کا مال ضائع ہو رہا ہو اور اس کے پاس گواہی ہو کہ جسے بیان کرنے سے مظلوم کو اس کا حق مل جائے گا تو اس پر گواہی دینا واجب ہے اور ایسی گواہی چھپانے کی وجہ سے وہ گناہ گار ہوگا۔ اسی طرح (مالِ مسلم کے سلسلے میں) ہر اس حفاظتی تدبیر کو چھوڑ دینا جس کے سبب مسلمان کو کوئی ضرر پہنچے گواہی چھپانے کے حکم میں داخل ہے بشرطیکہ اس سے گواہی دینے والے اور حفاظتی تدبیر کرنے والے کو نقصان نہ ہو، لہٰذا اگر اسے مشقت ہوتی ہو یا اس کے مال میں نقصان ہوتا ہو یا اس کے وقار میں کمی واقع ہوتی ہو تو اس پر یہ لازم نہیں ہے کیونکہ اس کے اپنے جانی و مالی منافع اور عزت

دو قار کی ایسے ہی رعایت کی جائے گی جیسے اس پر دوسروں کے حق کی رعایت ضروری ہے، لہٰذا اس پر لازم نہیں ہے کہ اپنی ذات کو دوسروں پر نثار کر دے۔ البتہ! ترجیح دینا مستحب ہے اور مسلمانوں کی وجہ سے مصائب برداشت کرنا نیکی ہے لیکن یہ واجب نہیں۔

خلاصۂ کلام:

اگر کھیت سے جانوروں کو نکالنا باعثِ مشقت ہو تو اس سلسلے میں کوشش کرنا اس پر لازم نہیں ہے لیکن جب مشقت نہ اٹھانی پڑے اس طرح کہ فقط کھیت کے مالک کو نیند سے جگانا یا بتانا پڑے تو پھر اس پر یہ لازم ہو گا، ایسی صورت میں اسے نہ بتانا اور نیند سے نہ جگانا ایسے ہی ہے جیسے قاضی سے گواہی چھپانا اور اس بات کی اسے اجازت نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اس میں قلیل و کثیر کی رعایت کی جائے۔ چنانچہ، اگر کھیت سے جانوروں کو نکالنے کے دورانیے میں نکالنے والے کا مثلاً ایک درہم کا نقصان ہو رہا ہو اور کھیت والے کا کثیر مال ہلاک ہو رہا ہو تو اس کے سبب کسی ایک جانب کو ترجیح نہیں دی جائے گی کیونکہ جس طرح کھیت والا اپنے ایک ہزار درہم کی حفاظت کا حق رکھتا ہے اسی طرح نکالنے والا اپنے ایک درہم کی حفاظت کا حق رکھتا ہے، لہٰذا قلیل و کثیر کا کوئی اعتبار نہیں۔ البتہ! جب مال کی ہلاکت گناہ ہو مثلاً غصب کرنے یا غیر کے غلام کو قتل کرنے کی صورت ہو تو کتنی بھی مشقت ہو اس سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ مقصود شریعت کے حق کی ادائیگی اور غرض گناہ کو دور کرنا ہے اور انسان پر جس طرح یہ لازم ہے کہ گناہوں کو ترک کرنے میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے ایسے ہی گناہوں کو دور کرنے میں بھی اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا واجب ہے کیونکہ تمام گناہوں کو مشقت سے ہی چھوڑا جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ ربّ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا رجوع نفس کی مخالفت کی طرف ہوتا ہے اور نفس کی مخالفت مشقت کی انتہا ہے۔ مگر ہر ضرر کو برداشت کرنا لازم نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مُحْتَسِب جن ممنوعات سے روکے گا ان کے درجات ہیں۔

لُقطہ کے متعلق اہم معلومات:

درج ذیل مسئلوں میں فقہائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا اختلاف ہے اور یہ دونوں ہماری غرض کے قریب ہیں:(۱) کیا لُقطہ (یعنی گری پڑی چیز) اٹھانا واجب ہے جبکہ نہ اٹھانے میں ضائع ہونے کا ڈر ہو؟(۲) لُقطہ اٹھانے والا کیا اسے ضائع ہونے سے بچانے والا اور اس کی حفاظت میں کوشش کرنے والا ہے؟

اس سلسلے میں ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے[1]: اگر لُقطہ ایسی جگہ ہو کہ اسے وہیں پڑا رہنے دیا جائے تو ضائع نہیں ہوگا بلکہ وہی اٹھائے گا جو اس کا اعلان کرے گا یا اسے ایسے ہی پڑا رہنے دے گا جیسے اگر وہ شے مسجد یا (صوفیہ کی) خانقاہ میں پڑی ہوئی ہو جہاں پر مخصوص افراد جاتے ہیں اور وہ تمام امین ہوتے ہیں تو پھر اس شے کو اٹھانا اس پر واجب نہیں اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں اس کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو یہ غور کرے کہ اگر اس کی حفاظت میں اسے مشقت اٹھانی پڑے گی جیسے اگر وہ شے کوئی جانور ہو اور اس کے لئے چارے اور اصطبل کی حاجت ہو تو اس پر اٹھانا لازم نہیں کیونکہ صرف مالک کے حق کی وجہ سے ہی اس چیز کو اٹھانا واجب ہے اور اس کا حق اس وجہ سے ہے کہ وہ قابلِ احترام انسان ہے اور اٹھانے والا بھی انسان ہے اور یہ اٹھانے والا بھی حق رکھتا ہے کہ غیر کی وجہ سے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے جس طرح غیر اس کی وجہ سے اپنے آپ کو مشقت میں نہیں ڈالتا اور اگر وہ سونا، کپڑے یا کوئی اور ایسی شے ہے جس کو اٹھانے کی وجہ سے اس پر سوائے اعلان کی مشقت کے اور کوئی نقصان نہیں ہے تو اس بارے میں دو قول ہیں:

❀...**پہلا قول:** بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس کے اعلان کرنے اور اس کی شرائط کو بجالانے میں مشقت

---

[1]...احناف کے نزدیک: اس کی تفصیل یہ ہے: پڑا ہوا مال کہیں ملا اور یہ خیال ہو کہ میں اس کے مالک کو تلاش کر کے دیدوں گا تو اُٹھالینا مستحب ہے اور اگر اندیشہ ہو کہ شاید میں خود ہی رکھ لوں اور مالک کو نہ تلاش کروں تو چھوڑ دینا بہتر ہے اور اگر ظن غالب ہو کہ مالک کو نہ دونگا تو اُٹھانا ناجائز ہے اور اپنے لیے اُٹھانا حرام ہے اور اس صورت میں بمنزلہ غصب کے ہے اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ میں نہ اُٹھاؤں گا تو یہ چیز ضائع وہلاک ہو جائے گی تو اُٹھالینا ضرور ہے لیکن اگر نہ اٹھاوے اور ضائع ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۴۷۳، ۴۷۴)

ہے، لہٰذا اسے لازم قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہاں اگر کوئی شخص تبرُّعاً حصول ثواب کی نیت سے اپنے اوپر لازم کرلے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

❀...**دوسرا قول:** بعض حضرات کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے حقوق کی رعایت کے مقابلے میں اتنی سی مشقت برداشت کرنا بہت حقیر ہے، لہٰذا اس مشقت کو گواہ کی مشقت کے مرتبہ میں اتارا جائے گا جو اسے قاضی کی مجلس میں حاضر ہونے کی وجہ سے اٹھانی پڑتی ہے مگر اس پر دوسرے شہر کی طرف سفر کرنا لازم نہیں، ہاں! اگر وہ تبرُّعاً و احساناً ایسا کرے تو اور بات ہے۔ لیکن جب قاضی کی مجلس اس کے پڑوس میں واقع ہو تو اس وقت اس پر حاضر ہونا لازم ہے اور چند قدم چلنے کی مشقت کو گواہی دینے اور امانت ادا کرنے کے مقابلے میں مشقت شمار نہیں کیا جائے گا اور اگر قاضی کی مجلس شہر کے دوسرے کنارے پر ہو اور دوپہر کے وقت سخت گرمی میں وہاں جانے کی ضرورت ہو تو اس صورت میں اجتہاد اور غور و فکر کی ضرورت ہے کیونکہ دوسرے کے حق کی حفاظت کرنے میں کوشش کرنے والے کو جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے وہ کم بھی ہوتی ہے اور زیادہ بھی۔ مشقت اگر کم ہو تو اس کی پروا نہیں کی جاتی اور اگر زیادہ ہو تو یقیناً اسے برداشت کرنا اس پر لازم نہیں اور ایک صورت ان دونوں کناروں کے درمیان ہے جسے دونوں طرفیں کھینچتی ہیں یہ صورت ہمیشہ شبہ اور غور و فکر کے مقام میں رہے گی اور یہ ان پرانے شبہات میں سے ہے جنہیں زائل کرنا انسان کے بس میں نہیں کیونکہ اس کے وہ اجزا جو ایک دوسرے کے قریب ہیں ان میں فرق کرنے کی کوئی علت نہیں لیکن متقی و پرہیز گار شخص اس سلسلے میں اپنے نفس کی طرف نظر کرے اور شک والی چیز کو چھوڑ کر بغیر شک والی کو اختیار کرے، اس معاملے میں یہ وضاحت کافی ہے۔

چوتھا رکن: اِحْتِساب کے درجات و آداب

اِحْتِساب (یعنی اَمْرٌبِالْمَعْرُوْف ونَہْی عَنِ الْمُنْکَر) کے مختلف درجات اور آداب ہیں۔ جہاں تک درجات کا تعلق ہے تو وہ یہ ہیں: ❀... پہلے برائی معلوم کرنا پھر ❀... اس پر آگاہ کرنا پھر ❀... برائی سے منع کرنا اور وعظ و نصیحت کرنا پھر ❀... برا بھلا کہنا اور سرزنش کرنا پھر ❀... برائی کو ہاتھ سے تبدیل کرنا پھر ❀... مارنے کی دھمکی

دینا پھر ❀...مارنا پھر ❀...مدگاروں کا سہارا لینا اور ہتھیار بلند کرنا۔

پہلا درجہ: "برائی معلوم کرنا":

اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ برائی کے ارتکاب کی تلاش و جستجو کرنا، اس سے منع کیا گیا ہے اور یہ تَجَسُّس ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ دوسرے کے گھر میں کان لگائے تاکہ وہاں سے باجوں کی آواز سنے، یا ناک کو اس لئے صاف کرے تاکہ شراب کی بو سونگھ سکے اور نہ ہی کپڑے میں چھپی ہوئی شے کو اس نیت سے ٹٹولے کہ باجے وغیرہ کی پہچان ہو اور نہ اس کے پڑوسیوں سے اس کے گھر میں ہونے والے معاملات دریافت کرے۔ لیکن اگر پوچھے بغیر خود ہی دو عادل شخص اسے بتادیں کہ فلاں شخص اپنے گھر میں شراب پی رہا ہے یا فلاں کے گھر میں شراب ہے جو اس نے پینے کے لئے رکھی ہے تو اس وقت وہ گھر میں داخل ہو سکتا ہے اور اجازت لینا بھی لازم نہیں ہوگا کیونکہ برائی کو ختم کرنے کے لئے دوسرے کی ملک میں داخل ہو کر چلنا ایسا ہی ہے جیسے برائی سے منع کرتے ہوئے ضرورت پڑنے پر کسی کا سر پھاڑ دینا۔ البتہ! جن لوگوں کی خبر تو قبول کی جاتی ہے لیکن شہادت نہیں ان کے بتانے پر کسی کے گھر میں داخل ہو جانا محلِ نظر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے باز رہے کیونکہ صاحبِ خانہ اس کا حق رکھتا ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کوئی اس کے گھر میں داخل نہ ہو اور مسلمان کا ثابت شدہ حق اس وقت تک ساقط نہیں ہوتا جب تک اس کے خلاف دو عادل شخص گواہی نہ دیں۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی انگوٹھی میں یہ تحریر نقش تھی: "آنکھوں دیکھا عیب چھپالینا محض ظنی بات پھیلانے سے بہتر ہے۔"

دوسرا درجہ: "برائی پر آگاہ کرنا":

کبھی کوئی شخص جہالت کی وجہ سے برائی میں مبتلا ہوتا ہے اور جب برائی سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اسے ترک کر دیتا ہے جیسے کوئی دیہاتی نماز پڑھتا ہے لیکن اچھی طرح سے رکوع و سجود نہیں کرتا تو اس کے اس فعل سے یہی

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس بات سے لاعلم ہے کہ اس طرح پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی اور اگر وہ بے نمازی ہونے پر راضی ہوتا تو سرے سے نماز کو ہی ترک کر دیتا۔ اس صورت میں اسے بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے نرمی سے سمجھانا واجب ہے۔ نرمی کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو سمجھانے کے ضمن میں اس کو جہالت اور حماقت کی طرف منسوب کرنا بھی پایا جاتا ہے اور جاہل قرار دینے سے اسے دُکھ ہوتا ہے نیز ایسا کم ہوتا ہے کہ انسان خود کو جاہل قرار دینے پر ناراض نہ ہو خاص طور پر جب اسے امورِ شرعیہ کے معاملے میں جاہل کہا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً دیکھا گیا ہے جس شخص پر غصہ غالب ہو ایسے وقت میں اگر اسے اس کی خطا اور جہالت پر متنبہ کیا جائے تو وہ غضب ناک ہو جاتا ہے اور اپنی جہالت کا پردہ فاش ہونے کے خوف سے حق کو جاننے کے باوجود انکار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

نرمی سے نیکی کی دعوت دینے کی مثال:

انسانی طبیعت شرم گاہ کے مقابلے میں جہالت پر پردہ ڈالنے کی زیادہ حریص ہوتی ہے کیونکہ جہالت نفس کی بدصورتی اور چہرے کی سیاہی ہے اور جاہل شخص کو جہالت کی وجہ سے ملامت کی جاتی ہے جبکہ شرم گاہ کے مقام کا بے پردہ ہونے کا تعلق جسمانی صورت کے ساتھ ہوتا ہے اور نفس ظاہری بدن سے زیاہ مُعَزَّز ہوتا ہے اور اس کی بدصورتی ظاہری بدن کی بدصورتی سے زیادہ سنگین ہوتی ہے پھر ظاہری بدصورتی پر ملامت بھی نہیں کی جاتی کیونکہ یہ پیدائشی اور غیر اختیاری ہوتی ہے اور نہ ہی اس کو زائل کر کے خود کو خوبصورت بنالینا کسی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جہالت ایسی برائی ہے جسے زائل کرنا اور علم سے مزین کرنا ممکن ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جہالت ظاہر ہونے کی وجہ سے انسان کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور علم کی وجہ سے اسے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے پھر جب اس کے علم کا جمال دوسرے پر ظاہر ہوتا ہے تو وہ لذت زیادہ پاتا ہے۔ معلوم ہوا کسی لاعلم کو آگاہ کرنا اس کی جہالت کے پردے کو اٹھانا اور اس کے دل کو تکلیف پہنچانا ہے تو ضروری ہے کہ ایسی صورت میں اس کی تکلیف کو نرمی اور محبت سے دور کیا جائے تو ہم اس دیہاتی سے اس طرح کہیں گے: ”انسان پیدائشی عالم نہیں ہوتا ہم بھی نماز وغیرہ کے امور سے جاہل تھے پھر علمائے کرام نے

ہمیں سکھایا ایسا لگتا ہے کہ آپ کے گاؤں میں کوئی عالم صاحب نہیں ہیں یا عالم تو ہیں مگر وہ نماز کی تشریح و توضیح کے متعلق بیان نہیں کرتے، مسئلہ یہ ہے کہ اطمینان سے رکوع و سجود کرنا نماز کی شرط ہے[1]۔“

یوں اس کے ساتھ نرمی کی جائے تا کہ اسے تکلیف دیئے بغیر سمجھایا جاسکے کیونکہ کسی مسلمان کو تکلیف دینا اسی طرح حرام اور ممنوع ہے جس طرح اسے برائی پر رہنے دینا ممنوع ہے۔ بے وقوف ہے وہ شخص جو خون کو خون یا پیشاب سے دھوئے اور جو کوئی برائی دیکھ کر خاموش رہنے والے ممنوع فعل سے تو بچے لیکن بلاضرورت مسلمان کو تکلیف دینے والے ممنوع فعل کا ارتکاب کرے تو اس نے بغیر کسی شک وشبہ کے خون کو پیشاب سے دھویا۔

جب تم کسی کی ایسی خطا پر مطلع ہو جاؤ جو امورِ دینیہ میں سے نہیں تو اس کا رد کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ تم سے ایک بات تو سیکھ لے گا لیکن تمہارا دشمن ہو جائے گا، مگر جب معلوم ہو کہ وہ علم کو غنیمت سمجھے گا تو بتانے میں حرج نہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

تیسرا درجہ: ”برائی سے منع اور وعظ و نصیحت کرنا“:

یہ صورت اس وقت ہو گی جب کوئی شخص برائی کا علم ہونے کے باوجود اس کا ارتکاب کرے یا اس پر اصرار کرے جیسے کوئی شخص شراب پینے، ظلم کرنے، مسلمانوں کی غیبتیں کرنے اور اس طرح کی دیگر برائیوں کو اپنا معمول بنالے تو ضروری ہے کہ اسے وعظ و نصیحت کی جائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف دلایا جائے اور جس برے فعل کا وہ مرتکب ہے اس کی مذمت و وعید میں وارد روایات سنائی جائیں، نیز بزرگانِ دین اور متقی و پرہیزگار لوگوں کی سیرت و کردار بیان کئے جائیں اور یہ تمام باتیں غصے و سختی کے بغیر شفقت و مہربانی سے

---

[1]... شرط سے مراد فرضیت ہے، یہ شوافع کے نزدیک ہے اسے تعدیلِ ارکان سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک: تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں کم از کم ایک بار سُبْحٰنَ اللہ کہنے کی قدر ٹھہرنا یوہیں قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا، جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا (واجب ہے)۔
(بہار شریعت، ۱/ ۵۱۸ ...... الوجیز فی مذہب فقہ الامام الشافعی، ص۳۹، ۴۰)

کی جائیں بلکہ اس کی طرف رحم کی نظر سے دیکھے اور اس کے برائی میں مبتلا ہونے کو اپنے اوپر مصیبت جانے کیونکہ تمام مسلمان ایک جان کی طرح ہیں۔

ایسے مقام میں آدمی ایک بہت بڑی آفت میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے جو ہلاکت میں ڈالنے والی ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسروں کو مسائل شرعیہ بتاتے وقت اپنے آپ کو علم کی وجہ سے معزز اور دوسرے کو جہالت کی وجہ سے ذلیل خیال کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات مُحْتَسِب کا مسائلِ شرعیہ بتانے سے مقصود دوسروں کو ذلیل کرنا اور شرفِ علم کی وجہ سے اپنا وقار ظاہر کرنا ہوتا ہے، اگر سمجھانے کی غرض یہ ہو تو یہ برائی اس برائی سے زیادہ قبیح ہے جسے دور کرنے کے درپے ہے اور ایسے مُحْتَسِب کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دوسرے کو آگ سے بچانے کے لئے اپنے آپ کو جلا دے، یہ انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔ یہ پھسلنے اور خطرناک آفت میں پڑنے کا ایک بڑا مقام اور شیطان کا جال ہے جس سے وہ ہر انسان کو کھینچتا ہے مگر جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے نفس کے عیوب پر مطلع کر دے اور اپنی ہدایت کے نور سے اس کی بصیرت کھول دے تو وہی شیطان کے اس مکر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

نفس کو لذت حاصل ہونے کی دو وجوہات:

دوسرے پر حکومت کرنے میں نفس دو وجہ سے لذت پاتا ہے: (۱) اپنے علم کے باعث (۲) دوسرے پر حکومت و سلطنت کرنے کے باعث۔

اس کا ثمرہ و نتیجہ ریاکاری اور قدر و منزلت کی طلب ہے اور یہ وہ خفیہ شہوت ہے جو شرک خفی کی طرف لے جاتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے ایک کسوٹی اور معیار ہے جس پر ہر مُحْتَسِب کو اپنا امتحان کر لینا چاہئے۔ کسوٹی یہ ہے کہ مُحْتَسِب کے لئے یہ بات زیادہ پسندیدہ ہونی چاہئے کہ انسان اس کے منع کرنے سے باز آنے کے بجائے از خود یا دوسرے کے منع کرنے سے برائی سے باز آ جائے۔ اگر اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنا اس پر شاق اور بھاری ہو اور وہ چاہتا ہو کہ کوئی اور یہ کام کرے تو پھر اسے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنا چاہئے کیونکہ ایسی صورت میں اس

عمل کا باعث دین ہو گا اور اگر وہ یہ بات پسند کرے کہ گناہ گار دوسرے کے بجائے اس کے وعظ و نصیحت اور زجر و توبیخ کی وجہ سے برائی سے رکے تو ایسا شخص خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والا اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے ذریعے اپنی قدر و منزلت کو ظاہر کرنے کا متمنی ہے، لہٰذا اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا چاہئے اور پہلے اپنے آپ کو نصیحت کرنی چاہئے۔ ایسی صورت میں اسے وہ بات کہی جائے گی جو (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے) حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ارشاد فرمائی گئی کہ ”اے ابنِ مریم! پہلے اپنے آپ کو نصیحت کرو جب خود نصیحت قبول کرلو تو پھر دوسروں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔“

حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اُمرا کے پاس جاکر انہیں اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرتا ہے؟“ فرمایا: ”مجھے اس پر کوڑے مارے جانے کا ڈر ہے۔“ سائل نے کہا: ”وہ اس کی قوت رکھتا ہے۔“ فرمایا: ”مجھے اس پر تلوار کا خوف ہے۔“ سائل نے کہا: ”وہ اس کی بھی طاقت رکھتا ہے۔“ فرمایا: ”مجھے خوف ہے کہ اسے چھپی ہوئی بیماری میں مبتلا کر دیا جائے اور وہ خود پسندی ہے۔“

چوتھا درجہ: ”برا بھلا کہنا اور سرزنش کرنا“:

اس کی نوبت اس وقت آئے گی جب نرمی اور شفقت سے کام نہ چلے، گناہ پر اصرار بڑھ جائے اور وعظ و نصیحت کا مذاق اڑایا جانے لگے، جیسے حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے (اپنی قوم سے) فرمایا:

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

برا بھلا کہنے اور سخت کلامی سے ہماری مراد وہ کلام نہیں جس میں کسی پر زناکاری کی تہمت وغیرہ کا ذکر ہو اور نہ جھوٹ بولنا مراد ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے ایسی صفات سے مخاطب کرے جو اس میں پائی جائیں اور وہ کلام فحش کلامی میں شمار نہ کیا جائے۔ مثلاً یوں کہے: ”اے فاسق!، اے احمق!، اے جاہل! کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے

نہیں ڈرتا؟" یونہی: "اے گنوار!، اے بیوقوف!" اور اسی قسم کے دیگر الفاظ سے پکارا جائے کیونکہ جو بھی فاسق ہے وہ احمق ضرور ہے اگر وہ احمق نہ ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ کرتا بلکہ جو شخص دانا نہیں وہ احمق ہے اور دانا وہ ہے جس کی دانائی کی شہادت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دی۔ چنانچہ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللہِ یعنی دانا (عقل مند) وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع وفرمانبردار بنائے اور مرنے کے بعد کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرنے کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ سے معافی کی امید رکھے۔[1]

اس درجے کے دو آداب ہیں:

❀... **پہلا ادب:** یہ ہے کہ بوقتِ ضرورت اور نرمی سے عاجز آنے کی صورت میں سرزنش اور برا بھلا کہنے کا طریقہ اپنائے۔

❀... **دوسرا ادب:** یہ ہے کہ صرف سچ بولے اور زبان کو بے لگام نہ چھوڑ دے کہ جو منہ میں آئے بغیر ضرورت کے بولتا چلا جائے بلکہ صرف بقدرِ ضرورت پر ہی اکتفا کرے، اگر دیکھے کہ زجر و توبیخ والے کلمات سے بھی فائدہ نہیں ہو رہا تو اسے ایسے ہی چھوڑ دینا مناسب نہیں بلکہ غصے کا اظہار کرے اور معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے اسے بے قدر سمجھنے پر اکتفا کرے اور اگر جانتا ہے کہ کلام کرنے کی صورت میں وہ مارے گا اور چہرے سے ناپسندیدگی کا اظہار کروں گا تو نہیں مارے گا تو پھر اسے چاہئے کہ تُرش رُوئی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرے اس وقت محض دل سے برا جاننا کافی نہیں۔

پانچواں درجہ: "برائی کو ہاتھ سے تبدیل کر دینا":

جیسے آلاتِ لہو ولعب کو توڑنا، شراب کو بہا دینا، کسی کے سر یا بدن سے ریشم کو اتار دینا، ریشم پر نہ بیٹھنے دینا اور غیر کے مال پر بیٹھنے سے روک دینا، غصب کئے ہوئے گھر سے پاؤں سے کھینچ کر باہر نکال دینا اور اگر جنابت

---

[1] ...سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب رقم: ۲۵، ۴/ ۲۰۷، الحدیث: ۲۴۶۷، الاحمق بدلہ العاجز

کی حالت میں مسجد میں بیٹھا ہوا ہو تو مسجد سے باہر نکال دینا اور اس طرح کی دیگر صورتیں۔ یہ درجہ بعض گناہوں میں تو قابلِ عمل ہے لیکن بعض میں نہیں۔ چنانچہ، جن گناہوں کا تعلق اس کی زبان اور دل سے ہے انہیں ہاتھ سے بدلنا ممکن نہیں، اسی طرح ہر وہ گناہ جس کا تعلق گناہ کرنے والے کے نفس اور باطنی اعضاء سے ہو۔

اس درجہ کے بھی دو آداب ہیں:

❀...**پہلا ادب:** یہ ہے کہ برائی کو ہاتھ سے اس وقت روکے جب گناہ کا ارتکاب کرنے والا از خود گناہ ترک کرنے پر تیار نہ ہو، لہٰذا اگر کسی شخص کو غصب شدہ زمین سے یا جنبی کو مسجد سے باہر نکلنے پر ہاتھ سے روکے بغیر مجبور کر سکتا ہے تو پھر اسے دھکے دے کر اور کھینچ کر باہر نکالنا مناسب نہیں، یونہی کسی کو شراب بہانے، آلاتِ لہو و لعب توڑنے اور ریشمی کپڑے کی سلائی ادھیڑنے پر مجبور کر سکتا ہو تو پھر بذاتِ خود یہ افعال نہ کرے چونکہ توڑنے کی حد پر واقفیت ہونا مشکل ہے، لہٰذا جب بذاتِ خود یہ فعل نہیں کرے گا تو اس سلسلے میں اجتہاد کرنے سے بے نیاز رہے گا اور اس کام کی ذمہ داری وہ شخص اٹھائے گا جو اپنے فعل میں پابندی کا شکار نہیں ہو گا۔

❀...**دوسرا ادب:** یہ ہے کہ ہاتھ سے بدلنے کے سلسلے میں اتنی مقدار پر ہی اکتفا کرے جتنی حاجت ہو۔ مثلاً: مسجد یا غصب کی گئی زمین سے باہر نکالنے میں اگر ہاتھ سے پکڑ کر کھینچ سکتا ہے تو داڑھی اور پاؤں سے پکڑ کر نہ کھینچے کیونکہ ایسی صورت میں زیادہ تکلیف دینے کی کوئی حاجت نہیں، اسی طرح ریشمی کپڑے کو پھاڑنے کے بجائے صرف اس کی سلائی ادھیڑے، نیز آلاتِ لہو و لعب اور صَلِیب کا نشان جسے عیسائی ظاہر کرتے ہیں انہیں نہ جلائے بلکہ توڑ کر فساد کے قابل نہ چھوڑے۔ توڑنے کی حد یہ ہے کہ وہ شے اس حالت میں پہنچ جائے کہ اس کو درست کرنے میں جو مشقت ہو گی وہ از سر نو بنانے کی مشقت کے برابر ہو۔

اگر ممکن ہو تو شراب بہاتے وقت برتنوں کو توڑنے سے بچے لیکن اگر برتن کو صرف پتھر مار کر ہی توڑنے پر قدرت رکھتا ہے تو ایسا کر سکتا ہے اور ایسی صورت میں برتنوں کی قیمت بھی ساقط ہو جائے گی کیونکہ ان کی قیمت شراب کی وجہ سے تھی اور شراب بہانے کے درمیان یہ برتن حائل تھے۔ چنانچہ، اگر وہ شراب کو اپنے

بدن سے چھپاتا تو شراب بہانے کے لئے ہم ضرور اسے مارتے اور زخمی کرتے تو برتنوں کی حرمت اس کی ذات کی حرمت سے بڑھ کر نہیں۔ اگر شراب تنگ منہ والی شیشیوں میں ہو کہ اگر یہ اسے بہانے میں مشغول ہو گا تو بہت دیر لگ جائے گی اور فاسق لوگ اس کو آلیں گے اور شراب بہانے سے روکیں گے تو اس عذر کی وجہ سے شیشیوں کو توڑ سکتا ہے اور اگر فاسقوں کے پکڑنے اور ان کے منع کرنے کا ڈر تو نہیں لیکن اسے بہانے میں وقت بہت ضائع ہو گا اور اس کے مشاغل میں حرج واقع ہو گا تو اس صورت میں بھی شیشیوں کو توڑ سکتا ہے کیونکہ اس پر لازم نہیں کہ شراب کے برتنوں کی وجہ سے اپنے ذاتی مفاد اور مختلف مشاغل کو بالائے طاق رکھے۔ البتہ! جس صورت میں برتن توڑے بغیر بآسانی شراب بہائی جاسکتی ہو ایسی صورت میں اگر برتنوں کو توڑے گا تو ضمان لازم ہو گا۔

سوال جواب:

سوال: تنبیہ اور زَجر کے لئے برتن توڑنے اور زجر (ملامت) میں مبالغہ کے لئے غصب شدہ زمین سے پاؤں کھینچ کر باہر نکالنے کی کیوں اجازت نہیں؟

جواب: زجر صرف مستقبل کے لئے ہوتا ہے اور سزا ماضی پر دی جاتی ہے اور جو برائی فی الحال موجود ہو اسے دور کیا جاتا ہے۔ عوام کو صرف دفع کرنے کا اختیار ہے اور دفع کرنے سے مراد برائی ختم کرنا ہے تو برائی ختم کرنے کی مقدار پر جو زیادتی ہو گی وہ یا تو کسی سابقہ جرم کی سزا ہو گی یا آیندہ کے لئے زجر اور ان دونوں کا اختیار صرف حکمرانوں کے پاس ہوتا ہے، لہٰذا حاکم اگر اس میں کوئی بھلائی دیکھے تو ایسا کر سکتا ہے۔ میں (امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی) کہتا ہوں کہ حکمران زجر کے لئے دوسرے شخص کو بھی شراب والے برتن توڑنے کا حکم دے سکتا ہے کیونکہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک زمانے میں زجر میں تاکید کے لئے ایسا کیا گیا[1] اور اس حکم کا منسوخ ہونا بھی ثابت نہیں۔ اس وقت چونکہ زجر اور بری عادت چھڑانے کی حاجت

---

[1]...سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع الخمر والنھی، ۳/ ۴۶، الحدیث: ۱۲۹۷

بہت زیادہ تھی، لہٰذا جب حکمران اپنے اجتہاد سے اس طرح کی حاجت دیکھے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ چونکہ اس حکم کا دارومدار پیچیدہ اجتہاد پر ہے، لہٰذا عوام کو اس کا اختیار نہیں۔

سوال: تو پھر لوگوں کو گناہوں سے زجر کرنے کے لئے ان کے اموال کو ہلاک کرنا، جن گھروں میں وہ شراب پیتے اور گناہ کرتے ہیں انہیں برباد کرنا اور جن اموال کے ذریعے وہ گناہوں تک پہنچتے ہیں انہیں جلانا بادشاہ کے لئے جائز ہونا چاہئے؟

جواب: یہ بات جان لینی چاہئے کہ اگر اس طرح زجر کرنے کا حکم شریعت میں وارد ہوتا تو مصلحتوں سے خالی نہ ہوتا لیکن ہم مصلحتوں کو ایجاد نہیں کریں گے بلکہ اس میں اسلاف کی اتباع کریں گے، سخت حاجت کے وقت شراب والے برتنوں کو توڑنا ثابت ہے اور بعد میں سخت حاجت نہ ہونے کی وجہ سے نہ توڑنا پہلے حکم کا ناسخ نہیں بلکہ علت کے زائل ہونے سے حکم زائل ہو جانے کے قبیل سے ہے اور علت کے لوٹنے سے حکم لوٹ آتا ہے اور ہم نے حاکم کے لئے زجر و توبیخ کرتے ہوئے شراب کے برتنوں کو توڑنا اتباع کی رُو سے جائز قرار دیا ہے اور عوام کو جو اس سے منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں وجہ اجتہاد مخفی ہے، لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اگر پہلے شراب کو بہا دیا جائے تو اس کے بعد برتنوں کو توڑنا جائز نہیں ہو گا کیونکہ ان کو صرف شراب کے تابع ہونے کی وجہ سے ہی توڑا جا سکتا ہے اور جب یہ شراب سے خالی ہوں تو یہ مال کو ہلاک کرنا ہو گا۔ البتہ! اگر وہ برتن شراب سے اس قدر آلودہ ہو چکے ہوں کہ اس کے علاوہ استعمال کے قابل نہ ہوں تو پھر شراب بہانے کے بعد بھی انہیں توڑنا جائز ہو گا کیونکہ حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے سے برتن توڑنے کا جو جواز منقول ہے اس کی دو وجہیں تھیں: (۱) زجر کی حاجتِ شدیدہ۔ (۲) برتنوں کا شراب کے تابع اور اس کے ساتھ خاص ہونا۔

برتن توڑنے میں یہ دونوں باتیں مُؤَثِّر ہیں ان میں سے کسی کو بھی حذف کرنے کی گنجائش نہیں۔ ان کے علاوہ تیسری وجہ بھی ہے کہ فعلِ مذکور حکمران کی رائے سے صادر ہو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ شدتِ زجر کی حاجت کب پڑتی ہے۔ یہ معنی بھی مؤثر ہے، لہٰذا اسے بھی لغو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ مُحْتَسِب کے لئے وہ

فقہی باریکیاں ہیں جنہیں جاننا ضروری ہے۔

چھٹا درجہ: ”دھمکانا اور ڈرانا“:

مثلاً اس طرح کہے: ”یہ کام چھوڑ دو ورنہ میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا یا تمہارا سر قلم کر دوں گا یا کسی سے پٹائی کروا دوں گا وغیرہ۔“ اگر ہو سکے تو حقیقتاً مارنے سے پہلے اس قسم کی دھمکیاں دی جائیں۔ اس درجہ کا ادب یہ ہے کہ جو فعل ناجائز ہے اس کی دھمکی بھی نہ دے جیسے یہ کہنا: میں تمہارا گھر لوٹ لوں گا یا تمہاری اولاد کو ماروں گا یا تمہاری بیوی کو قید میں ڈال دوں گا وغیرہ۔ اس طرح کی دھمکیاں اگر عمل کرنے کی نیت سے ہوں تو حرام اور اگر عمل کا ارادہ نہ ہو تو جھوٹ میں شامل ہیں۔ البتہ! اگر کوئی مار وغیرہ کی دھمکیوں کی پروا نہ کرے اور اسے ہلکا جانے تو مُحْتَسِب کو اس حد تک جانے کی اجازت ہے جس کا حال تقاضا کرتا ہے اور یہ بھی اجازت ہے کہ ڈرانے دھمکانے کا جو ارادہ اس کے دل میں ہے اس میں کچھ زیادتی کرے جبکہ اسے معلوم ہو کہ اس سے برائی کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ وہ جھوٹ نہیں ہے جو ممنوع ہے بلکہ اس طرح کا مبالغہ کرنا عام طور پر رائج ہے جس طرح دو آدمیوں کے درمیان صلح کروانے اور دو سوکنوں میں الفت پیدا کرنے کے لئے مبالغہ کیا جاتا ہے اور بوقتِ حاجت ایسا مبالغہ کرنے کی اجازت ہے، ڈرانا دھمکانا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ اس کا مقصد اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے ذریعے کسی کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔

خُلفِ وعید[1]:

بعض لوگوں نے اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایسی چیز کی وعید سنانا (یعنی سزا دینے کا وعدہ کرنا) جو واقع نہیں کرے گا، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق میں قبیح نہیں ہے کیونکہ خُلف وعید (سزا

---

[1]... سیّدِی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مُجَدِّدِ دین وملت، مولانا شاہ احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ (مخرجہ)، جلد 15، صفحہ 404 پر فرماتے ہیں: ”(اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے) خُلف وعید میں بعض علما جانب جواز گئے اور محققین نے منع وانکار فرمایا۔“ اور صفحہ 406 پر فرماتے ہیں: ”وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے نہ اخبار (یعنی ڈرانا دھمکانا مراد ہے خبر دینا مراد نہیں)۔“

دینے کے وعدے کا خلاف کرنا) کرم ہے اور قبیح تو خُلفِ وعد (وعدہ خلافی) ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کلام پسندیدہ نہیں کیونکہ کلامِ الٰہی قدیم ہے اور اس میں خُلف (خلاف) کا شائبہ نہیں ہے خواہ وہ خُلفِ وعد ہو یا خُلفِ وعید، یہ صرف بندوں کے حق میں متصوَّر ہے۔ چنانچہ، بندوں کے لئے خُلفِ وعید حرام نہیں ہے۔

ساتواں درجہ: "مارنا":

یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سے مارنا جس میں ہتھیاروں کی تشہیر نہ ہو۔ یہ عوام کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس کی ضرورت ہو اور برائی کو دفع کرنے میں قدرِ حاجت پر ہی اکتفا کیا جائے اور جب برائی ختم ہو جائے تو اس سے رک جانا چاہئے، لہٰذا جس پر کسی کا حق ثابت ہو جائے قاضی اسے حق ادا کرنے تک قید میں رکھ سکتا ہے اور اگر ہٹ دھرمی کرے اور قاضی کو علم ہے کہ وہ حق ادا کرنے پر قادر ہے لیکن جان بوجھ کر ادا نہیں کر رہا تو قاضی کو اجازت ہے کہ حق کی ادائیگی کے لئے بقدرِ ضرورت اس کی پٹائی لگائے اور معاملات میں ترتیب کو مدِ نظر رکھے۔ اسی طرح مُحْتَسِب بھی اس کی رعایت کرے اور اگر مُحْتَسِب کو ہتھیار بلند کرنے کی حاجت ہو اور وہ ہتھیار بلند کر کے اور زخم پہنچا کر برائی کو دور کر سکتا ہو تو اسے ایسا کرنا جائز ہے جبکہ اس سے فتنہ برپا نہ ہو جیسے کوئی فاسق کسی عورت کو پکڑ لے یا باجا بجا رہا ہو اور اس فاسق کے اور مُحْتَسِب کے درمیان ایک نہر حائل ہو یا دیوار مانع ہو اور مُحْتَسِب اپنی کمان پکڑ کر اس سے کہے: "اسے چھوڑ دے ورنہ میں تجھے تیر مار دوں گا۔" تو اگر وہ عورت کو نہ چھوڑے تو مُحْتَسِب اسے تیر مار سکتا ہے لیکن گردن یا پیٹ وغیرہ پر مارنے کا ارادہ نہ کرے بلکہ پنڈلی اور ران وغیرہ پر مارے اور زیادتی کے مطابق عمل کرے۔ اسی طرح اپنی تلوار سونت کر کہے: "اس برائی کو چھوڑ دو ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔"

یہ تمام صورتیں برائی دور کرنے کی ہیں اور برائی کو ہر ممکن طریقے سے دور کرنا واجب ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ برائی حَقُّ اللہ سے تعلق رکھتی ہے یا آدمیوں کے حق سے جبکہ معتزلہ کا موقف ہے کہ جس برائی کا تعلق آدمیوں کے حق سے نہ ہو اس میں صرف نرم گفتگو اور ہاتھ سے مارنے کے ذریعے ہی

احتساب کیا جاسکتا ہے اور وہ بھی حاکم کر سکتا ہے عوام کو اس کا حق نہیں۔

آٹھواں درجہ: ”مدد گار کا سہارا لینا اور ہتھیار بلند کرنا“:

یعنی بذاتِ خود برائی ختم کرنے کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں مدد گار کا سہارا لینا جو ہتھیار بلند کرے۔ ایسی صورت میں بسا اوقات فاسق بھی مدد گار طلب کر لیتا ہے اور نتیجتاً دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مدِّ مقابل آ کر لڑتی ہیں، اس صورت میں حاکم کی اجازت کی ضرورت ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ”عام لوگ بذاتِ خود یہ کام نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے فتنوں کو حرکت ملتی، فساد برپا ہوتا اور شہر برباد ہوتے ہیں۔“ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ”اس میں حاکم کی اجازت کی ضرورت نہیں۔“ یہی بات قیاس کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جب عوام کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کی اجازت ہے اور اس کا ابتدائی درجہ دوسرے درجے کی طرف کھینچتا ہے اور دوسرا درجہ تیسرے درجے کی طرف کھینچتا ہے اور لازمی طور پر اس سلسلہ کی انتہا باہم لڑائی جھگڑے پر ہوتی ہے اور باہم لڑائی جھگڑا کرنا مدد گار طلب کرنے کی طرف لے جاتا ہے، لہٰذا اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کے سبب جو امور لازم آرہے ہیں ان کی پروا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کی انتہا یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پانے اور گناہ ختم کرنے کے لئے لشکر تیار کیا جائے۔ جس طرح ہم عام غازی کے لئے اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ وہ جمع ہو کر کفار کے کسی گروہ سے لڑے اور ان کا خاتمہ کرے، اسی طرح برائیوں میں مبتلا لوگوں کے خاتمے کے لئے بھی لڑنا جائز ہے۔ جس طرح کافر کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اُس فاسق کے قتل میں کوئی حرج نہیں جو اپنے فسق کے دفاع میں لڑے اور جس طرح مسلمان کفار سے لڑتے ہوئے مارا جائے تو شہید ہو گا اسی طرح اگر حق پر ثابت قدم اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنے والا ظلماً مارا جائے تو وہ بھی شہید ہو گا۔

بہر حال اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کے معاملے میں اس حد تک پہنچ جانا بہت شاذ و نادر ہے، لہٰذا اس سے قیاس کا قانون تبدیل نہیں کیا جائے گا بلکہ کہا جائے گا کہ ہر وہ شخص جو برائی کو ختم کرنے پر قادر ہو اس کے لئے جائز

ہے کہ وہ اپنے ہاتھ، ہتھیار، بذاتِ خود اور مدد گاروں کے ذریعے برائی کو ختم کرے۔ ایسی صورت میں یہ مسئلہ ان وجوہ کا احتمال رکھتا ہے جو ہم نے ذکر کی ہیں۔

یہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے درجات تھے اب ہم اس کے آداب بیان کرتے ہیں۔ وَاللهُ الْمُوَفِّق (اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے والا ہے)

مُحْتَسِب کے آداب

ہم نے اِحتِساب کے ہر درجہ کے تحت اس کے آداب کی تفصیل ذکر کر دی ہے۔ اب ہم ان تمام درجات کو اکٹھا نیز ان کے پیدا ہونے کے مقامات کو ذکر کرتے ہیں۔ مُحْتَسِب کے تمام آداب اس کی ذات میں پائے جانے والے مندرجہ ذیل تین اوصاف سے پیدا ہوتے ہیں: (۱) علم (۲) پرہیز گاری (۳) حسنِ اَخلاق۔

(1)... علم:

مُحْتَسِب کو اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے مواقع، اس کی حدود نیز کہاں اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنا ہے اور کہاں نہیں کرنا ان تمام باتوں کا علم ہونا چاہئے تاکہ وہ اس سلسلے میں شریعت کی پاسداری کر سکے۔

(2)... پرہیز گاری:

پرہیز گاری اس لئے تاکہ جو کچھ اسے معلوم ہو اس کی مخالفت سے بچے کیونکہ ہر عالم اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے سلسلے میں شرعی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے اور اس کا علم ہونے کے باوجود اس سے باز نہیں آتا اور اپنی کسی غرض (مثلاً اظہارِ علم یا حصولِ جاہ) کی وجہ سے اسے جاری رکھتا ہے، نیز پرہیز گاری اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ مُحْتَسِب کا کلام اور اس کی وعظ و نصیحت قبول کی جائے کیونکہ جب کوئی فاسق اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرتا ہے تو اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگوں میں جرأت پیدا ہوتی ہے۔

(3)... حسنِ اَخلاق:

مُحْتَسِب کو اَمْر بِالْمَعْرُوْف میں نرمی و آسانی اختیار کرنی چاہئے اور یہ اس سلسلے میں اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا احتساب کے سلسلے میں فقط علم اور پرہیز گاری کافی نہیں کیونکہ جب انسان کو شدید غصہ آتا ہے تو اسے ختم کرنے میں محض علم اور پرہیز گاری کافی نہیں ہوتی جب تک اس کی طبیعت حسن اخلاق سے متصف نہ ہو۔ درحقیقت پرہیز گاری کی تکمیل ہی حُسنِ اخلاق اور غصہ و شہوت کو ضبط کرنے کے ذریعے ہوتی ہے اور اسی ضبط کی وجہ سے مُحْتَسِب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کی خاطر پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرتا ہے ورنہ جب اس کی عزت، مال اور جان کو گالی گلوچ اور مار کا نشانہ بنایا جائے گا تو وہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف کو بھول جائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین سے غافل ہو کر اپنی ذات میں مشغول ہو جائے گا بلکہ بسا اوقات تو وہ شروع ہی سے جاہ و منصب اور ناموری کے حصول کے لئے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرے گا۔

ان تین صفات کی وجہ سے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنا نیکی میں شمار ہو گا اور برائیاں ختم ہوں گی اور اگر یہ صفات مفقود ہوں تو برائیوں کا خاتمہ نہیں ہو گا بلکہ بعض اوقات تو حدِ شرع سے تجاوز کرنے کی وجہ سے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنا بھی برائی بن جاتا ہے۔ ان آداب پر حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالی بھی دلالت کرتا ہے کہ "اَمْر بِالْمَعْرُوْف ونَھی عَنِ الْمُنْکَر وہی شخص کرے جو اس سلسلے میں نرمی اختیار کرتا ہو، بردبار ہو اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَھی عَنِ الْمُنْکَر کا علم رکھتا ہو۔"[1] یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مُحْتَسِب کا مطلقاً فقیہ ہونا شرط نہیں بلکہ ان باتوں کا جاننا ضروری ہے جن کا وہ حکم دیتا اور جن سے منع کرتا ہو، یہی معاملہ بردباری کا بھی ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب تمہارا شمار اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنے والوں میں

---

[1]... فردوس الاخبار للدیلمی، باب اللام الف، ۲/ ۴۴۰، الحدیث: ۷۸۵۷، بغیر المدخل لابن الحاج، فصل وقد تقدم المنع من النعوت... الخ، الجزء الاول، ۱/ ۱۴۸

ہو تو تم سب سے زیادہ اس پر خود عمل کرو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔"

کسی شاعر کا قول ہے:

لَا تَلُمِ الْمَرْءَ عَلٰی فِعْلِهٖ وَ اَنْتَ مَنْسُوْبٌ اِلٰی مِثْلِهٖ

مَنْ ذَمَّ شَیْئًا وَّ اَتٰی شَیْئًا فَاِنَّمَا یُزْرِیْ عَلٰی عَقْلِهٖ

ترجمہ: کسی شخص کو اس کے اُس فعل پر ملامت نہ کرو جبکہ تم خود اس جیسے فعل کے مرتکب ہو کیونکہ جو شخص کسی چیز کی مذمت کر کے خود اس کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی عقل میں فتور ہوتا ہے۔

اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ فسق کی وجہ سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف ممنوع ہو جاتا ہے بلکہ لوگوں پر اس کا فسق ظاہر ہونے کی وجہ سے ان کے دلوں سے نیکی کی دعوت کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف اس وقت کریں جب ہم خود تمام نیک اعمال کو بجا لائیں اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر تب کریں جب ہم خود مکمل طور پر ان سے اجتناب کریں؟ تو رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ نیکی کا حکم دو اگرچہ خود مکمل طور پر اس پر عمل نہ کرتے ہو اور برائی سے منع کرو اگرچہ تم مکمل طور پر اس سے اجتناب نہ کرتے ہو۔[1]

ایک بزرگ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی ایک اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرنا چاہے تو اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کرلے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والے ثواب پر بھروسا کرے کیونکہ جو شخص بارگاہ الٰہی سے ملنے والے ثواب پر بھروسا کرلیتا ہے اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے آداب میں سے ایک ادب اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کرنا بھی ہے، اسی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صبر کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کے ساتھ ملایا ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

---

(1) ...المعجم الاوسط، ۵/ ۷۷، الحدیث: ۶۶۲۸

حضرت سیِّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا قول حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَؕ (پ۲۱، لقمٰن:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بُری بات سے منع کر اور جو افتاد (مصیبت) تجھ پر پڑے اس پر صبر کر۔

اَمْر بِالْمَعْرُوْف کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ دنیاوی تعلقات کم کرے تاکہ ان کا خوف زیادہ نہ ہو اور مخلوق سے لالچ و طمع کو ختم کر دے تاکہ منافقت ختم ہو جائے۔

حکایت: قصاب کی اصلاح:

منقول ہے کہ کسی بزرگ کے پاس ایک بلی تھی اور وہ ہر روز اپنے پڑوسی قصاب سے بلی کے لئے کچھ چھیچھڑے وغیرہ لیا کرتے تھے، انہوں نے قصاب میں ایک برائی دیکھی تو پہلے گھر میں داخل ہو کر بلی کو نکال باہر کیا، پھر قصاب کو برائی سے منع کیا۔ قصاب نے کہا: ''اب کے بعد میں تمہاری بلی کے لئے کچھ نہیں دوں گا۔'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے بلی کو گھر سے نکال کر تم سے طمع ختم کر کے ہی تمہیں برائی سے منع کیا ہے۔''

ان کا یہ فرمان حقیقت پر مبنی ہے۔ جو شخص مخلوق سے طمع ختم نہیں کرے گا وہ اَمْر بِالْمَعْرُوْف نہیں کر سکے گا، لہٰذا جو اس بات کی طمع رکھے گا کہ لوگوں کے دل اس کے بارے میں صاف ہوں اور ان کی زبانوں پر اس کی تعریف جاری رہے تو اس کے لئے اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنا آسان نہیں ہو گا۔

جو تورات میں لکھا ہے وہ سچ ہے:

حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے حضرت سیِّدُنا ابو مسلم خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے پوچھا: تمہاری قوم میں تمہارا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ فرمایا: اچھا ہے۔ حضرت سیِّدُنا کعب احبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا: تورات شریف تو کہتی ہے کہ بندہ جب نیکی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے تو قوم اسے برا جانتی ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا ابو مسلم خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: تورات کی بات سچ ہے، ابو مسلم کی نہیں۔

اَمْر بِالْمَعْرُوْف کے سلسلے میں نرمی کے وجوب پر وہ آیت بھی دلالت کرتی ہے جس سے مامون الرشید نے اِسْتِدْلال کیا تھا کہ جب اسے کسی واعظ نے نصیحت کی اور اس میں سختی برتی تو مامون نے کہا: اے شخص! نرمی اختیار کر بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تجھ سے بہتر کو جب مجھ سے زیادہ بدتر کی طرف بھیجا تو انہیں نرمی کا حکم دیا اور یہ ارشاد فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔ (پ۱۶، طٰهٰ: ۴۴)

مُحْتَسِب کو نرمی کے سلسلے میں انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اقتدا کرنی چاہئے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دل کو گناہوں سے پاک کر دیا:

حضرت سَیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ مجھے زنا کی اجازت دیتے ہیں؟ اس پر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اسے ڈانٹا تو سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اسے چھوڑ دو، (پھر اس نوجوان سے فرمایا) میرے قریب ہو جاؤ۔" وہ نوجوان قریب آیا حتی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے بیٹھ گیا۔ حسنِ اخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم اپنی ماں کے حق میں اس بات کو پسند کرتے ہو؟" اس نے جواب دیا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے آپ پر فدا کرے! نہیں۔" ارشاد فرمایا: "اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ زنا کئے جانے کو ناپسند کرتے ہیں۔" پھر استفسار فرمایا: "کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ پسند کرتے ہو؟" جواب دیا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے آپ پر فدا کرے! نہیں۔" ارشاد فرمایا: "اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے یہ ناپسند کرتے ہیں۔" پھر استفسار فرمایا: "کیا تم اپنی بہن کے لئے یہ پسند کرتے ہو؟" حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی طرح پھوپھی اور خالہ کا بھی ذکر کیا اور اس

نوجوان نے ہر ایک کے جواب میں یہی کہا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے آپ پر فدا کرے! نہیں۔'' اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہی ارشاد فرمایا: ''اسی طرح لوگ بھی اسے ناپسند کرتے ہیں۔'' اس کے بعد کا مضمون دونوں روایتوں میں یوں ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دست اقدس اس نوجوان کے سینے پر رکھ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس کے دل کو پاک فرما، اس کے گناہوں کو بخش دے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما۔'' (راوی فرماتے ہیں:) اس کے بعد اس کے نزدیک زنا سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہ تھی۔[1]

تنہائی میں سمجھانا:

حضرت سَیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا گیا کہ حضرت سَیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بادشاہ کے تحائف قبول فرمالیتے ہیں۔ فرمایا: ''اپنے حق سے کم ہی لیتے ہیں۔'' پھر آپ نے حضرت سَیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو تنہائی میں لے جا کر ان کی سرزنش کی تو حضرت سَیِّدُنا سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کی: اے ابو علی! میں نیک لوگوں میں سے اگرچہ نہیں لیکن نیک لوگوں سے محبت تو کرتا ہوں۔

حکایت: نرمی سے پیش آنے کا فائدہ:

حضرت سَیِّدُنا حمَّاد بن سلَمہ[2] رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت سَیِّدُنا صِلَہ بن اَشْیَم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس سے ایک شخص گزرا، اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا تھا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اصحاب نے اس کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہا تو آپ نے فرمایا: ''یہ کام مجھ پر چھوڑ دو، میں اس کے لئے کافی

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/ ۲۸۵، الحدیث: ۲۲۲۷۴

2 ... علامہ سیّد محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: درست یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت سَیِّدُنا حماد بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے جیسا کہ ''حلیۃ الاولیاء'' میں بھی اس کا ذکر ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۱۰۵)

ہوں۔" چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اے بھتیجے! مجھے تم سے ایک کام ہے؟" اس نے عرض کی: "اے چچا! آپ کو کیا کام ہے؟" فرمایا: "میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تم اپنا تہبند ٹخنوں سے اوپر کر لو۔" اس نے کہا: "جی، بہت اچھا۔" چنانچہ، اس نے اپنا تہبند اوپر کر لیا، پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "اگر تم اس پر سختی کرتے تو وہ نہ مانتا اور تمہیں گالیاں دیتا۔"

حکایت: نرمی سے تنہائی میں سمجھانے کی برکت:

حضرت سیِّدُنا محمد بن زکریا غلابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: میں ایک رات حضرت سیِّدُنا ابن عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس حاضر ہوا وہ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد مسجد سے نکل کر اپنے گھر کا ارادہ رکھتے تھے، اچانک نشے میں مدہوش ایک قریشی نوجوان آپ کے راستے میں آیا جو ایک عورت کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہا تھا، عورت نے مدد کے لئے پکارا تو لوگ اس نوجوان کو مارنے کے لئے جمع ہو گئے۔ حضرت سیِّدُنا ابن عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس نوجوان کو دیکھ کر پہچان لیا اور لوگوں سے کہا: "میرے بھتیجے کو چھوڑ دو۔" پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اے میرے بھتیجے! میرے پاس آؤ۔" تو وہ نوجوان شرمندہ ہونے لگا، تب آپ نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا پھر اس سے فرمایا: "میرے ساتھ چل۔" چنانچہ، وہ آپ کے ساتھ چلنے لگا حتی کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گھر پہنچ گیا۔ آپ نے اپنے ایک غلام سے فرمایا: "آج رات اسے اپنے پاس سلاؤ، جب اس کا نشہ دور ہو تو جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اسے بتا دینا اور اسے میرے پاس لانے سے پہلے جانے مت دینا۔" چنانچہ، جب اس کا نشہ دور ہوا تو خادم نے اسے سارا ماجرا بیان کیا جس کی وجہ سے وہ بہت شرمندہ ہوا اور رونے لگا اور واپس جانے کا ارادہ کیا تو غلام نے کہا: حضرت کا حکم ہے کہ تمہیں ان کے پاس لے جاؤں۔ چنانچہ، وہ اس نوجوان کو آپ کے پاس لے آیا، آپ نے اس نوجوان سے فرمایا: "کیا تجھے اپنی ذات سے شرم نہیں آئی؟ کیا تجھے اپنی شرافت سے حیا نہ آئی؟ کیا تو نہیں جانتا کہ تیرا والد کون ہے؟ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈر اور جن کاموں میں لگا ہوا ہے انہیں چھوڑ دے۔" وہ نوجوان اپنا سر جھکا کر رونے لگا پھر اس نے اپنا سر اٹھا کر

کہا: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد کرتا ہوں جس کے بارے میں قیامت کے دن مجھ سے سوال ہو گا کہ آیندہ کبھی میں (نشہ آور) نبیذ نہیں پیوں گا اور نہ ہی کسی عورت پر دست درازی کروں اور میں ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ پھر آپ نے اس کے سر پر بوسہ دے کر فرمایا: ''اے میرے بیٹے! تو نے توبہ کر کے بہت اچھا کیا۔'' اس کے بعد وہ نوجوان آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلسوں میں شریک ہونے لگا اور آپ سے حدیث شریف لکھنے لگا۔ یہ سب آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی نرمی کی برکت تھی۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''لوگ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں حالانکہ ان کی نیکی برائی بن جاتی ہے، لہٰذا تم اپنے تمام امور میں نرمی کو اختیار کرو کہ اس سے تم اپنے مقاصد کو پالو گے۔''

حکایت: ولی کا رعب و دبدبہ:

حضرت سیِّدُنا فتح بن شَخْرَف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کا راستہ روک کر اسے پکڑ لیا، اس کے ہاتھ میں چھری تھی جو بھی اس کے قریب جاتا وہ اسے چھری سے زخمی کر دیتا اور وہ بہت مضبوط بدن والا تھا، لوگ اسی حالت میں تھے اور عورت اس کے ہاتھ میں چلا رہی تھی کہ اسی دوران حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی وہاں سے گزرے، آپ اس آدمی کے قریب گئے اور اپنے کاندھے کو اس کے کاندھے سے رگڑا تو وہ شخص زمین پر گر گیا، پھر آپ تشریف لے گئے۔ لوگ اس شخص کے قریب آئے تو دیکھا کہ اس کے جسم سے بہت زیادہ پسینہ بہہ رہا تھا، عورت بخیریت وہاں سے چلی گئی، لوگوں نے اس سے حال دریافت کیا تو کہنے لگا کہ میں اور تو کچھ نہیں جانتا لیکن اس بزرگ نے اپنا کاندھا مجھ سے رگڑ کر فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے اور تیرے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔'' ان کے اس ارشاد کی وجہ سے میرے قدم لڑکھڑانے لگے اور مجھ پر بہت زیادہ ہیبت طاری ہو گئی، میں نہیں جانتا کہ وہ بزرگ کون تھے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی تھے۔ اس نے کہا: ''ہائے افسوس! آج کے بعد وہ مجھے کس نگاہ سے دیکھیں گے؟'' چنانچہ اسی دن اسے بخار ہو گیا اور ساتویں دن اس کی موت واقع ہو گئی۔

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کے سلسلے میں دین دار لوگوں کی یہی عادت ہوا کرتی تھی۔ اس بارے میں ہم نے ''صحبت وہم نشینی کے آداب'' کے بیان میں اَلْبُغْضُ فِی اللہ وَ الْحُبُّ فِی اللہ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عداوت ومحبت کرنے) کے ضمن میں بہت سی روایات ذکر کی ہیں جنہیں دوبارہ ذکر کر کے ہم کلام طویل نہیں کرنا چاہتے۔ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کے درجات اور آداب کے بارے میں یہ کلام کافی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے کرم سے توفیق دینے والا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے۔

باب نمبر3: مروّجہ برائیوں کا بیان (یہ چھ فصلوں پر مشتمل ہے)

ہم ان میں سے بعض کی طرف اجمالی طور پر اشارہ کریں گے تاکہ ان کے ذریعے ان جیسی دوسری برائیوں پر استدلال کیا جاسکے کیونکہ ان کا حصر مقصود نہیں ہے۔

جان لیجئے! برائیوں کی دو قسمیں ہیں: (۱)... مکروہ[1]۔ (۲)... محظور (ممنوع)[2]۔ چنانچہ، جب ہم یہ کہیں گے کہ یہ برائی مکروہ ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے منع کرنا مستحب ہے اور اس پر خاموش رہنا مکروہ ہے حرام نہیں۔ جب برائی کے مرتکب کو اس کا مکروہ ہونا معلوم نہ ہو تو اسے بتانا واجب ہے کیونکہ کراہت ایک حکم شرعی ہے جو اسے نہ جانتا ہو اس تک یہ حکم پہنچانا واجب ہے اور جب ہم ممنوع برائی یا مطلقاً برائی[3] کا تذکرہ کریں گے تو اس سے ہماری مراد وہ برائی ہوگی جو ممنوع ہو، لہٰذا باوجود قدرت اس پر خاموشی اختیار کرنا ناجائز ہے۔

پہلی فصل: مساجد میں پائی جانے والی برائیاں

❀... **پہلی برائی:** مساجد میں اکثر اوقات رکوع وسجود میں عدمِ اطمینان (یعنی تعدیل ارکان نہ کرنے) کی وجہ سے

---

❶... احناف کے نزدیک: مکروہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) مکروہ تحریمی اور (۲) مکروہ تنزیہی۔ مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ ہے جبکہ مکروہ تنزیہی کا ارتکاب گناہ نہیں، البتہ! اس کا ترک اولیٰ ضرور ہے۔ (الدر المختار و رد المحتار، ۹/ ۵۵۶، ۵۵۷)

❷... احناف کے نزدیک: محظور وہ فعل ہے جس کے ارتکاب سے شریعت نے منع فرمایا ہو۔ (الدر المختار، ۹/ ۵۵۵)

❸... احناف کے نزدیک: اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوگی۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۱۰۹)

نماز کی خرابی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس برائی کی وجہ سے نماز کا باطل ہو جانا حدیث پاک سے ثابت ہے، لہٰذا اس سے منع کرنا واجب ہے۔ البتہ! حنفی کو اس سے منع نہ کرے کیونکہ وہ ترک اطمینان کو صحتِ نماز کے منافی نہیں سمجھتا، لہٰذا اس اعتقاد کی وجہ سے اسے منع کرنا درست نہیں[1]۔

دوسرے کو نماز میں غلطی کرتا دیکھ کر خاموش رہنے والا اس گناہ میں شریک تصور کیا جائے گا، اس طرف مختلف روایات بھی اشارہ کرتی ہیں۔ چنانچہ، ایک روایت میں ہے کہ غیبت سننے والا بھی غیبت کرنے والے کی طرح گناہ میں شریک ہے۔[2] اسی طرح ہر وہ چیز جو نماز کی صحت میں فساد پیدا کرتی ہے جیسے نمازی کے کپڑے پر نجاست کا ہونا جو اس کو نظر نہیں آرہی یا تاریکی یا اندھا ہونے کے باعث قبلہ سے ہٹ جانا۔ ان تمام صورتوں میں بھی اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کرنا واجب ہے۔

❀...**دوسری برائی:** قرآن پاک کو غلط پڑھنا۔ اس برائی سے روکنا اور صحیح پڑھنے کی تلقین کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد میں معتکف ہو کر اپنا اکثر وقت درست قرآن پاک پڑھانے میں گزارتا ہو جس کی وجہ سے نفلی عبادات اور ذکر واذکار نہ کرپاتا ہو تو اس کو اسی (اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف) میں مشغول رہنا چاہئے کہ یہ اس کے لئے نوافل اور ذکر واذکار سے افضل ہے کیونکہ یہ فرض ہے اور ایسی نیکی ہے جس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے، لہٰذا یہ نوافل سے افضل ہے جن کا فائدہ صرف اس کو پہنچتا ہے۔ اگر اس کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ تحریر یا کوئی دوسرا کام نہ کر سکتا ہو جو اس کا ذریعۂ معاش ہو تو اگر اس کے پاس بقدرِ کفایت رزق موجود ہو تو اس پر اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف کرنے میں مشغول ہونا لازم ہے اور دنیا زیادہ حاصل کرنے کے لئے اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف ترک کرنا

---

[1]...علامہ سیّد محمد بن محمد مرتضیٰ زَبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: **احناف کے نزدیک:** تعدیل ارکان کا مسئلہ مختلف فیہ ہے لیکن حضرت سیِّدُنا امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول مفتٰی بہ قول تعدیل ارکان کے وجوب کا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۱۱۰) تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود و قومہ وجلسہ میں کم از کم ایک بار سُبْحٰنَ اللہ کہنے کی قدر ٹھہرنا واجب ہے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۵۱۸) اور نماز میں کسی واجب کو جان بوجھ کر ترک کرنے سے نماز واجب الاعادہ (یعنی دوبارہ پڑھنی واجب) ہو جاتی ہے اور اگر بھولے سے کوئی واجب رہ گیا تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۱/ ۵۰۷)

[2]...حلیۃ الاولیاء، میمون بن مہران، ۴/ ۹۶، الحدیث: ۴۸۷۹

جائز نہیں اور اگر اسی دن کی غذا کے لئے کمانے کی حاجت ہے تو یہ اس کے لئے عذر ہے، لہٰذا ایسی صورت میں عاجز ہونے کی وجہ سے وجوب اس سے ساقط ہو جائے گا۔

جو شخص قرآن پاک میں بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہو اگر وہ سیکھنے پر قادر ہو تو سیکھنے سے پہلے اسے قرآن پاک پڑھنے سے باز رہنا چاہئے کیونکہ غلط پڑھنے کی وجہ سے وہ گناہ گار ہو گا۔ اگر زبان اس کا ساتھ نہ دیتی ہو تو اس صورت میں اگر اکثر قراءت غلط ہو تو وہ اسے ترک کر دے اور سورۂ فاتحہ کو صحیح پڑھنا سیکھے اور اگر اس کی قراءت کا اکثر حصہ صحیح ہے لیکن سب کو ایک جیسا پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اسے چاہئے کہ اس طرح پڑھنے میں اپنی آواز کو پست رکھے تاکہ کوئی اور نہ سن سکے۔ اگرچہ ایسے شخص کو آہستہ پڑھنے سے منع کرنے کی بھی وجہ بنتی ہے مگر جبکہ یہ اس سے زیادہ صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہو۔ نیز قرآن پاک پڑھنے سے اُنس اور تلاوتِ قرآن کی حرص رکھتا ہو تو میں (امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی) اس کے لئے آہستہ پڑھنے میں حرج نہیں جانتا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم (اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے)

❀... **تیسری برائی:** مُؤَذِّنوں کا اذان میں تراسُل[1] کرنا اور اس کے کلمات کو کھینچنا[2] نیز حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہتے ہوئے تمام سینے کو قبلہ سے پھیر دینا[3] یا ہر ایک کا دوسرے کی اذان ختم ہونے کا انتظار کئے بغیر اذان شروع کر دینا جس سے آوازوں کے باہم مل جانے کی وجہ سے حاضرین پر اذان کا جواب دینا دشوار ہو جائے۔

یہ تمام برائیاں مکروہ ہیں جن کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص جانتے ہوئے

1... **تراسُل:** یہ ہے کہ متعدد افراد اس طرح اذان دیں کہ پہلے ایک شخص اپنی آواز کھینچ کر اذان کے کچھ الفاظ پڑھے اور خاموش ہو جائے، پھر دوسرا شخص آواز کھینچے، اس کے بعد پھر پہلا شخص لوٹ آئے اور اسی طرح ہوتا رہے حتی کہ اذان ختم ہو جائے، یہ ممنوع ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۱۱۱)

2... مثلاً **اَللّٰہ** یا **اَکْبَر** کے ہمزے کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھنا، یوہیں **اکبر** میں **بے** کے بعد **الف** بڑھانا (یعنی اَکْبَار پڑھنا) حرام ہے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۴۶۸)

3... حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ داہنی طرف مونھ کر کے کہے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح بائیں جانب اگرچہ اَذان کے لئے نہ ہو بلکہ مثلاً بچے کے کان میں یا اور کسی لئے کہی یہ پھیرنا فقط مونھ کا ہے، سارے بدن سے نہ پھرے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۴۶۹)

ایسا کرے تو اسے منع کرنا اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح جب کسی مسجد کا ایک مُؤَذِّن مقرَّر ہو اور وہ صبح صادق ہونے سے پہلے ہی اذان دے دیتا ہو تو اسے صبح صادق کے بعد اذان دینے سے منع کرنا چاہئے کیونکہ اس تکرارِ اذان سے نماز، روزے کے معاملات لوگوں پر مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ البتہ! جب اس کا صبح صادق سے پہلے اذان دینا مشہور ہو اور نماز پڑھنے اور سحری ترک کرنے میں اس کی اذان پر اعتماد نہ کیا جاتا ہو یا اس کے ساتھ ایک اور مُؤَذِّن ہو جو فجر کا وقت شروع ہونے پر اذان دیتا ہو اور اس کی آواز جانی پہچانی ہو تو ایسی صورت میں حرج نہیں[1]۔

اسی طرح طلوع فجر کے بعد ایک ہی مسجد میں وقفے سے متعدد مرتبہ اذان دینا بھی مکروہ ہے خواہ ایک ہی شخص اذان دے یا متعدد افراد کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں جبکہ مسجد میں کوئی سونے والا باقی نہ ہو اور نہ ہی اذان کی آواز مسجد سے باہر جاتی ہو کہ کسی اور کو متنبہ کیا جا سکے۔ یہ تمام باتیں مکروہ اور صحابۂ کرام وبزرگانِ دین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے طریقے کے خلاف ہیں۔

---

❶... علامہ سیِّد محمد بن محمد مرتضیٰ زَبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی "اتحاف السادة المتقين" جلد 8، صفحہ 112 پر فرماتے ہیں: سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ مبارکہ میں رمضان المبارک کے مہینے میں یہ معمول تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دو مُؤَذِّن ہوتے جن میں ایک حضرت سیِّدُنا بلال حبشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہوتے جو طلوعِ فجر سے قبل لوگوں کو جگانے کے لئے اذان دیتے تاکہ لوگ اٹھ کر عباداتِ الٰہی بجالائیں اور دوسرے حضرت سیِّدُنا ابنِ اُمِّ مکتوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہوتے جو فجر کا وقت ہونے پر (نمازِ فجر کے لئے) اذان دیتے۔ مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مراٰۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 422 پر فرماتے ہیں: سیِّدُنا بلال (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) کی یہ اذان سحری کو جگانے کے لئے ہوتی تھی، سحری کو جگانے کے لئے اذان دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر یہ جب ہو گا جب لوگ اس اذان سے شبہ میں نہ پڑھ جائیں ورنہ ہر گز نہ دی جائے ہمارے ملک میں اذان صبح صادق کی علامت ہے اگر یہاں سحری کی اذان دی گئی تو کوئی فجر کے شبہ میں سحری نہ کھا سکے گا یا کوئی دوسری اذان کو پہلی سمجھ کر دن میں کھا کر روزہ خراب کر لے گا۔ اس لئے اب ہر گز اس پر عمل نہ کیا جائے بہت سی چیزیں عہد صحابہ میں درست تھیں، اب ممنوع ہیں۔ دیکھو اُس زمانہ میں جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور مع جوتے نماز پڑھنا مُرَوَّج تھا، اب ممنوع ہے۔ فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہو جائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی دیکھو سیِّدُنا بلال (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) کی اذان پر اکتفا نہ کی گئی امام اعظم (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم) کا یہی مذہب ہے امام شافعی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی) کے ہاں اذان فجر وقت سے پہلے بھی جائز ہے۔

❀...**چوتھی برائی:** خطیب کا ایسے سیاہ رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہونا جن میں ریشم غالب ہو یا ایسی تلوار پکڑے ہوئے ہونا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہو، ایسا شخص فاسق ہے اور اس کو اس برائی سے منع کرنا واجب ہے۔ محض سیاہ رنگ مکروہ نہیں لیکن پسندیدہ بھی نہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سب سے زیادہ سفید رنگ کے کپڑے پسند ہیں اور جس نے سیاہ کپڑوں کو مکروہ اور بدعت کہا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ پہلے دور میں یہ کپڑے معروف نہیں تھے [1] لیکن جب اس بارے میں کوئی نہی وارد نہیں تو اسے بدعت و مکروہ نہیں کہنا چاہئے، البتہ! سیاہ کپڑوں کا ترک بہتر ضرور ہے۔

❀...**پانچویں برائی:** مسجد میں قصہ گو اور ایسے واعظین کا کلام جس میں وہ بدعت کو ملا دیتے ہیں۔ قصہ گو اگر واقعات بیان کرنے میں جھوٹ بولے تو وہ فاسق ہے اور اسے اس فعل سے منع کرنا واجب ہے، اسی طرح گمراہ واعظ کو منع کرنا بھی واجب ہے اور اس کی مجلس میں حاضر ہونا بھی ناجائز ہے مگر جب مقصود اس کا رد کرنا ہو تو جا سکتا ہے ایسی صورت میں اگر قادر ہو تو تمام حاضرینِ مجلس کو منع کرے یا جو لوگ اس کے آس پاس موجود ہیں انہیں روکے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر بدعت سننا جائز نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا:

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں۔ (پ۷، الانعام: ۶۸)

جب واعظ کا کلام امید اور لوگوں کو گناہ کرنے پر دلیر کرنے کی طرف مائل ہو اور اس کے کلام کی وجہ سے لوگوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عفو و رحمت پر اعتماد کرتے ہوئے گناہ کرنے کی جرأت زیادہ ہو جائے اور اس کے سبب ان پر خوفِ خدا کے مقابلے میں امید غالب ہو جائے تو یہ بھی برائی ہے اور اس سے منع کرنا واجب ہے

---

[1] ...علّامہ سیّد محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: سیاہ کپڑے پہننے کا رواج ابو مسلم خُراسانی سے خلیفہ منصور کے دورِ حکومت میں شروع ہوا۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۱۱۲)

کیونکہ اس کی خرابیاں بہت زیادہ ہے، لہذا امید پر خوف غالب ہو تو یہ زیادہ مناسب اور مخلوق کی طبیعتوں کے زیادہ لائق ہے کیونکہ مخلوق کو خوف کی زیادہ حاجت ہے جبکہ عدل یہ ہے کہ خوف اور امید دونوں برابر ہوں جیسا کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''اگر قیامت کے دن کوئی پکارنے والا یہ کہے کہ سوائے ایک شخص کے تمام لوگ جہنم میں داخل ہوں گے تو مجھے امید ہے کہ وہ جنت میں جانے والا ایک شخص میں ہی ہوں گا اور اگر پکارنے والا پکارے کہ سوائے ایک شخص کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ جہنَّم میں جانے والا ایک شخص میں ہی ہوں گا۔''

جب واعظ نوجوان ہو اور وہ اپنے کپڑے اور وضع قطع عورتوں کے لئے آراستہ کرتا ہو، اس کے ساتھ ساتھ کثیر اشعار پڑھتا ہو اور اشارے و حرکات زیادہ کرتا ہو اور اس کی مجلس میں عورتیں بھی حاضر ہوتی ہوں تو یہ بھی برائی ہے جس سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں اصلاح سے زیادہ فساد ہوتا ہے اور یہ بات اس کے حالات کے قرائن سے واضح ہوتی ہے، لہٰذا وعظ و نصیحت کی ذمہ داری صرف ایسے شخص کے سپرد کی جائے جو ظاہری طور پر متقی ہو اور اس کی وضع میں سکون اور وقار ہو اور اس کا لباس نیک لوگوں کے لباس جیسا ہو ورنہ لوگ گمراہی میں مزید بڑھیں گے۔

عورتوں اور مردوں کے درمیان ایسا پردہ لگانا واجب ہے جو دیکھنے میں رکاوٹ ہو کیونکہ وعظ و نصیحت کی مجلس میں بھی فساد کا گمان ہے، ان برائیوں پر عادتیں گواہ ہیں۔ نیز جب فتنے کا اندیشہ ہو تو عورتوں کو نمازوں کے لئے مسجد جانے اور مجلس ذکر میں حاضر ہونے سے منع کرنا واجب ہے[1]۔ اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ

---

[1]... مسجد و عید گاہ میں عورتوں کا جانا چونکہ فتنہ ہے اس لئے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا جو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مزاج خوب جانتی پہچانتی تھیں انہوں نے اپنے زمانے کی عورتوں کا حال دیکھ کر فرمایا اگر رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ان عورتوں کا حال دیکھتے تو ان کو مسجد میں آنے سے ضرور منع فرمادیتے اور یہ (موجودہ) زمانہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے زمانہ سے کہیں زیادہ پر فتن ہے لہٰذا عورتوں کو (مسجد و) عید گاہ جانے سے سختی کے ساتھ روکا جائے اور ان پر لازم ہے کہ عید گاہ ہرگز نہ جائیں۔ (ملخصاً فتاوی فیض الرسول، ۱/ ۴۲۵)

صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عورتوں کو نماز ادا کرنے کے لئے مساجد میں آنے سے منع کیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کہا گیا کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تو عورتوں کو جماعت میں شریک ہونے سے منع نہیں فرمایا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ارشاد فرمایا: "اگر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان باتوں کا مشاہدہ فرماتے جو آپ کے بعد لوگوں نے ایجاد کی ہیں تو آپ بھی عورتوں کو مساجد کی حاضری سے منع فرمادیتے۔"[1]

اگر کوئی عورت باپردہ ہو کر مسجد سے گزرے تو اسے منع نہیں کرنا چاہئے، البتہ! بہتر یہ ہے کہ مسجد کو راستہ بالکل نہ بنایا جائے[2]۔

واعظین کی موجودگی میں قرآن پاک کو لمبا کرکے اور ایسی طرز سے پڑھنا جس سے قرآن پاک کے الفاظ تبدیل ہو جائیں اور ترتیل کی حد سے تجاوز ہو جائے یہ سخت مکروہ برائی ہے اور بزرگانِ دین کی ایک جماعت نے اس کا رَدّ کیا ہے۔

❀...**چھٹی برائی:** ادویات، کھانے والی اشیاء اور تعویذات کو بیچنے کے لئے جمعہ کے دن حلقے بنانا، نیز مانگنے کے لئے کھڑے ہونا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور اشعار پڑھنا وغیرہ (تاکہ لوگ کچھ دیں)۔ ان میں سے بعض چیزیں دھوکا اور جھوٹ پر مبنی ہونے کی وجہ سے حرام ہیں جیسے بعض اناڑی طبیبوں کے ٹوٹکے اور شعبدہ بازوں اور دھوکا بازوں کی فریب کاریاں۔ اسی طرح تعویذات والے بھی عام طور پر بچوں اور دیہاتیوں کو دھوکا دے کر تعویذ بیچتے ہیں، یہ کام مسجد کے اندر بھی حرام ہے اور مسجد سے باہر بھی اور اس سے منع کرنا واجب ہے بلکہ ہر وہ خرید وفروخت جس میں جھوٹ، دھوکا دہی اور خریدار سے عیب کو چھپانا پایا جائے، حرام ہے۔

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، ۱/ ۳۰۰، الحدیث: ۸۶۹، بتغیر
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد... الخ، الحدیث: ۴۴۵، ص ۲۳۴، بتغیر

2 ...مسجد کو راستہ بنانا یعنی اس میں سے ہو کر گزرنا ناجائز ہے، اگر اس کی عادت کرے تو فاسق ہے، اگر کوئی اس نیت سے مسجد میں گیا وسط میں پہنچا کہ نادم ہوا، تو جس دروازہ سے اس کو نکلنا تھا اس کے سوا دوسرے دروازہ سے نکلے یا وہیں نماز پڑھے پھر نکلے اور وضو نہ ہو، تو جس طرف سے آیا ہے، واپس جائے۔ (بہار شریعت، ۱/ ۶۴۵)

❀...ساتویں برائی: مساجد کی برائیوں میں سے ایک برائی وہ کام بھی ہیں جو خارجِ مسجد جائز ہیں جیسے کپڑے سلائی کرنا، ادویات، کتابیں اور اشیاء خورد و نوش بیچنا[1]۔

یہ کام مسجد میں بھی فی نفسہٖ حرام نہیں ہیں بلکہ کسی امرِ خارج کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں اور وہ امر خارج یہ ہے کہ نمازیوں پر جگہ تنگ ہو اور ان پر نماز پڑھنا مشکل ہو جائے اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہو تو یہ حرام نہیں ہے۔ البتہ! پھر بھی اسے ترک کرنا بہتر ہے لیکن مسجد میں ان کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایسا کبھی کبھار اور شاذ و نادر ہو کیونکہ اگر وہ مسجد کو ہمیشہ کے لئے دکان بنالے تو حرام ہے اور اس سے منع کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض جائز امور کا جائز ہونا قلت کے ساتھ مشروط ہوتا ہے اگر بکثرت ہو جائیں تو وہ گناہِ صغیرہ میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ بعض گناہ عدمِ اصرار کی شرط کے ساتھ صغیرہ ہوتے ہیں (ورنہ کبیرہ بن جاتے ہیں) تو اگر ان میں سے قلیل کا دروازہ کھول دینے سے کثیر میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو اس قلیل سے بھی منع کرنا چاہئے اور یہ منع کرنے کا اختیار حاکم یا جسے حاکم کی طرف سے مسجد کے انتظامات کی ذمہ داری سونپی گئی ہو اسے ہو گا کیونکہ یہ معاملہ غور و فکر کے ذریعے حل نہیں ہو سکتا اور جو چیز فی نفسہٖ جائز ہو تو کثیر میں مبتلا ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے عوام کو اس سے منع کرنے کا حق نہیں۔

❀...آٹھویں برائی: پاگلوں، بچوں[2] اور نشہ میں مدہوش افراد کا مسجد میں داخل ہونا۔ اگر بچہ مسجد میں نہ

1...بیع وشرا (یعنی خرید و فروخت) وغیرہ ہر عقد مبادلہ (یعنی وہ عقد جس میں لین دین ہو) مسجد میں منع ہے، صرف معتکف کو اجازت ہے جب کہ تجارت کے لیے خرید تا بیچتا نہ ہو، بلکہ اپنی اور بال بچوں کی ضرورت سے ہو اور وہ شے مسجد میں نہ لائی گئی ہو۔ درزی کو اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر اُجرت پر کپڑے سیے، ہاں اگر بچوں کو روکنے اور مسجد کی حفاظت کے لیے بیٹھا تو حرج نہیں۔ یوہیں کاتب کو مسجد میں بیٹھ کر لکھنے کی اجازت نہیں، جب کہ اُجرت پر لکھتا ہو اور بغیر اُجرت لکھتا ہو تو اجازت ہے جب کہ کتاب کوئی بُری نہ ہو۔ (بہار شریعت، ۱/ ۶۴۸، ۶۴۹)

2...**دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب "**فیضان سنت، جلد اول، صفحہ 1220**" پر شیخ طریقت امیر اہلسنت بانیِ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال **محمد الیاس عطار قادری** رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ تحریر فرماتے ہیں: **ایسا بچہ جس سے نجاست** (یعنی پیشاب وغیرہ کر دینے) **کا خطرہ ہو اور پاگل کو...** بقیہ اگلے صفحہ پر...

کھیلے تو اس کے مسجد میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں بچے کا مسجد میں کھیلنا اور اس کے کھیلنے پر خاموشی اختیار کرنا حرام نہیں ہے۔ البتہ! جب وہ مسجد کو کھیل کا میدان بنالے اور یہ اس کی عادت ہو جائے تو اس سے منع کرنا واجب ہے، یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کا قلیل جائز اور کثیر حرام ہے۔

اور قلیل کے جائز ہونے پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے بخاری و مسلم میں بیان کیا گیا کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خاطر کھڑے رہے حتی کہ انہوں نے مسجد میں عید کے دن حبشیوں کا رقص اور ان کی جنگی مشقیں دیکھیں۔[1]

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر وہ حبشی مسجد کو کھیل کا میدان بنالیتے تو ان کو ضرور منع کیا جاتا لیکن شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے برائی خیال نہیں فرمایا حتی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود اسے ملاحظہ فرمایا نیز حبشیوں کو اس کا حکم دیا تاکہ ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ان کا کھیل دیکھیں اور ان کی دل جوئی ہو۔ چنانچہ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حبشیوں سے ارشاد فرمایا: ”اے بنو ارفِدہ! کھیل جاری رکھو۔“ جیسا کہ ہم نے اسے ”سماع کے آداب“ میں ذکر کیا ہے۔

جہاں تک پاگلوں کا تعلق ہے تو ان کے مسجد آنے میں بھی کوئی حرج نہیں جبکہ ان کی طرف سے مسجد کو آلودہ کرنے، گالیاں بکنے، فحش گوئی کرنے یا صورتاً برائی کا ارتکاب کرنے، مثلاً ننگے ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ بہر حال جس مجنون کے بارے میں علم ہو کہ اس کی عادت خاموش اور پرسکون رہنے کی ہے تو اسے مسجد سے نکالنا واجب نہیں۔ نشے میں مدہوش شخص کا حکم بھی پاگل کی طرح ہے کہ اگر اس کی طرف سے مسجد کو

... **مسجد کے اندر لے جانا حرام ہے اگر نجاست کا خطرہ نہ ہو تو مکروہ۔** (ردالمحتار، ۲/ ۵۱۸) **اور صفحہ 1221 پر فرماتے ہیں: بچّہ یا پاگل** (یا بے ہوش یا جس پر جِنّ آیا ہوا ہو اس) کو دم کروانے کے لئے بھی مسجد میں لے جانے کی شریعت میں اجازت نہیں۔ چھوٹے بچّہ کو اچھی طرح کپڑے میں لپیٹ کر بلکہ ”پیکنگ“ کر کے بھی نہیں لاسکتے۔

[1] ...صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، ۱/ ۳۲۷، الحدیث: ۹۵۰

آلودہ یعنی قے کرنے یا زبان سے ایذا دینے کا اندیشہ ہو تو اسے مسجد سے نکالنا واجب ہے اور یہی حکم اس شخص کا ہے جس کی عقل میں فتور ہو، لہٰذا جب اس سے مذکورہ بالا چیزوں کا اندیشہ ہو تو اسے بھی مسجد سے نکالنا واجب ہے۔ اگر کسی شخص نے شراب پی اور نشہ نہ آیا لیکن شراب کی بو آتی ہے تو یہ سخت مکروہ برائی ہے اور برائی کیسے نہ ہو حالانکہ پیاز اور لہسن کھانے والے کو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مساجد میں آنے سے منع فرمایا ہے[1] حالانکہ یہ نہی کراہت پر محمول ہے جبکہ شراب کا معاملہ اس سے زیادہ سخت ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

کیا نشے والے شخص کو بطورِ زجر مارنا اور اسے مسجد سے نکال دینا چاہئے؟ **جواب:** نہیں بلکہ اسے مسجد میں بٹھایا جائے اور شراب چھوڑنے کا کہا جائے جبکہ بات سمجھتا ہو اور جہاں تک اسے زجر (تنبیہ) کے لئے مارنے کا تعلق ہے تو اس کا اختیار سوائے حکمرانوں کے اور کسی کے پاس نہیں اور حکمران بھی حد اس وقت لگائے گا جب شراب پینے کا خود اقرار کرے یا دو گواہ گواہی دیں محض شراب کی بُو آنے سے حد نہیں لگائی جائے گی[2]۔

1... صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب ماجاء فی الثوم والبصل والکراث، ۱/ ۲۹۶، الحدیث: ۸۵۳

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نھی من اکل ثوما اوبصلا او کراثا اونحوھا، الحدیث: ۵۶۴، ص ۲۸۲

2... شراب خوار پکڑا گیا اور اس کے مونھ میں ہنوز (ابھی تک) بُو موجود ہے، اگرچہ افاقہ ہو گیا ہو (یعنی ہوش میں آگیا ہو) یا نشہ کی حالت میں لایا گیا اور گواہوں سے شراب پینا ثابت ہو گیا تو حد ہے اور اگر جس وقت اونھوں نے پکڑا تھا اوس وقت نشہ تھا اور بُو تھی، مگر عدالت دور ہے وہاں تک لاتے لاتے نشہ اور بو جاتی رہی تو حد ہے، جبکہ گواہ بیان کریں کہ ہم نے جب پکڑا تھا اوس وقت نشہ تھا اور بُو تھی۔ شراب پینے کا ثبوت فقط مونھ میں شراب کی سی بدبو آنے بلکہ قے میں شراب نکلنے سے بھی نہ ہو گا یعنی فقط اتنی بات سے کہ بُو پائی گئی یا شراب کی قے کی حد قائم نہ کرینگے کہ ہو سکتا ہے حالتِ اِضطرار یا اکراہ میں پی ہو (یعنی مجبوری میں پی ہو یا زبردستی کسی نے پلائی ہو) مگر بو یا نشہ کی صورت میں تعزیر کرینگے جبکہ ثبوت نہ ہو۔ خمر کا ایک قطرہ بھی پیے تو اوس پر حد قائم کی جائے گی جبکہ اوسے اس کا حرام ہونا معلوم ہو۔ انگور کا کچا پانی جب خود جوش کھانے لگے اور اوس میں جھاگ پیدا ہو جائے اُسے خمر کہتے ہیں۔ خمر کے علاوہ اور شرابیں پینے سے حد اوس وقت ہے کہ نشہ آجائے۔

(بہار شریعت، ۲/ ۳۸۹ تا ۳۹۱، ملتقطاً)

البتہ! جب کوئی شخص شراب پی کر لوگوں میں لڑکھڑاتے ہوئے چل رہا ہو جس سے اس کا نشے میں ہونا معلوم ہوتا ہو[1] تو اسے نشے کا اثر ظاہر کرنے سے روکنے کے لئے مسجد[2] و خارِجِ مسجد ہر جگہ مارنا جائز ہے[3] کیونکہ گناہ کا اثر ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور گناہوں کا ترک کرنا واجب ہے اور گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد گناہ اور اس کے اثر کو چھپانا بھی واجب ہے۔ اگر کسی نے گناہ کے اثر کو چھپایا اور پوشیدہ رکھا ہو تو اس کی ٹوہ میں پڑنا جائز نہیں کیونکہ شراب کی بُو تو کبھی کبھار بغیر شراب پیئے محض شراب والی جگہ میں بیٹھنے اور بغیر حلق سے اتارے فقط منہ میں ڈالنے سے بھی آجاتی ہے، لہٰذا بُو پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

دوسری فصل: بازاروں میں پائی جانے والی برائیاں

❀...**پہلی برائی:** بازاروں میں رائج برائیوں میں سے ایک برائی بیع مرابحہ[4] میں جھوٹ بولنا اور شے کے عیب کو چھپانا ہے۔ چنانچہ، جو شخص اس طرح کہے کہ میں نے یہ سامان 10 درہم میں خریدا ہے اور اس میں اتنا نفع لے رہا ہوں اور وہ اس بات میں جھوٹا ہو تو وہ فاسق ہے اور جو شخص حقیقتِ حال سے واقف ہو اس پر لازم ہے کہ وہ خریدار کو اس بیچنے والے کے جھوٹ سے آگاہ کرے اور اگر وہ بیچنے والے کی مروت کی وجہ سے خاموش رہا تو وہ بھی خیانت کرنے میں اس کا شریک ٹھہرے گا اور خاموش رہنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

اسی طرح کسی کو اگر مبیع کے کسی عیب کا علم ہو تو اس پر لازم ہے کہ خریدار کو اس پر مطلع کرے ورنہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے مال ضائع ہونے پر راضی سمجھا جائے گا اور یہ حرام ہے، اسی طرح اگر گز، ماپنے کے

1...**احناف کے نزدیک:** نشہ یہ ہے کہ بات چیت صاف نہ کر سکے اور کلام کا اکثر حصہ ہذیان (بکواس) ہو اگرچہ کچھ باتیں ٹھیک بھی ہوں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۳۹۱)

2...**احناف کے نزدیک:** مسجد میں حد، تعزیر اور قصاص منع ہے۔ (فتح القدیر، ۵/ ۱۱۰)

3...**احناف کے نزدیک:** نشہ کی حالت میں حد قائم نہ کریں (گے) بلکہ نشہ جاتے رہنے کے بعد قائم کریں (گے) اور نشہ کی حالت میں قائم کر دی تو نشہ جانے کے بعد پھر اعادہ کریں (گے)۔ (بہار شریعت، ۲/ ۳۹۰)

4...کوئی چیز خریدی اور اس پر کچھ اخراجات کئے پھر قیمت اور اخراجات کو ظاہر کر کے اس پر نفع کی ایک مقدار بڑھا کر فروخت کر دینے کو مرابحہ کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ۲/ ۷۳۹)

آلات اور ترازو میں تفاوت ہو تو جو شخص اس بات کو جانتا ہے اس پر لازم ہے کہ بذات خود اسے تبدیل کر دے یا اس کے بارے میں حکمران کو بتا دے تا کہ وہ اسے تبدیل کر دے۔

❀...**دوسری برائی:** خرید و فروخت میں زبانی ایجاب و قبول کو ترک کر کے چیز لے لینے اور اس کی قیمت ادا کر دینے پر اکتفا کرنا[1]۔ لیکن اس کے برائی ہونے میں فقہا کا اختلاف ہے، لہٰذا اس سے اسی شخص کو منع کیا جائے گا جو ایجاب و قبول کے واجب ہونے کا قائل ہو۔

وہ فاسد شرائط جو لوگوں میں عام طور پر رائج ہیں ان سے منع کرنا بھی واجب ہے کیونکہ یہ شرائط عقود کو فاسد کر دیتی ہیں اور یہی حال ان چیزوں کا ہے جن میں سود کا دخل ہوتا ہے اور یہ صورتیں بہت عام ہیں اور اسی طرح تمام فاسد تَصَرُّفات سے منع کرنا بھی واجب ہے۔

❀...**تیسری برائی:** لہو و لعب کے آلات اور جانداروں کی تصاویر کو بیچنا جو عید کے دنوں میں بچوں کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ آلاتِ لہو و لعب کی طرح ان تصاویر کو توڑنا اور بیچنے سے منع کرنا بھی واجب ہے، سونے چاندی سے بنے ہوئے برتنوں کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح ریشمی کپڑے اور سونے اور ریشم سے بنی ہوئی ٹوپیاں بیچنے سے منع کرنا واجب ہے۔ اس سے مراد وہ کپڑے اور ٹوپیاں ہیں جنہیں صرف مرد پہن سکتے ہیں یا اس شہر کے رواج سے معلوم ہو کہ انہیں صرف مرد پہنتے ہیں، یہ تمام ممنوع برائیاں ہیں۔ اسی طرح جو شخص پرانے اور استعمال شدہ کپڑے نئے ظاہر کر کے بیچتا ہو جس کی وجہ سے ان کپڑوں کو نیا گمان کیا جاتا ہو تو یہ فعل بھی (دھوکا

1...اصطلاح شرع میں بیع کے معنے یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ بیع کبھی قول سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے۔ اگر قول سے ہو تو اس کے ارکان ایجاب و قبول ہیں یعنی مثلاً ایک نے کہا میں نے بیچا دوسرے نے کہا میں نے خریدا۔ اور فعل سے ہو تو چیز کا لے لینا اور دے دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترکاری (سبزی جیسے پالک، میتھی) وغیرہ کی گڈیاں بنا کر اکثر بیچنے والے رکھ دیتے ہیں اور ظاہر کر دیتے ہیں کہ پیسہ پیسہ کی گڈی ہے خریدار آتا ہے ایک پیسہ ڈال دیتا ہے اور ایک گڈی اٹھا لیتا ہے طرفین (بیچنے والا اور خریدنے والا) باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کے فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام شمار ہوتے ہیں اور اس قسم کی بیع کو بیع تعاطی کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ۲/ ۶۱۵، ۶۱۶)

دہی کی وجہ سے) حرام ہے اور اس سے منع کرنا واجب ہے۔ اسی طرح پھٹے ہوئے کپڑوں کو رَفُو[1] کر کے دھوکا دینا یا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا جو دھوکے کی طرف لے جائے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ یونہی لین دین کے معاملات کی وہ تمام اقسام جو دھوکے کی طرف لے جاتی ہیں جن کا شمار نا ممکن ہے سب کا یہی حکم ہے، لہٰذا جن صورتوں کو ہم نے ذکر نہیں کیا انہیں بھی مذکورہ صورتوں پر قیاس کر لینا چاہئے۔

تیسری فصل: راستوں میں پائی جانے والی برائیاں

پہلی برائی: راستوں میں عام پائی جانے والی برائیوں میں سے غیر مملوکہ مکانات سے متصل ستون بنا کر چبوترے بنانا، درخت لگانا، بالکنی بنانا اور عمارت کے کسی حصے کو باہر نکالنا، لکڑیاں، غلے اور دیگر غذائی اجناس کی بوریاں راستے میں رکھنا۔ یہ تمام برائیاں ہیں جبکہ ان کی وجہ سے راستہ تنگ پڑے اور گزرنے والوں کو ضرر پہنچے اور اگر راستہ وسیع ہونے کی وجہ سے بالکل ضرر نہ ہوتا ہو تو اس سے منع نہیں کیا جائے گا۔ البتہ! راستہ تنگ ہونے کے باوجود اتنی مقدار میں لکڑیاں اور غذائی اجناس کی بوریاں راستے میں رکھنا جائز ہے جنہیں روزانہ گھر منتقل کیا جا سکے کیونکہ یہ تمام لوگوں کی مشترکہ ضرورت ہے، لہٰذا اس سے منع نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح جانوروں کو راستے میں اس طرح باندھنا کہ جس سے راستہ تنگ پڑے اور جانوروں کے پیشاب وغیرہ سے راہ گیروں کے کپڑے نجس ہوں یہ بھی برائی ہے جس سے منع کرنا واجب ہے مگر جس قدر پڑاؤ کرنے اور سوار ہونے کی حاجت ہوتی ہے اتنی مقدار جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ راستوں کے منافع میں تمام لوگ مشترک ہوتے ہیں اور بقدر حاجت کے علاوہ اس میں کسی ایک کو خاص نہیں کیا جا سکتا اور اس میں تمام حاجات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ وہی حاجات معتبر ہوں گی جن کے لئے عام طور پر راستے بنائے جاتے ہیں۔

❀...**دوسری برائی:** جانوروں پر کانٹے لاد کر بازار میں اس طرح لے کر چلنا جس سے لوگوں کے کپڑے پھٹیں، یہ بھی برائی ہے اور اس سے منع کیا جائے گا بشرطیکہ انہیں اس طرح ملا کر باندھنا ممکن ہو جس سے

---

[1]...رَفُو: پھٹے ہوئے کپڑے کی تاگوں سے مرمت کرنا۔ پھٹی ہوئی جگہ کا بھرنا۔ (فیروز اللغات، ۷۵۴)

لوگوں کے کپڑے پھٹنے سے محفوظ رہیں یا پھر کسی وسیع راستے سے گزرنا ممکن ہو ورنہ منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ تمام شہر والوں کو اس کی حاجت ہوتی ہے۔ راستے میں کسی چیز کو پڑا رہنے دینے سے منع کیا جائے گا۔ البتہ! جتنی دیر وہاں سے (گھر تک) منتقل کرنے میں لگتی ہے اتنی دیر راستے میں پڑے رہنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح جانوروں پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا بھی برائی ہے اور ان کے مالکوں کو اس سے منع کیا جائے گا۔ یونہی جب قصاب دکان کے سامنے راستے میں جانور کو ذبح کر کے راستے کو خون سے آلودہ کرے تو یہ بھی برائی ہے، اس سے بھی منع کیا جائے گا، بلکہ قصاب پر ضروری ہے کہ اپنی دکان کے اندر ذبح کرنے کی جگہ بنائے کیونکہ راستے میں ذبح کرنے کی وجہ سے راستہ تنگ ہو جاتا ہے اور نجاست کے چھینٹوں کی وجہ سے، نیز گندگی کے باعث لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی طرح صاف ستھرے راستوں پر کوڑا کرکٹ پھینکنا یا خربوزے کے چھلکے ڈال دینا یا پانی چھڑکنا جس سے لوگوں کے پھسلنے اور گرنے کا اندیشہ ہو، یہ تمام امور بھی برائیوں میں شامل ہیں۔

یہی حکم دیوار سے تنگ راستے کی طرف نکلے ہوئے پرنالے میں پانی چھوڑنے کا ہے کیونکہ اس سے کپڑے نجس ہوں گے یا راستہ مزید تنگ ہو گا، کشادہ راستے میں اس سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہاں اس سے بچ کر چلنا ممکن ہے۔ بارش کا پانی، کیچڑ اور برف کو راستے میں ڈالنا اور صاف نہ کرنا بھی برائی ہے لیکن اس کام کے لئے کوئی شخص معیّن نہیں، البتہ! جس برف کو کسی خاص شخص نے راستے میں ڈالا اور وہ پانی جو کسی خاص پرنالے سے راستے میں جمع ہوا تو اس معیّن شخص پر راستے کو صاف کرنا لازم ہے اور اگر پانی بارش کی وجہ سے جمع ہوا ہو تو یہ ایک عام ذمہ داری ہے اور حکام پر لازم ہے کہ لوگوں کو اس کے صاف کرنے پر مامور کریں اور عوام اس سلسلے میں صرف وعظ و نصیحت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی دروازے پر کاٹنے والا کتا باندھے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو تو اس شخص کو اس سے منع کرنا واجب ہے اور اگر کتا کسی طرح اذیت تو نہیں دیتا لیکن راستے کو نجس کر دیتا ہے اور اس نجاست سے بچنا ممکن ہو تو پھر منع نہیں کیا جائے گا اور اگر کتا اپنی ٹانگیں پھیلا کر بیٹھنے کی وجہ سے راستے کو تنگ کر دیتا ہے تو پھر منع کیا جائے گا بلکہ خود اس کے مالک کو راستے میں اس طرح سونے یا بیٹھنے سے منع کیا جائے گا جس سے راستہ تنگ ہو تو کتے کو اس طرح بٹھانے سے بدرجہ اولیٰ منع کیا جائے گا۔

چوتھی فصل: **حماموں میں پائی جانے والی برائیاں**

❀...**پہلی برائی**: جو شخص حمام میں داخل ہو تو قادر ہونے کی صورت میں اس پر ان تصویروں کو مٹانا واجب ہے جو حمام کے دروازے پر یا حمام کے اندر ہوتی ہیں اور اگر تصویر والی جگہ اتنی اونچی ہو کہ اس تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تو ایسے حمام میں بغیر ضرورت داخل ہونا جائز نہیں، لہٰذا اس کو کسی دوسرے حمام میں چلے جانا چاہئے کیونکہ برائی کو دیکھنا بھی جائز نہیں۔ تصویر مٹانے میں اس کے چہرے کو بگاڑ کر تصویر کو خراب کر دینا کافی ہے، جانداروں کے علاوہ درختوں کی تصاویر اور دیگر نقش و نگار سے منع نہیں کیا جائے گا۔

❀...**دوسری برائی**: حمام کی برائیوں میں سے ایک برائی لوگوں کے سامنے شرم گاہوں کو کھولنا اور ان کی طرف دیکھنا ہے اور اسی طرح حمام والے کا میل کچیل صاف کرنے کے لئے ران اور زیرِ ناف جگہ کو برہنہ کرنا بھی ہے بلکہ اس کا تہبند کے نیچے ہاتھ داخل کرنا بھی برائی میں داخل ہے کیونکہ جیسے غیر کی شرم گاہ دیکھنا حرام ہے ایسے ہی غیر کی شرم گاہ کو چھونا بھی حرام ہے۔

❀...**تیسری برائی**: ملنے والے کے سامنے الٹا لیٹنا تاکہ وہ سرین اور رانوں کو ملے، یہ مکروہ ہے اگرچہ درمیان میں کوئی چیز حائل ہو اور اگر دونوں طرف سے شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔ پچھنے لگانے والے ذمی کافر کے سامنے شرم گاہ کھولنا بھی برا ہے اور مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ حمام میں کسی ذمیہ عورت کے سامنے اپنا بدن کھولے تو پھر حمام میں مردوں کے سامنے عورت کا شرم گاہ کھولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

❀...**چوتھی برائی**: ناپاک برتنوں اور ہاتھوں کو قلیل پانی میں ڈبونا اور ناپاک تہبند اور پیالے کو ایسے حوض میں دھونا جس کا پانی تھوڑا ہو کیونکہ یہ چیزیں پانی کو بھی ناپاک کر دیتی ہیں مگر حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق کے مذہب پر ایسی صورت میں پانی ناپاک نہیں ہو گا، لہٰذا اس سلسلے میں کسی مالکی کو منع نہیں کیا جائے گا۔ البتہ! حنفی اور شافعی کو اس سے منع کیا جائے گا۔ اگر کسی حمام میں مالکی اور شافعی اکٹھے ہو جائیں تو شافعی کے لئے مالکی کو منع کرنا جائز نہیں، ہاں! شفقت و نرمی سے منع کر سکتا ہے، مثلاً اُس سے اِس طرح کہے: ہمیں اس بات کا حکم ہے

کہ پہلے ہاتھ دھوئیں پھر ان کو پانی میں ڈالیں اور آپ کو مجھے تکلیف دینے اور میرے پاک پانی کو ناپاک کرنے کی ضرورت نہیں یا اس طرح کے دیگر الفاظ کہے کیونکہ فروعی مسائل میں زبردستی نہیں کی جاسکتی۔

❀...**پانچویں برائی:** حمام میں داخل ہونے اور پانی بہنے کی جگہوں میں ایسے چکنے پتھروں کا ہونا جن پر بے خبر لوگ پھسل جاتے ہوں، یہ بھی برائی ہے انہیں اکھیڑ کر ختم کرنا واجب ہے اور حمام والے کو اس سلسلے میں غفلت برتنے سے منع کیا جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں وہ لوگوں کے گرنے کا سبب بن رہا ہے اور بسا اوقات گرنے سے اعضاء ٹوٹ جاتے ہیں یا ہڈی اپنی جگہ سے اتر جاتی ہے۔ اسی طرح بیری کے پتے اور صابون کو حمام میں پڑے رہنے دینا جن سے پھسلنے کا اندیشہ ہو برائی ہے اور جو ایسا کرے اور یوں ہی چھوڑ کر چلا جائے پھر کوئی انسان اس سے پھسلے اور اس کا کوئی عضو ٹوٹ جائے اور پھسلن ایسی جگہ سے ہے جو دکھائی نہیں دیتی کہ اس سے بچ پاتا تو اس صورت میں ضمان صابن وغیرہ چھوڑ کر جانے والے اور حمامی میں سے کسی ایک پر ہوگا، پہلے دن ضمان صابن چھوڑنے والے پر واجب ہوگا اور دوسرے دن حمامی پر کیونکہ عرف یہی ہے کہ حمام والے روزانہ حماموں کو صاف کرتے ہیں اور ان کی صفائی کے اوقات کے سلسلے میں عادت کی طرف رجوع ہوتا ہے، لہٰذا اسی کا اعتبار ہوگا۔ حمام سے متعلق اور بھی مکروہ باتیں ہیں جنہیں ہم نے طہارت کے بیان میں ذکر کر دیا ہے جسے وہیں ملاحظہ کریں۔

پانچویں فصل: ضیافت سے متعلقہ برائیاں

❀...**پہلی برائی:** مردوں کے لئے ریشمی بستر بچھانا حرام ہے، اسی طرح چاندی اور سونے کی انگیٹھیوں میں خوشبو سلگانا، پانی پینے یا عرقِ گلاب کے لئے چاندی کے برتن استعمال کرنا یا جن کے سِرے پر چاندی لگی ہو ان کا استعمال کرنا یہ سب بھی حرام ہے۔

❀...**دوسری برائی:** ایسے پردے لٹکانا جن پر (جاندار کی) تصاویر بنی ہوں۔

❀...**تیسری برائی:** ساز، باجے اور عورتوں کے گانے سننا وغیرہ۔

❀...**چوتھی برائی:** مردوں کو دیکھنے کے لئے عورتوں کا چھتوں پر جمع ہونا جبکہ مردوں میں نوجوان بھی ہوں جن سے فتنے کا اندیشہ ہو۔ یہ تمام ممنوع برائیاں ہیں جن کو تبدیل کرنا واجب ہے اور جو شخص انہیں تبدیل کرنے سے عاجز ہو اس کے لئے ایسی محفل سے چلے جانا لازم ہے اور وہاں بیٹھے رہنا جائز نہیں کیونکہ اسے وہاں بیٹھ کر برائیاں دیکھنے کی اجازت نہیں۔ جو تصویریں تکیوں اور بچھے ہوئے قالینوں پر بنی ہوں وہ برائی میں سے نہیں ہیں اور یہی حکم پلیٹوں اور پیالیوں پر بنی تصویروں کا ہے لیکن کسی جانور کی صورت پر برتن بنانے کی رخصت نہیں۔ بعض انگیٹھیوں کے سرے پرندوں کی شکل پر ہوتے ہیں یہ حرام ہے اور اس میں سے تصویر کی مقدار کو توڑ دینا واجب ہے۔ چاندی کی چھوٹی سرمہ دانی میں اختلاف ہے، حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل اس کی وجہ سے ایک دعوت سے چلے گئے تھے [1]۔

جب کھانا حرام ہو یا جگہ غصب کی ہوئی ہو یا بچھایا ہوا کپڑا حرام ہو تو یہ سخت ترین برائی ہے اور اگر ضیافت میں ایسا شخص بھی موجود ہو جو اکیلا شراب پیئے گا تو وہاں جانا جائز نہیں کیونکہ شراب کی مجالس میں حاضر ہونا حرام ہے اگرچہ خود شراب نہ پیئے اور فاسق جب فسق کا ارتکاب کر رہا ہو تو اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں، البتہ! اس بات میں علما کا اختلاف ہے کہ فسق کے ارتکاب کے بعد اس کے پاس بیٹھ سکتے ہیں یا نہیں اور کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اس سے دشمنی رکھنا اور اس سے قطع تعلق کرنا لازم ہے جیسا کہ ہم نے "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے محبت اور دشمنی کے بیان" میں اسے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اگر ضیافت میں کوئی ریشمی لباس یا سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہو تو وہ بھی فاسق ہے بغیر ضرورت اس کے ساتھ بیٹھنا بھی جائز نہیں اور اگر ریشمی کپڑا نابالغ بچے نے پہنا ہوا ہو تو یہ محلِ نظر ہے [2] اور صحیح یہ ہے کہ یہ برائی ہے اور اگر بچہ سمجھ دار ہو تو اس کے جسم سے اسے اتار دینا واجب ہے کیونکہ سرکارِ مدینہ،

1... سونے چاندی کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا ممنوع ہے۔ (بہار شریعت، ۳/ ۳۹۵، ملتقطاً)

2... احناف کے نزدیک: نابالغ لڑکوں کو بھی ریشم کے کپڑے پہنانا حرام ہے اور گناہ پہنانے والے پر ہے۔ (بہار شریعت، ۳/ ۴۱۵)

قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان عام ہے کہ ھٰذَانِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِی یعنی یہ دونوں (ریشم اور سونا) میری امت کے مردوں پر حرام ہے۔[1] جس طرح بچے کو شراب پینے سے منع کرنا واجب ہے اور یہ منع کرنا اس کے مکلَّف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ شراب سے مانوس ہو جائے گا اور جب بالغ ہو گا تو اس کے لئے شراب نہ پینے پر صبر کرنا مشکل ہو گا یونہی جب ریشم پہننے کی عادت ہو گی تو اس کے ساتھ زیب وزینت اختیار کرنے کی خواہش اس پر غالب آجائے گی، لہٰذا یہ اس کے دل میں فساد کا بیج بونا ہو گا جس سے شہوت کا ایسا مضبوط درخت اُگے گا جسے بالغ ہونے کے بعد اکھیڑنا مشکل ہو گا۔

بہر حال وہ بچہ جو عاقل نہ ہو اس کے حق میں حُرمت کی وجہ کمزور ہے لیکن حرمت کے احتمال سے خالی نہیں اور حقیقتِ حال کا علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے، پاگل کا بھی وہی حکم ہے جو ناسمجھ بچے کا ہے۔

عورتوں کے لئے بغیر اسراف کے سونے اور ریشم سے زینت حاصل کرنا حلال ہے میرے نزدیک سونے کی بالیاں ڈالنے کے لئے بچی کے کان چھیدنے کی اجازت نہیں ہے[2]۔

کیونکہ یہ اذیت پہنچانے والا زخم ہوتا ہے اور اس طرح کا زخم قصاص کو واجب کر دیتا ہے، لہٰذا کسی اہم حاجت کے علاوہ جائز نہیں ہو گا، مثلاً فصد کھولنا، پچھنے لگانا اور ختنہ کرنا[3]۔

اور بالیوں سے زینت حاصل کرنا کوئی ضروری نہیں بلکہ اگر جُھمکوں کو باندھ کر کانوں پر لٹکا دیا جائے تو کافی ہے اسی طرح ہار اور کنگن سے بھی کام چل سکتا ہے۔ کان چھیدنے کا اگرچہ رواج ہو لیکن یہ فعل حرام ہے

---

❶...سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، ۴/ ۷۱، الحدیث: ۴۰۵۷

سنن النسائی، کتاب الزینة، باب تحریم الذهب علی الرجال، الحدیث: ۵۱۵۴، ص ۸۲۱

❷...**احناف کے نزدیک:** لڑکیوں کے کان ناک چھیدنا جائز ہے۔ (بہار شریعت، ۳/ ۵۹۶)

❸...سیّدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت مُجدِّد دین وملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن "**فتاوی رضویہ (مخرجہ)**"، جلد 22، صفحہ 680 پر فرماتے ہیں: لڑکیوں کے ختنہ کرنے کا تاکیدی حکم نہیں اور یہاں پاک وہند میں رواج نہ ہونے کے سبب عوام اس پر ہنسیں گے اور یہ ان کے گناہِ عظیم میں پڑنے کا سبب ہو گا اور حفظِ دینِ مسلماناں واجب ہے۔ لہٰذا یہاں (پاک وہند میں) اس کا حکم نہیں۔

اور اس سے منع کرنا واجب ہے اور کان چھیدنے کا اجارہ کرنا صحیح نہیں اور اس پر لی ہوئی اجرت حرام ہے، البتہ! اگر شریعت کی طرف سے اس کی رخصت منقول ہو تو ٹھیک ہے لیکن ہمیں ابھی تک اس بارے میں کسی رخصت کا علم نہیں ہوا[1]۔

❀...**پانچویں برائی:** دعوت میں کوئی گمراہ شخص موجود ہو جو اپنی گمراہیاں بیان کرتا ہو تو جو شخص اس کا رد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اسے رد کی نیت سے وہاں جانا جائز ہے اور اگر اس کا رد نہیں کر سکتا تو اسے وہاں جانا جائز نہیں اور اگر وہ گمراہ شخص اپنی گمراہیوں کو بیان نہ کرے تو اس سے اظہارِ نفرت اور اعراض کرتے ہوئے وہاں جانا جائز ہے جیسا کہ ہم نے اسے "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے دشمنی کے بیان میں" ذکر کیا ہے اور اگر دعوت میں ایسا شخص موجود ہو جو واقعات اور چٹکلے سنا کر ہنساتا ہے اگر تو وہ ہنسانے میں فحش کلامی اور جھوٹ سے کام لیتا ہے تو ایسی دعوت میں جانا جائز نہیں اور اگر جائے تو اس پر منع کرنا واجب ہے اور اگر وہ مزاح کے ذریعے ہنساتا ہو جس میں نہ تو جھوٹ ہو اور نہ ہی فحش کلامی تو یہ مباح ہے جبکہ کم ہو لیکن اسے پیشہ اور عادت بنالینا مباح نہیں۔

ہر وہ جھوٹ جس کا جھوٹ ہونا واضح ہو اور اس سے دھوکا دینا مقصود نہ ہو تو یہ برائیوں کے زمرے میں نہیں آئے گا، مثلاً کوئی انسان کہے: "آج میں نے تمہیں 100 مرتبہ تلاش کیا" یا "تم سے ہزار مرتبہ کہا ہے" اور اسی طرح کے وہ کلمات جن کا حقیقی معنی مراد نہ ہو[2] تو یہ انسان کی عدالت میں خلل نہیں ڈالیں گے

1...علامہ سیِّد محمد بن محمد مرتضیٰ زَبیدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مشہور ہے کہ حضرت سیِّدَتُنا سارہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا جب (اپنی سوکن) حضرت سیِّدَتُنا ہاجرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا سے خفا ہوئیں تو آپ نے یہ قسم اٹھائی کہ میں ان کے جسم کا کوئی عضو کاٹوں گی، اس قسم کو پورا کرنے کے لئے حضرت سیِّدَتُنا سارہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا نے حضرت سیِّدَتُنا ہاجرہ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہَا کے ناک اور کان چھیدے، یوں یہ سلسلہ چل نکلا اور سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اس سے منع نہ فرمانا ہی اس کی رخصت ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۱۲۸)

2...اسے مبالغہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۱۲۹) جس قسم کے مبالغہ کا عادۃً رواج ہے لوگ اسے مبالغہ ہی پر محمول کرتے ہیں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے وہ جھوٹ میں داخل نہیں، مثلاً یہ کہا کہ میں تمہارے پاس ہزار مرتبہ آیا یا ہزار مرتبہ میں نے تم سے یہ کہا۔ یہاں ہزار کا عدد مراد نہیں بلکہ کئی مرتبہ آنا اور کہنا مراد ہے، یہ لفظ ایسے موقع پر نہیں بولا جائے گا کہ ایک ہی مرتبہ آیا ہو یا ایک ہی مرتبہ کہا ہو اور اگر ایک مرتبہ آیا اور یہ کہہ دیا کہ ہزار مرتبہ آیا تو جھوٹا ہے۔
(بہار شریعت، ۳/ ۵۱۸، ۵۱۹)

اور نہ ہی اس وجہ سے اس کی گواہی رد کی جائے گی۔

مباح (جائز) ہنسی مذاق اور مباح جھوٹ کی تعریف "مہلکات" کے بیان میں زبان کی آفات کے تحت آئے گی۔

❀...**چھٹی برائی:** کھانے اور تعمیر عمارت میں اسراف کرنا۔ یہ بھی برائی ہے بلکہ مال میں دو برائیاں ہوتی ہیں: (۱)...ضائع کرنا۔ (۲)... اسراف۔

ضائع کرنے کی تعریف:

مال سے جو فائدہ عادتاً لیا جاتا ہے وہ فائدہ حاصل کئے بغیر مال کو ہلاک کر دینا مثلاً کپڑے کو جلا دینا یا پھاڑ دینا یا عمارت کو بغیر کسی مقصد کے گرا دینا یا مال کو سمندر میں پھینک دینا۔ نوحہ، گانے بجانے اور اس طرح کی دوسری برائیوں میں مال خرچ کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کیونکہ شریعت میں یہ فوائد حرام ہیں، لہٰذا یہ نہ ہونے کے برابر ہوئے۔

اسراف کی تعریف:

بسا اوقات اس کا اطلاق نوحہ خوانی، گانے بجانے اور دوسری برائیوں میں مال خرچ کرنے پر ہوتا ہے اور کبھی جائز امور میں مبالغے کے ساتھ مال خرچ کرنے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور مبالغہ لوگوں کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے مثلاً کسی شخص کے پاس صرف 100 دینار ہیں، وہ اہل و عیال والا اور گھر کا واحد کفیل ہے تو اگر یہ تمام مال ولیمہ میں خرچ کر دے گا تو وہ مُسْرِف (یعنی اسراف کرنے والا) کہلائے گا اور اسے اس فعل سے منع کرنا واجب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (۲۹) (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ (اپنا ہاتھ) پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔

یہ آیت مبارکہ مدینہ شریف میں رہنے والے ایک ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنا تمام مال تقسیم کر دیا تھا اور اپنے اہل وعیال کے لئے کوئی چیز باقی نہ رکھی پھر جب اس سے نفقہ کا مطالبہ کیا گیا تو وہ نہ دے سکا۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۲۶، ۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے (فضول خرچی کرنے والے) شیطانوں کے بھائی ہیں۔

نیز فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا (پ۱۹، الفرقان: ٦٧)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں۔

توجو شخص اس طرح کا اسراف کرے اسے منع کیا جائے گا اور قاضی پر واجب ہے کہ اس کو تصرفات سے روک دے، البتہ! جب وہ شخص اکیلا ہو اور توکلِ صادق کی قوت رکھتا ہو تو وہ اپنا تمام مال نیکی کے کاموں میں خرچ کر سکتا ہے اور جو عیال دار ہو یا توکل سے عاجز ہو تو وہ اپنا تمام مال صدقہ نہیں کر سکتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنا تمام مال دیواروں کے نقش و نگار اور عمارت کی آرائش وزیبائش پر خرچ کر ڈالے تو یہ بھی اسراف ہے جو حرام ہے اور جس کے پاس کثیر مال ودولت ہو اس کے حق میں یہ فعل حرام نہیں کیونکہ آرائش وزیبائش صحیح اغراض میں سے ہے اور ہمیشہ سے مساجد کو مزین اور اس کے دروازوں اور چھتوں پر نقش و نگار ہوتے رہے ہیں باوجود یہ کہ دروازوں اور چھتوں کی نقش و نگاری میں زیب وزینت کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں یہی حکم مکانوں کا ہے۔ اسی طرح خوبصورت کپڑوں اور کھانوں کا حکم ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہیں لیکن آدمی کی حالت اور اس کی مالداری کے اعتبار سے اسراف میں داخل ہوں گے۔

اس طرح کی برائیوں کی بہت مثالیں ہیں جن کا شمار ناممکن ہے، لہٰذا لوگوں کے اجتماعات، قاضیوں کی مجالس، بادشاہوں کے درباروں، مدارس، خانقاہوں اور بازاروں کی سراؤں کو ان پر قیاس کر لو کیونکہ زمین کا

کوئی ٹکڑا مکروہ یا ممنوع برائی سے خالی نہیں ہے۔ نیز تمام برائیوں کو شمار کرنا شریعت کے تمام اصول و فروع کے تفصیلی احاطے کا تقاضا کرتا ہے، لہٰذا ہم نے جس قدر بیان کیا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

چھٹی فصل: عام برائیاں

جان لیجئے! ہر شخص جو اپنے گھر میں بیٹھا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہے اس زمانے میں وہ اس اعتبار سے برائی سے خالی نہیں کہ وہ لوگوں کی رہنمائی کرنے، انہیں تعلیم دینے اور انہیں بھلائی کی ترغیب دلانے کو چھوڑے بیٹھا ہے۔ شہروں کا یہ حال ہے کہ اس میں رہنے والے اکثر لوگ نماز کی شرائط سے جاہل ہیں تو گاؤں دیہات میں رہنے والے لوگوں کا کیا حال ہو گا؟ اس میں شہری اور دیہاتی تمام لوگ شامل ہیں۔

شہر کی ہر مسجد اور محلہ میں ایک فقیہہ کا ہونا ضروری ہے جو لوگوں کو ان کا دین سکھائے اسی طرح ہر گاؤں میں ایک فقیہہ کا ہونا ضروری ہے اور ہر وہ فقیہہ جو فرض عین سے فارغ ہو چکا ہو اور فرض کفایہ کے لئے فارغ ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے شہر کے قرب وجوار میں بسنے والے دیہاتیوں، اعرابیوں اور کردیوں وغیرہ کے پاس جائے اور انہیں ان کا دین اور شریعت کے فرائض سکھائے اور کھانے کا سامان اپنے ساتھ لے جائے اور اسی کو کھائے ان کا کھانا نہ کھائے کیونکہ ان کا کھانا عام طور پر چھینے ہوئے مال میں سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایک فقیہہ یہ کام بجالائے گا تو باقی تمام سے فریضہ ساقط ہو جائے گا ورنہ اس کا وبال سب لوگوں پر ہو گا، عالِم پر اس وجہ سے ہو گا کہ اس نے باہر جا کر احکامِ شریعت سکھانے میں کوتاہی کی اور جاہل پر اس وجہ سے کہ اس نے سیکھنے میں کوتاہی کی۔

ہر عام شخص جو نماز کی شرائط جانتا ہو اس پر لازم ہے کہ دوسرے کو بتائے ورنہ وہ بھی گناہ میں اس کا شریک ہو گا۔ یہ بات معلوم ہے کہ انسان شریعت کا عالِم بن کر پیدا نہیں ہوتا اور تبلیغ صرف اہلِ علم پر واجب ہے تو جسے ایک مسئلہ بھی معلوم ہو وہ اس کا عالِم ہے۔ بے شک علما پر زیادہ گناہ ہے کیونکہ یہ سکھانے اور بتانے پر زیادہ قادر ہیں اور یہ کام ان کے زیادہ شایانِ شان ہے۔ چنانچہ، پیشہ ور حضرات اگر اپنا پیشہ ترک کر دیں گے تو

معیشت تباہ ہو جائے گی کیونکہ انہوں نے ایسے کاموں کو اختیار کیا ہوا ہے جو مخلوق کی بہتری کے لئے ضروری ہیں جبکہ فقیہہ کی ذمہ داری اور اس کا کام یہ ہے کہ اسے رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جو احادیث پہنچی ہیں ان کی تبلیغ کرے کیونکہ علما انبیاکے وارث ہیں۔[1] کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ گھر میں بیٹھا رہے اور مسجد میں نہ آئے اس عذر کی بنا پر کہ وہ لوگوں کو درست نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھتا بلکہ جب اسے یہ بات معلوم ہو تو اس پر واجب ہے کہ لوگوں کو صحیح نماز سکھانے کے لئے مسجد میں جائے اور غلط پڑھنے سے منع کرے۔

جس شخص کو یقین ہو کہ بازار میں کوئی برائی ہمیشہ سے یا مخصوص وقت میں ہوتی ہے اور وہ اسے تبدیل کرنے پر قادر ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اِس کام سے پہلو تہی کرکے گھر میں بیٹھا رہے بلکہ بازار کی طرف نکلنا اس پر لازم ہے اور اگر وہ تمام برائیوں کو بدلنے پر قادر نہیں بلکہ بعض کو بدلنے کی قدرت رکھتا ہے اور وہ برائیوں کو دیکھنے سے بچتا ہے تو بھی اس پر بازار کی طرف نکلنا لازم ہے کیونکہ اگر اس کا نکلنا بقدرِ استطاعت برائی کو بدلنے کے لئے ہو تو جس برائی کو بدل نہیں سکتا اسے دیکھنے سے کوئی ضرر نہیں ہوگا کیونکہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے جب بغیر کسی غرضِ صحیح کے برائی کو دیکھنے کے لئے حاضر ہو۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی ذات سے ابتدا کرے، فرائض کی پابندی کرکے اور حرام کاموں کو ترک کرکے اپنے نفس کی اصلاح کرے، پھر اپنے گھر والوں کو اس کی تعلیم دے، ان سے فارغ ہونے کے بعد اپنے پڑوسیوں کو سکھائے، پھر محلہ والوں، پھر شہر والوں، پھر اپنے شہر کے گرد و نواح میں بسنے والے دیہاتیوں، پھر گاؤں میں رہنے والے کردیوں اور اعرابیوں وغیرہ کو سکھائے اسی ترتیب سے دنیا کی انتہا تک پہنچے۔ اگر قریب والا اس کام کی ذمہ داری اٹھالے تو دور والے سے ساقط ہو جائے گا ورنہ اس کا وبال ہر اس شخص پر آئے

---

[1]...صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل، ۱/ ۴۱

سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة، ۴/ ۳۱۲، الحدیث: ۲۶۹۱

گا جو اسے بجالانے پر قادر ہے خواہ قریب والا ہو یا دور والا اور جب تک کوئی ایک شخص بھی روئے زمین پر کسی ایک دینی فرض سے ناواقف رہے گا اور کوئی عالِم بذاتِ خود یا کسی دوسرے کے ذریعے سے اسے یہ فرض سکھانے پر قادر ہو تب تک تبلیغِ دین کا فریضہ ساقط نہیں ہو گا۔ یہ ایک اہم ذمہ داری ہے خاص طور پر اس شخص کے حق میں جسے دینی امور کی فکر ہو اور اس نے اپنے تمام اوقات کو ایسے دینی مسائل کی تحقیق اور تدقیق میں مشغول کر رکھا ہو جو فرضِ کفایہ ہوں۔ یہ وہ ذمہ داری ہے جس سے فرضِ عَیْن مُقَدَّم ہے یا وہ فرضِ کفایہ جو اس سے زیادہ اہم ہو۔

باب نمبر4: اُمَرا اور سلاطین کو اَمر بِالْمَعْرُوْف ونَھی عَنِ الْمُنْکَر کرنا

ہم اَمْرٌ بِالْمَعروف کے درجات بیان کر چکے ہیں کہ پہلا درجہ امرِ حق بتانا، دوسرا وعظ و نصیحت، تیسرا سخت کلامی، چوتھا مارنے، سزا دینے اور قہر و غلبہ کے ذریعے حق پر لانا ہے۔ سلاطین کے ساتھ ان میں سے ابتدائی دو طریقے روا ہیں اور وہ امرِ حق بتانا اور وعظ و نصیحت کرنا ہے۔ جہاں تک بادشاہ کو قہر و غلبہ کے ذریعے منع کرنے کا تعلق ہے تو عام لوگوں کو سلطان کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس سے فتنہ حرکت میں آئے گا اور شر و فساد برپا ہو گا۔ نیز اس کے سبب جو برائی جنم لے گی وہ نیکی کی دعوت نہ دینے کی برائی سے بڑھ کر ہو گی اور جہاں تک سخت کلامی کے ذریعے منع کرنے کا تعلق ہے، مثلاً یوں کہنا: ”اے ظالم!، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہ ڈرنے والے!“ اور اس کی مثل دوسرے الفاظ کہنا تو اگر اس سے ایسا فتنہ و فساد حرکت میں آتا ہو کہ اس کا ضرر دوسروں تک پہنچے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر صرف اپنی جان کا ہی خوف ہو تو جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کا یہ طریقہ تھا کہ وہ خطروں کی پروا کئے بغیر کھلم کھلا امرا اور سلاطین کو برے کاموں کے ارتکاب پر ٹوکا کرتے اور یہ اسے لئے کہ وہ جانتے تھے کہ اس طرح ہلاک ہونے کی صورت میں شہادت کا رتبہ ملے گا۔

سب سے بہتر شہید:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: خَیْرُ الشُّھَدَآءِ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ رَجُلٌ قَامَ اِلٰی اِمَامٍ فَاَمَرَہٗ وَنَہَاہُ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَتَلَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ یعنی سب سے بہتر شہید حمزہ بن عبد المطلب (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) ہیں پھر وہ شخص جو حاکم کے پاس کھڑا ہو کر اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کا حکم دے اور نافرمانی سے منع کرے اس پر وہ اسے قتل کر دے۔ [1]

افضل جہاد:

ایک روایت میں ہے: اَفْضَلُ الْجِہَادِ کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَآئِرٍ یعنی ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ [2]

شانِ فاروقِ اعظم:

نیز سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: قَرْنٌ مِّنْ حَدِیْدٍ لَّا تَاْخُذُہٗ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃُ لَائِمٍ وَّتَرَکَہٗ قَوْلُہُ الْحَقُّ مَالَہٗ مِنْ صَدِیْقٍ یعنی عمر لوہے کی مثل ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان پر اثر انداز نہیں ہوتی اور حق گوئی کی وجہ سے ان کا کوئی دوست نہیں رہا۔ [3]

جب دین میں راسخ لوگوں نے یہ جان لیا کہ افضل کلام ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے اور کلمۂ حق کہنے والا جب قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے جیسا کہ اس بارے میں روایات آئی ہیں تو وہ اپنی جانوں کو

---

1 ...المعجم الاوسط، ۳/ ۱۲۸، الحدیث: ۴۰۷۹

تاریخ بغداد، ۶/ ۳۷۴، الرقم: ۳۴۰۹: اسحاق بن یعقوب، عن جابر بن عبد اللہ

2 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ۴/ ۳۹، الحدیث: ۱۱۱۴۳

سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۴/ ۳۶۳، ۳۶۴، الحدیث: ۴۰۱۱، ۴۰۱۲

3 ...المعجم الکبیر، ۱/ ۸۴، الحدیث: ۱۲۰، باختصار

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر ہلاکت پر آمادہ کرتے ہوئے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر کے ان پر صبر کرتے ہوئے اس کام کے درپے ہوئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے اپنی جانثاری کے ثواب کے طالب ہوئے۔

بادشاہوں کو وعظ و نصیحت کرنے اور انہیں اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کرنے کا طریقہ وہ ہے جو بزرگانِ دین سے منقول ہے۔ بزرگانِ دین سے منقول کچھ طریقوں کو ہم نے ''حلال و حرام کے بیان میں'' بادشاہوں کے پاس جانے کے ضمن میں ذکر کر دیا ہے، یہاں پر ہم صرف ان حکایات کو بیان کرنے پر اکتفا کریں گے جن سے امرا و سلاطین کو وعظ و نصیحت کرنے اور انہیں نَہِی عَنِ الْمُنْکَر کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔

اُمَرا و سلاطین کو وعظ و نصیحت کرنے سے متعلق 18 حکایات

ان حکایات میں سے پہلی حکایت خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق ہے کہ جب سردارانِ قریش نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ،

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قریش کی ایذا پر صبر فرمانا:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا عروہ بن زبیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا: قریش نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جو اذیتیں پہنچائیں جن سے ان کی عداوت ظاہر ہوتی تھی ان میں آپ نے سب سے زیادہ اذیت کون سی دیکھی؟ فرمایا: ایک دن میں قریش کے پاس گیا، اس وقت سردارانِ قریش حجرِ اسود کے پاس جمع تھے اور وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے: اتنا صبر ہم نے کبھی نہیں دیکھا جتنا صبر ہم نے اس شخص سے کیا، اس نے ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف کہا، ہمارے آباء واجداد کو برا بھلا کہا، ہمارے دین کی مذمت کی، ہماری جماعت کو متفرق

کر دیا اور ہمارے معبودوں کی توہین کی، ہم نے اس کی طرف سے بہت بڑی بات پر صبر کیا ہے۔ ابھی وہ لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور حجر اسود کو بوسہ دیا پھر بیتُ اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ پر کچھ آوازیں کسیں۔ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرہ مبارکہ میں اس کی اذیت پائی، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے، جب دوسری مرتبہ طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر اسی طرح آوازیں کسیں۔ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرہ مبارکہ میں اس کی اذیت کو ملاحظہ کیا اور پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے جب تیسری مرتبہ ان کے پاس سے گزرے تو پھر انہوں نے آوازیں کسیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ٹھہر گئے اور ارشاد فرمایا: ”اے گروہِ قریش! کیا تم سنتے ہو؟ خبر دار! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی جان ہے! میں تمہارے پاس ذبح (قتل) لایا ہوں۔“ یہ سن کر انہوں نے اپنے سر جھکا لئے حتی کہ ہر شخص ایسے لگتا تھا گویا اس کے سر پر پرندہ بیٹھا ہے اور پہلے جو شخص سب سے زیادہ سخت کلام کر رہا تھا اب وہ اچھے سے اچھے کلام کے ذریعے آپ کو تسکین دینے لگا یہاں تک کہ وہ کہنے لگا: اے ابو القاسم! آپ بخیر و عافیت تشریف لے جایئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ جاہل نہیں ہیں۔ یہ سن کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے۔ جب دوسرا دن ہوا وہ لوگ حجر اسود کے پاس جمع ہوئے، میں بھی ان کے ساتھ تھا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: تمہیں یاد ہے جو تمہاری طرف سے انہیں پہنچا اور جو ان کی طرف سے تمہیں پہنچا یہاں تک کہ جب انہوں نے تم سے وہ باتیں کہیں جو تمہیں ناپسند تھیں تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ ابھی وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آئے تو وہ یکبارگی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف دوڑے اور یہ کہتے ہوئے آپ کا گھیراؤ کر لیا کہ کیا تم ہی ایسا کہتے ہو؟ کیا تم ہی ایسا کہتے ہو؟ اور وہ باتیں بیان کرنے لگے جو ان کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے ان کے جھوٹے معبودوں اور ان

کے دین کی مذمت کے بارے میں پہنچیں تھیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہاں! میں نے ہی یہ باتیں کی ہیں۔" میں نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چادر مبارکہ کو پکڑ کر کھینچا، حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے کھڑے روتے ہوئے کہہ رہے تھے: تمہاری ہلاکت ہو، کیا تم ایک شخص کو اس لئے مارتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا ربّ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے۔[1] پھر وہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ بے شک یہ وہ سب سے زیادہ اذیت تھی جو میں نے قریش کی طرف سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہنچتے ہوئے دیکھی۔

عُقْبَہ بن ابی مُعَیْط کی گستاخی:

﴿2﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کعبہ کے صحن میں تھے کہ اسی دوران عُقْبَہ بن ابی مُعَیْط نے آگے بڑھ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کاندھے کو پکڑا اور اپنا کپڑا آپ کی گردن مبارک میں لپیٹ کر زور سے گلا گھونٹا تو حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لائے اور اسے کاندھے سے پکڑ کر رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دور کرتے ہوئے کہا: "کیا تم ایک شخص کو اس لئے مارتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے، حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے واضح نشانیاں لایا ہے۔"[2]

سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا حلم:

﴿3﴾... منقول ہے کہ ایک مرتبہ کاتبِ وحی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مسلمانوں سے عطیات کو روک لیا تو حضرتِ سیِّدُنا ابو مسلم خولانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے معاویہ! یہ مال نہ تو آپ کی محنت سے آیا ہے نہ آپ کے باپ کی محنت سے اور نہ ہی آپ کی ماں کی محنت و

1... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/ ۶۷۹، الحدیث: ۷۰۵۷

2... صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المؤمن، ۳/ ۳۱۶، الحدیث: ۴۸۱۵

کوشش سے۔ یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ غضب ناک ہو کر منبر سے اترے اور لوگوں سے کہا کہ اپنی جگہوں پر ہی رہیں اور ان کی آنکھوں سے غائب ہو گئے، کچھ دیر کے بعد غسل کر کے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ابو مسلم نے مجھ سے ایسا کلام کیا کہ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا ہے: ''اَلْغَضَبُ مِنَ الشَّیْطَانِ وَالشَّیْطَانُ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَآءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَغْتَسِلْ یعنی غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو صرف پانی سے بجھایا جاتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ غسل کر لے۔''[1] اور میں نے گھر جا کر غسل کیا ہے اور ابو مسلم نے سچ کہا کہ بے شک یہ مال نہ تو میری محنت سے ہے اور نہ ہی میرے باپ کی محنت سے، اس لئے آؤ اور اپنے عطیات لے جاؤ۔

سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا ایک دن اور ایک رات:

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا ضَبَّہ بن مِحْصَن عَنْزِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ بصرہ میں حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہمارے امیر مقرر ہوئے۔ وہ جب خطبہ دیتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثناء کرتے، حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود پڑھتے اور پھر (خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا تذکرہ کئے بغیر) خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لئے دعا فرماتے۔ یہ دیکھ کر ایک دن مجھے غصہ آیا تو میں نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہا: آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے تذکرے کو کیوں چھوڑ دیتے ہیں اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ان پر فضیلت کیوں دیتے ہیں؟ چنانچہ، چند جمعوں تک تو انہوں نے ایسے ہی کیا پھر خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی

1...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقال عند الغضب، ۴/ ۳۲۷، ۳۲۸، الحدیث: ۴۷۸۴، بتغیر قلیل
حلیۃ الاولیاء، ابو مسلم الخولانی، ۲/ ۱۵۲، الحدیث: ۱۷۷۶

خدمت میں میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضَبَّہ بن مِحْصَن عَنَزی میرے خطبے میں مداخلت کرتا ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان کی طرف لکھا کہ انہیں میرے پاس بھیج دو۔ انہوں نے مجھے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس بھیج دیا، میں نے (مدینہ منورہ) آکر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دروازے پر دستک دی تو آپ میری طرف تشریف لائے اور پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: میں ضبہ بن محصن عنزی ہوں۔ فرمایا: "تمہیں نہ تو مَرْحَبًا اور نہ ہی اَھْلًا وَّ سَھْلًا۔" میں نے کہا: مَرْحَبًا (یعنی وسعت وکشادگی) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور جہاں تک اَھْلًا کا تعلق ہے تو میرے پاس اہل وعیال اور مال ودولت کچھ نہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ فرمائیں کہ آپ نے مجھے بغیر کسی غلطی اور خطا کے میرے شہر سے یہاں کیوں بلایا ہے؟ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میری طرف سے مقرر عامل اور تمہارے درمیان کس بات پر جھگڑا ہے؟ میں نے عرض کی: حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خطبہ دیتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء کرتے، حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود پاک پڑھتے اور پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے لئے دعا کرتے ہیں اور آپ کے رفیق کے ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں یہ دیکھ کر مجھے ایک دن غصہ آیا تو میں نے کھڑے ہو کر ان سے یہ کہا کہ آپ خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پر حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کیوں فضیلت دیتے ہیں؟ تو چند جمعوں تک انہوں نے اس طرح کیا پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف میری شکایت لکھ بھیجی۔ یہ سن کر خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم ابو موسیٰ اشعری سے زیادہ توفیق یافتہ اور ہدایت یافتہ ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے کیا تم میری خطا معاف کر سکتے ہو؟ میں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی مغفرت فرمائے۔ پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ایک رات اور دن عمر اور آلِ عمر سے بہتر ہے۔ کیا میں تمہیں ان کی رات اور دن کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: ضرور

بتایئے! فرمایا: جہاں تک رات کا تعلق ہے تو جب رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مشرکین کی اذیتوں کی وجہ سے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت ہجرت کے لئے نکلے، حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی آپ کے ساتھ تھے جو کبھی سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے، کبھی دائیں کبھی بائیں۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا: اے ابو بکر! یہ کیا ہے؟ میرے علم میں نہیں کہ تم نے کبھی ایسا کیا ہو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جب مجھے گھات لگا کر بیٹھنے والوں کا خیال آتا ہے تو میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے آگے ہو جاتا ہو، جب پیچھا کرنے والوں کا خیال آتا ہے تو میں پیچھے ہو جاتا ہوں، کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہو جاتا ہوں کہ مجھے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر دشمن کا خوف ہوتا ہے۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات بھر اپنے پاؤں کی مبارک انگلیوں کے بل چلے (تاکہ قدموں کے نشان ثابت نہ ہوں) حتی کہ مبارک انگلیاں زخمی ہو گئیں جب حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک انگلیاں زخمی ہو گئیں ہیں تو انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے کاندھے پر اٹھالیا اور غار کے دھانے تک لے آئے، وہاں آپ کو اتارا پھر عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! آپ اس غار میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک میں داخل نہ ہو جاؤں کہ اگر اس میں کوئی موذی شے ہو گی تو آپ سے پہلے مجھے نقصان دے گی۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ غار میں داخل ہوئے تو غار میں کوئی شے نہ دیکھی، پھر حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اٹھا کر غار کے اندر لے آئے اور غار میں ایک سوراخ تھا جس میں سانپ تھے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا قدم مبارک اس سوراخ پر رکھ دیا تاکہ اس میں سے کوئی چیز نکل کر رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اذیت نہ پہنچائے۔ سانپ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قدم مبارک میں ڈستے رہے اور درد کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل

کر رخسار سے بہنے لگے، اس وقت رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ سے یہ فرمار ہے تھے: "اے ابو بکر! غم نہ کر بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے ساتھ ہے۔" تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر اپنا سکینہ اور اطمینان اتارا، یہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی رات تھی۔

جہاں تک آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دن کا تعلق ہے تو جب رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو عرب کے کچھ قبیلے مرتد ہو گئے بعض لوگوں نے کہا: ہم صرف نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے تو میں خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ کو بھرپور نصیحت کروں۔ چنانچہ، میں نے ان سے کہا: اے خلیفۂ رسول! لوگوں کے ساتھ الفت و نرمی کے ساتھ پیش آیئے! انہوں نے مجھ سے فرمایا: "تم دورِ جاہلیت میں سخت تھے اور اب اسلام میں آکر کمزور ہو گئے ہو، کس وجہ سے میں ان کے ساتھ نرمی کروں؟ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر وہ مجھے ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے جو وہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیا کرتے تھے تو اس پر میں ان سے جہاد کروں گا۔ پھر ہم نے ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس معاملے میں حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہدایت پر تھے، تو یہ ان کے دن کا حال ہے۔"[1] پھر خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف خط لکھا اور ان کے فعل پر ملامت کی۔

سیِّدُنا عطاء بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی عبد الملک کو نصیحت:

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا امام اصمعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے منقول ہے کہ (اموی خلیفہ) عبد الملک بن مروان اپنے دورِ خلافت میں جب حج کرنے مکہ مکرمہ آیا تو حضرت سیِّدُنا عطاء بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس کے پاس

---

1 ... الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لابی جعفر الطبری، الجزء الاول، ۱/ ۱۰۵، ۱۰۶

دلائل النبوۃ للبیہقی، باب خروج النبی مع صاحبہ ابی بکر الصدیق الی الغار... الخ، ۲/ ۴۷۷

تشریف لائے وہ اپنے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے ارد گرد ہر قبیلہ کے معزز لوگ جمع تھے۔ جب اس نے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو دیکھا تو آپ کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا اور آپ کو اپنے تخت پر بٹھایا اور خود آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا: اے ابو محمد! آپ کس لئے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: ”اے خلیفہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حرام کردہ چیزوں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور رعایا کی خبر گیری کرو اور مہاجرین و انصار کی اولاد کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف رکھو کیونکہ تم ان کی وجہ سے ہی اس مقام پر فائز ہو اور سرحدوں کی حفاظت کرنے والے لوگوں کے بارے میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو کیونکہ یہ مسلمانوں کے قلعے ہیں اور مسلمانوں کے امور کی نگہبانی کرو کیونکہ اس بارے میں اکیلے تم ہی سے پوچھا جائے گا اور ان لوگوں کے بارے میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو جو تمہارے دروازے پر ہیں ان سے غافل نہ رہو اور ان پر اپنے دروازے بند نہ کرو۔“ عبد الملک بن مروان نے کہا: میں ایسے ہی کروں گا پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اٹھ کھڑے ہوئے تو عبد الملک بن مروان نے آپ کو پکڑ کر کہا: اے ابو محمد! آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دوسروں کی ضرورتوں کے متعلق فرمایا ہے جسے ہم پورا کریں گے، آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت سیِّدُنا عطاء بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”مجھے مخلوق سے کوئی حاجت نہیں۔“ پھر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وہاں سے تشریف لے گئے تو خلیفہ عبد الملک نے کہا: شرف و بزرگی اسے کہتے ہیں۔

سیِّدُنا عطاء بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی ولید کو نصیحت:

﴿6﴾... منقول ہے کہ (اموی خلیفہ) ولید بن عبد الملک نے ایک دن دربان سے کہا: ”دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جب وہاں سے کوئی شخص گزرے تو اسے میرے پاس لے آنا تاکہ وہ مجھ سے باتیں کرے۔ چنانچہ، دربان کچھ دیر دروازے پر کھڑا رہا تو حضرت سیِّدُنا عطاء بن ابی رباح رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وہاں سے گزرے، دربان انہیں نہیں جانتا تھا، اس نے آپ سے کہا: اے شیخ! خلیفہ کے پاس جائیے کیونکہ انہوں نے اس کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ، آپ اندر پہنچے، حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز بھی وہاں موجود تھے، جب آپ

ولید کے قریب ہوئے تو آپ نے اس سے کہا: ”اے ولید! اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ۔“ یہ سن کر ولید دربان پر غضب ناک ہو کر کہنے لگا: تیری ہلاکت ہو میں نے تمہیں ایسے شخص کو لانے کا کہا تھا جو مجھ سے باتیں کرے اور قصے کہانیاں سنائے لیکن تو میرے پاس ایسے شخص کو لایا ہے جو مجھے اس نام کے ساتھ پکارنا پسند نہیں کرتا جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے لیے پسند فرمایا ہے۔ دربان نے اس سے کہا: ان کے علاوہ دروازے پر سے کوئی نہیں گزرا۔ پھر ولید نے آپ سے کہا: بیٹھ جایئے! اس کے بعد وہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کرنے لگا۔ حضرت سیِّدُنا عطاء بن ابی رباح رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”ہمیں خبر پہنچی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جسے ھَبْھَبْ کہا جاتا ہے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر اس حاکم کے لئے تیار کیا ہے جو اپنے حکم میں ظلم کرتا ہے۔ یہ قول سن کر ولید نے ایک چیخ ماری، وہ مجلس کے دروازے کی دہلیز پر بیٹھا تھا اور بیہوش ہو کر مجلس کے درمیان پشت کے بل گر پڑا۔ حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَزِیْز نے یہ دیکھا تو حضرت سیِّدُنا عطاء بن ابی رباح رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: آپ نے خلیفہ کو ہلاک کر دیا۔ یہ سن کر آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَزِیْز کا بازو پکڑا اور بہت زور سے دباتے ہوئے فرمایا: اے عمر! آخرت کا معاملہ بہت سخت ہے۔ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ان کے دبانے کی وجہ سے ایک مدت تک میرے بازو میں درد رہا۔

سیِّدُنا ابن شُمَیْلَہ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہ کی عبد الملک کو نصیحت:

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا ابن شُمَیْلَہ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو عقل اور ادب کے ساتھ موصوف تھے آپ عبد الملک بن مروان کے پاس گئے تو خلیفہ عبد الملک نے آپ سے کہا: کچھ کہیے۔ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں کیا کہوں آپ تو جانتے ہیں کہ متکلم کا ہر کلام اس پر وبال ہے سوائے اس کلام کے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو۔ اس پر خلیفہ عبد الملک رونے لگا پھر اس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم کرے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کو نصیحت اور وصیت کرتے آئے ہیں۔ آپ رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے خلیفہ! قیامت کی ہولناکی اور اس کی دہشت سے وہی لوگ نجات پائیں گے جنہوں نے اپنے نفس کو ناراض کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کیا ہو گا۔ خلیفہ عبد الملک

رونے لگا پھر اس نے کہا: ضرور میں ان کلمات کو مثال بنا کر مرنے تک اپنے پیش نظر رکھوں گا۔

سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی حَجَّاج بن یوسف کو نصیحت:

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا ابن عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حَجَّاج بن یوسف نے بصرہ اور کوفہ کے فقہا کو بلایا تو ہم اس کے پاس گئے اور آنے والوں میں سب سے آخر میں حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی تشریف لائے۔ حجاج نے کہا: ابو سعید کو مرحبا! میرے پاس تشریف لایئے! پھر اس نے ایک کرسی منگوا کر اپنے تخت کی ایک جانب رکھی۔ چنانچہ، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس پر تشریف فرما ہو گئے۔ حجاج نے ہم سے گفتگو اور باتیں پوچھنا شروع کیں دورانِ گفتگو جب خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا ذکر مبارک ہوا تو اس نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے اور ہم اس کے شر کے باعث ڈرتے ہوئے (دل میں برا جان کر) بظاہر اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے جبکہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اپنے انگوٹھے کو دانتوں میں دبائے خاموش بیٹھے رہے۔ حجاج نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: اے ابو سعید! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو خاموش دیکھتا ہوں؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ اس نے کہا: ابو تراب (یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) کے بارے میں مجھے اپنی رائے سے آگاہ کیجئے! حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان سنا ہے:

وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۳﴾

(پ۲، البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت (ضائع) کرے بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر (رحم) والا ہے۔

اور خلیفۂ چہارم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان اہل ایمان میں سے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہدایت عطا فرمائی ہے، ان کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچازاد بھائی، داماد اور بہت چہیتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو فضیلتیں ان کے لئے لکھ دی ہیں وہ سب انہیں حاصل ہیں تم یا لوگوں میں سے کوئی بھی ہرگز ان فضیلتوں کو ان سے نہیں روک سکتا اور نہ ان فضیلتوں کے درمیان حائل ہو سکتا ہے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ (بالفرض) اگر خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم میں کوئی برائی تھی تو اس کا حساب اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں ان کے بارے میں اس سے زیادہ انصاف والی بات اور کوئی نہیں پاتا۔" یہ سن کر حجاج بن یوسف کے چہرے پر شکن پڑ گئی اور اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ چنانچہ، وہ غصے کی حالت میں تخت سے اٹھا اور اپنے پیچھے والے کمرے میں داخل ہو گیا اور ہم وہاں سے چلے آئے۔

حضرت سیِّدُنا امام عامر شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابو سعید! آپ نے امیر کو غضب ناک کر دیا اور اس کے سینے کو کینے سے بھر دیا ہے۔ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اے عامر! مجھ سے جدا ہو جاؤ، لوگ کہتے ہیں: عامر شعبی کوفہ والوں کا عالِم ہے اور تم ایک انسان نما شیطان کے پاس آکر اس کی خواہش کے مطابق کلام کرتے اور اس کی رائے کی موافقت کرتے ہو، اے عامر! تم پر افسوس ہے تم نے تقویٰ کیوں نہ اختیار کیا کہ جب تم سے پوچھا گیا تو سچ کہتے یا خاموش رہ کر سلامتی پاتے؟ حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: اے ابو سعید! میں نے جو کچھ کہا تھا مجھے اس کے برے ہونے کا علم تھا۔ فرمایا: "یہ بات تو تمہارے خلاف اور بھی بڑی حجت ہے (کہ تم نے جان بوجھ کر غلط بات کہی) اور یہ تمہارے انجام کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔"

سیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی حق گوئی:

﴾9﴿... حضرت سیِّدُنا ابن عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حجاج بن

یوسف نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو بلایا تو آپ اس کے پاس گئے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر کہا: تم نے ہی یہ کہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن اُمرا کو ہلاک کرے جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو درہم و دینار پر مار ڈالا ہے؟ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ہاں! حجاج نے پوچھا: یہ بات کہنے پر آپ کو کس چیز نے ابھارا؟ فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علما سے یہ عہد لیا ہے کہ لوگوں سے دین بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں۔ حجاج نے کہا: اے حسن! اپنی زبان روکو اور آئندہ اس سے بچو کہ مجھے تمہاری طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے ورنہ میں تمہارا سر جسم سے جدا کر دوں گا۔

سیِّدُنا حُطَیط زَیَّات رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی جرأت و حق گوئی:

﴾9﴿... منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حطیط زیات عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب کو حجاج بن یوسف کے پاس لایا گیا جب وہ حجاج کے پاس پہنچے تو حجاج نے ان سے کہا: آپ ہی حطیط ہیں؟ فرمایا: ہاں، پوچھو کیا پوچھنا ہے بے شک میں نے مقامِ ابراہیم کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ سے تین باتوں کا وعدہ کیا ہے: (۱) اگر مجھ سے کچھ پوچھا جائے گا تو سچ بولوں گا۔ (۲) اگر آزمائش میں مبتلا کیا جاؤں گا تو صبر کروں گا اور (۳) اگر عافیت عطا ہو گی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کروں گا۔ حجاج نے کہا: میرے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں کہتا ہوں کہ تم زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں میں سے ہو کہ تم عزتوں کی پامالی کرتے اور باطل تہمت کی وجہ سے قتل کرتے ہو۔ حجاج نے کہا: تم عبد الملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جواب دیا: میں کہتا ہوں کہ وہ تم سے بڑا مجرم ہے اور تم بھی اس کی خطاؤں میں سے ایک ہو۔ حجاج نے کہا: اس شخص کو سزا دو۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو سزا دی گئی یہاں تک کہ ایک بانس کو چیر کر آپ کے گوشت میں پیوست کر کے رسیوں سے باندھ دیا پھر بانس کا ایک ایک ٹکڑا گوشت پر کھینچنے لگے حتی کہ آپ کا گوشت ادھڑ گیا لیکن پھر بھی آپ کی زبان سے کسی نے درد اور تکلیف کی کوئی آواز نہ سنی۔ حجاج سے کہا گیا: اب ان میں زندگی کی آخری رمق باقی ہے۔ حجاج نے کہا: انہیں لے جاؤ اور بازار میں پھینک دو۔ جعفر (اس حکایت کے راوی) کہتے ہیں: میں اور ان کا ایک رفیق ان کے پاس آئے

اور ان سے کہا: حطیط! کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ انہوں نے فرمایا: "پانی کا ایک گھونٹ۔" چنانچہ، ہم نے انہیں پانی پلایا پھر وہ (زخموں کی تاب نہ لاکر) انتقال فرماگئے، اس وقت ان کی عمر 18 سال تھی۔

سیِّدُنا حسن بصری رَحۡمَۃُ اللہِ عَلَیۡہ کی ابن ھُبَیۡرَہ کو نصیحت:

﴿10﴾... مروی ہے کہ (عراق کے گورنر) عمر بن ھبیرہ نے بصرہ، کوفہ، مدینہ اور شام کے فقہا اور قرّاء کو بلاکر ان سے سوالات شروع کئے اور حضرت سیِّدُنا عامر شعبی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡوَلِی سے جب کلام کرنے لگا تو اس نے جو بات بھی ان سے پوچھی اس کا انہیں عالم پایا پھر حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی کی طرف متوجہ ہو کر آپ سے سوال کرنے لگا پھر کہا: عالم یہی دونوں ہیں یہ شخص یعنی حضرت سیِّدُنا امام شَعۡبی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡوَلِی کوفہ والوں کے عالم ہیں اور یہ شخص یعنی حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡقَوِی بصرہ والوں کے عالم ہیں۔ پھر اس نے دربان کو حکم دیا کہ علما کو رخصت کرے۔ چنانچہ، تمام حضرات تشریف لے گئے اور حضرت سیِّدُنا امام شعبی اور حضرت سیِّدُنا حسن بصری رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمَا تنہا رہ گئے تو اس نے حضرت سیِّدُنا عامر شعبی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡوَلِی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے ابو عمرو! خلیفہ کی طرف سے میں عراق پر امین اور عامل ہوں اور اطاعت کرنے پر مامور ہوں، مجھے رعایا کے امور سپرد کئے گئے ہیں اور ان کے حقوق مجھ پر لازم ہیں، میں ان کی نگہبانی اور خیر خواہی پسند کرتا ہوں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شہر کی ایک جماعت کے بارے میں مجھے کوئی بات پہنچتی ہے جس کی وجہ سے میں ان پر غضب ناک ہوتا ہوں اور ان کے عطیوں کا کچھ حصہ ضبط کرکے بیت المال میں رکھ دیتا ہوں اور میری نیت یہ ہوتی ہے کہ انہیں ان کا مال واپس کر دوں گا پھر خلیفہ کو خبر پہنچتی ہے کہ میں نے لوگوں کا اس طریقے پر مال ضبط کیا ہے تو وہ میری طرف لکھ بھیجتا ہے کہ اس مال کو واپس نہ کرنا۔ پس میں نہ تو خلیفہ کے حکم کو رَدّ کر سکتا ہوں اور نہ ہی نافذ کر سکتا ہوں کیونکہ میں حکم کا پابند ہوں تو کیا اس امر میں اور اس طرح کے دیگر امور میں مجھ پر کوئی گناہ ہے؟ اس سلسلے میں میری نیت وہی ہوتی ہے جو میں ذکر کر چکا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡوَلِی فرماتے ہیں: میں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر کو نیکی کی توفیق دے

سلطان باپ کی طرح ہوتا ہے کبھی صحیح کرتا ہے اور کبھی غلط۔ میری اس بات سے عمر بن ہبیرہ بہت خوش ہوا اور اسے پسند کیا اور میں نے اس کے چہرے میں بشاشت دیکھی اور اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کی۔

پھر حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے ابو سعید! آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے امیر کی بات سنی وہ کہتا ہے کہ وہ خلیفہ کی طرف سے بصرہ پر امین اور عامل ہے اور خلیفہ کی اطاعت پر مامور ہے۔ نیز رعایا اس کے سپرد کی گئی ہے اور ان کا حق، خیر خواہی اور نگہبانی اس پر لازم ہے۔ رعایا کا حق تو تم پر لازم ہے اور تم پر واجب ہے کہ ان کی خیر خواہی کرو بے شک میں نے صحابیِ رسول حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن سَمُرہ قرشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو فرماتے سنا کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَنِ اسْتُرْعِیَ رَعِیَّۃً فَلَمْ یَحُطْهَا بِالنَّصِیْحَۃِ حَرَّمَ اللہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ یعنی جسے رعایا پر حاکم بنایا گیا اور اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کی دیکھ بھال نہ کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر جنت حرام فرمادے گا۔ [1]

اور تم جو یہ کہتے ہو کہ بسا اوقات میں عطیات میں سے تھوڑا بہت اس نیت سے ضبط کر لیتا ہوں تاکہ ان کی اصلاح ہو جائے اور وہ اطاعت گزار بن جائیں اور اس کی خبر جب خلیفہ کو پہنچتی ہے تو وہ تمہاری طرف واپس نہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور اس پر تم یہ کہتے ہو کہ میں نہ تو اس کے حکم کو رد کر سکتا ہوں اور نہ ہی نافذ کر سکتا ہوں حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق خلیفہ کے حق سے زیادہ اور اس کی اطاعت کا حق سب سے بڑھ کر ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، لہٰذا تم خلیفہ کی تحریر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب پر پیش کرو، اگر اسے کتابُ اللہ کے موافق پاؤ تو اس پر عمل کرو اور اگر خلاف پاؤ تو ترک کر دو۔

اے ابنِ ھُبَیْرہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو عنقریب رَبُّ الْعٰلَمِیْن کی طرف سے تمہارے پاس موت کا فرشتہ آئے گا جو تمہیں تمہارے تخت سے اتار دے گا اور تمہیں تمہارے وسیع و عریض محل سے تنگ و تاریک قبر

---

[1] ...تاریخ بغداد، ۴/ ۲۷۱، الرقم: ۱۹۷۲: احمد بن بدیل بن قریش بن الحارث

صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، ۴/ ۴۵۶، الحدیث: ۷۱۵۰، بتغیر

میں لے جائے گا تو تم اپنے سلطان اور اپنی دنیا کو پیٹھ پیچھے چھوڑ کر اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی طرف چلے جاؤ گے اور اپنے اعمال کی جزا پاؤ گے۔

اے ابنِ ھُبَیْرہ! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں یزید بن عبد الملک سے بچا سکتا ہے لیکن یزید تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ (کے عذاب) سے نہیں بچا سکتا اور بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم تمام حکموں پر فائق ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی، میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈراتا ہوں جو مجرموں سے پھیرا نہیں جائے گا۔ یہ سن کر ابنِ ھُبَیْرہ نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: اے شیخ! اپنے آپ پر رحم کرو اور خلیفہ کے ذکر سے باز رہو کیونکہ خلیفہ علم، حُکم اور فضل والے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں جانتے ہوئے ہی اس امت کی ذمہ داری ان کے سپرد کی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی فضیلت و نیت کو خوب جانتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: اے ابنِ ھُبَیْرہ! حساب تمہارے پیچھے ہے کوڑے کے بدلے کوڑا اور غصے کے بدلے غصہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نظر سے کچھ غائب نہیں ہے۔ اے ابن ھبیرہ! اگر تم ایسے آدمی سے ملاقات کرو جو تمہیں تمہارے دین کے بارے میں نصیحت کرے اور تمہیں آخرت کی رغبت دلائے تو یہ تمہارے لئے اس شخص کے ساتھ ملاقات کرنے سے بہتر ہے جو تمہیں دھوکا دے اور امید دلائے۔ یہ سن کر ابن ھبیرہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے فرمایا: اے ابو سعید! آپ نے امیر کو غضب ناک کر دیا اور اس کے سینے میں کینہ ڈال دیا ہے اور ہمیں اس کے انعام و اکرام سے محروم کر دیا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے عامر! مجھ سے جدا ہو جاؤ۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: اس کے بعد حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس تحائف اور نذرانے آئے اور ان کی قدر و منزلت ہوئی جبکہ ہماری قدر و منزلت ہوئی نہ ہمیں کچھ دیا گیا، واقعتاً وہ اسی اعزاز کے اہل تھے جو انہیں ملا اور ہم اسی کے اہل تھے جو ہمارے ساتھ کیا گیا، میں نے

جتنے بھی علما دیکھے ان میں حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو اس طرح پایا جس طرح خالص عربی گھوڑا ناکارہ گھوڑوں میں ممتاز ہوتا ہے، ہم جہاں بھی جمع ہوئے وہ ہم پر غالب ہی رہے، وہ جو بھی فرماتے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے فرماتے، جبکہ ہم امرا کی قربت پانے کے لئے کہتے۔ اس کے بعد حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد کبھی کسی بادشاہ کے پاس جا کر اس کی تائید نہیں کروں گا۔

سیِّدُنا محمد بن واسع رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور ابن ابی بُردہ:

﴿11﴾... حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (بصرہ کے قاضی اور حاکم) بلال بن ابی بُردہ کے پاس گئے تو اس نے آپ سے کہا: تقدیر کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: تمہارے پڑوسی اہلِ قُبور ہیں، ان کے احوال کے بارے میں غور و فکر کرو تقدیر کے بارے میں پوچھنا بھول جاؤ گے۔

سیِّدُنا ابن ابی ذُؤَیب رَحمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی حق گوئی:

﴿12﴾... حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: مجھے میرے چچا حضرت سیِّدُنا محمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے بتایا کہ میں خلیفہ ابو جعفر منصور کی مجلس میں موجود تھا، اس مجلس میں حضرت سیِّدُنا ابن ابی ذویب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور حاکم مدینہ حسن بن زید بھی تھے۔ اسی دوران بنو غِفَّار کے کچھ لوگوں نے خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس آکر کسی معاملہ میں حسن بن زید کی شکایت کی تو حسن بن زید نے کہا: اے خلیفہ! ان لوگوں کے بارے میں حضرت سیِّدُنا ابنِ ابی ذویب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھئے۔ خلیفہ ابو جعفر نے ان سے کہا: آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ قوم لوگوں کو ذلیل و رسوا کرتی اور انہیں اذیت پہنچاتی ہے۔ یہ سن کر ابو جعفر نے بنو غفار سے کہا: تم لوگوں نے سن لیا؟ بنو غفار نے کہا: آپ ان سے حسن بن زید کے بارے میں پوچھئے۔ ابو جعفر منصور نے ان سے کہا: آپ حسن بن زید کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ناحق فیصلہ کرتے اور اپنی خواہش کی پیروی

کرتے ہیں۔ ابو جعفر نے کہا: اے حسن! کیا تم نے اپنے بارے میں ان کی رائے سنی؟ وہ نیک آدمی ہیں۔ حسن بن زید نے کہا: خلیفہ! ان سے اپنے بارے میں پوچھئے! ابو جعفر نے کہا: آپ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اے خلیفہ! مجھے اس سے معاف رکھئے۔ ابو جعفر نے کہا: میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیں۔ فرمایا: تم مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتے ہو گویا کہ اپنے بارے میں جانتے ہی نہیں ہو۔ ابو جعفر نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے ضرور بتایئے! فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے یہ مال ناحق لے کر نا اہلوں کو دیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ظلم تمہارے دروازے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ سن کر ابو جعفر اپنی جگہ سے اٹھ کر آیا اور حضرت سیِّدُنا ابن ابی ذویب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی گردن دبوچ کر ان سے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جان لو اگر میں اس جگہ نہ بیٹھا ہوتا تو فارس، روم، دَیلَم اور تُرک تم سے یہ جگہ چھین لیتے۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: اے خلیفہ! خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بھی تو حکمران ہوئے ہیں انہوں نے حق کے ساتھ مال لیا اور اسے برابر برابر تقسیم کر دیا اور انہوں نے فارس اور روم کی گردنیں پکڑیں اور ان کی ناک کو خاک آلود کیا۔ ابو جعفر منصور نے آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی گردن چھوڑ دی اور کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر آپ کا سچا ہونا مجھے معلوم نہ ہوتا تو میں آپ کو قتل کر دیتا۔ حضرت سیِّدُنا ابن ابی ذویب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: اے خلیفہ! بے شک میں تمہارے بیٹے مہدی سے بھی بڑھ کر تمہارا خیر خواہ ہوں۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن علی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ہمیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا ابن ابی ذویب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه جب ابو جعفر منصور کے پاس سے واپس تشریف لائے تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی ان سے ملے اور فرمایا: اے ابو حارث! جو کچھ آپ نے اس ظالم سے کہا ہے اس نے مجھے خوش کر دیا لیکن آپ کا اس کے بیٹے کو مہدی کہنا مجھے برا لگا۔ حضرت سیِّدُنا ابن ابی ذویب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی مغفرت فرمائے، ہم میں سے ہر ایک مہدی ہے کیونکہ ہم میں سے ہر ایک

پنگھوڑے[1] میں تھا۔

سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی خلیفہ منصور کو نصیحت:

﴿13﴾... حضرت سیِّدُنا امام عبد الرحمن بن عَمْرو اَوْزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں ساحل سمندر پر تھا کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے مجھے بلایا، میں اس کے پاس آیا جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے خلافت کے آداب کے مطابق اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور مجھے بیٹھنے کو کہا پھر مجھ سے کہنے لگا: اے اوزاعی! ہمارے پاس آنے میں تمہیں دیر کیوں ہوئی؟ میں نے کہا: اے خلیفہ! آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا: میں آپ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا: اے خلیفہ! دیکھ لو جو میں تم سے بیان کروں، اس سے غافل نہ ہونا۔ اس نے کہا: میں اس سے کیسے غفلت کر سکتا ہوں حالانکہ میں نے خود اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا ہے، اس بارے میں آپ کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے لئے آپ کی طرف بڑھا ہوں۔ میں نے اس سے کہا: مجھے خوف ہے کہ اسے سن کر تم اس پر عمل نہیں کرو گے۔ یہ سن کر اس کا دربان مجھ پر چلایا اور اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا تو ابو جعفر منصور نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا: یہ ثواب کی مجلس ہے سزا کی نہیں۔ یہ سن کر میرا دل خوش ہو گیا اور میں نے کلام کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ، میں نے کہا: اے خلیفہ! مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا مکحول دمشقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی صحابیِ رسول حضرت سیِّدُنا عَطِیَّہ بن بُشْر مازِنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس بندے کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کے دین کے سلسلے میں کوئی نصیحت آئے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک نعمت ہے جو اس کی طرف لائی گئی ہے اگر شکر کے ساتھ اسے قبول کرلے تو ٹھیک ورنہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کے خلاف حجت بن جاتی ہے تاکہ وہ اس کے گناہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ناراضی میں زیادتی کا باعث ہو۔"[2]

1... مطلب یہ کہ مہدی، ہدایت سے مشتق نہیں بلکہ مَھْد سے ہے، جس کے معنی پنگھوڑے کے ہیں اس کے ساتھ یائے نسبتی لگی ہوئی ہے یعنی پنگھوڑے والا۔ (ماخوذ از اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۱۵۳)

2... شعب الایمان للبیہقی، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۲۹، الحدیث: ۷۴۱۰

اے خلیفہ! مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا مکحول دمشقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی صحابیِ رسول حضرت سیِّدُنا عَطِیَّہ بن بِشْر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَیُّمَا وَالٍ مَاتَ غَاشًا لِرَعِیَّتِہٖ حَرَّمَ اللہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ یعنی جو حاکم اس حال میں مرا کہ اپنی رعایا کے ساتھ دھوکا کرنے والا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔[1]

اے خلیفہ! جو حق کو ناپسند کرتا ہے وہ گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند کرتا ہے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ واضح حق ہے اور اسی ذات نے جب اُمورِ سلطنت تمہارے سپرد کئے تو تمہارے لئے رعایا کے دلوں کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے تمہاری قرابت کے باعث نرم کر دیا اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں پر مہربان اور رحم فرمانے والے اور اپنے ہاتھ سے ان کی غمخواری کرنے والے تھے، لوگ بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعریف کرتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بھی آپ محمود تھے، لہٰذا تمہیں بھی یہی لائق ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر رعایا کے حقوق بجالاؤ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ان میں انصاف قائم کرنے والے اور ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے ہو جاؤ، ان پر دروازے بند نہ کرو اور نہ ہی اپنے اور ان کے درمیان کوئی آڑ قائم کرو، ان کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر خوش ہو جاؤ اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو پریشان ہو جاؤ۔

اے خلیفہ! خلافت سے پہلے تم پر صرف اپنے نفس کی ذمہ داری تھی اور اب تمام رعایا کی ذمہ داری تم پر ہے خواہ وہ کالے ہوں یا گورے، مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہر ایک کا تمہارے انصاف میں حصہ ہے تو اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب ان میں سے گروہ در گروہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک تمہارے خلاف کسی مصیبت کے پہنچنے یا ظلم ڈھانے کی شکایت کر تا ہو گا۔

اے خلیفہ! حضرت سیِّدُنا مکحول دمشقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ... صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی الغاش لرعیتہ النار، الحدیث: ۱۴۲، ص ۸۵، بتغیر قلیل
شعب الایمان للبیہقی، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۳۰، الحدیث: ۷۴۱۱

وَسَلَّم کے دست مبارک میں ایک ٹہنی ہوا کرتی جس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسواک فرمایا کرتے اور اس سے منافقین کو ڈرایا کرتے تو ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ ٹہنی کیسی؟ جس سے آپ کی امت کے دل ٹوٹ گئے اور رعب سے بھر گئے۔"[1] تو پھر اس شخص کا کیا حال ہو گا جس نے لوگوں کے پردے چاک کئے، ان کے خون بہائے، ان کے گھروں کو ویران کیا، انہیں ان کے شہروں سے نکالا اور ان پر اپنا خوف مسلط کیا۔

اے خلیفہ! حضرت سیِّدُنا مکحول دمشقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے غیر ارادی طور پر ایک اَعرابی کو خراش پہنچی تو حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو جبار اور متکبر بنا کر نہیں بھیجا ہے۔" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعرابی کو بلایا اور اس سے فرمایا: "مجھ سے قصاص لو۔ اعرابی نے عرض کی: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میں معافی چاہتا ہوں، میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا اگرچہ آپ میری جان لے لیں۔ یہ سن کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی۔[2]

اے خلیفہ! اپنے نفس کے فائدے کے لئے نفس کو مشقت میں ڈالو اور اس کے لئے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے امان حاصل کر لو اور اُس جنت کی رغبت کرو جس کی چوڑائی آسمانوں و زمین کے برابر ہے جس کے بارے میں حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: "تم میں سے کسی کی کمان کے برابر جنت میں جگہ دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس) سے بہتر ہے۔"[3]

---

1 ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۳۰، الحدیث: ۷۴۱۱، ۷۴۱۲

2 ...المستدرك، کتاب الرقاق، باب دعا النبی اعرابیا الی القصاص من نفسه، ۵/ ۴۷۱، الحدیث: ۸۰۱۳
شعب الایمان للبیہقی، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۳۰، الحدیث: ۷۴۱۳

3 ...صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحور العین... الخ، ۲/ ۲۵۲، الحدیث: ۲۷۹۶

اے خلیفہ! اگر تم سے اگلوں کے لئے ملک باقی رہتا تو تم تک نہ پہنچتا اور اسی طرح تمہارے لئے بھی باقی نہیں رہے گا جیسے دوسروں کے لئے نہیں رہا۔

اے خلیفہ! جانتے ہو آپ کے جدِّ امجد (حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) نے اس آیتِ مقدسہ:

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ (پ۱۵، الکھف: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ہماری اس نوشتہ (تحریر) کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو۔

کی تفسیر میں کیا فرمایا ہے؟ وہ فرماتے ہیں: ”صغیرہ سے مراد مسکرانا اور کبیرہ سے مراد ہنسنا ہے۔“ پھر ان اعمال کا کیا حال ہو گا جو ہاتھوں اور زبان سے سرزد ہوئے۔

اے خلیفہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ”اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری کا بچہ بھی بھوکا پیاسا مر گیا تو مجھے خوف ہے کہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا۔“ تو جو تمہاری رعایا میں سے ہوتے ہوئے تمہارے عدل وانصاف سے محروم رہا اس کے بارے میں تم سے کیونکر پوچھ گچھ نہ ہو گی۔

اے خلیفہ! تمہارے جد امجد (حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) نے اس آیتِ طیبہ:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ (پ۲۳، ص: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔

کی جو تفسیر کی ہے جانتے ہو؟ وہ فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ زبور شریف میں ارشاد فرماتا ہے: اے داؤد! جب تمہارے سامنے دو فریق (مُدَّعی اور مُدَّعیٰ عَلَیْہ) پیش ہوں اور ان میں سے ایک کی طرف تمہارا میلان ہو تو اپنے دل میں ہرگز یہ تمنا نہ کرنا کہ حق اسے ملے اور یہ دوسرے پر کامیابی پائے ورنہ میں دفترِ نبوت سے تمہارا نام ختم کر دوں گا پھر نہ تم میرے خلیفہ ہو گے اور نہ ہی تمہارے لئے کوئی بزرگی ہو گی۔ اے داؤد! میں نے

اپنے رسولوں کو اپنے بندوں کی طرف نگہبان بنا کر بھیجا ہے جیسے اونٹوں کے نگہبان ہوتے ہیں کیونکہ وہ نگہبانی کے طریقوں کو جانتے ہیں، ایک تدبیر کے ساتھ ان سے نرمی برتتے ہیں، ٹوٹے ہوئے کو جوڑتے اور کمزور ولاغر کو دانہ پانی دیتے ہیں۔

اے خلیفہ! تم ایسی آزمائش میں ڈالے گئے ہو کہ اگر آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر ڈالی جاتی تو وہ اسے اٹھانے سے انکار کر دیتے اور اس سے ڈرتے۔

اے خلیفہ! مروی ہے کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے انصار میں سے ایک شخص کو صدقہ پر عامل مقرر فرمایا پھر کچھ دن بعد انہیں وہیں پر مقیم دیکھ کر ان سے پوچھا: "تمہیں اپنے کام کی طرف نکلنے سے کس چیز نے روکا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مثل اجر ہے؟" عرض کی: ایسی بات نہیں ہے۔ فرمایا: تو کیوں نہیں گئے؟ عرض کی: مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص لوگوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ پر والی بنا تو قیامت کے دن اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہوا ہوگا اور اسے اس کا عدل وانصاف ہی کھول سکے گا، پھر اسے جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا وہ پل اسے ایسا جھٹکا دے گا کہ اس کا ہر ہر عضو اپنی جگہ سے ہل جائے گا اس کے بعد اسے پہلی حالت پر لایا جائے گا تاکہ اس سے حساب لیا جائے، اگر وہ نیک ہوا تو اپنی نیکی کے باعث نجات حاصل کر لے گا اور اگر بد ہوا تو بدی کے باعث پل ٹوٹ جائے گا اور وہ جہنم میں 70 سال کی مسافت کی گہرائی میں جا گرے گا۔[1]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے پوچھا: تم نے یہ کس سے سنا ہے؟ اس نے عرض کی: حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری اور حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان دونوں کو بلا کر ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں! ہم نے یہ بات

---

1 ...شعب الایمان للبیھقی، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۳۲، الحدیث: ۷۴۱۶

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ہائے عمر! جب حکومت میں یہ کچھ ہے تو کون اس کی ذمہ داری اٹھائے گا۔ حضرت سیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اس کی ذمہ داری وہ لے گا جس کی ناک اللہ عَزَّوَجَلَّ کاٹ دے اور اس کا چہرہ خاک آلود کر دے۔

یہ سن کر ابو جعفر منصور نے رومال لے کر اپنے چہرے پر رکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا حتی کہ مجھے بھی رُلا دیا۔ پھر میں نے کہا: اے خلیفہ! آپ کے جدِّ امجد حضرت سیِّدُنا عباس بن عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مکہ یا طائف یا یمن کی حکومت کا سوال کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا: ”اے عباس! اے نبی کے چچا! نفس کو (عبادتِ الٰہی سے) زندہ کئے رکھنا اس حکومت سے بہتر ہے جس کی تم حفاظت نہ کر سکو۔“[1] یہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اپنے چچا کے لئے نصیحت اور شفقت ہے اور خبر دی کہ میں (بے اذنِ الٰہی) تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف یہ وحی فرمائی:

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے عباس! اے نبی کی پھوپھی صفیہ! اے فاطمہ بنت محمد! میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے تمہیں نہیں بچا سکتا میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہیں[2]۔

---

[1]...شعب الایمان للبیہقی، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۳۲، الحدیث: ۷۴۱۷

[2]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”یہ حدیث اوّلِ تبلیغ (تبلیغ کی ابتدا) کی ہے نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ایمان کا حکم دے رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اے فاطمہ! ایمان لاؤ اگر یہ ایمان قبول نہ کیا تو یہ سب نسب کام نہ آوے گا۔ اور جو شخص حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نسب میں تو ہو مگر مومن نہ ہو وہ سیّد نہیں کیونکہ وہ مسلمان ہی نہیں رب تعالیٰ (حضرت سیِّدُنا) نوح عَلَیْہِ السَّلَام سے فرماتا ہے: اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (پ۱۲، ھود: ۴۶) اے نوح! یہ کنعان تمہارا گھر والا نہیں کیونکہ وہ بدکار ہے۔ کوئی مرزائی، رافضی، چکڑالوی، وہابی سیِّد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیِّد ہونے کے لئے ایمان ضروری ہے اور وہ ایمان سے بے بہرہ ہے۔ کفر کی... بقیہ اگلے صفحہ پر...

خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "پختہ عقل اور درست تدبیر والا ہی لوگوں کے امور کو چلا سکتا ہے کہ جس کا نہ کوئی عیب ظاہر ہو اور نہ ہی اس کی طرف سے کسی کی پردہ دری کا خوف ہو اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا لحاظ نہ کرتا ہو۔"[1]

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہی ارشاد ہے کہ "حاکم چار قسم کے ہیں: (۱)...وہ طاقتور حاکم جو اپنے آپ کو بھی منع کرے اور ماتحتوں کو بھی منع کرے، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دستِ قدرت رحمت کے ساتھ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ (۲)...وہ کمزور حاکم جو خود کو تو منع کرے لیکن اس کی کمزوری کی وجہ سے اس کے ماتحت عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں یہ ہلاکت کے کنارے پر ہے، البتہ! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر رحم فرمائے (تو بچ سکتا ہے)۔ (۳)...وہ حاکم جو اپنے ماتحتوں کو تو منع کرے لیکن خود عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرے، یہ حُطَمَہ (یعنی رعایا کے ساتھ ظلم کرنے والا حاکم) ہے جس کے بارے میں حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بدترین حاکم حُطَمَہ ہے۔"[2] یہ اکیلا ہلاک ہوتا ہے۔ (۴)...وہ حاکم جو خود بھی اور اس کی رعایا بھی عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرے، یہ دونوں ہلاکت میں ہیں۔

...وجہ سے سارے نسبتی رشتہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی لئے کافر نہ مومنہ سے نکاح کر سکے اور نہ مومن کی میراث پائے اور نہ مؤمنوں کے قبرستان میں دفن ہو۔ جب کافر اولاد کو مومن باپ کی مالی میراث نہیں مل سکتی تو کافر کو نسبی شرافت و عزت کیسے مل سکتی ہے۔ ابولہب بنی ہاشم سے ہے مگر اس کی کوئی شرافت نہیں لہٰذا صرف مومن "سادات کرام" انہیں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نسب شریف سے ضرور فائدہ پہنچے گا۔ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی نسبت سے سارے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے کہ جہنمی جنتی ہو جائیں گے اور گنہگار معافی پائیں گے۔ جب نسبت کام آرہی ہے تو نسب کیوں کام نہ آوے گا۔

(الکلام المقبول فی طہارۃ نسب الرسول مشمولہ رسائل نعیمیہ، ص۱۷،۱۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

1...صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ھل یدخل النساء والولد فی الاقارب، ۲/ ۲۳۸، الحدیث: ۲۷۵۳، بتغیر قلیل

شعب الایمان للبیہقی، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۳۲، ۳۳، الحدیث: ۷۴۱۷

2...صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل... الخ، الحدیث: ۱۸۳۰، ص۱۰۱۸

اے خلیفہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: میں آپ کے پاس ایسے وقت حاضر ہوا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے (آگ پھونکنے والی) پھونکنیوں کو آگ پر رکھ دیا گیا ہے تاکہ قیامت کے لئے آگ کو بھڑکایا جائے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام سے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل! مجھے آگ کے بارے میں بتاؤ۔ انہوں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے بھڑکانے کا حکم فرمایا تو ایک ہزار سال تک اسے بھڑکایا گیا حتی کہ سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا تو یہ زرد ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا تو یہ سیاہ ہو گئی، اب یہ سیاہ تاریک ہے اس کے انگارے روشن نہیں ہوتے اور نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر جہنمیوں کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا زمین والوں کے لئے ظاہر ہو جائے تو تمام کے تمام لوگ مر جائیں اور اگر جہنم کے پانی میں سے ایک ڈول زمین کے پانیوں میں ملا دیا جائے تو جو بھی اسے چکھے مر جائے اور وہ زنجیر جس کا ذکر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے اگر اس کی ایک کڑی زمین کے تمام پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو وہ پگھل جائیں اور اسے نہ اٹھا سکیں اور اگر کسی شخص کو جہنم میں داخل کر کے نکالا جائے تو اس کی بدبو، بدصورتی اور ہیبت سے زمین والے مر جائیں۔

یہ سن کر حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رونے لگے اور آپ کے رونے کی وجہ سے حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام بھی رونے لگے پھر حضرت سیِّدُنا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ رو رہے ہیں حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں اور اے جبرئیل! تم کیوں روئے حالانکہ تم تو روحُ الامین ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحی پر امین ہو؟ عرض کی: مجھے خوف ہے کہیں میں بھی اُس آزمائش میں نہ ڈال دیا جاؤں جس میں ہاروت و ماروت کو ڈالا گیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک جو میرا مقام و مرتبہ ہے اِس پر بھروسا کرنے سے مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر نے روکا ہوا ہے۔ پھر آپ دونوں روتے رہے حتی کہ آسمان سے ندا دی گئی: اے

جبرئیل !اور اے محمد !اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم دونوں کو اپنی معصیت اور اس پر ہونے والے عذاب سے امان دے دی ہے اور محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فضیلت تمام انبیا پر ایسے ہے جیسے جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کی تمام ملائکہ پر۔

اے خلیفہ ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ خلیفۂ دوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب میرے پاس دو فریق (مُدَّعی ومُدَّعٰی عَلَیْہ) آئیں اور ان میں سے ایک حق سے اعراض کرنے والا ہو اگر تُو مجھے اس کی طرف مائل پائے خواہ قریب میں ایسا معاملہ ہو یا دور میں تو مجھے پلک جھپکنے کی مقدار بھی مہلت نہ دینا۔"

اے خلیفہ !سب سے زیادہ سخت کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق بجالانا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والی چیز تقویٰ ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کے ذریعے عزت طلب کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے درجات کو بلند فرماتا اور اسے عزت عطا فرماتا ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے ذریعے عزت طلب کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ذلت دیتا اور پست کرتا ہے۔ یہ میری طرف سے تمہیں نصیحت ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ

پھر میں اٹھنے لگا تو خلیفہ ابو جعفر منصور نے مجھ سے پوچھا: کہاں جارہے ہیں؟ میں نے جواب دیا: اگر خلیفہ اجازت دیں تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بچوں اور وطن کی طرف جاؤں گا۔ اس نے کہا: میری طرف سے تمہیں اجازت ہے اور تمہارے نصیحت کرنے پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں، میں نے اس نصیحت کو قبول کیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بھلائی کی توفیق دینے والا اور اس پر مددگار ہے، میں اسی سے مدد مانگتا اور اسی پر بھروسا کرتا ہوں وہ مجھے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ آپ مجھے اپنی اس طرح کی نصیحتوں سے محروم نہ رکھئے گا کیونکہ آپ کی بات قبول کی جاتی ہے اور نصیحت کرنے میں آپ پر تہمت نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا: اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں ایسا ہی کروں گا۔

(اس حکایت کے راوی) حضرت سیِّدُنا محمد بن مُصْعَب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: خلیفہ ابو جعفر منصور نے انہیں کچھ مال دینے کا حکم دیا تاکہ سفر میں کام آسکے لیکن حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے

قبول نہ کیا اور فرمایا: مجھے اس کی کچھ ضرورت نہیں، میں دنیوی مال و متاع کے بدلے اپنی نصیحت کو فروخت نہیں کروں گا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کو آپ کی عادت کا علم ہو گیا اس لئے وہ آپ پر مال قبول نہ کرنے کی وجہ سے ناراض نہ ہوا۔[1]

سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی خلیفہ منصور کو نصیحت:

﴿14﴾... حضرت سیِّدُنا ابو مسلم محمد بن مہاجر انصاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی سے منقول ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آیا وہ رات کے آخری حصے میں بیتُ اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے دارُ النَّدْوَہ سے باہر نکلتا طواف کرتا، نماز پڑھتا اور کسی کو اس کے بارے میں پتا نہ چلتا، جب فجر طلوع ہوتی تو دارُالنَّدْوَہ کی طرف واپس لوٹ آتا مُؤَذِّنین آکر اسے سلام کہتے اور نماز کے لئے اقامت کہی جاتی تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ ایک رات وہ سحری کے وقت نکلا دورانِ طواف اس نے مُلْتَزَم کے پاس ایک شخص کو یہ کہتے سنا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے زمین میں سرکشی اور فساد ظاہر ہونے کی، نیز حق و اہلِ حق کے درمیان ظلم اور طمع حائل ہو جانے کی شکایت کرتا ہوں۔

منصور یہ سن کر بہت تیز چلا حتی کہ اس کی تمام باتیں سن لیں پھر وہاں سے نکل کر مسجد کے ایک کونے میں آکر بیٹھ گیا اور قاصد کو بھیجا کہ اسے بُلا لائے قاصد نے آکر اس سے کہا: خلیفہ کے پاس چلو۔ اس شخص نے دو رکعتیں پڑھیں حجر اسود کا اِستِلام کیا اور قاصد کے ساتھ آکر ابو جعفر منصور کو سلام کیا۔ منصور نے اس سے کہا: یہ کیا ہے جو میں نے تجھے کہتے سنا ہے کہ زمین میں سرکشی اور فساد ظاہر ہو گیا ہے اور حق و اہل حق کے درمیان ظلم و طمع حائل ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے یہ بات سنی تو اس نے مجھے بیمار اور پریشان کر دیا ہے۔

اس نے کہا: اے خلیفہ! اگر آپ میری جان کی امان دیں تو میں آپ کو تمام باتیں اصولوں سمیت بتا دیتا

---

[1]...شعب الایمان للبیہقی، باب فی طاعۃ اولی الامر، ۶/ ۲۹تا۳۴، الحدیث: ۷۴۰۹تا۷۴۲۱

حلیۃ الاولیاء، ابو عمرو الاوزاعی، ۶/ ۱۴۷تا۱۵۱، الحدیث: ۸۱۲۰

ہوں ورنہ میں اپنے نفس کی اصلاح پر ہی اکتفا کئے رہتا ہوں کیونکہ مجھے اسی کے کاموں سے فرصت نہیں۔ خلیفہ نے کہا: میں نے تمہیں جان کی امان دی۔ اس نے کہا: وہ شخص جس میں طمع داخل ہو گیا حتی کہ وہ اس کے اور حق کے درمیان حائل ہو چکا ہے، نیز جس کے سبب درستگی کی جگہ سرکشی اور فساد پھیل چکا ہے وہ آپ ہیں۔ خلیفہ نے کہا: تیری خرابی ہو مجھ میں طمع کیسے داخل ہو گیا حالانکہ سونا چاندی میرے ہاتھ میں ہے اور میں سیاہ و سفید کا مالک ہوں۔

اس نے کہا: اے خلیفہ! جتنی لالچ آپ میں داخل ہو گئی ہے اور کسی میں کیا داخل ہو گی۔ اے خلیفہ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں مسلمانوں کے امور اور ان کے اموال کا محافظ بنایا ہے لیکن تم نے ان کے امور سے غفلت برتی اور ان کے اموال جمع کرنا شروع کر دیئے اور اپنے اور ان کے درمیان اینٹوں اور چونے کی دیواریں اور لوہے کے دروازے حائل کر دیئے اور ان پر ہتھیاروں سے لیس دربان کھڑے کر دیئے پھر تم نے خود کو لوگوں سے جدا کر کے ان کمروں میں مقید کر دیا اور اپنے عاملوں کو مال جمع کرنے اور خِراج وصول کرنے کے لئے بھیج دیا ہے اور اپنا وزیر اور مُعاوِن ایسے ظالموں کو بنایا ہے کہ اگر تم بھول جاؤ تو وہ تمہیں یاد نہیں دلاتے اور اگر تمہیں یاد ہو تو وہ تمہاری مدد نہیں کرتے اور تم نے انہیں اسلحہ، سواریاں اور مال دے کر لوگوں پر ظلم کرنے کی قوت دے دی ہے اور انہیں کہہ رکھا ہے کہ فلاں فلاں افراد جن کے نام تم نے انہیں بتائے ہیں ان کے سوا اور کوئی تمہارے پاس نہ آئے اور تم نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ کوئی مظلوم، مصیبت زدہ، بھوکا، ننگا کمزور اور فقیر تمہارے پاس آکر کچھ پائے حالانکہ ان میں سے ہر ایک کا اس مال میں حصہ ہے۔ وہ لوگ جنہیں تم نے اپنے لئے چنا، انہیں باقی رعایا پر ترجیح دی اور ان کے بارے میں حکم دے رکھا ہے کہ انہیں تمہارے پاس آنے سے کوئی نہ روکے جب انہوں نے دیکھا کہ تمہارے پاس مال آتا ہے اور تم اسے (حق داروں پر) تقسیم نہیں کرتے تو انہوں نے کہا: اس بادشاہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے خیانت کی تو ہمیں خلیفہ سے خیانت کرنے میں کیا ہے؟ ہم بھی طاقت رکھتے ہیں۔ چنانچہ، انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ لوگوں کے خفیہ امور جاننے والے کی رسائی خلیفہ تک نہ

ہو سکے لیکن جس کو یہ چاہیں اس کی رسائی ہو سکتی ہے اور جب بھی تمہارا کوئی عامل جا کر ان کی کسی بات میں مخالفت کرتا ہے تو یہ اسے دور کر دیتے ہیں حتی کہ اس کا مقام و مرتبہ گر جاتا اور اس کی قدر و منزلت کم ہو جاتی ہے اور جب تمہارے اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور ہو گئی تو لوگوں نے انہیں بڑا سمجھا اور ان سے خوفزدہ ہو گئے اور سب سے پہلے تمہارے عاملوں نے انہیں تحائف اور اموال بھیجنے شروع کئے تا کہ وہ ان کے ذریعے تمہاری رعایا پر ظلم کرنے کی قوت حاصل کریں پھر رعایا میں سے صاحبِ قدرت اور مال داروں نے تحائف بھیجنا شروع کئے تا کہ وہ رعایا کے دوسرے افراد پر ظلم کر سکیں تو اس طرح طمع کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے شہر سرکشی اور فساد سے بھر گئے اور یہ لوگ سلطنت میں تمہارے شریک ہو گئے اور تم ان سے غافل ہو گئے۔

اگر کوئی مظلوم تمہارے پاس آنا چاہتا ہے تو یہ اسے تمہارے پاس آنے سے مانع ہوتے ہیں اور اگر وہ اس وقت اپنی آواز یا اپنا واقعہ تم تک پہنچانا چاہے جب تم باہر نکلتے ہو تو تمہارے بارے میں اسے پتا یہ چلتا ہے کہ تم نے اس سے منع کر رکھا ہے اور لوگوں کے مظالم جاننے کے لئے تمہارے مقرر کردہ شخص کے پاس اگر کوئی مظلوم آتا ہے اور تمہارے خاص کارندوں تک یہ بات پہنچ جاتی ہے تو وہ مظالم جاننے پر مقرر شخص سے کہتے ہیں کہ اس کا معاملہ بادشاہ تک نہ پہنچائے اور اگر اس مقرر شخص کا کوئی مقام و مرتبہ ہو اور اس کی بات بھی مانی جاتی ہو تب بھی وہ تمہارے خاص لوگوں کے خوف کی وجہ سے اپنی مرضی کے مطابق کچھ نہیں کر سکتا تو مظلوم مسلسل اس کے پاس آتا اور چکر لگاتا رہتا ہے، شکوہ شکایت کرتا اور مدد مانگتا ہے اور وہ اسے دور کرتا اور حیلے بہانے بناتا ہے۔ جب کوشش کے باوجود اسے نکال دیا جاتا ہے تو جب تمہاری سواری نکلتی ہے اور وہ تمہارے سامنے چیختا ہے تو اسے بہت زیادہ مارا جاتا ہے تا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہوتے ہو لیکن نہ تو تم منع کرتے ہو اور نہ ہی ہاتھ سے روکتے ہو تو ایسی صورت حال میں اسلام اور مسلمانوں کے باقی رہنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ تم سے پہلے بنو امیہ اور عرب کے دیگر حکمرانوں کے پاس جب کوئی مظلوم پہنچتا تو وہ اس پر سے ظلم دور کر کے انصاف قائم کرتے۔ ایک شخص دور دراز کے شہروں سے آتا اور بادشاہ کے

دروازے پر پہنچ کر پکارتا: اے اہل اسلام! تو سب لوگ اس کی طرف بھاگتے اور پوچھتے: تجھے کیا ہوا؟ تجھے کیا ہوا؟ اور اس کی فریاد کو اپنے بادشاہ تک پہنچا کر اس کے لئے انصاف لیتے۔

اے خلیفہ! میں ملکِ چین کی طرف سفر کیا کرتا تھا اور وہاں ایک بادشاہ تھا ایک مرتبہ میں وہاں گیا تو بادشاہ کی سماعت جاچکی تھی اور وہ رو رہا تھا۔ اس کے وزرا نے اس سے کہا: آپ کیوں روتے ہیں خدا آپ کی آنکھوں کو نہ رلائے؟ اس نے جواب دیا: سنو! میں مصیبت یعنی سماعت چلے جانے پر نہیں رو رہا بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ مظلوم دروازے پر کھڑا چیخے گا اور میں اس کی آواز نہیں سن پاؤں گا۔ پھر اس نے کہا خیر اگر میری سماعت چلی گئی ہے تو کیا ہوا بصارت تو باقی ہے لوگوں میں اعلان کر دو کہ سرخ رنگ کا کپڑا سوائے مظلوم کے اور کوئی نہ پہنے پھر وہ دن کے شروع اور آخر میں ہاتھی پر سوار ہو کر دورہ کرتا کہ کوئی مظلوم دکھائی دے تاکہ اس کے ساتھ انصاف کرے۔

اے خلیفہ! وہ مشرک بادشاہ تھا اور اس پر اپنے نفس پر بخل کرنے کے مقابلے میں مشرک رعایا کے ساتھ نرمی و مہربانی کرنا غالب تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان رکھتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا کے بیٹے ہو، اس کے باوجود تم پر مسلمانوں کے ساتھ نرمی و مہربانی کرنا اپنے نفس کے بخل پر غالب نہیں آیا، تم تین باتوں میں سے کسی ایک کے لئے ہی مال جمع کرتے ہو۔

اگر تم کہو کہ میں اپنے لڑکے کے لئے مال جمع کرتا ہوں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چھوٹے بچے کے سلسلے میں تمہیں عبرتیں دکھادی ہیں کہ جب وہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو زمین پر اس کا کوئی مال نہیں ہوتا اور زمین پر جو بھی مال ہے کسی نہ کسی بخیل کا ہاتھ اسے گھیرے ہوئے ہوتا ہے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بچے پر مسلسل لُطف و کرم فرماتا رہتا ہے حتی کہ اس کی طرف لوگوں کی رغبت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور تم اسے نہیں دیتے ہو بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اگر تم کہو کہ میں اس لئے مال جمع کرتا ہوں تاکہ میری سلطنت مضبوط ہو تو بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

تمہیں ان لوگوں کا انجام دکھا دیا ہے جو تم سے پہلے تھے کہ انہوں نے جو سونا چاندی جمع کیا تھا اور جو سپاہی، ہتھیار اور سواریاں تیار کی تھیں وہ کچھ بھی ان کے کام نہ آیا اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں کچھ دینے کا ارادہ فرمایا تو تمہاری اور تمہارے بھائیوں کی غریبی اور کمزوری اس کے دینے میں رکاوٹ نہ بنی۔

اگر تم کہو کہ مال اس لئے جمع کرتا ہوں تاکہ جو مقام و مرتبہ حاصل ہے اس سے اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تمہارے اس مرتبے سے اوپر ایک ہی مرتبہ ہے جسے نیک اعمال کے بغیر نہیں پایا جا سکتا۔

اے خلیفہ! اگر تمہاری رعایا میں سے کوئی شخص تمہاری نافرمانی کرے تو کیا تم اسے قتل سے بھی بڑی سزا دے سکتے ہو؟ منصور نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: تو وہ بادشاہت جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں عطا فرمائی ہے تم اس کا اور دنیاوی اشیاء کا کیا کرو گے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نافرمان کو قتل کی سزا نہیں دیتا بلکہ جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جو تمہاری ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو تمہارے دل میں ہیں اور تمہارے اعضاء نے انہیں چھپا رکھا ہے۔ جب سچا بادشاہ تم سے دنیاوی بادشاہت لے لے گا اور تمہیں حساب کی طرف بلائے گا تو اس وقت تم کیا کہو گے؟ کیا دنیاوی بادشاہت جس پر تم بخل کر رہے ہو تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کے عذاب سے بچا سکتی ہے؟

یہ سن کر منصور نے بلند آواز سے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا: اے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا اور میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ پھر کہا: مجھے جو سلطنت دی گئی ہے اس بارے میں میں کیا تدبیر اختیار کروں کیونکہ میں لوگوں کو خیانت کرنے والا ہی پاتا ہوں؟ اس شخص نے کہا: اے خلیفہ! تم پر راہ نمائی کرنے والے، بڑے بڑے آئمہ کو ساتھ رکھنا لازم ہے۔ منصور نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ کہا: علما۔ کہا: وہ تو مجھ سے بھاگتے ہیں۔ اس شخص نے کہا: وہ تم سے اس خوف کی وجہ سے بھاگتے ہیں کہ تم انہیں اس راستے کا پابند نہ کر دو جو تم پر تمہارے عُمّال کی طرف سے ظاہر ہوا ہے، لہٰذا تم اپنا دروازہ کھول دو، رکاوٹ آسان کر دو، ظالم سے مظلوم کا بدلہ لو اور اسے ظُلم سے روکو اور حلال وطَیِّب چیز ہی لو پھر اس کو حق و انصاف کے ساتھ تقسیم کر دو۔ (اگر تم نے ایسا کیا تو) میں

اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ جو تم سے بھاگ گئے ہیں وہ تمہارے پاس آ کر تمہارے اور تمہاری رعایا کی بہتری کے معاملے میں تمہاری مدد کریں گے۔ منصور نے کہا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس شخص کی نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اسی دوران مُؤَذِّنوں نے آکر سلام کیا اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو منصور نے باہر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھائی پھر منصور نے محافظ سے کہا: تم اس شخص کو لازمی طور پر میرے پاس لے کر آؤ ورنہ میں تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا اور اس پر بہت زیادہ غصے کا اظہار کیا۔ چنانچہ، محافظ اس شخص کو تلاش کرنے کے لئے باہر نکلا، وہ اس کی تلاش میں گھوم پھر رہا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ وہ شخص ایک گھاٹی میں نماز ادا کر رہا ہے، محافظ اس کے پاس بیٹھ گیا، جب اس نے نماز ادا کر لی تو محافظ نے اس سے کہا: اے شخص! کیا آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ محافظ نے کہا: کیا آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچانتے ہیں؟ جواب دیا: کیوں نہیں۔ اس نے کہا: تو پھر میرے ساتھ چلئے کیونکہ خلیفہ نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں آپ کو لے کر نہ گیا تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ اس شخص نے کہا: اب میرے لئے اس کی طرف جانے کی کوئی راہ نہیں۔ محافظ نے کہا: وہ مجھے قتل کر دے گا۔ کہا: وہ تمہیں قتل نہیں کرے گا۔ محافظ نے کہا: کیسے نہیں کرے گا؟ اس شخص نے پوچھا: تمہیں اچھی طرح پڑھنا آتا ہے؟ محافظ نے کہا: نہیں۔ تو اس شخص نے اپنے توشہ دان سے ایک کاغذ نکالا جس میں کچھ لکھا ہوا تھا اور محافظ سے کہا: اسے اپنی جیب میں رکھ لو کہ اس میں کشادگی کی دعا ہے۔ محافظ نے کہا: کشادگی کی دعا کیا ہے؟ کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ دعا شہیدوں کے علاوہ کسی کو عطا نہیں فرماتا۔ محافظ نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے اگر آپ مجھے یہ دعا اور اس کی فضیلت بتا دیں تو مزید احسان ہو گا۔ کہا: جو شخص صُبح و شام یہ دعا مانگے اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں، وہ ہمیشہ مسرور رہتا ہے، اس کی خطائیں مٹا دی جاتیں ہیں، اس کی دعا قبول کی جاتی ہے، اس کے رزق میں فراخی کر دی جاتی ہے، اس کی امید پوری ہوتی ہے، دشمنوں کے خلاف اس کی مدد کی جاتی ہے، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا اور شہادت کی موت مرتا ہے۔ دعا یہ ہے:

دعائے خضر:

اَللّٰھُمَّ کَمَا لَطُفْتَ فِیْ عَظَمَتِكَ دُوْنَ اللُّطَفَآءِ وَعَلَوْتَ بِعَظَمَتِكَ عَلَی الْعُظَمَآءِ وَعَلِمْتَ مَا تَحْتَ اَرْضِكَ کَعِلْمِكَ بِمَا فَوْقَ عَرْشِكَ وَکَانَتْ وَسَاوِسُ الصُّدُوْرِ کَالْعَلَانِیَۃِ عِنْدَكَ وَعَلَانِیَۃُ الْقَوْلِ کَالسِّرِّ فِیْ عِلْمِكَ وَانْقَادَ کُلُّ شَیْءٍ لِعَظَمَتِكَ وَخَضَعَ کُلُّ ذِیْ سُلْطَانٍ لِسُلْطَانِكَ وَصَارَ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کُلُّہٗ بِیَدِكَ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ اَمْسَیْتُ فِیْہِ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَفْوَكَ عَنْ ذُنُوْبِیْ وَتَجَاوُزَكَ عَنْ خَطِیْئَتِیْ وَسَتْرَكَ عَلٰی قَبِیْحِ عَمَلِیْ اَطْمَعَنِیْ اَنْ اَسْاَلَكَ مَالَا اَسْتَوْجِبُہٗ مِمَّا قَصَّرْتُ فِیْہِ اَدْعُوْكَ اٰمِنًا وَّاَسْاَلُكَ مُسْتَاْنِسًا وَّاِنَّكَ الْمُحْسِنُ اِلَیَّ وَاَنَا الْمُسِیْٓءُ اِلٰی نَفْسِیْ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ تَتَوَدَّدُ اِلَیَّ بِنِعَمِكَ وَاَتَبَغَّضُ اِلَیْكَ بِالْمَعَاصِیْ وَلٰکِنَّ الثِّقَۃَ بِكَ حَمَلَتْنِیْ عَلَی الْجُرْاَۃِ عَلَیْكَ فَعُدْ بِفَضْلِكَ وَاِحْسَانِكَ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.

یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جیسے تو اپنی عظمت میں سب سے بڑھ کر لطیف اور تمام عظمت والوں سے زیادہ عظیم ہے اور جو کچھ تیری زمین کے نیچے ہے تو اسے بھی ایسے ہی جانتا ہے جیسے تو عرش کے اوپر والوں کا حال جانتا ہے اور تیرے نزدیک سینوں کے وساوس بھی اعلانیہ باتوں کی طرح ہیں اور ظاہر وچھپی بات تیرے علم میں یکساں ہے اور تیری عظمت کے سامنے ہر چیز سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہے اور تیری شان وعظمت کے سامنے ہر بادشاہ سر نگوں ہے، دنیا و آخرت کے تمام امور تیرے دستِ قدرت میں ہیں۔ تو ہر اس مصیبت سے جس میں مَیں مبتلا ہوں خلاصی عطا فرما، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بے شک تو نے میرے گناہوں کو معاف کر کے، میری خطاؤں سے در گزر کر کے اور میرے برے اعمال پر پردہ ڈال کر مجھے ہمت عطا فرمائی ہے کہ میں تجھ سے اس چیز کا سوال کروں جس کا میں اپنی کوتاہی کے سبب حق دار نہیں ہوں۔ میں بے خوف ہو کر تجھ سے دعا مانگتا ہوں اور مانوس ہو کر تجھ سے سوال کرتا ہوں، بے شک میرے اور تیرے درمیان جو معاملات ہیں ان میں تو مجھ پر احسان کرنے والا ہے اور میں اپنی جان کا برا کرنے والا ہوں تو نعمتیں عطا کر کے میرا محبوب بنتا ہے اور میں اپنے گناہوں کی وجہ سے تجھے ناراض کرتا ہوں لیکن تیری ذات پر میرے اعتماد اور بھروسے نے مجھے اس جُراَت پر ابھارا ہے۔ پس تو مجھ پر اپنے فضل و احسان کے ساتھ رجوع فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

محافظ کہتا ہے: میں نے وہ کاغذ لے کر اپنی جیب میں رکھا اور خلیفہ کے پاس جانے کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ، میں خلیفہ کے پاس آیا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور میری طرف

دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: تیری خرابی ہو! تُو جادو خوب جانتا ہے؟ میں نے کہا: اے خلیفہ! میں جادو نہیں جانتا، پھر میں نے انہیں اس شخص کا قصہ بیان کیا تو خلیفہ نے کہا: اس نے تمہیں جو کاغذ دیا ہے وہ میرے پاس لاؤ پھر خلیفہ نے روتے ہوئے کہا: تم نے نجات پائی پھر اس دعا کو لکھنے کا حکم دیا اور مجھے 10 ہزار درہم دیئے پھر کہا: کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ خلیفہ نے کہا: وہ حضرت سیِّدُنا خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے۔

سیِّدُنا سُفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی ہارونُ الرشید کو نصیحت:

﴿15﴾... حضرت سیِّدُنا ابو عمران جَوْنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: جب ہارونُ الرشید خلیفہ بنا تو علما اس سے ملاقات کرنے اور مبارک باد دینے کے لئے آئے، اس نے مال کے دروازے ان پر کھول دیئے اور انہیں گراں قدر انعامات سے نوازا، وہ خلیفہ بننے سے قبل عُلَما اور زاہدوں کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا اور بظاہر درویش اور زاہدانہ طریقے پر تھا اور اس کا حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے کافی پرانا بھائی چارہ تھا۔ تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس سے ملاقات کی نہ اسے مبارک باد دینے آئے۔ خلیفہ کو ان سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا تاکہ ان کے ساتھ علیحدگی میں بیٹھ کر باتیں کر سکے لیکن انہوں نے اس سے ملاقات نہ کی اور خلیفہ کے سابقہ اور موجودہ مقام و مرتبہ کی کچھ پروا نہ کی، یہ بات ہارون الرشید پر بہت گراں گزری تو اس نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی طرف ایک خط لکھا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے خلیفہ ہارون الرشید کی
طرف سے اس کے بھائی سفیان بن سعید کی طرف

اے میرے بھائی! آپ جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مؤمنین کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور اس بھائی چارے کو اپنی رضا کے لئے قائم کرنے کا فرمایا ہے۔ جان لو! میں نے آپ کے ساتھ جو بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا ہے وہ میں نے قطع نہیں کیا اور نہ آپ سے دوستی توڑی ہے اور بے شک میری پختہ محبت اور عقیدت

آپ سے وابستہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خلافت کا جو بوجھ مجھ پر ڈالا ہے اگر یہ مجھ پر نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کے پاس آتا اگرچہ گھٹنوں کے بل چل کر کیونکہ میں اپنے دل میں آپ کی محبت پاتا ہوں۔

اے ابوعبد اللہ! جان لو آپ کے اور میرے بھائیوں میں سے کوئی ایسا نہیں رہا جس نے مجھ سے ملاقات کر کے خلیفہ بننے پر مجھے مبارک باد نہ دی ہو اور میں نے ان سب کے لئے مال کے دروازے کھول دیئے اور انہیں بڑے بڑے تحائف پیش کئے جس سے میرا دل خوش ہوا اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں جبکہ میں نے آپ کو اپنے پاس آنے میں دیر کرنے والا پایا ہے اور آپ سے ملاقات کے شدید اشتیاق کی وجہ سے میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ اے ابوعبد اللہ! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ مومن بھائی سے ملاقات کرنے اور اس کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کی کیا فضیلت ہے، لہٰذا جب آپ کے پاس میرا خط پہنچے تو آنے میں خوب جلدی کیجئے گا۔

جب ہارون الرشید خط لکھ چکا تو وہ اپنے پاس موجود لوگوں کی طرف متوجہ ہوا وہ سب حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اور ان کی گرم مزاجی کو جانتے تھے، لہٰذا ہارون الرشید نے کہا: دربانوں میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ، "عَبَّاد طالقانی" نامی شخص کو اس کے پاس لایا گیا۔ ہارون الرشید نے اس سے کہا: اے عباد! میرا یہ خط لو اور کوفہ جاؤ، جب کوفہ میں داخل ہو جاؤ تو قبیلہ بنی ثور کے بارے میں پوچھنا پھر حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے بارے میں پوچھنا، ان سے ملاقات ہو تو یہ خط انہیں دے دینا اور جو کچھ وہ کہیں اسے اچھی طرح یاد کر لینا اور ان کے تمام چھوٹے بڑے امور کو محفوظ کر لینا تاکہ مجھے بتا سکو۔ چنانچہ، عباد خط لے کر چلا حتی کہ کوفہ پہنچ گیا تو اس نے قبیلہ بنی ثور کے بارے میں پوچھا تو اسے راستہ بتایا گیا پھر اس نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ مسجد میں ہیں۔ دربان کہتا ہے: میں مسجد کی طرف گیا جب حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے مجھے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَاَعُوْذُ بِکَ اللّٰھُمَّ مِنْ طَارِقٍ یَّطْرُقُ یعنی میں شیطان مردود سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتا ہوں جو سنتا جانتا ہے اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں ہر اس آنے والے سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو بھلائی کے ساتھ نہ

آیا ہو۔‘‘عباد نے کہا: میں نے ان کلمات کا اثر اپنے دل میں پایا، جب انہوں نے مجھے مسجد کے دروازے پر اترتے دیکھا تو نماز میں مصروف ہو گئے حالانکہ نماز کا وقت نہیں تھا۔ میں اپنے گھوڑے کو مسجد کے دروازے پر باندھ کر اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ان کے ہم مجلس سر جھکائے بیٹھے ہیں گویا کہ وہ چور ہیں جن کے پاس بادشاہ آگیا ہے اور وہ اس کی سزا سے خوفزدہ ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا تو کسی نے بھی میری طرف سر نہ اٹھایا اور انگلیوں کے اشاروں سے مجھے سلام کا جواب دیا میں کھڑا رہا، کسی نے بھی مجھے بیٹھنے کا نہیں کہا، ان کی ہیبت کی وجہ سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا، میں نے ان تمام کو دیکھ کر (اپنے دل میں) کہا کہ یہ نماز پڑھنے والے شخص ہی حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی ہیں تو میں نے خط ان کے سامنے رکھ دیا۔ جب انہوں نے خط دیکھا تو کانپنے لگے اور اس سے دور ہو گئے گویا کہ وہ سانپ ہے جو محراب کی جانب سے ان کے سامنے آگیا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنا ہاتھ آستین میں ڈال کر اسے اپنے چوغے میں لپیٹا اور ہاتھ سے خط لے کر اسے الٹ دیا اور حاضرین کو دیتے ہوئے کہا: تم میں سے کوئی اسے پڑھے بے شک میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بخشش چاہتا ہوں کہ اس چیز کو چھوؤں جسے کسی ظالم نے چھوا ہو۔

عَبَّاد نے کہا: ان میں سے ایک شخص نے اسے ایسے پکڑ کر کھولا گویا کہ سانپ اس کے سامنے منہ کھولے ڈسنے کو تیار بیٹھا ہے، جب اس کی مہر توڑ کر اسے پڑھنا شروع کیا تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی تَعَجُّب کے انداز میں مسکراتے رہے جب وہ خط پڑھ کر فارغ ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: خط کو پلٹو اور اس کی پُشت پر اس ظالم کو جواب لکھو۔ عرض کی گئی: اے ابو عبد اللہ! وہ خلیفہ ہے اگر آپ کسی اچھے کاغذ پر جواب لکھوائیں تو اچھا ہے؟ فرمایا: ظالم کو اسی کے خط کی پشت پر جواب لکھو اگر تو اس نے یہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہو گا تو عنقریب اس کی جزا پالے گا اور اگر اس نے اسے حرام ذریعے سے لیا ہے تو عنقریب اس کی وجہ سے آگ میں جلے گا اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہنی چاہئے جسے کسی ظالم نے چھوا ہو ورنہ ہمارا دین خراب ہو جائے گا۔ عرض کی گئی: ہم کیا لکھیں۔ فرمایا: لکھو:

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، گناہ گار بندے سفیان بن سعید ثوری کی طرف سے، امیدوں کے دھوکے میں گرفتار شخص ہارون الرشید کی طرف جس سے ایمان کی حلاوت چھین لی گئی۔

میں نے تمہیں یہ بتانے کے لئے خط لکھا ہے کہ میں نے تم سے رشتہ اُخوت قطع کر دیا ہے، تم سے محبت ختم کر دی ہے اور تیرے مقام و مرتبے سے مُتَنَفِّر ہوں۔ تم نے مجھے اپنے خلاف گواہ بنالیا ہے کیونکہ تم نے اپنے خط میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کو ناحق اور غیر محل میں خرچ کیا ہے پھر تم نے اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ میں جو تجھ سے دور تھا اسے اپنے خلاف گواہ بنادیا۔ جان لو! میں اور اس خط کو پڑھتے وقت جو میرے بھائی موجود ہیں وہ سب تمہارے خلاف گواہ ہیں اور کل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے ہم تیرے خلاف گواہی دیں گے۔

اے ہارون! تم مسلمانوں کے بیت المال پر بغیر ان کی رضا کے آئے ہو کیا تمہارے اس فعل سے **مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب** (یعنی جن کے دلوں کو اسلام سے اُلفت دی جائے)، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں زکوٰۃ وُصول کرنے والے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور مسافر راضی ہیں؟ کیا اس سے حُفّاظِ قرآن، اہلِ علم، مساکین اور یتیم راضی ہیں؟ کیا اس سے تمہاری رعایا کے افراد راضی ہیں؟

اے ہارون! کمر کس لو اور حساب کے لئے تیاری کر لو۔ جان لو! عنقریب تمہیں عادل حاکم کے سامنے کھڑا ہونا ہے، تم نے اپنے نفس کو بہت بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہے کہ تم نے اپنے آپ کو زُہد اور علم کی حلاوت، قرآن پاک کی لذت اور نیک لوگوں کی مجلس سے محروم کر دیا اور اپنی ذات کو ظالم بنانے اور ظالموں کا امام ہونے پر راضی کر دیا ہے۔

اے ہارون! تم تخت پر بیٹھے، ریشمی کپڑے پہنے، اپنے دروازوں پر پردے لٹکائے ربُّ العالمین سے مشابہت اختیار کرتے ہو، تم نے ان دروازوں اور پردوں کے پیچھے ظالم سپاہیوں کو بٹھا رکھا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں انصاف نہیں کرتے، خود شرابیں پیتے ہیں اور شراب پینے والوں کو کوڑے لگاتے ہیں، خود زنا کرتے

ہیں اور زنا کرنے والوں کو حد لگاتے ہیں، خود چوری کرتے ہیں اور چور کا ہاتھ کاٹتے ہے۔ کیا لوگوں پر یہ احکام نافذ کرنے سے پہلے تم پر اور ان پر یہ احکام نافذ نہیں ہوں گے ؟

اے ہارون! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا؟ جب کُل مُنادی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے یہ اعلان کرے گا: ہانکو ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو۔ تو کہا جائے گا: ظالم اور ان کے مدد گار کہاں ہے؟ تو تم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور تمہارے دونوں ہاتھ تمہاری گردن سے بندھے ہوں گے جنہیں تمہارا عدل و انصاف ہی کھول سکے گا اور تمہارے ارد گرد ظالم ہوں گے اور تم ان کے آگے آگے جہنّم کی طرف ان کے قائد ہو گے۔

اے ہارون! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کو گردن سے پکڑ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور تم اپنی نیکیاں دوسرے کے میزان میں اور دوسرے کی برائیاں اپنے میزان میں دیکھ رہے ہو جو تمہاری اپنی برائیوں سے زیادہ ہیں اور یہ تم پر مصیبت پر مصیبت اور تاریکی پر تاریکی ہے۔ تم میری وصیت کو یاد رکھو اور جو نصیحت میں نے تمہیں کی ہے اس پر عمل کرو۔ جان لو! میں نے تمہیں نصیحت کر دی اور نصیحت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لہٰذا اے ہارون! اپنی رعایا کے مُعاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کے بارے میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا لحاظ رکھو اور رعایا پر اچھے انداز سے خلافت کرو اور جان لو! اگر یہ خِلافت دوسروں کے لئے باقی رہتی تو تم تک نہ پہنچتی اور یہ تجھ سے دوسرے کے پاس جانے والی ہے اسی طرح دنیا کا معاملہ ہے کہ وہ دنیاداروں کے پاس سے یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہتی ہے۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے نَفْع بخش توشہ لیا اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی دنیا و آخرت کو خسارے میں ڈالا۔

اے ہارون! میرا گمان ہے کہ تو بھی انہی میں سے ہے جنہوں نے اپنی دنیا و آخرت کو خسارے میں ڈالا ہے، اس کے بعد تم مجھے خط لکھنے سے بچنا میں تمہیں کوئی جواب نہیں دوں گا۔ وَالسَّلَام

عَبَّاد کہتے ہیں: پھر انہوں نے بغیر لپیٹے اور مہر لگائے یونہی کھلا خط مجھے دے دیا میں اسے لے کر کوفہ کے

بازار کی طرف چلا۔ آپ کی نصیحت نے میرے دل پر اثر کیا تو میں نے کوفہ والوں کو پکارا: اے اہل کوفہ! انہوں نے مجھے جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا: اے قوم! اس شخص کو کون خریدے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھاگا اور اسی کی طرف رجوع لایا وہ درہم و دینار لے کر میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے کہا: مجھے مال کی کوئی حاجت نہیں بلکہ کھردرا اونی جبہ اور قطوانی چوغہ چاہئے۔ چنانچہ، یہ دونوں چیزیں مجھے دے دی گئیں۔ میں نے انہیں پہنا اور جو لباس خلیفہ کے پاس پہنا کرتا تھا اسے اُتار دیا اور جو ہتھیار اٹھایا کرتا تھا انہیں گھوڑے پر لاد کر گھوڑے کو کھینچنا شروع کر دیا حتی کہ میں ننگے پاؤں اور پیدل چلتے ہوئے خلیفہ ہارون الرشید کے دروازے پر پہنچا تو وہاں موجود دربان نے میرا مذاق اڑایا، پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی گئی، جب میں ہارون الرشید کے پاس آیا اور اس نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا اور اپنا سر اور چہرہ پیٹنے لگا اور واویلا مچاتے اور حسرت کرتے ہوئے کہنے لگا: قاصد نے نفع پایا اور بھیجنے والا نقصان میں رہا مجھے دنیا کا کیا فائدہ، مجھے بادشاہت کا کیا فائدہ بہت جلد یہ مجھ سے چلی جائے گی۔

عَبّاد کہتے ہیں: پھر میں نے وہ خط اسی طرح کھلا ہوا ہارون الرشید کے سامنے رکھ دیا جس طرح حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مجھے دیا تھا۔ ہارون الرشید نے اسے پڑھنا شروع کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، وہ سسکیاں لیتے ہوئے اسے پڑھ رہا تھا۔ اس کے بعض ہم مجلسوں نے کہا: اے خلیفہ! سفیان نے آپ پر جرأت کی ہے اگر آپ کسی کو ان کے پاس بھیج کر انہیں بھاری بیڑیاں پہنا کر قید خانے میں ڈالیں تو یہ دوسروں کے لئے عبرت ہو گی۔

ہارون الرشید نے کہا: اے دنیا کے غلامو! ہمیں چھوڑ دو۔ جو تمہاری باتوں میں آگیا وہ دھوکے میں ہے اور جسے تم نے ہلاک کر دیا وہ بدبخت ہے وہ تو اپنی ذات میں انجمن ہیں تم لوگ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ پھر حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا وہ خط ہمیشہ ہارون الرشید کے پہلو میں رہتا جسے وہ ہر نماز کے وقت پڑھتا حتی کہ اس کا انتقال ہو گیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر رحم فرمائے! اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر بھی رحم فرمائے! جو

اپنے نفس کے بارے میں غور و فکر کرے اور اس بات سے ڈرے کہ کل بروز قیامت کن اعمال کے ساتھ وہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوگا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

سیِّدُنا بہلول رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی ہارونُ الرشید کو نصیحت:

﴿16﴾... حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مہران عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: ہارون الرشید جب حج کر کے واپس لوٹا تو اس نے چند دن کوفہ میں قیام کیا، پھر اس نے کوچ کرنے کا نقارہ بجانے کا کہا تو لوگ باہر نکلے اور ان باہر نکلنے والوں میں حضرت سیِّدُنا بہلول دانا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی تھے۔ آپ ایک کچرے کے ڈھیر پر بیٹھ گئے، بچے انہیں اَذِیَّت دینے اور چھیڑنے لگے، اتنے میں ہارون الرشید کی سواری آگئی، بچوں نے انہیں تنگ کرنا چھوڑ دیا۔ جب ہارون الرشید حضرت سیِّدُنا بہلول دانا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے قریب سے گزرنے لگا تو آپ نے بلند آواز سے "اے خلیفہ!" کہہ کر پکارا۔ ہارون الرشید نے کجاوے کے کپڑے کو اپنے چہرے سے ہٹا کر "لَبَّیْكَ اے بہلول!" کہا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اے خلیفہ! مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا قُدامہ بن عبد اللہ عامری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو میدانِ عرفات سے پلٹتے ہوئے دیکھا آپ اپنی اونٹنی "صَھْبَاء" پر سوار تھے اور اس وقت (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کوچ کی وجہ سے) نہ کسی کو مارا جا رہا تھا، نہ دور کیا جا رہا تھا اور نہ ہی ہٹو ہٹو کی صدائیں آرہی تھیں۔[1]

اے خلیفہ! اگر تم سَفَر میں تکبُّر کے بجائے عاجزی اختیار کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ یہ سن کر ہارون الرشید اتنا رویا کہ اس کے آنسو زمین پر گرنے لگے پھر اس نے کہا: اے بہلول! ہمیں مزید نصیحت فرمایئے! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! حضرت سیِّدُنا بہلول دانا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے خلیفہ! جی ہاں! وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال اور حسن و جمال عطا فرمایا پھر اس نے اس مال میں سے خرچ کیا اور حسن و

1... سنن ابن ماجه، کتاب المناسك، باب رمی الجمار راکبا، ۳/ ۴۷۸، الحدیث: ۳۰۳۵، بدون: منصرفا من عرفة، وإنما قالوا: رمی الجمرة

جمال کے سلسلے میں پاک دامن رہا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص دفتر (رجسٹر) میں وہ نیک لوگوں کی فہرست میں لکھا جائے گا۔ ہارون الرشید نے کہا: اے بہلول! آپ نے بہت اچھی نصیحت کی۔ پھر ہارون الرشید نے حضرت سیِّدُنا بہلول دانا رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کچھ عطیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: یہ عطیہ اسے ہی واپس لوٹا دو جس سے لیا ہے مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ ہارون الرشید نے کہا: اے بہلول! اگر آپ پر کوئی قرضہ ہو تو ہم اُسے ادا کر دیں؟ آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! کوفہ کے تمام علما کی متفقہ رائے ہے کہ قرض کی ادائیگی کے لئے قرض لینا جائز نہیں۔[1] ہارون الرشید نے کہا: اے بہلول! ہم آپ کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں جو آپ کے کھانے وغیرہ کے لئے کافی ہو۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا پھر کہا: اے خلیفہ! میں اور آپ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے زیرِ کفالت ہیں اور یہ بات محال ہے کہ وہ آپ کو یاد رکھے اور مجھے بھول جائے۔ پھر ہارون الرشید نے کجاوے کا پردہ گرایا اور چلا گیا۔

مامون کے سامنے ایک نوجوان کی حق گوئی:

﴿17﴾... حضرت سیِّدُنا ابو العباس ہاشمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا صالح بن مامون رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیِّدُنا حارث مُحاسبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے پاس گیا اور ان سے کہا: اے ابو عبد اللہ! کیا آپ نے اپنے نفس کا مُحاسَبہ کر لیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: پہلے کبھی کر لیا کرتا تھا۔ میں نے کہا: اب کیا حالت ہے؟ فرمایا: اب میں اپنی حالت چھپاتا ہوں میں قرآن پاک کی ایک آیت بھی پڑھتا ہوں تو اس میں بھی اپنے نفس کو سنانے میں بخل کرتا ہوں، اگر مجھ پر قرآن شریف پڑھنے میں سرور غالب نہ ہوتا تو میں (زبان سے) تلاوتِ قرآن کرنے کا اظہار بھی نہ کرتا۔ ایک رات میں اپنے محراب میں بیٹھا تھا کہ اچانک ایک خوبصورت چہرے والا اور خوشبو میں بسا نوجوان میرے سامنے آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے

[1]... اس مسئلے کی تفصیل جاننے کے لئے دار الافتاء اہلسنت کے اس نمبر 0302-2204497 پر رابطہ فرمائیں۔

پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا: میں ایک سیّاح ہوں اور ان لوگوں کے پاس جاتا ہوں جو اپنے محرابوں میں عبادت کرتے ہیں میں نے آپ کو عبادت میں کوشش کرنے والا نہیں پایا، آپ کیا عمل کرتے ہیں؟ میں نے کہا: میرا عمل مصیبتوں کو چھپانا اور فوائد حاصل کرنا ہے۔ یہ سن کر اس نوجوان نے چیخ ماری اور کہا: میں نہیں جانتا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کوئی شخص اس صفت پر ہو۔ میں نے اسے مزید کچھ بتانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اہلِ قُلُوب اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے اور اپنے رازوں کو چھپاتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کے احوال کو مخفی رکھے، جب ان کا حال یہ ہے تو تم کیسے انہیں جان پاؤ گے؟ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا، وہ دو دن تک بے ہوشی کی حالت میں میرے پاس رہا، جب اسے افاقہ ہوا تو اس کے کپڑے بول و براز کی وجہ سے نجس ہو چکے تھے، میں سمجھا کہ شاید اس کی عقل زائل ہو گئی ہے۔ چنانچہ،

میں نے ایک نیا کپڑا نکالا اور اس سے کہا: یہ میرا کَفَن ہے، میں نے اس میں تم کو اپنے اوپر ترجیح دی، لہٰذا تم غسل کر کے اپنی فوت شدہ نمازوں کی قضا کرو۔ اس نے کہا: مجھے پانی دو پھر اس نے غسل کیا اور نماز پڑھی۔ پھر کپڑے کو جسم پر لپیٹ کر باہر نکلا تو میں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میرے ساتھ آؤ تو وہ چلتا رہا حتی کہ مامون الرشید کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مامون الرشید کو سلام کر کے کہا: اے ظالم! اگر میں تجھے "اے ظالم" نہ کہوں تو میں خود ظالم ہوں تمہارے بارے میں کوتاہی برتنے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بخشش چاہتا ہوں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو تجھے بادشاہت دی ہے اس کے بارے میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتا؟ اس طرح کی اس نے بہت سی باتیں کیں پھر نکلنے کا ارادہ کیا، میں دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ مامون الرشید نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں سیاح ہوں میں نے اپنے سے پہلے صِدِّیقِیْن کے اعمال میں غور و فکر کیا تو اپنے لئے اس میں کوئی حصہ نہ پایا تو میں نے تمہیں نصیحت کی کہ شاید میں ان کے ساتھ مل جاؤں۔ مامون الرشید نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اسے اسی کپڑے میں لپیٹا ہوا باہر نکالا گیا، میں دروازے پر ہی بیٹھا تھا۔ منادی نے

اعلان کیا: اس کا ولی کون ہے؟ آکر اسے لے لے۔ (حضرت سیِّدُنا حارث مُحاسبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں:) میں چھپ گیا غریب مسلمانوں نے اسے لے کر دفن کر دیا میں بھی ان کے ساتھ تھا، میں نے لوگوں کو اس کی حالت نہ بتائی۔ پھر میں نوجوان کا غم لئے قبرستان کی مسجد میں ٹھہر گیا اسی دوران مجھے نیند آگئی، میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان ایسی عورتوں میں ہے کہ ان سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اس نوجوان نے مجھ سے کہا: اے حارث! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے احوال کو چھپاتے اور اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتے ہیں۔ میں نے کہا: وہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا: ابھی وہ تم سے ملاقات کریں گے۔ فرماتے ہیں: پھر میں نے سواروں کی ایک جماعت دیکھی، میں نے ان سے کہا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اپنے احوال کو چھپانے والے، تمہاری باتوں نے اس نوجوان کو حرکت دی، جو کچھ تم نے بیان کیا تھا اس کے دل میں اس میں سے کچھ بھی نہیں تھا، لہٰذا یہ اَمْرِ بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کے لئے نکلا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ہمارا ساتھ عطا کیا اور اپنے بندے کی خاطر (اس کے قاتل پر) غضب ناک ہوا۔

سیِّدُنا ابُو الْحُسَیْن نوری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور مُعْتَضِد بِاللہ:

﴿18﴾... حضرت سیِّدُنا احمد بن ابراہیم مقری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابو الحسین احمد بن محمد نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کم گو اور فُضولیات سے اجتناب کرنے والے تھے اور جس چیز کی حاجت نہ ہوتی اس کی ٹوہ میں نہیں پڑتے تھے، آپ جب کسی برائی کو دیکھتے تو اسے ختم کر دیتے اور اس سلسلے میں اپنی جان کی پروا بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دریائے دجلہ کے کنارے "فحامین" نامی چشمے پر نماز کے وضو کے لئے اترے تو آپ نے ایک چھوٹی کشتی دیکھی جس میں 30 مٹکے تھے اور ان کے اوپر تارکول سے "لطف" لکھا ہوا تھا آپ نے اسے پڑھا لیکن سمجھ نہ سکے کیونکہ آپ نے تجارت اور خرید و فروخت میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جسے "لطف" سے تعبیر کیا جاتا ہو، لہٰذا آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مَلّاح سے پوچھا: ان مٹکوں میں کیا ہے؟ اس نے کہا: آپ اپنا کام کیجئے آپ کو ان سے کیا مطلب؟ جب حضرت سیِّدُنا ابو الحسین

نوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے ملاح کی یہ بات سنی تو آپ کو اس بارے میں جاننے کا اشتیاق ہوا۔ چنانچہ، آپ نے اس سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کہ ان میں کیا ہے؟ اس نے کہا: آپ کو اس سے کیا مطلب؟ بخدا! آپ فضول کاموں میں پڑنے والے صوفی ہیں، یہ خلیفہ **مُعْتَضِد بِاللہ** کی شراب ہے وہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو الحسین نوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے ملاح سے پوچھا: کیا یہ شراب ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم یہ چپُّو مجھے دو۔ ملاح کو یہ سن کر غصہ آگیا اور اس نے اپنے نوکر سے کہا: اس کو چپو دے دو دیکھتا ہوں یہ کیا کرتا ہے؟ جب چپو آپ کے ہاتھ میں پہنچا تو آپ کشتی پر چڑھ گئے، ایک ایک کر کے مٹکوں کو توڑتے رہے اور ایک مٹکے کے علاوہ سب کو توڑ دیا، ملاح چیختا چلاتا رہا حتی کہ **ابن بشر افلح** جو ان دنوں پل پر حکومتی افسر تھا وہ کشتی پر چڑھ گیا۔ اس نے آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو گرفتار کر کے معتضد کے دربار میں بھیج دیا چونکہ معتضد کی تلوار اس کی زبان سے پہلے چلتی تھی اس لئے لوگوں کو اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ وہ آپ کو قتل کر دے گا۔

حضرت سیِّدُنا ابو الحسین نوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: مجھے معتضد کے پاس لے جایا گیا وہ لوہے کی کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جسے وہ الٹ پلٹ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: مُحْتَسِب۔ اس نے کہا: تمہیں اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر پر کس نے مامور کیا ہے؟ میں نے کہا: اے خلیفہ! جس نے تمہیں حکمران بنایا ہے اسی نے مجھے اَمْر بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر پر مامور کیا ہے۔ چنانچہ، اس نے لمحہ بھر کے لئے اپنا سر جھکایا پھر میری طرف سر اٹھا کر کہا: تمہیں اس فعل پر کس چیز نے ابھارا؟ میں نے کہا: تمہارے حالِ زار پر شفقت کرنے نے مجھے اس کام پر ابھارا، کیونکہ جب میں تم سے ایک ناپسندیدہ بات کو دور کر سکتا ہوں تو پھر اس میں کوتاہی کیوں کروں؟ یہ سن کر اس نے سر جھکا کر میری باتوں میں غور و فکر کیا، پھر میری طرف سر اٹھا کر کہا: تم نے تمام مٹکے توڑے لیکن ایک کو کیوں باقی رہنے دیا؟ میں نے کہا: اسے سالم چھوڑنے کی ایک وجہ ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی وجہ عرض کئے دیتا ہوں۔

اس نے کہا: بتاؤ۔ میں نے کہا: اے خلیفہ! میں نے یہ فعل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی بجا آوری میں کیا ہے، جس وقت میں نے مٹکوں کو توڑنے کا ارادہ کیا تو میرا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جلال سے بھرا ہوا تھا اور مجھ پر آخرت میں ربّ تعالیٰ کے مطالبہ واحتساب کا خوف غالب تھا جس کی وجہ سے مخلوق کی ہیبت میرے دل سے غائب تھی، اسی حالت میں، میں نے ان مٹکوں کو توڑنے کی جرأت کی جب اس آخری مٹکے تک پہنچا تو میں نے اپنے دل میں تکبُّر پایا کہ میں نے تجھ جیسے شخص کے خلاف ایسا کام کرنے کی جرأت کی، لہٰذا میں رک گیا اگر اس وقت بھی میں پہلی والی حالت پر ہوتا اور دنیا مٹکوں سے بھری ہوئی ہوتی تو ضرور میں سب کو توڑ دیتا اور کسی کی پروا نہ کرتا۔ مُعْتَضِد نے کہا: جاؤ! ہم نے آپ کو آزاد کیا جس برائی کو ختم کرنا چاہو ختم کر دو۔

میں نے کہا: اے خلیفہ! اب میں یہ کام پسند نہیں کرتا کیونکہ پہلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے برائی کو ختم کرتا تھا لیکن اب تیری پابندی کی وجہ سے ختم کروں گا۔ مُعْتَضِد نے کہا: آپ کی کوئی حاجت ہے؟ میں نے کہا: اے خلیفہ! مجھے صحیح سلامت چھوڑ دینے کا حکم دیجئے تو اس نے اس کا حکم دے دیا۔ پھر آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه بصرہ چلے گئے اور وہاں آپ کا اکثر وقت اسی خوف میں گزرا کہ کوئی شخص ان سے کوئی سوال نہ کرلے جس کی وجہ سے انہیں مُعْتَضِد سے سوال کرنا پڑے۔ آپ بصرہ میں ہی ٹھہرے رہے، جب معتضد کا انتقال ہو گیا تو واپس بغداد شریف آگئے۔

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهِي عَنِ الْمُنْكَر کرنے اور بادشاہوں کی شان وشوکت کی پروا نہ کرنے کے سلسلے میں عُلَمائے کرام کی سیرت اور عادت یوں ہوا کرتی کیونکہ یہ فضلِ الٰہی پر بھروسا رکھتے تھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ان کی حفاظت فرمائے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم میں راضی رہتے ہوئے ہی جامِ شہادت نوش کرتے تھے۔ ان کے اِحتِسَاب میں چونکہ اخلاص تھا جبھی ان کے کلام کی تاثیر یہ ہوتی کہ سخت دل نرم ہو جاتے اور ان کی سختی ختم ہو جاتی۔ آج کل تو لالچ وطمع نے علما کی زبانوں کو قید کر دیا ہے، لہٰذا انہوں نے چپ سادھ لی ہے اور اگر وہ کچھ بولتے بھی ہیں تو ان کے قول وفعل میں مُوافقت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہوتے اگر وہ سچ

کہتے اور علم کے حق کو ملحوظ رکھتے تو ضرور کامیابی پاتے۔ رعایا کے بگاڑ کا باعث بادشاہ ہیں اور بادشاہوں کے بگاڑ کا باعث علما ہیں اور عُلَما کے بگاڑ کا باعث مال اور قدر و منزلت کی چاہت ہے۔ جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہو جاتی ہے تو اس کے لئے بادشاہ اور بڑے لوگوں کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کرنا تو دور کی بات وہ تو گھٹیا اور عام لوگوں کو بھی اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر نہیں کرتا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہِی عَنِ الْمُنْکَر کا بیان مکمل ہوا

مَدَنی اِنقلاب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی کے حصول اور باکردار مسلمان بننے کے لئے "**دعوتِ اسلامی**" کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** سے "**مَدَنی انعامات**" نامی رسالہ حاصل کرکے اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کیجئے اور اپنے اپنے شہروں میں ہونے والے **دعوتِ اسلامی** کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اِجتماع میں پابندیٔ وقت کے ساتھ شرکت فرما کر خوب خوب سُنّتوں کی بہاریں لوٹئے۔ **دعوتِ اسلامی** کے سُنّتوں کی تربیت کے لئے بے شمار "**مَدَنی قافلے**" شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں سفر کرتے رہتے ہیں، آپ بھی سُنّتوں بھرا سفر اِختیار فرما کر اپنی آخِرت کے لئے نیکیوں کا ذخیرہ اکٹھا کریں۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ اپنی زندگی میں حیرت انگیز طور پر "**مَدَنی اِنقلاب**" برپا ہوتا دیکھیں گے۔

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں　　　اے **دعوتِ اسلامی** تیری دھوم مچی ہو!

آدابِ مَعِیشت اور اَخلاقِ نَبُوَّت کا بیان

سب خوبیاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ہر ایک کو اس کے مقام و مرتبے میں رکھا اور اپنے محبوب نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہت عمدہ ادب سکھایا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اوصاف و اخلاق کو پاکیزہ و ستھرا کیا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنا صَفِی اور حبیب بنایا، پھر جسے عیبوں سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا اُسے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا کی توفیق عطا فرمائی اور جسے خائِب وخاسِر کرنا چاہا اسے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق اپنانے سے محروم رکھا اور بے شمار دُرود و سلام ہو ہمارے سردار، رسولوں کے سالار جناب احمد مختار محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور اُن کی پاکیزہ آل پر۔

باطن کا ظاہر پر اثر پڑتا ہے:

جاننا چاہئے کہ ظاہری آداب باطنی آداب کے عنوانات ہیں اور ظاہری اعضاء کی حرکات دلی خیالات و تصوُّرات کے نتائج ہیں اور اعمال اخلاق کا نتیجہ ہیں۔ ظاہری آداب معرفت کا چھینٹا ہوتے ہیں اور دلی راز ظاہری افعال کے بیج اور منبع ہوتے ہیں اور ان اسرار کے انوار ہی ہیں جو ظاہر پر چمکتے ہیں تو انہیں مزیَّن اور روشن کر دیتے ہیں اور اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دیتے ہیں اور جس شخص کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو اس کے ظاہری اعضاء بھی خوفِ خدا سے خالی ہوتے ہیں اور جس شخص کا سینہ انوارِ رَبَّانیہ کا مَسْکَن نہ ہو اس کے ظاہر پر ”آدابِ نَبَوِیہ“ کی چمک نہیں پڑتی۔

یہ باب لکھنے کی وجہ:

میں نے ارادہ کیا تھا کہ کتاب میں عادات کے بیان کو ایسے باب پر ختم کروں جو ”آدابِ معیشت“ کا جامع ہو تاکہ آداب جاننے کے خواہش مند پر ان تک رسائی مشکل نہ ہو پھر میں نے عبادات کے تمام ابواب کو دیکھا

تو وہ سب کے سب آداب پر مشتمل تھے تو انہیں دوبارہ ذکر کرنا میں نے ناپسند جانا کیونکہ کسی شے کو دوبارہ ذکر کرنا گراں ہوتا ہے اور فطری طور پر طبیعتیں اس سے بے زاری کا اظہار کرتی ہیں، لہٰذا مناسب سمجھا کہ اس باب میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آداب و اخلاق جو سند کے ساتھ منقول ہیں ان کے بیان پر اکتفا کروں اور انہیں علیحدہ علیحدہ اور اَسناد حذف کر کے لکھوں تاکہ اس میں آداب کے ساتھ ساتھ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاقِ کریمہ کے مشاہدے سے ایمان کو تازگی اور پختگی ملے کیونکہ ان اخلاق کریمہ میں سے ایک ایک خُلُق قطعی طور پر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مخلوق میں سب سے زیادہ عزت و کرامت والے، سب سے بلند مرتبہ اور سب سے بڑھ کر جلیل القدر ہیں تو پھر ان اخلاق کے مجموعے کا کیا عالَم ہوگا؟

پھر میں رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق کے ساتھ ساتھ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نورانی صورت اور وہ معجزات بیان کروں گا جو صحیح روایات سے ثابت ہیں تاکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اخلاقی خوبیوں کا بیان کامل ہو اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت کے مُنکِرِین کے کانوں میں پڑی روئی باہر نکل جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اخلاق، احوال اور تمام دینی امور میں سردارِ انبیا و مُرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کی توفیق دینے والا ہے کیونکہ وہی حیران و پریشان لوگوں کو ہدایت دینے والا اور ہلاکت و مصیبت کے ماروں کی دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

آدابِ معیشت کے 13 ابواب کی ترتیب:

(۱)...اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بذریعہ قرآنِ کریم ادب سکھانے کا بیان۔ (۲)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جامع اخلاقِ حسنہ کا بیان۔(۳)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عمومی اخلاق و آداب کا بیان۔(۴)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شیریں گفتگو اور مسکرانے کا بیان۔ (۵)... کھانے کی سنتوں اور آداب کا بیان۔(۶)...لباس کی سنتوں اور آداب کا بیان۔(۷)...رسولِ کریم صَلَّی

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عفو ودر گزر کا بیان۔(۸)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ناپسندیدہ باتوں سے چشم پوشی کا بیان۔(۹)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جود وسخا کا بیان۔(۱۰)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شجاعت کا بیان۔(۱۱)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تواضع اور عاجزی کا بیان۔(۱۲)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حُلیہ شریف (شکل و صورت) کا بیان۔(۱۳)... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جامع معجزات اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچے ہونے کی نشانیوں کا بیان۔

باب نمبر1: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بذریعہ قرآنِ کریم ادب سکھانے کا بیان

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بارگاہ الٰہی میں بہت عجز و انکساری فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کیا کرتے تھے کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اچھے آداب اور اخلاقی خوبیوں سے مزیّن فرمائے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ! حَسِّنْ خَلْقِیْ وَ خُلُقِیْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری صورت اور سیرت کو اچھا کردے۔"[1]

اور یہ دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰھُمَّ! جَنِّبْنِیْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے برے اخلاق سے بچائے رکھ۔"[2]

پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ اس کا وعدہ ہے:

اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (پ۲۴، المؤمن: ۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قرآنِ کریم نازل فرمایا اور اس کے ذریعے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ادب سکھایا۔ اسی لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خُلق کو قرآن کہا گیا۔

1... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۶۶، الحدیث: ۳۸۲۳، بتغیر

2... السنۃ لابن ابی عاصم، باب قولہ علیہ السلام: الاستعاذۃ من الاھواء، الحدیث: ۱۳، ص ۱۱

سنن الترمذی، کتاب الدعوات، احادیث شتی، باب دعاء ام سلمۃ، ۵/ ۳۴۰، الحدیث: ۳۶۰۲، بتغیر قلیل

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خُلق قرآن ہے:

حضرت سَیِّدُنا سعد بن ہشام رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، پڑھتا ہوں۔ فرمایا: كَانَ خُلُقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ الْقُرْاٰن یعنی حُسنِ اَخلاق کے پیکر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خلق قرآن ہے۔[1]

تعلیمِ آداب پر مشتمل 10 فرامین باری تعالیٰ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم کی درج ذیل آیات مُقَدَّسہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ادب و اخلاق کی تعلیم فرمائی ہے:

﴿1﴾...

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

﴿2﴾...

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَیَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ۚ (پ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔

﴿3﴾...

وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿ۚ۱۷﴾ (پ۲۱، لقمٰن: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو افتاد (مصیبت) تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

1... صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل... الخ، الحدیث: ۷۴۶، ص ۳۷۴
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۳۸۰، الحدیث: ۲۴۶۵۵

﴿4﴾...

وَ لَمَنۡ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۳﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

﴿5﴾...

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَ اصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ (پ۶، المآئدۃ: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں معاف کردو اور ان سے درگزرو بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

﴿6﴾...

وَ لۡیَعۡفُوۡا وَ لۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ ؕ (پ۱۸، النور: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے۔

﴿7﴾...

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَكَ وَ بَیۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ﴿۳۴﴾

(پ۲۴، حم السجدۃ: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

﴿8﴾...

وَ الۡكٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳۴﴾

(پ۴، ال عمران: ۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

﴿9﴾...

اجۡتَنِبُوۡا كَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ؕ

(پ۲۶، الحجرات: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

﴿10﴾... حدیث پاک میں ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے کے دو دانت مبارک شہید ہو گئے، چہرہ انور زخمی ہو گیا اور مقدس خون نورانی چہرے پر بہنے لگا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خون مبارک صاف کرتے ہوئے فرمانے لگے: ”وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیا حالانکہ وہ انہیں ان کے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلا رہا تھا۔“[1] اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِس معاملے میں ادب سکھانے کے لئے یہ آیتِ طیبہ نازل فرمائی:

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں۔[2]

اس طرح ادب سکھانے کے لئے قرآن کریم میں کثیر آیاتِ مبارکہ ہیں اور آداب سکھانے اور اخلاق سنوارنے کے لئے مقصودِ اول باعثِ تخلیقِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی ہیں، پھر یہ نور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس سے تمام مخلوق پر چمکتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ قرآن کریم کے ذریعے سے حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ادب سکھایا گیا ہے اور پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذریعے تمام مخلوق کو ادب سکھایا گیا۔ اسی لئے پیارے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی میں اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔“[3] چنانچہ، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مخلوق کو اچھے اخلاق کی طرف راغب کیا جسے ہم ”ریاضتِ نفس“ اور ”تہذیبِ اخلاق“ کے باب میں بیان کر چکے ہیں لہٰذا یہاں اسے نہیں دہرایا جائے گا۔

---

1 ...سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، ۴/ ۳۷۲، الحديث: ۴۰۲۷

2 ... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ اے محبوب! تمہیں ان کفار پر بددعا کرنے کا اختیار یا حق نہیں، ورنہ گزشتہ انبیاء کرام کفار پر بددعا کر کے انہیں ہلاک نہ کراتے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ بددعا آپ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ آپ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن ہیں۔
(تفسیر نور العرفان، پ۴، اٰلِ عمرٰن، تحت الآیہ: ۱۲۸، نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان)

3 ...نوادر الاصول للحكيم الترمذي، الاصل الثالث والستون والمائتان، ۲/ ۱۱۰۷، الحديث: ۱۴۲۵

السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الشهادات، باب بيان مكارم الاخلاق... الخ، ۱۰/ ۳۲۳، الحديث: ۲۰۷۸۲

پھر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوبِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق کی تکمیل فرما دی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ (پ۲۹، القلم: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

سُبْحٰنَ اللہ! اس کی شان کس قدر عظیم اور اس کا احسان کس قدر کامل ہے۔ پھر اس کے لُطفِ عام اور فضلِ عظیم کو دیکھئے کہ کیسے اس نے پہلے خود عطا فرمایا پھر خود اس پر تعریف فرمائی۔ تو وہی ہے جس نے اپنے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اچھے اخلاق سے مزین فرمایا پھر اُن کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے ارشاد فرمادیا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾ (پ۲۹، القلم: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

چنانچہ، پھر حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مخلوق سے بیان فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اچھے اخلاق کو پسند اور گھٹیا اخلاق کو ناپسند فرماتا ہے۔[1]

والد کے اچھے اخلاق کی بدولت بیٹی کی رہائی:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: اس مسلمان پر تعجب ہے کہ جس کے پاس اس کا کوئی مسلمان بھائی کسی حاجت کے لئے آئے تو وہ خود کو بھلائی کرنے کا اہل نہ سمجھے۔ پس اگر اسے ثواب کی امید اور سزا کا خوف نہ ہو تو اسے اچھے اخلاق کی طرف جلدی کرنی چاہئے کیونکہ یہ راہِ نجات کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ کسی شخص نے عرض کی: کیا آپ نے یہ بات رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہے؟ فرمایا: ہاں! اور اس کے ساتھ وہ بات بھی سنی ہے جو اس سے بہتر ہے کہ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس قبیلہ طَیْء کے قیدی لائے گئے تو ایک قیدی لڑکی نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے آزاد فرما دیں اور قبائلِ عرب کو مجھ

---

[1] ...مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، الحدیث: ۱۰، ص ۱۴

پر نہ ہنسائیں کیونکہ میں اپنی قوم کے سردار حاتم طائی کی بیٹی ہوں اور بے شک میرا باپ اپنی قوم کی حمایت کرتا، قیدیوں کو آزاد کرتا، بھوکوں کو سیر کرتا، کھانا کھلاتا، سلام کو عام کرتا اور کسی ضرورت مند کو کبھی واپس نہیں لوٹاتا تھا۔ حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکی! یہ سچے ایمان والوں کی صفت ہے۔ اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ہم ضرور اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے۔ (پھر ارشاد فرمایا:) اس لڑکی کو آزاد کر دو کیونکہ اس کا باپ اچھے اخلاق کو پسند کرتا تھا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی اچھے اخلاق کو پسند فرماتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو بُردہ بن نِیار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اچھے اخلاق کو پسند فرماتا ہے؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جنت میں صرف حسنِ اخلاق والا ہی داخل ہو گا۔[1]

اسلام کو اچھے اخلاق نے ڈھانپ رکھا ہے:

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ حَفَّ الْاِسْلَامَ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَمَحَاسِنِ الْاَعْمَالِ یعنی بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دینِ اسلام کو عمدہ اخلاق اور اچھے اعمال سے ڈھانپ رکھا ہے۔

بعض اچھے اعمال:

عمدہ اخلاق اور اچھے اعمال میں سے بعض یہ ہیں: (۱)... لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ (۲)... اچھا کام کرنا۔ (۳)... تواضُع و عاجزی کرنا۔ (۴)... بھلائی کے راستے میں خرچ کرنا۔ (۵)... کھانا کھلانا۔ (۶)... سلام کو عام کرنا۔ (۷)... مسلمان مریض کی عیادت کرنا خواہ نیک ہو یا بد۔ (۸)... مسلمان کے جنازے کے پیچھے چلنا۔ (۹)... پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ (۱۰)... بوڑھے مسلمان کی تعظیم

---

[1] ...نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل الثانی والتسعون والمائۃ، ۲/ ۷۲۶، الحدیث: ۱۰۰۱
دلائل النبوۃ للبیہقی، باب وفد طیء... الخ، ۵/ ۳۴۱

کرنا۔ (۱۱)... کھانے کی دعوت قبول کرنا۔ (۱۲)... معاف کر دینا۔ (۱۳)... لوگوں میں صلح کروانا۔ (۱۴)... سخاوت و کرم نوازی کرنا۔ (۱۵)...سلام میں پہل کرنا۔ (۱۶)... غصہ پی جانا۔ (۱۷)... لوگوں سے درگزر کرنا اور (۱۸) لہو ولعب، باطل، گانا، آلاتِ موسیقی، غیبت، جھوٹ، بخل و کنجوسی، جفا، مکر و فریب، چغلی، رشتہ داروں سے بدسلوکی، قطع رحمی، بد اخلاقی، فخر، تکبُّر، گھمنڈ، اِترانا، فحش گوئی، فحش کی سماعت، کینہ پروری، حسد، بدفالی، سرکشی، زیادتی اور ظلم، نیز جسے بھی اسلام نے حرام قرار دیا ہے اس سے بچنا۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ ایسی کوئی اچھی نصیحت نہیں جس کی طرف حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں بلایا نہ ہو اور اس پر عمل کا حکم نہ دیا ہو اور ایسا کوئی دھوکا یا عیب نہیں جس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں ڈرایا نہ ہو اور اس سے روکا نہ ہو۔

یہ تمام باتیں اس آیتِ طیبہ کے تحت آجاتی ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی (کا)۔

سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو عمدہ اخلاق کی نصیحت:

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے معاذ! میں تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے، سچ بولنے، وعدہ پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت سے بچنے، پڑوسی کی حفاظت کرنے، یتیم پر شفقت کرنے، نرم کلام کرنے، سلام عام کرنے، اچھے اعمال بجالانے، امیدیں کم کرنے، ایمان پر قائم رہنے، قرآن پاک کی سمجھ حاصل کرنے، آخرت سے محبت کرنے، حساب سے ڈرنے اور عاجزی اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور دانا شخص کو گالی دینے، سچے کو جھٹلانے، گناہ گار کی اطاعت کرنے، عادل امام کی نافرمانی کرنے اور زمین میں فساد برپا کرنے سے میں تمہیں منع کرتا ہوں اور ہر پتھر، ہر درخت اور ہر ڈھیلے کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے اور ہر

گناہ سے توبہ کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ۔ [1]

پس اس طرح سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بندوں کو ادب سکھایا اور انہیں اخلاقی خوبیوں اور اچھائیوں کی دعوت دی۔

باب نمبر2: حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جامع اخلاق حسنہ کا بیان

یہاں پیارے آقا، میٹھے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ان جامع اخلاقِ حسنہ کو بیان کیا جائے گا جنہیں بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے احادیث مبارکہ سے چن چن کر جمع فرمایا ہے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ (۱) تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب لوگوں سے زیادہ بردبار [2] (۲) سب سے زیادہ بہادر [3] (۳) سب سے زیادہ عادل اور (۴) سب سے زیادہ پاک دامن تھے۔ [4] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ نے کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی لونڈی تھی نہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اس سے نکاح ہوا تھا اور نہ ہی وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محرم تھی۔ [5]

پیکر جود و سخا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سخاوت:

(۵) حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ سخی تھے۔ [6] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 ...حلیۃ الاولیاء، معاذ بن جبل، ۱/ ۳۰۴، الحدیث: ۸۱۳
کتاب الثقات لابن حبان، السیرۃ النبویۃ، السنۃ التاسعۃ من الھجرۃ، ۱/ ۱۴۷

2 ...اخلاق النبی وآدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، ما روی فی کظمہ الغیظ وحلمہ، الحدیث: ۱۷۳، ص ۴۶

3 ...صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الشجاعۃ فی الحرب والجبن، ۲/ ۲۶۰، الحدیث: ۲۸۲۰

4 ...الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی...الخ، فصل واما عدلہ...الخ، ۱/ ۱۳۳

5 ...صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب بیعۃ النسآء، ۴/ ۴۷۸، الحدیث: ۷۲۱۴
الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی...الخ، فصل واما عدلہ...الخ، ۱/ ۱۳۵
المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید...الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام...الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

6 ...صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب رقم: ۵، ۱/ ۹، الحدیث: ۶، اسخی بدلہ اجود

کی کوئی رات ایسی نہ گزرتی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کوئی درہم ودینار ہوتا[1] حتی کہ اگر کوئی شے بچ جاتی اور کوئی لینے والا نہ ہوتا اور اسی حالت میں رات آجاتی تو اس وقت تک اپنے دولت کدے پر تشریف نہ لے جاتے جب تک اسے کسی حاجت مند کو دے کر فارغ نہ ہوجاتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ مال میں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (اپنے گھر والوں کے لئے) صرف ایک سال کی خوراک لیتے، جس کا حصول اس زمانے میں سب سے زیادہ آسان ہوتا جیسے جو اور کھجور جبکہ باقی سب کچھ راہِ خدا میں دے دیتے۔[2] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جو کچھ مانگا جاتا وہ عطا فرماتے۔[3] پھر اپنے سال بھر کی خوراک میں سے بھی لوگوں کو عطا فرماتے حتی کہ اگر دورانِ سال بارگاہِ اقدس میں کوئی اور شے نہ آتی تو بعض اوقات سال ختم ہونے سے پہلے مزید خوراک کی ضرورت پڑ جاتی۔[4]

شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عاجزی:

(۶) شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے مبارک نعلین خود ہی گانٹھ لیتے۔ (۷) کپڑوں میں پیوند خود لگا لیا کرتے، (۸) گھر کے کام کاج میں مدد کرتے[5] اور (۹) اپنی ازواجِ مُطَہَّرات کے ساتھ گوشت کے ٹکڑے کرلیا کرتے تھے۔[6]

1...صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من صلی بالناس فذکر حاجۃ فتخطاھم، ۱/ ۲۹۶، الحدیث: ۸۵۱
المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید۔۔۔ الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام۔۔۔ الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

2...صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من التعمق۔۔۔ الخ، ۴/ ۵۰۷، الحدیث: ۷۳۰۵
المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید۔۔۔ الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام۔۔۔ الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

3...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء، ۴/ ۱۰۹، الحدیث: ۶۰۳۶
مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۲۰۷۹، ص۲۷۶

4...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید۔۔۔ الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام۔۔۔ الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

5...صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجۃ اھلہ۔۔۔ الخ، ۱/ ۲۴۱، الحدیث: ۶۷۶
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۴۳۶، الحدیث: ۲۴۹۵۷

6...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، ۹/ ۳۸۶، الحدیث: ۲۴۶۸۵

حیا سے نظریں جھکی رہیں گی:

(۱۰) محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام لوگوں سے زیادہ حیا والے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی نظریں کسی کے چہرے پر جماتے نہیں تھے۔[1]

(۱۱) غلام اور آزاد کی دعوت قبول فرماتے[2]، (۱۲) ہدیہ (تحفہ) قبول فرماتے اگرچہ دودھ کا ایک گھونٹ[3] یا خرگوش کی ران ہی ہوتی، (۱۳) تحفے کا بدلہ بھی عطا فرماتے[4]، (۱۴) ہدیہ کی چیز تناول فرماتے لیکن صدقہ کی شے نہ کھاتے[5]، (۱۵) لونڈی اور مسکین کی حاجت پوری کرنے سے تکبُّر نہیں کرتے تھے[6]، (۱۶) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے غصہ فرماتے اور اپنی ذات کے لئے غصہ نہ ہوتے[7]، (۱۷) حق بات نافذ فرماتے، اگرچہ اس میں اپنا یا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا بظاہر نقصان ہوتا۔

میں مشرک سے مدد نہیں لیتا:

چنانچہ ایک بار بعض مشرکین نے دوسرے مشرکین کے خلاف دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس بالعتاب، ۴/ ۱۲۷، الحدیث: ۶۱۰۲
المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف همم المرید... الخ، فصل هذا ما تیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

2 ...سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب آخر، ۲/ ۳۱۱، الحدیث: ۱۰۱۹
الشفاء بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی... الخ، فصل واما حسن عشرته... الخ، ۱/ ۱۲۱

3 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف همم المرید... الخ، فصل هذا ما تیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

4 ...صحیح البخاری، کتاب الهبة، باب المکافأة فی الهبة، ۲/ ۱۷۱، الحدیث: ۲۵۸۵
صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب اباحة الارنب، الحدیث: ۹۱۵۳، ص ۱۰۷۹

5 ...صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب قبول النبی الهدیة ورده الصدقة، الحدیث: ۱۰۷۷، ص ۵۴۲

6 ...سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب البراءة من الکبر والتواضع، ۴/ ۴۵۸تا ۴۵۹، الحدیث: ۴۱۷۷
سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب ما یستحب من تقصیر الخطبة، الحدیث: ۱۴۱۱، ص ۲۴۳

7 ...نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل الثالث، ۱/ ۳۱، الحدیث: ۱۸
الشمائل المحمدیة للترمذی، باب کیف کان کلام رسول الله، الحدیث: ۲۱۵، ص ۱۳۴تا ۱۳۵

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مدد کے لئے درخواست کی۔ حالانکہ اس وقت افراد کی قِلَّت تھی اور ایک انسان کی وجہ سے بھی تعداد میں اضافہ ہوتا تو اس کی ضرورت تھی مگر (حق بات کے نفاذ کی خاطر) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی مدد لینے سے انکار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اَنَا لَا اَنْتَصِرُ بِمُشْرِكٍ یعنی میں کسی مشرک سے مدد نہیں لیتا[1]۔[2]

خون بہا اپنے پاس سے ادا فرمایا:

ایک بار حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ایک جلیلُ القدر صحابی (حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن سہل انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) کو خیبر میں یہودیوں کے درمیان مقتول پایا مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کا گھیراؤ کیا نہ ہی حق سے تجاوز کیا بلکہ اپنے پاس سے مقتول کی دیت (خون بہا) میں 100 اونٹ دیئے حالانکہ اس وقت حضرات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو غذا کے لئے ایک ایک اونٹ کی حاجت تھی[3]۔[4]

---

❶... سیِّدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہل سنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن **فتاویٰ رضویہ (مخرَّجہ)، جلد 21، صفحہ 308** پر نقل فرماتے ہیں: (حضرت سیِّدُنا امام) احمد و (حضرت سیِّدُنا امام) ابو داوٗد و (حضرت سیِّدُنا امام) ابن ماجہ (رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی) بسند صحیح اُم المؤمنین (عائشہ) صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے راوی ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: ''اِنَّا لَا نَسْتَعِیْنُ بِمُشْرِكٍ (یعنی) ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کرتے (یعنی مدد نہیں لیتے)۔'' پھر سیِّدی اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت اس حدیث شریف کے تحت تحریر فرماتے ہیں: اگر مسلمان سے استعانت بھی ناجائز ہوتی تو مشرک کی تخصیص کیوں فرمائی جاتی۔ ولہٰذا امیر المؤمنین عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی طور کا امانت دار تھا، ارشاد فرماتے ہیں: اَسْلِمْ اَسْتَعِنْ بِكَ عَلٰی اَمَانَةِ الْمُسْلِمِیْنَ (یعنی) مسلمان ہو جا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

❷... صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب کراهة الاستعانة فی الغزو بکافر، الحدیث: ۱۸۱۷، ص ۱۰۱۰، بتغیر

المصنف لابن ابی شیبة، کتاب المغازی، هذا ما حفظ ابو بکر فی احد... الخ، ۸/ ۴۸۹، الحدیث: ۲۶

❸... اگر کسی جگہ کوئی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتا نہ ہو تو اسے قسامت کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کا حکم اور تفصیل جاننے کے لئے **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب **بہارِ شریعت، جلد سوم، صَفْحَہ 899 تا 908** کا مطالعہ کیجئے!

❹... صحیح مسلم، کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات، باب القسامة، الحدیث: ۱۶۶۹، ص ۹۱۱

صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الکبیر، ۴/ ۱۳۸، الحدیث: ۶۱۴۲، ۶۱۴۳

اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام:

(۱۸) حضور نبیِّ رحمت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (اختیاری) بھوک کی وجہ سے اپنے مبارک پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے[1]، جو کچھ موجود ہوتا تناول فرما لیتے، جو کچھ پاتے اسے رد نہ فرماتے، حلال و پاکیزہ کھانے سے اجتناب نہ فرماتے[2]، اگر روٹی نہ ہوتی صرف کھجور ہی پاتے تو وہی تناول فرما لیتے[3]، اگر بُھنا ہوا گوشت مل جاتا تو اسے تناول فرما لیتے[4]، اگر گندم یا جو کی روٹی مل جاتی تو اُسے تناول فرما لیتے[5]، اگر کوئی میٹھی چیز یا شہد پاتے تو کھا لیتے[6]، یوں ہی اگر روٹی کے بغیر صرف دودھ پاتے تو اسی پر اکتفا کرتے[7] اور اگر خربوزہ یا تر کھجور مل جاتی تو اسے تناول فرما لیا کرتے تھے۔[8]

کھانے کا احسن انداز:

(۱۹) سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ٹیک لگا کر کھانا نہ کھاتے[9]، (۲۰) کھانا اونچے دستر خوان پر رکھ کر تناول نہ فرماتے[10]، (۲۱) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رومال آپ کے پاؤں

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، ۳/ ۵۱، الحدیث: ۴۱۰۱

2 ...مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان للیافعی، ذکر شیئ مما جاء فی صفۃ عیشہ... الخ، ۱/ ۴۵

3 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ہمم المرید... الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۷

4 ...سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اکل الشواء، ۳/ ۳۲۶، الحدیث: ۱۸۳۶

5 ...سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشۃ النبی واٰلہ، ۳/ ۱۶۰، الحدیث: ۲۳۶۷

6 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الحلواء والعسل، ۳/ ۵۳۶، الحدیث: ۵۴۳۱

المواھب اللدنیۃ، المقصد الثالث، الفصل الثالث، ۲/ ۱۲۷

7 ...صحیح البخاری، کتاب الاشربۃ، باب شرب اللبن، ۳/ ۵۸۶، الحدیث: ۵۶۰۷

8 ...سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب القثاء والرطب یجمعان، ۴/ ۳۷، الحدیث: ۳۳۲۶

9 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل متکئا، ۳/ ۵۲۸، الحدیث: ۵۳۹۸

10 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الخبز المرقق والاکل علی الخوان والسفرۃ، ۳/ ۵۲۴، الحدیث: ۵۳۸۶

مبارک کے تلوے ہوتے تھے[1]، (۲۲) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لگاتار تین دن سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جا ملے[2] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ عمل فقر اور بخل کی وجہ سے نہ تھا بلکہ خود پر دوسروں کو ترجیح دینے اور ایثار کے لئے تھا۔

میل جول کے آداب:

(۲۳) حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے[3]، (۲۴) بیماروں کی عیادت کرتے، (۲۵) جنازوں میں تشریف لے جاتے[4]، (۲۶) دشمنوں میں بغیر کسی محافظ کے تنہا چلتے[5]، (۲۷) لوگوں میں سب سے زیادہ عاجزی فرمانے والے[6] اور (۲۸) سب سے زیادہ باوقار تھے لیکن تکبر بالکل نہ تھا[7]، (۲۹) حضور سیِّدِ عالَم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے لیکن مبارک کلام طویل نہ ہوتا[8] اور (۳۰) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ خندہ پیشانی والے تھے۔[9]

﴿ صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد ﴾

---

1 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

2 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی واصحابه یاکلون، ۳/ ۵۳۲، الحدیث: ۵۴۱۶

صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، الحدیث: ۲۹۷۰، ص۱۵۸۸

3 ...صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب حق اجابة الولیمة والدعوة... الخ، ۳/ ۴۵۵، الحدیث: ۵۱۷۶

4 ...سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب آخر، ۲/ ۳۱۱، الحدیث: ۱۰۱۹

5 ...سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المائدة، ۵/ ۳۵، الحدیث: ۳۰۵۷

6 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

7 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

8 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا ما تیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

9 ...سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی بشاشة النبی، ۵/ ۳۶۶تا۳۶۷، الحدیث: ۳۶۶۱

الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ، الحدیث: ۳۳۴، ص۱۹۸

جو موجود ہو اس پر قناعت!

(۳۱) دنیا کی کوئی شے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تعجب میں نہ ڈالتی تھی[1]، (۳۲) جو چیز موجود ہوتی زیب تن فرمالیتے کبھی چھوٹی چادر، کبھی یمنی چادر اور کبھی اون کا جبہ الغرض جو لباس موجود ہو تا زیب تن فرما لیا کرتے تھے[2]، (۳۳) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی ہوتی تھی[3] اور اُسے اپنے دائیں[4] اور بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں پہنا کرتے تھے[5]۔[6] (۳۴) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سواری پر اپنے پیچھے اپنے غلام وغیرہ کو سوار فرمالیا کرتے تھے[7]، (۳۵) جو سواری موجود ہوتی اسی پر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر[8]، کبھی اونٹ پر[9]، کبھی سفید خچر پر[10]، کبھی دراز گوش پر سواری کرتے[11] اور بعض اوقات چادر، عمامہ، ٹوپی اور نعلین پہنے بغیر پیدل ہی چلا کرتے تھے۔

---

1 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف همم المرید...الخ، فصل هذا ما تیسر من الکلام...الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

2 ...صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب جبة الصوف فی الغزو، ۴/ ۵۰، الحدیث: ۵۷۹۹

المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف همم المرید...الخ، فصل هذا ما تیسر من الکلام...الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۴

3 ...صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب خاتم الفضة، ۴/ ۶۸، الحدیث: ۵۸۶۶

4 ...صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب فی خاتم الورق فصه حبشی، الحدیث: ۲۰۹۴، ص ۱۱۶۰

5 ...انگوٹھی سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 40 صفحات پر مشتمل رسالے 163 مدنی پھول صفحہ 29 تا 32 کا مطالعہ کیجئے!

6 ...صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب فی لبس الخاتم فی الخنصر من الید، الحدیث: ۲۰۹۵، ص ۱۱۶۰

صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الردف علی الحمار، ۲/ ۳۰۶، الحدیث: ۲۹۸۸

7 ...صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب ادامة الحاج التلبیة...الخ، الحدیث: ۱۲۸۰، ص ۶۶۶

صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات القرد، ۳/ ۷۹، الحدیث: ۴۱۹۴

8 ...صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الفرس القطوف، ۲/ ۲۷۲، الحدیث: ۲۸۶۷

9 ...صحیح البخاری، کتاب الحج، باب المریض یطوف راکبا، ۱/ ۵۴۵، الحدیث: ۱۶۳۲

10 ...صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب فی غزوة حنین، الحدیث: ۱۷۷۶، ص ۹۸۰

11 ...صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الردف علی الحمار، ۲/ ۳۰۶، الحدیث: ۲۹۸۷

لوگوں کی خیر خواہی اور دل جوئی:

(۳۶)شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ شریف کے اطراف میں مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے[1]، (۳۷) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خوشبو کو پسند فرماتے اور بدبو کو ناپسند فرماتے تھے[2]، (۳۸) فقرا کے ساتھ بیٹھتے[3] اور (۳۹) مسکینوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے[4] (۴۰) اچھے اخلاق والوں کی عزت فرماتے (۴۱) مُعَزَّز لوگوں کے ساتھ نیکی کر کے ان کی دل جوئی فرماتے[5] (۴۲) صِلہ رحمی فرماتے لیکن انہیں افضل پر ترجیح نہ دیتے[6]، (۴۳) کسی پر ظلم نہ کرتے[7] اور (۴۴) معذرت خواہ کا عذر قبول فرماتے تھے۔[8]

خوش مزاجی اور بعض دیگر آداب:

(۴۵) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مزاح فرماتے لیکن ہمیشہ سچ بولتے[9]، (۴۶) ہنستے بھی تھے لیکن قہقہہ نہ لگاتے[10]، (۴۷) جائز کھیل دیکھتے تو اس سے منع نہ فرماتے[11]، (۴۸) اپنی

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی عیادۃ المریض، الحدیث: ۹۲۵، ص ۴۶۰

2 ...سنن النسائی، کتاب عشرۃ النسآء، باب حب النسآء، الحدیث: ۳۹۴۵، ص ۶۴۴
الکامل فی ضعفآء الرجال لابن عدی، ۱/ ۴۸۵، الرقم: ۱۲۷: اسماعیل بن عیاش

3 ...سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی القصص، ۳/ ۴۵۲، الحدیث: ۳۶۶۶

4 ...صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی... الخ، ۴/ ۲۳۴، الحدیث: ۶۴۵۲

5 ...الشمائل المحمدیۃ للترمذی باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ، الحدیث: ۳۱۹، ص ۱۹۱
المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا ماتیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

6 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا ماتیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

7 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا ماتیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۸

8 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالك، ۳/ ۱۴۹، الحدیث: ۴۴۱۸

9 ...سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المزاح، ۳/ ۳۹۹، الحدیث: ۱۹۹۷

10 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحك، ۴/ ۱۲۵، الحدیث: ۶۰۹۲

11 ...صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اصحاب الحراب فی المسجد، ۱/ ۱۷۲، الحدیث: ۴۵۴

زوجہ سے دوڑ کا مقابلہ فرماتے[1]، (۴۹) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے آوازیں بلند ہوتیں مگر صبر فرماتے[2]، (۵۰) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس دودھ دینے والی ایک اونٹنی اور ایک بکری تھی جن کے دودھ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اہل خانہ گزر بسر کرتے تھے[3]، (۵۱) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس لونڈی غلام بھی تھے مگر کھانے اور لباس میں ان پر برتری اختیار نہ فرماتے تھے[4]، (۵۲) رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کوئی وقت ایسا نہ گزرتا جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا والے کام نہ کرتے ہوں یا اپنے ذاتی ضروری کام میں مشغول نہ ہوں[5]، (۵۳) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے باغات میں تشریف لے جاتے[6] (۵۵) کسی مسکین کو اس کی محتاجی اور اپاہج ہونے کی وجہ سے حقیر نہ جانتے اور نہ ہی کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہت کی وجہ سے مرعوب ہوتے بلکہ دونوں کو یکساں طور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلاتے تھے۔[7]

حاصلِ کلام:

مذکورہ تمام گفتگو کا حاصل یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ گرامی میں اعلیٰ درجے کی سیرت اور کامل درجے کی تدبیر وبصیرت کو جمع فرما دیا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، ۳/ ۴۲، الحدیث: ۲۵۷۸

2 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب رقم: ۷۰، ۳/ ۱۲۹، الحدیث: ۴۳۶۷

3 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات القرد، ۳/ ۷۹، الحدیث: ۴۱۹۴
الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر منایح رسول الله من الغنم، ۱/ ۳۸۴، ۳۸۵

4 ...صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی الیسر، الحدیث: ۳۰۰۷، ص ۱۶۰۳
جوامع السیرة وخمس رسائل اخری لابن حزم الاندلسی، اخلاقه، ص ۴۳

5 ...الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول الله، الحدیث: ۳۱۹، ص ۱۹۱، بتغیر

6 ...سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبی، ۴/ ۱۶۳، الحدیث: ۲۳۷۶

7 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف همم المرید... الخ، فصل هذا ماتیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۹

وَسَلَّم اُمّی تھے کہ مخلوق میں سے کسی سے نہیں پڑھا اور نہ ہی لکھنا سیکھا تھا۔[1] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ناخواندہ شہروں اور صحراؤں میں[2] بکریوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے بحالتِ فقر پروان چڑھے[3] اور والدین کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔[4] پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام اچھے اخلاق، قابلِ تعریف طریقے، اوّلین و آخرین کی خبریں اور وہ چیزیں سکھا دیں جو اُخروی کامیابی و نجات کا ذریعہ اور دنیا میں باعثِ رشک اور نجات کا سبب ہیں۔ نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ضروری کام کو اختیار کرنے اور فضول کو ترک کرنے کی تعلیم فرمائی۔[5]

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بتائے ہوئے احکام پر عمل اور ان کے افعال کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن یَارَبَّ الْعٰلَمِیْن۔

باب نمبر3: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عُمُومِی اَخلاق وآداب کا بیان

یہاں حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وہ اخلاق و آداب بیان ہوں گے جنہیں حضرت سیِّدُنا ابو البَختَری سعید بن فیروز طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ،

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بیان فرمایا: اگر رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی مومن کو برا کہا تو اس کو اس کے حق میں کفّارہ اور رحمت بنا دیا[6] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی کسی عورت اور خادم پر لعنت نہیں کی۔[7]

---

1. ...تفسیر الطبری، سورۃ العنکبوت، تحت الآیۃ: ۴۸، ۱۰/ ۱۵۲، الحدیث: ۲۷۸۲۹
2. ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث محمد بن ابی بن کعب، ۸/ ۵۴، الحدیث: ۲۱۳۱۷
3. ...صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، ۲/ ۶۳، الحدیث: ۲۲۶۲
4. ...مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث حلیمۃ بنت الحارث ام رسول اللہ، ۶/ ۱۷۱، الحدیث: ۷۱۲۷
5. ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا اما تیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۹، مختصرا
6. ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب من لعنۃ النبی... الخ، الحدیث: ۲۶۰۱، ص۱۴۰۱
7. ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی من السباب واللعن، ۴/ ۱۱۲، الحدیث: ۶۰۴۶

دشمن پر بھی لعنت نہ کی:

ایک بار جہاد کے موقع پر بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: "یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر آپ ان دشمنانِ دین پر لعنت کریں تو اچھا ہے۔" تو رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَّلَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا یعنی میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔"[1]

کسی کے خلاف دعا نہ کرتے:

جب کبھی بارگاہِ رسالت میں عمومی یا خصوصی طور پر کسی مسلمان یا کافر کے خلاف دعا کرنے کا کہا جاتا تو حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے خلاف دعا کرنے کے بجائے اس کے حق میں دعا فرماتے۔[2] پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے راہِ خدا میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو اپنے ہاتھ مبارک سے نہیں مارا، نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ذات کو پہنچائی جانے والی تکلیف کا کبھی بدلہ نہیں لیا۔ البتہ! جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرمت یا حد کو پامال کیا جاتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے بدلہ لیتے۔[3]

دو چیزوں میں سے آسان کو اختیار فرماتے:

دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب بھی دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے۔ ہاں! اگر اس میں گناہ یا قطع رحمی ہوتی تو سب لوگوں سے زیادہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے دور رہتے۔[4] بارگاہِ اقدس میں آنے والا خواہ آزاد ہوتا یا غلام یا پھر لونڈی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی حاجت روائی کے لئے اس کے ساتھ چل پڑتے۔[5]

---

1. ...صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا، الحدیث: ۲۵۹۹، ص ۱۴۰۰
2. ...صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للمشرکین، ۴/ ۲۱۶ تا ۲۱۷، الحدیث: ۶۳۹۷
3. ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدته للآثام... الخ، الحدیث: ۲۳۲۸، ص ۱۲۷۱
4. ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدته للآثام... الخ، الحدیث: ۲۳۲۷، ص ۱۲۷۰ تا ۱۲۷۱
5. ...موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، باب فی الکبر، ۳/ ۵۷۲، الحدیث: ۱۹۳
سنن ابن ماجه، کتاب الزھد، باب البراءة من الکبر والتواضع، ۴/ ۴۵۸، الحدیث: ۴۱۷۷

کبھی ڈانٹا نہیں:

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! جب بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات ملاحظہ فرمائی تو یہ نہ فرمایا کہ "تم نے ایسا کیوں کیا؟" اور اگر کبھی کوئی زوجہ مطہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا مجھے ملامت کرتیں اُن سے ارشاد فرماتے: اسے چھوڑ دو، تقدیر میں ایسے ہی تھا۔[1]

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرماتے ہیں: محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی آرام کی جگہ کو عیب نہیں لگایا، اگر بستر بچھا دیا جاتا تو اس پر آرام فرماتے اور اگر نہ بچھایا جاتا تو زمین پر ہی آرام فرما ہو جاتے۔[2]

توارت وانجیل میں مذکور صفاتِ مصطفٰے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت سے قبل تورات شریف کی پہلی سطر (لائن) میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ عَبْدِیَ الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَلَا غَلِیْظٌ وَلَا صَخَّابٌ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیُٔ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْ وَیَصْفَحُ مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَھِجْرَتُہٗ بِطَابَۃَ وَمُلْکُہٗ بِالشَّامِ یَاْتَزِرُ عَلٰی وَسْطِہٖ ھُوَ وَمَنْ مَّعَہٗ رِعَاۃٌ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْعِلْمِ یَتَوَضَّأُ عَلٰی اَطْرَافِہٖ یعنی محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) میرے رسول اور منتخب بندے ہیں۔ یہ نہ تند مزاج ہیں، نہ سخت دل۔ یہ بازاروں میں چیخنے والے نہیں اور یہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے نہیں بلکہ معاف اور درگزر کرنے والے ہیں۔ ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور یہ

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان رسول اللہ احسن الناس خلقا، الحدیث: ۲۳۰۹، ص ۱۲۶۴
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ۴/ ۴۶۱، الحدیث: ۱۳۴۱۷

2 ...المواھب اللدنیۃ، المقصد الثالث، النوع الثانی فی لباسہ وفراشہ، ۲/ ۱۷۸

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی[1]۔ وہ اوران کے ساتھی تہبند استعمال کریں گے، وہ قرآن کریم اور علم کی حفاظت اور رعایت کرنے والے ہوں گے اور وہ وضو میں اپنے ہاتھ پاؤں کو دھوئیں گے۔

یوں ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انجیل مقدس میں بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔[2]

حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَسَلَّم کا اندازِ ملاقات:

رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جس سے بھی ملتے سلام میں پہل فرماتے[3] اور اگر کوئی کسی حاجت کے لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو روکتا تو آپ رکے رہتے حتی کہ وہ خود ہی چلا جاتا۔[4] اگر کوئی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہاتھ پکڑتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس وقت تک نہ چھڑاتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔[5] جب اپنے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے کسی سے ملتے تو مصافحہ سے ابتدا فرماتے[6] پھر اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُن کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر مضبوطی سے پکڑ لیتے۔[7] آپ صَلَّی

1... سیِّدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہل سنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن **فتاویٰ رضویہ** (مخرّجہ)، **جلد29، صفحہ 357** پر فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ) تو اول ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی طرف توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَمُھَاجَرُہٗ طَیْبَۃُ وَمُلْکُہٗ بِالشَّام (یعنی) وہ نبی آخر الزماں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی (تو حضرت امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی)۔

2... الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر صفۃ رسول اللہ فی التوراۃ والانجیل، ۱/ ۲۷۰ تا ۲۷۲

3... شعب الایمان للبیھقی، باب فی حب النبی، ۲/ ۱۵۴، الحدیث: ۱۴۳۰

الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ، الحدیث: ۷، ص ۲۱

4... اخلاق النبی وآدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، فاما حسن خلقہ، الحدیث: ۱۸، ص ۱۴

سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب اکرام الرجل جلیسہ، ۴/ ۲۱۰، الحدیث: ۳۷۱۶

5... سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی حسن العشرۃ، ۴/ ۳۳۰، الحدیث: ۴۷۹۴

الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی۔۔۔الخ، فصل واما حسن عشرتہ۔۔۔الخ، ۱/ ۱۲۱

6... الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی۔۔۔الخ، فصل واما حسن عشرتہ۔۔۔الخ، ۱/ ۱۲۲

7... جامع فی الحدیث لابن وھب، باب الاسماء، الاخاء فی اللہ، ۱/ ۲۷۰، الحدیث: ۱۸۲

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اٹھتے بیٹھتے ذِکْرُ اللہ میں مشغول رہتے۔[1] اگر آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز پڑھ رہے ہوتے اور کوئی شخص پاس آکر بیٹھ جاتا تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز کو مختصر کردیتے پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتے: "تمہاری کوئی حاجت ہے؟" پھر جب اس کی حاجت روائی سے فارغ ہوتے تو دوبارہ نماز پڑھنا شروع کردیتے۔[2]

پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بیٹھنے کا انداز:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زیادہ تر اِس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کرکے ان کو دونوں ہاتھوں کے گھیرے میں لے لیتے۔[3] صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی مجلس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نِشَسْت گاہ ممتاز نہیں ہوا کرتی تھی[4] بلکہ مجلس میں جہاں جگہ ملتی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہیں تشریف فرما ہو جاتے۔[5] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے اصحاب کے درمیان کبھی بھی پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا گیا تاکہ پاؤں پھیلانے کی وجہ سے کسی پر تنگی نہ ہو۔ ہاں! اگر جگہ کشادہ ہوتی اور پاؤں پھیلانے سے کسی پر تنگی نہ ہوتی تو پھیلا لیا کرتے اور مدنی آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر اوقات قبلہ شریف کی طرف رخ کرکے بیٹھا کرتے تھے۔[6]

---

1 ...الشمائل المحمدية للترمذی، باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ، الحدیث: ۳۱۹، ص۱۹۱تا۱۹۳

2 ...الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی...الخ، فصل واما حسن عشرتہ...الخ، ۱/ ۱۲۲

3 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی جلوس الرجل، ۴/ ۳۴۴، الحدیث: ۴۸۴۶

4 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی القدر، ۴/ ۲۹۷، الحدیث: ۴۶۹۸

سنن النسائی، کتاب الایمان وشرائعہ، باب صفة الایمان والاسلام، الحدیث: ۵۰۰۱، ص۷۹۹

5 ...الشمائل المحمدية للترمذی، باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ، الحدیث: ۳۱۹، ص۱۹۱

6 ...سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب رقم: ۴۶، ۴/ ۲۲۱، الحدیث: ۲۴۹۸

سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب اکرام الرجل جلیسه، ۴/ ۲۱۰، الحدیث: ۳۷۱۶

آنے والے کی عزت افزائی:

بارگاہِ رسالت میں جو کوئی بھی حاضر ہوتا پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی عزت افزائی فرماتے حتی کہ جس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کوئی رشتہ داری اور دودھ کا رشتہ بھی نہ ہوتا اس کے لئے بھی اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور اسے اس پر بٹھاتے۔[1] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آنے والے کو وہ چٹائی پیش کرتے جس پر خود تشریف فرما ہوتے، اگر وہ اس پر بیٹھنے سے انکار کرتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے مجبور کرتے حتی کہ وہ بیٹھ جاتا[2] اور جو بھی حضور رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے قریب ہوا اُس نے یہی سمجھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب لوگوں سے زیادہ اسی پر کرم نوازی فرماتے ہیں حتی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجلس میں بیٹھنے والے ہر شخص کی طرف بقدرِ حصہ توجہ فرماتے حتی کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بیٹھنے، سننے، گفتگو فرمانے، مہربانی و خوش مزاجی کرنے اور ہم نشیں کی طرف متوجہ رہنے کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس حیا، تواضع اور امانت والی ہوا کرتی تھی۔[3]

قرآن کریم میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حُسنِ سُلوک کا بیان:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪

(پ۴، اٰل عمران: ۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

---

1. ...شعب الایمان للبیہقی، باب فی رحم الصغیر و توقیر الکبیر، ۷/ ۴۶۱، الحدیث: ۱۰۹۹۷، مفهومًا
2. ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، ۲/ ۴۱۲، الحدیث: ۵۷۱۴
   اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، ذکر جلوسہ و اتکائہ و احتبائہ و مشیہ، الحدیث: ۷۴۰، ص ۱۴۳
3. ...الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ، الحدیث: ۳۱۹، ص ۱۹۱
   اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، باب حسن خلقہ، الحدیث: ۱۸، ص ۱۴

کنیت سے پکارنے کی اہمیت:

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے پیارے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی عزت افزائی اور دلجوئی کے لئے انہیں ان کی کُنیتوں سے پکارا کرتے تھے [1] اور جن کی کوئی کنیت نہ ہوتی اُنہیں کنیت عطا فرماتے، پھر اُنہیں اسی کنیت سے بلایا جاتا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُنہیں عطا فرمائی ہوتی۔ [2] اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان عورتوں کی بھی کنیت رکھا کرتے جن کی اولاد ہوتی اور جن کی کوئی اولاد نہ ہوتی انہیں اپنی طرف سے کوئی کنیت عطا فرماتے [3] اور بچوں کی بھی کنیت رکھتے جس سے ان کے دل نرم ہو جاتے۔ [4] حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو لوگوں کی بنسبت غصہ بہت دیر میں آتا اور سب سے جلدی راضی ہو جاتے تھے۔ [5] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں پر سب سے زیادہ مہربان، ان کے ساتھ بہت زیادہ بھلائی کرنے والے اور انہیں سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے تھے۔

مجلس کے آدابِ نبوی:

دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجلس میں آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔ [6]

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مجلس سے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا

1 ...صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب المهاجرین وفضلهم، ۲/ ۵۱۷، الحدیث: ۳۶۵۳
المستدرك، کتاب معرفة الصحابة، باب استشهد ابو حذیفة فی الیمامة، ۴/ ۲۳۹، الحدیث: ۵۰۴۲
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، ۱/ ۳۶۰، الحدیث: ۱۴۶۱، ۱۴۶۲

2 ...سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب انس بن مالك، ۵/ ۴۵۱، الحدیث: ۳۸۵۶
سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب الرجل یکنی قبل ان یولد له، ۴/ ۲۲۰، الحدیث: ۳۷۳۸

3 ...سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المرأة تکنی، ۴/ ۳۸۱، الحدیث: ۴۹۷۰

4 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الکنیة للصبی قبل ان یولد للرجل، ۴/ ۱۵۵، الحدیث: ۶۲۰۳

5 ...الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی...الخ، فصل واما الحلم...الخ، ۱/ ۱۱۰

6 ...الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول الله، الحدیث: ۳۱۹، ص ۱۹۱

اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تجھے پاکی ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع لاتا ہوں۔" پھر ارشاد فرماتے یہ کلمات مجھے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے سکھائے ہیں۔[1]

باب نمبر4: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گفتگو اور مسکراہٹ کا بیان

نکھری نکھری پیاری پیاری مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گفتگو:

محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گفتگو سب سے زیادہ میٹھی ہوتی تھی۔ چنانچہ،

رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے: "اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَاِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهَا بِلُغَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یعنی میں تمام عرب والوں سے زیادہ فصیح ہوں[2] اور بے شک جنتی جنت میں (حضرت) محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی زبان میں گفتگو کریں گے۔"[3]

پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گفتگو کم اور نرم ہوتی۔ جب بھی بولتے بات کو طول نہ دیتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نکھرا نکھرا مبارک کلام ایسا ہوتا جیسے موتیوں کو لڑی میں پرو دیا گیا ہو۔[4] چنانچہ،

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "رسولِ بے مثال، صاحبِ جود و نوال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہاری طرح مسلسل اور لگاتار کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ

---

1 ...السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب کفارۃ مایکون فی المجلس، ٦/ ١١٣، الحدیث: ١٠٢٦١
جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب کفارۃ المجلس، ١٠/ ٨٤، الحدیث: ١٩٩٦٥

2 ...الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی... الخ، فصل واما فصاحۃ اللسان، ١/ ٨٠

3 ...المعجم الاوسط، ٦/ ٣٨٥، الحدیث: ٩١٤٧، مفهومًا

4 ...کتاب الثقات لابن حبان، السیرۃ النبویۃ، ذکر هجرۃ رسول اللہ الی المدینۃ، ١/ ٤٨
الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی... الخ، فصل واما فصاحۃ اللسان، ١/ ٨١

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کلام مختصر ہوتا تھا جبکہ تم لوگ اپنے کلام کو پھیلاتے ہو۔[1]

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جوامِعُ الْکَلِم عطا فرمائے گئے:

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے فرمایا: سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ مختصر کلام فرمایا کرتے تھے اور یہی چیز حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس لائے تھے اور اتنے مختصر کلام کے باوجود جتنے معانی چاہتے اس میں جمع فرما دیتے۔[2] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جوامِعُ الْکَلِم (یعنی جامع کلمات) کے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے، نہ ان میں زیادتی ہوتی اور نہ ہی کمی، گویا کہ الفاظ (موتیوں کی طرح) ایک دوسرے کے پیچھے آتے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اتنا ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے کہ سننے والا یاد کر کے محفوظ کر لیتا۔[3]

حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بلند آواز کے مالک تھے اور لہجہ سب سے اچھا تھا۔[4] دیر تک خاموش رہتے۔ بلا ضرورت کلام نہ فرماتے۔[5] کوئی ناپسندیدہ بات زبان پر نہ لاتے۔ حالتِ رضا اور غضب میں حق بات ہی ارشاد فرماتے۔[6] اگر کوئی اچھا کلام نہ کرتا اس سے اعراض فرماتے۔[7] اگر کسی ناپسندیدہ بات کا کہنا

---

1 ...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل ابی ہریرۃ الدوسی، الحدیث: ۲۴۹۳، ص ۱۳۵۴

سبل الھدی و الرشاد للامام الصالحی الشامی، جماع ابواب سیرتہ فی کلامہ... الخ، الباب الاول فی صفۃ کلامہ، ۷/ ۲۹

2 ...الوفا باحوال المصطفی لابن الجوزی، ابواب آدابہ وسمتہ، الباب الحادی عشر فی ذکر فصاحتہ، الجزء الثانی، ص ۵۴، مفہومًا

3 ...الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ، الحدیث: ۲۱۵، ص ۱۳۴ تا ۱۳۵

السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم و اللیلۃ، باب سرد الحدیث، ۶/ ۱۰۹، الحدیث: ۱۰۲۴۶

4 ...صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب القراءۃ فی العشاء، ۱/ ۲۷۱، الحدیث: ۷۶۹، بتغیر

5 ...الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ، الحدیث: ۲۱۵، ص ۱۳۴

6 ...سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم، ۳/ ۴۴۵ تا ۴۴۶، الحدیث: ۳۶۴۶

مسند البزار، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۶/ ۴۳۷، الحدیث: ۲۴۷۰

7 ...الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی... الخ، فصل و اما وقارہ... الخ، ۱/ ۱۳۸

ضروری ہوتا تو اسے اشاروں کنایوں میں بیان فرماتے۔[1] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب خاموش ہوتے تب پاس بیٹھنے والے گفتگو کرتے اور وہ بارگاہِ اقدس میں بلند آواز سے گفتگو نہیں کرتے تھے[2] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں خوب سنجیدگی اور خیر خواہی سے نصیحت کرتے[3] اور فرماتے: ”قرآن پاک کی بعض آیات کو بعض سے نہ ٹکراؤ کیونکہ وہ کئی طریقوں پر نازل ہوا ہے۔“[4]

اس تبسُّم کی عادت پہ لاکھوں سلام:

حضور نبیِّ اکرم، شفیعِ اُمم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ تبسُّم فرمانے والے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے سامنے بہت مسکرانے والے، ان کی باتوں پر خوش ہونے والے اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنے والے تھے۔[5] بسا اوقات اس قدر ہنستے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو جاتیں[6][7] جبکہ آپ کے اصحاب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم اور پیروی کی خاطر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے صرف مسکرایا کرتے تھے۔[8]

---

❶...الشفابتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی...الخ، فصل واما الحیاء...الخ، ۱/ ۱۱۹

صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب دلك المرأة نفسها...الخ، ۱/ ۱۲۶، الحدیث: ۳۱۴

❷...الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول الله، الحدیث: ۳۳۴، ص۱۹۸تا۱۹۹

❸...صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، الحدیث: ۸۶۷، ص۴۳۰

❹...جامع معمر بن راشد ملحق مصنف عبد الرزاق، باب الخصومة فی القرآن، ۱۰/ ۲۱۴، الحدیث: ۲۰۵۳۵

❺...سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی بشاشة النبی، ۵/ ۳۶۶، الحدیث: ۳۶۶۱

الشمائل المحمدیة للترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول الله، الحدیث: ۳۳۴، ص۱۹۸تا ۱۹۹

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاه...الخ، الحدیث: ۶۷۰، ص۳۳۶تا۳۳۷

❻...ہنسنے سے مراد تبسم اور مسکرانا ہے نہ ٹھٹھا مارنا اور قہقہہ کیونکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قہقہہ مار کر کبھی نہ ہنسے۔ (مراٰۃ المناجیح، ۲/ ۳۹۶، مطبوعہ ضیاء القرآن)

❼...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب آخر أهل النار خروجا، الحدیث: ۱۸۶، ص۱۱۶تا۱۱۷

❽...الشفابتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی...الخ، فصل واما وقاره...الخ، ۱/ ۱۳۸

دلچسپ بات پر مسکراہٹ:

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک اَعرابی (دیہات کے رہنے والا) بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا، اس وقت میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ نور بار کا رنگ شریف بدلا ہوا تھا جبکہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس کے سبب سے ناواقف تھے۔ چنانچہ، اس اَعرابی نے رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کچھ پوچھنا چاہا تو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس سے کہا: ”اے اَعرابی! ایسا نہ کرو کہ ہم حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ انور کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں اور ہمیں اس کا سبب بھی معلوم نہیں۔“ اَعرابی نے کہا: ”مجھے چھوڑ دو اس ذات کی قسم جس نے حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہنسا کر ہی رہوں گا۔“ چنانچہ، اس نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے خبر پہنچی ہے کہ دجال لوگوں کے پاس ثرید (ایک عمدہ کھانا) لائے گا جبکہ وہ بھوک سے مر رہے ہوں گے۔ میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر فدا ہوں! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میں اس کا ثرید نہ کھاؤں اور کمزوری کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤں یا پھر اس کا ثرید کھالوں یہاں تک کہ جب پیٹ بھر جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ہی ایمان کا اقرار کروں اور اسے جھٹلاؤں؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان فرماتے ہیں: رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس بات پر اتنا مسکرائے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس شے کے سبب دوسرے مسلمان کو بے نیاز کر دے گا تجھے بھی اسی کے سبب بے نیاز کر دے گا۔[1]

بے مثال تَبَسُّم اور لاجواب سنجیدگی:

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بیان کرتے ہیں کہ محبوب ربِّ داوَر، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 ...نثر الدر لابی سعد الابی، الباب السادس مزح الاشراف والافاضل والعلماء، ۲/ ۹۷

تمام لوگوں سے زیادہ تبسم فرمانے والے اور سب سے زیادہ خوش رہنے والے تھے۔ البتہ! جس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر وحی نازل ہو رہی ہوتی[1] یا قیامت کا تذکرہ ہو رہا ہوتا[2] یا وعظ و نصیحت سے بھرپور خطبہ ہو رہا ہوتا تو یہ کیفیت نہ ہوتی۔[3] جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خوش اور راضی ہوتے تو سب سے زیادہ راضی ہوتے، جب وعظ فرماتے تو خوب سنجیدگی سے وعظ فرماتے[4] اور اگر غضب فرماتے [اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا غضب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہی ہوتا تھا] تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غضب کے سامنے کوئی شے نہ ٹھہر سکتی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام امور کا یہی معاملہ تھا۔[5]

مشکل میں دعا:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب کوئی مشکل درپیش ہوتی تو اُسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرتے، اپنی طاقت و قوت سے براءت کا اظہار کرتے اور حق و ہدایت کو طلب فرماتے ہوئے دعا کرتے: ''اَللّٰھُمَّ اَرِنِیَ الْحَقَّ حَقًّا فَاَتَّبِعُهٗ وَاَرِنِیَ الْمُنْکَرَ مُنْکَرًا وَّارْزُقْنِی اجْتِنَابَهٗ وَاَعِذْنِیْ مِنْ اَنْ یَّشْتَبِهَ عَلَیَّ فَاَتَّبِعَ هَوَایَ بِغَیْرِ هُدًی مِّنْكَ وَاجْعَلْ هَوَایَ تَبَعًا لِّطَاعَتِكَ وَخُذْ رِضَا نَفْسِكَ مِنْ نَّفْسِیْ فِیْ عَافِیَةٍ وَّاهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے حق کو حق دکھا تاکہ میں اس کی پیروی کروں اور برائی کو برائی دکھا اور مجھے اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے اس بات سے پناہ عطا فرما کہ مجھ پر امور مشتبہ ہو جائیں اور میں تیری ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کے پیچھے چلنے لگوں اور میری خواہش کو اپنی اطاعت کے تابع کر دے اور مجھ سے تندرستی

---

1 ...مکارم الاخلاق للطبرانی ملحق مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب فضل تبسم ... الخ، الحدیث: ۲۲، ص۳۱۹
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۷/ ۳۹۴، الرقم ۱۶۶۳: محمد بن عبد الرحمن

2 ...سنن النسائی، کتاب صلاۃ العیدین، باب کیف الخطبة، الحدیث: ۱۵۷۵، ص۲۷۴تا۲۷۵

3 ...صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاۃ والخطبة، الحدیث: ۸۶۷، ص۴۳۰

4 ...صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاۃ والخطبة، الحدیث: ۸۶۷، ص۴۳۰

5 ...الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی للقاضی عیاض، الباب الثانی... الخ، فصل واما الشجاعة والنجدة، ۱/ ۱۱۶

کی حالت میں اپنی رضا والے کام لے اور حق میں اختلاف کے وقت مجھے اپنے حکم سے ہدایت عطا فرما بے شک تو جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔[1]

باب نمبر5: حضور صَلَّی اللہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کھانا تناول فرمانے کا بیان

کھانے کی سنتیں اور آداب[2]:

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو چیز موجود پاتے تناول فرما لیتے۔[3] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وہ کھانا سب سے زیادہ پسند تھا جس پر ہاتھ زیادہ ہوتے تھے۔[4] جب دستر خوان لگایا جاتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دعا پڑھتے: "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا نِعْمَةً مَّشْكُوْرَةً تَصِلُ بِهَا نِعْمَةَ الْجَنَّةِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کو ایسی نعمت بنا جس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کے ذریعے جنت کی نعمت تک پہنچا جاسکے۔[5]

کھاتے وقت بیٹھنے کی سنت:

بارہا ایسا ہوتا جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھانا کھانے کے لئے تشریف رکھتے تو اپنے دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کو ملا لیتے جیسے نمازی بیٹھتا ہے مگر اس میں ایک زانو دوسرے زانو پر اور ایک قدم دوسرے

---

1 ...سبل الھدی والرشاد، جماع ابواب اذکارہ ودعواتہ، الباب السادس فی اذکارہ... الخ، ۸/ ۵۲۷، مختصرا

2 ... کھانا کھانے کے تفصیلی آداب جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی مایہ ناز تصنیف فیضان سنت جلد اول کے باب "آدابِ طعام" کا مطالعہ کیجئے!

3 ...مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان للیافعی، ذکر شیئ مما جاء فی صفۃ عیشہ... الخ، ۱/ ۴۵

4 ...الشفا بتعریف حقوق المصطفی للقاضی عیاض، الباب الثانی... الخ، فصل وأما ماتدعو ضرورۃ الحیاۃ إلیہ... الخ، ۱/ ۸۵

مسند ابی یعلی الموصلی، مسند جابر بن عبد اللہ، ۲/ ۲۸۸، الحدیث: ۲۰۴۱

5 ...السنن الکبری للنسائی، کتاب الدعاء بعد الاکل، باب مایقول اذا رفعت مائدتہ، ۴/ ۲۰۲، الحدیث: ۶۸۹۸، مفھومًا

قدم پر ہوتا[1] اور ارشاد فرماتے: اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ یعنی میں بندہ ہوں بندے کی طرح کھانا کھاتا ہوں اور بندے کی طرح بیٹھتا ہوں۔[2] آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گرم کھانا نہ کھاتے اور اس کے متعلق ارشاد فرماتے: "یہ برکت والا نہیں ہوتا[3] اور بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی، لہٰذا اِسے ٹھنڈا کر لو[4]۔[5] میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے سامنے سے[6] اور تین انگلیوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے[7] اور کبھی کبھار چوتھی انگلی سے بھی مدد لے لیتے۔[8] آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دو انگلیوں سے کھانا نہ کھاتے اور ارشاد فرماتے کہ "یہ شیطان کے کھانے کا طریقہ ہے۔"[9]

دورِ رسالت کا فالودہ:

حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ رسالت میں فالودہ لے کر حاضر ہوئے تو رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور پھر اِسْتِفْسار فرمایا: اے ابوعبد اللہ! یہ کیا ہے؟ حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

1... اس کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں پاؤں سیدھی طرف نکال کر تشریف فرما ہوتے اور دائیں پاؤں کی پشت کو بائیں پاؤں کے تلوے پر رکھتے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۲۳۳)

2... الزھد للامام احمد بن حنبل، مقدمۃ، الحدیث: ۲۲، ص ۲۸

3... المعجم الاوسط، ۴/ ۳۵۰، الحدیث: ۶۲۰۹

حلیۃ الاولیاء، یوسف بن اسباط، ۸/ ۲۷۷، الحدیث: ۱۲۱۹۳

4... کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا چاہئے مگر یہ ضروری نہیں کہ اتنا ٹھنڈا کر دیں کہ جم کر بدمزہ ہو جائے بلکہ کچھ ٹھنڈا ہو لینے دیں کہ بھاپ اُٹھنا بند ہو جائے جیسا کہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا جویریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانے کی بھاپ ختم ہونے سے پہلے اُسے کھانے کو ناپسند فرماتے۔ (مجمع الزوائد، ۵/ ۱۳، الحدیث: ۷۸۸۳)

5... المعجم الاوسط، ۵/ ۱۸۷، الحدیث: ۷۰۱۲

6... اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، صفۃ اکلہ التمر و القائہ النوی، الحدیث: ۶۰۹، ص ۱۲۱

7... صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع... الخ، الحدیث: ۲۰۳۲، ص ۱۱۲۲

8... الفوائد الشھیر بالغیلانیات لابی بکر الشافعی، باب أن النبی کان یأکل بثلاث أصابع... الخ، ۲/ ۷۰۵، الحدیث: ۹۶۱

9... المعجم الکبیر، ۱۱/ ۱۰۳، الحدیث: ۱۱۲۵۱

وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان ہوں! ہم گھی اور شہد کو دیگچی میں ڈال کر آگ پر رکھ دیتے ہیں، جب وہ ابلنے لگتا ہے تو ہم پسی ہوئی گندم کا میدہ لے کر ابلتے ہوئے گھی اور شہد میں ڈال دیتے ہیں اور اسے لکڑی سے ہلاتے رہتے ہیں حتی کہ وہ پک کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ تو رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بے شک یہ بہت اچھا کھانا ہے۔[1]

پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مختلف غذائیں:

دو عالَم کے مالِک و مختار باذنِ پروردگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی تناول فرماتے۔[2] ککڑی کو تر کھجور[3] اور نمک کے ساتھ تناول فرمالیا کرتے۔[4] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تر پھلوں میں خربوزہ[5] اور انگور زیادہ پسند تھے۔[6] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خربوزے کو روٹی اور شکر کے ساتھ بھی تناول فرمایا کرتے تھے[7] اور بعض اوقات تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے[8] اور کھانے میں اپنے دونوں ہاتھوں سے مدد لیتے۔[9]

---

1 ...المعجم الکبیر، ۱۳، ۱۴/ ۱۰۸، الحدیث: ۳۷۰

سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الفالوذج، ۴/ ۴۴، الحدیث: ۳۳۴۰

2 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی و اصحابه یاکلون، ۳/ ۵۳۲، الحدیث: ۵۴۱۳

3 ...صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب اکل القثاء بالرطب، الحدیث: ۲۰۴۳، ص ۱۱۳۰

صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب الرطب بالقثاء، ۳/ ۵۳۸، الحدیث: ۵۴۴۰

4 ...اخلاق النبی و آدابه لابی الشیخ الاصبهانی، ذکر اکله للقرع ومحبته له، الحدیث: ۶۴۸، ص ۱۲۷

5 ...المعجم الاوسط، ۶/ ۳۶، الحدیث: ۷۹۰۷

6 ...الطب النبوی لابی نعیم الاصبهانی، باب قوی الفواکه والثمار، العنب، ۲/ ۷۱۸، الحدیث: ۸۰۸

7 ...سبل الهدی والرشاد، جماع ابواب سیرته فی اکله ...الخ، الباب الرابع فی اکله ...الخ، ۷/ ۱۹۹

8 ...سنن الترمذی، کتاب الاطعمة، باب ماجاء فی اکل البطیخ بالرطب، ۳/ ۳۳۲، الحدیث: ۱۸۵۰

السنن الکبری للنسائی، کتاب الاطعمة باب الجمع بین الخربز والرطب، ۴/ ۱۶۷، الحدیث: ۶۷۲۷

9 ...المعجم الاوسط، ۶/ ۳۶، الحدیث: ۷۹۰۷، مفهومًا

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الله بن جعفر، ۱/ ۴۳۷، الحدیث: ۱۷۴۹

بکری پر شفقت و رحمت:

حضور رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک دن اپنے سیدھے ہاتھ مبارک سے تر کھجوریں تناول فرمارہے تھے اور دوسرے ہاتھ مبارک میں اس کی گٹھلیاں رکھ رہے تھے۔[1] اسی دوران وہاں سے ایک بکری گزری تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی طرف گٹھلی کا اشارہ فرمایا تو اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بائیں دست مبارک سے گٹھلیاں کھانا شروع کر دیں جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے دائیں دست مبارک سے کھجوریں تناول فرمارہے تھے حتی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فارغ ہوگئے اور وہ بکری بھی چلی گئی۔[2]

بعض اوقات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انگور کے کئی دانے ایک ساتھ منہ میں رکھ کر تناول فرماتے[3] اور ان کا پانی مبارک داڑھی پر موتیوں کی طرح دکھائی دیتا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کھانا اکثر پانی اور کھجور ہوا کرتا تھا۔[4] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دودھ اور کھجور کو اکٹھے استعمال کرتے اور ان کو ”دو عمدہ کھانے“ قرار دیتے۔[5]

کھانوں کا سردار:

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھانوں میں گوشت زیادہ پسند تھا۔[6] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: هُوَيَزِيْدُ فِي السَّمْعِ وَهُوَ سَيِّدُ الطَّعَامِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَوْسَئَلْتُ رَبِّيْ

❶...المعجم الاوسط، ۱/ ۲۶۲، الحدیث: ۹۰۴

❷...فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، باب کان وھی الشمائل الشریفۃ، ۵/ ۲۴۷، تحت الحدیث: ۶۹۳۵

❸...المعجم الکبیر، ۱۲/ ۱۱۵، الحدیث: ۱۲۷۲۷

❹...صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، ۲/ ۱۶۵، الحدیث: ۲۵۶۷

❺...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل عن النبی، ۵/ ۳۸۵، الحدیث: ۱۵۸۹۳

❻...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، ما روی فی اکلہ اللحم، الحدیث: ۵۹۷، ص ۱۱۸

اَنْ یُّطْعِمَنِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ لَفَعَلَ یعنی گوشت سننے کی قوت بڑھاتا ہے[1] اور یہ دنیا و آخرت میں کھانوں کا سردار ہے[2] اور اگر میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتا کہ وہ مجھے ہر روز گوشت کھلائے تو وہ ضرور ایسا کرتا۔[3]

کدو شریف کے فضائل:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم گوشت اور کدو شریف سے بنایا گیا ثرید تناول فرمایا کرتے تھے[4] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو کدّو شریف محبوب و پسند تھا۔[5] چنانچہ،

﴿1﴾... تاجدارِ رسالت، ماہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ میرے بھائی یونس عَلَیْهِ السَّلَام کا درخت ہے۔[6]

﴿2﴾... ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم مجھ سے ارشاد فرمایا کرتے تھے: ”اے عائشہ! جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالو کیونکہ یہ غمگین دل کو مضبوط کرتا ہے۔“[7]

گوشت اور سنت نبوی:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم شکار کئے ہوئے پرندے کا گوشت بھی تناول فرمایا کرتے تھے[8] مگر خود شکار کے پیچھے نہ جاتے اور نہ ہی خود شکار فرماتے بلکہ یہ پسند فرماتے تھے کہ کوئی

1... فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، ۲/ ۳۰۹، الحدیث: ۶۳۷۶، عن علی موقوفًا
2... سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اللحم، ۴/ ۲۸، الحدیث: ۳۳۰۵
3... فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، حرف السین، ۴/ ۱۶۳، تحت الحدیث: ۴۷۵۷
4... سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الدباء، ۴/ ۲۷تا۲۸، الحدیث: ۳۳۰۳
5... سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الدباء، ۴/ ۲۷، الحدیث: ۳۳۰۲
6... فتح الباری لابن حجر، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ: وان یونس لمن المرسلین، ۶/ ۳۷۴، تحت الحدیث: ۳۴۱۶
7... الفوائد الشهیر بالغیلانیات لابی بکر الشافعی، باب فی أکل النبی القرع، ۲/ ۷۰۱، الحدیث: ۹۵۶
8... سنن ابی داود، کتاب الاطعمة، باب فی اکل لحم الحباری، ۳/ ۴۹۶، الحدیث: ۳۷۹۷

دوسرا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے شکار کرکے بارگاہ میں پیش کردے تو تناول فرمالیں۔[1]

گوشت کھانے کا احسن انداز:

حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب گوشت تناول فرماتے تو اس کی طرف اپنا سر اقدس نہ جھکاتے بلکہ اسے اپنے دَہَن (یعنی منہ) مبارک کی طرف اٹھاکر دانتوں سے کاٹتے[2] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روٹی اور گھی تناول فرمایا کرتے۔[3] پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بکری میں سے دستی[4] اور شانے کا گوشت[5]، ہنڈیا میں پکائی جانے والی چیزوں میں سے کدو شریف[6]، روٹی پر مل کر کھائی جانے والی چیزوں میں سے سرکہ[7] اور کھجوروں میں سے "عجوہ" پسند فرماتے تھے۔[8]

عجوہ کھجور اور پسندیدہ ترکاریاں:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عجوہ کھجور کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا: "یہ جنت میں سے ہے اور زہر اور جادو سے شِفا ہے۔"[9] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ترکاریوں

1...قال العراقی: هذا هو الظاهر من احواله. فقد قال: من تبع الصید غفل. (سنن ابی داود، کتاب الصید، باب فی اتباع الصید، ۳/ ۱۵۱، الحدیث: ۲۸۵۹) اتحاف السادة المتقین، ۸/ ۲۳۹

2...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة... الخ، الحدیث: ۱۹۴، ص ۱۲۶

3...سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الخبز الملبق بالسمن، ۴/ ۴۵، الحدیث: ۳۳۴۲

صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب من اکل حتی شبع، ۳/ ۵۲۲، الحدیث: ۵۳۸۱

4...صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله: وانا ارسلنا نوحا... الخ، ۲/ ۴۱۵، الحدیث: ۳۳۴۰

5...اخلاق النبی و آدابه لابی الشیخ الاصبهانی، ما روی فی اکله اللحم، الحدیث: ۵۹۳، ص ۱۱۸

6...سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الدباء، ۴/ ۲۷، الحدیث: ۳۳۰۲

7...اخلاق النبی و آدابه لابی الشیخ الاصبهانی، اکله الخل و الزیت، الحدیث: ۶۲۶، ص ۱۲۴

8...اخلاق النبی و آدابه لابی الشیخ الاصبهانی، ذکر اکله التمر و الرطب و محبته لهما، الحدیث: ۶۰۲، ص ۱۲۰

9...سنن الترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الکماة و العجوة، ۴/ ۱۷، الحدیث: ۲۰۷۳

صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعجوة للسحر، ۴/ ۴۱، الحدیث: ۵۷۶۸

میں کاسنی[1] (سلاد کے پتوں کے مشابہ ایک بوٹی جو اندرونی ورم میں فائدہ دیتی ہے)، ریحان[2] (پودینہ) اور خرفہ کا ساگ جسے "رِجلہ" بھی کہتے ہیں، پسند فرماتے تھے۔[3]

ناپسندیدہ اور نہ کھائے جانے والے اعضاء:

پیکرِ حکمت ونَفاست، شہنشاہ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گردے کھانا ناپسند فرماتے تھے کیونکہ ان پر سے پیشاب کا گزر ہوتا ہے[4] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بکری (اور بکرے وغیرہ حلال جانوروں) میں سے سات چیزیں نہیں کھاتے تھے: (۱)...عُضْوِ تناسُل (۲)...فَوطے (کپورے) (۳)...مثانہ (۴)...پِتّا (۵)...غُدُود (۶)...مادہ کی شرم گاہ اور (۷)...خون۔ ان اشیاء کو ناپسند فرماتے[5]۔[6] نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچا

1...المعجم الکبیر، ۳/ ۱۳۰، الحدیث: ۲۸۹۲

2...فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، ۲/ ۲۹۹، الحدیث: ۶۲۵۵

تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۲/ ۲۳۷، الحدیث: ۱۰

3...مسند الحارث، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الرجلۃ، ۲/ ۵۷۹، الحدیث: ۵۳۵

4...الجامع الصغیر للسیوطی، باب کان وھی الشمائل الشریفۃ، الحدیث: ۷۱۶۱، ص۴۳۹

5...**دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب **فیضانِ سنت، جلد اول، صفحہ 583** پر شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطار قادری** رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: **سوال:** ذَبِیحہ کے وہ کون سے اَجزاء ہیں جو نہیں کھانے چاہئے۔ **جواب:** اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے میرے **آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: حلال جانور کے سب اَجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں: ﴿1﴾...رگوں کا خون ﴿2﴾...پِتّا ﴿3﴾...پُھکنا (یعنی مثانہ) ﴿5،4﴾...عَلاماتِ مادہ و نَر ﴿6﴾...بَیضے (یعنی کپورے) ﴿7﴾...غُدود ﴿8﴾...حرام مَغز ﴿9﴾...گردن کے دو پٹّھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں ﴿10﴾...جگر (یعنی کلیجی) کا خون ﴿11﴾...تلّی کا خون ﴿12﴾...گوشت کا خون کہ بعدِ ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے ﴿13﴾...دل کا خون ﴿14﴾...پِت یعنی وہ زَرد پانی کہ پتّے میں ہوتا ہے ﴿15﴾...ناک کی رَطوبت کہ بَھیڑ میں اکثر ہوتی ہے ﴿16﴾...پاخانہ کا مقام ﴿17﴾...اوجھڑی ﴿18﴾...آنتیں ﴿19﴾...نُطفہ ﴿20﴾...وہ نُطفہ کہ خون ہوگیا ﴿21﴾...وہ کہ گوشت کا لوتھڑا ہو گیا ﴿22﴾...وہ کہ پُورا جانور بن گیا اور مُردہ نکلا یا بے ذَبح مر گیا۔

(فتاویٰ رضویہ "مخرجہ"، ۲۰/ ۲۴۰، ۲۴۱)

6...المصنف لعبد الرزاق، کتاب المناسك، باب مایکرہ من الشاۃ، ۴/ ۴۰۹، الحدیث: ۸۸۰۲

لہسن، پیاز اور گندنا (ایک بدبودار سبزی) نہیں کھاتے تھے۔[1]

کھانے کو عیب نہ لگاتے:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی۔ پسند ہوتا تو تناوُل فرماتے اور ناپسند ہوتا تو ترک فرمادیتے مگر دوسرے کے لئے اسے ناپسند نہیں فرماتے تھے۔[2]

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گوہ اور تِلّی سے اجتناب فرماتے تھے لیکن انہیں حرام قرار نہیں دیا[3]۔[4]

کھانے کا برتن اور انگلیاں چاٹنا سنت ہے:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی مبارک انگلیوں سے کھانے کا برتن چاٹتے اور ارشاد فرماتے: ''کھانے کے آخری حصے میں زیادہ برکت ہے۔''[5] نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھانے کے بعد اپنی مبارک انگلیاں چاٹتے تھے حتی کہ وہ سرخ ہو جاتیں[6] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُس وقت تک اپنی انگلیاں رومال سے صاف نہ فرماتے جب تک ایک ایک کر کے تمام انگلیوں کو چاٹ نہ لیتے اور ارشاد فرماتے: معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے؟[7]

---

1. ...صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب نھی من أکل ثوما أو بصلا... الخ، الحدیث: ۵۶۴، ص ۲۸۲
2. ...صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/ ۴۹۰، الحدیث: ۳۵۶۳
   صحیح مسلم، کتاب الصید و الذبائح، باب اباحۃ الضب، الحدیث: ۱۹۴۶، ص ۱۰۷۶
3. ...احناف کے نزدیک گوہ کا شرعی حکم اسی کتاب کے صفحہ 395 پر موجود حاشیہ میں ملاحظہ فرمایئے!
4. ...صحیح مسلم، کتاب الصید و الذبائح، باب اباحۃ الضب، الحدیث: ۱۹۴۶، ص ۱۰۷۶
   المصنف لعبد الرزاق، کتاب المناسک، باب ما یکرہ من الشاۃ، ۴/ ۴۰۹، الحدیث: ۸۸۰۴
   سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الکبد و الطحال، ۴/ ۳۲، الحدیث: ۳۳۱۴
5. ...صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع و القصعۃ... الخ، الحدیث: ۲۰۳۴، ص ۱۱۲۳
   شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم و المشارب... الخ، ۵/ ۸۱، الحدیث: ۵۸۵۴
6. ...صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع... الخ، الحدیث: ۲۰۳۴، ص ۱۱۲۳، دون قولہ: حتی تحمر
7. ...صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع... الخ، الحدیث: ۲۰۳۲، ص ۱۱۲۲

کھانے کے بعد کی دعا:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کھانا کھا کر فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَطْعَمْتَ فَاَشْبَعْتَ وَسَقَيْتَ فَاَرْوَيْتَ لَكَ الْحَمْدُ غَيْرَ مَكْفُوْرٍ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ یعنی سب تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیرا شکر ہے کہ تو نے کھانا کھلا کر سیر کر دیا اور پانی پلا کر سیراب کر دیا۔ تیرے لئے حمد ہے، ہم تیری ناشکری نہیں کرتے، نہ تیری نعمتوں کو ترک کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے بے پرواہیں۔[1]

خاص طور پر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روٹی اور گوشت تناول فرماتے تو اپنے دست مبارک کو اچھی طرح دھوتے پھر بچے ہوئے پانی کو چہرے پر ملتے۔[2]

پانی کے متعلق سنتیں اور آداب:

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پانی تین سانس میں نوش فرماتے اور اس میں تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰہ شریف پڑھتے اور اس کے آخر میں تین مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتے۔[3] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پانی چوس چوس کر نوش فرماتے اور بڑے بڑے گھونٹ نہ لیتے تھے۔[4] پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنا جوٹھا یعنی بچا ہوا پانی وغیرہ سیدھی جانب والے کو عطا فرما دیا کرتے تھے[5] اور اگر بائیں جانب والا دائیں جانب والے سے بلند مرتبہ ہوتا تو دائیں جانب والے سے فرماتے: طریقہ تو یہی ہے کہ یہ پانی تمہیں دیا جائے لیکن اگر تم چاہو تو بائیں طرف والوں کو خود پر ترجیح دے دو۔[6] بعض اوقات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من بنی سلیم، ۶/ ۳۱۰، الحدیث: ۱۸۰۹۳، دون قولہ الحمد للہ

2 ...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عبد اللہ بن عمر، ۵/ ۸۴، الحدیث: ۵۵۴۲، بتغیر

3 ...صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی نفس الاناء...الخ، الحدیث: ۲۰۲۸، ص ۱۱۲۰
المعجم الاوسط، ۱/ ۲۴۵، الحدیث: ۸۴۰

4 ...جامع معمر بن راشد الازدی ملحق مصنف عبد الرزاق، باب ثلمۃ القدح وعروتہ، ۱۰/ ۴۲، الحدیث: ۱۹۷۶۳

5 ...صحیح البخاری، کتاب الاشربۃ، باب الایمن فالایمن فی الشرب، ۳/ ۵۹۰، الحدیث: ۵۶۱۹

6 ...صحیح البخاری، کتاب الاشربۃ، باب ھل یستاذن الرجل...الخ، ۳/ ۵۹۰، الحدیث: ۵۶۲۰

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ہی سانس میں پانی نوش فرما کر فارغ ہو جاتے[1]۔ [2] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم برتن میں سانس نہ لیتے بلکہ اسے دَہَنِ اقدس (یعنی منہ مبارک) سے ہٹا کر سانس لیتے۔ [3]

عاجزی والے کو بلندی ملتی ہے:

ایک بار بارگاہِ رسالت میں ایسا برتن لایا گیا جس میں شہد اور دودھ دونوں تھے۔ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے پینے سے انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا: دو پینے کی چیزیں ایک ہی دفعہ میں اور دو سالن ایک برتن میں؟ پھر ارشاد فرمایا: میں اِسے حرام قرار نہیں دیتا مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ دنیا کی ضرورت سے زائد چیزوں پر فخر کروں اور بروزِ قیامت ان کا حساب دوں بلکہ مجھے تو عاجزی پسند ہے کیونکہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔ [4]

کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے:

شرم وحیا کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے گھر میں کنواری لڑکی سے بھی

---

❶...علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "مستحب یہی ہے کہ پانی تین سانس میں پیا جائے۔" کچھ سطروں کے بعد امام اَثْرَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کا قول نقل فرماتے ہیں کہ "پانی پینے میں سانس لینے کے حوالے سے احادیثِ مبارکہ میں بظاہر اختلاف ہے اور ان کی توجیہ یہ ہے کہ ایک، دو، تین یا اس سے زیادہ سانسوں میں پانی پینا جائز ہے اور اس مسئلہ میں روایتوں کا اختلاف آسانی فراہم کرنے پر دلالت کرتا ہے اور پینے والا اگر تین سانسوں کو اختیار کرتا ہے تو بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری، ۱۴/ ۶۲۷) پھر یہ کہ ایک سانس میں اُس وقت پانی پی سکتے ہیں جبکہ برتن میں سانس نہ لیں۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۲۴۷)۔ اور ایک روایت میں جو ممانعت آئی ہے کہ "اونٹ کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو۔" یہ اس لئے ہے کہ اونٹ پانی پیتے وقت برتن ہی میں سانس لیتا ہے۔ (فیض القدیر، ۱/ ۱۱۳) اور برتن میں سانس لینا نقصان دہ ہے۔ چنانچہ، مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 77** پر فرماتے ہیں: برتن میں سانس لینا جانوروں کا کام ہے۔ نیز سانس کبھی زہریلی ہوتی ہے اس لئے برتن سے الگ منہ کرکے سانس لو۔ گرم دودھ یا چاء (چائے) کو پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرو بلکہ کچھ ٹھہرو، قدرے ٹھنڈی ہو جائے پھر پیو۔

❷...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، صفتہ تنفسہ فی انائہ، الحدیث: ۶۶۸، ص ۱۳۱

❸...المستدرک، کتاب الاشربۃ، باب امط الاناء عن فیک ثم تنفس، ۵/ ۱۹۲، الحدیث: ۷۲۸۹

❹...المعجم الاوسط، ۳/ ۳۸۲، الحدیث: ۴۸۹۴

زیادہ حیا والے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے گھر والوں سے کھانا نہیں مانگتے تھے اور نہ ہی ان کے سامنے کھانے کی خواہش ظاہر فرماتے۔ اگر وہ خود پیش کرتے تو تناول فرمالیتے اور جو کچھ وہ دیتے قبول فرمالیتے اور جو وہ پلاتے نوش فرمالیتے[1] اور بعض اوقات خود اٹھ کر کھانے پینے کی چیزیں لے لیتے تھے۔[2]

باب نمبر6: لِباس کی سُنّتوں اور آداب کا بیان

سَبز اور سَفید لباس کا اِستِعمال:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جو لباس مُیَسَّر آتا جیسے تہبند، چادر[3]، قمیص[4]، جُبَّہ[5] وغیرہ وہی زیبِ تن فرمالیا کرتے تھے۔ سبز رنگ کے کپڑے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پسند تھے[6] اور اکثر اوقات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا لباس مبارک سفید ہوا کرتا تھا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: اپنے زندوں کو سفید لباس پہناؤ اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔[7]

روئی سے بھری ہوئی قبا:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جنگ اور جنگ کے علاوہ روئی سے بھری ہوئی قبا

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحیاء، ۴/ ۱۳۱، الحدیث: ۶۱۱۹

الشفا بتعریف حقوق المصطفی، الباب الثانی... الخ، فصل وأما ماتدعو ضرورة الحیاة إلیه... الخ، ۱/ ۸۵

2 ...سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الحمیة، ۴/ ۵، الحدیث: ۳۸۵۶

3 ...صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما یلبس المحرم... الخ، ۱/ ۵۲۰، الحدیث: ۱۵۴۵

4 ...سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمیص، ۴/ ۶۱، الحدیث: ۴۰۲۵، ۴۰۲۷

5 ...صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی الجبة الشامیة، ۱/ ۱۴۵، الحدیث: ۳۶۳

6 ...المعجم الاوسط، ۶/ ۶۹، الحدیث: ۸۰۲۷ ...... خلاصہ سیر سید البشر، الفصل الثالث والعشرون فی ذکر اثوابہ واثاثہ، ص ۹۹

7 ...سنن النسائی، کتاب الزینة، باب الامر بلبس البیض من الثیاب، الحدیث: ۵۳۳۳، ص ۸۴۳

المعجم الکبیر، ۱۲/ ۵۱، الحدیث: ۱۲۴۸۷

بھی زیب تن فرمایا کرتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک ریشمی قبا تھی[1]۔[2] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب اُسے زیب تن فرماتے تو اس کا سبز رنگ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سفید رنگت پر بہت بھلا لگتا تھا۔

تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر ہونا چاہئیں:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر ہوتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تہبند شریف اس سے بھی اوپر نصف پنڈلی تک ہوتا تھا۔[3] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قمیص مبارک کے بٹن بند ہوتے تھے اور کبھی کبھار نماز اور نماز کے علاوہ کھول بھی دیتے تھے۔[4] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس زعفران[5] سے رنگی ہوئی ایک چادر تھی[6] بعض اوقات صرف اسی میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ کبھی صرف ایک چادر زیب تن فرماتے تھے اور اس کے علاوہ جسم اقدس پر کوئی اور کپڑا نہ ہوتا تھا[7] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک موٹی چادر تھی جسے زیبِ تن کر کے ارشاد فرماتے: ”اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ اَلْبَسُ کَمَا یَلْبَسُ الْعَبْدُ یعنی میں بندہ ہوں اور بندوں جیسا لباس پہنتا ہوں۔[8]

---

1 ...یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب مرد کے لئے ریشمی کپڑے پہننے کی حرمت نہیں آئی تھی۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ۸/ ۲۵۰)

2 ...سنن النسائی، کتاب الزینۃ، باب لبس الدیباج المنسوج بالذھب، الحدیث: ۵۳۱۲، ص ۸۴۰

3 ...المستدرک، کتاب اللباس، باب کان نبی اللہ یکرہ عشرۃ خصال، ۵/ ۲۷۵، الحدیث: ۷۴۹۷

الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی صفۃ ازار رسول اللہ، الحدیث: ۱۱۳، ۱۱۴، ص ۸۴

4 ...سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب حل الازرار، ۴/ ۱۵۱، الحدیث: ۳۵۷۸

المعجم الکبیر، ۱۱/ ۱۲۳، الحدیث: ۱۱۳۳۴

5 ...امام مجد الدین ابو الحسنات مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر جزری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (مُتَوَفّٰی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں: ”وہ ایسی چادر تھی جس میں سے زعفران کا رنگ زائل ہو چکا تھا اور اب صرف اس کا اثر باقی تھا۔“ (النہایۃ فی غریب الاثر، ۵/ ۸۴) کُسُم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مرد کو منع ہے۔ (بہار شریعت، ۳/ ۴۱۵)

6 ...المعجم الاوسط، ۱/ ۲۰۰، الحدیث: ۶۷۵

7 ...المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید... الخ، فصل ھذا اماتیسر من الکلام... الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۴

8 ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، ۸/ ۱۲۶، تحت الحدیث: ۴۳۰۶

جمعہ کے لئے جداگانہ لباس:

رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس جمعہ کے لئے دو خاص کپڑے تھے جو بقیہ دنوں کے کپڑوں کے علاوہ تھے۔(1) بعض اوقات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف ایک چادر میں ملبوس ہوتے اس کے علاوہ جسم اقدس پر اور کچھ نہ ہوتا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے دونوں کنارے کاندھوں کے درمیان باندھ دیتے(2) اور بسا اوقات اسی میں لوگوں کو نماز جنازہ پڑھا دیتے۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی کبھار اپنے مکانِ عالیشان پر صرف ایک چادر شریف میں ہوتے اور اس کے دونوں کنارے کاندھوں پر مخالف سمت میں ڈال کر اسی میں نماز ادا فرماتے اور یہ وہی چادر ہوتی جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس دن اپنی زوجہ سے قربت کی ہوتی تھی۔(3) بعض اوقات حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت چادر میں اس طرح نماز ادا فرماتے کہ اس کا بعض حصہ خود اوڑھ لیتے اور بقیہ حصہ اپنی کسی زوجہ مطہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا پر ڈال دیتے اور اس طرح سے نماز پڑھتے۔(4)

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بڑھ کر حسین کوئی نہیں:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک سیاہ چادر تھی۔(5) آپ صَلَّی اللہُ

---

1 ...المعجم الاوسط، ۲/ ۳۵۲، الحدیث: ۳۵۱۶

خلاصہ سیر سید البشر، الفصل الثالث والعشرون فی ذکر اثوابہ واثاثہ، ص۲۶۷

2 ...صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرھن، الحدیث: ۱۴۷۹، ص۷۸۴

صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ بغیر رداء، ۱/ ۱۴۷، الحدیث: ۳۷۰

المدخل لابن الحاج، فصل فی صرف ھمم المرید۔۔۔الخ، فصل ھذا اماتیسر من الکلام۔۔۔الخ، الجزء الثالث، ۲/ ۱۷۴

3 ...صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی ثوب واحد وصفۃ لبسہ، الحدیث: ۵۱۷، ص۲۶۳

مسند ابی یعلی، حدیث معاویۃ بن ابی سفیان، ۶/ ۲۵۰، الحدیث: ۷۳۳۵

4 ...سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یصلی فی ثوب واحد بعضہ علی غیرہ، ۱/ ۲۵۵، الحدیث: ۶۳۱

صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی، الحدیث: ۵۱۴، ص۲۶۳

5 ...سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی السواد، ۴/ ۷۵، الحدیث: ۴۰۷۴

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ چادر کسی کو تحفہ میں دے دی تو ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا اُم سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے عرض کی: "میرے ماں باپ آپ پر قربان! اُس سیاہ چادر کا کیا ہوا؟ ارشاد فرمایا: "میں نے وہ کسی اور کو پہنا دی۔" انہوں عرض کی: میں نے اس کی سیاہی میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سفید رنگت سے بڑھ کر حسین شے کبھی نہیں دیکھی۔[1]

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: "بسا اوقات میں دیکھتا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک چادر زیب تن فرما کر ہمیں ظہر کی نماز پڑھا دیتے اور اس چادر کے دونوں کنارے بندھے ہوتے تھے۔[2]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیر استعمال بعض چیزیں

انگوٹھی مبارک:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انگوٹھی بھی پہنا کرتے تھے۔[3] بعض اوقات آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باہر تشریف لاتے تو کوئی بات یاد رکھنے کے لئے انگوٹھی شریف میں دھاگا بندھا ہوا ہوتا تھا۔[4] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس انگوٹھی سے خطوط پر مہر لگاتے[5] اور ارشاد فرماتے: "خط پر مہر لگانا تہمت سے بہتر ہے۔"

عمامہ شریف:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عمامہ شریف کے نیچے ٹوپی پہنا کرتے تھے اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ سر اقدس سے ٹوپی کو اتار کر اپنے آگے سترہ (یعنی آڑ)

---

1 ...خلاصة سير سيد البشر لمحب الدين الطبري، الفصل الثالث والعشرون في ذكر أثوابه، ص ۱۷۷

2 ...سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب لباس رسول الله، ۴/ ۱۴۰، الحديث: ۳۵۵۲، دون ذكر صلاة الظهر

3 ...صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب في خاتم الورق فصه حبشي، الحديث: ۲۰۹۴، ص ۱۱۶۰

4 ...المعجم الكبير، ۴/ ۲۸۲، الحديث: ۴۴۳۱

5 ...صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب نقش الخاتم، ۴/ ۷۰، الحديث: ۵۸۷۲

بناتے اور پھر اس کے سامنے نماز ادا فرماتے[1]۔[2] اور اگر کبھی عمامہ شریف موجود نہ ہوتا تو مقدس سر اور مبارک پیشانی پر رومال باندھ لیا کرتے تھے۔[3]

ایک عمامے کا نام سَحاب تھا:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک عمامہ شریف کا نام "سَحاب" تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ عمامہ مبارک امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو تحفہ میں دے دیا تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب کبھی وہ عمامہ شریف پہن کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تو رحمتِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے: علی تمہارے پاس "سحاب" میں آئے ہیں۔[4]

لباس پہننے کا سنت طریقہ:

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کوئی لباس زیب تن فرماتے تو اپنی سیدھی جانب سے شروع فرماتے[5] اور یہ دعا پڑھتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ یعنی

1... علامہ عبد الرءوف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کے تحت شرح میں فرماتے ہیں: "اگر سترہ کے لئے کوئی چیز مُیَسَّر نہ ہوتی تو جو چیز پاتے اسے ہی سترہ بنالیتے۔" (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الکاف، ۲/ ۲۸۴) دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب بہارِ شریعت، جلد اول، صفحہ 616 پر ہے: اگر سترہ کے لیے کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے پاس کتاب یا کپڑا موجود ہے، تو اسی کو سامنے رکھے لے۔ اسی مقام پر اس کے تحت حاشیہ میں ہے: اس سے مقصود یہ ہے کہ نمازی کا دل نہ بٹے ورنہ کتاب یا کپڑا رکھنے سے اس کے آگے سے گزرنا، جائز نہ ہوگا۔

2... شعب الایمان للبیھقی، باب فی الملابس... الخ، ۵/ ۱۷۵، الحدیث: ۶۲۵۹

اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، ذکر قلنسوتہ، الحدیث: ۳۰۵، ص ۷۰

خلاصۃ سیر سید البشر لمحب الدین الطبری، الفصل الثامن فی صفاتہ... الخ، ص ۱۰۰،

مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ھند ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵ء

3... صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء: اما بعد، ۱/ ۳۱۹، الحدیث: ۹۲۷

4... اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، ذکر عمامتہ، الحدیث: ۲۹۷، ص ۶۹

5... سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القمص، ۳/ ۲۹۷، الحدیث: ۱۷۷۲

سب تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جس سے میں اپنی شرم گاہ کو چھپاتا ہوں اور اس کے ذریعے لوگوں میں زینت اختیار کرتا ہوں۔[1] جب لباس اتارتے تو بائیں جانب سے اتارنا شروع فرماتے۔[2] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو پرانا کپڑا کسی مسکین کو دے دیتے اور ارشاد فرماتے: جو مسلمان کسی مسلمان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اپنا پرانا کپڑا پہناتا ہے تو جب تک وہ کپڑا اسے ڈھانپے رہتا ہے اس وقت تک کپڑا پہنانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ضمان، اس کی حفاظت اور اس کی بھلائی میں رہتا ہے، خواہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو۔[3]

بستر مبارک:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک چمڑے کا گدّا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اس کی لمبائی دو گز یا اس کے قریب قریب تھی اور چوڑائی ایک ہاتھ اور ایک بالشت یا اس کے قریب قریب تھی۔[4] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ایک کمبل تھا، جہاں بھی تشریف رکھتے اسے دوہرا کر کے نیچے بچھایا جاتا تھا[5] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چٹائی پر سوتے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نیچے اس چٹائی کے علاوہ اور کوئی شے نہیں ہوتی تھی۔[6]

جانوروں اور چیزوں کے نام رکھنا:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق میں سے یہ بھی تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

1. ...سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۱۰۷، ۵/ ۳۲۸، الحدیث: ۳۵۷۱
2. ...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، ذکر محبتہ للتیامن فی جمیع افعالہ، الحدیث: ۷۸۲، ص ۱۵۰
3. ...سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب رقم: ۱۰۷، ۵/ ۳۲۸، الحدیث: ۳۵۷۱، بتغیر قلیل
4. ...صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش... الخ، ۴/ ۲۳۵، الحدیث: ۶۴۵۶
   سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کیف یتوجہ عند النوم، ۴/ ۴۰۴، الحدیث: ۵۰۴۴، بدون عرضہ
5. ...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، ذکر فراش رسول اللہ، الحدیث: ۴۶۱، ص ۹۳، بتغیر
6. ...صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرھن، الحدیث: ۱۴۷۹، ص ۷۸۴

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے جانوروں، ہتھیاروں اور دیگر چیزوں کا نام رکھتے۔[1] چنانچہ،

❀... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جھنڈے کا نام **"عُقاب"** تھا۔[2] ❀... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی **تلوار شریف** جسے جنگوں میں ساتھ لے جاتے تھے، اس کا نام **"ذُوالْفِقار"** تھا[3] اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دیگر تلواروں کے نام یہ تھے: **مِخْذَم، رَسُوب اور قَضِیب۔**[4] نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تلوار کا دستہ چاندی سے آراستہ تھا[5] اور پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چمڑے کی پیٹی (یعنی پٹکا) پہنا کرتے تھے جس میں چاندی کی تین کڑیاں تھی۔[6] ❀... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مُقدّس کمان کا نام **"کَتُوم"** اور ترکش کا نام **"کافُور"** تھا۔[7] ❀... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اونٹنی کا نام **"قَصْواء"** تھا[8]، اسی کو **"عَضْباء"** بھی کہا جاتا ہے۔[9] ❀... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خچر کا نام **"دُلدُل"** تھا۔[10] ❀... آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دراز گوش (یعنی گدھے) کا نام **"یَعْفُور"** تھا[11] ❀... اور آپ

---

[1]... المعجم الکبیر، ۱۱/ ۹۱، الحدیث: ۱۱۲۰۸

[2]... مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الجھاد، باب فی الرایات السود، ۷/ ۲۱، الحدیث: ۳

[3]... سنن الترمذی، کتاب السیر، باب فی النفل، ۳/ ۲۰۱، الحدیث: ۱۵۶۷

سنن ابن ماجه، کتاب الجھاد، باب السلاح، ۳/ ۳۶۵، الحدیث: ۲۸۰۸

[4]... الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر سیوف رسول الله، ۱/ ۳۷۷ ...... تاریخ دمشق لابن عساکر، باب ذکر سلاحه... الخ، ۴/ ۲۱۵

خلاصة سیر سید البشر لمحب الدین الطبری، الفصل الثانی و العشرون فی ذکر سلاحه، ص ۲۶۰

[5]... سنن الترمذی، کتاب الجھاد، باب ماجاء فی السیوف وحلیتھا، ۳/ ۲۶۳، الحدیث: ۱۶۹۷

[6]... خلاصة سیر سید البشر لمحب الدین الطبری، الفصل الثانی و العشرون فی ذکر سلاحه، ص ۲۶۱

[7]... کتاب المغازی للواقدی، غزوة قینقاع، ۱/ ۱۷۸

خلاصة سیر سید البشر لمحب الدین الطبری، الفصل الثانی و العشرون فی ذکر سلاحه، ص ۲۵۷، ۲۵۸

[8]... صحیح البخاری، کتاب الجھاد و السیر، باب ناقة النبی، ۲/ ۲۷۳

[9]... صحیح البخاری، کتاب الجھاد و السیر، باب ناقة النبی، ۲/ ۲۷۴، الحدیث: ۲۸۷۲

[10]... المستدرك، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء و المرسلین، باب ذکر مراکبه ودرعه وسیفه، ۳/ ۵۰۸، الحدیث: ۴۲۶۴

[11]... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، ۸/ ۲۴۹، الحدیث: ۲۲۱۳۴

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس بکری کا دودھ نوش فرماتے تھے، اس کا نام "عینہ" تھا۔[1]

وضو کے بچے ہوئے پانی سے حصولِ برکت:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس مٹی کا ایک برتن تھا جس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وضو فرماتے اور پانی نوش کرتے تھے۔ لوگ اپنے سمجھدار بچوں کو رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بھیجتے تو انہیں اس بارگاہ سے دور نہیں کیا جاتا تھا۔ پس اگر وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وضو کے برتن میں پانی پاتے تو حصولِ برکت کے لئے اس میں سے پیتے اور اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے تھے۔

باب نمبر 7: حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عفوودرگزر کا بیان

سب سے زیادہ تَحَمُّل مِزاج:

محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ بُردبار وتَحَمُّل مِزاج تھے[2] اور بدلہ کی قدرت ہونے کے باوجود عَفْوودرگزر کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے[3] حتی کہ ایک مرتبہ بارگاہِ اقدس میں سونے چاندی کے ہار لائے گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیئے۔ اس وقت ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر کہا: اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)! بخدا! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے مگر میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو انصاف کرتے نہیں دیکھ رہا۔ تو

---

1 ...الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر منایح رسول اللہ من الغنم، ۱/ ۳۸۵، عینہ بدلہ قمر
خلاصۃ سیر سید البشر، الفصل الحادی والعشرون فی ذکر نعمہ، ص ۲۵۵،
مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر اباد ھند ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵ء

2 ...اخلاق النبی وآدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، ما روی فی کظمہ الغیظ وحلمہ، الحدیث: ۱۷۳، ص ۴۶
المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر اسلام حویطب بن عبد العزی، ۴/ ۶۲۵، الحدیث: ۶۱۳۸

3 ...صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، ۲/ ۴۸۹، الحدیث: ۳۵۶۰، مفھومًا
شعب الایمان للبیھقی، باب فی حب النبی، ۲/ ۱۶۴، الحدیث: ۱۴۴۷، مفھومًا

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تیری ہلاکت ہو! میرے بعد تجھ سے کون انصاف کرے گا؟ جب وہ شخص واپس جانے کے لئے پلٹا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اسے نرمی کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔[1] (یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بدلے پر قدرت کے باوجود نرمی کا برتاؤ فرمایا)

اعتراض کرنے والے کو معاف کر دیا:

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خیبر (یا حُنَیْن) کے دن حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے کپڑے میں لوگوں کے لئے چاندی جمع فرما رہے تھے تو ایک شخص نے کہا: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! عدل فرمائیے! تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تیری ہلاکت ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون کرے گا اور اگر میں عدل نہ کرتا تو تو خائب و خاسر ہو جاتا۔ اس وقت حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: کیا میں اس منافق کی گردن نہ اُڑا دوں؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ! لوگ کہیں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں۔[2]

جان کے دشمن پر احسان:

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک جنگ میں شریک تھے۔ کفار نے مسلمانوں کی طرف سے غفلت دیکھی تو ان میں سے ایک کافر تلوار لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سر مبارک پر آپہنچا اور کہنے لگا: تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ۔“ یہ سن کر اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تلوار اُٹھا کر فرمایا: ”اب تمہیں مجھ

---

1 ...اخلاق النبی وآدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، وامارُوی من عفوہ وصفحہ، الحدیث: ۷۱، ص ۲۵

2 ...صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، الحدیث: ۱۰۶۳، ص ۵۳۱

اخلاق النبی وآدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، وامارُوی من عفوہ وصفحہ، الحدیث: ۷۲، ص ۲۵

سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ بہترین پکڑ فرمانے والے ہیں[1]۔ تو حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا: نہیں، البتہ! میں آپ سے لڑائی کروں گا نہ ہی آپ کا ساتھ دوں گا اور نہ ہی آپ سے لڑنے والی قوم کا ساتھ دوں گا۔ تو پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے جانے دیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہا: میں سب سے بہتر انسان کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں۔[2]

قتل کی کوشش کرنے والی سے درگزر:

حضرت سَیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت رسولِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں کھانے کے لئے زہر آلود بکری لے کر آئی (اور پیش کر کے چلی گئی جب پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نورِ نبوت سے اس کا زہر آلود ہونا ملاحظہ کیا تو اسے بلا بھیجا)۔ جب اس عورت کو حاضر کیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے اس بارے میں استفسار فرمایا تو کہنے لگی: میرا ارادہ آپ کو قتل کرنے کا تھا۔ تو تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تجھے اس بات کی قدرت عطا نہیں فرمائے گا۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ ارشاد فرمایا: "نہیں"۔[3]

1... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد7، صفحہ 120** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی آپ مجھے اس حرکت کا بہترین بدلہ دیجئے کہ خطا میں نے کرلی ہے عطا آپ کر دو، گناہ میں نے کر لیا معافی آپ دے دیجئے۔ جس لائق میں تھا وہ میں نے کر لیا جو آپ کی شان عالی کے لائق ہے وہ آپ کرو۔ پھل والے درخت کو پتھر مارتے ہیں تو وہ ان پر پھل گراتا ہے۔

2...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، و اما روی من عفوہ وصفحہ، الحدیث: ۷۳، ص ۲۵

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/ ۲۰۰، الحدیث: ۱۵۱۹۲

3...صحیح مسلم، کتاب السلام، باب السم، الحدیث: ۲۱۹۰، ص ۱۲۰۳

صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب قبول الھدیۃ من المشرکین، ۲/ ۱۸۱، الحدیث: ۲۶۱۷

جادو کروانے والے یہودی سے درگزر:

مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جادو کر دیا تو حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر اس کی خبر دی حتی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس جادو والی شے کو نکلوا کر اس کی گرہ کھول دی تو اس سے اِفاقہ ہو گیا لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی یہودی سے اس کا ذکر نہیں فرمایا اور نہ ہی اس پر ظاہر ہونے دیا۔[1]

بدری صحابی سے در گزر:

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم بیان کرتے ہیں کہ حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مِقداد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو ایک کام سے روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جب تم "رَوضۂ خاخ" کے مقام پر پہنچو گے تو وہاں پر کجاوے میں ایک عورت ہو گی، اس کے پاس ایک خط ہے تم وہ خط اس سے لے لینا۔" فرماتے ہیں کہ ہم نے سفر شروع کیا حتی کہ "روضۂ خاخ" کے مقام پر اس عورت کو پالیا تو اس سے کہا: خط ہمارے حوالے کر دو۔ اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا: خط نکالو ورنہ ہم تمہاری تلاشی لیں گے؟ تو اس نے اپنی چٹیا میں سے خط نکال کر دے دیا۔ ہم وہ خط لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو گئے۔ خط کو دیکھا گیا تو حاطِب بن ابی بَلْتَعَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے بعض افراد کی طرف لکھا گیا تھا جس میں انہیں رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک معاملے کی خبر دی گئی تھی۔

سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بلا کر استفسار فرمایا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھ پر جلدی نہ فرمایئے! میں اپنی قوم میں مل جل کر رہنے والا شخص تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جو مہاجرین ہیں مکہ میں ان کی رشتہ داریاں

---

1 ...سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب سحرة اهل الکتاب، الحدیث: ۴۰۸۲، ص ۶۶۵

ہیں اور وہ (ان رشتہ داریوں کی وجہ سے) ان کے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہیں جبکہ میرا ان میں کوئی نسبی رشتہ نہیں، لہٰذا میں نے چاہا کہ ان اہل مکہ پر کوئی احسان رکھ دوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں اور میں نے یہ اس وجہ سے نہیں کیا ہے کہ میں کافر ہو گیا ہوں یا اسلام لانے کے بعد کفر کو پسند کرتا ہوں یا میں اپنے دین سے پھر گیا ہوں۔ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: بے شک انہوں نے تم سے سچ کہا ہے۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یقیناً اہل بدر کے حالات سے خبر دار ہے اور اُس نے بدر والوں سے فرمایا ہے: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ یعنی تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے۔[1]

اَذِیَّت پر صَبْر:

مروی ہے کہ قاسمِ نعمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کوئی چیز تقسیم فرمائی تو کسی انصاری شخص نے کہا: اس تقسیم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اس بات کا ذکر بارگاہِ رسالت میں ہوا تو رخ انور سرخ ہو گیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے بھائی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر رحم فرمائے! انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔[2]

پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے تھے: تم میں سے کوئی شخص مجھے میرے کسی صحابی کے بارے میں کوئی بات نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس اس حالت میں آؤں کہ میرا سینہ صاف ہو۔[3]

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب الجاسوس، ۲/ ۳۱۱، الحدیث: ۳۰۰۷
صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اھل بدر، الحدیث: ۲۴۹۴، ص ۱۳۵۵

2 ...صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثة... الخ، ۴/ ۱۸۵، الحدیث: ۶۲۹۱

3 ...سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی، ۵/ ۴۷۵، الحدیث: ۳۹۲۲

باب نمبر8: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ناپسندیدہ باتوں سے چشم پوشی کرنے کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جلد مبارک پتلی اور ظاہر و باطن لطیف تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ناراضی اور خوشی چہرۂ انور سے صاف معلوم ہو جاتی تھی۔[1] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب بہت زیادہ غصہ آتا تو اپنی داڑھی مبارک کو بہت زیادہ چھوتے[2] اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کسی پر نہ فرماتے۔[3]

ناپسندیدہ چیز پر چشم پوشی فرمائی:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا جس پر زرد رنگ کی کوئی شے تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے ناپسند فرمایا لیکن اس سے کچھ نہ کہا حتی کہ جب وہ چلا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی شخص سے فرمایا: اگر تم اس سے کہہ دو کہ یہ اس زرد رنگ کو چھوڑ دے تو اچھا ہو۔[4]

ایک دیہاتی پر نرمی کا واقعہ:

ایک اَعرابی (یعنی دیہات کے رہنے والے) نے حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں مسجد شریف میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اسے منع کرنا چاہا تو آپ

---

1 ...الوفا باحوال المصطفی لابن الجوزی، ابواب صفات جسدہ، الباب السابع والعشرون، الجزء الثانی، ص۱۷
اخلاق النبی وآدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، ماذکر من علامۃ رضاہ وعلامۃ سخطہ، الحدیث: ۱۴۲، ص۳۹

2 ...اخلاق النبی وآدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، وما روی فی اغضاءہ واعراضہ عما کرھہ، الحدیث: ۱۵۴، ص۴۱

3 ...الشفا بتعریف حقوق المصطفی، الباب الثانی فی تکمیل محاسنہ، فصل واما الحیاء، ۱/ ۱۱۸

4 ...سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب فی الخلوق للرجل، ۴/ ۱۰۹، الحدیث: ۴۱۸۲

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اسے نہ روکو[1]۔ جب وہ فارغ ہوچکا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: ''یہ مسجدیں ہیں۔ ان میں گندگی اور پیشاب پاخانہ کسی طرح درست نہیں۔''[2]

ایک روایت میں ہے کہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کو قریب کرو اور انہیں نفرت نہ دِلاؤ۔''[3]

تربیت کا بہترین انداز:

ایک بار کسی اعرابی نے حاضر خدمت ہو کر کچھ طلب کیا تو حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ مطلوبہ شے اسے عطا فرمادی اور اس سے ارشاد فرمایا: میں نے تم پر احسان کیا۔ اعرابی نے کہا: نہیں اور نہ ہی آپ نے کوئی اچھا کام کیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس بات سے مسلمان غضب ناک ہوگئے اور اُسے مارنے کے لئے اس کی طرف بڑھے تو حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اشارہ فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اٹھ کر اپنے دولت خانے میں تشریف لے گئے اور اَعرابی کو بلا کر مزید کوئی چیز عنایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں نے تم پر احسان کیا۔ اب اعرابی نے کہا: جی ہاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کے اہل خانہ اور خاندان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: تم نے جو کچھ پہلے کہا اس کی وجہ سے میرے صحابہ کے دلوں میں (تمہارے خلاف) کچھ نفرت پیدا ہوگئی ہے، اگر تم چاہو تو ان کے سامنے بھی وہ کہہ دو جو تم نے ابھی میرے سامنے کہا ہے تاکہ ان کے دلوں سے وہ بات دور ہوجائے۔ اس نے عرض کی: جی اچھا۔ اگلے دن صبح یا شام کو وہ اعرابی پھر حاضر ہوا تو حضور نبیِّ کریم

---

[1]... مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **مراٰۃ المناجیح، جلد1، صفحہ326** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: کیونکہ پیشاب بیچ میں روکنے سے سخت بیماری پیدا ہوجاتی ہے معلوم ہوا کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فنِ طب سے پورے واقف ہیں اور امت پر بہت رحیم و کریم، فرمایا مسجد دھل جائے گی، لیکن اگر یہ بیمار ہوگیا تو اس کو اور ہم کو سخت دشواری ہوگی۔

[2]... صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول... الخ، الحدیث: ۲۸۵، ص ۱۶۴

[3]... صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی یتخولهم بالموعظة... الخ، ۱/ ۴۲، الحدیث: ۶۹، قربوا: بدله: بشروا

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس اعرابی نے جو کہنا تھا کہا، پھر ہم نے اسے مزید عطا فرمایا تو یہ راضی ہو گیا۔ اے اعرابی! کیا معاملہ ایسا ہی ہے؟ اعرابی نے عرض کی: جی ہاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کے گھر والوں اور خاندان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ تو پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میری اور اس اعرابی کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پاس اونٹنی تھی، وہ بِدَک گئی تو لوگوں نے اس کا پیچھا کیا لیکن اس کے بھاگنے میں اور اضافہ ہو گیا تو اونٹنی کے مالک نے لوگوں کو آواز دے کر کہا "میرے اور میری اونٹنی کے درمیان سے ہٹ جاؤ کیونکہ میں اس پر زیادہ مہربان اور اسے زیادہ جاننے والا ہوں۔" چنانچہ، اونٹنی کا مالک اس کے سامنے سے اس کی طرف بڑھا اور زمین سے کچھ گھاس پھوس اٹھائی اور آہستہ آہستہ اسے اپنے پاس بلایا حتی کہ وہ اس کے پاس آگئی تو اُس نے اُسے نیچے بٹھایا اور اس پر کاٹھی رکھ کر سوار ہو گیا، لہٰذا جب اِس اَعرابی نے کچھ کہا تھا اگر میں اس وقت تمہیں نہ روکتا اور تم اسے قتل کر دیتے تو وہ جہنم میں جاتا۔ [1]

باب نمبر 9: حضور صَلَّی اللہُ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جود و سخاوت کا بیان

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام لوگوں سے بڑھ کر جواد اور سخی تھے۔ بالخصوص رمضان شریف کے مبارک مہینے میں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سخاوت تیز ہوا کی مانند ہوتی کہ کسی سے کوئی چیز نہیں روکتے تھے۔ [2]

شانِ مصطفٰے بزبانِ مرتضٰی:

خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم جب محسنِ کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صفات بیان کرتے تو فرماتے: كَانَ اَجْوَدُ النَّاسِ كَفًّا وَّاَوْسَعُ النَّاسِ صَدْرًا وَّاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَّاَوْفَاهُمْ ذِمَّةً وَّاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَّاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً مَّنْ رَّاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً اَحَبَّهُ يَقُوْلُ نَاعِتُهُ لَمْ

---

[1] ...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، ما روی فی کظمہ الغیظ وحلمہ، الحدیث: ۱۷۵، ص ۴۷

[2] ...صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب رقم: ۵، ۱/ ۹، الحدیث: ۶

آرَ قَبۡلَہٗ وَلَا بَعۡدَہٗ مِثۡلَہٗ یعنی رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہاتھ مبارک سب لوگوں سے زیادہ سخی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نورانی سینہ سب سے زیادہ کشادہ، زبان اقدس سب سے سچی، سب سے زیادہ وعدے کو پورا فرمانے والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے زیادہ معزز خاندان والے تھے۔ جو شخص آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اچانک دیکھتا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو خدمتِ اقدس میں رہتا وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دیوانہ ہو جاتا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعریف کرنے والا یہ ضرور کہتا ہے کہ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ (1)

کثیر بکریاں عطا فرمادیں:

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اسلام کے حوالے سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ضرور عطا فرماتے۔

ایک شخص نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اتنی بکریاں عطا فرمائیں جس سے دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ بھر گئی تو وہ سائل اپنی قوم کے پاس جا کر کہنے لگا: تم سب اسلام قبول کر لو، بے شک حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اتنا عطا فرماتے ہیں کہ فاقے کا خوف نہیں رہتا۔ (2)

"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا:

جود و سخا کے پیکر، دو جہاں کے تاجور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب بھی کچھ مانگا جاتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جواب میں "لا" یعنی "نہیں" نہ فرماتے تھے۔ (3)

---

1 ...سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی صفۃ النبی، ۵/ ۳۶۴، الحدیث: ۳۶۵۸

2 ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ماسئل رسول اللہ شیئاقط فقال: لا، الحدیث: ۲۳۱۲، ص ۱۲۶۵

3 ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ماسئل رسول اللہ شیئاقط فقال: لا، الحدیث: ۲۳۱۱، ص ۱۲۶۵

ایک بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دربارِ گوہر بار میں 90ہزار درہم لائے گئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ درہم ایک چٹائی پر رکھے اور پاس کھڑے ہو گئے اور تقسیم فرمانے لگے۔ کسی سائل کو خالی نہیں لوٹایا حتی کہ اس سے فارغ ہو گئے۔[1]

قرض لے کر عطا فرمایا:

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر کسی چیز کا سوال کیا تو رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''فی الوقت میرے پاس کوئی شے نہیں ہے ہاں تم میرے ذمہ پر اپنی مطلوبہ شے خرید لو جب ہمارے پاس کچھ آجائے گا ہم اس کی قیمت ادا کر دیں گے۔'' اس وقت حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اس چیز کا مکلَّف نہیں بنایا جس کی آپ کو قدرت نہیں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کو ناپسند فرمایا۔ پھر اس شخص نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ خرچ فرمایئے اور مالکِ عرش عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فقر کا خوف نہ کیجئے۔ یہ سن کر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسکرا دیئے اور خوشی و مسرت کے آثار رخِ انور پر نظر آنے لگے۔[2]

کثیر اونٹ بھی ہوتے تو تقسیم فرما دیتا:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب غزوۂ حُنین سے واپس تشریف لائے تو اعرابیوں نے آکر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مانگنا شروع کیا حتی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایک درخت کی طرف جانا پڑا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چادر مبارک اس درخت میں اٹک گئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ٹھہر گئے اور ارشاد فرمایا: مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس اس

---

1 ...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبھانی، واماما ذکر من جودہ وسخائہ، الحدیث: ۹۵، ص ۳۰، فیہ ذکر سبعین الف درھم

2 ...الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ، الحدیث: ۳۳۸، ص ۲۰۱

درخت کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں تمہارے درمیان تقسیم فرما دیتا اور تم مجھے بخیل، جھوٹا اور بزدل نہیں پاؤ گے۔[1]

باب نمبر10: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شجاعت کا بیان

صحابہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پناہ میں:

دو عالَم کے مالِک و مختار باذنِ پروردگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ دلیر و بہادر تھے۔[2] چنانچہ، خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”میں نے بدر کے دن خود کو دیکھا کہ ہم نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پناہ لے رہے تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور اس دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ بہادری کے ساتھ لڑنے والے تھے۔[3] آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب جنگ کا میدان گرم ہوتا اور ہماری دشمنوں کے ساتھ مڈ بھیڑ ہوتی تو ہم رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پناہ میں آجاتے پس کوئی بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ دشمن کے قریب نہ ہوتا۔[4]

بہادری کا معیار حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قربت میں لڑنا ہے:

منقول ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کلام بہت کم ہوتا اور گفتگو بہت تھوڑی ہوتی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب جہاد کا حکم فرماتے تو خود بھی اس کی تیاری فرماتے اور میدانِ

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الشجاعة فی الحرب والجبن، ۲/ ۲۶۰، الحدیث: ۲۸۲۱

2 ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی شجاعة النبی وتقدمه للحرب، الحدیث: ۲۳۰۷، ص ۱۲۶۲

3 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ۱/ ۱۸۲، الحدیث: ۶۵۴

اخلاق النبی وآدابه لابی الشیخ الاصبهانی، فاما ماذکر من شجاعته، الحدیث: ۱۰۶، ص ۳۳

4 ...صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب فی غزوة حنین، الحدیث: ۱۷۷۶، ص ۹۸۰

اخلاق النبی وآدابه لابی الشیخ الاصبهانی، فاما ماذکر من شجاعته، الحدیث: ۱۰۵، ص ۳۳

جہاد میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب لوگوں سے زیادہ لڑتے تھے [1] اور بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب رہتا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دشمن کے زیادہ قریب ہوتے تھے۔ [2]

لڑائی میں سب سے پہلا وار:

حضرت سیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: رسولِ بے مثال، صاحب جود و نوال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کفار کے جس لشکر سے بھی لڑتے سب سے پہلے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی وار فرماتے۔ [3] صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا بیان ہے کہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت سخت حملہ کرتے تھے۔ [4] ایک موقع پر جب مشرکین نے گھیرا تنگ کردیا تو حضور نبیِّ برحق صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے خچر سے نیچے اُتر آئے اور ارشاد فرمانے لگے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

ترجمہ: میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

﴿جس کو بارِ دوعالَم کی پرواہ نہیں ایسے بازو کی قُوت پہ لاکھوں سلام﴾

پس اس دن سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ مضبوط شخص کوئی نہیں دیکھا گیا۔ [5]

باب نمبر 11: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تواضع اور عاجزی کا بیان

دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اتنے بلند منصب پر فائز ہونے کے باوجود سب سے زیادہ تواضع اور عاجزی فرماتے تھے۔ [6] چنانچہ، حضرت سیِّدُنا ابن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں

---

1 ...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الجهاد، باب ماذکر فی فضل الجهاد والحث علیه، ۴/ ۵۹۸، الحدیث: ۲۴۳

2 ...صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب فی غزوة حنین، الحدیث: ۱۷۷۶، ص ۹۸۰

3 ...اخلاق النبی وآدابه لابی الشیخ الاصبهانی، فاما ماذکر من شجاعته، الحدیث: ۱۱۰، ص ۳۴

4 ...المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجهاد، باب ماقالوا فی الجبن والشجاعة، ۷/ ۵۷۸، الحدیث: ۶

5 ...صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من قال: خذها وانا ابن فلان، ۲/ ۳۲۲، الحدیث: ۳۰۴۲

6 ...الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، الباب الثانی... الخ، فصل واما تواضعه... الخ، ۱/ ۱۳۰

کہ میں نے رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سرخ اونٹنی پر سوار جمرہ عقبہ کی رمی کرتے (یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں مارتے) دیکھا اس وقت نہ تو لوگوں کو مارا جارہا تھا نہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دور کیا جارہا تھا اور نہ ہی ہٹو ہٹو کی آوازیں آرہی تھیں۔[1]

تواضع کی مختلف صورتیں:

❀... حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دراز گوش پر چادر کی زین رکھ کر سوار ہو جاتے ❀... سواری پر اپنے پیچھے دوسروں کو سوار فرمالیتے[2] ❀... مریض کی عیادت فرماتے ❀... جنازے میں تشریف لے جاتے ❀... غلام کی دعوت بھی قبول فرماتے[3] ❀... نعلین شریف خود ہی گانٹھ لیتے ❀... کپڑوں میں پیوند لگالیتے[4] ❀... گھر میں ازواج مطہرات کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے[5] ❀... صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس فعل کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں[6] اور ❀... آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام فرماتے۔[7]

بے مثال عاجزی وانکساری:

مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت میں ایک شخص کو لایا گیا تو وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہیبت کی وجہ

1... سنن ابن ماجه، کتاب المناسك، باب رمی الجمار راکبا، ۳/ ۴۷۸، الحدیث: ۳۰۳۵

2... صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الارتداف علی الدابة، ۴/ ۹۱، الحدیث: ۵۹۶۴

3... سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب آخر، ۲/ ۳۱۱، الحدیث: ۱۰۱۹

4... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، ۱۰/ ۸۵، الحدیث: ۲۶۱۰۷

5... صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجة اهله فاقیمت الصلاة فخرج، ۱/ ۲۴۱، الحدیث: ۶۷۶

6... اخلاق النبی و آدابه لابی الشیخ الاصبهانی، فاما ماذکر من تواضعه، الحدیث: ۱۲۶، ص ۳۶

7... صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب السلام علی الصبیان، الحدیث: ۲۱۶۸، ص ۱۱۹۴

سے کانپنے لگا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: گھبراؤ مت میں کوئی (دنیادار) بادشاہ نہیں ہوں میں تو ایک قریشی خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔ [1]

اجنبی پہچان نہ پاتا:

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے درمیان اس طرح گُھل مل کر تشریف فرما ہوتے گویا کہ انہیں میں سے ایک ہیں۔ اگر کوئی اجنبی شخص آتا تو جب تک وہ پوچھ نہ لیتا اسے پتا نہ چلتا کہ ان میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کون ہیں؟ حتی کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ عالی میں عرض کی: "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسی جگہ تشریف رکھیں جہاں اجنبی شخص بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہچان لے۔" لہٰذا انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا جس پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما ہونے لگے۔ [2]

عاجزی کا نرالا انداز:

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے آپ پر فدا کرے! آپ تکیہ لگا کر کھائیے کیونکہ اس میں آپ کے لئے آسانی ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا سر اقدس اتنا جھکایا قریب تھا کہ پیشانی مبارک زمین پر جا لگتی۔ پھر ارشاد فرمایا: "بلکہ میں ایسے کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔" [3]

پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اونچے دستر خوان اور چھوٹے چھوٹے برتنوں میں کھانا نہیں کھاتے تھے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جا ملے۔ [4]

---

1 ...سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب القديد، ۴/ ۳۱، الحديث: ۳۳۱۲

2 ...سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی القدر، ۴/ ۲۹۷، الحديث: ۴۶۹۸

3 ...اخلاق النبی و آدابه لابی الشيخ الاصبهانی، فاما ماذکر من تواضعه، الحديث: ۱۴۰، ص۳۸

4 ...صحيح البخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی و اصحابه ياکلون، ۴/ ۵۳۲، الحديث: ۵۴۱۵
اخلاق النبی و آدابه لابی الشيخ الاصبهانی، فاما ماذکر من تواضعه، الحديث: ۱۴۱، ص۳۹

جواب میں "لبیک" فرماتے:

صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان یا کوئی اور جب بھی رسولِ کریم، رَءُوۡفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پکارتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے جواب میں لَبَّیْكَ (یعنی میں حاضر ہوں) فرماتے۔[1]

صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی دلجوئی:

جب حضور سیّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں میں تشریف فرما ہوتے تو اگر وہ آخرت کے بارے میں گفتگو کرتے تو ان کے ساتھ شریک ہو جاتے اور اگر وہ کھانے پینے کے بارے میں گفتگو کرتے تب بھی ان کے ساتھ شاملِ گفتگو رہتے اور اگر وہ دنیا کے بارے میں بات چیت کرتے تو اُن پر شفقت و مہربانی کرتے ہوئے اور تواضع کے لئے ان کا ساتھ دیتے۔[2] بعض اوقات وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے اشعار پڑھتے اور دورِ جاہلیت کی باتیں کر کے ہنستے تو ان کے ہنسنے پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی مسکراتے[3] اور انہیں صرف حرام باتوں پر ہی جھڑکتے تھے۔

باب نمبر12: حضور صَلَّی اللہُ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حلیہ شریف کا بیان

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا قد مبارک:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقدس اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قد مبارک نہ تو بہت لمبا تھا اور نہ ہی بہت چھوٹا[4] بلکہ جب تنہا چلتے تو آپ صَلَّی

---

1 ...اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، فاما حسن خلقہ، الحدیث: ۲، ص ۱۱

2 ...الشمائل المحمدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ، الحدیث: ۳۲۶، ص ۱۹۵

اخلاق النبی و آدابہ لابی الشیخ الاصبہانی، فاما حسن خلقہ، الحدیث: ۴، ص ۱۲

3 ...سنن الترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی انشاد الشعر، ۴/ ۳۸۶، الحدیث: ۲۸۵۹

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح، الحدیث: ۶۷۰، ص ۳۳۶

4 ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی صفۃ النبی ۔ ۔ ۔ الخ، الحدیث: ۲۳۳۷، ص ۱۲۷۴

دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، الفصل الواحد و الثلاثون، الحدیث: ۵۲۶، ص ۳۷۸

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف درمیانے قد کی نسبت کی جاتی تھی، اس کے باوجود جب کوئی لمبے قد والا شخص آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ چلتا تو پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی بڑے قد والے نظر آتے تھے۔ بسا اوقات جب دو لمبے قد والے شخص آپ کے دائیں بائیں ہوتے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قد میں ان پر غالب ہوتے۔ جب وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جدا ہوجاتے تو انہیں لمبے قد والا کہا جاتا اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف درمیانے قد کی نسبت کی جاتی۔ حُسنِ اَخلاق کے پیکر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: "ساری بھلائی درمیانے قد میں رکھی گئی ہے۔"[1]

﴿قدِ بے سایہ کے سایہ مرحمت　　ظلِ ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام﴾

﴿طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں　　اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام﴾

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا رنگ مبارک:

پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رنگ مبارک صاف سفید تھا، نہ تو گندمی تھا اور نہ ہی بہت زیادہ سفید۔ (یہاں عربی عبارت میں مذکور) "اَزْھَر" وہ رنگ ہوتا ہے جو خالص سفید ہو نہ زردی مائل، نہ سرخی مائل اور نہ ہی اس میں کسی اور رنگ کی آمیزش ہو۔[2] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا ابو طالب نے آپ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہا:

وَ اَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ　　ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

ترجمہ: وہ سفید رنگ والے جن کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے، وہ یتیموں کے فریاد رس اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔[3]

﴿چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود　　نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام﴾

1 ...دلائل النبوة لابی نعیم الاصبهانی، الفصل الواحد و الثلاثون، الحدیث: ۵۶۶، ص ۳۷۸

2 ...دلائل النبوة لابی نعیم الاصبهانی، الفصل الواحد و الثلاثون، الحدیث: ۵۶۶، ص ۳۷۸

3 ...صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، ۱/ ۳۴۶، الحدیث: ۱۰۰۸

بعض نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صفت یوں بیان کی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جو اعضائے مبارکہ سورج اور ہوا کے سامنے کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ انور اور گردن شریف اُن کا رنگ سرخی مائل تھا اور جو اعضائے مبارکہ کپڑے کے نیچے رہتے تھے وہ سرخ رنگ کی آمیزش سے پاک خالص سفید رنگ کے تھے۔ رخ انور پر پسینہ اطہر موتیوں کی طرح خالص مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتا تھا۔

﴿شبنمِ باغِ حق یعنی رُخ کا عرق اس کی سچی بُراقت پہ لاکھوں سلام﴾

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال مبارک:

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بال مبارک انتہائی حسین اور بہت خوبصورت تھے۔ نہ تو بالکل سیدھے تھے اور نہ بہت زیادہ گھنگریالے۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان میں کنگھی فرماتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے ریت میں لہریں ہوتی ہیں۔ منقول ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بال مبارک کاندھوں کو چھوتے تھے اور اکثر روایتوں میں یہ ہے کہ وہ کانوں کی لو تک ہوتے تھے۔ بعض اوقات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے مقدس بالوں کے چار حصے کر دیتے اور ہر کان مبارک دو حصوں کے درمیان سے نکلا رہتا اور بعض اوقات اپنے بالوں کو کانوں پر کر لیتے جس سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گردن شریف چمکتی ہوئی ظاہر ہوتی۔[1] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں کل 17 بال سفید تھے، اس سے زیادہ نہ تھے۔[2]

﴿ہم سیہ کاروں پہ یارب تپشِ محشر میں سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو﴾

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا رُخِ روشن:

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرۂ انور سب سے زیادہ حسین اور منور تھا،

---

1 ...دلائل النبوۃ للبیہقی، حدیث ہند بن ابی ہالۃ، ۱/ ۳۰۰

2 ...دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ذکر شیب النبی... الخ، ۱/ ۲۳۲

جس نے بھی رُخِ انور کا وصف بیان کیا اس نے اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا اور ناراضی رخِ انور سے معلوم ہو جاتی تھی کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جلد مبارک بہت زیادہ صاف تھی۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کہا کرتے تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسے ہی ہیں جیسا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رفیق حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصف بیان کیا ہے۔ چنانچہ، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا:

اَمِیْنٌ مُّصْطَفٰی لِلْخَیْرِ یَدْعُو كَضَوْءِ الْبَدْرِ زَايَلَهُ الظَّلَام

ترجمہ: حضور نبیِّ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَمانت دار اور برگزیدہ وچنے ہوئے بندے ہیں جو خیر کی دعوت دیتے ہیں جیسے چودھویں رات کے چاند کی روشنی تاریکی کو ختم کر دیتی ہے۔[1]

﴿رخ دن ہے یا مہرِ سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں شب زلف یا مشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں﴾
﴿خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں﴾

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیشانی مبارک:

سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیشانی مبارک کشادہ اور مقدس ابرو (اَب۔رُو) لمبی، باریک اور مکمل تھیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دونوں ابروؤں کا درمیانی حصہ اس طرح چمکتا تھا گویا کہ خالص چاندی ہے۔

﴿جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام﴾

سرمگیں آنکھیں اور مقدس دانت:

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نورانی آنکھیں کشادہ اور گہری سیاہ تھیں اور

---

1 ...دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، الفصل الواحد والثلاثون، الحدیث: ۵۶۲، ص ۳۷۹
دلائل النبوۃ للبیہقی، حدیث ہند بن ابی ہالۃ، ۱/ ۳۰۱

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں میں سرخی کی آمیزش تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پلکیں گھنی تھیں اوراس وجہ سے ایک دوسرے سے ملنے کے قریب تھیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ناک مبارک پتلی، لمبی اور برابر تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیارے پیارے دانتوں میں کشادگی تھی یعنی ایک دوسرے سے جدا جدا تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب ہنستے تو دانت مبارک اس طرح چمکتے جیسے اندھیری رات میں بجلی چمکتی ہے۔

﴿جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں　　　اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام﴾

ہونٹ شریف اور رخسار اقدس:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہونٹ شریف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں سب سے زیادہ حسین اور دہن اقدس کی کشادگی سب سے زیادہ لطیف تھی۔ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رخسار مبارک نرم اور چمکدار تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرۂ نور بار نہ تو لمبا تھا اور نہ بالکل گول۔ داڑھی مبارک گھنی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی داڑھی مبارک کو بڑھاتے اور مونچھوں کو پست رکھتے تھے۔

﴿پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں　　　ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام﴾

﴿رِیش خُوش مُعتَدِل مرہمِ رِیش دِل　　　ہالۂ ماہِ نُدرَت پہ لاکھوں سلام﴾

نبیِّ مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گردن مبارک:

میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گردن مبارک سب سے زیادہ حسین تھی، نہ تو لمبی تھی نہ چھوٹی۔ گردن مبارک کا جو حصہ سورج اور ہوا کے سامنے ظاہر رہتا تھا گویا کہ وہ چاندی کی صراحی ہے جس میں سونے کی آمیزش ہے اور اس کی چمک میں چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی جھلکتی تھی۔

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا سینہ مبارک:

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سینہ مبارک کشادہ تھا۔ بعض حصے کا گوشت بعض پر چڑھا ہوا نہیں تھا بلکہ شیشے کی مانند برابر اور چاند کی طرح سفید تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سینہ مبارک کے بالائی حصہ سے ناف شریف تک باریک دھار کی طرح بالوں کا ایک خط ملا ہوا تھا اور اس کے علاوہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سینے اور پیٹ مبارک پر اور کوئی بال نہیں تھے۔

﴿رفعِ ذکرِ جلالت پہ ارفع درود ‏ ‏ ‏ ‏ شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام﴾

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا بطن مبارک:

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیٹ مبارک پر تین سلوٹیں تھیں ان میں سے ایک کو تہبند شریف چھپالیتا تھا اور دو ظاہر رہتی تھیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شانے مبارک چوڑے تھے اور ان پر کثیر بال تھے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقدس جوڑوں یعنی کاندھوں، کہنیوں اور رانوں کی ہڈیوں کے سرے گوشت سے پُر تھے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی پیٹھ مبارک اور مہر نبوت:

حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیٹھ مبارک کشادہ تھی اور دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو دائیں کاندھے سے ملی ہوئی تھی۔ اس میں زردی مائل سیاہ رنگ کا ایک نشان تھا اور اس کے ارد گرد تہہ در تہہ کچھ بال تھے جیسا کہ گھوڑے کی گردن کے گرد لمبے لمبے بال ہوتے ہیں۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے مبارک ہاتھوں کی صفات:

رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بازو اور ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔ کلائیاں لمبی، ہتھیلیوں کی پشت کشادہ اور انگلیاں لمبی تھیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی انگلیاں گویا کہ

چاندی کی شاخیں تھیں۔ مبارک ہتھیلیاں ریشم سے زیادہ نرم تھیں اور عطر فروش کی ہتھیلی کی طرح مہکتی تھیں خواہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خوشبو کو چھوا ہو یا نہ چھوا ہو۔ جو شخص بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مصافحہ کر لیتا وہ پورا دن اپنی ہتھیلی سے خوشبو پاتا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی بچے کے سر پر دستِ رحمت پھیرتے تو اس کے سر سے خوشبو آنے کی وجہ سے دیگر بچوں میں پہچان لیا جاتا تھا۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تہبند شریف کے نیچے والا جسم مبارک یعنی رانیں اور پنڈلیاں مبارک گوشت سے پر تھیں۔ تنومند ہونے کے لحاظ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مقدس جسم معتدل (یعنی درمیانہ) تھا۔ عمر کے آخری حصے میں جسم پاک کچھ وزنی ہو گیا تھا مگر اس کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا گوشت مبارک ایسا مضبوط تھا گویا کہ وہ پہلی خلقت پر ہی قائم تھا اور وزن کی زیادتی نے اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا۔

نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چلنا:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس طرح چلتے تھے گویا کہ اوپر سے نیچے کو تشریف لاتے ہوں، قدم آگے کو جھک کر رکھتے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سکون و وقار کے ساتھ چلتے۔ قدم قریب قریب رکھتے اور مُتَکَبِّرانہ چال سے نہ چلتے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ مشابہت:

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے تھے: ''اَنَا اَشْبَہُ النَّاسِ بِاٰدَمَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کَانَ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْبَہَ النَّاسِ بِیْ خَلْقًا وَّ خُلُقًا یعنی میں سب سے زیادہ حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے مشابہ ہوں اور میرے جد امجد حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام صورت و سیرت میں میرے زیادہ مشابہ تھے۔[1]

رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے 10 اسمائے مبارکہ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اِنَّ لِیْ عِنْدَ رَبِّیْ عَشَرَۃَ

---

1 ...دلائل النبوۃ للبیہقی، حدیث ہند بن ابی ھالۃ، ۱/ ۳۰۶

اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِیُ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَ اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ اَحَدٌ وَّ اَنَا الْحَاشِرُ یَحْشُرُ اللّٰہُ الْعِبَادَ عَلٰی قَدَمِیْ وَ اَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَۃِ وَ رَسُوْلُ التَّوْبَۃِ وَ رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ وَ الْمُقَفّٰی قَفَّیْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا وَّ اَنَا قُثَمٌ یعنی بے شک میرے رب عَزَّوَجَلَّ کے ہاں میرے دس نام ہیں: (۱) میں محمد ہوں (۲) میں احمد ہوں (۳) میں ماحی (یعنی مٹانے والا) ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے ذریعے کفر کو مٹاتا ہے (۴) میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (۵) میں حاشر ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے قدموں پر بندوں کا حشر فرمائے گا (یعنی سب سے پہلے میں اپنی قبر سے نکلوں گا پھر دوسرے لوگ) (۶) میں رسولُ الرَّحْمَۃ یعنی باعثِ رحمت ہوں (۷) میں رسولُ التَّوْبَہ ہوں (یعنی میری برکت سے اِس اُمت کی توبہ قبول ہوگی) (۸) میں رسولُ الْمَلَاحِم ہوں (یعنی میری امت میں جہاد بکثرت ہوگا) (۹) میں رسول مقفّٰی ہوں کہ تمام انبیا کے آخر میں آیا ہوں اور (۱۰) میں قُثَم ہوں۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابُوالْبُخْتَرِی سعید بن فَیْرُوز طائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ قُثَم سے مراد کامل اور جامع ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے)۔

باب نمبر13: حضور صَلَّی اللّٰہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جامع معجزات اور آپ صَلَّی اللّٰہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچے ہونے کی نشانیوں کا بیان

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سچا ہونے پر عقلی دلیل:

جان لیجئے کہ جو شخص بھی تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احوال کا مشاہدہ کرتا ہے یا اُن روایات کی طرف متوجہ ہوتا ہے جن میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق، افعال، احوال، عادات، طبیعت، مختلف اقسام کی مخلوق کے ساتھ حسن تدبیر، قانونِ الٰہی کے مطابق ان کے انتظام کی طرف رہنمائی، ہر طرح کے لوگوں کو مانوس کرنے اور انہیں اپنی اطاعت کی طرف لانے کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز وہ اس

---

[1] ...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسماءہ، الحدیث: ۲۳۵۴، ۲۳۵۵، ص ۱۲۸۰ تا ۱۲۸۱

الوفا باحوال المصطفی لابن الجوزی، الباب الخامس و العشرون فی ذکر اسماء نبینا محمد، الجزء الاول، ص ۸۸

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ۸/ ۳۳۵، الرقم: ۱۹۹۰: وھب بن وھب بن خیر

کے ساتھ ساتھ ان روایات کی طرف دھیان دیتا ہے جن میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مشکل سوالات کے حیرت انگیز جوابات، مخلوق کے مصالح کی انوکھی تدبیریں اور ظاہر شریعت کی تفصیل میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وہ عمدہ اشارات منقول ہیں کہ جن کی ابتدائی باریکیوں کا ادراک کرنے سے فقہا اور دانشور عمر بھر عاجز رہے تو ایسے شخص کے لئے اس بات میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ خوبیاں طاقت بشری سے حاصل نہیں ہوئی ہیں بلکہ تائید سماوی اور قوتِ الٰہیہ کی مدد کے بغیر ان کے حصول کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ کہ کسی جھوٹے اور فریبی شخص کے لئے ان تمام باتوں کا پایا جانا محال ہے۔ بلکہ رحمتِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عاداتِ شریفہ اور احوالِ مبارکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچے ہونے پر قطعی دلیلیں ہیں حتی کہ اگر کوئی خالص عربی شخص آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھتا تو وہ پکار اٹھتا: ''وَاللہِ مَا ھٰذَا وَجْہُ کَذَّابٍ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔''

مطلب یہ کہ وہ شخص صرف آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عاداتِ کریمہ کی وجہ سے ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچے ہونے کی گواہی دے دیتا تھا تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاقِ کریمہ کا مشاہدہ کیا اور سفر و حضر، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور لباس وغیرہ کے سلسلے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عمدہ احوال کو سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کیا! یہاں ہم نے حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعض اخلاقِ کریمہ اس لئے بیان کئے ہیں تاکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اخلاقی خوبیوں اور محاسن کا علم ہو جائے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچا ہونے، بلند منصب اور بارگاہِ الٰہی میں عظیم مرتبے پر تنبیہ ہو جائے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ تمام خوبیاں عطا فرمائیں جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ''اُمی'' تھے (یعنی مخلوق سے نہیں پڑھا)، نہ علم حاصل کیا، نہ کتابوں کا مطالعہ کیا، نہ ہی طلب علم کے لئے سفر فرمایا اور جاہل اعرابیوں کے درمیان دُرِّ یتیمی اور ضعیفی کی حالت میں رہے، لہٰذا اگر یہ

صریح وحی نہ ہوتی تو پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ اخلاق وآدب کی خوبیاں اور مصالحِ فقہ کی معرفت کہاں سے حاصل ہوتی ؟ دیگر علوم تو اس کے علاوہ ہیں چہ جائیکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور نبوت کے ساتھ خاص باتوں کی معرفت۔ قوتِ بشریہ میں ان کا ادراک کرنے کی طاقت کہاں ہے ؟ پھر اگر ان ظاہری امور کے علاوہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں اور کوئی خوبی نہ بھی ہوتی تو یہی کافی تھیں مگر اس کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایسی نشانیوں اور معجزات کا ظہور ہوا جس میں عقل مند شخص کے لئے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہم ان میں سے بعض معجزات کو ذکر کرتے ہیں جو مشہور احادیثِ مبارکہ سے ثابت اور مستند کتب میں مذکور ہیں اور تفصیل بیان کرنے کے بجائے اجمالی طور پر اشارۃً ذکر کریں گے۔ بہر حال اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دست مبارک پر کئی مرتبہ خلافِ عادت کام ظاہر فرمائے۔ چنانچہ،

اشارے سے چاند چیر دیا:

جب کفار قریش نے دو عالَم کے مالِک و مختار باذنِ پروردگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کوئی نشانی طلب کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مکۂ مُعَظَّمہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ [1]

﴿ اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا — گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے ﴾

تھوڑا کھانا کئی افراد کو کافی ہو جاتا:

پیارے آقا، میٹھے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ انصاری [2] اور حضرت سیِّدُنا ابو طلحہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے گھروں میں [3] اور غزوہ خندق کے روز (تھوڑے کھانے سے) کثیر افراد کو سیر کر دیا۔

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر، ۲/ ۵۷۹، الحدیث: ۳۸۶۸

2 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، ۳/ ۵۲، الحدیث: ۴۱۰۲

3 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب من اکل حتی شبع، ۳/ ۵۲۲، الحدیث: ۵۳۸۱

❀...ایک بار چار مُد جَو اور ایک بکری کے بچے سے 80 افراد کو کھانا کھلایا۔ یہاں عربی میں لفظ ''عَناق'' آیا ہے اس سے مراد بکری کا وہ بچہ ہے جو پورے ایک سال کا نہ ہو۔ (1)

❀...ایک مرتبہ جَو کی چند روٹیاں جو حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اٹھا رکھی تھیں، اُن سے 80 سے زیادہ افراد کو کھانا کھلایا۔ (2)

❀...ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی صاحب زادی اپنے ہاتھ میں تھوڑی سی کھجوریں لائیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے ایک لشکر کو سیر کیا (3) پھر بھی وہ بچ گئیں۔

انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا:

ایک موقع پر حضور نبیِّ اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہوا تو سخت پیاس میں مبتلا (15 سو افراد پر مشتمل) تمام لشکر نے اس سے پانی پیا۔

❀...ایک بار رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک چھوٹے سے برتن سے وضو فرمایا جو اتنا تنگ تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دستِ اقدس بھی اس میں نہیں پھیل سکتا تھا اور پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مقدس انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا جس سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت نے وضو کیا۔ (4)

﴿انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر — ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ﴾

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، ۳/ ۵۱، الحدیث: ۴۱۰۱
دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ماظھر فی الطعام الذی دعی الیہ ایام الخندق... الخ، ۳/ ۴۲۲ تا ۴۲۴

2 ...صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب من اکل حتی شبع، ۳/ ۵۲۲، الحدیث: ۵۳۸۱

3 ...دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ماظھر فی الطعام الذی دعی الیہ ایام الخندق من البرکۃ وآثار النبوۃ، ۳/ ۴۲۷

4 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، ۳/ ۶۹، الحدیث: ۴۱۵۲
صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲/ ۴۹۳، الحدیث: ۳۵۷۴

خالی کنویں کا پانی سے بھر جانا:

مروی ہے کہ محبوب ربِّ داور، شفیع روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی تبوک کے خشک چشمے میں ڈال دیا[1] اور دوسری بار حدیبیہ کے کنویں میں ڈال دیا تو ان دونوں سے ایسے پانی نکلا[2] کہ پورے لشکر نے تبوک کے چشمے سے پانی پیا حتی کہ سیراب ہو گئے جبکہ وہ لشکر ہزاروں افراد پر مشتمل تھا[3] اور حدیبیہ کے کنویں سے ایک ہزار پانچ سو افراد نے پانی پیا حالانکہ پہلے اس میں بالکل بھی پانی نہیں تھا۔[4]

تھوڑی کھجوریں 400 افراد کو کافی ہو گئیں:

ایک بار سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حکم دیا کہ "400 کے لشکر کو کھجوروں سے زادِ راہ دے دو۔" جبکہ وہ کھجوریں مقدار میں اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھیں۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے تمام لشکر کو اس ڈھیر میں سے زادِ راہ عطا کیا پھر بھی وہ اتنی ہی بچ گئیں۔[5]

کفار اندھے ہو گئے:

محسنِ کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک لشکر کی طرف ایک مٹھی مٹی پھینکی تو ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔[6] اس واقعے کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

1... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی، الحدیث: ۱۰(۷۰۶)، ص ۱۲۵۱

2... صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ ذی قرد وغیرھا، الحدیث: ۱۸۰۷، ص ۱۰۰۰

3... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی، الحدیث: ۱۰(۷۰۶)، ص ۱۲۵۱

4... دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ماظھر فی البئر التی دعا فیھا رسول اللہ و... الخ، ۴/ ۱۱۲، فیہ ذکر اربع عشرۃ مائۃ

5... المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن مقرن، ۹/ ۱۹۱، الحدیث: ۲۳۸۰۷

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث دکین بن سعید الخثعمی، ۶/ ۱۸۲، الحدیث: ۱۷۵۸۸

6... صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ حنین، الحدیث: ۱۷۷۷، ص ۹۸۰

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (پ۹، الانفال:۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

کہانت باطل ہو گئی:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرما کر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کہانت کو باطل کر دیا۔ پس وہ معدوم ہو گئی حالانکہ اس سے پہلے وہ ظاہر اور موجود تھی۔[1]

کھجور کے تنے کا عشقِ رسول:

جب حضور سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے منبر شریف تیار کیا گیا (اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس پر خطبہ ارشاد فرمانے لگے) تو کھجور کا وہ تنا جس سے ٹیک لگا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، رونے لگا حتی کہ وہاں موجود تمام صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس سے اونٹ کے بلبلانے کی طرح آواز سنی۔ پس رحمتِ کونین، دکھی دلوں کے چین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ پر سکون ہو گیا۔[2]

تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہودیوں کو موت کی تمنا کرنے کا فرمایا اور ساتھ ہی انہیں اس بات کی خبر بھی دے دی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ، ایسا ہی ہوا اور وہ موت کی تمنا کرنے سے عاجز ہو گئے۔[3]

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الکھانة، ۴/ ۳۷، الحدیث: ۵۷۶۲

2 ...صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ۲/ ۴۹۷، الحدیث: ۳۵۸۵

سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب رقم: ۶، ۵/ ۳۵۹، الحدیث: ۳۶۴۷

3 ...دلائل النبوة للبیھقی، باب ما جاء فی قول اللہ: قل ان کانت لکم الدار الآخرة عند اللہ خالصة...الخ، ۶/ ۲۷۴

یہ معجزہ سورۂ جمعہ میں مذکور ہے جسے اس معجزہ کی تعظیم کی خاطر جمعہ کے دن مشرق و مغرب کی تمام جامع مساجد میں بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم غیب کا بیان

دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیب کی بہت سے خبریں دی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

مستقبل کی خبریں:

❀...خلیفۂ سوم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خبر دی کہ انہیں ایسی سرکشی و بغاوت پہنچے گی جس کے بعد جنت ہے۔[1] ❀...حضرت سیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو خبر دی کہ انہیں باغی گروہ شہید کرے گا۔[2] ❀...حضرت سیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق خبر دی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرمائے گا۔[3] ❀...ایک شخص جہاد کر رہا تھا، اس کے بارے میں خبر دی کہ "یہ جہنمی ہے۔" تو ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ، (زخموں کی تاب نہ لا کر) اس شخص نے خودکشی کر لی۔[4]

یہ وہ باتیں ہیں جو ایسے کسی ذریعے سے حاصل نہیں ہوتیں جس سے شے کی معرفت پہلے ہی ہو جاتی ہے جیسے علمِ نجوم، کشف، رَمل اور فال وغیرہ بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ امور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بتانے اور وحی کے ذریعے معلوم ہوئے۔

سونے کے کنگن:

❀...حضرت سیِّدُنا سُراقہ بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (قبولِ اسلام سے قبل ہجرت کے موقع پر) رحمتِ عالَم،

1...صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی... الخ، ۲/ ۵۳۲، الحدیث: ۳۶۷۴

2...صحیح البخاری، کتاب الجہاد و السیر، باب مسح الغبار عن الناس فی السبیل، ۲/ ۲۵۷، الحدیث: ۲۸۱۲

3...صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب قول النبی للحسن بن علی... الخ، ۲/ ۲۱۴، الحدیث: ۲۷۰۴

4...صحیح البخاری، کتاب الجہاد و السیر، باب لایقول فلان شہید، ۲/ ۲۸۱، الحدیث: ۲۸۹۸

نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیچھا کیا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور اسے دھوئیں نے آلیا تو اس نے بارگاہِ رسالت میں فریاد کی، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا فرمائی تو اس کا گھوڑا آزاد ہو گیا۔[1] آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو خبر دی تھی کہ ”عنقریب (خلافتِ فاروقی میں) ان کی کلائیوں میں سونے[2] کے کنگن ہوں گے۔“ چنانچہ، ایسا ہی ہوا۔[3]

اسود عنسی کذّاب کے قتل کی خبر:

❀... جس رات اسود عنسی کذّاب کو قتل کیا گیا اسی رات نبیِّ غیب داں، مکی مدنی سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے قتل ہونے کی خبر دی حالانکہ اس وقت وہ یمن کے شہر ”صَنْعاء“ میں تھا۔ نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے قاتل کا نام بھی بتا دیا۔[4]

کفار قریش کے سروں پر خاک:

محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کفار قریش کے 100 افراد کے پاس آئے جو (شہید کرنے کے ارادے سے) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا انتظار کر رہے تھے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے سروں پر خاک ڈال دی اور وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نہ دیکھ سکے۔[5]

1... صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب ھجرۃ النبی و اصحابہ الی المدینۃ، ۲/ ۵۹۳، ۵۹۵، الحدیث: ۳۹۰۶، ۳۹۰۸

2... السنن الکبری للبیھقی، کتاب قسم الفیء و الغنیمۃ، باب الاختیار فی التعجیل... الخ، ۶/ ۵۸۱، الحدیث: ۱۳۰۳۳

دلائل النبوۃ للبیھقی، باب قول اللہ: وعد اللہ الذی آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم... الخ، ۶/ ۳۲۵

3... مرد کے لئے سونے کا زیور پہننا حرام ہے مگر حضرت سیِّدُنا سراقہ بن مالک کو اس کی اجازت خود مالک و مختار نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمائی کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شریعت میں اختیار دیا ہے کہ جس کے لئے جو چاہیں روا (یعنی جائز) کر دیں۔ وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَم

4... صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قصۃ الاسود العنسی، ۳/ ۱۳۴، الحدیث: ۴۳۷۹

الطبقات الکبری لابن سعد، ۶/ ۶۳، الرقم: ۱۷۴۲: فَیْرُوز بن الدَّیْلَمی

5... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، ۱/ ۷۸۸، الحدیث: ۳۴۸۵، فیہ ذکر جماعۃ

اونٹ کا شکایت کرنا:

صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی موجودگی میں ایک اونٹ نے بارگاہِ رسالت میں شکایت کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے سر جھکایا۔[1]

ایک شخص مرتد ہو کر مرے گا:

❀...تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کے ایک گروہ سے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ایک شخص جہنم میں جائے گا جس کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہو گی۔" چنانچہ، ان تمام نے دین پر قائم رہتے ہوئے وفات پائی جبکہ اُن میں سے ایک شخص مرتد ہو گیا اور اسی حالت میں قتل کر دیا گیا (نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ ذٰلِكَ)۔[2]

ایک کی موت آگ میں ہو گی:

❀...حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوۡلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک موقع پر بعض صحابۂ کرام (یعنی حضرت سیِّدُنا سمرہ بن جُنۡدُب، حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ اور حضرت سیِّدُنا ابو محذورہ) رِضۡوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡن سے ارشاد فرمایا: تم میں سے آخری شخص کی وفات آگ میں ہو گی۔ پس ان میں سے آخری شخص (یعنی حضرت سیِّدُنا سمرہ بن جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ) آگ میں گرے اور شہید ہو گئے۔[3]

درخت حاضر ہو گئے:

ایک بار شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو درختوں کو بلایا تو وہ دونوں بارگاہِ

---

1 ...سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب والبھائم، ۳/ ۳۲، الحدیث: ۲۵۴۹

2 ...الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر، ۲/ ۱۲۱، الرقم: ۸۵۱: زید بن الخطاب

3 ...المعجم الکبیر، ۷/ ۱۷۷، الحدیث: ۶۷۴۸

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر، ۲/ ۲۱۴، الرقم: ۱۰۶۸: سمرۃ بن جندب

اقدس میں حاضر ہو کر اکٹھے ہو گئے[1] پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں حکم دیا تو وہ جدا جدا ہو گئے۔

قدو قامت کا معجزہ:

ویسے تو حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا قد مبارک درمیانہ تھا لیکن جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لمبے قدوالوں کے ساتھ چلتے تو ان سے بلند دکھائی دیتے۔[2]

مباہلہ کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے:

❀...دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عیسائیوں کے ایک گروہ کو مباہلے کی دعوت دی تو وہ باز رہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو بتا دیا تھا کہ ”اگر انہوں نے مباہلہ کیا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔“ پس انہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان عبرت نشان کے صحیح ہونے کا یقین تھا، لہٰذا اس معاملے سے باز رہے۔[3]

مٹ گئے آپ مٹانے والے:

مروی ہے کہ عامر بن طفیل بن مالک اور اَرْبَد بن قَیْس دونوں عرب کے مشہور گھڑ سواروں اور بہادروں میں سے تھے۔ یہ دونوں حضور نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شہید کرنے کے ارادے سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس آئے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے اور سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے خلاف دعا فرمائی تو عامر بن طفیل طاعون سے ہلاک ہو گیا اور اَرْبَد بن قیس پر بجلی گری جس کی وجہ سے وہ جل کر ہلاک ہو گیا۔[4]

1...صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب حدیث جابر الطویل وقصۃ ابی الیسر، الحدیث: ۳۰۱۲، ص ۱۶۰۵

2...صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، ۲/ ۴۸۷، الحدیث: ۳۵۴۷

دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، الفصل الواحد و الثلاثون، الحدیث: ۵۲۶، ص ۳۷۸

3...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قصۃ اھل نجران، ۳/ ۱۳۴، الحدیث: ۴۳۸۰

دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، ذکر ما روی فی قصۃ السید... فرارا من المباھلۃ، الحدیث: ۲۴۵، ص ۲۰۹

4...المعجم الکبیر، ۶/ ۱۲۵، الحدیث: ۵۷۲۴

السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، قصۃ عامر بن الطفیل و اربد بن قیس، ص ۵۳۹

ابی بن خَلَف میرے ہاتھوں مرے گا:

❀... حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خبر دی کہ "ابی ابن خلف کو میں قتل کروں گا۔" چنانچہ، غزوۂ اُحد کے دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے معمولی سی خراش لگادی تو اسی سے اس کی موت واقع ہوگئی۔[1]

بکری کے بازو نے کلام کیا:

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو زہر کھلایا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ کھانے والے تو فوت ہوگئے مگر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے بعد چار سال تک زندہ رہے اور بکری کے زہر آلود بازو نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کلام کیا۔[2]

سرداران کفار کی قتل گاہوں کی خبر:

❀... غزوۂ بدر سے ایک دن قبل غیبوں پر خبردار، مکی مدنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سرداران کفار کی قتل گاہوں کے بارے میں خبر دی اور ایک ایک کی قتل گاہ کے بارے میں بتادیا (کہ فلاں اس جگہ قتل ہوگا اور فلاں اس جگہ) تو ان میں سے کوئی بھی اس جگہ سے متجاوز نہیں ہوا۔[3]

میری امت سمندر میں جہاد کرے گی:

❀... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیب کی خبر دی کہ میری امت کے بعض گروہ سمندر میں جہاد کریں گے تو ایسا ہی ہوا۔[4]

1... کتاب المغازی للواقدی، غزوۃ احد، ۱/ ۲۵۱تا ۲۵۲

2... سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب فیمن سقی رجلا سما او اطعمہ فمات ایقادمنہ، ۴/ ۲۳۰، الحدیث: ۴۵۱۰

المعجم الکبیر، ۲/ ۳۵، الحدیث: ۱۲۰۴

3... صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ، الحدیث: ۲۸۷۳، ص۱۵۳۶

4... صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب رکوب البحر، ۲/ ۲۸۰، الحدیث: ۲۸۹۴

مشرق تا مغرب حکومت:

❀...حضور نبیِّ غیب دان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے زمین لپیٹ دی گئی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے مشرق و مغرب ملاحظہ فرمالئے اور یہ غیبی خبر ارشاد فرمائی کہ ”عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین کو میرے لئے لپیٹا گیا۔“ تو ایسا ہی ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کی حکومت مشرق کے شروع یعنی ترک شہروں سے لے کر مغرب کے آخر یعنی بحر اَنْدُلُس اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی اور جنوب و شمال میں نہیں پھیلی، پس جیسا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بتایا ویسا ہی ہوا۔[1]

خاندان میں سے پہلے کون وفات پائے گا؟

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات کی خبر دی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفاتِ ظاہری کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آلِ پاک اور ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے کون وفات پائے گا۔ چنانچہ،

❀...میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی شہزادی خاتونِ جنت حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو خبر دی کہ میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ پس ایسا ہی ہوا۔[2]

❀...حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ازواج مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کو خبر دی کہ ان میں سے جن کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں (یعنی جو صدقات و خیرات زیادہ کرتی ہیں) وہ سب سے پہلے مجھ سے ملیں گی۔ تو اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا زینب بنت جحش اسدیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہ صدقہ میں ہاتھ بہت کھلا رکھتی تھیں سب سے پہلے حضورِ انور، صاحبِ کوثر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملیں۔[3]

1...صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ھلاك ھذہ الامۃ بعضھم ببعض، الحدیث: ۲۸۸۹، ص ۱۵۴۴

2...صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲/ ۵۰۷، الحدیث: ۳۶۲۴

3...صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل زینب ام المؤمنین، الحدیث: ۲۴۵۲، ص ۱۳۳۲

خالی تھنوں سے دودھ:

محسنِ کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک ایسی بکری کے تھنوں پر دستِ مبارک پھیرا جو نہ تو حاملہ تھی اور نہ ہی اس کے تھنوں میں دودھ تھا تو اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔ یہی واقعہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے اسلام لانے کا سبب بنا۔[1] نیز حضرت سیِّدَتُنا اُمِ مَعْبَد خُزاعِیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے خیمہ میں بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔[2]

آنکھ دُرُست کر دی:

ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھ نکل کر گر پڑی تو طبیبوں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دستِ اقدس سے اسے واپس اسی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے زیادہ صحیح اور حسین ہو گئی۔[3]

آشوبِ چشم سے شفا:

غزوۂ خیبر کے دن خلیفۂ چہارم، فاتحِ خیبر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو آشوبِ چشم کی تکلیف تھی۔ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھ میں لگایا تو وہ اسی وقت ٹھیک ہو گئی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہی کو جھنڈا دے کر بھیجا۔[4]

کھانے کی تسبیح سننا:

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان رحمتِ دوجہاں، مکی مدنی سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک ہاتھ میں

---

1 ...المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/ ۱۹۰، الحدیث: ۴۴۱۲
مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۴/ ۳۶۷، الحدیث: ۵۰۷۴

2 ...المستدرک، کتاب الهجرة، حدیث ام معبد فی الهجرة۔۔۔الخ، ۳/ ۵۴۲، الحدیث: ۴۳۳۳

3 ...المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب قتادة بن النعمان الظفری۔۔۔الخ، ۴/ ۳۴۴، الحدیث: ۵۳۳۲

4 ...صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۲/ ۵۳۴، الحدیث: ۳۷۰۱
صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، ۳/ ۸۵، الحدیث: ۴۲۱۰

کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔[1]

زخمی ٹانگ ٹھیک کر دی:

ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ٹانگ زخمی ہو گئی تو طبیبوں کے طبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس پر اپنا رحمت بھرا ہاتھ پھیرا تو وہ اسی وقت ٹھیک ہو گئی۔[2]

دعائے مصطفے سے کھانا زیادہ ہو گیا:

ایک بار لشکر کا زادِ راہ کم پڑ گیا تو جو تھوڑا بہت باقی بچا تھا حضور نبیّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منگوالیا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ پھر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو حکم دیا تو انہوں نے اس میں سے لینا شروع کر دیا۔ پس لشکر میں کوئی ایسا برتن باقی نہ رہا جو کھانے سے بھرا نہ ہو۔[3]

وہ زباں جس کو سب "کُن" کی کنجی کہیں:

﴾1﴿... منقول ہے کہ حکم بن عاص بن وائل نے مذاق اڑانے کے لئے حضور نبیِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چلنے کی نقل اتاری تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کَذَالِكَ فَکُنْ یعنی ایسا ہی ہو جا۔" چنانچہ، وہ مرتے دم تک لڑ کھڑا کر ہی چلتا رہا۔[4]

﴾2﴿... حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس کے باپ نے یہ عذر پیش کرتے ہوئے انکار کر دیا کہ "اسے برص کا مرض ہے حالانکہ برص نہیں تھا۔" تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "فَلْتَکُنْ کَذَالِكَ یعنی ایسا ہی ہے تو وہ ایسے ہی ہو جائے۔" پس اس عورت کو

---

1 ...صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲/ ۴۹۵، الحدیث: ۳۵۷۹

2 ...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع عبد اللّٰہ بن ابی الحقیق، ۳/ ۳۱، الحدیث: ۴۰۳۹

3 ...صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، الحدیث: ۲۷، ص ۳۵

4 ...دلائل النبوۃ للبیھقی، باب ما جاء فی دعائہ علی من اکل بشمالہ...الخ، ۶/ ۲۴۰

برص ہو گیا اور یہ عورت شَبِیب بن بَرصاء شاعر کی والدہ تھی۔[1]

﴿وہ زبان جس کو سب کُن کی کنجی کہیں　　اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام﴾

خلاصۂ کلام:

بیان کردہ معجزات کے علاوہ بھی محسنِ کائنات، فخر موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بے شمار معجزات اور نشانیاں ہیں۔ ہم نے صرف مشہور معجزات کو بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے اور جو شخص حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ پر خلافِ عادت کاموں کے ظاہر ہونے میں شک کرے اور اس کا گمان ہو کہ ان میں سے ہر ہر واقعہ تواتر کے ساتھ منقول نہیں ہے بلکہ تواتر کے ساتھ صرف قرآن عظیم منقول ہے تو ایسا شخص اس کی طرح ہے جو خلیفۂ چہارم امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت میں شک کرتا ہو حالانکہ یہ معلوم ہے کہ اگرچہ یہ واقعات انفرادی طور پر متواتر نہیں ہیں مگر ان واقعات کے مجموعہ سے ضروری علم حاصل ہوتا ہے (اور اس بات کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ پر بے شمار معجزات ظاہر ہوئے ہیں)۔ پھر قرآن پاک کے تواتر میں تو کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے اور مخلوق میں باقی رہنے والا یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔ حضور امام الانبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا اور کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا ایسا باقی رہنے والا معجزہ نہیں ہے۔

فصحائے عرب کو چیلنج:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قرآن پاک کے ساتھ عرب کے فُصَحا و بُلَغا کو چیلنج کیا اور اس وقت جزیرۂ عرب ہزاروں فصحا و بلغا سے بھرا ہوا تھا اور فصاحت ان کا فن تھا جس کے سبب ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرتے تھے۔ پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے سامنے اعلان فرمایا کہ اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہے تو تم اس جیسی کتاب یا اس کی مثل 10 سورتیں یا اس کی مثل ایک سورت

[1]...معرفة الصحابة لابي نعيم الاصبهانی، ذکر من خطبهن ولم يعقد عليهن، ۵/ ۱۷۴، الحديث: ۷۵۱۵

ہی لے آؤ اور قرآنِ مجید کی یہ آیت ان کے سامنے پڑھی:

قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾

(پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۸۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مدد گار ہو۔

یہ انہیں عاجز کرنے کے لئے فرمایا گیا تھا لہٰذا وہ اس سے عاجز آ گئے اور انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا حتی کہ انہوں نے خود کو قتل اور اپنی عورتوں اور بچوں کو قیدی بننے کے لئے پیش کر دیا مگر قرآنِ پاک کا مقابلہ نہ کر سکے اور نہ ہی اس کے حسن اور فصاحت و بلاغت پر طعن کر سکے۔ اس کے بعد مختلف ادوار اور زمانے گزرتے رہے اور قرآن پاک مشرق و مغرب میں دنیا کے اطراف و اکناف تک پھیلتا چلا گیا۔ آج تقریباً (حضرت سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی اپنے زمانے تک کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ) 500 سال کا زمانہ گزر چکا ہے لیکن کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکا اور نہ ہی کوئی کر سکے گا۔ الغرض ایسی صورتِ حال میں جو شخص حضور نبیِّ اکرم، شفیعِ مُعظَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے احوال، اقوال، افعال، اخلاق، معجزات پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شریعت کے اب تک جاری رہنے اور اس کے دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلنے کا مشاہدہ کرے، نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ ظاہری میں اور وصالِ ظاہری کے بعد روئے زمین کے بادشاہوں کا اسلام لانا دیکھے حالانکہ بظاہر کمزوری اور دُرِّیتیمی تھی۔ اس کے باوجود وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچے ہونے میں شک کرے وہ سب سے بڑا جاہل اور غبی (بے وقوف) ہے اور وہ شخص سب سے بڑا توفیق یافتہ ہے جو محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لایا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تصدیق کی اور اس نے ہر قول و فعل میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کی۔

دعائیہ کلمات:

نَسْأَلُ اللہَ تَعَالٰی اَنْ یُّوَفِّقَنَا لِلْاِقْتِدَآءِ بِہٖ فِی الْاَخْلَاقِ وَالْاَفْعَالِ وَالْاَحْوَالِ وَالْاَقْوَالِ بِمَنِّہٖ وَسِعَۃِ جُوْدِہٖ یعنی ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے احسان اور وسیع جود و کرم سے ہمیں اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق، افعال، احوال اور اقوال میں ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے آدابِ معیشت اور اخلاقِ نبوت کا بیان مکمل ہوا

حدیثِ قدسی

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اے ابن آدم! تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر یقین رکھتا ہے پھر بھی خوش ہوتا ہے۔

- ❀... تعجب ہے اس پر جو حساب و کتاب پر یقین رکھتا ہے پھر بھی مال جمع کرنے میں مصروف ہے۔
- ❀... تعجب ہے اس پر جو قبر پر یقین رکھنے کے باوجود ہنستا ہے۔
- ❀... تعجب ہے اس پر جسے آخرت پر یقین ہے پھر بھی پر سکون ہے۔
- ❀... تعجب ہے اس پر جو دنیا (کی حقیقت کو جانتا) اور اس کے زوال پر یقین رکھتا ہے پھر بھی اس پر مطمئن ہے۔
- ❀... تعجب ہے اس پر جو گفتگو تو عالموں جیسی کرتا ہے لیکن اس کا دل جاہلوں جیسا ہے۔
- ❀... تعجب ہے اس شخص پر جو پانی کے ذریعے پاکی تو حاصل کرتا ہے مگر اس کا دل آلودہ ہے۔
- ❀... تعجب ہے اس پر جو لوگوں کے عیوب تلاش کرنے میں تو مصروف رہتا ہے لیکن اپنے عیوب سے غافل ہے۔
- ❀... تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے ہر عمل پر باخبر ہے پھر بھی اس کی نافرمانی کرتا ہے۔
- ❀... تعجب ہے اس پر جو جانتا ہے کہ اسے اکیلے مرنا، اکیلے قبر میں داخل ہونا اور اکیلے ہی حساب دینا ہے پھر بھی لوگوں سے انسیت رکھتا ہے۔

(اے ابن آدم! سن!) میں ہی معبودِ حقیقی ہوں اور محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) میرے خاص بندے اور رسول ہیں۔

(مجموعۃ رسائل الامام الغزالی، المواعظ فی الاحادیث القدسیۃ، ص ۵۶۵)

فہرست حکایات

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
حکایت: ہر گٹھلی کے عوض ایک درہم	26	حکایت: 30ہزار نفع واپس لوٹا دیا	306
حکایت: اگر تم قناعت کرتے تو...!	38	حکایت: احسان کی عظیم مثال	309
حکایت: مہمان کی فرمائش پر خوشی کا اظہار	38	حکایت: سیّدنا سری سقطی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہ اور احسان	311
حکایت: خوش طبع مہمان اور بخیل میزبان	60	حکایت: ابن مُنکَدِر عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے وسیلہ سے بارش	311
حکایت: کھانے میں اسراف نہیں	61	**حلال وحرام سے متعلق اسلافِ کرام کی اِحتیاطیں اور حِکایات واَقوال**	348
حکایت: بزرگ مہمان کی عاجزی مرحبا!	63		
حکایت: بچے کا دل خوش ہو گا	64	حکایت: شانِ صدیق اکبر	348
حکایت: کمال درجے کا تقویٰ	70	حکایت: خوفِ خدا ختم کرنے والا کھانا	352
حکایت: جو چراغ غیرُاللہ کے لئے ہو اسے بجھا دو!	71	حکایت: کھانا دِین سے ہے	352
حکایت: بچے کی شفاعت کی طلب میں نکاح	95	حکایت: عظیم الشان تقویٰ	353
حکایت: 40سال سے دل پر گناہ کا خیال نہیں گزرا	101	حکایت: شبہ کی وجہ سے چار ہزار درہم نہ لئے	366
حکایت: نکاح نگاہ اور شرم گاہ کا محافظ ہے	102	**مُتَّقِین کی حکایات**	367
حکایت: نکاح کی فضیلت	114	دیوار کی مٹی کی وُقعت	367
حکایت: تمہاری سزا فلاں کی بیٹی ہے	115	سیّدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی احتیاط	367
حکایت: نواسۂ رسول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے عورتوں کی محبت	211	سیّدنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی احتیاط	368
حکایت: نواسۂ رسول کی محبت میں کمی گوارا نہیں	212	وُرَثاء کا حق شامل ہو گیا	368
حکایت: اہل ہمدان کی نواسۂ رسول سے محبت	213	مسلمانوں کی خوشبو	368
حکایت: میرا کسی غیر عورت سے کیا تعلق	214	سیّدنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے تین اہم فتاویٰ	369
حکایت: مُتَوَکِّلہ عورت	219	گناہ کی طرف لے جانے والی چیزیں	370
حکایت: سیّدتُنا رابعہ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہَا کی شان ولایت	219	مسجدوں کی زینت	371
حکایت: تھوڑے سے نفع پر آخرت قربان نہ کرو!	281	خواہشات میں چشم پوشی کی عادت	372
حکایت: دو تجارتیں اور دو پیشے	283	چوتھا درجہ	372
حکایت: 100درہم چوری کرنے سے زیادہ سخت	284	30سال سے اپنا محاسبہ	373
حکایت: مجاہد، گھوڑا اور کھوٹا سکہ	287	سرسبز گھاس اور پانی	373
حکایت: سب سے بہتر اور سب سے بُرا	297	ظالم کا تھال	373

اُجرتِ حرام سے کھودی گئی نہروں کا پانی	374	حکایت: بے خودی کی کیفیت	1045
بے مثال احتیاطیں	374	حکایت: سیّدنا محمد بن مسروق رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی توبہ	1052
حکایت: قیامت کی سختیوں سے نجات	534	حکایت: کھانا نہ کھایا	1053
حکایت: حکومت باری تعالیٰ سے دور کرتی ہے	534	حکایت: فراستِ مومن	1054
حکایت: سب سے بڑا احمق اور سب سے بڑا جاہل	534	حکایت: سیّدنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی فراست	1054
حکایت: رحمت کی آواز	535	حکایت: سیّدنا ذوالنون مصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا وجد	1056
حکایت: خلیفۂ وقت کو نصیحت بھرے جوابات	535	حکایت: دو شعروں نے مجھ پر قیامت برپا کر دی	1078
حکایت: اصلاح کا عملی طریقہ	537	حکایت: ایک نوجوان کا حقیقی وجد	1083
حکایت: دیہاتی کی نصیحتوں بھری گفتگو	537	حکایت: عید کی نماز سے پہلے خطبہ	1126
حکایت: سیّدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو نصیحت	538	حکایت: 100 اونٹوں کا نذرانہ	1126
حکایت: چچا کا بھتیجے کو حد لگوانا	726	حکایت: سارنگی توڑ دی	1128
حکایت: کیا تم بھلائی کرو گے؟	727	حکایت: سیّدنا سفیان ثوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف	1130
حکایت: آیاتِ قرآنی پر عمل ہو تو ایسا	792	حکایت: مامونُ الرشید اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف	1131
حکایت: ایک بزرگ اور عبادت گزار شخص	823	حکایت: قصاب کی اصلاح	1183
حکایت: کیل اور دیوار کی گفتگو	893	حکایت: نرمی سے پیش آنے کا فائدہ	1185
حکایت: مہنگائی کے سبب سفر	901	حکایت: نرمی سے تنہائی میں سمجھانے کی برکت	1186
حکایت: امیر قافلہ ہو تو ایسا	915	حکایت: ولی کا رعب و دبدبہ	1187
حکایت: اللہ عَزَّوَجَلَّ امانت ضائع نہیں فرماتا	918	**اُمَرا و سلاطین کو وعظ و نصیحت کرنے سے متعلق 18 حکایات**	1213
حکایت: جانور کے ساتھ بھلائی	927		
حکایت: تقویٰ ہو تو ایسا	928	سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قریش کی ایذا پر صبر فرمانا	1213
حکایت: موت کو ہر وقت یاد رکھو	942	عُقْبہ بن ابی مُعَیط کی گستاخی	1215
حکایت: بیڑیوں میں جکڑا خوش آواز غلام	994	سیّدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا حلم	1215
حکایت: ایک پیسے کے دس کھیرے	1016	سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا ایک دن اور ایک رات	1216
حکایت: مجھے رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قول یاد آ گیا	1036	سیّدنا عطاء بن ابی رَباح عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی عبد الملک کو نصیحت	1219
حکایت: سب کچھ راہ خدا میں وقف کر دیا	1036	سیّدنا عطاء بن ابی رباح عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی ولید کو نصیحت	1220
حکایت: ایک شعر اور دو مفہوم	1040	سیّدنا ابن شُمَیْلَہ عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی عبد الملک کو نصیحت	1221
حکایت: پیاسا پانی میں کھڑا ہے لیکن سیراب نہیں ہوتا	1041	سیّدنا حسن بصری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی حجّاج کو نصیحت	1222

1239	سیّدنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام کی خلیفہ منصور کو نصیحت	1223	سیّدنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی حق گوئی
1245	دعائے خضر	1224	سیّدنا حُطَیط زَیَّات عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی جراءت و حق گوئی
1246	سیّدنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی ہارونُ الرشید کو نصیحت	1225	سیّدنا حسن بصری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی ابن ہُبَیْرَہ کو نصیحت
1252	سیّدنا بہلول رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی ہارونُ الرشید کو نصیحت	1228	سیّدنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور ابن ابی بُردہ
1253	مامون کے سامنے ایک نوجوان کی حق گوئی	1228	سیّدنا ابن ابی ذُوَیب رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی حق گوئی
1255	سیّدنا ابوالحُسَین نوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور مُعْتَضِد باللہ	1230	سیّدنا امام اوزاعی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی خلیفہ منصور کو نصیحت

❊ ... ❊ ... ❊ ... ❊ ... ❊

متروکہ عربی عبارات

﴿1﴾ ... "شکوت الی جبریل علیہ السلام ضعفی عن الوقاع فدلنی علی الھریسۃ" وھذا ان صح لا محمل لہ الا الاستعداد للاستراحۃ، ولا یمکن تعلیلہ بدفع الشھوۃ، فانہ استثارۃ للشھوۃ، ومن عدم الشھوۃ عدم الاکثر من ھذا الانس.

(احیاء العلوم، کتاب آداب نکاح، الباب الاول فی الترغیب فی النکاح والترغیب عنہ، فوائد النکاح، ۲/ ۴۰، مطبوعہ: دار صادر بیروت)

﴿2﴾ ... اذ لا عصمۃ للصحابۃ فضل عمن دونھم، والانبیاء علیھم السلام قد اختلف فی عصمتھم عن الخطایا، والقران العزیز دال علی نسبۃ ادم علیہ الی المعصیۃ، وکذا جماعۃ من الانبیاء. (احیاء العلوم، کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، الباب الثانی فی ارکان الامر بالمعروف وشروطہ، الرکن الاول المحتسب، ۲/ ۳۸۵، مطبوعہ: دار صادر بیروت)

❊ ... ❊ ... ❊ ... ❊ ... ❊

آسمانوں میں شہرت رکھنے والے بندے

فرمانِ مصطفٰے: دنیا میں بھوکے رہنے والے لوگوں کی ارواح کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قبض فرماتا ہے اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر غائب ہوں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا، موجود ہوں تو پہچانے نہیں جاتے، دنیا میں پوشیدہ ہوتے ہیں مگر آسمانوں میں ان کی شہرت ہوتی ہے، جب جاہل و بے علم شخص انہیں دیکھتا ہے تو ان کو بیمار گمان کرتا ہے جبکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خوف دامن گیر ہوتا ہے قیامت کے دن یہ لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔ (مسند فردوس الاخبار، ۱/ ۲۳۵، الحدیث: ۱۶۵۹)

تفصیلی فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
ضمنی فہرست	01
اس کتاب کو پڑھنے کی نیتیں	05
اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کا تعارف (از امیر اہلسنت دَامَ ظِلُّہ)	06
پہلے اِسے پڑھ لیجئے!	07
آداب طعام کا بیان	09
گھر والوں کو کھلانے پر اَجر	10
باب نمبر1: **تنہا کھانے کے آداب**	10
﴿1﴾... کھانے سے پہلے کے سات آداب	10
کھانے کا وضو محتاجی دور کرتا ہے	11
ٹیبل کرسی پر کھانا سُنَّت نہیں	12
سب سے پہلی بدعتیں	12
مذکورہ اشیاء کا اِستعمال	13
کھانا کھاتے وقت بیٹھنے کا سُنَّت طریقہ	13
ٹیک لگا کر کھانے پینے کا حکم	14
کھانا کھانے کی نیت	14
کھانا کتنا کھانا چاہئے؟	15
نماز اور کھانا دونوں جمع ہو جائیں تو کیا کریں؟	15
مل کر کھانے کی فضیلت پر مشتمل تین روایات	16
﴿2﴾... کھاتے وقت کے آداب	17
پانی پینے کے آداب	19
جگر کی بیماری سے حفاظت	19
پانی پینے کے بعد کی دُعا	19
دائیں ہاتھ والے کو مُقَدَّم کیا جائے	20
﴿3﴾... کھانا کھانے کے بعد کے آداب	20
رزق میں وُسعت کا نسخہ	21
حلال غذا کھانے کے بعد کی دعا	22
مشتبہ چیز کھانے کے بعد یہ پڑھے	22
کسی کے ہاں کھائے تو یہ پڑھے	22
افطار پارٹی کے بعد کی دعا	23
دودھ پینے کے بعد کی دعا	23
کھانے کے بعد کی دعا	24
کھانے کے بعد وضو کا طریقہ	24
باب نمبر2: **مل کر کھانے کے آداب**	25
مل کر کھانے کے سات آداب	25
حکایت: ہر گٹھلی کے عوض ایک درہم	26
پسندیدہ شخص	26
سیِّدُنا ابو مُعاوِیہ ضَرِیر عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی ہارونُ الرشید کو دُعا	27
ہاتھ دُھلانے والا کھڑا رہے یا بیٹھ کر ہاتھ دُھلائے؟	28
برتن سے متعلق آداب	28
باب نمبر3: **ملاقات کے لئے آنے والے اسلامی بھائیوں کو کھانا کھلانے کے آداب**	29
پہلی فصل: **کھانا پیش کرنے کی فضیلت**	29
حساب و کتاب سے مستثنیٰ لمحات	30
کھانا کھلانے کے فضائل پر مشتمل اَحادیث واَقوال	30
دوسری فصل: **کسی کے ہاں جانے کے آداب**	32
اگر صاحبِ خانہ گھر پر نہ ہو تو؟	33
اَسلاف کے واقعات	34
تیسری فصل: **کھانا پیش کرنے کے آداب**	35
تکلُّف کی تعریف	35
تکلُّف اور اَسلاف کا طرزِ عمل	36

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تکلُّف سے مُمانَعت پر اَحادیث و آثار	36	آیت میں مذکور لفظ "راغ" کی وضاحت	55
مخصوص کھانے کی فرمائش کرنا کیسا؟	37	پانچ کاموں میں جلدی کرنی چاہئے	55
حکایت: اگر تم قناعت کرتے تو...!	38	پھل پہلے کھائے جائیں یا بعد میں؟	56
حکایت: مہمان کی فرمائش پر خوشی کا اظہار	38	گوشت کو سلویٰ کہنے کی وجہ	57
نفلی حج سے افضل عمل	39	ضیافت کے لئے یہی کافی ہے	58
کسی کی جائز خواہش پوری کرنے کا اَجر و ثواب	40	مختلف اقسام کے کھانوں سے بہتر	58
باب نمبر4: **ضیافت و مہمان نوازی کے آداب**	41	دستر خوان پر ملائکہ کی حاضری	58
مہمان نوازی کی فضیلت پر مشتمل 9 روایات	41	بنی اسرائیل پر نازل ہونے والا دستر خوان	58
پہلی فصل: **دعوت دینے کے آداب**	43	مختلف اقسام کے کھانے ہوں تو کیا کیا جائے؟	58
بُرا کھانا	43	حکایت: خوش طبع مہمان اور بخیل میزبان	60
تُو تو خود ظالم ہے	44	مہمان کے سامنے کھانا کتنا رکھا جائے؟	60
دعوت قبول کرنے کا حکم	45	حکایت: کھانے میں اسراف نہیں	61
دوسری فصل: **دعوت قبول کرنے کے آداب**	45	فخر و مباہات والی دعوت قبول کرنا کیسا؟	61
نواسۂ رسول رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی عاجزی	45	مہمان کو بچا ہوا کھانا لے جانا کیسا؟	62
کس کی دعوت قبول کرنا سُنَّت ہے؟	46	پانچویں فصل: **واپسی کے آداب**	62
نَفْل روزہ توڑنے کی رُخصت	48	حکایت: بزرگ مہمان کی عاجزی مرحبا!	63
افضل نیکی	49	حکایت: بچے کا دل خوش ہو گا	64
دعوت قبول نہ کرنے کی صورتیں	49	مہمان کے لئے کتنے دن ٹھہرنا سُنَّت ہے؟	64
دعوت قبول کرنے کی اچھی اچھی نیتیں	49	گھر میں کتنے بستر ہوں؟	65
جتنی نیتیں زیادہ اتنا ثواب بھی زیادہ	51	چھٹی فصل: **متفرق طبی و شرعی آداب و مناہی**	66
اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے	51	**﴿1﴾...بازار میں کھانا پینا**	66
نیت کن کاموں میں کار آمد ہے؟	51	مذکورہ روایات میں تطبیق	66
تیسری فصل: **دعوت میں شرکت کے آداب**	52	**﴿2﴾...سیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی نصیحتیں**	67
سیِّدُنا امام احمد عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے چند اقوال	53	**﴿3﴾...ایک طبیب کی نصیحتیں**	67
ایک سوال اور اس کا جواب	54	پیشاب نہ روکو!	68
چوتھی فصل: **کھانا حاضر کرنے کے آداب**	54	**﴿4﴾...ناشتہ اور رات کا کھانا نہ چھوڑو**	68
مہمانوں کی عزت اور کھانا جلد پیش کرنے پر آیات قرآنی	55	**﴿5﴾...پرہیز**	69

عنوان	صفحہ
﴿6﴾...اہل میت کی طرف کھانا بھیجنا	69
﴿7﴾...ظالم کا کھانا کھانے سے بچنا	69
حکایت: کمال درجے کا تقویٰ	70
﴿8﴾... مہمان نوازی کے چند آداب	70
حکایت: جو چراغ غیرُاللہ کے لئے ہو اسے بجھا دو!	71
﴿9﴾...سیِّدنا امام شافعی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے چند مفید اقوال	71
بدن کو تقویت دینے اور سست کرنے والی چیزیں	72
نظر کو تیز کرنے اور کمزور کرنے والی چیزیں	72
قوتِ باہ میں اضافے کا باعث چیزیں	72
سونے کے چار مختلف طریقے	72
عقل میں اضافے اور تقویت کا باعث	73
چار کام عبادت سے ہیں	73
مجھے اس پر تعجب ہے	73
آدابِ نکاح کا بیان	74
باب نمبر1: **نکاح کی رغبت اور اس سے روکنے کا بیان**	75
نکاح افضل ہے یا گوشہ نشینی؟	75
پہلی فصل: **نکاح کی رغبت دلانا**	76
نکاح کی ترغیب پر مشتمل 4 فرامین باری تعالیٰ	76
نکاح کی ترغیب پر مشتمل 11 احادیثِ مبارکہ	77
نکاح کی ترغیب پر مشتمل 13 اقوالِ بزرگانِ دین	79
دوسری فصل: **نکاح نہ کرنا**	84
نکاح نہ کرنے سے متعلق 3 روایات	84
سیِّدنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کے چار اقوال	84
کون سا اہل وعیال اور مال نحوست ہے؟	85
فیصلۂ امام غزالی	85
تیسری فصل: **نکاح کے فوائد**	85
﴿1﴾...اولاد کا حصول	86
حصول اولاد کے لئے نکاح کرنے کی چار صورتیں	86
مذکورہ چار صورتوں کی تفصیل	86
ایک سوال اور اس کا جواب	88
اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِرادہ، محبت اور کراہت کی وضاحت	90
ایک سوال اور اس کا جواب	90
بہترین عورت کی فضیلت پر مشتمل 3 فرامین مصطفٰے	92
حصول اولاد کے لئے نکاح کرنا افضل ہے	92
ایک سوال اور اس کا جواب	93
نابالغ بچے کے شفاعت کرنے سے متعلق 6 فرامین مصطفٰے	94
حکایت: بچے کی شفاعت کی طلب میں نکاح	95
﴿2﴾... شہوت کا خاتمہ	96
پہلے اور دوسرے فائدے میں فرق	97
دنیاوی نعمتوں کا ایک فائدہ	97
ایک شہوت کے تحت دو زندگیوں کی نشو ونما	98
جو قدرت رکھتا ہو اس کے لئے نکاح کرنا ہی بہتر ہے	98
تین آیات مبارکہ کی تفاسیر	99
شیطان کا قوی ترین ہتھیار	100
حکایت: 40 سال سے دل پر گناہ کا خیال نہیں گزرا	101
حکایت: نکاح نگاہ اور شرم گاہ کا محافظ ہے	102
رزق کی طرح نکاح بھی ضروری ہے	102
حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ہم زاد مسلمان ہو گیا	103
دل کو تمام تر وساوس سے پاک کر کے عبادت کرو!	104
لونڈی سے نکاح کرنا زنا میں پڑنے سے بہتر ہے	104
لونڈی سے نکاح کرنا مشت زنی سے بہتر ہے	105
ایک سے زائد نکاح کرنے کی رخصت کیوں؟	106
200 سے زائد عورتوں سے نکاح	106

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
شبیہ مصطفٰے	106	کیا کسی عیال دار کو فلاح پاتے دیکھا؟	120
80 عورتوں سے نکاح	107	اس آفت سے بچنے والا	120
﴿3﴾...گھر کے معاملات کو چلانا	107	**﴿3﴾...ذکر الٰہی سے غفلت کا باعث**	121
دل کو راحت پہنچانے سے متعلق 5 روایات	108	خلاصۂ کلام	121
محبوب خدا کی 3 محبوب چیزیں	109	نکاح کے دو واضح فائدے اور دو آفات	122
﴿4﴾...خاندان میں اضافہ	109	فیصلۂ امام غزالی	122
نیک بیوی دین پر مددگار ہے	110	سوال جواب	124
نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں	110	حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کوئی چیز ذِکْرُ اللہ سے غافل نہ کرتی	125
دو خصائص مصطفٰے	111	سیِّدنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے نکاح نہ کرنے میں حکمت	126
﴿5﴾... مجاہدۂ نفس	111	باب نمبر2: **بوقتِ نکاح خیال رکھے جانے والے آداب کا بیان**	126
ایک دن 70 سالہ عبادت سے افضل	112		
ابدال کے اعمال	113	پہلی فصل: **نکاح کے ارکان و شرائط**	126
جہاد سے افضل عمل	113	نکاح کے مستحبات	128
کثرتِ اہل وعیال کی فضیلت پر مشتمل 5 فرامین مصطفٰے	113	ماہِ شوال میں نکاح و رخصتی	129
		دوسری فصل: **کن عورتوں سے نکاح حرام ہے**	129
حکایت: نکاح کی فضیلت	114	اُصول وفُروع کی وضاحت	131
حکایت: تمہاری سزا فلاں کی بیٹی ہے	115	تیسری فصل: **عمدہ خصائل کی حامل منکوحہ**	134
بیوی کی اَذِیَّت پر صبر کرنے کی برکتیں	115	**﴿1﴾...نیکوکاری و دینداری**	134
اجتماعی فائدے پر مشتمل عمل افضل ہے	116	دین والی کو اختیار کرو!	136
چوتھی فصل: **نکاح کی تین آفات**	117	مال اور جمال کے سبب نکاح نہ کرو!	136
﴿1﴾...حلال کے حصول سے عاجز آنا	117	دین دار عورت سے نکاح کرنے کا فائدہ	137
مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟	117	**﴿2﴾...حُسنِ اَخلاق**	137
بارگاہِ خداوندی میں اہل وعیال کا شِکوہ	117	6 قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو!	138
سیِّدنا ابن سالم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فرمان	118	وضاحت	138
﴿2﴾...عورتوں کے حقوق میں کوتاہی وغیرہ	118	اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسندیدہ لوگ	138
سیِّدنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فرمان	120	4 قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو!	139
سیِّدنا بِشر حافی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فرمان	120	وضاحت	139

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
عورتوں کی تین اچھی خصلتیں	139	ولیمے کا کھانا	153
﴿3﴾... حسن وجمال	140	دولہا کو مبارک باد دینے کا طریقہ	153
جس سے نکاح کا ارادہ ہو اسے دیکھنے کی اجازت	140	علانیہ نکاح کرنا	153
سیاہ خضاب لگانا دھوکا ہے	141	﴿2﴾... اچھا برتاؤ کرنا	155
سچائی نے ہمارا نکاح کروادیا	142	عورتوں کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو!	156
نکاح سے پہلے دیکھنے کی اجازت کیوں دی گئی؟	142	صبر ایوب و آسیہ عَلَیْہِمَاالسَّلَام کے اَجر کی مثل ثواب	156
حسن وجمال سے اعراض کرنا بھی زُہد ہے	143	عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق کیا ہے؟	157
یتیم ونادار عورت سے نکاح کرنے کا فائدہ	143	بیٹی کو بارگاہِ رسالت کے آداب سکھائے	157
عقل مندی کو ترجیح دو نہ کہ حسن وجمال کو!	143	عاشق اکبر کا عشق رسول	158
حورِ عِین کے مشابہ	144	سیّدہ عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی رضامندی وناراضی کی علامت	159
عُرُوب، حُوْر، حَوْرَآء اور عِیْنَاء	144	محبوبہ محبوب خدا	159
بہترین بیوی	145	﴿3﴾... خوش طبعی کرنا	160
﴿4﴾... مہر کی کمی	145	کامل مومن کون؟	161
10 درہم اور گھریلو سامان پر نکاح	145	گھر میں بچے اور قوم میں مرد بن کر رہو!	161
مہر میں زیادتی نہ کرو!	146	﴿4﴾... سیاست (معاملات واُمور کا اِنتظام)	162
سب سے زیادہ برکت والی عورت	147	اوندھے منہ جہنم میں	162
سسرالیوں سے تحائف کا تبادلہ	147	بیوی کا غلام ہلاک ہوا	163
﴿5﴾... کثیر الاَوْلاد عورت	148	شرحِ حدیث	163
﴿6﴾... باکرہ عورت	149	گھر کا افسر	163
باکرہ عورت کے تین فائدے	149	سیّدنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فرمان	164
﴿7﴾... خاندان مہذب ہو	150	عورت کا گدھا	164
﴿8﴾... قریبی رشتہ دار نہ ہو	150	عورتوں میں نیک عورت کی مثال	165
نکاح غلامی ہے	151	بداخلاق عورت بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہے	165
باب نمبر 3: **مرد وعورت پر لازم اُمور کا بیان**	152	ناکام ونامراد قوم	166
پہلی فصل: **آداب معاشرت اور شوہر پر بیوی کے حقوق**	152	ماہر طبیب کی نشانی	167
		﴿5﴾... غیرت میں اعتدال	167
﴿1﴾... ولیمہ	152	عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہے	168

عنوان	صفحہ
ناپسندیدہ غیرت	168
اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے زیادہ غَیُور ہے	169
سیّدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا جنتی محل	169
پسندیدہ و ناپسندیدہ غیرت و ناز	170
عورتوں کی بہتری کس میں ہے؟	171
عورتوں کی مسجد میں حاضری	172
عورت کا غیر مرد کو دیکھنا	174
﴿6﴾...نفقہ میں اعتِدال	175
گھر والوں پر خرچ کرنے میں دگنا اجر	175
گھر امن کا گہوارہ	176
مل کر کھانا باعثِ برکت و رحمت ہے	176
﴿7﴾... تعلیم و تعلم	177
شوہر بیوی کو صحیح عقائد کی تلقین کرے	177
مسائل سیکھنے کے لئے عورت کا گھر سے باہر نکلنا	178
﴿8﴾... تقسیم	178
باری کے معاملے میں بیویوں سے عدل کا حکم	179
کس میں عدل ضروری ہے اور کس میں نہیں؟	179
حضور نے آخری راتیں سیّدہ عائشہ کے پاس گزاریں	180
﴿9﴾...نافرمان عورت کو ادب سکھانا	181
بیوی نماز نہ پڑھتی ہو تو...!	182
ادب سکھانے کا احسن طریقہ	182
شوہر پر بیوی کا حق	183
تین دن سے زیادہ بیوی سے قطع تعلق کرنا	183
﴿10﴾... آداب جماع	183
جماع سے پہلے کی دعا	184
اولاد کو شیطان کے ضرر سے محفوظ رکھنے کی دعا	184
اِنزال کے وقت کی دعا	184
جماع کے وقت بالکل برہنہ نہ ہوں	185
جماع سے پہلے کے افعال	185
مرد کے عاجز ہونے کی تین علامات	185
کن راتوں میں جماع کرنا مکروہ ہے؟	186
بیوی سے جماع میں عدل	186
کس حالت میں جماع کرنا جائز نہیں؟	187
حائضہ کے بدن سے نفع اٹھانا	187
رات کے ابتدائی حصہ میں جماع کرنا مکروہ ہے	188
عزل کا بیان	189
عزل کا حکم	189
فیصلۂ امام غزالی	190
عزل نہ کرنے کا فائدہ	190
مکروہ کو خلاف اولیٰ پر محمول کرنے کی وجہ	191
عزل اِسقاطِ حمل اور زندہ در گور کرنے کی مثل نہیں	192
حیض کا خون جمنے کے لئے مرد کا نطفہ شرط ہے	192
ایک سوال اور اس کا جواب	193
عزل پر اُکسانے والی 5 نیتیں	193
سیّدہ عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کی خوارج سے نفرت	195
چند سوالات و جوابات	195
جس نے پیدا ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا	197
﴿11﴾...اولاد کی پیدائش سے متعلق 5 آداب	197
پہلا ادب: خوشی منانا	197
بہن، بیٹی کی اچھی پرورش سے متعلق 6 فرامین مصطفٰے	198
دوسرا اَدَب: نو مولود کے کان میں اذان دینا	199
اُمُّ الصِّبْیَان بیماری سے حفاظت	199
تیسرا اَدَب: اچھا نام رکھنا	200
اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پیارے نام	200

عنوان	صفحہ
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نام اور کنیت جمع کرنے کا حکم	201
ابو عیسیٰ کہنا کیسا؟	201
کچے بچے کا بھی نام رکھا جائے	202
بروزِ قیامت باپ کے نام سے پکارا جائے گا	202
ناپسندیدہ نام ہو تو...!	202
چوتھا اَدَب: عقیقہ کرنا	203
بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو!	204
پانچواں اَدَب: گھٹی دینا	204
﴿12﴾...طلاق کے ذریعے جدائی	205
والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا	206
اگر عورت سسرال والوں کو برا بھلا کہتی ہو تو...!	207
عورت کس صورت میں خلع لے سکتی ہے؟	208
خوشبوئے جنت سے محروم عورت	208
طلاق میں پیش نظر رکھے جانے والے اُمور	209
تین طلاقیں اکٹھی دینے کا نقصان	210
حکایت: نواسۂ رسول رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ سے عورتوں کی محبت	211
حکایت: نواسۂ رسول کی محبت میں کمی گوارا نہیں	212
حکایت: اہل ہمدان کی نواسۂ رسول سے محبت	213
حکایت: میرا کسی غیر عورت سے کیا تعلق	214
دوسری فصل: **بیوی پر شوہر کے حقوق**	214
شوہر کی اطاعت سے متعلق 12 فرامین مصطفےٰ	215
بیوی کے ذمہ دو اہم امور	218
جہنم کی آگ برداشت نہیں	219
حکایت: مُتَوَکِّلَہ عورت	219
حکایت: سیِّدَتُنا رابعہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہَا کی شان ولایت	219
بیوی شوہر کے مال کی محافظ ہو	220
دلہن کے لئے حکمت بھرے مَدَنی پھول	220
نصیحتوں بھرے اشعار	221
عورت کے آداب کے متعلق جامع مضمون	221
جنت میں پہلے جانے والی خوش نصیب عورت	222
عورت اپنے حسن وجمال پر فخر نہ کرے	223
خوبصورت وعقل مند صابرہ، شاکرہ عورت	223
سرخ قمیص اور ہاتھ میں تسبیح	224
سوگ کا بیان	225
کسی کے مرنے پر کتنے دن سوگ کیا جائے؟	225
سیِّدَتُنا اسماء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی گھریلو زندگی	225
کسب ومعاش کے آداب کا بیان	227
حصولِ رزق میں لوگوں کی اقسام	227
کسب کی اقسام اور تجارت وکاریگری کے آداب	228
باب نمبر1: **کسب کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان**	228
کسب کی فضیلت پر مشتمل 5 فرامین باری تعالیٰ	228
کسب کی فضیلت پر مشتمل 13 فرامین مصطفےٰ	229
کسب کی فضیلت پر مشتمل 15 اقوال بزرگان دین	232
ایک سوال اور اس کا جواب	235
کسب ترک کرنا کس کے حق میں افضل ہے؟	237
تارکین کسب کی کفالت کہاں سے ہو؟	237
چار لوگوں کی دو حالتیں	238
باب نمبر2: **خرید وفروخت، سود، بیع سلم، اجارہ، مضاربت، شرکت کے اعتبار سے کام کاج کرنے کے علم اور کاسب کے لئے مدارک کی حیثیت رکھنے والے ان تَصَرُّفات کی درستی کے لئے شریعت کی مُقَرَّر کردہ شرائط کا بیان**	240

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ایک سوال اور اس کا جواب	240	بیع تعاطی اور لوگوں کی عادات	252
عقود یعنی معاملات کی چھ اقسام	241	بیع تعاطی اور تین احتمالات	253
پہلا عقد: **خرید و فروخت**	241	پہلا احتمال	253
بیع کے ارکان	241	دوسرا احتمال	254
پہلا رکن	241	تیسرا احتمال	254
بچہ و مجنون کا خرید و فروخت کرنا	241	تیسرے احتمال پر وارد اشکالات کا جواب	255
عاقل غلام کا خرید و فروخت کرنا	242	بیع تعاطی میں ملکیت منتقل ہونے کا سبب	255
نابینا کا خرید و فروخت کرنا	242	بیع تعاطی اور متقی شخص	256
کافر کے ساتھ خرید و فروخت	243	ایک سوال اور اس کا جواب	256
حرام مال والے کے ساتھ خرید و فروخت	243	کھانے میں بیع تعاطی	257
دوسرا رکن	243	دوسرا عقد: **سود**	259
مَعْقُوْد عَلَیْہ کی چھ شرائط	244	تین اشیاء میں زیادتی سے احتراز	260
پہلی شرط	244	اگر دراہم میں تانبے کی ملاوٹ ہو تو...!	261
دوسری شرط	245	سونا چاندی ملا کر بنائے گئے زیورات	261
خوبصورت پرندوں کی خرید و فروخت	246	غلے کے بیوپاری کے لئے حکم	262
آلاتِ موسیقی اور تصویر والی اشیاء کی خرید و فروخت	246	قصاب، نانبائی، تیلی اور گوالے کے لئے احکام	262
تیسری شرط	247	اشیاء کو اپنی اصل کے عوض فروخت کرنا	263
غیر مالک سے کچھ خریدنا	247	تیسرا عقد: **بیع سلم اور اس کی 10 شرائط**	264
چوتھی شرط	247	چوتھا عقد: **اجارہ**	267
پانچویں شرط	248	عقدِ اجارہ کے دو رُکن	267
مبیع کی مقدار کا علم ہونا ضروری ہے	249	پہلا رکن: اُجرت	267
مبیع میں وصف کا اعتبار	249	اجارہ کی باطل صورتیں	267
چھٹی شرط	250	دُکّان یا مکان کا اجارہ	268
مبیع پر قبضے کی صورت	251	دوسرا رکن: نفع	268
تیسرا رکن	251	پانچ امور کی رعایت	268
بیع میں شرط کا حکم	252	﴿1﴾... نفع متقوم ہو	268
بیع تعاطی کی تفصیل	252	باتوں کی کمائی	269

عنوان	صفحہ
﴿2﴾...عین مقصود شے نہ لی جائے	269
﴿3﴾...عمل قابل سپردگی ہو	270
﴿4﴾...عمل واجب ہو نہ اس میں نیابت ہو	270
مسئلہ سکھانے کی اجرت جائز ہے	271
﴿5﴾...عمل و نفع معلوم ہو	271
پانچواں عقد: **مضاربت**	271
مُضارَبَت کے اَرکان	271
﴿1﴾...رَأْسُ الْمال	271
﴿2﴾...نفع	272
﴿3﴾...عمل	272
مضاربت کی ناجائز صورتیں	272
عقدِ مضاربت کا فسخ	273
چھٹا عقد: **شِرکت**	275
﴿1﴾...شرکتِ مُفاوَضہ	275
﴿2﴾...شرکتِ ابدان	276
﴿3﴾...شرکتِ وُجُوہ	276
﴿4﴾...شرکتِ عِنان	276
شرکتِ عنان کا حکم	277
اتنی مقدار سیکھنا واجب ہے	277
حاجت کی بنا پر جواز کا حکم	278
باب نمبر3: **معاملات میں عدل اور ظلم سے اجتناب**	278
معاملات میں ظلم کی اقسام	279
﴿1﴾...عام نقصان والا ظلم	279
ذخیرہ اندوزی کی مذمت پر مشتمل 7 احادیث و آثار	279
حکایت: تھوڑے سے نفع پر آخرت قربان نہ کرو!	281
اِحتکار کہاں منع اور کہاں جائز؟	281

عنوان	صفحہ
(1)...جنس	281
(۲)...وقت	282
جائز یا ناجائز کا مدار ضرر پر ہے	282
نامناسب تجارت	283
حکایت: دو تجارتیں اور دو پیشے	283
نقدی میں کھوٹے سکوں کو رواج دینا	283
برا طریقہ ایجاد کرنے کا وبال	284
حکایت: 100 درہم چوری کرنے سے زیادہ سخت	284
کھوٹا سکہ اور پانچ اہم باتیں	285
(1)...جعلی سکہ ملے تو کیا کریں؟	285
(2)...تاجر پر سکے پرکھنے کا علم واجب ہے	285
(3)...لوگ کھوٹہ سکہ کیوں لیتے ہیں؟	286
(4)...اچھی نیت سے کھوٹا سکہ لینا	286
(5)...کھوٹا سکہ کسے کہتے ہیں؟	286
سچا تاجر عبادت گزار سے افضل ہے	287
حکایت: مجاہد، گھوڑا اور کھوٹا سکہ	287
﴿2﴾...خاص نقصان والا ظلم	288
قاعدہ کلیہ	288
خاص ظلم کی تفصیل	289
(1)...سامان کی جھوٹی تعریف	289
سامان کی کیسی تعریف کر سکتے ہیں؟	289
خرید و فروخت میں جھوٹی قَسَم	290
جھوٹی قسم کی مذمت پر مشتمل 3 فرامین مصطفےٰ	290
(2)...تمام عُیُوب بیان کر دیئے جائیں	291
دھوکا دینا حرام ہے	292
مسلمان کی خیر خواہی واجب ہے	292
100 درہم کم کروا دیئے	293

عنوان	صفحہ
خیر خواہیٔ مسلم سے مراد	294
گوشہ نشینی اختیار کرنے کی وجہ	294
دو باتوں کا پختہ یقین	294
(۱)... عیب دار شے کو بیچنا رزق نہیں بڑھاتا	294
دودھ میں ملاوٹ کی تباہ کاری	294
تنبیہ	295
(۲)... آخرت کا نفع دنیوی نفع سے بہتر ہے	296
کلمہ میں اخلاص کیا ہے؟	296
اُخروی تجارت میں رَأسُ المال	297
حکایت: سب سے بہتر اور سب سے بُرا	297
ہر سودے اور پیشے میں دھوکا حرام ہے	297
ایک موچی کا سوال	298
”رفو“ کیا ہوا کپڑا بیچنا	298
ایک سوال اور اس کا جواب	298
عیب دار شے کی فروخت اور طریقۂ سَلَف صالحین	299
(3)... چیز کی مقدار و وزن میں سے کچھ نہ چھپائے	299
”ویل“ نہیں خرید سکتا	300
رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب کچھ خریدتے	300
دو حج اور 20 عمروں سے افضل	301
لینے کا ترازو اور دینے کا اور	301
ناپ تول میں کمی کرنے والے	303
(4)... موجودہ نرخ (یعنی بھاؤ) بتانے میں سچ بولے اور اسے نہ چھپائے	303
تَلَقِّیْ رُکبان کیا ہے؟	304
شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا	304
نجش کیا ہے؟	305
موجودہ نرخ میں سے کچھ بھی پوشیدہ نہ ہو	306
حکایت: 30 ہزار نفع واپس لوٹا دیا	306
بیع مرابحہ کے بعض مسائل	307
باب نمبر4: **معاملات میں احسان کرنے کا بیان**	307
احسان کی اہمیت وفضیلت پر مشتمل 3 آیاتِ مبارکہ	308
احسان سے کیا مراد ہے؟	308
مرتبۂ اِحسان کے حصول کے ذرائع	308
﴿1﴾... بیچتے ہوئے نفع کم لے	309
حکایت: احسان کی عظیم مثال	309
حکایت: سیّدنا سَری سَقَطی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور احسان	311
حکایت: ابن مُنکَدِر عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے وسیلہ سے بارش	311
تھوڑا نفع مت ٹھکراؤ	312
﴿2﴾... خریدتے وقت زیادہ رقم دے	313
نقصان اٹھائے نہ نقصان پہنچائے	314
﴿3﴾... قیمت اور باقی قرضوں کی وصولی میں احسان	314
احسان کی فضیلت پر مشتمل 8 فرامین مصطفٰے	314
﴿4﴾... قرض کی ادائیگی پوری پوری کرے	317
﴿5﴾... جو اقالہ کرنا چاہتا ہو اس کے ساتھ اقالہ کرے	319
﴿5﴾... فقرا کو ادھار دینے کا ارادہ کرے	320
حقیقی احسان یہ ہے	320
دین و ورع کو آزمانے کی کسوٹی	320
باب نمبر5: **تاجر کا اپنے دین اور آخرت کے معاملے میں ڈرنے کا بیان**	321
تاجر اپنے دینی معاملے میں سات امور کو پیش نظر رکھے	322
﴿1﴾... نیت اور سوچ کا اچھا ہونا	322
﴿2﴾... کسی ایک فرض کفایہ کو قائم کرنے کی نیت کرنا	323
ممنوع وناپسندیدہ پیشے	323

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی پسندیدہ تجارت	326	50ہزار رجسٹر	340
جنتیوں اور جہنمیوں کی تجارت	327	حرفِ آخر	340
بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے پیشے	327	**حلال وحرام کا بیان**	341
کاتب کو نصیحت	327	مشکل سے سمجھ میں آنے والا فرض	341
عقل کمزور کرنے والے پیشے	327	باب نمبر1: **حلال کی فضیلت، حرام کی مذمت، ان کی صفات ودرجات کا بیان**	343
جولاہوں کے خلاف ایک ولیہ کی دعا	328		
فرض کفایہ اعمال پر اجرت	328	پہلی فصل: **حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت**	343
﴿3﴾... دنیوی بازار کا اُخروی بازار سے نہ روکنا	328	حلال وحرام سے متعلق 6 فرامین باری تعالیٰ	343
تاجر کے لئے دن کا ابتدائی حصہ	329	حلال وحرام سے متعلق 18 فرامین مصطفےٰ	344
تاجر دن کے درمیانی حصے میں کیا کرے؟	330	**حلال وحرام سے متعلق اسلافِ کرام کی احتیاطیں اور حکایات واقوال**	348
اسلاف کے نزدیک نماز کی اہمیت	331		
﴿4﴾... صرف صبح وشام ذکرِ الٰہی پر اکتفانہ کرنا	331	حکایت: شانِ صدیقِ اکبر	348
10 لاکھ نیکیاں	332	عبادت کب قبول ہوگی؟	349
بازار والوں کی تعداد کے برابر مغفرت	332	پیشاب سے کپڑے پاک کرنے والا	350
سیِّدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی بازار میں دعا	332	ایمان کی حقیقت پانے کا نسخہ	350
دین دار لوگوں کی عیش وعشرت	333	کس مبلغ کا بیان سننا منع ہے؟	351
﴿5﴾... بازار اور تجارت کی بہت زیادہ لالچ نہ ہونا	334	حکایت: خوفِ خدا ختم کرنے والا کھانا	352
شیطان کے انڈے اور بچے دینے کی جگہ	334	حکایت: کھانا دین سے ہے	352
شیطانی لشکر بازار میں	334	حکایت: عظیم الشان تقویٰ	353
بازاری شیاطین سے بچاؤ کی صورت	335	دوسری فصل: **حلال کی اقسام اور مقامات**	354
لالچی محروم اور ناتواں تونگر	335	حلال وحرام کا علم سیکھنے کی ضرورت	354
﴿6﴾... شبہات کی جگہوں سے اجتناب کرنا	336	حرام ہونے کے لحاظ سے مال کی اقسام	355
کس کے ساتھ خرید وفروخت منع ہے؟	337	**پہلی قسم اور اس کی تفصیل**	355
ظالم کی بقا کو پسند کرنا بھی منع ہے	337	**﴿1﴾... معدنیات اور اُن کے احکام**	355
ظالم کی طرفداری کی مذمت پر مشتمل 3 فرامین مصطفےٰ	338	**﴿2﴾... نباتات اور اُن کے احکام**	355
بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی حق گوئی	338	**﴿3﴾... حیوانات اور اُن کے احکام**	356
﴿7﴾... معاملات کی نگرانی کرنا	339	جن جانوروں میں بہتا خون نہیں ہوتا اُن کا حکم	356

دوسری قسم اور اس کی تفصیل	358	مسلمانوں کی خوشبو	368
حصولِ مال کی چھ اقسام اور اُن کے احکام	358	سیّدنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے تین اہم فتاویٰ	369
پہلی قسم اور اس کا حکم	358	گناہ کی طرف لے جانے والی چیزیں	370
دوسری قسم اور اس کا حکم	359	مسجدوں کی زینت	371
تیسری قسم اور اس کا حکم	359	خواہشات میں چشم پوشی کی عادت	372
چوتھی قسم اور اس کا حکم	359	چوتھا درجہ	372
پانچویں قسم اور اس کا حکم	360	30سال سے اپنا محاسبہ	373
چھٹی قسم اور اس کا حکم	360	سرسبز گھاس اور پانی	373
تیسری فصل: **حلال وحرام کے درجات**	361	ظالم کا تھال	373
حرام سے بچنے کے درجات	361	اُجرتِ حرام سے کھودی گئی نہروں کا پانی	374
﴿1﴾...عادل لوگوں کا بچنا	361	بے مثال احتیاطیں	374
﴿2﴾...نیک لوگوں کا بچنا	361	گفتگو کا خلاصہ	375
﴿3﴾...متقین کا بچنا	362	باب نمبر2: **شبہات کے مراتب، مقامات اور حلال وحرام سے اُن کے امتیاز کا بیان**	376
﴿4﴾...صدیقین کا بچنا	362		
خباثت میں حرام کے درجات	362	حلال اور حرام واضح ہے	376
چوتھی فصل: **حرام سے بچنے کے چار درجات کی مثالیں**	364	مطلق حلال اور حرام محض	376
پہلا درجہ	364	مطلق حلال میں داخل حلال	377
دوسرا درجہ	364	حرام محض میں داخل حرام	378
حکایت: شبہ کی وجہ سے چار ہزار درہم نہ لئے	366	**شبہ کے چار مقامات**	378
تیسرا درجہ	366	شبہ کا پہلا مقام اور اس کی چار اقسام	378
تقویٰ کی تکمیل	366	پہلی قسم	379
اپنا حق چھوڑ دیتے	366	دوسری قسم	380
مُتَّقِین کی حکایات	367	ایک سوال اور اس کا جواب	381
دیوار کی مٹی کی وُقعت	367	ایک سوال اور اس کا جواب	382
سیّدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی احتیاط	367	تیسری قسم	383
سیّدنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کی احتیاط	368	سوال	384
وُرثاء کا حق شامل ہو گیا	368	جواب	385

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
چوتھی قسم	387	کراہت کے درجات	414
شبہ کا دوسرا مقام	389	غصب شدہ زمین میں اپنا بیج بونا	415
دوسرے مقام کی تین قسمیں	389	اذانِ جمعہ کے وقت بیع کا حکم	415
پہلی قسم	389	پرہیز گاری میں مبالغہ کی حد	416
دوسری قسم	390	اسباب کے بعد پائے جانے والے گناہ کی مثالیں	417
ایک سوال اور اس کا جواب	391	مبالغہ پر مبنی افعال	417
تیسری قسم	392	اسباب سے پہلے پائے جانے والے گناہ کی مثالیں	419
تیسری قسم کے حکم پر دلائل	393	اپنی بکری جنگل میں کیوں چھوڑی؟	419
اسلاف کی مخالفت پاگل پن ہے	394	ایک سوال اور اس کا جواب	419
قیاس سے دلائل	395	تقویٰ کے چند واقعات	420
سوال جواب	395	تقویٰ میں وسوسہ اور مبالغہ	421
نادر، کثیر اور اکثر میں فرق	396	صالحین و متقین کے لئے فتویٰ	422
حصولِ مال کی تین صورتیں	398	دل پر ظلم اور وسوسہ والے پر سختی	422
مذکورہ مسائل کے اثبات پر دلیل	399	اسباب کے عوض میں گناہ کی مثالیں	423
ایک سوال اور اس کا جواب	401	کھانے کا عوض حرام مال سے دینے کا حکم	424
معدنیات مباح اموال سے ہیں	403	عوض حرام دینے سے قبل قبضے کا حکم	424
ایک سوال اور اس کا جواب	404	عوض حرام کی مزید صورتیں	425
پانچ احتمالات	404	جب عوض گناہ کا سبب بنے!	426
احتمالات کی وضاحت اور حکم	405	حجامہ بوقتِ ضرورت جائز ہے	427
مسافرِ آخرت کے لئے بہتر طریقہ	406	وسوسے والوں کا درجہ	427
بعثتِ نبوی کے وقت اموال کی حیثیت	407	ایک سوال اور اس کا جواب	428
اس موضوع پر فقہی لحاظ سے گفتگو	408	شبہ کا چوتھا مقام	429
چند سوالات و جوابات	409	دلائل میں اختلاف	429
مصلحت کی صورتیں	413	دلائل میں اختلاف کی اقسام	429
شبہ کا تیسرا مقام	414	دلائل میں اختلاف کی پہلی قسم	429
حلال کرنے والے اسباب کا گناہ سے اختلاط	414	مفتی و مُقلِّد کے لئے تقویٰ	429
اسباب سے متصل گناہ کی مثالیں	414	پہلی قسم کے تین مراتب	430

اگر بوقتِ ذبح بسم اللہ نہ پڑھی تو!	430	**دوسرا مقام**	448
جنین اور گوہ کھانے میں تقویٰ	431	مال کے سبب میں شک	448
ایسا تقویٰ منقول نہیں	433	سوال واجب نہ ہونے کی دلیل	448
خبر واحد میں اختلاف معتبر نہیں	433	آذر بائیجان والوں کو نصیحت	449
مشکل کے وقت دل سے فتویٰ لیجئے!	434	فرضی مسائل سے وضاحت	449
دلائل میں اختلاف کی دوسری قسم	434	اگر ضیافت مشتبہ مال سے ہو تو؟	449
دلائل میں اختلاف کی تیسری قسم	435	کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو "لَا اَعْلَمُ" کہہ دو	451
حیرت میں ڈالنے والے مقامات	435	سیّدنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا فتویٰ	451
مشتبہ مقامات میں تقویٰ کا تقاضا	436	اِشکال	452
معانی کی حد بندی نہیں ہے	436	جواب	453
کس دل کا فتویٰ قابل اعتبار ہے؟	437	ایک سوال اور اس کا جواب	454
باب نمبر3: **حلال وحرام کی تحقیق، سوال، غفلت وغیرہ اور ان کے مقامات کا بیان**	438	متولی کا دیا ہوا مال	456
		شہر میں گھر خریدنے کے لئے تفتیش	457
پہلا مقام	438	وقف سے فائدہ اٹھانے میں احتیاط	458
مالکِ مال کی تین حالتیں	438	زیر کفالت لوگوں سے ضرور سوال کرے	458
پہلی حالت / 30سال تک دل کے کھٹکے	439	سیّدنا حارث محاسبی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا مؤقف	459
مستورُ الحال لوگوں سے معاملات	440	سوال سے قبضہ والے پر تہمت نہ لگے	460
سیّدہ عائشہ کے ساتھ حضور عَلَیْہِمَا السَّلَام کی دعوت	441	تہمت زدہ سے سوال کا معاملہ	460
شک کی بنیاد پر شیخین کریمین کا سوال	441	جب دو اقوال میں تعارض ہو تو...!	462
زیادہ مال دیکھ کر حرام کی بدگمانی نہ کریں	442	اگر غصب شدہ مال کسی کے پاس ملے تو...!	462
ایک سوال اور اس کا جواب	442	ایک سوال اور اس کا جواب	463
جاہل زاہدوں کی تفتیش	443	وقف کے متعلق ایک سوال	464
ان کے لئے صدقہ، ہمارے لئے ہدیہ	443	سات اصولوں کے ذریعے جواب	464
دوسری حالت	444	جواب کا خلاصہ	467
قول وفعل کب دلیل ہوں گے؟	446	باب نمبر4: **مالی حقوق سے خلاصی کا بیان**	467
تیسری حالت	447	**پہلی بحث**	468
متقی لوگوں کو کھانا کھلاؤ	447	حرام مال کو الگ کرنے کا طریقہ	468

ایک سوال اور اس کا جواب	469	بادشاہ کے وظیفہ وانعام کی 8 صورتیں	492
سیّدناامام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا تقویٰ	470	پہلی صورت	492
سوال جواب	472	جزیہ سے انعام کے جواز کی شرط	492
تکمیل بحث کے لئے چند مسائل	474	دوسری صورت	492
دوسری بحث	477	تیسری صورت	493
مال حرام کی تین حالتیں	477	چوتھی صورت	493
تینوں حالتوں کے حکم کی تفصیل	478	پانچویں صورت	493
ایک سوال اور اس کا جواب	478	چھٹی صورت	494
احادیث مبارکہ سے تائید	479	ساتویں صورت	494
آثار شریفہ سے تائید	479	آٹھویں صورت	494
قیاس سے تائید	480	مخلوط شاہی عطیات لینے کا حکم	495
مذکورہ ضابطے کے متعلق چند مسائل	481	شاہی عطیات اور فرامین صحابہ وتابعین	495
جس مال کا کوئی مالک نہ ہو	483	جب عطیہ دِین کی قیمت بن جائے!	496
حرام اور حلال یا مشتبہ مال بھی ہو تو کیا کرے؟	484	ہمیشہ عطیہ لینا باعث نقصان ہے	496
سیّدنا حارِث محاسبی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا مَوْقِف	485	نرالی سخاوت	497
ایک سوال اور اس کا جواب	485	چار لاکھ درہم کا انعام	497
خرچ کرنے کے تین مراتب	486	سود خور اور ظالم کا تحفہ	497
اگر والدین کے پاس حرام مال ہو تو...!	487	عامل کے عطیہ میں حرج نہیں	498
والدہ کی رضا اور مشتبہ مال سے اجتناب	487	بادشاہوں کے حق میں تقوے کے درجات	499
سیّدناامام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا مَوْقِف	488	پہلا درجہ	499
سارا مال حرام ہو تو حج فرض ہوگا نہ زکوٰۃ	488	سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا تقویٰ	499
حلال کا انتظار پیدل حج سے بہتر ہے	489	سیّدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا تقویٰ	500
مشتبہ مال سے سفر حج کا کھانا	490	ایک درہم میں تقویٰ	500
حرام کو غور وفکر کے بعد نکال دیا جائے	490	مشتبہ چیز سے متعلق فرامین مصطفٰے	501
باب نمبر5: **بادشاہوں کے وظائف وانعامات میں حلال وحرام کا بیان**	491	سیّدنا طاؤس بن کَیسان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا تقویٰ	502
		دوسرا درجہ	502
پہلی بحث: **بادشاہ کی آمدنی کے ذرائع**	491	حلال کمائی اور ستھرا خرچ	503

خبیث مال گناہ کو نہیں مٹاتا	503	پہلی فصل: **ظالم بادشاہوں سے میل جول**	515
سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا	503	**پہلی حالت کی تفصیل اور احکام**	515
ستو کھاتے وقت احتیاط	504	احادیث مبارکہ میں مذمت	516
آزمائش کے ڈر سے غلام آزاد کر دیا	504	حوض کوثر پر حاضری سے محرومی	516
تیسرا درجہ	504	رسولوں عَلَیْہِمُ السَّلَام سے خیانت کرنے والے	517
اسلاف کی پیروی کا غلط دعویٰ	505	اَقوالِ صحابہ و تابعین میں مذمت	517
بادشاہ کا عطیہ صدقہ کر دیا	505	وہ حاکم کے پاس ہے	518
چوتھا درجہ	505	ظالموں کی تعداد نہ بڑھاؤ	518
چار درجات کا ماحاصل	506	ظالم حجاج بن یوسف کی نصف دن کی صحبت کا نقصان	518
شاہی عطیات کسے ملتے ہیں؟	507	مکھی بھی بہتر ہے	519
شاہی عطیہ کس کے لئے جائز؟	508	سیِّدُنا امام زہری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کو نصیحت	519
دوسری بحث: **مال لینے کی مقدار اور لینے والے کی کیفیت کا بیان**	508	بادشاہوں سے میل جول کے فقہی احکام	521
		نافرمانی چار امور میں منحصر ہے	521
شاہی عطیہ کس مال سے دیا جائے گا؟	508	فعل کے ساتھ نافرمانی	521
شاہی عطیات و وظائف کے مستحق افراد	509	ظالم بادشاہ کی تعظیم وغیرہ کے احکام	522
عطیہ و وظیفہ کی مقدار کتنی ہے؟	510	بزرگوں کے ہاتھ چومنا جائز ہے	522
خاص شخص کو کثیر مال دیا جا سکتا ہے	510	بعض سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی شدت	523
دو محل نظر باتیں	511	خاموشی کے ساتھ نافرمانی	523
پہلی صورت کی تفصیل	511	ایک سوال اور اس کا جواب	523
دوسری صورت کی تفصیل	512	قول کے ساتھ نافرمانی	524
عطیہ شاہی میں بعض کو ترجیح دینے کی وضاحت	513	ظالم کے لئے دعا کرنا کیسا؟	524
سیِّدُنا امام غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا مَوْقِف	514	غضبِ الٰہی کو ابھارنے والا عمل	525
خلاصۂ بحث	515	ظالم کی تعریف کا حکم	525
باب نمبر6: **ظالم بادشاہوں سے میل جول کی حلت و حرمت، اُن کی مجالس میں حاضری اور ان کی تعظیم بجا لانے کے اَحکام کا بیان**	515	ظالم کی تعریف میں تجاوز کا حکم	526
		ظالم کی صحبت کا کم از کم نقصان	526
		دو افراد کی بیعت نہیں کروں گا	527
		بادشاہ کے پاس جانے کے دو عذر	527

دوسری حالت کی تفصیل اور احکام	528	شاہی عطیہ بادشاہ کی محبت بڑھاتا ہے	542
ظالم بادشاہ ملنے آئے تو کیا کریں؟	528	کیا شاہی مال چوری کرسکتے ہیں؟	543
بادشاہ کو نصیحت کرنا واجب ہے	528	بادشاہوں سے معاملات کرنے کے احکام	544
رضائے الٰہی چاہنے والے عالم کا مخلوق پر رعب	529	بادشاہوں سے درہم و دینار کے لین دین کا حکم	544
تیسری حالت کی تفصیل اور احکام	530	بادشاہ کے بازاروں میں تجارت کا حکم	545
تم بادشاہوں کو دیکھو نہ وہ تمہیں دیکھیں	530	عُمّال اور قاضیوں کے ساتھ کاروبار کا حکم	546
اللہ والوں کی یادرکھنے والی باتیں	530	**سلف صالحین کا بادشاہوں کے ساتھ رویہ**	546
کسی کے ظلم اور گناہ پر اطلاع ہو تو کیا کریں؟	531	بادشاہ کیوں خراب ہوتے ہیں؟	546
ایک سوال اور اس کا جواب	531	بادشاہ اور اس کے ملنے والوں سے نہ ملو	547
دوسری فصل: **اسلاف کا بادشاہوں کے پاس جانے کا طریقہ**	531	خلیفۂ وقت کو دوات اٹھا کر نہ دی	548
		سپاہی کو راستہ نہ بتایا	548
ایک سوال اور اس کا جواب	531	اسلاف کی بادشاہوں پر اتنی سختی کیوں؟	548
سیّدنا طاؤس عَلَیْہِ الرَّحْمَہ نے ہشام کو لاجواب کردیا	532	فاسقوں کی بعض علامات	549
سیّدنا سفیان ثوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور خلیفہ ابوجعفر منصور	533	40ہزار نیکوکاروں کی ہلاکت	550
حکایت: قیامت کی سختیوں سے نجات	534	شاہی تعمیرات کے استعمال کا حکم	550
حکایت: حکومت باری تعالیٰ سے دور کرتی ہے	534	بادشاہ کی تعمیر کردہ مسجد میں داخلے کا حکم	551
حکایت: سب سے بڑا احمق اور سب سے بڑا جاہل	534	شاہی مسجد اور امام ابن حنبل عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کا طرزِ عمل	551
حکایت: رحمت کی آواز	535	شاہی سرائے اور مدارس کا حکم	552
حکایت: خلیفۂ وقت کو نصیحت بھرے جوابات	535	شارع عام کے بعض مسائل	553
حکایت: اصلاح کا عملی طریقہ	537	باب نمبر7: **مختلف ضروری مسائل کا بیان**	553
حکایت: دیہاتی کی نصیحتوں بھری گفتگو	537	استفتا	553
حکایت: سیّدنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو نصیحت	538	فتویٰ	554
عُلَمائے دنیا بادشاہوں کے پاس کیوں جاتے ہیں؟	538	**صوفیا کے بارے میں چند مسائل**	555
تیسری فصل: **لاحق ہونے والے احوال کے مسائل**	539	استفتا	555
تین خطرات سے امن ہو تو مال لینا جائز ہے	539	فتویٰ	555
لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے حلال بھی نہ کھایا	540	صوفیا کی پانچ صفات اور ان کی تفصیل	555
چادر قبول نہ فرمائی	541	وعظ و تدریس تصوّف کے منافی نہیں	556

عنوان	صفحہ
صوفی، فقر اور مال	556
صوفیا کے ساتھ رہنا	557
خانقاہ وغیرہ پر وقف مال کے مسائل	557
تحفہ اور رشوت میں فرق کا بیان	559
استفتا	559
فتویٰ	559
کسی پر مال خرچ کرنے کی پانچ اقسام	559
سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی کمالِ احتیاط	560
عوض کی شرط پر ہبہ کرنا	560
جیسا تحفے کا عوض ویسا اس کا حکم	560
ایک جملہ بول کر عوض لینے کا حکم	561
نسخے کا نام بتانے کے پیسے لینا	562
معمولی وقت میں کام کی اجرت	562
محبت بڑھانے کے لئے تحفہ دینا	562
جب تحفے کا مقصد کچھ اور ہو!	563
حرام کو تحفے کا نام دیا جائے گا	564
سفارش کرنے پر تحفہ نہ لیا	564
سیّدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی دو حکایات	565
حکمت بھرا جواب	565
فیصلہ کن حدیث پاک	566
اُلفت و بھائی چارے اور صحبت و معاشرت کے آداب کا بیان	568
باب نمبر1: **اُلفت و بھائی چارہ کی فضیلت، اس کی شرائط و درجات اور فوائد کا بیان**	569
پہلی فصل: **اُلفت و بھائی چارے کی فضیلت**	569
حسن اخلاق کی فضیلت پر مشتمل 6 فرامین مصطفےٰ	569
رضائے الٰہی کے لئے الفت و بھائی چارہ قائم کرنے کی فضیلت پر مشتمل آیات و روایات	570
قربِ مصطفےٰ پانے والے	571
چودھویں کے چاند کی مانند روشن چہرے والے	572
قابلِ رشک لوگ	573
اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندے	574
سایۂ عرش پانے والے خوش نصیب	574
اللہ عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بننے کا نسخۂ کیمیا	577
انسانوں میں سے بندے کا حقیقی دشمن	577
آگ اور برف	578
رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ قائم کرنے کی فضیلت پر مشتمل 12 اقوال بزرگانِ دین	579
افضل عمل	580
دوسری فصل: **اُخُوَّت و مَحَبَّت کب رضائے الٰہی کے لئے اور کب دنیا کے لئے؟**	582
کسی سے ملنے اور اس کی صحبت اپنانے کی اقسام	582
محبّت کی چار اقسام	582
﴿1﴾... کسی کی ذات کی وجہ سے اس سے محبت کرنا	583
باہم الفت ہونے یا نہ ہونے کا سبب	583
کبوتر اور کوا	586
محبوب، مذموم اور مباح محبت	587
﴿2﴾... دنیاوی مقصد پانے کے لئے کسی سے محبت کرنا	587
﴿3﴾... اُخروی مقصد کے لئے کسی سے محبت کرنا	589
رضائے الٰہی میں داخل محبتیں	589
کیا دنیا سے بے رغبتی محبت الٰہی کے لئے شرط ہے؟	591
دُنیوی نفع کی اقسام	592

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حاصل کلام	593	صحبت سے مطلوب فوائد	616
﴿4﴾...خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے محبت	594	صحبت کس کی اپنائی جائے؟	617
محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے	594	**﴿1﴾...عقل**	618
اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبّت کی اقسام	596	**﴿2﴾...اچھے اخلاق**	619
اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی علامت	597	**﴿3﴾...فاسق جو اپنے فسق سے باز نہ آئے**	619
محبت کے حقیقی مصداق	598	**﴿4﴾...گمراہ**	620
معیار محبت کا ترازو	599	حسن اخلاق اور اچھی صحبت کے متعلق 13 اقوال	620
رب عَزَّوَجَلَّ کا پیغام عاشق اکبر کے نام	599	**﴿5﴾...دُنیا کا حریص**	625
تیسری فصل: **رضائے الٰہی کے لئے کسی سے بغض رکھنا**	600	علما کی صحبت دل کے لئے کتنی ضروری ہے؟	626
		باب نمبر2: **صحبت وبھائی چارے کے حقوق**	626
نفرت و محبت کا جمع ہونا ممکن ہے	601	پہلا حق "مالی معاونت"	627
ایک سوال اور اس کا جواب	602	مال کے ذریعے بھائی چارہ قائم کرنے کے درجات	627
ایک سوال اور اس کا جواب	603	بھائی چارے کی عظیم مثال	628
نفرت کا اظہار کب اور کیسے کیا جائے؟	603	**ایثار و بھائی چارے کے متعلق بزرگان دین کے 14 اقوال وواقعات**	629
کیا کسی کام میں فاسق کی مدد کی جاسکتی ہے؟	604		
شان نزول	605	سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عاجزی اور ایثار	632
بزرگان دین کا نافرمانوں سے اظہارِ نفرت	606	اُخُوَّت و دوستی میں خلوص کی علامت	633
ایک سوال اور اس کا جواب	608	دوسرا حق "بدنی معاونت"	634
نافرمانوں کی اقسام اور ان سے معاملات کی کیفیات	609	دوست کے اہل وعیال کی خبر گیری	636
		بزرگان دین اولاد پر دوست کو ترجیح دیتے	637
ایک سوال اور اس کا جواب	609	دوستی قائم کرنے کا طریقہ	637
فاسد و برے عقیدے	609	ہم نشیں کے تین حقوق	638
﴿1﴾...کافر	609	تیسرا حق "خاموش رہنا"	639
﴿2﴾...گمراہ اور گمراہ کرنے والا	610	غیبت سے بچنے کا طریقہ	640
﴿3﴾...گمراہ جو گمراہی پھیلانے پر قادر نہ ہو	612	لغزشیں معاف کرنا شجاعت ہے	641
اعمال فاسدہ کی اقسام	612	اللہ عَزَّوَجَلَّ بناوٹی بیان ناپسند فرماتا ہے	642
چوتھی فصل: **صحبت اختیار کرنے کی شرائط**	616	بدگمانی دل کی غیبت ہے	642

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
تجسّس اور تَحَسُّس میں فرق	643	مُدارات و مُداہَنَت میں فرق	661
اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ بندے	644	ایک سوال اور اس کا جواب	661
برہنہ کرنے سے بڑھ کر گناہ	644	سیِّدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا طرزِ عمل	662
انسان کا ایمان کب کامل ہوتا ہے؟	644	سیِّدنا حذیفہ مرعشی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ کا نصیحت بھرا خط	662
لوگوں کے عیوب ظاہر کرنے کا سبب	645	دل کی گرانی دور کرنے کا انوکھا انداز	663
دوست کا راز چھپانا چاہئے	646	امیر ہو تو ایسا	664
دوست کی ستر پوشی کرنا جان بچانے کی مثل ہے	646	پانچواں حق "عفو و درگزر کرنا"	664
مجلس امانت ہے	647	سیِّدنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی رائے	665
احمق اور عقل مند	647	سیِّدنا ابو درداء اور چند دیگر حضرات کی رائے	665
دوستی کے زیادہ لائق کون؟	649	سیِّدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا نصیحت بھرا مکتوب	665
انسان کی پہچان کروانے والی چار حالتیں	649	دینی اُخُوَّت کے متعلق تین حکایات	666
سیدنا عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی پانچ نصیحتیں	650	ایک سوال اور اس کا جواب	668
کینہ پیدا ہونے کا ایک سبب	651	عمل میں سستی کا علاج	669
لوگوں کی بات کاٹنا دشمنی کا باعث ہے	651	دینی اخوت کی تاکید	669
بے بس و لاچار شخص	652	برے لوگ	670
دلوں پر حکمرانی کا ذریعہ مال نہیں اچھے اخلاق ہیں	652	شیطان کی خواہش	670
سوال بھائی چارے کی حَلاوَت ختم کر دیتا ہے	653	خلاصۂ کلام	671
چوتھا حق "خوبیاں بیان کرنا"	654	گدھا اور شیطان	672
محبت بڑھانے کا طریقہ	654	دوست کی تین باتیں برداشت کرو	672
دوست کو اچھے نام سے پکارو	655	اپنے بھائی کا عذر قبول کرو	673
دوست کی محبت بڑھانے کا اہم ذریعہ	656	سیِّدنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی نصیحت	674
مسلمان کی رسوائی پر خاموشی مسلمان کو زیب نہیں	656	چھٹا حق "دعا کرنا"	675
دوست کی غیر موجودگی میں انسان کی حالت کیسی ہو؟	657	کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کرنے کی فضیلت	675
جانوروں سے بھائی چارہ سیکھئے	658		
اخلاص کسے کہتے ہیں؟	658	نیک دوست ملائکہ کی پیروی کرتا ہے	676
نصیحت کب شفقت کہلاتی ہے؟	659	دعا مُردوں کے لئے نور ہے	677
مومن کی پردہ پوشی رب تعالیٰ بھی فرماتا ہے	660	دُعا مُردوں کے لئے تحفہ ہوتی ہے	677

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ساتواں حق "وفاداری اور خلوص"	677	بادشاہ کی مجلس کے آداب	697
دوست سے وفا کرنے کی ایک صورت	678	عام لوگوں کی مجلس کے آداب	698
رشتۂ اُخُوَّت میں جدائی کی وجہ	679	مذاق، مسخری سے بچنے کے متعلق مدنی پھول	698
دائمی محبت	679	مجلس کے اختتام کی دعا	699
دوست سے وفا کرنے کی دوسری صورت	680	باب نمبر3: **عام مسلمانوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، غلاموں کے حقوق اور معاشرت کے آداب**	699
بیٹے کو وصیت	680		
سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کا عقدِ اُخُوَّت	681		
دوست کے متعلق کوتاہی کا گمان نہ کرو	683	پہچان کے مختلف درجات	700
دوست کی جدائی پر افسوس کرو	683	خلیل اور حبیب میں فرق	700
دوست سے وفا کرنے کی تیسری صورت	684	خلیل کی تعریف	701
دوست سے وفا کرنے کی چوتھی صورت	684	حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل ہیں	701
آٹھواں حق "آسانی اور ترکِ تکلّف وتکلیف"	684	پہلی فصل: **مسلمانوں کے حقوق**	702
دوستوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟	685	رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ کی تفسیر	703
دوست سے شرم وحیا	685	نیک اور گناہ گار کی ایک دوسرے کے لئے دعا	703
رضائے الٰہی کے لئے بھائی چارہ	687	**حقوق کی تفصیل**	704
صحبت کے اعتبار سے لوگوں کی اقسام	688	کامل مسلمان کون؟	705
دوستوں کی کثرت	688	مسلمانوں کو تکلیف دینے کا انجام	705
دوستی کی چار شرائط	688	مسلمانوں سے تکلیف دہ چیز دور کرنے کا انعام	706
اُنْسِیَّت کی تکمیل	689	مسلمان کو ڈرانے اور تکلیف دینے کی ممانعت پر مشتمل 3 فرامینِ مصطفےٰ	706
"اَھْلًا وَّسَھْلًا مَرْحَبًا" کی وجہ تسمیہ	689		
دوستوں کو اپنے سے بہتر جانو	690	اپنے بھائی کو معاف کرنے کا انعام	708
سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کا عقدِ اُخُوَّت	692	صدقے سے مال کم نہیں ہوتا	709
اعضائے جسم کو دوستی کے لئے قید کرنے کی تفصیل	693	رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسوۂ حسنہ	710
سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاقِ کریمانہ	693	لمبی عمر کی بشارت	711
خاتمہ	695	سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بچوں سے محبت	712
مجلس کے آداب	697	سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بچوں پر شفقت	712
راستے میں بیٹھنے کے آداب	697	خندہ پیشانی اور نرمی کی فضیلت	713

عنوان	صفحہ
جنت کے خوبصورت دریچے	714
سیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنْہ کو وصیت	714
سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک عورت کی حاجت روائی فرمانا	715
70 سالہ اسرائیلی روزہ دار	715
منافق کی علامات	716
کامل الایمان بنانے والی تین باتیں	716
جس چیز کا اپنے لئے خواہاں ہو وہی دوسروں کے لئے چاہے	716
تمام امور کی جامع چار باتیں	717
سب سے زیادہ عدل کرنے والا	718
سیِّدَتُنا عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا کا طرز عمل	718
تعظیم رسول	718
رضاعی والدہ کی تعظیم	719
سیرت طیبہ کا ایک گوشہ	720
لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت	720
بروز قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ مؤمنین کے درمیان صلح کرائے گا	720
صلح کروانے کے لئے جھوٹ بولنا	722
مسلمان کی ستر پوشی کے فضائل	722
سیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی احتیاط	723
ربّ عَزَّوَجَلَّ کو بندوں کی عیب پوشی مطلوب ہے	724
حکایت: عیب نہ ڈھونڈو	725
لوگوں کے عیوب کی ٹوہ میں پڑنے کی ممانعت	725
حکایت: چچا کا بھتیجے کو حد لگوانا	726
حکایت: کیا تم بھلائی کرو گے؟	727
ربّ عَزَّوَجَلَّ کا مومن کی پردہ پوشی فرمانا	729
علانیہ گناہ کرنے پر وعید	729
چھپ کر لوگوں کی باتیں سننے پر وعید	730
شیطان بنی آدم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے	730
مقام تہمت سے بچو	731
سفارش اجر کا باعث ہے	732
سب سے افضل صدقہ	732
سرکار مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سفارش فرمانا	732
پہلے سلام پھر کلام	733
گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام کرو	733
خندہ پیشانی سے ملاقات کرنے کی فضیلت	734
”سلام و مصافحہ“ کے متعلق 28 روایات	734
نیک بندوں کے ہاتھوں کا بوسہ لینا کیسا؟	738
حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دست بوسی	738
سلام کرتے وقت جھکنے کا حکم	739
سفر سے واپسی پر معانقہ اور بوسہ لینے کا حکم	740
علما کا ادب واحترام	740
کسی کی آمد پر کھڑے ہونے کا حکم	741
کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھاؤ	741
جہاں وسعت دیکھو وہاں بیٹھ جاؤ	742
قضائے حاجت کے وقت سلام نہ کیا جائے	742
عَلَیْكَ السَّلَام کہنا کیسا؟	742
مجلس میں جگہ نہ ملے تو پیچھے بیٹھ جاؤ واپس نہ جاؤ	743
مسلمان بھائی کی عزت کی حفاظت کے متعلق 5 فرامین مصطفےٰ	744
چھینکنے کے متعلق 10 روایات	745
قضائے حاجت کے وقت چھینک کا جواب دینے کا حکم	747
مدارت	748

سب سے برا شخص	749	بنو امیہ کی قبریں	764
مسکین کی فضیلت پر مشتمل 9 روایات	750	تعزیت کرنے والے کے آداب	764
یتیم سے حسن سلوک کے متعلق 4 فرامین مصطفٰے	751	جنازے کے پیچھے چلنے کے آداب	764
مسلمان کی خیر خواہی اور حاجت روائی کے متعلق 12 فرامین مصطفٰے	752	اجمالی آداب	765
		چھان بین کا طریقہ	767
ابدالوں میں نام لکھوانے کا طریقہ	754	دوسری فصل: **پڑوسیوں کے حقوق**	768
مریض کی عیادت کے 8 آداب	755	پڑوسی کی اقسام	768
عیادت کی فضیلت پر مشتمل 4 فرامین مصطفٰے	755	پڑوسی کے متعلق 10 فرامین مصطفٰے	768
بیماری پر حمدِ الٰہی بجالانے کی فضیلت	756	حقِّ پڑوس کیا ہے؟	771
مرض میں پڑھی جانے والی دعائیں	756	پڑوسی کے گھر کی دیوار کے سائے کا حق	771
پیٹ کے درد کا علاج	757	حق پڑوسی کا احساس	771
آداب مریض	757	پڑوسیوں کے عام حقوق	772
مریض کی عیادت کتنی دیر اور کب کی جائے؟	758	پڑوسی کا حق کیا ہے؟	772
جنازے میں شرکت کا اجر	759	کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنا دیا جائے	773
جنازے میں جانے کا مقصد	759	سالن پکاؤ تو پڑوسی کو بھی کچھ دو	774
تین خطرات	760	گھر کے قریبی پڑوسی کا حق زیادہ ہے	774
میت کے ساتھ قبر میں داخل ہونے والی چیز	760	پڑوسی سے جھگڑا نہ کرو	774
زیارتِ قبور کا مقصد	760	غلام اور پڑوسی کے حقوق کو جمع کرنے کا حیلہ	774
سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمانا	761	10 اچھے اخلاق	775
آخرت کی پہلی منزل	762	کسی کا تحفہ حقیر نہ سمجھو اگرچہ کم تر ہو	775
قبر کا سب سے پہلا کلام	762	خوش بختی کی علامت	775
مفلسی کا دن	762	عمل کے اچھا یا برا ہونے کا معیار	776
غیبت نہ کرنے والی قوم	763	پڑوسی کی دیوار پر شہتیر رکھنا کیسا؟	776
اہل قبور کے ساتھ خیانت کرنے والا	763	تیسری فصل: **رشتہ داروں کے حقوق**	777
اہل قبور کس پر رشک کرتے ہیں	763	رشتہ داروں کے حقوق کے متعلق 14 روایات	777
قبر کو زیادہ یاد کرنے کی فضیلت	763	چوتھی فصل: **والدین اور اولاد کے حقوق**	780
گھر میں قبر	763	والدین کے حقوق کے متعلق 10 فرامین مصطفٰے	780

اولاد کے حقوق کے متعلق 6 فرامین مصطفٰے	783	گوشہ نشینی اختیار کرنے اور اسے ترجیح دینے والے	798
اولاد کے لئے بد دعا نہ کرو	784	لوگوں کے ساتھ میل جول اختیار کرنے والے	798
اولاد کا شفقت سے بوسہ لینا	785	پہلی فصل: **گوشہ نشینی کی طرف مائل حضرات کے اقوال**	799
آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی حسنین کریمین سے محبت	785		
جنت کی خوشبو	786	دنیا سے روزہ	799
اولاد کے ساتھ کیسا رویہ ہونا چاہئے؟	786	حکمت بھرے پانچ کلمات	799
توحید کے بعد سب سے بہتر عمل	788	حکمت کے 10 اجزا	800
جنت ماں کے قدموں تلے ہے	788	خاموش طبیعت علوی نوجوان	800
بڑے بھائی کا حق	789	فارغ وقت ختم ہو گیا	801
بد خلقی کا علاج	789	اے ربیع! تمہیں نصیحت ہو گئی	801
پانچویں فصل: **غلاموں کے حقوق**	789	جان پہچان کم ہونے کا فائدہ	802
غلاموں کے حقوق کے متعلق 4 فرامین مصطفٰے	789	نہ تم مجھے دیکھو، نہ میں تمہیں دیکھوں	802
غلاموں کے متعلق 6 اقوال بزرگان دین	791	عجیب مکان میں رہنے کی خواہش	803
حکایت: آیاتِ قرآنی پر عمل ہو تو ایسا	792	کم عقلی کی علامت	803
یہ رضائے الٰہی کے لئے آزاد ہے	792	دوسری فصل: **میل جول کی طرف مائل حضرات کے دلائل اور ان کے ضعف کا بیان**	803
دو اَجر	793		
سب سے پہلے جنت اور جہنم میں جانے والے تین اشخاص	793	آیاتِ مبارکہ سے استدلال	803
		وجہِ استدلال اور اس کا جواب	804
اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے	794	احادیثِ مبارکہ سے استدلالات اور ان کے جوابات	804
غلام خرید کر سب سے پہلے اسے میٹھی چیز کھلاؤ	794	تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرنے کے دلائل	806
خادم کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلاؤ	794	قربِ الٰہی کا ذریعہ	807
غلام پر دو کام جمع نہ کرو	795	تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرنے والے	807
غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق کا خلاصہ	796	40 سالہ عبادت سے بہتر	808
بلا حساب و کتاب داخل جہنم ہونے والے	796	گھر میں 60 سال نماز پڑھنے سے بہتر عمل	809
گوشہ نشینی کے آداب	797	انسانوں کا بھیڑیا	809
باب نمبر 1: **مختلف مذاہب کے اقوال اور اُن کے دلائل کا بیان**	798	تیسری فصل: **گوشہ نشینی کی فضیلت کی طرف میلان رکھنے والوں کے دلائل**	810

عنوان	صفحہ
آیاتِ مبارکہ سے استدلال	810
وجہِ استدلال اور اس کا جواب	810
احادیثِ مبارکہ سے استدلال	812
مذکورہ استدلالات کے جوابات	812
نجات کس میں ہے؟	813
سب سے افضل شخص	813
مذکورہ استدلالات کے جوابات	814
حاصل کلام	816
باب نمبر2: **گوشہ نشینی کے فوائد و خامیوں کی روشنی میں حق سے پردہ اٹھانے کا بیان**	816
پہلی فصل: **گوشہ نشینی کے دینی و دنیوی فوائد**	816
دینی فوائد	816
دنیوی فوائد	817
پہلا فائدہ	817
کتابُ اللہ کو مضبوطی سے تھامنے والے	817
اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل	818
قوتِ نبوی کا خاصہ	819
خلوت و گوشہ نشینی سے مقصود	820
اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کلام	820
صبح وشام نعمت اور گناہ کے درمیان	821
دنیا و آخرت میں عیش	822
کم علم اور دل کا اندھا	822
حکایت: ایک بزرگ اور عبادت گزار شخص	823
حاصل کلام	824
دوسرا فائدہ	825
﴿1﴾...**غیبت**	825
﴿2﴾...**نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا**	825
عاشق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی قرآن فہمی	826
ٹیڑھی دیوار	827
﴿3﴾...**ریاکاری**	827
دو منہ والا	828
وحشت والا کام	829
کہیں میں جھوٹا نہ ہو جاؤں	829
میل جول کے وقت اسلاف کی احتیاطیں	830
سلامتی اور عافیت کب ہو گی؟	830
صبح کس حال میں کی؟	830
کہیں منافق اور ریاکار شمار نہ کیا جاؤں؟	832
حاصل کلام	832
کہیں یہ ریا اور نفاق تو نہیں؟	833
پہلے سلام پھر کلام	833
”صبح کس حال میں کی“ اس بدعت کی ابتدا کب ہوئی؟	834
گوشہ نشینی میں ہی نجات ہے	834
زیادہ میل جول کا نقصان	835
مال داروں اور فقرا کی صحبت کا اثر	835
نیک اور گناہ گار کی صحبت کی تاثیر	835
صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے ذکر کی برکت	836
ذکر صالحین کے وقت نُزول رحمت کا مطلب	836
فاسقین کے ذکر کے وقت لعنت برستی ہے	836
برے ہم نشیں کی مثال	837
اچھے ہم نشیں کی مثال	837
عالم کی لغزش بیان کرنے کا نقصان	838
بکری کے بجائے کُتا لینے والا	839
دل سے کسی چیز کی اہمیت ختم ہونے کا سبب	839

غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے	840
مومن کی گمشدہ میراث	840
حاصل کلام	841
تیسرا فائدہ	841
اہل وعیال اور رشتہ داروں کے سبب ہلاکت	842
حتی الامکان فتنہ وفساد سے بچو	843
دو آنکھوں والی تلوار	844
کوفہ والوں کے خطوط اور عہد وپیمان	844
چوتھا فائدہ	846
پہلے تولو پھر بولو	846
بروں کی صحبت کا نقصان	847
برے ساتھی سے نجات کا ذریعہ	847
لاعلاج بیماری	848
تین خصلتوں والا رفیق	848
سب سے زیادہ نفع مند ہم نشیں	848
تنہا رہنے کا ایک فائدہ	848
پانچواں فائدہ	851
دشمنی کی جڑ	852
اپنے سے کم تر کو دیکھو	852
صحبتِ فقرا کی برکت	853
حاصل کلام	853
چھٹا فائدہ	854
آنکھوں کا بخار	855
حاصل کلام	855
دوسری فصل: **گوشہ نشینی کی آفات**	855
میل جول کے فوائد	855
پہلا فائدہ	856

علم کے بغیر گوشہ نشینی اختیار کرنے کا نقصان	856
گوشہ نشینی کا اہل کون؟	857
رضائے الٰہی کے لئے علم سیکھنے والا کوئی نہیں	857
علم چھپانا کبیرہ گناہ ہے	858
اِحیاءُ العُلوم کی خصوصیت	858
علم کی آفت	859
دنیاوی دروازوں میں سے ایک دروازہ	859
منافق، چغل خور اور دھوکے باز	860
جُہلا کی ہلاکت کا باعث	862
عوام اور بادشاہوں کی ہلاکت کا باعث	862
دوسرا فائدہ	863
تیسرا فائدہ	864
دل کی سواری	864
چوتھا فائدہ	866
سوچ سمجھ کر دوست بناؤ	867
پانچواں فائدہ	868
چھٹا فائدہ	870
جس عمل میں رضائے الٰہی مقصود نہ ہو وہ مردود ہے	870
گوشہ نشینی کے غلط مقاصد اور ایسے لوگوں کی پہچان	870
رضائے الٰہی کے لئے گوشہ نشین ہونے والے	871
مقام ومرتبہ کی خاطر گوشہ نشین ہونے والے	871
عاجزی کرنے والوں کی چند مثالیں	872
سیّدنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی نصیحت	873
حقیقی معرفت تک پہنچانے والی دو باتیں	874
لوگوں کی زبانوں سے کوئی محفوظ نہیں	874
ساتواں فائدہ	875
بُری صفات کی مثال	876

30سال کی نمازوں کا اعادہ	877	حاصل کلام	892
عالم کی عابد پر فضیلت	877	❀...زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرنا	892
علم کی عمل پر فضیلت کی وجوہات	878	حکایت: کیل اور دیوار کی گفتگو	893
قولِ فیصل	879	ہر ہر ذرہ وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے	894
ظاہری علما اور صوفیا کے جواب میں فرق کی وجہ	879	آسمان و زمین کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا	894
فقر کے متعلق صوفیا کے اقوال	879	بڑے تعجب کی بات ہے	894
صوفیائے کرام کے اختلاف کی مثال	880	حکمت کی بات	895
ایک سوال اور اس کا جواب	881	خطرات سے کھیلنے والا ہی کامیاب ہوتا ہے	895
تیسری فصل: **گوشہ نشینی کی نیتیں اور آداب**	881	مطلوب بڑا ہو تو طلب گار کم ہوتے ہیں	895
گوشہ نشینی کی اچھی اچھی نیتیں	881	﴿2﴾...عبادت کے لئے سفر کرنا	896
گوشہ نشینی کے آداب	882	مزارات کی زیارت اور عقیدۂ امام غزالی	896
مجاہد کی تعریف	884	حدیث "لَا تُشَدُّ الرِّحَال" کی توجیہ	897
جہادِ اکبر	884	نیک لوگوں کی زیارت کے تین فائدے	898
آداب سفر کا بیان	885	بیتُ المقدس کے فضائل	898
سفر کی اقسام	885	سیّدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا	899
سب سے اچھا سفر	885	﴿3﴾...حفاظت دین کی خاطر سفر کرنا	899
باب نمبر1: **سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک کے آداب، سفر کی نیت اور اس کے فوائد کا بیان**	888	کامیاب اور ہلاک ہونے والے	899
		ہلکے بوجھ والے کی تعریف	900
		جہالت و گمراہی کی انتہا	900
پہلی فصل: **سفر کی فضیلت و فوائد اور نیت کا بیان**	888	فتنوں سے بچنے کے لئے سفر کیا کرو	901
﴿1﴾...طلب علم کے لئے سفر کرنا	890	حکایت: مہنگائی کے سبب سفر	901
❀...اُمورِ دینیہ کے متعلق علم	890	﴿4﴾...بدن کی سلامتی کی خاطر سفر کرنا	902
کامیاب سفر	891	طاعون عذاب ہے	902
ایک حدیث سننے کی خاطر ایک ماہ کا سفر	891	طاعون میں مرنے والا مسلمان شہید ہے	902
❀...امورِ اخلاقیہ کے متعلق علم	891	رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحابی کو نصیحتیں	903
سفر کو سفر کہنے کی وجہ	892	مذموم سفر کی اقسام	904
سفر کیا کرو پاک رہو گے	892	محمود سفر کی اقسام	904

سفر کوئی بھی ہو نیت آخرت کی ہو	904	﴿3﴾... دعائیں لے کر اور دے کر رخصت ہو	916
مباح سفر میں نیت کیا ہو؟	904	کسی کو رخصت کرتے وقت کی دعا	916
اچھا عمل بری نیت سے برباد ہو جاتا ہے	905	حکایت: اللہ عَزَّوَجَلَّ امانت ضائع نہیں فرماتا	918
مسافروں پر مقرر فرشتے	905	﴿4﴾... روانگی سے قبل گھر میں نفل ادا کرے	919
سفر افضل ہے یا اقامت؟	905	اہل ومال کی حفاظت کی دعا	919
ہمیشہ سیر وسیاحت میں رہنا کیسا؟	906	﴿5﴾... گھر سے نکلنے کی دعا پڑھے	920
بناوٹی صوفیاء کا مقصد	907	روانہ ہوتے وقت کی دعا	920
تصوُّف کی تعریف	908	سوار ہوتے وقت کی دعا	921
تصوُّف کا نتیجہ	908	﴿6﴾... سفر کے لئے بابرکت وقت	921
صوفی کی تعریف	909	سفر کے لئے بابرکت دن	922
کیا فاسق وفاجر شخص صوفی ہو سکتا ہے؟	909	دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب عمل	923
بناوٹی صوفی کو اگر کوئی کچھ دے تو اس کا لینا کیسا؟	909	﴿7﴾... دورانِ سفر رات کے وقت زیادہ چلے	923
حقیقی صوفی کی علامت	910	کسی منزل پر پڑاؤ کرتے وقت کی دعا	924
دین داری کی وجہ سے کوئی چیز دی جائے تو لینا کیسا؟	910	رات کے وقت یہ دعا پڑھے	924
نفس کا دھوکا	911	بلندی پر چڑھتے اور اترتے وقت کی دعا	925
اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دھوکا دینا محال ہے	911	سفر میں ڈر خوف محسوس ہو تو یہ دعا پڑھے	925
دوسری فصل: **سفر پر روانگی سے لے کر واپسی تک کے 11 آداب**	912	﴿8﴾... محتاط اور قافلہ کے ساتھ رہے	925
		سفر میں آرام کرنے کا طریقہ	925
﴿1﴾... مظالم کا اِزالہ	912	﴿9﴾... جانور کے ساتھ نرمی سے پیش آئے	927
وہ یقیناً نیک ہے	912	حکایت: جانور کے ساتھ بھلائی	927
مسافر کے حسن اخلاق کا کامل درجہ	913	دو صدقے	928
﴿2﴾... تنہا سفر نہ کرے	913	گھڑی بھر کے لئے سواری سے اترنے کا فائدہ	928
امیر قافلہ کی صفات	914	حکایت: تقویٰ ہو تو ایسا	928
امیر بنانے کی حاجت کیوں ہے؟	914	﴿10﴾... مسافر چھ چیزیں اپنے ساتھ ضرور رکھے	929
اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کی دلیل	914	سرمہ اثمد کی خصوصیات	929
حکایت: امیر قافلہ ہو تو ایسا	915	سرمہ لگانے کا طریقہ	930
ایک ساتھ سفر کرنے والے کم سے کم چار تو ضرور ہوں	915	سفر میں ڈول اور رسی ساتھ رکھنا کیسا؟	930

﴿11﴾... سَفَر سے واپسی کے آداب	931	خلاصۂ کلام	953
سفر کے باطنی آداب	933	مسافر پر ان رخصتوں کا علم سیکھنا کب واجب ہے؟	954
جب بھی کسی شہر میں داخل ہو تو یہ نیت کرو	933	سوال جواب	954
بزرگوں کی زیارت کے آداب	934	دوسری فصل: **سفر کے سبب نئی چیزوں کا اضافہ**	956
سفر اجنبیت ہے	935	علاماتِ قبلہ کی اقسام	956
باب نمبر2: **سفر کی رخصتوں، سمتِ قبلہ اور اوقات سے متعلق مسائل کا بیان**	935	زمینی اور فضائی علامات	956
		سماوی علامات	956
اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں	936	دن سے تعلق رکھنے والی علاماتِ قبلہ	957
زادِ آخرت	936	وقت مغرب اور عشا میں قبلہ کی پہچان کا طریقہ	957
پہلی فصل: **سفر کی رخصتوں کے علم کا بیان**	937	وقت فجر میں قبلہ کی پہچان کا طریقہ	957
طہارت سے متعلق رخصتوں کی تفصیل	937	جہت کعبہ کی طرف رُخ کرنا مطلوب ہے یا عین کعبہ کی طرف؟	958
موزوں پر مسح کی مدت	937		
موزوں پر مسح کرنے کی پانچ شرائط	938	عین کعبہ کی طرف رخ کرنے کا معنی	959
مسح کی کم از کم مقدار اور کامل درجہ	939	جہت کعبہ کی طرف رخ کرنے کا معنی	959
موزوں پر مسح کا طریقہ	939	جہت کعبہ کی طرف رخ کرنے کے دلائل	960
مسح کی مدت کب سے شمار ہو گی؟	939	قرآن پاک سے دلیل	960
موزے استعمال کرنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو!	940	حدیث پاک سے دلیل	961
حکایت: موت کو ہر وقت یاد رکھو	942	فعل صحابہ سے دلیل	961
تَیَمُّم کا طریقہ / تَیَمُّم کے احکام	943	قیاس سے دلیل	962
فرض نماز سے متعلق رخصتوں کی تفصیل	944	جہتیں "چار" ہونے کی دلیل	962
قصر سے متعلق متفرق مسائل	945	جہتیں چار ہی ہیں اس کی وجہ	963
سفر کی انتہا اور مقیم ہونے کی شرائط	945	علاماتِ سمتِ قبلہ کا علم کس قدر سیکھنا واجب ہے؟	963
طویل سفر کی مقدار	946	ایک سوال اور اس کا جواب	964
سفر مباح کا مطلب	947	علامات قبلہ کی پہچان کے معاملے میں نابینا شخص کا	964
دو نمازوں کو جمع کرنے سے متعلق متفرق مسائل	948	جس شہر میں کوئی فقیہ نہ ہو وہاں رہنا کیسا؟	965
سفر میں ضرر نہ ہونے کی صورت میں روزہ رکھنا افضل ہے	953	نمازِ پنجگانہ کے اوقات کی معرفت	966
		ظہر و عصر کا وقت	966

عنوان	صفحہ
مغرب کا وقت	967
عشا کا وقت	967
فجر کا وقت	967
وقتِ فجر کے سلسلے میں مَنازِل کے اعتبار کا مسئلہ	968
سماع اور وجد کے آداب کا بیان	971
باب نمبر1: **سماع کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال اور قولِ راجح**	973
پہلی فصل: **سماع کے متعلق فقہا کی آراء**	973
غنا و سماع کا خوگر بے وقوف ہے	973
سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کی رائے	973
کھیل کود دین داروں اور اہلِ مروت کا شیوہ نہیں	974
سیِّدُنا امام مالک رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کی رائے	974
سیِّدُنا امام اعظم رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کی رائے	975
سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْه کا کلام	975
ہم نے تین چیزوں کو کھو دیا ہے	976
ایک شیطان پر قابو نہ پاسکا تو دو پر کیسے قابو پاؤں گا؟	976
سماع پر عُلَما ہی ثابت قدم رہ سکتے ہیں	977
کیا حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم سماع ناپسند فرماتے ہیں؟	978
صوفیا پر تین اوقات میں رحمت برستی ہے	979
دوسری فصل: **سماع کے جائز ہونے پر دلائل**	980
اچھی اور خوبصورت آواز سننا کیسا ہے؟	981
سماع کا جواز قیاس سے	981
سماع کا جواز نص سے	982
اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر نبی خوش آواز بھیجا	982
400 جنازے	982
سیِّدُنا داود عَلَیْهِ السَّلَام کی سی خوش الحانی	983
موزونی آواز	983
موزونی آوازوں کی اقسام	984
آلاتِ موسیقی کی حرمت تبعاً ہے	984
اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چراگاہ	985
آلاتِ موسیقی کی حرمت کی وجوہات	985
فُسّاق اور بد مذہبوں کی مشابہت سے بچو	986
آلاتِ موسیقی کے متعلق فیصلۂ امام غزالی	987
شعر بھی ایک کلام ہے	988
مدینے سے محبت دعائے سرکار کی برکت سے ہے	989
زندگی تو آخرت کی زندگی ہے	990
اللہ عَزَّوَجَلَّ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے	990
اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دانت سلامت رکھے	991
اے انجشہ! خیال کرو کچی شیشیاں توڑ نہ دینا	991
موزونی نغمات تاثیر کا باعث ہیں	992
اچھی آواز سے اونٹ بھی مست ہو جاتا ہے	993
حکایت: بیڑیوں میں جکڑا خوش آواز غلام	994
پرندوں اور چوپایوں سے زیادہ سخت طبیعت انسان	995
موزونی اور ہم قافیہ کلمات ترنم سے پڑھنے کے سات مواقع	995
حج کے موقع پر نغمات پڑھنے کا حکم	995
جہاد پر ابھارنے کے لئے اشعار پڑھنا کیسا؟	996
دشمن کے سامنے رجزیہ اشعار پڑھنا کیسا؟	997
غم دو طرح کا ہوتا ہے	998
خوشی کا اظہار کر کے خوشی میں اضافہ کرو	999
خوشی کے موقع پر اِنعقادِ محفل کے جواز کی دلیل	999
غنا اور کھیل کود سے متعلق 7 روایات	1000
جائز محبت	1005

اجنبیہ کے تصوُّر میں محفل سماع کا انعقاد حرام ہے	1006	دوسری دلیل اور اس کا جواب	1025
باری تعالیٰ کے لئے سماع اور وجد	1007	تیسری دلیل اور اس کا جواب	1025
باطنی حس سے محروم شخص	1008	چوتھی دلیل اور اس کا جواب	1026
ایک سوال اور اس کا جواب	1008	پانچویں دلیل اور اس کا جواب	1027
اللہ عَزَّوَجَلَّ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے	1009	چھٹی دلیل اور اس کا جواب	1027
عارفین کی محبت الٰہی کے لئے لفظ "عشق" کا استعمال ظلم ہے	1009	ساتویں دلیل اور اس کا جواب	1028
		غنا زنا کا منتر و پیش خیمہ ہے	1029
غیرُاللہ سے محبت نقص اور جہالت کی علامت ہے	1010	مباحات کا ترک اولیٰ ہے	1030
خود کو پہاڑ سے گرا دیا	1012	زنا کا مُحرِّک سماع	1032
ایک سوال اور اس کا جواب	1012	ساری دنیا ہی لہو ہے	1032
سماع کی حرمت کے عوارض	1013	ایک دن کی تعطیل نشاط کا باعث ہے	1033
اجنبیہ کی آواز اور سماع کا حکم	1013	باب نمبر2: **سماع کے متعلق روایات وآداب**	1034
سماع میں استعمال ہونے والے آلات	1014	پہلا مقام: **مسموع کو سمجھنا**	1034
سماع میں پڑھے جانے والے اشعار	1015	پہلی حالت	1034
حکایت: ایک پیسے کے دس کھیرے	1016	دوسری حالت	1034
وجد، ظاہری الفاظ و معانی کا محتاج نہیں	1017	تیسری حالت	1034
سماع سننے والا شہوت سے مغلوب ہو تو...!	1018	حکایت: مجھے رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قول یاد آگیا	1036
کیا سماع کی عادت بنا لینا گناہ ہے؟	1018	حکایت: سب کچھ راہ خدا میں وقف کر دیا	1036
بعض مباح کاموں کی کثرت جائز نہیں	1019	حکایت: ایک شعر اور دو مفہوم	1040
ایک سوال اور اس کا جواب	1019	حکایت: پیاسا پانی میں کھڑا ہے لیکن سیراب نہیں ہوتا	1041
پیشہ ور گویّے کی گواہی درست نہیں	1021	چوتھی حالت	1044
سماع کے متعلق علمائے حجاز کی رائے	1021	حکایت: بے خودی کی کیفیت	1045
سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے ایک قول کی تشریح	1021	دوسرا مقام: **وجد کرنا**	1047
تیسری فصل: **قائلین حرمتِ سماع کے دلائل اور اُن کے جوابات**	1023	وجد کے متعلق صوفیا کے اقوال	1048
		وجد کے متعلق دانشوروں کے اقوال	1049
پہلی دلیل اور اس کا جواب	1023	وجد کی وضاحت	1051
گمراہ کرنے کی نیت سے تلاوتِ قرآن حرام ہے	1024	**اَسبابِ کشف**	1051

عنوان	صفحہ
حکایت: سیّدنا محمد بن مسروق رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی توبہ	1052
حکایت: کھانا نہ کھایا	1053
حکایت: فراست مومن	1054
حکایت: سیّدنا ابراہیم خواص عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی فراست	1054
حکایت: سیّدنا ذوالنون مصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا وجد	1056
احوال شریفہ کا اکتساب	1060
ایک سوال اور اس کا جواب	1061
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گریہ وزاری	1063
تلاوت قرآن کے دوران بزرگان دین کی کیفیت	1064
حکمت بھری بات کا اثر	1069
ایک سوال اور اس کا جواب	1069
پہلی وجہ	1069
دوسری وجہ	1072
تیسری وجہ	1073
چوتھی وجہ	1074
پانچویں وجہ	1074
چھٹی وجہ	1076
ساتویں وجہ	1077
حکایت: دو شعروں نے مجھ پر قیامت برپا کر دی	1078
تیسرا مقام: **آداب سماع اور آثار وجد**	1080
سماع کے پانچ آداب	1080
سیّدنا جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا خواب	1082
حکایت: ایک نوجوان کا حقیقی وجد	1083
سیّدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی وعظ و نصیحت	1083
30سال غیبت کرنے سے بھی بُرا عمل	1083
وجد میں ضبط کرنا کمال ہے	1083
ایک سوال اور اس کا جواب	1086
صوفیائے کرام کے ترک سماع کی وجوہات	1087
خوشی کے موقع پر رقص کرنا	1087
رقص کا حکم	1088
سماع میں کپڑے پھاڑنا	1089
خرقہ کی تقسیم	1089
ایک سوال اور اس کا جواب	1091
ایک سوال اور اس کا جواب	1092
خلاصۂ بحث	1093
اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کا بیان	1094
باب نمبر1: **اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کا وجوب، اس کی فضیلت اور اسے ترک کرنے کی مذمت کا بیان**	1096
اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے متعلق 13 فرامین باری تعالیٰ	1096
اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے متعلق 21 فرامین مصطفٰے	1100
اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کے متعلق 11 اقوال بزرگان دین	1111
باب نمبر2: **اِحْتِساب کے اَرکان وشرائط کا بیان**	1114
پہلا رکن: **مُحْتَسِب**	1114
شرائط مُحْتَسِب کی تفصیل	1114
ایک سوال اور اس کا جواب	1118
خلاصۂ کلام	1121
ایک سوال اور اس کا جواب	1122
چوتھی شرط	1123

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ایک سوال اور اس کا جواب	1124	مختلف مذاہب کی تقلید معتبر نہیں	1159
حکایت: عید کی نماز سے پہلے خطبہ	1126	سوال جواب	1159
حکایت: 100 اونٹوں کا نذرانہ	1126	تیسرا رکن: **اس کا تعلق مُحْتَسَب عَلَیْہ سے ہے**	1162
حکایت: سارنگی توڑ دی	1128	ایک سوال اور اس کا جواب	1162
حکایت: سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف	1130	ایک سوال اور اس کا جواب	1164
حکایت: مامونُ الرشید اور اَمْر بِالْمَعْرُوْف	1131	خلاصۂ کلام	1165
سوال جواب	1132	لُقطہ کے متعلق اہم معلومات	1166
پانچویں شرط	1135	چوتھا رکن: **اِحْتِساب کے درجات وآداب**	1167
ایک سوال اور اس کا جواب	1137	پہلا درجہ: "برائی معلوم کرنا"	1168
اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنے سے مراد	1137	دوسرا درجہ: "برائی پر آگاہ کرنا"	1168
چند سوالات اور ان کے جوابات	1140	نرمی سے نیکی کی دعوت دینے کی مثال	1169
پہلی قسم: "متوقع چیز کے حاصل نہ ہونے کا اندیشہ"	1144	تیسرا درجہ: "برائی سے منع اور وعظ ونصیحت کرنا"	1170
مُدارات اور مُداہَنَت میں فرق	1146	نفس کو لذت حاصل ہونے کی دو وجوہات	1171
دوسری قسم: "موجود چیز کا ختم ہو جانا"	1147	چوتھا درجہ: "برا بھلا کہنا اور سرزنش کرنا"	1172
سوال جواب	1150	پانچواں درجہ: "برائی کو ہاتھ سے تبدیل کر دینا"	1173
گناہ کی تین حالتیں	1151	سوال جواب	1175
دوسرا رکن: **اس بات کے متعلق جس پر احتساب کیا جائے**	1152	چھٹا درجہ: "دھمکانا اور ڈرانا"	1177
		خُلفِ وعید	1177
﴿1﴾...اس فعل کا مُنکَر ہونا	1152	ساتواں درجہ: "مارنا"	1178
﴿2﴾...مُنکَر فی الحال موجود ہو	1153	آٹھواں درجہ: "مددگار کا سہارا لینا اور ہتھیار بلند کرنا"	1179
﴿3﴾...نیکی کی دعوت دینے والے پر بغیر تَجَسُّس مُنکَر ظاہر ہو	1154	**مُحْتَسِب کے آداب**	1180
		﴿1﴾...علم	1180
ایک سوال اور اس کا جواب	1155	﴿2﴾...پرہیزگاری	1180
﴿4﴾...مُنکَر کا مُنکَر ہونا بغیر اجتہاد کے معلوم ہو	1156	﴿3﴾...حسنِ اخلاق	1181
تقلیدِ شخصی لازمی ہے	1157	حکایت: قصاب کی اصلاح	1183
امام کی مخالفت منع ہے	1157	جو تورات میں لکھا ہے وہ سچ ہے	1183
حاصل کلام	1158	حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے دل کو گناہوں سے پاک کر دیا	1184

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
تنہائی میں سمجھانا	1185	سیّدنا ابن شُمَیلَہ علیہ الرحمہ کی عبد الملک کو نصیحت	1221
حکایت: نرمی سے پیش آنے کا فائدہ	1185	سیّدنا حسن بصری علیہ الرحمہ کی حجّاج کو نصیحت	1222
حکایت: نرمی سے تنہائی میں سمجھانے کی برکت	1186	سیّدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی	1223
حکایت: ولی کا رعب و دبدبہ	1187	سیّدنا حُطَیط زیّات علیہ الرحمہ کی جرأت و حق گوئی	1224
باب نمبر3: **مروّجہ برائیوں کا بیان**	1188	سیّدنا حسن بصری علیہ الرحمہ کی ابن ہُبَیرہ کو نصیحت	1225
پہلی فصل: **مساجد میں پائی جانے والی برائیاں**	1188	سیّدنا محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی بُردہ	1228
ایک سوال اور اس کا جواب	1197	سیّدنا ابن ابی ذُوَیب رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی	1228
دوسری فصل: **بازاروں میں پائی جانے والی برائیاں**	1198	سیّدنا امام اوزاعی علیہ الرحمہ کی خلیفہ منصور کو نصیحت	1230
تیسری فصل: **راستوں میں پائی جانے والی برائیاں**	1200	سیّدنا خضر علیہ السلام کی خلیفہ منصور کو نصیحت	1239
چوتھی فصل: **حماموں میں پائی جانے والی برائیاں**	1202	دعائے خضر	1245
پانچویں فصل: **ضیافت سے متعلقہ برائیاں**	1203	سیّدنا سُفیان ثوری علیہ الرحمہ کی ہارونُ الرشید کو نصیحت	1246
ضائع کرنے کی تعریف	1207	سیّدنا بہلول رحمۃ اللہ علیہ کی ہارونُ الرشید کو نصیحت	1252
اسراف کی تعریف	1207	مامون کے سامنے ایک نوجوان کی حق گوئی	1253
چھٹی فصل: **عام برائیاں**	1209	سیّدنا ابوالحُسَین نوری علیہ الرحمہ اور مُعتَضِد باللہ	1255
باب نمبر4: **اُمَرا اور سلاطین کو اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا**	1211	**آدابِ مَعِیشت اور اَخلاقِ نبوّت کا بیان**	1259
		باطن کا ظاہر پر اثر پڑتا ہے	1259
سب سے بہتر شہید	1212	یہ باب لکھنے کی وجہ	1259
افضل جہاد	1212	آدابِ معیشت کے 13 ابواب کی ترتیب	1260
شانِ فاروقِ اعظم	1212	باب نمبر1: **اللہ عزوجل کا حضور نبیّ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعۂ قرآنِ کریم ادب سکھانے کا بیان**	1261
اُمَرا و سلاطین کو وعظ و نصیحت کرنے سے متعلق 18 حکایات	1213		
سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کی ایذا پر صبر فرمانا	1213	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے	1262
عُقبہ بن ابی مُعَیط کی گستاخی	1215	تعلیم آداب پر مشتمل 10 فرامین باری تعالیٰ	1262
سیّدنا امیر مُعاوِیہ رضی اللہ عنہ کا حلم	1215	والد کے اچھے اخلاق کی بدولت بیٹی کی رہائی	1265
سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک دن اور ایک رات	1216	اسلام کو اچھے اخلاق نے ڈھانپ رکھا ہے	1266
سیّدنا عطاء بن ابی رَباح علیہ الرحمہ کی عبدُ الملک کو نصیحت	1219	بعض اچھے اعمال	1266
سیّدنا عطاء بن ابی رباح علیہ الرحمہ کی ولید کو نصیحت	1220	سیّدنا مُعاذ رضی اللہ عنہ کو عمدہ اخلاق کی نصیحت	1267

عنوان	صفحہ
باب نمبر2: **حضور ﷺ کے جامع اخلاق حسنہ کا بیان**	1268
پیکرِ جود و سخا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سخاوت	1268
شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عاجزی	1269
حیا سے نظریں جھکی رہیں گی	1270
میں مشرک سے مدد نہیں لیتا	1270
خون بہا اپنے پاس سے ادا فرمایا	1271
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام	1272
کھانے کا احسن انداز	1272
میل جول کے آداب	1273
جو موجود ہو اس پر قناعت کیجئے!	1274
لوگوں کی خیر خواہی اور دل جوئی	1275
خوش مزاجی اور بعض دیگر آداب	1275
حاصل کلام	1276
باب نمبر3: **حضور ﷺ کے عُمُومی اَخلاق و آداب کا بیان**	1277
دشمن پر بھی لعنت نہ کی	1278
کسی کے خلاف دعا نہ کرتے	1278
دو چیزوں میں سے آسان کو اختیار فرماتے	1278
کبھی ڈانٹا نہیں	1279
تورات و انجیل میں مذکور صفاتِ مصطفٰے	1279
حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَسَلَّم کا اندازِ ملاقات	1280
پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بیٹھنے کا انداز	1281
آنے والے کی عزت افزائی	1282
قرآن کریم میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حُسنِ سُلوک کا بیان	1282
کنیت سے پکارنے کی اہمیت	1283
مجلس کے آداب نبوی	1283
باب نمبر4: **حضور ﷺ کی گفتگو اور مسکراہٹ کا بیان**	1284
نکھری نکھری پیاری پیاری مصطفٰے عَلَیْہِ السَّلَام کی گفتگو	1284
حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو جوامِعُ الْکَلِم عطا فرمائے گئے	1285
اس تَبَسُّم کی عادت پہ لاکھوں سلام	1286
دلچسپ بات پر مسکراہٹ	1287
بے مثال تَبَسُّم اور لاجواب سنجیدگی	1287
مشکل میں دعا	1288
باب نمبر5: **حضور ﷺ کے کھانا تناوُل فرمانے کا بیان**	1289
کھانے کی سنتیں اور آداب	1289
کھاتے وقت بیٹھنے کی سنت	1289
دورِ رسالت کا فالودہ	1290
پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مختلف غذائیں	1291
بکری پر شفقت و رحمت	1292
کھانوں کا سردار	1292
کدو شریف کے فضائل	1293
گوشت اور سنت نبوی	1293
گوشت کھانے کا احسن انداز	1294
عجوہ کھجور اور پسندیدہ ترکاریاں	1294
ناپسندیدہ اور نہ کھائے جانے والے اعضاء	1295
کھانے کو عیب نہ لگاتے	1296
کھانے کا برتن اور انگلیاں چاٹنا سنت ہے	1296
کھانے کے بعد کی دعا	1297
پانی کے متعلق سنتیں اور آداب	1297
عاجزی والے کو بلندی ملتی ہے	1298

عنوان	صفحہ
کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے	1298
باب نمبر6: لباس کی سنتوں اور آداب کا بیان	1299
سبز اور سفید لباس کا استعمال	1299
روئی سے بھری ہوئی قبا	1299
تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر ہونا چاہئیں	1300
جمعہ کے لئے جداگانہ لباس	1301
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بڑھ کر حسین کوئی نہیں	1301
حضور ﷺ کے زیر استعمال بعض چیزیں	1302
انگوٹھی مبارک	1302
عمامہ شریف	1302
ایک عمامے کا نام سحاب تھا	1303
لباس پہننے کا سنت طریقہ	1303
بستر مبارک	1304
جانوروں اور چیزوں کے نام رکھنا	1304
وضو کے بچے ہوئے پانی سے حصول برکت	1306
باب نمبر7: حضور ﷺ کے عفو و درگزر کا بیان	1306
سب سے زیادہ تحمل مزاج	1306
اعتراض کرنے والے کو معاف کر دیا	1307
جان کے دشمن پر احسان	1307
قتل کی کوشش کرنے والی سے درگزر	1308
جادو کروانے والے یہودی سے درگزر	1309
بدری صحابی سے درگزر	1309
اَذِیَّت پر صبر	1310
باب نمبر8: حضور ﷺ کا ناپسندیدہ باتوں سے چشم پوشی کرنے کا بیان	1311
ناپسندیدہ چیز پر چشم پوشی فرمائی	1311
ایک دیہاتی پر نرمی کا واقعہ	1311
تربیت کا بہترین انداز	1312
باب نمبر9: حضور ﷺ کی جود و سخاوت کا بیان	1313
شان مصطفٰے بزبان مرتضٰی	1313
کثیر بکریاں عطا فرما دیں	1314
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا	1314
قرض لے کر عطا فرمایا	1315
کثیر اونٹ بھی ہوتے تو تقسیم فرما دیتا	1315
باب نمبر10: حضور ﷺ کی شجاعت کا بیان	1316
صحابہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پناہ میں	1316
بہادری کا معیار حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی قربت میں لڑنا ہے	1316
لڑائی میں سب سے پہلا وار	1317
باب نمبر11: حضور ﷺ کی تواضع اور عاجزی کا بیان	1317
تواضع کی مختلف صورتیں	1318
بے مثال عاجزی وانکساری	1318
اجنبی پہچان نہ پاتا	1319
عاجزی کا نرالا انداز	1319
جواب میں "لبیک" فرماتے	1320
صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی دلجوئی	1320
باب نمبر12: حضور ﷺ کے حلیہ شریف کا بیان	1320
رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قد مبارک	1320
رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا رنگ مبارک	1321
رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال مبارک	1322
رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا رُخِ روشن	1322
رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیشانی مبارک	1323
سرمگیں آنکھیں اور مقدس دانت	1323

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ہونٹ شریف اور رخسار اقدس	1324	ایک شخص مرتد ہو کر مرے گا	1335
نبیِّ مُکَرَّم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گردن مبارک	1324	ایک کی موت آگ میں ہو گی	1335
حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سینہ مبارک	1325	درخت حاضر ہو گئے	1335
رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بطن مبارک	1325	قدو قامت کا معجزہ	1336
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیٹھ مبارک اور مہر نبوت	1325	مباہلہ کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے	1336
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مبارک ہاتھوں کی صفات	1325	مٹ گئے آپ مٹانے والے	1336
نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چلنا	1326	اُبَی بن خلف میرے ہاتھوں مرے گا	1337
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ مشابہت	1326	بکری کے بازو نے کلام کیا	1337
رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے 10 اسمائے مبارکہ	1326	سرداران کفار کی قتل گاہوں کی خبر	1337
باب نمبر 13: **حضور ﷺ کے جامع معجزات اور آپ کے سچے ہونے کی نشانیوں کا بیان**	1327	میری امت سمندر میں جہاد کرے گی	1337
		مشرق تا مغرب حکومت	1338
حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سچا ہونے پر عقلی دلیل	1327	خاندان میں سے پہلے کون وفات پائے گا؟	1338
اشارے سے چاند چیر دیا	1329	خالی تھنوں سے دودھ	1339
تھوڑا کھانا کئی افراد کو کافی ہو جاتا	1329	آنکھ دُرُست کر دی	1339
انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا	1330	آشوب چشم سے شِفا	1339
خالی کنویں کا پانی سے بھر جانا	1331	کھانے کی تسبیح سننا	1339
تھوڑی کھجوریں 400 افراد کو کافی ہو گئیں	1331	زخمی ٹانگ ٹھیک کر دی	1340
کفار اندھے ہو گئے	1331	دعائے مصطفےٰ سے کھانا زیادہ ہو گیا	1340
کہانت باطل ہو گئی	1332	وہ زباں جس کو سب "کُن" کی کنجی کہیں	1340
کھجور کے تنے کا عشق رسول	1332	خلاصۂ کلام	1341
تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی	1332	فُصَحائے عرب کو چیلنج	1341
حضور ﷺ کے علم غیب کا بیان	1333	دُعائیہ کلمات	1343
مستقبل کی خبریں	1333	فہرست حکایات	1344
سونے کے کنگن	1333	متروکہ عربی عبارات	1346
اسود عنسی کذاب کے قتل کی خبر	1334	تفصیلی فہرست	1347
کفار قریش کے سروں پر خاک	1334	ماخذ و مراجع	1384
اونٹ کا شکایت کرنا	1335	اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کی کتب کا تعارف	1388

ماٰخذومراجع

نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
قرآن پاک	کلام باری تعالیٰ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
ترجمۂ کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
تفسیر الطبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم ۱۴۱۹ھ
سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی الشھیر بابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۳ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
السنن الکبری	امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ
السنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
سنن الدارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ
سنن الدار قطنی	امام ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۵ھ	ملتان پاکستان
الموطا	امام مالک بن انس اصبحی حمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۷۹ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
مراسیل ابی داود	امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۵ھ	افغانستان
المستدرک	امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۸ھ
المسند	امام ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	حافظ سلیمان بن داود طیالسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۰۴ھ	دار المعرفۃ بیروت
المسند	امام ابویعلی احمد بن علی موصلی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
المسند	امام ابوعبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۰۴ھ	دار الکتب العلمیۃ
مسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ
مسند الحارث	حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ	المدینۃ المنورۃ ۱۴۱۳ھ
مسند الشھاب	ابوعبد اللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر قضاعی رحمۃ اللہ علیہ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۷ھ
مسند الشامیین	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ
مصابیح السنۃ	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
الزھد	امام ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الکتب العلمیۃ

الزھد	امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ
الزھد	حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الریان للتراث قاھرہ ۱۴۰۸ھ
الزھد	امام وکیع بن جراح بن ملیح رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۹۷ھ	الدار المدینۃ المنورۃ ۱۴۰۴ھ
الزھد الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۱۴۱۷ھ
البر والصلۃ	امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۸۱ھ	دار الوطن الریاض ۱۴۱۷ھ
المصنف	حافظ عبداللہ محمد بن ابی شیبۃ عبسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المصنف	امام حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ھمام رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
الجامع	امام حافظ معمر بن راشد ازدی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۵۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
المعجم الصغیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۳ھ
المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ
جمع الجوامع	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
جامع الاحادیث	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
صحیح ابن حبان	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
صحیح ابن خزیمہ	امام ابوبکر محمد بن اسحاق نیشاپوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی ۱۳۹۰ھ
شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
معرفۃ السنن والآثار	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
فردوس الاخبار	حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
عیون الاخبار	ابومحمد عبداللہ بن مسلم قتیبہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۵۶ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
الشمائل المحمدیۃ	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	دار احیاء التراث العربی
نوادر الاصول	ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسین حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری
جامع الاصول	ابوالسعادات مبارک بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
شرح صحیح البخاری	ابوالحسن علی بن خلف بن بطال قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد الریاض ۱۴۲۰ھ
شرح السنہ	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
شرح کتاب السیر الکبیر	امام محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۹۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
شرح اصول اعتقاد......	شیخ ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن البصری لالکائی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۱۸ھ	دار البصیرۃ مصر

قوت القلوب	شیخ ابوطالب محمد بن علی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ ھ
الشفاء	امام ابوفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۴۴ ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند
کتاب الدعاء	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ ھ
مکارم الاخلاق	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ ھ
مکارم الاخلاق	ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۸۱ ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ ھ
مکارم الاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر السامری خرائطی رحمۃ اللہ علیہ المتوفّٰی ۳۲۷ھ	المکتبۃ الشاملہ
مساوئ الاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر السامری خرائطی رحمۃ اللہ علیہ المتوفّٰی ۳۲۷ھ	المکتبۃ الشاملہ
دلائل النبوۃ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۳ ھ
دلائل النبوۃ	امام حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	المکتبۃ العصریۃ بیروت
سبل الهدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۹۴۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۸ ھ
النہایۃ فی غریب الاثر	امام ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۶۰۶ ھ	المکتبۃ الشاملہ
اخلاق النبی وآدابہ	ابومحمد عبد اللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۹ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۸ ھ
المحکم والمحیط الاعظم	ابوالحسن علی بن اسماعیل المعروف بابن سیدہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ ھ
الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	ملتان پاکستان
الموسوعۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۸۱ ھ	المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۶ ھ
معرفۃ الصحابۃ	امام حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ ھ
معجم الصحابۃ	امام ابوالقاسم محمد حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۱۶ ھ	دار البیان دولۃ الکویت ۱۴۲۱ ھ
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابوعمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ ھ
کتاب الثقات	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ ھ
العزلۃ	امام ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب خطابی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۸ھ	المکتبۃ الشاملہ
السیر	ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن حارث فزاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۸۶ ھ	المکتبۃ الشاملہ
الدعاء	قاضی ابوعبد اللہ حسین بن اسماعیل محاملی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۳۰ھ	المکتبۃ الشاملہ
تاریخ مدینہ دمشق	حافظ ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۵۷۱ ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ ھ
تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ ھ
التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ ھ
حلیۃ الاولیاء	امام حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ ھ
الرسالۃ القشیریۃ	امام ابوالقاسم عبد الکریم ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ ھ
طبقات الصوفیۃ	ابوعبد الرحمن محمد بن حسین سلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۱۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ ھ

الطبقات الکبری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی بصری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
جامع بیان العلم و فضلہ	حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۸ھ
تزیین الاسواق فی اخبار العشاق	شیخ داود بن عمر انطاکی	المکتبۃ الشاملہ
اخبار اصبہان	امام حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	المکتبۃ الشاملہ
جزء الاصبہانی	ابوجعفر محمد بن عاصم بن عبد اللہ ثقفی اصبہانی	دار العاصمۃ الریاض ۱۴۰۹ھ
کتاب المغازی	محمد بن عمر بن واقدی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۰۷ھ	مؤسسۃ الاعلمی ۱۴۰۹ھ
الترغیب فی فضائل الاعمال	ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۵ھ	المکتبۃ الشاملہ
الجامع لاخلاق الراوی	حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۴۶۲ھ	مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۳ھ
العقد الفرید	احمد بن محمد عبد ربہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
آداب الصحبۃ	ابوعبد الرحمن سلمی	دار الصحابۃ للتراث ۱۴۱۰ھ
الریاض النضرۃ	امام ابوجعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۴ھ
تنبیہ الغافلین	امام ابواللیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۳ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۰ھ
العظمۃ	ابومحمد عبد اللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۹ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۴ھ
المدخل	ابوعبد اللہ محمد بن محمد مالکی المعروف بابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۷۳۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
البدع	ابوعبد اللہ محمد بن وضاح بن بزیع مروانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۲۸۶ھ	المکتبۃ الشاملہ
المجروحین	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
حیاۃ الحیوان الکبری	کمال الدین محمد بن موسٰی بن عیسٰی دمیری رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۸۰۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابواحمد عبد اللہ بن عدی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
کتاب الضعفاء	ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسٰی عقیلی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۲ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
العلل	امام ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۸۵ھ	دار الطیبۃ الریاض ۱۴۰۵ھ
علل الحدیث	عبد الرحمن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۲۷ھ	المکتبۃ الشاملہ
التوبیخ والتنبیہ	ابومحمد عبد اللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۳۶۹ھ	مکتبۃ الفرقان القاہرۃ

❊ ... ❊ ... ❊ ... ❊ ... ❊

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب　　صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

تُوْبُوْا اِلَى الله　　اَسْتَغْفِرُ الله

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب　　صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

مجلس المدینۃ العلمیہ کی طرف سے پیش کردہ 243 کُتُب و رسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب:

01...حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)

02...کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185)

03...ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ ہِلَال) (کل صفحات:63)

04... بیاض پاک حُجَّۃُ الْاِسْلَام (کل صفحات:37)

05...اولاد کے حقوق (مَشْعَلَۃُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات:31)

06...اَلْوَظِیْفَۃُ الْکَرِیْمَۃ (کل صفحات:46)

07...ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہید ایمان) (کل صفحات:74)

08...حدائق بخشش (کل صفحات:446)

09...راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَآء بِدَعْوَۃِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الْفُقَرَآء) (کل صفحات:40)

10...کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاھِمِ فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاھِم) (کل صفحات:199)

11...فضائل دعا (اَحْسَنُ الْوِعَآءِ لِاٰدَابِ الدُّعَآءِ مَعَہٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَآءِ لِاَحْسَنِ الْوِعَآءِ) (کل صفحات:326)

12...عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَۃِ الْعِیْد) (کل صفحات:55)

13...والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوْق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات:125)

14...معاشی ترقی کا راز (حاشیہ و تشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) (کل صفحات:41)

15...الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات:561)

16...شریعت و طریقت (مَقَالُ الْعُرَفَآء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَّعُلَمَآء) (کل صفحات:57)

17...اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْھَارُ الْحَقِّ الْجَلِی) (کل صفحات:100)

18...ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْیَاقُوْتَۃُ الْوَاسِطَۃ) (کل صفحات:60)

عربی کُتُب:

19، 20، 21، 22، 23...جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (المجلد الاول والثانی والثالث والرابع والخامس)

(کل صفحات:570، 672، 713، 650، 483)

24...اَلتَّعْلِیْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِی (کل صفحات:458)

25...اَلْفَضْلُ الْمَوْھَبِی (کل صفحات:46)

26...کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاھِم (کل صفحات:74)

27...اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃ (کل صفحات:60)

28...اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ (کل صفحات:62)

29...تَمْھِیْدُ الْاِیْمَان (کل صفحات:77)

30...اَلزَّمْزَمَۃُ الْقَمَرِیَّۃ (کل صفحات:93)

31...اَجْلَی الْاِعْلَام (کل صفحات:70)

﴿شعبہ تراجم کُتُب﴾

01...سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْھِیْدُ الْفَرْش فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:88)

02...مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاھِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِر) (کل صفحات:112)

03...نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّةُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:142)

04...نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّة) (کل صفحات:54)

05...جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد دوم) (اَلزَّوَاجِرُ عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر) (کل صفحات:1012)

06...جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد اول) (اَلزَّوَاجِرُ عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر) (کل صفحات:853)

07...جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِح فِی ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح) (کل صفحات:743)

08...امامِ اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی وصیتیں (وَصَایَا اِمَامِ اَعْظَم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ) (کل صفحات:46)

09...اصلاحِ اعمال (جلد اول) (اَلْحَدِیْقَةُ النَّدِیَّة شَرْحُ طَرِیْقَةِ الْمُحَمَّدِیَّة) (کل صفحات:866)

10...اللہ والوں کی باتیں (جلد اول) (حِلْیَةُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (کل صفحات:896)

11...اللہ والوں کی باتیں (جلد دوم) (حِلْیَةُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) (کل صفحات:625)

12...نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْف وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَر) (کل صفحات:98)

13...فیضانِ مزاراتِ اولیاء (کَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر) (کل صفحات:144)

14...دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّهْد وَقَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)

15...عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَةُ فِی طَلَبِ الْحَدِیْث) (کل صفحات:105)

16...احیاء العلوم (جلد اول) (اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْن) (کل صفحات:1124)

17...احیاء العلوم (جلد دوم) (اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْن) (کل صفحات:1393)

18...راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)

19...حُسنِ اخلاق (مَکَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:102)

20...اچھے برے عمل (رِسَالَةُ الْمُذَاکَرَة) (کل صفحات:122)

21...قوت القلوب (مترجم جلد اول) (کل صفحات:826)

22...حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق) (کل صفحات:649)

23...شاہراہِ اولیاء (مِنْهَاجُ الْعَارِفِیْن) (کل صفحات:36)

24...شکر کے فضائل (اَلشُّکْرُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ) (کل صفحات:122)

25...آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع) (کل صفحات:300)

26...احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْیَاء) (کل صفحات:641)

27...آدابِ دین (اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن) (کل صفحات:63)

28...عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)

29...بیٹے کو نصیحت (اَیُّهَا الْوَلَد) (کل صفحات:64)

30...عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم حصہ اول) (کل صفحات:412)

31...اَلدَّعْوَةُ اِلَی الْفِکْر (کل صفحات:148)

﴿شعبہ درسی کُتب﴾

01...تفسیر الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین (کل صفحات:364)

02...تعریفاتِ نحویۃ (کل صفحات:45)

03...مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح (کل صفحات:241)

04...شرح مئۃ عامل (کل صفحات:44)

05...الاربعین النوویۃ فی الأحادیث النبویۃ (کل صفحات:155)

06...انوار الحدیث (کل صفحات:466)

07...نور الایضاح مع حاشیۃ النور والضیاء (کل صفحات:392)

08...الحق المبین (کل صفحات:128)

09...شرح العقائد مع حاشية جمع الفرائد (كل صفحات:384)
10...تلخيص اصول الشاشی (كل صفحات:144)
11...عصيدة الشهدة شرح قصيدة البردة (كل صفحات:317)
12...احياء العلوم (عربی) (كل صفحات:173)
13...اتقان الفراسة شرح ديوان الحماسة (كل صفحات:325)
14...كافيه مع شرح ناجيه (كل صفحات:252)
15...مقدمة الشيخ مع التحفة المرضية (كل صفحات:119)
16...نصاب اصولِ حديث (كل صفحات:95)
17...الفرح الكامل على شرح مئة عامل (كل صفحات:158)
18...المحادثة العربية (كل صفحات:101)
19...فيض الادب (مكمل حصہ اوّل، دوم) (كل صفحات:228)
20...خلفائے راشدین (كل صفحات:341)
21...اصول الشاشی مع احسن الحواشی (كل صفحات:299)
22...خاصيات ابواب (كل صفحات:141)
23...دروس البلاغة مع شموس البراعة (كل صفحات:241)
24...نصاب الصرف (كل صفحات:343)
25...عناية النحو فی شرح هداية النحو (كل صفحات:280)
26...نصاب المنطق (كل صفحات:168)
27...صرف بہائی مع حاشیہ صرف بنائی (كل صفحات:55)
28...نصاب التجويد (كل صفحات:79)
29...نحو مير مع حاشية نحو منير (كل صفحات:203)
30...نصاب الادب (كل صفحات:184)
31...نزهة النظر شرح نخبة الفكر (كل صفحات:175)
32...نصاب النحو (كل صفحات:288)

﴿شعبہ تخریج﴾

01...صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن کا عشقِ رسول (کل صفحات:274)
02...19 دُرُود و سلام (کل صفحات:16)
03...فیضانِ یٰسٓ شریف مع دعائے نصف شعبان المعظم (کل صفحات:20)
04...اسلامی زندگی (کل صفحات:170)
05...بہارِ شریعت جلد سوم (حصہ ۱۴ تا ۲۰) (کل صفحات:1332)
06...منتخب حدیثیں (کل صفحات:246)
07...جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ (کل صفحات:470)
08...کراماتِ صحابہ (کل صفحات:346)
09...بہارِ شریعت جلد دوم (حصہ 7 تا 13) (کل صفحات:1304)
10...اخلاق الصالحین (کل صفحات:78)
11...بہارِ شریعت جلد اول (حصہ ۱ تا ۶) (کل صفحات:1360)
12...اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)
13...اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُنّ (کل صفحات:59)
14...آئینۂ قیامت (کل صفحات:108)
15...عجائب القراٰن مع غرائب القراٰن (کل صفحات:422)
16...سوانح کربلا (کل صفحات:192)
17...بہارِ شریعت (سولھواں حصہ) (کل صفحات:312)
18...آئینۂ عبرت (کل صفحات:133)
19...گلدستہ عقائد و اعمال (کل صفحات:244)
20...کتاب العقائد (کل صفحات:64)
21...اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)
22...علم القرآن (کل صفحات:244)
23...جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)
24...جنتی زیور (کل صفحات:679)
25...بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)
26...فیضانِ نماز (کل صفحات:49)
27...حق و باطل کا فرق (کل صفحات:50)
28...تحقیقات (کل صفحات:142)
29...سیرتِ مصطفٰی (کل صفحات:875)
30 تا 36...فتاویٰ اہل سنت (سات حصے)

﴿شعبہ فیضانِ صحابہ﴾

01... حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:132)

02... حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:72)

03... حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:89)

04... فیضانِ صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:720)

05... حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:60)

06... فیضانِ سعید بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:32)

07... حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:56)

﴿شعبہ اصلاحی کُتب﴾

01... حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز کی 425 حکایات (کل صفحات:590)

02... تذکرہ صدر الافاضل (کل صفحات:25)

03... غوثِ پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حالات (کل صفحات:106)

04... شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)

05... 40 فرامین مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)

06... جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)

07... اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)

08... آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)

09... نیک بننے اور بنانے کے طریقے (کل صفحات:696)

10... مفتی دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)

11... نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)

12... ضیائے صدقات (کل صفحات:408)

13... امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)

14... انفرادی کوشش (کل صفحات:200)

15... قومِ جنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262)

16... شانِ خاتون جنّت (کل صفحات:501)

17... قصیدہ بردہ سے روحانی علاج (کل صفحات:22)

18... خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ (کل صفحات:160)

19... توبہ کی روایات و حکایات (کل صفحات:124)

20... کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)

21... قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)

22... ٹی وی اور مُووی (کل صفحات:32)

23... جلد بازی کے نقصانات (کل صفحات:168)

24... تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)

25... کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات :63)

26... عشر کے احکام (کل صفحات:48)

27... احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)

28... فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)

29... طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)

30... فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

31... فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)

32... ریاکاری (کل صفحات:170)

33... تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)

34... بغض و کینہ (کل صفحات:83)

35... حج و عمرہ کا مختصر طریقہ (کل صفحات:48)

36... نور کا کھلونا (کل صفحات:32)

37... تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)

38... بدگُمانی (کل صفحات:57)

39... فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)

40... تکبر (کل صفحات:97)

﴿شعبہ امیر اہلسنت﴾

01... علم وحکمت کے 125 مدنی پھول (تذکرہ امیر اہلسنت قسط5)(کل صفحات:102)
02... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
03... گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب قسط پنجم (5)(کل صفحات:23)
04... قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
05... مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)
06... گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)
07... سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)
08... ناکام عاشق (کل صفحات:32)
09... حقوق العباد کی احتیاطیں (تذکرہ امیر اہلسنت قسط6)(کل صفحات:47)
10... جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)
11... اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم)(کل صفحات:32)
12... غافل درزی (کل صفحات:36)
13... 25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)
14... نادان عاشق (کل صفحات:32)
15... دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
16... آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32)
17... بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)
18... مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)
19... میں نے ویڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟ (کل صفحات:32)
20... بابرکت روٹی (کل صفحات:32)
21... پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48)
22... مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)
23... دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
24... بدکردار کی توبہ (کل صفحات:32)
25... میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)
26... بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
27... مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33)
28... کفن کی سلامتی (کل صفحات:32)
29... چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32)
30... میں نیک کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
31... نومسلم کی دردبھری داستان (کل صفحات:32)
32... ہیروئنچی کی توبہ (کل صفحات:32)
33... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط1)(کل صفحات:49)
34... بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)
35... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط2)(کل صفحات:48)
36... فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)
37... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط4)(کل صفحات:49)
38... سینما گھر کا شیدائی (کل صفحات:32)
39... معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
40... حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
41... عطاری جن کا غُسلِ میّت (کل صفحات:24)
42... قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
43... خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32)
44... کالے بچھو کا خوف (کل صفحات:32)
45... ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)
46... عجیب الخلقت بچی (کل صفحات:32)
47... ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32)
48... گلوکا کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
49... صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ (کل صفحات:33)
50... خوش نصیبی کی کرنیں (کل صفحات:32)
51... فیضانِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:101)
52... شرابی، مؤذن کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)

53...وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)
54...ڈانسر نعت خوان بن گیا (کل صفحات:32)
55...تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط3) (سنّتِ نکاح) (کل صفحات:86)
56...اغوا شدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32)
57...آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275)
58...نشے باز کی اصلاح کا راز (کل صفحات:32)
59...چمکتی آنکھوں والے بزرگ (کل صفحات:32)
60...کرسچین مسلمان ہو گیا (کل صفحات:32)
61...نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32)
62...کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)
63...بریک ڈانسر کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
64...میں حیادار کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
65...ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32)
66...میوزکل شو کا متوالا (کل صفحات:32)

❋ ... ❋ ... ❋ ... ❋ ... ❋

پیارے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نام نامی اسم گرامی سن کر دُرُودِ پاک نہ پڑھنے پر وعید

تین فرامین مصطفٰے:

﴿1﴾... جس کے سامنے میرا ذکر ہوا پھر اس نے مجھ پر درودِ پاک پڑھنے میں کوتاہی کی تو بے شک وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔ (المعجم الکبیر، ۳/ ۱۲۸، الحدیث: ۲۸۸۷)

﴿2﴾... جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درودِ پاک پڑھنا بھول گیا تو وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الفضائل، باب ما اعطی اللہ محمدا، ۷/ ۴۴۳، الحدیث: ۱۵۵)

﴿3﴾... بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہوا پھر اس نے مجھ پر درودِ پاک نہ پڑھا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب رغم انف رجل... الخ، ۵/ ۳۲۱، الحدیث: ۳۵۵۷)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سُنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ **تبلیغِ** قرآن و سُنّت کی عالمگیر غیر سیاسی **تحریک دعوتِ اسلامی** کے مہکے مہکے **مَدَنی** ماحول میں بکثرت سُنّتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جُمعرات مغرِب کی نماز کے بعد آپ کے شہر میں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رِضائے الٰہی کیلئے اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے۔ عاشِقانِ رسول کے **مَدَنی قافلوں** میں بہ نیّت ثواب سُنّتوں کی تربیّت کیلئے سفر اور روزانہ **فکرِ مدینہ** کے ذَرِیعے **مَدَنی اِنعامات** کا رِسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کے ابتِدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے ذِمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے، **اِنْ شَآءَ اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی بَرَکت سے پابندِ سنّت بننے، گُناہوں سے نفرت کرنے اور **ایمان کی حفاظت** کیلئے کُڑھنے کا ذِہن بنے گا۔

ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذِہن بنائے کہ **"مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔"** اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اپنی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مَدَنی اِنعامات"** پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے **"مَدَنی قافلوں"** میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

ISBN 978-969-579-879-9

0101534

MC 1286

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

UAN: 923 111 25 26 92 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net